من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین

الحمد لله که درین مرتبهٔ چهارم بتصحیح مسائل و تطبیق عبارت با اصل نسخهٔ عربی و اضافهٔ حواشی جدیده

جلد اول و ثانی نور الهدایه

یعنی

ترجمه اردوی شرح وقایه

باهتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان تربیت یافته خدمت برادر معظم محمد مصطفی خان

در مطبع نظامی واقع کانپور طبع شد

واضح ہو کہ اس مطبع میں اردو فارسی عربی ہر قسم کی مطبوعہ کتابیں بقیمت ارزاں موجود ہیں جنکی تفصیل مطبع ہذا کی فہرست علیحدہ منگوا کر دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے لیکن یہاں چند کتابوں کے نام واسطے ملاحظہ شائقین کے درج کیے جاتے ہیں جو کتاب مطلوب ہو طلب کر لیں نیز ہر قسم کی کتاب چھپوا لینا بھی اس مطبع میں خط وکتابت کے ذریعے سے ہو سکتا ہے اور باوجود اہتمام خوشخطی وحسن صحت کے کفایت صاحب فرمائش کی ملحوظ رہیگی

الملتمس تاجر محمد عبد الرحمن مہتمم مطبع نظامی واقع کانپور محلہ پٹکاپور

قرآن شریف و تفسیر و قرأت و حدیث

قرآن شریف نظامی بخط مہری مع رسالہ
قرآن شریف مرتضوی مع [illegible]
قرآن شریف مجتبائی نو مہری۔
قرآن شریف مترجم مع دو ترجمہ و دو تفسیر
یعنی تفسیر جلالین و تفسیر عباسی۔
ختم سورۂ نظامی ملقب بافضل الاذکار۔
مجموعۂ چہار سیپارہ مترجم نہایت عمدہ
سیپارۂ تبارک الذی بخط واضح۔
سیپارۂ لا یحب اللہ بخط روشن۔
جواہر القرآن مع ترجمۂ اردو۔
تفسیر سورۂ فاتحہ قابل ملاحظہ۔
نسائی شریف نظامی مجتبیٰ نہایت عمدہ
مع زہر الربیٰ فی شرح المجتبیٰ تصنیف سیوطی رح
کہ یہ کتاب کتب صحاح ستہ میں عمدہ چھپی ہے۔
دارمی شریف نظامی مع رسالۂ مقدمہ۔
طحاوی شریف مصطفائی یعنی شرح معانی الآثار
حنفیہ کیواسطے حدیث میں بے مثل کتاب ہے۔
منبہات ابن حجر عسقلانی نظامی مع ترجمۂ اردو
زاد المعاد فی ہدی خیر العباد نظامی کہ کتب
سیر نبوی میں ایسی جامع کتاب آجتک چھپی نہیں
فتوح المصر نظامی نہایت عمدہ کتاب ہے۔
تاریخ حبیب اللہ نظامی کہ ضروری سب حالات
آنحضرت وصحابہ و اہل بیت کے اسمیں درج ہیں
مجمع الآداب اردو نظامی قابل دید طالبین ہے۔
مجموعۂ دوازدہ رسائل قرأت نہایت عمدہ

قواعد [illegible] نہایت کارآمد کتاب ہے
مخارج الحروف بہت مفید رسالہ ہے
مفتاح القرآن نظامی اردو سوال و جواب منظوم
آداب القرآن نظامی عجیب کتاب قابل دید ہے

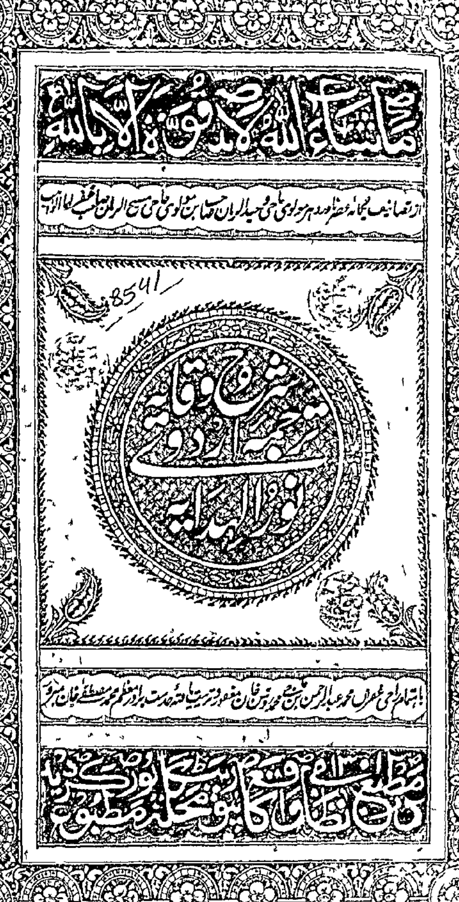
فقہ و فرائض و اذکار

ظل الغمام فی مسألۃ القراءۃ خلف الامام اردو نظامی
تحفۃ المصلین ترجمۂ اردوی منیۃ المصلی نظامی۔
قانون شریعت قابل حفظ وکلای عدالت۔
گلدستۂ شریعت تقسیم ترکہ وراثت میں
موافق مذہب اثنا عشری کے۔
آب حیات نظامی مسائل آب و طہارت میں۔
علم الفرائض نظامی نظم فارسی کی اردو شرح ہے مع
رسالۂ لمعات الحساب لائق ملاحظہ اولی الالباب۔
سراجی نظامی مع حاشیہ ضیاء السراج۔
نور الانوار نظامی محشی بقمر الاقمار مع رسالۂ [illegible] الفکر
فی سبحۃ الذکر مع تعلیقات [illegible]
نور الہدایۃ ترجمۂ اردوی شرح وقایۂ نظامی مجلد
کلاں اس مرتبہ باضافہ حواشی و تصحیح مسائل عمدہ چھپا ہے
افادۃ الشیوخ فی علم الناسخ والمنسوخ فارسی نظامی۔
رسالۂ مفتاح الفرائض اردو بہت عمدہ کتاب ہے
موافق مذہب اہل سنت وجماعت کے۔
قمر الاقمار عربی شرح [illegible] نظامی عربی۔
احسن العقائد نظامی اردو عمدہ کتاب ہے۔
معیار المذہب نظامی تفصیل [illegible] میں۔
احسن المسائل ترجمۂ کنز الدقائق جامع احکام ضروریہ
السیف المسلول فی ردع المقول۔

تحفۃ الکرام فی فضائل [illegible] اردو نظامی
تحفۃ الحرمین فی بیان طعام الاربعین نظامی
ترجمۂ رسالۂ سیوطی [illegible]
الفتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین مع ضمیمہ
تنبیہ الوہابیین مع عبارات معتبرہ اہل سنت
ادعیۂ زیارات مدینہ طیبہ عمدہ رسالہ ہے
دلائل الخیرات نظامی مع سند مہری۔
ترقی الطریق لہدایۃ الرہروین نظامی نہایت
عمدہ کتاب ہے قابل دید اولی الالباب ہے۔
بدائع منظوم نظامی طلبہ کے لیے واجب ہے
تہذیب الصبیان نظامی عقائد اہل سنت میں۔
رسالۂ تعلیم عام جوابات سوالات مذہبیہ
ترجمۂ رسالۂ شہاب ثاقب نظامی۔

نعت نبوی و میلاد مصطفوی

حدیقۂ نعت دیوان فارسی نظامی۔
قصائد نعتیۂ نظامی فارسی و اردو۔
گلزار نعت با صد قصائد عربیہ و فارسیہ
میلاد شریف برزنجی عربی مع ترجمۂ اردو۔
دیوان لطف کہ ہر حرف اطاعت کے
ذوق و شوق سے بھرا ہے۔
راحت القلوب فی مولد المحبوب مع ضمیمۂ حدیقۂ
وسائل المرغوب فی دلائل المطلوب نظامی۔
نسیم جنت منظوم تصنیف کافی۔
بہار جنت مع رسالۂ گلدستۂ فردوس۔
مولد شریف تمہید مع اضافۂ دیگر نظم سعید۔
دافع الاوہام فی محفل خیر الانام۔


ما شاء الله لا قوة الا بالله
از تصانیف یگانہ عصر وحید دہر مولوی حاجی وحید الزمان صاحب ابن مولوی حاجی مسیح الزمان صاحب مغفور لہما الرب
شرح وقایہ
ترجمہ اردو یعنی
نور الہدایہ
باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن شیخ محمد روشن خان مغفور تربیت یافتہ حضرت برادر معظم محمد مصطفی خان مبرور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین ۔
اما بعد جاننا چاہیے کہ علم دین افضل جمیع امور دینی ہی چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذکر کیے گئے آپکے سامنے دو شخص ایک عالم تھا اور ایک عابد تھا کہ بزرگی عالم کی عابد پر ایسی ہی جیسی بزرگی میری تم میں سے ادنی شخص پر اور حدیث صحیح میں وارد ہی کہ اللہ تعالے اور ملائکہ اور جتنی مخلوقات زمین و آسمان میں ہیں یہانتک کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلی دریا مین دعا مانگتے ہیں بہتری کی واسطے اوس شخص کے جو علم دین سیکھتا ہی روایت کیاان دونون حدیثون کو ترمذی اور دارمی نے اور فرمایا جناب باری تعالی نے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی اللہ کے بندوں مین اللہ سے ڈرتے ہین وہی لوگ جو عالم ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ یعنی گواہی دی اللہ نے کہ نہین ہی کوئی معبود سوا اوسکے اور فرشتون نے اور علم والون نے کہ وہ قائم ہی ساتھ عدل اور انصاف کے تو اس مقام پر پہلے اللہ تعالی نے اپنے نفس سے شروع کیا اور دوسری بار ملائکہ کا ذکر کیا اور تیسرے مرتبے مین علم والون کا کہا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے وَنَاھِیْکَ بِھٰذَا شَرَفًا وَفَضْلًا وَجَلَالًا وَنُبْلًا یعنی کفایت ہی یہ آیت واسطے شرف علم اور جلال اور بزرگی اوسکی کے اور فرمایا اللہ تعالی نے یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ یعنی بلند کریگا اللہ تعالی درجے اون لوگون کے جو ایمان لائے تم مین سے اور اون لوگون کے جو دیے گئے علم منقول ہی حضرت ابن عباسؓ سے کہ علما کیواسطے مومنین پر سات سو درجے زیادہ ہین درمیان دو درجون کے پانسو برس کی راہ ہی اور اسی طرح بہت آیات فضل اور بزرگی علم مین وارد ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علما وارث ہین انبیا کے اور یہ بات معلوم ہی کہ کوئی رتبہ بڑھکے رتبہ نبوت اور رسالت سے نہین ہی تو کوئی شرف بھی شرف وراثت نبوت سے بڑھکے نہوگا اور فرمایا حضرت علیؓ نے کمیل سے کہ ای کمیل علم بہتر ہی مال سے علم تیری نگہبانی کرتا ہی اور مال کی تو محافظت کرتا ہی اور علم حاکم ہی اور مال محکوم ہی اور مال مین سے اگر خرچ کرے تو کم ہو جاویگا اور اگر علم کو خرچ کرے تو اور زیادہ ہو جاویگا اور کہا حضرت علیؓ نے کہ عالم بہتر ہی صائم قائم مجاہد سے یہ تو فضیلت ہی مطلق علم دینی کی اور علم دینی مین کوئی علم علم فقہ سے زیادہ نہین اسواسطے کہ پہچانا جاتا ہی اس سے حلال اور حرام اور حکم اللہ تعالی اور اوسکے رسول کا اور علم قرآن و حدیث اگرچہ اسکی اصل ہی لیکن یہ اوس سے ماخوذ ہی اور اوسکا محصل اور نتیجہ ہی اور علم فقہ کی فضیلت مین فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکے ساتھ اللہ تعالی ارادہ کرتا ہی بہتری کا تو اللہ اوسکو فقیہ کردیتا ہی دین مین روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور جامع ترمذی مین وارد ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ یعنی ایک فقیہ اشد ہے شیطان پر ہزار عابد سے اور فرمایا کہ دو خصلتیں ہیں کہ نہیں جمع
ہوتی ہیں منافق میں ایک اچھی سیرت یعنی نیک خلق اور دوسری فقیہ ہونا دین میں روایت کیا اسکو ترمذی نے اور ایک روایت میں ہے کہ ہر شی کا ایک ستون ہے اور ستون اس دین کا تفقہ ہے

بیان وجہ تصنیف اس کتاب اور درج احادیث و ادلہ ہر مسئلے کا

وجہ تصنیف اس کتاب کی یہ ہے کہ جب ہمارے زمانے میں بعض لوگوں نے خلاف حق یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی ہوائے نفس کے موافق جو حدیثیں مشکوٰۃ شریف
وغیرہ سے دیکھ لیں اوسپر عمل کرنے لگے اور عوام الناس کو جو مقلد مذہبین کے تھے اپنی خواہش کیطرف بلانے لگے تو رفتہ رفتہ ایسا حال ہوا کہ ایک فرقہ
اونکا علیحدہ ہو گیا یہانتک کہ حنفیوں کی جماعت سے دور رہنے لگے اور جن جن مسجدوں میں کہ حنفیوں کی بڑی بڑی جماعتیں ہوتی ہیں حاضر نہیں ہوتے
بلکہ اپنی ایک الگ مسجد خاص بنا کے جمعہ او جماعت کرنے لگے اور جو لوگ مقلد تھے اور اونکو ہر مسئلے میں آگاہی اون احادیث سے جو اوس سے متعلق ہیں نہیں
تھی انکو سمجھانے لگے کہ اس مسئلے میں کوئی تمہاری دلیل نہیں اور ہم جسپر عمل کرتے ہیں اوس باب میں صریح حدیث دیکھو مشکوٰۃ یا ترمذی وغیرہا میں موجود ہے
اور اسیطرح اپنے زعم ناقص کے موافق اعتراضات بیجا کرنے لگے اور حال اہل عصر کا یہ تھا کہ اونکے اکثر علما کو بھی بخوبی اون احادیث سے جو مذہب حنفیہ
میں دلائل ہیں آگاہی نہ تھی اسوجہ سے نہایت تفرقہ اور نزاع مسلمانوں میں واقع ہوا تب اس عاجز ہیچمدان نے یہ ارادہ کیا کہ کوئی کتاب اس قسم کی تالیف
کرنا لازم ہے جسمیں ہر مسئلے کی دلیل قرآن شریف اور حدیث سے مذکور ہووے اور جو حدیث لکھی جاوے تخریج بھی اوسکی تحریر ہو تا کہ ان حدیثوں کو مقلدین
مذہب حنفیہ یاد کر کے اون لوگونکو الزام معقول دے سکیں تو اس باب میں مناسب معلوم ہوا کہ کتاب شرح وقایہ جو اس زمانے میں مقبول اور درس میں داخل
ہے ترجمہ کر دیے اور ہر مسئلے میں احادیث متعلق اوسکے ذکر کر کے جرح اور تعدیل اور ضعف اور توثیق رواۃ بھی اوسکے ساتھ شامل کیجیے تا کہ ناظر کو
اس کتاب کے بخوبی احادیث سے واقفیت ہو جاوے

بیان شرف اس کتاب کا اور فوائد اوسکے

پہلا فائدہ اس کتاب میں یہ ہے کہ ہر مسئلے میں احادیث جو متعلق اوس مسئلے کے ہیں ذکر کیے جاتے ہیں تا کہ حجت ہووے اوسکے منکرین پر
دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جتنی حدیثیں اسمیں لکھی ہیں اکثر حال اونکے ضعف اور صحت سے بحث کی ہے اور صحت کو اکثر مقامات پر اثبات کو
پہونچایا ہے تا کہ منکرین کو جائے کلام باقی نہ رہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات میں احادیث ہدایہ کی بھی تخریج کر دی ہے تا کہ ہدایہ پڑھنے والے
کو بھی فائدہ حاصل ہو چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مسائل مختلف فیہا میں جو قول مختار ہے اوسکو بھی ذکر کر دیا ہے تا کہ عمل کرنے والے کو اطمینان
ہووے پانچواں فائدہ یہ ہے کہ جو اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھے اوسکو نہایت وثوق احادیث پر حاصل ہو گا اور بخوبی دلائل مذہب حنفیہ سے
مطلع ہو جاویگا چھٹا فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب حجت ہے اون لوگوں کے لیے جو مقلد ہیں مذہب حنفیہ کے ساتواں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب حجت ہے اون
لوگوں پر جو طعن کرتے ہیں مذہب حنفی پر آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب نافع ہے اوس شخص کو جو عالم ہووے کیونکہ فی الفور وقت نزاع کے ہر حدیث
متعلق اوس مسئلے کی نکال سکتا ہے اور جو شخص اردو عبارت پڑھ سکتا ہے اوسکو بھی نفع ہو گا نواں فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات میں جو مسئلے مشکل ہیں
اونکی تفصیل کر دی ہے تا کہ ناظر کو ملال نہ ہووے دسواں فائدہ یہ ہے کہ باوجود رعایت ان سب باتوں کے رعایت اختصار بھی کی ہے تا کہ کتاب
نہایت دراز نہو جاوے اور اتنا اختصار بھی نہیں کیا کہ سمجھ میں نہ آوے گیارھواں فائدہ یہ ہے کہ جو مسئلے مشہور ہیں اور اونمیں غیر مقلدین
بہت نزاع کرتے ہیں اونمیں لفظ حدیث بھی ذکر کیا ہے اور تفصیل کی ہے تا کہ بخوبی حجت ہو جاوے اور بارھواں فائدہ یہ ہے کہ جتنی
حدیثیں اس کتاب میں مذکور ہیں سب کی تخریج کر دی ہے اور بے نشان حدیث نہیں لکھی تا کہ کوئی طعن نکر سکے تیرھواں فائدہ یہ ہے کہ

کہ جو حدیث موضوع ہی اوسکو نہین ذکر کیا اور اگر کہین ذکر کیا ہی تو لکھدیا ہی کہ یہ حدیث موضوع ہی اور اتفاق ہی محدثین کا اس بات پر کہ
حدیث موضوع کا لکھنا جائز نہین مگر جبکہ لکھدیوے کہ یہ حدیث موضوع ہی ذکر کیا اسکو امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین اور فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ اَخْرَجَهُ السِّتَّةُ یعنی جو شخص جھوٹ بولے میرے
اوپر قصدًا تو چاہیے کہ بنالیوے ٹھکانا اپنا جہنم مین نکالا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور بعضون نے اسکو متواتر
کہا ہی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حدیث بیان کرے مجھسے اور وہ جانتا ہی کہ یہ حدیث کذب ہی تو چاہیے کہ مقرر کرلے مقام اپنا
جہنم مین روایت کیا اوسکو مسلم وغیرہ نے اور اسی طرح بعض واعظ جو حدیثین بے نشان بیان کرتے ہین اور تفسیر قرآن مین قصے طرح طرح کے
جھوٹ بناتے ہین مورد وعید شدید ہین اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قرآن مین اپنی عقل سے کہا تو چاہیے
کہ مقرر کرلے مقام اپنا جہنم مین اور ایک روایت مین ہی کہ جس شخص نے قرآن مین کہا بے جانے بوجھے تو چاہیے کہ مقرر کرلے اپنا مقام جہنم مین اور
قرآن کے معنی بیان کرنے مین نہایت احتیاط لازم ہی اور اگر کوئی معنی قرآن کے سچے بھی ہون اور وہ منقول احادیث اور تفاسیر معتبرہ سے نہون
تو بیان کرنا اونکا بھی خوب نہین ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ جس شخص نے قرآن شریف مین عقل سے کہا اور اوسنے ٹھیک کہا تو بھی
اوسنے خطا کی روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداود نے

بیان تعریف حدیث اور اقسام حدیث کا

حدیث اوسکو کہتے ہین کہ جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا یا خود کیا یا جو فعل حضرت کے سامنے ہوا اور آپنے
اوس سے منع نکیا تو جو زبان سے فرمایا اوسکو حدیث قولی کہتے ہین اور جو کیا ہی اوسکو حدیث فعلی کہتے ہین اور جو آپکے سامنے ہوا اوسکو حدیث تقریری
کہتے ہین اور حدیث دو قسم ہوتی ہی متواتر اور آحاد **متواتر** اوسکو کہتے ہین جسکو ہر زمانے مین اتنے لوگون نے روایت کیا ہو کہ احتمال کذب کا اونکی
طرف عقل کے نزدیک محال ہووے اور **آحاد** اوسکو کہتے ہین جسکی روایت مین اسقدر کثرت نہو اور آحاد تین قسم ہی مشہور اور عزیز اور غریب **مشہور** وہ ہی
کہ جسکو ہر زمانے مین تین یا زیادہ راویون نے روایت کیا ہووے اور **عزیز** وہ ہی جسکو ہر زمانے مین دو راویون نے روایت کی ہو اور **غریب** وہ ہی جسکی روایت
کسی زمانے مین ایک ہی راوی سے ہووے اور جاننا چاہیے کہ متواتر حدیث سے ہر شخص کو علم یقینی حاصل ہوتا ہی اور احتمال شک کا بالکل زائل ہوتا ہی
اور آحاد روایت سے علم ظنی حاصل ہوتا ہی اور بعضی صورتین جنکو معرفت حدیث حاصل ہی علم یقینی بھی اوس سے حاصل ہوتا ہی اور آحاد مین بعضی روایت
مقبول ہی اور بعضی مردود اگر راوی کی راستی اور صدق معلوم ہووے تو **مقبول** ہی ورنہ **مردود** ہی **فائدہ** متواتر حدیث بعضون نے کہا ہی کہ کوئی موجود
نہین اور بعضون نے کہا کہ ہی اور صحیح قول اول ہی كَذَا فِي بَعْضِ الْكُتُبِ **فائدہ** جو آحاد مقبول ہی اوسکی دو قسمین ہین ایک صحیح دوسرا حسن **صحیح** اوسکو کہتے ہین جو
دیندار پرہیزگار خوب یاد رکھنے والے لوگون نے ہر زمانے مین برابر روایت کیا ہو اور سند اوسمین کوئی عیب پوشیدہ ہو اور معتبر لوگون کی مخالفت بھی
نہو اور صحیح حدیث کے کئی درجے ہین پہلا درجہ یہ ہی کہ اتفاق کیا ہو اوسپر بخاری و مسلم نے یعنی دونون کی کتابون مین وہ حدیث موجود ہووے
دوسرا درجہ یہ ہی کہ فقط بخاری نے اوسکو روایت کیا ہو تیسرا درجہ یہ ہی کہ فقط مسلم نے اوسکو روایت کیا ہو چوتھا وہ جو بخاری و مسلم کی شرط اونکے
طریقے پر ہووے پانچوان وہ جو صرف بخاری کے طور پر ہووے چھٹا وہ جو صرف مسلم کے طور پر ہووے ساتوان وہ جو سوا بخاری و مسلم کے اور حدیث کے اماموں
نے اوسکو صحیح جانا ہو **فائدہ** بعضون کے نزدیک شرط بخاری اور مسلم کی یہ ہی کہ حدیث کے راوی خوب ضبط کرنیوالے اور پرہیزگار ہون غفلت اور
مخالفت ثقات وغیرہ سے خالی ہون اور بعضون کے نزدیک شرط مسلم کی یہ ہی کہ جو حدیث ایسی ہو کہ دو تابعی ثقہ نے دو صحابیون سے روایت کی ہو اور

اسیطرح طبقون مین بھی ہے جو تبع تابعی نے روایت کی ہو اسیطرح سے طبقون مین ہر شخص تقدر روایت کرتے چلے گئے ہون اور یہ مضمون حدیث کی کتابون
مین مذکور ہے اور **حسن** اوس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح کی طرح ہو لیکن اوسکے راویون کا درجہ حفظ یاد وغیرہ مین صحیح کے راویون سے کم
ہو اور عمل کرنے مین دونون برابر ہین اور دونون حجت ہیں لیکن رتبے مین صحیح حدیث زیادہ ہے حسن سے اور **ضعیف** حدیث اوسکو کہتے ہین جو
صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اوسکے راوی مین کوئی وجہ ضعف کی مثلا نقصان حفظ یا فسق یا جہالت یا بدعت وغیرہ پائی جاتی ہو یا اوسکا
کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو گیا یا اوسکے راوی پر لوگ طعن کرتے ہون تو اگر اول سے کوئی راوی ساقط ہے تو اوسکا نام **معلق** ہے اور اگر انتہا سے
ساقط ہو گئے مثلا نام صحابی کا مذکور نہو اور تابعی حدیث بیان کرے تو اوسکو **مرسل** کہتے ہین اور اگر دو راوی برابر ساقط ہون تو **معضل** ہے
اور بیچ مین ہو تو **منقطع** اور کبھی منقطع کو مرسل بولتے ہین اور مرسل کو منقطع بولتے ہین اور جسکا راوی جھوٹا ہو تو اوس حدیث کو **موضوع**
کہتے ہین یا اوسپر تہمت جھوٹ کی لگی ہووے تو اوسکو **متروک** کہتے ہیں یا غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا اوسکو وہم بہت ہوتا ہووے یا سچے لوگون
کی روایت کے مخالف اوسکی روایت ہووے یا فاسق یا بدعتی ہووے تو اوسکو **منکر** کہتے ہین **فائدہ** صحابی اوسکو کہتے ہین جسنے حالت ایمان مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہووے اور ایمان پر اوسنے انتقال کیا ہووے اور تابعی اوسکو کہتے ہین جسنے صحابی کو دیکھا ہے اور تبع تابعی اوسکو کہتے
ہین جسنے تابعی کو دیکھا ہووے **فائدہ** ضعفا اور توثیق سب راویون مین محدثین بیان کرتے ہیں لیکن صحابی تو سب ثقہ ہین کوئی ضعیف نہین
اور نہ اونمین کسی طرحکا طعن ہے **فائدہ** ایک قسم حدیث کی **مدلس** ہے یعنی وہ حدیث جسمین راوی نے اپنے شیخ کو چھپایا ہووے اور اوسکا
نام نہ لیا ہووے کسی مصلحت سے اور ایک قسم **مضطرب** ہے جسمین راویون نے اختلاف کیا ہو سند یا متن مین اور ایک قسم **مدرج** ہے جسمین راوی
نے کچھ اپنا کلام بھی حدیث مین شامل کر دیا ہووے اور ایک قسم **معنعن** ہے یعنی جو برابر ایک نے دوسرے سے روایت کیا ہو بلفظ عن کے **فائدہ** اور
شاذ اوسکو کہتے ہین جو حدیث مخالف روایت معتمد لوگون کے ہووے اور **معلول** اوس حدیث کو کہتے ہین جسمین کسی طرحکی علت پوشیدہ جو صحت
حدیث مین قدح کرتی ہو پائی جاوے اور **متابع** اوسکو کہتے ہین کہ ایک راوی نے ایک حدیث دوسرے راوی کے موافق روایت کی اور اسکو
شاہد بھی کہتے ہین اور **مرفوع** حدیث جو کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فعل آپکا ہووے اور **موقوف** وہ حدیث ہے جو صحابی کا فعل یا
قول ہووے اور وقف کہتے ہین صحابی کا قول یا فعل ذکر کرنے کو اور **رفع** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ذکر کرنے کو **فائدہ** اور ان قسمون
کے سوا اور بھی قسمین حدیث کی ہین لیکن اسجا پر بوجہ اختصار کے ترک کیا **فائدہ** حدیث کی مشہور کتابین چھ ہین اور انکو صحاح ستہ کہتے ہین صحیح بخاری اور صحیح مسلم
اور جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد اور نسائی اور سنن ابن ماجہ اور بعضون کے نزدیک ابن ماجہ صحاح مین داخل نہین اور موطا امام مالک کی صحاح مین داخل ہے اور صحیح بخاری اور
صحیح مسلم مین جتنی حدیثین ہین صحیح ہین یا حسن ہین ضعیف حدیث اونمین نہین پائی جاتی اور باقی چارون کتابون میں سب قسم کی حدیثین صحیح اور
حسن اور ضعیف ہین اور صحاح اونکا نام اسواسطے ہے کہ اکثر حدیثین ان کتابون کی صحیح ہین اور ان کتابون کے سوا اور بہت سی کتابین
حدیث کی ہین اور اونمین بھی صحیح حدیثین موجود ہین مثلا معاجم ثلثہ طبرانی اور سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی اور مصنف ابن ابی شیبہ
اور عبد الرزاق کا اور مسند دارمی کی اور حال ان سبکا بالتفصیل بستان المحدثین مین مذکور ہے اور ہم اسجا پر صحاح ستہ والون کا حال مختصر لکھتے ہین

احوال بخاری کا

نام و نسب انکا ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ہے قد و قامت انکا میانہ تھا نحیف یعنی دبلے آدمی تھے اور حالت طفولیت مین دونون
آنکھین جاتی رہی تھین اس سبب سے انکی والدہ کو نہایت ملال تھا خواب مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے

تیرے بیٹے کی آنکھوں میں روشنی عنایت کی اور یہ تیری گریہ زاری کا بدلہ ہے صبح کو جب دیکھا کہ آنکھیں لڑکے کی روشن ہیں اور جب دس برس کے
تھے مکتب میں جہاں حدیث کو سنتے یاد کر لیتے اور اوسی سن میں تحصیل حدیث کا اونکو شوق تھا اور جب مکتب سے فارغ ہوئے ایک شخص کو بخارا میں
سنا کہ وہ محدث تھے اور داخلی اونکا نام تھا بخاری نے اونکے پاس آمد و رفت شروع کی ایک روز داخلی اپنی کتاب سے احادیث پڑھ رہے تھے کہ یکایک
اونکی زبان سے نکلا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ تو اوسوقت بخاری نے کہا کہ ابو الزبیر نے ابراہیم سے نہیں سنا داخلی رحمۃ اللہ علیہ
نے اونکو ساکت کر دیا پھر بخاری نے کہا کہ اصل نسخے میں دیکھنا چاہیے سو داخلی گھر میں گئے اور اصل نسخہ لائے اور بخاری کو بلا کے کہا کہ بھلا میں نے
تو غلط پڑھا اب صحیح کیا ہے کہا بخاری نے کہ صحیح سُفْيَانُ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ہے داخلی حیران ہوئے اور اپنے نسخے کو جس میں
پڑھتے تھے صحیح کیا اور جب سولہ برس کے ہوئے تمام کتابیں حدیث کی اونکو یاد تھیں حامد بن اسمعیل ایک بزرگ کہ بخاری کے زمانے میں تھے کہتے ہیں کہ
بخاری حدیث کے استادوں کے پاس بلا دوات و قلم کے جایا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے کہا کہ تمکو کیا فائدہ ہے اس سے جو تم سنتے ہو بھول جاتے
ہوگے اسیطرح سب لوگوں نے اونکو کہنا شروع کیا سولھویں دن بخاری نے کہا کہ تم نے مجھے تنگ کیا اب جو تم نے لکھا ہے اوسکو سامنے لاؤ اور میری یاد
کو اوس سے مقابلہ کرو اس عرصے میں پندرہ ہزار حدیث سب لوگوں نے لکھی تھیں بخاری نے سب یاد سے پڑھنا شروع کیں اور ایسا حرف یاد تھا
کہ ہمنے اپنی حدیثوں کو اونسے صحیح کر لیا پھر کہا بخاری نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں بے فائدہ محنت کرتا ہوں تو ہم لوگوں نے اوس دن سے جانا کہ یہ شخص
سند ہی اسکی برابری کوئی نکر سکے گا اور صحیح بخاری تصنیف کرنے کا یہ سبب ہے کہ ایک روز اسحق بن راہویہ کی مجلس میں یہ ذکر ہوا کہ اگر کوئی صحیح
حدیثوں کو جمع کرے تو کیا خوب ہو کہ بلا خدشہ لوگ اوس پر عمل کرنے لگیں بخاری کے دل میں یہ بات اثر کر گئی چھ لاکھ حدیثیں اونکے پاس تھیں
اونکا انتخاب کرنے لگے جو حدیث نہایت صحیح پائی اوسکو لکھا اور باقی کو ترک کیا اور معمول یہ کیا تھا کہ ہر حدیث کی تحریر کیواسطے غسل کرتے اور دو رکعت
نماز پڑھتے اور دعا کرتے کہ یا الٰہی مجھسے خطا نہو آخر اسی طرح سولہ برس کامل محنت کر کے مسجد کے اندر منبر اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف
کے بیچ میں صحیح بخاری مرتب ہوئی اور انتقال کیا بخاری نے خرتنگ میں کہ ایک گانوں ہے دو فرسخ سمرقند سے وقت نماز عشا کے اور
دن عید فطر بعد نماز ظہر کے سال دو سو چھپن ہجری میں اونکو دفن کیا اور باسٹھ برس کی عمر آپ کی تھی

بیان مسلم کے احوال کا

انکے باپ کا نام حجاج ہے اور کنیت انکی ابو الحسین اور لقب انکا عساکر الدین ہے نیشاپور جو ایک شہر ہے خراسان میں وہاں کے رہنے والے ہیں
ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم نے جو اجلہ محدثین میں سے ہیں اونکی جلالت اور امامت پر گواہی دی ہے اور صحیح مسلم اونکی نہایت عمدہ کتاب ہے
تین لاکھ حدیث سے اس کتاب کو انتخاب کیا ہے اور بعضوں نے اسکو صحیح بخاری پر مقدم رکھا ہے کہا حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہ آسمان کے
نیچے کوئی کتاب صحیح زیادہ مسلم کی کتاب سے نہیں ابو حاتم رازی نے کہ اجلہ محدثین میں سے ہیں مسلم کو خواب میں دیکھا اور اونکا حال پوچھا مسلم نے
کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو میرے اوپر مباح کیا ہے جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر میں کسیکی غیبت نہیں کی اور نہ
کسیکو مارا اور نہ کسیکو برا کہا اور پیدا ہوئے تھے سال دو سو دو میں اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو سو چار میں اور بعضوں نے کہا کہ دو سو چھ میں اور صاحب
جامع الاصول نے اسیکو اختیار کیا ہے اور وفات اونکی یکشنبے کو شام کے وقت ہوئی اور دو شنبے کے دن پچیسویں تاریخ کو رجب میں سال دو سو اکسٹھ میں
مدفون ہوئے اور وفات اونکی اسطرح ہوئی کہ ایک مجلس میں لوگوں نے آپ سے ایک حدیث پوچھی انھوں نے اوسکو نہ پہچانا اور اپنے گھر آکے کتابوں میں
تلاش کرنا شروع کیا اور لوگوں نے سامنے انکے ایک ٹوکرا کھجور کا رکھ دیا تھا آپ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے یہانتک کہ وہ حدیث

نہلی اور خرت تمام ہوگئے اور یہ اونکے انتقال کا سبب ہوا اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ

احوال ابو داؤد کا

نام انکا سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سجستانی ہی اور سجستان معرب ہی سیستان کا اور سیستان ایک ملک ہی سندہ اور ہرات کے بیچ مین متصل ہی قندھار کے اور رود جو ابن خلکان نے کہا ہی کہ سجستان ایک قریہ ہی قریب بصرے کے خلاہی تولد اونکا سنہ دو سو اور دو ہجری مین ہوا اور اکثر بلاد اسلام مین مانند مصر اور شام اور حجاز اور عراق اور خراسان وغیرہا مین سیر کی اور علم حدیث کو بخوبی جمع کیا حفظ حدیث اور عبادت اور تقوی اور صلاح مین ایک فرد کامل تھے اور آپ ایک آستین کشادہ رکھتے تھے اور ایک تنگ لوگون نے اس حال کو اونسے دریافت کیا فرمایا کہ دامن کشادہ واسطے کتابون حدیث کے ہی بعد دوسرے دامن کشادہ رکھنے کی کچھ حاجت نہین اسراف ہی اور موسی بن ہارون کہ ایک بزرگان وقت مین سے تھے فرماتے کہ ابو داؤد دنیا مین واسطے حدیث کے پیدا ہوئے اور آخرت مین واسطے جنت کے اور جب اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے امام احمد کے پاس لے گئے انھون نے اوسکو دیکھ کے بہت پسند کیا اور ابو داؤد نے اس کتاب کو پانچ لاکھ حدیثون سے انتخاب کیا ہی اور کل حدیثین اس کتاب مین چار ہزار آٹھ سو ہین اور التزام کیا ہی اس بات کا کہ حدیث صحیح ہووے یا حسن اور اسیواسطے یہ کتاب بعد صحیحین کے سب کتابون سے زیادہ معتبر ہے اور وفات ابو داؤد کی سولھوین تاریخ مین شوال کے سال دو سو اور پچھتر ہجری مین ہوئی اور بصرہ مین مدفون ہوئے اور عمر آپکی تہتر سال کی ہوئی ٭

احوال ترمذی کا

کنیت انکی ابو عیسی ہی اور نام مع نسب محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن الضحاک سلمی اور ترمذ نام ایک شہر کا ہی اور ترمذی شاگرد ہین بخاری کے اور مسلم اور ابو داؤد سے بھی روایت کرتے ہین برسون طلب علم حدیث مین صرف کیے اور یہ کتاب اونکی عمدہ تصانیف سے ہی کئی فائدون پر نسبت اور کتابون کے زیادہ مشتمل ہی اول ترتیب اسکی خوب ہی دوسرے تکرار کم ہی تیسرے ہر مقام پر مذاہب ائمہ اور وجوہ استدلال ہر ایک کی ذکر کی ہین چوتھے ہر حدیث کے ضعف اور صحت سے بحث کی ہی پانچوین ضعف اور توثیق راویون سے بھی تعرض ہی اور انکو خلیفہ بخاری کا کہتے ہین اور تورع اور زہد اور خوف اونکا ہی تھا خوف الٰہی سے برسون رویا کیے آخر اندھے ہوگئے اور ایک حکایت عجیب اونکی یہ ہی کہ مکے کی راہ مین ایک شیخ سے ملاقات کی اور پہلے اوس شخص سے دو جز حدیث کے لکھے تھے اور فرصت قراءت کی نہین پائی تھی ترمذی نے اوسوقت اونسے قراءت طلب کی شیخ نے قبول کیا اور کہا کہ وہ جز نکالو یکایک ترمذی نے جو اونکو تلاش کیا تو وہ نہ ملے اور گم ہوگئے تھے دو جز سفید کاغذ سادہ کے نکال کے حدیثین اونسے سننے لگے شیخ کی نگاہ جو اوس کاغذ پر جا پڑی غصے ہوکے بولے کہ کیا تم مجھسے ہنسی کرتے ہو ترمذی نے کہا کہ نہین مینے اون جزونکو گم کیا لیکن احادیث سب مجھے اون جزونکے یاد ہین شیخ نے تعجب سے کہا کہ پڑھو ترمذی نے اول سے آخر تک پڑھ دیا اور کہین نہ بھولے اور سب حدیثین سنا دین شیخ نے کہا کہ اسکا مجکو یقین نہین آتا سابق سے تمنے یاد کرلی ہونگی ترمذی نے کہا امتحان فرمائیے شیخ نے چالیس حدیثین غریب نکالکے اونکو ایکبار سنا دین ترمذی نے اون حدیثون کو بعینہٖ ایک بھی نہ بھولے اور سنا دیا اور ایسے ایسے امتحان اونکے حافظے کے اکثر ہوا کیے اور کہتے ہین کہ جب مین اس جامع کی تصنیف سے فارغ ہوا پہلے اس کتاب کو علمای حجاز کے سامنے پیش کیا سب نے پسند کیا بعد اوسکے علمای عراق کے سامنے وہ بھی خوش ہوئے بعد اوسکے مینے اس کتاب کو رواج دیا اور وفات اونکی ترمذ مین دوشنبہ کی رات کو تیرھوین رجب مین سال دو سو اناسی ہجری مین ہوئی

احوال نسائی کا

نام انکا ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی ہی اور یہ نسبت ہی طرف نسا کے کہ نام ایک شہر کا ہی خراسان میں
پیدا ہوئے سال دو سو اور چودہ ہجری میں اور بڑے بڑے شیخوں اور عالموں کو حدیث کے پایا شافعی مذہب تھے اور ہمیشہ ایک روز روزہ رکھتے
اور ایک روز افطار کرتے نہایت قوی اور زبردست تھے چار بیویاں تھیں ہر رات کو ایک کے پاس جاتے تھے اور لونڈیاں بھی بہت تھیں اور
پہلے ایک کتاب حدیث کی لکھی اور نام اوسکا سنن کبریٰ رکھا جب اوسکی تصنیف سے فارغ ہوئے ایک امیر نے اوسے پوچھا کہ جتنی
حدیثیں اس کتاب میں ہیں سب صحیح ہیں انھوں نے کہا کہ صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں سب قسم کی حدیثیں ہیں اوس امیر نے عرض کیا کہ ایک کتاب
ایسی جمع کیجیے جسمیں سب حدیثیں صحیح ہوویں تب اونھوں نے اوسکو خلاصہ کرکے صحیح حدیثیں منتخب کیں اور نام اوسکا مجتبیٰ رکھا اور اوسکو
سنن صغریٰ بھی کہتے ہیں اور وہ جو سنن نسائی اس زمانے میں مشہور ہی یہی سنن صغریٰ ہی اور سبب اونکی وفات کا یہ ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضہ کے
مناقب میں ایک کتاب اونھوں نے تصنیف کی بعد فراغت کے اونھوں نے چاہا کہ اس کتاب کو جامع دمشق میں بیان کریں کہ وہاں کے لوگ بسبب سلطنت
بنی امیہ کے خوارج کی طرف میل رکھتے ہیں کچھ تھوڑا سا بیان اوس کتاب کا کیا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ آپنے امیر المومنین معاویہ کے مناقب میں بھی کچھ لکھا ہی فرمایا
کہ معاویہ کو یہی کافی ہی کہ نجات پا جاویں اونکے مناقب کہاں ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا کہ میرے نزدیک اونکے مناقب میں سے کچھ صحیح نہیں
اسی طرح کچھ کہا کہ عام لوگوں نے اونکو تشیع کی طرف منسوب کیا اور لاتیں مارنا شروع کیں کچھ چوٹ انکے فوطوں میں پہونچی کہ اوسکے سبب سے
آپ نیم جان ہوگئے خادم اونکو اوٹھاکے گھر میں لائے انھوں نے کہا کہ مجھکو اسی وقت مکہ معظمہ میں لے چلو کہ یا وہاں جاکے مروں یا راستے میں مر جاؤں
غرض مکے میں پہونچے اور صفا اور مروہ کے بیچ میں مدفون ہوئے وفات اونکی دن شنبہ تاریخ تیرھوین صفر میں سال تین سو تین
میں ہوئی اور بعضے کہتے ہیں کہ راہ میں اونکا انتقال ہوا اور وہاں سے لاش اونکی مکے میں لے گئے

احوال ابن ماجہ کا

نام انکا ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی ربعی ہی اور ربعی نسبت ہی طرف ربیعہ کے کہ نام ایک قبیلے کا ہی اور قزوین نام ایک شہر کا
ہی عراق عجم میں اور یہ کتاب اونکی عمدہ تصانیف میں سے ہی اور صحاح ستہ میں بقول راجح داخل ہی اور جب اسکی تصنیف سے فارغ ہوئے
ابو زرعہ رازی کے پاس لے گئے اونھوں نے اس سنن کو دیکھکے کہا کہ اگر یہ کتاب کسی شخص کے ہاتھ لگے گی اکثر کتابیں فن حدیث کی بیکار
ہو جاوینگی اور واقعی یہ کتاب اختصار اور عدم تکرار میں بے نظیر ہی اور ابو زرعہ نے اس کتاب کی صحت کی شہادت دی اور کہا کہ غالب ہی
کہ اسمیں کوئی حدیث نہایت ضعیف اور موضوع نہوگی اور اس سنن میں بتیس کتابیں ہیں اونمیں ایک ہزار پانسو باب ہیں اور سب حدیثیں
اوسکی چار ہزار ہیں اور صحیح یہ ہی کہ ماجہ انکی ماں کا نام تھا اور عبد اللہ دادا انکے صحابی تھے سنہ دو سو اور نو ہجری میں پیدا ہوئے اور بہت مشائخ حدیث سے
استفادہ کیا اور بخوبی اس فن سے مطلع ہوئے اور وفات انکی دوشنبے کے روز سنہ دو سو تہتر ہجری میں ستائیسویں تاریخ رمضان میں ہوئی فقط

بیان تقلید کا

جاننا چاہیے کہ بعض محققین نے تقلید مذہب معین کو مذاہب اربعہ میں سے واجب کہا ہی اور بعضوں نے مستحسن تو موافقت ان دونوں قولوں میں اس طور
پر ہی کہ جو شخص عالم فن حدیث کا ہووے چاروں مذہب کے ماخذ اور اصول میں واقف ہو کلام اللہ کی آیات منسوخہ اور غیر منسوخہ اور معانی انکے میں
بخوبی مطلع ہووے اور معرفت ضعف حدیث اور صحت میں بہرہ تام رکھتا ہو اور کیفیت رواۃ سے آگاہ ہو بہت احادیث اوسکو مستحضر ہوں اکثر کتابیں حدیث
کی اوسکے مطالعے سے گذری ہوں تو ان سب صورتوں کا جو شخص جامع ہووے اوسکو تقلید مذہب معین کرنا مستحسن ہی اور جس شخص میں یہ شرائط

متحقق نہین تقلید کا وجوب ایسے حق مین ہی اور اس زمانے مین ایسا شخص جو ان شرائط مذکورہ کا جامع ہو وے اکثر مقامون مین متحقق نہین اگرچہ ممکن الوجود بامکان عقلی ہی اور تقلید ائمہ مجتہدین مسائل شرعیہ مین درحقیقت اطاعت خدا اور رسول مین داخل ہی فرمایا اللہ تعالی نے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اسیواسطے مفسرین نے اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے امرا و سلاطین مسلمین مراد لیے ہین یا مجتہدین شریعت چنانچہ بیضاوی مین ہی کہ اسکی تائید کرتا ہی قول اللہ تعالی کا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اسواسطے کہ مقلد کو جائز نہین کہ نزاع کرے مجتہد سے اوسکے حکم مین بخلاف امرا کے اور عبارت اوسکی یہ ہی وَھُوَ یُؤَیِّدُ الْوَجْہَ الْاَوَّلَ اِذْ لَیْسَ لِلْمُقَلِّدِ اَنْ یُّنَازِعَ الْمُجْتَہِدَ فِیْ حُکْمِہٖ بِخِلَافِ الْمَرْءُوْسِیْنَ انتہیٰ کیونکہ اطاعت علمای اہل اجتہاد کی اطاعت خدا اور رسول کی ہوگی حالانکہ وہ لوگ حاملان علم نبوت اور شارحان کتاب و سنت ہین اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ اور عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اسی مضمون پر دلالت کرتا ہی اور وہ جو بعض جہلا اعتراض کرتے ہین کہ تقلید ابی حنیفہ اور شافعی وغیرہما کی ایسی ہی جیسے مشرکین تقلید اپنے آبا و اجداد کی کرتے ہین جواب اوسکا یہ ہی کہ قیاس اس تقلید کا مشرکین کی تقلید پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ مقلدین مجتہدین کو وسائط بلوغ علم نبوت اور وسائل وصول احکام شریعت سمجھکر تقلید کرتے ہین بالاستقلال اونکو مصدر احکام نہین جانتے ہین امام ابوجعفر نے بسند متصل نقل کی ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ ہم اخذ کرتے ہین اول ساتھہ کتاب کے پھر ساتھہ سنت کے پھر ساتھہ قضایای صحابہ کے اور عمل کرتے ہین ہم جسپر اتفاق ہوتا ہی صحابہ کا اور جسمین کہ اختلاف ہوتا ہی صحابہ کا اوسکو قیاس کرتے ہین دوسرے مسئلے پر اور روایت کی بیہقی نے مدخل مین بسند صحیح حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ سے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ اِذَا جَآءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَی الرَّاْسِ وَالْعَیْنِ وَاِذَا جَآءَ عَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَخْتَارُ مِنْ قَوْلِہِمْ وَاِذَا جَآءَ مِنَ التَّابِعِیْنَ زَاحَمْنَاھُمْ یعنی جسوقت آئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تو وہ سر اور آنکھون پر ہی اور جسوقت صحابہ سے ہو اوسمین اختیار کرتے ہین ہم اور جسوقت تابعین سے آیا ہو تو اونکی مزاحمت کرتے ہین یعنی اوس مین کلام کرتے ہین اور قیاس کو دخل دیتے ہین اور اسطرح حضرت امام صاحب تابعین کے قول مین مزاحمت کرینگے کیونکہ خود بھی تابعین مین سے ہین اور رحمۃ العلما مذکور ہی اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی فرمایا امام صاحب نے ترک کرو قول میرا بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور فرمایا اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ یعنی جب صحیح ہو جاوے حدیث تو وہی میرا مذہب ہی اور صراط المستقیم مین ہی کہ اصحاب ابوحنیفہ رحمہ کے متفق ہین کہ حدیث ہرچند اسناد اوسکی ضعیف ہو مقدم اور اولی ہی قیاس سے اور جہاں سے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بدون ضرورت کے عمل قیاس پر ہرگز نہین کیا اور میزان شعرانی مین ہی وَمَا طَعَنَ اَحَدٌ فِیْ قَوْلٍ مِّنْ اَقْوَالِ الْعُلَمَآءِ اِلَّا لِجَہْلِہٖ بِہٖ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دَلِیْلِہٖ وَاِمَّا مِنْ حَیْثُ دِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ عَلَیْہِ لَاسِیَّمَا الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ الَّذِیْ اَجْمَعَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلٰی عِلْمِہٖ وَوَرَعِہٖ وَعِبَادَتِہٖ وَدِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ وَاسْتِنْبَاطَاتِہٖ وَحَاشَاہُ مِنَ الْقَوْلِ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بِالرَّاْیِ الَّذِیْ لَا یَشْہَدُ لَہٗ ظَاہِرُ کِتَابٍ وَّلَا سُنَّۃٍ یعنی نہین طعن کیا کسینے بیچ کسی قول کے اقوال مجتہدین سے مگر جاہلونے اوس قول کے کہ جاہل ہے اوسکی دلیل سے یا دقت اور باریکی اوسکی سے خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ اجماع کیا سلف و خلف نے اونکے علم اور ورع اور عبادت اور دقت مدارک اور استنباطات اونکے پر اور بچے قول سے دین خدا مین ورسی رای سے کہ نہین شاہد واسطے ہوا اوسکی کتاب یا سنت سے اور لیکن وجوب تقلید کا واسطے غیر مجتہد کے تو اتفاق کیا اوسپر علمائے

اور ایسا ہی کہا جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں يجب على العامي وغيره ممن لم يبلغ مرتبة الاجتهاد التزام
مذهب معين من مذاهب المجتهدين انتہی یعنی واجب ہے عامی اور غیر عامی پر جو نہ پہنچا ہو درجہ اجتہاد کو التزام ایک مذہب معین کا مذاہب
مجتہدین سے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے روضۃ الطالبین میں اما الاجتهاد المطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة حتى اوجبوا
تقليد واحد من هؤلاء على الامة ونقل امام الحرمين الاجماع عليه یعنی اجتہاد مطلق تو ختم ہو گیا ساتھ ائمہ اربعہ کے
اور واجب ہے تقلید ایک کی ان میں سے امت پر اور نقل کیا امام الحرمین نے اجماع اس پر اور بحر العلوم نے شرح تحریر ابن الہمام میں لکھا ہے غير المجتهد المطلق
يلزمه تقليد مجتهد من المجتهدين المطلقين یعنی جو مجتہد مطلق نہ ہو اوسکو لازم ہے تقلید کسی مجتہد مطلق کی تو اگر کوئی یہ اعتراض کرے
کہ ان اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی ایک کی ائمہ اربعہ میں سے واجب ہے اور ہم بھی کسی مسئلے میں جو مخالف ائمہ اربعہ کے ہو عمل نہیں کرتے بلکہ کسی مسئلے
میں موافق ابو حنیفہ کے اور کسی میں موافق شافعی کے اسی طرح عمل کرتے ہیں تو جواب اوسکا یہ ہے کہ باعث اسکا یا تو حصول درجہ اجتہاد ہے کہ جسکا قول
صحیح موافق احادیث کے پاتے ہیں اوسپر عمل کرتے ہیں تو اس صورت میں تقلید کی کیا حاجت ہے اور اگر بغیر حصول اجتہاد کے یہ امر ہے تو مخالف حق اور باطل
ہے کیونکہ اتفاق کیا علما نے اس بات پر کہ نہیں جائز ہے غیر مجتہد کو کہ عمل کرے ایک مسئلہ میں مذہب ابو حنیفہ پر اور دوسرے میں مذہب شافعی پر کہا ملا علی قاری
نے رسالہ میں جو تالیف کیا اوسکو تشییع القفال کی رد میں بل وجب عليه ان يعين مذهبا من المذاهب اما مذهب الشافعي
في جميع الفروع والوقائع واما مذهب مالك واما مذهب ابي حنيفة وغيرهم وليس له ان يتحول من مذهب الشافعي
فيما يهواه ومن مذهب ابي حنيفة فيما يرضاه لانا لو جوزنا ذلك لادى الى الخبط والخروج عن الضبط وحاصله
يرجع الى نفي التكليف لان مذهب الشافعي اذا اقتضى تحريم الشيء ومذهب ابي حنيفة مثلا اباحة ذلك الشيء
بعينه او عكس ذلك فهو ان شاء مال الى الحلال وان شاء مال الى الحرام فلا يتحقق الحلة والحرمة وفي ذلك
ابطال التكليف وابطال فائدته واستيصال قاعدته وذلك باطل انتہی ما ذکرہ یعنی بلکہ واجب ہے اوسپر تعیین ایک مذہب کی
یا مذہب شافعی کی جمیع فروع اور وقائع میں یا مذہب مالک کی یا مذہب ابو حنیفہ کی اور نہیں ہے کہ جو جی چاہے مذہب شافعی سے اختیار کرے
اور جو چاہے مذہب ابی حنیفہ سے کیونکہ جواز میں اسکے کام مؤدی ہوگا طرف خبط کے اور نکلنے کے ضبط سے اور حاصل اسکا نفی تکلیف کی ہے کیونکہ
جب مذہب شافعی مقتضی تحریم کو کسی امر کے ہو اور مذہب ابو حنیفہ کا مثلاً اوسکی تحلیل کو تو جب چاہے مائل ہو طرف حرام کے اور جب چاہے طرف حلال
کے تو حلت اور حرمت کا تحقق و تقرر جاتا رہا اور اسمیں صریح انعدام تکلیف ہے اور ابطال ہے اوسکے فائدے کا اور استیصال ہے اوسکی بنا کا اور یہ باطل
ہے اور کہا توشیح میں لا خير في ان يكون حنفيا في بعض المسائل وشافعيا في بعض آخر یعنی نہیں بہتر ہے کہ حنفی
ہو بعض مسائل میں اور شافعی ہو بعض میں اور شرح عین العلم میں ہے فلو التزم احد مذهبا كابي حنيفة والشافعي فلزم عليه
الاستمرار فلا يقلد غيره في مسئلة من المسائل یعنی جسے لازم پکڑا ایک مذہب مثلاً مذہب ابی حنیفہ یا مذہب
شافعی کا تو واجب ہے کہ ہمیشہ اوسی مذہب پر رہے اور سوا اوسکے کسی مسئلہ میں غیر کی تقلید نہ کرے اور کہا ابن عبد البر نے ان تتبع رخص
المذاهب غير جائز بالاجماع یعنی تلاش رخصتوں کا ہر مذہب میں ممنوع ہے بالاجماع اور تفسیر احمدی میں ہے اذا التزم مذهبا يجب
عليه ان يدوم على مذهبه ولزومه لا يتنقل عنه الى مذهب آخر یعنی جس مذہب کا التزام کرے تو چاہیے کہ مداومت کرے اوسپر
اور نہ پھر جاوے طرف دوسرے مذہب کے الحاصل ان روایات و اقوال سے بخوبی واضح ہے کہ جو شخص پایہ اجتہاد کا نہ رکھتا ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی تقلید

مذہب معین کی اوسکو واجب ہے اور وجوب حقیت تقلید پر بہت سی دلیلیں ہیں کہ اونکو اس مقام میں ذکر کرنا مناسب ہے دلیل پہلی یہ ہے
جو ہمنے اس مقام میں قول اکابر علمائے امت کے اس باب میں بیان کیے دلیل دوسری ایسی ہے کہ اوسمیں خصم کو بجز سکوت کلام نہیں ہے وہ یہ کہ امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جب ارشاد فرمایا کہ مسائل میرے ماخوذ ہیں احادیث اور آیات سے تو دو حال سے خالی نہیں یا اس قول کی تصدیق کرتے
ہو یا انکار کرتے ہو اور اوسکو کذب جانتے ہو بر تقدیر اول تو تابعداری اس مذہب کی جمیع مسائل میں واجب ہو گی اور بر تقدیر ثانی میں اگر
احتمال کذب کا جیسے امام صاحب کی طرف ہے اسیطرح جائز ہے کہ احتمال کذب کا بخاری و مسلم کیطرف بھی ہو مثلا جب امام صاحب کہ مصداق
حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ہیں یون فرما دین کہ مسائل بیان کیے ہوئے ہمارے ماخوذ ہیں کتاب اور
سنت اور قضایائے صحابہ سے تو قول اونکا لائق اعتماد نہو اور جب بخاری و مسلم وغیرہ جو کہ اونسے نہایت متاخر ہیں ذکر کریں کہ یہ حدیث ہمکو فلانے
سے پہنچی ہے تو قول اونکا بغیر گفتگو مقبول ہو جاوے تو جیسا جائز ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے کذبا یہ کہا ہو کہ مسائل بیان کیے ہوئے میرے ماخوذ ہیں کتاب اور
سنت سے اور واقع میں وہ مسائل اختراعی و عقلی ہوں اسیطرح جائز ہے کہ بخاری و مسلم وغیرہ نے کذبا کہا ہو کہ یہ حدیث ہمکو فلانے سے پہنچی
ہے تو ایک کی بات کو صادق جاننا اور دوسرے کی بات کو باوجود بزرگی اور فضل کے کذب شمار کرنا ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ ترجیح مرجوح ہے دلیل
تیسری یہ ہے کہ اس زمانے میں اکثر غیر مقلد جو علماء سے سن لیتے ہیں کہ یہ قول موافق حدیث کے ہے اور اوسپر عمل کرتے ہیں تو تعجب ہے کہ قول اون
علما کا جنکو امام صاحب کی نسبت بالکل وقوف نہیں لائق اعتبار ہو جاوے اور امام صاحب کا قول لائق اعتماد اور عمل کے نہو اور یہ نہایت
درجے کا جہل ہے دلیل چوتھی یہ ہے کہ اکثر علما اور فضلا اور اولیاء اللہ اس امت میں اتباع مذہب حنفیہ کرتے چلے آئے ہیں تو احتمال بطلان
اس مذہب کا ایک شخص کے قول سے کسطرح جائز ہوگا بیت ہمہ شیران جہان بستہ این سلسلہ اند، روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را
دلیل پانچوین یہ ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ یعنی اطاعت کرو بڑے گروہ
کی اور جو اوسمیں سے نکل جاوے نکالا دوزخ میں جاوے اور فرمایا اللہ تعالی نے وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ
وَسَاءَتْ مَصِيرًا یعنی جو شخص مومنوں کی راہ کے سوا اور راہ طلب کرے پھیر دینگے ہم اوسکو جس طرف پھرا اور داخل کرینگے ہم اوسکو جہنم
میں اور بری ہے وہ جگہ پھر جانے کی اور حالانکہ اکثر لوگ امت کے تقلید مذہب ابی حنیفہ پر ہیں اور بعض باقی اور مذاہب ثلثہ باقیہ کے کہا ملا علی قاری
نے وَاَمَّا اتِّبَاعُ اَبِي حَنِيفَةَ فَقَدِيمًا وَحَدِيثًا فِي الْاِزْدِيَادِ فِي جَمِيعِ الْبِلَادِ سِيَّمَا فِي بِلَادِ الرُّومِ وَمَا وَرَاءَ النَّهْرِ وَوِلَايَةِ
الْهِنْدِ وَالسِّنْدِ وَاَكْثَرِ اَهْلِ خُرَاسَانَ وَعِرَاقٍ مَعَ وُجُودِ كَثِيرٍ فِي بِلَادِ الْعَرَبِ بِالْاِتِّفَاقِ
وَاَظُنُّ اَنَّهُمْ يَكُونُونَ ثُلُثَيِ الْمُسْلِمِينَ بَلْ اَكْثَرَ عِنْدَ الْمُنْصِفِينَ بِالْاِتِّفَاقِ یعنی اتباع مذہب ابی حنیفہ
کا تو زیادتی پر ہے قدیم سے اور جدید سے تمام شہروں میں خاص کرکے روم کے ملکوں میں اور ما وراء النہر کے اور ولایت ہندوستان اور سندھ اور
اکثر اہل خراسان اور عراق میں باوجود اسکے کہ بہت لوگ ہیں عرب میں بالاتفاق اور جانتا ہوں میں کہ ہونگے وہ دو ثلث مسلمانوں کے بلکہ
اکثر نزدیک منصفین کے بالاتفاق اور اکثر اولیاء اللہ اور کاملین اسی مذہب کے مقلد رہے ہیں اور مختار ہیں ہے وَقَدِ اتَّبَعَهُ عَلَى مَذْهَبِهِ
كَثِيرٌ مِنَ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاهَدَةِ وَرَكَضَ فِي مَيْدَانِ الْمُشَاهَدَةِ كَاِبْرَاهِيمَ بْنِ اَدْهَمَ وَ
شَقِيقٍ الْبَلْخِيِّ وَمَعْرُوفٍ الْكَرْخِيِّ وَاَبِي يَزِيدَ الْبِسْطَامِيِّ وَفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ وَدَاوُدَ الطَّائِيِّ وَاَبِي حَامِدٍ اللَّفَّافِ
وَخَلَفِ بْنِ اَيُّوبَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَوَكِيعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِي بَكْرٍ الْوَرَّاقِ وَغَيْرِهِمْ اکثر تک اولیاء

ذکر کیا اکثر علماے آور کہا اہل کشف نے کہ جیسا مذہب امام ابو حنیفہ کا قدیم ہے ویسے ہی آخر تک رہے گا اور دیکھنے کی بات ہے کہ امام اعظم صاحب اتباع حدیث مین ویسے زیادہ ہین کہ حدیث مرسل کو قبول کرتے ہین اور قیاس کو اوسکے مقابلے مین جائز نہیں رکھتے تو افسوس ہے اون لوگون سے کہ باوجود مشاہدہ ان امورات کے اور اس احتیاط کے طعن کرتے اون لوگون کو اصحاب رائے سے شمار کرتے ہین اور اس مذہب کے مسائل کو اپنے زعم اقل کے موافق خلاف احادیث ولایات سمجھتے ہین اور اوسکے تابعون کو کہ سواد اعظم مین داخل ہین گمراہ اور خاطی کہتے ہین مثل مشہور ہے کہ چاند پر خاک ڈالنے سے اپنے ہی مونھ پر خاک پڑتی ہے جن لوگون کو اللہ تعالی نے نور ہدایت دیا ہے وہ لوگ کبھی حسن تک اتباع اس طریقہ سعیدہ سے باز نہ آوینگے لیکن بعض لوگ جو مصداق يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ کے ہین باغوائے مفسدین شاید کہ اس سے محروم رہین يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ دلیل تحقیقی یہ ہے کہ بعد تسلیم کے جب کوئی مسئلہ مسائل حنفیہ مین سے اس قسم کا نکال دو کہ جسکی کوئی دلیل حدیث ضعیف یا صحیح یا آیت قرآن شریف سے ہو تو اوس صورت مین اگر خاص اوس مسئلے مین کلام کرو اور اوسپر عمل نکرو تو قول تمہارا لائق قبول ہوگا اور وہ جو مسئلہ کہ رست ہے بین یا قرات مین پیچھے امام کے یا قلتین کے مسئلے مین کلام کرتے ہین سب مسائل کو ہمنے بفضل الہی اس کتاب مین تفصیل بیان کیا ہے اور تمامی مطاعن کے جوابات تحریر کیے ہیں دیکھنے سے ظاہر ہوگا حالانکہ امام شافعی کے مذہب مین بھی بہت سے ایسے مسئلے ہین جنکی دلیلین ضعیف اور اونمین کلام ہے مثلا جہر بسم اللہ کا اور حدث نہو ناخون اور بیگا اور کہانا اوس ذبیحہ کا جسپر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو قصدا اور کوئی مذہب ایسا نہیں کہ ہر مسئلے مین اوسکے ادلہ قویہ ہون سب قسم کے مسائل ہوتے ہین ہان ایسا قول ہو تو مخالف صریح حدیث کے ہووے اور کسی دلیل سے اوسمین تمسک نہووے واللہ اعلم وعلمہ اتم

جواب اون مطاعن کا جنکو اکثر غیر مقلدین بیان کیا کرتے ہین

طعن پہلا یہ لوگ احادیث کے اوپر عمل کیا کرتے ہیں اور تعجب ہے کہ قول ابو حنیفہ کا تو قابل قبول ہو اور قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قابل عمل کے نہووے **جواب** احادیث پر عمل کرنا تو ہین ہمارا مطلوب ہے مگر یہ کہ جس شخص کو معرفت حدیث کی اور ناسخ ومنسوخ کی ہووے اور معانی حدیث سمجھتا ہووے اور طریقہ استنباط جانتا ہووے تو اوس شخص کو عمل بالحدیث جائز ہے اور جسمین یہ شروط متحقق نہیں اوسکو عمل کرنا ظاہر الفاظ احادیث کے پر کیونکر جائز ہین تقریر میری تحریر ہین ہے وَلَيْسَ لِلْعَامِّيِّ الْأَخْذُ بِظَاهِرِ الْحَدِيثِ لِجَوَازِ كَوْنِهِ مَصْرُوفًا عَنْ ظَاهِرِهِ أَوْ مَنْسُوخًا بَلْ عَلَيْهِ الرُّجُوعُ إِلَى الْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ اهْتِدَائِهِ إِلَى مَعْرِفَةِ صَحِيحِ الْأَخْبَارِ وَسَقِيمِهَا وَنَاسِخِهَا وَمَنْسُوخِهَا وَإِذَا اعْتَمَدَ كَانَ تَارِكًا لِلْوَاجِبِ عَلَيْهِ انتہی یعنی نہیں جائز ہے عامی کو تمسک کرنا ساتھ ظاہر حدیث کے بسبب جواز مصروف ہونے اوسکے ظاہر سے یا منسوخ ہونے اوسکے بلکہ لازم ہے عامی پر رجوع طرف فقہا کے بجہت عدم اہتداء حق ہیں اوسکے طرف معرفت صحیح احادیث اور سقیم اور ناسخ اور منسوخ کے پس اگر اعتماد کریگا ظاہر حدیث پر تو ہوگا تارک اوس چیز کا جو واجب ہے اوسپر اور کفایہ حاشیہ ہدایہ میں مسطور ہے الْعَامِّيُّ إِذَا سَمِعَ حَدِيثًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِظَاهِرِهِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ مَصْرُوفًا عَنْ ظَاهِرِهِ أَوْ مَنْسُوخًا بِخِلَافِ الْفَتْوَى اور معنی اسکے وہی ہیں جو اوپر بیان کیے اور بھی ہدایہ مین مرقوم ہے أَنَّ الْمُفْتِيَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مِمَّنْ يُؤْخَذُ عَنْهُ الْفِقْهُ وَيُعْتَمَدُ عَلَيْهِ فِي الْبَلْدَةِ فِي الْفَتْوَى وَإِذَا كَانَ الْمُفْتِي عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ فَعَلَى الْعَامِّيِّ تَقْلِيدُهُ وَإِنْ كَانَ الْمُفْتِي أَخْطَأَ فِي ذَلِكَ وَلَا مُعْتَبَرَ بِغَيْرِهِ هَكَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنُ رُسْتُمَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَبِشْرٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ انتہی یعنی چاہیے کہ مفتی ہو اون شخصون سے کہ لی جاتی ہو اون سے فقہ اور اعتماد کیا جاوے اونپر شہر مین بیچ فتوے کے اور جبکہ ہو مفتی اس صفت پر پس عامی پر لازم ہے تقلید اوسکی اگرچہ مفتی نے خطا کی ہو اوس مسئلے مین اور نہ اعتبار کرے ساتھ غیر اوس مفتی کے ایسی ہی روایت کی ہے حسن نے ابو حنیفہ سے اور ابن رستم نے امام محمد سے اور بشیر نے امام ابو یوسف سے آور مسلم الثبوت مین

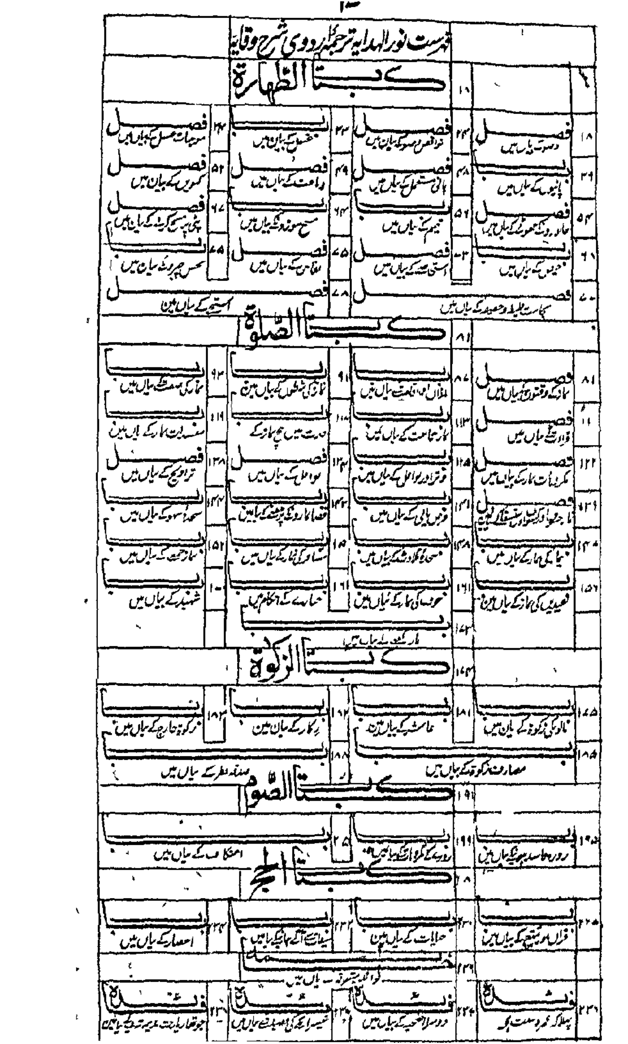
ہی کہ اجماع کیا ہی محققین نے اوپر منع عوام کے تقلید صحابہ سے بلکہ اونپر لازم ہی اتباع اون لوگون کی کہ جنہون نے اوپر باب باب کیا ہی
اونھون نے پس مہذب اور منقح کیا ہی اونھون نے اور جمع کیا ہی اونھون نے اور اسی پر بنا کیا ہی ابن الصلاح نے منع کو تقلید سے سواے چار اماموں کے کیونکہ
یہ بات نہیں جانی گئی ہی غیر ان چار کے اور اونمین کلام ہی آورده جو بعض لوگ کہتے ہین کہ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا کچھہ مشکل نہین اون
معنی کر صحیح ہی کہ اصل مضامین اوسکے ایسے نہین ہین کہ بیان کیے سے سمجھہ مین ہر خاص و عام کے نہ آوین مثل مطالب منطق اور علوم فلسفہ کے
اور ان معنی کر غلط ہی کہ اوسکے حقائق کو سمجھکر عبارت سے نکال لیا اور بیان کر دینا ہر ایک اور اون پڑھے کو آسان ہی بلکہ بعض مضامین تو ظاہر مین نہایت
آسان اور سہل ہوتے ہین لیکن حقیقت اوسکی سواے قوی عقل کے اور کوئی نہین کھلتی پس اگر ظاہر پر ایسے مضمون کے یہ شخص بدون تحقیق کے واقفون سے پوچھے
استطاعت اور قدرت سوال کے عمل کریگا تو عجب نہین کہ مواخذہ دار ہو اور علاوہ اسکے قول امام ابوحنیفہ پر ہم اسطرح سے عمل نہین کرتے کہ یہ بالذات
اونھین کا قول ہی بلکہ اسطرح پر کہ یہ قول اونکا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہی اور موافق شریعت کے ہی تو قول ابوحنیفہ اور قول رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین کچھہ منافات نہین بلکہ کوئی قول ابوحنیفہ کا اس قسم سے نہین پایا جاتا جسکی دلیل کچھہ احادیث و آیات سے نہووے اور
پھر در صورتیکہ عمل عامی کو ظاہر حدیث پر منع ہووے اور قول ابوحنیفہ کا موافق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہووے عمل کرنا احادیث پر
اپنی رای کے موافق اور ترک کرنا تقلید ابوحنیفہ کی نہایت عقل و انصاف سے بعید ہی اور ابو شامہ سے جو منع تقلید مین مروی ہی تو بر تقدیر
صحت نقل کے وہ طعن بنسبت اون لوگون کے ہی کہ جنھون نے حرام کہا ہو نظر کرنے کو کتب احادیث مین اور ہم لوگ اسکو ہرگز حرام نہین کہتے بلکہ موجب
اجر جزیل اور ثواب کا جانتے ہین اور شارق الانوار مین جو خلاف حدیث کے چلنے سے منع کیا ہی بعد متحقق ہو جانے اوس بات کے کہ یہ مخالف
ہی اوس حدیث کے سو وہ کچھہ مخالف ہمارے حق مین ہی اور علی ہذا القیاس یہی مراد ہی اون قولون سے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح
سفر السعادة مین لکھا ہی کہ مصلحت اور قرار داد علما کا آخر زمانے مین تعین اور تخصیص مذہب ہی کہ ضبط اور ربط کار دین و دنیا اسی مین ہی
پہلے سے مخیر ہی جسکو چاہے اختیار کرے ہو سکتا ہی اور بعد اختیار ایک مذہب کے دوسرے مذہب کیطرف جانے تو ہم سوء ظن اور تفرق کے احتمال
کو احوال مین نہوگا پس قرار داد متاخرین بھی یہ ہی اور اوسی مین خیر ہی آپ کسی مجتہد کے تابع کو نہین پہونچتا ہی کہ اگر کوئی حدیث مخالف اپنے مذہب
کے پاوے اپنے مذہب کو چھوڑ دے اور اوس حدیث پر عمل کرے یہ طریقہ متقدمین کا ہی علما کو اس زمانے مین سوا متابعت مجتہدون کے کوئی
طریقہ نہین ہی اور حکم مجتہد کا درحقیقت حکم کتاب و سنت ہی اور کلام صاحب فتح العزیز یعنی مولانا شاہ عبدالعزیز رح کا اس آیت کی تفسیر مین بَلْ
نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا کی منع مین اوس تقلید کے کہ مشرکین اوسکو مقابلے مین حکم خدا و رسول کے پیش کرتے تھے ہی نہ منع مین اوس تقلید کے
کہ فی الحقیقۃ اطاعت خدا و رسول کی ہی اور کسطرح مولانا صاحب منع کرتے اس تقلید کو حالانکہ خود بھی مقلد تھے اور خود اسی تفسیر مین وَلَا تَحْسَبَنَّ
لِلّٰهِ أَنْدَادًا کے تحت مین فرماتے ہین کہ اون لوگون مین سے جنکی اطاعت بحکم خدا فرض ہی مجتہدین شریعت اور شیوخ طریقت ہین کہ حکم اونکا
بھی واجب الاتباع ہی عوام امت پر کیونکہ فہم اسرار شریعت اور دقائق طریقت اونکو میسر ہی فرمایا اللہ تعالی نے فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ یعنی پوچھو نصیحت والون سے اگر تم نہین جانتے ہو اور شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید مین لکھا ہی کہ جان تو کہ تمسک
کرنے مین ساتھہ ان مذاہب اربعہ کے مصلحت عظیمہ ہی اور اعراض مین اون سے بڑا مفسدہ ہی اور ہم بیان کرینگے اوسکو کئی وجہون سے
انتہی طعن دوسرا کہ صحاح ستہ کی کتابین جو احادیث کے فن مین اور کتابون سے زیادہ معتبر ہین اکثر حدیثین شافعیہ کے موافق ہیں
اور حنفیہ کے مخالف تو لازم آیا اس صورت مین عدم اتباع مذہب حنفیہ ہوگا **جواب** صحاح ستہ کے ماسوا اور بہت سی کتابین حدیث کی ہین

کہ جسکو محدثین نے بیان کیا ہے مثلاً معاجم طبرانی کی موطا امام محمد کی مصنف ابن ابی شیبہ کا کتابین دارقطنی کی تصانیف طحاوی کی تصانیف ابن
حبان اور حاکم کی وغیرہا اور صحاح ستہ کی شہرت مبنی ہے اس بات پر کہ اکثر حدیثین ان کتابون کی صحیح ہیں جیسا کہ انکا ذکر اوپر ہم کر چکے اور یہ
لازم نہین کہ جو حدیث ان کتابون مین نہو وہ صحیح نہو سیکڑون حدیثین صحیح ایسی ہین بخاری مسلم کی شرط پر کہ ان کتابون مین موجود نہین
طعن تیسیر احنفی لوگ اکثر جا مخالفت حدیث کی کرتے ہین اور قیاس اور رای کو دخل دیتے ہیں اسواسطے نام انکا اہل الرائے ہوا اور یہ نام
انکا قدیم سے ہے ترمذی مین جا بجا دیکھو مسائل مذہب حنفیہ کو لکھا ہے وھو قول اھل الرای **جواب** ظاہرا اہل الرائے کہنے کا سبب یہ ہوا تھا
کہ امام ابو حنیفہ صاحب کے وقت مین مدارک اور باریکی استنباطات اس قسم کی تھی کہ بعض اہل عصر کی سمجھ مین قول انکا بلا تامل و فکر نہین
آتا تھا اسوجہ سے بعض لوگون نے اونکو اہل رائے کہنا شروع کیا اور یہ نام وجہ طعن نہین ہو سکتا الا اوس صورت مین کہ مسائل انکے صرف رائے
اور اختراع عقل پر مبنی ہون حالانکہ کوئی مسئلہ انکا اس قسم کا نہین جسکے ساتھ اور مجتہد نے بھی تمسک نہ کیا ہو اور کیونکر اہل رائے یہ لوگ ہونگے
حالانکہ انکے نزدیک حدیث ضعیف مرسل مقدم تر اور اولیٰ تر ہے قیاس اور اجتہاد سے برخلاف امام شافعی رح کے کہ وہ حدیث مرسل کو
قبول نہین کرتے تو اگر کسی نے ازراہ تعصب یا کسی اور وجہ سے کوئی کلمہ خلاف انکی شان کے کہا تو اوسپر اعتبار کرنا درصورتیکہ وہ مطابق واقع اور
نفس الامر کے نہو نہایت جہالت ہے اور کوئی ایسا شخص جو کسی فن مین کامل ہوا ہے نہین گذرا کہ کسی نے اوسکے کلام مین رد و قدح نہ کیا
ہو اور اوسکی شان مین کچھہ نہ کہا ہو یہانتک کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتفاق مشایخ طریقت اور علمائے شریعت اولیائے
کبار سے ہین اور کسیکو اہل حق مین سے اونکی ولایت اور علو درجہ مین کلام نہین لیکن ابن جوزی محدث رح نے کیا کیا اونکی شان مین کہا ہے
اور اسیقبیل سے محاربات و مشاجرات و منازعات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھنا چاہیے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دوسری
جانب کو برا کہنے لگے مثلاً ترمذی رح نے امام ابو حنیفہ رح کی شان مین جو بیان کیا تو اب ترمذی کی برائی کرنا ہمکو لازم نہین یا ابن الجوزی نے
ازراہ خطا کے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان مین کہا اوس سے ابن الجوزی رحمہ اللہ کی برائی کرنا اور اونپر طعن کرنا لازم نہین **طعن چوتھا**
یہ جو چار مذہب لوگون نے مقرر کر لیے ہین اسکا حکم کچھہ خدا اور رسول نے نہین فرمایا ہے بلکہ ان لوگون نے اپنے دل سے چار مذہب ٹھیرا کے حق کو ان
مین حصر کیا اور جو قول کہ انکے مخالف ہے اوسکو باطل بتایا پس دلیل شرعی اس باب مین کوئی پائی نہین جاتی **جواب** دلیلین شرع مین
چار ہین ایک اونمین اجماع امت بھی ہے اور اطاعت اہل اجماع کی فرض ہے اور اجماع کیا امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ان چار
مذہبون پر اور اتفاق کیا اس بات پر کہ جو ان چار سے کے مخالف ہو باطل ہے اشباہ مین ہے وَمَا خَالَفَ الْاَئِمَّۃَ الْاَرْبَعَۃَ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ
وَقَدْ صَرَّحَ فِی التَّحْرِیْرِ اَنَّ الْاِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰی عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْھَبٍ مُخَالِفِ الْاَرْبَعَۃِ لِانْضِبَاطِ مَذَاھِبِھِمْ وَکَثْرَۃِ
اَتْبَاعِھِمْ یعنی جو حکم مخالف ہو ان چار امامون کے قول کے سو وہ اجماع کے مخالف ہے اور تصریح کی ہے ابن الہمام نے تحریر مین کہ تمام علما کا
اجماع ہوا ہے عمل نکرنے پر اوس مذہب کے جو مخالف ہے ان چار امامون کے اسواسطے کہ ان امامون کا مذہب منضبط اور آراستہ ہوا ہے اور انکے اتباع
کرنیوالے بہت لوگ ہین حاصل یہ ہے کہ ان امامون کے مقلدین سواد اعظم مین داخل ہین اور سواد اعظم کی متابعت کرنے کو حدیث مین حکم
ہے اور اسکا بیان گذرا اور نہایۃ المراد مین مرقوم ہے وَفِیْ زَمَانِنَا ھٰذَا قَدِ انْحَصَرَتْ صِحَّۃُ التَّقْلِیْدِ فِیْ ھٰذِہِ الْمَذَاھِبِ الْاَرْبَعَۃِ
فِی الْحُکْمِ الْمُتَّفَقِ عَلَیْہِ وَفِی الْحُکْمِ الْمُخْتَلَفِ فِیْہِ اَیْضًا قَالَ الْمُنَاوِیُّ فِیْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ وَلَا یَجُوْزُ الْیَوْمَ تَقْلِیْدُ
غَیْرِ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ فِیْ قَضَاءٍ وَلَا اِفْتَاءٍ ہمارے اس زمانے مین منحصر ہوئی ہے تقلید ان چار مذہب مین خواہ حکم متفق ہو خواہ

حکم مختلف پھر ان چار کے سوا اور کسی کی تقلید جائز نہیں اور کمال الدین نے جامع صغیر کی شرح مین جائز نہیں ہی اس زمانے مین تقلید کرنی سوا ان چار اماموں کے نہ تو قضا مین نہ فتوے مین یعنی قاضی کو درست نہیں کہ ان مذہب کے سوا اور کا حکم کرے اور مفتی کو درست نہیں کہ برخلاف انکے فتویٰ دے اور تفسیر احمدی مین ہی قَدْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّ الْاِتِّبَاعَ اِنَّمَا یَجُوْزُ لِلْاَرْبَعَۃِ فَلَا یَجُوْزُ الْاِتِّبَاعُ لِمَنْ حَدَثَ مُجْتَہِدًا مُخَالِفًا لَہُمْ یعنی بیشک اجماع ہوا ہی اس بات پر کہ اتباع سوا ان چار مذہبوں کے کسی کا جائز نہین سو نہین جائز ہی اتباع اوس شخص کا جو نیا مجتہد مخالف انکے نکلے۔ اور اوسی کتاب مین ہی وَالْاِنْصَافُ اَنَّ انْحِصَارَ الْمَذَاہِبِ فِی الْاَرْبَعَۃِ وَاتِّبَاعَہُمْ فَضْلٌ اِلٰہِیٌّ وَقَبُوْلِیَّۃٌ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی لَا مَجَالَ فِیْہِ لِلتَّوْجِیْہَاتِ وَالْاَدِلَّۃِ یعنی انصاف یہ ہی کہ منحصر ہونا مذہبون کا ان چار مین اور اتباع انکی فضل آلہی ہی اور مقبولیت ہی اوسکی نزدیک اللہ تعالیٰ کے اوس کو باب مین دلیل اور توجیہ کو دخل نہین **طعن پانچوان** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین ہر ایک صحابی جیسی حدیث کو پاتے تھے اوسی طرح پر عمل کرتے تھے مجتہد ہو یا عامی نہ یہ کہ کسی صحابی معین کی جو مجتہد ہوتا صرف اوسکی تقلید پر انحصار کرتے اپنی اپنی سمجھ کے موافق عمل مین لاتے تھے تو اب اس زمانے مین بھی موافق اوسکے عمل کرنا صواب ہی کچھ حرج نہین **جواب** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین یا اوس زمانے مین جو آپ کی وفات سے قریب تھا اکثر لوگ صحابی موجود تھے کسی حدیث کو جو غیر معتبر ہو کبھی بیان نہین کرتے تھے احتمال کذب کا اونکی نسبت ہرگز نہ تھا اسی واسطے جو شخص کہ کوئی حدیث کسی صحابی یا تابعی مقبول سے سنتا تھا بوجہ اعتبار کے اوس پر عمل کرتا تھا برخلاف اس زمانے کے کہ ہزارون قسم کی حدیثین اور قصے لوگون نے جھوٹ گھڑ ایجاد کر لیے ہین راوی حدیث کے سب قسم کے ہونے لگے تو اس صورت مین ہر شخص کے کہنے کے موافق عمل کرنا ناجائز ہوا جو لوگ کہ حال اور کیفیت رواۃ اور احادیث سے واقف تھے وہ اور لوگون کو بتلا دیتے تھے اور لوگ اونکی تقلید کرتے تھے تو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرنا اس زمانے کا حماقت ہی اور بہت سے سوالات جو غیر مقلدین بیان کرتے ہین اونکا جواب بھی ان جوابات سے نکل آوے گا اور جب مشہور طعنون کا یہ حال ہوا تو معلوم ہین کہ جو اور طعن ہین وہ کیسے ہونگے مسلمانون کو لازم ہی کہ انکی باتون کی طرف خیال نکرین اور جس طریقے پر کہ اکابر علمای امت اور ہزارون اولیاء اللہ محبوب خدا کے چلتے رہے اوسی پر چلین **اور ایک مکر** اس فرقے کا یہ ہی کہ نام اپنا بمقابلہ حنفی شافعی کے محمدی رکھا ہی اسوجہ سے کہ ہم لوگ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کرتے ہین اور اوسکی پیروی کرتے ہین برخلاف مقلدین کے کہ اون لوگون نے خلاف طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو حنیفہ اور شافعی کا طریقہ اختیار کر لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو ترک کیا ہی اور یہ نہین سمجھتے کہ طریقہ ابو حنیفہ یا شافعی کا بعینہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کچھ اوسکے مخالف نہین اور تسمیہ انکا ان نسبتون کیساتھ بوجہ تقلید مذہب معین کے ہی ورنہ تمامی اہل حق محمدی ہین جا بجا انکی تخصیص کی کیا ہی **اور دوسرے** یہ کہ اس زمانے مین جو معروف کتابین مشہور اور رواج پائی ہین مثل مشکوۃ شریف وغیرہ کے اون مین اپنے مذہب کے موافق احادیث نکال کے عوام مقلدین سے بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ حدیثین صحیح ان کتابون مین منحصر ہین اور تمھارے مسائل صریح مخالف ان احادیث کے ہین تم قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑ کے قول ابو حنیفہ کا اختیار کرتے ہو اور نہین جانتے کہ بہت سی کتابین الصحیح حدیث کی ہین کہ انھونے خواب مین بھی نہ دیکھی ہونگی اور ہزارون حدیثین صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر ان کتابون مین موجود ہین لیکن

فصل چند اصطلاحات کتاب کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ صاحبین کا لفظ اس کتاب میں جہاں آیا ہے مراد اس سے امام محمد اور امام ابو یوسف ہیں اور طرفین سے امام محمد اور امام ابو حنیفہ
اور شیخین سے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ اور اس کتاب میں حرف صاد سے جو قلم جلی سے لکھا ہے مراد کتاب اصل شرح وقایہ ہے
اور حرف ح سے زیادات اور جو احادیث کہ زائد مضمون اصل کتاب پر ہیں بطریق حوالہ کے مراد ہیں اور جہاں مطلق امام ہو مراد امام
ابو حنیفہ ہیں اور ائمہ اربعہ سے امام ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور امام احمد رحمہم اللہ مراد ہیں اور لفظ شیخین سے ذکر احادیث میں
بخاری اور مسلم مقصود ہیں اور جماعت سے چاروں علمائے باقیہ یعنی ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی رحمہم اللہ منظور ہیں
اور مقصود اصلی تالیف و تصنیف اس کتاب سے فائدۂ خلق اللہ ہے نہ کسی کا رد اور نہ کسی کا اظہار خطا منظور ہے تو اب یہ بندۂ عاصی پُر
معاصی فقیر حقیر ننگ خاندان محتاج رحمت ایزد منان **محمد وحید الزمان** ولد مولوی مسیح الزمان لکھنوی فاروقی حنفی
مؤلف اسکا اون صاحبوں کی خدمت میں جو اس کتاب کے مطالعے سے مسرور اور محظوظ ہوں عرض رسان ہے کہ جس جگہ
پر از راہ خطائے انسانی کے کوئی قسم کی لغزش دیکھیں تو بپردۂ عفو سے چھپا دیں اور مجھ گنہگار اور میرے والدین اور تمامی اعزا
و اقارب اور عامۂ مسلمین کے واسطے دعائے خیر کریں اور اس کتاب کے پڑھنے کا یہ طریقہ رکھیں کہ جس جگہ پر نام مبارک حضرت
سیدنا و مولانا و رسولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آوے آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے
کہ جس شخص پر ذکر کیا جاوے نام میرا اور وہ درود نہ بھیجے مجھ پر تو وہ بڑا بخیل ہے اور حقیقت میں بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو دنیا
میں کسی کا دوست ہوتا ہے اوسکے ذکر کے وقت مدح و ثنا میں اوسکی مشغول ہوتا ہے اور جب محبوب خدا شافع روز جزا پیغمبر حق
جناب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُنا جاوے اور پھر لوگ ثواب صلوٰۃ و سلام سے محروم رہیں اور جب کسی کا آپ کے صحابہ
رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ذکر آوے اوپر کلمہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ضرور جانیں اور تابعین کو اور علما کو بہ کلمۂ رحمۃ اللہ
علیہ اکتفا کریں اور قبل شروع اس کتاب کے با ادب بیٹھ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف تین بار اور سورۂ اخلاص
تین بار اور الحمد ایکبار پڑھیں اور ثواب اوسکا تمام صحابہ اور علما اور سب بزرگان دین کو پہنچاویں بعد اوسکے کتاب کو مطالعہ
کریں اور پھر بعد فراغ کے بھی ایسا ہی کریں اور یہ تصور کرتے رہیں کہ جتنا علم ہم سیکھتے ہیں یا سکھاتے ہیں وہ سب خالصاً اللہ کے
واسطے اور اوسکی رضامندی کے لیے اور عمل کرنے کے لیے کرتے ہیں اور غرض دنیا اور تحصیل مال کبھی علم سے نہ رکھے کہ بعد رعایت ان
سب شرائط کے ضرور اللہ تعالیٰ اوسکے علم میں برکت دیگا اور توفیق عمل کی عطا فرماویگا اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا بِالْخَیْرِ وَاجْعَلْ
خَوَاتِیْمَ اُمُوْرِنَا بِالْخَیْرِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْنَا مُھِمَّاتِ الْعِلْمِ وَاَعْطِنَا عِلْمًا نَافِعًا وَفَھْمًا کَامِلًا وَقَلْبًا خَاشِعًا وَبَطْنًا مُشْبَعًا وَ
عَمَلًا مُتَقَبَّلًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اٰمِیْن یَا رَبَّ
الْعَالَمِیْنَ تمت مُقَدِّمَۃُ الْکِتَابِ وَیَتْلُوْھَا کِتَابُ الطَّھَارَۃِ اَللّٰھُمَّ تَمِّمْ بِالْخَیْرِ بِکَرَمِکَ یَا وَھَّابُ



فہرست نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

کتاب الطہارۃ ۱۹

کتاب الصلوٰۃ ۸۱

کتاب الزکوٰۃ ۱۷۴

کتاب الصوم ۱۹۱

کتاب الحج ۲۰۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجزء الاول کتاب الطہارۃ

فصل وضو کے بیان مین فرمایا اللہ تعالی نے ای ایمان والو جب کھڑے ہو تم طرف نماز کے پس دھو لو اپنے موتھون کو اور ہاتھون کو کہنیون تک اور مسح کرو اپنے سر کا اور دھو کو پاؤن کو ٹخنون تک فرض وضو مین چار چیزین ہین پہلے دھونا مونھ کا پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اور شمس الائمہ کے نزدیک اگر درمیان کان اور رخسارے کے تر کرے اور پانی نہ بہاوے کافی ہی جیسا کہ کہا ہی ابو یوسف نے کہ وضو کرنے والا اگر تر کرے سب اعضاے وضو کو اور پانی جاری نہ کرے جائز ہی مگر علما نے معنی اسکے یون بیان کیے ہین کہ ہر عضو سے دو تین قطرے جاری ہو وین اگرچہ پے در پے نہ بہین دوسرے دھونا دونون ہاتھون کا کہنیون سمیت تیسرے دھونا دونون پیرون کا ٹخنون سمیت اور امام زفر کے نزدیک کہنیان اور ٹخنے دھونا فرض نہین اور مختار روایت مین ہشام کی امام محمد سے وہ ہڈی ہی جو بیچ قدم مین ہی نزدیک گرہ تسمے جوتی کے لیکن صحیح یہ ہی کہ وہ ہڈی اونچی ہی جسپر پنڈلی کی ہڈی ختم ہوئی ہی چوتھے مسح کرنا چوتھائی سر کا **ف** کیونکہ روایت کی مسلم اور طبرانی اور ابو داؤد اور بغوی نے مغیرہ بیٹے شعبہ سے تحقیق کہ وضو کیا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسح کیا اور پیشانی اپنی کے اور اوپر عمامے اور موزون کے اور پیشانی آگے سے چوتھائی سر کے برابر ہوتی ہی اور روایت کی ابو داؤد اور حاکم نے انس سے کہا کہ دیکھا مینے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ وضو کرتے تھے اور اونکے سر پر عمامہ تھا پس لائے ہاتھ اپنا نیچے عمامے کے اور مسح کیا مقدم سر کو اور مقدم سر آگے سے چوتھائی سر کو کہتے ہین اور روایت کی ایسی ہی بیہقی نے عطا سے اور شافعی نے اور آگے سے چوتھائی سر کا مسح کرنا حضرت عثمان سے مروی ہی روایت کیا اسکو سعید بن منصور نے اور ابن سے سر مسح ہوا ہی کہ اکتفا کیا او نھون نے ساتھ مسح بعض سر کے روایت کیا اسکو ابن المنذر نے اور کسی صحابی سے انکار اسکا

سنت کو نہین پونہچا یہ مضمون فتح الباری میں ہی ص اگر امام شافعی کے نزدیک اگر ایک بال یا دو بال کا بھی مسح کرے گا
درست ہو جاویگا اور امام مالک کے نزدیک تمام سر کا مسح فرض ہی اور مسح چوتھائی داڑھی کا امام اعظم صاحب کے نزدیک
فرض ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک تمام داڑھی کا مسح فرض ہی اور مشہور روایت مین امام ابو حنیفہ سے ساری داڑھی
کا مسح فرض ہی اور یہی صحیح اور مختار ہی اور مسح کہتے ہین تر ہاتھ کو اوس عضو پر جسکا مسح کرنا ہی پونہچانا چاہیے نیا پانی برتن
سے لے یا جو تری اعضا کے دھونے سے باقی ہو اوس سے مسح کرے اور جو تری ہاتھ مین بعد مسح کرنے کسی عضو کے باقی رہے یا
ہاتھ کو اعضائی مغسولہ یا ممسوحہ سے ترکیا اوس سے مسح کرے جائز نہوگا اور ایسا ہی سونے کے مسح مین اور اگر بعد مسح کے سر منڈوا دین
دوبارہ مسح کرنا لازم نہ آویگا یا وضو کیا اور پھر ناخن کٹوائے اوتنی جگہ کا پھر دھونا واجب نہین اور سنت وضو مین جو ذرہ مین پہلی
دھونا ہاتھ کا پہنچے دست تک ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب جاگے تم میں سے کوئی تو نہ ڈالے اپنا ہاتھ پانی مین
جبتک اوسکو تین بار نہ دھوئے اسواسطے کہ نہین جانتا کہ کہاں رہا ہاتھ اوسکا یعنی پاک جگہ یا ناپاک جگہ روایت کیا اسکو بخاری
اور مسلم نے ابوہریرہ سے ص اور یہ دھونا بعض مشائخ کے نزدیک قبل استنجے کے ہی اور بعضوں کے نزدیک بعد استنجے کے اور
بعضوں کے نزدیک قبل استنجے کے بھی دھوئے اور بعد اوسکے بھی دھوئے ف در مختار مین اسکو اختیار کیا ہی کہ قبل استنجے کے بھی
دھوئے اور بعد اوسکے بھی دھوئے ص اور دھونے کا طریقہ یہ ہی کہ برتن کو پہلے بائین ہاتھ مین لیکر داہنا ہاتھ دھوئے اور پھر
داہنے مین لیکر بائین ہاتھ کو دھوئے تین تین بار اگر برتن چھوٹا ہو اور اوٹھ سکے اور اگر برتن بڑا ہی کہ اوٹھانا اوسکا ممکن نہین تو
کسی چھوٹے برتن سے پانی نکال کے دھوئے جیسا کہ اوپر ذکر کیا اور اگر چھوٹا برتن نہو تو بائین ہاتھ کی انگلیون کو ملا کے
اوسمین ڈالے ہتھیلی داخل نکرے اور پانی نکال کے داہنے ہاتھ پر ڈالے اور انگلیون کو آپس مین خوب ملے اسیطرح تین بار
کرے بعد اوسکے داہنے ہاتھ کو اچھی طرح ڈال کے پانی نکالے اور اس حدیث مین جو ہاتھ ڈالنے سے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہی یہ جب ہی کہ برتن چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور اوسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو لیکن جبکہ برتن بڑا ہو اور
اوسکے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو منع یہ ہی کہ خوب مبالغے کے ساتھ ہاتھ ڈالکے پانی کو نکالے یہ سب صورتین جب ہین کہ اوسکے
ہاتھون مین نجاست نہو اور اگر نجاست ہو تو ہاتھون کو دھونا نجاست سے اسطرح کہ برتن اور پانی نجس نہو ضروری ہی دوسری شروع
مین وضو کے اللہ کا نام لینا ف جیسے بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ کہنا ایسا ہی ہی در مختار مین کیونکہ
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جسنے اول وضو مین ذکر خدا کا کیا پاک ہو ویگا تمام بدن اوسکا اور جو ذکر خدا کا نکیا پاک ہووے
گا مگر یہ مقام وضو اوسکے کا روایت کیا اسکو دارقطنی نے ابوہریرہ سے اور ابو الشیخ نے اور روایت کیا اسکو بیہقی نے اور دارقطنی نے
عبداللہ بن مسعود سے اور ضعیف کیا اوسکو اور روایت کیا ان دونون نے اوسکو ابن عباس سے اور ضعیف کیا اوسکو اور شیخ ابن حجر نے القاری مین
مانند اسکے ابن مسعود سے کچھ زیادہ کرکے اور اوسکو بھی ضعیف کیا اہل حدیث نے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین وضو
اوسکا جسنے نہ ذکر کیا نام اللہ کا اوسپر روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور احمد اور ابو داود نے ابوہریرہ سے اور دارمی نے مانند اسکے
اور مراد اس سے یہ ہی کہ وضو اوسکا کامل نہین اور بدلے مین اسکو مستحب لکھا ہی اور اس باب مین روایتین ہین جیسا لکھا ہے ص تیسری
مسواک کرنا ف کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مسواک کیا کرتے تھے اور فرمایا حضرت نے کہ اگر نہ شاق ہوتا میری امت پر

البتہ حکم کرتا ہیں اونکو ساتھ مسواک کے نزدیک ہر وضو کے روایت کیا اسکو نسائی اور ابن خزیمہ نے آور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہی اور روایت کیا اسکو بخاری نے بغیر اسناد کے اور جب مسواک نہو تو اونگلی سے دانتوں کو ملے آور یہ حدیث میں ثابت ہی کذا فی البدایۃ ص چوتھی تین بار کلی کرنا یعنی پھر تین بار ناک میں پانی ڈالنا آور کلی کیواسطے تین بار جدا پانی لے آور پھر ناک میں ڈالنے کے واسطے تین بار جدا لے آور امام شافعی کے نزدیک کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے ایک ہی چلو سے پھر اسیطرح پھر اسیطرح تین بار ف دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی ترمذی اور نسائی نے حضرت علیؓ سے کہ انھوں نے وضو کیا سو دھوئے دونوں کف یہانتک کہ صاف کیا اونکو پھر کلی کی تین بار اور ناک میں پانی ڈالا تین بار آخر تک کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی آور روایت کی ابو داؤد نے طلحہ کے دادا سے کہا کہ داخل ہوا میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ وضو کرتے تھے اور پانی بہتا تھا مونہہ اور داڑھی اونکی سے پس دیکھا میں نے اونکو کہ آپ جدائی کرتے تھے درمیان کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے آور روایت کیا اسکو طبرانی نے آور وضو کے باب میں بائیس صحابیوں سے روایت کی گئی ہی آور وہ یہ ہیں عبد اللہ بیٹے زید کے روایت کی انسے بخاری و مسلم و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ نے آور عثمانؓ روایت کی انسے بخاری و مسلم نے آور ابن عباسؓ روایت کی انسے بخاری نے آور مغیرہ روایت کی انسے بخاری نے آور حضرت علیؓ روایت کی انسے ابو داؤد و نسائی وغیرہما نے آور مقدام روایت کی انسے ابو داؤد نے آور ابو مالک اشعری روایت کی انسے عبد الرزاق اور احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحٰق نے آور ابو بکرہ روایت کی انسے بزار نے آور ابو ہریرہ روایت کی انسے احمد اور ابو یعلیٰ نے آور وائل بن حجر روایت کی انسے ترمذی نے آور جبیر بن نفیر روایت کی انسے ابن حبان نے آور ابو امامہ روایت کی انسے احمد نے آور ابو کاہل آور ربیع بیٹے معوذ کے روایت کی انسے ابو داؤد نے آور عائشہؓ روایت کی انسے دارقطنی نے آور عبد اللہ بن انیس روایت کی انسے طبرانی نے آور عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کی انسے ابو داؤد نے اور باقی صحابیونکا نام اور تفصیل فتح القدیر میں ہی ص پانچویں داڑھی کا خلال کرنا ف اسطرح کہ اونگلیونکو نیچے داڑھی کے کرکے باہر اوپر کو نکالے کیونکہ روایت کی ترمذی نے عثمانؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور کہا بخاری نے کہ یہ حدیث اصح ہی اس باب میں اور صحیح کیا اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور یہ حدیث عثمانؓ کی کہا احمد نے کہ صحیح تر ہی سب حدیثوں کی اور ابن حزم نے اس حدیث کو ضعیف کیا اور کہا کہ اسناد میں اسکی اسرائیل ہی اور وہ قوی نہیں آور ایک مقام میں کہا ہی کہ عامر بن شقیق بھی اسکی اسناد میں ضعیف ہی اور یہ قول باطل ہی کیونکہ اسرائیل بیٹا یونس کا حجت پکڑی ہی اس سے بخاری و مسلم نے اور باقی ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور ثقہ کہا ہی اسکو ایک نے کہا ابو حاتم نے کہ وہ ثقہ ہی اصحاب ابی اسحٰق سے اور توثیق کی اسکی ایک جماعت نقادین حدیث نے مثل یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل کے اور احمد تعجب کرتے تھے اسکے حفظ اور یاد سے آور ابن حزم کو یہ دھوکا ہوا کہ امام احمد نے کہا ہی کہ روایت بیٹے اسرائیل کی اسرائیل سے انھوں نے ابی اسحٰق سے اوسمیں ضعف ہی اور اخیر عمر میں سنا ہی اور یہ حدیث تو اوسکے بیٹے کی روایت نہیں لہٰذا صحت ہوگی آور عامر بیٹا شقیق کا کہا نسائی نے کہ کچھ حرج نہیں ساتھ اوسکے اور روایت کی اوس سے چاروں عالموں نے اور یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے ضعیف کیا اسکو اور بخاری اور احمد اور حاکم نے صحیح کیا اس حدیث کو اور حاکم نے کہا کہ اسکے واسطے اور بھی شواہد ہیں عمار کی حدیث سے اور انس سے اور عائشہ سے پھر ان سبکی روایتیں نقل کیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور خلال کیا اپنی داڑھی کا اور روایت کی ابو داؤد نے انس سے کہ جب حضرت وضو

لیتے تھے ایک کف پانی اور ڈالتے تھے اوسکو نیچے ٹھوڑی اپنی کے اور خلال کرتے تھے داڑھی اپنی کا اور فرماتے تھے کہ ایسا ہی حکم کیا
مجکو خدا نے اور اس حدیث کو روایت کیا حاکم نے بھی جیسا کہ آگے آویگا اور ابن حزم نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ اسناد مین اسکی
ولید بن زوران کا مجہول ہے اور ایسا ہی کہا ابن القطان نے اور یہ تعلیل ضعیف ہے کیونکہ روایت کی اس ولید سے جعفر بن برقان
اور حجاج بن منہال اور بہت لوگوں نے اور کسیطرح کی جرح اوسمین معلوم نہین ہوئی اور روایت کیا اس حدیث کو محمد بن یحیی ذہلی
نے کتاب علل حدیث زہری مین کہا انھون نے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ الصَّفَّارُ مِنْ اَصْلِهِ وَكَانَ صَدُوقًا
ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ اَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّاَ فَاَدْخَلَ اَصَابِعَهٗ تَحْتَ لِحْيَتِهٖ فَخَلَّلَهَا بِاَصَابِعِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ
کہا ابن القیم نے شرح سنن ابو داؤد مین هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ یعنی یہ سند صحیح ہے اور روایت کیا طبرانی نے معجم کبیر مین انس سے
اس حدیث کو روایت ابی حفص عبدی سے انھون نے ثابت سے انھون نے انس سے اور ابو حفص ثقہ کہا اوسکو احمد نے اور توثیق
کی اوسکی یحیی بن معین نے اور کہا عبد الصمد بن عبد الوارث نے کہ ثقہ ہے اور زیادہ ہے ثقہ سے اور یہ تین طریقے اس حدیث کے اچھے ہین اور تین
طریقے اس حدیث کے ضعیف ہین پہلا طریقہ جو روایت ہے سنن ابن ماجہ مین حضرت انس سے کہ تھے حضرت جب وضو کرتے تو خلال کرتے
اپنی داڑھی کا اور کھولتے تھے انگلیون اپنی کو دو بار تو اسناد میں اس حدیث کی دارقطنی نے کہا کہ ابو النضر ترک کر دی گئی ہے حدیث
اوسکی اور کہا نسائی نے کہ یزید رقاشی متروک ہے دوسرا طریقہ جو روایت کی ابن عدی نے ہاشم بن سعد سے انھون نے محمد بن زیاد سے انھون
نے انس سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر حدیث تک پھر کہا ابن عدی نے کہ ہاشم اتنا کہ روایت کرتا ہے اوسکو نہین متابعت کیا جاویگا
اور تیسرا طریقہ جو روایت کی بیہقی نے اپنے سنن مین ابراہیم صائغ سے انھون نے ابی حازم سے انھون نے انس سے جیسا کہ گذرا اور اس مین
ابو حازم مجہول ہے اور روایت کی گئی حدیث ابن عباس کی روایت نافع سے کہا عقیلی نے کہ نہین روایت کیجاویگی اوسکے اوپر اور کہا ابو حاتم
نے کہ حدیث اوسکی منکر ہے اور روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اوسط مین اور روایت ہے ابن عمر سے ایسا ہی روایت کیا اسکو دارقطنی
نے اور کہا سیوطی نے جامع صغیر مین کہ روایت کیا اسکو طبرانی نے بھی اوسط مین لیکن کہا دارقطنی نے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف
ہے عبد اللہ بیٹے عمر پر اور روایت ہے ابو ایوب انصاری سے کہا انھون نے دیکھا مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کیا اور خلال کیا
اپنی داڑھی کا روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور اسناد مین اوسکی ابو سورہ راوی ضعیف ہے کہا ترمذی نے کتاب العلل مین کہ پوچھا
مینے بخاری سے اس حدیث کو پس کہا کہ کچھ نہین لائق ہے سو مینے کہا کہ ابو سورہ کا نام کیا ہے بخاری نے کہا کہ مین نہین جانتا روایت کیا
کرتا ہے اوسکے پاس حدیثین منکر ہین اور کہا ترمذی نے اپنی جامع مین وَاَبُوْ سَوْرَةَ الرَّاوِيْ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ یعنی
ابو سورہ راوی ضعیف کیا جاتا ہے حدیث مین اور نہیں سماع ابو سورہ کا ابو ایوب سے ثابت نہین کہا ابن الہمام نے وَهُوَ ضَعِيْفٌ
اور بھی روایت ہے ابی امامہ سے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف مین حدیث ابی غالب سے انھون نے ابی امامہ سے اور
ابو غالب ضعیف کیا اوسکو نسائی نے اور توثیق کی اوسکی دارقطنی نے اور کہا یحیی بن معین نے کہ وہ صالح الحدیث ہے اور صحیح کیا واسطے
اوسکے ترمذی نے اور کہا سیوطی نے کہ روایت کیا اوسکو طبرانی نے ابی امامہ سے اور روایت کی ابن عدی نے جابر سے کہ وضو کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار سو دیکھا مینے اونکو کہ خلال کرتے تھے داڑھی اپنی کا ساتھ انگلیون کے مانند دندانون کنگھی کے اور اسناد مین اوسکی

اخرم مثنابعات نیشاپوری کا متروک ہی کہا ابن القیم نے شرح ابوداؤد میں وحدیث تخلیل ضعیف جداً یعنی حدیث بڑی
بہت ضعیف ہی اور روایت کی ابن عدی نے یاسین الزیات سے انھون نے یحییٰ بن خراش سے انھون نے جریر سے جو بجلی ہیں
اور یاسین ترک کردی گئی ہی حدیث اوسکی ترک کیا اوسکو نسائی نے اور جماعت نے اور عائشہ کی حدیث اسی باب مین مروی ہی
مسند امام احمد مین اور وہ بھی ضعیف ہی اور بھی روایت کی طبرانی نے ابوالدردا اور ام سلمہ اور ابن ابی اوفیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے خلال کرتے داڑھی اپنی کا اور یہ سب حدیثیں ضعیف ہین اور روایت کی بزار نے ابوبکرہ سے
کہ آنحضرت نے وضو کیا اور خلال کیا اور بھی جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین انس سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ آئے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام سو کہا کہ اے محمد خلال کر داڑھی اپنی کا اور اسناد مین اوسکی ہیثم راوی ضعیف
ہی اور روایت ہی عمار سے کہا انھون نے دیکھا مینے حضرت کو کہ خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا روایت کیا اسکو ترمذی
اور حاکم اور ابن ماجہ نے اور ایسی ہی روایت کی طبرانی نے عبدالرزاق سے انھون نے ابن عیینہ سے انھون نے عبدالکریم سے
انھون نے حسان بن بلال سے کہ عمار نے وضو کیا سو خلال کیا اپنی داڑھی کا سو کہا گیا کہ کیا ہی یہ فعل کہا انھون نے کہ دیکھا مینے
حضرت کو کہ خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا اور ابن حزم نے کہا کہ حسان راوی اسکا مجہول ہی اور یہ قول باطل ہی کیونکہ حسان
سے بہت لوگون نے روایت کی ہی کہا علی بن المدینی نے کہ وہ ثقہ تھا اور کسی نے اوسکو ضعیف نہین کیا اور لیکن عبدالکریم ضعیف
ہی اور اوسنے حسان سے نہین سنا اس حدیث کو ایسا ہی کہا ابن عیینہ نے اور ذکر کیا حافظ ابن عساکر نے بخاری سے مانند اسکے اور کہا
امام احمد نے کہ نہین ثابت ہی بیچ خلال کرنے داڑھی کے کوئی حدیث اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے قتادہ سے انھون نے حسان سے
اس حدیث کو اور یہ حدیث صحیح ہی جیسا کہ کہا ابن ماجہ نے سنن مین وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ
أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ حَسَّانِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ اور اسناد
اسکی صحیح ہی نزدیک میرے واللہ اعلم اور روایت کی ابوعبید نے حجاج سے انھون نے شعبہ سے انھون نے عمر بن ابی وہب خزاعی سے انھون
نے موسیٰ بن مروان بجلی سے انھون نے طلحہ بن عبیداللہ سے انھون نے عائشہ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو کرتے خلال کرتے
اپنی داڑھی کا اور یہ حدیث مسند امام احمد میں مروی ہی جیسا کہ اوپر گذرا **ص** شاتوین خلال دونون ہاتھون کی انگلیون کا کرنا
اور دونون پیر کی انگلیونکا کرنا **ف** اسطرح پر کہ بائین ہاتھ کی چھنگلیا کے ساتھ داہنے پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرے
اور بائین پیر کی چھنگلیا پر ختم کرے کیونکہ روایت کی ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور نسائی نے لقیط بن صبرہ سے کہ فرمایا حضرت
نے جب وضو کرے تو تو کامل کر دیا وضو اور خلال کر انگلیونکا اور مبالغہ کر ناک کے اندر پانی پونہچانے مین اگر روزہ دار نہو تو
کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہی اور ہدایہ مین جو حدیث لکھی ہی کہ فرمایا حضرت نے کہ خلال کرو انگلیون کو تاکہ خلال
نکرے آگ جہنم کی درمیان اوسکے سوا اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی لیکن یہ حدیث ضعیف ہی اور اس باب میں روایت
ہی ابن عباس سے روایت کی انسے ترمذی اور ابن ماجہ نے اور مستورد بن شداد سے روایت کی انسے ابن خزیمہ نے اور حاکم اور احمد
اور ترمذی نے **ص** نوین ہر عضو کو تین بار دھونا **ف** کیونکہ روایت کی نسائی اور ابن خزیمہ نے کہ ایک گنوار نے حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے طریق وضو کا پوچھا پس دکھلایا وضو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دھویا ہر عضو کو تین تین بار اور فرمایا

کہ ایسا ہی وضو اور جسنے کہ زیادہ کیا اس پر اسکے برا کیا اور جور اور ظلم کیا اور روایت کی ابو نعیم بن حماد نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے وضو ایکبار یا دو بار یا تین بار پس اگر کم کیا اس سے یا زیادہ کیا تین بار سے تو اسنے خطا کی اور سند اسکی صحیح ہی ایسا
ہی لکہا ہی مواہب اللدنیہ میں اور انکے سوا بہت سی حدیثیں ہر عضو کے تین بار دہونے میں آئی ہین اور ہدایہ میں جو اس تمام پر حدیث
لکہی ہی تو وہ پائی نہیں گئی کچھہ تکرار اوسکا دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہی اور ابن ماجہ نے ابی بن کعبؓ سے اور دونون
سندیں ضعیف ہین **ص** دسوین سارے سر کا مسح کرنا ایکبار اور امام شافعی کے نزدیک تین بار سارے سر کا مسح سنت ہی اور
جامع ترمذی مین حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ انہون نے وضو کیا پس دہویا اعضائے وضو کو تین بار اور مسح سر کا ایکبار کیا اور کہا ایسا
ہی تہا وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا **ف** اس حدیث کو ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہی لیکن یہ حدیث ضعیف
ہی اور ایسا ہی کہا ابن الہمام نے اور بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ مسح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار کرتے
تہے اور سفر السعادت مین ہی کہ حضرت مسح کی تکرار کبھی نہین کرتے تہے اور ایک حدیث مین تکرار مسح کی آئی ہی لیکن وہ حدیث ضعیف ہی
انتہی اور ہدایہ مین جو لکہا ہی کہ حضرت انسؓ نے وضو کیا تین تین بار اور مسح کیا سر کا ایکبار اور کہا کہ یہی وضو حضرتؐ کا سو یہ حدیث زیلعی
نے کہا کہ مینے نہین پائی اور بعض لوگون نے کہا ہی کہ طبرانی نے اسکو روایت کیا ہی اور معجم طبرانی مین اس حدیث کا کہین نشان نہین ایسا
ہی کہا علی قاری نے اور یہ غلط ہی کیونکہ یہ حدیث معجم اوسط طبرانی مین موجود ہی مسند ابراہیم بغوی سے **ص** گیارہوین دونون کانون کا
مسح کرنا سر کے مسح کے پانی سے **ف** یعنی جو تری ہاتہون مین مسح سر سے باقی ہو اوسی سے دونون کانون کا مسح کرے اور نیا
پانی نہ لیوے کیونکہ روایت کی ابن ماجہ اور دارقطنی نے ساتہہ سند صحیح کے حضرت عبد اللہ بن زید اور ابن عباسؓ سے کہ حضرتؐ نے
فرمایا کہ دونون کان سر مین سے ہین یعنی سر مین داخل ہین اور جب سر مین داخل ہوئے تو سر ہی پر جس پانی سے مسح کیا ہو
اوسی پانی سے کانون کا بھی مسح کرے اور موطا مین اور سنن نسائی مین روایت ہی عبد اللہ صنابحی سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ جب
وضو کرتا ہی بندہ مومن باہر آتے ہین وقت کلی کرنے کے گناہ اوسکے مونہہ سے اور ناک مین پانی ڈالنے سے ناک سے اور مونہہ دہونے
سے مونہہ سے یہانتک کہ پلکون کے نیچے سے بھی اور ہاتہہ دہونے سے ہاتہہ کے یہانتک کہ ناخنون کے نیچے سے بھی اور مسح سر سے
یہانتک کہ کانون سے بھی اور اس حدیث مین اشارہ ہی کہ کان بھی سر مین داخل ہین اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور پہلی حدیث کو
ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی ابو امامہؓ سے بھی روایت کیا ہی اور یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اسکی شہر بیٹا حوشب کا
ہی اوسکو ضعیف کیا ہی اوسکو بعض لوگون نے اور ثقہ کہا ہی اوسکو اکثر لوگون نے **ص** اور امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کے
واسطے نیا پانی لیوے بارہوین نیت کرنا وضو کی شروع کرنے کے وقت **ف** یعنی قصد کرنا اس بات کا کہ مین وضو کرتا ہون واسطے
رفع حدث کے اور پڑہنے نماز کے یا چہونے مصحف کے وغیرہا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ
یعنی سوا اسکے نہین کہ ثواب عملون کا ساتہہ نیت کے ہی روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے حضرت عمرؓ سے **ص** تیرہوین
ترتیب سے کرنا وضو کا اسطرح پر کہ پہلے مونہہ کو دہو دے پہر ہاتہہ کو اسیطرح اخیر تک **ف** کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہمیشہ ایسا ہی کیا ہی **ص** اور امام شافعیؒ کے نزدیک نیت اور ترتیب دونون فرض ہین چودہوین پے در پے دہونا اعضائے وضو کا
کہ پہلا عضو خشک نہ ہو جاوے اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ فرض ہی اور ان سب کے سنت ہونیکی یہ ہی کہ ہمیشہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی

اور مستحب وضو میں دو چیزیں ہیں جنکی شروع کرنا دھونے میں اعضا کے داہنی طرف سے اور اسکا نام تیامن ہی ف مثلاً پہلے داہنا
ہاتھ دھووے پھر بایاں ہاتھ اسی طرح کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ دوست رکھتا ہی تیامن کو ہر چیز میں یہانتک
کہ وضو میں اور جوتا پہننے میں اور کنگھی کرنے میں اور سب کاموں میں روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور
نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہؓ سے اور روایت کی ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے کہ فرمایا حضرتؐ نے جب وضو کرو تم
سو شروع کرو ساتھ داہنی طرف کے اور فتح القدیر میں ہی کہ یہ سنتوں میں داخل ہی ص دوسری گردن کا مسح کرنا کیونکہ حضرتؐ نے مسح کیا
ہی گردن پر ف دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پیٹھ سے کذا فی فتح القدیر کیونکہ روایت کی ترمذی نے وائل بیٹے حجر سے
حضرتؐ نے مسح کیا سر کا پھر کیا کانوں کا تین بار پھر ظاہر گردن کا تین بار اور حدیث حمید طرسوسی مروی ہی تو حسن ہوئی پس اب مسح گردن کا مستحب ٹھیریگا

فصل بیان میں اون چیزوں کے جو وضو کو باطل کرتی ہیں

جو چیز وضو کو توڑتی ہی اوسکو ناقض وضو کہتے ہیں اور ناقض وضو کی بارہ چیزیں ہیں ص پہلی نکلنا کسی چیز کا آگے سے یا
پیچھے سے برابر ہی کہ وہ چیز معتاد ہو ف یعنی اوسکے نکلنے کی عادت ہو جیسے کہ پیچھے سے بائی یا کیڑا نکلے ص یا غیر معتاد
ف یعنی اوسکے نکلنے کی عادت نہو ص جیسے کیڑا یا ریح قبل سے یا ذکر سے نکلے اور اسمین اختلاف مشایخ کا ہی ف
درمختار میں اسکو اختیار کیا ہی کہ سب صورتوں میں ٹوٹ جاویگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ
یعنی ٹوٹ جاتا ہی وضو جبکہ آیا ہو تم میں سے کوئی پیخانے سے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ
اَوْ رِيْحٍ یعنی نہیں ہی وضو مگر آواز سے یا بو سے بائی کی روایت کیا اسکو ترمذی اور احمد نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن
صحیح ہی ابی ہریرہؓ سے اور آیت دلالت کرتی ہی کہ جو معتاد ہی اوس سے وضو ٹوٹ جاتا ہی نہ غیر معتاد سے اور امام مالکؒ
کا مذہب یہی ہی کہ غیر معتاد سے نہیں ٹوٹتا لیکن ہمارے امام اور اکثر لوگوں کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہی کیونکہ روایت کی بخاری
مسلم ابوداؤد وغیرہم نے عائشہؓ سے بیچ استحاضے کے تحقیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا فاطمہ بیٹی ابی حبیش کو کہ دھووے
سے خون اور وضو کرو واسطے ہر نماز کے اور جو روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے وضو اوس سے
ہی جو نکلے اور نہیں ہی اوس سے جو داخل ہو جاوے سو یہ حدیث ضعیف ہی اور اسناد میں اوسکی دو شخص ضعیف ہیں اور بدر لیے
میں جو حدیث لکھی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے کہ حدث کیا چیز ہی فرمایا جو نکلے آگے یا پیچھے سے یہ بھی ضعیف ہی اور
اوسکے مخرج کا نام نہیں معلوم ہوا ص دوسری نکلنا کسی چیز کا اگر نجس ہو سوا ان دو راہوں کے مانند خون اور پیپ
کے جب بہ آوے اوس جگہ تک جسکا دھونا وضو یا غسل میں واجب ہی ف کیونکہ روایت کی بخاری اور مسلم نے عائشہؓ سے کہ
کہ آئیں فاطمہ بیٹی ابی حبیش کی طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس کہا کہ میں مستحاضہ ہوتی ہوں اور نہیں پاک ہوتی ہوں کس
طرح کیا چھوڑ دوں میں نماز کو فرمایا حضرتؐ نے نہیں اور یہ ایک رگ ہی اور حیض نہیں پس جب کہ حیض آوے تو چھوڑ دے تو نماز
کو اور جب دن حیض کے ختم ہوں پس دھو تو اپنے سے خون کو اور نماز پڑھ اور وضو کر واسطے ہر نماز کے جب کہ آوے وقت تو حضرتؐ نے
دیکھو خون نکلنے سے وضو کا حکم کیا لیکن اس جگہ کوئی کہہ سکتا ہی کہ یہ تو حضرتؐ نے اسواسطے حکم فرمایا تھا کہ وہ قبل سے نکلتا تھا اور
ماسوا ان دو راہوں کے جو نکلے اوسکی تائید میں یہ حدیث نہیں تو جواب اوسکا یہ ہی کہ اول تو قیاس کیا ہمنے اور جگہ کے خون کو اس

خون برا دلیل لاتے ہین ہم ساتھ اوسکے جو روایت کی امام مالک نے موطا مین ساتھ سند صحیح کے عبد اللہ بن عمرؓ
سے کہ اونکی نکسیر پھوٹتی تھی تو وہ پھرتے تھے اور وضو کرتے تھے پھر بنا کرتے تھے اوس نماز پر جو پڑھی تھی اور ایسی ہی روایت ہی علیؓ
اور ابی بکر اور سلمان اور ابن عباسؓ سے اور ایسی ہی روایت کی مالک نے سعید بن المسیبؒ اور حدیثین جتنی اس باب مین آئی ہین سب
ضعیف ہین آور وہ جو حدیث ہدایہ مین لکھی ہی کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ وضو ہر خون بہنے والے سے ہی سو روایت کیا ہی اسکو دارقطنی
اور ابن عدی نے اور دونون کی سندین ضعیف ہین آور دوسری حدیث جو ہدایہ مین لکھی ہی کہ فرمایا حضرتؐ نے جو شخص قے کرے
یا نکسیر پھوٹے نماز مین اوسکی پس چاہیے کہ پھرے اور بنا کرے اپنی نماز پر جبتک کہ بات نکرے اسکو ابن ماجہ نے عائشہؓ سے روایت
کیا ہی اور یہ بھی حدیث ضعیف ہی اور دارقطنی نے روایت کیا اوسکو اور ضعیف کیا اوسکو اور عبد الرزاق نے مصنف مین مانند اسکے
روایت کی حضرت علیؓ سے اور وہ بھی ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اوسکی حارث ہی کہا شعبی نے کہ وہ کذاب ہی ص اور امام
شافعی کے نزدیک جوان دو راہون کے سوا اور جگہ سے نکلے اوس سے وضو نہین ٹوٹتا ف اور یہی مذہب امام مالک کا ہی آور
امام احمد کا مذہب یہ ہی کہ اگر تھوڑا ہو تو نہین ٹوٹتا اور بہت ہو تو ٹوٹ جاوے گا امام شافعی کی طرف سے کہتے ہین روایت ہی کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور وضو نکیا اور یہی حدیث ہدایہ مین لکھی ہی جواب یہ ہی کہ اس حدیث کا پتا نہین کہ کس کتاب
مین ہی آور کہتے ہین کہ روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے اور وضو نکیا اس سے معلوم ہوا کہ خون نکلنے سے وضو نہین
جاتا جواب یہ ہی کہ اس حدیث کو دارقطنی اور بیہقی نے انسؓ سے روایت کیا ہی اور اوسکی اسناد مین صالح بیٹا مقاتل کا ضعیف
ہی کہا دارقطنی نے کہ قوی نہین اور کہا ائمہ حدیث نے کہ ضعیف ہی آور امام احمد کی دلیل یہ ہی کہ فرمایا حضرتؐ نے نہین ہی ایک
قطرے یا دو قطرے خون مین وضو مگر یہ کہ ہو بہتا ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑے خون نکلنے سے وضو نہین جواب یہ ہی
کہ روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ابی ہریرہؓ سے اور یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اوسکی محمد بیٹا الفضل بیٹا عطیہ کا ہی کہا احمد و
یحیی اور ابن حبان نے کہ وہ کذاب ہی آور یہ جو حدیث ہدایہ مین لکھی ہی کہ القلس حدث یعنی قے حدث ہی تو روایت کیا اوسکو
دارقطنی نے دو طریقون سے اور دونون طریقے ضعیف ہین تو اب جاننا چاہیے کہ اس باب مین حدیث عبد اللہ بیٹے عمرؓ کی جو اوپر
ذکر کی وہی حدیث صحیح ہی آور بھی امام شافعی کی طرف سے دلیل لاتے ہین کہ روایت ہی سعید بن المسیبؒ سے جو بڑے تابعین مین
سے ہین کہ نکسیر پھوٹتی تھی اونکی یہانتک کہ رنگین ہو جاتی تھین انگلیان اونکی خون سے اور وہ نماز پڑھتے تھے اور وضو نہین
کرتے تھے آور جواب اوسکا یہ ہی کہ اسکو روایت کیا مالک نے موطا مین اور امام مالک نے ایک روایت اسکے خلاف سعید
بن المسیبؒ سے نقل کی ہی اور جب دونون متعارض ہوئین تو احتیاط جسمین ہو اوسپر عمل کرنا چاہیے اور احتیاط اسمین ہی کہ وضو
کرے ص تو اگر نہ بہے بلکہ اپنے مقام پر جم جاوے تو وضو نہ ٹوٹے گا اور امام زفرؒ کے نزدیک ٹوٹ جاویگا ف ہمارے نزدیک
اسواسطے وضو نہین ٹوٹیگا کہ خون نکلنے مین یہ بھی شرط ہی کہ بہتا ہوا ہو اور نجس ہو اور یہ خون نجس نہین ص اور اگر
زخم کو دبایا اور اوس سے خون نکلا اور تجاوز کر گیا اور اگر نہ نچوڑتا تو تجاوز نکرتا وضو نہ ٹوٹیگا آور اگر کسی چیز کو دانت سے کاٹا اور اثر
خون کا دیکھا یا خلال کیا اور اوس پر خون ظاہر ہوا یا ناک مین انگلی کی اور انگلی پر خون دیکھا یا ناک جھاڑی اور اوسمین سے
خون جما ہوا مثل دانے مسور کے نکلا ان سب صورتون مین وضو نہ ٹوٹیگا ف اسواسطے کہ بہتا ہوا نہین ہی اور نجس وہی ہی خون کہ

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون بہتا ہوا **ص** اور امام زفر کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور اسی طرح اگر
سوئی چبھوئے اور خون اپنے مقام تک چڑھ آیا لیکن بہا نہیں وضو نہ ٹوٹیگا اور اگر بہا تو ٹوٹ جاویگا کیونکہ نجس وہی خون ہے
جو بہتا ہوا ہو اور اسی طرح اگر آنکھ کے اندر آبلہ ہوا اور اوسپر سے پوست اوتارا جاوے اور پیپ نکلے مگر آنکھ کے اندر رہے وضو نہ ٹوٹے
گا اور اگر باہر نکل آئے تو ٹوٹ جاویگا اسواسطے کہ جو اندر آنکھ کے ہی اوسکا پاک کرنا یا دھونا غسل اور وضو میں واجب نہیں
اور اگر فصد لی اور نکلا بہت سا خون لیکن زخم کی جگہ نہ بھری تو وضو ٹوٹ جاویگا ہمارے نزدیک قسم سوم قے اگر خون تھوک کے
برابر ہو اس طرح پر کہ تھوک سرخ ہو جاوے اور اگر تھوک خون سے زیادہ ہو اور تھوک زرد ہو جاوے وضو نہ ٹوٹیگا چوتھی قسم لختہ یا
کھانا یا خون جما ہوا ہو اور مونہ بھر کے ہو اور اگر بلغم اوترے یا پیٹ سے چڑھے وضو نہیں ٹوٹتا اور ابو یوسف کے نزدیک
اگر پیٹ سے چڑھے اور مونہ بھر کے ہووے وضو ٹوٹ جاویگا لیکن اگر سر سے اوترے تو اونکے نزدیک بھی نہ ٹوٹیگا **ف** وضو
قے سے اسواسطے ٹوٹ جاتا ہی کہ روایت کی ترمذی اور ابوداود اور نسائی نے ساتھ سند صحیح کے ابی الدرداء سے تحقیق آنحضرت
نے قے کی پس وضو کیا معدان کہتے ہین کہ مینے ملاقات کی ثوبان سے مسجد دمشق مین سو مینے اونسے یہ ذکر کیا کہا اونھون نے
کہ سچ کہا ابو الدرداء نے مینے پانی حضرت کے وضو کا ڈالا تھا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح تر ہی حدیثون کی بیچ اس باب کے
اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک قے سے وضو لازم نہین جیسا کہ گذرا اور وہ دلیل لاتے ہین کہ روایت ہی ثوبان سے تحقیق
حضرت نے قے کی پس پانی منگوایا پھر وضو کیا تو مینے کہا کہ ای رسول اللہ کیا فرض ہی وضو قے سے فرمایا حضرت نے اگر فرض ہوتا تو
پاتا تو اوسکو قرآن مین تو اس سے معلوم ہوا کہ قے کرنے سے وضو واجب نہین بلکہ اگر وضو کریگا نماز درست ہو جاویگی تو جواب اسکا یہ ہی کہ
اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی اور اوسکی اسناد مین عتبہ بن السکن ہی حدیث اوسکی ترک کردی گئی ہی کہا بیہقی نے کہ اوسکی
طرف نسبت وضع حدیث کی ہی اور بلغم سے اسواسطے وضو نہین ٹوٹتا کہ وہ مانند تھوک وغیرہ کے ہی **ص** پوشیدہ نرہے کہ اگر تھوڑی
قے کی ایسی کہ اگر جمع کیجاوے تو مونہ بھر کے ہووے سو اسمین امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہی کہ اگر ایک مجلس مین ہووے وضو ٹوٹ جاویگا اور
امام محمد کے نزدیک اگر ایک متلی سے ہوگا ٹوٹ جاویگا اور اسکی چار صورتین ہین اگر مجلس اور متلی دونون ایک ہین امام ابو یوسف اور امام محمد دونون کے
نزدیک ٹوٹ جاویگا دوسرے اگر مجلس اور متلی یہ دونون مختلف ہون کسی کے نزدیک نہ ٹوٹیگا تیسرے مجلس ایک ہو اور متلی بدل جاوے امام
ابو یوسف کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور امام محمد کے نزدیک نہ ٹوٹیگا چوتھے متلی ایک ہو اور مجلس بدل جاوے امام محمد کے نزدیک ٹوٹ
جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ٹوٹیگا اور جو چیز ایسی ہی کہ اوسکے نکلنے سے وضو نہین ٹوٹتا وہ چیز نجس کبھی نہین ہی تو خون
جبکہ مقام زخم سے جدا نہووے پاک ہی اور اسیطرح تھوڑی سی قے بھی اور ایک روایت مین امام محمد کی نجس ہی کیونکہ نجاست مین کچھ بہنے کو
تاثیر نہین اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہی قُلْ لَّا اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ
دَمًا مَّسْفُوْحًا الآیۃ ترجمہ کہہ دو تم ای محمد کہ نہین پاتا ہون مین اوس مین کہ بھیجا گیا طرف میرے حرام کسی کھانیوالے پر کہ کھاوے
اوسکو مگر یہ کہ ہو مردہ یا خون مسفوح یعنی جاری بہتا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو خون مسفوح نہین حرام نہین تو نجس نہوگا اور خون جو مقام
زخم سے نہین بہا تو نجس بھی نہوگا چوتھے پہلو یا پیٹھ پر سونا یعنی اس طرح پر سونا کہ سرین یا دونون زانو پر رکھے یا دونون ہاتھون پر رکھے یا ایک
سرین پر بیٹھا ہوا سطرح پر کہ مقعد اوسکی زمین سے جدا ہو پانچوین سونا کسی چیز پر تکیہ کرکے کہ اگر وہ چیز ہٹالیجاوے تو سونے والا

گر پڑے اول کو اضطجاع کہتے ہیں اور دوسرے کو اتکا کہتے ہیں اور تیسرے کو استناد **ف** کیونکہ روایت کی عبد اللہ بن احمد نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے وضو اوس پر جو سوئے سجدہ میں یہانتک کہ مضطجع لیٹے کیونکہ جب لیٹتا ہے مضطجع سست ہو جاتے ہیں جوڑ اوسکے اور روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے اور اوسمین ہے کہ نہیں وضو ہے اوس پر جو سو جائے بیٹھا ہوا اور روایت کیا اسکو بیہقی نے اور اوسمین ہے کہ نہیں واجب ہے وضو اوس پر جو سو جاوے بیٹھے یا کھڑے یا سجدے میں اور امام شافعی کے نزدیک اگر کھڑا بھی سو جاوے تو ٹوٹ جاویگا اور امام مالک کے نزدیک اگر سجدے یا رکوع میں سو جاوے تو بھی ٹوٹ جاوے گا اور امام احمد کے نزدیک جس ہیئت پر سو جاوے دیر تک وضو ٹوٹ جاویگا اور ہماری دلیل یہی حدیث ہے اور بعض شافعیہ نے اس حدیث کو ضعیف کیا ہے اور کہا ہے کہ اسناد میں اسکی یزید بیٹا ابی خالد دالانی کا ہے ابن حبان نے کہا کہ بہت خطا کرتا ہے اور اسیطرح اور لوگوں نے جواب اوسکا یہ ہے کہ صحیح جو ذہبی نے کہا ہے کہ حدیث اوسکی حسن ہے اور کہا احمد نے کہ نہیں حرج ہے ساتھ حدیث اوسکی کے اور نہیں کلام کیا اس حدیث میں ترمذی نے کچھ اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ فرمایا حضرت نے نہیں ہے وضو اوس شخص پر جو سو جاوے کھڑا یا بیٹھا یہانتک کہ سوئے وہ پہلو پر اور روایت ہے حذیفہ سے کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا سو رہا تھا کہ یکایک ایک شخص نے مجکو پیچھے سے پکڑا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس کہا میں نے یا رسول اللہ آیا وضو واجب ہوا میرے اوپر فرمایا نہیں یہانتک کہ رکھے تو پہلو اپنے زمین پر روایت کیا اسکو ابن عدی نے اور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اسکی بحر بیٹا کنیز کا سقا ضعیف ہے اور اگر پہلو پر لیٹا یا تکیہ لگا کے سب کے نزدیک وضو ٹوٹ جاویگا کیونکہ حضرت نے فرمایا لیکن وضو ٹوٹتا ہے پیخانے اور پیشاب اور سونے سے روایت کیا اوسکو ابن خزیمہ نے اور صحیح کیا اوسکو اور ترمذی نے صفوان بیٹے عسال سے اور روایت کی ترمذی نے حضرت انس سے کہا انھوں نے کہ تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے تھے یعنی بیٹھے بیٹھے پھر کھڑے ہوتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہی قول ہے عبد اللہ بن المبارک اور سفیان ثوری اور احمد کا **ص** اور ان تین طرح کے سوا اگر سوئے وضو نہیں جاتا مثلاً کھڑے یا بیٹھے یا راکع یا ساجد **ف** کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے سوتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے جیسا کہ گذرا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہے وضو اوس پر جو سو جاوے کھڑا یا بیٹھا یہانتک کہ سوئے وہ پہلو پر روایت کیا اسکو ابن عدی نے جیسا کہ گذرا اگر کوئی کہے کہ روایت کی بزار نے بسند صحیح کے کہ تھے اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار کرتے تھے نماز کا پس رکھتے تھے پہلو اپنے زمین پر سو بعض اونمیں سے سو جاتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے پھر نماز پڑھتے تھے جواب اسکا یہ ہے کہ مراد اس سونے سے اونگھ ہے اور نہیں تو مخالفت ہوگی اون حدیثوں کی جو اوپر گذریں اور متمسکات ائمہ اربعہ کے مطابق نہیں اس روایت کے اور اگر کوئی کہے کہ روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عباس سے کہ میں سویا نزدیک اپنی خالہ میمونہ کے پس کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو آخر حدیث تک کہ پھر سوئے اور لیٹے اور پھر آئے بلال تو خبر دی اونکو نماز کی تو کھڑے ہوئے آپ اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لیٹ کے سوئے تب بھی وضو نہیں جاتا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت کی خصوصیات میں سے تھا چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي یعنی سوتی ہیں میری دونوں آنکھیں اور نہیں سوتا ہے دل میرا تو یہ اور کسیکے واسطے نہیں ہو سکتا غرض کہ اس باب میں امام ابو حنیفہ کا مذہب بہت صحیح ہے **ص** آٹھویں

یہ ہوتی ہوئیں جیسے نماز اور بیہوشی میں سستی بھی داخل ہی کہ چلنے میں پیر اوسکا لغزش کرے ف ان چیزوں سے اسواسطے وضو جاتا رہتا ہی کہ جب سونے سے وضو جاتا رہا غفلت کے سبب سے تو اسمیں بھی سونے سے زیادہ غفلت ہوتی ہی ص گیارھویں قہقہہ نماز پڑھنے والے بالغ کا اوس نماز میں جس میں رکوع اور سجدہ ہی ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے بیچ قصے اندھے کے کہ فرمایا حضرت صلعم نے جسنے تم میں سے قہقہہ کیا تو چاہیے کہ اعادہ کرے وضو اور نماز کا یہ حدیث معبد خزاعی جو صحابی ہیں اون سے مروی ہی اور اسکے راویوں میں امام ابو حنیفہ بھی ہیں ابن الجوزی نے وہم کیا جو کہا انھوں نے کہ وہم کیا اسمیں ابو حنیفہ نے اور یہ روایت کی امام ابو حنیفہ نے معبد بن ابی معبد خزاعی سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن نماز میں تھے یکایک ایک اندھا آیا ارادہ کرتا تھا نماز کا پس گر پڑا کنوئیں میں اور ہنسی آئی قوم کو یعنی اون لوگوں کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے پس قہقہہ کیا انھوں نے تو جسوقت فارغ ہوئے آپ نماز سے فرمایا کہ جس کسی نے تم میں سے قہقہہ کیا ہو تو دوبارہ اعادہ کرے وضو کا اور نماز کا اس جگہ پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہی کہ معبد تابعی ہیں نہ صحابی تو جواب یہ ہی کہ معبد جو تابعی ہیں وہ اور ہیں بصرہ کے رہنے والے جہنی اور یہ معبد خزاعی ہیں اور یہ صحابی ہیں اور ایسا ہی صحیح ہی اور اگر مرسل ہو ابی العالیہ رح جو بڑے تابعی ہیں تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی جیسا کہ کہا اکثر محدثین نے کہ یہ حدیث مرسل ہی صحیح ہی اور روایت کیا اس حدیث کو ابن عدی نے ابن عمر سے کہ فرمایا حضرت نے جو کوئی ہنسے نماز میں پس چاہیے کہ اعادہ کرے وضو اور نماز کا اگر کوئی کہے کہ اسناد میں اسکی بقیہ بیٹا ولید کا ضعیف ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ بقیہ کی روایت اگر مشہور شخص سے حدثنا کہکے ہو تو مقبول ہی اور مسلم نے اوس سے روایت کی ہی متابعۃ تو اب حدیث میں کسیطرح کا خلل نہیں امام شافعی کہتے ہیں کہ روایت ہی جابر سے کہ فرمایا حضرت نے ہنسی توڑتی ہی نماز کو اور نہیں توڑتی ہی وضو کو تو اس سے معلوم ہوا کہ قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا جواب یہ ہی کہ اسکی اسناد میں عبد الرحمن بیٹا اسحق کا جسکی کنیت ابو شیبہ ہی ضعیف ہی ایسا ہی کہا یحیی نے اور کہا احمد نے کہ حدیث اوسکی منکر ہی اور وہ کچھ نہیں ص اور اگر لڑکا قہقہہ کرے تو وضو اوسکا نہیں ٹوٹتا اور اگر نماز جنازہ میں کوئی بالغ یا لڑکا قہقہہ کرے وضو نہیں ٹوٹتا اسیطرح سجدۂ تلاوت میں تو جو ایسی نماز ہی کہ اوسمیں رکوع اور سجدہ نہیں اوسمیں قہقہہ کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ نماز ٹوٹ جاویگی اور قہقہہ وضو کو جب توڑتا ہی کہ جب شخص جاگتا ہو تو اگر نماز میں سوتے ہوئے قہقہہ کیا وضو نہیں ٹوٹیگا اور امام شافعی کے نزدیک وضو قہقہے سے کبھی نہیں ٹوٹتا جاگتا ہو یا سوتا ہنسی کی تین قسمیں ہیں پہلی قہقہہ اسطرح ہنسنے کہ اوسکو اور اوسکے پاس والونکو سنائی دیوے اور یہ نماز اور وضو دونوں کو توڑتا ہی دوسری ضحک اسطرح ہنسے کہ فقط اوسکو سنائی دیوے اور اوسکے پاس والونکو سنائی نہ دیوے اس سے نماز ٹوٹتی ہی وضو نہیں ٹوٹتا تیسری تبسم اسطرح پر ہنسے کہ نہ اوسکو اور نہ اوسکے پاس والونکو سنائی دیوے اس سے نہ وضو ٹوٹتا ہی اور نہ نماز بارھویں مباشرت فاحشہ اور وہ یہ ہی کہ مرد عورت دونوں ننگے ہوں اور ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے چھو جاوے اور آلت مرد کی کھڑی ہو اور عورت کی فرج سے چھو جاوے ف امام احمد کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا کہ وضو کرو اونٹ کے گوشت سے روایت کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے براء سے اور صحیح کیا اوسکو محدثین نے اور روایت کی مسلم نے مثل اسکے جابر سے اور احمد نے مانند اسکے اسید بیٹے حضیر سے تو جواب یہ ہی کہ روایت کی بخاری و مسلم و ابو داود نے حضرت ابن عباس سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا گوشت بکری کا پھر نماز پڑھی اور وضو نکیا یہ حدیث تو دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ بکری کے گوشت کھانے سے وضو نہیں جاتا اور پہلے ابتدائے اسلام میں حضرت نے فرمایا تھا تَوَضَّؤُا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ یعنی وضو کرو اوس سے

جسکو کہ منسوخ کہا اور یہ حدیث منسوخ ہوگئی باتفاق تو یہ بھی حکم ابتدائے اسلام میں تھا اور اب نہیں رہا اور یہ جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ روایت
کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو اوس سے ہے جو نکلے اور نہیں ہے اوس سے جو داخل ہو
تو یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ اوپر ہم نے بیان کیا ص اور امام محمد کے نزدیک مباشرت فاحشہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اگر کیڑا زخم
سے نکلے تو وضو کو نہیں توڑتا اس واسطے کہ وہ پاک ہے اور جو اوسپر نجاست ہے وہ تھوڑی ہے اور اسی طرح اگر مرد کے ذکر سے کیڑا نکلے وضو
نہ ٹوٹیگا اور اگر دبر سے نکلے تو ٹوٹ جاویگا اس واسطے کہ دبر سے نکلنا تھوڑی سی نجاست کا بھی ناقض ہے اور اگر قبل سے عورت کی نکلے
تو اسمیں اختلاف ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور اگر گوشت زخم سے جدا ہوکر گر پڑے وضو نہ ٹوٹیگا اور وضو کو نہیں توڑتا ہے چھونا عورت
کا ف یعنی مثلاً بوسہ لیا عورت کا یا اور کوئی بدن اوسکا چھوا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام
شافعی وغیرہ کے نزدیک ٹوٹ جاوے گا اگر ہتیلی سے چھوا ہو اور اگر ہاتھ کی پشت وغیرہ سے چھوا ہو تو اونکے نزدیک بھی
نہ ٹوٹے گا اور امام مالک کے نزدیک اور شافعی سے ایک روایت میں اور لیث اور اسحق کے نزدیک اگر چھونا شہوت سے ہو اور عورت
کو بھی اوسوقت شہوت ہو تو وضو ٹوٹ جاویگا اور اگر ایسا نہیں تو نہ ٹوٹے گا اور امام شافعیؒ حجت پکڑتے ہیں اس باب میں کہ عورت کا
چھونا شہوت سے وضو کو توڑتا ہے اوس سے کہ روایت کی ابن الجوزی نے معاذ بن جبلؓ سے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اونکے پاس اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا فرماتے ہیں آپ اوس شخص میں جو پہونچا کسی اجنبیہ سے سب
سوا جماع کے یعنی قبلہ اور معانقہ اور پیار سب کچھ کیا سوائے جماع کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوسکے لیے کہ وضو کر اچھا وضو
پھر کھڑا ہو اور پھر نماز پڑھ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو عورت کے چھونے سے لازم آتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اوسکے لیے وضو کا حکم فرمایا تھا واسطے استغفار کے تھا اور دلیل اسپر یہ ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا اوس سے کہ نماز پڑھ کیونکہ عورت کے چھونے سے
کچھ نماز پڑھنا تو واجب نہیں ہوتا اور بفرض تسلیم کے جواب ہے کہ جائز ہے کہ وہ شخص مباشرت فاحشہ کا بھی مرتکب ہوا ہو کیونکہ مباشرت
فاحشہ سے ہمارے مذہب میں بھی وضو لازم آتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے عائشہؓ سے کہا کہ تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور میں حضرت کے سامنے چت لیٹی تھی پس جب حضرت سجدہ کرتے تھے دبا دیتے تھے مجھکو سو میں پیر
ہٹا لیتی اور ایک روایت میں ہے کہ گھروں میں اون دنوں چراغ نہ تھا اور روایت کی بخاری نے اونہیں سے کہ میں نے ایک رات گم کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو تو میں نے چھو لیا اونکو ساتھ ہاتھ اپنے کے پس گیا ہاتھ میرا قدم پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت سجدہ میں تھے
اور فرماتے تھے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ رضا تیری کے غضب تیرے سے آخر حدیث تک اور روایت کی بخاری نے عائشہؓ سے کہ وہ
کنگھی کرتی تھیں حضرت کے اور حضرت اعتکاف میں تھے اور اعتکاف مسجد میں تھا اور حضرت بے وضو نہ تھے اور ایک روایت میں عائشہؓ سے ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ کرتے میری گود میں اور میں حائض تھی پس پڑھتے تھے قرآن کو اور حضرتؐ نے وفات کی حضرت عائشہؓ کی گود میں
اور عقل اس بات کو جائز نہیں رکھتی کہ حضرتؐ نے وفات کی بے وضو کی سو یہ حدیثیں کہ سب صحیح ہیں حجت ہیں اون لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ مطلق عورت کا
چھونا وضو کو توڑتا ہے اور حدیثیں ایسی بہت ہیں لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ چھونے سے عورت کے اگر شہوت ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ دلیل یہ بھی
لاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بوسہ لینا عورت کا چھونے میں داخل ہے تو اوس سے وضو کرو روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور روایت ہے ابن عمرؓ
سے کہ وہ کہتے تھے بوسہ لینا مرد کا اور چھونا اوسکا ملامست سے ہے جو بوسہ لے عورت اپنی کا یا چھوئے اوسکو اپنے ہاتھ سے تو اوسپر

وضو ہی اور روایت ہی ابن شہاب سے کہ وہ کہتے تھے کہ بوسہ لینے سے مرد کے عورت اپنی کو وضو ہی روایت کیا ان دونوں کو مالک نے
موطا میں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابی عبیدہ سے کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا ہی کہ بوسہ لینے سے مرد کے عورت اپنی کو
وضو ہی اور ابو عبیدہ نے عبداللہ بن مسعود سے نہیں سنا اور روایت کیا اسکو امام مالک نے موطا میں بغیر اسناد کے جواب اسکا
یہ ہی کہ روایت ہی حضرت عائشہ رض سے بتحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ لیا بعض عورتوں اپنی کا پھر نکلے طرف نماز
کے اور وضو نکیا روایت کیا اسکو بزار نے اور کہا یہ حدیث حسن ہی اور روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابو داؤد
نے بھی عائشہ رض سے اگر کوئی کہے کہ بخاری نے ضعیف کیا اسکو اور یحیی بن سعید قطان نے کہا کہ یہ کچھ نہیں اور کہا کہ حبیب نے
اسکی اسناد میں عروہ سے نہیں سنا جواب اسکا یہ ہی کہ روایت کرنے والے اس حدیث کے سب ثقہ ہیں اور نہ سننے کی
گواہی دینا نفی پر گواہی ہی اور دوسرا جواب یہ ہی بصورت تسلیم کہ روایت کیا اسکو احمد اور ابن ماجہ نے زینب سہمیہ سے انھوں
نے عائشہ رض سے اگر کوئی کہے کہ زینب یہ مجہول ہی اور تقریب میں لکھا ہی کہ حال اسکا معلوم نہیں جواب یہ ہی کہ جہل قرن ثانی
یعنی تابعین میں مقبول ہی پھر اگر کوئی کہے کہ حجاج ضعیف ہی جواب اسکا یہ ہی کہ اوزاعی جو بڑے امام ہیں وہ بھی اسکے ساتھ
ہیں دارقطنی کی روایت میں اور وہ بڑے ثقہ ہیں اور دوسرا جواب یہ ہی کہ دارقطنی نے روایت کیا اسکو سفیان ثوری سے انھوں نے
ابی روق سے انھوں نے ابراہیم تیمی سے انھوں نے عائشہ رض سے اگر کوئی کہے کہ ابراہیم تیمی نے عائشہ رض سے نہیں سنا جیسا کہ کہا
ترمذی اور ابو داؤد نے کہ اس باب میں حضرت سے کچھ صحیح نہیں ہوا جواب اسکا یہ ہی کہ ابراہیم تابعی ثقہ ہیں اگر بالفرض سنا
بھی ہو تو بھی حدیث مرسل ہی اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی دوسرا جواب یہ ہی کہ دارقطنی نے علل میں کہا کہ روایت کیا اسکو ابراہیم
نے ثوری سے انھوں نے ابی روق سے انھوں نے ابراہیم تیمی سے انھوں نے اپنے باپ سے تو اب یہ حدیث موصول ہو گئی اور ترمذی کے قول سے نہیں لازم
آتا کہ جہان میں کسیکے نزدیک کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی جائز ہی کہ ترمذی کو کوئی حدیث صحیح اس باب میں نہ پہونچی ہو پھر اگر کوئی کہے کہ اس حدیث
کو ابراہیم تیمی سے ابو حنیفہ اور ثوری نے روایت کیا ابو حنیفہ نے تو ملایا حفصہ رض سے اور ثوری نے عائشہ رض سے تو اختلاف اسمیں ہوا جواب اسکا یہ
ہی کہ ثوری اور ابو حنیفہ دونوں بڑے اماموں سے ہیں اور ممکن ہی یہ بات کہ ابراہیم تیمی کو ایک حدیث حفصہ رض سے پہونچی ہو اور دوسری عائشہ رض سے
ثوری نے عائشہ رض کی نقل کی اور ابو حنیفہ نے حفصہ کی پھر اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کے لفظوں میں اختلاف ہی عثمان بن ابی شیبہ نے روایت
کی کہ حضرت بوسہ لیتے تھے اور روزہ دار ہوتے تھے اور سوا عثمان کے اور لوگوں نے کہا کہ بوسہ لیتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے جواب اسکا
یہ ہی کہ یہ امر بعد ثقہ ہونے راویوں کے کچھ برا نہیں اور جائز ہی کہ یہ دو حدیثیں ہوں اور روایت کی دارقطنی نے عائشہ رض سے کہ پہونچا انکو قول
ابن عمر کا کہ بیچ بوسے کے وضو ہی سو کہا انھوں نے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ بوسہ لیتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے اور وضو نہیں کرتے
تھے اور اس حدیث کو صحیح کیا بعض لوگوں نے اور کہا شافعی نے کہ روایت کی سعید بن بنانہ نے محمد بن عمرو بن عطا سے انھوں نے
عائشہ رض سے انھوں نے حضرت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے کہا شافعی نے کہ سعید کا حال میں
نہیں جانتا پس اگر ثقہ ہو تو حجت ہی جو روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا حافظ ابن حجر نے کہ اس حدیث کو بیہقی نے خلافیات
میں بیس طریقوں سے روایت کیا ہی اور ضعیف کیا ان سبھوں کو جواب یہ ہی کہ ضعیف حدیث بھی جب دس بارہ وجہوں سے روایت کیجاتی تو وہ
حسن ہو جاتی ہی اور یہ جو بعض حسیوں نے حجت پکڑی ہی کہ روایت ہی ابو امامہ سے کہا انھوں نے کہا میں نے کہا اے رسول اللہ مرد وضو کرے واسطے نماز کے

پھر بوسہ لے اپنی کا اور کھیلا ہے کیا ٹوٹ جاتا ہے وضو اوس سے فرمایا نہیں تو یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ روایت کیا اس حدیث
کو دار قطنی نے اور اسناد مین اوسکی ابو بکر بن عیاش عبد اللہ کا ہے ترک کر دی گئی ہے حدیث اوسکی اور روایت کیا امام ابو حنیفہ نے مسند اپنی
مین ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے بیچ بوسہ لینے کے وضو اور روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے قول ابن عباس
کا تو جب اتنی حدیثین اس باب مین ضعیف اور صحیح آئین تو یہ بات اونکے نزدیک جو منصف ہے ظاہر ہو گئی کہ حضرت وضو نہین کرتے تھے
بوسے وغیرہ سے اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کا کیونکہ اگر چھونا عورت کا بشہوت بھی ناقض وضو
ہوتا البتہ حضرت کے ازواج سے ضرور منقول ہوتا باوجود اس بات کے کہ اونکو بہت حرص تھی مسئلہ بیان کرنے مین اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مخالطت اونکے ساتھ بہت کچھ رکھتے تھے جیسا کہ روایت کیا حاکم نے عائشہ سے کہ نہیں ہوتا تھا کوئی دن لیکن
حضرت اوس دن ہمارے پاس آتے تھے اور بوسہ لیتے تھے ہمارا اور چھوتے تھے ہمکو اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب عورت کے
چھونے سے وضو نہین جاتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے قول مین لمس سے کیا مراد ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یعنی تیمم
کرو اگر نہ پاؤ پانی جب کہ چھوؤ تم عورتون کو جواب اوسکا یہ ہے کہ لمس سے مراد اس جگہ جماع ہے جیسا کہ کہا عبد اللہ بن عباس نے واللہ
اعلم **ص** اور چھونا ذکر کا بھی وضو کو نہین توڑتا **ف** کیونکہ روایت کیا نسائی اور ترمذی اور ابو داؤد نے طلق بن علی سے
کہ حضرت پوچھے گئے اوس شخص سے جو چھوئے ذکر اپنا پھر وضو کرے سو فرمایا حضرت نے کیا ہے ذکر مگر ایک ٹکڑا تم مین سے اور روایت کیا
اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور طحاوی نے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح تر ہے حدیثون کی اس
باب مین اور طحاوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اسناد اسکی مستقیم ہے نہ مضطرب اور روایت کی طحاوی نے ابن المدینی سے صحت اسکی جیسا
کہ آگے آویگا **ص** اور امام شافعی کے نزدیک وضو ان دونون سے ٹوٹ جاتا ہے **ف** دلیل اونکی یہ ہے کہ روایت ہے بسرہ
بنت صفوان سے فرمایا حضرت نے جو کہ چھوئے ذکر اپنے کو وضو کرے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور ایسا ہی
ترمذی نے اور صحیح کیا اوسکو احمد اور دار قطنی اور یحییٰ اور بخاری نے اور ہماری حدیث کو علی بن المدینی کہ جو استاد ہین بخاری کے کہا انھون نے
کہ طلق کی حدیث اچھی ہے ہمارے نزدیک بسرہ کی حدیث سے نقل کیا اسکو طحاوی نے اور کہا عمرو بن علی فلاس نے کہ حدیث طلق کی
ہمارے نزدیک ثابت تر ہے حدیث بسرہ سے روایت کیا اسکو طحاوی نے اب ایک بات انصاف کی یہ ہے کہ نووی جو شافعی مذہب
ہین لکھتے ہین کہ مطابقت حدیثون مین جبکہ ممکن ہو سکے واجب ہے تو اس جگہ دونون حدیثین طرفین کی صحیح ہوئین مطابقت یہ
ہو سکتی ہے کہ حدیث بسرہ مین وضو کے معنی ہاتھ دھونا ہے تو یہ حکم یعنی ہاتھ کا دھونا مستحب ہے اور اگر کوئی کہے کہ مطابقت جب واجب ہے
کہ دونون حدیثین جانبین کی قوی ہون اور اس جگہ حدیث طلق کی ضعیف ہے جواب اسکا یہ ہے کہ حدیث طلق کے راوی جتنے ہین سب ثقہ
ہین تو جسوقت علی بن المدینی اور عمرو فلاس اور طبرانی اور ابن حبان اور ابن حزم اور امام طحاوی اور ترمذی یہ لوگ صحیح کرین تو پھر احتمال
ضعف کا نکالنا صرف وہم ہوگا اور اگر کوئی کہے کہ امام شافعی کے لیے اس حدیث کے سوا اور بہت سی حدیثین ہین جواب اوسکا یہ ہے کہ
ماسوا ان دونون حدیثون کے دونون طرف حدیثین ہین لیکن سب ضعیف ہین اور حدیثین امام شافعی کے مذہب کی یہ ہین روایت ہے
ابو ایوب سے کہ فرمایا حضرت نے جو شخص کہ چھوئے فرج اپنی کو تو چاہیے کہ وضو کرے اور اسناد مین اسکی اسحق بن عبد اللہ متروک ہے اور ایسا ہی
سفیان بن عیینہ کا اور روایت ہے ام حبیبہ سے کہا کہ سنا مین نے حضرت سے کہ فرماتے تھے جو کہ چھوئے فرج اپنی کو بس چاہیے کہ وضو کرے

اور اسناد مین اوسکی علا مثیا حارث کا نسبت کیا گیا ہی طرف قدر کے اور خلط ہوگیا تھا آخر مین علاوہ اسکے بخاری نے اس
حدیث کو ضعیف کیا اور کہا ترمذی نے کہ اوسنے اس حدیث کو صحیح نہیں دیکھا آور مکحول نے عنبسہ بن ابی سفیان سے نہین
سنا اور روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے اور روایت کیا بیہقی نے ابن عباس سے اور وہ بھی ضعیف ہی اور روایت کیا ابن
ماجہ نے جابر سے روایت کی وہ بھی ضعیف ہی اسناد مین اوسکی عقبہ مثیا عبد الرحمن کا مجہول ہی اور ایک روایت مین عبد الرحمن مثیا نافع
مدنی کا ضعیف ہی اور روایت کی احمد اور ابن ابی شیبہ نے زید بن خالد سے کہ فرمایا حضرت نے مَن مَسَّ فَرجَہٗ فَلیَتَوَضّأ یعنی جو
شخص کہ چھوئے ذکر اپنے کو تو وضو کرے اور روایت کیا احمد اور دارقطنی اور اسحٰق بن راہویہ نے مسند اپنی مین عبد اللہ بن عمرو بن العاص
سے کہ جو شخص چھوئے ذکر اپنے کو تو وضو کرے اور جو عورت کہ چھوئے فرج اپنی کو تو وضو کرے آور ہمارے مذہب کی حدیثین یہ ہیں
ابی امامہ کی روایت کہ پوچھے گئے حضرت چھونے سے ذکر کے فرمایا کہ وہ ٹکڑا ہی تجھسے یعنی اوسکے چھونے سے وضو نہین روایت کیا
اسکو ابن ماجہ نے اور یہ حدیث ضعیف ہی اسناد مین اسکی جعفر مثیا زبیر کا ہی ترک کردی گئی ہی حدیث اوسکی اور ایسا ہی روایت ہی عصمہ
بن مالک اور عائشہؓ سے ہمارے روایت کی ابو یعلی موصلی نے عائشہؓ سے کہ سنا مینے اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے
تھے نہین پروا رکھتا ہون مین کہ اوسکو چھوؤن یا ناک اپنی کو اور اسناد مین اوسکی وہی جعفر مثیا زبیر کا متروک ہی اگر کوئی کہے
کہ روایت کی حاکم نے قاسم سے اونہون نے عائشہؓ سے کہ جب چھوئے عورت فرج اپنی کو ہاتھ اپنے سے سوا دسیر دسوی تو جواب
اوسکا یہ ہی کہ فتویٰ راوی کا بخلاف روایت کے باطل ہی نزدیک محدثین کے لیکن یہ سب حدیثین ضعیف مین تو نہ باقی رہتی صحیح
حدیث شافعی کی طرف مگر بسرہ کی اور ہماری طرف مگر طلق کی آور یہ جو بعض علمای شافعیہ نے لکھا ہی کہ ابو ہریرہؓ نے روایت کی
حضرتؐ سے کہ جو چھوئے ذکر اپنا وضو کرے روایت کیا اسکو شافعی اور حاکم اور دارقطنی نے اور ابو ہریرہ پیچھے لائے تھے اسلام طلق سے
تو اس سے معلوم ہوا کہ طلق کی حدیث منسوخ ہوگئی جواب اوسکا یہ ہی کہ طلق کے اسلام لانے سے قبل ابی ہریرہ کے یہ بات
لازم نہین آتی کہ طلق پھیر نہ لوٹے ہون اور نہ اونکو صحبت رہی ہو علاوہ اس بات کے حدیث ابی ہریرہ کی ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین
اوسکی یزید مثیا عبد الملک کا ہی اور وہ ضعیف ہی تو اب مجھہ حجت نہین اگر کوئی کہے کہ جب حدیثین مختلف ہوئین تو اب اقوال صحابہ سے
تمسک ضروری جواب یہ ہی کہ یہ تو ہمارا مطلوب ہی روایت کی طحاوی نے حضرت علی اور سعد اور ابن مسعود اور حسن بصری وغیرہم سے
کہ وضو نہین ٹوٹتا اور یہی مذہب ہی عمار اور حذیفہ اور سعید بن المسیب اور عطا اور عکرمہ اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کا روایت کی
امام محمد نے موطا مین اور ابن ابی شیبہ نے علی اور ابن عباس اور حذیفہ اور عمران بن حصین سے کہ اون سب نے کہا کہ مین نہین
پروا رکھتا ہون کہ چھوؤن ذکر کو یا اپنی ناک کو آور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمار سے کہ وہ پوچھے گئے چھونے ذکر سے بیچ نماز کے
پس کہا کہ نہین ہی وہ مگر ٹکڑا تجھسے آور روایت کی محمد نے ابی الدرداؓ سے مانند اسکے آور روایت کی سعید بن منصور نے انہین سے
ایسا ہی اور بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہی حضرت علیؓ سے کہ وہ پوچھے گئے اون سے سو کہا کہ نہین حرج ہی ساتھ اوسکے اور ابن مسعودؓ
نے بھی ایسی ہی روایت کی اور اوسی نے سعد سے مانند اسکے روایت کی اور روایت کی محمد نے علقمہ سے کہ آیا ایک شخص طرف ابن مسعودؓ
کے سو کہا کہ چھوا مینے ذکر اپنے کو نماز مین تو عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ ذکر تیرا نہین ہی مگر مانند سارے بدن تیرے کے اور روایت کی
محمد نے کہ ایک شخص نے پوچھا عطا سے اور کہا کہ ای ابا محمد وہ شخص کہ چھوئے فرج اپنی کو بعد وضو کے سو ایک شخص نے قوم سے کہا کہ عبد اللہ

ابن عباس کہتے تھے کہ اگر تو بھی جاما فق تو کاٹ ڈال اوسکو کہا عطانے کہ یہی قول ہی عبداللہ بن عباس کا اور امام شافعی کے مذہب کیطرف
ابن عمر اور عمر بن الخطاب اور ابوایوب اور زید بن خالد اور ابی ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص اور جابر اور عایشہؓ وغیرہم گئے ہین

باب غسل کے بیان مین

غسل مین تین چیزین فرض ہین پہلی کلی کرنی دوسری ناک مین پانی ڈالنا دوسری ناک مین پانی ڈالنا اور امام شافعی کے نزدیک یہ دونون چیزین
غسل مین سنت ہین **ف** دلیل ہماری یہ ہی کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنی اگر ہو تم جنب پس
چاہیے کہ خوب پاک کرو تو لفظ مبالغے کا دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ کلی وغیرہ بھی فرض ہی اور اسواسطے کہ فرمایا حضرتؐ نے نیچے
ہر بال کے جنابت ہی سو تر کرو اور صاف کرو بدن کو روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے اور یہ جو حدیث ہدایہ مین لکھی ہی کہ فرمایا حضرتؐ نے کلی
کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا سنت ہین وضو مین اور فرض ہین غسل مین تو یہ حدیث مینے نہین پائی اور شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر
مین اس حدیث کو بیان نہین کیا لیکن روایت کی ابن عدی نے ابی ہریرہ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا تین
بار فرض ہین غسل مین اور یہ حدیث قابل اعتبار کے نہین کیونکہ کہا ابن حبان اور دارقطنی نے کہ اس حدیث کو برکہ بیٹے محمد حبشی نے
بنایا ہی اور کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا سنت ہین وضو مین اور فرض ہین غسل مین نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور امام مالک اور شافعی
کے نزدیک وضو اور غسل دونون مین سنت ہین اور امام احمد کے نزدیک وضو اور غسل مین واجب ہین دلیل امام ابوحنیفہ اور شافعی
اور مالک کی یہ ہی کہ روایت کی مسلم نے ابی ہریرہؓ سے کہ انھون نے وضو کیا بغیر مضمضے کے اور استنشاق کے اور کہا کہ مینے ایسا ہی
دیکھا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جامع الاصول مین بروایت ابی داؤد ایک روایت مین ہی کہ اوس مین ذکر مضمضے اور
استنشاق کا نہین ہی اور دلیل امام احمد کی یہ ہی کہ روایت کی ابوداؤد نے لقیط بن صبرہ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ جب وضو کرے تو
پس کلی کر اور روایت کی دارقطنی نے ابی ہریرہ سے کہ کہا انھون نے حکم کیا حضرتؐ نے ساتھ مضمضے اور استنشاق کے وَاللّٰهُ
اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ **ص** تو اگر غسل کیا اور بعد کلی کے اوسکے دانتون مین کھانا رہا غسل درست
ہو جاویگا **ف** کیونکہ کھانے کے نیچے پانی پہونچ جاتا ہی **ص** تیسری پونہچانا پانی کا تمام ظاہر بدن پر اور ملنا واجب نہین **ف**
کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اطَّهَّرُوْا یعنی پاک کرو اور فرمایا حضرتؐ نے تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ یعنی نیچے ہر بال کے
جنابت ہی رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اور ملنا کچھ دھونے مین داخل نہین تو جب شارع نے حکم فرمایا دھونے کا تو ملنا اوس سے
لازم نہ آویگا جیسا کہ ظاہر ہی ہر عاقل پر **ص** مگر امام مالک کے نزدیک واجب ہی تو اگر آٹا ناخن مین باقی رہا غسل درست نہوگا
بلکہ اوسکے نیچے کا دھونا واجب ہوگا اور اگر میل ہی یا مٹی یا رنگ یا حنا وغیرہ درست ہو جاویگا اسواسطے کہ پانی اوسمین سما جاتا ہی
اور اگر بدن پر روغن ملا بعد اوسکے غسل کیا جائز ہی اگرچہ روغن پانی کو قبول نہین کرتا اور اگر وہ جانتا ہی کہ بالی کے چھید مین بغیر بالی
ہلائے پانی نہ پونہچیگا ہلاوے اور اگر بالی سوراخ مین نہین ہی اور وہ جانتا ہی کہ بے تکلف پانی سوراخ مین پونہچے گا تکلف نہ کرے اور
اگر جانتا ہی کہ بغیر تکلف کے نہین پونہچے گا تکلف کرے اور اگر بعد بالی نکلنے کے سوراخ بند ہو گیا ہی اور جانتا ہی کہ اگر پانی گذریگا
داخل ہو جاوے گا اور اگر غافل ہو گا نہ گذریگا پانی اور نہ داخل ہو گا پانی گر اوپر سے گذارے اور لکڑی وغیرہ کے داخل کرنے سے
تکلف نکرے اور اگر اوسکی انگوٹھی مین تنگ انگوٹھی ہی واجب ہی کہ وضو اور غسل مین اوسکو ہلاوے تاکہ پانی وہان پہونچ جاوے

اور جس کسی کا حصہ سوا ہووے اوسکو غسل میں تلفے کے اندر پانی پہونچانا بعضوں کے نزدیک واجب ہی اور بعضوں کے نزدیک نہیں باوجود
اسکے کہ اگر حتیاب تلفے تک آجاوے اور باہر نہ نکلے دھو جانا رہتا ہی غسل میں سنت پانچ چیزیں ہیں پہلی دھونا دونوں ہاتھوں کا دوسری
دھونا فرج کا تیسری دور کرنا نجاست کا بدن سے بعد فرج کے دھونے کے چوتھی وضو کرنا لیکن اگر غسل کی جگہ میں پانی مستعمل جمع
ہوتا ہو پاؤں کے دھونے میں تاخیر کرے اور بعد غسل کے دوسری جگہ دھووے تو اگر غسل کرتا ہی کسی لوح یا پتھر پر کہ پانی اوس سے
بہتا جاتا ہو تو وہیں پیر دھولیوے پانچویں تین بار تمام بدن پر پانی رواں کرنا **ف** کیونکہ روایت کی بخاری و مسلم نے میمونہ سے
کہ رکھا تھا واسطے حضرت کے پانی سو ڈھانپا مینے اونکو ساتھ ایک کپڑے کے تو حضرت نے پانی ڈالا اپنے دونوں ہاتھوں پر سو دھویا
اونکو پھر ڈالا داہنے ہاتھ سے بائیں پر سو دھوئی فرج اپنی پھر مارا ہاتھ اپنا زمین پر اور پھیرا
اوسکو زمین پر پھر دھویا اوسکو سو کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور دھویا مونہ کو اور کہنیوں تک ہاتھوں اپنے کو پھر ڈالا پانی سر پر
اپنے اور سارے بدن پر بہایا پھر ایک کونے میں ہٹ گئے سو دھوئے پیر اپنے تو دیا مینے اونکو ایک کپڑا پس نہ لیا اوسکو اور چلے
جھاڑتے تھے دونوں ہاتھ اپنے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور یہ لفظ بخاری کے ہیں اور ابو داود نے بھی روایت کیا ہی اسکو اور
روایت کی ابو داود اور بخاری و مسلم وغیرہم نے عایشہ سے اور یہاں الفاظ ابو داود کے مذکور ہیں ساتھ سند صحیح کے کہ حضرت جب غسل
کرتے تھے جنابت سے دھوتے تھے دونوں ہاتھ اپنے اور ڈالتے تھے برتن کو داہنے ہاتھ پر پھر دونوں ہاتھ سے لیکر دھوتے تھے فرج اپنی کو پھر
وضو کرتے تھے جیسا کہ وضو ہی واسطے نماز کے پھر داخل کرتے تھے ہاتھ اپنا برتن میں پھر کنگھی کرتے تھے بالوں اپنے کو یہانتک کہ جب دیکھتے
کہ پانی پہونچ گیا بدن کو اور صاف ہوگیا ڈالتے پانی سر پر تین بار تو اگر کچھ پانی بچ رہتا ڈال لیتے تھے اوسکو اپنے اوپر **ص** عورتوں پر
واجب نہیں کہ اپنی چوٹی کھولیں جب بالوں کی جڑ کو تر کرلیں کیونکہ حضرت نے ام سلمہ سے فرمایا کہ کافی ہی تجکو جب پانی تیرے بالوں کی جڑ
میں پہونچ جاوے اور اسیطرح تر کرنا بھی سب بالوں کا واجب نہیں اور بعض مشایخ نے کہا ہی کہ تر کرلے گیسوؤں کو اور نچوڑ ڈالے **ف**
یہ حدیثیں ان لفظوں سے صحاح میں نہیں ہیں روایت کی مسلم نے ام سلمہ سے کہا انھوں نے کہا مینے یا رسول اللہ میں عورت ہوں کہ باندھتی ہوں
چوٹی کیا میں کھولا کروں اوسکو واسطے غسل جنابت کے فرمایا حضرت نے نہیں کافی ہی تجکو یہ کہ ڈالے تو سر پر اپنے تین بار تین لپ پانی سے پھر ڈالے تو
اپنے اوپر پانی تو پاک ہوجاویگی روایت کیا اسکو ابو داود اور ابن ماجہ نے بھی اور اسیطرح روایت ہی کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص حکم کرتے
تھے عورتوں کو اس بات کا کہ جب غسل کریں تو کھولیں چوٹیاں اپنی سو حضرت عایشہ نے کہا تعجب ہی عبد اللہ بن عمرو حکم کرتے
ہیں عورتوں کو چوٹی کھولنے کا کیا نہیں حکم کرتے اونکو کہ منڈوا ڈالیں سر اپنا تحقیق میں اور حضرت غسل کرتے تھے ایک برتن سے اور میں نہیں زیادہ
کرتی تھی تین لپوں پر روایت صحیح مسلم میں ہی اور ایسا ہی حکم غسل حیض سے ہو کیونکہ ایک روایت میں مسلم کی یہ بھی ہی کہ کیا میں کھولوں چوٹی کو واسطے
حیض اور جنابت کے فرمایا حضرت نے نہیں اور اسیطرح بہت سی حدیثیں اس باب میں آئی ہیں **ص** اور یہ سب صورتیں جب ہیں کہ بال گوندھے
گندھے ہوے ہوں اور لیکن جب کھلے ہوں تو سبکو دھونا واجب ہی کیونکہ حرج نہیں جیسا کہ مرد سب داڑھی کو دھووے کیونکہ کچھ حرج نہیں اور مرد اگر اپنی چوٹی
باندھے ہو تو کھولنا واجب ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ واجب نہیں لیکن احتیاط اسمیں ہی کہ کھولے **ف** در مختار میں اسکو لکھا ہی کہ کھولنا مرد کو واجب ہی

فصل بیان میں اون چیزوں کے جنسے غسل لازم آتا ہی

اور اونکو موجبات غسل کہتے ہیں اور وہ چار چیزیں ہیں **ص** پہلی نکلنا منی کا اپنی جگہ سے کود کر شہوت سے تو اگر بغیر شہوت کے

انزال ہوا غسل ہمارے نزدیک واجب نہین اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہوا **ف** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہو کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی یعنی نہانا پانی سے ہو یعنی منی کے نکلنے سے ہو روایت کیا اسکو مسلم نے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے اور یہ حدیث منسوخ ہوگئی ہو اور دلیل ہماری یہ ہو کہ اس حدیث سے مراد وہی پانی ہو جو شہوت سے نکلے کیونکہ الف لام اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ مین دلالت کرتا ہو اس بات پر اور بھی دلیل ہماری یہ ہو کہ روایت کی ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمسے محمد بن یحیی نے کہا اونھون نے حدیث بیان کی ہم سے ابو حنیفہ نے کہا اونھون نے حدیث بیان کی ہمسے مکرمہ نے انھون نے عبد اللہ بن مولی سے اونھون نے اپنی مان سے کہ پوچھا اونکی مان نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے مذی کو پس کہا کہ ہر مذی کرتا ہی اور تحقیق کہ ایک مذی ہی اور ایک ودی اور ایک منی لیکن مذی تو وہ ہی کہ مرد اپنی عورت سے کھیلے سو ظاہر ہو جاوے اوسکے اوپر کچھ یعنی کچھ پانی تو دھووے ذکر اور خصیون اپنے کو پھر وضو کرے اور غسل نکرے اور لیکن ودی تو وہ ہوتی ہی بعد پیشاب کے دھووے ذکر اپنے کو اور وضو کرے اور غسل نکرے اور لیکن منی تو وہ پانی بڑا ہی اوس سے شہوت آتی اور اوسمین غسل ہی اور عبد الرزاق نے مصنف مین قتادہ اور عکرمہ سے بھی ایسی ہی روایت کی ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ **ص** اور امام ابی یوسف کے نزدیک فقط منہ عضو سے بشہوت نکلے اگرچہ وقت جدا ہونے کے شہوت نہو تو اگر منی اپنی جگہ یعنی پشت سے بشہوت جدا ہوئی اور اوس شخص نے قبل اسکے کہ نکلے سر عضو کا تھاما یہانتک کہ شہوت جاتی رہی بعد اسکے منی بغیر شہوت کے نکلی امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک غسل واجب ہوگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک غسل واجب نہوگا اور اگر پیشاب سے پہلے غسل کیا بعد اسکے پھر بقیہ منی نکلی طرفین کے نزدیک غسل پھر واجب ہوگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک دوسری مرتبہ غسل واجب نہوگا اور ایسا ہی اگر خواب مین ہووے غسل واجب ہوگا اور مرد عورت سب برابر ہین اور ایک روایت مین امام محمد سے منقول ہی کہ اگر عورت کو احتلام اور لذت وغیرہ یاد ہو اور تری نہ دیکھے غسل واجب ہی اور شمس الایمہ نے کہا کہ اس روایت پر عمل نکیا جاویگا

ف اگر سوتے مین ایسا نہو یعنی جاگ کے فقط پانی دیکھا تو اوسکا بیان آگے آتا ہی اور اگر سوتے مین یہ باتین سب دیکھین جو اوسکو احتلام کہتے ہین تو اوس صورت مین اگر تری دیکھے گا غسل واجب ہوگا برابر ہی کہ مرد ہو یا عورت کیونکہ روایت کی بخاری اور مسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ اے رسول اللہ اللہ نہین حیا رکھتا ہی حق سے سو کیا عورت پر ہی جب کہ دیکھے غسل فرمایا کہ ہان جبکہ دیکھے پانی کو آخر حدیث تک اور روایت ہی انس رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا ایک عورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حال ایک عورت کا کہ دیکھے خواب مین جیسا کہ دیکھتا ہی مرد خواب مین فرمایا آپ نے کہ جب اوس سے جو ہوتا ہی مرد سے سو چاہیے کہ غسل کرے روایت کیا اسکو مسلم نے نووی نے شرح صحیح مسلم مین لکھا ہی کہ معنی اسکے یہ ہین کہ اوس سے منی نکلے جیسا کہ مرد جب اوس سے منی نکلتی ہو غسل کرتا ہی اور اجماع مسلمانون کا اس بات پر ہی کہ جب احتلام ہوا اور تری دیکھے غسل لازم آویگا اور روایت کی ابن ماجہ اور بیہقی نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جاگے ایک تم مین کا خواب مین سے اور تری دیکھے اور احتلام اوسکو یاد نہو غسل کرے اور جب یاد کرے احتلام کو اور تری نہ دیکھے تو اوسپر غسل لازم نہین اور سیوطی جمع الجوامع مین لائے ہین کہ روایت ہی انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پاوے عورت بیچ خواب کے جو پاتا ہی مرد تو غسل کرے روایت کیا اسکو سمویہ نے اور ایک روایت اوسمین ہی خولہ بیٹی حکیم رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی عورت پر غسل جب تک کہ انزال نہو جیسا کہ نہین مرد پر غسل جبتک کہ انزال نہو روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی احمد اور ابن ماجہ اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھے ایک تم عورتون مین سے

اور انزال کرے تو چاہیے کہ غسل کرے اور وہ جو ہے روایت نقل کی ہی کہ جب عورت لذت وغیرہ پاوے خواب میں اور تری نہ دیکھے تو
غسل واجب نہیں اور اسکو شمس الائمہ نے کہا کہ اسپر عمل کیا جاویگا تو دلیل اوسکی یہ ہی کہ روایت ہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے
پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب عورت دیکھے خواب میں جو مرد دیکھتا ہی تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دیکھے تو غسل
کرے تو جواب اوسکا یہ ہی کہ مراد اس سے جو مرد دیکھتا ہی یعنی منی بھی دیکھے جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح سے آیا اور یہین ام سلمہ رضی
اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرے جب دیکھے پانی کو واللہ اعلم وعلمہ اتم **ص** دوسرے غائب
ہوجانا سر ذکر کا قبل یا دبر میں اس صورت میں غسل دونوں پر یعنی فاعل و مفعول پر واجب ہوگا **ف** کیونکہ روایت ہی مسلم
میں عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ مل جاوین دونوں ختنے غسل واجب ہوتا ہی اور روایت کی طحاوی نے
عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ملتے تھے دونوں ختنے نہاتے تھے اور صحیحین میں روایت ہی ابی ہریرہ رضی اللہ
عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ بیٹھے ایک تم مین کا درمیان چارون طرفون کے یعنی اپنی عورت کے پھر جماع کرے
اوس سے تو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اگرچہ انزال نہو اور روایت کی ابوداود اور ترمذی اور احمد اور ابن ماجہ نے مانند اسکے اور
روایت کی ایسی ہی ترمذی نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے اور طبرانی نے رافع بن خدیج سے اور ابی امامہ سے اور روایت کی شیرازی نے
القاب مین مانند اسکے اور طحاوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قول اونکا اور روایت کی دارقطنی نے افراد مین ابی ہریرہ اور ابن عباس رضی
اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تجاوز کر جاوے ختنہ ختنے سے انزال ہو یا نہو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اور سعید بن منصور نے اپنی
مسند میں مانند حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے روایت کی ہی اور یہ جو حدیث ہدایہ میں لکھی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب
ملجاوے ختنہ ختنے سے اور غائب ہوجاوے سر ذکر تو تحقیق غسل اسمین واجب ہوا انزال ہو یا نہو تو روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے
اوسط مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور عبد اللہ بن وہب نے مسند اپنی میں اور روایت کی احمد اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ملجاوے ختنہ ختنے سے اور چھپ جاوے سر ذکر تو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اور روایت کیا اسکو ابن ابی
شیبہ نے اپنی مصنف مین اگر اس جگہ کوئی کہے کہ یہ حدیث مخالف ہی اوس حدیث کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی یعنی غسل
پانی سے ہی یعنی منی نکلنے سے ہی روایت کیا اسکو ابوداود اور ترمذی اور مسلم اور دارمی اور احمد اور نسائی اور ابن ماجہ نے تو جواب اوسکا یہ
ہی کہ یہ حکم ابتدای اسلام مین تھا اب یہ حدیث منسوخ ہوگئی اوس سے جو روایت کی احمد اور ترمذی اور ابوداود اور ابن ماجہ اور دارمی نے
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا اونھوں نے کہ یہ حکم کہ پانی پانی سے ہی تھا رخصت اول اسلام مین پھر منع کیا گیا اس سے یعنی
رخصت جاتی رہی تصحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اور کہا اسماعیلی نے کہ وہ صحیح ہی اور بر شرط بخاری کے اس جگہ اگر کوئی
کہے کہ ابن ہارون اور دارقطنی نے یقین کیا اور کہا کہ زہری نے نہیں سنا اس حدیث کو سہل سے اور کہا حافظ ابن حجر نے کتاب ابوداود میں ایسا
واقع ہوا ہی کہ معلوم ہوتا ہی اوس سے یہ حدیث منقطع ہی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ سند ابوداود کی صحیح ہی اسواسطے کہ ثقہ ہی جسنے کہا کہ خبر دی مجکو ایک ثقہ نے یا اوس سے
جس سے میں راضی ہوں تو صحیح حدیث ہو گئی اور یہ بات اسکو مستلزم نہیں کہ سند ابن ماجہ اور احمد کی منقطع ہو کیونکہ ممکن ہی کہ زہری نے سنا ہو اوسکو کسی ثقہ کے واسطے
سے سہل سے پھر ملاقات کی سہل کی تب حدیث کی اونسے تو اب اعتراض دفع ہوگیا وباللہ التوفیق وہو خیر الرفیق **ض** تیسرے دیکھنا جاگنے والے کا منی یا
مذی کو اگرچہ احتلام یاد نہو **ف** کیونکہ حضرت نے فرمایا کہ جب جاگے ایک تم مین کا اور دیکھے تری اور احتلام یاد نہو تو اوسپر غسل ہی روایت کی مانند اسکے ابن ماجہ اور ابوداود

اور ترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور مرد و عورت سب اسمین برابر ہین آور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق تری پر ارشاد
فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ مذی ہو یا منی کیونکہ دونوں مین تری ہوتی ہو اور نیز احتمال ہو کہ منی بسبب حرارت بدن کے رقیق ہو گئی
اور مثل مذی کے دکھائی دینے لگی ہو اور تفصیل اسکی خوب اوپر گذری **ص** جو تھی منقطع ہونا حیض و نفاس کا **ف** بیان
حیض و نفاس کا آگے آویگا اور منقطع ہونے سے مراد یہ ہو کہ جب عورت حیض و نفاس سے پاک ہووے تو غسل کرنا اوسپر فرض ہوتا ہو اور یہ
حکم اسواسطے ہو کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطَّهَّرْنَ ساتھ تشدید طا کے اور ہا کے یعنی نہ قریب ہو تم اون سے
یہانتک کہ وہ خوب پاک ہولین یعنی غسل کرین آور یہ قرارت عاصم اور کسائی کی ہو آور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس قرارت مین
بھی اور جب یہ آیت بتخفیف پڑھی جاتی ہو معنی یہی ہوتے ہین یہانتک کہ غسل کرین پس یہ آیت تو دلیل اس بات کی ہولی کہ حیض سے
غسل فرض ہو لیکن نفاس سے تو بسبب اس بات کے کہ اسپر اجماع ہو اور اجماع حجت قاطع ہو کیونکہ حضرت نے فرمایا لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ
عَلَی الضَّلَالَۃِ یعنی نہین جمع ہوگی امت میری گمراہی پر آور اسیطرح معلوم ہو چکا ہو کتب اصول سے آور روایت کیا اس
حدیث کو طبرانی اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ابی عاصم اور حافظ ضیا اور ابن جریر اور حاکم اور ابو نعیم اور ابن مندہ نے اور احمد اور ابن ابی
خیثمہ نے ابو مالک اشعری اور ابن عمر اور ابی بصرہ غفاری وغیرہم سے بالفاظ مختلفہ رضی اللہ عنہم اجمعین آور حضرت عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہو کہ جسکو مسلمان قبیح دیکھین وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہو اور جسکو مسلمان اچھا دیکھین وہ اللہ کے نزدیک
بھی اچھا ہو روایت کیا اسکو بزار اور ابو داؤد طیالسی اور ابو نعیم اور بیہقی نے اور روایت کیا احمد نے دوسرے طریقے کو فقط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ **ص** آور اگر عورت کافرہ بعد انقطاع یعنی بند ہونے خون کے مسلمان ہوئی غسل اوسکے اوپر واجب ہوگا اور بعد جنابت
کے اگر مسلمان ہوئی غسل واجب ہوگا **ف** دلیل اسکی شرح وقایہ عربی مین مذکور ہو **ص** اور جبکہ نابالغ کے وطی کرنے سے غسل
واجب ہوگا بغیر انزال کے اور غسل مستحب ہو واسطے جمعہ کے یعنی نماز جمعہ کے نہ واسطے دن جمعہ کے اور یہی صحیح ہو **ف** امام شافعی
و امام ابو حنیفہ صاحب کے نزدیک غسل دن جمعہ کے سنت ہو اور یہی روایت ہو احمد سے آور امام مالک کے نزدیک واجب ہو آمام مالک کہتے مین
کہ روایت ہو یعنی صحیحین اور جامع ترمذی اور موطا اور سنن نسائی مین عبد اللہ بیٹے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
کوئی کہ آوے تم مین سے دن جمعہ کے تو چاہیے کہ غسل کرے اور روایت کی بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابی سعید خدری
رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غسل جمعہ کا واجب ہو ہر بالغ پر آور سنن ابن ماجہ مین روایت ہو کہ فرمایا حضرت نے بیچ باب
جمعہ کے تحقیق یہ کہ ای گروہ مسلمانوں کے یہ وہ دن ہو کہ اللہ تعالی نے اسکو عید کیا ہو سو غسل کرو آخر حدیث تک آور روایت کی مالک نے ابی ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اونھوں نے کہ غسل دن جمعہ کا واجب ہو اوپر ہر بالغ کے مانند غسل جنابت کے اور یہ سب حدیثین صحیح ہین اور روایت
کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح مسلم مین کئی طریقوں سے اور کہا مجد الدین فیروزآبادی نے کہ حدیث واجب ہونے غسل کی
بہت صحیح ہو اور مالک نے نافع سے اونھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اوس حدیث کو کہا بخاری رحمہ اللہ نے کہ
یہ اصح الاسانید ہو آور یہ تو دلیلین اونکی ہین جو کہتے ہین کہ غسل دن جمعہ کے واجب ہو آور جو کہتے ہین کہ واجب نہین حجت پکڑتے ہین
اوس سے کہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور احمد اور بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے اور ابن عبد البر نے استذکار
مین سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے وضو کیا دن جمعہ کے تو خوب کیا اور جسنے غسل کیا

نیک کیا اور غسل افضل ہی کہا ترمذی نے کہ اس باب میں روایت ہی ابی ہریرہ اور عایشہ اور انس رضی اللہ عنہم سے اور کہا کہ حدیث
سمرہ رضی اللہ عنہ کی حسن ہی اور روایت کی ہی بخاری اور مسلم اور ترمذی اور مالک اور ابو داؤد رحمہم اللہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ خطبہ پڑھتے تھے دن جمعے کے کہ ناگاہ ایک شخص آیا مہاجرین سے اور ایک روایت میں ہی کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے سو پکارا عمر رضی
اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور کہا کہ یہ کیا وقت ہی آنے کا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک کام نے مجھکو مشغول رکھا تھا آج کے
روز اور میں گھر نہیں گیا تھا کہ ناگاہ آواز اذان کی سنی اور اسی راہ سے میں مسجد میں آیا اور کچھ دیر سی کی میں نے مگر واسطے وضو کے حضرت عمر رضی
اللہ عنہ نے کہا کہ فقط وضو ہی پہ بس کیا اور حضرت نے حکم کیا ساتھ غسل کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر نہ لوٹے اور نماز پڑھی اور
عمر رضی اللہ عنہ نے حکم لوٹنے کا نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ غسل سنت ہی اور ایک حدیث سنن ابو داؤد میں ثابت ہی کہ کچھ
لوگ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا کہ کیا غسل دن جمعے کے واجب دیکھتے ہو تم فرمایا کہ نہیں اور لیکن
غسل زیادہ پاک کرنے والا ہی اور بہتر ہی اوسکے لیے جو غسل کرے اور جو شخص نکرے تو کچھ اوس پر واجب نہیں آخر حدیث تک اور
کہتے ہیں کہ مراد واجب سے ان حدیثوں میں ضروری ہی نہ واجب اصطلاحی فقہی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں لکھا ہی

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ حَمَّادٌ سَأَلْتُهُ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْحِجَامَةِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْعِيدَيْنِ قَالَ إِنِ اغْتَسَلْتَ فَحَسَنٌ وَإِنْ تَرَكْتَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ الْحَدِيثَ

یعنی خبر دی مجکو محمد بن ابان بیٹے صالح نے اونھوں نے سنا حماد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حماد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پوچھا میں نے ابراہیم
نخعی رحمہ اللہ سے غسل دن جمعے اور حجامت اور عیدین سے اونھوں نے کہا کہ اگر غسل کرے تو اچھا ہی اور اگر ترک کرے تو کچھ
تیرے اوپر نہیں اور بھی روایت کی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے کہ وضو کیا سو اچھا کیا وضو کو پھر آیا جمعے کو اور سنا یعنی خطبہ اور چپ رہا بخشا جائے گا اوسکے لیے جو
کچھ کہ درمیان اوسکے اور درمیان جمعے کے ہی آخر حدیث تک اور وہ جو ابو داؤد نے ابن عباس سے روایت کی ہی سند اوسکی صحیح
ہی میرے نزدیک اور روایت کی طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ اکثر نہاتے تھے دن جمعے کے
اور اور ترک کرتے تھے اوسکو اور اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ غسل سنت ہی واللہ اعلم اور کچھ بیان اوسکا باب جمعہ میں آویگا اور اس
جگہ بہت سی روایتیں ہیں کہ ذکر کرنا اونکا خالی طول سے نہیں **ص** دوسرے دونوں عیدوں کے واسطے یعنی عید الفطر اور عید
الضحیٰ میں **ف** جاننا چاہیے کہ عیدین کے غسل میں کئی حدیثیں ہیں لیکن ضعف سے خالی نہیں ہیں چنانچہ تو یہ کہ روایت ہی فاکہ بن سعد
رضی اللہ عنہ سے کہ صحابی ہونا اونکا مشہور ہی کہا اونھوں نے کہ حضرت غسل کرتے تھے دن جمعے اور دن عید فطر کے اور دن نحر
اور روز عرفہ کے روایت کیا اسکو امام احمد اور ابو داؤد اور طبرانی نے اپنی معجم میں اور سنن ابن ماجہ میں اور مسند بزار میں بھی مروی ہی
شیخ ابن الہمام نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہی اور ایسا ہی ذکر کیا نووی نے اور روایت کی ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
کہا کہ حضرت غسل کرتے تھے دن عید فطر اور دن عید اضحی کے اور یہ بھی حدیث ضعیف ہی اور سیوطی نے جمع الجوامع میں لکھا ہی
کہ زیاد بن اشعری نے کہا ایک قوم کو کہ جو فعل میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا وہی تمنے دیکھا مگر یہ کہ تم غسل نہیں کرتے ہو بیچ
عید کے روایت کیا اسکو ابن سعد نے اور ابن عساکر نے اور کہا کہ صحیح ہی عیاض سے اور زیاد کا کہنا محفوظ نہیں نہیں تو اسمیں یہ کلام ہی کہ ابن عساکر

کی روایت کا اعتبار نہیں جبتک حال سند کے معلوم نہوں اور اکثر احادیث ضعیفہ بھی ہوا کرتے ہیں ان کتابوں میں اور مجد الدین فیروزآبادی نے لکھا ہی کہ اس باب میں دو حدیثیں آئی ہیں یعنی ایک حدیث ابن عباسؓ کی اور ایک حدیث فاکہ رضی اللہ عنہ کی جو دونوں ہمنے اوپر نقل کیں یہ دونوں ضعیف ہیں اور بعض محققین نے کہا ہی کہ ہمنے سوا حدیث عباس اور فاکہ کے تیسری حدیث اس باب میں نپائی البتہ روایت ہی موطا میں ساتھہ سند صحیح کے عبداللہ بیٹے عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب وہ واسطے نماز عید کے نکلتے تھے غسل کرتے تھے پہلے اسکے کہ جائیں لیکن یہ بات ہی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرتؐ کی تابعداری بہت کرتے تھے اور ذرا سی بات بھی جو حضرتؐ نے نہیں کی ہوتی تھی نہیں کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ انھوں نے حضرتؐ کو غسل کرتے دیکھا ہوگا جیسا کہ فیروزآبادی نے کہا لٰكِنْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ لِكُلِّ عِيدٍ وَشِدَّةُ مُتَابَعَتِهِ لِمُتَابَعَةِ السُّنَّةِ يَقْتَضِي أَنَّ الْحَدِيثَ فِي هٰذَا الْبَابِ صَحِيحٌ یعنی صحیح ہوا ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ غسل کرتے تھے واسطے ہر عید کے اور شدت سے انکا واسطے متابعت سنت کے چاہتا ہی اس بات کو کہ حدیث اس باب میں صحیح ہی فقط وَاللّٰهُ أَعْلَمُ اور روایت کی ترمذی اور دارمی نے زید بن ثابتؓ سے اور کہا کہ حسن ہی کہ حضرتؐ نے کپڑے اتارے واسطے لبیک کہنے کے اور غسل کیا تو اس سے سنت ہونا غسل احرام کا ثابت ہوتا ہی مگر یہ کہ عموم اسمین نہیں بلکہ اس سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ ایکبار کیا تو غسل مستحب ہو جاویگا نہ یہ کہ سنت ایسا ہی کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں هٰذَا مَا ظَهَرَ لِي إِلَّا أَنْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا ص تیسرے واسطے احرام کے ف احرام کے واسطے غسل کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مسنون ہی اور دلیل اسکی بھی گذری اور روایتیں اس باب میں صحیح ہیں اور بیان اسکا حج کے باب میں آویگا ص چوتھے دن عرفے کے ف کیونکہ اوپر ہمنے ذکر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے دن جمعے کے اور عید فطر اور عید نحر اور دن عرفہ کے روایت کیا اسکو بزار نے اور طبرانی نے اور ابن ماجہ نے اور ابو داود اور احمد وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین نے اور یہ بھی ضعیف ہی

باب پانی کے بیان میں جس سے وضو جائز ہی اور جس سے جائز نہیں

جائز ہی وضو مینہ کے پانی سے اور چشمے سے یعنی زمین کے پانی سے مثل کنوئیں وغیرہ کے ف اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ یعنی اور اللہ تعالی اوتارتا ہی پانی آسمان سے تاکہ پاک کرے تمکو اوس سے اور فرمایا وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا یعنی اور اوتارا ہمنے آسمان سے پانی پاک کرنے والا یہ آیتیں دلالت کرتی ہیں آسمان کے پانی کے پاک ہونے پر اور زمین کے پانی کے پاک ہونے پر کہ کنوئیں ہیں دلیل یہ ہی جو روایت کی ابوداؤد اور ترمذی نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا گیا حضرتؐ سے کہ کیا وضو کریں ہم کوئیں بضاعہ سے اور وہ کنواں ہی کہ ڈالے جاتے ہیں اوسمین گتے اور کپڑے حیض کے اور بدبودار چیزیں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی پاک ہی نہیں نجس کرتی ہی اوسکو کوئی چیز اور حسن کہا اس حدیث کو ترمذی اور ابن القطان رحمہما اللہ علیہما نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور ہدایہ میں جو حدیث لکھی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پاک ہی نہیں نجس کرتی ہی اوسکو کوئی چیز مگر جب بدل جاوے رنگ یا بو یا مزہ اوسکا تو روایت کیا اسکو بیہقی نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے جیسا کہ آگے آویگا اور پانی دریا کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہی کہ روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی نے تحقیق کہ ایک شخص نے پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم سوار ہوتے ہیں دریا میں اور اوٹھاتے ہیں اپنے ساتھہ پانی تھوڑا تو اگر وضو کریں ہم پیاسے رہیں کیا وضو کریں ہم دریا کے پانی سے تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دریا یعنی دریا پاک ہی پانی اوسکا اور حلال ہی مردہ اوسکا کہا ترمذی نے

پوچھا میں نے محمد بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کو تو کہا انہوں نے کہ حدیث صحیح ہے اور باقی تفصیل اسکی خوب شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر شرح
ہدایہ میں لکھی ہے **ص** اور برف کے پانی سے اگر جما ہوا نہو اور اگر جما ہوا ہو تو جائز نہیں **ف** کیونکہ جس صورت میں برف مانند پانی کے
بہتی ہے تو حکم اوسکا پانی کا سا ہے وضو جائز ہوگا اور جس صورت میں جمی ہوئی ہے تو وہ پانی میں داخل نہیں کیونکہ پانی کی حقیقت میں بہنا بھی داخل
ہے **ص** جائز ہے وضو اوس پانی سے جو بہت رکھے رکھے بدبودار ہو گیا ہو یا اوسکے کسی وصف کو پاک چیز نے مثل خاک یا اشنان یا صابون یا
زعفران کے بدل دیا ہو **ف** اسواسطے کہ ان سب پر پانی کا اطلاق آتا ہے اور روایت کی نسائی نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
غسل کیا روز فتح کے ایک برتن سے کہ اوسمیں اثر آٹے کا تھا اور تفصیل فتح القدیر میں ہے **ص** اور امام ابی یوسف کے نزدیک اگر پاک
چیز ایسی ہو کہ پاک کرنا اوس سے مقصود ہوتا ہے تو وضو اوس سے جائز ہے مگر یہ کہ غالب ہوجاوے اوپر پانی کے مثلاً گاڑھا کردے اور اوسکی رقت
اور سیلان یعنی بہنے کو کھوے تو وضو اوس سے جائز نہیں اور اگر وہ چیز ایسی نہو یعنی اوس سے پاک کرنا مقصود نہو تو اسصورت میں اوسمیں دونوں
روایتیں ہیں ایک روایت میں غلبہ شرط ہے یعنی اگر غلبہ پانی پر نکرے تو وضو جائز ہے اور ایک روایت میں غلبہ شرط نہیں یعنی چاہئے غالب ہوجاوے نہو وضو
اوس سے جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک اگر وہ چیز کہ پانی میں مل گئی ہے زمین کی قسم سے نہیں وضو اوس پانی سے جائز نہیں اگرچہ غالب
نہووے **ف** اور احتیاط اسمیں ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے **ص** اگر پانی جاری میں کوئی چیز نجس پڑجاوے اور اثر اوسکا
یعنی رنگ بو وہ مزہ نہ ملے وضو اوس سے جائز ہے **ف** اسواسطے کہ نجاست اوسمیں نہ ٹھیرے گی بلکہ بہ جاوے گی ایسا ہی ہے ہدایہ میں واللہ
اعلم بالصواب **ص** جاری کسکو کہتے ہیں علما کا اسمیں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک پانی جاری اوسے کہتے ہیں کہ گھانس اور
تنکے وغیرہ کو بہا لیجائے **ف** اسکو صاحب شرح وقایہ نے اختیار کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ جاری وہ ہے کہ جسکو لوگ جاری
سمجھیں اور اسکو درمختار کے متن میں اختیار کیا ہے اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ جاری اوسے کہتے ہیں کہ مطلق جریان اوسمیں پایا جاتا ہو
اگرچہ کیسا ہی ضعیف ہو واللہ اعلم **ص** تو اگر ندی اوپر سے روک دیجاوے اور پانی نشان نشان نکلتا ہے وضو اوس سے جائز ہے
کیونکہ وہ پانی جاری ہے اور پانی ضعیف میں جو آہستہ بہتا ہے اسطرح پر وضو کیجے کہ پھر پانی مستعمل کو نہ اوٹھا لیوے یا دو چلو کے بیچ میں اتنی
دیر کرے کہ پانی مستعمل بہ جاوے اور مستعمل پانی کا بیان آگے آویگا **ف** کیونکہ پانی مستعمل نجس ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
اور اوسکا ذکر آگے ہم کرینگے **ص** اگر حوض دہ در دہ سے کم ہو اور ایک طرف سے اوسمیں پانی آتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا جاتا ہے
ہر طرف میں اوس حوض کے وضو جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے **ف** درمختار میں ہے بہ یُفتٰی یعنی اسی پر فتوی ہے **ص** اور بعضوں
کے نزدیک اگر چار در چار ہے یا کم تو جائز ہے اور اس سے زیادہ میں جائز نہیں اور اگر پانی بدبودار ہو اور معلوم ہوجاوے کہ بو اوسکی
نجاست سے ہے وضو اوس سے درست نہیں اور اگر معلوم ہوئے تو وضو جائز ہے کیونکہ کبھی بو بسبب زیادہ رکنے کے ہوجاتی ہے واللہ اعلم
اور اگر مرا ہوا کتا رواں ندی میں پڑا اور اوسکے عرض کو بند کیا اور پانی کتے کے اوپر جاری ہے اگر وہ پانی جو کتے سے ملا ہوا ہے کم ہے
اوس پانی سے جو کتے سے الگ ہے اوسکے نشیب میں وضو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے فقیہ ابوجعفر نے کہا ہے کہ بہتیرے اسی پر اپنے
مشائخ کو پایا ہے اور امام ابی یوسف سے مروی ہے کہ اگر کوئی وصف پانی کا نہیں بدلا ہے تو اوس سے وضو کرنے میں کچھ
خوف نہیں اور اگر پانی میں ایسا جانور مرجاوے کہ پانی میں پیدا ہوتا ہے اور اوسمیں جیتا ہے جیسے مچھلی اور مینڈک وضو اوس سے جائز
ہے اور جو جانور پانی میں نہیں پیدا ہوتا اور پانی میں رہتا ہے مثل بط اور مرغابی کے اوس کے مرنے سے پانی نجس ہوتا ہے

ف مچھلی وغیرہ کے مرنے سے اسواسطے پانی نہیں نجس ہوتا کہ ان جانوروں کی جگہ یہی پانی ہو ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور ماقل پر مخفی نرہے کہ اس سے لازم پڑتا ہی کہ اگر درندہ خشکی میں مرجاوے تو چاہیے کہ نجس نہو کیونکہ درندہ کا مقام خشکی ہی لیکن اسکا جواب یوں ہوسکتا ہی کہ معدن سے مراد وہ ہی کہ بغیر اوسکے جی نہیں سکتا اور ایسا معدن درندے کا خشکی نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور دوسری دلیل ہدایہ میں اسکی یوں لکھی ہی کہ انمیں خون نہیں کیونکہ جو جانور کہ دموی ہی پانی میں نہیں رہتا ہی اور جب خون نہوا تو پانی نجس نہوگا کیونکہ خون ہی نجس کرنیوالا ہی کہا شیخ ابن الہمام نے هٰذَا التَّعْلِيْلُ هُوَ الْاَصَحُّ اور اگر پانی کے سوا اور مین مثل سرکے وغیرہ میں اگر یہ چیزیں مرجاویں تو بعضوں نے کہا کہ سوائے مچھلی کے اور میں نجس ہوگا اور بعضوں نے کہا ہی کہ کسی میں نجس نہوگا اور یہی صحیح ہی کذا فی الہدایہ

ص اور اگر پانی میں ایسا جانور مرا جسمیں بہتا خون نہیں جیسے مچھر اور مکھی وضو اوس سے جائز ہی کیونکہ خون جو نجس ہی وہ بہتا ہی خون ہی **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہارے برتن کھانے یا پانی میں مکھی گر پڑے تو چاہیے کہ اوسکو ڈبو دے پھر اوسکو نکال ڈالے اسواسطے کہ ایک پر میں اوسکے مرض ہی اور دوسرے پر میں شفا ہی روایت کیا اسکو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خون کے حیوان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اور یہ دلیل لانا اوس سے اچھا ہی جو دلیل لائے ہیں صاحب ہدایہ کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حلال ہی کھانا اوسکا اور پینا اوسکا اور وضو اوس سے اور پوری حدیث یوں ہی کہ روایت کی دارقطنی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا یا پینا پڑجاوے اوسمیں وہ جانور جسمیں خون نہیں اور مرجاوے اوسمیں تو وہ حلال ہی کھانا اوسکا اور پینا اوسکا اور وضو اوس سے کہا دارقطنی نے نہیں مرفوع کیا اس حدیث کو مگر بقیہ نے سعید بن سعید زبیدی سے اور وہ ضعیف ہی اور ابن عدی نے کہا کہ سعید یہ مجہول ہی شیخ ابن الہمام نے کہا کہ یہ بقیہ بیٹا ولید کا ہی روایت کی اس سے بہت اماموں نے مثل حماد اور ابن المبارک اور یزید بن ہارون اور ابن عیینہ اور وکیع اور اوزاعی اور اسحق بن راہویہ اور شعبہ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے اور روایت کی اوس سے جماعت نے مگر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے میں کہتا ہوں کہ پوچھے گئے یحیی بن معین بقیہ اور اسمعیل بن عیاش سے پس کہا کہ کِلَاهُمَا صَالِحَانِ یعنی دونوں اچھے ہیں اور کہا ابوزرعہ رازی نے کہ بقیہ میرے نزدیک اچھا ہی اسمعیل بن عیاش سے اور سعید بن سعید کہا ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر کیا اوسکو خطیب نے اور کہا کہ نام اونکے باپ کا عبد الجبار ہی اور وہ ثقہ تھے تو اب جہالت باقی رہی اور حدیث باوجود اسکے حسن سے کم نہوگی تو معلوم ہوا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اوپر ہمنے ذکر کی اس سے زیادہ اور بہت صحیح ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ **ص** اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی نجس ہوجاتا ہی

ف اور قول اول جو مذہب امام صاحب کا ہی صحیح ہی **ص** جو پانی درخت یا میوے سے نچوڑا جاوے جیسے پانی ریواج کا درخت سے نچوڑا جاتا ہی اور پانی سیب اور انار کا کہ میوے سے نچوڑا جاتا ہی وضو اوس سے جائز نہیں اور اگر خود درخت سے ٹپکے جائز ہی **ف** کیونکہ اسپر پانی مطلق نہیں بولا جاتا ہی مثلا جو کوئی سرکہ پیے تو یہ نہیں کہا جاویگا کہ فلانے نے پانی پیا اور قرآن شریف میں حکم ہی کہ جب پانی نپاؤ تو تم تیمم کرو **ص** اور وضو اوس پانی سے جسپر کوئی چیز غالب آجاوے اسطرح پر کہ پانی کو اوس کی طبیعت سے نکال دیو یا پکانے کے سبب سے غالب ہوجاوے جیسے کہ پانی باقلے کا **ف** ہدایہ میں ہی کہ باقلے کے پانی سے مراد وہ ہی جو پانی کہ غالب ہوگئی ہو اوسپر کوئی چیز پکانے کے سبب **ص** یا شوربا جائز نہیں اور اگر پتے درخت کے پانی میں پڑے اور اوسکا رنگ یا کوئی وصف بدل گیا تو وضو اوس سے جائز نہیں کیونکہ وہ مانند پانی باقلے کے ہی **ف** ہدایہ میں ہی کہ جو پانی بغیر پکنے کے بدل گیا ہو اوس سے وضو جائز ہی

اور باتی کے معنی جو صاحب ہدایہ نے بیان کیے شاید وہ شارح وقایہ نے مراد نہیں لیے واللہ اعلم **ص** اور جو پانی بہتا نہیں اوس مین
اگر نجاست پڑی وضو اوس سے جائز نہیں **ف** جاننا چاہیے کہ یہان تین مذہب ہین پہلے تو یہ ہے کہ پانی جو جاری نہین اوس مین
اگر نجاست پڑے گی تو نجس ہو جائیگا پانی تھوڑا ہو یا بہت مگر جب کہ وہ حوض دہ در دہ ہو اور اوسکا ذکر آگے آویگا تو اس صورت مین
مانند جاری کے ہوگا اور یہ مذہب امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے دوسرا مذہب یہ ہے کہ اگر دو قلہ پانی ہو تو نجس نہوگا اور یہ مذہب امام شافعی
رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت جبتک کہ اوسکا کوئی وصف نہ بدلے پانی نجس نہوگا اور
یہ مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور مسلم اور
ترمذی اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پیشاب کرے ایک
تم میں کا بیچ اوس پانی کے جو جاری نہو پھر غسل کرے اوسمیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ غسل کرے کوئی تم میں سے بیچ پانی
دائم کے اور وہ جنب ہو کہا کسطرح کرے اے ابا ہریرہ کہا کہ لے لے اوس سے لینے کر یعنی کسی برتن سے مثلاً لیکر اپنے اوپر پانی ڈالے اور حضرت نے
منع کیا ٹھیرے ہوئے پانی مین پیشاب کرنے سے روایت کیا ان دونوں کو مسلم نے اپنی صحیح مین اور اس حدیث کو صحیح کیا بہت لوگون نے روایت کیا
اسکو مسلم نے کئی طریقوں سے اور بخاری نے بھی اور چارون عالموں نے اور طحاوی اور طبرانی وغیرہم نے بھی اور یہ حدیث مشہور ہے اور اس سے یہ بات
معلوم ہوتا ہے کہ جو پانی جاری نہیں وہ نجس ہو جاتا ہے ورنہ منع کرنے سے کچھ فائدہ نہوگا اور بھی روایت ہے صحیحین مین ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ جاگے کوئی تم مین سے اپنے خواب سے سو نہ ڈالے ہاتھ اپنا بیچ برتن کے یہانتک کہ دھووے اوسکو تین بار کیونکہ وہ
نہین جانتا کہ کہان رہا ہاتھ اوسکا اور یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے اور روایت کیا اسکو مسلم نے دس طریقوں سے اور روایت کیا اسکو
ترمذی نے اور کہا کہ حسن صحیح ہے اور اس باب مین روایت ہے ابن عمر اور جابر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور بھی روایت کیا اسکو ابو داؤد اور
نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور یہ بھی حدیث مشہور ہے اور بھی روایتین موید اسکی کنوئین کے باب مین آوینگی اور امام شافعی کے مذہب کی دلیل
یہ ہے کہ روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے پوچھے گئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس پانی سے جو کہ ہوتا ہے جنگلوں مین اور
پیتے ہین اوس پانی سے چارپائے درندے فرمایا آپنے کہ جب ہو پانی قلتین نہ اوٹھائیگا ناپاکی اور روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی
اور دارمی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم اور ابن خزیمہ اور دارقطنی اور بیہقی وغیرہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ اور جابر اور ابی ہریرہ
وغیرہم سے اور ایک روایت مین ابو داؤد کی ہے کہ وہ نجس نہوگا اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اول کتاب مین جیّد
مسندون سے او مسندون مین اس لفظ سے لائے ہین اِذَا كَانَ الْمَاءُ اَرْبَعِيْنَ قُلَّةً یعنی جب ہووے پانی چالیس قلہ اول ان
لوگوں کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے اور اسکو ضعیف کیا اور باقی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بعض طریقون مین لَمْ يُنَجِّسْ ہے اور
بعضون مین لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ اور چالیس اور طریقے ہیں ایک اونمیں سے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ساتھ اس لفظ کے
اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ اور باقی ایک دوسرا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ساتھ اس لفظ
کے اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَصَاعِدًا لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ اور باقی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور بعض روایتون مین تو ابن عمر
رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بعض مین عن ابن عمر عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور چالیس قلون
کی روایت ابن منکدر نے بھی کی ہے اور ابن ماجہ کی روایت مین ہے قلتین او ثلاثا یعنی دو مٹکے ہون یا تین اور بھی

روایت کی ابن عدی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پہونچ جاوے پانی چالیس قلے پر نہ احتمال رکھیگا
نجاست کا اور کہا ابن عدی نے کہ یہ حدیث صحیح نہین غلط کیا ہی اسمین قاسم بن عبداللہ عمری نے اور سیوطی نے اوسکا استدراک
کیا اور کہا کہ روایت کیا اسکو دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اوسکو عقیلی نے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ساتھ
سند صحیح کے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے قَالَ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اَرْبَعِيْنَ قُلَّةً لَمْ يَنْجُسْ یعنی جب پہونچے پانی چالیس قلہ نہین نجس ہوگا
اور بعض روایتون مین ہی اَرْبَعِيْنَ غَرْبًا اور بعضون مین اَرْبَعِيْنَ دَلْوًا سو اس حدیث کے لفظون مین اضطراب ہوا اور بھی بعض
حدیثون مین آیا ہی لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور بعضون مین لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ اور بھی سند مین اسکی اختلاف ہی ابی اسامہ پر کبھی تو
کہتے ہین عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اور کبھی کہتے ہین عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ
اور جواب اسکا یہ ہی کہ جائز ہی کہ ابی اسامہ نے دونون سے سنا ہو اور بھی اس حدیث مین ابی اسامہ نے کہا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اور وہ ہی عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اور اسکا یہ جواب ہی کہ وہ دونون بیٹے عبداللہ بن عمر رضی
اللہ عنہما کے ہین اون دونون نے روایت کی ہوگی اور بھی ان حدیثون مین ایک روایت مین ہی عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ایک مین ہی عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور جواب اسکا یہ
کہ جائز ہی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے بھی سنا ہو اور آپ بھی سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکن
اضطراب لفظی اس حدیث مین بیشک بہت ہی کسی مین ہی قُلَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا کسی مین ہی اَرْبَعِيْنَ قُلَّةً کسی مین ہی اَرْبَعِيْنَ
غَرْبًا کسی مین ہی اَرْبَعِيْنَ دَلْوًا کہا امام طحاوی نے وَلِاَنَّهُ رُوِيَ قُلَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا عَلَى الشَّكِّ یعنی ترک کیا ہے حدیث
قلتین کو اسواسطے کہ وہ روایت کی گئی ہی دو قلہ یا تین اگر کوئی کہے کہ چالیس قلون کی روایت ضعیف ہی تو اعتبار اوسی دو قلون کا ہی جو
اکثر روایات مین ہی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ دارقطنی نے تو مسند دن مین اربعین قلۃ ذکر کیا ہی اونمین سے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ضعیف
ہی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور اضطراب لفظی تو اوسمین پایا گیا اور اضطراب معنوی جو بعض لوگون نے بیان کیا ہی
اور کہا ہی کہ ایک روایت مین ہی لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ یعنی نجس نکریگا اوسکو کچھ اور ایک مین لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ یعنی نہ اوٹھائیگا نجاست
کو یعنی نجس ہوگا تو یہ کچھ نہین کیونکہ اکثر روایات کے یہ معنی کہنا مخالف ہی اور بعید ہی کیونکہ نجاست کا موقوف کرنا قلتین پہونچنے پر اسکی کچھ
وجہ نہین واللہ اعلم پس ایک اضطراب سے یہ حدیث ضعیف ہوئی دوسرے ضعف اسناد بھی اسمین بعض لوگون نے بیان کیا ہی کہا صاحب ہدایہ
نے ضَعِيْفٌ ضَعَّفَهُ اَبُوْ دَاوُدَ اور بعض نسخ ہدایہ مین فی سننہ بھی ہی اور یہ غلط ہی کیونکہ سنن مین ابو داود کے کہین اسکا ذکر نہین کہا شیخ ابن الہمام
نے وَقِيْلَ لَعَلَّهُ فِيْ غَيْرِ سُنَنِهٖ یعنی کہا گیا کہ یہ غیر سنن مین ابو داود کے ہی واللہ اعلم اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر
مین وَمِمَّنْ ضَعَّفَهُ الْحَافِظُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَالْقَاضِيْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اِسْحٰقَ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ الْعَرَبِيِّ الْمَالِكِيُّوْنَ
یعنی جنہون نے ضعیف کیا اس حدیث کو اونمین سے ہین حافظ ابن عبدالبر اور قاضی اسمٰعیل بن ابی اسحق اور ابوبکر بن العربی مالکی لوگون نے
یعنی ان لوگون نے اس حدیث کو ضعیف کیا ہی اور بدائع مین ہی عَنِ ابْنِ الْمَدِيْنِيِّ لَا يَثْبُتُ حَدِيْثُ الْقُلَّتَيْنِ
یعنی روایت ہی ابن المدینی سے کہا انھون نے ثابت نہین ہوتی حدیث قلتین کی اور کہا صاحب قاموس نے سفر السعادت مین
بَابُ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خَبَثًا قَالَ جَمَاعَةٌ لَمْ يَصِحَّ فِيْهِ حَدِيْثٌ یعنی باب قلتین مین کہا جماعت نے

کو صحیح میں سوائی دونوں کوئی حدیث اور بعضوں نے کہا ہی کہ سفر السعادت میں ہی کہ ضَعَّفَہٗ بَعْضُ الْحُفَّاظِ وَصَحَّحَہٗ بَعْضُہُمْ
اور یہ غلط ہی کیونکہ سفر السعادت میں کہیں اسکا نشان نہیں پوری عبارت اوسکی یون ہی بَابُ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ
خَبَثًا قَالَ جَمَاعَۃٌ لَمْ یَصِحَّ فِیْہِ حَدِیْثٌ وَجَمَاعَۃٌ قَائِلُوْنَ بِصِحَّتِہٖ وَقَدْ اَوْرَدَہٗ اَکَابِرُ اَہْلِ الْحَدِیْثِ فِیْ
مُصَنَّفَاتِہِمْ انتہی اور زیلعی نے کہا حَدِیْثُ الْقُلَّتَیْنِ ضَعِیْفٌ ضَعَّفَہٗ جَمَاعَۃٌ الْحُکْمُ اِبْنُ حَتّٰی قَالَ الْبَیْہَقِیُّ
مِنَ الشَّافِعِیَّۃِ اِنَّہٗ غَیْرُ قَوِیٍّ وَتَرَکَہُ الْغَزَالِیُّ وَالرُّوْیَانِیُّ مَعَ شِدَّۃِ اتِّبَاعِہِمَا الشَّافِعِیَّ رَحِمَہُ
اللّٰہُ لِضَعْفِہٖ یعنی حدیث قلتین کی ضعیف ہی ضعیف کیا اوسکو ایک جماعت نے محدثین کی یہانتک کہ کہا بیہقی نے کہ وہ قوی
نہیں اور ترک کیا اوسکو امام غزالی اور رویانی نے باوجود شدت اتباع اونکی کے واسطے امام شافعی رحمہ اللہ کے واسطے ضعف اوسکے
کے اور تمہید میں ہی مَا ذَہَبَ اِلَیْہِ الشَّافِعِیُّ مِنْ حَدِیْثِ الْقُلَّتَیْنِ مَذْہَبٌ ضَعِیْفٌ یعنی جس طرف شافعی
گئے ہیں حدیث قلتین سے مذہب ضعیف ہی اور اسرار میں دبوسی کے ہی وَہُوَ حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ اور وہ حدیث ضعیف ہی
اور ان قولوں میں ایک نظر ہی وجہ یہ ہی کہ اس حدیث کا ضعف بسبب ضعف رجال کے ان لوگوں نے مراد لیا ہی یا ضعف بسبب
اضطراب کے اگر ضعف بسبب اضطراب کے ہی تو مسلم ہی اور ضعف بسبب رجال کے ہی تو مسلم نہیں کہا طحاوی نے خَبَرُ الْقُلَّتَیْنِ صَحِیْحٌ
وَاِسْنَادُہٗ ثَابِتٌ یعنی خبر قلتین کی صحیح ہی اور اسناد اوسکی ثابت ہی اور کہا حاکم نے مستدرک میں صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ
وَمُسْلِمٍ یعنی یہ حدیث صحیح ہی اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور کہا بیہقی نے ہٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ مَوْصُوْلٌ یہ اسناد صحیح
ہی موصول ہی اور صحیح کیا اوسکو دارقطنی وغیرہ نے اور کہا شیخ ابن القیم نے شرح ابی داود میں اَمَّا صِحَّۃُ سَنَدِہٖ فَقَدْ وُجِدَتْ لِاَنَّ
رُوَاتَہٗ ثِقَاتٌ لَیْسَ فِیْہِمْ مَجْرُوْحٌ وَلَا مُتَّہَمٌ وَقَدْ سَمِعَ بَعْضُہُمْ مِنْ بَعْضٍ وَلِہٰذَا صَحَّحَہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ وَالْحَاکِمُ
وَالطَّحَاوِیُّ وَغَیْرُہُمْ یعنی صحت سند اوسکی تو پائی گئی اسواسطے کہ روایت کرنے والے اوسکے سب ثقہ ہیں نہیں ہی اون میں کوئی مجروح
اور نہ متہم اور سنا بعض اونکے نے بعض سے اور اسیواسطے صحیح کیا ہی اوسکو ابن خزیمہ اور حاکم اور طحاوی وغیرہم نے انتہی البتہ اضطراب
لفظی اسمیں بہت واقع ہی اور وجہ یہ ہی کہ چالیس قلتوں کی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے محمد بن منکدر کی روایت سے نقل کی بعض
لوگوں نے کہا ہی کہ جابر کہنا غلط ہی بلکہ صحیح عبداللہ بن عمرو بن العاص ہی اور یہ غلطی قاسم عمری سے جو اوسکی اسناد میں ہی واقع ہوئی
ہی کیونکہ وہ ضعیف ہی ضعیف کیا اوسکو احمد اور بخاری اور یحیی بن معین وغیرہم نے کہا بیہقی نے اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحَافِظُ
قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَلِیٍّ الدَّقَّاقَ یَقُوْلُ حَدِیْثُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اَرْبَعِیْنَ قُلَّۃً خَطَأٌ وَالصَّحِیْحُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو یعنی خبر دی ہمکو
ابو عبداللہ حافظ نے اونہوں نے کہا سنا میں نے ابا علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ حدیث محمد بن منکدر کی جابر رضی اللہ عنہ سے خطا ہی اور صحیح محمد بن
المنکدر سے انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ہی انتہی اور عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا اس حدیث کو محمد بن منکدر
سے انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا عبدالرزاق نے اَخْبَرَنَا الثَّوْرِیُّ وَمَعْمَرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اور بھی روایت کی یزید بن ہارون نے عاصم بن منذر سے کہا کہ داخل ہوا میں ساتھ عبید اللہ
بن عبداللہ بن عمر کے ایک باغ میں کہ اوسمیں پانی تھا اور اوسمیں ایک کھال مردہ اونٹ کی پڑی تھی سو وضو کیا اوس سے پس کہا میں

کیا وضو کرتے ہو تم اوس سے اور اوسمیں ایک کھال مردہ اونٹ کی ہی سو حدیث بیان کی ہے لمبے باب سے اونھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے جب ہو پہنچ جاوے پانی برابر دو قلے کے یا تین کے نجس نہ کریگا اوسکو کچھ اور روایت کی ابو بکر نیشاپوری نے کہا حدثنی ابو حمید المصیصی حدثنا ابن جریج اخبرنی لوط عن ابی اسحق عن مجاهد ان ابن عباس قال اذا کان الماء قلتین فصاعدا لم ینجسہ شیء یعنی فرمایا ابن عباس نے کہ جب ہو پانی قلتین یا زیادہ نہ نجس کریگا اوسکو کچھ اور روایت کیا اوسکو ابو بکر بن عیاش نے ابان سے انھوں نے ابو یحیی سے اونھوں نے ابن عباس سے ایسا ہی قول اونکا اور ذکر کی اس حدیث کی یہ بھی ہی کہ قلے کے لغت میں بہت سے معنی ہین اور معلوم نہین کہ اس جگہ پر کون سے معنی مراد ہین قلے کے معنی لغت میں مشک کے ہیں اور مٹکے کے اور چوٹی پہاڑ کے اور ہر چیز بلند کے اور معتبر اس مقام مین امام شافعی کے نزدیک وہ قلے یعنی مٹکے ہجر کے ہین کہ نام ایک شہر کا ہی کہ وہاں کے مٹکے بڑے بڑے ہوتے ہین اور اسکی تصریح حدیث میں آئی ہی جیسا کہ کہا شافعی نے اخبرنا مسلم بن خالد الزنجی عن ابن جریج باسناد لا یحضرنی ذکرہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال اذا کان الماء قلتین لم یحمل خبثا وقال فی الحدیث بقلال ہجر قال ابن جریج رایت قلال ہجر فالقلۃ تسع قربتین او قربتین وشیئا یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہو پانی دو قلے نہ اوٹھاویگا نجاست کو اور کہا بیچ حدیث کے کہ ساتھ ہجر کے کہا ابن جریج نے دیکھا مینے قلون ہجر کو پس قلہ سماتا تھا دو مشکون کو یا کچھ زیادہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمنے کچھ زیادہ کو نصف کے موافق اڑھائی مشک کر لی واسطے احتیاط کے اور بعضون نے دو مشک اور تہائی رکھا ہی اور امام شافعی صاحب کے مذہب مین موافق دو قلون کے پانچ مشکین ہوئین اور مشک بحساب شرع کے پچاس سیر پانی ہی تو قلتین کی مقدار دوسو پچاس سیر پانی ہوا اور بعضون نے کہا ہی کہ مقدار ایک مشک کا سو رطل عراقی ہین اور رطل عراقی برابر ایک سو اٹھائیس درہم کے ہوتا ہی واللہ اعلم جاننا چاہیے کہ اس روایت کو اخراج کیا ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ ہو پانی قلتین قلون ہجر سے نہین نجس کریگا اوسکو کچھ اور ضعیف کیا اوسکو ابن عدی نے اور کہا کہ یہ الفاظ من قلال ہجر محفوظ نہین ذکر کیا جاتا مگر اسی حدیث مین اور مغیرہ بن صقلاب کی سند سے اور وہ منکر الحدیث ہی اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے ایک سند سے کہ اوسمیں ابن جریج ہین اور قلال ہجر کا کچھ اوسمیں ذکر نہیں اور یہ جو امام شافعی نے روایت کی ہی اول تو خالی اسناد سے ہی دوسرے یہ کہ مسلم بن خالد زنجی شیخ امام شافعی کا قال ابو حاتم لیس بذاک القوی منکر الحدیث لا یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال البخاری منکر الحدیث وقال علی بن المدینی لیس بشیء وقال احمد بن محمد بن الولید کان فقیها عابدا یصوم الدهر توفی سنۃ ثمانین ومائۃ وکان کثیر الغلط فی حدیثہ الی آخر ما قال یعنی کہا ابو حاتم نے کہ وہ قوی نہین حدیث اسکی خلاف روایت ثقات کے ہی نہین لکھی جاویگی حدیث اوسکی نہین حجت پکڑی جاویگی اوس سے اور کہا بخاری نے کہ حدیث اوسکی خلاف روایت ثقات کے ہی اور کہا علی بن المدینی نے کہ وہ کچھ نہین اور کہا احمد بن محمد بن الولید نے کہ وہ فقیہ عابد تھا روزہ رکھتا تھا ہمیشہ وفات کی اوس نے بیچ سن ایک سو اسی کے اور بہت غلطی کرتا تھا حدیث مین اگرچہ کوئی کہے کہ ثقہ کہا اسکو یحیی بن معین نے اور کہا ابن ابی حاتم نے مسلم الزنجی امام فی الفقہ یعنی مسلم زنجی امام ہی فقہ مین اور کہا ابن عدی نے کہ وہ حسن الحدیث ہی وغیرہ اسکے تو جواب اوسکا یہ ہی کہ جب ضعیف کہیں اوسکو لوگ مانند علی بن المدینی اور بخاری اور ابو حاتم اور امثال انکے تو ضعف اوسکا

بسبب ثقہ کہنے بعض لوگوں کے نہیں مانا جائیگا اور اگر ایسا ہی ہو تو بھی یہ حدیث خبر آحاد کی ہے تو خصم تسلیم نہیں کریگا واللہ اعلم اور کہا
ابن جریج نے اخبرنا محمد بن یحیی بن عقیل ان یحیی بن یعمر اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا کان الماء قلتین لم یحمل نجسا ولا باسا قال فقلت لیحیی بن عقیل قلال ھجر قال قلال ھجر
قال فاظن کل قلۃ تاخذ قربتین یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہو پانی دو مٹکے نہ اوٹھاوے گا
نجاست اور گندگی کو کہا محمد نے کہ پوچھا میں نے یحیی بن عقیل سے کہ مراد یہاں مٹکے ہجر کے ہیں کہا کہ مٹکے ہجر کے کہا کہ گمان کرتا ہوں میں
کہ ہر مٹکا سماتا ہوگا دو مشکیں اور اس حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قلال ہجر نہیں ہے تو جب ہوگا تو اس حدیث میں بنانے کے
معنی نہ معلوم ہوئے تو حدیث ضعیف ہوگی جیسا کہ امام طحاوی نے کہا وانما ترکناہ لانا لا نعلم ما القلتان یعنی ہم نے ترک کردیا اس حدیث
کو اسواسطے کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ہیں دو مٹکے اور پوشیدہ نہ رہے کہ جس صورت میں چالیس قلوں کی حدیث پر عمل کیا جائیگا تو امام ابوحنیفہ صاحب
کا مذہب بھی متحقق ہو جائیگا کیونکہ جب یہ ٹھیرا کہ قلتیں دو سو پچاس سیر پانی ہوا موافق قول مختار کے تو چالیس قلوں کا پانچ ہزار سیر
پانی ہوا جیسا کہ حساب سے معلوم ہو جائیگا اور اتنے پانی میں حوض دہ در دہ پورا ہو جاوے گا مٹو مشکوں کا یہ تخمینا ہی آزمایا
نہیں گیا واللہ اعلم اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ھذا تلخیص ما ذکرہ الشیخ تقی الدین فی الامام دربہ
ترجیح ضعف الحدیث عندنا الی آخرہ قال یہ خلاصہ ہے اوسکا جو ذکر کیا اوسکو شیخ تقی الدین نے بیچ امام کے اور اس سے
مرجح ہوا ضعف حدیث کا نزدیک اونکے تو وہیں ضعف کی اس حدیث میں کئی وجہ ہیں ایک تو اضطراب لفظی دوسری اشتراک اور
باقی اور موصوف لوگوں نے بیان کیے ہیں حالی ضعف سے نہیں جیسا کہ اوپر ہے بعض وجوہ کیطرف اشارہ بھی کیا ہی اور شیخ
شمس الدین نے شرح ابی داؤد میں اس بحث کی بہت تفصیل کی ہے جسکو دیکھنا ہو دیکھے یہ بیان تو سب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا
تھا اب دلیلیں مذہب امام مالک کی بیان کرتے ہیں لیکن بطور اختصار تاکہ کتاب طول نہ ہو جاوے دلیلیں امام مالک کی یہ ہیں کہ روایت
کی ابی داؤد ترمذی نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا لوگوں نے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وضو کریں ہم کنوئیں بضاعہ سے
اور اس میں ڈالے جاتے ہیں کپڑے حیضوں کے اور نجاستیں اور گوشت کتوں کے فرمایا آپ نے پانی پاک ہے نہیں کرتا اوسکو نجس کچھ اور ترمذی نے اس
حدیث کو کہا حدیث حسن اور امام احمد نے تصحیح اسکی کی ہے اور یہ حدیث اگرچہ مطلق ہے بظاہر میں تھوڑے پانی اور بہت میں لیکن امام طحاوی
بیچ الماء حسبما اشارہ ہوا اوسکی طرف بیر بضاعہ کی خصوصیت کے علاوہ اسکے پانی بیر بضاعہ کا جاری تھا جیسا کہ ہدایہ میں ہے والذی رواہ
مالک ورد فی بئر بضاعۃ وماؤھا کان جاریا فی البساتین یعنی اور جو کہ روایت کیا اوسکو مالک نے وہ ہی بیر بضاعہ میں اور
پانی اوسکا جاری تھا باغوں میں اور فتح القدیر میں ہے کما رواہ الطحاوی عن ابن ابی عمران عن ابی عبد اللہ محمد
ابن شجاع الثلجی بالمثلثۃ عن الواقدی قال کانت بئر بضاعۃ طریقا للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ
الحجۃ عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا لتضعیفہ ایاہ الی آخرہ یعنی جیسے کہ
روایت کی طحاوی نے ابن ابی عمران سے انہوں نے ابی عبد اللہ محمد بن شجاع ثلجی سے انہوں نے واقدی سے کہا انہوں نے کہ تھا کنواں بضاعہ کا راستہ واسطے
پانی کیطرف باغوں کے اور اس سے حجت قائم ہوگئی ہمارے نزدیک اور لیکن نزدیک مخالف کے تو نہیں واسطے ضعیف کرنے اونکے کے
واقدی کو آخر تک اور روایت کی ابن ماجہ نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے اون حوضوں سے جو درمیان

ملک شریف و مدینہ طیبہ کے بیچ وارد ہوتے ہیں اونپر درندے اور کتے اور گدھے اور پوچھے گئے وضو سے اون حوضوں میں سے سو فرمایا آپ نے واسطے اونکے ہی جو اونھوں نے اپنے پیٹوں میں اور واسطے ہمارے ہی جو باقی رہا پانی اور روایت کی ابن ماجہ نے بھی ایسی ہی اور اوسمین بھی ہی اِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں مانند اسکے کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَدِيرٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْكِلَابَ تَلَغُ فِيهِ وَالسِّبَاعَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلسَّبُعِ مَا أَخَذَ فِي بَطْنِهِ وَلِلْكَلْبِ مَا أَخَذَ فِي بَطْنِهِ فَاشْرَبُوا وَتَوَضَّؤُا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا بَأْسَ بِهِ إِذَا كَانَ عَشْرًا فِي عَشْرٍ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَرِيحُهُ وَلَوْنُهُ یعنی گذرے حضرت ایک گڑھے پر سو کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ای رسول اللہ علیک الصلوۃ والسلام تحقیق کہ کتے منہ ڈالتے ہیں اوسمین اور درندے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے درندوں کے ہی جو لیا انھوں نے اپنے پیٹوں میں اور واسطے کتوں کے ہی جو لیا انھوں نے اپنے پیٹوں میں سو پیو اور وضو کرو کہا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے نہیں حرج ہی ساتھ اوسکے جب کہ ہووے دہ دردہ جبتک کہ نہ بدلے مزہ اوسکا اور بو اور رنگ تو ان حدیثوں سے امام مالک بھی تمسک نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ احتمال ہی کہ یہ سب گڑھے دہ دردہ ہوں اور پانی کا جب رنگ یا مزہ یا بو بدل جاوے تو پھر اوس سے کسیکے نزدیک وضو جائز نہیں کیونکہ روایت کی ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی نہیں نجس کرتا ہی اوسکو کچھ مگر جب کہ غالب ہو جاوے اوسکی بو پر یا مزے پر یا رنگ پر کوئی چیز اور دارقطنی کا لفظ یہ ہی اِلَّا مَا غَيَّرَ رِيحَهُ وَطَعْمَهُ اور اسناد میں اس حدیث کی رشدین بیٹا سعد کا ضعیف ہی ضعیف کیا اوسکو ترمذی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور دو طریقوں سے کہ اونمین رشدین بن سعد نہیں ایک طریقہ ابی امامہ سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الْمَاءَ طَاهِرٌ اِلَّا اَنْ تَغَيَّرَ رِيحُهُ اَوْ طَعْمُهُ اَوْ لَوْنُهُ بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيهِ یعنی پانی پاک ہی مگر یہ کہ بدل جاوے مزہ اوسکا یا بو یا رنگ ساتھ نجاست کے کہ حادث ہووے اوس پانی میں اور دوسرے طریقے میں ہی اَلْمَاءُ لَا يُنَجِّسُ اِلَّا مَا غَيَّرَ طَعْمَهُ اَوْ رِيحَهُ یعنی پانی نہیں نجس ہوتا ہی مگر یہ کہ بدل جاوے مزہ یا بو اوسکی کہا بیہقی نے وَالْحَدِيثُ غَيْرُ قَوِيٍّ یعنی یہ حدیث قوی نہیں حاصل کلام یہ ہی کہ اس استثنا کی حدیث قوی نہیں آئی ہی واللہ اعلم اور حدیث اَلْمَاءُ طَهُورٌ کو روایت کیا بغوی نے اَخْبَرَنَا اَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَنَفِيُّ اَنَا اَبُو الْحَارِثِ طَاهِرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّاهِرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ نَا اَبُو الْمُوَجِّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْمُوَجِّهِ ثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَنَا اَبُو اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَتَوَضَّاُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ تُلْقٰى فِيهِ الْحِيَضُ وَلُحُومُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور معنی اس حدیث کے اوپر گذرے اور ایک جواب بعض لوگوں نے یہ دیا ہی کہ یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسکو لائے نہیں اور ناچار ذکر کیا قول زہری کا قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِهِ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمٌ اَوْ رِيحٌ اَوْ لَوْنٌ یعنی کہا زہری نے

کہ نہیں جیسے ہی ساتھ اوسکے جب تک کہ نہ بدلے اوسکا مزہ یا بو یا رنگ اور یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ جائز ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو جیسا
سے چاہیے بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائیں یا نہ لائیں علاوہ اسکے احتمال ہے کہ مقصود بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنا حدیث کا مع الاستنجا ہو
اور حدیث مع الاستنجا ضعیف ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ جو حدیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائے ہوں تو وہ ضعیف ہو واللہ اعلم اور حاصل
ان سب تحقیقات کا یہ ہے کہ مذہب حنفیوں کا اس باب میں بہت احوط ہے اور اسی پر عمل حتی المقدور کرنا چاہیے تو اس مقام کو تامل
دیکھ اور جلدی نکر تا کہ ظاہر ہو حقیقت حال کی واللہ اعلم **ص** مگر یہ کہ پانی دہ در دہ ہو اور نہ کھل جاتی ہو زمین چلو لینے سے تو حکم اوسکا حکم
پانی جاری کا ہے تو اگر اتنا پانی ہے کہ دہ در دہ سے کم ہے یا چلو لینے میں زمین کھل جاتی ہے اور سمین اگر نجاست پڑیگی تو وضو جائز نہ ہوگا
اور اگر نجاست دہ در دہ پانی میں دکھلائی دیتی ہے وضو کرے مقام نجاست میں بلکہ دوسری جانب سے اور اگر دکھلائی نہیں
دیتی وضو کرے سب جانوں سے اور جہاں پانی مستعمل گرتا ہو وہاں بھی وضو جائز نہیں مگر اگر حوض دہ در دہ ہو **ف** اس
جگہ پر محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا ہے اور جواب اوسکا شرح وقایہ چلپی میں مذکور ہے لیکن اصح یہ بات ہے کہ دہ در
کی تقدیر متاخرین نے واسطے عوام کے کردی ہے اور معتبر یہ ہے کہ وضو کرنے والے کی رائے جو ہو اوس پر عمل کرے تو اگر
اوسکا گمان یہ ہے کہ نجاست دوسری طرف میں نہیں پہنچی ہے تو اوس سے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی صحیح ہے جیسا کہ صحیح ہدایہ وغیرہ
کے ہے اور یہی ظاہر روایت ہے امام رحمۃ اللہ علیہ سے اور اسی کی طرف رجوع کیا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور تحقیق کیا ہے بحر کے
مذہب ہے اور اسی پر عمل کیا جاویگا اور دہ در دہ کا اندازہ کرنا کچھ اصل شرعی کی طرف رجوع نہیں کرتا اور جو جواب صدر الشریعۃ نے
دیا ہے رد کیا گیا ہے یہ مضمون درمختار کا ہے اور دہ در دہ اوسکو کہتے ہیں کہ ہر جانب سے دس گز اور سب ملا کر سو گز ہو جاتا ہے جیسا کہ
نقشے میں ہے اور گز معتبر گز کرباس کا ہے اور وہ سات مٹھی کا ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے ہشت و ہفت کا اعتبار کیا ہے اور
بعضوں نے یازدہ و پانزدہ کا لیکن صحیح اول ہے **ص**
اور نہیں جائز ہے وضو پانی مستعمل سے جو واسطے قربت یا رفع
حدث کے استعمال کیا گیا ہو جان تو کہ پانی مستعمل میں علما
کے اختلافات ہیں پہلا اختلاف اسمیں یہ ہے کہ پانی کو مستعمل
کون چیز کر دیتی ہے شیخین کے نزدیک پانی مستعمل
ہو جاتا ہے حدث کے دفع کرنے یا نیت عبادت سے

نقشہ
حوض
دہ در دہ

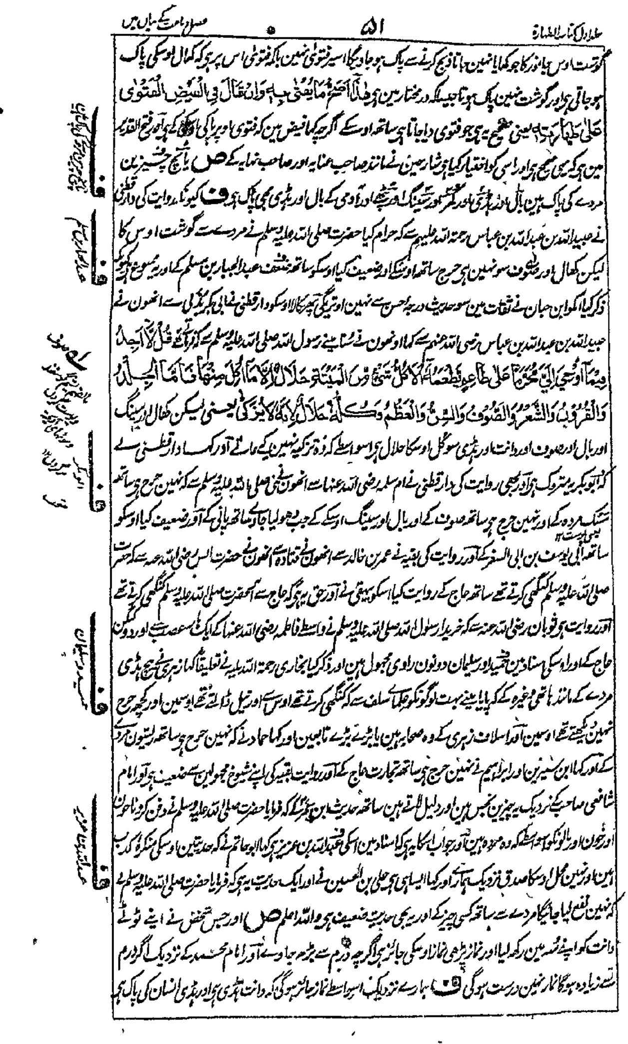
تو اگر وضو کیا اوپر وضو کے بغیر نیت کے پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر وضو کیا وضو پر نیت سے تو بھی پانی مستعمل ہو جاویگا اور
محمد صاحب کے نزدیک فقط نیت عبادت سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط دفع حدث سے مگر دفع حدث تو ہوتا ہے
اور وضو میں اونکے نزدیک نیت فرض ہے تو اب دفع حدث بھی بغیر نیت کے ہوگا دوسرا اختلاف یہ ہے کہ کسوقت میں مستعمل ہوتا ہے
تو ہدایہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب گرا عضو سے مستعمل ہو گیا اور جامع صغیر میں ہے کہ جب گرا اور ایک مقام پر تھم گیا مستعمل
تیسرا اختلاف اسمیں یہ ہے کہ اوسکا حکم کیا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے یعنی اگر زیادہ ایک درم سے کپڑے یا بدن
میں بھر جائیگا نماز نہ ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نجس خفیف ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہے مگر پاک نہیں کرتا نجس کو

ف اسی کو در مختار مین اختیار کیا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے مشایخ عراق نے اور محیط مین ہے کہ یہی مشہور ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ سے پس تو اوس سے وضو اوس سے جائز ہوگا کیونکہ یہ پاک نہین کرتا اگرچہ خود پاک ہے اور صاحب ہدایہ اسکے نجس ہونے پر دلیل لائے ہیں اس
حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ پیشاب کرے ایک تم مین کا اوس پانی مین جو جاری نہین اور نہ غسل کرے اوسمین
جنابت سے اور اس حدیث کا پایا گیا اور اوس سے حجت پکڑنا ضعیف ہے کیونکہ اسمین یہ بات نکلتی ہے کہ غسل جنابت سے پانی مین جنابت
سمین اثر رہ گیا ہے تجربہ بھی تو پانی مستعمل کے نجس ہو جانے پر کچھ دلالت نہین واللہ اعلم ص امام مالک امام شافعی رحمہم اللہ کا قول قدیم مین پاک
ہے اور پاک کرتا بھی ہے اور ہم کہتے ہین کہ اگر پاک ہوا اور پاک کرے بھی تو جائز ہوگا سفر مین وضو اوس سے پیا اور اسکا کوئی قائل نہین ہوا

فصل دباغت کے بیان مین

ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے مگر سور اور آدمی کی ف دباغت کے معنی آگے بیان ہوینگے تو کتے کی بھی کھال پاک
ہو جاویگی کیونکہ وہ بھی ماسوا ان دونون مین داخل ہے اور صاحب ہدایہ نے اسکی دلیل یہ بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو کھال کہ دباغت کیجاوے سو پاک ہو جاویگی اور اسمین کتا داخل ہے اور سور اسواسطے پاک نہین ہوتا کہ وہ نجس العین ہے بخلاف کتے کے
کیونکہ اوس سے شکار کیا جاتا ہے اور نگہبانی کرائی جاتی ہے اور اس حدیث کو روایت کیا ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اور صحیح کیا اسکو عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا مسلم وغیرہ نے اس حدیث کو ان لفظون سے اِذَا دُبِغَ الْاِهَابُ فَقَدْ طَہُرَ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک کتے کی کھال دباغت سے پاک نہین ہوتی اور اس جگہ پر شیعہ اعتراض کرتے ہین حنفیون پر کہ وہ کتے کی کھال کو کہتے ہین کہ دباغت سے
پاک ہو جاتی ہے اور جواب اسکا تحفہ اثنا عشریہ کے عہد دوم مین مذکور ہے علاوہ اسکے مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہُ مین جو اونکے مذہب کی کتاب ہے
ایک روایت مرقوم ہے کہ اگر کھال سور سے ایک ڈول بناوین اور اوس ڈول سے پانی کھینچین وضو اوس پانی سے جائز ہے تو اب دیکھنا چاہیے کہ سور کی
کھال زیادہ نجس ہے یا کتے کی اور آدمی کی کھال پاک نہین ہوتی بسبب حرمت اوسکی کے ایسا ہی ہدایہ مین ہے کہا شیخ ابن الہمام رضی اللہ عنہ نے
کہ شامیہ مین ہے کہ جب دباغت کیجاوے کھال آدمی کی پاک ہو جاویگی لیکن نفع لینا اوس سے جائز نہین اور حق میرے نزدیک یہی ہے کیونکہ کرامت
اور حرمت کو ناپاک ہونے مین کیا دخل ہے البتہ انتفاع مین ہے تو استعمال اوس سے جائز ہوگا اور مردہ جانور کی کھال بھی ہمارے نزدیک پاک
ہو جاویگی دباغت سے کیونکہ روایت کی ابو داود نے ساتھ سند صحیح کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اونھون نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے
ہدیہ کی گئی واسطے ایک لونڈی آزاد ہماری کے ایک بکری صدقے سے سو وہ مرگئی تو گذرے اوسپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا کیون دباغت کر لیا تمنے
کھال اوسکی کو سو کہا اونھون نے کہ اے رسول اللہ علیک الصلوۃ والسلام وہ مردہ ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہی حرام کیا گیا ہے کھانا اوسکا
یعنی مردے کا کھانا حرام ہے نہ دباغت کرنا اور بھی روایت کی ابو داود نے ساتھ سند صحیح کے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا یہ کہ فایدہ لیا جاوے ساتھ کھالون مردے کے جب دباغت کیجاوین اور روایت کی ہے ابو داود نے سلمہ
ابن المحبق سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دباغت کرنا مردے کا پاک کرنا ہے اوسکو اور بھی روایت کی ہے عالیہ بنت سبیع رضی اللہ عنہا
سے اسی باب مین اور روایت کی دارقطنی نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اونھون نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فایدہ لو ساتھ
کھالون مردے کے جب دباغت کیجاوین مٹی ہو یا ریت یا راکھ یا پانی اور اسناد مین اس حدیث کی معروف بن حسان کمزور ہے
اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھال مردے کی دباغت سے پاک نہ ہوویگی کیونکہ روایت کی ابو داود اور ترمذی رحمہما اللہ نے

اوسکا کہ حسن ہے اور ابن ماجہ اور نسائی نے عبداللہ بن عکیم سے کہ پڑھی گئی ہمپر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ زمین جہینہ
کے اور مین اسوقت جوان تھا یہ کہ نہ فائدہ اوٹھاؤ مردے سے ساتھ کھال اور پٹھے کے اور اس حدیث کی اسناد مین اضطراب ہے
اور اسیواسطے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قائل تھے پہلے ساتھ اوس حدیث کے پھر ترک کیا اوسکو بسبب اضطراب اسناد اوسکی کے اور دوسرے
یہ کہ بعضون نے کہا ہے اور یہی سے بیہقی بھی ہین کہ صحبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہین ہے واسطے عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کے اور یہ حدیث
مرسل ہے اگر کوئی کہے کہ روایت کیا اسکو ابوداود نے حالانکہ رضی اللہ عنہ سے اونھون نے حکم بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ آئے اور لوگ ساتھ اونکے
طرف عبداللہ بن عکیم کے کہا حکم نے کہ وہ داخل ہوئے اور بیٹھا مین اوپر دروازے کے سو نکلے میری طرف اور خبر دی مجکو عبداللہ بن عکیم
نے خبر دی اونکو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا طرف جہینہ کے قبل موت اپنی کے ایک مہینے یہ کہ نہ نفع لو مردے سے ساتھ
کھال اور پٹھے کے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ جسے حکم بن عتبہ نے سنا وہ لوگ مجہول ہین ماسوا اسکے عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کو
بعض لوگون نے تابعی کہا ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ
الْمَيْتَةِ بِاِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ تو اہاب کھال کو قبل دباغت کے کہتے ہین اور بعد دباغت کے عربی مین اوسکو شن یا
قربہ بولتے ہین جیسا کہ سنن ابوداود مین ہے قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ يُسَمّٰى اِهَابًا مَا لَمْ يُدْبَغْ فَاِذَا دُبِغَ لَا يُقَالُ لَهٗ اِهَابٌ
اِنَّمَا يُسَمّٰى شَنًّا وَّقِرْبَةً یعنی کہا نضر بن شمیل نے کہ اہاب جب تک کھال کی دباغت نہیں ہوتی کہتے ہین اور بعد
دباغت کے اوسکو شن اور قربہ کہتے ہین انتہی اگر کوئی کہے کہ روایت کیا طبرانی نے اوسط مین اس حدیث کو اس لفظ سے
كُنْتُ رَخَّصْتُ لَكُمْ فِيْ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ فَلَا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِجِلْدٍ وَّلَا عَصَبٍ یعنی مینے رخصت دی تھی
تمکو بیچ کھالون مردے کے سو منع اوٹھاؤ ساتھ کھال اور پٹھے کے اور اوسمین تو لفظ اہاب کا نہیں تو جواب اوسکا یہ ہے کہ سند مین
اس حدیث کی فضالہ بن مفضل ضعیف ہے اور زہری کا مذہب یہ ہے کہ دباغت کی بھی کچھ حاجت نہین بلکہ قبل دباغت کے بھی فائدہ اوٹھانا
اوس سے درست ہے اور یہ مذہب مخالف احادیث صحیح کے ہے کیونکہ حدیثون مین دباغت کی قید واسطے طہارت کے لگی ہے واللہ اعلم بالصواب
والیہ المرجع والمآب ص اور دباغت کہتے ہین نجاست دور کرنے کو کھال سے تو اگر دوائیون سے ہو مانند قرظ اور نمک اور سوا اوسکے کے تو ایسی
دباغت مین کھال پاک ہو جاویگی اور پھر کبھی اوسمین نجاست نہین آتی اور اگر خاک یا آفتاب سے ہو تو اوس صورت مین جبتک کھال
سوکھی رہتی ہے پاک رہتی ہے اور پھر اگر اوسکو پانی لگ جاوے تو اوسمین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتین ہین ایک روایت مین نجس ہو جاتی
ہے اور دوسری روایت مین نجس نہین ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر ایسی آفتاب سے سوکھی ہے کہ اوسکے چھوڑ دینے سے سڑ جاویگی تو
پھر نجاست اوسکی نہ لوٹے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کھال مردے کی اگر سوکھ جاوے اور پھر پڑے پانی مین نجس ہو گی
اور نافہ مشک کا اگر کوئی اوسکو لیے نماز پڑھتا ہو تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور وہ پاک ہے تر ہو یا خشک وہ جانور ذبح کیا ہوا ہو یا نہو
ف در مختار مین اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے ص جسکی کھال دباغت سے پاک ہوتی ہے اوسکی کھال بھی اور گوشت
ذبح سے پاک ہوتا ہے خواہ مسلمان ذبح کرے یا اہل کتاب ف جیسے یہود اور نصاری تو مشرک کا ذبح کیا ہوا پاک نہو گا
ص مگر قصداً اللہ کے نام کو چھوڑے ف اور اگر بھول سے چھوڑ دیویگا تو پاک ہو جاویگا ص اگرچہ گوشت اوسکا
کھانا ابھی حرام ہے اور جسکی کھال دباغت سے پاک نہین ہوتی ذبح سے بھی پاک نہیں ہوتی ف یہ جو کہا ہے کہ



گوشت اوس جانور کا جو کھایا نہین جاتا ذبح کرنے سے پاک ہو جاویگا اسپر فتوی نہین بلکہ فتوی اس پر ہے کہ کھال اوسکی پاک ہو جاتی ہے اور گوشت نہین پاک ہوتا جیسا کہ در مختار مین ہے فَلَا اَصَحُّ مَا یُفْتٰی بِہٖ وَاِنْ قَالَ فِی الْفَیْضِ اَلْفَتْوٰی عَلٰی طَہَارَتِہٖ یعنی صحیح یہی ہے جو فتوی دیا جاتا ہے ساتھ اوسکے اگرچہ کہا فیض مین کہ فتوی اوپر پاکی اوسکی کے ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے شارحین نے مانند صاحب عنایہ اور صاحب نہایہ کے ص پانچ چیزین مردے کی پاک ہین بال اور ہڈی اور عصب اور کھر اور سینگ اور پٹھے اور آدمی کے بال اور ہڈی بھی پاک ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہم سے کہ حرام کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردے سے گوشت اوس کا لیکن کھال اور بال اور صوف سو نہین ہے حرج ساتھ اوسکے اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ ضعف عبد الجبار بن مسلم کے اور یہ ممنوع ہے کیونکہ ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین سو حدیث درجہ حسن سے نہین اوترےگی پھر نکالا اوسکو دارقطنی نے ابی بکر ہذلی سے انھون نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے کہا اونھون نے سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗٓ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِّنَ الْمَیْتَۃِ حَلَالٌ اِلَّا مَا اُکِلَ مِنْہَا فَاَمَّا الْجِلْدُ وَالْقَرْنُ وَالشَّعْرُ وَالصُّوْفُ وَالسِّنُّ وَالْعَظْمُ وَکُلُّہٗ حَلَالٌ لِاَنَّہٗ لَا یُذَکّٰی یعنی لیکن کھال اور سینگ اور بال اور صوف اور دانت اور ہڈی سو کل اوسکا حلال ہے اسواسطے کہ وہ تزکیہ نہین کیے جاتے اور کہا دارقطنی نے کہ ابوبکر یہ متروک ہے اور بھی روایت کی دارقطنی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہین حرج ہے ساتھ مسک مردہ کے اور نہین حرج ہے ساتھ صوف کے اور بال اور سینگ اوسکے کے جب دھو لیا جاوے ساتھ پانی کے اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ ابی یوسف بن ابی السفر کے اور روایت کی بقیہ نے عمر بن خالد سے انھون نے قتادہ سے انھون نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرتے تھے ساتھ عاج کے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور حق یہ ہے کہ عاج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرتے تھے اور روایت ہے ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ خریدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک ہار عصب کا اور دو کنگن عاج کے اور اوسکی اسناد مین حمید اور سلیمان دونون راوی مجہول ہین اور ذکر کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقاً کہا زہری نے بیچ ہڈی مردے کے مانند ہاتھی وغیرہ کے کہ پایا مینے بہت لوگونکو علمائے سلف سے کہ کنگھی کرتے تھے اوس سے اور تیل ڈالتے تھے اوسمین اور کچھ حرج نہین دیکھتے تھے اوسمین اور اسلاف زہری کے وہ صحابہ ہین یا بڑے بڑے تابعین اور کہا حماد نے کہ نہین حرج ہے ساتھ ریشون مردے کے اور کہا ابن سیرین اور ابراہیم نے نہین حرج ہے ساتھ تجارت عاج کے اور روایت بقیہ کی اپنے شیوخ مجہولین سے ضعیف ہے اور امام شافعی صاحب کے نزدیک یہ چیزین نجس ہین اور دلیل لاتے ہین ساتھ حدیث ابن عمر کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کرو ناخون اور خون اور بالونکو اسواسطے کہ وہ مردہ ہین اور جواب اسکا یہ ہے کہ اسناد مین اسکی عبد اللہ بن عمر بن عزیز ہے کہا ابوحاتم نے کہ حدیثین اوسکی منکرہ کذب ہین اور نہین محل اوسکا صدق نزدیک ہمارے اور کہا ایسا ہی ہے علی بن الحسین نے اور ایک حدیث یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین نفع لیا جائیگا مردے سے ساتھ کسی چیز کے اور یہ بھی حدیث ضعیف ہے واللہ اعلم ص اور جس شخص نے اپنے ٹوٹے دانت کو اپنے منہ مین رکھ لیا اور نماز پڑھی نماز اوسکی جائز ہے اگرچہ درم سے بڑھ جاوے اور امام محمد کے نزدیک اگر درم سے زیادہ ہوگا نماز نہین درست ہوگی ف ہمارے نزدیک اسواسطے نماز جائز ہوگی کہ دانت ہڈی ہے اور ہڈی انسان کی پاک ہے

فصل کنوین کے بیان مین

ف جاننا چاہیے کہ مسائل کنوین کے مبنی ہین اتباع آثار تابعین اور صحابہ پر اور حدیثین صریح ہر مسئلے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین آئین اور قیاس کو بھی اسمین کچھ دخل نہین تو اب جو بعض جہلا اعتراض کرتے ہین حنفیون پر کہ صاحب بس ڈول ہوا کر دے نکالا تو کیا ہوا کیونکہ پانی بھی نجس ہی اور سکا اوس بھی دسمین باقی ہی دفع ہوگیا اسواسطے کہ اس امر مین تابعداری اقوال صحابہ اور تابعین کی ہی تو وہ جو کہتے ہین کہ کیا کنوین کے پانی سے ملائی یا وتار لاتے ہین بے ادبی ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اور تابعین رضی اللہ عنہم سے کیونکہ ہر مسئلہ ایسا نہین کہ اوسمین قیاس کو دخل ہو مثلاً قہقہہ کرنے سے وضو ٹوٹ جانا اسمین قیاس کو دخل نہین بلکہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہی اوسی طرح رکھا گیا اور امام شافعی صاحب کے نزدیک جو کنوین مین کیسی ہی نجاست پڑے پانی پاک رہیگا کیونکہ جب پانی دو قلے برابر ہو نہین نجس کرتا اوسکو کچھ یہ اونکا مذہب ہی جیسا کہ اوپر بیان اوسکا تفصیل سے گذرا

ص اگر کنوین مین نجاست پڑے یا کوئی حیوان مرجاوے اور پھول یا پھٹ جاوے یا آدمی یا بکری یا کتا مرجاوے تو سب پانی اوسکا کھینچ نکالا جاویگا اگر ممکن ہو **ف** مطلب اسکا یہ ہی کہ کوئی حیوان اگر پھول یا پھٹ جاوے تو سب پانی کھینچنا واجب ہوگا اور اگر نہ پھولے اور مرجاوے تو اگر آدمی ہی یا کتا یا بکری یا جو چیزین جثے مین اونکے برابر ہین تو بھی سب پانی کھینچا جاویگا دلیل اس بات کی کہ نجاست گرنے سے سارا پانی کھینچا جاویگا یہ ہی کہ روایت کی ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف مین خالد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ پوچھے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اوس جو پیشاب کرے کنوین مین کہا کہ پانی اوسکا کھینچا جاویگا اور دلیل اسکی کہ اگر حیوان پھول یا پھٹ جاوے یہ ہی کہ اوس صورت مین نجاست جم اوسکے چیٹ مین ہی سب کنوین مین پھیل جاویگی اور اسمین چھوٹا اور بڑا جانور سب برابر ہی اور دلیل اسکی کہ اگر آدمی مرجاوے تو سارا پانی نکالا جاوے یہ ہی کہ روایت کی دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے تحقیق کہ ایک حبشی گر اکنوین مین زمزم کے پس مر گیا سو حکم کیا ساتھ اوسکے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تو وہ نکالا گیا اور حکم کیا کہ کھینچا جاوے پانی اوسکا کہا کہ پس غلبہ کیا اونکو ایک چشمے نے کہ آیا رکن کی طرف سے تو بند کیا گیا لوہے کے گرزون وغیرہ سے یہانتک کہ کھینچ ڈالا اوسکا پانی سو جب کھینچ چکے اوسکو جاری ہوگیا وہ چشمہ اونکے اوپر اور یہ حدیث منقطع ہی محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نہین سنا اور نہ دیکھا اونکو اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے ہشیم سے اوسنے منصور سے اوسنے عطا سے اور یہ سند صحیح ہی اور روایت کیا اسکو طحاوی نے صالح بن عبد الرحمن سے **نا** سعید ابن منصور **ثنا** ہشیم عن منصور عن عطاء ان حبشیا وقع فی زمزم فمات فامر عبد اللہ بن الزبیر فنزح ماؤها فجعل الماء لا ینقطع فنظر فاذا هی عین تجری من قبل الحجر الاسود فقال ابن الزبیر حسبکم وهذا ایضا صحیح باعتراف الشیخ به فی الامام یعنی کہا عطا نے کہ ایک حبشی گر پڑا بیچ زمزم کے سو مرگیا تو حکم کیا عبد اللہ بن الزبیر نے سو کھینچا گیا پانی اوسکا تو پانی ایسا ہوگیا کہ ٹوٹتا ہی نتھا سو نظر کیا گیا تو یکایک ایک چشمہ ہی کہ جاری ہی حجر اسود کیطرف سے تو کہا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہ بس کافی ہی تمکو اور یہ بھی صحیح ہی ساتھ اقرار شیخ تقی الدین بن دقیق العید کے امام مین ایسا ہی ہی فتح القدیر مین اور وہ جو سفیان بن عیینہ نے کہا ہی کہ مین مکہ مین ستر برس سے ہون نہ دیکھا مینے کسی بڑے چھوٹے کو کہ پہچانتا ہو حدیث زنجی کی کہ وہ گرا تھا زمزم مین تو اوسکا جواب یہ ہی کہ سفیان بن عیینہ کا نہ دیکھنا کچھ دلیل دین خدا مین نہین ہوسکتی ہی باوجود اسکے کہ جب سند صحیح سے ثابت ہو اور دلیل اس بات کی کہ جب بکری مرجاوے تو سارا

پانی نکالا جاویگا اور یہی صحیح ہی اور اگر گدھے اور بکری کا پیشاب نجس ہی امام ابی یوسف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک کیونکہ حضرت نے فرمایا کہ بچو تم پیشاب سے اور یہ مطلق ہی شامل ہر جانور کے پیشاب کو اور اس حدیث کو روایت کیا حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور کہا کہ اوپر شرط بخاری و مسلم کے ہی اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے انس رضی اللہ عنہ سے اور یہی روایت کیا اسکو بزار نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشاب اون جانوروں کا جنکا گوشت کھایا جاتا ہی پاک ہی اور دلیل اونکی یہ حدیث ہی کہ روایت کی بخاری و مسلم نے کہ آئی ایک قوم عرینین سے مدینے مین حضرت پاس تو اونکے پیٹ بڑھ گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ باہر نکلین اور صدقے کے اونٹون کا دودھ اور موت پیین آخر حدیث تک اور جواب اسکا یہ ہی کہ یہ حکم اول اسلام مین تھا اور یہ حدیث منسوخ ہی ساتھ اوس حدیث کے کہ جسکو حاکم نے روایت کیا ہی واللہ اعلم بالصواب اور دوا مین موت اون جانوروں کا جو حلال ہین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیماری مین بھی جائز نہین اور دلیل اونکی یہی حدیث ہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین رکھی گئی شفا تمھاری اوس چیز مین جو حرام کی گئی تمھارے اوپر اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہی پینا اوسکا بے عذر کے بھی کیونکہ وہ اونکے نزدیک پاک ہی اور احتیاط اسمین ہی کہ اوسکو حتی الامکان نہ پیے اور امام ابی یوسف کے نزدیک حلال ہی واسطے دوا کے اگر اور دوا پاک موجود نہو اور یہی قول صواب ہی اور تاویل اوس حدیث کی جس سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دلیل لاتے ہین یہ ہی کہ حضرت نے شفا اونکی پیشاب سے اونٹون کے وحی سے پہچانی ہوگی واللہ اعلم بالصواب ص اور اگر ممکن نہو سوت تو دو آدمی عادل جنکو پانی مین پہچان ہو معین کردین اور جتنا پانی بتاوین کھینچ ڈالا جاوے اور امام محمد کے نزدیک دو سو ڈول یا تین سو کھینچین ف اور زاد مین ہی کہ اگر ایک آدمی صاحب بصارت ہو تو بھی کافی ہو جاویگا اور روایت ہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ سونپا جاویگا رائے مبتلیٰ بہ پر اور ایک روایت مین اونسے سو ڈول کھینچنا چاہیے اور روایت ہی امام ابی یوسف سے کہ ایک گڑھا بقدر کنوئین کے کھودین سوا اوسمین پانی بھرین جب وہ بھر جاوے تو پھر نہ کھینچین ایسا ہی ہی زاہدی مین اور امام محمد کے نزدیک تین سو ڈول نکالے جاوین اور انکی پر فتویٰ ہی جیسا کہ بیچ نصاب کے ہی ص اور اگر کبوتر کے مثل یا مرغی کے مرجاوے چالیس ڈول سے ساٹھ تک کھینچین ف کیونکہ روایت ہی ابی سعید رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھون نے بیچ مرغی کے کہ جب مرجاوے کنوئین مین کھینچے جاوین اوس سے چالیس ڈول ایسا ہی ہدایہ مین اور یہ حدیث مجکو نہین ملی کہ کسنے اسکو روایت کیا ہی لیکن روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین حماد بن سلیمان سے کہ کہا انھون نے بیچ مرغی کے کہ پڑے کنوئین مین اور مرجاوے نکالے جاوین اوس سے چالیس ڈول یا پچاس پھر وضو کیا جاوے اوس سے اور بلی بھی مانند مرغی کے ہی اور خزانۃ المفتیین ہی کہ پچاس ڈول نکالے جاوینگے جیسے کہ روایت کی ہی حماد بن سلیمان سے اور بھی روایت کی شعبی سے کہ کہا انھون نے بیچ پرندے اور بلی کے اور مانند انکے مین کہ نکالے جاوینگے چالیس ڈول اور اسناد اسکی صحیح ہی کہا اسکو امام مین اور روایت کی اونھین سے کہ نکالے جاوینگے ستر ڈول اور روایت کی عبداللہ بن سبرہ سے انھون نے شعبی سے کہا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پوچھا شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ مرغی کنوئیں میں گرکر مرجاوے کہا کہ نکالے جاوینگے اوس سے ستر ڈول اور روایت کی ابراہیم نخعی سے کہ کنوئین میں اگر بلی جاوے پھر پانی اور مرجاوے کہا کہ نکالے جاوینگے چالیس ڈول واللہ اعلم ص اور اگر مانند چوہا یا چوہے کے مرا ہے بیس ڈول سے تیس ڈول تک کھینچے جاوینگے ف کیونکہ روایت ہی انس سے کہ کہا انھون نے بیچ چوہے کے کہ مرجاوے کنوئین مین اور نکالا جاوے اوسی وقت نکالے جاوینگے اوس سے بیس ڈول ایسا ہی ہی ہدایہ مین اور یہ حدیث مجھے نہین پائی اور روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیچ کنوئیں کے کہ مر جاوے اوسمیں چوہا کھینچا جاویگا پانی اوسکا اور بھی روایت کی اوسے اِذَا سَقَطَتِ الْفَأْرَةُ
اَوِالدَّآبَّةُ فِی الْبِئْرِ فَانْزَحْهَا حَتّٰی یَغْلِبَكَ الْمَاءُ یعنی جب پڑ جاوے چوہا یا جانور چارپایہ سو کھینچ پانی اوسکا یہانتک کہ
مغلوب کرے تجکو پانی اور روایت کی ابراہیم نخعی سے کہ اگر چوہا گرے نکالے جاویں اوسمیں سے قدر چالیس ڈول کے اور شعبی اور حماد
اور ابراہیم یہ سب تابعین مین سے ہیں **ص** اور ڈول اوسط کے ہوں **ف** یعنی بیچ کے درجے کے بڑے نہ چھوٹے اور
بیچ کے درجے کا ڈول اوسے کہتے ہین جو مستعمل ہو ہر شہر مین اور روایت کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ڈول ایسا ہو جسمیں
ایک صاع پانی آتا ہو یعنی پونے دو سیر یا دو سیر بحساب وزن ہندوستان کے اور اگر بڑا ڈول ہو تو حساب کرکے برابر کرین اور اگر
ڈول چھوٹا ہو تو کنوئیں سے نکلنے تک اگر آدھا پانی بہ جاتا ہے تو درست نہو گا اور اگر آدھے سے کم گرتا ہے تو جائز ہوگا جیسا کہ بیچ زاہدی
کے ہے کذا فی جامع الرموز **ص** اگر کنوئیں سے نجاست نکلی یا حیوان مرا ہوا نکلا اور پھولا پھٹا نہیں ہے اور معلوم نہیں
کہ کس وقت گرا ہے امام صاحب کے نزدیک اوسکی نجاست کا حکم ایک دن ایک رات سے کرینگے اور اگر پھولا پھٹا ہے تو نجاست کا حکم تین دن
تین رات سے کیا جاویگا **ف** تو اول صورت مین ایک دن ایک رات کی نمازین پھر قضا کی جاوینگی اور دوسری صورت مین تین دن اور
تین رات تک کی کیجاوینگی اگر وہ شخص اوس پانی سے اتنے روزون سے وضو کرتا ہوگا اور اسی سے نماز پڑھی ہوگی **ص** امام محمد اور ابویوسف
کے نزدیک جس وقت سے کہ وہ جانور یا وہ نجاست معلوم ہووے اوسی وقت سے حکم نجاست کا کرینگے جھوٹھا آدمی اور گھوڑے اور جس جانور کا
گوشت حلال ہے پاک ہے اور جھوٹھا کتے اور سور اور درندوں کا نجس ہے **ف** لیکن جھوٹھا کتے کا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بیچ کتے کے کہ اگر منہ ڈالے برتن مین دھویا جاوے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات بار روایت کیا اسکو دارقطنی نے ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے اور کہا کہ منفرد ہوا ساتھ اس حدیث کے عبدالوہاب [illegible] اسمعیل سے اور وہ متروک ہے اور سوا عبدالوہاب کے روایت
کرتے ہیں اسمعیل سے سات بار دھونے کو مین کہتا ہون کہ صحیحین وغیرہ مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سات بار دھونا روایت کیا گیا ہے
اور تین بار کا دھونا منکر ہے اور خلاف روایت ثقات کے ہے اور روایت کی دارقطنی نے ساتھ سند صحیح کے عطا سے نقل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
کا کہ جب کتا منہ ڈالتا تھا برتن مین پانی بہا دیتے تھے اوسکا پھر دھوتے تھے اوسکو تین بار اور روایت کیا ابن عدی نے کامل
میں اس حدیث کو اور اسناد مین اوسکی حسین بن علی کرابیسی ہے کہا ابن عدی نے کہ مین پاتا ہون نہیں واسطے کرابیسی کے کوئی
حدیث منکر سوا اسکے اور نہین دیکھتا ہون مین کچھ حرج ساتھ اوسکے حدیث مین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کے منہ
ڈالنے سے سات بار دھویا جاویگا کیونکہ روایت ہے صحیحین اور جامع ترمذی وغیرہم مین حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب منہ ڈالے کتا برتن تمہارے مین تو دھوؤ اوسکو سات بار اور احتیاط اسمین ہے کہ سات بار دھووے اور امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہرگاہ مختلف ہوئین حدیثین رجوع کیا ہے طرف اور نجاست کے تو دیکھا کہ تین بار دھونا اونسے واجب ہے تو حکم کیا اسمین بھی
ہے ایسا ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور جھوٹھا سور کا اسواسطے نجس ہے کہ وہ نجس عین ہے اور جھوٹھا درندونکا اسواسطے کہ گوشت اونکا
نجس ہے اور اوسی سے لعاب دہن پیدا ہوتا ہے کذا فی الہدایہ **ص** اور جھوٹھا بلی اور اوس مرغی کا جو چھوٹی پھرتی ہے اور پرندوں شکاری
اور حشرات الارض کا مکروہ ہے **ف** لیکن پاک ہے بلی کا جھوٹھا اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جھوٹھا مکروہ نہین
کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلی کا جھوٹھا کھایا اور کہا کہ وہ نجس نہیں اور وہ پھرنے والوں میں سے ہے اوپر تمہارے اور تحقیق

عبدالوہاب

حسین بن علی کرابیسی

دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کرتے تھے ساتھ جھوٹے اوسکے کے روایت کیا اسکو ابو داود نے اور دلیل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلسِّنَّوْرُ سَبُعٌ یعنی بلی درندہ ہے اور درندونکا جھوٹا مکروہ ہے روایت کیا اسکو حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور صحیح کیا اسکو اور روایت کیا اسکو دار قطنی نے ساتھ ایک قصے کے اور دونون سندون مین عیسیٰ بن مسیب ہے صحیح کیا اسکو حاکم نے بسبب توثیق اوسکی کے اور ایک روایت مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَإِذَا وَلَغَ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً یعنی جب منہ ڈالے بلی تو دھویا جاوے ایکبار اَخْرَجَهُ اَبُوْ دَاوُدَ روایت کیا اسکو ابو داود نے اور مرغی چھوٹی ہوئی کا جھوٹا اس واسطے مکروہ ہے کہ وہ مخالطت کرتی ہے نجاست سے اور اگر چھوٹی نہو بلکہ قید مین ہو اور چونچ اوسکی اوسکے قدم کے نیچے تک نہین پہونچتی ہے تو جھوٹا اوسکا مکروہ نہین اور حشرات الارض او سے مین کہتے ہین جو زمین مین رہتے ہین جیسے چوہا اور نیولا اور چھچھوندر وغیرہ اور جھوٹا انکا اسواسطے مکروہ ہے کہ گوشت انکا حرام ہے تو نجاست بسبب پھرنے رہنے کے جاتی رہی کیونکہ اوسمین حرج لازم آتا ہے اور کراہیت باقی رہی اور حکم انکا یہ ہے کہ جائز ہے استعمال انکا باوجود اچھے پانی ہونے کے لیکن مع کراہت کے جیسا کہ قاضی خان نے لکھا ہے **ص** اور جھوٹا گدھے اور خچر کا مشکوک یعنی اوسمین شک ہے کہ پاک ہے یا نجس تو اگر سوا مشکوک پانی کے اور پانی نپاوے تو وضو اور تیمم دونوں کرے اور جو مکروہ پانی ہے اوس سے فقط وضو کرے اور پسینا بھی مانند جھوٹے کے ہے **ف** جسکا جھوٹا پاک ہے اوسکا پسینا بھی پاک ہے اور جسکا جھوٹا ناپاک ہے اوسکا پسینا بھی ناپاک ہے **ص** اگر سوا نبیذ تمر یعنی چھوہارے کے پانی کے پانی نملا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو اوس سے کرے اور تیمم نکرے **ف** کیونکہ روایت کی امام احمد اور ترمذی اور ابو داود اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ابی زید سے انھون نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ الجن کو کہ تمہاری چھاگل مین کیا ہے ابن مسعود نے کہا کہ نبیذ ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرما پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے سو وضو کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے اور یہ قول روایت احمد اور ترمذی مین ہے اور سیوطی اس حدیث کو عبدالرزاق اور بیہقی سے بھی لائے ہین اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف مین اور ترمذی نے ضعیف کیا اس حدیث کو اور کہا کہ ابو زید ایک مرد ہے مجہول نہین پہچانتا ہون مین اوسکو اس حدیث کے سوا مین اور میزان الاعتدال مین بھی یہی ہے کہ بخاری نے بھی اوسکی تضعیف کی اور کہا کہ ابو فزارہ کہ راوی اس حدیث کا ہے ابو زید سے وہ بھی مجہول ہے اور امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وضو اوس سے جائز نہین بلکہ تیمم کرے اور وہ یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا ہے فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوا الآيَة یعنی اگر نپاؤ تم پانی تو تم تیمم کرو آخر آیت تک اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ وضو اور تیمم دونون کرے اور روایت کی دار قطنی نے ابن عباس سے کہ کہا انھون نے وضو ساتھ نبیذ کے وضو اوسکا ہے جو پانی نپاوے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت علی اور ابن مسعود سے اور روایت کی ابو داود نے اور مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نتھا مین ساتھ حضرت کے لیلۃ الجن مین اور ہدایہ مین جواب اسکا لکھا ہے فَلَمَّا لَيْلَةُ الْجِنِّ كَانَتْ مُتَعَدِّدَةً یعنی لیلۃ الجن متعدد تھین اور دوسرا جواب اوسکا یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے کہ وہ ساتھ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ الجن کو اور روایت کی ان تابعین نے اوسنے اِنَّهٗ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ اور روایت کیا ابو نعیم نے حلیے مین ایک قصہ کہ اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ الجن مین اور ابو زید کے مجہول ہونے کا

یہ جواب ہی کہ کہا قاضی ابوبکر بن العربی نے شرح ترمذی میں کہ ابو زید مجہول ہی عمرو بن حریث روایت کی اوس سے راشد بن کیسان عبسی کوفی نے اور ابو روق نے تو اس سے جہالت جاتی رہی اور ابو مرادہ کے مجہول ہونے کا جواب یہ ہی کہ کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے کہ تجہیل ابو فزارہ میں نظر ہی کیونکہ روایت کیا ہی اوس سے اس حدیث کو ایک جماعت نے اہل علم سے مثل سفیان اور شریک اور جراح بن ملیح اور اسرائیل اور قیس بن الربیع اور ابن عدی نے کہا ابو فزارہ راوی ہی اس حدیث کا مشہور ہی اور نام اوسکا راشد بن کیسان ہی اور ایسا ہی کہا دارقطنی نے اور وہ جو بعض علمانے یہ قول شیخ تقی الدین سبکی کا ٹھہرایا ہو غلط ہی کیونکہ ابن الہمام نے یہ کہا ہی وَقَالَ الشَّیْخُ تَقِیُّ الدِّیْنِ فِی الْاِمَامِ یعنی کہا شیخ تقی الدین نے امام میں اور امام کتاب ہی شیخ تقی الدین بن دقیق العید کی نہ سبکی کی اور قاضی خان نے رجوع امام اعظم کا اس قول سے لکھا ہی اور شیعہ جو اس جگہ طعن کرتے ہین امام ابو حنیفہ پر بیجا ہی کیونکہ ذخیرہ کتاب مین جو معتبرہ العقیہ مین لکھا ہی لَا بَأْسَ بِالتَّوَضِّیْ بِالنَّبِیْذِ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَضَّأَ یعنی نہین ہی حرج ساتھ وضو کرنے کے نبیذ سے اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہی اوس سے اور رد اوسکی نصیب سے کتب مناظرہ فریقین مین مذکور ہی اور روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے اور طریق سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اور سناد مین اوسکی ابن لہیعہ راوی ضعیف ہی اور ایسا ہی ابن لہیعہ اور روایت کی ابوداود نے عطا سے کہ انھون نے مکروہ رکھا وضو کو ساتھ دودھ اور نبیذ کے اور کہا کہ تیمم اچھا ہی نزدیک میرے اوس سے اور غسل امام ابوحنیفہ کے نزدیک نبیذ سے ایک روایت مین جائز ہی اور ایک روایت مین ناجائز ہی کیونکہ کہا ابو خلدہ رضی اللہ عنہ نے کہ پوچھا مینے ابو العالیہ سے اوس شخص سے کہ پہونچی اوسکو جنابت اور نہین پاس اوسکے پانی اور نزدیک اوسکے نبیذ ہی کیا وہ غسل کرے اوس سے کہا کہ نہین روایت کیا اوسکو ابوداود نے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ص امام ابو یوسف کے نزدیک تیمم کرے اور امام محمد کے نزدیک وضو اور تیمم دونون کرے اور یہ اختلاف اس پانی چھوارے مین ہی جو شیرین اور رقیق ہو بہتا ہو مانند پانی کے اور اگر سخت ہو جاوے اور نشہ دینے لگے کسیکے نزدیک اوس سے وضو جائز نہین

ص باب تیمم کے بیان مین

تیمم جائز ہی محدث یعنی بے وضو کو اور جنب اور حائض اور نفسا کو **ف** اور بعضون کا مذہب یہ ہی کہ جنب کو تیمم کرنا جائز نہین اور یہی قول ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لیکن اکثر لوگون کا قول یہ ہی کہ جائز ہی اور یہی مذہب حدیثون کے موافق ہی اللہ تعالی نے فرمایا اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یعنی یا جماع کرو تم ساتھ عورتون کے تو اس سے معلوم ہوا کہ جنب کو بھی تیمم جائز ہی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ لمس کے معنی جماع کے نہین لیتے اور وہ جو دلیل اسپر صاحب ہدایہ لاتے ہین کہ کچھ لوگ جنگل سے آئے طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو کہا کہ ہم رہتے ہین ریتون مین تین مہینے چار مہینے اور ہوتے ہیں ہم مین جنب اور حائض اور نفسا اور ہم نہین پاتے پانی کو سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر تمہارے ہی زمین پھر مارا ہاتھ اپنا اوپر زمین کے واسطے منہ اپنے کے ایک بار پھر مارا دوسری مرتبہ سو مسح کیا اوس سے اوپر دونوں ہاتھون اپنے کے کہنیوں تک روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اس حدیث کی مثنی بیٹے صباح کے ہین کہا احمد اور رازی نے کہ وہ کچھ نہین اور کہا نسائی نے کہ متروک ہی اور دلیل صحیح یہ ہی کہ روایت ہی جابر رضی اللہ عنہ سے کہ آیا ایک شخص طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہا کہ پہونچی مجکو جنابت سو تحقیق کہ مین لوٹا زمین مین تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تیمم

دو ضرب ہین ایک ضرب ہی واسطے منہ کے اور دوسرا واسطے دونون ہاتھون کے کہنیون تک روایت کیا اسکو حاکم نے اور کہا
کہ صحیح الاسناد ہی اور نہین اخراج کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور کہا دارقطنی نے رجالہ کلہم ثقات یعنی رجال اوسکے سب ثقہ
ہین اور جھگڑا کیا تھا عمار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی باب مین اور روایت عمرو بن العاص سے ایسی ہی جس سے
معلوم ہوتا ہی کہ جنب کو تیمم جائز ہی جیسا کہ آگے آویگا ص جب کہ پانی پر قادر نہوں یعنی اتنے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہوتو
اگر جنب غیر محدث نے موافق وضو کے پانی پایا نہ بقدر غسل کے تیمم کرے اور وضو اوس پر واجب نہوگا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
واجب ہوگا اور غسل کے لیے تیمم کرے لیکن اگر جنب کو حدث موجب وضو بھی ہو تو وضو واجب ہوگا سو تیمم واسطے جنابت کے ہی بالاتفاق اور جب
کہ نہ وضو کیواسطے اتنا پانی ہو کہ بعض اعضاء دھو سکتا ہی اور بعض نہین دھو سکتا تو اوسمین بھی خلاف ہی ہمارے نزدیک تیمم کرے اور امام
شافعی کے نزدیک بعض کو دھووے اور باقی کے لیے تیمم کرے اور قدرت نپاوین یہ لوگ پانی پر واسطے دور ہونے پانی کے ایک میل

ف برابر ہین کہ مسافر ہون یہ لوگ یا شہر کے باہر ہون ص اور میل تیسرا حصہ فرسخ کا ہوتا ہی اور بعضون کے نزدیک تین ہزار
پانسو گز کا ہوتا ہی چار ہزار گز تک ف کیونکہ روایت ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ چلے زمین اپنی سے بیچ جرف کے تو وقت
آیا عصر کا مربد نعم مین سو تیمم کیا اور مسح کیا منہ اپنے اور دونون ہاتھون کو اور نماز پڑھی عصر کی پھر داخل ہوئے مدینہ مین اور
آفتاب بلند تھا سو نہ لوٹایا نماز کو روایت کیا اسکو شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور جرف نام ایک مقام کا ہی اور مربد ایک میل پر ہی
مدینہ طیبہ سے ص یہ حکم ظاہر روایت کا ہی اور حسن کی روایت مین دو میل جانب توجہ مین دور ہووے تو تیمم جائز ہی اور ایک
میل جانب غیر توجہ مین ہووے کہ آنے جانے مین دو میل ہو جاوین تو اسصورت مین اگر جانب توجہ ایک میل ہوگی تیمم جائز نہوویگا اور
پہلی صورت کے سوا اور جائز ہوویگا ف اور مختار قول اول ہی ص یا واسطے بیماری کے وہ بیمار جسکو قدرت پانی کے استعمال کی
ہی یا قدرت ہی لیکن خوف زیادتی مرض کا ہی اوسکو تیمم جائز ہی اسلیے کہ ضرر زیادتی مرض کا زیادہ ہی ضرر زیادتی قیمت پانی سے اور
درصورت زیادتی قیمت پانی کے تیمم جائز ہی بالاتفاق اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تیمم جائز ہوویگا کہ خوف تلف نفس یا عضو کا ہووے
ف کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وان کنتم مرضی الآیۃ یعنی اگر ہو تم بیمار اخیر تک سو تیمم کرو مٹی پاک پر اور امام شافعی کا مذہب بالکل بعید ہی
ص اور اگر استعمال پانی کا سردی سے ضرر کرتا ہی یعنی بیمار کر دیگا یا جان یا کوئی عضو تلف کریگا تیمم جائز ہی ف اور جب ہی کہ باہر شہر کے ہووے اور اگر اندر
شہر کے ہو تو بھی یہی حکم ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تیمم نکرے ص اور تیمم جائز ہی دشمن کے خوف یا آگ یا درندہ وغیرہ سے اور بھی
جائز ہی پیاس کے خوف سے یعنی اگر پانی سے وضو کریگا تو پیاسا رہیگا یا پانی کسی نے فقط پینے کے واسطے مباح کیا ہی اور وضو یا غسل
کی اوس نے اجازت نہین دی تو اگر مسافر نے پانی پایا اور وہ جانتا ہی کہ یہ پانی فقط پینے کے واسطے رکھا گیا ہی تیمم اوسکو جائز
ہی مگر جب کہ پانی بہت ہو تو اوس سے معلوم ہوا کہ پینے اور وضو دونون کے واسطے ہی اور اگر پانی پایا اور وہ جانتا ہی کہ یہ پانی
وضو کے واسطے ہی تو پینا بھی اوسکا جائز ہی اور امام فضلی کے نزدیک اگر واسطے پینے کے ہی تو وضو جائز ہی اور اگر واسطے وضو
کے ہی پینا جائز نہین اور اسی طرح اگر ڈول یا رسی موجود نہو تو بھی تیمم جائز ہی ف اسواسطے ان صورتون مین تیمم جائز
ہی کہ قدرت پانی کے اوپر متحقق نہین ہوئی ص اور اگر نماز عید کی قضا ہونے کا خوف ہو درست ہی کہ تیمم کر کے نماز
شروع کرے اور یہ بالاتفاق ہی اور اگر نماز عید مین اوسکا وضو ٹوٹا اور جانتا ہی کہ اگر وضو کریگا نماز جاتی رہیگی تیمم سے بنا کرنا جائز ہی

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تیمم نکرے اور اگر تیمم سے شروع کی تھی اور تیمم سے نماز کی سب کے نزدیک جائز ہی اور اگر بیمار جنازے کی فوت ہونے کا خوف ہے تیمم جائز ہے **ف** باوجود اسکے کہ صحیح اور تندرست ہی اور پانی موجود ہو **ص** مگر ولی کو جائز نہیں **ف** یعنی اوس جنازے کا جو ولی ہو اوسکو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ لوگ اوسکا خود انتظار کرینگے **ص** اور اگر خوف فوت نماز جمعہ یا کسی ایک نماز کا پانچ نمازوں میں سے ہو تو تیمم جائز نہیں اور دو بار ہاتھ مارنا تیمم میں فرض ہے ایک تو واسطے مسح کرنے منہ کے اور دوسرے واسطے مسح کرنے دونوں ہاتھوں کے مع کہنیوں کے **ف** اور یہی ہی قول امام شافعی صاحب کا بھی اور امام احمد کے نزدیک ایک بار ہاتھوں کو مارے اور اوس سے مسح منہ اور ہاتھ کا ہتھیلیوں تک کرے دلیل ہمارے مذہب کی ایک تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر گذری اور دوسری دلیل حدیث عمار بن یاسر کی ہے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو سو مارا ہتھیلیوں اپنی کو اوپر مٹی کے اور جھاڑا مٹی سے کچھہ سو مسح کیا منہ اپنے کا ایک بار پھر مارا ہتھیلیوں اپنی کو مٹی پر سو مسح کیا ہاتھوں اپنے کو روایت کیا اسکو ابن ماجہ رحمۃ اللہ نے اور تیسری دلیل حدیث ابی ہریرہ کی ہے جو اوپر بروایت ابن الجوزی گذری اور سند اوسکی ضعیف ہی اور چوتھی دلیل حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک شخص گذرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گلی میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاخانے یا پیشاب سے نکلے تھے تو سلام کیا اوس شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نہ جواب دیا اوسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک کہ قریب ہوا وہ شخص کہ چھپ جاوے کسی گلی میں تو مارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اپنے اوپر دیوار کے اور مسح کیا اوسسے اپنے منہ پر پھر مارا دوسری بار سو مسح کیا ہاتھوں اپنے کو کہنیوں تک پھر جواب دیا سلام کا اوس شخص کو اور فرمایا کہ جواب سلام دینے سے بے وضو ہونا مجھے مانع آیا تھا روایت کیا اسکو ابوداود اور ابن جریر طبری نے اور روایت کیا اس حدیث کو طرح طرح سے مختلف الفاظات اور حاصل اوسکا یہی ہی اور یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اسکی محمد بن ثابت ہی اور سنن ابوداود میں ہی قَالَ اَبُوْدَاوُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدِيْثًا مُنْكَرًا فِي التَّيَمُّمِ قَالَ ابْنُ دَاسَةَ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ وَلَمْ يُتَابَعْ مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَلٰى ضَرْبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَوْهُ فِعْلَ ابْنِ عُمَرَ یعنی کہا ابوداود نے کہ سنا مینے امام احمد بن حنبل سے کہتے تھے کہ روایت کیا محمد بن ثابت نے ایک حدیث منکر کو تیمم مین کہا ابن داسہ نے کہا ابوداود نے کہ نہیں متابعت کیا گیا محمد بن ثابت بیچ اس قصے کے اوپر دو بار ہاتھ مارنے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور روایت کیا ہے اسکو لوگوں نے فعل ابن عمر رضی اللہ عنہ کا انتہی اور اثر ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقوفاً صحیح ہی اور پانچویں دلیل حدیث اسلع کی اور اوسمین ہی کہ دکھلایا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم ایکبار مارنا واسطے منہ کے اور دوسری بار مارنا واسطے دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اور بھی اخراج کیا اسکا ابن مردویہ وغیرہ نے اور سند میں اوسکی ربیع بن بدر ضعیف ہی لیکن وہ معتضد ہی حدیث عمار کی اور چھٹی دلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم دو بار ہاتھ مارنا ہی ایکبار واسطے منہ کے اور ایکبار واسطے دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک روایت کیا اسکو دارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے اور اسناد میں اسکی حریش بن حریث ہی کہا ابوحاتم نے کہ منکر الحدیث ہی اور ساتوین دلیل وہ ہی جو روایت کی حاکم اور بیہقی اور طبرانی اور دارقطنی وغیرہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے

محمد بن ثابت

ربیع بن بدر

حریش بن حریث

جیسا کہ عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور اسناد میں اوسکی علی بن ظبیان ہے ضعیف کیا اوسکو ابن معین اور قطان نے
اور کہا حاکم نے کہ وہ صدوق ہے اور روایت کی گئی ہے یہ حدیث طریق سلیمان بن داود سے اور وہ متروک ہے اور اٹھوین دلیل وہ ہے جو
روایت کی دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تیمم کیا ہمنے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو مارا ہمنے دونوں ہاتھون
اپنے کو مٹی پاک پر پھر جھاڑا ہمنے ہاتھون کو سو مسح کیا ہمنے اوس سے مُنہ اپنے کو پھر مارا ہمنے دوسری بار سو مسح کیا کہنیون سے
ہتھیلیون تک اور اسناد مین اسکی سلیمان بن ارقم متروک ہے اور نوین دلیل حدیث ابی امامہ کی ہے روایت کیا اسکو طبرانی نے اور
اسناد اوسکی ضعیف ہے اور امام احمد کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار کے لیے کافی تھا تجکو یہ اور مارا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اپنا زمین پر پھر پھونکا اوسکو اور مسح کیا اوس سے منہ اور دونوں کف اپنے کو اور فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے تیمم مین ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ یعنی تیمم ایک بار ہاتھ مارنا ہے واسطے منہ اور کفین کے روایت کیا ان دونون
حدیثون کو امام احمد نے اور صحیحین مین بھی اس قسم کی حدیث ہے اور صحیح کیا اکثر محدثین نے اور اسی طرف گئے ہین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
جیسا کہ کہا محلی شرح موطا مین اور بعض تعامیر مین اور یہ قول مخالف ہے قول امام مالک کے موطا اپنی مین قَالَ يَحْيَى سُئِلَ مَالِكٌ
كَيْفَ التَّيَمُّمُ وَأَيْنَ يَبْلُغُ بِهِ فَقَالَ يَضْرِبُ ضَرْبَةً لِوَجْهِهِ وَضَرْبَةً لِيَدَيْهِ وَيَمْسَحُهُمَا إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ یعنی
کہا یحیی نے کہ پوچھے گئے مالک رحمۃ اللہ علیہ کیفیت تیمم سے اور کہان تک پونچاوے اوسکو کہا کہ مارے ایکبار واسطے منہ اپنے کے
اور ایکبار واسطے دونون ہاتھون اپنے کے اور مسح کرے دونون ہاتھون کا کہنیوں تک لیکن جواب اسکا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بیان
سنت کا ہے اور فرض اونکے نزدیک ایکبار ہاتھ مارنا ہی ٹھہرا ہے کہ تیمم مع کہنیون کے ہووے جیسا کہ اکثر احادیث من جو اوپر گذرین
موجود ہین اور زہری کے نزدیک مونڈھوں اور بغلوں تک چاہیے اور یہ مذہب مخالف احادیث صحیحہ کے ہے اوس پر عمل نہین چاہیے
ص اور ترتیب ہمارے نزدیک شرط نہین لیکن استیعاب شرط ہے یہانتک کہ اگر کچھ تھوڑا سا باقی رہیگا کہ اوس پر ہاتھ نہ پھر جاوے
تیمم جائز نہوگا ف کیونکہ تیمم قائم مقام ہے وضو کا تو جو حکم وضو کا ہو وہ تیمم کا بھی ہوگا ص اور اچھا طریق مسح ہاتھون کا اسطرح ہے
کہ چھنگلیا کی طرف سے تین انگلیان بائین ہاتھ کی لیکے مع تھوڑی ہتھیلی کے اوپر ظاہر سیدہ ہاتھ کی انگلیوں کے سرون سے کہنیون تک
کھینچے بعد اوسکے انگلی شہادت اور انگوٹھا اور باقی ہتھیلی سے باطن ہاتھ کا مسح کرے انگلیون کے سرون تک اسی طرح پھر بائین ہاتھ کو مسح کرے
پھر اگر انگلیون کے اندر غبار نہ پونچا ہو تو خلال کرنا واجب ہے تو اب تیسری بار ہاتھ مارنا پڑیگا واسطے خلال کے طرفین کے
نزدیک جائز ہے تیمم اوس چیز سے کہ جو جنس زمین سے ہو اور پاک ہو وے جیسے خاک اور ریگ اور پتھر اور سُرمہ اور ہرتال وغیرہ جو زمین
کی قسم سے ہین اگرچہ بغیر غبار کے ہون اور چاندی سونے کے ساتھ تیمم جائز نہین مگر جب گرد آلودہ ہون اور اسیطرح گیہوں اور جو سے
بھی جائز نہین مگر یہ کہ گرد آلودہ ہون اور اوس جگہ جہان نجاست پڑی تھی اور وہ خشک ہو گئی تیمم جائز نہین اور نماز جائز ہے ف
نماز اسواسطے جائز ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زَكَوةُ الْأَرْضِ يُبْسُهَا یعنی زکوۃ زمین کی خشک ہونا ہے اوسکا اور
یہ حدیث پہچانی نہین گئی اور تیمم اسواسطے جائز نہین کہ قرآن شریف مین طیب کی بھی قید ہے اور خبر واحد مقابل نص قطعی کے
سہو گی اور صحیح حجت پکڑنا ہے اس حدیث سے جیسا کہ کہا بعض محققین نے عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُولُ
وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُشُّوا شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ

رواہ البخاری وابو داؤد والاسمٰعیلی فی صحیحہ وابو نعیم والبیہقی ترجمہ تھے کتے پیشاب کرتے اور آتے
جاتے تھے مسجد میں حضرتؐ کے وقت میں پس پانی ڈالتے کسی پر اس سے ص اور اگر ریت سے بھی درست نہیں نزدیک امام ابو یوسف رح
کے نزدیک تیمم جائز نہیں ہوتا مگر خاک اور ریگ سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں مگر خاک سے ف دلیل
امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَتَیَمَّمُوا صَعِیدًا طَیِّبًا یعنی پس قصد کرو صعید طیب کا اور صعید
نام ہے روی زمین کا برابر ہے کہ مٹی ہو یا ریت یا کنکر پتھر وغیرہ کہا زجاج نے جو عالم ہے لغت کا لَا اَعْلَمُ خِلَافًا بَیْنَ اَہْلِ
اللُّغَۃِ فِی ذٰلِکَ یعنی نہیں جانتا ہوں میں خلاف درمیان اہل لغت کے اس میں اور اسی واسطے بیضاوی نے باوجود اسکے
کہ شافعی مذہب ہے معنی صعید کے مٹی نہیں لکھے اور قاموس میں ہے اَلصَّعِیْدُ التُّرَابُ اَوْ وَجْہُ الْاَرْضِ صعید یا مٹی ہے یا روے
زمین اگر کوئی کہے کہ جب صعید کے موافق تفسیر صاحب قاموس کے دو معنی ہوئے سو کہاں سے معلوم ہوا کہ صعید سے اس جگہ مراد روے زمین ہے
تو جواب اسکا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں کہ نہیں ارادہ کرتا ہے اللہ کہ کرے تم پر حرج اور تراب کی قید لگانے میں حرج
ہے اور حدیث سے بھی امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گردانی گئی واسطے میرے زمین سب مسجد اور
پاک کرنے والی روایت کیا اسکو بیہقی نے سند صحیح سے ابی امامہ سے اور یہی مضمون صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور طبرانی میں ہے
اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جو شخص میری امت سے پاوے نماز کو سو نزدیک اوسکے مسجد اور پاک کرنے والی اوسکی
ہے اور روایت ابن الجارود اور ابن المنذر میں ہے روایت انس رضی اللہ عنہ سے جُعِلَتْ لِیَ کُلُّ اَرْضٍ طَیِّبَۃٍ مَسْجِدًا
وَطَہُوْرًا گردانی گئی واسطے میرے سب زمین پاک مسجد اور پاک کرنے والی اور دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ کہا ابن
عباس رضی اللہ عنہ نے صَعِیْدًا طَیِّبًا اَیْ تُرَابًا مُنْبِتًا یعنی مٹی اوگانے والی اور جواب یہ ہے کہ یہ حدیث پہچانی نہیں گئی
کہا شیخ ابن حجر نے تخریج ہدایہ میں لَمْ اَجِدْہُ لٰکِنْ رَوَی الْبَیْہَقِیُّ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْہُ اَطْیَبُ الصَّعِیْدِ تُرَابُ الْحَرْثِ
یعنی روایت کی بیہقی نے اور ابن ابی حاتم نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے زیادہ پاک صعید مٹی کھیت کی ہے اور
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی مٹی پاک ہے وہو المطلوب اور امام ابو یوسف نے ریگ سے تیمم زیادہ کیا ہے اوس حدیث سے جو بروایت ابن
الجوزی اوپر گذری اور وہ حدیث ضعیف ہے واللہ اعلم بالصواب ص باوجود قدرت کے زمین پر غبار سے تیمم جائز ہے تو اگر کسی نے
جھاڑو دی یا گیہوں ناپے یا دیوار گرائی اور اوسکے ہاتھوں اور منہ پر غبار جما اور پھر اوس نے اوسکے اوپر ہاتھ مل لیا تیمم درست ہو گیا اور
بغیر ہاتھ ملے درست نہوگا اور نیت ادای نماز کی تیمم میں فرض ہے اور امام زفر کے نزدیک فرض نہیں پس اگر کسی شخص کو دو حدث ہوں جیسے
جنابت اور حدث دونوں کی نیت کرے اور ایک تیمم کافی ہو جاویگا اور اگر ایک کی نیت کرے دوسرے حدث سے کفایت کریگا ف
نیت اسواسطے فرض ہے کہ تیمم قصد کے معنوں میں ہے اور امام زفر کہتے ہیں کہ تیمم قائم مقام وضو کے ہے سو جب وضو میں نیت فرض نہوئی تو
تیمم میں بھی فرض نہوگی اور جواب اسکا یہ ہے کہ خلف کو جمیع احکام میں مثل اصل کے ہونا ضرور نہیں ص اگر کافر نے واسطے اسلام
کے تیمم کیا اور مسلمان ہوا نماز اوس تیمم سے درست نہیں نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسف کے نزدیک نماز پڑھنا اوس تیمم سے
جائز ہے اور اگر کسی نے تیمم کیا واسطے نماز جنازے یا سجدۂ تلاوت کے تو اس تیمم سے فرض نمازوں کا پڑھنا درست ہے اور اگر واسطے قرآن
شریف چھونے کے یا مسجد میں داخل ہونے کے تیمم کیا نماز اوس سے درست نہوگی بلکہ داخل ہونا مسجد کا اور چھونا قرآن کا

اوسکے لیے جائز ہو جاویگا اور اگر کافر نے بے نیت کے وضو کیا اور پھر مسلمان ہوا تو نماز اوسے جائز ہوگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور اسیطرح اگر تیمم کیا تو نیت کے بھی کیا تب بھی خلاف ہے اور تیمم درست ہے نماز کے وقت میں اور وقت سے پیشتر بھی درست ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قبل وقت کے درست نہیں **ف** دلیل ہماری یہ ہے کہ تیمم جب خلیفہ مطلق ٹھہرا وضو کا تو قبل وقت کے بھی جائز ہوگا اور قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ صعید طیب پاک کرنے والی ہے واسطے مسلمان کے اگرچہ نپاوے پانی دس برس اوسکا او پر دلالت کرتا ہے اور اس حدیث کو روایت کیا ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے **ص** اگر دو برتنوں میں پانی بھرا ہے اور اومیں ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہے اور مصلی نہیں جانتا کہ کس کون ہے اور پاک کون ہے تو اس صورت میں ہمارے نزدیک تیمم کرے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو کرے اگر ایک شخص نے پانی اپنے ساتھی سے مانگا اور اوس نے نہ دیا تیمم اوسکو جائز ہے اور اگر بعد نماز پڑھنے کے دیا تو نماز جائز ہے نماز کو پھر نہ پڑھے اور تیمم اوسکا اب ٹوٹ جاویگا **ف** اگرچہ وقت نماز کا باقی ہو تو مذہب عطا اور طاوس اور مکحول اور ابن سیرین اور زہری کا یہ ہے کہ نماز کا پھر لوٹانا واجب ہے اگر وقت باقی ہے دلیل ہماری یہ ہے جو روایت کی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ دو شخص نکلے سفر میں اور وقت آیا نماز کا اور پانی اونکے پاس نتھا سو تیمم کیا صعید طیب پر اور نماز پڑھ لی پھر پانی پایا اون دونوں نے اور وقت باقی تھا سو ایک نے اونمیں سے نماز پھر پڑھی اور دوسرے نے نہ پڑھی اور آئے دونوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور دونوں نے یہ بات عرض کی سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو جس نے پھر نماز نہیں لوٹائی تھی کہ پہنچا تو سنت کو اور جس نے پھر پڑھی تو اوس سے کہا کہ تجھے دوبارہ اجر ہے اخراج کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی اور حاکم اور دارمی نے **ص** اور اگر اوس نے اپنے رفیق سے پانی نہ مانگا اور تیمم سے نماز پڑھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جائز ہوئی اور صاحبین کے نزدیک نہیں درست ہوئی آور ہدایہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور مبسوط میں ہے کہ اگر اوس نے بغیر مانگے نماز پڑھی نماز درست نہوگی اور کہیں مبسوط میں ایک جگہ لکھا ہے کہ اپنے رفیق سے پانی مانگے مگر قول حسن بن زیاد یہ ہے کہ نہ مانگے کہ مانگنا ذلت کی بات ہے اور اسمیں حرج ہے اور تیمم واسطے دفع حرج کے ہے اور جواب اسکا یہ ہے کہ پانی وضو کا اکثر خرچ کیا جاتا ہے اور جو چیز کہ احتیاج کی ہے اوسکے مانگنے میں کچھ ذلت نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت حاجتیں اپنی غیروں سے مانگی ہیں اور زیادات میں لکھا ہے کہ ایک شخص مسافر تیمم سے نماز پڑھ رہا ہے اور دیکھا اوس نے کہ ایک شخص کے پاس بہت سا پانی ہے اور اوسکو گمان غالب ہوا کہ نہ دیگا یا شک ہوا تو نماز پڑھ لیوے اور نہ توڑے اس لیے کہ صحیح ہوا شروع اوسکا پس قطع نکرے شک سے اور جب باہر نماز کے دیکھا تو بغیر مانگے نماز پڑھنا اوسکو تیمم سے درست نہیں کیونکہ قدرت اور عجز مشکوک ہے اور اگر نماز کے اندر گمان غالب ہوا کہ دیگا تو نماز توڑے اور پانی مانگے اور بھی زیادات میں ہے کہ اگر بعد فارغ ہونیکے نماز سے پانی اوس سے مانگا اگر اوس نے دیدیا تو نماز پھر پڑھے یا قیمت سے تو بھی یہی حکم ہے مانگے اور اوسکو اوسپر قدرت ہے پانی لیوے اور نماز پھر دوہراوے اور اگر اوس نے انکار کیا نماز اوسکی ہو گئی اور بعد انکار کے پھر اگر دیدیا نماز کو پھر نہ پڑھے لیکن تیمم ٹوٹ جاویگا اور اگر اوس نے نماز میں پانی دیکھا اور گمان کیا کہ نہ دیگا یا شک کیا اور توڑ دیا نماز کو تو اگر پانی دیا تو تیمم باطل ہو گیا اور اگر انکار کیا تو تیمم باقی ہے اور اگر گمان غالب ہے کہ دیگا اور پھر نماز نہ توڑی اور پوری پڑھ لی پھر بعد نماز کے مانگا تو اگر دیا نماز باطل ہوگی اور اگر انکار کیا تو نماز تمام ہوئی اور ایک تیمم سے فرض و نفل جو چاہے پڑھے **ف** یعنی ایک تیمم سے جیتنے دو نمازیں یا زیادہ فرض پڑھے ایک وقت میں یا کئی وقتوں میں اور جتنے چاہے نفل پڑھے خواہ وہ نفل اوس فرض کی تبعیت میں ہوں یا نہوں امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک تیمم سے دو نمازیں پڑھنا جائز نہیں اور اسی طرح نفل بھی مگر جو فرض کی تبعیت میں ہو دلیل ہماری یہ حدیث ہے کہ زمین پاک کرنے والی ہے مسلمان کی اگرچہ نہ پاوے پانی دس برس روایت کیا اسکو بہت ایمۂ حدیث نے جیسا کہ اوپر گذرا اور امام شافعی دلیل پکڑتے ہیں قول ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَّا يُصَلِّيَ بِالتَّيَمُّمِ اَكْثَرَ مِنْ صَلٰوةٍ وَّاحِدَةٍ یعنی سنت سے یہ بات ہے کہ نہ پڑھی جاوے ساتھ تیمم کے اکثر ایک نماز سے اَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ رافعی نے کہا ہے کہ سنت جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہی تو وہ مانند حدیث مرفوع کے ہے اور ایسا ہی ہے اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور مروی ہے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہ وہ تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے اور ایسا ہی فتوی دیتے تھے قتادہ روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور جواب اسکا یہ ہے کہ اونمیں سے کوئی اثر صحیح نہیں ہوا کیونکہ اثر ابن عباس میں کہا ابن الجوزی نے کہ روایت کیا ہے ابو یحیی نے حسن بن عمارہ سے اور وہ دونوں متروک ہیں اور کہا کہ حسن بہت ضعیف ہے اور اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حجاج بن ارطاۃ ہے ترک کیا اوسکو عبدالرحمن بن مہدی اور یحیی بن سعید قطان نے اور کہا احمد اور دارقطنی نے کہ حجت نہیں پکڑی جاویگی اوس سے اور کہا یحیی بن معین اور نسائی نے کہ وہ قوی نہیں اور اثر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اوسمیں انقطاع ہے اور اثر ابن عمر کا اسنادمیں اوسکی عامر احول ہے تضعیف کیا اوسکو احمد وغیرہ نے اور توثیق کی اوسکی ابو حاتم نے اور مسلم نے پھر بھی معارض حدیث مرفوع کا نہیں ہو سکتا ہے كَذَا ذُكِرَ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ اور کبھی اسکا حمل استحباب پر کر سکتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق کہ سنت سے ہے یعنی واجب نہیں مستحب ہے علاوہ اسکے کہا محدث فیروز آبادی شافعی نے سفر السعادت میں وَلَمْ يَجِئْ فِيْ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ اَنَّهٗ يَتَيَمَّمُ لِكُلِّ فَرِيْضَةٍ بَلْ تَيَمَّمَ مَا اَحَدًا بَلْ اَمَرَ بِهٖ مُطْلَقًا وَاَقَامَهٗ مَقَامَ الْوُضُوْءِ یعنی نہیں پایا ہے کسی حدیث میں کہ حضرت تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے بلکہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کا مطلقا اور قائم کیا اوسکو مقام وضو کے انتہی اور روایت کی امام ابو حنیفہ نے حماد سے اونھوں نے ابراہیم سے ایسا ہی اور یہی قول ہے حسن اور عطا کا **ص** جو چیز کہ وضو کو توڑتی ہے تیمم کو بھی توڑتی ہے اور پانی پانا اتنا کہ اوسکی طہارت کو کافی ہو تیمم کو توڑتا ہے تو اگر اوس شخص نے موافق وضو کے پانی پایا اور وضو کیا اور پھر پانی ملا تو پہلا تیمم اوسکا ٹوٹ گیا اب دوسرا تیمم کرے اور جنب نے اگر تمام بدن کو دھویا مگر پیٹھ اوسکی باقی رہی اور پانی ہو چکا بعد اسکے حدث ہو گیا اور دونوں حدث کے لیے ایک تیمم کیا بعد اسکے اتنا پانی پایا کہ وضو اور پیٹھ دونوں کے دھونے کو کفایت کرتا ہے تیمم دونوں حدثوں کا باطل ہو گیا اور اگر پانی اتنا ہے کہ وضو کو کفایت کرتا ہے نہ پیٹھ دھونے کو تیمم دونوں حدثوں کا باقی رہا اور اگر فقط غسل کو کفایت کرتا ہے غسل کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا اور وضو کے حق میں باقی ہے یا فقط وضو کے لیے کفایت کرتا ہے پیٹھ دھونے کو کفایت نہیں کرتا ہے وضو کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا اور غسل کے حق میں باقی ہے اور اگر اتنا پانی ہے کہ اوس سے فقط وضو ہو سکتا ہے یا فقط پیٹھ کا دھونا دونوں نہیں ہو سکتے تو پہلے پیٹھ کو دھووے جو اوس غسل میں باقی رہی تھی اب وہ جو تیمم واسطے حدث کے تھا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ٹوٹ گیا اب پھر تیمم کرے اور امام ابی یوسف کے نزدیک وہی تیمم کافی ہے اور اگر اوس نے پہلے تیمم کر لیا حدث کا اور بعد اسکے پیٹھ کو دھویا اسمیں بھی دو روایتیں ہیں ایک روایت میں پھر تیمم کرے اور دوسری روایت میں وہ تیمم کافی ہو جاویگا اور اگر اوس نے اوس پانی سے پیٹھ کو نہ دھویا بلکہ پہلے وضو کیا جنابت کے حق میں اوسکا تیمم ٹوٹ گیا وضو نہ ہوا تو نہیں اسپھر تیمم کرے جیسے کہ دونوں حدثوں کے لیے ایک تیمم کیا ہو اور اگر مصلی نے دو تیمم کیے تھے ایک واسطے جنابت کے اور دوسرا واسطے حدث کے اور پھر پانی

اگر اتنا پایا کہ دونوں کے لیے کافی ہو دونوں تیمم ٹوٹ جاوینگے اور اگر ایک کے لیے بھی کافی نہیں کوئی تیمم نہ ٹوٹیگا اور اگر دونوں میں سے ایک کے لیے کافی ہے پہلے جنابت کو دفع کرے اور باقی سب وہی صورتیں ہیں اور وہی حکم ہیں جیسا کہ اوپر گذرا اور اگر مصلی نے تیمم واسطے جنابت کے کیا اور پھر اوسکو حدث ہوا اور ابھی تیمم حدث کا نہیں کیا ہے اور پانی پایا اگر دونوں کے واسطے کافی ہے جنابت کا تیمم ٹوٹ گیا اور اب غسل اور وضو کرے اور اگر اتنا پانی ہے کہ کسی کے واسطے کافی نہیں جنابت کا تیمم باقی رہا اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور مستحب یہ بات ہے کہ اوس پانی سے جتنی پیٹھ دھوئی جاوے دھووے تاکہ جنابت کم ہووے ف چلپی نے اس مقام پر لکھا ہے کہ یہ پاک پانی کا ضائع کرنا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اگر شاید آگے جا کے اوسنے پھر تھوڑا سا پانی پایا کہ بقیہ پیٹھ کو کفایت کرتا ہے تو جنابت اوسکی دفع ہو جاویگی تو اگر پہلے پانی سے پیٹھ نہ دھو لیتا تو یہ پانی کفایت نہیں کرتا فتامل فیہ ص اور اگر اتنا پانی پایا کہ پیٹھ کے واسطے کافی ہے دھو لے اور جنابت کا تیمم ٹوٹ جاویگا اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور اگر پیٹھ کو کافی نہیں وضو کو کافی ہے وضو کرے اور جنابت کا تیمم باقی رہیگا اور اگر دونوں میں سے ایک کے لیے کافی ہے تو جنابت میں سے جو باقی ہے اوسکو دھووے اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور اگر وضو کر لیا جائز ہے اور تیمم جنابت کا پھر کرے اور اگر وضو کیا اور پہلے اوس نے حدث کا تیمم کیا بعد اوسکے پیٹھ دھوئی اب پھر تیمم حدث کا کرے یا نکرے اسمیں دو روایتیں ہیں زیادات کی روایت میں پھر تیمم حدث کا کرے اور اصل کی روایت میں پھر نکرے اور اگر اوسکے بدن یا کپڑے پر ایک درم سے نجاست زیادہ ہووے تو پہلے نجاست کو دھووے اور جنابت کے لیے تیمم کرے مسئلہ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو کہ تیمم کرتی تھی پانی مباح کر دیا مثلاً کہدے کہ اے جماعت تیمم کرنے والو یہ پانی تمہارے واسطے مباح ہے جو شخص تم میں سے چاہے اس سے وضو کرے اور وہ پانی ایک شخص کے وضو کے موافق ہے سب کا تیمم باطل ہو جائیگا تو اس صورت میں جب ایک شخص ان میں سے وضو کر لیگا سب لوگ پھر اپنا تیمم دوبارہ کریں کیونکہ ہر شخص کو اکیلا اکیلا قدرت پانی پر ہو گئی تھی اور اگر کہے کہ اتنا پانی یہ تم سب کو دیا اور انھوں نے لیا تو کسیکا تیمم نجاوے گا کیونکہ اوس پانی میں سب کا حصہ ہے اور اتنا پانی نہیں جو سب وضو کریں تو گویا کسی نے پانی سوا تھوڑا ہی طہارت کے نپایا اگر وہ سب اپنے سارا پانی ایک شخص کو دیدیں امام اعظم کے نزدیک تیمم اوسکا باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک باطل ہو جاویگا اور تفصیل اصل کتاب میں ہے اگر تیمم کرنے والا مرتد یعنی کافر ہو جاوے معاذ اللہ تو تیمم اوسکا نہ ٹوٹیگا تو اگر پھر اسلام لاوے اور تیمم اوسکا باقی ہے اوس تیمم سے نماز درست ہے اگر کسی شخص کو امید پانی ملنے کی ہو تو مستحب ہے اوسکو نماز کا تاخیر کرنا آخر وقت تک اور اول وقت میں اوسنے نماز تیمم سے پڑھ لی اور پھر پانی پایا اور وقت باقی ہے پھر نماز کا اعادہ نکرے اور اگر گمان ہو کہ پانی یہاں سے ایک غلوہ ہے ڈھونڈھنا پانی کا واجب ہو جائیگا اور غلوہ میں سو گز سے چار سو گز تک کا ہوتا ہے اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر پانی اتنا دور ہو کہ پانی لانے سے قافلہ غائب ہو جائیگا تیمم جائز ہے اور صاحب محیط نے اوسکو اچھا کہا ہے اور اگر مسافر کے اسباب میں پانی ہووے اور وہ بھول جاوے اور تیمم سے نماز پڑھ لے پھر پانی یاد آوے اگرچہ وقت موجود ہو نماز پھر نہ پڑھے اور امام ابی یوسف کے نزدیک پھر پڑھے اور یہ اختلاف اوس صورت میں ہے کہ اوس پانی کو خود یا غیر نے اوسکے حکم سے رکھا ہو اور جسکو غیر نے بغیر حکم اوسکے کے رکھا ہے بعضوں نے کہا تیمم اوسکو سب کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس صورت میں بھی اختلاف ہے ایسا ہی لکھا ہے ہدایہ میں اور اگر وضو کا مانع بندوں کی طرف سے ہووے تیمم جائز ہے جیسے مسلمان کافروں کے قبضہ میں ہوں اور وہ وضو سے منع کریں یا قید میں ہوں اور اگر کسی شخص نے مصلی سے کہا کہ اگر

تو اوسنے وضو کیا تو قتل کر دیگا تیمم اوسکو جائز ہے مگر جب شخص چلا جاوے اور مانع جاتا رہے نماز کو پھر وضو سے پڑھنا چاہیے ایسا ہی ذخیرہ مین ہے

ص باب مسح موزون کے بیان مین

مسح موزے کا احادیث مشہورہ سے جائز ہے یعنی ثابت ہوا ہے جس سے زیادتی قرآن مجید پر جائز ہے اور قرآن شریف سے دھونا پیر کا ثابت ہے ف اس باب مین حدیثین بہت آئی ہین صحیح مسلم مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کیواسطے مسح کی مدت تین دن اور تین رات مقرر کی اور مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور صحیح ابن خزیمہ مین حضرت ابوبکرہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علامات اہل سنت مین مسح خفین کو داخل کیا ہے اور عقائد مین درج کیا ہے فرمایا وَنَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ فِی السَّفَرِ وَالْحَضَرِ یعنی مسح کرتے ہین ہم اوپر موزون کے سفر اور حضر مین اور کہا امام صاحب نے کہ نہین حکم کیا مینے ساتھ مسح کے یہانتک کہ آیا میرے پاس مانند روشنی دن کے اور ایسا ہی سب ائمہ سے مروی ہے اور اتفاق کیا اسپر ائمہ اربعہ نے اور جو مسح موزے کا جائز نہین رکھتا وہ بدعتی ہے اور اس باب مین قریب تیس صحابیون سے روایت ہے اور متواتر المعنی بعض لوگون نے اس حدیث کو گنا ہے تفصیل اسکی حاشیہ شیخ ابن الہمام وغیرہ مین مذکور ہے جسکا جی چاہے ملاحظہ کرے اور یہان بسبب اختصار کے ترک کیا ص لے وضو کو واسطے حدث کے موزے پر مسح درست ہے اور جنب ہو تو مسح جائز نہین ف کیونکہ روایت ہے صفوان بیٹے عسال سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کرتے تھے ہمکو جبکہ ہوتے ہم سفر مین یہ کہ نہ اوتارین موزون اپنے کو تین رات اور تین دن تک مگر جنابت سے اور نہ اوتارین پیشاب سے یا پاخانے اور سونے سے روایت کیا اسکو ترمذی اور نسائی رحمہما اللہ نے ص اسکی صورت اوسکی یہ ہے کہ جنب نے تیمم کیا بعد اوسکے اوسکو حدث ہوا اور اوسکے پاس اسقدر کے موافق پانی ہے اوسنے وضو کر کے موزہ پہنا بعد اوسکے موافق غسل کے پانی پایا اور غسل نکیا اور پھر پانی گم ہو گیا پھر پانی مقدار وضو کے پایا سو اوسنے پھر تیمم کیا واسطے جنابت کے تو اگر اب حدث کرے تو وضو کرے اور موزہ اوتارے اور پھر پانون دھووے اسواسطے کہ جنابت اوسکے پانون پر ہو گئی تھی بسبب گذرنے پانی پر اور سنت مسح موزے مین یہ ہے کہ تین انگلیون سے ہاتھ کی کشادہ کر کے پانو کی انگلیون کے سرے سے پنڈلی تک تین خط موزے پر کھینچے اور اگر انگلیان کشادہ نکین مگر مقدار تین انگلیون ہاتھ کے مسح کیا جائز ہوا اور اگر ایک انگلی ترکی اور مسح کیا اور پھر اوسکو ترکیا اور مسح کیا اور پھر اوسکو ترکیا اور مسح کیا اور تینون بار علیحدہ علیحدہ جگہ پر مسح کرے تو درست ہے لیکن اگر تینون بار ایک ہی جگہ کھینچا درست نہین اور اگر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے جبکہ کشادہ ہون مسح کیا جائز ہے اسلیے کہ اوسکے درمیان مین جگہ ایک انگلی کی ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مسح موزے سے پوچھے گئے فرمایا آپنے ہاتھ کی انگلیونکو موزہ پر رکھے مع ہتیلی کے یا بغیر ہتیلی کے پنڈلی تک کھینچ لاوے یا انگلیون کے سرے سے کھینچا اور چڑھاوے یا انگلیونکو موزے پر رکھے درست نہین مگر جب کہ موزہ وقت رکھنے انگلیون کے اسقدر تر ہو جاوے کہ جتنا واجب ہے او دھو تین انگلیان ہاتھ کے ہے تو جائز ہے اسی طرح لکھا ہے محیط مین اور ذخیرہ مین لکھا ہے کہ اگر انگلیون سے قطرے بہتے ہون تو درست ہے اور مسح سنت ہے طرف ہتیلی سے اور اگر ہتیلی کی پشت سے مسح کیا جائز ہے اور پیر کی انگلیون کی طرف سے مسح شروع کرنا سنت ہے لیکن اگر پنڈلی سے شروع کریگا درست ہو جاویگا اور اگر مسح کو بھول گیا اور مینہ کا پانی اوسکے موزے کی پیٹھ پر پڑا مسح درست ہو گیا اور اسیطرح اگر سر کا مسح بھول گیا اور پانی اوسکے سر پر پڑا مسح درست ہے اور اگر گھاس مین چلا اور ظاہر موزے کا تر ہو گیا اگرچہ شبنم سے ہو درست ہے اور یہی صحیح ہے اور مسح ظاہر موزے پر کرے ف ظاہر موزہ سے مراد اوپر موزے کے ہے اور باطن سے مراد نیچے موزے کے ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ مین وارد ہوا ہے اور روایت کی ابو داود نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے کہ انھون نے فرمایا کہ اگر دین کا عقل پر ہوتا نیچے موزے کا اولی تھا مسح کرنے مین اوپر اوسکے سے اور امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک

اوپر موزے کے مسح کرنا واسطے ادائے فرض کے ہی اور نیچے موزے کے واسطے ادائے سنت کے ہی اور جو حدیث اس باب مین مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے وارد ہی کہ وضو کرایا مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ تبوک مین سو مسح کیا آپنے اوپر موزے کے اور نیچے اوسی موزے کے روایت کیا اسکو ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث معلول ہی اور اتصال اوسکی سند کا مغیرہ تک ثابت نہین ہوا کہا ترمذی نے پوچھا مینے بخاری اور ابو زرعہ سے اس حدیث کو دونون نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہی اور ابو داود نے بھی اسکو ضعیف کہا ہی اور بعض طریقون مین امام احمد اور ابو داود کے عَلٰی ظَاہِرِہِمَا کا لفظ واقع ہی یعنی مسح کیا اوپر ظاہر موزون کے

ص اور موزہ اوسے کہتے ہین جو ٹخنے کو چھپاوے اور پیر کی جو چھوٹی اونگلیان ہین اونمین سے اگر تین اونگلیوں کے برابر پیر ظاہر ہوگا مسح درست نہین اور اگر اوس سے کم ہی درست ہی اور اگر موزہ ڈھیلا ہی کہ اوپر سے دیکھنے مین پانون دکھلائی دیتا ہی مسح اوسپر جائز ہی اور جرموق پر مسح جائز ہی اور جرموق اوسے کہتے ہین جو موزے کے اوپر پہنے جاتے ہین واسطے حفاظت موزے کے کیچڑ اور نجاست وغیرہ سے تو اگر چمڑے کے ہین یا مانند اوسکے اوپر مسح جائز ہی اگرچہ فقط جرموق ہون اور موزہ اونکے نیچے نہو اور اگر کپڑے کے ہین یا مانند اوسکے تو اگر اونکو تنہا اکیلے بغیر موزون کے پہنا ہی مسح جائز نہین اور اسیطرح اگر موزے بھی اونکے نیچے ہون تب بھی جائز نہین لیکن اگر تری اوسکی موزے کو پہونچ جاتی ہی تو مسح جائز ہی تو اگر جرموق چمڑے کے ہین یا مانند اوسکے اور موزون پر مسح کرنیکے بعد حدث کے اونکو موزے پر پہنا مسح اونپر درست نہین موزے پر کرے اور اگر قبل حدث کے اونکو پہنا اور مسح کیا اونپر پھر جرموق کو اوتار ڈالا اور موزونکو نہ اوتارا موزون پر پھر مسح دوبارہ کرے اور دو تہ کے موزے پر اگر مسح کیا بعد اوسکا ایک تہ کو اوتارا دوسری تہ پر پھر مسح کرنا واجب نہین ہی اور اگر ایک پیر کے جرموق کو اوتارا اوسکے موزے پر مسح کرے اور دوسرے پیر کے جرموق پر پھر دوبارہ مسح کرے اور امام ابی یوسف سے مروی ہی کہ دوسرا جرموق بھی اوتار ڈالے اور مسح کرے دونون پیر کے موزون پر **ف** مسح جرموق پر اسواسطے درست ہی کہ روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے اور مسح کرتے تھے عمامے اور جرموقون پر **ص** اور جورب پر مسح درست ہی اگر سخت ہو اور بغیر باندھنے کے تھم سکے اور نیچے اونکے چمڑا لگا ہو یا تمام چمڑے کا ہووے تو اگر بغیر باندھے تھم سکتے ہین لیکن چمڑا اوسمین نہین لگا امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسح اونپر درست نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک درست ہی اور مروی ہی کہ امام صاحب نے رجوع کیا صاحبین کے قول کی طرف اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی رحمہم اللہ اجمعین

ف جورب اوسکو کہتے ہین کہ موزے پر بسبب حفاظت سردی کے پہنا جاتا ہی اور کسی کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جورب پر مسح درست نہین اور روایت کی احمد اور ترمذی اور ابو داود اور ابن ماجہ نے مغیرہ بن شعبہ سے کہ مسح کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوربون پر اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی جورب پر مسح جائز ہی اور یہ حدیث حجت ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مانند اسکے اور ابو داود نے بھی اور حدیث ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا جوربون پر ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اوسکی عیسی بن سنان ہین ضعیف کیا اونکو احمد اور ابن معین اور ابو زرعہ اور نسائی وغیرہم نے سنن ابو داود مین ہی کہ مسح کیا جوربین پر حضرت علی اور ابن مسعود اور براء بن عازب اور انس بن مالک اور ابو امامہ اور سہل بن سعد اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم نے اور روایت کی گئی ہی حضرت عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی **ص** اور مسح موزہ اوسوقت درست ہی کہ بعد پہننے کے وقت حدث کے طہارت تمام ہو وے تو اگر اوس نے

وضو غیر مرتب کیا جیسے پہلے دونوں پیر دھوئے پھر موزے پہنے بعد اوسکے باقی اعضا دھوئے بعد اوسکے حدث لاحق ہوا پھر اوس نے وضو کیا
یا ترتیب سے وضو کیا تو داہنے پیر کو دھو کے موزہ پہنا اور دوسرے پیر کو دھو کے دوسرا موزہ پہنا بعد اوسکے حدث ہوا تو دونوں صورتوں میں مسح
جائز ہے پہلی صورت میں بوقت پہننے موزے کے طہارت اوسکی تمام نہ تھی اور دوسری صورت میں بوقت پہننے داہنے موزے کے لیکن بوقت حدث
کے دونوں صورتوں میں طہارت اوسکی پوری ہے اور مسح جائز نہیں ہے عمامے اور ٹوپی اور برقع اور دستانوں پر **ف** امام محمد
رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں لکھا ہے کہ کہا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پہونچا ہمکو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ اونسے پوچھا لوگوں نے مسح عمامے
سے کہا اونہوں نے جائز نہیں جب تک کہ مسح بالوں کا نکرے اور اسی سے اخذ کیا ہے اور یہی ہے قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اور
نافع کہتے ہیں کہ میں نے صفیہ بنت ابی عبید بیبی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وضو کرتی تھیں اور کھینچتی تھیں اوڑھنی اپنی اور
مسح کرتی تھیں سر پر اور پہونچا ہے ہمکو کہ اول میں مسح اوپر عمامے کے جائز تھا اور اب منسوخ ہوگیا اور یہی ہے قول ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ
کا اور اکثر فقہا ہمارے کا اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ دیکھا اونہوں نے اپنے باپ کو کہ اوٹھاتے تھے عمامہ سر سے اور مسح کرتے تھے سر پر
اور دستانوں کو بھی عمامے وغیرہ پر قیاس کرنا چاہیے اور وہ جو مغیرہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا اوپر عمامے کے منسوخ
ہے اور دلیل نسخ کی قول صحابہ و تابعین ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور کلام اللہ میں ہے وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ یعنی مسح کرو اوپر سروں
اپنے کے **ص** اور فرض مسح موزے میں برابر تین اونگلی ہاتھ کے ہے اور اس سے زیادہ فرض نہیں اور سنت وغیرہ مسح میں فرض
نہیں **ف** ہدایہ میں روایت ہے مغیرہ بن شعبہ سے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونوں ہاتھ اپنے اوپر دونوں موزوں
اپنے کے اور کھینچا اونکو اونگلیوں سے اوپر تک ایک بار اور گویا کہ میں نظر کرتا ہوں طرف نشان مسح کے اوپر موزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے کہ گویا خط تھے اونگلیوں کے **ص** اور مدت مسح کی مقیم کو وقت حدث سے ایک رات اور ایک دن ہے اور مسافر کو تین دن اور تین رات
ف مثال اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ظہر کو وضو کیا اور موزے پہنے بعد اوسکے عصر کے وقت حدث ہوا تو اب مدت عصر کے وقت
سے لیجاویگی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت میں قبل مذکور ہوئی اور اور حدیثیں بھی اس باب میں آئی ہیں اور اکثر احادیث
کا یہی مضمون ہے کہ مسافر کیواسطے مدت مسح کی تین دن اور تین رات ہے اور مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور ایک
روایت ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ مسح جبتک چاہے کرے یعنی کچھ مدت نہیں مگر جنابت سے اوتارے اور یہی قول ہے ابن قاسم کا اور
دلیل پکڑتے ہیں اوس حدیث سے جو روایت کی حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے اور کہا صحیح ہے کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تم میں
سے اپنے موزے پہنے سو چاہیے کہ پڑھے اون دونوں موزوں میں اور مسح کرے اونپر اور نہ اوتارے اگر چاہے اونکو مگر جنابت سے اور ابن الجوزی رحمۃ
اللہ علیہ نے اس حدیث کو تین دن کی مدت پر حمل کیا ہے اور وہ جو ابن ماجہ اور ابو داود نے روایت کی ہے ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے کہ
کہا اونہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ مسح کروں میں موزوں پر فرمایا ہاں کہا ایک دن فرمایا اور دو دن کہا اور تین دن یہاں
تک کہ پہونچے سات دن تک سو ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل حدیث مذکور میں لکھا ہے وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهِ وَلَيْسَ
هُوَ بِالْقَوِيِّ یعنی تحقیق اختلاف کیا گیا ہے اسناد میں اوسکی اور وہ قوی نہیں دوسرے یہ کہ مخالف ہے روایت اکثر صحابہ
رضوان اللہ علیہم مثل حضرت علی اور ابی بکر اور صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم کے اگر کوئی کہے کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ
کی جسکو حاکم نے صحیح کیا ہے اور دارقطنی نے بھی اوسکو روایت کیا ہے معتبر ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ وہ حدیث محمول ہے تین دن کی

مدت پر جیسا اگر ناقص جبیرہ کو وضو کو توڑتی ہے مسح کو نہ ٹوٹنے دیتی ہے ف کیونکہ پیر دھونا ایک جز پیر دھونا جو ٹکڑا بھی ہو اسکا پایا نہ
مقام پر تو جب حدث وضو ٹوٹیگا یہی ٹوٹیگا ص اور نکالنا ایک موزے کا بھی مسح کو توڑتا ہے اور پھر دونوں پیرکا دھونا واجب
ہوگا کیونکہ جمع غسل اور مسح مین نہین درست ہے اور جو موزے کے اندر پانی چلا جاوے اور تمام پیر بھیگ جاوے مسح ٹوٹ جاتا ہے
اور فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اگر اکثر پیر بھیگ جاوے مسح ٹوٹ جاویگا اور جب مدت مسافر اور مقیم کی تمام ہو جاوے دھونا پیر کا اوسپر فقط
واجب ہوگا اگر وہ باوضو ہو اور اگر بے وضو ہو تو پورا وضو کرے اور باہر نکلنا اکثر قدم کا موزے سے پنڈلی موزے مین بھی مسح کو توڑتا ہے
اور یہی لفظ قدوری کا ہے اور متن وقایہ مین جو لکھا ہے کہ نکلنا زیادہ ایڑی کا مسح کو توڑتا ہے مروی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے
اور اگر موزہ موافق تین چھوٹی انگلیون پانوٗن کے پھٹ جاوے اور پیر اتنا موزے سے کھل جاوے مسح جائز نہین اور اس سے
اگر کم پھٹا ہو تو درست ہے اور اگر لمبا پھٹا ہے کہ اوسمین تین انگلیان برابر سما جاتی ہین لیکن اتنا کھلتا نہین مسح درست ہے اور اگر ملا
ہوا ہے لیکن چلنے کے وقت اتنا کھل جاتا ہے مسح درست نہین اور جو موزہ سوت وغیرہ سے سیا ہوا اور نیچے سے ٹھنا کھلا ہو اگر
سوت وغیرہ سے اندھ لیا جاوے اسطرح پر کہ کچھ اوسمین سے کھلا نہین رہتا تو اوسپر مسح درست ہے اور اگر کھلا رہتا ہے تو اگر مقدار تین
انگلی کے یا زیادہ کھلا ہوگا مسح درست نہین الا درست ہے اور اگر ایک موزے مین بہت جگہ پھٹا ہو ویسے کہ جمع کرنے سے تین انگلی کے موافق
ٹھہرے تو اوسپر مسح درست نہیں اور اگر دونون موزے پھٹے ہون اور دونون جمع کرکے اسقدر ٹھہرے تو مسح درست ہے اور اگر مقیم نے
موزے پر مسح کیا اور ایکدن رات گذرنے سے پہلے مسافر ہوا تین رات دن کے بعد اوتارے اور اگر مسافر ایکدن ایک رات گذرنے کے پہلے مقیم ہوا ایکدن ایک
رات کے بعد اوتارے اور اگر مسافر بعد ایک رات دن ایکدن کے مقیم ہوا یا مقیم بعد ایکدن ایکرات کے مسافر ہوا موزے کو پیر سے اوتارکے پھر پیر دھوکر مسح شروع

فصل جبیرہ پر مسح کرنیکے بیانمین

جبیرہ پر مسح درست ہے محدث کو اگرچہ وقت حدث کے باندھی ہو اور جبیرہ کا گرنا مسح کو باطل نہین کرتا ہے مگر جبکہ زخم اچھا ہو گیا ہو
ف جبیرہ پر مسح کرنیکا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم کیا تھا روایت کیا ہے اسکو ابن ماجہ نے اور سند اسکی
سخت ضعیف ہے اور اسواسطے کہ سوز کے اوتارنے سے زیادہ زخم پر پانی ڈالنا ضرر کرتا ہے اور جب موزے کا مسح درست ہوا تو جبیرہ کا بھی درست
ہو گیا اور اگر زخم اچھے ہونیکے بعد جبیرہ گری تو اوس مقام کا دھونا فرض ہو ویگا پھر اگر اوسکا وضو ہو ویسے تو فقط اوسی مقام کو دھو ڈالے
ص پھر اگر مسح کرنا جبیرہ پر ضرر کرے تو ترک کرنا اوسکا درست ہے ف کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک
شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین سر مین زخم لگا تھا اور اوسکو احتلام ہوا تو حکم کیا گیا غسل کا تو اوسنے غسل کیا اور اکڑ کے
مر گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوسکی خبر پہونچی کہا مارڈالا اوسکو خدا اونکو مارے کیا پوچھا ہمکو کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاش دھو لیتا تمام
بدن اپنا اور چھوڑ دیتا سر یا جس جگہ اوسکو زخم لگا تھا روایت کیا اسکو ابن ماجہ وغیرہ نے ص اور اگر ضرر نکرے تو اوسمین کئی روایتین
ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اوسکے جواز ترک مین اور فتوی اسپر ہے کہ ترک کرنا درست نہین اور اسمین کچھ شرط نہین ہے
کہ جبیرہ طہارت کے وقت باندھی ہو اگرچہ بے طہارت کے باندھی ہو تو بھی درست ہے خواہ محدث ہو یا جنب جیسا کہ گذرا پوشیدہ
نرہے کہ مسح جبیرہ پر جب درست ہے کہ مسح اوس عضو کا نکر سکے جیسا کہ دھو نہین سکتا اسطرح پر کہ پانی اوسکو ضرر
کرتا ہے یا جبیرہ بندھی ہے اور کھولنے مین اوسکے ضرر کا خوف ہے تو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو ویگا جبیرہ پر مسح جائز نہین ف

اسواسطے کہ یہ مسح بسبب عذر کے ہی اور جب عذر نہوگا تو مسح بھی جائز نہوگا ص اگر اعضا معلی کے پھٹے ہون اور اونکے دہونے سے عاجز ہووے پانی بہانا اوسپر لازم ہی تو اگر بہا سکے تو اوسی جگہ کا مسح کرلیوے اور اگر مسح سے بھی عاجز ہووے اوسکا چھوڑ دے اور گرد اوسکے دہولیوے ف دلیل اسکی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہی جو اوپر گذری ص اور اگر ہاتھ اوسکے پھٹے ہین کہ خود وضو نہین کر سکتا دوسرے سے کراوے تو اگر دوسرے اوسنے کرلیا اور تیمم کرلیا جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک درست نہیں اور اگر اوسنے پیر کی بوائی کی جگہ پر دوائی لگائی ہی پانی کو دوا پر گذار دیوے اور اگر پانی بہایا اور پھر دوا گر پڑی اگر تندرستی سے گری ہی اوس مقام کو پھر دہولیوے اور اگر تندرستی سے نہین گری ہی تو نہ دہووے اور اگر کسی شخص نے فصد لی اور گدی بہ کھکا اوسکے اوپر پٹی باندہی بعض لوگون کے نزدیک پٹی پر مسح درست نہین بلکہ گدی پر کرے اور بعضون کے نزدیک اگر پٹی ایسی ہووے کہ بغیر دوسرے کے آپ باندہ سکے تو مسح اوسپر جائز نہین اور اگر آپ نہین باندہ سکتا جبتک دوسرا شخص نہ باندہے تو پٹی پر مسح جائز ہی ف اسواسطے کہ مسح تو اسطے عذر کے ہی اور جب پٹی آپ کھولتا ہی اور آپ باندہ سکتا ہی تو پٹی کھولے مین عذر نہین اور اگر آپ باندہ نہیں سکتا تو عذر پایا جاوے گا تو مسح بھی درست ہووے گا ص اور بعضون کے نزدیک اگر پٹی کھولے سے اور اوسکے نیچے مسح کرنے سے حرج ہووے اور زخم کو کچھ ضرر پہنچے تو مسح پٹی پر جائز ہی اور اگر ضرر نہین تو پٹی پر مسح درست نہین ف اور یہی قول مختار ہی ص اگر کھولنا پٹی کا ضرر نہین کرتا لیکن مقام جراحت سے اوتارنا ضرر کرتا ہی کھولے اور اوسکے نیچے کو مقام جراحت تک دہووے اور پھر باندہ لیوے اور مقام جراحت کا مسح کرلے اور اکثر مشایخ اسپر ہین کہ پٹی پر مسح درست ہی اور گرد مین دو گرہ پٹی کے اگر بدن کھلا ہی مسح اوسپر درست ہی کیونکہ دہونے مین خوف اس بات کا ہی کہ پٹی تر ہو اور تری اوسکی زخم تک پہنچے ف جو پٹی اگر گدی پر باندہی جاتی ہی اوسکو عصابہ بھی کہتے ہین ص اور تمام پٹی اور عصابے کا مسح کرنا چاہیے حسن کی روایت مین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور یہی مذکور ہی اسرار مین اور بعضون کے نزدیک اگر پٹی اور عصابے کا اکثر مسح کرلیا تو بھی درست ہی اور اگر پٹی اور عصابے پر مسح کرلیا اور پھر اونکو اوتارا اور پھر باندہ لیا مسح پھر کرے اور اگر مسح نکریگا تو بھی درست ہی اور اگر اوسکی جگہ دوسری پٹی یا عصابہ باندہے بہتر ہی کہ پھر مسح کرے اور اگر نکریگا تو بھی درست ہی اور تین بار مسح کرنا پٹی یا عصابے کا کچھ ضرور نہین بلکہ ایکبار کافی ہی اور پٹی کے مسح کیواسطے کچھ مدت نہین جیسا کہ مسح موزے کے واسطے ہی تو اگر پٹی گر پڑی لیکن اچھے ہونے سے گری ہی اوس جگہ کا دہونا واجب ہی خاص کرکے اور اگر بے اچھے ہوئے گری تو مسح باطل نہوگا بخلاف مسح موزے کے کہ اگر ایک موزے کو اوتار لیا تو دونون پیر کا دہونا واجب ہوا

باب حیض کے بیان مین

تین خون خاص ہین عورتون کے ساتھ حیض اور استحاضہ اور نفاس اور حیض اوس خون کو کہتے ہین جسکو رحم عورت بالغہ کا گراتا ہی اور عورت بالغہ نو برس مین ہوتی ہی بغیر کسی بیماری کے اور سن ناامیدی کو بھی نہ پہنچی ہووے تو جو خون رحم سے نہووے گا حیض نہین ہی اسی طرح جو خون نو برس کے قبل آویگا اور ایسا ہی جو بیماری سے آویگا اور جو خون ہمیشہ جاری ہی بعض خون حیض ہووے گا اور بعض بیماری ہی اور جو خون بعد بچے کے عورت کو آتا ہی اوسکو نفاس کہتے ہین وہ بھی حیض مین داخل نہین اور صحیح یہ ہی کہ حیض بعد سن ایاس کے نہین ہوتا ف ایاس کے معنی ناامیدی کے ہیں تو گویا اوسمین حیض سے ناامیدی ہوجاتی ہی ص اور سن ایاس بعض کے نزدیک ساٹھ برس ہیں اور بعضون کے نزدیک پچپن برس اور یہی تجویز کیا ہی مشایخ بخارا اور خوارزم نے ف بخارا اور خوارزم نام شہر کے ہیں

ص تو جو خون عورت بعد اس سن کے دیکھے وہ ظاہر مذہب میں حیض نہیں ف چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ فتوی ہمارے
زمانے میں اس پر ہے کہ بعد پچاس برس کے حیض نہیں آتا یہی مذہب ہے حضرت عائشہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ص اور
فتوی اس پر ہے کہ جب خون سیاہ یا خوب سرخ دیکھے تو حیض ہے اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اوسکی عدت طلاق اور فسخ نکاح میں تین مہینے
آزاد کے اور ڈیڑھ مہینا لونڈی کا ہے پھر قبل تمام ہونے اس عدت کے اس عورت نے ف یعنی جو حیض سے ناامید ہو گئی اور
سن ایاس کو پہنچی ہو ص ایسا خون دیکھا عادت مہینوں سے باطل ہو جاویگی اور بعد تمام ہونے عدت کے اگر ایسا خون دیکھا
تو عدت باطل ہوگی اور اگر زرد یا سبز یا خاکی ہے تو وہ حیض میں استحاضہ ہے ق استحاضہ کا آگے بیان آویگا ص اور کم مدت
حیض کی تین دن ہیں اور اکثر مدت دس دن ہیں اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم مدت دو دن اور اکثر تیسرے دن
کا ہے اور نزدیک امام شافعی کے کم مدت ایک دن ایک رات اور اکثر مدت پندرہ دن ف حدیث میں ہے کہ کم مدت حیض کی
واسطے عورت کے بکر ہو یا ثیب تین دن اور تین رات اور اکثر مدت دس دن اور جو زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے روایت کیا اوسکو دارقطنی
نے ابی امامہ سے کہا دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عبد الملک اسناد میں اسکی مجہول ہے اور علاء بن کثیر ضعیف ہے اور روایت کی
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حیض تین دن اور چار اور پانچ اور چھ سات آٹھ دس دن ہیں اور جب زیادہ ہو دس سے تو
وہ استحاضہ ہے بسبب حسن بن دینار کے ضعیف کیا اوسکو اور حدیث مشہور ہے خالد بن ایوب اور روایت ہے موقوفاً انس رضی اللہ عنہ
سے کہا ابن عدی نے حسن بن دینار میں کہ نہیں دیکھا ہے اوسکو شدید نکارت میں بلکہ حدیث اوسکی قریب ضعف کے ہے اور روایت کی دارقطنی
عبد العزیز دراوردی سے انھوں نے عبید اللہ بن عمر سے انھوں نے ثابت سے انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے کہ عورت
حائض ہے دس دن تک اور جو زیادہ ہو وہ مستحاضہ ہے اور روایت ہے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں ہوتی ہے عورت مستحاضہ لیکن
اوپر دو دن میں یہاں تک کہ پہنچے دس دن کو سو وہ مستحاضہ ہے اور روایت کی عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے کہا انھوں نے کہ
حائض جب تجاوز کرے دس دن کو تو وہ بمنزلہ مستحاضہ کے ہے غسل کرے اور نماز پڑھے اور عثمان یہ صحابی ہیں اور روایت کی سعید
ابن جبیر سے کہا کہ حیض سے تیرہ دن میں اور روایت کی مثل اسکے سفیان رضی اللہ عنہ سے اور روایت کی دارقطنی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی واثلہ بن اسقع سے انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کم مدت حیض کی تین دن ہے اور اکثر مدت دس دن ہے اور ضعیف کیا اسکو
محمد بن منہال مجہول ہیں اور روایت کی ابن عدی نے کامل میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے حیض
کم تین دن سے اور نہ اوپر ہے دس دن سے اور ضعیف کیا اوسکو محمد بن سعید شامی سے کہ وہ واضع الحدیث ہے اور روایت کیا اسکو عقیلی نے معاذ
رضی اللہ عنہ سے اور ضعیف کیا اسکو محمد بن حسن صوفی سے کہ مجہول ہیں اور روایت کی ابن جوزی نے علل متناہیہ میں خدری رضی
اللہ عنہ سے کہ کم مدت حیض کی تین دن ہیں اور اکثر اوسکی دس دن اور کم مدت درمیان دو حیضوں کے پندرہ دن ہیں اور ضعیف کیا اسکو
سلیمان نخعی نے ابو داود سے اور وہ واضع ہے حدیث کا اور یہ حدیث حجت ہے امام شافعی پر بیچ جامع ترمذی میں ہے کہ اختلاف کیا اہل علم نے
مدت حیض میں بعضوں نے کہا ہے کہ کم مدت تین دن اور تین رات ہیں اور اکثر مدت دس دن اور یہی قول ہے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ
اور اہل کوفہ کا اور اسی سے اخذ کیا ہے ابن المبارک نے اور عطا جو تابعی ہیں امام شافعی کے مذہب کی طرف گئے ہیں باقی کوئی حدیث صحیح
اس باب میں نہیں آئی ص اور شروع حیض کا جب ہوتا ہے کہ خون فرج خارج تک آجاوے تو اگر کسی عورت نے فرج داخل میں کرسف رکھا ہے

ف یعنی اوسکو کہتے ہیں جو عورتین تمام حیض مین اپنے ایک کپڑا یا روئی کا ٹکڑا رکھتی ہین ص اور خون اوسکی ہمت سے بند ہے
یعنی فرج خارج تک نہیں پہونچا ہی حیض متحقق نہوگا اور نماز کو نہ توڑیگا تو کرسف کے رکھتے وقت حیض جب متحقق ہوگا کہ خون فرج خارج
سے کرسف تک آجاوے تو اگر فرج داخل کا کرسف سرخ ہوگیا اور فرج خارج کا سرخ نہیں ہوا حیض متحقق نہوگا اگر جب کرسف اوٹھایا
جاوے تو اوٹھانے کے وقت سے مدت مقرر ہوگی اور یہی حکم ہے خون استحاضہ اور نفاس اور عورت کے پیشاب کا یعنی فرج خارج تک آنے سے
کوئی اوسکا خارج سے حکم اوسکا متحقق ہوگا اور اگر مرد اپنی احلیل میں یعنی سوراخ ذکر میں روئی رکھی یہی حکم ہے اور قلفہ خارج میں داخل ہے
ف قلفہ اوسے کہتے ہیں جو ختنہ کیا جاتا ہے تو اوس میں اگر پیشاب آجاویگا نماز ٹوٹ جاویگی اگرچہ باہر نہ نکلے ص اور
رکھنا کرسف کا مکر کو ایام حیض میں مستحب ہے اور ثیب کو ہر وقت اور مقام رکھنے کرسف کا مقام بکارت کا ہے اور فرج داخل مین
رکھنا مکروہ ہے اور اگر کسی پاک عورت نے اول رات میں کرسف رکھا اور جب صبح ہوئی اوسپر اثر خون کا دیکھا حکم حیض کا خون دیکھنے
کے وقت سے ثابت ہوویگا اور اگر عورت حائضہ نے کرسف رکھا اور جب صبح ہوئی سفیدی دیکھی تو حکم طہارت کا جس وقت سے
رکھا تھا ثابت ہوگا اور جو طہر کہ دو حیضوں کے بیچ میں واقع ہو مدت حیض مین اگر ہوگا تو حیض ہے اور جو رنگ کہ مدت حیض مین سوائے
سفیدی خالص کے دیکھا سب حیض ہے ف حیض سے پاک ہونے کو طہر بولتے ہین اور بہت کم مدت طہر کی پندرہ روز ہین
اور زیادہ کی حد نہین اور طہر متخلل کہتے ہین اوس پاکی کو جو عورت دو حیض کے بیچ مین دیکھے قبل تمام ہونے مدت حیض کے
اور خون کے کئی رنگ ہین سب چھہ رنگ علماء نے بیان کیے ہین سرخ سبز سیاہ تیرہ رنگ اور مٹی کا رنگ اور زرد تیرہ رنگ اور
مٹی کے رنگ میں یہ فرق ہے کہ تیرہ مین سفیدی مائل ہوتی ہے اور مٹی کے رنگ مین سیاہی تو حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ عورت حائضہ
ان چھہ رنگ مین سے کوئی رنگ دیکھے وہ حیض ہے مگر سفید جب ہو تو وہ حیض نہین اور اب طہر متخلل کا بیان شروع ہوتا ہے تفصیل اوسکی
اپنے بیان مین کی جو قول مفتی بہ ہے اوسکو ذکر کردیا اور باقی مطالب کو شرح عربی پر چھوڑا ص جو طہر کہ پندرہ دن سے کم ہو جب دو خونوں کے بیچ میں
آوے تو اگر تین دن سے بھی کم ہے تو وہ سب کے نزدیک حیض ہے اور اگر تین دن پورے یا زیادہ ہین تو امام ابی یوسف کے نزدیک اور امام اعظم سے ایک روایت
مین بھی حیض مین داخل ہے اگرچہ دس دن سے زیادہ ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ اسمین آسانی ہے فتویٰ پوچھنے والے اور فتویٰ
دینے والے پر ف ہدایہ مین لکھا ہے والاخذ بهذا القول ایسر یعنی تمسک کرنا ساتھ اس قول کے آسان ہے اور یہی ہے آخر قول
امام صاحب کا اور پانچ مذہب ہین اور ہین امام محمد کی روایت امام صاحب سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ابن المبارک کی روایت امام صاحب
سے ابو سہیل کا قول حسن بن زیاد کی روایت امام صاحب سے اور تفصیل ہین ان مذاہب کے حواشی کا فقط فائدہ ہے عوام کا کوئی فائدہ تصور
نہین اسواسطے ترک کیا ص رنگ حیض کا اگر سرخ و سیاہ ہو تو سب کے نزدیک حیض ہے اور اسی طرح اگر خوب زرد ہووے
تب بھی صحیح مذہب مین حیض ہے اور سبزی اور زردی ضعیف اور تیرگی اور خاکی ہمارے نزدیک حیض ہے ف اور فرق
ان دونون مین بیان کرچکے اور بعض اماموں کے نزدیک سب رنگ حیض نہین دلیل انکی یہ ہے کہ روایت کی ابو داود اور بخاری نے ام عطیہ
سے کہا انھون نے ہم نہین گنتے تھے تیرگی اور زردی کو بعد پاکی کے کچھ یعنی حیض مین داخل نہین کرتے تھے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ
نے بھی اور حضرت عائشہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے سنن ابن ماجہ میں اور ہدایہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوائے سپیدی
کے سب کو حیض گردانا ہے اور جب حیض کے رنگ سے فارغ ہوئے تو اب حکم حیض کا بیان کیا جاتا ہے ص عورت حائضہ نماز نہ پڑھے

اور روزہ نرکھے اور جب پاک ہو جاوے تو روزے کی قضا رکھے اور نماز کی قضا نہ کرے ف کیونکہ حضرت ابو سعید خدری سے روایت
ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نہیں جب کہ حائض ہوتی ہے عورت نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے روایت کیا اسکو
بخاری اور مسلم نے اور روایت کی ابو داود وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ہم حکم کیے جاتے تھے ساتھ قضا کرنے
روزے کے اور نہیں حکم کیے جاتے تھے ساتھ قضا کرنے نماز کے اور بعض خوارج کے نزدیک نماز کا بھی قضا کرنا لازم ہے اور یہ
مذہب مخالف احادیث مشہورہ اور مردود ہے ص اگر کسی عورت کو اخیر وقت نماز کے حیض آیا نماز اوسکے ذمے سے ساقط ہو گئی
اور اگر دس دن کے بعد پاک ہوئی آخر وقت میں نماز اوس پر واجب ہو گی اگرچہ وقت ایک لمحہ باقی ہو اور دس دن سے کم میں اگر پاک ہوئی
تو اگر نماز کا اتنا وقت ہے کہ غسل اور تکبیر تحریمہ ہو سکتی ہے نماز واجب ہو گی اور اگر اس سے کم وقت ہے واجب نہو گی اور اگر روزہ دار عورت
کو حیض آیا اگرچہ آخر وقت روزے میں ہو تو اگر روزہ فرض ہے قضا اوسکی واجب ہو گی اور اگر نفل ہے قضا اوسکی واجب نہو گی
اور نماز میں اگر حیض آیا قضا اوسکی واجب ہے اگرچہ نفل ہو اور اگر حائضہ عورت رمضان میں دن کو پاک ہوئی اور کچھ نکھایا وہ روزہ کافی
ہو گا لیکن نکھانا اوسکو واجب ہے اور اگر رات کو دس دن کے بعد پاک ہوئی اوسکو کل کا روزہ رکھنا واجب ہو گا اگرچہ رات ایک لمحہ باقی
ہے اور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو اگر اتنی رات باقی ہے کہ غسل اور تکبیر تحریمہ کر سکتی ہے تو کل کا روزہ واجب ہو گا اور اگر اس سے کم ہے تو
واجب نہو گا اور اگر اتنا وقت رات میں باقی تھا اور اوس نے غسل نہیں کیا روزہ اوسکا باطل ہو گا اور حائضہ کو درست نہیں کہ مسجد میں
آوے اور طواف خانہ کعبہ کا کرے ف اسواسطے کہ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے کہا کہ جب آئے ہم سرف
میں کہ نام ایک مقام کا ہے تو حائضہ ہوئی میں سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کر جو کرتے ہیں حاجی لوگ سوا اس بات کے کہ نہ
طواف کر خانہ کعبہ کا جب تک کہ پاک نہووے روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے اور مسجد میں داخل ہونا اسواسطے منع ہے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ مصلے کو مسجد سے لیلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہوں
تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض تیرا تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے اور اسی واسطے کوئی چیز باہر سے لینا حائضہ کو مسجد سے درست ہے
اور ایسے میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نہیں حلال کرتا ہوں مسجد کو واسطے جنب اور حائض کے روایت کیا اسکو
ابو داود نے اور ابن ماجہ اور بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے اور ضعیف کیا خطابی نے اس حدیث کو اور کہا کہ اسناد میں اسکی افلت
ابن خلیفہ عامری کوفی مجہول الحال ہے اور کہا ابن الرفعہ نے کہ وہ متروک ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ ابن الرفعہ کا قول صحیح نہیں مردود ہے اور کسی
امام حدیث نے ایسا بیان نہیں کیا بلکہ کہا احمد نے کہ نہیں دیکھتا ہوں میں ساتھ اوسکے کچھ حرج اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ نے اور حسن کہا اوسکو
یحییٰ بن قطان نے واللہ اعلم ص اور اگر طواف کرلیا حلال ہو جاویگی ف یعنی وہ چیزیں کہ وقت احرام سے حرام ہو جاتی ہیں حلال
ہو جاویگی ص اور حائضہ کو ناف سے نیچے زانو تک چھونا درست نہیں اور چھونے سے مراد یہ ہے کہ مباشرت کرے یا ران میں ذکر
کو لگاوے اور بوسہ لینا اور اوس مقام کے سوا کا چھونا درست ہے اور امام محمد کے نزدیک فقط مقام فرج سے پرہیز کرے اور باقی سب
بدن سے استمتاع اور فائدہ لینا درست ہے ف کیونکہ روایت ہے زید بن اسلم سے کہا انہوں نے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھکو اپنی عورت سے کیا درست ہے جس حالت میں وہ حائضہ ہووے سو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھ
تو اوسپر ازار اوسکی پھر تجھکو اختیار ہے ازار کے اوپر کا اور رہ جو بعضوں نے اس حدیث کو کہا ہے کہ یہ مرسل ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ مرسل وقت

اچھے ہوئے راویوں کے مقبول ہے اور راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں روایت کیا اس حدیث کو امام مالک اور دارمی نے اور روایت ہے
معاذ بن جبل سے کہا میں نے یا رسول اللہ اپنی عورت سے مجھکو وقت حیض کے کیا حلال ہے کہا کہ اوپر ازار کے اور بچا رہنا اس سے افضل ہے
روایت کیا اسکو رزین نے اور محی السنہ نے کہا ہے کہ اسناد اسکی قوی نہیں اور جماع کرنا عورت سے حالت حیض میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے
بالاتفاق مسوع ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ جماع کرے حائضہ
سے یا کسی عورت کی دبر میں یا کسی کاہن کے پاس آوے اور اس سے خبر پوچھنے کو سو اوس نے انکار کیا اوسکا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا اور صحیحین میں مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں ازار باندھ لیتی تھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے مباشرت
کرتے تھے اور میں حائض ہوتی تھی اور روایت کی امام مالک نے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے ایک آدمی کو بھیجا حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہ پوچھے اوسے کہ کیا مباشرت کرے مرد عورت اپنی سے اور وہ حائض ہو سو کہا عائشہ رضی اللہ عنہا
نے کہ باندھ لے ازار اپنی پھر مباشرت کرے اگر چاہے اور جو ایک روایت میں ابو داود اور نسائی کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مباشرت کرتے تھے عورتوں اپنی سے اور وہ حائض ہوتی تھیں جب اوپر اونکے ازار ہوتی تھی نصف رانوں تک اور زانو تک اور
ایسی ہی بہت روایتیں صحیح اس باب میں آئی ہیں اور روایت کی ابو داود نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے سنا بعض ازواج
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ کرتے تھے عورت حائضہ سے کچھ ڈالتے تھے فرج پر اوسکی ایک کپڑا
شاید اسی حدیث سے تمسک امام محمد صاحب کا ہے **ص** اور حائض اور جنب اور نفسا کو قرآن پڑھنا درست نہیں اگرچہ ایک آیت سے
کم ہووے یہی مذہب ہے کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام طحاوی کے نزدیک پڑھنا ایک آیت سے کم کا درست ہے اور یہ حکم جب ہے کہ قرات کے
قصد سے ہووے اور اگر بغیر قصد کے ہووے جیسے کہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ واسطے شکر نعمت کے تو کچھ حرج نہیں **ف**
قرات واسطے جنب اور حائض کے اسواسطے جائز نہیں کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن
میں سے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہم نے اور اسکا ایک شاہد ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
اسکو دارقطنی نے مرفوعًا اور بعضوں نے ان دونوں حدیثوں کو ضعیف کیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ **ص** عورت حائضہ کو بھی قرآن کی درست ہے **ف**
اسواسطے کہ یہ قرات قرآن کی نہیں کہلاتی **ص** اور جو عورت کہ پڑھاتی ہے تو اسکو اگر جیسے آیا امام کرخی کے نزدیک ایک ایک کلمہ
پڑھاوے اور ہر کلمے کے اوپر ٹھہر جاوے اور امام طحاوی کے نزدیک آدھی آدھی آیت پڑھاوے اور ہر آدھی کے بعد ٹھہرے پھر باقی آدھی
پڑھاوے اسیطرح کرتی جاوے اور دعاے قنوت کا پڑھنا بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور وظائف اور اذکار کا
پڑھنا مکروہ نہیں اور توریت انجیل پڑھنا مکروہ ہے **ف** اور اسی طرح زبور بھی **ص** اور محدث یعنی بے وضو کو قرآن پڑھنا درست ہے **ف** اسواسطے
کہ روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہیں روکتی تھی کوئی چیز اونکو قرآن پڑھنے سے مگر جنابت روایت کیا اسکو احمد اور اصحاب سنن اور ابن
خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم اور ابن الجارود اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن سکن اور بیہقی اور بغوی نے
شرح السنہ میں اور روایت ہے صحیحین میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں دس آیتیں اخیر سورہ آل عمران کی قبل وضو کے
ص اور چھونا اوسکا حائضہ اور جنب اور نفسا اور محدث بے وضو کو جائز نہیں **ف** اسواسطے کہ قرآن شریف میں
آیا ہے لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی نہیں چھوتے ہیں اسکو مگر پاک لوگ **ص** مگر غلاف سے کہ اوپر سے درست ہے

اور قرأت جدا ہو تو اب جلد کا یا چولی جلد کا چھونا بھی درست نہیں اور لکھا قرآن کا اگر جیب امیں جاتا ہو لکھتے ہوئے کو درست ہو نزدیک
امام ابی یوسف کے اور نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے جائز نہیں اور بے طہارت کے تفسیر کا چھونا مکروہ ہے اور ان عورتوں کو سپارہ آیت
قرآن کی لکھی ہو نہ چھونے بے طہارت مگر تھیلی میں ہو تو چھونا تھیلی کا جائز ہے کہ وہ نہیں اور جو عورت کہ دس دن میں حیض سے پاک ہوئی قبل غسل
کے اوس سے صحبت کرنا درست ہے اور جو اس سے قبل پاک ہوئی قبل غسل کے اوس سے صحبت جائز نہیں اور یہی نفاس کا حکم ہے **ف**
یعنی اگر نفاس کی مدت پوری ہو گئی یعنی چالیس روز کے بعد پاک ہوئی تو قبل غسل کے اوس سے صحبت درست ہے اور اگر کم میں نفاس سے
پاک ہوئی تو بغیر غسل کے درست نہیں اور وجہ اسکی صاحب ہدایہ نے یوں لکھی ہے کہ خون کبھی جلدی ہو جاتا ہے اور کبھی بند ہو جاتا ہے اور جب دس
دن میں حیض سے فارغ ہوئی اور چالیس دن میں نفاس سے تو یہ اکثر مدت ہے اس سے زیادہ حیض و نفاس نہیں ہو سکتا اور جو کم میں پاک ہوئی تو
احتمال ہے کہ شاید خون پھر جاری ہو جائے اور جب غسل کر لیا تو جانب انقطاع کو ترجیح ہو گئی واللہ اعلم **ص** اور اگر دس سے کم میں پاک ہوئی
پھر اوسپر وقت موافق غسل اور تکبیر تحریمہ کے گذر گیا تو اب صحبت اوسکی بغیر غسل کے بھی درست ہے **ف** کیونکہ نماز اوس وقت اوسپر فرض
ہو گئی تو گویا کہ پاک ہو گئی اور اگر خون اوسکا بند ہو گیا اوسکی عادت سے کم میں تین دن سے زیادہ میں تو قربت اوسکی جائز نہیں جب تک کہ
عادت کے موافق وقت نگذر جاوے اگرچہ اوس نے غسل بھی کر لیا ہووے کیونکہ عادت میں خوف ہے خون کے پھر آ جانیکا تو احتیاط اسی میں ہے کذا
فی الہدایہ **ص** اور اگر عورت حائضہ دس دن سے کم میں پاک ہوئی اور تین دن یا زیادہ گذر گئے ہیں مگر عادت سے اسکی کم ہے تو واجب
ہے اوسکو کہ نماز کی تاخیر کرے اتنے وقت تک کہ مکروہ نہو جاوے تو جب ڈر ہو جاوے قضا کا اوس وقت غسل کرے اور نماز پڑھے اور
اگر عادت کے برابر ہوئے یا زیادہ عادت سے ہو جاوے یا وہ عورت مبتدیہ ہووے تو تاخیر کرنی غسل کی مستحب ہے **ف** مبتدیہ اوس عورت کو کہتے ہیں
جو اول بار حائضہ ہوئی اور پہلے اوسکے کبھی حیض نہ ہوا ہووے **ص** اور اگر تین دن سے کم میں پاک ہوئی نماز کی تاخیر کرے اور جب قضا ہونے کا خوف
ہو غسل کرے اور پڑھ لیوے اور ان سب صورتوں میں اگر پھر دس دن کے اندر خون آ گیا حکم طہارت کا باطل ہو گیا مبتدیہ ہو یا معتادہ ہو اور
اگر کوئی عورت دس دن یا زیادہ میں پاک ہوئی دس دن پورے گذرنے سے حکم طہارت کا کیا جاویگا اور غسل اوسپر واجب ہوگا اور جو معتادہ کہ
ایک دن خون دیکھتی ہے اور دوسرے دن طہر تو جس دن خون دیکھے اوس دن نماز اور روزہ ترک کرے اور جس دن پاک ہووے اوس دن غسل کرے اور نماز
پڑھے تو تیسرے دن پھر نماز ترک کرے اور چوتھے دن پڑھے اسی طرح دس دن تک کرے اور کم مدت طہر کی پندرہ دن ہیں اور اکثر مدت کی حد نہیں
ف ابراہیم نخعی سے بھی ایسی ہی روایت ہے اور اکثر کا یہ حال ہے کہ کبھی برس برس تک طاہر رہتا ہے **ص** مگر معتادہ کا موافق عادت کے
طاہر ہوگا اور آخر تک ہے طہر کے اندازے میں اور صحیح یہ ہے کہ ایک گھڑی کم چھ مہینے ہیں اس لیے کہ عادت یہ ہے کہ طہر غیر حاملہ کا حاملہ سے کم ہوتا ہے اور
اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہیں تو طہر غیر حاملہ کا ایک ساعت کم چھ مہینے ہوگا صورت اوسکی یوں ہے کہ ایک عورت کو اول بار حیض آیا اور
اوس نے دس دن خون دیکھا اور چھ مہینے پاک رہی پھر خون اوسکا برابر جاری رہا عادت اوسکی انیس ماہ تین گھڑی کم ہوگی اسواسطے کہ تین حیض کا
ایک مہینہ ہوا اور تین طہر کے چھ ترک اٹھارہ مہینے ہوئے جسمیں سے تین گھڑی کم ہوئیں ایک ایک گھڑی ہر ہر طہر سے اور انیس مہینے تین گھڑی کم ہوئے

فصل استحاضے کے بیان میں

جو خون کہ تین دن تین رات سے کم ہو یا دس روز سے زیادہ ہووے یا نفاس کے چالیس روز سے زیادہ ہووے تو وہ استحاضہ ہے اسی طرح جو خون کہ عورت کے
حیض کی عادت سے زیادہ ہوا اور دس دن سے بڑھ جاوے یا نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور چالیس دن سے بڑھ جاوے وہ بھی استحاضہ ہے

شافعی کے نزدیک عادت حیض کی سات دن کی تھی اور اوسنے خون بارہ دن تک دیکھا تو پانچ دن آخر کے استحاضہ کے ہیں اور اگر اوس کی عادت اوسکو بیس دن تھی اور خون بہتے بہتے پچاس دن تک دیکھا بیس دن بعد تکمیل تیس دن کے استحاضہ کے ہیں یہ حکم تو معتادہ کا ہوا اور مبتدیہ کا حال اگر جاری رہا ہمیشہ تو دس دن اوسکے حیض کے ہونگے اور باقی استحاضہ اور جو پہلے نفاس میں اوسکا خون بہت جاری رہا چالیس دن نفاس کے گنے جاوینگے اور باقی استحاضہ کے اور جو خون حاملہ دیکھے وہ بھی استحاضہ ہے **ف** معتادہ عورت کو چاہیے کہ اگر خون اوسکا جاری رہا تو جتنے دن اوسکے حیض کے ہیں عادت کے موافق نماز ترک کرے اور بعد اوسکے نماز پڑھے غسل کرکے جب پھر وہ دن آویں حیض کے نماز ترک کرے اسی طرح عادت کے موافق ہمیشہ کیا کرے کیونکہ روایت ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک عورت تھی بہتا تھا خون اوسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو پوچھا اوسکے واسطے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو فرمایا آپ نے کہ دیکھ لے گنتی رات دن کی کہ حائض ہوتی تھی ان دنوں میں مہینے سے قبل اس عارضہ کے سو ترک کرے نماز موافق اوسکے مہینے سے سو جب گذر جاویں وہ دن تو غسل کرے پھر لنگوٹ باندھ لیوے کسی کپڑے کی پھر نماز پڑھے روایت کیا اسکو ابو داود و نسائی نے غیر حالتے کی سند وا سے باسناد صحیح اور ایک حدیث میں آیا ہے تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا یعنی چھوڑے نماز حیض کے دنوں میں لیکن ابو داود نے ضعیف کیا اس روایت کو اور کہا کہ وہم ہے ابن عیینہ راوی سے اور حفاظ کی حدیثوں میں یہ قول نہیں اور اسی روایت کو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اور یہی قول ہے حسن اور سعید بن المسیب اور عطا اور مکحول اور ابراہیم اور قاسم بن محمد کا **ص** عورت مستحاضہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور وطی کرنا اوس سے درست ہے **ف** اس باب میں بہت حدیثیں آئی ہیں بیشمار کہاں تک بیان کروں اوپر ایک حدیث بیان کی وہ کافی ہے **ص** جس شخص کو استحاضہ یا خون ناک کا یا کوئی اور حدث ہمیشہ لگا ہے اس طرح کہ کسی فرض کا وقت اوسپر بغیر اوسکے نگذرے تو وہ ہر وقت فرض کو وضو کرے اور امام شافعی کے نزدیک ہر فرض کے لیے وضو کرے اور نفلوں کو فرض کی تبعیت میں پڑھے **ف** کیونکہ روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت مستحاضہ میں کہ چھوڑے نماز کو حیض کے دنوں میں پھر غسل کرے اور نماز پڑھے اور وضو کرے ہر وقت نماز کے لیے روایت کیا اسکو ابو داود نے سنن میں اور یہی ہے مذہب امام صاحب کا اور محمد اور زفر اور ابو یوسف رحمہم اللہ اجمعین کا اور ثابت کرنا اسکا بہت مشکل ہے جسکو منظور ہووے مشکل الآثار امام طحاوی میں جو تفصیل ہے دیکھ لیوے اور ایسی ہی روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنن ابی داود میں اور کہا سعید نے کہ غسل کرے ایک ظہر سے دوسرے ظہر تک روایت کیا اسکو ابو داود نے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسمیں وہم ہو گیا ہے صحیح یہ ہے کہ مِنْ طُهْرٍ اِلٰى طُهْرٍ یعنی طہر سے طہر تک لیکن یہ قول مناسب مقام نہیں اسواسطے کہ ظہر کی کیا تخصیص ہے سب نمازیں اس باب میں برابر ہیں مؤید ہے اسکی جو کہا ابو داود نے رَوَاهُ مِسْوَرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوْعٍ قَالَ فِيْهِ مِنْ طُهْرٍ اِلَى طُهْرٍ فَقَلَبَهَا النَّاسُ مِنْ ظُهْرٍ اِلٰى ظُهْرٍ یعنی روایت کیا اسکو مسور نے کہا اوس نے طہر سے دوسرے طہر تک سو بدل دیا اوسکو لوگوں نے ظہر سے دوسرے ظہر تک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح طہر سے طہر تک ہے اور بھی مؤید ہے اسکی جو کہا ہے ابو داود نے وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الخ کہ مذہب اونکا وہی ہے کہ ہر وقت نماز کے وضو کرے نہ یہ کہ طہر سے طہر تک غسل کرے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ اور ربیعہ کا مذہب یہ ہے کہ مستحاضہ کو وضو بھی ہر وقت نماز کے واجب نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی اور حدث سوا استحاضہ کے اوسکو پہنچے اور بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور بعضوں کا یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرے

اور دونوں کے واسطے ایک غسل کرے ... یہ حدیثیں بھی مختلف وارد ہوئی ہیں تا ہم تو بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ ہر دن غسل کرے اور یہی مروی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا اسکا ابو داؤد نے اور وطی کرنا عورت مستحاضہ سے درست ہے روایت کی ہے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مستحاضہ ہوئی تھیں اور جماع کرتے تھے اونسے خاوند اونکے اور اسناد میں اس حدیث کی معلیٰ کا ہے بعض لوگوں نے ضعیف کیا ہے اوسکو اور امام احمد اوس سے روایت نہیں کرتے تھے لیکن کہا یحییٰ بن معین نے کہ وہ ثقہ ہیں اور اسی کو اختیار کیا ہے محدثین نے اور صحیح یہی ہے **ص** اور ہمارے نزدیک ہر وقت نماز کے واسطے وضو کرے اور اوس وقت میں جتنے چاہے فرض اور نوافل پڑھے اور اوسکے وضو کو وقت کا جانا توڑ دیتا ہے اور امام زفر کے نزدیک دوسرے وقت کا آنا توڑ دیتا ہے اور امام ابی یوسف کے نزدیک دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو جس شخص نے قبل وقت ظہر کے وضو کیا اور وہ وقت آنے تک ظہر کی نماز پڑھے آخر وقت تک ہمارے نزدیک اور امام ابی یوسف کے نزدیک درست نہیں کیونکہ وقت کے داخل ہونے سے اونکے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعد آفتاب کے نکلنے کے وضو ہمارے نزدیک اور امام ابی یوسف کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور امام زفر کے نزدیک نہیں ٹوٹیگا کیونکہ جانا وقت کا ہمارے اور ابی یوسف کے نزدیک وضو توڑتا ہے اور امام زفر کے نزدیک آنا وقت کا اور آنا وقت کا نہیں پایا گیا

فصل نفاس کے بیان میں

نفاس اوس خون کو کہتے ہیں جو بچے کے بعد آتا ہے اور اوسکی کم مدت کی حد نہیں اور اکثر مدت اوسکی چالیس دن ہیں **ف** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہا اونہوں نے نفاس والی عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بعد نفاس کے چالیس دن بیٹھتی تھیں روایت کیا اسکو ابو داؤد اور احمد اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور ایک روایت میں ہے ابو داؤد کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو حکم نہ کیا ساتھ قضا کرنے نمازوں نفاس کے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے **ص** اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر مدت نفاس ساٹھ دن ہے **ف** اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اونپر حجت ہے **ص** اور جس عورت کے دو بچے ساتھ پیدا ہوں یا چھ مہینے سے کم میں دوسرا بچہ پیدا ہووے تو اونکو توام کہتے ہیں اوسکی ماں کا نفاس اول لڑکے سے معتبر ہوگا اور عدت اوسکی دوسرے لڑکے سے گذریگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے لڑکے سے اعتبار نفاس کا ہوگا اور جو بچہ ایسا ہووے کہ بعضے اعضا اوسکے مخلوق ہوئے ہوں اور اوسکے بعد خون آوے تو وہ خون نفاس کا ہے اور ایسا بچہ پیدا ہونے سے لونڈی ام ولد ہوجاویگی **ف** ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہیں کہ جس سے اوسکے مالک کی اولاد ہووے حکم یہ ہے کہ بعد مرنے اوسکے کے آزاد ہوجاتی ہے تو یہ بیان کیا کہ اگر لونڈی سے ایسا بچہ بھی ہو تو وہ مالک سے ام ولد ہوجاویگی **ص** اور ایسے بچے کو سقط کہتے ہیں اگر کسی خاوند نے جورو سے کہا کہ اگر تو جنیگی تو تجھپر طلاق ہے اور وہ سقط جنی تو شرط ادا ہوجاویگی اور عورت پر طلاق پڑجاویگی اور عدت بھی تمام ہوجاویگی

باب نجسوں کے بیان میں

ف نجاست کو پاک کرنا واجب ہے نمازی کے بدن اور کپڑے سے اور جس جگہ کہ نماز پڑھتا ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ یعنی کپڑوں کو اپنے سو پاک کر اونکو اور احادیث میں بھی یہی حکم ہے **ص** اگر بدن یا جگہ یا کپڑا نمازی کا نجس ہوجاوے ایسی نجاست سے جو دکھائی دیتی ہے پانی اور سرکہ اور گلاب اور جو چیز کہ بہتی ہے پانی کی طرح اور پاک اور مزیل نجاست ہے اوس سے پاک کرے یہانتک کہ ذات نجاست کی زائل ہووے اگر اوسکا اثر باقی رہجاوے کہ اوسکا دور ہونا مشکل ہو تو زائل کرنا اوسکا ضرور نہیں **ف** پانی کے مثل کیا سرکہ وغیرہ کو اور ... یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور امام ابی یوسف کا ہے اور کہا محمد اور زفر اور شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہ نہیں جائز ہے نجاست کا

پاک کرنا اگر ان سے ص اور جو چیز کہ نا پاک ہو جاوے اوس نجاست سے کہ دکھائی نہیں دیتی تین بار کے دھونے اور ہر بار کے نچوڑنے
سے پاک ہو جاویگی اور تیسری بار میں خوب طاقت زور اپنے کے نچوڑے تو اگر خوب زور سے نہ نچوڑیگا تو پاک نہ ہوگی ایسا ہی ہے خانیہ اور
جسکا نچوڑنا ممکن نہیں تین بار دھونے اور ہر بار کے خشک کرنے سے پاک ہو جاویگی اور خشک کرنا یہ ہے کہ قطرہ نہ ٹپکے اور ٹپکنا موقوف
ہو جاوے اگر موزے میں ایسی نجاست جسم دار (جیسا گوبر اور منی وغیرہ) ہووے بھر جاوے اور خشک ہو جاوے زمین پر ملنے سے پاک ہو جاتا ہے اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ
علیہ کے نزدیک اگر تر دلدار بھی ہووے اور خوب ملے پاک ہو جاویگا اور اوسی پر فتویٰ ہے اور جو دلدار نہ ہووے دھونے سے فقط پاک ہوگا
جیسے پیشاب فقط دھونے سے پاک ہوتا ہے ف روایت کی ابو داود نے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ جب بھر جاوے تمہارے جوتے میں نجاست تو مٹی اوسکے واسطے پاک کرنے والی ہے اور ایسا ہی مروی ہے عایشہ رضی اللہ عنہا
سے بھی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست تر دلدار ہووے تو وہ بغیر دھونے کے پاک نہ ہوگی اور دلیل اونکی
وہ ہے جو روایت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ جب تیرے کپڑے میں چلنے سے کوئی نجاست تر بھر جاوے تو دھو اوسکو اور اگر خشک ہو
تو کچھ لازم نہیں تیرے اوپر روایت کیا اسکو رزین نے ص اگر کسی چیز میں منی بھر جاوے تر ہو یا خشک دھونے سے پاک ہو جاتی ہے
ف حاصل اس مسئلے کا یہ ہے کہ تر منی سے بغیر دھوئے کپڑا پاک نہیں ہوتا اور سوکھی سے بھی دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور سوکھی منی کو
اگر کپڑے سے کھرچ ڈالے تو بھی پاک ہو جاویگا لیکن یہ جب ہے کہ منی اسقدر غلیظ ہووے کہ قابل کھرچنے کے ہووے روایت ہے حضرت
عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ دھوتی تھیں (اگر منی پاک ہوتی) منی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے روایت کیا اسکو ابو داود وغیرہ نے اونکا
روایت ہے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دھو ڈالتے منی کو پھر نکلتے تھے نماز کو اوسی کپڑے میں اور میں دیکھتی
تھی نشان دھونے کا اوسمیں روایت کیا اوسکو شیخین رحمۃ اللہ علیہما نے اور ایک روایت میں مسلم کی ہے کہ میں کھرچتی تھی منی کو آپکے
کپڑے سے پھر نماز پڑھتے تھے اوسی کپڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ میں کھرچتی تھی سوکھی منی کو ناخون سے اونکے کپڑے سے اور کہا امام طحاوی
نے شرح الآثار میں حدثنا یونس ثنا یحیی بن حسان ثنا عبد اللہ بن المبارک و بشر بن المفضل عن عمرو
ابن میمون عن سلیمان بن یسار عن عایشۃ قالت کنت اغسل المنی من ثوب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فیخرج الی الصلوۃ وان بقع الماء لفی ثوبہ یعنی کہا حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں دھوتی
تھی منی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اور آپ جاتے تھے نماز کو اور تحقیق نشان پانی کے اونکے کپڑے میں ہوتے تھے ص اگر سر
ذکر کا پاک ہے اسطرح سے کہ پیشاب نے مخرج سے تجاوز نہ کیا اور پیشاب کے استنجا کیا اور پھر منی نکلی اور خشک ہو گئی کھرچنے سے پاک
ہو جاویگی کپڑا ہووے یا بدن اور حسن بن زیاد نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ بدن میں اگر منی لگ کے خشک ہو جاوے کھرچنے سے
پاک نہ ہو جاویگی جب تک نہ دھوویگا ف صاحب ہدایہ نے وجہ اسکی یوں بیان کی ہے فان حرارۃ البدن جاذبۃ فلا یعود
الی الجرم والبدن لا یمکن فرکہ کہ حرارت بدن کی جاذب ہے سو نہ عود کریگی منی طرف جرم کے خشکی سے اور بدن کا کھرچنا
ممکن نہیں ص اور تلوار یا چھری یا اور جو اوسکے مثل چیزیں ہیں ملنے سے پاک ہو جاتی ہیں زمین پر یا کسی اور چیز پر اور جو کہ
ایسا ہو کہ دھونا اوسکا دشوار ہو ایک اینٹ یا دیوار پانی بہانے سے پاک ہو جاویگا اور زمین ناپاک یا اینٹیں جمی ہوئیں یا نرکل کا گھر اور درخت اور
گھاس اگر کچی ہووے اور خشک ہو جاویں اور اثر نجاست کا باقی نہ رہے پاک ہو جاویگی نماز کے لیے اور یہی مختار ہے یعنی زمین خشک ہو

جسکے اوپر اثر نجاست کا باقی ہے نماز درست ہے ف کیونکہ وہ زمین پاک ہے جیسا کہ روایت کی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ زمین سے تھا رات کو مسجد مین زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اور مین تھا جوان مجرد تھا کتے آتے جاتے تھے مسجد مین اور پیشاب کرتے تھے سو تھے پانی بہاتے کسی پر انہین روایت کیا اسکو ابو داود وغیرہ نے اور حدیث مین ہے زکوۃ الارض یبسہا یعنی زکوۃ زمین کی سوکھنا اوسکا ہی ایسا ہی ہدایہ مین ہے کہا ابن طاہر نے تذکرے مین کہ نہیں ہے اصل اس حدیث کی مرفوع مین انتہی لیکن ذکر کیا اسکو بعض مشایخ نے آثر عایشہ رضی اللہ عنہا کا اور بعض نے محمد بن حنفیہ کا اور ایسا ہی روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے محمد سے اور ابو قلابہ سے بھی اور روایت کی عبد الرزاق نے اونسے یعنی ابو قلابہ سے کہ جفوف الارض طہورہا یعنی سوکھنا زمین کا طہارت ہے اوسکی اور ذکر کیا مبسوط مین ایما ارض جفت فقد زکت کو یعنی جو زمین کہ خشک ہو گئی تو وہ پاک ہو گئی حدیث مرفوع واللہ اعلم اور صحیح اس باب مین حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے ص لیکن تیمم جائز نہین ف اسواسطے کہ مٹی تیمم کی طہارت اسکی قرآن شریف سے ثابت ہے سو حدیث اوسکے معارض نہو گی واللہ اعلم ص اور نجوت گمان ہے کہ سکتی ہے کہ ٹکرے ٹوٹ جو سے پاک ہوتی ہے

فصل نجاست خفیفہ اور غلیظہ کے بیان مین

نجاست غلیظہ اوسے کہتے ہین جسکی نجاست آیت یا حدیث وغیرہ سے ثابت ہووے اور دوسری آیت یا حدیث اوسکے مخالف نہ آئی ہو اور جس پر کوئی نجاست غلیظہ عارض ہوتی ہو اوسکو نجس غلیظ کہتے ہین اور نجاست خفیفہ جو ایسی نہووے اور جسکو یہ عارض ہو اوسکو نجس خفیف کہتے ہین ص ایکدرم برابر نجس غلیظ جیسے پیشاب اور خون اور شراب اور بیٹ مرغی کی اور پیشاب بلی اور گدھا اور چوہے کا اور لید اور گوبر معاف ہے اور اس سے زیادہ معاف نہین اور چوتھائی سے کم کپڑا اگر نجس خفیف جیسے پیشاب گھوڑے کا اور جسکا گوشت حلال ہے اور بیٹ طایرون حرام سے نجس ہو جاوے معاف ہے اور اس سے زیادہ معاف نہین اور چوتھائی کپڑے سے اوس کپڑے کا چوتھائی مراد ہے جتنے مین نماز درست ہو جاوے اور بعضون کے نزدیک چوتھائی اوس کپڑے کا جسمین نجاست لگی ہووے جیسے دامن اور آستین اور گلی مراد ہے اور امام ابو یوسف نے اوسکا اندازہ کیا ہے کہ طول مین بھی ایک بالشت اور عرض مین بھی ایک بالشت ہے اور اگر نجس رقیق ہے پانی سا تو قدر درم سے مراد مقدار ہتھیلی کے گڑھے کا عرض ہے اور اگر کثیف ہے تو مراد قدر درم سے وزن ایک مثقال کا ہے ف حب کپڑے مین لید یا گوبر زیادہ درم سے لگ گیا تو نماز ہمین نزدیک امام صاحب کے جائز نہو گی اسواسطے کہ وہ نجس غلیظ ہے کیونکہ روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے پاخانے کے حکم کیا مجھکو کہ لاؤن تین پتھر سو پائے مینے دو پتھر اور تیسرا ڈھونڈھا نہ پایا مین لایا اونکے پاس ایک لید کو تو لے لیا آپنے دو پتھرون کو اور پھینک دیا آپنے گوبر کو اور کہا کہ وہ نجس ہے روایت کیا اسکو بخاری نے اور احمد اور دارقطنی نے اور ترمذی نے اور نسائی نے اور منع کیا آپنے اوس سے استنجا کرنے سے ص اور خون مچھلی کا نجس نہین اور خچر اور گدھے کا لعاب پاک چیز کو نجس نہین کرتا اور اگر پیشاب سوئی کی نوکون کی برابر پڑ جاوے دھونا اوسکا واجب نہین اور جو پانی کہ نجس پر پڑ جاوے وہ بھی نجس ہے یا نجس پر پانی پڑ جاوے تب بھی پانی نجس ہے اور نجس کی راکھ نجس نہین اور گدھا اگر نمکدان مین گر پڑا اور نمک ہو گیا پاک ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راکھ نجس کی بھی نجس ہے اور جس کپڑے کا استر نجس ہو اور سیا ہوا نہو اوسپر نماز درست ہے اور اگر ایک جانب بچھونے کی نجس ہو اور دوسری جانب پاک ہو اوسپر نماز درست ہے اور بعضون کے نزدیک اگر بچھونا اتنا بڑا ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف نہ ہلے تو درست ہے اور اگر ہل جاوے تو درست نہین اور ہمارے نزدیک دونون صورتون مین درست ہے اور اگر کپڑے نجس کو پاک کپڑے کے ساتھ لپیٹے اور اوسکی تری پاک کپڑے مین آ جاوے تو اگر ایسی تری ہے کہ نچوڑنے سے نہین ٹپکتی

تو نماز اوسپر درست ہے اور اگر گیلے تو نماز اوسپر درست نہیں اور زمین خشک جو ایسی مٹی سے جس میں گوبر ملا ہے لیپی گئی ہے اور اوسپر تر کپڑا بچھا کر نماز پڑھے درست ہے اور اگر ایک کنارہ کپڑے کا جو نجس ہے اتنا بھول گیا اور دوسرا کنارہ بغیر سوچ کے دھو لیا نماز اوسپر جائز ہے کیونکہ کپڑے کے دھونے میں سوچنا شرط نہیں اور اگر گیہوں وغیرہ کے روندنے میں بیل یا گدھے نے موتا اور بعد گیہوں بانٹ گئے یا اوس میں سے نکال کر کسیکو کچھ دیدیا سب پاک ہو جاوینگے بغیر دھونے

ف فصل استنجے کے بیان میں

ص استنجا کرنا اوس حدث سے جو دونوں راہوں سے نکلے پتھر وغیرہ سے یہانتک کہ صاف ہو وے بغیر گنتی کے سنت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گنتی بھی سنت ہے اور سونے اور ریح سے استنجا نہیں ف اگر کوئی کہے کہ سونا اور ریح سے نکل گیا جب کہ کہا دونوں راہوں سے پھر اسکے ذکر سے کیا فائدہ جواب اوسکا یہ ہے کہ سونے میں گمان ہے ریح وغیرہ کے نکلنے کا اسواسطے اوسکو بھی بیان کر دیا اور استنجے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مداومت فرمائی ہے اور تین پتھروں کا ہونا کچھ ضرور نہیں اگر دو پتھروں میں صاف ہو جاوے کافی ہے اور ہمارے مذہب میں کوئی شمار پتھروں کا مسنون نہیں اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب میں احتیاط نکرے اوسکے واسطے بڑی وعید ہے جیسے روایت کی دارقطنی اور حاکم وغیرہما نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرہیز کرو پیشاب سے اکثر عذاب قبر کا اوسی سے ہوتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک تین پتھر ضرور چاہیے روایت ہے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم استنجا کریں تین پتھر سے کم میں روایت کیا اسکو مسلم نے اور ابی داود اور نسائی اور مالک نے اور دلیل ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ روایت کیا ابو داود اور ابن ماجہ وغیرہما نے کہ جو استنجا کرے پس چاہیے کہ طاق لیوے جسنے کیا سو اچھا کیا اور جسنے نکیا سو کچھ حرج نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھروں کو واسطے استنجے کے لیا اور صحیح یہی ہے کہ شرط پاکی ہے اور تین ڈھیلوں کے سنت ہونے میں شک نہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ جسنے یہ کیا سو اچھا کیا اور جسنے نکیا سو کچھ حرج نہیں اور سنت کا یہی حکم ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی پتھروں سے استنجا کیا اسبطرح تسلیم کرکے اوسکو ہم سنت ہی تو کہتے ہیں نہ واجب اور سنت میں ترک تو معتبر ہے ص گرمی کے دنوں میں پہلے اور تیسرے پتھر کو پیچھے کی طرف لیجا کے پاک کرے اور جاڑے کے دنوں میں پہلے اور تیسرے پتھر کو آگے کی طرف لا کے پاک کرے اور پہلی صورت میں دوسرے پتھر سے آگے کیطرف پاک کرے اور دوسری میں پیچھے کی طرف اور عورت جاڑے گرمی میں ہمیشہ پہلے پتھر کو پیچھے کیطرف لیجا کے پاک کرے اور بعد پتھر لینے کے پانی سے دھونا ادب ہے ف روایت ہے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نہیں دیکھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کہ نکلے پاخانے سے مگر یہ کہ چھوا پانی کو یعنی پانی سے دھویا اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ جب آیت نازل ہوئی فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ یعنی مسجد قبا میں وہ لوگ ہیں کہ دوست رکھتے ہیں طہارت کو اور اللہ دوست رکھتا ہے طہارت کرنے والوں کو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے گروہ انصار کے بتحقیق اللہ تعالے نے ثنا کی اوپر تمہارے بیچ طہارت تمہاری کے پس کیا ہے طہارت تمہاری پس کہا انھوں نے کہ ہم وضو کرتے ہیں نماز کے لیے اور غسل کرتے ہیں جنابت سے اور استنجا پاک کرتے ہیں ہم پانی سے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو وہ یہی ہے لازم پکڑو تم اوسکو روایت کیا اسکو ابن ماجہ اور رزین رحمۃ اللہ علیہما نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طہارت سے مراد قرآن شریف میں بھی استنجا کرنا پانی سے ہے اسواسطے کہ مسجد قبا والے خاص اسمیں اور مہاجرین سے زیادہ تھے ورنہ وضو اور غسل اور مہاجرین بھی کرتے تھے

اور روایت ہے سنن ابن ماجہ مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ دھوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاے پیخانے اپنی کو تین بار کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سو کیا ہمنے اوسکو سو پایا ہمنے اوسکو دوا اور پاکی اور راوی اس حدیث کے ثقہ ہین اور روایت کی محی السنہ بغوی نے اور ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نازل ہوئی بیچ اہل قبا کے کہ بیچ اوس مسجد کے ایسے لوگ ہین جو دوست رکھتے ہین طہارت کو فرمایا کہ تھے استنجا کرتے پانی سے سو نازل ہوئی اونمین یہ آیت **ص** تو پہلے دونون ہاتھ دھوے پھر مخرج کو ڈھیلا چھوڑ کر خوب صاف کرکے ملکر دھووے اور ایک انگلی یا دو یا تین انگلیون کے باطن سے دھووے اور انگلیون کے سرے سے نہ دھووے پھر دونون ہاتھ دھووے اور اگر نجاست مخرج سے درم برابر بھی تجاوز کر گئی دھونا اوسکا شیخین کے نزدیک واجب ہے اور امام محمد کے نزدیک اگر مخرج سمیت درم سے زیادہ ہے اوسکا بھی دھونا فرض ہے اور کھانے اور ہڈی اور گوبر اور داہنے ہاتھ سے استنجا درست نہین **ف** لیکن ہڈی اور گوبر سے سو اسواسطے کہ روایت کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے گوبر کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِنَّہٗ رِجْسٌ یعنی وہ نجس ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور بھی روایت کی ترمذی اور ابوداود اور نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جب آئے قاصد جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہا اونھون نے اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم منع کرو امت اپنی کو کہ استنجا کرین ہڈی اور گوبر یا کوئلے سے پس تحقیق کہ اللہ نے کیا اوسمین ہمارا رزق سو منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے اور روایت ہے رُوَیفع سے بھی ایسی ہی اخراج کیا اسکا ابوداود اور نسائی نے اور اسی باب مین روایت ہے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سلمان سے اخراج کیا ان دونون کا ابن ماجہ وغیرہ نے اور لیکن استنجا کرنا داہنے ہاتھ سے سو روایت ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ استنجا کرین ہم داہنے ہاتھ سے روایت کیا اسکو مسلم اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہم رحمہم اللہ نے اور روایت کی بخاری اور ترمذی اور ابوداود وغیرہم نے ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پیشاب کرے کوئی تم مین سے پس نہ پکڑے ذکر اپنے کو داہنے ہاتھ سے اور نہ استنجا کرے داہنے ہاتھ سے اور روایت کی ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھا داہنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے طہارت کے اور کھانے کے اور بایان ہاتھ واسطے پیخانے وغیرہ کے اور روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے کہ سنا مینے عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ نہیں چھوا مینے ذکر اپنے کو داہنے ہاتھ سے جب سے کہ مینے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اسلام لایا مین تو خوش ہوئے اس سے کہ نہ استنجا کیا اونھون نے داہنے ہاتھ سے اخراج کیا اس حدیث کا رزین بن معاویہ عبدری نے **ص** اور پیخانے مین قبلے کیطرف بیٹھ کر منہ کرنا اور پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے اور جنگل اور مکان مین ہمارے نزدیک یہی حکم ہے **ف** کیونکہ روایت ہے ابی ایوب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جاؤ تم پیخانے کو سو منہ کرو طرف قبلے کے اور نہ پیٹھ کرو طرف اوسکے اور لیکن مشرق کیطرف منہ کرو اور مغرب کی طرف اور یہ خطاب اسواسطے مدینے کے لوگون کو ہے کیونکہ قبلہ اونکا مشرق اور مغرب مین نہیں اور جنکا قبلہ مشرق یا مغرب ہے اونکو جنوب یا شمال کی طرف منہ کرنا چاہیے روایت کیا اسکو چھ یا اماموں نے (ارباب صحاح ستہ ۱۲) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا مین اور روایت کی اسی باب مین ابن ماجہ نے ابن معقل اسدی سے اور اسناد مین اوسکی ابو زید ہے بعضون نے کہا ہے کہ نام اوسکا ولید ہے مولی ابن ثعلبہ کا مجہول ہے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور اسناد مین اوسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور دوسری روایت مین بھی ابن ماجہ کی ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے اور ہمارے نزدیک کراہت میدان اور گھر مین سب مین ہے کیونکہ کہا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ آئے ہم شام مین تو تھیں اوسمین کھڈیان طرف قبلے کے سو پھرتے تھے ہم اوس سے اور استغفار کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مکان مین بھی

فا

فا

مطلق قبلے کے کرنا ممنوع ہی وقت پیشاب کے اور بعضوں نے رخصت دی ہے قبلے کی طرف منہ کرنے کی جبکہ قبلہ اور اوسکے درمیان مین
کوئی چیز حائل ہو جیسا کہ روایت ہے مروان اصفر سے کہا اونہوں نے دیکھا مینے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہ بٹھلایا اونہوں نے اونٹنی
اپنی کو طرف قبلے کے پھر بیٹھے اور پیشاب کرنے لگے طرف اونٹنی کے پس کہا مینے اے ابا عبد الرحمن کیا نہین منع کیا گیا اس سے کہا اونہوں نے
کہ ان منع ہی میدان مین لیکن جب ہو درمیان تیرے اور درمیان قبلے کے کوئی چیز کہ چھپاوے تجکو سو کچھ حرج نہین اخراج کیا
اسکو ابو داود نے اور بعضوں نے مطلق رخصت دی ہے لیکن منہ کرنے مین طرف قبلے کے سو دلیل لاتے ہین حدیث جابر رضی اللہ عنہ
سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ ہم منہ کرین طرف قبلے کے پیشاب مین سو دیکھا مینے اونکو ایک سال پہلے قبل وفات
کے کہ منہ کرتے تھے طرف قبلے کے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے کہا شیخ ابن القیم
نے کہا ترمذی نے کہ پوچھا مینے بخاری سے اس حدیث کو پس کہا اونہوں نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ضعیف کیا اسکو ابن حزم نے کہ یہ حدیث مروی
ہے ابان بن صالح سے اور وہ مجہول ہین اور نہین حجت ہے مجہول کی روایت مین اور جواب اوسکا یہ ہے کہ امام ہند نے کہ ابان بن صالح ثقہ ہے مشہور
حدیث والا ہے اور وہ ابان بیٹا صالح بیٹا عمیر کا ابو محمد قرشی ہے روایت کی اوس سے ابن جریج اور ابن عجلان اور ابن اسحق اور عبید اللہ بن
ابی جعفر نے اور شہادت لایا ساتھ روایت اوسکی کے بخاری اپنی صحیح میں مجاہد اور حسن بن مسلم اور عطا سے اور توثیق کی اوسکی یحیی بن معین
اور ابو حاتم اور ابو زرعہ رازی نے اور نسائی نے اور والد ہے محمد بن ابان کا روایت کی اوس سے ابو الولید اور ابو داود طیالسی اور حسین جعفی وغیرہ
نے اور اس حدیث پر انفراد کیا محمد بن اسحق نے اور وہ ہین حجت پکڑی جاوے گی اوس سے احکام مین تو پھر بھلا معارض کیونکر ہو گی احادیث صحاح
کی اور کس طرح منسوخ ہو گی اوس سے حدیثین منع کی باوجود اسبات کے کہ اس حدیث کی تاویل ہو سکتی ہے کہ شاید یہ مکان میں ہو
اون لوگوں کے مذہب پر جو مکان مین رخصت دیتے ہین یا یہ امر تنگی مکان سے تھا کہا شیخ ابن القیم نے بعد اس جواب کے فَكَيْفَ تُقَدَّمُ
عَلَى النُّصُوصِ الصَّحِيحَةِ الصَّرِيحَةِ بِالْمَنْعِ یعنی پس کس طرح مقدم کیجاوے گی یہ حدیث اوپر نصوص صحیحہ صریحہ بالمنع کے پھر اگر کوئی
کہے کہ تسلیم کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے سو کیا کہتے ہو روایت عراک میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے درباب رخصت کے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ حدیث
صحیح نہین یہ موقوف ہے اوپر عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہا یہ ترمذی نے کتاب العلل مین نقلاً عن البخاری اور کہا بعض حافظون نے حدیث کے
کہ یہ حدیث صحیح نہین اور اسکے سبب کو بڑے عالم لوگ حدیث کے پہچانتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اسناد مین اسکی حماد بیٹا ابی السلمات ناہے
اور اونے اس حدیث کے متن کو یاد نہین کیا اور اوسکی اسناد کو قائم رکھا مخالفت کی اوسکی اسی حدیث مین ثقہ نے صاحب حماد کے
نام اوسکا جعفر بن ربیعہ ثقہ ہے روایت کیا اوس سے اوسکو عراک سے اونے عروہ سے اونے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ انکار کرتی تھین
معلوم ہوا کہ روایت خالد کی عراک سے اونے عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقطع ہے اور صحیح جعفر کی ہے باوجود کہ اوسکی مخالف جانب احادیث
صحیحہ وارد ہوئی ہین اور کہا عبد الرحمن بن ابی حاتم نے کتاب المراسیل مین اثرم سے کہا سنا مینے ابو عبد اللہ سے کہ ذکر کیا بعضوں نے
حدیث خالد کو عراک سے اونے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اونے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو کہا اونہوں نے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور
زیادہ تحقیق اسکی شرح ابو داود مین ہے اس جگہ بسبب ضرورت کتاب کے اختصار کیا اور تفصیل کی راہ مدعا اور پیٹھ کرنے مین طرف قبلے کے
سو دلیل لاتے ہین حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیخانہ پھرتے دیکھا کہ منہ تھا آپکا طرف شام کے اور پیٹھ
طرف قبلے کے اور روایت کیا اسکو بخاری مسلم ابو داود نسائی نے اور حق یہ ہے کہ رخصت مین بھی احادیث صحیح وارد ہوئی ہین **فائدہ**

کھڑے ہو کے پیشاب کرنا منع ہی روایت ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ فرماتی تھیں جو شخص کہ حدیث بیان کرے تم سے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کے پیشاب کرتے تھے سو نہ تصدیق کرنا اوسکی نہیں پیشاب کرتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مگر بیٹھ کے
روایت کیا اسکو ترمذی اور نسائی نے اور روایت ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اونھوں نے کہ دیکھا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ میں پیشاب کرتا تھا کھڑے ہو کے پس کہا آپنے کہ نہ پیشاب کر کھڑے ہو کے اے عمر سو نہیں پیشاب کیا میں نے کھڑے ہو کے جب سے اور روایت
ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں پیشاب کیا میں نے کھڑے ہو کے جب سے اسلام لایا میں روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا کہ صحیح تر
رضی اللہ عنہ اور ضعیف کیا پہلی روایت کو اور روایت ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جفا ہی پیشاب کرنا کھڑے ہو کے اور بعضوں نے کہا ہی کہ یہ روایت
اور کہے ہیں یہ واسطے حرمت کے اور دلیل اسکی یہ ہی کہ روایت کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ پیشاب کرتے تھے
وہ کھڑے ہو کے اور روایت ہی حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کے پیشاب کیا روایت کیا اسکو ابن ماجہ
کئی طریقوں سے اور حق یہ ہی کہ کھڑے ہو کے پیشاب کرنا فقط خلاف ادب ہی اور باقی سب ان دونوں حدیثوں کے درست ہیں واللہ اعلم

کتاب الصلوٰۃ

فصل نماز کے وقتوں کے بیان میں

ص وقت فجر کا طلوع صبح سے آفتاب نکلنے تک ہی اور جو طول میں صبح ہو اوسکو صبح کاذب کہتے ہیں اور اوس وقت نماز صبح کا وقت
نہیں ہوتا ف یعنی صبح اوسکو کہتے ہیں جو افق کی طرف چوڑان میں سپیدی پیدا ہوتی ہی کہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ
صحیح وقتوں نماز میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہی اور روایت ہی بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اونھوں نے پوچھا ایک شخص نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے وقتوں کو سو فرمایا آپنے اوس شخص سے کہ نماز پڑھ ہمارے ساتھ دو دن سو جس وقت زوال ہوا آفتاب کا حکم کیا
بلال رضی اللہ عنہ کو سو اذان دی اونھوں نے پھر حکم کیا اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اقامت کہی اونھوں نے ظہر کی
پھر حکم کیا اوسکو سو اقامت کی عصر کی اور آفتاب اوس وقت سپید اور صاف اور بلند تھا پھر حکم کیا اوسکو سو اقامت کی مغرب
کی جس وقت کہ غروب ہوا آفتاب پھر حکم کیا اوسکو سو اقامت کی عشا کی جس وقت کہ غائب ہوئی شفق پھر حکم کیا اونکو سو اقامت
کی فجر کی جس وقت کہ طلوع ہوئی فجر پھر جب ہوا دوسرا دن حکم کیا اوسکو تو ٹھنڈے وقت پڑھی ظہر اور خوب ٹھنڈا کیا اوسکو اور نماز پڑھی عصر کی
اور آفتاب بلند تھا لیکن اول روز سے تاخیر کی اور نماز پڑھی مغرب کی قبل اسکے کہ غائب ہو شفق اور نماز پڑھی عشا کی جب تہائی رات
گئی اور نماز پڑھی فجر کی سو روشن کیا اوسکو یعنی جب خوب روشنی ہو گئی تب فجر کی نماز پڑھی پھر کہا آپ نے کہ کہاں ہی نماز دن کے
وقت کا سوال کرنے والا سو کہا اوس شخص نے میں ہوں یا رسول اللہ کہا آپنے کہ وقت نماز کا درمیان اوسکے ہی جو دیکھا
تمنے روایت کیا اسکو مسلم نے اور بھی روایت کی مسلم نے ابی موسی رضی اللہ عنہ سے مانند اسکے ص اور ظہر کا وقت زوال سے جبتک
کہ سایہ ہر چیز کا دونا ہو جاوے سوا سایہ زوال کے ف یعنی جتنا سایہ زوال کا ہی اوسکو نکال کے ہر چیز کا سایہ دونا ہو جاوے ص اور
ایک روایت میں امام صاحب سے ظہر کا وقت جبتک ہی کہ سایہ ہر چیز کا اوسکے برابر ہو جاوے سوا سایہ زوال کے اور یہی قول ہی صاحبین
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ف اور طریقہ پہچاننے زوال کا دائرہ ہندیہ سے معلوم ہوتا ہی اور وہ تشریح عربی میں مذکور ہی
بنظر عدم فہم عوام اوسکو ترک کیا اور نیز ہندوستان کے ملک میں زوال کے پہچاننے کے بہت طریقے ہیں ص اور عصر کا وقت آخر وقت سے

آفتاب کے ڈوبنے تک اور مغرب کا اوسوقت سے شفق غائب ہونے تک اور شفق کہتے ہیں سرخی کو صاحبین کے نزدیک اور یہی ہے قول شافعی
ہے اور امام صاحب کے نزدیک شفق سپیدی کو کہتے ہیں جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور عشا کا اوسوقت سے لیکر عشا کے بعد صبح تک
دونوں کا وقت رہتا ہے **ف** ظہر کے آخر وقت میں بہت اختلاف ہے اور اسی طرح مغرب کے آخر وقت میں بھی اکثر امام اور فقہا اس
طرف ہیں کہ وقت ظہر کا ہر چیز کے سایہ کے برابر ہونے تک ہے سوائے سایہ زوال کے اور مغرب کا شفق کے غروب تک لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ
اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے اور امام مالک اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ آخر وقت مغرب کا بس وہی ہے آفتاب کا ڈوبنا ہے
کہ کہا انھوں نے دیر نہ کی جاوے مغرب بقدر اختیار آفتاب کے ڈوبنے سے اور اصل اس باب میں حدیث جبرئیل کے امامت کی ہے
روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے ساتھ میرے دوبار نزدیک
خانہ کعبہ کے سو پڑھی نماز ظہر کی پہلی امامت میں جب تھا سایہ مثل تسمے جوتی کے پھر نماز پڑھی عصر کی جسوقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا مثل اوسکے
پھر نماز پڑھی مغرب کی جسوقت کہ غروب ہوا آفتاب اور افطار کیا روزہ دار نے پھر نماز پڑھی عشا کی جسوقت کہ غائب ہوئی شفق پھر
نماز پڑھی فجر کی جسوقت کہ طلوع ہوئی فجر اور حرام ہوا کھانا روزہ دار پر اور پڑھی نماز ظہر کی دوسری امامت میں جسوقت کہ ہوا سایہ
ہر چیز کا مثل اوسکے جسوقت کہ نماز عصر کی پہلے روز پڑھی تھی اور پڑھی نماز عصر کی جسوقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا دو مثل اوسکا پھر مغرب جیسے
کہ کل پڑھی تھی اور عشا جسوقت کہ گئی تہائی رات پھر نماز پڑھی صبح کی جسوقت کہ روشن ہو گئی زمین پھر التفات کیا طرف میری جبرئیل
علیہ السلام نے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم یہ وقت ہے انبیا علیہم السلام کا قبل آپکے اور وقت درمیان ان دونوں وقتوں کے ہے روایت
کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی نے اور کہا اونھوں نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اور کہا اونھوں نے کہ صحیح الاسناد ہے
لیکن اسناد میں اسکی عبد الرحمن بیٹے حارث کے ضعیف کیا اوسکو احمد اور نسائی اور یحیی بن معین اور ابو حاتم رازی نے اور توثیق کی اوسکی
ابن سعد اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اور متابعت کی گئی اوسکی روایت کی عبد الرزاق نے عمر سے اونھوں نے عمر بن نافع رحمۃ اللہ علیہم
اونھوں نے اپنے باپ سے اونھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مانند اسکے اور اسناد میں اسکی عمری ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید
نے کہ یہ اچھی متابعت ہے اور صحیح کیا اوسکو ابن العربی اور ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہما نے اور مروی ہے حدیث امامت کی چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے
اونمیں سے جابر رضی اللہ عنہ ہیں اور روایت میں اونکی یہ ہے کہ نماز پڑھی عشا کی دوسرے دن جب کہ گذر چکی آدھی رات اور یا تہائی رات
اور یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ کہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے اونھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ
فرمایا آپنے وقت ظہر کا جب ہے کہ زوال ہوا آفتاب کا اور ہو سایہ ہر چیز کا مانند طول اوسکے کے جبتک کہ نہ آوے وقت عصر کا اور
وقت عصر کا جبتک ہے کہ نہ زرد ہووے آفتاب اور وقت مغرب کا جبتک ہے کہ نہ غروب ہووے شفق اور وقت عشا کا آدھی رات تک
اور وقت فجر کا جبتک کہ نہ طلوع کرے آفتاب روایت کیا اوسکو مسلم نے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اول وقت مغرب کا جب کہ غروب
ہوا آفتاب اور آخر وقت اوسکا جب کہ غائب ہوا افق یعنی روشنی اوسکی دور ہو جاوے اور اول وقت عشا کا جبکہ غائب ہوا افق اور آخر وقت
اوسکا آدھی رات تک اور اول وقت فجر کا جبکہ فجر طلوع ہووے اور آخر وقت اوسکا جب کہ طلوع ہو آفتاب روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور
یہ حدیثیں حجت ہیں امام شافعی اور مالک رحمۃ اللہ علیہما پر اس بات میں کہ وقت مغرب کا جبتک ہے کہ غائب ہووے شفق
اور عصر کا وقت جو مغرب تک ہے سو دلیل اوسکی یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد

فَقَالَ اِنِّیْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ یعنی جسوقت کہ پیش کیے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑے آخر دن میں تیز نہایت عمدہ سو کہا انھون نے کہ دوست رکھا مین نے مال کو اپنے رب کے ذکر سے یہانتک کہ چھپ گیا آفتاب پردے مین اور دوسری دلیل اوسکی یہ ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے پائی ایک رکعت صبح سے قبل اسکے کہ طلوع ہو آفتاب تو تحقیق کہ پائی اوسنے نماز صبح کی اور جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت عصر سے قبل اسکے کہ ڈوبے آفتاب تو تحقیق کہ پائی اوسنے نماز عصر کی روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور لیکن اس باب مین کہ عشا کا آخر وقت صبح تک ہے کوئی حدیث صحیح یا ضعیف سمین آئی لیکن مختلف ہوئین احادیث صحیحہ اوسمین تو روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوموسی اشعری اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے کہ تحقیق تاخیر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا کی تہائی رات تک اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی اوسکی آدھی رات تک اور روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی اوسکی دو ثلث رات تک اور روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تاخیر کی عشا کی یہانتک کہ گئی اکثر رات اور یہ سب حدیثین صحیح ہین کہا امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہ سب حدیثین مفید ہین اس بات کو کہ ساری رات وقت عشا کا ہے لیکن تین مرتبے پر تہائی رات تک افضل ہے اور نصف تک اوس سے کم اور بعد اوسکے اوس سے کم پھر روایت کی طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے نافع بن جبیر تک کہا انھون نے کہ لکھا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسی اشعری کو نماز پڑھ عشا کی جب چاہے رات مین اور نہ غافل ہو اوس سے اور ایک روایت مین مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین سونے مین تفریط بلکہ تفریط اوسمین ہے کہ نماز کی تاخیر کرے یہانتک کہ دوسری نماز کا وقت آجاوے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت اوسکا صبح تک ہے اور اجماع کیا اماموں نے کہ جب اسلام لاوے کافر یا پاک ہووے حائضہ یا بالغ ہووے لڑکا اور کچھ رات باقی ہو نماز عشا کی اوسپر واجب ہے اور اجماع حجت قطعی ہے جیسا کہ اوپر ہم نے پہلی کتاب مین بیان کیا اور حدیث امامت جبرئیل علیہ السلام کی وقت مختار پر محمول ہے اور اسی واسطے کہا امام صاحب نے کہ تاخیر مغرب کی اول وقت سے مکروہ تحریمی ہے کیونکہ صحیح ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تاخیر کی آپنے مغرب کی شفق کے ڈوبنے تک اور تاخیر عشا کی اس سے زیادہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا عصر کی آفتاب کی زردی تک مکروہ تحریمی ہے اور سب سے زیادہ کراہیت عصر کی تاخیر مین ہے آفتاب کے زرد ہونے تک کیونکہ فرمایا آپنے ایسی نماز کو تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ یعنی یہ نماز منافق کی ہے اور شیطان کی طرف آپنے اوسکو منسوب کیا اور حدیث امامت مین جو وارد ہے کہ نماز عصر کی آپنے تاخیر کی سایے کے دو مثل ہونے تک سو یہ منسوخ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے کہ وقت عصر کا جبتک ہے کہ نہ زرد ہو آفتاب اور دوسرے یہ کہ دو مثل تک آفتاب پر زردی نہین آتی اور وہ جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اخیر وقت ظہر کا دو مثل تک ہے سو کسی حدیث مین یہ تصریح مذکور نہین اور اسی واسطے مخالفت کی اونکی صاحبین نے اور موافق ہوئے اکثر اماموں کے اور حجت پکڑی امام صاحب نے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب ہوا دوسرا دن سو خوب تبرید کی ظہر کی یعنی ٹھنڈک کے وقت نماز پڑھی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شدت ہو گرمی کی سو ٹھنڈا کرو نماز کو اسواسطے کہ شدت گرمی کی جہنم کی سانس سے ہے روایت کیا اسکو جمیع عالموں نے کہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ شدت گرمی کی انکے شہر مین جبتک ہے کہ ہر چیز کا سایہ مثل اوسکے ہو جاوے اور موید اسکی یہ حدیث ہے جو روایت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اور صحیح مسلم مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی نماز ظہر کی یہانتک کہ پڑنے لگا سایہ ٹیلو کا

اور مروی ہے اوسکی شرح میں لکھا ہے کہ سایہ ٹیلوں کا بہت اخیر وقت پڑتا ہے اور جب آفتاب بہت ڈھل جاتا ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ ظہر کا وقت بعد سایہ مثل کے باقی رہتا ہے اور حدیث ابرد اس باب میں ناسخ حدیث امامت ہوگئی تو اول وقت عصر میں وہ حدیث امامت منسوخ ہوئی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۝ یعنی تحقیق کہ نماز ہے مسلمانوں پر فرض وقت مقرر کیا گیا تو اس سے ثابت ہوا کہ ہر نماز کے واسطے ایک وقت علیحدہ چاہیئے اور اس بحث میں امام صاحب کی کلام قوی اور حق یہی ہے کہ وقت ظہر کا ایک مثل تک رہتا ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ لیکن اتنی بات ہے کہ جو شخص مشتاق احتیاط اور معتقد جملہ فقہا و علمای شریعت نبوی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو اوسکو چاہیے کہ نماز ظہر کی ایک مثل سے پہلے پڑھے کہ سب اماموں کے نزدیک درست ہو اور عصر کی بعد دو مثل کے کہ سب کے نزدیک درست ہو اور گرمی میں تاخیر کرنا ظہر کا اسکا بیان آگے بھی کچھ آویگا اور شفق نزدیک اکثر علما کے اور ایک روایت میں امام ابو حنیفہ کے سرخی کا نام ہے اور ایک روایت میں امام صاحب نے فرمایا کہ شفق نام سفیدی کا ہے اور بعض شروح میں ہے کہ امام صاحب نے رجوع کیا اس سے تو لوگ کہتے ہیں کہ سرخی نام شفق کا ہے اونکی حجت یہ ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شفق سرخی ہے سو جب غائب ہو جاوے واجب ہوگی نماز روایت کیا اسکو ابن عساکر نے بیچ غرائب مالک کے حدیث عتیق بن یعقوب سے انہوں نے مالک سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے مرفوعًا اور روایت کیا اسکو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اور طریق سے اور صحیح کیا بیہقی نے وقف اوسکا اور کہا صاحب ہدایہ نے وَمَا رَوَاہُ مَوْقُوْفٌ عَلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور روایت کیا اسکو حاکم نے مدخل میں اور روایت کیا دارقطنی اور محمد بن خزیمہ نے صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور رفع کیا اوسکو اور صحیح کیا اوسکو اور کہا ابن خزیمہ نے کہ اگر صحیح ہووین یہ روایتیں تو پھر بے پروائی ہو جاوے سب روایتوں سے لیکن متفرد ہے ساتھ اسکے محمد بن یزید کہا حافظ ابن حجر نے محمد بن یزید سچا ہے اور کہا بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مروی ہے یہ حدیث عمر اور علی اور ابن عباس اور عبادہ اور شداد اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور کوئی حدیث اسمین صحیح نہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور حسن حجت ہے مثل صحیح کے اور صاحب ہدایہ نے دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر وقت مغرب کا جب کہ سیاہ ہو جاوے افق اور چوڑی صبح سے مراد یہ ہے کہ روشنی آسمان کے کنارون میں ظاہر ہووے اور اوسکو صبح صادق کہتے ہیں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فجر دو ہیں ایک وہ فجر کہ حرام کرتی ہے کھانے کو اور حلال ہے اوسمیں نماز اور ایک فجر وہ ہے کہ حرام ہے اوسمین نماز اور حلال ہے اوسمین کھانا روایت کیا اسکو ابن خزیمہ اور حاکم نے اور صحیح کیا اسکو ان دونوں نے اور ایک روایت میں حاکم کی ہے کہ حرام کرتی ہے کھانے کو یعنی ایک لمبی دھاری افق کے کنارے آسمان میں جاتی ہے اور یہی صبح صادق ہے اور صبح کاذب کو بیان کیا آپ نے کہ مانند دم بھیڑئیے کے ص تاخیر فجر کی یہانتک کہ روشنی ہو جاوے مستحب ہے اتنی کہ چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھ سکے یا زیادہ اس سے اور پھر اگر فاسد ہووے وضو تو لوٹ سکے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تاخیر کرو فجر کی کہ اسمین بہت اجر ہے ف روایت کیا طحاوی نے ساتھ اسانید متعددہ کے اس حدیث کو رافع بن خدیج سے اور ایک روایت میں ہے نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ یعنی روشن کرو فجر کو اور ایک روایت میں ہے اَصْبِحُوْا بِالصُّبْحِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ کو روایت کیا اسکو احمد اور ابو داود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن حبان نے اور روایت کیا طبرانی نے نَوِّرْ یَا بِلَالُ بِالْفَجْرِ قَدْرَ مَا یَبْصُرُ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِہِمْ یعنی روشن کر اے بلال فجر کو او سقدر کہ دیکھیں لوگ مقام گرنے تیر اپنے کو اور

وقت الظہر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ ما لم یحضر العصر ووقت العصر ما لم تصفر الشمس ... [illegible]

روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور کہا کہ روایت ہے اس باب میں مغیرہ بن شعبہ اور تمیم اور علی اور حسن بن علی اور ابی امامہ
اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور بہت سے تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی طرف گئے ہیں اور روایت ہے اعمش
سے کہ اصحاب عبد اللہ بن مسعودؓ کے روشن کرتے تھے فجر کو اور روایت ہے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں جمع ہوئے اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی چیز پر جیسا کہ جمع ہوئے تنویر فجر پر روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طحاوی نے تو اس سے
معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جمع ہونا خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہو سکتا تو اس سے حدیث
تغلیس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز اندھیرے میں پڑھنا منسوخ ہوگا اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیحین میں
بھی مؤید ہمارے مذہب کی ہے اور امام شافعی کے نزدیک اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے کیونکہ روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے صبح کو سو پھرتی تھیں عورتیں اور نہیں پہچانی جاتی تھیں تاریکی سے اور صحیح یہی ہے کہ تاخیر کرنا
فجر کی مستحب ہے اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اور بعض علما نے جو اس حدیث کے معنی یوں
بیان کیے ہیں کہ قراءت کو دراز کرے یہاں تک کہ روشن کرے فجر کو خلاف آثار صحابہ اور تابعین کے ہے اور خلاف ہے تبادر کے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

ص گرمی میں تاخیر کرنا ظہر کی مستحب ہے اور جاڑے میں جلدی کرنا صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈے
وقت پڑھو نماز ظہر کی کیونکہ شدت گرمی کی جوش جہنم سے ہے ف اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے

ص اور عصر کی تاخیر جب تک کہ آفتاب متغیر ہو مستحب ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے عبد الواحد بن نافع سے کہا انہوں نے
کہ میں کوفے کی مسجد میں داخل ہوا سو اذان دی مؤذن نے عصر کی اور ایک شیخ نے ملامت کی اسکو اور کہا خبر دی میرے باپ نے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ساتھ تاخیر اس نماز کے اور میں نے پوچھا نام اون شیخ کا سو بیان کیا اون لوگوں نے کہ یہ عبد اللہ بن
رافع بن خدیج ہیں اور ضعیف کیا اسکو عبد الواحد کے سبب سے اور روایت کیا اسکو بخاری نے تاریخ کبیر میں اور کہا کہ نہیں متابعت
کیجاویگی عبد الواحد پر اور صحیح رافع کی حدیث سے ہے جو مروی ہے رافع سے کہ ہم پڑھتے تھے نماز عصر کی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر
قربانی کیجاتی تھی اور دس حصے کیے جاتے تھے اور پھر پکائے جاتے تھے اور کھاتے تھے ہم پکے گوشت کو قبل غروب آفتاب کے کہا شیخ ابن الہمام
کہ یہ ممکن ہے غروب تک اور جس نے باہر جانے والوں کو دیکھا ہوگا تو کچھ اوسکے نزدیک بعید نہیں

ص اور تاخیر عشا کی تہائی رات تک مستحب ہے ف کیونکہ روایت کی ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نہ شاق ہوتا میری امت پر تو البتہ تاخیر
کرتا میں عشا کی تہائی رات تک یا آدھی رات تک اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عشا کے قبل سونا اور
بعد عشا کے باتیں کرنا منع ہے کیونکہ روایت کی جماعت نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ رکھتے تھے سونا قبل عشا کے اور باتیں
کرنا بعد عشا کے اور بعضوں نے جائز رکھا ہے باتوں کو بعد عشا کے گرمیوں میں اور دلیل اونکی یہ ہے کہ روایت کی ترمذی نے صلوٰۃ میں اور
نسائی نے مناقب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے تھے نزدیک ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیچ رات
کے کسی امر میں مسلمانوں کے امور سے اور صحیحین میں بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جواز اسکا معلوم ہوتا ہے اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے
عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں جائز ہے باتیں کرنا بعد نماز عشا کے مگر واسطے دو شخصوں کے مصلی اور مسافر کے اور ایک روایت
میں ہے کہ واسطے دولہن کے اور بعضوں نے کہا ہے کہ گرمی میں جلدی پڑھی جاوے تاکہ جماعت کم نہو اور آدھی رات تک تاخیر اوسکی مباح ہے

اور آدھی رات کے بعد مکروہ ۔ ص اور دیر کرنا وتر کا آخر رات تک اگر جاگنے کا یقین ہو مستحب ہے اور اگر جاگنے کا یقین نہو تو پڑھنا
ساتھ پڑھ لیوے اور مغرب کی جلدی مستحب ہے ف اور جلدی کے یہ معنی ہیں کہ اذان اور اقامت میں دیر نکرے مگر بیٹھنا ایک جلسہ
کے کیونکہ روایت کی ابوداود نے مرثد بن عبداللہ سے ایک حدیث طویل اور آخر اوسکا یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہیگی
امت میری بھلی پر جبتک کہ تاخیر کریگی مغرب کی ستارے ملی ہوئی تک اور اونکے خوب پھیلنے تک الخ اور اسکی اسناد میں ابن اسحق ہے اور جو مروی
اوسکا جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ثابت نہیں اور اگر بالفرض ثابت ہو تو کبھی متعبر نہیں کہ ماتصبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ وہ
ہیں مسلمانوں کے حدیث میں اس روایت کی بوسیے مانند ثوری اور ابن ادریس اور حماد بن زید اور یزید بن زریع اور ابن عیینہ اور عبداللہ
اور ابن المبارک نے اور طول کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اونکی توثیق میں اور رد کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں اور امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا اونمیں کلام کرنے سے فقط ۔ ص ابر کے دن عصر اور عشا کی جلدی مستحب ہے اور باقی نمازوں کی تاخیر
ف اسواسطے کہ تاخیر عشا میں قلت جماعت کی ہے بسبب حاجت بارش کے اور تاخیر عصر میں توہم ہے اس بات کا کہ وقت مکروہ نہو جاوے
اور ظہر میں اسواسطے توہم نہیں کہ یہ مدت مدید ہے دوسرے یہ کہ اسمیں تا طلوع آفتاب کوئی وقت مکروہ نہیں اور امام صاحب سے مروی ہے کہ
سب میں تاخیر مستحب ہے واسطے احتیاط کے کیونکہ نماز بعد وقت آنیکے جائز ہے اور قبل وقت کے جائز نہیں ۔ ص آفتاب کے طلوع
کے وقت اور غروب کے وقت اور جسوقت عین دوپہر ہو نماز اور سجدہ تلاوت کا اور نماز جنازے کی جائز نہیں ف کیونکہ روایت ہے
عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مسلم وغیرہ میں کہ تین ساعت ہیں کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے ہمکو کہ نماز پڑھیں ہم
اون وقتوں میں یا قبرین رکھیں ہم مردونکو جب کہ آفتاب طلوع کرے یہانتک کہ بلند ہو جاوے اور جسوقت عین دوپہر ہو یہانتک کہ زوال ہو
آفتاب کا اور جب کہ ڈوبتا ہو یہانتک کہ ڈوب جاوے اور موطا میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے ان ساعتوں میں اور
امام شافعی کے نزدیک فرائض مکے میں ان وقتوں میں جائز ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک نفل جمعے کے دن دوپہر کو جائز ہے اور حدیث حجت ہے
بسبب اطلاق کے اون دونوں پر اور دلیل اونکی یہ ہے کہ روایت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شخص کہ بھول جاوے کسی نماز کو پھر یاد کرے
اوسکو تو پڑھ لیوے اوسکو جسوقت یاد آوے اور اوسکو اور جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے بنی عبد مناف کے نہ منع
کرو کسیکو طواف کرنے سے اس گھر کے یا نماز پڑھنے سے جسوقت چاہے کہ پڑھے دن میں یا رات میں اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت
(یعنی خانہ کعبہ کے)
ہے ایسا ہی روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور بیہقی نے اور وہ حدیث چار علت سے ضعیف ہے اول تو انقطاع ہے اوسمیں مجاہد اور ابی ذر
سے اور ضعف ابن مؤمل سے اور ضعف حمید مولی عفرے سے اور اضطراب سند اوسکی سے اور روایت کیا اسکو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور داخل کیا
قیس بن سعد کو درمیان حمید کے اور مجاہد کے اور روایت کیا اسکو سعید بن سالم نے اور ساقط کر دیا اوسکو درمیان سے اور ابو یوسف کی دلیل ہے
جو مسند شافعی میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے دوپہر کو مگر دن جمعے کے اور سجدہ کا وقت
بھی منع ہے نماز کے ہے ص اور آفتاب کے غروب کے وقت فقط اوس دن کی عصر البتہ جائز ہے ف اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس نے
پائی ایک رکعت نماز سے سو تحقیق کہ پائی اوسنے ساری نماز روایت کیا اسکو بہت علما نے اسناد صحیح سے اور صبح کی نماز میں یہ حکم اسواسطے نہیں
کہ وہ نماز کامل واجب ہوئی تو ناقص ادا نہوگی بخلاف عصر کے کہ وہ جب وقت مکروہ میں ناقص ہو واجب ہوئی تو ناقص ادا ہو جاوے گی
واللہ اعلم بالصواب ص جب امام نکلے جمعے کے خطبے کے واسطے اوسوقت نفل اور قضا اور نماز جنازہ کا پڑھنا اور سجدہ

تلاوت کا کیا گیا تو یہ ف اس سبب کا ہے کہ اسمین خطبہ سنت ادا ہوتا ہے ص اور بعد فجر کے سوائے سنت فجر کے اور بعد عصر اور مغرب کے نفل مکروہ ہیں ف کیونکہ صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے بعد صبح کے یہاں تک کہ طلوع ہووے آفتاب اور بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب ہووے آفتاب اور روایت کی ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس نہیں تھا نماز بعد صبح کے یہاں تک کہ طلوع کرے آفتاب اور روایت ہے انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طلوع کرے کنارہ آفتاب کا تو چھوڑ دو نماز کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاوے اور ایک روایت میں ہے ابن عمر سے مصنف میں اِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَبْرُزَ یعنی جب شروع ہووے اور ظاہر ہووے کنارہ آفتاب کا تو تاخیر کرو نماز کی یہاں تک کہ ظاہر ہو جاوے اور کہا صاحب مصنف نے اور اس باب میں روایت ہے عبد اللہ اور ابی مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور کہا اوس نے وَحَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهٖ مُعَاذٍ الْقُرَشِيِّ اَنَّهٗ طَافَ بِالْبَيْتِ مَعَ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ فَلَمْ يُصَلِّ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ یعنی تحقیق کہ معاذ قرشی رضی اللہ عنہ نے طواف کیا خانہ کعبہ کا ساتھ معاذ بن عفراء کے بعد عصر کے اور بعد صبح کے سو نہ نماز پڑھی سو پوچھا انہوں نے اوس سے سو کہا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں نماز بعد دو نمازوں کے بعد صبح کے یہاں تک کہ طلوع کرے آفتاب اور بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب کرے آفتاب اور وہ جو مروی ہے حدیثوں میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز نماز پڑھتے تھے دو رکعتیں بعد عصر کے سو یہ خصوصیات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے دلیل اوسکی یہ کہ دوسروں کو اوس سے منع کیا اور مثال اسکی ایسی ہے جیسے روزہ وصال کا کہ خود ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد عصر کے دو رکعتیں اور منع کرتے تھے اوس سے اور وصال کے روزے رکھتے تھے اور منع کرتے تھے اوس سے ص اور قضا اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت ان دونوں وقتوں میں مکروہ نہیں ہے اور دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں مگر حج کے سفر میں اور اسمین خلاف ہے امام شافعی کا عذر کے ظہر و عصر اور مغرب و عشا کے جیسا کہ آگے آویگا ف جیسا کہ روایت ہے صحیحین اور مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں دیکھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھی ہو مگر وقت پر لیکن عشا اور مغرب کو جمع کیا تھا اور انکو ایک ان مزدلفہ میں اور نماز پڑھی تھی فجر کی اوس روز قبل وقت کے اور بہت حدیثیں اس باب میں آئی ہیں اسکا بیان آگے آویگا ص جو عورت عصر کے وقت یا عشا کے وقت پاک ہوئی حیض سے پاک ہوئی وہی نماز اوسپر لازم آویگی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر عصر کے وقت پاک ہوئی ظہر کی بھی پڑھے اور اگر عشا کے وقت پاک ہوئی مغرب بھی پڑھے اور اگر وقت اتنا تکبیر تحریمہ کے باقی رہا تھا کہ لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا وہ نماز اوسپر فرض ہوگی اور قضا اوسکی واجب ہوگی اور امام زفر کے نزدیک واجب ہوگی اور جو عورت کہ آخر وقت نماز میں حائض ہوئی اوسکو یہ نماز لازم نہ آویگی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لازم آویگی ف صبح کی نماز کے وقت میں سوائے سنت فجر کے اور نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ روایت کی مسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طلوع ہوتی تھی فجر نہیں پڑھتے تھے مگر دو رکعتیں خفیف اور ابو داود اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے نماز بعد فجر کے مگر دو سجدے واللہ اعلم

ص باب اذان کے بیان میں

اذان سنت ہے انہی فرضوں اور جمعہ کیواسطے وقت میں اور سوا انکے نوافل وغیرہ میں اور قبل وقت کے سنت نہیں **ف** تو جب واسطے عیدا ور کسوف کے اذان نہ دی جاویگی روایت ہے صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی میں نے عید کی ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایکبار یا دوبار بغیر اذان اور اقامت کے اور اسی طرح مروی ہے کسوف میں اور جمعے کی اذان میں حدیث سائب بن یزید کی صحیح ہے اور وتر میں سوا سطے اذان نہیں کہ وقت اوسکا اور وقت عشا کا ایک ہی ہے تو حاجت علیحدہ اذان دینے کی نہیں **ص** اور اگر قبل وقت کے اذان کہے پھر لوٹا دے وقت میں اور امام شافعی اور ابی یوسف کے نزدیک فجر کیواسطے آدھی رات سے اذان درست ہے **ف** اور ہمارے نزدیک اسواسطے جائز ہے کہ اذان واسطے آگاہی کے ہے دخول وقت کے تحصیل ہے اور اونکے نزدیک اسواسطے جائز ہے کہ اہل حرمین کا یہی عمل ہے اور اون سب پر حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے بلال رضی اللہ عنہ کے مت اذان دو یہانتک کہ ظاہر ہو جاوے فجر اور پھیلایا ہاتھ اپنے کو عرض میں روایت کیا اسکو ابو داود نے بلال رضی اللہ عنہ سے اور ضعیف کیا اوسکو اور بیہقی نے ضعیف کیا اوسکو کہ شداد نے نہیں پایا بلال رضی اللہ عنہ کو سو وہ منقطع ہے اور ابن القطان نے کہا کہ شداد مجہول ہے نہیں پہچانا جاتا مگر روایت جعفر بن برقان سے اور روایت کی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اے بلال مت اذان دے یہانتک کہ طلوع کرے فجر کہا امام بیہقی نے اسناد اسکی صحیح ہے اور روایت کی عبد العزیز بن ابی داود نے انھوں نے نافع سے انھوں نے عبد اللہ بن عمر سے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی قبل فجر کے سو غصے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت کی بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اونکو کس نے کہا تمنے ایسا کہا کہ میں اوٹھا نیند سے سو جانا میں نے کہ فجر طلوع ہوئی فرمایا آپنے کہ پکارو اب کہ بندہ سو گیا تھا اور روایت کی ابن عبد اللہ نے ابراہیم سے کہا انھوں نے جب اذان دیتا تھا مؤذن قبل وقت کے رات کو کہتے تھے اوس سے ڈر اللہ سے اور اعادہ کر اذان کا اور عمل اہل حرمین کا کچھ شریعت میں قوت نہیں رکھتا واسطے ورود احادیث صحیحہ کے اسکے خلاف پر حجت نہیں **ص** اور قضا کیواسطے بھی اذان کہنا بعد وقت کے سنت ہے اور مؤذن کو چاہیے کہ وقتوں کو خوب پہچانتا ہو تا کہ ثواب موعود کو پہونچے **ف** حدیث میں آیا ہے وَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ یعنی اذان دیں تم میں سے جو لوگ بہتر ہیں اور امامت کریں جو تم میں قاری ہیں روایت کیا اسکو ابو داود نے اور اسناد میں اسکی حسین بن عیسی منکر الحدیث ہے کہا یہ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے اور حدیث میں آیا ہے کہ مؤذن لمبی گردن والے ہونگے دن قیامت کے اور بہت سی حدیثیں فضیلت میں اذان کی آئی ہیں **ص** جب اذان دے تو قبلے کیطرف منہ کرے اور دونوں انگلیوں کو شہادت کی کانوں میں کرے **ف** کیونکہ روایت کی ابو الشیخ نے کتاب الاذان میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ کرے دونوں انگلیوں کو اپنے کانوں میں اور کہا کہ یہ بلند کرتا ہے تیری آواز کو اور روایت کی ترمذی نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ بلال رضی اللہ کو اذان میں دیکھا کہ دونوں انگلیاں انکے کانوں میں تھیں اور کہا کہ یہ حسن صحیح ہے **ص** اور ٹھہر ٹھہر کے کہے **ف** کیونکہ روایت کی ترمذی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واسطے بلال رضی اللہ عنہ کے کہ جب اذان دے تو ٹھہر ٹھہر کے بیچ اذان اپنی کے اور جب اقامت کہے تو جلدی جلدی کہہ اور توقف کر درمیان اذان اور اقامت کے اوسقدر کہ فارغ ہو جاوے کھانے والا کھانے سے اور پینے والا پینے سے اور حاجت پھیرنے والا قضائے حاجت سے اور نہ کھڑے ہو نماز کے واسطے جب تک کہ دیکھو مجھکو اور یہ حدیث ضعیف ہے اور روایت کی بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کے کہتے تھے اذان کو اور جلدی کہتے تھے اقامت کو اور ذکر کیا دار قطنی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مانند اسکے **ص** اور نہ گاوے اسطرح پر کہ کچھ حرکت یا حرف کو

یعنی حروف زیادہ کرے کہ ۱۲

پڑھا وے اور نقرا اچھی آواز سے کہنا مکروہ نہیں بلکہ اچھا ہی اور ترجیع یعنی پہلے شہادتین کو آہستہ سے کہے پھر پکار کے کہے ایسا نکرے
ف جیسا کہ عبداللہ بن زید سے روایت کی اور اوسمیں ترجیع نہیں اخراج کیا اسکا دارقطنی اور ابوداود نے کہا ابن خزیمہ سے
سنا مینے محمد بن یحیی ذہلی سے کہ وہ کہتے تھے نہیں ہی صحیح حدیثوں عبداللہ بن زید کے اذان کے باب مین صحیح تر اس سے یہانتک کہا حدیث
ابن اسحق کی ثابت صحیح ہی اور کہا ترمذی نے علل کبیر مین سنا مینے بخاری سے کہ یہ حدیث صحیح ہی اور حدیث بزار کی علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہ سے غریب ہی معارض ہی احادیث صحاح کے اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ نہیں ہی ترجیع مشہور حدیثون مین اور روایت کی ابوداود نے
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تھی اذان بیچ زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دو بار اور تکبیر ایک ایک بار آخر حدیث تک اور روایت
کیا اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین کہا ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اسناد اوسکی صحیح ہی او سعید بیٹے مغیرہ کے ثقہ ہین
توثیق کی اونکی ابن حبان نے اور کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے امام ہین کہا ابن حاتم نے کہ سنا مینے اپنے باپ سے کہ سعید بن مغیرہ
ثقہ ہین تا در رہ جو کہا صاحب ہدایہ نے کہ ترجیع جو ابی محذورہ کی حدیث میں آئی ہی سو وہ تعلیم تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور انہوں نے
اوسکو ترجیع جانا غلط ہی کیونکہ ابوداود مین ہی باسناد صحیح ابی محذورہ سے کہا انہوں نے کہا مینے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاؤ مجکو طریقہ
اذان کا فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا
اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پہلے تو آہستہ سے کہہ پھر پکار کے کہہ تو اوس سے
تاویل تعلیم کی جاتی رہی اور صحیح یہی ہی کہ یہ حدیث معارض ہی اوسکو جو روایت کی طبرانی نے اوسط میں یہی حدیث ابی محذورہ کی
اور نہیں ذکر کیا اسمین ترجیع کو اور جب دونوں معارض ہوئین دونوں ساقط ہو گئیں اور باقی رہی حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ
کی سالم جمیع علل سے ثَبَتَ مَذْھَبُنَا بِفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی **ص** حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ جب کہے تو داہنی طرف منہ پھیرے
اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو بائین طرف منہ پھیرے اور اوسی جگہ کھڑا رہے اور اگر جانے کہ اتنے مین آواز نہ پہونچیگی داہنی
طرف کے دریچے سے سر نکال سکے کے دو بار حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور بائین طرف کے دریچے سے سر نکال کے دو بار کہے
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اور فجر مین بعد حی علی الفلاح کے دو بار اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے **ف** کیونکہ روایت کی ابن
ماجہ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہ وہ آئے پاس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تا آگاہ کرین
اونکو ساتھ نماز فجر کے تو کہا گیا آپ سوتے ہین سو کہا بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار تو مقرر کیا گیا یہ اذان
مین اور یہ حدیث منقطع ہی کیونکہ نہیں سنا ابن مسیب نے بلال رضی اللہ عنہ سے اور وہ حجت ہی نزدیک ہمارے وقت ثقہ ہونے راویون کے
علاوہ اسکے مروی ہی حدیث ابی محذورہ مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہو نماز صبح کی کہہ تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ
اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ روایت کیا اسکو ابوداود اور نسائی نے اور انس سے مروی ہی کہ کہا
انہوں نے سنت سے ہی یہ بات کہ جب کہے موذن نماز فجر مین حی علی الفلاح کہے الصلوۃ خیر من النوم دو بار روایت کیا اسکو
دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اور قول صحابی کا مِنَ السُّنَّۃِ حکم رفع مین ہی اور ہدایہ مین ہی کہ کہا بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ
خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار جب پایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ سوتے تھے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اچھا ہی کلمہ
کر اسکو بیچ اذان اپنی کے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم کبیر مین اسناد صحیح **ص** اقامت یعنی تکبیر بھی مثل اذان کے کہے

مگر اوسنے کلمے جلدی جلدی کہے اور بعد حی علی الفلاح کے دو بار قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے ف روایت کی ابوداود رحمۃ اللہ علیہ
نے ابی لیلی سے انھون نے معاذ رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل اور آخر اوسکا یہ ہی کہ معاذ اذان کے ٹھہر کے پھر کھڑا ہوا فرشتہ سو کہا مثل اذان
کے مگر یہ کہ بعد حی علی الفلاح کے دو بار قد قامت الصلوٰۃ زیادہ کیا اور ابو لیلی رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا لیکن
وہ ہمارے نزدیک حجت ہی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا مینے خواب مین ایک شخص کو آخر
حدیث تک سو اذان دی اوسنے دو دو بار اور اقامت بھی دو دو بار اور ایسا ہی مروی ہی سنن ترمذی وغیرہ مین اور امام شافعی رحمۃ اللہ
علیہ کے نزدیک اقامت ایک ایک بار ہی دلیل اسکے جو روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو
کہ دو دو بار کہے اذان کو اور ایک ایک بار اقامت کو اور کہا ابو الفرج ابن جوزی نے کہ تھی اذان دو دو بار اور اقامت بھی اسی طرح تب سب نکلے بنی امیہ تو کر دیا
اقامت کو ایک ایک بار ص بعد اذان اور اقامت مین باتین نکرے اور بعد اذان کے پھر پکارنا متاخرین کے نزدیک اچھا ہی اور اوسکو
تثویب کہتے ہیں ف اور ہدایہ مین ہی کہ تثویب نماز فجر مین اچھی ہی اور باقی سب نمازون مین مکروہ ہی اور لکھا ہی کہ یہ تثویب نکالا ہی لوگو
علمائی کوفہ نے بعد عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے سبب بدل جانے احوال آدمیون کے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد
تشریف لیگئے اور سنا ایک موذن کو کہ تثویب کہی اوسنے تو کہا انھون نے اپنے ساتھی سے نکل چل ہمارے ساتھ اس بدعتی کے پاس سے روایت کیا اسکو
نے ابو داود ترمذی نے بغیر اسناد کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسکا انکار مروی ہی اور کہا امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں دیکھتا ہون
حرج یہ کہ موذن واسطے امیر کے بیچ اذان کے کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ حَيَّ عَلَى
الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوةُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکو مستبعد جانا کیونکہ آدمی سب برابر مین حکم جماعت
مین اور امام ابی یوسف نے اسواسطے ان لوگون کو خاص کیا کہ وہ زیادہ مشغول رہتے ہین مسلمانون کے امور میں یہ سست اور لوگون کے اور اسی
حکم میں ہی قاضی اور مفتی ص اذان اور اقامت مین بیٹھے مگر مغرب میں اور جو نماز قضا ہو گئی ہو اوسکو فائتہ کہتے ہین تو ایک فائتہ کے
واسطے کہی اذان اور اقامت کہے اور جب بہت سی فائتہ ہون پہلی فائتہ کے واسطے اذان اور اقامت کہے ف کیونکہ روایت ہی
ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیچ قصہ تعریس کے پھر اذان دی بلال رضی اللہ عنہ نے ساتھ نماز کے سو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دو رکعتین پھر نماز پڑھی صبح کی سو کیا جیسا کرتے تھے اور اخراج کیا اسکا مسلم نے اور روایت ہی ابی داود وغیرہ مین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ اذان کے اور اقامت کے جس وقت کہ سو گئے تھے نماز صبح سے اور پڑھا تھا اوسکو بعد نکلنے آفتاب کے
ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن امیہ ضمیری اور عمران بن حصین اور ذی مخمر حبشی صحابی رضی اللہ عنہم سے اور روایت کیا اوسکو مالک نے موطا
مین ابن مسیب سے مرسلا اور ذکر کیا اوسمین اذان کو اور مرسلات ابن مسیب کے بمنزلہ مرفوعات کے ہین اور صحیح مسلم مین جو ہی کہ حکم کیا بلال رضی اللہ
عنہ کو سو قائم کی اوسنے نماز اور نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ اونکے صبح کی سو نفی اذان کے نہین اور ابو یوسف نے روایت کی
اسناد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت کہ مشغول رکھا اونکو کفار نے تین نمازون کی ساتھ اذان اور اقامت کے یعنی چار
نمازون کے واسطے ص اور باقی فائتہ کیواسطے اختیار ہی چاہے ہر ایک مین اذان اور اقامت کہے یا فقط اقتصار اقامت پر کرے اور
بعمل کرو اس کیساتھ درست ہی ش اسوجہ سے کہ اذان ذکر ہی نماز نہیں تاکہ اوسکے واسطے طہارت شرط ہو ص اور تکبیر مکروہ ہی اور اگر
کہہ تو اعادہ ہوگا اور نوادر کے اور اذان جنب کی مکروہ ہی اور ایسے ہی اقامت اوسکی ہی تو اگر جنب نے اذان کہی پھر اعادہ کیا جاویگا اور اگر اقامت

لو کہ الصلوٰۃ خیر من النوم دو بار کہے لوگ موذن سو کہی الصلوٰۃ الصلوٰۃ ... [illegible]

کبھی واقامت کا اعادہ ہوگا ف کیونکہ تکرار اذان کی مشروع ہے اور تکرار اقامت کی نامشروع ہے اور اگر اذان کا بھی اعادہ نکرے تو نماز
جائز ہو کیونکہ اذان اور اقامت سنت ہیں فقط ص اور اذان عورت اور مستادر مجنون کی مکروہ ہے اور اعادہ اوسکا مستحب ہے
اور اگر مسافر یا کوئی شخص جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتا ہے اذان اور اقامت کو ترک کرے تو مکروہ ہے لیکن اگر مسافر اقامت کو فقط
کرے تو جائز ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے بیٹون ابی ملیکہ کے جب آیا وقت نماز کا اذان دو تم دونوں اور
اقامت کہو اور امامت کرے بڑا تم میں ایسا ہی صحیحین اور ترمذی میں ص اور جو شخص کہ شہر میں گھر میں اپنے نماز پڑھتا ہے اگر
اذان اور اقامت دونوں کو ترک کرے اور محلے میں اذان و اقامت ہوتی ہے جائز ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ محلے کی اذان
ہلکو کفایت کرتی ہے ف روایت کیا اسکو سبط ابن الجوزی نے ص اور دیہات میں اگر ایسی مسجد ہے کہ اذان و اقامت اوسمین ہوتی ہے تو
اوسکا حکم شہر کا سا ہے اور اگر اوسمین ایسی مسجد نہیں تو جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے اگر اذان و اقامت دونوں ترک کرے تو مکروہ ہے اور فقط
اذان کا ترک کرنا جائز ہے اور جب تکبیر کہنے والا حی علی الصلوۃ کہے امام نماز کیواسطے کھڑا ہووے اور جب قد قامت الصلوۃ کہے نماز شروع کرے

باب نماز کی شرطوں کے بیان میں

وہ شرطیں پاکی بدن کی ہے نجاست حقیقی اور حکمی سے اور پاکی کپڑے کی اور جاے نماز کی ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَثِیَابَکَ
فَطَھِّرْ یعنی کپڑون کو اپنے پاک کر اور فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا یعنی اگر جنب ہو تم سو پاک کرو
ص اور چھپانا عورت کا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ یا لو تم زینت اپنی کو
نزدیک ہر نماز کے معنی یہ کہ چھپاوے عورت اپنی کو اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے نماز حائض کی مگر ساتھ
چادر کے روایت کی یہ ابوداود اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو اور حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ص پانچوین
قبلے کیطرف منہ کرنا چھٹے نیت کرنا ف دلیل اول کی یہ ہے فرمایا خدای تعالی نے فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ یعنی پھیرو منہ اپنے کو
طرف اوسکے یعنی قبلے کے اور دوسرے کی دلیل قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی ثواب عملون کا
ساتھ نیت کے ہے اور صلوۃ خود موضوع ہے حصول ثواب کیواسطے بخلاف وضو کے کہ وہ شرط ہے ایک امر حسی ف اب کی ص عورت مرد کی
ناف کے نیچے سے گھٹنون کے نیچے تک ہے ف روایت کی دارقطنی نے عطا ابن یسار سے انھون نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے کہا انھون نے
سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عورت اوپر گھٹنون کے ہے اور اسناد میں اوسکی سعید بن داود ضعیف کیا اوسکو عقیلی نے لیکن
توثیق کی اونکی ابن معین نے اور روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا کہ زانو عورت سے ہے اور اسناد میں اوسکی یشکری
ضعیف کیا اوسکو ابو حاتم اور دارقطنی نے اور روایت ہے عمرو بن العاص سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناف کے نیچے سے گھٹنے
تک ستر ہے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ان حدیثون سے معلوم ہوا کہ ناف ستر میں داخل نہیں بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے
اور گھٹنا ستر میں ہے بخلاف شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور ران ستر میں ہے مگر امام مالک کے نزدیک اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اَلْفَخِذُ عَوْرَۃٌ یعنی ران عورت ہے اور ستر ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص اور لونڈی کی بھی یہی عورت ہے مگر پیٹ
اور پیٹھ بھی اوسکی عورت ہے اور عورت آزاد کی عورت تمام بدن ہے مگر منہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم عورت میں داخل
نہیں ف کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ مَسْتُوْرَۃٌ یعنی عورت عورت چھپی ہوئی ہے

اور یہ حدیث ہدایہ میں مذکور ہے کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کی ترمذی نے کتاب الرضاع میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت عورت ہے آخر حدیث تک اور لفظ مستورہ کا اسمین نہین ہے کہا ترمذی نے ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ
غَرِیْبٌ یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عورت بالغہ نہیں ہے
کہ دیکھا جاوے اوس سے مگر منہ اوسکا اور ہاتھ اوسکے بند دست تک اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدم عورت کا عورت ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت
نہین ہے کَذَا فِی الْہِدَایَۃِ **ص** جو عضو کہ عورت میں داخل ہے اوسکی چوتھائی اگر کھل جاوے نماز جائز نہین ہوتی جیسے چوتھائی
پیٹ یا پنڈلی عورت کی یا ران یا دُبر یا ذکر یا فوطے کے یا بال عورت کے اور سر الگ عضو ہے اور بال الگ ایک عضو ہے یعنی بال اور جو لٹکے
ہوئے ہین اور ذکر الگ عضو ہے اور فوطے الگ عضو ہین اور جو شخص کہ پاک کپڑا نہین رکھتا اور نجاست کا زائل کرنے والا اوسکے پاس ہو نہین
ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ لیوے اور پھر اوسکا اعادہ نکرے اور اگر اوس نے ننگے نماز پڑھی اور جو چوتھائی کپڑا اوسکا پاک ہے درست نہیں ہوئی اور اگر
چوتھائی سے کم پاک ہے افضل یہ ہے کہ اوسی کپڑے سے پڑھے اور جو شخص ننگا ہووے نماز اوسکی بیٹھ کے اشارے سے پڑھنا افضل ہے **ف**
روایت ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھون نے ننگا نماز پڑھے بیٹھ کے اشارے سے اور ایسا ہی مروی ہے عطا اور عکرمہ
قتادہ رضی اللہ عنہم سے اور روایت ہے انس سے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوے کشتی میں پس ٹوٹ گئی کشتی سو نکلے دریا سے ننگے تو نماز
پڑھی انھون نے بیٹھ کے کہا سبط ابن الجوزی نے روایت کیا اوسکو خلال نے اور نہیں پایا مترجم نے اس حدیث کو کسی کتاب مین حدیث کی
ص اور اگر کھڑے ہو کے پڑھیگا تو بھی درست ہے اور اگر قبلے کیطرف منہ کرنے مین کچھ خوف ہے جس طرف منہ کریگا نماز درست ہو جاویگی
اور اگر قبلہ اوسے معلوم نہیں اور کوئی ایسا نہین جس سے پوچھے سوچ کے پڑھ لیوے تو اگر بعد نماز کے معلوم ہووے کہ اس طرف قبلہ تھا نماز کو
پھر پڑھے اور اگر نماز کے اندر قبلہ اوسکو معلوم ہو گیا یا رائے اوسکی بدل گئی نماز ہی مین پھر جاوے اور نماز کو تمام کرے **ف** اسواسطے
کہ مسجد قبا کے لوگون کو نماز مین خبر قبلہ بدلنے کی پہنچی اور وہ عین نماز میں اوس طرف کو پھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اچھا
جانا **ص** اگر اندھیری رات مین ایک قوم نے نماز پڑھی اور ہر ایک نے اپنے سوچ کے موافق قبلے کیطرف منہ کیا اور امام کا حال کوئی نہیں جانتا
کہ اوسکا منہ کدھر ہے لیکن یہ جانتے ہین کہ امام سے آگے نہیں اونکی نماز جائز ہو گی تو اگر کسی نے جانا کہ امام کا منہ اس طرف ہے اور پھر
اپنا منہ اور طرف کیا یا اوس نے جانا کہ امام اوسکے پیچھے ہے اور پھر وہین کھڑا رہا تو نماز اوسکی جائز نہو گی **ف** روایت ہے عامر بن
ربیعہ سے کہ تھے ہم سفر مین ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندھیری رات مین سو ہمنے نجانا کہ کس طرف قبلہ ہے تو ہر شخص نے ہم مین
نماز پڑھی جدھر اوسکی عقل مین آیا تو جب صبح ہوئی سو ہمنے بیان کیا اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تب یہ آیت نازل ہوئی
فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنی جدھر تم منہ کرو اوسی جانب کو منہ اللہ کا ہے اور ضعیف کیا اوسکو ترمذی نے اور بہت لوگون نے
اور روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ تھے ہم سفر مین سوار تھا نہایت تو سوچا ہمنے قبلے کو تب نماز پڑھی ہر شخص نے ہم مین سے
علیحدہ اور ہر شخص ہم مین سے خط کر لیتا تھا اپنے آگے جب صبح ہوئی تو ہمنے نماز پڑھی تھی غیر قبلے کیطرف سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
تحقیق کہ جائز ہوئی نماز تمہاری ضعیف کیا اسکو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اور روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ بیچ اسکے لوگ پڑھ
رہے تھے نماز صبح کی کہ ایک شخص نے خبر دی کہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا اور حکم ہوا کہ منہ کرین طرف
کعبے کے اور منہ تھا اونکا شام کی طرف تو منہ پھیر لیا اونھون نے طرف کعبہ شریف کے روایت کیا اوسکو بخاری

رحمۃ اللہ علیہ نے اور مسلمہ ہے ص یا فرض نماز یا واجب کا معین کرنا بیت مین شرط ہی ہو عدد رکعات کا اور زبان سے کہنا اور دل مین نیت کرنا افضل ہی اور نوافل اور سنت تراویح مین مطلق نیت کافی ہی اور مقتدی کو نیت اپنی نماز کی اور امام کے اقتدا کی کرنا چاہیے

باب نماز کی صفت کے بیان مین

فرض نماز کے اندر چھ ہیں پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا یا جو کلمہ قائم مقام اوسکے ہو نماز کے شروع مین ف کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ یعنی رب اپنے کی تو تکبیر کر اور حدیث میں آیا ہے مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ یعنی کلید نماز کی طہارت ہی اور تحریم اوسکی تکبیر ہی یعنی جب تکبیر کہے تو جو افعال منافی صلوٰۃ ہیں وہ سب حرام ہوگئے اور اسی سبب سے اوسکو تحریمہ کہتے ہین اور تحلیل اوسکی تسلیم ہی یعنی جو چیزین حرام ہوگئی تھین وہ اب سب سلام سے حلال ہوجاویگی روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور ابی داود نے اور حسن کہا اوسکو نووی نے ص اور اوسکو تکبیر تحریمہ کہتے ہین اور ہاتھ اوٹھانا اوسکے سنت ہی دوسرے کھڑا ہونا یعنی قیام کرنا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ۝ یعنی کھڑے ہو واسطے اللہ کے ساکت اور چپ باخشوع و خضوع سے ص تیسرے قرات یعنی پڑھنا قرآن کا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی پڑھو تم جو آسان ہو قرآن سے ص چوتھے رکوع پانچوین سجدہ ماتھا اور ناک سے اور بغیر عذر فقط ناک سے بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہی لیکن صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک درست نہیں اور اسی پر فتویٰ ہی ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِرْكَعُوا وَاسْجُدُوا رکوع کرو اور سجدہ کرو ص چھٹے اخیر کا قعود یعنی بیٹھنا آخر نماز مین بقدر تشہد یعنی التحیات پڑھنے کے ف کیونکہ روایت میں ابو داود کی ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب سکھایا تھا اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کہ جب کہا تو نے یہ اور ادا کیا تو نے یہ سو تو ادا کر چکا نماز کو اپنی اگر چاہے تو کھڑا ہو تو کھڑا ہو اور اگر چاہے بیٹھ تو بیٹھ اور روایت دار قطنی مین ہی اِذَا فَعَلْتَ هٰذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ جملہ حدیث مین داخل نہین بلکہ کلام ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی اور کہا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى اَنَّهَا مُدْرَجَةٌ یعنی اتفاق کیا حفاظ نے اس بات پر کہ یہ جملہ مدرج ہی یعنی حدیث میں داخل نہین اور کہا شیخ ابن الہمام نے اوسکے جواب مین وَالْحَقُّ اَنَّ غَايَةَ الْاِدْرَاجِ هُنَا اَنْ تَصِيرَ مَوْقُوفَةً وَالْمَوْقُوفُ فِي مِثْلِهِ حُكْمُ الرَّفْعِ یعنی حق یہ ہی کہ غایت ادراج یہ ہی کہ یہ حدیث موقوف ہوگئی اور موقوف اوسکے مثل حکم رفع مین ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ پھر اختلاف ہی قعود کے اندازے مین لیکن صحیح یہ ہی کہ مقدار تشہد کے یعنی عبدہ ورسولہ تک اور اسی کو اختیار کیا ہی کافی مین اور فتح القدیر مین ص ساتوین اپنے کسی کام سے نماز سے باہر آنا اور واجبات نماز کے گیارہ ہین پہلے فاتحہ کا پڑھنا دوسرے سورت ملانا تیسرے رعایت ترتیب کی اون کامون مین جو نماز مین مکرر آتے ہین تو تکبیر تحریمہ اور قاعدہ اخیرہ مین رعایت ترتیب کی فرض ہی چوتھے قاعدہ اولی یعنی جو بعد دو رکعتون کے چار رکعتی نماز مین بیٹھتے ہین پانچوین تشہد دونون قعدون مین اور ذخیرے مین لکھا ہی کہ پہلا قعدہ سنت ہی اور اخیر کا قعدہ واجب ہی اور ہدایے مین لکھا ہی کہ تشہد کا پڑھنا پہلے قعدے مین سنت ہی اور دوسرے قعدے مین واجب ہی لیکن صاحب وقایہ کا مذہب یہی ہی کہ دونون قعدون مین تشہد پڑھنا واجب ہی چھٹے لفظ سلام کا کہنا اور امام شافعی رح کے نزدیک یہ فرض ہی ف اور دلیلین دونون مذہب کی اوپر گذرین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

یعنی تحلیل نماز کی تسلیم ہے اور ہمارے دلیل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر گذری ص ساتوین وتر مین جائے
قنوت پڑھنا آٹھوین دونون عیدونکی تکبیرین کہنا نوین قرأت کا متعین کرنا پہلی دو رکعتونمین دسوین ٹھہر ٹھہر کے ارکان ادا کرنا
اور اسکو تعدیل ارکان کہتے ہین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فرض ہے اور وہ ٹھہرنا رکوع اور
سجدے مین ہے بقدر ایک تسبیح کے اور اسیطرح ٹھہرنا درمیان رکوع اور سجدے اور دونون سجدونکے بیچ مین گیارھوین پکار کے پڑھنا جہری
جسمین پکار کے پڑھا جاتا ہے اور سری یعنی آہستہ سے پڑھنا جسمین آہستہ پڑھا جاتا ہے اور سوا ان واجبات کے اور الفعل کے سب چیزین نماز مین سنت ہین
یا مستحب اور جب نماز مین شروع کرے دونون ہاتھ اوٹھاوے دونون کانونکی لو تک اور انگوٹھے سے کان کی لو چھووے اور پھر تکبیر کہے یعنی اللہ اکبر
ف اور سنت ہے یعنی ہاتھونکا اوٹھانا کیونکہ مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر بعد رفع یدین کے
ہے وھو الصحیح والمفتی بہ اور اسی کی مؤید ہے وہ جو روایت کی نسائی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اوٹھاتے تھے ہاتھ کانون تک پھر تکبیر کہتے تھے اور لفظ ثم کا اس حدیث مین دلالت کرتا ہے اوپر تراخی کے بنا بر قواعد نحو کے اور امام
شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہاتھونکو کاندھون تک اوٹھاوے دلیل اسکے جو روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حمید ساعدی
رضی اللہ عنہ سے کہ مین خوب جانتا ہون نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مینے اونکو جب تکبیر کہتے تھے اوٹھاتے تھے ہاتھ کاندھون
تک اور جب رکوع کرتے تھے رکھتے تھے دونون ہاتھ اپنے گھٹنون پر پھر پیٹھ کو جھکاتے تھے اور جب اوٹھاتے تھے سر اپنا خوب سیدھے ہو جاتے
تھے یہانتک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جاتی تھی پھر جب سجدہ کرتے تھے رکھتے تھے ہاتھونکو نہ پھیلا کر اور نہ کھینچ کے اور پیر کی اونگلیون کا
رخ قبلے کی طرف تھا اور جب بیٹھتے دو رکعتون کے بعد بیٹھتے بائیں پیر پر اور کھڑا کرتے سیدھے پیر کو اور جب بیٹھتے اخیر رکعت مین آگے
کیا بائین پیر کو اور کھڑا کیا دوسرے کو اور بیٹھتے اور ضعیف کیا اسکو طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسطرح پر کہ یہ حدیث مروی ہوئی محمد سے
دوسرے طریق پر اور اوسمین محمد اور ابو حمید مین واسطہ ایک شخص کا ہے اور نام اوسکا مذکور نہین اور اس روایت مین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی واسطہ
مذکور نہین اور یہ جیل محمول ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ سن محمد کا یہی احتمال رکھتا ہے اسقدر اور یہی ثابت کرتا ہے کہ کوئی سماع محمد کا مگر عبد الحمید
وہ ضعیف ہے اور ایک روایت مین ہے کہ محمد بن عمرو حاضر ہوا ابو حمید اور ابو قتادہ پاس حال آنکہ وفات کی ابو قتادہ نے قبل اسکے قتل کیے
گئے تھے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور نماز پڑھی اوسپر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور یہ مشہور نہین اور نہین ہے متصل یہانتک یہ کلام
طحاوی کا ہے اور عبد الحمید وہ جعفر بیٹا حکم انصاری کا ضعیف کیا اوسکو یحیی القطان اور ثوری نے اور توثیق کی اوسکی یحیی بن معین وغیرہ نے اور محمد کا
سماع ساتھ ابی حمید اور ابی قتادہ کے ثابت کیا اوسکو حافظ عبد الغنی نے اور اگر بالفرض صحت کو بھی یہ حدیث پہونچی تو معارض ہے اوسکی
جو مروی ہے صحیحین مین مالک بن الحویرث سے کہا کرتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے اوٹھاتے اپنے دونون ہاتھونکو یہانتک
کہ برابر کرتے اونکو دونون کانون کے اور ایسی ہی روایت ہے وائل سے صحیح مسلم مین تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھاتے تھے دونون
ہاتھونکو کانون تک اور روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے مثل اسکے طحاوی نے اور اسناد مین اسکی مؤمل بن اسمعیل ہے اور یزید بن ابی زیاد اور ضعیف
کیا گیا مؤمل کہ جاتی رہین کتابین اوسکی سو بیان کرنے لگے حدیثین حفظ اور یاد سے تب بہت ہوئین خطائین اونکی اور یزید ضعیف کیا
اوسکو علی اور یحیی اور ابن المبارک اور ابو حاتم رازی نے اور بخاری اور نسائی نے اور کہا ابن حبان نے کہ تھا سچا مگر یہ کہ جب بڑا ہوا تو بگڑ گیا
اوسکا اور واقع ہوئین منکر حدیثیں اوسکی تو جسنے اوس سے قبل تغیر کے سنا تو سماع اوسکا صحیح ہے اور روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے

بیہقی نے مثل حدیث مالک بن الحویرث کے کہا ابو العرج نے اسناد اوسکی صحیح ہے اور ایک طرح سے معارضہ باقی تعیین رہا اور جب حدیث
مین ہے کہ حضرت ہاتھ اوٹھاتے تھے کاندھون تک مراد یہ ہے کہ ہاتھ کاندھون تک اور انگوٹھے لونک کانون کی آتے ہیں یہ ہی دلیل کی امام شافعی
رحمۃ اللہ علیہ نے واللہ اعلم ص اور انگلیونکو نہ بہت ملاوے اور نہ بہت کشادہ رکھے بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دے اور عورت
دونون مونڈھون تک اوٹھاوے اور اللہ اکبر ساتھ مد الف اللہ کے اور اللہ اکبار ساتھ ملانے الف کے درمیان لام اور رے کے نہ کہے
اور اگر بجاے تکبیر کے اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمن اکبر یا لا الہ الا اللہ کہے درست ہو جاویگا اور فارسی یا ہندی یا اور
کسی زبان مین اگر تکبیر کہے شائے کہے اللہ بزرگ ہے درست یا اللہ بزرگ ہے اور قراءت فارسی مین یا اور کسی زبان عربی میں درست ہے پڑھے یا جانور ذبح
کرنے کے وقت فارسی وغیرہ مین بسم اللہ کہے تو درست ہے اور اگر دعا کے الفاظ کہے جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اے خدا بخشدے
مجکو تو درست نہین ق اور طعن اس باب مین بیجا ہے جواب اوسکا نور الانوار وغیرہ کتب اصول مین مذکور ہے ص اور داہنا ہاتھ
بائین پر رکھے ناف کے نیچے اور قنوت اور نماز جنازہ مین بھی ہاتھ باندھے اور بعد رکوع کے جب کھڑا ہو اور عیدین کی تکبیر ونمین چھوڑ
اور ہاتھ باندھے ف اور امام مالک کے نزدیک سنت دونون مین چھوڑدے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سینے پر باندھے
جیسے ہمارے مذہب مین عورت سینے پر باندھتی ہے دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روہ ہے جو امام الحدیث ابو بکر بن خزیمہ نے اپنی مسند
مین روایت کی ساتھ سند صحیح کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونون ہاتھ اوپر سینے کے اور روایت کی احمد نے قبیصہ
بن ہلب سے اونھون نے اپنے باپ سے کہ دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھتے تھے ہاتھون اپنے کو سینے پر اور فقط ہاتھ باندھنے مین
حدیثین چند صحیح بخاری مین مروی ہین جن سے حجت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر قائم ہوتی ہے اور کہا شیخ ابن الہمام نے ذیل قول صاحب
ہدایہ مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت سے ہے یہ بات یعنی رکھنا داہنے ہاتھ کا اوپر بائین کے نیچے ناف کے کہ یہ حدیث مرفوعا
نہین معلوم ہوئی ہان حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سنت سے ہے رکھنا ایک کف کا اوپر دوسرے کف کے نیچے ناف کے روایت کیا اسکو ابوداود
نے اور احمد اور دارقطنی اور رزین اور بیہقی نے اور اسناد مین اسکی عبد الرحمن بن اسحق کوفی ضعیف ہین ضعیف کیا اونکو احمد وغیرہ
نے اور اس ضعف سے ضعف حدیث کا لازم نہین آتا کیونکہ ابوحنیفہ مقدم ہین اوسپر اور کہا بعض جہلا نے کہ نہین ہے کوئی
حدیث مرفوع صحیح اس باب مین واسطے حنفیہ کے اور یہ بات غلط ہے کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ
عَنْ مُوْسَى بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ
يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ تَحْتَ السُّرَّةِ یعنی روایت ہے وائل بن حجر سے کہ دیکھا مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھتے تھے ہاتھ
داہنا اپنا اوپر بائین کے نیچے ناف کے کہا بعض علما نے وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مِنْ حَيْثُ السَّنَدِ لِاَنَّ فِيْهِ
رِجَالًا كُلُّهُمْ سِوَى الصَّحَابِيِّ ثِقَاتٌ یعنی یہ حدیث صحیح ہے اسواسطے کہ جتنے راوی ہین اوسمین صحابی کو چھوڑ کر سب
ثقہ ہین اور صحابی کو چھوڑ کر اسواسطے کہا کہ صحابی تو سب ثقہ ہین کسی مین احتمال کذب کا نہین لیکن ثقہ ہونا وکیع کا تو کہا حافظ
ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین کہ وکیع بیٹا جراح بیٹا ملیح رواسی کا کنیت اونکی ابو سفیان ہے روایت کی اونھون نے اپنے باپ سے اور اسمعیل
ابن ابی خالد اور ایمن بن نابل اور ابن عون وغیرہم سے اور روایت کی اونسے اونکے بیٹون نے سفیان اور ملیح اور عبید نے اور صبیح نے اور اونکے
سفیان ثوری نے اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ دونون بھائیون نے اور ابو خیثمہ اور حسن بن عیسی نے کہا احمد بن حنبل نے نہین دیکھا مینے مثل

وکیع سے اور کہا احمد نے کہ تھے وکیع مطبوع الحفظ اور کہا احمد نے کہ تھے امام مسلمانوں کے اپنے وقت میں اور کہا ابن معین نے میں نے نہیں دیکھا ایسا
افضل وکیع سے تو کہا گیا کہ کیا ابن المبارک کو فضل تھا کہا ہاں اونکو بھی فضل تھا لیکن میں نے دیکھا نہیں افضل وکیع سے تھے مستقبل قبلہ
اور حفظ کرتے تھے حدیث کو اور قیام کرتے تھے رات کو اور سرد روزہ رکھتے تھے اور فتویٰ دیتے تھے قول امام ابوحنیفہ پر اور دوسرے
راوی موسی بن عمیر عنبری تمیمی کوفی کہا یحیی بن معین نے اور ابوحاتم نے اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر اور خطیب اور عجلی اور دولابی نے کہ وہ ثقہ
ہے اور کہا ابوزرعہ نے لا باس بہ یعنی میں حرج نہیں ساتھ اوسکے اور نسائی میں اوسکی ایک حدیث ہے صلوۃ میں اور لیکن حاتم نے کہا ہے
میزان الاعتدال میں کہ علقمہ سے صدوق ہے اور کہا حافظ ابن حجر نے تہذیب میں ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں اور ذکر کیا اوسکو
ابن سعد نے طبقہ ثالثہ میں اہل کوفہ سے اور کہا کہ کَانَ ثِقَةً قَلِيْلَ الْحَدِيْثِ یعنی تھا ثقہ تھوڑی حدیث والا اور کہا شیخ قاسم بن قطلوبغا
حنفی نے بیچ تخریج احادیث الاختیار کے بعد نقل کرنے اس حدیث کے مصنف ابن ابی شیبہ سے کہ یہ سند جید ہے وکیع ہے اجلہ الاعلام اور
موسی بن عمیر توثیق کی اوسکی ابوحاتم نے اور روایت کی اوس سے نسائی اور علقمہ نے اخراج کیا اوسے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رفع الیدین
میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور چاروں نے ... اور ثقہ کہا اوسکو ابن حبان نے سوا اسکے شاہد ہے اوس حدیث علی رضی اللہ عنہ کا لیکن میں نہ
اوسکے کلام کی اوس شخص کے جس نے کہا کہ اسمیں دلیل ہے حنفیہ کی اس مسئلے میں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ **ص** بعد تحریمہ کے ہاتھ باندھ کے ثنا پڑھے وہ یہ ہے
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اور توجیہ یعنی اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ نہ پڑھے **ف** اور امام ابی یوسف کے نزدیک پڑھے دلیل انکی
حدیث علی رضی اللہ عنہ کی ہے طویل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے یہ آیت اور روایت جابر رضی اللہ عنہ کی کہ تھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع کرتے نماز کو کہتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا
اِلٰهَ غَيْرُكَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ روایت کیا اسکو بیہقی نے اسی طرح پر کہا صاحب ہدایہ نے دلیل
ہماری حدیث انس رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع کرتے تھے تکبیر کہتے تھے اور پڑھتے تھے سُبْحَانَكَ
اللّٰهُمَّ آخر تک اور نہیں زیادہ کرتے تھے اسپر کہا صاحب فتح القدیر نے روایت کی بیہقی نے انس اور عائشہ اور ابوسعید خدری اور
جابر اور عمر بن ... رضی اللہ عنہم سے اس مضمون کو مرفوعا مگر حدیث عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وقف کیا اوسکو ... اور
کیا اوسکو دارقطنی نے عمر رضی اللہ عنہ سے پھر کہا محفوظ ہے یہ کہ یہ قول عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جہر کرتے
تھے ساتھ ان کلمات کے انتہی اور روایت کیا اوسکو ابوداود اور ترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ضعیف کیا ان دونوں نے اوسکو لیکن صحیح کہا
اوسکو محدث فیروزآبادی حنفی اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اوسکے قول سے اور روایت کیا اوسکو سعید بن منصور
نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول سے اور سنن ابی داود میں ہے ابوسعید سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھتے رات کو
تکبیر کہتے پھر فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ تین بار پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار پھر کہتے اَللّٰهُ اَكْبَرُ تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ
الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ پھر قرات کرتے تھے اور اخراج کیا اسکا ترمذی نسائی ابن
ماجہ نے کہا ترمذی نے حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے اس باب میں اور تحقیق کلام کیا گیا اسناد میں اسکی تھے یحیی
ابن سعید کلام کرتے تھے علی بن علی رفاعی میں اور کہا احمد نے کہ نہیں صحیح ہے یہ حدیث اور توثیق کی علی بن علی کی وکیع اور ابن معین اور ابو زرعہ

اجلہ محدثین نے اور جب ثابت ہوا فعل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مانند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قرات اسکی تو معلوم ہوا کہ یہی فعل اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اور یہی اخیر تھا اونکے فعل سے اور صحیحین مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہو اور اوسمین اور دعا ہی ذکر کیا اوسکو شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اور کہا وَهُوَ اَصَحُّ مِنَ الْكُلِّ لِاَنَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعَ ذٰلِكَ لَمْ يَقُلْ بِسُنِّيَّتِهٖ عَيْنًا اَحَدٌ مِّنَ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ یعنی یہ صحیح ہو کل روایتون سے اس واسطے کہ اتفاق کیا اسپر بخاری نے مسلم نے اور باوجود اسکے یہین کہا کسی نے ساتھ سنیت خاص سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے تو اگر وہ دعا بھی پڑھے کچھ حرج نہین اور جائز ہو فقط اور وہ جو روایت ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محمول ہو اوپر نوافل کے ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور مؤید ہو اسکی جو وہ مروی ہی صحیح ابی عوانہ اور سنن نسائی مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے تھے نماز نفل کو کہتے تھے اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ آخر تک بخلاف سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے کہ وہ ثابت ہو فرائض مین **ص** اور بعد ثنا کے تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کہے واسطے قرات کے نہ ثنا کے **ف** کیونکہ فرمایا اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یعنی جب پڑھے تو قرآن کو تو پناہ لیجا طرف اللہ کے مراد یہ ہو کہ شیطان سے پناہ مانگے کہ وہ خارج مہو قرات قرآن مین **ص** اور مقتدی تعوذ نہ پڑھے اور مسبوق پڑھے اس لیے کہ تعوذ تابع قرات کا ہو نہ تابع ثنا کا سو جو شخص قرات کرے وہ تعوذ بھی پڑھے اور جو شخص قرات نکرے تعوذ بھی نہ پڑھے اور تکبیرات عیدین کے بعد تعوذ پڑھے اور بعد اوسکے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہے اور فاتحہ اور سورت کے بیچ مین نہ پڑھے اور ثنا اور تعوذ اور تسمیہ آہستہ کہے اور امام شافعی کے نزدیک تسمیہ کو بلند پڑھے اور بہت سی حدیثین صحیح وارد ہوئی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفای راشدین قرات کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے **ف** تو اس سے معلوم ہوا کہ ثنا اور تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھتے ہونگے اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہی کہ قول ابن مسعود کے چار ہین کہ آہستہ کہے اونکو امام اور ذکر کیا اون مین تعوذ اور تسمیہ اور آمین کو روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے اور روایت کی ابی وائل سے انھون نے عبداللہ سے کہ وہ تھے آہستہ کہتے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان اور نسائی مین ہی نعیم مجمر سے کہ نماز پڑھی مینے پیچھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سو پڑھی انھون نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پھر پڑھی فاتحہ یہانتک کہ پہنچے وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک پھر کہی آمین پھر سلام پھیر کے کہا قسم ہی اوس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہو تحقیق کہ میری نماز مشابہ تر ہو ساتھ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہا ابن خزیمہ نے نہین شک ہی اوسکی صحت مین اہل معرفت کے نزدیک اور یہ حدیث مستلزم جہر کو نہین کیونکہ جائز ہو سُننا نعیم کا باوجود آہستہ پڑھنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ جبتک مبالغہ نکرے اخفا مین تب تک سُنائی دیتا ہی خصوصاً پاس والے مقتدی کو اور صحیح ہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر کرتے تھے بسم اللہ کا کہا حاکم نے صحیح ہی بغیر علت کے اور صحیح کیا اوسکو دار قطنی نے اور کہا ترمذی نے نہین ہی اسناد اوسکی قوی اور ضعیف کیا اوسکو اکثر محدثین نے اور کہا بعض حفاظ نے نہین ہی کوئی حدیث صحیح جہر مین مگر اوسکی اسناد مین گفتگو ہی اور اسی سبب سے صاحب مسانید اربعہ اور امام احمد نے احادیث جہریہ کو اخراج نہین کیا باوجود اشتمال اونکے کے احادیث ضعیفہ پر کہا امام العلامہ رئیس المحدثین شیخ تقی الدین بن تیمیہ نے اور روایت کی ہمنے دار قطنی سے کہ نہین صحیح ہوئی حضرت سے جہر میں کوئی حدیث اور مروی ہی دار قطنی سے

کو تصنیف کی ارسنے ایک کتاب مصر مین بیچ جہر بسم اللہ کے اور ارادہ کیا بعض مالکیہ نے کہ جدا کرین اوسمین صحیح ضعیف سو کہا کہ نہین صحیح ہوئی جہر مین کوئی حدیث اور کہا حازمی نے کہ احادیث جہر کی اگرچہ بکثرت آئی ہین لیکن کوئی حدیث خالی ضعف سے نہین اور روایت کی امام طحاوی نے جہر کو قرارت اعراب کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نہین جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کا یہانتک کہ وفات کی اور یہ معارض ہے اوس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جو جہر مین گذری تو وہ محمول ہے اوپر بیان جواز ہونے اوسکے کبھی کبھی اور صریح سوجہ عمل ہے اور روایت مسلم کی انس رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی مینے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس نہ سنا مینے کسیکو ان مین سے کہ پڑھتا ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس سے مراد نفی قرارت نہین ہے بلکہ نفی جہر ہے دلیل دوسری روایت ہے کہ نہین جہر کرتے تھے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی نے ساتھ اسناد صحیح کے اور بھی روایت ہے اونہین سے کہ نماز پڑھی مینے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پس سب لوگ اخفا کرتے تھے بسم اللہ کا روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور ایک لفظ مین ہے کہ سر کرتے تھے ساتھ بسم اللہ کے اور روایت کیا طبرانی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر کرتے تھے ساتھ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اور یہی تابعین تھے اور وہی مذہب ہے سفیان ثوری اور ابن المبارک کا اور کہا ابن عبد اللہ اور ابن منذر نے کہ یہی ہے قول ابن مسعود اور ابن الزبیر اور عمار بن یاسر اور عبد اللہ بن مغفل اور حاکم اور حسن بن ابی الحسن اور شعبی اور نخعی اور اوزاعی اور عبد اللہ بن المبارک اور قتادہ اور عمر بن العزیز اور اعمش اور زہری اور مجاہد اور حماد اور ابی عبید اور احمد بن اسحق کا اور روایت کی امام ابو حنیفہ نے طریق ابن شہاب ابی سفیان سعدی سے اونہون نے یزید بن عبد اللہ بن مغفل سے انہون نے اپنے باپ سے تحقیق کہ انہون نے نماز پڑھی پیچھے امام کے سو جہر کیا اوس نے بسم اللہ کا سو پکارا عبد اللہ بن مغفل نے کہ نماز پڑھی مینے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے سو کسیکو مینے جہر کرتے نہین سنا اور کہا انہون نے اپنے بیٹے سے ای بُنَيَّ مُحۡدَثٌ یعنی جہر کرنا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کا محدث اور بدعت ہے **ص** اور بعد تسمیہ کے فاتحہ اور سورت پڑھے **ف** اور فاتحہ پڑھنا ہمارے مذہب مین رکن نماز یعنی فرض نہین ہے اور اسیطرح سورت اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاتحہ فرض ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسنون فرض ہین دلیل امام مالک کی یہ ہے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طولی آخر حدیث یہ ہے کہ نہین ہے نماز مگر ساتھ الحمد کے اور ایک سورت کے کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کیا اوسکو ترمذی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے اور اختصار کیا اسپر لَا صَلٰوةَ لِمَنۡ لَّمۡ يَقۡرَاۡ آخر تک اور سکوت کیا اوس سے ترمذی نے اور وہ ضعیف ہے ساتھ ابو سفیان سعدی طریف بن شہاب کے اور اوسی سے روایت کی ابو حنیفہ نے مسند مین اور نقل کی گئی ابن معین اور نسائی سے تضعیف اوسکی اور تلیین کی اوسکی ابن حبان نے اور کہا کہ روایت کی اوس سے ثقات نے لیکن وہ لاتا ہے متون مین ایسی چیز کہ نہین لاتا کوئی اوسکو سوا اوسکے اور اسانید اوسکی مستقیم ہین اور روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے ابی نضرہ سے کہ نہین ہے نماز مگر ساتھ ام القرآن یعنی فاتحہ کے اور ساتھ اوسکے کچھ اور سورت کے اور اسناد مین اوسکی اسمعیل بن عیاش ضعیف ہے اور توثیق کی اسکی ابن معین نے اور جماعت نے مؤید ہے وہ جو ہے معجم اوسط مین طبرانی کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حکم کیا مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ندا کرون میں مدینے مین کہ نہین ہے نماز مگر ساتھ قرارت کے اگرچہ فاتحہ ہووے اور روایت کیا اوسکو ابو حنیفہ نے اور حارث نے مسند مین اور ابن عدی نے لیکن ابو حنیفہ کے طریق مین ضعف ہے اور طبرانی کی اسناد مین حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ

یعنی پڑھو جو آسان ہو قرآن میں سے اور یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے زیادتی کلام اللہ پر نہیں جائز ہے مگر واجب العمل ہے تو کہا ہے ساتھ وجوب فاتحہ اور سورت کے اور دلیل امام شافعیؒ کی (یعنی عدم فرضیت) یہ ہے جو روایت کی بخاری و مسلم نے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ یعنی نہیں ہے نماز مگر ساتھ فاتحۃ الکتاب کے اور تقدیر اوسکی یہ ہے کہ نہیں ہے کمال نماز کا مگر فاتحۃ الکتاب سے جیسے دوسری حدیث میں فرمایا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ یعنی نہیں ہے ایمان اوس شخص کا جسکو امانت نہیں اور نہیں دین ہے اوسکا جسکا عہد سالم نہیں تو مراد اس سے نفی ایمان و دین بالکلیہ نہیں ہے بلکہ کمال ایمان اور دین میں یہ چیزیں باعث خلل کی ہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ **ص** اور بعد وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے آہستہ سے آمین کہے اور مقتدی بھی جہری نماز میں آہستہ سے آمین کہے **ف** اور دلیل اوسکی (یعنی امام کی) وہی ہے جو اوپر حدیث ابن مسعود کی ذکر کی اور روایت کی احمد اور ابو یعلی اور طبرانی اور دارقطنی اور حاکم نے مستدرک میں شعبہ سے انھوں نے سلمہ بن کہیل سے انھوں نے حجر عنبس سے انھوں نے علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے باپ سے کہ نماز پڑھی انھوں نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو جب پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پر کہی آمین آہستہ سے اور روایت کیا اوسکو ابو داود و ترمذی وغیرہما نے سفیان سے انھوں نے سلمہ بن کہیل سے انھوں نے حجر بن عنبس سے انھوں نے وائل بن حجر سے اور اوسمیں ہے کہ بلند کیا انھوں نے آواز اپنی کو ساتھ آمین کے تو مخالفت کی اسمیں سفیان نے شعبہ کی کئی طرح پر اول یہ کہ پہلی روایت میں حجر عنبس ہے اور اسمیں حجر بن عنبس اور اسمیں علقمہ مذکور نہیں اور کہا ترمذی نے علل کبیر میں کہ پوچھا میں نے بخاری سے کہ کیا علقمہ نے سنا ہے اپنے باپ سے تو کہا بخاری نے کہ پیدا ہوا علقمہ بعد مرنے اپنے باپ کے چھ مہینے بعد اور یہ انقطاع مسلم نہیں کیونکہ روایت کیا مسلم نے علقمہ کی روایت کو اپنے باپ سے کہا شیخ ابن الہمام نے اور ترجیح دی دارقطنی نے روایت سفیان کو اور بیہقی وغیرہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے بمضمون رفع روایت کیا ہے اور اسی سبب سے صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے عدول کر کے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کیطرف رجوع کیا اور مؤید حدیث جہر ہے جو ابن ماجہ میں ہے کہ تھے علیہ السلام جب آمین کہتے تھے گونج جاتی تھی مسجد اور میں کہتا ہوں کہ معارض ہے اس حدیث کی بعینہ وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے اس اسناد سے حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ کُھَیْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ یعنی کہی آمین اور آہستہ کہی اور یہ بعینہ وہی اسناد ہے جس میں رفع صوت آمین مذکور ہے تو دو حدیثیں مخالف ہوئیں اوس ایک حدیث کی تو صحیح یہی ہوگا کہ آہستہ سے آمین کہے **ص** بعد اوسکے تکبیر کہے اور رکوع کرے جھکے اور دونوں ہاتھ رکوع میں دونوں زانو پر رکھے اور اونگلیوں کو کشادہ رکھے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے انس کے بیچ حدیث طویل کے اور آخر اوسکا یہ ہے کہ اے بیٹے میرے جب تو رکوع کرے سو رکھ ہتھیلیاں اپنے کو اوپر دونوں زانو اپنے کے اور کشادہ رکھ اونگلیوں کو اور اوٹھائے رکھ دونوں ہاتھ کو دونوں پہلو سے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط میں اور تطبیق یدین کی منسوخ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ملا کے دونوں ران میں کھلے بدلیل اسکے جو مروی ہے صحیحین میں مصعب بن سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ نماز پڑھی میں نے اپنے باپ کے ساتھ تو تطبیق کی میں نے سو کہا میرے باپ نے کہ ہم اسکو پہلے ہم کرتے تھے ایسا پھر منع کیے گئے اور حکم ہوا کہ رکھیں دونوں ہاتھوں کو اوپر زانوؤں کے **ص** اور پیٹھ کو برابر کرے اور سر کو بھی پیٹھ کے برابر رکھے **ف** کیونکہ روایت کی ابن ماجہ نے وابصہ بن معبد سے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ

نماز پڑھتے تھے سو جب رکوع کرتے تھے برابر رکھتے تھے پیٹھ کو یہانتک کہ اگر ڈالا جاتا اوسپر پانی البتہ ٹھہر جاتا اور روایت کی ابو یعلیٰ اور محمد بن اسحق سراج نے اپنی مسند مین براء سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے پھیلاتے پیٹھ اپنی کو اور جب سجدہ کرتے منہ کرتے انگلیوں کا طرف قبلے کے اور روایت کی طبرانی نے ابن عباس سے اور ابی بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مثل حدیث براء کے اور سر کو بھی پیٹھ کے برابر کرے بدلیل اوسکے جو روایت کی ترمذی نے حدیث ابی حمید سے کہ نہ جھکاوے سر اپنے کو اور نہ اونچا کرے اوسکو تو ایسا ہی روایت کیا اوسکو ابن حبان نے اور اخراج کیا مسلم نے حدیث طویل مین عائشہؓ سے کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے تھے نہ سر اوٹھاتے تھے اور نہ جھکاتے تھے **ص** اور تین مرتبہ یا زیادہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے اور اس سے کم نہ کرے **ف** کیونکہ روایت کی ابو داود و ترمذی و ابن ماجہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب رکوع کرے کوئی تم میں سے تو کہے تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور یہ ادنیٰ درجہ اوسکا ہے اور جب سجدہ کرے تو کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى تین بار اور یہ ادنیٰ درجہ اوسکا ہے اور حدیث منقطع ہے کیونکہ عون نے نہیں پایا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو **ص** بعد اوسکے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہوا سر کو اوٹھاوے اور امام یہی کلمہ کہے اور مقتدی فقط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے اور جو اکیلا ہو دونون کو کہے **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فقط کہے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ نہ کہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونون کہے اور ربنا لک الحمد آہستہ سے کہے کیونکہ روایت کی ابو ہریرہؓ نے کہ تھے آنحضرت جب کھڑے ہوتے تھے طرف نماز کے تکبیر کہتے تھے یہانتک کہ کھڑے ہوتے تھے پھر کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ جسوقت اوٹھاتے تھے سر رکوع سے پھر کہتے تھے اور وہ کھڑے ہی ہوتے تھے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آخر حدیث تک اور امام ابو حنیفہ کی دلیل صاحب ہدایہ نے یوں بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہے امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور یہ خطاب واسطے مقتدیوں کے ہے اور یہ رد ہوا اوس مذہب پر کہ مقتدی بھی دونون کلمے کہے اور یہی قول ہے امام شافعی صاحب کا **ص** اور سیدھا کھڑا ہووے پھر تکبیر کہے اور سجدے میں جاوے **ف** اور تکبیر تو اسواسطے کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے وقت جھکنے اور اوٹھنے کے اور لیکن سیدھا کھڑا ہونا تو فرض نہیں ہے اور اسی طرح دونوں سجدون کے بیچ مین بیٹھنا اور ٹھہرنا رکوع و سجود مین اور یہ قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ یہ تینون فرض ہین اور یہی قول امام شافعی کا اور دلیل اونکی یہ ہے کہ فرمایا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اعرابی کے جب اوس نے جلدی کی تھی نماز مین کہ پڑھ نماز بتحقیق کہ تو نے نہیں پڑھی نماز تو معلوم ہوا کہ تعدیل ارکان فرض ہے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ رکوع لغت مین مطلق جھکنے کا اور سجدہ پشت خم ہونے کا نام ہے تو فرضیت ساتھ ادنیٰ درجے کے بھی ادا ہو جاوے گی اور اسی طرح ایک رکن سے دوسرے رکن کو جاتے مین اگر جلدی ہوگی کیونکہ وہ مقصود نہین اور دوسری یہ کہ اور روایت مین آنحضرت نے اوس اعرابی سے ارشاد فرمایا کہ جو تو نے کم کیا اس سے جو بیان کیا مینے تو تو نے کم کیا اپنی نماز سے روایت کیا اس زیادت کو ابو داود اور ترمذی اور نسائی نے ابو داود نے تو ابو ہریرہؓ سے اور ترمذی نے رفاعہ بن رافع سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کر چکا تو یہ تو تمام ہوئی نماز تیری اور اگر تو نے اوس سے کم کیا کم کیا تو نے اپنی نماز سے اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور مؤید ہے اسکی وہ جو روایت کی اصحاب سنن اربعہ اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں جائز ہوتی ہے وہ نماز کہ نہ قائم ہو اوس مین پیٹھ مصلی کی رکوع اور سجود مین اور ایسے بازی گی آپنے دوسری حدیث مین جو ارشاد فرمایا تو حتی القدور لازم ہے کہ اس امر سے احتراز کرے کہ مورد وعید شدید نہووے اور بالطمانیت ٹھہر ٹھہر کے نماز معہ خشوع کے پڑھے **ص** پہلے دونون زانو زمین پر رکھے پھر دونون ہاتھ برابر دونون کانون کے

دونون ہاتھ اپنے منہ کو دو کف کے بیچ مین ف کیونکہ روایت ہی مسند ابو یعلی مین ابی اسحٰق سے کہا کہ وصف کیا واسطے ہمارے
براء بن عازب نے سجدے کو پس سجدہ کیا اور اعتماد کیا اوپر دونون کف کے اور اوٹھایا سرین کو اور کہا کہ اسی طرح کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور وہ جو حدیث صاحب ہدایہ نے وائل سے نقل کی ہی پائی نہین گئی اور کہا شیخ ابن الہمام نے کَوْنُهُ مِنْ حَدِيثِ وَائِلٍ
غَرِيبٌ یعنی ہونا اوسکا حدیث وائل سے غریب ہی اور صحیح مسلم مین جو حدیث وائل سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سجدہ کیا رکھا
منہ اپنا دونون کف کے بیچ مین اور جب ایسا ہوا تو ہاتھ مقابل کانون کے ہونگے تو اب معارض ہوگا اوسکے جو صحیح بخاری مین ہی حدیث
ابی حمید سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونون کف برابر کاندھون کے اور اس مقام مین روایت مسلم کی مقدم ہی بخاری پر اس
وجہ سے کہ سند بخاری مین فلیح بن سلیمان اگرچہ راجح یہی ہی کہ وہ ثقہ ہی لیکن کلام کیا گیا ہی اوسمین ضعیف کیا اوسکو نسائی اور ابن معین
اور ابو حاتم اور ابو داود اور یحیی القطان اور ساجی نے اور روایت کی اسحٰق بن راہویہ نے مسند مین اَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمِ
ابْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اس اسناد سے کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھے دونون ہاتھ
مقابل کانون کے اور یہ اسناد صحیح ہی اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین اَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ اوسی اسناد سے اور لفظ اوسکا یہ
وَكَانَتْ يَدَاهُ حِيَالَ أُذُنَيْهِ اور تھے ہاتھ آپکے مقابل کانون کے اور روایت کی طحاوی نے حفص بن غیاث سے انھون نے
حجاج سے اونھون نے ابی اسحٰق سے کہا کہ پوچھا مینے براء بن عازب سے کہ کہان رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی اپنی سجدے مین جب نماز
پڑھتے تھے کہا کہ درمیان دونون کف کے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ اور سجدہ کرے ناک اور پیشانی دونون پر کیونکہ روایت کی ابو داود اور نسائی نے
اور عبارت اوسکی یہ ہے اور ترمذی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے جماتے تھے ناک اور پیشانی اپنی کو اور الگ رکھتے تھے
دونون ہاتھون کو دونون پہلو سے اور رکھتے تھے کف کو برابر کاندھون کے اور روایت ابو یعلی مین ہی ابو حمید سے کہ جب سجدہ کیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سو جمایا ناک کو اور پیشانی کو زمین پر اور اگر ایک پر اقتصار کیا امام صاحب کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز مگر
عذر سے اور یہی روایت ہے امام ابو حنیفہ سے کیونکہ روایت کی صحاح ستہ والون نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا گیا
مین کہ سجدہ کرون سات اعضا پر جبہ اور دونون ہاتھ اور دونون زانو اور کنارے قدمون کے اور روایت کی مانند اسکے براء نے اور روایت
کی گئی سعد اور ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے حدیث اور رکھنا دونون ہاتھون اور زانوؤن کا سنت ہی نزدیک ہمارے اور لیکن رکھنا
قدمون کا سو کہا ہی قدوری نے کہ وہ فرض ہی سجدے مین كَذَا فِي الْهِدَايَةِ ص اور انگلیان ملی ہوئی رکھے اور دونون بازو کو پیٹ سے
جدا رکھے اور پیٹ کو رانون سے اور انگلیان دونون پیر کی قبلے کی طرف کرے اور تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہے یا زیادہ اور اگر پگڑی
کے پیچ پر یا فاضل کپڑے پر یا اوس چیز پر جسکا حجم ہی سجدہ کیا اگر پیشانی قرار پکڑتی ہی تو جائز ہی ورنہ درست نہین ف کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے روایت کی ابو نعیم نے حدیث ابن عباس سے حلیہ مین بیچ ذکر ترجمہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ
اللہ علیہ کے حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى الْحَافِظُ
الصُّوفِيُّ الْبَغْدَادِيُّ ثنا لاحق حدثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الدِّمَشْقِيُّ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْمِصْرِيُّ ثنا
بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَدْهَمَ عَنْ أَبِيهِ أَدْهَمَ بْنِ مَنْصُورٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ عَلَى كَوْرِ عِمَامَتِهِ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سجدہ کرتے تھے اوپر کور عمامے کے یعنی پیچ عمامے کے اور ابراہیم بن ادہم بڑے راہد عالم ہمور تقہ ہیں قَالَ النَّسَائِيُّ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ
أَحَدُ الزُّهَّادِ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ مَاتَ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَسِتِّيْنَ وَمِائَةٍ کہا نسائی نے تقہ امون ہی ایک ہی زاہدون مین سے
کہا بخاری نے مرے سنہ باسٹھ اور سو ہجری مین اور روایت کی طبرانی نے اوسط مین عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین حدیث عمرو بن شمر الجعفی
جابر جعفی سے اوسنے عبد الرحمن بن سابط سے اونھون نے جابر سے کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے اوپر
پیچ عمامے کے اور ضعیف ہی عمرو بن شمر اور جابر جعفی کذاب وضاع ہی کہا شیخ ابن حجر عسقلانی نے شِيْعِيٌّ كَذَّابٌ یعنی رافضی ہی
غالی کذاب ہی اور کہا ترمذی نے ضَعِيْفٌ جِدًّا یعنی ضعیف ہی نہایت اور کہا بعضون نے مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ ترک کردی گئی ہی
حدیث اوسکی اور روایت کیا اوسکو حافظ ابو القاسم تمام بن محمد رازی نے فوائد مین حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثنا
أَبُوْ بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ حُصَيْنٍ الطَّرَسُوْسِيُّ ثنا كَثِيْرُ بْنُ عُبَيْدٍ ثنا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ
أَنْبَأَ عُمَرُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ عَلٰى كَوْرِ الْعِمَامَةِ کہ تھے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سجدہ کرتے اوپر پیچ عمامے کے اور اخراج کیا اوسکا بیہقی نے سنن مین ہشام سے اونھون نے حسن سے کہا کہ اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرتے تھے اور ہاتھ اونکے اونکے کپڑون مین تھے اور کرتا تھا سجدہ ہر آدمی اوپر پیچ عمامے کے اور ذکر
کیا اوسکو بخاری نے صحیح مین تعلیقاً اور کہا کہ کہا حسن نے تھی قوم کہ سجدہ کرتی اوپر عمامے اور ٹوپی کے اور دونوں ہاتھ اونکے آستینوں
مین ہوتے تھے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا شَرِيْكٌ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ يَتَّقِيْ بِفُضُوْلِهِ حَرَّ الْأَرْضِ وَبَرْدَهَا یعنی تحقیق کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پڑھتے تھے نماز بیچ ایک کپڑے کے بچاتے تھے اوسکے فضول سے گرمی کو زمین کی اور سردی کو اوسکی اور اسی حدیث
کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہی اور روایت کیا اوسکو احمد اور اسحق بن راہویہ اور ابو یعلیٰ اور طبرانی اور ابن عدی نے کامل مین اور
ضعیف کیا اوسکو حسین بن عبد اللہ کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ شریک اوسکی اسناد مین قاضی ہونے کا ضعیف ہی کہا ترمذی نے
وَشَرِيْكٌ كَثِيْرُ الْغَلَطِ یعنی شریک بہت غلطی کرتا ہی اور توثیق کی اوسکی بہت لوگون نے اور اوسکے معنی مین ہی وہ جو روایت کی
چھ عالمون نے انس سے کہ تھے ہم نماز پڑھتے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت گرمی میں اور جب نہ طاقت رکھتا تھا کوئی ہم مین
کہ رکھے منہ اپنا اوپر زمین کے بچھاتا تھا کپڑا اپنا زمین پر اور اوسی پر سجدہ کرتا تھا اور سجدے میں چاہیے کہ اپنے دونوں بونٹھیو کو ظاہر کرے
کیونکہ حدیث مین آیا ہی بروایت ابن حبان مرفوعاً وَجَافِ عَنْ ضَبْعَيْكَ اور کشادہ رکھ دونوں بازو اپنے اور روایت کی
عبد الرزاق نے ابن عمر سے کہا کہ خبر دی ہمکو سفیان نے انھون نے آدم بن علی بکری سے کہا کہ دیکھا مجکو ابن عمر نے اور مین نماز پڑھتا تھا اور ہاتھ کو لیے زمین سے سجدہ
کرتا تھا سو کہا کہ ای بیٹے بھائی میرے کے نہ بیٹھ جانورون کا سا بیٹھنا اور اعتماد کر اپنے دونون کف پر اور ظاہر کر بازوون اپنے کو کیونکہ جب تو یہ
کریگا سجدہ کریگا ہر عضو تجھسے اور جدا رکھے پیٹ کو دونوں رانوں سے کہ حدیث مین آیا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ رکھتے تھے
اسقدر کہ اگر بکری کا بچہ چاہے تو اوسمین سے نکل جائے روایت کیا اوسکو مسلم اور حاکم اور طبرانی وغیرہم نے اور جب صف مین ہو تو چاہیے
کہ اپنا ہاتھ کشادہ نکرے کہ پاس والے کو ایذا ہووے اور منہ اونگلیون کا طرف قبلے کے کرے کیونکہ روایت کی بخاری نے حدیث ابی حمید سے کہ ہون مین احفظ

واسطے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جب سجدہ کرتے تھے نہ بہت انگلیوں کو پھیلاتے تھے اور نہ بہت تنگ کرتے تھے بلکہ اوسط
درجے میں رکھتے تھے اور منہ کرتے تھے انگلیوں کا طرف قبلے کے اور ہدایے میں ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سجدہ
کرتا ہے مومن سجدہ کرتا ہے ہر عضو اوس کا پس چاہیے کہ سجدہ کرے لیے اعضا کا طرف قبلے کے حتی المقدور اور اس حدیث پر بلفظ مین مطلع نہیں
ہوا اور تسبیح جو رکوع و سجدہ میں کہی جاتی ہے اگر تین سے زیادہ کہے تو لازم ہے کہ طاق کہے مثلاً پانچ یا سات یا نو اسی طرح کیونکہ حدیث
مین آیا ہے کان یختم بالوتر یعنی ختم کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح کو ساتھ وتر کے کہا صاحب فتح القدیر نے غریبٌ و
اللہ سبحانہ اعلم یعنی یہ حدیث غریب ہے اور اللہ سبحانہ جانتا ہے **ص** اگر آدمیوں کے ہجوم کے سبب ایک شخص نے دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا
اگر وہ بھی یہی نماز پڑھتا ہے تو درست ہے اور اگر نماز نہیں پڑھتا یا پڑھتا ہے مگر وہ نماز جو سجدہ کرنے والا پڑھتا ہے نہیں پڑھتا تو سجدہ اوسکا درست
نہو گا اور عورت پیٹ کو ران سے ملائے اور بعد سجدے کے پھر سر اوٹھائے اور تکبیر کہے اور اطمینان سے بیٹھے اور پھر تکبیر کہے اور سجدہ کرے پھر
ف کیونکہ حضرت نے حدیث اعرابی میں سکھایا ہے پھر اوٹھا سر اپنا یہانتک کہ بیٹھے تو سیدھا اور اگر سیدھا نہ بیٹھا اور دوسرا سجدہ
کر لیا امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہو گا اور محمد کے نزدیک بھی اور اندازہ رفع مین اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر سجدے کی طرف
قریب ہو گا نہیں جائز ہو گا کیونکہ وہ شمار سجدے میں ہے اور اگر بیٹھنے کی طرف قریب ہے جائز ہو گا اسواسطے کہ وہ شمار کیا جاویگا جالس +
ص اور پھر تکبیر کہے اور اوٹھاوے سر پھر ہاتھ پھر زانو اور سیدھا کھڑا ہووے بغیر تکیے کے اور دونون سجدون سے سر اوٹھا کے پھر زمین پر
نہ بیٹھے بلکہ فوراً کھڑا ہو جاوے اور امام شافعی کے نزدیک بیٹھے اور اوسکو جلسۂ استراحت کہتے ہیں **ف** اور دلیل امام شافعی کی
وہ ہے جو روایت ہے مالک بن الحویرث سے کہ اونھون نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ نماز کے کہ جب اوٹھتے تھے دونون سجدون سے
نہیں اوٹھتے تھے جبتک بیٹھ نہ جاتے تھے سیدھے اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ضعیفی میں تھا والا نماز موضوع
استراحت کے واسطے نہیں اور دلیل ہماری یہ ہے جو روایت کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب اوٹھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نماز میں اوٹھتے تھے اوپر کنارے قدمون کے اخراج کیا اسکا ترمذی نے خالد بن ایاس سے انھون نے صالح مولی توأمہ سے انھون نے
ابی ہریرہ سے اور کہا ترمذی نے اسی پر ہے عمل اکثر اہل علم کا اور خالد بن ایاس کا اور کہا جاتا ہے ابن ایاس ضعیف ہے نزدیک محدثین کے
اور اس سبب سے ضعیف کیا اوسکو ابن عدی نے لیکن کہا کہ لکھی جاویگی حدیث اوسکی باوجود ضعف اوسکے کے کہا یحیی القطان نے اور جس سے تعلیل کی ہے خالد
مین موجود ہے صالح مین اور وہ اختلاط ہے تو کچھ وجہ تخصیص خالد کی نہیں اور قول ترمذی کا کہ اسپر عمل ہے اہل علم کا مقتضی ہے اوسکی قوت
اصل کو اگرچہ یہ خاص طریق ضعیف ہوا اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے کہ وہ اوٹھتے تھے نماز میں اوپر کنارے قدمون کے اور نہیں
بیٹھتے تھے اور مانند اسکے حضرت علی سے اور اسی طرح ابن عمر اور ابن الزبیر اور عمر سے اور روایت کی شعبی سے کہ عمر اور علی اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوٹھتے تھے نماز میں اوپر کنارے قدمون کے اور روایت کی نعمان بن ابی عیاش سے کہ پایا میں نے بہت
لوگون کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو جب کوئی سر اوٹھاتا تھا سجدۂ ثانیہ سے پہلی رکعت یا تیسری رکعت میں تو اوٹھتا
تھا جیسا وہ ہوتا تھا یعنی پھر بیٹھتا نہ تھا اور اخراج کیا اسکا بیہقی نے عبد الرحمن بن یزید سے کہ انھون نے دیکھا ابن مسعود کو مثل اسکے جو
گذرا اور روایت کیا اس عمل کو عبد الرزاق نے ابن مسعود سے اور ابن عباس اور ابن عمر سے تو جب اتنے صحابۂ کثیر سے یہ عمل مروی ہوا کہ
سب اوٹھتے تھے اوپر کنارے قدمون کے اور نہیں بیٹھتے تھے تو عمل اوسپر واجب ہو گا **ص** اور دوسری رکعت بھی اسیطرح ہے مگر تعوذ

اور ثنا اوس میں نہ پڑھے اور ہاتھ بھی نہ اوٹھائے **ف** یعنی ہاتھ نہ اوٹھائے مگر تکبیر اولیٰ میں اور تکبیر اولیٰ تو پہلی ہی رکعت میں ہوتی ہے بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک ہاتھ اوٹھانا وقت رکوع کے اور رکوع سے قیام کے وقت سنت ہے تو ہر رکعت میں اونکے نزدیک رفع یدین ہے اور اس مسئلے میں بہت تفصیل ہے سب بیان نہیں کر سکتا ورنہ کتاب ایک دفتر ہو جاویگی کچھ بطریق اختصار کے موافق تحریر صاحب فتح القدیر کے بیان کیا جاتا ہے اول تو روایت کی طبرانی نے ابن ابی لیلیٰ سے انھوں نے حکم سے انھوں نے مقسم سے انھوں نے ابن عباس سے انھوں نے حضرت علیہ السلام سے کہ نہیں اوٹھائے جاوین ہاتھ مگر سات جگہ میں جس وقت کہ شروع کرے نماز اور جس وقت داخل ہو مسجد حرام میں سو نظر کرے طرف خانہ کعبہ کے اور جس وقت کھڑا ہو مروہ پر اور جس وقت کھڑا ہو ساتھ آدمیوں کے عرفے کو اور مزدلفے میں دو مقام میں اور جس وقت رمی کرے جمرہ کی اور ذکر کیا اوسکا بخاری نے معلقاً کتاب مفرد میں جو رفع یدین میں ہے کہا وکیع نے ابن ابی لیلیٰ سے انھوں نے حکم سے انھوں نے مقسم سے انھوں نے ابن عباس سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہ اوٹھائے جاوین ہاتھ مگر سات جگہ میں وقت شروع کرنے نماز کے اور استقبال کعبہ کے اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں اور مزدلفے میں دو مقام میں اور نزدیک جمرتین کے اور کہا شعبہ نے نہیں سنیں حکم نے مقسم سے مگر چار حدیثیں اور یہ ان میں سے نہیں ہے تو یہ مرسل ہے اور غیر محفوظ اور کہا کہ وہم کیا اصحاب ہمارے نے مخالف کا اس حدیث کو ساتھ رفع کے تکبیرات عیدین میں اور تکبیر قنوت میں اور کہا شیخ تقی الدین نے امام میں اعتراض کیا گیا اس حدیث پر کئی طریقوں سے ایک تو یہ کہ ابن ابی لیلیٰ متفرد ہے اور متروک ہے احتجاج اوس سے اور دوسرے یہ کہ وکیع نے وقف کیا اوسکو اوپر ابن عباس اور ابن عمر کے کہا حکیم نے اور وکیع اثبت ہے سب سے جنھوں نے روایت کیا اوسکو ابن ابی لیلیٰ سے تیسرے یہ کہ روایت کی بہت سے تابعین نے اسانید صحیحہ سے ابن عمر اور ابن عباس سے کہ وہ ہاتھ اوٹھاتے تھے وقت رکوع کے اور بعد قیام کے رکوع سے اور تحقیق کہ اسناد کیا اون دونوں نے اسکو طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے یہ کہ سب روایتوں میں تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ ہے یعنی ہاتھ اوٹھائے جاوینگے اور یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سوا ان سات جگہ کے اور کسی جگہ نہ اوٹھایا جاویگا لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ اِلَّا فِیْھَا جو دلالت کرتا ہے حصر رفع یدین پر ان مواطن سبعہ میں پانچویں یہ کہ محال ہے کہ لا ترفع الایدی ہو کیونکہ احادیث صحیحہ دال ہیں اس رفع پر اور بہت سی حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوا انکے بھی حضرت نے ہاتھ اوٹھایا مانند استسقاء وغیرہ کے یہ کلام ہے شیخ تقی الدین بن دقیق العید کا اور وجہ احسن یہ ہے کہ حصر مراد نہیں تو جب کہ ان سات مقام کے اور کسی جگہ رفع ثابت ہوگا عمل اوسکے اوپر کرنا پڑیگا اور تحقیق کہ رفع یدین اس جگہ میں ثابت ہوا اور وہ یہ ہے جسکا اخراج کیا علماے ستہ نے زہری سے انھوں نے سالم سے انھوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے تھے طرف نماز کے اوٹھاتے تھے دونوں ہاتھ برابر کندھوں کے پھر تکبیر کہتے سو جب ارادہ رکوع کا کرتے پھر ہاتھ اوٹھاتے اور جب سر اوٹھاتے رکوع سے ایسا ہی کرتے اور جب سر اپنا سجدے سے اوٹھاتے تھے تب نہیں ہاتھ اوٹھاتے تھے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ جواب اوسکا معارضہ ہے ساتھ اوسکے جو روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود نے وکیع سے انھوں نے سفیان ثوری سے انھوں نے عاصم بن کلیب سے انھوں نے عبد الرحمن بن اسود سے انھوں نے علقمہ سے کہا کہ کہا عبد اللہ بن مسعود نے کیا نہ پڑھوں میں ساتھ تمھارے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سو نماز پڑھی اور نہ اوٹھائے ہاتھ مگر اول ہی دفعہ نہ عادہ کیا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اخراج کیا اوسکا نسائی نے ابن المبارک سے انھوں نے سفیان سے اور جو منقول ہے ابن المبارک سے کہا کہ نہیں ثابت ہوئی نزدیک میرے حدیث ابن مسعود کی سو کچھ نہیں ضرر کرتا جب کہ یہ طریقہ ثابت ہو جاوے اور وہ جو بعض جہلا نے کہا ہے کہ عاصم بن کلیب ضعیف ہے غیر مقبول ہے کیونکہ توثیق کی اوسکی

ابن معین نے اور اخراج کی اوس سے مسلم نے ایک حدیث اور وہ جو کہا بعض لوگون نے کہ نہیں سنا عبد الرحمن نے علقمہ سے باطل ہے اور ذکر کیا اوسکو ابن
حبان نے کتاب الثقات مین اور کہا کہ انتقال کیا اوس نے سنہ ۹۰ نوے مین اور سن اوسکا سن ہے ابراہیم نخعی کا تو کیا چیز مانع ہے سماع اوسکے سے
اور حال آنکہ اتفاق ہے سماع ابراہیم نخعی پر علقمہ سے اور تصریح کی خطیب نے کتاب المتفق والمفترق مین بیچ بیان ترجمہ عبد الرحمن کے
کہ اوس نے سنا ہے علقمہ سے اور بعضون نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن زیادت ثم لا یعود کی منکر ہے نقل کیا گیا ہے یہ دار قطنی اور محمد بن
نصر مروزی سے اور ابن القطان سے کہ یہ ایک گمان ہے کہ گمان کیا انھون نے اور اوسیواسطے نسبت کی اسکی بہت لوگون نے طرف وہم سفیان
ثوری کے امام بخاری نے کتاب رفع الیدین میں اور کہا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ خطا ہے کہا جاتا ہے کہ وہم کیا اوس مین سفیان
ثوری نے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب روایت کی اونھون نے چند روایتین بغیر زیادت کے گمان کیا اوسکو خطا اور حال آنکہ سفیان ثقہ ضابط
کی مقبول ہے اور خصوصاً جبکہ اوسپر متابعت بھی کیا اوسے متابعت کی اوسکی ابن المبارک نے جو پہلے بیان کیا ہے اوسکو روایت
نسائی سے اور اخراج کیا دار قطنی اور ابن عدی نے محمد بن جابر سے انھون نے حماد بن ابی سلیمان سے انھون نے ابراہیم سے انھون نے علقمہ سے
انھون نے عبد اللہ سے کہا کہ نماز پڑھی مینے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکر اور عمرؓ کے سو نہ اوٹھایا انھون نے ہاتھوں اپنے کو
مگر وقت شروع کرنے نماز کے اور اعتراض کیا دار قطنی نے ساتھ اس بات کے کہ صواب ابراہیم کا مرسل کرنا ہے اس حدیث کو اوپر ابن مسعود کے
اور نہ رفع بسبب ضعف محمد بن جابر کے ہے لیکن توثیق کی اوسکی ابن عدی نے اور روایت کی اوس سے اکابر محدثین نے مثل ایوب اور ابن عون
اور ہشام بن حسان اور ثوری اور شعبہ اور ابن عیینہ وغیرہم کے اور مؤید ہے صحت اس روایت کی کہ جمع ہوئے ابو حنیفہؒ اور اوزاعی سو کہا
اوزاعی نے کیا حال ہے تمہارا کہ نہیں ہاتھ اوٹھاتے ہو تم وقت رکوع کے اور وقت قیام کے رکوع سے کہا ابو حنیفہؒ نے ثنا حماد
عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود ان النبي صلى الله عليه وسلم كان
لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلوة ثم لا يعود لشيء من ذلك یعنی نہیں اوٹھاتے تھے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہاتھ مگر وقت شروع کرنے نماز کے پھر نہیں اعادہ کرتے تھے اسکا تو کہا اوزاعی نے کہ مین حدیث بیان کرتا ہون تم سے زہری کی
انھون نے سالم سے انھون نے اپنے باپ سے رفع یدین مین اور تم کہتے ہو کہ حدثنی حماد عن ابراهيم سو کہا ابو حنیفہؒ نے
کہ حماد افقہ ہے زہری سے اور ابراہیم افقہ ہے سالم سے اور علقمہ نہیں ہے کم فقہ مین ابن عمر سے اگرچہ واسطے ابن عمر کے صحبت ہے تو اوسکو تو
صحبت کا ہے اور اسود کیواسطے نہایت فضل ہے اور عبد اللہ بن مسعود برابر ہیں عبد اللہ بن عمر کے تو ترجیح دی امام ابو حنیفہؒ نے ساتھ
تفقہ روات کے جیسا کہ ترجیح دی اوزاعی نے ساتھ علو اسناد کے اور یہی مذہب ہے مشہور نزدیک ہمارے اور روایت کی طحاوی نے پھر
بیہقی نے حدیث حسن بن عیاش سے بسند صحیح اسود سے کہا کہ دیکھا مینے عمر بن الخطاب کو کہ اوٹھاتے دونون ہاتھ اپنے بیچ اول تکبیر کے پھر اعادہ
کیا کہا اور دیکھا مینے ابراہیم اور شعبی کو کہ کرتے تھے ایسا ہی اور معارضہ کیا اوسکا حاکم نے ساتھ روایت طاؤس بن کیسان کے ابن عمر سے
انھون نے عمرؓ سے کہ تھے وہ ہاتھ اوٹھاتے بیچ رکوع کے اور وقت اٹھنے کے رکوع سے اور روایت کی امام طحاوی نے ابی بکر نہشلی سے
انھون نے عاصم بن کلیب سے انھون نے اپنے باپ سے کہ حضرت علیؓ نے اوٹھائے ہاتھ بیچ اول تکبیر کے پھر نہ اعادہ کیا اور وہ جو روایت کی
ترمذی نے حضرت علیؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب قائم کرتے نماز کو اوٹھاتے تھے دونون ہاتھ برابر کندھوں کے اور کرتے تھے مثل اوسکے
جبکہ ادا کر چکتے تھے قراءت کو اور رکوع کرتے تھے اور کرتے تھے ایسا ہی جب اوٹھتے تھے رکوع سے اور نہیں اوٹھاتے تھے ہاتھ کسی وقت مین

ہاتھ اپنے جب بیٹھے ہوتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تھے سجدوں سے تو اوٹھاتے تھے اسی طرح پر اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے تو یہ حدیث
منسوخ ہے بسبب تعلق کے نسخ رفع یدین پر وقت سجدوں کے اور جاننا چاہیے کہ آثار صحابہ و تابعین کے کثیر مین ہیں اور کلام شنیعت تمام
ہر طرف سے طحاوی کے اور ثابت کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے بوجہ احسن اور روایت کی ابو حنیفہ نے حماد سے انھون نے ابراہیم سے کہا ذکر
کیے گئے نزدیک اونکے وائل بن حجر کہ دیکھا انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اوٹھاتے تھے ہاتھ اپنے وقت رکوع اور سجود کے سو کہا
ابراہیم نے کہ اعرابی ہے نہیں نماز پڑھی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل اس صلوٰۃ کے اور کیا زیادہ جانتے تھے وہ عبد اللہ سے اور
اصحاب عبد اللہ سے کہ یاد رکھا اوسنے اور نہ یاد رکھا انھون نے اور ایک روایت میں ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے مثال لوگون نے عبد اللہ کے
کہ اوٹھائے انھون نے ہاتھ فقط وقت ابتدائی صلوٰۃ کے اور بیان کیا اوسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبد اللہ عالم ہیں ساتھ شرائع اسلام کے
ڈھونڈھنے والے ہیں احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو تمسک کرنا ساتھ قول اوسکے کے اولی ہے وقت تعارض کے واللہ اعلم اور
حدیثیں اس باب میں امام شافعی کی جانب بھی بہت ہیں اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ بعض کثرت احادیث حجت نہیں ہے بلکہ ثبوت اون
روایات کا حال ہے کہ رفع میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں اور ضعیف ہیں جیسا کہ بعض لوگ حدیث حاکم کو لاتے ہیں رفع میں حالانکہ وہ باطل
موضوع ہے اور طعن کیا بسبب اوسکے اکثر محدثین نے حاکم پر اور بعضون نے اس باب میں اسقدر افراط کیا ہے جسکا بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ اونمین سے
ایک صاحب سفر السعادۃ نے کہا کہ چار سو آثار اس باب میں مروی ہیں حالانکہ سو بھی کسی محدث نے بیان نہیں کیے بلکہ بخاری نے جو جامع کتاب
رفع یدین میں بنائی ہے اوسمین تو اسکے ربع بھی آثار مذکور نہیں جیسا کہ دیکھنے سے ظاہر ہوگا اور بعض علمانے اس باب مین اسقدر اعتبار
صاحب سفر السعادۃ کا کیا ہے کہ اگر کوئی اوسکو کچھ بھی سمجھا تو تعجب ہے کہ اپنے وہم خراب سے باز نہ آوین اور تعصب و عناد سے دور نہ
رہیں زیادہ تفصیل کی اس کتاب مختصر میں گنجایش نہیں عاقل کو ایک اشارہ کافی ہے **ص** اور جب دوسری رکعت کو تمام کرے بائیں
پیر کو بچھا کے اوسپر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا کرے اور اونگلیوں کو پیر کی قبلے کی طرف کرے **ف** صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے
مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع کرتے تھے نماز کو ساتھ تکبیر کے آخر حدیث تک یہان تک کہ کہا بچھاتے تھے بایاں پیر اور
کھڑا کرتے تھے داہنے پیر کو اور سنن نسائی میں مروی ہے ابن عمرؓ سے انھون نے اپنے باپ سے کہا کہ سنت ہے نماز کی یہ بات کہ کھڑا کرے داہنے قدم کو اور
کرے اونگلیون کو طرف قبلے کے اور بیٹھے بائیں پیر پر **ص** اور دونون ہاتھون کو دونون زانون کے اوپر رکھے اور اونگلیون کو قبلے
کی طرف کشادہ رکھے اور امام شافعی کے نزدیک بنصر اور خنصر کو بند کرے اور بیچ کی اونگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اشارہ کرے ساتھ
کلمۂ لا کے اونگلی شہادت سے وقت شہادتین کے اور ہمارے علماؤن سے بھی ایسا ہی منقول ہے **ف** ایسا ہی مروی ہے حدیث وائل میں کہا
شیخ ابن الہمام نے غریب ہے اور ترمذی میں ہے حدیث وائل سے کہا البتہ دیکھا مینے طرف نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سو جب بیٹھے
واسطے تشہد کے بچھایا بائیں پیر کو اور رکھا بائیں ہاتھ کو اوپر بائیں ران کے اور کھڑا کیا داہنے پیر کو اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تھے نماز میں رکھتے تھے داہنی کف کو اوپر داہنی ران کے اور بند کر لیتے تھے سب اونگلیوں کو اور اشارہ کرتے تھے ساتھ
اوس اونگلی کے جو نزدیک ہے ابہام کے اور رکھتے تھے بائیں کف کو اوپر بائیں ران کے کہا شیخ ابن الہمام نے وَلَا شَكَّ اَنَّ وَضْعَ الْكَفِّ مَعَ
قَبْضِ الْاَصَابِعِ لَا يَتَحَقَّقُ حَقِيْقَةً یعنی نہیں شک ہے کہ رکھنا کف کا باوجود بند کرنے اونگلیون کے نہیں ظاہر ہوتی ہے حقیقت
اوسکی پس مراد یہ ہے کہ رکھنا کف کا پھر بند کرنا اونگلیوں کا وقت اشارے کے اور ایسا ہی مروی ہے امام محمد سے کیفیت اشارہ میں

اور اس مقام پر جو کچھ لکھا ہی اون پر کیا از قبل اور تمنا محرمات مین سے ہی محض غلط ہمارے سر پر تو او سپر یہ کہ کا اَهْلُ الْحَدِيْث بھی لکھ دیا ہی سبحان
اللہ جب ایسے لوگ محدثین کی استقدر بے ادبی کرینگے تو اونکے کلام پر کسی مسلمان کو اعتبار کرنا خلاف درایت ہوگا اور خود صاحب فتح القدیر
نے لکھا ہی وَهُوَ خِلَافُ الدِّرَايَةِ وَالرِّوَايَةِ اور یہ خلاف درایت اور روایت کے ہی **ص** اور تشہد پڑھے حضرت عبداللہ
ابن مسعود کا اور وہ یہ ہی اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور پہلے قعدے مین اس سے زیادہ نہ پڑھے **ف** مصنف ابن ابی شیبہ مین مروی ہی
حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحُرِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ قَالَ اَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِيْ
فَقَالَ اَخَذَ عَبْدُ اللّٰهِ بِيَدِيْ فَقَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ فَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ اَلتَّحِيَّاتُ
لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اِلَخ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ بَكْرٍ یعنی کہا قاسم نے کہ پکڑا علقمہ نے ہاتھ میرا سو کہا
کہ پکڑا عبداللہ نے ہاتھ میرا سو کہا کہ پکڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میرا سو سکھایا مجکو تشہد التحیات للہ آخر تک اور
روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہا انھون نے جو زیادہ کرے اوپر تشہد کے بیچ دو پہلی رکعتون کے تو اوسپر دو سجدے سہو کے ہین
وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ اور اس باب مین مروی ہی عائشہ رض سے اور روایت ہی ابن مسعود سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تھے
پہلی دو رکعتون مین تو گویا تو سے جلتے ہوئے پر ہین یہانتک کہ کھڑے ہولن یعنی بہت جلدی کھڑے ہوتے تھے اور کم بیٹھتے تھے اور ایسی ہی
روایت کی مصنف مین ابوبکر نے بسند صحیح اور روایت کی ائمہ ستہ نے ابن مسعود سے کہ سکھایا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد
اور کف میرا آپکے کف مین تھے جیسا کہ سکھاتے ہین مجکو کوئی سورت قرآن کی سو کہا جب بیٹھے کوئی تم مین سے واسطے نماز کے سو کہے
اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ آخر تک اور روایت نسائی مین ہی جب بیٹھو تم دو رکعتون کے بعد اور ایک وجہ صحت اس تشہد کی یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑ کے بتاکید تمام تعلیم کیا اگرچہ مطلق تعلیم حدیث ابن عباس مین بھی
ہی اور ایک وجہ ترجیح کی یہ ہی کہ ائمہ ستہ نے اوسپر اتفاق کیا لفظاً و معنیً اور یہ نہایت غریب ہی اور تشہد ابن عباس کا شمار کیا گیا ہی افراد مسلم سے
اگرچہ اخراج کیا اوسکا سوای بخاری کے اور محدثین نے اور اعلیٰ درجات صحیح مین اونکے نزدیک وہ ہی جسپر اتفاق کیا ہو بخاری و مسلم نے نہ کہ جسپر
اتفاق کیا ہو ائمہ ستہ نے اور اسی واسطے اجماع کیا علماء نے کہ حدیث ابن مسعود کی صحیح تر ہی حدیثون کی اس باب مین اور کہا ترمذی نے کہ صحیح تر
حدیثون کی تشہد مین حدیث ابن مسعود ہی اور عمل ہی اوسپر اکثر صحابہ کا پھر اخراج کیا خصیف سے کہا کہ دیکھا مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب مین سو پوچھا مینے آپسے کہ آدمیون نے اختلاف کیا تشہد مین سو فرمایا آپنے کہ لازم پکڑ تو تشہد ابن مسعود کا اور موافق ہی ابن مسعود
کے ستارہ جیسا کہ روایت کی لوگون طبرانی نے کہ تھے وہ سکھاتے تشہد کو اوپر منبر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ
وَالصَّلَوَاتُ آخر تک مثل تشہد ابن مسعود کے اور عائشہ رض بھی بیہقی مین ہی کہ کہا انھون نے یہ تشہد ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سو کہا اَلتَّحِيَّاتُ
لِلّٰهِ آخر تک کہا نووی نے اِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ یعنی اسناد اوسکی جید ہی اور یہ بھی موافق ہوئے اونکے سلمان رض روایت کی طبرانی اور
بزار نے ابی راشد سے کہا کہ پوچھا مینے سلمان رض سے تشہد کو کہا سکھاتا ہون مین تمکو جیسا سکھایا مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تب بیان کیا
اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اور کہا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پکڑا ہاتھ میرا حماد بن ابی سلیمان نے اور پکڑا ہاتھ اونکا ابراہیم نے اور پکڑا ہاتھ اونکا

علقمہ نے اور کہا علقمہ نے کہ پکڑا ہاتھ میرا عبداللہ بن مسعودؓ نے اور سکھایا مجھکو تشہد اور کہا عبداللہ نے پکڑا ہاتھ میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اور سکھایا مجھکو تشہد جیسا کہ سکھاتے ہیں کوئی آیت قرآن سے اور شاہد ہے اوسکے روایت ابن ابی شیبہ کی جو اوپر ہمنے بیان کی اور دلیل
امام شافعی کی حدیث ابن عباس ہے اور اوسمیں تشہد یہ ہے اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ وَالصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ سَلَامٌ
عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سَلَامٌ عَلَیْنَا آخر تک اور روایت کی امام احمد نے ابن مسعودؓ سے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اونکو تشہد سو جب بیٹھتے تھے بیچ نماز میں یا آخر نماز میں پڑھتے تھے اَلتَّحِیَّاتُ
لِلّٰہِ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک پھر اگر ہوتا یہ قعدہ بیچ نماز کا اوٹھتے تھے جب فراغت ہو جاتی تھی تشہد سے اور اگر آخر کا قعدہ
ہوتا تھا پڑھتے تھے بعد تشہد کے جو چاہتے تھے اور دعا مانگتے تھے پھر سلام پھیرتے تھے اور حدیثیں دعا کی بعد تشہد کے جو مذکور ہیں سو وہ ہیں
صحیحین وغیرہما میں ص اور اخیر کی دو رکعتوں میں فقط فاتحہ پڑھے اور یہ افضل ہے ف بسبب حدیث ابی قتادہ کے صحیحین میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے بیچ دو رکعتوں پہلی کے ظہر اور عصر سے فاتحہ اور دو سورتیں اور دو رکعتوں
میں اخیر کی رکعتوں میں فقط فاتحہ اور طول کرتے تھے رکعت اولی میں جو نہیں طول کرتے تھے رکعت ثانیہ میں اسمیں فقط ظہر وعصر کا
ہے اور روایت کی اسحق بن راہویہ نے سند اپنی میں رفاعہ بن رافع انصاری سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے بیچ پہلی دو رکعتوں کے فاتحہ
الکتاب اور سورت اور اخیر کی دو رکعتوں میں فاتحہ الکتاب فقط اور مروی ہے اوسط طبرانی میں جابر بن عبداللہ سے کہا کہ سنت قراءت کی بیچ نماز کے یہ ہے
کہ پڑھے پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت اور اخیر دو رکعتوں میں فاتحہ الکتاب ص اور اگر تسبیح کہے یا چپ کھڑا رہے تو بھی درست
ہے اور پھر بیٹھے جس طرح کہ پہلے بیٹھا تھا اور امام شافعی کے نزدیک دوسرے قعدے میں بائیں سرین پر بیٹھے اور دونوں پیر داہنی طرف نکال دے
اور عورت دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھے ف جیسا کہ اوپر مروی ہوئی حدیث وائل اور عائشہؓ کی اور وہ جو مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بیٹھتے اسی طرح پر جو امام شافعی کے نزدیک ہے ضعیف کیا اوسکو طحاوی نے اور کلام کیا اوسمیں بیہقی نے اور بیان کیا ضعف اوسکا
شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے ص اور بعد تشہد کے درود پڑھے اور دعا مانگے جو قرآن کے مشابہ ہے یا ماثور کے نہ آدمیوں کی باتوں سے
تو ایسی چیز نہ مانگے جو آدمیوں سے خاص مانگتے ہیں ف اور درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک
درود اور تشہد دونوں پڑھنا فرض ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ کہا ابن مسعودؓ نے جب کہہ چکے تو یعنی تشہد یا کر چکے تو تو تمام ہو گئی نماز تیری
اگر چاہے تو کہ اوٹھے تو اوٹھ اور اگر چاہے بیٹھے تو بیٹھ اور صاحب ہدایہ نے اسکو کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا ہے اور اوپر گذر چکا کہ یہ
مدرج ہے لیکن ایسا مدرج مانند مرفوع کے ہے اور کہا قاضی عیاض نے اور جو کہا امام شافعی نے کہ جسنے درود نہ پڑھا تو نماز اوسکی فاسد ہے اوسکا
نہیں سلف ہے اوسکی اس قول میں اور نہ کوئی حدیث کہ متابعت کی ہو اوسکی اور تشنیع کی اوپر اوسکے اس باب میں ایک جماعت نے اونمیں سے ہیں طبری
اور قشیری اور خلاف کیا اوسکا اونکے اہل مذہب میں سے خطابی نے اور کہا کہ نہیں جانتا میں اونکے لیے اس باب میں کوئی دلیل اور تشہدات جو مروی
ہیں ابن مسعود اور ابن عباس اور ابی ہریرہ اور جابر اور ابو سعید اور ابو موسی اور ابن الزبیر سے نہیں مذکور ہے اوسمیں درود اور درود جو مروی ہے
آنحضرت علیہ السلام سے نہیں ہے نماز اوسکی جسنے نہ درود بھیجا اوپر میرے ضعیف کیا اوسکو سب اہل حدیث نے اور اگر بالفرض صحیح ہو تو بھی اوسکا
یہی کہنا ہے کہ نہیں ہے کامل اوسکی نماز جسنے نہ درود بھیجا اور ایک تاویل اسکی اور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سلام تشہد میں ہے وہ اگر کسی نے
نہ کہا تو نماز اوسکی فاسد ہے کیونکہ وہ ہمارے نزدیک بھی واجب ہے اور اسی طرح جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے پڑھی نماز اور نہ بھیجا درود مجھپر اور میرے اہل بیت پر نہ قبول کیجاویگی نماز اوسکی اور ضعیف ہی جابر جعفی سے اور بیان کیا اوپر ہمنے ضعف اوسکا باوجود اس بات کے کہ اختلاف ہی اوسکے رفع اور وقف مین بیان کیا اوسکو دارقطنی نے اور لیکن حدیث اول سو روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے کہ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَهٗ وَلَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا يُحِبُّ الْاَنْصَارَ یعنی نہین جائز ہی نماز اوسکی جسکو وضو نہین اور نہین وضو اوسکا جسپر اللہ کا نام مذکور نہیں اور نہین نماز اوسکی جسنے درود نہین پڑھا اور نہین نماز ہی اوس شخص کی جو نہیں دوست رکھتا انصار کو اور اسناد میں اوسکی عبد المہیمن ضعیف ہی اور کہا ابن حبان نے لَا يُحْتَجُّ بِهٖ نہین حجت پکڑی جاویگی اوس سے اور اخراج کیا اوسے طبرانی نے ابی بن عباس سے اور بیہقی نے بھی مرفوعًا اسنادا اوسکے کہا لوگون نے حدیث عبد المہیمن کی اشبہ بالصواب ہی اور جیاد اوسکے کہ جماعت نے کلام کیا ہی الی بن عباس میں اور روایت کی بیہقی نے یحیی بن السباق سے انھون نے ایک شخص سے بنی حارث مین سے انھون نے ابن مسعود سے انھون نے حضرت علیہ السلام سے کہ جب تشہد پڑھے کوئی تم مین سے نماز مین سو کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اور متعارف یہ ہی کہ ارحم محمدا کا لفظ اور ترحمت علی ابراھیم کا ترک کرے اور باقی کو پڑھے لیکن اسناد مین اس حدیث کی وہ شخص مجہول ہی اور بعضون نے مکروہ لکھا ہی کہ غیر نبی کے اوپر درود بھیجین لیکن حدیث مین آیا ہی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى اور جب کہ صلوۃ بمعنی رحمت ہی جائز ہونے کی کوئی وجہ نہین اور درود بھیجنا یا ہر نماز کے کرخی کے نزدیک ساری عمر مین ایکبار فرض ہی یا جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آوے جیسا کہ اختیار کیا اوسکو طحاوی نے لیکن فرضیت اوسکی وقت ذکر اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہین ہوتی ہاں سنت ہو البلکہ سو کہ وہ ثابت ہوتا ہی اور آپنے جو آپکے نام پر درود نہ بھیجے اوسکو بڑا بخیل ارشاد فرمایا اور حقیقت مین یہ بات ہی کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ زبان کے کہنے سے نہین ہوتی بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی متابعت مین کوشش کرے کہ سرمو فرق نہووے اور آپکے نام پر جست کر کیا جاوے درود بھیجنا لازم جانے تب محب رسول اللہ کہا جاویگا ورنہ یہ محبت نام کی ہی اسکا آخرت مین کچھ اجر و ثواب نہین اور یہ مدلول ہی اکثر احادیث صحیحہ کا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ **ص** پھر سلام کرے داہنی طرف اور نیت کرے اونکی جو اوس طرف آدمی اور فرشتے ہین اور بائین طرف بھی ایسی ہی کرے اور مقتدی امام کی بھی نیت کرے امام کیجانب مین اور اگر امام اوسکے سامنے ہی تو دونون جانب مین نیت امام کی کرے اور امام دونون سلامون مین نیت کرے اور بعض کے نزدیک فقط پہلے سلام مین اور بعض کے نزدیک کسی مین نکرے اور جو کیا ہی وہ دونون سلامون مین نیت فرشتوں کی کرے **ف** روایت ہی ابن مسعود سے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے داہنی طرف اور کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ یہانتک کہ داہنا رخسارہ آپکا دکھلائی دیتا تھا اور بائین طرف کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ یہانتک کہ دکھلائی دیتی تھی سفیدی بائین رخسارے کی اخراج کیا اوسکا نسائی اور ترمذی وغیرہم نے اور صحیح کیا اوسکو اور ہمارے نزدیک لفظ سلام کا کہنا واجب ہی خلاف واسطے شافعی کے کہ اونکے نزدیک فرض ہی اور دلیل اونکی وہ حدیث ہی جو اوپر ہمنے بیان کی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تحلیل نماز کی تسلیم ہی اور دلیل ہماری حدیث ابن مسعود کی ہی جو اوپر گذر چکی اور اس حدیث سے فرضیت اوسکی ثابت نہین ہوتی اور بہت سی حدیثین اس باب مین آئی ہین کہ آدمی کے داہنے بائین فرشتے ہین ذکر کیا اونکو شیخ کمال الدین ابن الہمام نے

ص فصل قراءت کے بیان مین

نماز جمعہ اور عیدین اور نماز فجر اور عشا و مغرب کی اول دو رکعتوں میں اداہوں یا قضا امام پکار کے پڑھے اور اکیلے کو اسمین اختیار ہے اور قضا
مین خواہ آہستہ سے پڑھے اور ادنی درجہ جہر کا یہ ہے کہ دوسرا سنے اور سِر کا یہ کہ فقط آپ سُنے اور یہی صحیح ہے اور بعضون کے نزدیک ادنی درجہ جہر کا یہ ہے کہ آپ
سُنے اور ادنی سِر کا یہ ہے کہ فقط تصحیح حروف کی ہو تو طلاق اور عتاق اور جو چیزین کہ بولنے سے متعلق ہین اگر اس طرح کے بولنے مین
نہ سُنائی دیوے واقع نہونگے ف اور ظہر اور عصر میں سِر کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صَلٰوۃُ النَّھَارِ عَجْمَآءُ
یعنی نمازدن کی گونگی ہے اور مراد یہ ہے کہ اوسمین قراءت ایسی کہ سُنائی دیوے نہین یہ حدیث ہدایہ میں ہے لیکن کما نووی نے لا اصل
لہٗ یعنی نہین ہے اصل اس حدیث کی اور روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے مصنف مین قول مجاہد اور ابی عبیدہ رضی اللہ عنہما سے
اور سِر اور جہر مین حدیثین صحیح بیشمار آئی ہین اور اوسمین اتفاق صحابہ و من بعدہم کا ہے اسی سبب سے اسمین کوئی حدیث صریح ذکر کرنے
کی حاجت نہین اور جمعہ و عیدین کے جہر مین بہت حدیثیں ہین روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھتے تھے عیدین و جمعے مین سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ اور صحیح مسلم مین ہے
ابی واقد لیثی سے کہ پوچھا مجھسے عمرؓ نے کہ کیا پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اضحی اور عید الفطر مین کہا کہ پڑھتے تھے
قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ ص اگر عشا کی دو رکعتوں اول مین سورۃ نہ پڑھی اخیر کی دو رکعتوں مین ادا
کرے فاتحہ اور سورت دونوں کا جہر کرے اگر امام ہے اور اگر فاتحہ پہلی دو رکعتوں مین چھوڑ دے تو پچھلی رکعتوں مین نہ پڑھے کیونکہ اخیر
رکعتوں میں بھی فاتحہ پڑھا جاتا ہے اور پہلی رکعتون کا بھی فاتحہ اوسمین پڑھیگا تو ایک رکعت مین دو فاتحہ لازم آوینگے اور تکرار فاتحہ کا غیر مشروع
ہے اور قراءت فرض ایک آیت ہے اور اتنا پڑھنے والا گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور جو سفر میں جلدی ہے تو فاتحہ اور جو سورت چاہے
پڑھے اور اگر امن ہو تو مانند سورۃ بروج و انشقت کے پڑھے اور اقامت میں فجر اور ظہر مین حجرات سے بروج تک جو سورت چاہے پڑھے اور عصر اور
عشا مین بروج سے لم یکن تک اور مغرب مین لم یکن سے آخر تک جو سورت چاہے پڑھے ف اور اصل اسمین وہ ہے جو روایت کی عبدالرزاق نے
مصنف مین اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنِ الْحَسَنِ وَغَیْرِہٖ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ اِلٰی
اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنِ اقْرَأْ فِی الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَفِی الْعِشَآءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَفِی الصُّبْحِ
بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ یعنی لکھا عمرؓ نے طرف ابو موسی اشعری کے کہ پڑھ مغرب مین قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک اور عشا مین اوساط
مفصل یعنی بروج سے لم یکن تک اور صبح میں طوال مفصل یعنی حجرات سے بروج تک ص اور جو ضرورت ہو تو جتنا ہو سکے اور ایک
سورت کا معین نماز میں کرنا مکروہ ہے اور مقتدی چپکا کھڑا رہے اور سُنے اور کچھ نہ پڑھے فرمایا اللہ تعالی نے جب قرآن پڑھا جاوے تو سُنو اور چپ رہو اور حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ اکبر کہے امام تو اللہ اکبر کہو تم اور جب قراءت کرے تو چپ رہو اور فرمایا علیہ السلام نے کہ جسکے واسطے امام ہو تو قراءت امام کی اوسکی قراءت ہے
اور فرمایا کیا ہو گیا ہے مجھکو کہ جھگڑا کیا جاتا ہوں قرآن مین یعنی جب لوگ میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہیں تو خیال اونکی طرف جاکے قراءت قرآن پر
پڑتا ہے ف حدیث دوسری مروی ہے متعدد طریقوں سے جابر بن عبداللہ سے اور ضعیف کی گئی اور اعتراض کیا ضعیف کرنے والون نے
رفع اوسکے کے مثل دارقطنی اور بیہقی کے اور ابن عدی کے کہ صحیح یہ ہے کہ مرسل ہے اسواسطے کہ حفاظ نے مثل دونون سفیان اور ابی الاحوص
اور شعبہ اور اسرائیل اور شریک اور ابی خالد دالانی اور جریر اور عبدالحمید اور زائدہ اور زہیر نے روایت کیا اوسکو موسی بن ابی عائشہ

انھوں نے عبد اللہ بن شداد سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کیا اور اسکو ارسال کیا ابو حنیفہ نے بھی ایکبار تو بر تقدیر ارسال کے بھی ہم کہتے ہیں کہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور دوسرے یہ روایت کی امام محمد بن الحسن نے موطا میں حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ ثَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ اور وہ جو انھوں نے کہا ہے کہ ان حفاظ نے اسکو رفع نہیں کیا صحیح نہیں ہے کیا احمد بن منیع نے مسند میں ثَنَا إِسْحٰقُ الْأَزْرَقُ ثَنَا سُفْيَانُ الْأَزْرَقُ ثَنَا سُفْيَانُ وَشَرِيكٌ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ قَالَ وَحَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْهُ اور نہیں ذکر کیا اس نے جابر سے آخر روایت کیا اسکو عبد بن حمید نے حدیث بیان کی ہم سے ابو نعیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن بن صالح نے انھوں نے ابی الزبیر سے انھوں نے جابر سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل روایت کی اور اسناد حدیث جابر اول کی صحیح ہے اوپر شرط شیخین کے اور دوسری اوپر شرط مسلم کے تو دیکھو یہی لوگ سفیان اور شریک اور جریر اور ابو الزبیر نے رفع کیا اسکو ساتھ طریقوں صحیحہ کے سو باطل ہوا شمار کرنا اونکا اون لوگوں کو عدم رافعین میں اور مقرر ہے یہ بات کہ اگر متفرد ہو ثقہ تو واجب ہے قبول اسکا سو درصورتیکہ بہت سے ثقہ رفع کریں اسکو تو کس طرح واجب القبول نہو گی اور اخراج کیا اسکا ابن عدی نے ابو حنیفہ سے بیان ترجمہ میں اونکے اور ذکر کیا اسمیں ایک قصہ اور روایت کیا اسکو ابو عبد اللہ حاکم نے ثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْدَانَ الصَّيْرَفِيُّ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ الْفَضْلِ الْبَلْخِيُّ ثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَرَجُلٌ خَلْفَهُ يَقْرَأُ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ أَتَنْهَانِي عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَازَعَا حَتّٰى ذَكَرَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ یعنی کہ پڑھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز اور پڑھتا تھا نماز میں ایک شخص پیچھے آپکے سو منع کیا اسکو ایک صحابی نے قراءت سے نماز میں تو جب فارغ ہوئے نماز سے آیا اسکے پاس وہ شخص سو کہا کہ تم منع کرتے ہو مجھکو قراءت سے پیچھے امام کے سو جھگڑا کیا اون دونوں نے یہانتک کہ ذکر کیا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز پڑھے پیچھے امام کے تو گویا قراءت امام کی اوسکی قراءت ہے اور ابو حنیفہ رح کی روایت میں ہے کہ تھا یہ ظہر اور عصر میں اور اونکی روایت میں لفظ ظہر اور عصر کا مذکور ہے اور معارض ہے اوسکے جو روایت کی ابو داود اور ترمذی نے عبادہ بن الصامت سے کہا کہ تھے ہم پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز فجر میں سو پڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھاری ہوئی اونپر قراءت تو جب فارغ ہوئے کہا کہ شاید قراءت کرتے ہو تم پیچھے امام کے کہا ہمنے ہاں یا رسول اللہ ہاں کہا کہ نہ پڑھو مگر فاتحۃ الکتاب کیونکہ نہیں نماز ہے اوسکی جس نے نہ پڑھا اوسکو اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ ہے ہمارے مذہب اجماع صحابہ کا اور سوا ئے

مالک میں ہے نافع سے انھوں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اگر پڑھے نماز کوئی تم میں سے امام کے پیچھے تو کافی ہے اوسکو قرات امام کی اور اگر نماز
پڑھے اکیلے تو قرات کرے کہا کہ تھے ابن عمرؓ نہیں پڑھتے تھے پیچھے امام کے اور روایت کیا اوسکو اونسے دارقطنی نے مرفوعًا
اور کہا کہ رفع کرنا اوسکا وہم ہے لیکن جب صحیح ہوا یہ قول ابن عمرؓ سے تو معلوم ہوا کہ سنا ہوگا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
تو رفع اوسکا صحیح ہوگا اگرچہ روایت ضعیف ہووے اور روایت کی ابن عدی نے کامل میں اسمعیل بن عمرو بن نجیح سے انھوں نے حسن
ابن صالح سے انھوں نے ابی ہارون عبدی سے انھوں نے ابی سعید خدری سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکے واسطے
امام ہو تو قرات امام کی اوسکے واسطے قرات ہے اور کہا کہ نہیں متابعت کیا گیا اس روایت میں اسمعیل اور وہ ضعیف ہے انتہی اور یہ
قول ابن عدی کا صحیح نہیں کیونکہ متابعت کی اوسکی بکر بن عبداللہ نے روایت کی طبرانی نے اوسط میں ثنا محمد بن ابراہیم بن
عامر بن ابراہیم الاصبہانی حدثنی ابی عن جدی عن النعمان عن عبد اللہ ثنا الحسن اوسی سند سے روایت
کی اس سے ابن عدی نے اور روایت کیا حدیث ابن عباسؓ سے رفع اوسکا اور اوسمیں کلام ہے اور روایت کی طحاوی نے شرح آثار میں ثنا
یونس بن عبد الاعلی ثنا عبد اللہ بن وہب اخبرنی حیوۃ بن شریح عن بکر بن عمرو عن عبید اللہ بن مقسم
انہ سال عبد اللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم فقالوا لا تقرأ خلف الامام
فی شیء من الصلوٰۃ یعنی پوچھا عبید اللہ بن مقسم نے عبداللہ اور زید اور جابر وغیرہم سے سو کہا انھوں نے مت پڑھ پیچھے امام کے نماز
میں اور روایت کی امام محمد بن حسن نے موطا میں سفیان بن عیینہ سے انھوں نے منصور سے انھوں نے ابی وائل سے کہا کہ پوچھے گئے عبداللہ
مسعودؓ قرات سے پیچھے امام کے کہا کہ چپ رہ اسواسطے کہ نماز میں شغل ہے اور کافی ہے تجھکو امام اور روایت کی سعد بن ابی وقاص سے کہ کہا انھوں نے چاہتا ہوں
میں اوس شخص کو جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے کہ اوسکے منہ میں انگارہ ہو اور روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے لیکن کہا انھوں نے بدلے
انگارے کے پتھر اور روایت کی محمد نے موطا میں داؤد بن قیس سے انھوں نے عجلان سے کہ عمر بن خطاب نے کہا کاشکے ہوتا اوسکے منہ
میں جو قرات کرتا ہے پیچھے امام کے پتھر اور اخراج کیا اوسکا عبدالرزاق نے بھی اور روایت کی طحاوی نے حماد بن سلمہ سے انھوں نے
ابی حمزہ سے کہا کہ کہا مینے واسطے ابن عباسؓ کے پڑھوں میں اور امام سامنے میرے ہو کہا کہ نہیں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے
مصنف میں جابر سے کہا کہ نہ پڑھے پیچھے امام کے خواہ جہر کرے اور خواہ اخفا کرے یعنی کسی نماز میں نہ پڑھے اور روایت کی اوس نے
اور عبدالرزاق نے حضرت علیؓ کے قول سے کہا کہ جو پڑھے پیچھے امام کے تو اوس نے خطا کی فطرت سے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ایک
طریق سے اور کہا کہ نہیں صحیح ہے اسناد اوسکی اور کہا ابن حبان نے کتاب الضعفا میں یہ روایت کرتا ہے اوسکو عبداللہ بن ابی لیلی انصاری حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ باطل ہے اور کافی ہے بطلان میں اوسکے اجماع مسلمانوں کا اوسکے خلاف پر اور اہل کوفہ نے صرف کیا ترک قرات کو پیچھے
امام کے سو کہ جائز نہ رکھا اسکو اور ابن ابی لیلی یہ شخص مجہول ہے ختم ہوا قول ابن حبان کا اور مروی ہے سنن نسائی میں باسناد اوسکے قول ابوہریرہؓ
سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جب پڑھے امام تو چپ رہو روایت کیا اسکو مسلم نے زیادت ہے حدیث اذا کبر الامام
فکبروا پر اور ضعیف کیا اوسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور نہیں التفات کیا گیا اس طرف بعد صحت طریق اور اسناد کے اور اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا یعنی جب پڑھا جاوے قرآن تو سنو اور چپ رہو اور روایت کی بیہقی نے
امام احمد سے کہا کہ اجماع کیا آدمیوں نے اوپر اس بات کے کہ یہ آیت نماز میں ہے اور روایت کی مجاہد سے کہ تھے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سنتے قرات ایک جوان کی انصار سے سو نازل ہوئی یہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا اور روایت کی ابن مردویہ نے تفسیر میں کہ کہا کسی صحابی نے یہ آیت نازل ہوئی نماز میں پیچھے امام کے

ص فصل جماعت کے بیان مین

جماعت سنت موکدہ ہی قریب واجب کے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت سنن ہدیٰ مین سے ہی نہیں تخلف کرتا ہی اوس سے مگر منافق اور یہ حدیث ہدایہ مین ہی روایت ہی امام ابی یوسف سے کہ پوچھا مینے امام ابو حنیفہ سے جماعت کی بیچ وقت کیچڑ وغیرہ کے تو کہا لَا اُحِبُّ تَرْکَهَا یعنی نہیں دوست رکھتا ہون مین ترک اوسکا اور کہا امام محمد نے موطا مین کہ حدیث مین رخصت ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تر ہو جاوین نعلین تو نماز اپنی جگہ مین ہی یعنی اوسوقت تکلیف جماعت نہین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو باوجود کثرت تکالیف کے اذن ترک جماعت کا نہ دیا اخراج کیا اسکا ابو داؤد اور حاکم نے اور روایت کی ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنے ندا کو اور نہ آوے جماعت مین تو نماز نہین اوسکی مگر عذر سے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور کہا کہ یہ شرط بخاری و مسلم پر ہی ص اور بہتر امامت کے لیے جو احکام نماز کو خوب جانتا ہو پھر جو قاری زیادہ ہو پھر جو پرہیزگار زیادہ ہو پھر جو سن مین زیادہ ہو ف روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے یعنی ارباب صحاح ستہ نے کہ فرمایا حضرت نے امامت کرے قوم کی جو زیادہ پڑھنے والا ہو کتاب اللہ کو تو اگر قرات مین برابر ہون تو جو زیادہ جانتا ہو سنت کو اور اگر سنت کے جاننے میں برابر ہوں تو جو اقدم ہو ہجرت مین تو اگر ہجرت مین برابر ہون تو جو پہلے اسلام لایا ہو اور روایت کیا اوسکو ابن حبان اور حاکم نے لیکن کہا حاکم نے بدل فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ کے فَاَفْقَهُهُمْ فِقْهًا یعنی جو فقہ کو زیادہ جانتا ہووے اور اگر فقہ مین برابر ہووین تو جو سن مین بڑا ہووے کہا شیخ کمال الدین نے کہ یہ لفظ غریب ہی لیکن اسناد اوسکی صحیح ہی اور مین کہتا ہون کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابو مسعود انصاری سے مانند اسکے اور اوسکے الفاظ یہ ہین يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْعِلْمِ بِالسُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا یعنی اگر ہجرت مین برابر ہون تو پھر جو سن مین بڑا ہووے اور فرمایا کہ نہ امامت کرے ایک شخص دوسرے شخص کی امامت کی جاہ میں اور نہ بیٹھے اوسکے گھر مین اوس جگہ پر جو اوسکی عزت کی جگہ بیٹھنے کی ہو مثلاً ایک مکان مین فرش ہو اور ایک جا پر صاحب مکان کا مقام معین ہی کہ اوسمین مسند وغیرہ زیادہ اہتمام ہی تو بغیر اذن اوسکے کے یہ نہین چاہیے کہ اوسکی جا پر بیٹھ جاوے اور روایت کی عطا سے کہ کہا انھون نے امامت کرے قوم کی جو اوسمین افقہ ہو یعنی فقہ والا ہووے اور اس حدیث میں اور ہمارے مذہب مین مخالفت نہین کیونکہ مراد اقرا سے اعلم بالقرات ہی اور قرات بھی ایک سنن دین سے ہی اور بعض اسمین یہ ہی کہ بعد اوسکے پھر اعلم بالسنۃ جو ارشاد فرمایا تو اوس سے کیا مراد ہوگا اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہی کہ اوس زمانے مین جو اقرا ہوتے تھے وہ اعلم بھی ہوتے تھے بخلاف اس زمانے کے کہ اکثر لوگ اقرا ہوتے ہین اور اعلم نہین ہوتے اسیواسطے ہمنے مقدم کیا اعلم کو اقرا پر اور روایت کی حاکم نے کہ امامت کرین تم مین سے وہ لوگ جو بہتر ہین تم مین اور یہ حدیث ضعیف ہی لیکن کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین وَالضَّعِيْفُ غَيْرُ الْمَوْضُوْعِ يُعْمَلُ بِهٖ فِيْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ یعنی حدیث ضعیف عمل کیا جاویگا اوسپر فضائل اعمال مین ص اور امامت غلام اور گنوار اور فاسق اور اندھے اور بدعتی اور ولد الزنا کے پیچھے مکروہ ہی ف لیکن

غلام کے پیچھے تو اسواسطے کہ اوسکو خدمت سے فراغت نہیں کہ احکام نماز کے سیکھے اور گنوار اکثر جاہل ہوتے ہین اور فاسق کو جو لوگ
دین کا سہل جانتا ہے اور اندھا نجاست سے پرہیز نہیں کرسکتا اور ولد الزنا کا باپ معلوم نہیں کہ اوسکو تعلیم کرے اور لوگ اوسکی امامت کو
مکروہ جانینگے اور بدعتی کے پیچھے بھی اسواسطے مکروہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اوسکی مسجد سے نکل گئے جیسا کہ ذکر اوسکا اوپر
گذرا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ضحاک سے بسند صحیح کہا انھوں نے نہ امامت کرے غلام اور اوس قوم میں آزاد لوگ ہوں اور
روایت کی سعید بن جبیرؓ سے کہ کہا انھوں نے اندھا امامت نہ کرے اور روایت کی زیاد بن نمیر سے کہا کہ پوچھا میں نے انس رضی اللہ عنہ سے
کہ اندھا امامت کرے کہا کہ کیا احتیاج ہے اوسکی تمکو اور کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ كَهْمَسٍ عَنِ الْعَبَّاسِ
الْجُرَيْرِيِّ أَنَّ أَبَا مِجْلَزٍ كَرِهَ إِمَامَةَ الْأَعْرَابِيِّ یعنی ابی مجلز نے مکروہ رکھا امامت اعرابی کو اور غلام جب فقیہ ہووے تو
امامت اوسکی مکروہ نہیں روایت کیا اوسی نے حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ نَا مُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ إِمَامَةِ الْعَبْدِ
وَالْأَعْرَابِيِّ فَقَالَ الْعَبْدُ إِذَا فَقِهَ أَحَبُّ إِلَيَّ یعنی غلام جب فقیہ ہووے تو دوست تر ہے نزدیک میرے واسطے امامت کے اور
ولد الزنا کی امامت اسواسطے مکروہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ
بَلَغَنِي أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لِرَجُلٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمًا بِالْعَقِيقِ لَا يُعْرَفُ مَنْ وَالِدُهُ فَنَهَاهُ أَنْ يَؤُمَّهُمْ
یعنی تھا ایک شخص امامت کرتا قوم کی عقیق مین اور نہین معلوم تھا کہ کسکا لڑکا ہے سو منع کیا اوسکو عمر بن عبد العزیز نے امامت سے
اور کہا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَؤُمَّ وَلَدُ الزِّنَى وَصَاحِبُ الْبِيمَةِ یعنی مکروہ رکھی
مجاہد نے امامت ولد الزنا کی اور جعل خور کی اور کہا عبد اللہ نے کہ میں دوست رکھتا ہون مین کہ قاری تمہارے اندھے ہوں
اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیے گئے بہت آثار اس باب مین اور اگر یہ لوگ امامت کرلین تو نماز جائز ہوگی کیونکہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھو نماز پیچھے ہر نیک و بد کے روایت کیا اسکو ابوداود نے اور دارقطنی نے اور یہ حدیث منقطع ہے لیکن
ہمارے نزدیک حجت ہے اور اس معنی کو روایت کیا ابونعیم اور عقیلی نے اور وہ طریقہ ضعیف ہے **ص** جماعت عورتونکی جو امام مرد
نہووے مکروہ ہے اور اگر جماعت کی تو جو عورت امام ہے وہ مقتدیوں کے برابر کھڑی ہووے **ف** اور کیا ہے ایسا حضرت عائشہؓ نے کہا صاحب
ہدایہ نے کہ یہ حکم ابتدای اسلام میں تھا اور کلام کیا اوسمین شیخ ابن الہمام نے اور ذکر کین فتح القدیر میں اس باب میں چند روایتیں روایت
کی عبد الرزاق نے ابراہیم بن محمد سے انھون نے داؤد بن الحصین سے انھوں نے عکرمہ سے انھوں نے ابن عباسؓ سے کہ کہا امامت کرے
عورت عورتونکی اور کھڑی ہو اونکے بیچ مین اور اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ حدیث امامت نساء کی منسوخ ہووے جائز ہے کہ ابن عباس کو
ناسخ نہ پہونچا ہووے اور حدیث مین آیا ہے کہ نماز عورت کی بہتر ہے حجرے سے گھر میں اور گھر سے تہ خانے میں روایت کیا اسکو ابن خزیمہ نے
صحیح مین اور روایت کی ابن خزیمہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عورت کی افضل ہے اپنے تاریک گھر میں اور ان حدیثوں
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں جماعت کی گنجایش نہین رکھتین اور حق یہ ہے کہ یہ حدیثین دال ہین اوپر کراہیت مطلق جماعت کے اور صحت
جماعت خاص کی نہین اور کلام ہمارا جماعت خاص مین ہے اور روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا تھا ایک عورت کو کہ امامت
کرے اپنے گھر والون کی اور موذن مقرر کیا تھا اوسکے واسطے لیکن اسناد اوسکی ضعیف ہے اور توثیق کی اوسکی ابن حبان نے کتاب الثقات
مین اور تفصیل فتح القدیر مین ہے اور مرد کو عورتون کی امامت کرنا مکروہ نہین اور بیان کیے ہین اس باب میں ابن ابی شیبہ نے آثار صحیحہ

حضرت عمر اور علی اور حسن بن خیر ہم ص جوان عورتونکا ہر نماز جماعت مین اور بڑھیون کا ظہر اور عصر مین حاضر ہونا مکروہ ہی اور فجر مغرب عشا مین بڑھیون کا آنا مکروہ نہین ف اور جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہوا کہ نہ منع کرو لونڈیون کو اللہ کی مسجدون سے اللہ کی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اذن مانگے عورت تمہارے کسیکی مسجد مین جانے کی تو منع نکرے اوسکو اور دلیل منع کی یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا عورتونکو عشا مین حاضر ہونے سے اور صحیح مسلم میں ہی نہ منع کرو عورتون کو مسجد مین جانے سے مگر رات کو یعنی رات کو جانے سے منع کرو اور فرمایا حضرت عایشہؓ نے کہ اگر دیکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو جو کالا عورتون نے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے البتہ منع کرتے اونکو جیسا کہ منع کی گئین عورتین بنی اسرائیل کی اور روایت کی ابن عبد البر نے تمہید مین عایشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے آدمیو منع کرو عورتونکو زینت کے پہننے سے اور آرایش دکھانے کی راہ سے مسجد مین جانے سے کیونکہ نہین لعنت کیے گئے بنی اسرائیل یہانتک کہ نکلین عورتین انکی دکھانے کی راہ سے مسجد مین اور بہتر یہی ہی کہ اس بارے مین خصوصًا ملک ہند مین احتیاط اور تقوی اور مقتضای بیداری یہ ہی کہ گھر مین اپنے عورت نماز پڑھے اور باہر نہ نکلے اور رسم کیجا دے نکلنے سے اور اسی پر فتوی ہی ص متوضی کو متیمم کے پیچھے اور دھونے والے کو مسح کرنے والے کے پیچھے اور بیٹھے کھڑے ہونے والے کو بیٹھے اور رکوع کرنے والے کے پیچھے اور اشارہ کرنے والے کو پیچھے اشارہ سے پڑھنے والے کے اور نفل پڑھنے والے کو فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا درست ہی ف پہلے مسئلے مین خلاف ہی محمد رحمہ اللہ کا اونکے نزدیک جائز نہین اور تیسرے مین بھی امام محمد کا یہی مذہب ہی اور وہی قیاس ہی لیکن ترک کیا ہمنے اس قیاس کو ساتھ نص کے اور وہ یہ ہی کہ پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر نماز بیٹھ کے اور لوگ اونکے پیچھے کھڑے تھے اور پڑھی حضرت ابوبکر نے نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مرض موت مین اور صحیح ہوئین اسمین بہت روایتین اور اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے ص اقتدا مرد کی ساتھ عورت اور لڑکے اور خنثی کے اور پاک کی ساتھ معذور کے اور قاری کی ساتھ ان پڑھ کے اور پہننے والے کی ساتھ ننگے کے اور اشارہ نکرنے والے کی ساتھ اشارے سے پڑھنے والے کے اور فرض پڑھنے والے کی ساتھ نفل پڑھنے والے کے درست نہین اور اسی طرح جو مقتدی اور فرض پڑھتا ہی اور امام دوسری نماز فرض پڑھتا ہی تو بھی درست نہین مقتدی کی نماز ف اقتدا ساتھ عورت اور لڑکے کے اسواسطے جائز نہین کہ لڑکے کے اوپر تو نماز نفل ہی اور فرض نماز پڑھنے والے کی اقتدا ساتھ نفل پڑھنے والے کے درست نہین اور کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے کرو عورتون کو کیونکہ پیچھے کیا اونکو اللہ نے اور مروی ہی مصنف ابن ابی شیبہ مین کہ کہا عطا اور عمر بن عبد العزیز نے کہ نہ امامت کرے لڑکا قبل احتلام کے فرض مین اور نہ غیر فرض مین اور ایسا ہی مروی ہی عامر اور مجاہد اور اشعث سے کہتے ہین کہ نہ امامت کرے لڑکا جبتک اوسکو احتلام نہووے اور کہا ابراہیم نخعی نے نہین حرج ہی کہ امامت کرے لڑکا قبل احتلام کے ماہ رمضان مین یعنی تراویح مین ص امام قراءت کا طول نکرے اور اسی طرح سے پہلی رکعت مین دوسری سے زیادہ طول نکرے مگر نماز فجر مین ف کیونکہ مروی ہی صحیحین مین کہ جب امامت کرے تم مین سے کوئی تو چاہیے کہ تخفیف کرے نماز مین کیونکہ جماعت مین ضعیف اور بیمار اور بوڑھے سب طرح کے لوگ ہین اور جب اکیلا پڑھے تو جتنا چاہے طول کرے اور مسلم مین یہ ہی کہ اوسمین صغیر و کبیر اور ضعیف اور مریض صاحب حاجت ہین اور صحیحین مین ہی انس سے کہا انہون نے نہین پڑھی مینے نماز خفیف کسی امام کے پیچھے خفیف زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اور مراد اس سے یہ ہی کہ قراءت مسنون سے زیادہ کم مکرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور حضرت معاذ نے ایکبار شروع کی سورۂ بقرہ نماز مین سو سلام پھیرا ایک شخص نے

اور اکیلے پڑھ کے چلا گیا آپس منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور آپ نے عشا میں پڑھنے کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور اقْرَأْ
بِاسْمِ رَبِّكَ اور وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وغیرہ ارشاد فرمایا اور بعض حدیثوں میں ہے کہ یہ مغرب میں ہے غرض یہ سورتیں غایت تخفیف کی سورتیں ہیں
اور اسیطرح تراویح میں بھی نہایت طول کرنا مکروہ ہے بلکہ ایک رات میں جو لوگ ختم کرتے ہیں جماعت سے مکروہ ہے بیس سے کم نہیں چاہئے ص
مقتدی ایک ہو امام اوسکو داہنی طرف کھڑا کرے اور اگر زیادہ ہوں تو امام آگے بڑھ جاوے اور اونکو حکم تاخیر کا نکرے کیونکہ ایک آدمی کا آگے بڑھنا
بہت آدمیوں کے ہٹنے سے آسان ہے ف پہلے مسئلے کی دلیل یہ ہے کہ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رہا میں ایک رات
نزدیک میمونہ بیٹی حارث خالہ اپنی کے سو کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کو رات میں تو کھڑا ہوا میں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے بائیں طرف تو پکڑا سر میرا اور کر لیا مجھکو داہنی طرف روایت کی یہ ابن ابی شیبہ اور بخاری اور مسلم وغیرہم نے اور اگر اوسکے
پیچھے یا بائیں طرف ہو کے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن گنہگار ہوگا بوجہ مخالفت سنت کے اور اگر دو آدمی ہوں تو امام ہمارے نزدیک
اونسے آگے بڑھ کے نماز پڑھاوے اور امام ابی یوسف کے نزدیک بیچ میں اون دونوں آدمیوں کے کھڑا ہووے اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے
کھڑا کیا اسود اور علقمہ کو داہنے بائیں اور آپ بیچ میں کھڑے ہوئے اور جب نماز پڑھ چکے تو کہا ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت
کی یہ مسلم نے اور کہا ابن عبدالبر نے نہیں صحیح ہے رفع اوسکا اور صحیح اوسکا نزدیک وقف ہے ابن مسعود پر اور کہا نووی نے خلاصے میں ایسا ہی اور اخراج
کیا اوسکا مسلم نے دو طریقوں سے اور ایک طریقے تیسرے میں فقط رفع ہے اور دو میں رفع نہیں اور دلیل ہماری ستہ محدثین میں روایت ہے جابر
رضی اللہ عنہ سے موافق مذہب ہمارے کے اور انس سے کہ اونکی دادی ملیکہ نے بلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے کھانے کے سو کھایا
آپ نے پھر کہا کھڑے ہو تا نماز پڑھوں میں آخر یہانتک کہ کھڑے ہوئے ہم اور یتیم پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دادی میری
ہمسے پیچھے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے لیث سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے کہ وہ جب پڑھتے نماز اور تین آدمی ہوتے تھے
امام میت پیچھے کرتے تھے دو آدمیوں کو اور آگے ہوتے تھے آپ اور روایت کی بزار ابن بشیر نے انہوں نے حضرت علی سے کہ فرمایا انہوں نے جب
ہوں تین آدمی تو آگے ہو اونکے ایک آدمی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے انس سے مانند اسکے جو اوپر گذرا اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ
تابعین کا ص اور اگر امام کی نماز میں فساد معلوم ہو مقتدی بھی پھر پڑھیں ف کیونکہ ہدایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو شخص امامت کرے قوم کی پھر ظاہر ہو کہ وہ بے وضو تھا یا جنب تھا اعادہ کرے نماز اپنی کا اور وہ لوگ بھی اعادہ کریں اور یہ
حدیث غریب ہے نہیں پایا اوسکو میں نے اور روایت کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں حدیث بیان کی ہمسے ابراہیم بن یزید مکی نے
انہوں نے عمرو بن دینار سے انہوں نے حضرت علی سے کہ کہا انہوں نے اوس شخص میں جو پڑھے نماز قوم میں جب کہا کہ وہ اعادہ کرے نماز کا اور وہ
لوگ بھی اعادہ کریں اور روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے کہ حضرت علی نے پڑھائی نماز بھولے سے اور وہ جنب تھے یا بے وضو تھے تو
اعادہ کیا انہوں نے نماز کا اور حکم کیا اون لوگوں کو اعادے کا اور روایت کی امام احمد نے بسند صحیح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ
فرمایا امام ضامن ہے اور روایت ہے ابی امامہ سے کہا کہ نماز پڑھی عمر نے ساتھ آدمیوں کے جنابت سے سو اعادہ کیا اون لوگوں نے تو فرمایا
حضرت علی نے کہ چاہیے جسنے تمہارے ساتھ نماز پڑھی کہ اعادہ کرے سو رجوع کیا انہوں نے طرف قول حضرت علی کے روایت کیا اسکو
عبدالرزاق نے اور وہ جو روایت کی دارقطنی نے عمر سے انہوں نے ضحاک بن مزاحم سے انہوں نے براء سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو امام بھول جاوے اور نماز پڑھاوے قوم کو اور وہ جنب ہو تو تحقیق کہ جائز ہوگی نماز اونکی اور غسل کرے امام پھر اعادہ کرے اپنی نماز کا

اور اگر نماز پڑھے بغیر وضو تو اوسکا بھی یہی حکم ہے ص سیت ہو جو نزدیک ہے اند صحاک نے بین الاوقات کی ہے ادا کی اور یہ حکم اتفاقا ہے ص

اور پیلا مرد صف باندھین پھر لڑکے پھر ہیجڑے پھر عورتیں ف اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

قریب ہون مجھسے عقل والے لوگ یعنی بالغ پھر جو انسے نزدیک ہین پھر جو اونسے نزدیک ہیں یہ حدیث تک روایت کیا اسکو

مسلم اور ترمذی اور ابوداود اور نسائی نے اور صف مین چاہیے کہ خوب ملکے کھڑے ہون اور جگہ باقی نرہے اور جو شخص صف کی

جگہ خالی کو بند کرے یعنی اسمین کھڑا ہو جاوے یا کسی اور کو اوسمین کھڑا کرے تو حدیث مین ہے کہ مغفرت ہوگی اوسکی روایت کیا اسکو

بزار نے اسناد حسن سے اور بہت سی حدیثین اس باب مین آئی ہین فتح القدیر مین سب مذکور ہین اور خنثی اوسکو کہتے ہیں کہ اوسمین

عورت اور مرد دونون کی علامتین موجود ہوں اور اوسکو عورتوں پر مقدم کیا کیونکہ ایک شائبہ مرد کا اوسمین موجود ہے اور لڑکوں سے

مؤخر کیا کیونکہ ایک شائبہ عورت کا اوسمین موجود ہے ص تو اگر عورت مرد کے پہلو مین برابر کھڑی ہو گئی اور بیچ مین کچھ حائل نہین

اور وہ عورت لائق شہوت ہے اور امام نے اوسکی امامت کی نیت کی ہے اور نماز مین اور ادا مین دونون شریک ہین مرد کی نماز فاسد ہو جاویگی

اور اگر امام نے نیت عورت کی نہین کی ہے نماز عورت کی باطل ہو جاویگی اور نماز کی شرکت کے معنی یہ ہین کہ دونون اپنے تحریمہ کو امام کے

تحریمہ پر بنا کرنے والے ہون اور اون دونون کے واسطے وہ امام ہو اوس نماز مین جو وہ دونون پڑھتے ہین یا حقیقۃً مثلاً دونون

مقتدی ہوں یا حکماً مثلاً کسی مرد اور عورت کو نماز مین حدث ہوا اور اوسی اور عورت سے باقی اور امام فارغ ہوا اور عورت مرد کے برابر ہو گئی تو

نماز فاسد ہو جاویگی اور مسبوق کی اگر مسبوق کے ادا کرنے میں برابر ہو گئی تو مرد کی نماز فاسد نہوگی یہ جب ہے کہ امام عورتون کی نیت

کرے اور اگر نیت نہ کی تو عورت کی نماز باطل ہو جاویگی اور اس سے معلوم ہوا کہ عورت اگر اقتدا کرے ساتھ امام کے برابر ایک شخص کے

تو اقتدا اوسکی صحیح ہوگی مگر یہ کہ امام اوسکی امامت کی نیت کرے اور اگر عورت نے برابر مرد کے اقتدا نہین کی ایک روایت مین نیت امام کی

شرط ہے اور ایک روایت مین شرط نہین اور تفصیل اسکی شرح وقایہ عربی مین جسکا ترجمہ چھپ گیا ہے دیکھ لے اور اگر امامت کی ان پڑھ نے قاری

اور ان پڑھ کی تو سبکی نماز فاسد ہوئی یا امی کو خلیفہ کیا اگرچہ پچھلی دو رکعتون مین ہو سبکی نماز فاسد ہو جاویگی لیکن نماز قاری کی سوا اسکے

کہ اوسنے قرأت باوجود قدرت کے ترک کی اور نماز ان پڑھون کی سوا اسکے اسلیے کہ سب انھون نے رغبت نماز جماعت کی تو چاہیے تھا کہ قاری کے

ساتھ اقتدا کرین تاکہ قرأت اوسکی ان لوگوں کی قرأت ہو جاوے تو گویا ان لوگون نے بھی قرأت ترک کی اور دونون مسئلے بر خلاف امام زفر کے ہے

باب حدث مین بیچ نماز کے

مصلی کو اگر نماز مین حدث ہو وے وضو کرکے تمام کر لیوے خلاف شافعی کے اور ابن کثیر کے ہو تو بھی تمام کرے اور صاحبین کے نزدیک

تمام ہو جاویگی اور شروع سے پڑھنا افضل ہے ف اور امام شافعی کے نزدیک شروع سے پڑھے اور باقی نماز کو باطل کرے کیونکہ حدث منافی

نماز کا ہے اور چلنا فاسد کرتا ہے نماز کو اور یہی موافق قیاس کے ہے لیکن ترک کیا ہمنے بدلیل اوسکے جو فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے جو شخص قی کرے یا نکسیر اوسکی پھوٹے یا مذی نکلے اوسکی نماز مین تو چاہیے کہ پھرے اور وضو کیے اور بنا کرے اپنی نماز پر

اور یہ حدیث اوپر گذری نواقض وضو کے بیان میں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مانند اسکے موقوفاً اوپر عمر اور علی اور ابوبکر

صدیق کے اور ابن عمر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور تابعین سے مثل علقمہ اور طاؤس اور سالم اور سعید بن جبیر

اور شعبی اور ابراہیم نخعی اور عطاء اور مکحول اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اور روایت کی ابن ماجہ نے حدیث

حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے اور حدث ہو جاوے اوسکو تو چاہیے کہ پکڑے
رہے ناک اپنی پھر پھرے اور اس جگہ حدث سے مراد ناک سے خون نکلنا ہے اسواسطے آگے فرمایا کہ پکڑے رہے ناک اپنی ص اور اگر امام کو حدث
ہووے تو مقتدیوں میں سے کسیکو خلیفہ کر دے پھر وضو کرے اور نماز جہاں وضو کیا ہے اوس جگہ یا پہلی جگہ پر تمام کرے اور جو شخص کہ امام ہووے
وہ بھی وضو کی جگہ یا پہلی جگہ پر تمام کرے اگر خلیفہ فارغ ہو جاوے اور اگر فارغ نہیں ہوا امام خلیفہ کے پیچھے نماز کو تمام کرے اور مقتدی
بھی ایسا ہی کرے ف کیونکہ مروی ہے حدیث میں کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے سو قے کرے یا نکسیر اوسکی پھوٹے تو چاہیے
کہ رکھے ہاتھ اپنا اوپر منہ کے اور آگے کرے اپنی جگہ پر اوسکو جسکو کوئی حدث نہیں پہونچا ہووے ایسا ہی ہے ہدایہ میں اور کہا شیخ ابن الہمام نے
غریب ہے اور اسپر اجماع صحابہ کا ہے اور بیان کیا اسکو احمد اور ابن المنذر نے عمرؓ اور علیؓ سے اور روایت کی اثرم نے حضرت ابن عباس سے
کہ نکلے ہمارے اوپر حضرت عمرؓ واسطے نماز ظہر کے تو جب داخل ہوئے نماز میں تو پکڑا انھوں نے ہاتھ ایک شخص کا جو اونکے داہنی طرف تھا پھر گئے پیچھے
پھرتے تھے صفونکو تو جب نماز پڑھی ہمنے یکایک دیکھا کہ حضرت عمر نماز پڑھتے ہیں پیچھے ایک ستون کے تو جب ادا کی انھوں نے نماز کہا
کہ جب داخل ہوا میں نماز میں تو دیکھی میں نے ایک چیز اور چھوا میں نے اوسکو ہاتھ سے تو پائی میں نے اوسکو تری مذی کی اور روایت کی نجاد
نے عمرو بن میمون سے استخلاف کو یعنی خلیفہ کرنے کو اور روایت کی سعید نے کہا کہ نماز پڑھی ساتھ ہمارے حضرت علیؓ نے ایک روز سو ہو گئے
اونکی سو پکڑا ہاتھ ایک شخص کا اور آگے کیا اوسکو اور پھرے وہ اسے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے جو روایت کی ترمذی نے عبداللہ بن عمرو
ابن العاص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدث کرے کوئی شخص اور وہ بیٹھا تھا اخیر جلسہ واسطے آخر نماز کے
قبل سلام کے تو تحقیق کہ جائز ہوئی نماز اوسکی اور کہا ترمذی نے نہیں ہے اسناد اوسکی قوی اور اضطراب کیا ہے اوسکی اسناد میں ص
اور اگر کوئی شخص نماز میں مجنوں یا بیہوش ہو گیا یا سو گیا اس طرح کہ وضو نہیں جاتا اور اوسکو احتلام ہوا یا قہقہہ کیا یا قصداً حدث
کیا یا درہم سے زیادہ پیشاب یا اور نجاست اوسپر پڑ گئی یا اوسکے زخم لگ کے خون جاری ہوا یا اوس نے جانا کہ میں نے حدث
کیا اور مسجد سے اگر مسجد میں ہو یا صفوں سے اگر باہر مسجد ہو کے نکل گیا پھر اوسکو معلوم ہوا کہ حدث نہیں ہوا تھا ان سب صورتوں میں نماز
باطل ہو گئی پھر سرے سے پڑھے اور اگر مسجد کے باہر نہیں نکلا ... یعنی صفوں سے متجاوز نہیں ہوا تو بنا کرنا درست ہے اور اگر بعد تشہد کے
قصداً حدث یا کوئی اور عمل منافی صلوٰۃ کے کیا نماز اوسکی تمام ہو جاویگی اور بعد تشہد کے اگر تیمم کرنے والے نے پانی دیکھا یا موزہ
اوسنے تھوڑے عمل سے جو منافی نماز نہیں اوتار لیا یا مدت موزے کی تمام ہو گئی یا ان پڑھے کو سورت یاد آگئی یا ننگے نے کپڑا پایا یا اشارہ
کرنے والا رکوع اور سجدے پر قادر ہو گیا یا ترتیب والے کو نماز قضا یاد آگئی اور اسکا بیان آگے آویگا یا امام نے ان پڑھے کو خلیفہ کیا یا
نماز فجر میں آفتاب نکل آیا یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت آگیا یا معذور والے کا عذر زائل ہو گیا یا پٹی زخم سے تندرستی کے سبب سے گر
پڑی ان سب بارہ صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو گئی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو گئی اور اگر بعد تشہد کے
امام نے قہقہہ کیا یا قصداً حدث کیا مسبوق کی نماز باطل ہو جاویگی اور اگر امام کہیں یا مسجد سے نکل گیا تو جائز ہو گی اور اگر امام قرأت
میں رک گیا تو دوسرے کو خلیفہ کرنا درست ہے اگر کم ایک آیت کے پڑھا ہووے تو اگر اتنا پڑھ چکا کہ نماز جائز ہو جاویگی اور پھر خلیفہ کیا نماز
فاسد ہو گی اگر امام نے مسبوق کو خلیفہ کیا تو درست ہے اور مسبوق نماز کو تمام کر لے اور مدرک کو خلیفہ کرے تاکہ وہ سلام پھیرے
اور مسبوق باقی نماز اپنی پڑھ لیوے ف مسبوق اوسکو کہتے ہیں جو بعد ایک رکعت یا زیادہ رکعت کے شریک ہوا ہو اور

ساری نماز اوسنے امام کے ساتھ نپائی ہووے اور مدرک اوسکو کہتے ہیں جسنے ساری نماز امام کے ساتھ پڑھی ہووے تو مطلب اسکا یہ ہی کہ مسبوق تو سلام پھیر نہیں سکتا کیونکہ اوسکی نماز تو ابھی باقی ہی اور مقتدیوں کی نماز ختم ہو چکی اسواسطے وہ کسی مدرک کو خلیفہ کردیگا اور وہ ان مقتدیوں کے ساتھ سلام پھیرے صح اور جب مسبوق نماز کو امام کی تمام کرے تو پھر اگر کوئی عمل منافی صلوٰۃ اوسنے کیا مثل قہقہہ اور کلام کے اور مسجد سے نکلنے کے فاسد ہو جاویگی نماز اوسکی اور پہلے امام کی جسنے مسبوق کو خلیفہ کیا تھا مگر جب پہلا امام فارغ ہو جاوے جیسے اوسنے وضو کیا اور پایا خلیفہ کو اسطرح پر کہ کچھ نماز اوسکی رہ گئی اور تمام کرلی اوسنے نماز پیچھے خلیفہ کے اور مقتدیوں کی نماز کسی صورت میں فاسد نہوگی کیونکہ وہ اپنی نماز تمام کر چکے اور اگر رکوع یا سجدے میں حدث ہوا اور وضو کرکے بنا کیا رکوع اور سجدے کو پھر دوبارہ کرے اور اگر رکوع یا سجدے میں یاد کیا کہ ایک رکعت کا رکوع اور سجدہ نہیں کیا تھا اور اوسی وقت اوسکو قضا کیا تو جس رکوع اور سجدے میں یاد کیا تھا اوسکا بھی لوٹانا مستحب ہی اور اگر نہ لوٹایا تو کچھ حرج نہیں اور اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی تھا اور امام کو حدث ہوا تو وہ شخص اوسکا خلیفہ ہو جاوے اگرچہ امام خلیفہ نکرے تو اگر وہ مقتدی عورت یا لڑکا ہی امام کی نماز فاسد ہو جاویگی اور بعضوں نے کہا ہی کہ فاسد نہوگی کیونکہ اوسنے خلیفہ نہیں کیا ہی اور یہ عورت اور لڑکا تو امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے تو مقتدی بغیر امام کے رہ جاویگا سو نماز انکی فاسد ہو جاویگی اور امام کی فاسد نہوگی

باب نماز کے مفسدات اور مکروہات کے بیان میں

مفسدات یعنی جو نماز کو فاسد کرتے ہیں بہت ہیں پہلے کلام کرنا اگرچہ بھولے سے یا خواب میں ہووے ف اور امام شافعی کے نزدیک اگر بھولے سے کلام کرے تو نماز فاسد نہوگی اور دلیل انکی یہ ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ یعنی اوٹھا لیا گیا میری امت سے خطا اور نسیان اور اس لفظ سے یہ حدیث پائی نہیں گئی بلکہ اس لفظ سے وُضِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ یعنی وضع کرلیا گیا امت میری سے خطا اور نسیان اور جسپر وہ لوگ زبردستی کیے گئے روایت کیا اسکو ابن ماجہ اور ابن حبان نے اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہی اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور ہماری دلیل قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے معاویہ بن حکم سلمی کے کہ یہ نماز نہیں لائق ہی اوسمیں کلام آدمیوں کا اور یہ تو تسبیح اور تکبیر اور قراءت قرآن ہی روایت کیا اوسکو مسلم نے اور وہ جو امام شافعی نے روایت کی ہی محمول ہی اوپر معافی گناہ کے اور نماز کے فاسد ہونے پر دلالت نہیں کرتی ص دوسرے قصداً سلام کرنا اور اگر بھولے سے کریگا نماز فاسد نہوگی ف کیونکہ سلام ایک ذکر ہی اذکار سے اور حالت نسیان میں معمول ہوگا اوپر ذکر کے بخلاف اوسکے کہ جب قصداً کوئی سلام کرے تو وہ کلام ہو جاویگا ص تیسرے جواب سلام کا کہنا قصداً ہو یا بھولے سے چوتھے آہ یا اوہ یا اُف کہنا پانچویں آواز سے رونا کسی مصیبت یا درد سے چھٹے بغیر عذر کے کھانسنا ساتویں جواب چھینک کا دینا آٹھویں بری خبر کا جواب اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ سے دینا اور خبر خوش کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے اور خبر عجب کا سُبْحَانَ اللّٰہِ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے نویں سوا امام کے اور کو قراءت کا بتانا اور اپنے امام کو بعض مشایخ نے کہا ہی کہ اگر مقدار فرض کے پڑھ چکا ہی یا ایک آیت سے اوسنے دوسری آیت پڑھی اور اوسنے لقمہ یا بتانے والے کی نماز جاتی رہیگی اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو اوسکی بھی نماز فاسد ہو جاویگی اور بعضوں نے کہا ہی کہ اگر امام کو بتا دیگا تو کسی صورت میں نماز نجاویگی اور اسی پر فتویٰ ہی دسویں مصحف سے دیکھ کے پڑھنا گیارھویں نجس جگہ پر سجدہ کرنا بارھویں جو کہ آدمیوں سے مانگتے ہیں وہ مانگنا جیسے کہے یا اللہ تعالیٰ نکاح کر عورت سے میرا

نکاح کرے یا اوسکو ہرا دیا نہ تیر ہوئیں کہا ایسا ہو وہ عمل کثیر کرنا اور عمل کثیر بعضوں کے نزدیک یہی ہے جسمیں دونوں ہاتھوں کے لگانے کی حاجت
ہو اور بعضوں نے کہا عمل کثیر وہ ہے جسکو دیکھنے والا گمان کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک عمل کثیر وہ ہے جسکو مصلی کثیر جانے
اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ کے قریب ہے اور اگر کسی نے ایک رکعت نماز پڑھی اور پھر نیت ابتداء کی اور تکبیر تحریمہ کہی لیکن یا نماز نفل
تو اگر دوسری نماز پڑھنا چاہتا ہے تو پہلی رکعت اسمین محسوب ہوگی اور اگر وہی نماز پڑھتا ہے تو یہ رکعت اسمین محسوب ہوگی اور اگر کوئی
یاد نہ کرے دوسرے نماز میں ہو یا عمل قلیل کرے یعنی عمل کثیر تک نہ پہنچے یا تھوڑا کھالے یا کوئی اوسکے سامنے سے گذر جاوے تو نماز نہیں جاتی اور
گذرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگر مقام سجدے میں ہو بغیر کسی چیز حائل کے گذرے اور پوشیدہ نہ رہے کہ وہ شخص اگر چھوٹی مسجد میں نماز پڑھتا ہو
تو جس جگہ گذریگا گنہگار ہوگا اور اگر بڑی مسجد یا جنگل میں پڑھتا ہے تو بعضوں کے نزدیک اگر مقام سجدے میں گذریگا تو گنہگار ہوگا ورنہ نہیں
اور بعضوں کے نزدیک جہاں تک اوسکی نظر مقام سجدے پر نظر کرنے میں پہونچتی ہے وہ مقام سجدہ میں داخل ہے تو اگر کوئی شخص دکان پر پڑھتا ہو اور
نیچے دکان کے کوئی گذرا تو اول روایت کے موافق گنہگار ہوگا اور دوسری روایت کے موافق اگر گذرنے والے اور مصلی کے کچھ اعضا مقابل
ہو گئے تو گنہگار ہوگا ورنہ گنہگار نہ ہوگا **ف** جاننا چاہیے کہ گذرنا نمازی کے سامنے سے نماز میں نہایت برا ہے اور برائی میں اسکی
احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جانے گذرنے والا سامنے مصلی کے کہ کیا عذاب ہے اوس پر
البتہ ٹھہرا رہے واسطے اوسکے چالیس اس سے کہ گذر جاوے اوسکے سامنے سے کہا ابو النضر راوی نے نہیں جانتا ہوں
کیا ارشاد فرمایا آپ نے چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال روایت کیا اوسکو بزار نے اور اوسمین بعض طرق یہی ہیں چالیس خریف اور
بعضوں کے نزدیک اگر سامنے سے عورت یا کتا یا گدھا نکل جاوے تو نماز جاتی رہتی ہے اور ہمارے نزدیک کسیکے گذرنے سے نماز نہیں جاتی
دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نہیں توڑتی ہے نماز کو کوئی چیز اور دفع کرو اوسکو جہانتک کہ طاقت رکھو کیونکہ
شیطان ہے روایت کیا اوسکو علماء ستہ نے سوا ترمذی کے اور سند اوسکی مجالد ہے اور اوسمین کلام ہے اور بخاری میں ہے کہ
لڑائی کرے کیونکہ وہ شیطان ہے اور روایت کی دارقطنی نے سالم بن عبداللہ سے انھوں نے اپنے باپ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور ابو بکر اور عمر نے کہا کہ نہیں قطع کرتا نماز کو کچھ پس دفع کرو جہانتک کہ طاقت ہو اور ضعیف کیا رفع اسکا اور وقف کیا
موطا میں اور کہا نووی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ مُرُوْرُ شَیْءٍ ضعیف ہے اور کہا شیخ ابن ہمام نے نہیں
کم درجہ حسن سے اس واسطے کہ وہ مروی ہے چند طریقوں سے ابو سعید اور ابن عمر اور ابو امامہ اور انس اور جابر سے اور یہ روایتیں ابوداؤد
دارقطنی اور معجم اوسط طبرانی میں ہیں اور بہرحال نہیں برابر ہے اوسکے جو صحیح مسلم میں ہے حضرت ابو ذر سے کہ قطع کرتا ہے صلوۃ کو
سامنے مصلی کے مانند لکڑی پالان اونٹ کے کتا سیاہ اور عورت اور گدھا کہا میں نے کہ کیا سبب ہے کہ کتے سیاہ کو فرمایا
کتے کو کہا کہا اے بیٹے بھائی کے پوچھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ پوچھا تو نے مجھ سے سو کہا کتا سیاہ شیطان
امام احمد نے کہا نہیں شک ہے کہ کتا نماز کو توڑ دیتا ہے لیکن میرے دل میں گدھے اور عورت سے شک ہے کہا اہل الحدیث نے اور کہا
اس واسطے کہ صحیح ہوئی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ میں لیٹی تھی رات کو حضرت کے سامنے اور حضرت نماز پڑھتے تھے پھر جب سجدہ کرتے ہاتھ
دیتے تھے ہاتھ سے پیر میرا اور گھروں میں اوس دن چراغ نہ تھے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم وغیرہما نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے
اور صحیح ہوا ابن عباس سے کہ میں آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپ نماز پڑھتے تھے سو اوترا اپنی گدھے پر سے اور چھوڑ دیا اوسکو

سنت کے سو کچھ پروا نہیں اوسکی آپ نے اور نہ پایا ہنے کتے میں کچھ اور روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ نے ساتھ اسناد
صحیح کے کہتا ہوں میں کہ کتے کے باب میں بھی ایک حدیث آئی ہے روایت ہے فضل بن عباسؓ سے کہ زیارت کی آکر نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے جنگل کے اور ہمارے ایک کتیا چھوٹی اور گدھی تھی تو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی اور وہ دونوں اوکے
سامنے تھیں تو نہ زجر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی نے اور کتیا اور کتے کا ایک حکم ہے
ہاں اگر فقیہ مونث کی اور پھر سیاہ کی بھی ہو تو البتہ کوئی حدیث اس تصریح سے نہیں ملی واللہ اعلم وعلمہ اتم ص جو
شخص جنگل میں نماز پڑھتا ہے نزدیک اپنے دونوں ابروؤں میں سے ایک ابرو کے برابر سترہ کھڑا کرے کہ طول اوسکا ایک گز کا ہووے اور ایک
انگل کا موٹا اور سترے کو رکھ دینا زمین پر یا بجائے سترے کے زمین پر خط کھینچ لینا درست نہیں ف اور سترے کی طرف قریب ہونا چاہیے
کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے تو قریب ہو سترے سے روایت کیا اوسکو حاکم نے اور روایت
کیا اوسکو ابو داؤد نے اور اوسمیں ہے کہ نہ قطع کرے شیطان نماز اوسکی اور روایت کی مسلم نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر وہ
کرے سامنے اپنے مثل لکڑی پالان اونٹ کے تو نہ فکر کر لیکن جو سامنے تیرے ہوگا اور اخراج کیا مسلم نے عائشہؓ سے کہ پوچھے گئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں سترہ مصلی سے سو کہا کہ مثل لکڑی پالان کے اور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کیا عاجز ہے کوئی تم میں کا اس سے کہ جب نماز پڑھے صحرا میں یہ کہ ہو آگے اوسکے مثل پالان اونٹ کے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی اور گز
سے مراد ایک ہاتھ ہے اور یہی گز ہے شرع میں ق اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے جنگل میں تو کرے سامنے
ایک سترہ ایسا ہی ہے ہدایہ میں اور کہا شیخ کمال الدین ابن الہمام نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہیں ملی لیکن روایت کی ابن حبان اور
حاکم نے ابن عمرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے تو نماز پڑھے طرف سترے کے اور نہ چھوڑے اوسکو گذرنے
اوسکے سامنے ہو کے اور روایت کیا اوسکو احمد اور بزار نے اور زیادہ کیا ابن حبان نے کہ اگر وہ انکار کرے تو لڑے اوس سے
اور کرے سترے کو ایک دونوں ابروؤں کے سامنے اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد نے ضباعہ بنت المقداد بن الاسود سے انھوں نے اپنے باپ سے
کہا کہ نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے تھے طرف ستون یا لکڑی یا درخت کے مگر کرتے اوسکو مقابل داہنی
ابرو یا بائیں ابرو کے اور نہیں قصد کرتے تھے اوسکا قصد کرنے کو یعنی نماز میں اوسی کی طرف نگاہ نہ رکھتے تھے تاکہ تشبیہ نہ ہووے ساتھ بت پرستوں
کے اور ولید بن کامل اوسکی اسناد میں ضعیف ہے اور ضباعہ مجہول ہے اور جواب اسکا یہ ہے کہ جہل قرن ثانی میں مقبول ہے اور دوسرے یہ کہ سکوت
کیا اس حدیث سے ابو داؤد نے اور روایت کی نسائی نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے طرف ستون کے تو نہ کرے اوسکو درمیان
آنکھوں کے بلکہ کرے اوسکو بائیں ابرو کے مقابل اور روایت کی ابو علی بن سکن نے اپنی سنن میں ضباعہ سے مثل اسکے اور ضعیف کیا
اس حدیث کو احمد اور ابن حبان نے اور کہا فتح القدیر میں کہ یہ دلیل ہے اوپر اضطراب کے ص اور اگر سترہ نہووے اور کوئی شخص گذرنا چاہے
یا سترے اور آدمی کے بیچ میں گذرے تو اوسکو تسبیح یا اشارہ سے منع کرے اور دونوں سے منع نہ کرے ف کیونکہ اوپر گذرا کہ
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دفع کرو جہاں تک کہ قدرت ہو اور اشارہ سے دفع کرے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اشارہ سے دفع کیا ام سلمہ کے دونوں لڑکوں کو روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے اور ضعیف کیا اوسکو ابن القطان نے کہ محمد بن قیس
مجہول ہے اور نہیں پہچانی جاتی ماں اوسکی لیکن مصنف ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ میں اوسکے باپ سے روایت ہے اور اوسکا مجہول ہونا

ثابت نہیں ہوتا اور کہا اونے تہذیب میں ہے کہ اخراج کیا اوسکے واسطے مسلم نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب
حادث ہو کوئی حادثہ تو تسبیح کہے روایت کیا اوسکو علاء نے ستہ نے **ص** اور امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے اور جو جانے
کہ اس راہ میں کوئی نہ آویگا یا اوسجگہ راہ ہووے تو سترہ لگانا درست ہے **ف** کیونکہ نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مکہ میں اور اونکے سامنے ایک برچھہ تھا اور عورتیں اور گدھے گذرتے تھے اوسکے اودھر اور تھا واسطے قوم کے سترہ
اور روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور اخراج کیا ابو داؤد نے اسی باب میں اسناد صحیح سے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے

فصل مکروہات نماز میں

ص پہلے سدل کپڑے کا اور وہ یہ ہے کہ چادر کو سر یا کندھے پر ڈالے اور اوسکے کناروں کو چھوڑ دے اسطرح پر کہ لٹکے رہیں اور
قامیں یہ کہ کندھوں پر ڈالے اور دونوں آستینوں کو ہاتھوں میں نہ ڈالے اور دونوں طرفوں کو ملاوے **ف** اسواسطے کہ منع کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سدل سے نماز میں اور اس سے کہ آدمی ڈھانپے اپنا مونھ ایسا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور حاکم نے
اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہ ڈھانپے مونھ اپنا نماز میں لیکن اسناد میں اسکی
صحابی کا نام مذکور نہیں بہرصورت ہمارے نزدیک حجت ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس نے منع کیا ناک کو چھپانے سے روایت
کی عکرمہ نے اور اسیطرح سعید بن المسیب اور ابراہیم نخعی اور عطا مکروہ رکھتے تھے اوسکو اخراج کیا ان آثار کا ابن ابی شیبہ نے مصنف
میں **ص** دوسرے کپڑے کو سمیٹنا خاک اور غبار سے یا ترے کپڑے یا بدن کھیلنا **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ
تعالی نے مکروہ رکھیں واسطے تمہارے تین چیزیں عبث یعنی بیفائدہ کام کرنا نماز میں اور رفث روزے میں اور ہنسی قبروں میں
روایت کیا اسکو قضاعی نے طریق ابن المبارک سے اونھوں نے اسمعیل بن عیاش سے اونھوں نے عبداللہ بن دینار سے اونھوں نے
یحیی بن ابی کثیر سے مرسل **ص** چوتھے سب بالوں کا جمع کرنا یا بالوں کو لپیٹ کے جوڑے میں داخل کرنا **ف** کیونکہ روایت کی عبدالرزاق نے
انھوں نے ثوری سے انھوں نے مخول بن راشد سے انھوں نے ایک شخص سے انھوں نے ابو رافع سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے
اوس شخص کو کہ باندھے ہو بالوں کو سر پر اور اوسکو عربی میں عقص کہتے ہیں اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے اور اوس شخص کے
بجا نام سعید مقبری کا لیا اور کہا کہ اونھوں نے ابو رافع سے انھوں نے ام سلمہ سے اور یہی حدیث روایت کی اور روایت کیا اسکو اسحق
بن راہویہ نے سفیان سے اوسی سند اور متن سے اور یہی مضمون مروی ہے صحاح میں **ص** پانچویں انگلیوں کو چٹخانا **ف** کیونکہ روایت
کی ابن ماجہ نے حارث سے انھوں نے حضرت علی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹخا تو انگلیوں کو اور تو نماز میں ہووے اور
ضعیف ہے حارث نہیں بلکہ کہا شعبی نے کہ وہ کذاب ہے اور رافضی ہے **ص** چھٹے گردن پھیر کے دیکھنا اور آنکھ کے گوشے سے بغیر گردن
پھیرنے کے مکروہ نہیں **ف** کہا صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر جانے مصلی کہ کسکو پکارتا ہے اور
کس سے سرگوشی کرتا ہے البتہ نہ التفات کرے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی لیکن روایت کی بیہقی نے شعب الایمان میں کہ
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے کوئی مومن کہ نماز پڑھے کھڑے ہوکر مگر موکل کر دیتا ہے اللہ اوسپر ایک فرشتہ کہ پکارتا ہے
اے بیٹے آدم کے اگر جانتا تو کہ کیا ہے نماز میں تیرے لیے اور کس سے سرگوشی کرتا ہے تو تو نہ التفات کرتا اور التفات کے معنی یہ ہیں کہ ادھر ادھر دیکھنا اور
روایت کی حاکم نے اور صحیح کہا اوسکو ابو داؤد نے ابوذر سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہتا ہے اللہ متوجہ طرف

بندے کے اور وہ نماز میں ہوتا ہی پھر جب التفات کرتا ہی بندہ پھیر لیتا ہی اللہ مونہ اپنا اوس سے اور روایت ہی انس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تو التفات سے نماز میں اسواسطے کہ التفات ہلاک کرنیوالا ہی تو اگر ضرور ہو تو نفل میں نہ فرض میں روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور صحیح کیا اوسکو اور بے گردن پھیرے مکروہ نہیں کیونکہ روایت کی ترمذی اور نسائی اور ابن حبان اور حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو عبداللہ بن عباس سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم التفات کرتے نماز میں داہنے بائیں اور نہ پھیرتے تھے گردن اپنی کہا ترمذی نے کہ یہ غریب ہی اور کہا ابن القطان نے کہ یہ صحیح ہی اگرچہ ترمذی کے طریقے سے غریب ہی اور ظاہر ہوا اوسکا ایک طریقہ دوسرا مسند بزار میں **ص** ساتوین کنکریوں کا ہٹانا مگر ایکبار سجدے کے لیے **ف** اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم عبث سے ہی مگر یہ کہ جب سجدہ کرنے کی جا سو دے تو اوس وقت ایکبار ہاتھ سے ہٹا دینا جائز ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ابوذر کے کہ ایکبار اے ابوذر نہیں تو چھوڑ اوسکو اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی آور روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر شی کو یہانتک کہ پوچھا میں نے آپسے کنکریوں کے ہٹانے کو کہا کہ ایکبار رخصت دیتا ہوں میں اور اسیطرح روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیا گیا موقوف کہا دارقطنی نے اور وہی صحیح ہی اور روایت ہی کتب ستہ میں کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کر کنکریوں کو اور تو نماز پڑھتا ہو اور اگر ضرورت پڑے تو ایکبار اور راوی اسکے معیقیب ہیں **ص** آٹھوین کمر پر ہاتھ رکھنا **ف** کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اس روایت کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے ابوہریرہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ نماز پڑھے آدمی کمر پر ہاتھ رکھکے اور دوسری وجہ کراہت کی یہ ہی کہ مخالف ہی سنت مشہورہ کے اور وہ ہاتھوں کا باندھنا ہی ناف کے نیچے **ص** نوین دونوں ہاتھوں کا کھینچنا اور سینے کو آگے کرنا واسطے سستی کے وشوین کتے کی طرح بیٹھنا اسطرح کہ دونوں سرین پر بیٹھے اور دونوں زانو کو کھڑا کرے گیارھوین سجدے میں دونوں بازو کو بچھا دینا **ف** کیونکہ مروی ہی کہ فرمایا حضرت ابوذر نے کہ منع کیا مجکو میرے دوست یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے ایک کہ چونچ ماروں مثل چونچ مارنے مرغ کے یعنی جلدی جلدی سجدے میں جاؤں اور پھر جلدی اٹھ کھڑا ہوں اور یہ کہ بیٹھوں مثل بیٹھنے کتے کے اور یہ کہ بچھاؤں مین بچھانا لومڑی کا اور یہ حدیث غریب ہی نہیں ملی مجکو اور مسند احمد میں ہی ابوہریرہ سے کہ منع کیا مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے اور ذکر کین وہی دو چیزیں اول کی لیکن اخیر میں یہ بیان کیا کہ التفات سے مانند التفات لومڑی کے اور صحیح حدیث حضرت عائشہ کی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے تھے گھاتی شیطان سے اور گھاتی شیطان کی کتے کیطرح بیٹھنا ہی اور اس سے کہ بچھاوے آدمی دونوں بازو اپنے مانند بچھانے درندوں کے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ **ص** بارھوین چار زانو بیٹھنا بے عذر **ف** اسواسطے کہ خلاف سنت ہی **ص** تیرھوین اکیلے امام کا کھڑا ہونا مسجد کی محراب میں یا دکان پر امام کا کھڑا ہونا اور قوم کا نیچے یا قوم کا دکان پر اور امام کا نیچے **ف** اسواسطے کہ وہ مشابہ ہی اہل کتاب کے کہ وہ امام کے واسطے ایک مکان اونچا بناتے ہیں اور اسمیں امام کھڑا ہوتا ہی اور دکان کی بلندی بعضوں نے کہا ہی کہ بقدر قامت آدمی کے اور بعضوں نے کہا ہی کہ ایک ہاتھ اور اوس سے کم میں کراہت نہیں اور بعضوں نے کہا ہی کہ مسجد جب تنگ ہووے تو کچھ مضایقہ نہیں کہ امام محراب مین کھڑا ہووے **ص** چودھوین کھڑا ہونا مصلی کا صف سے پیچھے جسمین جگہ باقی ہی **ف** اور اوپر بیان اسکا گذرا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نہ کرے

لہ اسی طرح جب امام خارج محراب ہو اور سجدہ محراب مسجد میں کرے یا امام کے ساتھ کوئی مقتدی بھی محراب مسجد مین ہووے تو مکروہ نہیں ۱۲

طرف دوسرے کے یعنی صف میں جو جگہ باقی ہو تو اوسکو بند کرے اور بعض روایات میں ہے کہ نماز کا اعادہ لازم ہوگا اگر اکیلا تنہا
پیچھے صف کے پڑھیگا ص یہ مکروہ ہے تصویر کا ہونا سر کے اوپر یا اوسکے آگے یا برابر داہنے بائیں اور اگر پیچھے یا نیچے قدم کے ہو تو کراہت نہیں
ف کیونکہ حضرت جبرئیل نے کہا کہ ہم نہیں داخل ہوتے اوس گھر میں جسمیں کتا ہو یا تصویر ہو روایت کیا اوسکو مسلم نے عائشہ رضی سے
ایک حدیث طویل میں اور اوسکے معنی میں سب حدیثیں صحیح آئی ہیں فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں داخل ہوتے
ملائکہ اوس گھر میں جسمیں کتا ہو یا تصویریں ہوں ص مکروہ ہے نماز پڑھنا سستی اور کاہلی کے سبب سے اور اگر واسطے
عاجزی کے پڑھے تو مکروہ نہیں ص مکروہ ہے جو برے کپڑے گھر میں پہنے رہتا ہو اور بڑے لوگوں کے پاس اون کپڑوں کو پہن کر نہیں جاتا
اون کپڑوں سے نماز پڑھنا ف کیونکہ لوگوں کی تو عزت کرتا ہو اور شرم کرتا ہو اوسکے پاس برے کپڑے پہن کے جانے سے اور
نماز کی کچھ عزت و آبرو نہیں حالانکہ اگر کسی امیر کے دربار میں جاتا ہو تو جو اوسکے عمدہ کپڑے ہوتے ہیں اوسکو پہن کے جاتا ہو
کہ جب دربار احکم الحاکمین میں جاوے تو اچھے کپڑے ہوں بعزت تمام اوس سے نماز پڑھے اور یہ جب ہے کہ اوسکے پاس کپڑے اچھے
ہوں ورنہ اگر کسی پاس اچھے کپڑے نہیں تو اوسی کپڑے میں جو میسر ہے نماز پڑھے ص اٹھانا خاک کے دور کرنے کے واسطے تاکہ
پیشانی کا زمین پر ملنا اور سوا آسمان پر نظر کرنا مکروہ ہے سجدہ پگڑی کے پیچ پر کرنا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے
عیاش بن عبد اللہ قرشی سے کہ دیکھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سجدہ کرتا ہے اوپر پیچ عمامے کے سو اشارہ کیا ہاتھ سے کہ
اوٹھا لے عمامہ اپنے کو یعنی پیشانی پر سے اونچا کر لے کہ پیشانی کھل جاوے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبادہ بن صامت سے کہ
وہ جب ارادہ کرتے تھے نماز کا اوتار دیتے تھے عمامہ سر سے اور اس باب میں مروی ہے حضرت علی اور ابن عمر اور جعدہ بن ہبیرہ سے
ص الٹی آستین کا کیا ف اسواسطے کہ یہ شغل ہے نماز میں ص انگوٹھی پہننا جسمیں تصویر ہو اوسکا پہننا ف
کیونکہ وہ مشابہ ہے بت کے اوٹھانے والے کے ساتھ اور نماز جائز ہے ص اور مسجد کے اوپر وطی اور پیشاب و پیخانہ
مکروہ ہے ف عینی نے ... ادرمت مسجد کے ص اور دروازہ مسجد کا بند کرنا بھی مکروہ ہے ف کیونکہ اسمیں قلت
جماعت ہوگی ص اور مسجد کا نقش کرنا ساتھ گچ اور ساج یا سونے کے پانی کے مکروہ نہیں اور کھڑا ہونا امام کا
مسجد میں اور سجدہ کرنا محراب میں مکروہ ہے اور جو شخص کہ بیٹھا باتیں کر رہا ہو اوسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ف کیونکہ روایت
کی ابن ابی شیبہ نے نافع سے کہ ابن عمر جب پاتے تھے راہ طرف ستون وغیرہ کے کہتے تھے کہ پھیر واسطے میری پیٹھ ہے اور مخالف ہے اسکے
جو روایت کی بزار نے حضرت علی سے کہ دیکھا اونھوں نے ایک شخص کو کہ نماز پڑھتا تھا پیچھے ایک شخص کے سو حکم کیا اوسکو کہ
اعادہ کرے نماز کا اور اسیطرح سوتے کے پیچھے بھی درست ہے کیونکہ صحیح ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اوپر گذرا کہ نماز پڑھتے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اور وہ سوتی تھیں درمیان اونکے اور درمیان قبلے کے اور
مخالف ہے اوسکے جو مروی ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے نماز پڑھو پیچھے سوتے اور باتیں کرنیوالے کے لیکن
وہ ضعیف ہے اور بھی روی ہے مسند بزار میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منع کیا گیا میں کہ نماز
پڑھوں میں طرف اون لوگوں کے جو کھڑے ہیں اور باتیں کرتے ہیں لیکن بزار نے کہا نہیں جانتا ہوں میں اوسکو مگر ابن عباس سے اور حاصل
اوسکا یہ ہے کہ جب آواز اونکی شدت سے ہو اور اس سے خوف شغل کا ہو نماز میں واللہ اعلم ص اور حرج نہیں

کہ تصویریں بنی ہیں اگر سر سجدہ میں کہ تا نو نماز پڑھنا ساتھ ان کے مکروہ ہیں اور جو صورت اتنی چھوٹی ہو کہ دکھلائی نہیں دیتی یا سوا حیوان کے اور کسی چیز کی تصویر یا حیوان کی مگر اوسکا سر کٹا ہو تو مکروہ نہیں اور مار ڈالنا بچھو اور سانپ کا بھی نماز میں مکروہ نہیں **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي الصَّلٰوةِ یعنی قتل کرو بچھو اور سانپ کو اگرچہ تم نماز میں ہو کہا نزدیک حدیث صحیح ہے اور اسمیں اگر عمل کثیر بھی ہووے تو بھی نماز میں کچھ حرج نہیں اور یہی صحیح ہے **ص** اور حرج نہیں مسجد ہے اور مسجد کی چھت پر پیشاب کرنا مکروہ نہیں اسواسطے کہ وہ حکم مسجد کا نہیں رکھتا کہ پیشاب اوسپر مکروہ ہووے

باب وتر اور نوافل کے بیان میں

وتر کی تین رکعت امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور نزدیک صاحبین اور امام شافعی کے سنت ہے **ف** اور دلیل اسکے وجوب کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے زیادہ کیا تمہاری نمازوں میں ایک نماز کو آگاہ ہو کہ وہ وتر ہے تو پڑھو اسکو درمیان عشا کے طلوع فجر تک ایسا ہی ہدایہ میں ہے اور یہ حدیث مروی ہے عمرو بن العاص اور عقبہ بن عامر اور ابن عباس اور ابن عمر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے اور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے بھی مروی ہے اور خارجہ بن حذافہ اور ابو بصرہ غفاری سے تو حدیث عمرو اور عقبہ کی روایت کیا اسکو اسحق بن راہویہ نے مسند میں **ثنا** سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ **ثنا** قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً هِيَ لَكُمْ خَيْرٌ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ وَهِيَ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ یعنی تحقیق کہ زیادہ کی تمکو اللہ نے ایک نماز کہ وہ بہتر ہے واسطے تمہارے سرخ چارپایوں سے اور وہ وتر ہے درمیان عشا کے طلوع فجر تک اور ضعیف کیا یحییٰ بن معین نے قرہ بن عبدالرحمن کو اور لیکن حدیث ابن عباس کی سو روایت کیا اسکو دارقطنی اور طبرانی نے نضر ابو عمر سے اونے عکرمہ سے اونے ابن عباس سے اور ضعیف کیا اسکو دارقطنی نے بسبب نضر کے اور لیکن حدیث ابن عمر کی سو اخراج کیا اسکا دارقطنی نے غرائب مالک میں اور ضعیف کیا اسکو ساتھ حمید بن ابی الجون کے اور الفاظ اوسکے یہ ہیں اِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً وَهِيَ الْوِتْرُ اور لیکن حدیث ابو سعید خدری کی روایت کیا اسکو طبرانی نے اور الفاظ اوسکے وہی ہیں جو حدیث ابن عباس کے ہیں جسکو روایت کیا طبرانی نے اور لیکن حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے اور اوسمیں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہمکو سو جمع ہوئے ہم سو بیان کی حضرت نے تعریف اللہ کی اور ثنا اوسکی پھر کہا کہ تحقیق اللہ نے زیادہ کیا تمہارے واسطے ایک نماز کو اور حکم کیا ہمکو وتر کا اور ضعیف کیا اسکو ساتھ محمد بن عبیداللہ عرزمی کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں **حدثنا** أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً إِلٰى صَلٰوتِكُمْ وَهِيَ الْوِتْرُ یعنی اللہ نے زیادہ کیا واسطے تمہارے ایک نماز کو اور وہ وتر ہے اور اسناد اسکی صحیح ہے لیکن حجاج میں کچھ کلام ہے بہرحال درجہ حسن سے کم نہیں اور حدیث ابو بصرہ کی روایت کیا اسکو حاکم نے ابن لہیعہ سے انہوں نے عمرو بن العاص سے کہا کہ سنا مینے ابو بصرہ غفاری سے کہ کہتے تھے سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے تحقیق کہ زیادہ کی اللہ نے تمکو ایک نماز اور وہ وتر ہے تو پڑھو اسکو درمیان عشا کے نماز صبح تک اور سکوت کیا اوس سے حاکم نے لیکن ابن لہیعہ ضعیف ہے کہا شیخ ابن الہمام نے

دلائل بابن لہیعہ یعنی ضعیف کی گئی یہ حدیث ساتھ ابن لہیعہ کے اور لیکن حدیث خارجہ کی روایت کیا اوسکو حاکم اور ابوداؤد اور
ترمذی نے اور ابن ماجہ نے کہ نکلے ہمارے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو کہا تحقیق کہ اللہ نے مدد کی تمہارے ساتھ ایک نماز کی وہ بہتر
ہے واسطے تمہارے سرخ چارپایوں سے اور وہ وتر ہے تو کیا اوسکو درمیان عشا کے طلوع فجر تک کہا حاکم نے صحیح ہے اور نہیں اخراج کیا
اوسکا شیخین نے نسبت دیکھو تابعی کے صحابی سے اور وہ جو کہا ہے ترمذی نے کہ غریب ہے اوسکی صحت کے منافی نہیں کیونکہ ترمذی اکثر کہتا ہے
حسن صحیح غریب اور تضعیف جو ابن الجوزی نے ضعیف کیا اس حدیث کو سبب ابن اسحق اور عبداللہ بن راشد کے اور نقل کی تضعیف عبداللہ
کی دارقطنی سے صحیح نہیں کیونکہ ابن اسحق ثقہ ہے نہیں شبہہ ہے اوسکے ثقہ ہونے میں نزدیک محققین کے محدثین سے اور اگر تسلیم
کیا جاوے تو متابع ہے اوسکے لیث بن سعد یزید بن حبیب سے اور لیکن جو نقل کی تضعیف عبداللہ بن راشد کی دارقطنی سے تو غلطی کی
اوسنے کیونکہ دارقطنی نے عبداللہ بن راشد بصری مولی عثمان بن عفان راوی کو ابو سعید خدری سے ضعیف کیا ہے اور لیکن عبداللہ کا
اس حدیث کا یعنی حدیث خارجہ کا اور وہ عبداللہ زوفی ہے ابو الضحاک مصری ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں اور متابعت
لیث کی اور تصریح اس بات کی کہ یہ عبداللہ زوفی ہے دونوں باتیں اسناد نسائی میں بیچ حدیث مذکور کے کتاب الکنی میں موجود ہیں
تو ثابت ہوگئی صحت اس حدیث کی اور اگر یہ بھی مان لیں تو بھی حدیث ضعیف جتنے طریقوں سے مروی ہو تو وہ خواہ مخواہ حسن ہو جاویگی
بلکہ بعض طریقے جو حسن ہیں مثل طریقہ اسحق بن راہویہ کے اور قرہ راوی کو اگرچہ ضعیف کیا احمد نے اور کہا کہ منکر الحدیث ہے لیکن کہا ابن عدی نے
نہیں دیکھی میں نے اوسکی کوئی حدیث منکر اور میں جانتا ہوں کہ کچھ حرج نہیں ساتھ اوسکے اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں اور
یہ قول حضرت کا زادکم دلالت کرتا ہے کہ ان پانچ نمازوں سے ملحق ہو وتر بھی اور ثابت ہوتا ہے اس سے وجوب اوسکا جیسا کہ پوشیدہ نہیں
عاقل پر اگر کوئی کہے کہ اس سے فرضیت ثابت ہوتی ہے جیسے کہ فرضیت ہے پانچوں نمازوں کی تو جواب اوسکا یہ ہے کہ دلیل ظنی ہے اور فرضیت
دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے لیکن ایک اشکال اس مقام پر ہے وہ یہ کہ روایت کی حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہ زیادہ کیا اللہ نے ایک نماز کو طرف نمازوں تمہاری کے اور وہ بہتر ہے واسطے تمہارے سرخ چارپایوں سے آگاہ ہو کہ وہ دو رکعتیں ہیں
قبل نماز فجر کے یعنی سنتیں فجر کی تو اگر یہ لفظ زادکم موجب وجوب کو ہو تو بتقدیر اوسکے لازم آتا ہے کہ سنتیں فجر کی بھی واجب ہو جاویں
حالانکہ وہ بالاتفاق سنت ہیں تو اس صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ استدلال کریں ساتھ اوس حدیث کے جو سنن ابوداؤد میں ہے اور نسائی سے
اور راوی اوسکا عبیداللہ بن عبداللہ عتکی ہے انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہے اور جو وتر نہ پڑھے تو وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہے اور جو وتر نہ پڑھے
وہ ہم میں سے نہیں اور یہ حدیث کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور کہا ابو المنیب ثقہ ہے اور توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور کہا
ابن ابی حاتم نے سنا میں نے باپ اپنے سے کہتے تھے کہ وہ صالح الحدیث ہے اور انکار کیا ہے بخاری نے اس وجہ سے کہ داخل کیا
اوسکو ضعفا میں اور کلام کیا اوس میں نسائی اور ابن حبان نے اور کہا ابن عدی نے کچھ حرج نہیں ساتھ اوسکے تو حدیث حسن ہوگئی اور روایت
کی بزار نے ساتھ اسناد اپنے عبداللہ سے کہ فرمایا حضرت نے الوتر واجب علی کل مسلم یعنی وتر واجب ہے ہر مسلمان پر اور کہا کہ نہیں
قائم کی جاتی ہے حجت ساتھ اس حدیث کے مگر اس جگہ ایک اشکال ہے اور وہ یہ کہ روایت کی بخاری اور مسلم نے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے اونٹ پر اور اس سے نفلیت وتر کی معلوم ہوتی ہے اور حضرت معاذ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یمن کی طرف رخصت کیا تو کہا کہ تو اونسے تحقیق کہ اللہ نے فرض کیں اوپر اونکے پانچ نمازیں ہر دن رات میں اور یہ صحابت تھوڑے دن پہلے آپ نے کہا تھا اور روایت کی ابن حبان نے تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے اوکے ساتھ رمضان میں تو پڑھیں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھا پھر انتظار کیا صحابہ نے آپکا دوسری رات اور آپ نہ نکلے نماز کیواسطے تو پوچھا اونسے صحابہ نے پھر فرمایا آپنے خوف کیا میں نے کہ فرض ہو جاوے تمپر وتر اور اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تراویح آٹھ رکعتیں پڑھتے تھیں اور بھی مروی ہے سنن میں سوا ترمذی کے کہ فرمایا حضرت نے وتر واجب ہے حق ہے اوپر ہر مسلمان کے سو جو شخص چاہے وتر پڑھے ساتھ پانچ رکعتوں کے اور چاہے ساتھ تین رکعتوں کے اور چاہے ساتھ ایک رکعت کے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب نہیں اور روایت کیا اوسکو ابن حبان نے اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور جواب اول سے یہ ہے کہ یہ ایک قصہ ہے کہ اوس سے عموم نہیں ثابت ہوتا تو جائز ہے کہ یہ سبب عذر کے ہوے اور اس بات پر اتفاق ہے کہ فرض نماز بسبب عذر کیچڑ وغیرہ کے پڑھنا جائز ہے یا یہ کہ یہ واقعہ قبل وجوب وتر کے ہوگا کیونکہ وجوب وتر کا ساتھ وجوب پانچوں نمازوں کے نہیں ہے بلکہ متاخر ہے اور دوسرے یہ کہ مروی ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہ اوترتے تھے سواری پر سے واسطے وتر کے اور روایت کی طحاوی نے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے تحقیق کہ وہ نماز پڑھتے سواری پر اور وتر پڑھتے تھے زمین پر اور جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ساتھ دھوں نے حمید سے انھوں نے بکر سے کہ ابن عمر جب ارادہ رکھتے تھے وتر پڑھنے کا اوترتے تھے اور وتر پڑھتے تھے زمین پر اور کہا ابن عون نے کہ پوچھا میں نے قاسم سے کہ جو شخص وتر پڑھے سواری پر کیا حکم ہے اوسکا سو کہا کہ جانا ان سب لوگوں نے کہ حضرت عمر وتر پڑھتے تھے زمین پر اور کہا ابراہیم نخعی نے کہ صحابہ نماز پڑھتے تھے اپنی سواریوں اور جانوروں پر جس طرف ہوتا تھا منہ انکا مگر فرض اور وتر کو کہ وہ پڑھتے تھے اون دونوں کو زمین پر اخراج کیا ان دو روایتوں کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں تو معلوم ہوا کہ سواری پر وتر پڑھنا آپکا یا تو قبل وجوب کے ہے یا بعذر تھا اور معاذ کی روایت سے جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ وجوب وتر کا بعد سفر کے ہووے اور دوسرے یہ کہ مراد حضرت کی اون نمازوں سے وہ نمازیں ہیں جنکا ایک ایک وقت خاص علیحدہ مقرر ہے مثل پانچوں نماز کے بخلاف وتر کے کہ وہ تابع ہے عشا کے اور وقت اوسکا وقت عشا کا ہے جیسا کہ عاقل پر پوشیدہ نہ ہوگا اور تیسری روایت سے جواب یہ ہے کہ یہ حکم قبل وجوب وتر کے ہوگا اور دوسرے یہ کہ وتر سے اوسجگہ ساری رکعتیں تراویح کی مع وتر مراد ہیں کیونکہ آٹھ رکعتیں تراویح کی اور تین وتر کی ملکے گیارہ ہوئیں یعنی طاق ہیں جفت نہیں اور دلیل اوسکی یہ ہے کہ تصریح ہے روایت پچھلی میں اس حدیث کی کہ فرمایا آپ نے خشیت ان تکتب علیکم صلوٰۃ اللیل یعنی خوف ہے مجکو کہ فرض ہو جاوے تمپر نماز رات کی تو اب معلوم ہوا کہ وجب کی لفظ سے حدیث میں وجوب لغوی یعنی ضرورت کے مراد نہیں بلکہ وجوب شرعی ہے اور اسی واسطے آپنے یہ کلمہ ارشاد فرمایا بطور تاکید کے من لم یوتر فلیس منا یعنی جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں اور وتر پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور تابعین و تبع تابعین نے مواظبت کی ہے واللہ اعلم بالصواب **ص** اور وتر کی تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور امام شافعی کے نزدیک دو سلام کرے **ف** دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی حضرت عائشہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں نہیں سلام پھیرتے تھے مگر آخر میں روایت کیا اسکو حاکم نے اور کہا صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور اسیطرح روایت کی نسائی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سلام پھیرتے تھے بیچ دونوں رکعتوں وتر کے اور روایت کی حاکم نے حسن سے کہ ابن عمر سلام پھیرتے تھے دو رکعتوں کے بعد وتر میں

سو کہا حسن نے کہ عمر زیادہ فقیہ تھے ان سے اور وہ کھڑے ہو جاتے تھے دوسری رکعت سے ساتھ تکبیر کے اور سکوت کیا اوس نے اور روایت
کی طحاوی نے ابن عباس سے کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے ساتھ تین رکعتوں کے پڑھتے تھے اول رکعت میں سبح
اسم ربک الاعلی آخر حدیث تک موافق اوس حدیث کے جو روایت کی حضرت عائشہؓ نے محاسن اوسکے اور ابن حبان نے اور
حاکم نے مستدرک میں اور روایت کیا حدیث ابن عباس کو باسناد صحیح طبرانی نے معجم صغیر میں مثل حدیث طحاوی کے اور کہا لم یروہ
عن سفیان الا قتادۃ یعنی نہیں روایت کیا اوسکو سفیان سے مگر قتادہ نے اور روایت کی طبرانی نے اوسی معجم صغیر میں حدثنا
محمد بن یزید بن عبد الصمد الدمشقی ثنا ہشام بن عمار حدثنا احمد بن شعیب بن شابور
قال کان معتمر بن الولید یحدث عن سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن زرارۃ بن اوفی عن سعید بن
ہشام عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نہیں سلام پھیرتے بعد دو رکعتوں کے وتر سے اور کہا لم یروہ عن المعتمر الا احمد بن شعیب تفرد بہ ہشام
یعنی نہیں روایت کیا اوسکو معتمر سے مگر محمد بن شعیب نے متفرد ہوا اوسکے ساتھ ہشام اور روایت کیا اس حدیث کو ابن
ابی شیبہ نے اسی اسناد اور روایت کی اوس سے ابو سلمہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں آخر رات میں اور روایت کی
ابن عبد البر نے عثمان بن محمد بن سعید بن عبد الرحمن سے حدثنا عبد العزیز الدراوردی عن عمرو بن یحیی عن ابیہ عن ابی
سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن البتیراء ان یصلی الرجل واحدۃ یوتر بہا یعنی
منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت وتر پڑھنے سے اور اوسکو ناقص فرمایا اور ذکر کیا اس حدیث کو ابن عبد الحق محدث نے
احکام میں اور بیان ہو چکا ان میں اور اکثر صحابہ و تابعین اسی پر ہیں کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں روایت کی طحاوی نے حدثنا ابن مرزوق ثنا
ابو داؤد ثنا ابو خالد قال سألت ابا العالیۃ عن الوتر قال علمنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان الوتر مثل صلوۃ المغرب ہذا وتر اللیل وہذا وتر النہار یعنی کہا ابو خالد نے کہ پوچھا میں نے
ابو العالیہ سے وتر سے کہا سکھایا ہمکو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وتر مثل نماز مغرب کے ہے وہ وتر رات کا ہے اور یہ وتر
دن کا ہے اور روایت کیا ہے طحاوی نے ثابت سے کہ نماز پڑھی ساتھ ہمارے انس نے وتر کی سو میں اونکی داہنی طرف تھا اور
ام ولد اونکی پیچھے ہمارے تھی تین رکعتیں نہ سلام پھیرا مگر اوسکے آخر میں اور اسی طرح صحیح ہوا ابن مسعود سے وتر اللیل ثلث کوتر
النہار صلوۃ المغرب وتر رات کے تین ہیں مانند وتر دن کے اور بعضوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے اور ضعیف ہے رفع اوسکا کیونکہ نہ رفع
کیا ہے اوسکو اعمش نے اوس نے عبد اللہ سے اوسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر یحیی بن ابی الحواجب نے اور وہ ضعیف ہے اور
روایت کی ابو حنیفہ نے مسند میں حضرت عائشہ سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے ساتھ تین رکعتوں کے پڑھتے تھے
اول رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد اور
روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے مانند اسکے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابزی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم وتر پڑھتے تھے ساتھ سبح اسم ربک الاعلی اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد کے اور رکعتے تھے
[illegible]

اجماع کیا مسلمانوں نے کہ وتر تین رکعت ہیں کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا حَفْصٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ الْحَسَنِ
قَالَ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ الْوِتْرَ ثَلٰثٌ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ یعنی اجماع کیا مسلمانوں نے کہ وتر تین رکعتیں ہیں
نہ سلام پھیرے مگر اونکے آخر میں اور روایت کی طحاوی نے عبدالرحمن بن ابی زناد سے اونھوں نے اپنے باپ سے اونھوں نے
سات فقیہوں سے کہ سب تابعین ہیں سعید بن المسیب اور عروہ اور قاسم بن محمد اور ابوبکر بن عبدالرحمن اور خارجہ بن زید اور
عبیداللہ بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار کہا سب نے کہ وتر تین رکعتیں ہیں نہ سلام پھیرے مگر اخیر رکعت کے بعد اور امام شافعی کے
نزدیک چاہے ایک رکعت پڑھے چاہے تین چاہے پانچ اور دلیل اونکی وہ حدیث ہے جو اوپر گذری اور فرمایا حضرت نے اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ
مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ یعنی وتر ایک رکعت ہے آخر رات میں اور یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے غرض حاصل سب باتوں کا یہ ہے کہ حدیثیں
دونوں طرف موجود ہیں لیکن مذہب صحیح یہی ہے کہ تین سے کم بھی نہ پڑھے اور نہ زیادہ کرے کیونکہ تین رکعت کا ثبوت بہ نماز
مغرب بھی ہوسکتا ہے اور پانچ اور سات وغیرہ کا نظیر موجود نہیں اور اسیطرح ایک رکعت پڑھنے سے بھی وارد ہوئی تو مقتضائے
احتیاط یہی ہے کہ تین رکعت پڑھے کہ سب کے نزدیک درست ہو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ **ص** ہمیشہ تیسری رکعت
وتر میں قبل رکوع کے دونوں ہاتھ اوٹھا کے تکبیر کہکے دعا قنوت پڑھا کرے اور امام شافعی کے نزدیک پندرھوین رمضان سے
آخر مہینے تک قنوت پڑھے اور پھر کبھی وتر میں نہ پڑھے **ف** معلوم چاہیے کہ اسجگہ پر تین خلاف ہیں اول تو یہ کہ
قنوت پڑھے وتر میں تو قنوت پڑھے قبل رکوع کے یا بعد رکوع کے دوسرے یہ کہ قنوت وتر میں تمام سال پڑھا کرے
یا فقط نصف آخر رمضان میں اور تیسرے یہ کہ سوا وتر کے اور جگہ بھی قنوت پڑھے یا نہ پڑھے تو ہمارا مذہب یہ ہے کہ **ص**
سوا وتر کے اور کسی نماز میں دعا قنوت پڑھنا درست نہیں اور امام شافعی کے نزدیک فجر کی اخیر رکعت میں بعد رکوع کے بھی
قنوت پڑھا کرے **ف** تو اول مسئلے میں امام شافعی کی دلیل یہ ہے جو روایت کی دارقطنی نے سوید بن غفلہ سے کہا کہ سنا میں نے ابوبکر
اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے کہ کہتے تھے پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت آخر وتر میں اور آخر وتر کا بعد رکوع کے ہے
لیکن جواب اسکا یہ ہے کہ آخر شی کا جب ہوتا ہے کہ نصف سے گزر جاوے اور اس صورت میں قبل رکوع بھی قنوت پڑھنا آخر نماز میں
ہے اور ایک حدیث صریح اونکی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے حسن بن علی سے اور صحیح کیا اوسکو کہا کہ سکھائے مجھکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات کہ کہتا ہوں میں اونکو وتر میں جب اوٹھاتا ہوں سر اپنا یعنی رکوع سے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ
آخر تک اور بیان اسکا قنوت میں آویگا اور دلیل ہماری یہ ہے جو روایت کی نسائی اور ابن ماجہ اور ابوداؤد وغیرہم نے
ابی بن کعب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں پڑھتے تھے قنوت قبل رکوع کے اور ایک لفظ نسائی کے یہ ہیں کہ تھے وتر
پڑھتے ساتھ تین رکعت کے اول میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ
اَحَدٌ پڑھتے تھے اور ضعیف کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے بسبب اضطراب کے اور صحیح یہ ہے کہ زیادت ثقہ کی اگرچہ متفرد ہو مقبول ہے اگر
تسلیم کریں تو روایت کی خطیب نے کتاب القنوت میں باسناد صحیح عبداللہ بن مسعود سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنوت پڑھتے وتر میں قبل رکوع کے
اور ذکر کیا اسکو ابن الجوزی نے تحقیق میں اور سکوت کیا اوس سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبَانَ
ابْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ فِي الْوِتْرِ

یعنی قنوت پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل رکوع کے وتر میں لیکن اسناد اسکی ضعیف ہے بسبب ابان بن ابی عیاش کے
اور روایت کی ابو نعیم نے حلیہ میں عطاء بن مسلم سے انھوں نے علاء بن مسیب سے انھوں نے حبیب بن ابی ثابت سے انھوں نے ابن عباس سے
کہا کہ وتر پڑھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ تین رکعتوں کے سو قنوت پڑھی اوس میں قبل رکوع کے اور اخراج کیا طبرانی نے
اوسط میں محمود بن محمد مروزی سے ثنا سہل بن عثمان الترمذی ثنا سعید بن سالم القداح عن ملیح عن عبید اللہ
ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات ویجعل القنوت قبل الرکوع
کہا ابن عمر نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعتوں کے اور کرتے تھے قنوت کو قبل رکوع کے اور
قول ابو نعیم کا غریب ہے حدیث حبیب سے اور علاء تفرد کیا اوس سے عطاء بن مسلم نے اور قول طبرانی کا کہ نہیں روایت کیا اوسکو عبید اللہ سے
مگر سعید بن سالم نے کچھ موجب ضعف کو نہیں کیونکہ اوپر بیان کیا ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے باوجود اسکے کہ انفراد سعید کا توڑ دیگی
ربیع سے روایت نسائی میں اور تفرد عطا کا علاء سے اور تفرد سعید کا عبید اللہ سے ساتھ ہونے حدیث ابن مسعود کے روایت ابن ابی شیبہ
اور خطیب کے صحت قاطع ہے کیونکہ اب انفراد نہ ہوا بلکہ کثرت ہوگئی اور حصول صاحب کہ ہر طریقہ حسن یا صحیح ہووے اور وہ جو حدیث
اسمیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی بعد رکوع کے تو مراد اوس سے یہی ہے کہ ایک مہینا پڑھی تھی اور پھر ترک کی
دلیل اوسکی وہ روایت ہے کی عاصم احول نے کہ پوچھا میں نے انس سے قنوت کو نماز میں تو کہا کہ ہاں پھر کہا میں نے کہ قبل رکوع کے یا بعد
رکوع کے کہا قبل رکوع کے کہا میں نے کہ فلانے شخص نے خبر دی مجکو تم سے کہ بعد رکوع کے کہا وہ جھوٹ ہے نہیں قنوت پڑھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد رکوع کے مگر ایک مہینے کہا شیخ ابن الہمام نے وعاصم کان ثقۃ جلیلا یعنی اور عاصم تھا ثقہ نہایت درجے کا اور عمل
صحابہ کا اسی پر ہے روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ ابن مسعود اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت پڑھتے تھے قبل رکوع کے
اور رد کے مسئلے میں امام شافعی کی دلیل ہے وہ جو روایت کی ابو داؤد نے کہ عمر نے جمع کیا آدمیوں کو اوپر ابی بن کعب کے تو وہ نماز
پڑھتے تھے ساتھ اون کے بیس راتیں مہینے سے یعنی رمضان سے اور نہیں قنوت پڑھتے تھے ساتھ اون کے مگر نصف اخیر میں
رمضان کے تو جب عشرہ اخیر آتا تھا جماعت میں کرتے تھے اور پڑھتے تھے اپنے گھر میں اور اس متن کے لیے ایک طریقہ دوسرا ہے
ضعیف کیا اوسکو نووی نے خلاصہ میں اور وہ جو روایت کی ابن عدی نے انس سے کہ تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت
پڑھتے نصف رمضان میں ضعیف ہے ساتھ ابو عاتکہ کے اور ضعیف کیا اوسکو بیہقی نے اور دلیل ہماری وہ ہے جو آگے میں ہے کہ فرمایا
حسن نے سکھائی مجکو دعا قنوت کہ کہا اسکو اپنے وتر میں اور یہ روایت غریب ہے نہیں ملی اور مشہور وہ ہے جو مروی
ہے سنن اربعہ میں برید بن ابی مریم سے انھوں نے ابی الحوراء سے انھوں نے حسن بن علی سے کہا سکھائے مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کلمات وتر میں یا قنوت وتر میں اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَ
بَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ
تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ کہا ترمذی نے اسناد اوسکی صحیح ہے یا حسن ہے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور کہا اوپر
کے جب اوٹھاتا میں سر اپنا اور نہ باقی رہتا تھا مگر سجدہ اور اخراج کیا اربعہ نے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے حضرت علی سے
کہا کہ وہ کہتے تھے آخر وتر میں اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ لیکن وجوب قنوت ثابت
نہیں ہوتا مگر جب کہ وہ حدیث ثابت ہو جاوے کہ اجعل ھذا فی وترک یعنی کر اسکو وتر میں کیونکہ صیغہ امر کا واسطے وجوب کے ہو
اور ایک طریقہ اسکے وجوب کا اور طرح ثابت ہو سکتا ہو وہ یہ کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھوں نے لَا وِتْرَ
اِلَّا بِقُنُوْتٍ یعنی نہیں وتر ہوگر ساتھ قنوت کے اور وتر واجب ہو تو قنوت بھی واجب ہوا اور مشہور قنوت میں یہ دعا ہی جو روایت
کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبد الرحمن سے کہ سکھایا ہمکو ابن مسعود نے پڑھنا قنوت کا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ
وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ
اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ
اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اور رفع یدین بھی وقت قنوت کے حدیث ابن عباس سے جو اوپر گذری
ثابت ہوتا ہی اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبد اللہ سے کہ وہ اوٹھاتے تھے ہاتھ اپنے وقت قنوت کے
وتر میں اور اس دعا قنوت کو روایت کیا ابو داؤد نے مراسیل میں خالد بن ابی عمران سے اور الفاظ اوسکے یہ ہیں اَللّٰهُمَّ اِنَّا
نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَخْضَعُ لَكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّكْفُرُكَ یا من یکفرک کما اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ
نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ
الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اور کہا احمد بن عمران فقیہ نے حَدَّثَنِيْ فَرَجٌ مَوْلٰى اَبِيْ يُوْسُفَ قَالَ رَاَيْتُ مَوْلَايَ
اَبَا يُوْسُفَ اِذَا دَخَلَ فِي الْقُنُوْتِ لِلْوِتْرِ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ یعنی جب جاتے امام ابی یوسف قنوت وتر میں
اوٹھاتے ہاتھ اپنے دعا میں کہا ابن ابی عمران نے كَانَ فَرَجٌ ثِقَةً تھا فرج ثقہ اور جسکو قنوت یاد نہو وہ بجائے قنوت کے
رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہے اور تیسرے مسئلے میں دلیل امام شافعی کی
حدیث ابو جعفر رازی کی ہی انس سے کہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے قنوت صبح میں یہانتک مفارقت کی
دنیا کی روایت کیا اوسکو دار قطنی وغیرہ نے اور بخاری میں ہی ابو ہریرہ سے کہ کہا انھوں نے میں قریب تر ہوں ساتھ نماز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے تھے ابو ہریرہ قنوت پڑھتے اخیر رکعت میں نماز صبح کے بعد کہنے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے تو دعا کرتے تھے
واسطے مومنوں کے اور لعنت کرتے تھے کافروں کو اور حدیث ابن ابی فدیک کی عبد اللہ بن سعید مقبری سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے
ابو ہریرہ سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تھے جب سر اوٹھاتے آپ نماز صبح میں رکوع سے اٹھاتے ہاتھ اور دعا کرتے
ساتھ اس دعا کے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ آخر تک اور عبد اللہ بن سعید مقبری ضعیف ہی نہایت درجے کا کہا ترمذی نے وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ
الْمَقْبُرِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ یعنی عبد اللہ بیٹا سعید مقبری کا ضعیف کیا جاتا ہی حدیث میں کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر
میں وَالْجَوَابُ اَوَّلًا اَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ اَبِيْ فُدَيْكٍ اَلَّذِيْ هُوَ النَّصُّ فِي مَطْلُوْبِهِمْ ضَعِيْفٌ یعنی پہلے جواب
یہ ہی کہ حدیث ابن ابی فدیک کی کہ وہ نص ہی اونکے مطلوب میں ضعیف ہی فَاِنَّهٗ لَا يُحْتَجُّ بِعَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا کیونکہ نہیں
حجت پکڑی جاوے گی ساتھ اس عبد اللہ کے اور ما قبل کی حدیثیں منسوخ ہیں ساتھ اوسکے جو روایت کی بزار اور ابن ابی شیبہ و طبرانی
اور طحاوی سب نے حدیث شریک قاضی سے انھوں نے ابو حمزہ قصاب سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے انھوں نے

عبد اللہ سے کہا کہ نہیں قنوت پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح میں مگر ایک مہینے پھر ترک کیا اوسکو نہ پڑھا اوسکو قبل
اوسکے اور نہ بعد اوسکے اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ ثقات کے ترک کیا اوسکو احمد بن حنبل نے اور ابن معین نے اور ضعیف کیا اوسکو ہرمزی
علی طالس نے اور ابو حاتم نے اور حاصل اونکی تضعیف کا یہ ہے کہ وہ کثیر الوہم تھا تو اب یہ حدیث رافع اوس حدیث قوی کی جو ابو ہریرہ سے مروی
ہو نہ ہوگی اور جواب اسکا یہ ہے کہ اسیطرح ابو جعفر میں کلام ہو کہا ابن المدینی نے خلط کرتا تھا حدیث میں اور کہا ابن معین نے خطا
کرتا تھا اور کہا احمد نے قوی نہیں اور کہا ابو زرعہ نے کان یہم کثیرا وہم کرتا تھا بہت اور کہا ابن حبان نے کہ وہ منفرد ہوتا تھا ساتھ
ذکر مدیثوں کے مشہوروں سے اور متوی ہو قصاب کی حدیث کو وہ جو روایت کی قیس بن ربیع نے عاصم بن سلیمان سے کہا کہ کہا
ہم واسطے انس کے کہ کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے قنوت فجر میں سو کہا انس نے
کہ جھوٹ بولے وہ نہیں پڑھی قنوت حضرت نے مگر ایک مہینے کہ بددعا کرتے تھے ایک قبیلے پر قبیلوں مشرکین سے تو یہ حدیث خود مخالف ہے
حدیث انس کے اور قیس راوی اس حدیث میں اگرچہ ضعیف ہی ضعیف کیا اوسکو یحیی بن معین نے لیکن توثیق کی اوسکی اور لوگوں نے اور
بہرحال ابو جعفر کم نہیں بلکہ اوسکے برابر ہی یا اوس سے زیادہ ہو اعتبار میں کیونکہ ضعیف کرنیوالے قیس کے کم ہیں ضعیف کرنیوالوں ابو جعفر کے
اور ضعیف کیا ہے ابن معین نے ابو جعفر کو کہا احمد بن سعید بن ابی مریم نے پوچھا میں نے یحیی سے قیس بن ربیع کو سو کہا کہ ضعیف ہی نہیں لکھی
جاویگی حدیث اوسکی کیونکہ وہ حدیث بیان کرتا ہی عبیدہ سے اور وہ مشہور ہی ہوتی ہی اور یہ ضعیف موجب رد حدیث کا نہیں سو اسکے کہ بیان
اوسکی غلطی ہو اوسکی ذکر عبیدہ میں مل منسوب کے لیکن ضعیف کیا اوسکو اور لوگوں نے سوائے یحیی کے کہا نسائی نے متروک ہی اور کہا دار قطنی نے
ضعیف ہی اور مروی ہی احمد سے کہ وہ کثیر الخطا تھا اور روایت کیں اوسنے حدیثیں منکر اور تھے وکیع اور ابن المدینی ضعیف کرتے تھے
اوسکو اور کلام کیا اوسمیں امام المحدثین یحیی بن سعید القطان نے لیکن تھے شعبہ کہ ثنا کرتے تھے قیس پر اور تسبیح کی انھوں نے یحیی بن سعید پر
بسبب تضعیف اونکی کے قیس کو کہا ابو قتیبہ نے کہا واسطے میرے شعبہ نے لازم پکڑ قیس بن ربیع کو اور کہا ابن حبان نے دیکھیں میں نے حدیثیں
قیس کی روایات قدما اور متاخرین سے اور تلاش کیں میں نے اونکی تو دیکھا میں نے اوسکو سچا امانت دار جب جوان تھا اور جب بڈھا
ہوا اس وقت اوسکا تو بگڑ گیا حفظ اوسکا اور اکثر روایتیں اوسکی مستقیم ہیں اور کہا ابو حاتم نے محل اوسکا صدق ہی اور قوی نہیں اور کہا
شمس الدین ذہبی نے قول معتبر قول شعبہ کا ہی اور نہیں صحیح ہو ساتھ اوسکے تو کم نہوگا ابو جعفر رازی سے اور متوسط ہی اوسکی یہ حدیث کہ
اوسکو اس سے خطیب نے روایت کیا کتاب القنوت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں قنوت پڑھتے تھے مگر جب بددعا کرتے کسی قوم کو
اور سند اسکی صحیح ہی اور ضعیف کیا ابن الجوزی نے اوس حدیث انس کو کہ پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نماز صبح میں یہانتک
کہ انتقال کیا اور تشنیع کی اوسپر اور کہا کہ یہ اون حدیثوں میں سے ہے جس سے ہماری کتابوں کی محافظت چاہیے بسبب اسکے کہ وہ
جانتا تھا کہ یہ حدیث باطل ہی اور بعض روایات اوسکی مشہور بالوضع ہوئی ہیں اور فرمایا حضرت نے جو حدیث بیان کرے
ایسی حدیث جو جانتا ہی کہ وہ جھوٹ ہی تو وہ بھی کاذبین میں سے ہی اور ایک حدیث صحیح روایت کی امام ابو حنیفہ صاحب نے حماد بن ابی سلیمان سے
انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے انھوں نے عبد اللہ بن مسعود سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں قنوت پڑھی فجر میں کبھی مگر ایک مہینے
اور نہ دیکھا قبل اوسکے اور نہ بعد اوسکے اور اس مہینے میں قنوت پڑھی بواسطے بددعا کے ایک قوم پر مشرکین سے اور اسناد اسکی اسیطرح کا تھا
میں اسواسطے خود اسنے صبح و فرض قنوت میں پڑھی جیساکہ روایت کی طبرانی نے حدثنا عبد اللہ بن محمد

ثنا شیبان بن فروخ ثنا غالب بن فرقد قال کنت عند انس بن مالک رضی اللہ عنہ شہرین فلم
یقنت فی صلوٰۃ الغداۃ یعنی کہا غالب بن فرقد نے تھا میں ساتھ انس کے دو مہینے سو نہ قنوت پڑھی انھوں نے نماز
فجر میں اور کبھی قنوت معنی طول قیام کے بھی آتی ہے اور جائز ہے کہ یہ غلطی ابو جعفر سے واقع ہوئی ہو کہ انس نے کہا ہو اس قنوت کو یعنی طول قیام کو
اور وہ سمجھا ہو دعاے قنوت کو ایسا ہی کہا بعض محدثین نے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے افضل الصلوٰۃ طول القنوت یعنی افضل
صلوٰۃ وہ ہے جسمیں طول ہو قیام کا تو ثابت ہو گیا نسخ قنوت کا اور روایت کی ابن حبان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نہیں قنوت کرتے نماز صبح میں مگر یہ کہ دعا کریں واسطے کسی قوم کے یا بد دعا کریں کسی قوم کو اور جس قنوت سے مراد
طول قیام ہے کیونکہ قنوت معنی دعا کسطرح ثابت ہو گی اور روایت صحیح ہوئی ابو مالک سعد بن طارق اشجعی سے انھوں نے اپنے باپ سے
کہا کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے عمر
رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے عثمان رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے علی رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی پھر
کہا کہ اے بیٹے میرے یہ بدعت ہے روایت کیا اسکو نسائی اور ابن ماجہ نے اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن ماجہ میں یہ کہ
بیٹے نے اپنے باپ سے کہا کہ اے باپ تم نے نماز پڑھی تو پیچھے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر اور عثمان کے اور پیچھے حضرت
علی کے کوفے میں پانچ برس تک کیا قنوت پڑھتے تھے فجر میں کہا کہ اے بیٹے میرے محدث ہے یعنی بدعت ہے اور اخراج کیا اسکا
ابن ابی شیبہ نے اور اس سے باطل ہو گیا قول حازمی کا کہ قنوت فجر میں منقول ہے خلفاے اربعہ سے اور اسی پر جمہور ہیں اور بھی روایت
کی ابن ابی شیبہ نے ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے کہ وہ نہیں قنوت پڑھتے تھے فجر میں اور روایت کی حضرت علی سے ہے کہ جب قنوت
پڑھی انھوں نے نماز صبح میں انکار کیا لوگوں نے اوپر سو کہا انھوں نے مدد مانگی ہم نے اپنے دشمن پر اور انکار کرنیوالے لوگ صحابہ اور تابعین تھے
اور بھی روایت کی ابن عباس اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن الزبیر سے کہ وہ نہیں پڑھتے تھے قنوت فجر میں اور روایت کی ابن
عمر سے کہ کہا انھوں نے قنوت فجر میں نہیں دیکھا میں نے اور نہیں جانا میں نے اور کتاب غایت میں ہے کہ پوچھے گئے ابن عمر قنوت فجر سے کہا کہ
نہیں قسم اللہ کی نہیں سچائی میں ہم اوسکو اور سعید بن جبیر نے کہا گواہی دیتا ہوں میں کہ سنا میں نے ابن عباس سے کہتے تھے قنوت نماز فجر
میں بدعت ہے ذکر کیا اوسکو ابن مندہ نے اور وہ جو نقل کی خازنی نے کہ ابن عمر بھول گئے اور قنوت پڑھی انھوں نے ساتھ اپنے باپ کے
نماز فجر میں سو یہ غلط ہے کیونکہ اوپر گذرا کہ حضرت عمر نے نہیں قنوت پڑھی فجر میں اور اسناد اوسکی نہایت صحیح ہے اور دوسرے یہ کہ کہا
محمد بن الحسن نے ثنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی عن الاسود بن یزید انہ صحب
عمر بن الخطاب سنین فی السفر والحضر فلم یرہ قانتا فی الفجر یعنی اسود صحبت میں رہے عمر بن الخطاب کی
برسوں سفر اور حضر میں اور قنوت نہ پڑھتے دیکھا انھوں نے حضرت عمر کو نماز فجر میں اور اس سند پر کسیطرح کا غبار نہیں
اور نسبت ابن عمر کیطرف نسیان کی اس امر میں نہایت بعید ہے کیونکہ نسیان اوس امر میں ہوتا ہے جو کبھی کبھی وقوع میں آتا ہے اور یہ
ہر نماز صبح میں ہوتا کیونکر نسیان اونکا قبول کیا جاویگا باوجود اسکے کہ خود اونکا قول ہے ما شہدت وما علمت یعنی نہیں
دیکھا میں نے اور نہیں جانا میں نے واللہ اعلم ص اور پڑھے وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت یعنی تیسری رکعت میں بھی
سورت پڑھے ف اور دلیل اسکی یہ ہے کہ حضرت نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون

اور تیسری میں قل ہو اللہ احد۔ روایت کیا اسکو امام ابو حنیفہ نے اور ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ نے اور بیت محدثین نے اور بیان انکا اوپر سیل گذرا **ص** اگر شافعی مذہب کے پیچھے حنفی نماز پڑھتا ہو اور وتر میں اوسنے قنوت نہ پڑھی حنفی بھی نہ پڑھے اور صبح میں اوسکی اتباع نہ کرے بلکہ چپکا کھڑا رہے ہاتھ لٹکا کر

ف اور جاننا چاہیے کہ وتر حنفی کا پیچھے شافعی کے بعض لوگوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک درست نہیں کیونکہ وتر شافعی کے نزدیک سنت ہے اور ہمارے نزدیک واجب اور اقتدا واجب پڑھنے والے کی پیچھے نفل پڑھنے والے کے درست نہیں واللہ اعلم

فصل نوافل کے بیان میں

ص قبل فجر اور بعد ظہر اور عشا اور مغرب کے دو رکعتیں پڑھنا سنت ہے اور قبل ظہر اور جمعے کے اور بعد جمعے کے چار رکعتیں ایک سلام سے اور چار قبل عصر اور عشا اور بعد عشا کے مستحب ہے **ف** اور اصل اس باب میں قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو شخص مداومت کرے اوپر بارہ رکعتوں کی سنت سے بنائے اللہ ایک گھر اوسکے لیے جنت میں چار رکعتیں قبل ظہر کے اور دو رکعتیں بعد اوسکے اور دو رکعتیں بعد مغرب کے اور دو رکعتیں بعد عشا کے اور دو قبل فجر کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے مغیرہ بن زیاد سے انھوں نے عطاء سے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث غریب ہے اسوجہ سے اور مغیرہ بن زیاد کلام کیا ہے اوسمیں بعض اہل علم نے اوسکے حفظ کے سبب سے انتہی لیکن اس حدیث کا ایک شاہد ہے روایت کیا اسکو جماعت نے سوا بخاری کے ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے کہ انھوں نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے نہیں ہے کوئی بندہ مسلمان کہ پڑھے واسطے اللہ کے ہر روز بارہ رکعتیں نفل مگر بنادیگا اللہ واسطے اوسکے گھر جنت میں زیادہ کیا ترمذی اور نسائی نے کہ چار رکعتیں قبل ظہر کے اور دو بعد اوسکے اور دو بعد مغرب کے اور دو بعد عشا کے اور دو قبل نماز صبح کے اور ایک روایت میں نسائی کی ہے کہ دو رکعتیں قبل عصر کے بدلے دو رکعتوں کی بعد عشا کے باقی رہیں چار قبل عصر کے اور چار قبل جمعہ اور چار بعد جمعہ اور چار قبل عشا اور چار بعد عشا تو اب جاننا چاہیے کہ چار قبل عصر مستحب ہیں روایت کی ابو داؤد اور احمد اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے دونوں اپنی صحیح میں اور ترمذی نے ابن عمر سے کہ کہا فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم کرے اللہ اوس مرد پر جسنے پڑھیں چار رکعتیں قبل عصر کے کہا ترمذی نے حسن غریب ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو قبل عصر کے پڑھے اور دلیل اونکی اوپر گذری اور روایت کی ابو داؤد نے عاصم بن ضمرہ سے اوسنے حضرت علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے قبل عصر کے دو رکعتیں اور روایت کیا اوسکو ترمذی اور احمد نے اور کہا چار ہیں دیکھو اور لیکن چار رکعتیں قبل جمعے کے تو ثابت ہیں چار رکعتوں قبل ظہر سے اور چار رکعتیں بعد جمعے کے تو اسواسطے کہ روایت کی ابو ہریرہ نے کہ فرمایا حضرت نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے جمعے کی تو پڑھے بعد اوسکے چار رکعتیں روایت کیا اوسکو مسلم اور ابو داؤد ترمذی نے اور اکثر روایتوں میں آیا ہے کہ دو رکعتیں بعد جمعے کے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مسیں میں اور لیکن چار بعد عشا کے اور چار قبل عشا کے سو روایت کی ابو داؤد نے شریح بن ہانی سے کہا کہ پوچھا میں نے حضرت عایشہ سے نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سو کہا نہیں پڑھی آپنے عشا اور آئے میرے پاس مگر پڑھیں چار رکعتیں یا چھ رکعتیں آخر حدیث تک اور روایت کی سعید بن منصور نے براء بن عازب سے کہ فرمایا حضرت نے جو شخص پڑھے قبل عشا کے چار رکعتیں گویا کہ اوسنے تہجد پڑھا رات میں اور جسنے پڑھا چار رکعتوں کو بعد عشا کے گویا کہ پڑھیں اوسنے چار شب قدر میں اور بعضوں کا مذہب ہے کہ دو بعد عشا کے پڑھے اور دلیل اونکی اوپر گذری اور کہا حضرت عائشہ نے کہ نہیں چھوڑتے تھے آپ چار قبل ظہر کے اور دو قبل صبح کے اور فجر کی سنتوں کی بڑی تاکید ہے فرمایا حضرت نے دو رکعتیں قبل فجر کے

بہتر ہیں چاروں رکعتیں ایک سلام سے روایت کیا اسکو نسائی نے اور چار رکعتیں قبل ظہر کے اوسمیں لیکن ایک ہی سلام ہے یعنی دو رکعت کے بعد سلام
نہ پھیرے بلکہ جب چاروں پڑھ لے اور امام شافعی کے نزدیک دو دو کرکے پڑھے اور تمسک کیا ہے اونہوں نے ساتھ اس حدیث کی ابو داؤد نے
اور ترمذی نے شمائل میں ابو ایوب انصاری سے کہ فرمایا حضرت نے کہ چار قبل ظہر کے نہیں ہے اونمیں سلام کھولے جاتے ہیں اونکے
واسطے دروازے آسمان کے اور ضعیف ہے یہ حدیث بسبب عبیدہ بن معتب ضبی کے اور ایک لفظ میں ترمذی کے شمائل میں یہ ہے
کہا میں نے اے رسول اللہ کیا اونمیں سلام فاصل ہے کہا کہ نہیں اور اسکا ایک اور طریقہ ہے جو روایت کیا اوسکو امام محمد بن الحسن نے
مؤطا میں حدثنا بكر بن عامر البجلي عن ابراهيم والشعبي عن ابي ايوب الانصاري انه عليه السلام
كان يصلي اربعا اذا زالت الشمس فسأله ابو ايوب عن ذلك فقال ان ابواب السماء تفتح في هذه
الساعة فاحب ان يصعد لي في تلك الساعة خير قلت افي كلهن قراءة قال نعم قلت ايفصل بينهن
بسلام قال لا یعنی تھے حضرت پڑھتے چار رکعتیں قبل ظہر وقت زوال آفتاب کے تو سوال کیا اونسے ابو ایوب نے اس سے پھر فرمایا
حضرت نے کہ کھولے جاتے ہیں اس ساعت میں دروازے آسمان کے سو چاہتا ہوں میں کہ چڑھے اس ساعت میں میری کوئی نیکی کہا میں نے
کیا سب رکعتوں میں قراءت ہے فرمایا کہ ہاں کہا میں نے کیا فصل کیا جاوے اون چاروں میں ساتھ سلام کے فرمایا کہ نہیں یعنی چار رکعت
کے بیچ میں سلام نہ پھیرے **ص** اور دن میں چار رکعت سے نفل زیادہ پڑھنا ایک سلام سے مکروہ ہے اور رات کو آٹھ رکعت سے زیادہ
اور چار رکعتیں دن رات میں ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے **ف** اور صاحبین کے نزدیک رات میں ہر دو رکعت میں ایک سلام
اور دلیل اسکی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں زیادہ کیا اوس پر اور اگر کراہیت نہوتی تو زیادہ کرتے واسطے تعلیم جواز کے اور افضل
رات میں نزدیک صاحبین کے دو دو ہیں اور دن میں چار چار اور امام شافعی کے نزدیک رات دن میں دو دو پڑھنا افضل ہے اور امام
ابوحنیفہ کے نزدیک چار چار پڑھنا رات دن میں افضل ہے امام شافعی کی دلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے صلوٰۃ اللیل
والنهار مثنى مثنى یعنی نمازیں دن رات کی دو دو ہیں روایت کیا اسکو اصحاب سنن اربعہ نے ابن عمر سے اور صاحبین کے نزدیک عشا
تراویح پر ہے اور اس حدیث کی اسناد میں شعبہ ہے کہا ترمذی نے اختلاف کیا اصحاب شعبہ نے اوسمیں تو بعضوں نے اوسکو رفع کیا اور بعضوں نے
وقف کیا اور روایت کیا اسکو ثقات نے عبد اللہ بن عمر سے اور ذکر کیا اوسمیں رات کی نماز کو اور نہیں بیان کیا دن کی نماز کو اور
ایسا ہی صحیحین میں ہے اور کہا نسائی نے یہ حدیث نزدیک میرے خطا ہے اور وہ جو نسائی نے کہا اس کری ہے کہ اسناد اسکی جید ہے لیکن
معارض ہے اوس کلام کی اس واسطے کہ وجود سند کا نہیں مانع ہے خطا کو دوسری جہت سے کہ معارض ہوئی ہو ثقات کو اور اسی واسطے روایت کیا
اوسکو حاکم نے اپنی کتاب علم الحدیث میں پھر کہا کہ رجال اسکے ثقہ ہیں مگر یہ کہ اسمیں علت ہے کہ ذکر کرنے سے کلام طویل ہوگا انتہی اور
تقدیر کے قریب اسکا جواب ہم دینگے اور خود صاحبین کی دلیل ہے کہ فرمایا حضرت نے صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی یعنی نماز رات کی دو دو ہیں
اوسمیں ذکر کیا اوسمیں دن کی نماز کو اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے جو کہا حضرت عائشہ نے نہیں کبھی پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عشا کبھی اور آئے میرے پاس مگر پڑھیں چار رکعتیں اور اس سے معلوم ہوا کہ رات میں چار رکعتیں ایک سلام سے آپنے پڑھیں اور روایت
کی ابو داؤد نے حضرت عائشہ سے کہا تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے نماز عشا کی جماعت سے پھر جاتے تھے گھر میں اور پڑھتے تھے
چار رکعتیں پھر جاتے تھے اپنے فرش پر سونے کو آخر حدیث تک اور صحیح مسلم میں ہے حدیث سعد سے کہ پوچھا اونسے حضرت عائشہ نے

رکعتیں پڑھتے تھے نماز ضحیٰ کی کہا کہ چار رکعتیں اور زیادہ کرتے تھے جتنا چاہتے تھے اور روایت کی ابویعلیٰ موصلی نے اپنی مسند میں حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ وَکِیْعٍ ثَنَا ثَابِتُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ قَالَتْ عَمْرَۃُ سَمِعْتُ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ تَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ لَا یَفْصِلُ بَیْنَہُنَّ بِسَلَامٍ یعنی تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے چاشت کی چار رکعتیں نہیں کرتے تھے بیچ ان کے سلام اور لیکن ایسا حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ہی سلام سے چاروں پڑھتے تھے اور ایک دلیل یہ ہے جو مروی ہے صحیحین میں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کا انہوں نے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کس طرح تھی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات میں رمضان کی کہا کہ نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر پڑھتے تھے چار رکعتیں تو نہ پوچھ ان کے حسن اور طول کو پھر چار تو نہ پوچھ ان کے حسن اور طول کو یعنی بہت اچھی طرح طول سے پڑھتے تھے اور یہ جو جدا جدا چار چار کو بیان کیا اس سے معلوم ثابت ہوا کہ والاکثیں آٹھ رکعت سو نہ پوچھ ان کے حسن اور طول سے اور اوپر بیان کر چکے ہم سنت ظہر میں کہ آپ نے چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھی تھیں اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ دو دو رکعت کا ایک ایک شفع علیحدہ ہے یا یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد تشہد کے واسطے بیٹھے نہ یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور دلیل اس پر یہ ہے جو اخراج کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے ابن المبارک سے انہوں نے لیث بن سعد سے انہوں نے عبدربہ بن سعید سے انہوں نے عمران بن ابی انس سے انہوں نے عبداللہ بن نافع سے انہوں نے ربیعہ بن الحارث سے انہوں نے فضل بن عباس سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز دو دو رکعتیں ہیں یعنی تشہد پڑھا جاتا ہے ہر دو رکعت میں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

ص فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر اور نوافل کی سب رکعتوں میں قراءت فرض ہے **ف** کیونکہ مروی ہے صحیحین میں ابو قتادہ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ظہر میں دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت اور پچھلی دو رکعتوں میں فقط فاتحہ آخر حدیث تک اور اوپر گذر چکا کہ تسبیح پچھلی دو رکعتوں میں کہے یا چپکا رہے تو بھی درست ہے روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریک سے انہوں نے ابی اسحٰق سبیعی سے انہوں نے علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہ کہا انہوں نے قراءت کر اول کی دو رکعتوں میں اور تسبیح کہہ پچھلی دو رکعتوں میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت غریب ہے اور روایت کی امام محمد نے موطا میں ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ الْقُرَشِیُّ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ قَیْسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ کَانَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْمَا یَجْہَرُ فِیْہِ وَفِیْمَا یُخَافِتُ فِیْہِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَلَا فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ قَرَأَ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِفَاتِحَۃٍ وَسُوْرَۃٍ وَلَمْ یَقْرَأْ فِی الْاُخْرَیَیْنِ شَیْئًا یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے تھے پیچھے امام کے نہ فاتحہ اور نہ سورت نہ نماز جہری نہ نماز سری میں اول دو پچھلی دو رکعتوں میں اور جب نماز پڑھتے تھے اکیلے تو پڑھتے تھے اول دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت اور نہ پڑھتے تھے کچھ پچھلی دو رکعتوں میں

ص اور جس نفل کو قصداً شروع کر لیا ہووے تمام کرنا اس کا لازم ہے اگرچہ طلوع یا غروب آفتاب کے وقت شروع کیا ہووے تو اگر بھولے سے شروع کیا ہووے مثلاً اس کو معلوم ہوا کہ ظہر میں نے نہیں پڑھی اور پڑھنے شروع کی اور بعد اس کے معلوم ہوا نماز میں کہ پڑھ چکا ہوں اور اس نے نماز توڑ دی قضا کرنا اس کا واجب نہیں اور اگر چار رکعت نفل شروع کیں پہلے دوگانہ میں توڑ دیا ایک دوگانہ کی قضا لازم آوے گی اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چاروں رکعت کی اور اگر دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کے تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہوا اور اس کو توڑ دیا تو فقط دوسرے دوگانہ کی قضا کرے کیونکہ اول دوگانہ تمام ہو چکا اور یہ اس پر مبنی ہے کہ ہر دوگانہ ایک نماز علیحدہ ہے **ف**

کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صَلٰوۃُ اللَّیْلِ وَالنَّہَارِ مَثْنٰی مَثْنٰی یعنی نمازیں رات دن کی دو دو رکعتیں ہیں یعنی ہر دو رکعت
ایک نماز علیحدہ ہی ص اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور دونون دوگانے یا پہلے دوگانے یا دوسرے میں یا دوسرے دوگانے
کی ایک رکعت میں یا اول دوگانے کی ایک رکعت میں یا اول دوگانے میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں قرات ترک کی دو رکعتون
کی قضا لازم آویگی اگر ہر دوگانے کی ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانے میں اور ایک رکعت میں اول کی ترک کی تو چارون رکعتون
کی قضا لازم آویگی اور پہلی اور چھٹی صورت میں امام ابی یوسف کے نزدیک چار رکعتون کی قضا لازم آویگی اور ساتوین اور آٹھوین
صورت میں امام محمد کے نزدیک دو رکعتون کی قضا واجب ہوگی اور دوسری اور تیسری اور چوتھی اور پانچوین صورت میں سب کے
نزدیک قضا دو رکعتون کی لازم آویگی تو امام صاحب کے نزدیک چھ صورتون میں دو رکعتون کی قضا لازم آویگی اور دو صورتون مین
چار رکعت کی اور امام ابی یوسف کے نزدیک چار صورت میں دو رکعتون کی اور چار صورت میں چار رکعتون کی اور امام محمد کے نزدیک
سب صورتون میں دو رکعت لازم آوینگی اور سب آٹھ صورتین ہین اور اگر چار رکعت نفل شروع کیا اور اول دوگانے کے تشہد مین
توڑ ڈالا دوسرے دوگانے کی قضا لازم نہ آویگی اور اگر چار رکعتین نفل پڑھین اور بیچ مین اوسکے نہ بیٹھا اول دوگانے کی قضا لازم نہ آویگی
اور بیٹھ کے نفل پڑھنا شروع سے اگرچہ کھڑا ہو سکتا ہو درست ہی ف کیونکہ روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے عمران بن حصین سے
کہا کہ پوچھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوس شخص کی نماز سے جو بیٹھا ہو تو فرمایا جو پڑھے کھڑے ہو تو وہ افضل ہی اور
جو شخص بیٹھ کے پڑھے اوسکو اجر برابر نصف قائم کے ہی اور جو شخص پڑھے لیٹ کے تو اوسکو اجر برابر نصف قاعد ہی اور قائم کے معنی کھڑے
ہوکے نماز پڑھنے والا اور قاعد کے معنی بیٹھ کے پڑھنے والا کہا امام نووی نے کہ کہا علما نے کہ یہ نفل مین ہی اور فرض مین بیٹھ کے پڑھنا بعد
جائز نہین تو اگر عاجز ہی قیام سے اور بیٹھ کے پڑھے تو اوسکا اجر قائم سے کم نہین انتہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیمار ہو وے
مرد یا مسافر تو ثواب اوسکا مثل صحیح تندرست اور مقیم کے لکھا جاویگا اخراج کیا اوسکا بخاری نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اسمین مخصوص ہین کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھی نفل کی بیٹھ کے اور پوچھا صحابہ نے ارشاد فرمایا آپ نے کہ ثواب قاعد کا نصف
ہی قائم کے فرمایا کہ مین نہین ہون مثل تمھارے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابن عمر سے ص اور کھڑے ہوکے شروع کرا اور پھر بیچ
مین بیٹھ جانا مکروہ ہی اور نفل باہر شہر کے سواری پر اگرچہ قبلے کی طرف منہ نہو اشارے سے درست ہی ف اور باہر شہر
کے اسمین قید ہی شہر کے اندر درست نہین کیونکہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر نے دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز
پڑھتے تھے حمار پر اور وہ متوجہ تھے طرف خیبر کے یعنی منھ آپکا خیبر کی جانب تھا اشارے سے اور حرج کہ یہ فعل مخالف قیاس ہی تو
اپنے مورد میں منحصر ہوگا اور یہ حدیث جو شرح وقایہ مین مذکور ہی روایت کیا اوسکو مسلم اور ابوداود اور نسائی نے اور اوسمین اشارے کا
ذکر نہین اور غلطی بیان کی دارقطنی اور نسائی نے عمرو بن یحیی کی کہ اوسنے علی حمار کا لفظ کہا اور صحیح علی راحلتہ ہی یعنی اپنی اونٹنی پر تھے
اور روایت کی دارقطنی نے غرائب مالک مین انس سے کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور وہ متوجہ تھے طرف خیبر کے
حمار پر نماز پڑھتے تھے اشارے سے اور سکوت کیا اسپر اور امام مین شیخ تقی الدین نے نسبت کی اشارے کی طرف صحیحین کے اور
زیلعی نے نہین دیکھا اوسکو صحیحین سے اور کہا عبد الحق نے جمع الصحیحین مین کہ متفرد ہوے بخاری ساتھ ذکر اشارے کے کہا شیخ
ابن الہمام نے وقد رأیناہ فی باب الوتر فی السفر فی صحیح البخاری من حدیث ابن عمر یعنی دیکھا مین نے

اس حدیث کو صحیح بخاری نے باب الوتر فی السفر میں حدیث ابن عمرؓ سے اور روایت کیا اوسکو ابن حبان نے نوع اول میں قسم رابع کی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے تھے نوافل اپنے اونٹ پر ہر طرف اشارے سے آپ اپنا اونٹ کو
کہتے ہیں **ص** تو اگر سواری پر نفل شروع کیا اور پھر اوترا اور تمام کیا جائز ہے اور اگر نیچے شروع کیا اور سواری پر تمام کیا نا جائز ہوگا

فصل تراویح کے بیان مین

تراویح رمضان مین قبل وتر کے بعد عشا کے بیس رکعتین سنت ہیں اور ہر چار رکعت کے بعد جتنی دیر مین کہ اوسکو پڑھا ہے بیٹھے اور
پانچ ترویحے ہوتے ہیں اور ترویحہ ہر چار رکعت کو کہتے ہیں اور ہر ترویحے میں دو سلام ہیں اور ایک ختم رمضان میں سنت ہے اور قوم
کی سستی سے ترک نہیں کرنا چاہیے اور سوا رمضان کے وتر جماعت سے نہ پڑھیں اور رمضان میں وتر جماعت سے پڑھیں **ف** جاننا چاہیے
کہ تراویح کے سنت ہونے میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سنت موکدہ ہے اور بعضوں کے نزدیک مستحب ہے اور ہدایہ میں لفظ مستحب کا واقع ہے
اور اسیطرح جامع صغیر میں امام محمد کی مذکور ہے لیکن کہا صاحب ہدایہ نے کہ صحیح یہ ہے اَنَّهَا سُنَّةٌ كَذَا رَوَى الْحَسَنُ
عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لِاَنَّهُ وَاظَبَ عَلَیْهِ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیَّنَ
الْعُذْرَ فِیْ تَرْكِ الْمُوَاظَبَةِ وَهُوَ خَشْیَةُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَیْنَا یعنی صحیح یہ ہے کہ تراویح سنت ہے اور ایسی ہی روایت کی
حسن نے ابو حنیفہ سے کیونکہ مواظبت کی اوسپر خلفاء راشدین نے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا عذر کو ترک مواظبت میں
اور وہ خوف اس بات کا کہ فرض ہو جاوے اور کہا امام المحققین شیخ الفقہاء والاصولیین مولانا کمال الملۃ والدین نے فتح القدیر میں کہ
ظاہر منقول یہ ہے کہ شروع تراویح کا زمانہ حضرت عمرؓ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ مروی ہے عبدالرحمن بن القاری سے کہا کہ نکلا مین ساتھ عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ کے ایک رات طرف مسجد کے تو ناگاہ لوگ متفرق ہیں یعنی جدا جدا نماز پڑھتے ہیں کوئی شخص اکیلے پڑھتا ہے
اور کوئی شخص دس آدمی کے ساتھ اسیطرح سو فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ مین جانتا ہون کہ اگر جمع کروں مین ان سب کو ایک قاری پر البتہ اچھا ہو تو جمع
کیا اونکو ابی بن کعب پر پھر مین دوسری رات اون کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے ساتھ پڑھ رہے تھے تو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یعنی اچھی ہے یہ بدعت روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم پکڑو تم اپنے اوپر سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی بعد میرے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض کیے اللہ نے روزے
رمضان کے اور سنت کیا قیام اوسکا اور بیان کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر اوسکے ترک میں اور وہ عذر یہ تھا کہ آپ کو خوف
فرض ہو جانیکا تھا جیسا کہ بیان کیا اوسکو ہمنے باب الوتر میں حدیث ابن حبان سے اور اوپر یہ حدیث گذر چکی اور صحیحین میں ہے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی نماز مسجد مین تو پڑھی اونکے ساتھ نماز لوگون نے پھر دوسری رات پڑھی تو بہت ہوئے
آدمی پھر سب جمع ہوئے تیسری رات اور آپ نہ نکلے تو کہا آپ نے جب صبح ہوئی کہ دیکھا جو تم نے کیا لیکن میں اسواسطے نہ نکلا کہ ڈر تھا
ہو جاوے اور یہ رمضان مین تھا زیادہ کیا بخاری نے کتاب الصوم میں سو انتقال کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حکم
ایسا ہی رہا اور اوپر ہم باب النوافل میں حدیث ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے بیان کر چکے کہ انھون نے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو رمضان میں کہا حضرت عائشہؓ نے نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت
پر آخر حدیث تک اور جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی نے اور بیہقی نے اوس سے اور بغوی نے ابن عباس سے کہ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے رمضان میں بیس رکعتیں سوا وتر کے سو ضعیف ہے بسبب ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان جد امام ابو بکر
بن ابی شیبہ کے اتفاق کیا گیا اوسکے ضعف پر باوجود اسکے کہ مخالف ہے روایت صحیح کے مترجم کہتا ہے کہ ابراہیم بن عثمان واسطی کو
ذکر کیا شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہ روایت کی عثمان دارمی نے ابن معین سے کہ وہ ثقہ نہیں اور کہا احمد نے ضعیف ہے اور کہا
بخاری نے سکوت کیا اوس سے اور کہا نسائی نے متروک الحدیث اوسکی اور کہا ابو شیبہ ایک ہے جو روایت کی بغوی نے
حدیث بیان کی ہمسے منصور بن ابی مزاحم نے کہا حدیث بیان کی ہمسے ابو شیبہ نے اوسنے حکم سے اوسنے مقسم سے اونہوں نے
ابن عباس سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے رمضان میں سوا جماعت کے بیس رکعت اور وتر اور پھر کہا شیخ ابن
الہمام نے ان بیس رکعتیں حضرت عمر سے ثابت ہوئیں مؤطا میں ہے یزید بن رومان سے کہا کہ تھے لوگ کھڑے ہوتے زمانہ عمر بن الخطاب
میں ساتھ تیئیس رکعتوں کے یعنی تراویح کی بیس رکعتیں اور وتر کی تین اور روایت کی بیہقی نے معرفت میں سائب بن یزید سے کہا
کہ کھڑے ہوتے تھے ہم زمانہ عمر میں ساتھ بیس رکعتوں اور وتر کے کہا نووی نے خلاصہ میں اسناد اوسکی صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ
روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمر بن الخطاب سے کہ انہوں نے حکم کیا ایک شخص کو کہ پڑھاوے اون کے ساتھ بیس رکعتیں اور روایت کی
ابو الحسناء سے کہ حضرت علی نے حکم کیا ایک شخص کو کہ پڑھے اونکے ساتھ بیس رکعتیں اور عبد العزیز بن رفیع سے کہا کہ تھے ابی بن کعب
نماز پڑھتے ساتھ آدمیوں کے بیچ مدینے کے رمضان کے بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں اور ربیع سے انہوں نے ابی البختری سے کہ
وہ پڑھتے تھے پانچ ترویحے رمضان میں اور وتر پڑھتے تھے تین رکعت اور ابی اسحٰق سے انہوں نے حارث سے کہ وہ امامت کرتے
لوگوں کی رمضان میں رات کو ساتھ بیس رکعتوں کے اور وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعتوں کے اور قنوت پڑھتے تھے قبل رکوع
اور عطاء سے کہ کہا انہوں نے پایا میں نے لوگوں کو اور وہ پڑھتے تھے تیئیس رکعتیں مع وتر کے اور پھر کہا شیخ ابن الہمام نے ایک روایت
مؤطا میں گیارہ رکعت ہیں اور جمع دونوں روایتوں کا اسطرح ہو کہ پہلے گیارہ رکعت ہوں اور پھر مستقر ہوا امر بیس رکعت پر
پس جبتک یہی متوارث ہے کہ حاصل ہوا ان سب روایتوں سے کہ قیام رمضان کا سنت انمیں گیارہ رکعتیں ہیں مع
وتر کے جماعت سے کیا اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترک کیا بسبب خوف فرضیت کے اور اگر نہوتا یہ خوف البتہ
مواظبت فرماتے آپ اور نہیں شک ہے کہ یہ امر وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متحقق ہے اب تراویح سنت ہوگی اور بیس رکعتیں
سنت خلفاء راشدین کی ہیں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمپر لازم ہے سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی بظاہر
طرف سنت اونکی ہے اور نہیں مستلزم اس بات کو نہیں کہ تراویح کی بیسوں رکعتیں سنت ہوجاویں اسواسطے کہ سنت اوس امر کو
کہتے ہیں جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو مگر عذر سے اور بتقدیر نہونے عذر کے مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے گیارہ رکعت پر جسمیں سے تین رکعتیں وتر کی ہوئیں تو اس صورت میں بیس رکعتیں مستحب ہونگی اور آٹھ ان میں سے
سنت ہیں کہ چار رکعت بعد عشاء کے مستحب ہیں اور درست اور ظاہر کلام مشائخ کا یہی ہے کہ سب بیس رکعتیں ہیں اور مقتضا دلیل کا وہ ہے جو ہم نے
بیان کیا تو یہی صحیح ہے سب ... وہ ہے جو قدوری میں ہے لفظ المستحب کا نہ جو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے انتہی ما قال الشیخ ابن الہمام

فصل نماز خسوف اور کسوف اور استسقاء کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ خسوف چاند کے تاریک ہونے کو کہتے ہیں اور کسوف آفتاب کے تاریک ہونے کو اور بعض ایک کو دوسرے پر

اطلاق کرتے ہین اور ہندی مین اسکو گہن کہتے ہین جس وقت کسوف کے امام جمعے کا آدمیون کے ساتھ دو رکعت پڑھے بغیر اذان
اور اقامت کے مانند نفل کے اور ہر رکعت مین ایک رکوع کرے اور امام شافعی کے نزدیک دو رکوع کرے اور قرات کا اخفا کرے
اور طول قرات کا کرے دونون رکعتون مین اور بعد اسکے دعا مانگے یہانتک کہ آفتاب روشن ہو جاوے اور خطبہ نہ پڑھے اور
جو امام جمعے کا حاضر نہو اکیلے اکیلے پڑہین اور نماز خسوف بھی ویسی ہی ہے مگر اسمین جماعت نہین ف اور رکوع کے باب مین
روایتین مختلف ہوئین بعض روایات مین ہر رکعت مین دو رکوع ہین اور بعض مین تین اور ابن عباس اور علی کی روایت مین چار
رکوع ہین ہر رکعت مین اور ایک روایت مین ابو داؤد کی ابی بن کعب سے پانچ رکوع ہین اور کسی روایت مین ایک رکوع ہے مثل
اور نمازون کے سو اسواسطے کہا علما ہمارے نے کہ جب مختلف ہوئین روایتین تمسک کیا ہمنے ساتھ حال اور نمازون کے اور بھی روایت کی
ابو داؤد اور ترمذی نے شمائل مین اور نسائی نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ کسوف ہوا آفتاب کا عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مین سو کھڑے ہوئے آپ اور طول کیا قیام کو پھر رکوع کیا سو کسی طرح نہ اٹھاتے تھے سر اپنا پھر اٹھایا سو کسی طرح سجدہ
نہین کرتے تھے پھر سجدہ کیا سو کسی طرح سر نہ اٹھاتے تھے پھر اٹھایا تو کسی طرح سجدہ نہین کرتے تھے پھر سجدہ کیا تو کسی طرح سر نہین
اٹھاتے تھے پھر اٹھایا سر اور کیا ایسا ہی دوسری رکعت مین آخر حدیث تک اور مروی ہے حکم عبد الرحمن بن سمرہ سے بھی
غرض مختلف ہوئین اس باب مین روایتین اور روایت کیا حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو حاکم نے اور کہا صحیح ہے اور
نہین اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے بوجہ عطا بن السائب کے اور یہ توثیق ہے انسے عطا کی اور تحقیق کہ اخراج کیا اس سے
بخاری نے ساتھ ابو بشر کے اور کہا یحیی بن معین نے لا یحتج بحدیثہ نہین حجت ہوگی اسکی حدیث اور فرق کیا امام احمد نے
اس شخص مین جسنے پہلے انسے سنا اور جسنے پیچھے انسے سنا یعنی اول سن کی روایت صحیح ہے اور پھر عطا کا حافظہ خراب ہو گیا تھا
اور سکوت کیا اس سے ابو داؤد نے اور روایت کی ابو داؤد نے اور نسائی نے سمرہ بن جندب سے ایک رکوع اور طول کیا ہے
شیخ ابن الہمام نے اور اس کتاب مین بوجہ خوف طول ترک کیا اور دعا بھی بعد نماز کے آفتاب کے صاف ہونے تک لازم ہے کیونکہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مغیرہ مین کہ جب دیکھو تم اسکو تو ذکر کرو اللہ کا اور دعا کرو اور نماز پڑھو یہانتک کہ روشن ہو جاوے
آفتاب اور بعض مشائخ نے کہا کہ آندھی اور تاریکی مین بھی یہ نماز مستحب ہے ابن عباس نے پڑھی نماز واسطے زلزلے کے بصرے مین اور
خسوف کسوف کی نماز مین جہر چاہیے صاحبین کے نزدیک اور دلیل انکی حدیث حضرت عائشہ کی ہے صحیحین مین کہ جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے نماز خسوف مین اور بخاری مین ہے کہ جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف مین اور روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داؤد
وغیرہ نے اور ہمارے امام صاحب کے نزدیک سر چاہیے کیونکہ مروی ہے حدیث ابن عباس سے مسند احمد اور ابو یعلی مین کہ نماز پڑھی مینے ساتھ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کسوف کی نہ سنا مینے انسے ایک حرف قرات سے اور اسناد مین اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور روایت کیا اسکو بیہقی نے معرفہ
مین دو طریقون سے اور طریقہ حاکم بن ابان سے جیسا کہ روایت کیا اسکو طبرانی نے پھر کہا کہ اگرچہ ان لوگون سے حجت نہین لیکن
روایتین کی شاہد ہین روایت ابن عباس کو اور حدیث سمرہ مین ہے لا نسمع له صوتا یعنی ہم نہین سنتے تھے آواز قرات کی ف اگر مینہ
برسنا بند ہو جاوے تو ہر شخص دعا کرے اور استغفار نہ اسمین جماعت ہے اور نہ خطبہ اور اگر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیوین تو درست ہے ف
کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے استغفروا ربکم انہ کان غفارا یعنی استغفار مانگو اللہ سے کہ وہ بڑا بخشش کرنے والا ہے اور کہا

امام محمد نے نہیں نماز پڑھی استسقا میں سوا اسکے نہیں کہ انہیں دعا ہے اور پوچھا انکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے اور دعا
کی اور پوچھا انکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ چڑھے منبر پر اور دعا مانگی واسطے طلب پانی کی اور نہیں پوچھا انکو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کسی حدیث میں کہ نماز پڑھی ہو آپ نے مگر ایک حدیث شاذ میں کہ نہیں تمسک کیا جاویگا ساتھ اسکے اور حق یہ ہے کہ اکثر
احادیث میں نماز کا ذکر نہیں لیکن ذکر نماز کا بعض احادیث میں وارد ہے بیان کیا انکو شیخ ابن الہمام نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے
مصنف میں وکیع سے انھوں نے عیسی بن حفص بن عاصم سے انھوں نے عطا بن ابی مروان اسلمی سے انھوں نے اپنے باپ سے
کہا کہ نکلے ہم ساتھ عمر بن الخطاب کے واسطے استسقا کے سو نہ کیا کچھ مگر استغفار ص اور منہ قبلے کی طرف کریں اور چادر کو نہ الٹیں ف
بعض احادیث میں چادر کو الٹنا اسطرح پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنا کنارہ چادر کا بائیں طرف کیا
اور بایاں کنارہ داہنی طرف کیا اور ظاہر چادر کا باطن ہو گیا اور باطن چادر کا ظاہر ہو گیا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور اکثر
احادیث میں اسکا ذکر نہیں اسواسطے ہمارے نزدیک ترک کریں کہ شاید سبب سے میں داخل ہو ص اور ذمی حاضر نہ ہووے ف ذمی کافر
کافر کو کہتے ہیں اسلام میں جسکو امن دیگئی ہو اور اسپر جزیہ بندھا ہو تو ذمی اسواسطے حاضر نہ کریں کہ یہ جا واسطے طلب رحمت کے ہے اور اسپر لعنت برستی ہے

ص باب فرض پانے کے بیان میں

جسنے کہ نماز فجر یا مغرب تنہا شروع کی اور پھر تکبیر کہی گئی واسطے جماعت کے نماز توڑے اور جماعت سے پڑھے اگرچہ ایک رکعت
پڑھ چکا ہووے اسلیے کہ جو دوسری رکعت لاویگا تو دو رکعت فجر میں اسکی نماز تمام ہو جاویگی اور مغرب میں اکثر نماز ہو گئی اور اکثر کو حکم
کل کا ہے پس فوت ہو جاویگی جماعت یا یہ دو رکعت نفل بعد غروب کے ہونگی اور وہ مکروہ ہیں اور نماز کے توڑنے میں اگرچہ
ابطال عمل ہے اور ابطال عمل ممنوع ہے بحکم خدای تعالی ولا تبطلوا اعمالکم لاکن ابطال للقصد اکمال ابطال نہیں اور جسنے عشا یا
عصر یا ظہر میں شروع کیا اور پھر تکبیر ہوئی واسطے جماعت کے توڑ دے اور ملجاوے مگر اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو دوسری
رکعت بھی اسکے ساتھ ملا لیوے تاکہ ایک دوگانہ نفل پورا ہو جاوے اور ایک رکعت ضائع نہ ہو جاوے فرمایا اللہ تعالی نے
ولا تبطلوا اعمالکم یعنی نہ باطل کرو اپنے عملوں کو بعد اسکے سلام پھیر کے جماعت میں ملے اور بغیر دوسری رکعت ملائے
نہ توڑے اور اگر ایک رکعت سے کم پڑھی ہے تو توڑ دیوے اور جماعت میں شریک ہووے اگر چار رکعتی نماز میں تین پڑھ چکا پھر
تکبیر ہوئی نماز کو تمام کرے بعد اسکے نفل جماعت سے پڑھے مگر عصر میں پھر امام کے ساتھ نہ پڑھے کیونکہ نفل بعد عصر کے مکروہ ہے اور
اگر مسجد میں اذان ہو گئی تو مسجد سے نکلنا قبل نماز کے مکروہ ہے مگر اسکو جو دوسری جماعت کا منتظم ہو ف کیونکہ روایت کی
ابن ماجہ نے مولی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے کہ پائی اذان مسجد میں
پھر نکلا بغیر کسی حاجت کے اور وہ پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو وہ منافق ہے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل میں سعید بن المسیب سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں نکلتا ہے کوئی شخص مسجد سے بعد اذان کے مگر منافق لیکن جس شخص کو کسی حاجت نے
نکالا ہووے اور وہ پھر آنے کا ارادہ رکھتا ہے اور مراسیل سعید کے مقبول ہیں بالاتفاق کیونکہ پایا ان لوگوں نے انکے مراسیل کو
مسانید اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابو الشعثا سے کہا کہ بیٹھے تھے ہم ساتھ حضرت ابو ہریرہ کے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی مسجد میں سو نکلا ایک شخص جب اذان دی موذن نے تب کہا ابو ہریرہ نے کہ اس شخص نے نافرمانی کی ابو القاسم کی

صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابو القاسم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے روایت کیا اوسکو ابن راہویہ نے مسند میں اور زیادہ کیا اوس میں کہ حکم کیا ہمکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلو مسجد سے بعد اذان کے **ص** اور جو ٹہر پڑھتا کی نماز پڑھ چکا ہو اوسکو بعد اذان کے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں مگر جب اقامت ہوئی مکروہ ہے کہ قبل نماز کے وہاں سے نکلے اگرچہ آپ نماز پڑھ چکا ہو مگر یہ کہ دوسری جماعت کا مقیم ہووے اور فجر عصر مغرب میں اگر نکل جاوے تو جائز ہے بغیر کراہت کے اگرچہ تکبیر ہو چکی ہو کیونکہ اگر جماعت میں شریک ہو جاوے گا تو وہ نماز نفل ہوگی اور نفل بعد فجر اور عصر کے مکروہ ہے اور مغرب میں تین رکعتیں ہیں اور تین رکعت نفل مشروع نہیں اور جو شخص ڈرتا ہے کہ اگر سنت فجر کی پڑھیگا تو نماز فرض جماعت سے رہیگی سنت کو ترک کرے اور جو ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو ترک نکرے اور اگر سنت فجر کی بدون فرض کے فوت ہوئی تو قضا نکرے جب تک کہ آفتاب نکلے **ف** کیونکہ فرض تو پڑھ چکا اور فقط نفل باقی رہا اور نفل بعد فجر کے مکروہ ہے یہانتک کہ آفتاب نکلے اور دلیل اسکی گذری **ص** اور بعد آفتاب نکلنے کے بھی شیخین کے نزدیک قضا نکرے اور امام محمد کے نزدیک زوال تک قضا کرے اور بعد زوال کے نکرے اور اگر ساتھ فرض کے فوت ہوئی ہو تو اگر قبل زوال کے قضا کرے تو دونوں کی قضا کرے اور بعض مشایخ کے نزدیک بعد زوال کے بھی اور بعض کے نزدیک بعد زوال کے فقط فرض کی قضا پڑھے **ف** اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب رات لیلۃ التعریس میں فجر فوت ہوئی تھی تو آپ نے قضا کیا تھا ساتھ سنت کے قبل زوال کے ساتھ اذان و اقامت کے جماعت سے اور جہر کیا قرات کا یہ حدیث شرح وقایہ میں موجود ہے اور روایت ہے ابو قتادہ سے کہا کہ سیر کی ہمنے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک رات یعنی جب تھوڑی رات باقی تھی سو کہا ہم میں سے بعض لوگوں نے کاش کہ تکیے سوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا آپ نے خوف کرتا ہوں میں کہ سو جاؤ تم نماز سے یعنی فجر سے تب کہا بلال نے جگا دونگا میں آپ کو اے رسول اللہ سو لیٹ رہے سب لوگ اور بلال نے اپنی اونٹنی پر تکیہ لگایا اور وہ بھی سو گئے پھر جب جاگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا دیکھا کہ نکل آیا کنارہ آفتاب کا پھر کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں گیا وہ جو تمنے کہا تھا جواب دیا بلال نے کہ کبھی ایسی نیند آج تک مجھکو نہیں آئی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ نے قبض کرلیں روحیں تمہاری اور پھیر دیا جس وقت چاہا اے بلال کھڑا ہو اور اذان دے نماز کی اور وضو کیا اور جب بلند ہو گیا آفتاب اور سپید ہو کھڑے ہوے آپ اور نماز پڑھی جماعت سے روایت کیا اسکو بخاری مسلم ابو داؤد نسائی ترمذی وغیرہم نے اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جب جگایا اونکو آفتاب کی گرمی نے سو کھڑے ہوے اور چلے پھر اوترے اور وضو کیا اور اذان دی بلال نے پھر پڑھی آنحضرت نے سنت فجر کی بعد اوسکے پڑھی نماز فجر کی اور سوار ہوئے آخر حدیث تک اور روایت کیا اسکو مالک نے ریس میں مرسل اور روایت کی نسائی نے ابن عباس سے اور اس سے ثابت ہوا کہ اور نمازوں کی قضا کرے تو بھی اذان اور اقامت کہے اور جماعت سے پڑھے اور یہ حکم فقط سنت فجر میں ہے کیونکہ وہ سب میں تاکید زیادہ ہے سب سنتوں سے اور باقی سنتوں میں یہ حکم نہیں **ص** سنت ظہر کی جب یہ خوف ہو جماعت کے جانیکا یا ہو ترک کیجائے گی اور بعد فرض کے قبل دو گانہ سنت کے پڑھ لیوے اور سوا اسکے کوئی سنت قضا نہیں کیجاویگی **ف** کیونکہ سنتیں جو ادا رہنا

(حاشیہ: ف علی ... ص ... فجر ... ف ... نمبر ... منہ رحمہ اللہ)

مستحب ہین اور عصر سے پہلے اولی ہین سنت ہی نہین اور مغرب اور عشا کے بعد کی سنتین اگرچہ سنت ہین لیکن اونکی تاکید
نہین اور سنت فجر مین آپ نے ارشاد فرمایا لَا تَدَعُوْهُمَا وَاِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ یعنی پڑھلو ان دو رکعتون کو اگرچہ روند ڈالین
تمکو گھوڑے اور نہ چھوڑو اونکو روایت کیا اوسکو ابوداود نے ابوہریرہؓ سے اور اسناد اوسکی ضعیف ہے لیکن قابل قبول کے ہے
اور صحیحین مین ہے حضرت عائشہؓ سے کہ نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ نگاہ رکھنے والے کسی نفل کو سنت
فجر سے اور سنن نسائی مین ہے کہ دو رکعتین قبل فجر کے بہتر ہین دنیا سے اور جو اسمین ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے سنت ظہر مین کہ جو شخص چھوڑدیگا چار رکعت کو قبل ظہر کے نہ پہونچیگی اوسکو شفاعت میری اور یہ حدیث ہے ایسی مین
ہے کہا شیخ ابن الہمام نے وَاَمَّا مَا ذَكَرَهُ مِنْ حَدِيْثِ سُنَّةِ الظُّهْرِ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِهٖ یعنی جو ذکر کیا اوسکو مصنف نے سنت
ظہر مین واللہ اوسکو جانتا ہے اور یہ حدیث اونکو نہین ملی لیکن صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہین چھوڑتے تھے چار رکعت کو قبل ظہر کے اور دو رکعتون کو قبل فجر کے اور ایک روایت مین ہے کہ نہین چھوڑتے تھے
اوسکو کبھی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَتْرُكُوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَاِنَّ فِيْهِمَا الرَّغَائِبَ یعنی نہ ترک کرو دو رکعتون کو
قبل فجر کے کیونکہ اوسمین بہت عطائین ہین اللہ تعالی سے اخراج کیا اسکا ابویعلی نے ابن عمرؓ سے اور کہا حضرت
عائشہ نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے سنتونکو اور کبھی ترک کرتے تھے لیکن نہین دیکھا مین نے آپ کو
کہ ترک کی ہون دو رکعتین قبل فجر کے سفر اور حضر مین روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط مین قابوس بن ابی ظبیان سے انہون نے
اپنے باپ سے انہون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ص اور جس شخص نے ایک رکعت ظہر کی جماعت
سے پائی جماعت اوسنے نہین پڑھی بلکہ فضیلت جماعت کی پائی تو اگر کسی نے قسم کہائی کہ ظہر کی نماز مین جماعت سے پڑھونگا
اور اوسنے ایک رکعت پائی قسم اوسکی جھوٹی ہوئی کیونکہ اوسنے جماعت کو نہین پایا بلکہ فضیلت جماعت کو پایا اور جو شخص
کہ مسجد مین آیا اور جماعت اوسمین ہوچکی تھی اور اوسنے چاہا کہ فرض کو تنہا ادا کرے تو کرخی وغیرہ کے نزدیک سنتین پڑھے اور
حسن بن زیاد کے بھی نزدیک فرض سے شروع کرے لیکن صحیح یہ ہے کہ سنتین پڑھے لیکن جب وقت تنگ ہو تو ترک کرے
اور فرض پڑھے تو فوت نہو جاوے اور جسنے کہ اقتدا کی اور امام رکوع مین ہے اور ٹھہرا یہانتک کہ امام نے سر اوٹھالیا تو وہ
رکعت اوسکو نہین ملی اور امام زفر کے نزدیک مل گئی اگر کسی شخص نے قبل امام رکوع کیا اور پھر امام رکوع مین گیا درست ہوگیا اور امام زفر کے نزدیک درست نہین ہے

باب قضا نمازون کے پڑھنے کے بیان مین

اگر کسی شخص کی ایک دن رات کی نماز یعنی پانچ نمازین اور وتر فوت ہوئے ترتیب سے پڑھنا فرض ہے اور جب بعض وقتی
ہون اور بعض قضا اوسمین بھی ترتیب فرض ہے کیونکہ روایت کی دارقطنی نے پھر بیہقی نے اسمعیل بن ابراہیم رجالی سے
انہون نے سعید بن عبدالرحمن جمحی سے انہون نے عبید اللہ سے انہون نے نافع سے انہون نے ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بھول جاوے نماز اور نہ یاد کیا اوسکو مگر اوس وقت مین کہ وہ ساتھ امام کے نماز پڑھتا ہے
سو تمام کرلے نماز اپنی اور بعد اوسکے اوس قضا نماز کو پڑھے اور جب فارغ ہو اوس نماز سے تو اعادہ کرے اوس نماز کو
جو ساتھ امام کے پڑھی تھی اور روایت کیا اوسکو مالک نے نافع سے انہون نے ابن عمرؓ سے موقوفا اور صحیح کیا دارقطنی اور

ابوزرعہ نے وقف اوسکا اور لحاف کیا اوصل بیں اوس مین ہیں تھے رفع میں خطا کی سوا اونمیں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے
نسبت کی خطا کی طرف سعید بن عبد الرحمن کے اور بعضوں نے طرف ترجمانی کے اور لیکن شک نہیں اس بات میں کہ رفع
زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے اور یہ دونوں شخص ثقہ ہیں کہا یحییٰ بن معین نے ترجمانی میں نہیں حرج ہے ساتھ اوسکے
اور ایسا ہی کہا ابوداود اور احمد اور اسیطرح توثیق کی ابن معین نے سعید کی اور ذکر کی ذہبی نے توثیق اوسکی بہت لوگوں سے
میزان الاعتدال مین تو اگر کوئی کہے کہ یہ دونوں برابر مالک کے نہیں اور مالک نے وقف کیا اوسکا جواب اوسکا یہ ہے کہ
یہ کچھ معارضہ نہیں ہے جسمین برابری توثیق میں دونوں راویوں کی شرط ہو بلکہ زیادت میں اور زیادت میں برابر ہونا
راویوں کا قوت مین شرط نہیں اور حجت نہ پکڑی حادیکی ساتھ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو شخص کہ سو جاوے
کسی نماز سے یا بھول جاوے اوسکو تو پڑھے اوسکو جب یاد کرے اوسکو کیونکہ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول جو
اوسنے نماز بھولے سے پڑھلی ہے اوسکو پھر اعادہ کرے اور وہ نماز فاسد ہوگئی اور دلیل اول مسئلے کی یہ ہے کہ روایت
کی ترمذی اور نسائی نے عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ تحقیق مشرکین نے روک رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازون
سے دن خندق کے یہانتک کہ کچھ رات بھی گذر گئی تھی سو حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو اور اونھون نے اذان دی
پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی اول ظہر کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی عصر کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی مغرب کی
پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی عشا کی کہا ترمذی نے نہیں ہے ساتھ اسناد اوسکی کے کچھ حرج لیکن ابو عبیدہ نے اپنے باپ
ابن مسعود سے نہیں سنا یعنی وہ منقطع ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ منقطع درصورت ثقہ ہونے راویوں کے مرسل میں داخل ہے اور
مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے خلاصہ میں کہ ابو عبیدہ نے نہیں پایا اپنے باپ کو اور بقول
صحیح نہیں کہا ابوداود سلیمان بن اشعث نے تُوُفِّيَ وَلَهُ لِذَا اِنَّ عُبَيْدَةَ لَا سَبْعَ سِنِيْنَ یعنی وفات کی عبداللہ بن مسعود نے
اور ابو عبیدہ سات برس کے تھے نقل کیا یہ شیخ ابن الہمام نے علاوہ اسکے اخراج کیا اسکا نسائی نے ابو سعید خدری سے اور ابن حبان نے
صحیح میں اور روایت کی بزار نے جابر بن عبداللہ سے أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ شُغِلَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنْ صَلٰوةِ
الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ حَتّٰى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ
فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ قَالَ مَا
عَلٰى الْاَرْضِ مِنْ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ غَيْرُكُمْ اور معنی اوسکے وہی ہیں جو اوپر گذرے لیکن اسمین بزار
میں اذان بھی ہے اور اسناد میں اوسکی عبدالکریم بن ابی المخارق ضعیف ہے ضعیف کیا اوسکو ائمہ حدیث نے مثل ترمذی وغیرہ کے
اور روایت کیا اس مضمون کو صحیحین میں اور ابن حبان نے اور سوا اوس کے بہت لوگون نے ص اور جسکو یاد ہے کہ اوسنے
وتر نہیں پڑھی فجر کی نماز اوسکی جائز نہوگی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز ہوگی اور اگر اوسکو علوم
ہوا کہ فرض عشا کے بے وضو اوسنے پڑھے تھے اور سنت اور وتر کو با وضو امام صاحب کے نزدیک فرض اور سنت کا
کرے اور وتر کا اعادہ نکرے اور صاحبین کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے اور ترتیب کو ساقط کر دیتی ہے وقت کی تنگی تو
جسکی عشا اور وتر فوت ہوگئے اور فجر کا وقت اتنا باقی ہے کہ پانچ رکعتیں پڑھ سکتا ہے صبح کی نماز اور وتر پڑھ لیوے

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور اگر ظہر اور عصر فوت ہوئیں اور وقت عصر کا اتنا باقی ہے کہ سات رکعتیں پڑھ سکتا ہے ظہر اور مغرب پڑھ لیوے اور معمول جانا بھی ترتیب کو ساقط کر دیتا ہے مثلاً ادا پڑھنے کے وقت قضا یاد نہ رہی اور جب نمازوں سے زیادہ اگر فوت ہو جاویں تو بھی ترتیب ساقط ہوتی ہے اگرچہ اگلی ہوں یعنی چھ سے زیادہ ہوں یا حادث ہوں یعنی چھ سے کم ہوں یا چھ ہوں اور اگر کسی کی ایک مہینے کی نمازیں قضا ہوئیں اور اوسنے ادا ہو کے وقتی نمازیں پڑھنا شروع کیں پھر اوسنے ایک نماز چھوڑ دی اور اوسکو یاد ہے تو اوسکو وقتی پڑھنا بغیر ادا کرنے اوسکی قضا کے درست ہے اور اسی طرح اگر سارے مہینے کی قضا نمازوں کو پڑھ لیا مگر ایک دو نمازیں باقی رہے تو اوسکو ترتیب پھر نہیں کیونکہ ترتیب جب ہے جب پانچ یا کم قضا ہوں پھر ان سب ادا کریگا ترتیب آجاویگی اور بعض مشایخ کے نزدیک جب پانچ یا کم باقی رہیں تو پھر ترتیب فرض ہو جاتی ہے اور یہی مذہب مختار امام سرخسی کا ہے اور صاحب محیط نے کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اگر کسی کی ایک نماز قضا ہو گئی تھی اور اوسکو یاد تھی اور بغیر ادا کیے اوسکے پانچ نمازیں پڑھیں سب فاسد موقوف ہونگی تو اگر ایک نماز اور پڑھ لی سب صحیح ہو جاویگی اور اگر قضا بعد پانچ نماز کے پڑھ لی وہ نمازیں سب نفل ہو جاوینگی نزدیک امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے اور اونکو پھر پڑھنا پڑیگا اور امام محمد کے نزدیک نفل بھی نہونگی بلکہ سب باطل ہو جاوینگی

باب سجدۂ سہو کے بیان میں

اگر ایک رکن کو دوسرے رکن پر مقدم کیا یا تاخیر کیا یا ایک کو دو بار کیا یا کسی واجب کو بدل دیا یا بھولے سے چھوڑ دیا جیسے رکوع قبل قرأت کے کر لیا یا بیچ کے تشہد میں بعد تشہد کے پھر بیٹھا رہا اور امام صاحب سے مروی ہے کہ اگر ایک حرف تشہد پر زیادہ کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر اللّٰھم صل علی محمد اتنا زیادہ کیا تو واجب ہوگا مگر جب ایک رکن کے موافق زیادہ ہووے جیسے قیام یا قعود یا دو بار رکوع کرے یا جہری نماز میں آہستہ سے پڑھے اور آہستہ والی میں پکار کر پڑھے یا پہلا قعدہ ترک کر دے غرض ترک واجب کا کرے تو ان سب صورتوں میں واجب ہے بعد ایک سلام کے دو سجدے کرے اور پھر تشہد وغیرہ پڑھکے سلام پھیرے **ف** اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک قبل سلام کے اور پھر اسمیں اختلاف ہے کہ بعد دونوں سلام کے سجدہ سہو کرے یا بعد ایک سلام کے اور اول کو اختیار کیا صاحب ہدایہ اور دوسرے کو صاحب کافی وغیرہ نے اور میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ بعد دونوں سلام کے کرے اور یہی مروی ہے احادیث میں اور ایک سلام کی روایت میں نے نہیں پائی اور دلیل امام شافعی کی یہ ہے کہ روایت کی بخاری مسلم ابوداؤد نسائی ترمذی وغیرہم نے عبداللہ بن بحینہ سے انہوں نے کہا کہ پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کی سو کھڑے ہو گئے بعد دو رکعتوں کے اور نہ بیٹھے تو کھڑے ہوئے لوگ بھی ساتھ آپکے یہاں تک کہ جب تمام کر لی نماز آپنے اور انتظار کیا لوگوں نے سلام کا تکبیر کہی اور وہ بیٹھے تھے تو سجدے کیے دو سجدے قبل اسکے کہ سلام پھیریں اور سجدہ بعد سلام کے بھی مروی ہے صحاح ستہ میں حدیث ذوالیدین سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں پھر دو رکعتیں پچھلی اور سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور ایک روایت میں مسلم اور ابوداؤد اور نسائی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی عصر اور سلام پھیر دیا آپنے بعد تین رکعتوں کے یہاں تک کے کہا راوی نے کہ پڑھی باقی رکعت پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے اور سلام پھیرا اور لیکن قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لِکُلِّ سَھْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ یعنی ہر سہو کیواسطے دو سجدے ہیں

بعد سلام کے سہو ہو گیا اوسکو ابو داود اور احمد نے اسمعیل بن عیاش سے روایت کیا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ کہا بیہقی نے منفرد ہوا ساتھ اوسکے اسمعیل بن عیاش اور وہ
قوی نہیں اور ہمارے نزدیک یہ ممنوع ہے کیونکہ اسمعیل بن عیاش کی توثیق کی اوسکی امام الجرح والتعدیل کے
الذین شیخ یحیی بن معین نے اور تضعیف اوسکی ابو اسحق فزاری سے منقول ہے اور دیکھو کہ ابو زرعہ جو امام ہیں رجال میں
کہا انہوں نے نہیں تھا شام میں بعد اوزاعی اور سعید بن عبد العزیز کے حافظ زیادہ اسمعیل بن عیاش سے اور عبید اللہ
بن عبید کلاعی اوسکی اسناد میں ثقہ ہے اور کہا امام بیہقی نے نہیں حرج ہے ساتھ اوسکے اور زہیر بن اسحق علی ذکر کیا اوسکو
ابن حبان نے ثقات میں اور عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر کہا ابو زرعہ اور نسائی نے ثقہ ہے اور کہا ابو حاتم نے صالح الحدیث اور ذکر کیا اوسکو
ابن حبان نے ثقات میں اور جھوٹ نے منکر گنا اس حدیث کو نہیں التفات کیا گیا طرف کلام اوسکے علاوہ اسکے کہ سکوت
کیا اوس سے ابو داود نے اور بفرض تسلیم ایک حدیث قولی اور موجود ہے روایت کی ابو داود نے عبد اللہ بن جعفر سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ شک کرے نماز اپنی میں تو چاہیے کہ سجدے کرے دو سجدے بعد سلام کے
اور فعلی حدیثیں تو بہت ہیں کہ بیان میں اونکے طول ہوگا بلکہ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سجدہ
سہو کے کہ جب شک کرے کوئی تم میں سے نماز اپنی میں تو چاہیے کہ سوچے صواب کو تو اوسی پر عمل کرے اور نماز کو
تمام کرے اور سلام پھیرے پھر سجدے کرے دو سجدے اور روایت کی امالی محاملی میں حسین بن اسمعیل نے ایک حدیث
ابن مسعود سے بسند صحیح کہا اونے حَدَّثَنَا السَّرِيُّ ثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ
قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ حَمَّادًا وَسُلَيْمَانَ يُحَدِّثَانِ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ لَا يَدْرِي ثَلَاثًا صَلَّى أَوْ خَمْسًا حاصل اس
حدیث کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام کے دو سجدے کیے اور اسیطرح بہت حدیثیں اس باب میں آئی ہیں اور
کو ایک اشارہ کافی ہے اور روایت کیا بخاری نے بھی اس حدیث کو اور یہ حدیث اول میں ہے امالی محاملی کے ص
مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ لازم نہ آویگا لیکن امام کے سہو سے اگر سجدہ کرے تو مسبوق بھی امام کے ساتھ سجدہ کرے اور بعد
اوسکے باقی نماز پڑھ لیوے اور جو قعدہ اولی کو بھولے اور پیچھے کی طرف نزدیک ہے بیٹھ جاوے اور سجدہ سہو کرے
اور اگر قیام سے نزدیک ہے کھڑا ہو جاوے اور اخیر نماز میں سجدہ کرے اور جو قعدہ اخیرہ بھول کے کھڑا ہو گیا جب تک
اوس رکعت کا سجدہ نہیں کیا اگر یاد آوے تو بیٹھ جاوے اور سجدہ سہو کرے اور اگر سجدہ کر لیا تو فرض اوسکے نفل ہو جاوینگے
تو اوسکے ساتھ چھٹی رکعت بھی اگر چاہے ملا لیوے اور یہ اوسکی نیت پر اسواسطے موقوف کیا کہ نفل شروع سے اگر
قصداً ہوا ہو تو واجب نہیں ہوتا تمام کرنا اور ملا لینا اچھا ہے کیونکہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھنے سے اسکو تخریج کیا ابن عبد البر نے ابو سعید سے ص اور اگر قعدہ اخیرہ
کر کے بھولے سے کھڑا ہو جاوے تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے اور بعد
[illegible] سہو کرے تو چار رکعت فرض ادا ہو جاوینگی اور دو [illegible]

ہو جاویگی اور اگر اوسکو توڑ دیگا قضا لازم ہو جاویگی اور یہ دو رکعتیں سنت ٹھیر کے قائم مقام نہوگی اور جو شخص ان دو رکعتوں میں
امام کی اقتدا کریگا اوسکو پڑھنا ان دو رکعت کا لازم آویگا اور توڑ دیگا تو قضا لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک چھ
رکعت اوسکو پڑھنا چاہیے اور اگر توڑ دے تو قضا لازم نہ آویگی جیسے امام قضا نہیں کرتا اور اگر دو رکعت نفل میں سہو ہوا
سجدہ کرے اور بعد سجدے کے بغیر سلام کے دوسرا نفل اوسکے ساتھ نملاوے اور اگر ملا لیا تو درست ہو جاویگا اور اگر کسیکو
نماز میں سہو ہوا اور اخیر نماز میں سجدۂ سہو کی نیت سے سلام پھیر لیا تو اگر اوسنے بعد سلام کے سجدہ نکیا تو گویا نماز سے وہ فارغ
ہو چکا اور اگر سجدہ کیا تو وہ نماز میں ہے تو اگر اوسنے سلام کیا اور کسینے اوسکے ساتھ اقتدا کی پھر اوسنے سجدۂ سہو کیا اقتدا
اوسکی صحیح ہو جاویگی اور اگر نکیا تو اقتدا اوسکی باطل ہو جاویگی اور اگر سلام کیا اور قہقہہ کیا اور پھر سجدۂ سہو کیا وضو اوسکا
باطل ہو جاویگا اور اگر سجدہ نکیا تو باقی رہیگا اور اگر سلام پھیرا اور وہ مسافر تھا اوسنے نیت اقامت کی کی پھر سجدۂ سہو
کیا تو اب چار رکعتیں اوسپر فرض ہو جاویگی اور اگر سجدہ نکیا تو فرض نہوگی اور اگر نماز میں سہو ہوا اور اوسنے تمام کرنیکی
نیت سے سلام پھیرا تو نیت اوسکی باطل ہوگی اور سجدۂ سہو کرنا اوسکو لازم ہوگا اور اگر نماز میں شک ہوا کہ کتنی رکعتیں
پڑھی ہیں اگر پہلی مرتبہ شک ہوا ہے اور کبھی نہیں ہوا تھا تو نماز شروع سے پڑھے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم میں سے سو نہ جانے کہ کتنی رکعتیں پڑھیں تو چاہیے کہ دہراوے نماز کو اور یہ
حدیث ہدایہ میں ہے اور مجکو نہیں ملی کہا شیخ ابن الہمام نے وَهُوَ غَرِيبٌ **ص** اور اگر اکثر شک ہوتا ہے تو سوچے جو ذہن
پر غالب ہو اوسپر عمل کرے **ف** کیونکہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد اور بخاری و مسلم اور نسائی نے بھی ابن مسعود
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شک کرے کوئی تم میں سے اپنی نماز میں سو چاہیے کہ تلاش کرے
صواب کو اور بنا کرے اوسپر پھر سجدے کرے دو سجدے اور روایت کی سوا بخاری کے ابو داؤد و ترمذی مالک وغیرہم نے
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شک کرے کوئی تم میں سے اپنی نماز میں اور
نہ جانے کہ تین پڑھیں یا چار پڑھیں تو چاہیے کہ دفع کرے شک کو اور بنا کرے یقین پر پھر دو سجدے کرے قبل سلام کے
تو اگر پڑھ لیگا پانچ رکعتیں شفاعت کریگی اوسکی نماز اور اگر پوری چار پڑھیں تو ذلت ہوگی واسطے شیطان مردود کے
اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے بھی **ص** اور اگر سوچنے میں کچھ نہ معلوم ہو تو کم کو اختیار کرے اور جسکو اخیر نماز کا
خیال کرے اوسی جگہ بیٹھ جاوے **ف** تو اگر اوسنے شک کیا کہ تین رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھی ہیں اور کچھ اوسکے ذہن کو
معلوم نہوئے تو تین رکعت کو لیوے لیکن بیٹھ کے پھر چوتھی رکعت پڑھے **ف** تاکہ قعدۂ اخیرہ ترک نہو جاوے اور مروی
ہے عبد الرحمن بن عوف سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سہو کرے کوئی تم میں سے نماز میں سو نہ جانے کہ ایک پڑھی
یا دو پڑھیں تو بنا کرے ایک پر اور اگر نہ جانے کہ دو پڑھیں یا تین پڑھیں تو بنا کرے دو پر اور اگر نہ جانے کہ تین پڑھیں یا چار
پڑھیں تو بنا کرے تین پر اور سجدہ کرے دو سجدے قبل سلام کے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے بھی

باب نماز مریض کے بیان میں

اگر کوئی شخص بیمار ہو ... [illegible] ... سکے تو بیٹھ کے نماز پڑھے

اور سجدہ اور رکوع کرے اور اگر سجدے اور رکوع پر بھی قادر نہ ہو تو بیٹھ کر اشارہ کرے اور سجدے میں رکوع سے
زیادہ جھکے اور کوئی اونچی چیز سجدے کے واسطے نہ رکھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو تو چت لیٹے اور پیر قبلے کی طرف کرے
اور اشارے سے نماز پڑھے یا کروٹ پر لیٹے اور منہ قبلے کی طرف کرے اور چت لیٹنا بہتر ہے اور اگر اشارہ
بھی متعذر ہو تو نماز کی تاخیر کرے اور آنکھ اور پلک اور دل سے اشارہ نہ کرے ف روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے عمران
بن حصین سے کہا کہ تھی مجھ کو بواسیر پوچھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کو کہا کہ پڑھ کھڑے ہو کے اور اگر نہ قدرت
ہو تو بیٹھ کے اور اگر نہ قدرت ہو تو پہلو پر زیادہ کیا نسائی نے اور اگر نہ قدرت رکھے تو چت لیٹ کے نہیں تکلیف دیتا
ہے اللہ کسی کو مگر موافق طاقت اوسکی کے اور نہیں ذکر کیا اشارے کا لیکن جب لیٹ کے پڑھے گا تو لامحالہ اشارے
سے پڑھیگا اور کوئی اونچی چیز واسطے سجدے کے نہ رکھے کیونکہ ہدایہ میں حدیث ہے اگر قدرت رکھے تو کہ سجدہ کرے
زمین پر تو سجدہ کر اور نہیں تو اشارہ کر اپنے سر سے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی لیکن روایت کی بزار نے
مسند میں اور بیہقی نے معرفت میں جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کی ایک مریض کی سو دیکھا اوسکو
کہ سجدہ کرتا ہے تکیے پر سو پھینک دیا آپ نے تکیہ اوس مریض نے لی ایک لکڑی کہ سجدہ کرے اوسپر حضرت نے اوسکو
بھی پھینک دیا اور کہا کہ اگر قدرت رکھتا ہے تو زمین پر پڑھ اور نہیں تو اشارے سے پڑھ اور کر سجدے کو زیادہ جھکا کے
رکوع سے کہا بزار نے نہیں جانتے ہیں ہم کسی نے روایت کیا ہو اوسکو ثوری سے مگر ابوبکر حنفی نے اور متابعت کی ہے
عبدالوہاب نے عطا نے ثوری سے انتہی لیکن ابوبکر ثقہ ہے کہا شیخ ابن الہمام نے اور میں کہتا ہوں کہ اس باب میں
آثار صحیحہ مروی ہوئے ہیں روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابن عمر سے کہ عیادت کی انہوں نے صفوان کی اور پایا اوسکو کہ سجدہ کرتا
ہے تکیے پر سو منع کیا اوسکو اور کہا کہ اشارے سے پڑھ اور روایت کی مسروق سے کہا کہ داخل ہوئے عبداللہ اپنے بھائی
کو دیکھا اوسکو کہ نماز پڑھتے ہیں لکڑی پر سو چھین لی اوس سے اور دور کیا اوسکو اور کہا کہ اشارہ کر جہاں تک تیرا سر
پہنچے اور روایت کی جبلہ بن سحیم سے کہا کہ پوچھا میں نے ابن عمر سے نماز مریض سے اوپر لکڑی کے کہا کہ نہیں حکم کرتا ہوں
تمکو ساتھ عبادت شیطان کے بلکہ اگر استطاعت رکھو تو پڑھو کھڑے ہو کے ورنہ بیٹھ کے ورنہ کروٹ لیکے اور روایت کی
عروہ سے کہا انہوں نے کہ مریض اشارہ کرے اور نہ اوٹھا دے اپنے منہ کی طرف کسی چیز کو اور کہا ابن ابی شیبہ نے کہ
اس میں روایت ہے ابوسعید سے اور گئے طرف اوسکے تابعین ابراہیم اور سعید بن المسیب اور حسن اور شریح اور ابن سیرین
اور عامر اور عطا اور طاؤس اور مسروق اور روایت کی دارقطنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نماز پڑھے
بیمار کھڑا ہو کے تو اگر قدرت نہ رکھے پڑھے چت اور دونوں پیر کرے طرف قبلے کے اور یہ حدیث ضعیف ہے ساتھ
حسن بن حسین عرنی کے ص اگر رکوع اور سجدہ نہ کر سکے اور بیٹھ سکتا اور کھڑا ہو سکتا ہو بیٹھ کے اشارے سے پڑھے
اور یہ کھڑے ہو کے اشارہ کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص نماز اشارے سے پڑھتا ہو اور وہ شخص نماز کے اندر اچھا ہو گیا
نماز پھر سر سے پڑھے اور جو بیٹھنے والا کہ رکوع اور سجدہ کرتا تھا نماز میں کھڑے ہونے پر قادر ہو گیا باقی نماز کو کھڑے
ہو کے پڑھے اور سر سے نہ لوٹا دے اور جو کشتی جاری ہو اور نہیں عذر ہو تو بیٹھ کے نماز پڑھنا درست ہے اور جو بندھی ہو

تو درست نہیں اگر کوئی ایک دن رات تمام دیوانہ یا بیہوش رہا واجب ہے کہ نمازون کو اوس دن کی قضا کرے اور اگر اگر کچھ اس سے زیادہ بیہوشی رہی یا جنون رہا تو قضا کرے امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک اگر پانچ وقتون تک یہ حالت رہی تو قضا لازم آویگی اور جو چھ وقت نماز تک یا زیادہ تک رہی تو قضا ساقط ہوگی **ف** اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ قیاس یہ ہے کہ جب کسی نماز کا وقت گذر جاوے بیہوشی مین تو وہ نماز اوس سے ساقط ہوتی ہو لیکن پانچ نمازون تک قضا کرنا باستحسان ہے اور یہی مذہب ہے مالک اور شافعی کا اور دلیل وہ ہے جو روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تحقیق کہ پوچھا انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوس شخص کو جو بیہوش ہو جاوے اور ترک کرے نماز کو کہا کہ نہیں ہے اون نمازون کی قضا مگر اوس نماز کی جسکا وقت باقی ہو اور اوسمین ہوشیار ہوا ہو اور یہ حدیث نہایت ضعیف ہے اسناد میں اوسکی حکم بن عبداللہ بن سعد ایلی ہے کہا احمد نے کہ حدیثین اوسکی موضوع ہین اور کہا ابن معین نے نہین ہے ثقہ اور نسبت ہے امون اور کاذب کہا اوسکو ابو حاتم وغیرہ نے اور کہا بخاری نے ترک کر دی گئی ہے حدیث اوسکی اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی محمد بن حسن نے عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ فِی الَّذِیْ یُغْمٰی عَلَیْہِ یَوْمًا وَلَیْلَۃً قَالَ یَقْضِیْ یعنی کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جو شخص بیہوش ہو جاوے ایک دن رات قضا کرے اور روایت کی عبدالرزاق نے نافع سے کہ بیہوش رہے ابن عمر ایک مہینے سو نہ قضا کی اوسکی جو فوت ہوا اور روایت کی ابراہیم بن حربی نے آخر کتاب غریب الحدیث کے ثنا احمد بن یونس ثنا زائدۃ عن عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ یَوْمًا وَلَیْلَۃً فَاَفَاقَ وَلَمْ یَقْضِ مَا فَاتَہٗ یعنی بیہوش رہے ابن عمر ایک دن اور ایک رات اور نہ قضا کی اوسکی جو فوت ہوا واللہ اعلم

ص باب سجدۂ تلاوت کے بیان مین

سجدۂ تلاوت کا ایک سجدہ ہے سب نماز کی شرطون سے دو تکبیرون کے بیچ مین بغیر اٹھانے ہاتھون کے اور تشہد اور سلام کے اور سجدۂ تلاوت مین جو نماز کے سجدے مین پڑھتا ہے پڑھے اور چودہ آیتون مین ہے جو ایک آیت پڑھے سجدہ واجب ہوتا ہے پہلی آیت سورۂ اعراف کے اخیر کی دوسری سورۂ رعد کی تیسری سورۂ نحل کی چوتھی بنی اسرائیل کی پانچوین مریم کی چھٹی پہلی آیت سجدے کی سورۂ حج سے اور امام شافعی کے نزدیک دوسری آیت سجدہ یعنی وَارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا مین بھی سجدہ کرے **ف** اور ہمارے نزدیک واسطے سجدہ اوس جگہ نکرے کہ وہ سجدۂ نماز کا ہے ذکر کیا ہے اسکو تفصیل سے شیخ ابن الہمام نے اور امام شافعی جو دلیل لاتے ہین حدیث عقبہ بن عامر کی کہ کہا مین نے اے رسول اللہ کیا فضیلت دی گئی سورت حج کی اس سبب سے کہ اوسمین دو سجدے ہین فرمایا کہ ہان اور جو ادا دونون سجدون کو نکرے تو اوس سورت کو بھی نہ پڑھے کہا ترمذی نے نہین ہے اسناد اوسکی قوی اور یہ اس سبب سے کہ اسناد مین اوسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے تفضیل دی گئی سورت حج کی بسبب دو سجدون کے کہا ابو داؤد نے یہ حدیث مسند کی گئی ہے اور صحیح نہین ہے اور اخراج کیا حاکم نے اس حدیث ترمذی کو اور کہا کہ عبداللہ بن لہیعہ اامون مین سے ہے لیکن اخیر عمر مین اوسکو اختلاط ہو گیا تھا اور مین کہتا ہون کہ اگر یہ قول مسلم بھی

ہووے تو صحت حدیث کی جب ہوگی کہ اس حدیث کے راوی نے قبل حالت اختلاط کے عبد اللہ سے سنا ہو ورنہ
حدیث ضعیف ہر صورت ہے اور اس باب میں ایک اور حدیث ہے کہ روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے
ابن منین سے انھوں نے عمرو بن العاص سے کہا کہ پڑھائے مجھکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سجدے قرآن میں
اونمیں سے تین مفصل میں ہیں اور سورۂ حج میں دو سجدے ہیں اور یہ بھی حدیث ضعیف ہے کہا عبد الحق نے ابن منین میں
حجت ہی ساتھ اوسکے اور کہا ابن القطان نے وہ مجہول ہے اور نہیں پہچانا جاتا حال اوسکا ص ساتویں فرقان میں آٹھویں
نمل میں نویں سورۂ سجدہ میں دسویں ص میں ف اور امام شافعی کے نزدیک ص میں سجدہ نہیں اور دلیل اونکی یہ
حدیث ہے جو روایت کی ابوداؤد نے کہ خطبہ پڑھا ہمپر ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پڑھی سورۂ ص اور جب آیا سجدہ اوترے
اور سجدہ کیا اور کیا ہمنے بھی ساتھ آپکے اور پھر ایک اور بار آپنے پڑھا ص کو تو جب مستعد ہوئے ہم واسطے سجدے کے
اور دیکھا آپنے ہمکو فرمایا کہ یہ توبہ ایک نبی کی ہے اور لیکن میں نے تمکو مستعد سجدے کے لیے پایا اور پھر اوترے آپ اور سجدہ کیا
تو اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ ص کا واجب نہیں اور دوسرے یہ کہ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے
ابن عباس سے کہ کہا انھوں نے نہیں سجدہ ص کا واجبات سجدہ و نمیں سے اور دیکھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
سجدہ کرتے تھے ص میں اور فرماتے تھے سجدہ کیا اوسکا داؤد علیہ السلام نے توبہ کی نیت سے اور ہم سجدہ کرتے ہیں واسطے
شکر کے اور جواب اسکا یہ ہے کہ اس حدیث سے عدم وجوب ثابت نہیں ہوتا اور ہونا سجدے کا شکر کے لیے منافی وجوب کے
نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ آپنے سبب سجدہ کرنے کا حق داؤد علیہ السلام میں اور ہمارے حق میں جدا جدا ارشاد فرمایا جیسا کہ
عاقل پر پوشیدہ نہیں رہیگا اور کہا امام حافظ ابو محمد عبد اللہ بن یعقوب بن الحارث تخریج کرنے والے مسند ابو حنیفہ کے اپنی
سند سے عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِیَاضٍ الْاَشْعَرِیِّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ
سَلَّمَ سَجَدَ فِیْ صٓ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا ص میں اور یہ دلیل ہماری ہے اور روایت کی امام احمد نے
بکر بن عبد اللہ مزنی سے انھوں نے ابو سعید سے ایک حدیث اور آخر اوسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سجدہ
کرتے تھے ص میں نقل کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے ص گیارھویں حم سجدہ میں بارھویں والنجم میں تیرھویں انشقت
میں چودھویں اقرأ میں اور امام شافعی کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں مگر ص میں اونکے نزدیک سجدہ نہیں اور حج
میں دو سجدے ہیں اونکے نزدیک اور حم سجدہ میں شافعی کے نزدیک جب اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ پڑھے تب
سجدہ کرے اور ہمارے نزدیک جب وَھُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ پڑھے تب سجدہ کرے اور جاننا چاہیے کہ تقدیم سجدہ کی
جائز نہیں اور تاخیر جائز ہے تو احتیاط اسمیں ہے کہ وَھُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ پر سجدہ کرے ف کہا ہے انھوں نے کہ دلیل
ہماری قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اور وہ قول ہمکو نہیں ملا اور کہا شیخ ابن الہمام نے وَاِنَّ ذٰلِکَ قَوْلُ عُمَرَ
غَرِیْبٌ یعنی یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غریب ہے لیکن اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ
وہ سجدہ کرتے تھے حم سجدہ میں نزدیک قول اللہ تعالیٰ لَا یَسْئَمُوْنَ کے اور زیادہ کیا ایک روایت میں کہ
انھوں نے دیکھا ایک شخص کو کہ سجدہ کرتا ہے نزدیک اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ کے سو کہا آپنے جلدی کی تونے ص

اور اگر کوئی شخص آیت سجدے کی سنے تو سجدہ کرے اگرچہ قصداً اوسکا سننے کا نہو کیونکہ ہدایے میں ہے کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ اوسپر ہے جو سنے آیت سجدہ کو اور جو پڑھے اوسکو اور کہا شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ نے حدیث
السَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَهَا غریب ہے یعنی یہ حدیث جو صاحب ہدایہ نے بیان کی مرفوع ہونا اوسکا غریب ہے اور اخراج کیا
ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن عمرؓ سے کہ سجدہ اوسپر ہے جسنے سنا اوسکو اور بخاری میں ہے تعلیقاً کہا عثمانؓ نے کہ سجدہ
اوسپر ہے جو سنے اوسکو اور اس حدیث کو اخراج کیا عبد الرزاق نے أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ
عُثْمَانَ مَرَّ بِقَاصٍّ فَقَرَأَ سَجْدَةً لِيَسْجُدَ مَعَهُ عُثْمَانُ فَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّمَا السُّجُودُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ ثُمَّ مَضٰى وَلَمْ يَسْجُدْ
یعنی گذرے حضرت عثمانؓ ایک قصہ خوان پر سو پڑھی اوسنے آیت سجدے کی تاکہ سجدہ کریں حضرت عثمانؓ ساتھ اوسکے سو
فرمایا حضرت عثمانؓ نے کہ سجدہ اوسپر ہے جو قصداً سنے پھر چلے گئے اور سجدہ نکیا واللہ اعلم ص اور اگر امام آیت سجدے کی پڑھے
مقتدی بھی اوسکے ساتھ سجدہ کرے اگرچہ اوسنے نسنا ہو اور اگر مقتدی نے پڑھی امام اور مقتدی نہ اندر نماز کے اور
نہ باہر نماز کے کبھی سجدہ نکریں اور جو کوئی نماز میں نتھا اوسنے اگر سنا تو وہ سجدہ کرے اور اگر مصلی نے آیت سجدے کی اوس سے
سنی جو اوسکے ساتھ نماز میں شریک نہیں سجدہ کرے بعد نماز کے اور جو سجدہ نماز کے اندر کرے تو بعد نماز کے پھر کرے
اور نماز کو نہ لوٹاوے اور اگر کسی نے باہر نماز کے امام سے آیت سجدے کی سنی اور اوسنے اقتدا کی یا اوسی رکعت میں امام کے
ساتھ ملا بعد نماز کے سجدہ کرے اور نماز کے اندر کرے اور اگر اوسی رکعت میں قبل سجدے کے ملا امام کے ساتھ سجدہ کرے
اور اگر بعد سجدے کے ملا سجدہ نکرے اور جو سجدہ کہ نماز میں واجب ہوا ہو اور محل اوسکا نماز ہی ہو باہر نماز کے اوسکو قضا
کریگا اور اگر کسی نے آیت سجدہ باہر نماز کے پڑھی اور قبل سجدہ کرنیکے نماز پڑھنے میں مشغول ہوا اور نماز میں پھر اوسی آیت
کو پڑھا ایک ہی سجدہ اوسکو کافی ہے اور اگر آیت پڑھی اور سجدہ کر لیا اور پھر نماز میں اوسی آیت کو پڑھا تو پھر سجدہ کرے
اور اگر ایک مجلس میں آیت سجدہ کو کئی بار پڑھا ایک سجدہ کافی ہے خواہ سب بار پڑھکے اخیر میں سجدہ کیا یا ایکبار پڑھکے
سجدہ کیا اور پھر پڑھا کیا اور اگر ایک رکعت میں کئی بار پڑھا ایک ہی سجدہ لازم ہے خواہ سب کے بعد ایک ہی سجدہ کرے
یا ایک بار پڑھکے سجدہ کرے اور پھر کئی بار پڑھے اور اگر ایک رکعت میں آیت سجدہ کو پڑھا اور پھر دوسری رکعت میں بھی
اوسی آیت کو پڑھا امام ابی یوسف کے نزدیک ایک سجدہ لازم آویگا اور امام محمد کے نزدیک دو سجدے اور اگر آیت
سجدہ کو بدل دیا یا مجلس کو تو ایک سجدہ کافی نہوگا مثلاً ایک مجلس میں دو آیتیں سجدے کی پڑھیں یا دو مجلس میں
ایک آیت اور جولاہا جو تانا تنتا ہے تو آنے جانے میں مجلس اوسکی بدل جاتی ہے اور درخت پر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر
چلا جاوے تو بھی مجلس بدل جاویگی اور اگر ایک شخص نے ایک مجلس میں کئی بار آیت سجدہ کو پڑھا اور سننے والے کی مجلسیں
بدل گئیں تو سننے والے پر کئی سجدے واجب ہونگے اور اگر پڑھنے والے کی مجلسیں بدلیں لیکن سننے والے کی ایک ہی مجلس
رہی تو اوسپر ایک سجدہ لازم آویگا اور ایک کام سے دوسرے کام کے شروع کرنے میں مجلس بدل جاویگی اور اسیطرح
ایک مکان سے دوسرے مکان میں اور کونے گھر اور مسجد کے حکم میں ایک مکان کے ہیں اور ایک درخت کی شاخیں کئی مکان
ہیں ظاہر روایت میں اور نوادر کی روایت میں ایک مکان اور اگر بیٹھے سے اوٹھ کھڑا ہو مجلس نہ بدلے گی اور اگر کسی عورت کو

قاری کو اختیار دیا اور وہ بیٹھے سے کھڑی ہو گئی اوس جگہ سے مجلس اوٹھ گئی اور اگر کسی نے ساری سورت پڑھی اور آیت سجدے کی نہ پڑھی تو مکروہ ہے اور اگر آیت سجدہ کو پڑھے اور باقی سورت چھوڑ دے تو مکروہ نہیں اور بہتر یہ ہے کہ ایک دو آیت کے ساتھ ملا دے اور آہستہ پڑھنا مستحب ہے اگر کوئی نہ سنے اور اوسکو سجدہ لازم آوے اور غلبہ ہو اوس وقت سجدہ کرے

باب مسافر کی نماز کے بیان مین

جو شخص کہ تین دن اور تین رات کی راہ اوسط چال سے ارادہ کرے اور شہر کے گرد سے نکل جاوے تو وہ مسافر ہے اور اوسط چال خشکی میں اونٹ کی اور پیادہ کی ہے اور دریا میں جب ہوا موافق ہو اور پہاڑ میں جو کچھ کہ پہاڑ کے لائق ہو
ف اور تین دن تین رات ہمارے نزدیک مدت قصر کی ہے کیونکہ یہ بھی ایک سفر کی رخصتوں میں سے ہے جیسے موزے کا تین دن تین رات مسافر کے واسطے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کرے مقیم ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات اور یہی حدیث ہماری حجت ہے اور امام شافعی کے نزدیک مدت قصر کی ایک دن اور ایک رات ہے اور تخریج کیا ابن ابی شیبہ نے عطاء بن ابی رباح سے کہ کہا میں نے ابن عباس سے کیا قصر کروں میں عرفات تک کہا کہ نہیں اور قصر کر مزدلفہ تک کہا کہ قصر کروں میں طائف تک اور عسفان تک کہا کہ ہاں اور یہ اڑتالیس میل تھا اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اور دوسری روایت میں ہے عمرو سے کہ خبر دی مجھکو عطاء نے ابن عباس سے کہا کہ قصر کر عرفہ سے بطن نخلہ تک اور قصر کر طرف عسفان اور طائف اور جدہ کے آخر حدیث تک اور دلیل امام شافعی کی کوئی مجھکو نہیں ملی اور روایت ہے انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نکلتے تھے تین میل قصر کرتے تھے اور تفصیل اسکی فتح القدیر میں ہے
ص مسافر کے واسطے اگرچہ سفر سے اوسکو گناہ کا قصد ہو جب تک اپنے شہر میں داخل ہووے یا آدھے مہینے کے رہنے کی نیت نکرے کسی شہر میں یا گانوں میں تب تک اوسکے واسطے رخصت ہے یعنی اجازت ہے کہ چار رکعتی نماز کو قصر کرے پھر اگر مدت کی مسافر نے آدھے مہینے سے کم رہنے کی یا مدت اقامت کی یعنی آدھے مہینے کے رہنے کی دو جگہ میں یا کسی شہر میں داخل ہوا اگر اوس ارادہ پر کہ وہاں کل یا پرسوں چلا جاوے گا اور اسمیں اوسکو دیر ہو گئی تو ان صورتوں میں قصر کرے ف اگرچہ ایک سال یا زیادہ اسیطرح سے گذر جاوے کہ آج جاؤنگا یا کل جاؤنگا اور نیت پندرہ دن رہنے کی کرے اور پندرہ دن مدت اقامت کے ہیں اور قیاس کیا اوسکو فقہانے طہر پر کہ اوسکی بھی اقل مدت پندرہ دن ہیں اور یہی ماثور ہے ابن عباس اور ابن عمر سے روایت کیا ان دونوں سے طحاوی نے کہا انہوں نے
اِذَا قَدِمْتَ بَلْدَةً وَأَنْتَ مُسَافِرٌ وَفِي نَفْسِكَ أَنْ تُقِيمَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً فَأَكْمِلِ الصَّلٰوةَ بِهَا وَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِي مَتٰى تَظْعَنُ فَاقْصُرْهَا یعنی جب آوے تو کسی شہر میں اور تو مسافر ہو اور نیت کرے پندرہ دن رہنے کی تو پورا کر نماز کو اور اگر نہیں جانتا ہے تو کب جاویگا وہاں سے تو قصر کر نماز کو اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے کہ ابن عمر جب اجماع کرتے اوپر اقامت پندرہ دن کے تمام کرتے تھے نماز کو اور کہا امام محمد نے کتاب الآثار میں
ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ ثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ إِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰى إِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَأَتِمَّ الصَّلٰوةَ وَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِي مَتٰى تَظْعَنُ فَاقْصُرْ اور یہی ہے

وہی ہین جو اوپر گذرے تمام ہوا مضمون فتح القدیر کا مترجم کہتا ہے کہ اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیب سے کہا کہ
جب جمع کرے مسافر کوئی شخص پندرہ دن کی اقامت پر تمام کرے نماز کو اور سعید بن جبیر نے کہا کہ جب اقامت کرے
تو پندرہ دن پر تمام کرے نماز کو اور کہا سفیان نے جب ارادہ کرے کوئی شخص کسی مقام پر پندرہ دن رہنے کا تو نماز
کو تمام کرے جیسے کہ ارادہ کرے اور جب نجانے کہ کب نکلیگا پڑھے دو رکعتین اگرچہ گذر جاوے ایک سال اور یہی
قول ہے اونکا یہ عبارت مصنف ابن ابی شیبہ کی ہے **ص** اگر لشکر اسلام دار الحرب مین داخل ہووے یا دار الحرب کے
قلعے کو گھیر لیوے یا باغیون کے تئین دار الاسلام مین شہر کے باہر گھیر لیا تو ان سب صورتون مین اگرچہ دس اقامت
کی مدت کی نیت کرینگے مگر مقیم نہونگے نماز کو قصر کرینگے اسواسطے کہ وہ مقیم نہین ہوتے ہین اقامت کی نیت کرنے سے مگر بجائے
لوگ اپنے خیمون مین اگر آدھے مہینے کی اقامت کی نیت کرینگے تو وہ مقیم ہوجاوینگے اسواسطے کہ نیت اقامت اونکی
باہر شہر کے درست ہے اور جو بنجارے وغیرہ نہین اونکی نیت اقامت کی جنگل مین صحیح نہین ہے اور اگر مسافر نے چار رکعتین
پوری پڑھین اور پہلے قعدے مین بیٹھا تو فرض اوسکا تمام ہوا مگر گنہگار رہا سلام کی تاخیر کرنے کے سبب سے اور اللہ تعالیٰ
کا صدقہ قبول کرنے سے اور دو رکعتین جو زیادہ اوسنے پڑھی ہین وہ نفل ہوجاوینگی اور اگر پہلا قعدہ نہین کیا تو نماز اوسکی
باطل ہوجاویگی کیونکہ مسافر پر پہلا قعدہ فرض ہے اور اگر مقیم نے امامت کی مسافر کی نماز چہارگانی کے وقت مین تو
مسافر چار رکعت ادا کرے اور وقت کے بعد مقیم مسافر کی امامت نکرے کیونکہ وقت مین امام مقیم کی تابعداری سے مسافر پر بھی چار
رکعت فرض ہوجاتی ہین اور وقت کے بعد مسافر کا فرض ہرگز نہین بدلتا ہے اور اگر مسافر امام ہووے اور
مقیم مقتدی تو مسافر قصر کرے اور مقیم پوری کرے اور مستحب ہے کہ مسافر کہدیوے کہ تم لوگ اپنی نماز پوری پڑھو
اور مین تو مسافر ہون **ف** ایک بار حضرت امام ابی یوسف نے حج کو ہارون رشید بادشاہ کے ساتھ تشریف لیگئے تو
نماز پڑھی آپنے رشید کے ساتھ دو رکعتین یعنی قصر کیا اور سلام پھیر کے یہ کہا کہ تمام کرلو نماز اپنی اے اہل مکہ کہ ہم مسافر
ہین تو کہا ایک شخص نے اونمین سے کہ مین زیادہ ہون تجسے فقہ میں اور ہمکو زیادہ ہون تجسے کہا امام صاحب نے کہ اگر تو
فقیہ ہوتا نہ کلام کرتا تو نماز مین ایسا ہی معراجیہ مین **ص** اور اگر ایک شخص نے اپنے وطن اصلی کو چھوڑ کے دوسری جگہ وطن
اصلی بنایا تو پہلا وطن اصلی باطل ہوجاویگا اور ان دونون وطن کے درمیان مین مدت سفر کی ہووے خواہ نہووے یہانتک
کہ اگر وہ اوس پہلے وطن اصلی مین داخل ہوا تو بغیر اقامت کی نیت کے مقیم نہوگا مگر وطن اصلی سفر کرنے سے نہین باطل
ہوتا ہے یہانتک کہ اگر مسافر وطن اصلی مین داخل ہوا تو فی الفور داخل ہوتے ہی مقیم ہوجاویگا اور لیکن وطن اقامت کا یعنی
جس مقام مین پندرہ روز رہنے کی نیت کی ہے وہ باطل ہوتا ہے دوسری جگہ کے وطن اقامت سے مثلاً ایک شخص کا وطن
اقامت کسی جگہ پر تھا پھر اوسنے دوسری جگہ کو وطن اقامت کیا اگرچہ ان دونون کے درمیان مدت سفر کی
نہین ہے تو اس صورت مین پہلی جگہ وطن اقامت نرہیگی یہانتک کہ اگر وطن اقامت مین پھر داخل ہوا تو
بغیر نیت اقامت کے مقیم نہوگا اور اسیطرح سے اگر وطن اقامت سے سفر کرے یا اپنے وطن اصلی کی طرف جاوے تو وطن
اقامت باقی نرہیگا اور وطن اصلی اوسکو کہتے ہین جو اوسکا اصل مسکن ہووے اور سفر اور حضر دونون قضا نماز ونکو نہین بدلتے

میں تو اگر سفر کی قضا نماز کو حضر میں قضا کرے تو قصر کرے اور اگر حضر کی نماز کو سفر میں پڑھے تو قصر کرے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اوقات

باب جمعے کی نماز کے بیان میں

جمعے کے فرض ہونے کے واسطے چند امور شرط ہیں ایک تو شہر میں مقیم ہونا مسافر پر جمعہ واجب نہیں دوسرے تندرست ہونا بیمار پر
جمعہ واجب نہیں تیسرے آزاد ہونا غلام پر جمعہ واجب نہیں چوتھے مرد ہونا عورت پر واجب نہیں پانچویں بالغ ہونا لڑکے
پر واجب نہیں چھٹے عاقل ہونا دیوانے پر واجب نہیں ساتویں آنکھ کا سلامت ہونا اندھے پر واجب نہیں آٹھویں پاؤں کا
سلامت ہونا لنگڑے پر جمعہ واجب نہیں اور اگر وہ شخص جس پر جمعہ واجب نہیں حاضر ہووے اور جمعہ ادا کرے تو درست ہے ظہر کا فرض
اوسکا ادا ہو جاویگا اور جمعے کے ادا کے واسطے بھی شرطیں ہیں پہلی یہ کہ شہر ہووے خواہ شہر کا کنارہ **ف** جاننا چاہیے
کہ جمعہ فرض ہے منکر اوسکا کافر ہے ساتھ کتاب اور سنت اور اجماع کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ
يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ یعنی جب پکارا جاوے نماز کے واسطے دن جمعے کے تو دوڑو واسطے ذکر خدا کے
کے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً عَبْدٌ مَمْلُوْكٌ
اَوِ امْرَأَةٌ اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَرِیْضٌ یعنی جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت سے مگر چار شخص پر غلام اور عورت اور لڑکے
اور بیمار پر روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے طارق بن شہاب سے اور کہا محدثین نے کہ طارق بن شہاب نے فقط آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور روایت نہیں سنی اور یہ قول کچھ اسکی صحت کا قادح نہیں کیونکہ صحابی ہونے میں فقط دیکھنا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا شرط ہے اور نہ روایت کرنا کیونکہ ثابت یہ ہے کہ حدیث مرسل ہوگی اور مرسل خصوصاً صحابی کی
تو حجت ہے کہا نووی نے حدیث اوپر شرط شیخین کے ہے اور اسی طرح کیا بیہقی نے طریق بخاری سے تمیم داری سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ واجب ہے مگر اوپر لڑکے اور غلام اور مسافر کے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے حاکم بن
عمرو سے اور اوسمیں زیادہ کیا عورت اور مریض کو اور مروی ہے ابو الجعد ضمری سے اور تھی اونکو صحبت کہ فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے جسنے چھوڑے تین جمعے سستی سے مہر کر دیگا اللہ اوسکے دل پر روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور
ترمذی اور نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جسنے چھوڑے تین جمعے برابر لکھا جاویگا منافقین سے روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم کبیر میں حدیث ابن عباس سے
اور وہ ضعیف ہے لیکن اوسکے واسطے بہت شواہد ہیں تو نصرت کرینگی تضعیف جابر کی اور غسل دن جمعے کے سنت ہے
اور گذرا بیان اوسکا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ پوچھے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دن جمعے سے کہا کہ
غسل دن جمعے اور عیدین اور دن عرفے کے سنت ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے محمد بن کعب قرظی سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ پر اور پچھلے دن پر تو اوسپر نماز جمعہ ہے دن جمعے کے مگر عورت
اور لڑکے اور غلام اور مریض پر اور فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ نہیں جمعہ ہے اور نہ تشریق اور نہ عید فطر اور
اضحیٰ مگر شہر جامع میں اور مثل اوسکے مروی ہے حذیفہ سے اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور صحیح کیا
اوسکو ابن حزم نے اور اسناد اوسکی یہ ہے حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ انتہی اور یہ اسناد صحیح ہے اور جو روایت کیا ہے ابن عباسؓ نے کہ اول جمعہ جو پڑھا بعد جمعے کے مسجد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں تھا ایک قریے میں یعنی گانو میں کچھ اسکے مخالف نہیں کیونکہ قریے کا اطلاق عرب کے عرف میں شہر پر ہوتا ہے
اور شایع ہے اسکا کلام اللہ تعالیٰ کا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اور اس جگہ قریتین سے مراد مکہ اور
طائف ہے اور نہیں شک ہے اس بات میں کہ شہر ہے اور ہمارے بیچ اس حدیث کو رفع کیا ہے لیکن مرفوع نہیں پائی گئی وَاللّٰهُ
اَعْلَمُ ص اور شہر کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شہر وہ جگہ ہے کہ جس جا پر امیر اور قاضی ہووے کہ شرع کا حکم جاری
کرے اور حدون کو قائم کرے اور بعضوں کے نزدیک شہر وہ جگہ ہے کہ جس وقت وہاں کے لوگ جمع ہووین تو اس جگہ کی
بڑی مسجد میں نہ سما دین اور صاحب وقایہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور شہر کا کنارہ وہ ہے جو مقام شہر کے متصل ہووے اور
شہر کے فائدے کے واسطے مقرر ہو مثلاً گھوڑا دوڑانے کے واسطے یا لشکر اترنے کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کے لیے یا نماز
جنازہ پڑھنے کے واسطے یا اسیطرح اور کاموں کے لیے مقرر ہو اور جمعے کا پڑھنا حج کے موسم میں منا میں خلیفہ کے
واسطے اور امیر حجاز کے واسطے درست ہے اور امیر موسم کے واسطے اور عرفات میں درست نہیں دوسری شرط یہ ہے
کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب تیسری شرط یہ ہے کہ ظہر کا وقت ہووے ف یعنی قبل وقت ظہر اور زوال آفتاب کے جمعہ درست
نہیں کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مائل ہو جاوے آفتاب تو پڑھ ساتھ آدمیوں جمعے کو ایسا ہی ہے
میں اور یہ حدیث مروی ہوئی ہے مصعب بن عمرو سے کہ جب بھیجا انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو کہا کہ پڑھ
جمعے کو جب مائل ہو جاوے آفتاب اور صحیح بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے
جمعے کو جب مائل ہو جاتا تھا آفتاب اور روایت کی مسلم نے سلمہ بن اکوع سے کہ تھے ہم جمعہ پڑھتے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے جب زوال ہوتا تھا آفتاب کا اور لیکن روایت کی دارقطنی نے عبد اللہ بن سیدان سے کہا کہ میں حاضر ہوا ساتھ ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے جمعے میں سو تھا خطبہ انکا قبل زوال کے اور ذکر کیا گیا ایسا ہی عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے اور میں
نے دیکھا میں کسیکو کہ جب منا ہو اسکو اور یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ خطبہ قبل زوال کے تھا لیکن یہ کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے
کیونکہ اتفاق کیا محدثین نے اوپر ضعف عبد اللہ بن سیدان کے ص چوتھی شرط یہ ہے کہ نماز کے پہلے خطبہ موافق ایک
تسبیح کے وقت ظہر میں ہووے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک ذکر طویل یعنی ایک خطبہ دراز
پڑھا جاوے اور امام شافعی کے نزدیک دو خطبے ضرور ہیں کہ ہر خطبے میں حمد اور دعا اور حکم تقویٰ کا ہو اور پہلا خطبہ قرارت کے
طور پر اور دوسرا دعا کے طور پر پانچویں شرط یہ ہے کہ جماعت ہووے اور جماعت کی حد یہ ہے کہ امام کے سوا تین مرد ہوں اور اگر
امام کے سجدہ کرنے کے پہلے مقتدی بھاگ جاویں تو اس صورت میں امام ظہر شروع کرے اور اگر مقتدی چلے جاویں اور تین مرد
رہ جاویں یا امام کے سجدہ کرنے کے بعد سب بھاگ جاویں تو ان دونوں صورتوں میں امام جمعہ تمام کرے چھٹی شرط یہ ہے کہ
اذن عام ہووے یعنی تمام لوگوں کو مسجد میں جانے کا حکم ہووے اور جو شخص کہ جمعے کی سوا سب کا اور دنوں میں امامت کے لائق ہو وہ جمعے میں بھی امامت کے لائق ہے تو اگر
مسافر یا بیمار یا غلام جمعے میں امام ہووے درست ہو جاویگا اور امام زفر کے نزدیک درست نہوگا اور معذور اور قیدی کی ظہر جماعت کے ساتھ اس دن جمعے کے
شہر میں مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اگر جب تک شہر کی نماز جمعہ تمام نہ ہو جاوے اگر ادا کرے ظہر تو درست ہے اور امام محمد کے نزدیک وہ مکروہ

یا تین یا زیادہ جمعہ ایک شہر مین جائز ہے اور بڑے شہر کے دو جانب مین جن مین دریا حائل ہو اور اوسپر پل نہ ہو تو جمعہ جائز ہے نہین اوسکی
مین نماز ملک کی مشہور قول سے دو جانب کے گروہ ہونگی اور جس شخص کو عذر سے ظہر پڑھی اور جمعہ کے واسطے دوڑا
جس وقت کہ امام جمعے کی نماز مین مشغول ہوا تو ظہر اوسکی باطل ہو جاویگی جمعے کی نماز پاوے یا نہ پاوے یہ امام صاحب کا
مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک ظہر باطل ہوگی مگر جب کہ نماز جمعے کی پالیوے اور جو شخص کہ جمعے کی نماز مین تشہد مین
یا سجدہ سہو مین ملے تو وہ شخص جمعے کی نماز پوری کرے اور ظہر نہ پڑھے اور اوسنے جمعہ پایا **ف** یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور
امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدی امام کے ساتھ دوسری رکعت کا اکثر حصہ پالیوے تو جمعے کو پورا کرے
اور اگر دوسری رکعت کا اکثر نہ پاوے اور اخیر مین ملا ہو تو اوسپر ظہر پڑھنا لازم ہے اور جمعے کو اوسنے نہین پایا کیونکہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاقْضُوْا یعنی جو پاؤ تم پڑھو اور جو جاتا رہے تو اوسکو ادا
کر لو اور پوری حدیث یون ہے کہ جب قائم کی جاوے نماز تو نہ آؤ تم دوڑتے ہوئے بلکہ اپنی چال سے اور لازم ہے تم پر اطمینان
اور سکون سو جو پاؤ اوسکو پڑھو اور جو فوت ہو جاوے تمام کرو روایت کیا اسکو احمد اور ابن حبان نے اور سب محدثین نے
ایسا ہی اور جس نے اخراج کیا اس حدیث کو بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہم نے ابو ہریرہؓ سے اور ایک روایت مین
صحیح ابن حبان کی یہ لفظ بھی واقع ہے یعنی فَاقْضُوْا اور اسی طرح سے بیان کیا اوسکو صاحب ہدایہ نے کہا مسلم نے خطا کی سفیان
بن عیینہ نے اس لفظ مین اور ہم نہین جانتے ہین کسی کو کہ روایت کیا ہو اس لفظ کو زہری سے سوا سفیان کے کہا ابو داؤد نے کہا ہم سفیان بن عیینہ نے یہ لفظ اور تحقیق
ایسا ہی کر کر روایت کی امام احمد نے مسند مین عبد الرزاق سے انہون نے معمر سے انہون نے زہری سے ذکر کیا فَاقْضُوْا کا لفظ اور بیہقی کی بخاری نے اور منع کیا مسلم نے
اور زہری کو کہا فَاقْضُوْا اور سلیمان کی روایت زہری سے احمد اور مسلم اور بخاری نے حدیث لیث سے ثَنَا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ وَسَعِيْدٍ مَنْ اَدْرَکَ
الخ مانند اسکے اور بھی روایت کی ابو نعیم نے مستخرج مین ابو داؤد طیالسی سے انہون نے ابن ابی ذئب سے انہون نے زہری سے
مانند اسکے تو باطل ہو گیا اس صورت مین قول ابو داؤد کا اور تفصیل اسکی فتح القدیر مین ہے **ص** اور جب پہلی اذان ہووے
تب لوگ خرید بیچنا چھوڑ دین **ف** اور جمعے کی طرف متوجہ ہولین اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالٰی نے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ
وَذَرُوا الْبَیْعَ یعنی دوڑو طرف یاد اللہ کی اور چھوڑ دو بیع یعنی بیچنے کو **ص** اور جب خطبہ پڑھنے کو امام اوٹھے نماز اور
بات حرام ہو جاتی ہے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نکلے امام تو نہ نماز ہے نہ کلام اور رفع اسکا غریب
ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ کلام زہری کا ہے روایت کیا اسکو مالک نے موطا مین کہا کہ نکلنا امام کا منع کرتا ہے نماز کو اور کلام اوسکا
منع کرتا ہے کلام کو اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین عطاء سے کہ عبد اللہ بن عباس اور ابن عمر مکروہ رکھتے تھے
نماز اور کلام کو بعد نکلنے امام کے اور کہا ابن ابی شیبہ نے ثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ
عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ ثَعْلَبَۃَ بْنِ اَبِیْ مَالِكٍ الْقُرَظِیِّ قَالَ اَدْرَکْتُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَکَانَ الْاِمَامُ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ
تَرَکْنَا الصَّلٰوۃَ وَالْکَلَامَ یعنی پایا مینے عمر اور عثمان کو کہ جب نکلتا تھا امام دن جمعے کے ترک کرتے تھے ہم نماز اور کلام کو
اور مروی ہے حضرت علی سے مانند اسکے اور بھی روایت کی عروہ سے کہا کہ جب بیٹھے امام منبر پر تو نہین ہے نماز اور کہا
زہری نے کہ جو شخص آوے دن جمعے کے اور امام خطبہ پڑھتا ہو بیٹھے اور نماز نہ پڑھے اور تخریج کیا علماء نے ستہ نے

ص و شرح لرح لرح بوسیلہ اعتبار

ابو ہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تو نے کلام کیا اپنے صاحب سے اور امام خطبہ پڑھتا ہے سو لغو کیا تو نے اور جو
معارضہ کیا اسکا بعض لوگوں نے کہ آیا ایک شخص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ پڑھی تو نے نماز
اے فلانے کہا نہیں کہا کہ پڑھ دو رکعتیں لغو ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آیا ایک شخص مسجد میں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھڑا ہو اور پڑھ دو رکعتیں اور باز
رہے آپ خطبے سے یہانتک کہ فارغ ہوا وہ شخص نماز سے تخریج کیا اسکا دارقطنی نے اور کہا کہ اسناد کی اسکی عبید بن
محمد عبدی نے اور وہم کیا اوسمیں پھر لکھا دارقطنی نے احمد بن حنبل سے یہی حدیث مرسل اور اسمیں ہے ذکر انتظار کیا آپ نے
اسکا اور کہا کہ یہ مرسل صواب ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مرسل حجت ہے تو اوسکے مقتضی پر عمل ضرور ہے مگر اسناد اسکی زیادت
ہے جب ماقبل کے معارض نہو کیونکہ اور حدیث میں اسکا ذکر نہیں ہے نہ اسکا مخالف مذکور ہے اور زیادت ثقہ کی مقبول ہے
اور فقط زیادت اوسکی موجب غلط نہیں ورنہ نہ مقبول کیجاوے زیادت مسلم کی اس حدیث میں واللہ اعلم ص
جب تک تمام کرے خطبے کو اور جب امام منبر پر بیٹھے تب اذان کہی جاوے دوسری امام کے آگے ف اور حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فقط یہی اذان تھی روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے سائب بن یزید سے کہا کہ تھی اذان
دن جمعے کے اول اسکی جب امام بیٹھتا تھا منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور ابو بکر اور عمر کے سو جب
خلافت ہوئی عثمان رض کی زیادہ کیا دوسری اذان کو اور ابن ماجہ میں ہے کہ زیادہ کیا دوسری اذان کو ایک گھر میں
کہ نام اوسکا زوراء تھا بازار میں اور بعض روایتوں میں ہے کہ زیادہ کی حضرت عثمان نے تیسری اذان اور تیسری اذان اسوجہ سے ہے کہ
اقامت کو بھی اذان میں شمار کیا ہے جیسا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ یعنی درمیان دونوں
اذانوں کے نماز ہے یعنی ایک اذان اور ایک اقامت کے تو دفع ہو گیا اس سے وہ اعتراض جو وارد کیا اوسکو بعض لوگوں نے
کہ اذان کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے اور اوسکے بعد نماز تو سنتیں کسوقت ہوتیں کیونکہ یہ اول اذان
حضرت کے وقت میں نہ تھی اور وہ جو جواب دیا اسکا بعض لوگوں نے کہ سنتیں پڑھتے تھے بعد اذان کے تو وہ جہالت
ہے کیونکہ یہ اذان متصل ہوتی ہے خطبے سے بلا فصل اور جائز ہے یہ بات کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال کے نکلتے ہوں
اور سنتیں پڑھتے ہوں اور پھر اذان ہوکے خطبہ شروع ہوتا ہو کیونکہ اوپر ہم باب النوافل میں بیان کر چکے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد زوال آفتاب کے دو رکعتیں اور کہتے تھے کہ یہ وہ ساعت ہے کہ کھولے جاتے ہیں اوسمیں دروازے آسمان کے
تو میں چاہتا ہوں کہ چڑھے میری جانب سے اوسوقت میں کوئی عمل نیک ص اور لوگ امام کی طرف منہ کر کے
خطبہ سنیں اور امام باطہارت کھڑا ہو کے دو خطبے پڑھے اور اون دونوں کے بیچ میں ایک بار بیٹھے ف کیونکہ کہا
ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ثنا المحاربی عن حجاج عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انہ کان یخطب یوم الجمعۃ قائما ثم یقعد ثم یقوم فیخطب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تھے خطبہ پڑھتے دن جمعے کے کھڑے ہوکے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہو کے خطبہ پڑھتے تھے ص اور جب خطبہ
تمام ہو چکے تب اقامت کہی جاوے اور امام لوگوں کے ساتھ دو رکعتیں پڑھا دے ف جاننا چاہیے کہ خطبہ طول کرنا

صابت مکروہ ہو روایت کیا ابن ابی شیبہ وغیرہ نے جابر بن سمرہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کا قصر کرتے اور نماز کو بھی قصد
کرتے اور کہا حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہ قصر خطبے کا اور طول نماز کا خبر دیتا ہی تفقہ سے اوس شخص کے اور عمار سے مروی ہو کہ
کیا کہ لوگ طول کریں خطبے کو بیچ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہی اور بسند رہت بیان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طول لوگوں
کی جو طول کرتے ہیں خطبے کا اور نمازیں کمی کرتے ہیں اور یہ علامت قیامت میں سے آپنے ارشاد فرمائی اور اسیطرح یہ جو لوگوں کی عادت
ہو کہ اوس خطبوں کے بیچ میں جب امام بیٹھتا ہو تو دعا مانگتے ہیں بدعت ہو اور نہایت مکروہ ہی اور اسیطرح قبل تکبیر کے جو لوگ الصلوۃ الصلوۃ کر کے
پکارتے ہیں بدعت ہو اور بہر گز مارنا سپین اور جمعے کے دن سپیر کپڑا لینا خوشبو لگانا مستحب ہی حدیث میں جمعے کو عید فرمایا ہو فقط

ص باب عیدین کی نماز کے بیان میں

مستحب ہی کہ عید فطر کے روز نماز کے پہلے کھانا کھالے اور مسواک کرے اور غسل کرے اور خوشبو لے اور اپنا اچھا کپڑا پہنے ف
لیکن نماز کے پہلے کھانا کھانا سو ماجبکہ کھانا میٹھا ہو وے مستحب ہی کیونکہ صحیح بخاری میں ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہیں نکلتے تھے واسطے نماز عید کے یہانتک کھا لیتے تھے کچھ خرمے اور کھاتے تھے اونکو طاق اور لیکن مسواک کرنا سو واسطے کرنے
وضو اور نماز کے وقت سنت ہو اور لیکن غسل کرنا سو بیان اوسکا غسل کے باب میں گذرا اور لیکن خوشبو ملنا تو واسطے کہ یہ دن جمع
ہونے اور مجمع کا اور جب کہ جمعے میں خوشبو لگانا مستحب ہی تو عیدین میں بطریق اولی مستحب ہوگا اور اچھا کپڑا پہننے کیونکہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تھے پہنتے دن عید کے ایک جبہ صوف کا یا کسی اور کپڑے سے اور یہ حدیث ہدایہ میں ہو اور روایت کی
بیہقی نے مانند اسکے طریق شافعی سے اور اخراج کیا طبرانی نے اوسط میں تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے دن عید کے ایک حلہ
سرخ اور جوڑا ہر ہی اس سے عبارت ہو کہ جس میں ایک کپڑا ہوتا ہو اور میں چادر ہوتی ہیں سرخ اور سبز ص اور صدقہ فطر کا ادا کرے
ف اور بیان اسکا کتاب الزکوۃ میں آویگا ص اور مسجد کی طرف تکبیر آہستہ آہستہ کہتا ہوا جاوے ف خلاف جہر کے ہو
اور عید فطر میں اصل تکبیر میں کیونکہ وہ عموم ذکر خدا میں داخل ہو تو صاحبین کے نزدیک جہر کرے جیسا کہ عید قربان میں اور امام صاحب
کے نزدیک جہر کرے اور ایک روایت میں اونسے جہر کرے آور کہا امام صاحب نے کہ جہر کرنا اور آواز کا بلند کرنا ساتھ ذکر کے بدعت ہو
اور مخالف ہی اللہ تعالی اسکے قول کے وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ یعنی یاد کر اللہ
حاضر ہی سے اور حدیث میں آیا ہو لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا یعنی نہیں پکارتے ہو تم بہرے اور نہ غائب کو یعنی اللہ
تعالی سنتا جانتا موجود ہو اور روایت کی دار قطنی نے عبداللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تکبیر کہتے فطر کے
جس وقت نکلتے تھے اپنے گھر سے عیدگاہ تک اور روایت کی اسی نے ابن عمر سے کہ وہ جب جاتے تھے صبح کو دن عید فطر اور دن عید
قربان کے جہر کرتے تھے ساتھ تکبیر کے یہانتک کہ آتا تھا امام کہا بیہقی نے صحیح ہو وقف اوسکا ابن عمر پر اور پھر فعل صحابی کا سا
آیت کلام اللہ کے معارض نہوگا ص اور عید کی نماز کے پہلے نفل نہ پڑھے ف اور اکثر مشائخ نے اسکو مکروہ جانا
ہو اور بھی روایت ہو صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور نماز پڑھی ساتھ صحابہ
عید کی اور نہ نماز پڑھی قبل اوسکے اور نہ بعد اوسکے اور روایت کی ترمذی نے ابن عمر سے کہ وہ نکلے دن عید کے تو نہ پڑھی قبل
اوسکے اور نہ بعد اوسکے اور ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور نفی محمول ہو اس بات پر کہ عیدگاہ

میں سوا عید کے اور کچھ نہ پڑھتے تھے اور روایت کی ابن ماجہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھتے تھے قبل عید کے کچھ
سو جب آتے اپنے گھر میں پڑھتے تھے دو رکعتیں ص اور جو شرطیں کہ جمعے کے واسطے ہیں وہی شرطیں عید کے واسطے بھی ہیں واجب
ہونے اور ادا کرنے کے حق میں مگر خطبہ عیدین میں سنت ہے اور نماز عید کی واجب ہے اور یہی روایت ہے امام ابو حنیفہ سے اور یہی صحیح
ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عید کی نماز سنت ہے ہمارے عالموں کے نزدیک کیونکہ امام محمد نے کہا ہے کہ جب دو عیدیں ایک دن میں جمع ہو جائیں
تو اول سنت ہے اور ثانی فرض ہے اور اسکا جواب یوں دیا ہے کہ سنت سے مراد یہ ہے کہ حدیث سے وجوب اسکا ثابت ہوا ہے ف اور وجہ
وجوب کی یہ ہے کہ مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس پر اور وجہ سنت ہونے کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حدیث اعرابی میں فرمایا جس وقت اوس نے پوچھا کہ کیا مجھ پر لازم ہے سوا پانچ نمازوں کے فرمایا کہ نہیں مگر یہ کہ نفل پڑھے اور کہا صاحب
ہدایہ نے کہ صحیح وجوب ہے اور یہی مذہب ہے اکثر مشایخ کا لیکن صرف مواظبت نماز عید سے وجوب اسکا ثابت ہوتا ہے اسیطرح
وجوب خطبۂ عید کا ثابت ہوتا ہے پھر صورت قائل ہونا ساتھ وجوب نماز عید اور سنیت خطبۂ عید کے ترجیح بلا مرجح ہے ص
اور عید کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے جب آفتاب ایک یا دو نیزے کے برابر بلند ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے جب تک کہ زوال ہو
آفتاب کا ف کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے نماز عید کی جب آفتاب بلند ہو جاتا تھا موافق ایک
نیزے یا دو نیزے کے اور پس ابو داود اور ابن ماجہ میں ہے یزید بن خمیر سے کہا کہ نکلے عبد اللہ بن بسر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ آدمیوں کے دن عید فطر یا عید اضحیٰ کے سو برا کہا انھوں نے امام کو کہ دیر کی اوسنے اور کہا کہ فارغ ہو جاتے تھے ہم اس وقت
نماز سے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو داود و نسائی نے روایت کی کہ آئے کچھ سوار طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم گواہی
دیتے تھے کہ انھوں نے دیکھا چاند کو کل تو آپ نے حکم کیا لوگوں کو کہ افطار کریں اور جب صبح ہو تو جاویں طرف عیدگاہ کے اور بیان کیا گیا
روایت ابن ماجہ میں اور دار قطنی میں کہ وہ سوار آئے تھے آخر دن میں اور صحیح کی دار قطنی نے اسناد اوسکی اور صحیح کیا اوسکو نووی نے
خلاصے میں اور روایت کی طحاوی نے ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ثنا هُشَيْمٌ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ أَبِي بِشْرٍ جَعْفَرِ بْنِ إِيَاسٍ عَنْ أَبِي
عُمَيْرِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَخْبَرَنِي عُمُومَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ الْهِلَالَ خَفِيَ عَلَى النَّاسِ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ
فِي زَمَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحُوا صِيَامًا فَشَهِدُوا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ
زَوَالِ الشَّمْسِ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ الْمَاضِيَةَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِالْفِطْرِ فَأَفْطَرُوا
تِلْكَ السَّاعَةَ وَخَرَجَ بِهِمْ مِنَ الْغَدِ فَصَلَّى بِهِمْ صَلٰوةَ الْعِيْدِ یعنی تحقیق کہ چاند پوشیدہ ہوا لوگوں پر آخر رات میں
رمضان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو صبح کو انھوں نے روزہ رکھا اور آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس بعد زوال کے لوگ کہ انھوں نے دیکھا چاند کو شب گذشتہ میں پس حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فطر کا اور کھولا
انھوں نے روزہ اوسی وقت اور نکلے آپ ساتھ اونکے دوسرے روز صبح کے وقت اور پڑھی ساتھ اونکے عید کی نماز ص اور امام مقتدیوں
کے ساتھ دو رکعت پڑھاوے اسطرح سے کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر ثنا پڑھے بعد اوسکے تین تکبیریں کہے پھر فاتحہ اور سورت پڑھے
(اٹھا کے ہاتھ) (اور ہاتھ اٹھا کے)
پھر رکوع کرے تکبیر کہتا ہوا اور دوسری رکعت میں پہلے قرآن پڑھنا شروع کرے اور بعد قرات کے تین تکبیریں کہے اور پھر ایک تکبیر
کہکے رکوع میں جاوے اور چوتھی تکبیریں جو زیادہ ہیں ان سب میں ہاتھ اوٹھا دے اور نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اون میں احکام صدقہ
(اور ہاتھ کھول کر لٹکا رکھے)

فطر کے بتادے ف معلوم ہوا کہ تکبیرات ہمارے نزدیک عیدین میں چھ چھ ہیں اور حدیثیں مختلف اس باب میں وارد ہوئی ہیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے لیکن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے سو یہ ہے کہ روایت کی ابو داؤد اور
ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے عیدین میں سات اول رکعت میں اور دوسری رکعت میں پانچ
قبل قراءت کے سوا دو تکبیروں رکوع کے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور کہا کہ تفرد
کیا ساتھ اوسکے ابن لہیعہ نے اور تحقیق کہ استشہاد کیا اوس سے مسلم نے اور کہا کہ اس باب میں مروی ہے حضرت عائشہ اور ابن عمر اور
ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور طرق اونکے فاسد ہیں یعنی ضعیف ہیں اور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے عبد اللہ بن عمرو بن
العاص سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر عید فطر میں سات ہیں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور قراءت
دونوں رکعتوں میں بعد اونکے ہے زیادہ کیا دار قطنی نے اور پانچ دوسری رکعت میں سوا تکبیر نماز کے کہا نووی نے کہا ترمذی
نے علل میں کہ پوچھا میں نے بخاری سے اس حدیث کو سو کہا کہ وہ صحیح ہے اور اسی طرح کیا ترمذی اور ابن ماجہ نے کثیر بن عبد اللہ المزنی
نے اپنے باپ عبد اللہ سے انہوں نے اپنے دادا عوف سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہی عیدین میں اول رکعت میں سات
قبل قراءت کے اور دوسری رکعت میں پانچ قبل قراءت کے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور وہ اچھی ہے سب حدیثوں میں جو
مروی ہیں اس باب میں اور کہا ترمذی نے علل کبری میں کہ پوچھا میں نے بخاری سے اس حدیث کو سو کہا کہ نہیں صحیح تر ہے اس
باب میں کوئی حدیث اس حدیث سے اور اسی سے اخذ کرتا ہوں میں اور مروی ہوئیں چند حدیثیں سوا اسکے کہ موافق ہیں ان
حدیثوں کی اور سنن ابو داؤد میں ہے جو معارض اسکی ہے کہ پوچھا سعید بن العاص نے ابو موسی اشعری سے اور حذیفہ بن الیمان سے
کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے اضحی اور عید فطر میں سو کہا ابو موسی نے کہ تھے تکبیر کہتے چار مثل تکبیر جنازے کے
سو کہا حذیفہ نے سچ کہا پھر کہا ابو موسی نے ایسا ہی تکبیر کہتا تھا میں بصرہ میں اخیر حدیث تک اور سکوت کیا اس سے ابو داؤد نے
اور منذری نے اپنی مختصر میں اور یہ روایت برابر دو حدیثوں کے ہے کیونکہ تصدیق کی اوسکی حذیفہ نے تو گویا انہوں نے بھی روایت کیا اوسکو
اور سکوت ابو داؤد اور منذری کا تصحیح ہے واسطے اس حدیث کے اور جو ضعیف کیا ابن الجوزی نے اوسکو بسبب تضعیف عبد الرحمن
بن ثوبان کے اور نقل کیا اوسکو ابن معین سے اور امام احمد سے معارض ہے ساتھ قول صاحب تنقیح کے اپنی کتاب میں کہ توثیق کی
اوسکی بہت لوگوں نے کہا ابن معین نے نہیں حرج ہے ساتھ اوسکے لیکن اسناد میں اوسکی ابو عائشہ ہے کہا ابن القطان نے
نہیں جانتا ہوں میں حال اوسکا اور کہا ابن حزم نے مجہول ہے اور اگر مسلم ہو تو بھی حدیث ابن لہیعہ کی ضعیف ہے کیونکہ ظاہر ہوا
اضطراب اس حدیث کا تو کبھی تو اوس میں ہے عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اور کبھی ہے عَنْ [illegible]
الزُّهْرِيِّ اور بعض میں ہے عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اور بعض میں ہے عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ کہا دار قطنی نے کہ اضطراب ہے اس میں ابن لہیعہ سے اور جو اور دو حدیثیں بیان کیں منع کیا اوسکی تصحیح کو ابن القطان
نے اپنی کتاب میں اور کہا اوس نے کہ کثیر بن عبد اللہ کا نزدیک محدثین کے متروک ہے اور کہا احمد نے کہ کچھ نہیں اور
نہیں روایت کی اوس سے اپنی مسند میں اور ایسا ہی کہا ابن معین نے اور کہا نسائی اور دار قطنی نے متروک ہے اور کہا ابو زرعہ
نے واہی ہے حدیث اوسکی یعنی ضعیف ہے اور کہا امام احمد نے نہیں ہے تکبیر عیدین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث

صحیح لیکن سند پکڑی گئی اوسمیں ساتھ قول ابوہریرہؓ کے اور لیکن جو مروی ہی صحابہ سے سو کہا عبد الرزاق نے ثنا سفیان الثوری
عن ابی اسحاق عن علقمۃ والاسود ان ابن مسعود کان یکبر فی العیدین تسعا اربعا قبل القراءۃ ثم کبر
فرکع وفی الثانیۃ یقرأ فاذا فرغ کبر اربعا یعنی ابن سعود تکبیر کہتے تھے عیدین میں نو تکبیرین چار قبل قرأت کے پھر تکبیر
کہتے تھے اور رکوع کرتے تھے اور دوسری رکعت میں قرأت کرتے تھے اور جب فارغ ہوتے تھے قرأت سے تکبیر کہتے تھے چار
اور اول رکعت مین تین تکبیریں عید کی ہین اور ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری مین بھی تین عید کی اور ایک رکوع کی اور روایت کی اوسنے
باسناد صحیح اوسی اسناد سے کہا کہ تھے ابن مسعود بیٹھے اور نزدیک انکے ابو موسی اشعری تھے اور حذیفہ سو پوچھا اونے
سعید بن العاص نے تکبیر سے نماز عیدین کہا حذیفہ نے پوچھ ابو موسی سے کہا ابو موسی نے کہ پوچھ عبد اللہ بن مسعودؓ سے کیونکہ
وہ ہم مین قدیم ہیں اور سب سے زیادہ جاننے والے ہین پھر پوچھا اونسے تو کہا ابن مسعودؓ نے تکبیر کہے چار پھر قرأت کرے اور تکبیر
کہے اور رکوع کرے پھر کھڑا ہو دوسری رکعت مین اور قرأت کرے پھر تکبیر کہے چار بعد قرأت کے اور ایک دوسرا طریقہ ہی کہ روایت
کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اسناد صحیح مسروق سے کہ نمے سکھاتے ہمکو عبد اللہ بن مسعود تکبیر عیدین مین نو تکبیریں پانچ پہلی
رکعت میں اور چار دوسری رکعت مین اور اس سے مراد یہ ہی کہ ایک تکبیر تحریمہ کی اور تین عیدین کی اور ایک رکوع کی اول رکعت
میں اور دوسری مین ایک رکوع کی اور تین عیدین کی اور ایک دوسرا طریقہ ہی اس حدیث کا روایت کیا اوسکو امام محمد نے ثنا
ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی عن عبد اللہ بن مسعود کان قاعدا فی مسجد الکوفۃ
ومعہ حذیفۃ بن الیمان وابو موسی الاشعری فخرج علیہم الولید بن عقبۃ بن ابی معیط وہو امیر الکوفۃ
یومئذ فقال ان غدا عیدکم فکیف اصنع فقالا اخبرہ یا ابا عبد الرحمن فامرہ عبد اللہ بن مسعود ان
یصلی بغیر اذان ولا اقامۃ وان یکبر فی الاولی خمسا وفی الثانیۃ اربعا وان یوالی بین القراءتین وان
یخطب بعد الصلوۃ علی راحلتہ یعنی ایک دن حضرت عبد اللہ بن مسعود بیٹھے تھے مسجد کوفہ میں اور تھے اونکے ساتھ
حذیفہ بن الیمان اور ابو موسی اشعری تو نکلے اونکے اوپر ولید بن عقبہ اور وہ امیر کوفہ کے تھے اوس زمانے میں اور کہا کہ کل عید ہی
تمہاری تو کیا کروں میں یعنی کسطرح نماز پڑھاؤن مین کہا ابو موسی اور حذیفہ نے کہ بتاؤ اوسکو ابن مسعودؓ تو حکم کیا
انھوں نے اوسکو کہ پڑھے بغیر اذان اور اقامت کے اور تکبیر کہے پہلی رکعت مین پانچ اور دوسری مین چار اور موالات کرے
درمیان دونون قرأتون کے اور خطبہ پڑھے بعد نماز کے اپنی سواری پر اور یہ اثر صحیح ہی اور بیٹھے ہوئے تھے ساتھ صحابہ کے
ابن مسعود اور گواہ تھے ساتھ اوسکے حذیفہ اور ابو موسی تو اگر کوئی کہے کہ مروی ہی ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے جو مخالف ہی اوسکے
جواب یہ ہی کہ معارض ہونگے ساتھ اثر عبد اللہ بن مسعود کے اور ترجیح ہوگی اثر عبد اللہ کو کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ
نہیں ہیں زیادہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور بدری نہیں ہیں وہ بخلاف ابن مسعودؓ کے اور ابن عباسؓ سے جو مروی ہی مصنف
ابن ابی شیبہ مین کہ تکبیریں کہیں انھوں نے عید میں تیرہ تکبیریں سات پہلی رکعت میں اور چھ دوسری رکعت مین اور ایک روایت
مین ہی کہ بارہ تکبیریں سات اول رکعت مین اور پانچ دوسری رکعت مین معارض ہی اوسکے وہ جو روایت کی اوسنے خود
ابن عباس سے کہ نماز پڑھی انھوں نے دن عید کے اور تکبیریں کہیں نو تکبیریں پانچ اول رکعت مین اور چار دوسری مین اور

موالات کی درمیان دونوں قراءتوں کے اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور زیادہ کیا اوسمیں کہ کہا مغیرہ نے اسنے کہ توباقی رہا از ابن مسعودؓ کا سالم معارضہ سے اور اوس سے حجت پکڑی جاسے مالوف وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور دو خطبے بعد نماز عید کے پڑھے روایت کی ابن ماجہ نے جابرؓ سے کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن فطر کے یا اضحی کے سو خطبہ پڑھا آپ نے کھڑے ہو کے پھر بیٹھے آپ پھر کھڑے ہوکے پڑھا اور کہا نووی نے خلاصے میں اور جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ سنت ہے یہ بات کہ خطبے پڑھے دو عید میں جدا کرے اونمیں ایک جلسے کو ضعیف ہے متصل نہیں اور نہیں ثابت ہوا دو خطبے پڑھنے میں کچھ اور معتمد اوسمیں قیاس ہے جمعے پر تو اگر خطبہ پڑھا قبل نماز کے خلاف کیا سنت کا لیکن نہ پھیرا جاوے گا خطبے کا ص اور اگر امام نے نماز عید پڑھی اور کسی شخص نے اوسکے ساتھ نماز نہ پڑھی قضا نکرے اور اگر عید فطر کی نماز کسی عذر سے پہلے روز نہ پڑھی گئی دوسرے دن پڑھی جاوے اور تیسرے دن نہ پڑھی جاوے ف اور دلیل اوسکی اوپر گذری ص اور عید اضحٰی کے احکام عید فطر کے موافق ہیں مگر عید قربان میں مستحب ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھی جاوے کھانا نہ کھاوے اور نماز کے قبل کھانا مکروہ نہیں اور اسی پر فتوی ہے ف روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور صحیح کیا اوسکو عبد اللہ بن بریدہ سے انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلتے دن عید فطر کے یہانتک کہ کچھ کھا لیتے تھے اور نہیں کھاتے تھے دن عید اضحی کے یہانتک کہ لوٹتے تھے زیادہ کیا دارقطنی اور احمد نے کہ کھاتے تھے قربانی سے اور صحیح کیا اوسکو یحیی بن القطان نے اپنی کتاب میں اور دارقطنی کی روایت کو بھی صحیح کیا ص اور عید اضحی میں تکبیر کے راستے میں کہے ف اور بیان اوسکا اوپر گذرا ص اور خطبے میں تکبیر تشریق اور قربانی کے احکام سکھلاوے اور اگر کسی عذر سے یا بغیر عذر کے نماز نہ پڑھی گئی تو دوسرے روز یا تیسرے روز نماز درست ہے اور بعد اوسکے نہیں درست اور عرفے کے روز واقفوں کی مشابہت کے واسطے یعنی اون لوگوں کی جو حج میں عرفات پہنچے ہیں اور وقوف کرتے ہیں جمع ہونا کچھ معتبر چیز نہیں ہے کہ اوس سے ثواب ہووے اسواسطے کہ ایک مکان خاص کہ جسکو عرفات کہتے ہیں یعنی میدان عرفات میں اوسمیں حاضر ہونا حاج کے موسم میں فرض اور موجب ثواب ہے اور عرفات کے سوا دوسرے مکان میں نہیں اور واجب ہے کہنا تکبیرات تشریق کا یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عرفے کی فجر سے ہر فرض کے بعد جو مردوں کی جماعت کے ساتھ پڑھا جاوے شہر کے مقیم پر ف جاننا چاہیے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ تکبیرات تشریق کی واجب ہیں یا سنت بعضوں نے کہا ہے کہ واجب ہیں اور بعضوں نے سنت اور اکثر کا مذہب ہے کہ واجب ہیں روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ وہ تکبیر کہتے تھے بعد فجر کے دن عرفے سے نماز عصر تک اخیر دن تک کے دنوں تشریق سے اور روایت کی محمد بن حسن نے نا ابوحنیفہ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اسی اسناد سے مثل اوسکے اور مذہب امام صاحب کا یہ ہے کہ فجر عرفے سے شروع کرے اور دن قربانی تک یعنی عید کے روز عصر کی نماز تک پڑھے اور دلیل اونکی یہی ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا ابو الاحوص عن ابی اسحٰق عن الاسود قال کان عبد اللّٰہ یکبر من صلوۃ الفجر یوم عرفۃ الی الصلوۃ العصر من یوم النحر یقول اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے نماز فجر سے دن عرفے کے قربانی کے دن نماز عصر تک اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اخیر تک اور روایت کی حاکم نے علی اور عمار رضی اللہ عنہما سے کہا دونوں نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر کرتے بیچ فرائض کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم اور تم نے قنوت پڑھتے نماز فجر میں اور تھے تکبیر کہتے دن عرفہ کے نماز صبح سے اور تکبیر کرتے تھے اسکو نماز عصر تک اخیر ایام تشریق میں روایت کیا اوسکو حاکم نے اور کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث واہی ہے گویا موضوع ہے کیونکہ عبد الرحمن اسنادمیں ہے اوسکی حدیثین اوسکی منکر ہیں اور سعید اوسکی اسنادمیں اگر سعید کریزی ہے تو وہ ضعیف ہے اور اگر دوسرا ہے تو مجہول ہے اور روایت کیا اوسکا بیہقی نے اور ضعیف کیا اوسکو ص اور اوس عورت پر جسنے مرد کے ساتھ اقتدا کی ہے اور مسافر پر جو مقیم کا مقتدی ہو ص روز عید تک کہا صاحبین نے ایام تشریق کے آخر دن کے عصر تک اور اسی پر عمل اور فتوی ہے اور مقتدی تکبیر تشریق کی ترک نکرے اگرچہ امام ترک کرے ف کیونکہ متابعت امام کی اندر نماز کے واجب ہے اور باہر نماز کے واجب نہیں

ص باب خوف کی نماز کے بیان مین

جسوقت کہ دشمن کا خوف زیادہ ہووے تو اوسوقت امام دو گروہ کرے ایک گروہ کو دشمن کیطرف کرے اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اگر مسافر ہے اور دو رکعتین اگر مقیم ہے تب یہ گروہ دشمن کیطرف چلا جاوے اور دوسرا گروہ جو دشمن کیطرف تھا آوے اور پڑھے اوسکے ساتھ امام جو باقی ہے نماز اور سلام پھیر دیوے امام اکیلا اور چلے جاوین یہ طرف دشمن کے اور پہلا گروہ آوے اور تمام کرے نماز کو بغیر قراءت کے پھر دوسرا آوے اور وہ ساتھ قراءت کے نماز تمام کرے اور فجر کا حکم بھی ایسا ہی ہے ف اور دلیل ہماری حدیث ابن مسعود کی ہے جسکو تخریج کیا اوسکا ابو داؤد نے اور اوسمین یہی مذکور ہے اور ضعیف کیا اس حدیث کو لوگون نے بسبب ابو عبیدہ کے کہ نہین سنا انھون نے اپنے باپ ابن مسعود سے اور خصیف راوی قوی نہین اور تفصیل سے بیان کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین ص اور مغرب کی نماز مین پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعتین پڑھے اور دوسرے کے ساتھ ایک رکعت اور اگر زیادہ ہووے خوف کہ گھوڑے سے اوتر نسکین تو اکیلے اکیلے سوار نماز پڑھین اور رکوع اور سجدہ اشارے سے کرین اور اگر قبلے کی طرف مونہ نکرسکین تو جس طرف چاہین مونہ کرین اور باطل کرتا ہے نماز کو لڑائی کرنا اور چلنا اور سوار ہونا ف اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازین جنگ خندق مین قضا ہوئی تھین اور اگر لڑائی مین نماز پڑھنا درست ہوتا تو کیون قضا کرتے آپ

ص باب جنازے کے احکام کے بیان مین

جو شخص کہ قریب مرنے کے ہووے اوسکے واسطے سنت ہے کہ مونہ اوسکا قبلے کیطرف کیا جاوے داہنی کروٹ سے اور کلمہ شہادت کا سکھایا جاوے اور چت لٹانا اسطرح کہ مونہ اور پاؤن اوسکے قبلے کی جانب ہون مختار ہے ف اور اول موافق سنت کے ہے اور چت لٹانے مین آسانی ہے اور دلیل اوسکی یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے مدینے مین تو پوچھا حال براء بن معرور کا سو کہا اصحاب نے وفات کی اور تین وصیتین کین ایک کہ مین جب مرون تو کردیا مونہ میرا طرف قبلے کے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہنچا وہ صواب کو آخر حدیث تک اور لیکن یہ بات کہ داہنی کروٹ پر لٹانے تو ممکن ہے استدلال اوسپر جو صحیحین مین ہے براء بن عازب سے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے جب آ تو خوابگاہ اپنی کو تو وضو کر مثل وضو نماز کے پھر لیٹ داہنی کروٹ پر اور کہہ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ آخر تک یہانتک کہ کہا اگر مر جاویگا تو مریگا موافق شرع کے اور لیکن داہنی کروٹ پر لیٹنا اور مونہ قبلے کی طرف بھی کرنا سو بعض لوگ حجت پکڑتے ہین اوس سے جو روایت کیا اوسکو امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت فاطمہ نے وقت موت کے

موجہ قبلے کی طرف کیا تھا اور بہت طویل حدیث بیان کی ذکر کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے لیکن یہ حجت ضعیف ہے اور ترمذی
نہیں ذکر کیا اوسکو ابن شاہین نے مختصر اُسکے باب میں کتاب الجنائز سے سوا ایک اثر کے ابراہیم نخعی سے کہ موتہ کرے میت کو طرف
قبلے کے اور عطاء سے بھی ایسا ہی لیکن زیادہ کیا اوسے کہ اوپر داہنی کروٹ کے اور میں نہیں جانتا ہوں کسیکو کہ ترک کیا ہو اوسکو مرتے وقت
اور کلمہ شہادت سکھایا جاوے اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھاؤ تم مُردوں کو شہادت اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی
معبود سوا اللہ کے روایت کیا اوسکو جماعت نے سوا بخاری کے اور ایسا ہی مروی ہے حدیث ابوہریرہ سے اور روایت کی مسلم نے اور ابن حبان نے
ص اور جب مرجاوے تو باندھے جاویں اوسکے دونوں جبڑے اور اوسکی آنکھ کو بند کرے اور خوشبو کی آگ پر رکھے اوسکا تخت اور کفن تین بار یا
تین بار طاق ہووے ف اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے اللہ وتر ہے یعنی طاق ہے اور دوست رکھتا ہے طاق کو ص اور تخت پر رکھا جاوے اور
ننگا کیا جاوے اور عورت اوسکی چھپائی جاوے اور وضو کرایا جاوے بغیر کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے اور اوس پر ڈالے اوپر پانی جاری
(عورت سے مراد شرمگاہ)
کہ جسکو بیری کی پتی یا اشنان گھاس ڈال کے جوش کیا ہووے اور در صورت عدم کے خالص پانی کے ساتھ دھوئے ف اور وارد ہوئی ہو اس باب
میں حدیث روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک میں اور ایک روایت میں ہے کہ اغسلوہ بماءٍ وسدرٍ یعنی غسل دو اوسکو
ساتھ پانی اور بیری کی پتی کے ص اور اوسکا سر اور داڑھی گل خیرو سے دھوئے بعد اوسکے مردے کو بائیں کروٹ
لٹاکے غسل دیوے اسقدر کہ خوب بدن تخت سے ملا ہووے اور اوسکو پانی پونچھے پھر داہنی کروٹ لٹاوے اور اسیطرح غسل دیوے
ف اسواسطے کہ شروع کرنا داہنی سے مستحب ہے ص اور پہلے بائیں کروٹ لٹانا اسواسطے کہا کہ جسمیں داہنی طرف سے غسل
شروع ہووے پھر اوسکو ٹیک دیکے بٹھلائے اور اوسکے پیٹ کو نرم نرم ملے اور جو کچھ نکلے اوسکو دھووے اور غسل کو نہ دُہرا دے تب
بعد اوسکے ایک کپڑے سے پانی پونچھے اور اوسکے ناخون نہ ترشائے اور بال میں کنگھی نہ کرے اور امام شافعی کے نزدیک کرے
ف کیونکہ کہا حضرت عائشہ نے جب دیکھا ایک عورت کو کہ کھینچے جاتے ہیں بال اوسکی پیشانی کے یعنی کنگھی کی جاتی ہے کہ کیوں
کھینچتے ہو تم پیشانی اوسکی کو یعنی کنگھی کرنا تو واسطے زینت کے ہے اور مردے کو حاجت زینت کی نہیں تخریج کیا اسکا عبدالرزاق نے
سفیان ثوری سے انھوں نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے حضرت عائشہ سے اور روایت کیا اسکو امام ابوحنیفہ نے حماد سے
انھوں نے ابراہیم سے اور روایت کی ابراہیم حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں ثنا مسلم ثنا المغیرۃ عن ابراہیم عن
عائشۃ انّھا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت یعنی پوچھی گئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردے کے کنگھی
کیا جاوے تب کہا اونھوں نے وہ قول ص اور اوسکی داڑھی اور سر پر خوشبو ملے اور سجدے کے اعضا پر کافور ملے یعنی پیشانی اور ناک
اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں قدم پر ف اور کافور لگانا ساتھ پر حدیث کے ثابت ہے ص سنت کفن کی مرد کے
واسطے ازار اور کرتا اور لفافہ ہے اور لفافہ کہتے ہیں اوس چادر کو جو سب بدن کے اوپر لپیٹی جاتی ہے اور متاخرین نے عمامہ بھی
اندھا مستحسن کہا ہے اور عورت کے واسطے ازار اور لفافہ بھی کفایت ہے ف اور کفن سنت کی حجت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کفن دیے گئے تین کپڑوں میں سپید سحولی کے اور سحول نام ایک مقام کا ہے ملک یمن سے کہ کپڑا وہاں کے بہت اچھے
ہوتے ہیں اور روایت کیا اسکو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت عائشہ سے لیکن اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ نہ تھا اون میں
کرتا اور نہ عمامہ تو اگر یہ کہا جاوے کہ کرتا اس سے خارج ہے اور وہ بھی کفن میں لازم ہے جیسا کہ کہا امام مالک نے تو چار کپڑوں میں کفن ہوگا

اور وہ غلط ہو کیونکہ بخاری میں ہو عن ابی بکر قال لعائشۃ فی کم کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت
فی ثلثۃ اثواب قمیص وازار ولفافۃ یعنی پوچھا حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کتنے کپڑوں میں
کفن دیے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کہ تین کپڑوں میں کرتا اور ازار اور لفافہ اور یہ ضعیف ہو اسواسطے کہ عبد اللہ
کوفی کے اور ضعیف کیا اوسکو نسائی نے اور اگر ہووے اون لوگوں میں سے جنکی حدیث لکھی جاویگی تو بھی حدیث حضرت عائشہؓ کی
معارض نہوگی اور جو روایت کی امام محمد نے امام ہمارے ابو حنیفہ سے عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کفن فی حلۃ یمانیۃ وقمیص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفن دیے گئے ایک جوڑے یمنی میں
اور کرتے میں مرسل ہو اور مرسل اگرچہ ہمارے نزدیک حجت ہو لیکن تقدیم اوسکی حدیث حضرت عائشہؓ پر کسطرح سے ہوگی
ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث قمیص کی مروی ہو چند طریقوں سے تو معارض ہوویگی حدیث حضرت عائشہ کے اور اون
طریقوں میں سے دو طریقے بیان کیے۔ اور تیسرا طریقہ وہ ہو جو روایت کی عبد الرزاق نے حسن بصری سے مرسل اور چوتھا طریقہ وہ ہو جو
روایت کی ابو داود نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کفن دیے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کپڑوں میں اوس کرتے میں جسمیں انتقال کیا اور
ایک جوڑے نجرانی میں اور نجران ایک شہر کا نام ہو اور یہ ضعیف ہو بسبب یزید بن ابی زیاد راوی کے لیکن ترجیح شاید اسطور پر ہووے
کہ کفن کو مرد عورت سے زیادہ جانتے ہیں ورنہ اس مقام میں شک ہو کیونکہ مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل دیے گئے اوسی
قمیص میں جسمیں انتقال کیا پھر اوپر کسطرح سے کفن پہنایا جاویگا واللہ اعلم اور حلہ یعنی جوڑا عرب کے عرف میں دو کپڑے جنکا نام ازار
اور چادر اور ہمارے نزدیک عمامہ میں لیکن اچھا جانا اوسکو بعض لوگوں نے کیونکہ مروی ہو ابن عمرؓ سے کہ وہ عمامہ باندھتے تھے مردے کا
اور مستحب کفن میں یہ ہو کہ سفید ہووے مرد کے واسطے اور عورت کے لیے اور جائز ہو عورت کو زعفرانی اور زرد رنگ وغیرہ جیسا کہ حالت
حیات میں اوسکو درست تھا اور جو لڑکا کہ قریب بلوغ کے ہووے اوسیطرح لڑکی بھی حکم بالغ اور بالغہ میں ہو اور دو کپڑے
کفایت میں کیونکہ کہا حضرت ابو بکرؓ نے کہ نظر کرو میرے دو کپڑوں میں سو دھوؤ اونکو اور کفن دو مجھکو اوسمیں کیونکہ زندے کو زیادہ
احتیاج ہو نئے کپڑے کی طرف مردے سے یعنی کچھ حاجت نئے کپڑے کی نہیں اسمیں کفایت ہو کیونکہ زینت لباس کی ضرورت امور دنیاوی کی
تا حیات ہو اور جب اس نے قصد انفکاک کیا تو اوسوقت زینت وغیرہ بیفائدہ ہو اور روایت کی عبد الرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے کہ کہا ابو بکرؓ نے اپنے دونوں کپڑوں میں جنمیں بیمار ہوتے تھے کہ دھوؤ اونکو اور کفن دو مجھکو اونمیں تو کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے کیا خرید کریں ہم تمہارے واسطے نیا کپڑا فرمایا کہ میں بندہ زیادہ محتاج ہو طرف نئے کپڑے کے مردے سے اور صحیح بخاری میں جو مروی ہو
ابو بکرؓ سے خلاف اوسکے معارض ہو اوسکے جو ذکر کیا ہے مصنف عبد الرزاق سے اور سند عبد الرزاق کی کچھ کم نہیں سند بخاری سے بلکہ
اوس سے بھی زیادہ صحیح ہو اور سند اوسکی یہ ہو انا معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت الخ **ص** اور عورت کے
واسطے پیراہن اور ازار اور اوڑھنی اور لفافہ اور سینہ بند جس سے اوسکے پستان باندھے جاویں سنت ہو اور اوسکے واسطے ازار اور
لفافہ اور اوڑھنی بھی کفایت ہو **ف** اور کفن سنت کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورتوں کو جنھوں نے ام کلثوم
اونکی بیٹی کو کفن دیا تھا پانچ کپڑے عطا فرمائے تھے ایسا ہی ابو داود نے بیان کیا اسکو ام عطیہ سے اور بعضوں نے کہا ہو کہ صواب
بجائے ام عطیہ کے لیلی بنت قانف ہو کہا اوسنے کہ تھی میں اول عورتوں میں جنھوں نے کفن دیا تھا ام کلثوم بیٹی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول حقو دیا اوسکو ازار تھی پھر پیراہن پھر دامنی پھر چادر پھر ایک اور کپڑے میں لپیٹ دیا گیا روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور حسن کہا اوسکو بیہقی نے اور کیا سند ہے کہ ام کلثوم نے وفات کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غائب تھے یعنی اوس جگہ تھے اور معارض ہے اس قول کے وہ جو کہا ابن اثیر نے کتاب الصحابہ میں کہ انتقال کیا ام کلثوم نے سنہ نو میں بعد بدر کے ایک برس اور نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسپر اور کہا کہ وہ ہے جسکو غسل دیا تھا ام عطیہ نے اور ایک سند قوی موجود ہے جو دلالت کرتی ہے ضعف پر قول سندی کے وجہ روایت کی ابن ماجہ نے سند صحیح ام عطیہ سے کہا کہ داخل ہوئے ہمپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم غسل دے رہے تھے اونکی بیٹی ام کلثوم کو سو فرمایا آپ نے کہ غسل دو اوسکو تین بار یا پانچ بار ساتھ پانی اور بیری کی پتی کے اور اخیر بار میں کافور کریں سو جب فارغ ہو جاؤ خبر دیں مجکو تو جب فارغ ہوئے ہم خبر دی ہمنے اونکو تو پھینکی طرف ہماری ایک ازار اور کہا کہ پہنا دو اوسکو ذکر کیا یہ شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ص پہلے لفافہ بچھا دیں اوسکے اوپر ازار بچھا دیں پھر پیراہن پہنا کے ازار پر رکھیں اور ازار کو پہلے بائیں طرف سے لپیٹیں تب داہنی طرف سے لپیٹیں تب بعد اوسکے لفافہ بھی اسی طرح لپیٹیں اور عورت کو پہلے پیراہن پہنا دیں اور اوسکے سر کے بال کو دو حصہ کرکے اوسکی چھاتی پر پیراہن کے اوپر رکھ دیں تب اوسکے اوپر دامنی اوڑھا دیں پھر ازار اوسکے اوپر لفافہ لپیٹیں اور اگر کفن کے کھل جانے کا ڈر ہو تو اوسکو باندھ دیں ف اور کفن کفایت سے بھی کم کرنا مکروہ ہے مگر وقت ضرورت کے جیسا کہ روایت کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے خباب بن الارت رضی سے کہا کہ ہجرت کی ہمنے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ کے تو واقع ہوا اجر ہمارا اللہ پر تو بعضے ہم میں سے ایسے ہوئے کہ نہ کھایا اونہوں نے کچھ اجر اپنا اور گذر گئے اونہیں میں تھے مصعب بن عمیر رض کہ قتل کیے گئے دن احد کے اور چھوڑ گئے ایک چادر تو ہم جب ڈھانپتے تھے سر اونکا کھل جاتے تھے پیر اونکے اور جب پیر کو بند کرتے تھے کھل جاتا تھا سر اونکا تو حکم کیا ہمکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھپاؤ سر اونکا اور کر دو پیر پر اونکے گھاس اذخر کی اور کفن بھی قبل باندھنے کے خوشبو دیا جاوے طاق بار کیونکہ روایت کی حاکم نے مستدرک میں کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خوشبو دو میت کو تین بار اور ایک روایت میں بیہقی کی ہے جَمِّرُوا کَفَنَ المَیِّتِ ثَلٰثًا یعنی خوشبو دو کفن کو مردے کے تین بار اور کہا گیا ہے کہ سند اوسکی صحیح ہے اور بعد اوسکے اوپر نماز پڑھیں کیونکہ ص نماز پڑھنا جنازے کی فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعض پڑھ لیں گے تو سب سے ساقط ہوگی اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گنہگار رہیں گے ف تو اس جگہ پر دو باتیں ثابت کرنا ضرور ہیں ایک یہ کہ نماز فرض ہے دوسری یہ کہ فرض کفایہ ہے تو دلیل فرضیت کی یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَصَلِّ عَلَیْہِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمْ یعنی دعا کر اونپر کیونکہ نماز تمہاری ہے تسکین آرام ہے اونکے واسطے اور دلیل دوسری کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قرضدار پر خود نماز نہیں پڑھی اور کہا صحابہ سے کہ پڑھو نماز اپنے ساتھی پر تو اگر فرض عین ہوتی ترک کرتے اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شرط اوسکی یہ ہے کہ مردہ امام کے سامنے حاضر ہووے تو نماز غائب پر درست نہیں اور جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر نماز پڑھی تھی تو اسواسطے کہ تخت اوسکا آپکے سامنے حاضر ہو گیا تھا اگرچہ مقتدیوں کو نہ معلوم ہوا اور دلالت کرتی ہے اوسپر جو روایت کی ابن حبان نے صحیح میں عمران بن حصین سے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بھائی تمہارا نجاشی انتقال کیا اوسنے سو کھڑے ہو اور نماز پڑھو اوسپر تب کھڑے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صف باندھی صحابہ نے پیچھے آپکے اور تکبیریں کہیں چار اور وہ نہیں جانتے تھے کہ جنازہ اونکے سامنے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گمان اونکا اسی طرف تھا کہ

[illegible]

جنازے پر خبر ہوئی جنازے کے نماز کس طرح ہوگی تو شاید کہ کشف ہوا ہو آپ پر یہ خصوصیات نجاشی میں ہو وے واللہ اعلم تو اگر کوئی اعتراض
کرے کہ سوا نجاشی کے آپ نے معاویہ بن معاویہ مزنی پر نماز پڑھی اور وہ حاضر نہ تھے جیسا کہ اوس حضرت جبرئیل علیہ السلام تبوک میں آئے اور کہا
اے رسول اللہ معاویہ نے وفات کی مدینے میں تو اگر چاہو تم لپیٹ دوں میں تمہارے واسطے زمین کو یعنی اوس میں کو جہاں وہ دفن
ہوئے ہیں حاضر کر دوں اور تم نماز پڑھو اونپر فرمایا کہ اچھا تو مارا اپنا بازو زمین پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تو اوٹھا آپ کے واسطے تخت
اونکا اور نماز پڑھی آپ نے اوپر اور پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صفیں تھیں فرشتوں کی ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے پھر پوچھا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہ کس سبب سے یہ درجہ پایا اونے کہا کہ اچھی لگتی تھی اوسکو سورت قل ہو اللہ احد کی
اور پڑھتے تھے اوسکو آتے جاتے اور چلتے اور کھڑے اور بیٹھے روایت کیا اوسکو طبرانی نے حدیث ابی امامہ سے اور ابن سعد نے طبقات میں حدیث
انس سے اور نماز پڑھی آپ نے زید بن حارثہ اور جعفر طیار پر جیسے کہ روایت کی واقدی نے مغازی میں حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ
صَالِحٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ لَمَّا الْتَقَی النَّاسُ
بِمُوْتَةَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَکُشِفَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الشَّامِ فَهُوَ یَنْظُرُ اِلٰی
مُعْتَرَکِهِمْ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَمَضٰی حَتَّی اسْتُشْهِدَ وَصَلّٰی عَلَیْهِ وَدَعَا لَهٗ
وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ یَسْعٰی ثُمَّ اَخَذَ الرَّایَةَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَمَضٰی حَتَّی اسْتُشْهِدَ
فَصَلّٰی عَلَیْهِ وَدَعَا لَهٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَهُوَ یَطِیْرُ فِیْهَا بِجَنَاحَیْنِ حَیْثُ شَاءَ یعنی بیٹھے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اور ظاہر ہوا اونکو شام تک اور دیکھتے تھے اونکی لڑائی کی جگہ کو پھر فرمایا آپ نے لیا نشان کو
زید بن حارثہ نے اور گذرے اور شہید ہوئے اور نماز پڑھی اوپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دعا کی اونکے واسطے اور کہا
کہ بخشش مانگو اللہ سے اوسکے لیے داخل ہوا جنت میں اور وہ دوڑتا ہے جنت میں پھر لیا نشان کو جعفر بن ابی طالب نے اور گذرے اور
شہید ہوئے پھر نماز پڑھی اوپر اور دعا کی اونکے واسطے اور کہا کہ بخشش مانگو اللہ سے اوسکے لیے اور داخل ہوا وہ جنت کو اور
اوڑتا ہے جنت میں ساتھ دونوں بازو کے جہاں چاہتا ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ خصوصیت نجاشی کا جو دعوی اوس تقدیر پر کیا ہے کہ تخت
مردے کا ظاہر ہوا آپ کے واسطے اور نہ دیکھیں آپ نے اوسکو اور جو مذکور ہوا اوسکے خلاف ہے باوجود ضعف روایات کے سو جو مغازی سے
مروی ہے وہ مرسل ہے دونوں طریقوں سے اور جو ابن سعد نے طبقات میں ضعیف ہے ساتھ علاء کے اور وہ علاء بن زید کا ہے اور کہا ہے کہ بخاری کا اتفاق
کیا محدثین نے اوسکے ضعف پر اور طبرانی کی روایت میں بقیہ بن ولید ہے اور وہ بھی ضعیف ہے اور اگر اسکو تسلیم نہ کریں تو احتمال ہے کہ
جتنے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ملکوں میں مر کر بے نماز پڑھے ہوئے ہیں اون سب پر اور یہ ہرگز ثابت نہیں ہوا اصل اختیار جنازے کی
یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھوں کو اوٹھا کے پھر بعد اوسکے ہاتھ نہ اوٹھاوے اور شافعی کے نزدیک ہر تکبیر میں اوٹھاوے اور ثنا پڑھے پھر
تکبیر کہے اور درود پڑھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر تیسری تکبیر کہے اور یہ دعا پڑھے اگر مردہ بالغ ہو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا
وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ
تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اور اگر لڑکا ہو تو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا ذُخْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ
لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور اگر لڑکی ہو تو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا ذُخْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا

ثانیہ و منشعہ اور پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیرے اور قرأت آمین سنت ہے اور شافعی کے نزدیک قرأت بھی
ف اور ہمارے نزدیک چار تکبیریں ہیں اور پہلے جو آپ پانچ یا زیادہ تکبیریں کہتے تھے منسوخ ہیں ساتھ اوسکے جو روایت کی امام
محمد نے ابو حنیفہ سے انھوں نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے کہ تھے لوگ تکبیر کہتے جنازے پر پانچ یا چھ یا چار یہاں تک کہ انتقال کیا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تکبیر کہتے تھے ایسا ہی زمانہ حضرت ابو بکر صدیقؓ میں پھر جب والی ہوئے حضرت عمرؓ تو کہا انھوں نے ان سے
اون سے کہ تم گروہ ہو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم اختلاف کروگے اختلاف کرینگے لوگ بعد تمھارے اور ابھی لوگوں کو تھوڑا
زمانہ گذرا ہی جاہلیت سے تو اجماع کرو ایسی چیز پر کہ اجماع کریں اوس پر لوگ بعد تمھارے تو سب لوگوں کی رائے متفق ہوئی اس
بات پر کہ آخیر جنازے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی تکبیریں کہی تھیں اوتنی ہی کہیں اور اوسکے ساتھ تمسک کریں اور
چھوڑ دیں اوسکے ماسوا کو ڈھونڈھا انھوں نے اور پایا آخیر جنازے کو کہ تکبیریں کہی تھیں اوسپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں
اور یہ حدیث منقطع ہی کیونکہ نہیں پایا ابراہیم نے حضرت عمرؓ کو لیکن انقطاع ارسال میں داخل ہے اور وہ ہمارے نزدیک حجت
ہے اور باوجود اسکے کہ وصل کیا اوسکو امام احمد نے روایت جابر بن شقیق سے انھوں نے ابو وائل سے اور روایت کی حاکم نے
مستدرک میں ابن عباس سے کہ آخر جو تکبیر کہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر چار تکبیریں تھیں اور تکبیریں کہیں حضرت عمرؓ نے
چار اور ابن عمرؓ نے عمر پر چار اور حسن بن علی نے علیؓ پر چار اور حسین بن علی نے حسن پر چار رضی اللہ عنہم ان سب بزرگواروں نے
اور تکبیر کہی ملائکہ نے حضرت آدم پر چار اور سکوت کیا اوس سے حاکم نے اور ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے فرات بن سائب کے
کہا متروک ہی اور روایت کیا اوسکو بیہقی نے سنن میں اور طبرانی نے نضر بن عبدالرحمن سے اور ضعیف کیا اوسکو بیہقی نے اور
کہا کہ مروی ہی بہت وجہوں سے اور سب ضعیف ہیں مگر یہ کہ اجماع صحابہ کا چار پر دلیل ہی اس بات پر کہ یہ حدیث ثابت ہے اور روایت کیا
اوسکو ابو نعیم اصبہانی نے تاریخ اصبہان میں حدثنا ابو بکر محمد بن اسحاق بن عمران ثنا ابراہیم بن محمد بن
الحارث ثنا شیبان بن فروخ ثنا نافع بن ہرمز ثنا عطاء عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم کان یکبر علی اہل بدر سبع تکبیرات وعلی بنی ہاشم خمس تکبیرات ثم کان آخر صلاتہ اربع
تکبیرات الی ان خرج من الدنیا یعنی تکبیریں کہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بدر پر سات اور بنی ہاشم
پانچ پھر تھیں آخر نماز میں چار تکبیریں یہاں تک کہ نکلے دنیا سے اور مرفوع ہوا طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آخیر نماز میں تکبیریں
کی تھیں آپ نے چار تکبیریں عمرؓ سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور روایت کی ابو عمر نے
استذکار میں سلیمان بن ابی حثمہ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے جنازے پر چار اور پانچ اور سات اور آٹھ
یہاں تک کہ آئی خبر مرنے نجاشی کی تو نکلے آپ طرف مصلے کے اور صف کی لوگوں نے پیچھے آپکے اور تکبیر کہی چار بار پھر ثابت
رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار پر یہاں تک کہ اوٹھا لیا اوسکو اللہ تعالیٰ نے اور روایت کیا اوسکو حارث بن ابی اسامہ نے
مسند میں ابن عمرؓ سے مثل روایت ابن عباس کے اور زیادہ کیا کچھ اور نکالا حازمی نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں انس سے کہا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے اہل بدر پر سات تکبیریں اور بنی ہاشم پر بھی سات اور آخیر نماز کہ پڑھی تھی اوسکو آپ نے
تکبیریں کہی تھیں اسمیں چار یہاں تک کہ نکلے دنیا سے اور ضعیف کی گئی یہ حدیث آخر ثابت ہو کہ صحیح چار تکبیریں ہیں اور ایسا ہی

بیان کیا اوسکو صاحب حصن حصین نے واللہ سبحانہ اعلم و علمہ اتم اور شروع کرنا ساتھ درود اور ثنا کے سنت دعا کی ہے روایت کی ابوداؤد اور نسائی نے اور ترمذی نے دعوات میں فضالہ ابن عبید سے کہ سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہ دعا کرتا ہے اور نہیں درود بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نہ ثنا کی اللہ تعالیٰ پر سو کہا کہ جلدی کی اس شخص نے تو بلایا اوسکو اور کہا کہ جب دعا کرے کوئی تم میں سے تو چاہیے کہ شروع کرے ساتھ حمد اور ثنا کے پھر درود بھیجے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر دعا کرے بعد اوسکے جو چاہے صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور یہ دعائیں بھی حدیث میں وارد ہوئی ہیں ص اور جو شخص نماز پڑھے وہ مردے کے سینے کے برابر کھڑا ہو ف اسواسطے کہ یہ مقام قلب کا ہے اور اوسمین نور ایمان ہے تو کھڑا ہونا سینے کے پاس اشارہ ہو طرف شفاعت کے واسطے ایمان اوسکے کے اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کھڑا ہو سامنے اوسکے سر کے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت انس سے اور کہا کہ یہی سنت ہے لیکن اوسکی اسناد میں کلام ہے ص اور بہتر ہے امامت کے واسطے بادشاہ پھر قاضی پھر امام محلے کا پھر ولی میت کا عصبات کی ترتیب سے اور ولی سے مردے کی اجازت لیکے غیر کو امامت کرنا درست ہے اور اگر ولی کے سوا دوسروں نے نماز پڑھی ولی کو اختیار ہے کہ نماز کو دوبارہ ادا کرے یا نہیں اور اگر ولی نے پڑھ لی تو اور لوگ دوبارہ نہ پڑھیں اور جو مردہ بغیر نماز پڑھے ہوئے دفن کیا گیا تو اوسکی قبر پر نماز پڑھی جاوے جب تک شبہ سڑنے کا نہ ہووے یعنی تین دن تک ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ایک عورت پر انصار سے اور وہ دفن ہو چکی تھی اوسکی قبر پر روایت کیا اوسکو ابن حبان اور حاکم نے اور سکوت کیا اوس پر اور اخراج کیا مالک نے مؤطا میں یہی مضمون ص اور سواری پر نماز جنازہ درست نہیں ف اور قیاس اسکو مقتضی ہے کہ جائز ہو کیونکہ نماز جنازہ حقیقۃً نماز نہیں بوجہ نہونے ارکان نماز کے اور استحسان سے نہیں جائز ہے کیونکہ یک وجہ سے وہ نماز ہے کہ اوسمین تکبیر تحریمہ موجود ہے ص اور جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو اوسکے اندر مردے کو رکھکے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر مردہ اوسکے باہر ہو تو اوسمین اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ نہیں اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے ف روایت کیا ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نماز پڑھے مردے پر مسجد میں تو نہیں کچھ اجر واسطے اوسکے اور ایک روایت میں فلا شیٔ لہ ہے اور صالح مولی توأمہ کا اوسکی اسناد میں ثقہ ہے لیکن اختلاط ہو گیا تھا اوسکو آخر عمر میں نقل کیا نسائی نے ابن معین سے کہ وہ ثقہ ہے اور جسنے قبل اختلاط کے اوس سے سنا تو وہ روایت اوسکی صحیح ہے اور ابن ابی ذئب نے سنا اوس سے قبل اختلاط کے اور تفصیل اسکی شیخ ابن الہمام نے لکھی ہے اور وہ جو مسلم میں ہے کہ نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جنازے کی ایک واقعہ ہے کہ اوس سے عموم ثابت نہیں ہوتا اور جائز ہے کہ بعذر ہو اور وہ جو بیہقی نے روایت کی کہ حضرت ابوبکر پر بھی نماز مسجد میں ہوئی اوسکی اسناد میں اسمٰعیل عبدی متروک ہے واللہ اعلم ص اور جو لڑکا پیدا ہوا اور مر گیا تو اگر رویا ہے تو نام اوسکا رکھا جاوے اور غسل دیا جاوے اور نماز پڑھی جاوے ف روایت کی نسائی نے جابر سے کہ جب روئے لڑکا نماز پڑھی جاوے اوسپر اور وہ وارث ہوگا کہا نسائی نے اور روایت اسکی مغیرہ بن مسلم سے حدیث منکر ہے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے سفیان سے اور نحو اسکے ابوالزبیر سے اسی اسناد سے اور صحیح کیا اوسکو اور جابر سے مروی ہے مرفوعاً کہ لڑکے پر نماز پڑھی جاویگی اور وہ وارث ہوگا اور نہ اوسکا کوئی وارث ہوگا یہانتک کہ روئے اور اخراج کیا اسکا ترمذی اور ابن ماجہ نے اور صحیح کیا اوسکو حاکم اور ابن حبان نے کہا ترمذی نے روایت کیا اوسکو موقوف اور وہی صحیح ہے اور وہ جو معارضہ کیا ہے ساتھ اوسکے حدیث کی

ترمذی نے حدیث مغیرہ کو سند اور صحیح کیا اوسکو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سقط کی نماز پڑھی جاویگی اور اسکے ماں باپ کے لیے دعا کی جاویگی
دلیل ہے کے ساتھ حضرت کے سقط پر کیونکر نماز اسلام بین متعمم ہو اثبات پر ص گر ایک لڑکا قید ہو کر آوے اسلام میں اور مر گیا اگر اپنے ماں باپ
کے ساتھ قید ہوا تھا اور کوئی اونمین سے مسلمان نہیں اور نہ وہ خود عاقل تھا تو نماز اوسپر نہ پڑھی جاویگی اور اگر کوئی اونمین سے
مسلمان ہو تو نماز اوسپر پڑھی جاویگی اور اگر اکیلا قید ہوا تو اوسپر نماز پڑھی جاویگی یا وہ لڑکا مسلمان ہو لیکن اوسکو عقل تمیز
یا مسلمان ہو اور اوسکا کوئی ماں باپ بھی مسلمان ہو تو بھی نماز نہ پڑھی جاویگی اور اگر ایک کافر مر گیا اور اوسکا ولی مسلمان تھا تو اوسکا
ولی غسل دیکر اوسکو اس طرح جیسے نجس چیزیں دھوئی جاتی ہیں یعنی اوسکو وضو کرایا جاوے اور داہنی طرف سے شروع کرے اور ایک کپڑے میں
اوسکو لپیٹے اور ایک گڑھا کھودے اور اوسکو اوسمیں ڈالدیوے ف روایت کی ابن سعد نے طبقات میں اخبرنا محمد بن
عمر الواقدی ثنی معاویۃ بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیہ عن جدہ عن علی قال لما
اخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بموت ابی طالب بکی ثم قال لی اذھب فاغسلہ وکفنہ وواره قال
ففعلت ثم اتیتہ فقال لی اذھب فاغتسل قال وجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستغفر لہ
ایاما ولا یخرج من بیتہ حتی نزل علیہ جبرئیل علیہ السلام بھذہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا
للمشرکین یعنی فرمایا حضرت علی نے کہ جب خبر کی میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ موت ابو طالب کے روئے پھر کہا
واسطے میرے جا اور غسل دے اوسکو اور کفن دے اوسکو اور چھپا اوسکو کہا حضرت علی نے کہ کیا میں نے ایسا ہی اور آیا میں پھر کہا
کہ جا اور غسل کر اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخشش مانگتے واسطے اوسکے کئی دن تک اور نہ نکلے گھر سے یہانتک کہ اترے
جبرئیل علیہ السلام ساتھ اس آیت کے کہ نہیں جائز ہے واسطے نبی کے اور اون لوگوں کے جو ایمان لائے یہ کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے
واسطے اور اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی بخشش اگرچہ نبی کے عزیز و اقارب میں سے ہو درست نہیں ہوتی اور روایت کیا اوسکو ابن
ابی شیبہ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل دینے والے کو بھی بعد غسل میت کے غسل واجب ہوتا ہے اور ایسی ہی روایت کی
ابو داود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے جنابت سے اور دن جمعے کے اور
غسل میت سے اور یہ ضعیف ہے اور روایت کی احمد نے اور ترمذی نے مرفوعا کہ جو غسل دے میت کو سو غسل کرے اور جو
اوٹھاوے اوسکو تو وضو کرے حسن کیا اوسکو ترمذی نے اور ضعیف کیا اوسکو جمہور نے اور اس باب میں کوئی حدیث صحیح
وارد نہیں ہوئی ہاں محمول استحباب پر ہو سکتا ہے کہ مثلا بعد غسل میت کے غسل مستحب ہووے اور اسیطرح وضو بعد اوٹھانے
جنازے کے ص اور سنت ہے جنازے کے اوٹھانے میں چار آدمی کا ہونا اسطرح پر کہ پہلے اوسکے آگے کے پائے کو پھر پیچھے
کے پائے کو اپنے داہنے کاندھے پر رکھیں تب اوسکے دوسری طرف کے آگے کے پائے اور پیچھے کے پائے کو اپنے بائیں کاندھے پر
رکھیں اور جلدی جلدی چلیں پر دوڑیں نہیں ف اور یہ تدبیر اوٹھانے کی وارد ہوئی ہے صحابہ اور تابعین سے روایت کی
ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے مصنف میں علی ازدی سے کہا کہ دیکھا میں نے ابن عمر کو ایک جنازے میں کہ وہ اوٹھایا
جاتا تھا چاروں کونوں سے تخت کے اور روایت کی اونہیں دونوں نے عبد اللہ بن مسعود سے کہا کہ جو جاوے ساتھ جنازے کے
تو پکڑے چاروں کونے تخت کے کیونکہ یہی سنت ہے اور روایت کی امام محمد نے اونہیں سے کہ کہا اونھوں نے سنت سے ہے

کہ اوٹھاوے جنازے کو چاروں کونوں سے تخریج کیا اسکا ابن ماجہ نے اور لفظ اوسکا یہ ہی کہ جو اوٹھاوے جنازے کو تو پکڑے چاروں
کونے تخت کے اور امام شافعی کے نزدیک آگے کا شخص گردن کی جڑ پر رکھے اور پیچھے کا شخص سینے سے اونچا اور ایسا ہی روایت کیا سعد بن
معاذ کے جنازہ اوٹھانے کو ابن سعد نے طبقات میں اور امام شافعی نے ساتھ سند ضعیف کے اور مروی ہی یہی بہت صحابہ سے لیکن
جواب اوسکا یہ ہی کہ اوس وقت ہجوم تھا ملائکہ کا اسواسطے جنازہ اسطرح پر اوٹھایا گیا اور مروی ہی حدیث میں کہ ستر ہزار فرشتے
جنازے میں حاضر ہوئے تھے یا اور کوئی سبب ہوگا اور جلدی چلنا حدیث میں وارد ہی روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے عبد اللہ بن
مسعود سے کہا کہ پوچھا ہمنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کسطرح چلیں ساتھ جنازے کے فرمایا کہ کم جنب سے اور جب ایک
قسم ہی دوڑنے کی اور یہ حدیث ضعیف ہی اور لکا الاصحاح ستہ والون نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی کرو ساتھ
جنازے کے تو اگر مردہ نیک ہی تو تم جلدی لیے جاتے ہو اوسکو طرف نیکی کے اور اگر بد ہی تو جلدی رکھتے ہو تم اوسکو
کندھوں سے اپنے ص قبل جنازہ رکھے جانے کے بیٹھنا مکروہ ہی ف کیونکہ بیٹھ جانے سے معلوم ہوتا ہی کہ اوس سے اعراض
اور تغافل ہی اور جو شخص بیٹھا ہو اور جنازہ اوسکے سامنے سے گذرے تو کھڑا نہووے اور بعضوں نے کہا ہی کہ کھڑا ہووے اور صحیح
اول ہی کیونکہ روایت کی حضرت علی سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کرتے ہمکو کھڑے ہونے کا ساتھ جنازے کے
پھر بیٹھنے لگے بعد اوسکے اور حکم کیا ہمکو بیٹھے رہنے کا اور روایت کیا اوسکو امام احمد وغیرہ نے ص اور جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہی
ف اور اس باب میں دونوں طرح کے آثار وارد ہیں اور حضرت علی سے مروی ہی کہ وہ پیچھے جنازے کے چلتے تھے اور حضرت عمرؓ
اور ابو بکرؓ وغیرہم سے آگے چلنا ثابت ہی اور حق یہ ہی کہ جسطرح چاہے چلے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار چلے پیچھے جنازے
کے اور پیدل جسطرف چاہے اور لڑکا کی نماز پڑھی جاوے اوپر روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے اور ترمذی نے صحیح کیا
اوسکو اور ایک روایت میں ہی کہ چلو آگے اوسکے اور پیچھے اوسکے اور داہنے اوسکے اور بائیں اوسکے اور روایت کی ترمذی
ابو داؤد و ابن ماجہ وغیرہم نے کہ چلتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ آگے جنازے کے ص قبر کھودے اور لحد
بناوے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لحد ہمارے واسطے ہی اور شق واسطے غیر ہمارے کے ہی روایت کیا اوسکو
ترمذی نے ابن عباس سے اور اسناد میں وہی عبد الاعلیٰ بن عامر راوی کہا اونے کہ اسمیں گفتگو ہی اور ابن ماجہ میں ہی انس بن مالک سے
کہ جب انتقال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تھے مدینے میں دو شخص ایک لحد بناتا تھا اور ایک شق بناتا تھا تو کہا ہمنے
کہ جو پہلے آویگا اوسی سے قبر بنوائیں گے تو پہلے آیا بنانے والا لحد کا اور لحد بنائی گئی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لحد
کی وصیت کی سعد نے واسطے اپنے مرض موت میں ص اور مردے کو لحد میں جو قریب ہے قبلے کی طرف قبر کے ہو رکھے
ف اور ایسا ہی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے اور ابو داؤد نے مراسیل میں کہ رکھے گئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قبر میں قبلے کی طرف سے اور نہیں کھینچے گئے پیچھے کر یعنی سل نہیں کیے گئے اور امام شافعی کے نزدیک سل چاہیے اور
وہ یہ ہی کہ رکھا جاوے جنازہ پیچھے قبر کے کہ ہووے سر مردے کا مقابل میں دونوں قدموں کے قبر کے پھر داخل کیا جاوے سر مردے کا قبر میں
اور اندر کیا جاوے اور ہووے پاؤں اوسکے مقام اوسکے سر کے پھر داخل کیے جاویں پاؤں اوسکے اور اندر کیے جاویں اسیطرح اور یہ بھی مروی ہی
چند صحابہ سے کہ اسیطرح رکھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں تخریج کیا اوسکا امام شافعی نے اور تفصیل فتح القدیر میں ہی

ص اور کہتے ڈالنے کے بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ ف اور اس مقام پر جو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ایسا ہی کیا تھا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دفن کیا تھا ابو دجانہ کو قبر میں سو ہو اونسے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ غلطی ہے ابو دجانہ نے انتقال کیا بعد
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیکن روایت کی ابن ماجہ نے حجاج بن ارطاۃ سے انھوں نے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے کہتے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم جب داخل کرتے مردے کو قبر میں کہتے تھے بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ زیادہ کیا ترمذی نے وبسم اللہ
وفی سبیل اللہ اور کہا کہ حسن غریب ہے اور روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور طریقے سے اور حاکم نے اور اوس میں ہے کہ جب رکھو تم مردوں کو
قبر میں کہو بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ اور صحیح کیا اسکو اور بہت سے طریقے دوسرے ہیں اس حدیث کے ص اور مردے کا منہ قبلہ
کی طرف کر دیوے ف اور یہی ثابت ہے حدیثوں سے اور اتفاق کیا اوس پر علماء امت نے ص اور جو کفن کے کھلنے کے خوف
سے گرہ باندھی تھی کھول دیوے اور کچی اینٹ اور نرسل قبر پر رکھے ف اسواسطے کہ بچھائی گئی تھیں لبنتیں واسطے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے روایت کی مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کہ کہا انھوں نے اوس مرض میں کہ مرے اوسیمیں بناؤ واسطے میرے لحد
رکھو اوس پر لبنتیں جیسا کہ کیا گیا تھا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مروی ہے حدیث ابن حبان سے کہ رکھو اوپر میرے اینٹیں جیسا کہ رکھی گئین
قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کی گئی نقب اور
یہ مرسل ہے اور روایت کی ابن سعد نے طبقات میں کہ وصیت کی ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل ہمدانی نے یہ کہکر کہ ڈالیں اوسکی لحد پر
قصب اور کہا کہ دیکھا میں نے مہاجرین کو کہ دوست رکھتے تھے اسکو اور قصب نرکل کو کہتے ہیں فقط ص اور دفن کے
وقت عورت کی قبر پر پردہ کرے اور مرد کی قبر پر نکرے ف اسواسطے کہ پردہ خاص واسطے عورت کے ہے ص اور پختہ اینٹ اور لکڑی قبر پر
بچھانا مکروہ ہے پھر مٹی ڈالے اور قبر کو اونٹ کی کوہان کی سی بلند کرے اور مربع نکرے ف اور جسنے دیکھا قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سو بلند کیا کہ جیسے
اونٹ کی کوہان ہے کہا امام ابو حنیفہ نے حدیث بیان کی ہمسے ایک شیخ نے مرفوعاً کہ منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مربع کرنے قبر کے
اور برابر کرنے سے اسکو اور روایت کی امام محمد نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھوں نے خبر دی مجھکو اوسنے جسنے دیکھا قبر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو اور قبر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو کہ تھیں وہ اوٹھی ہوئی زمین سے اور اون پر بیچ میں شگاف تھا پتھر سفید سے اور صحیح بخاری میں ہے
ابو بکر بن عیاش سے کہ سفیان تمار نے حدیث بیان کی اونسے کہ دیکھا اونھوں نے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تھی مثل کوہان شتر کے اور
ایسا ہی اسکو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اور بہت سے آثار اس باب میں وارد ہوئے ہیں اور روایت کی ابو حفص بن شاہین نے کتاب الجنائز
میں سالم سے کہ پوچھا میں نے ابو جعفر محمد بن علی اور قاسم بن محمد بن ابی بکر اور سالم بن عبد اللہ نے کہ کسطرح تھین
قبریں آپکے رفیقون کی کہا کہ تھیں مثل کوہان شتر کے اور وہ جو مسلم نے روایت کی ہیاج اسدی سے کہ کہا کہ کہا واسطے میرے حضرت
علی نے کہ بھیجتا ہوں میں تجکو اوس پر کہ بھیجا تھا مجھکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نہ چھوڑ کوئی تصویر مگر مٹا دے اسکو اور نہ کوئی قبر
بلند مگر برابر کر دے اسکو سو جواب اسکا یہ ہے کہ قبر پر عمارت بلند بنی ہوئی ہو اور مراد یہ نہیں کہ ذرا سی قبر اونچی ہو بلکہ ایسی چاہیے کہ زمین سے ملی ہو جاوے اور معلوم ہو کہ قبر ہے

باب شہید کے بیان مین

جو شخص کہ طاہر اور بالغ ہووے اور تیر چیرے سے مارا جاوے ظلم کی راہ سے اور اوس مارے کے بدلے مین مال دیا جاوے یا حرب والوں اور باغیوں کے
قتال میں مردہ پایا جاوے اور بیہوش بغیر غسل کے جیسے جسم کے زخم اور لعاب کا ہو تو وہ شہید نہیں اور جسکو کہ تیر چیرے سے قتل نہیں کیا بلکہ

یا بسبب کسی چیز کے تو وہ بھی شہید نہیں مگر اگر باغیوں نے مار ڈالا ہو یا مشرکین یا لوٹنے والوں نے کہ اونکا مقتول ہر چیز سے مارا ہو شہید ہے

ف اور اگر جنب شہید ہو تو امام صاحب کے نزدیک غسل اوسکو کرایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک نہیں دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ روایت کی ابن حبان اور حاکم نے عبداللہ بن زبیر سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے اور تحقیق کہ حنظلہ بن ابی عامر ثقفی صاحب تمہارا غسل دیتے ہیں اوسکو ملائکہ تو پوچھا صحابہ نے اونکی بیوی سے کہا کہ نکلے تھے وہ اور جنب تھے اخیر حدیث تک اور فرمایا آپ نے کہ اسیواسطے غسل دیتے ہیں اوسکو ملائکہ اور کہا حاکم نے صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے اور بیوی کا ذکر نہیں کیا اور نام اونکی بیوی کا جمیلہ بنت ابی سلول ہے بہن تھیں عبداللہ بن سلول منافق کی اور باغیوں سے مراد ہیں جو کہ امام برحق کی اطاعت سے نکل جاویں تو وہ شہید ہے اور دلیل اوسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ شہداء احد کے سب ہتھیار سے نہیں مارے گئے تھے اور پھر کسیکو غسل نہیں دیا گیا

ص اور جو ظلم سے نہ مارا جاوے بلکہ حد یا قصاص میں مار ڈالا جاوے تو وہ بھی شہید نہیں اور جسکے مرنے سے دیت واجب ہو وہ بھی شہید نہیں مگر باپ اپنے بیٹے کو مار ڈالے تو وہ شہید ہے اور اگر کسی شخص کو میدان میں زخمی پایا یا اور مردہ پایا تو وہ شہید نہیں تو اگر کسی مسلمان کو ایک مسلمان نے کہ وہ باغی اور ڈکیت نہیں یا مسلمان کو ذمی نے مار ڈالا تو اگر تیز چیز سے مارا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک شہید ہے اور جو تیز چیز سے نہیں مارا تو شہید نہیں اور صاحبین کے نزدیک تیز چیز کی شرط نہیں اور جو چیزیں کہ کفن مردہ سے جنس نہیں جیسے پوستین اور قبا اور ٹوپی اور ہتھیار اور موزہ وہ شہید سے اوتار لیے جاوینگی اور اگر کفن میں سے کوئی چیز کم ہو تو زیادہ کریں اور جو زیادہ ہو تو کم کریں اور اوسکو غسل نہ دیویں اور نماز پڑھیں اور خون بھرا ہوا دفن کر دیا جاوے

ف کیونکہ روایت کی امام احمد نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آئے احد کے شہیدوں کے سو فرمایا کہ میں گواہ ہوں ان لوگوں پر دفن کرو اونکو ساتھ زخموں اونکے اور خونوں اونکے اور یہ مستلزم ہے عدم غسل کو کیونکہ جب غسل ہوگا تو خون کہاں باقی رہیگا اور غسل کے ترک میں چند حدیثیں آئی ہیں جس طرح کیا بخاری اور اصحاب سنن نے لیث ابن سعد سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عبدالرحمن بن کعب سے انہوں نے جابر بن عبداللہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمع کرتے تھے دو شخصوں کو شہیدوں احد سے اور فرماتے تھے کونسا زیادہ ہے حافظ قرآن کا تو جب بتاتا کوئی کسیکو اوسکو آگے کرتے لحد میں اور کہتے میں گواہ ہوں انپر دن قیامت کے سو حکم کیا آپ نے اونکے دفن کا خونوں میں اور نہیں غسل دیا اونکو زیادہ کیا بخاری اور ترمذی نے اور نہیں نماز پڑھی اونپر کہا نسائی نے نہیں جانتا ہوں میں کہ متابعت کی ہو لیث کی کسی اصحاب زہری سے اس اسناد پر اور بخاری نے نہیں اعتبار کیا اوسکو اور روایت کی ابوداؤد نے جابر سے کہ لگا ایک شخص کو تیر سینے میں یا حلق میں سو مر گیا اور رکھا گیا اوسیطرح اپنے کپڑوں میں اور ہم تھے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سند اوسکی صحیح ہے اور روایت کی نسائی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لپیٹ دو اونکو اونکے خونوں میں کیونکہ نہیں ہے کوئی زخم کہ لگا ہو اللہ کی راہ میں مگر آویگا دن قیامت کے کہ رنگ اوسکا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو جیسے مشک کی اور امام شافعی کے نزدیک اونپر نماز بھی نہ پڑھی جاوے اور کہتے ہیں کہ تلوار محو کرنے والی ہے واسطے گناہوں کے اور بعض فقہا نے اسکو کلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے اور اونکا یہ ہے صحیح ابن حبان میں اور صحیح بخاری میں جو جابر سے ہے کہ نہیں پڑھی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر قتیلوں احد کے اور جو ہماری طرف سے ہے یہ ہے کہ روایت کی ابوداؤد نے مراسیل میں عطا بن ابی رباح سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اوپر شہداء احد کے تو یہ معارض ہوگی حدیث جابر کی ہمارے نزدیک لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ مرسل ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ عطا یہ بڑے تابعین

بس سے مل اور مرسلات انکے مانند مرفوع کے ہیں اور اگر مسلم ہو تو جب قوت دیگی اوسکو دوسری حدیث مرفوع تو لو تحت ہوگی اور وہ یہ
جو روایت کی حاکم نے جابر سے کہا کہ گم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو بیچ اونکی نعش میں جبکہ تھی گئی شہادت سے
پھر کھڑے ہوئے لوگ قتال سے سو کہا ایک شخص نے کہ دیکھا میں نے اونکو ولانے درخت کے نیچے تب آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس
درخت کے پاس اور دیکھا اونکو اور دیکھا حال اونکا اور روئے پکار کے سو کھڑا ہوا ایک شخص انصار میں سے اور ڈالا اوپر ایک کپڑا پھر لائے گئے حمزہ
رضی اللہ عنہ اور نماز پڑھی آپ نے اوپر جنازے تب پڑھتے جاتے تھے اوپر نماز بیلو میں حضرت حمزہ کے اور اوٹھتے جاتے تھے اور حمزہ رضی اللہ
عنہ وہیں رکھے گئے یہاں تک کہ پڑھی نماز سب شہیدوں پر اور فرمایا آپ نے کہ حمزہ سردار شہیدوں کے ہیں اللہ کے نزدیک دن قیامت کے اور کہا
کہ صحیح ہے اسناد اوسکی اور نہیں نکالا اوسکو شیخین نے لیکن اسناد میں اوسکی مفضل بن صدقہ ہے اور اوسکو اگرچہ ضعیف کیا یحییٰ اور نسائی
نے لیکن کہا اہوازی نے کہ عطا بن مسلم توثیق کرتے تھے اونکی اور احمد بن شعیب نسائی اوپر [illegible] اور کہا ابن عدی نے میں
دیکھتا ہوں میں ساتھ اوسکے کچھ حرج تو کم ہوگی حدیث درجہ حسن سے اور وہ حجت ہے اور شک نہیں اسمیں کہ قوت دیگی حدیث ابو داؤد
کو اور کہا احمد نے ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمة ثنا عطاء بن السائب عن الشعبي عن ابن مسعود قال كان
النساء يوم أحد خلف المسلمين یہاں تک کہا فوضع حمزة للنبي صلى الله عليه وسلم وجيء برجل من الأنصار فوضع إلى جنبه فصلى
عليه فرفع الأنصاري وترك حمزة ثم جيء بآخر فوضع إلى جنب حمزة فصلى عليه ثم رفع وترك حمزة فصلى عليه يومئذ
سبعين صلاة یعنی تھیں عورتیں دن احد کے پیچھے مسلمانوں کے یہاں تک کہا پس رکھے گئے حمزہ واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور لایا گیا ایک مرد انصار میں سے اور رکھا گیا اونکے بیلو میں سو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسپر پس اوٹھا لیا گیا
وہ شخص اور چھوڑ دیے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ پھر لایا گیا دوسرا شخص پس رکھا گیا بیلو میں حمزہ کے اور نماز پڑھی آپ نے اوسپر پھر اوٹھا
لیا وہ شخص اور چھوڑے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ یہاں تک کہ پڑھی اوسپر اوس دن نماز ستر بار اور یہ بھی درجہ حسن سے کم نہیں اور عطاء بن السائب
اگرچہ آخر عمر میں خبط اونکا مگر کیا تھا لیکن جن لوگوں نے اونسے اول عمر میں سماعت کی تو وہ صحیح ہے اور ان میں حماد بن سلمہ ہوئے
قبل تغیر کے سنا کیونکہ حماد بن زید سے ثابت ہوا ہے کہ قبل تغیر کے سنا اور وفات اونکی عطا کے بعد پچاس برس کے ہوئی اور حماد بن
سلمہ نے انتقال کیا قبل حماد بن زید کے بارہ برس پہلے تو روایت اونکی صحیح ہوگی اور بشرط عدم تسلیم حسن سے کم نہوگی اور روایت کیا
دارقطنی نے ابن عباس سے کہ جب پھرے مشرک لوگ شہیدوں احد سے یہاں تک کہا پھر آگے گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ
اور تکبیر کہی اوسپر دس بار اور ذکر کیا باسناد اور روایت کے لو یہ بھی درجہ حسن سے کم نہیں تو درصورتیکہ ضعیف ہوں تب بھی حاصل
اون حدیثوں کا حسن ہو جاتا کہ ہر حدیث حسن ہو علاوہ اسکے کہا ابن اسحق نے مغازی میں حدثني من لا أتهم عن مقسم مولى ابن
عبد الله عن عطاء عن ابن عباس اور ذکر کیا اس حدیث کو تو رجوع ہو گیا اوسکا اور روایت کی [illegible] شکری سے کہا
کہ تھا میں اوس لشکر میں کہ بھیجا تھا اوسکو ابو بکر صدیق رض نے ساتھ عمرو بن العاص کے ایلہ اور فلسطین کیطرف اور ذکر کیا حدیث کو اور کہا
کہ قتل کیے گئے اونمیں مسلمانوں میں سے ایک کم تیس آدمی اور نماز پڑھی اوپر عمرو بن العاص نے اور اون لوگوں نے جو اونکے ساتھ تھے اور تھے اوس وقت
ساتھ عمرو کے لوگ ہزار مسلمان اور دوسرے یہ کہ نماز واسطے ظاہر کرنے کرامت کے ہے اور وہ شہید میں مرد ہو یا ص اور لڑکے اور حائض اور
جنب اور نفسا کو غسل دیا جاوے ف اور دلیل اسکی اوپر گذری کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل دیتے ہیں حنظلہ کو ملائکہ اور لڑکے کو

اسواسطے غسل دیا جاوے اور کسی نے کہا کہ فی ہوئی شہداے احد کے حق میں غسل کے مرنے کیونکہ وہ معصوم تھے بخلاف لڑکے کے کہ اوسکا گناہ
نہیں ہے تو اوسکے حکم میں نہوگا ص اور اگر ایک شخص کو شہر میں مقتول پایا اور قاتل اوسکا معلوم نہیں برابر ہے کہ قتل اوسکا لوہے یا بڑی لاٹھی
یا چھوٹی لاٹھی سے ہوا ہے غسل اوسکو دیوینگے اگر ایسے موضع میں ہو جہاں دیت اور قصاص لازم آتی ہے جیسے محلہ اور گھر وغیرہ میں
پڑا ہو وے اور اگر سڑک یا مسجد جامع میں پڑا ہو تو اگر معلوم ہوا کہ تیز چیز سے قتل ہوا ہے غسل نہ دیا جاویگا کیونکہ وہ شہید ہے اور اگر تیز
چیز سے نہیں قتل کیا گیا ہو بلکہ بڑی لاٹھی سے ہو لائق ہے کہ امام صاحب کے نزدیک غسل دیا جاوے اور صاحبین کے نزدیک نہیں دیا جاویگا
اور اگر چھوٹی لاٹھی سے قتل ہوا ہے سب کے نزدیک غسل دیا جاویگا اور اگر کچھ معلوم ہو کہ کس سے قتل ہوا ہے تو غسل دیا جاویگا اور اگر کوئی
شخص معرکے میں زخمی ہوا پھر جلد اوسنے مرا یا کچھ کھایا پیا یا اوسکا علاج کیا یا جیتے جی زندہ گیا یا ایک وقت نماز تک عاقل رہا یا کچھ وصیت کی
غسل دیا جاویگا اور نماز پڑھی جاویگی ان سب صورتوں میں اور امام محمد کے نزدیک فقط وصیت سے غسل دینگے اور اگر باغی یا ڈاکے والا مارا گیا
اوسکو غسل دینگے اور نماز نہیں پڑھینگے ف کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں نماز پڑھی باغیوں پر ایسا ہی ہے ہدایہ میں

ص باب کعبے میں نماز پڑھنے کے بیان میں

کعبے میں فرض اور نفل پڑھنا درست ہے اور امام شافعی کے نزدیک بھی اسی میں کہا ہے کہ درست نہیں اور اوسکی کتابوں میں لکھا ہے کہ درست
جب ہے تو منہ ہو طرف دیوار کعبے کے یہاں تک کہ اگر منہ کیا طرف دروازے کے اور وہ کھلا ہے اور چوکھٹ بھی برابر اونٹ کے پالان کی
لکڑی کے نہیں تو نہیں جائز ہوگا اور یہی ہے اوسکی کتابوں میں لیکن اگر معاذ اللہ مثلاً کعبہ گرایا جاوے تو نماز اوسکے باہر اوس طرف منہ کر کے درست
ہے اور اوسکے اندر جائز نہیں مگر جب اوسکے سامنے سترہ ہو یا بقیہ ہو دیوار کا اور اعتراض کیا اوسپر صاحب شرح وقایہ نے ف اور ہمارے
نزدیک اسواسطے درست ہے کہ روایت ہے صحیحین میں ابن عمر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوے کعبے میں اور اسامہ اور
بلال اور عثمان ابن طلحہ اور بند کر لیا اوسکو پھر رہے تھوڑی دیر وہاں کہا ابن عمر نے کہ پوچھا میں نے بلال سے جس وقت نکلے کہ کیا
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کیے دو ستون بائیں طرف اور ایک داہنی طرف اور تین پیچھے اپنے پھر نماز پڑھی تو تھا خانہ کعبہ
کا اوس دن چھ ستون پر اتنی اور یہ قبل فتح مکہ کا تھا جیسا کہ تصریح کی انھوں نے ساتھ اوسکے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے تو یہ حدیث
اور سوا اوسکے معارض ہے اوسکے جو نکالا اون دونوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوے
کعبے میں اور اوسمیں چھ ستون تھے سو کھڑے ہوئے نزدیک ایک ستون کے اور دعا کی اور نماز نہ پڑھی تو ترجیح ہوگی حدیث ابن عمر کو کیونکہ اثبات
مقدم ہے نفی پر اور بعضوں نے جواب دیا کہ حدیث بلال کی کہ صلوۃ سے اوس جگہ مراد دعا ہے غلط ہے کیونکہ خود بخاری میں ہے ابن عمر سے
کہ پوچھا میں نے حضرت بلال سے کہ نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے میں کہا کہ ہاں دو رکعتیں آخر تک لیکن معارض ہے اوسکے
جو صحیحین میں ہے قول ابن عمر کا کہ بھول گیا میں پوچھنا اوس سے کہ کتنی رکعتیں پڑھی تھیں تو اس صورت میں جمع اس طور پر ہوگا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار داخل ہوے کعبے میں دن فتح مکہ کے سو نہیں نماز پڑھی اور داخل ہوے پھر دوسرے روز سو نماز پڑھی
اور یہ حج وداع میں تھا اور یہ مروی ہے حضرت ابن عمر سے ساتھ اسناد حسن کے اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے تو ہم محمول کرتے ہیں حدیث
ابن عباس کو اول روز پر واللہ اعلم ص کعبے کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ مقتدی کی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف ہو مگر جسکی
پیٹھ امام کے منہ کی طرف ہوگی اوسکی نماز درست نہوگی کیونکہ وہ امام سے آگے ہوگیا اور کعبے کے اوپر نماز پڑھنا مکروہ ہے تعظیم کے

واسطے اور جو ہے میں ہو کر تا ہی کے نزدیک جائز نہیں ف اس واسطے کہ کعبہ اوس کے نزدیک اوس عمارت کا نام ہے اور ہمارے نزدیک کعبہ
ایک جا ملہ ہوا اور ہوا اور آسمان تک بنا کیونکہ نقل اوسکا ہو سکتا ہے اور دلیل اسپر یہ ہے کہ اگر پہاڑ پر کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ کعبے سے
اونچا ہے تو اس صورت میں جب عمارت کا نام ہو وے نماز نہ جائز ہووے اور مکروہ ہے اس واسطے کہ اوسمیں ترک تعظیم ہے اور وارد ہوئی ہے
اوسمیں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ابن ماجہ نے سنن میں حضرت عمر سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
سات جگہ میں نہیں جائز ہے نماز اونمیں پیٹھ خانہ کعبہ کی اور مقبرہ آخر حدیث تک اور ضعیف کی گئی یہ حدیث ساتھ ابو صالح
کاتب اللیث کے لیکن توثیق کی اوسکی جماعت نے اور کلام کیا بعضوں نے اور نہ جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ مکروہ ہے تو نماز کامل نہیں
ہوتی ص اور اوسکی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب بلی سترہ آگے کھڑا کر لیوے تو درست ہے اور بغیر اوسکے جائز نہیں اور اگر ایک امام کے ساتھ لوگوں نے
اقتدا کی کعبے کے گرد حلقہ باندھ کے تو درست ہے مگر کوئی انمیں سے اگر اپنے امام سے زیادہ کعبے کیطرف نزدیک ہے مثلاً امام دو گز کے فرق پر ہے اور
مقتدی ایک گز کے تو اس صورت میں اگر وہ شخص اوس طرف ہے جسطرف امام ہے تو نماز اوسکی درست نہو گی اور اگر اور طرف میں ہے تو درست
ہو گی جاننا چاہیے کہ کعبے کی چار جانب میں چار دیوار حساب کے تو پھر جو شخص کہ اوس طرف کھڑا ہے کہ جسطرف امام ہے تو وہ شخص جس وقت کہ کعبے کیطرف امام سے زیادہ نزدیک
ہے تو امام سے آگے ہو جاویگا بخلاف دوسری طرف کھڑے ہونے والوں کے کیونکہ وہ شخص کہ اونمیں امام سے زیادہ کعبے کے نزدیک ہے وہ امام سے آگے نہیں ہے مقتدی

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ چاندی اور سونا اور سوائم اور تجارت کے مالوں میں اگر حاجت اصلی سے زائد ہوں اور نصاب کے موافق ہوں اور تصرف میں
مالک آزاد اور عاقل بالغ مسلمان کے ہووین بعد ایک سال گذرنے کے ان چیزوں پر واجب ہوتی ہے ف زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ فرمایا
اللہ تعالیٰ نے وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی ادا کرو زکوٰۃ مالوں اپنے کی اور اوسپر اجماع ہے امت کا اور واجب ہونے سے مراد اس مقام میں فرض
ہونا ہے اور شرط آزاد ہونے کی اس واسطے ہے کہ کمال ملک ساتھ حریت کے ہوتا ہے اور غلام کی کچھ ملک نہیں ہے اور بلوغ اور عقل کو بیان
کرینگے اور اسلام شرط ہے اس واسطے کہ زکوٰۃ عبادت ہے اور عبادت کافر سے صحیح نہیں ہوتی اور نصاب بھی ضرور ہے اس واسطے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کیا نصاب کو اور روایت کی بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری سے کہ فرمایا حضرت نے نہیں ہے کم میں پانچ وسق
سے کھجور کے زکوٰۃ اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار مد کا اور مد ایک رطل اور تہائی رطل ہوتا ہے اور فرمایا کہ نہیں ہے کم میں
پانچ اوقیے چاندی کے صدقہ یعنی زکوٰۃ اور اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیے کے دو سو درم ہوئے اور اوسکے ستاون روپے
تین ماشے بحساب فی روپیہ گیارہ ماشے کے ہوتے ہیں اور فرمایا کہ نہیں ہے پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ اور ایک سال گذرنے کی اس واسطے قید
ہے کہ روایت کی مالک اور نسائی نے نافع سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حاصل کرے مال تو نہیں ہے زکوٰۃ اوسپر
یہانتک کہ گذر جاوے اوسپر سال اور روایت کی ابو داؤد نے عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ سے اور حارث اعور سے انہوں نے حضرت علی سے
کہ فرمایا حضرت نے جب ہوں تیرے واسطے دو سو درم اور اوسپر گذر جاوے ایک سال تو اوسمیں پانچ درم ہیں اور پھر حال بیان کیا کہ نہیں ہے
کسی مال میں زکوٰۃ یہانتک کہ گذر جاوے ایک سال اور حارث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عاصم ثقہ ہے اور روایت کی مالک نے کہ کہا قاسم نے
نہیں لیتے تھے حضرت ابو بکر کسی مال سے زکوٰۃ یہانتک کہ گذرے اوسپر ایک سال ص اور حد مال النصاب یا زائد حاجت اصلی سے ہو دے
جیسے غلام واسطے خدمت کے اور غلہ واسطے کھانے کے اور کپڑے پہننے کے اور اسباب خانگی اور جانور سواری کے اور ہتھیار کہ اونکو استعمال

گھر یا ہو اور ہر دور کی ہتھیار اور کتابیں پڑھنے کی تو زکوٰۃ واجب نہیں ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے مسلمان
پر صدقہ اوسکے غلام میں اور اوسکے گھوڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں ہے اوسکے غلام میں صدقہ مگر صدقہ فطر روایت کیا اسکو
بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ص اور نیت تجارت کی بھی ضرور ہے مثلاً غلام اوسکی خدمت سے زیادہ ہوں یا گھر
اوسکے رہنے کے سوا اور ہوں تو اگر نیت تجارت کی نہوگی زکوٰۃ واجب نہوگی اور مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہیں ف اور مکاتب
اوس غلام کو کہتے ہیں کہ اوسے مالک نے کہہ دیا ہے کہ اگر اتنے روپے تو مجھے دیدے تو تو آزاد ہے اور زکوٰۃ اس واسطے اوسپر واجب نہیں کہ حریت صرف
اوسمیں نہیں ہے بلکہ ایکطرح کی عبدیت یعنی غلام ہونا متحقق ہے جب تک اپنی قیمت نہ ادا کر چکے ص اور جو شخص کہ قرضدار ہے بقدر
قرض اوسکے کے زکوٰۃ اوسپر واجب نہوگی یہ جب ہے کہ قرض کسی شخص کا آتا ہو اور اگر قرض خدا کا ہو جسکو بندہ طلب کرے جیسے نذر یا کفارہ
تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور مال ضمار یعنی اوس مال میں جسکا مالک سے غائب ہے اور امید اوسکے ملنے کی نہیں ہے جیسے مال گم ہوا یا دریا میں
ڈوبا ہوا یا غصب کیا ہوا اور اوسپر کوئی گواہ نہیں یا جنگل میں مثلاً گاڑا اور پھر جگہ اوسکی بھول گیا یا جو قرض کہ لینے والے نے اوسکا انکار
کیا برسوں پھر اقرار کیا لوگوں کے سامنے بعد برسوں کے یا جو ظالم نے مال لے لیا اور پھر برسوں کے مل گیا تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ
اون برسوں گذرے ہوؤں کی لازم نہ آویگی اور امام شافعی کے نزدیک لازم آویگی اور جو قرض کہ معلوم غنی پر ہو اور وہ اقرار کرتا ہو یا قرضدار انکار کرتا ہو لیکن گواہ اوسکے
لینے پر موجود ہوں یا قاضی اوس سے واقف ہو تو یہ مال گر اوسکو ملجاویگا زکوٰۃ اون گذرے دنوں کی واجب ہوگی اور اگر کسی چیز کو
تجارت کی نیت سے خریدا بعد اوسکے نیت خدمت کی کی زکوٰۃ اوسمیں واجب نہوگی گرچہ پھر نیت تجارت کی کرے جب تک اوسے
بیچ نہ ڈالے اور جس چیز کو تجارت کے لیے خرید وہ تجارت کے واسطے ہوگیا اور زکوٰۃ اوسپر واجب ہوگی اور جو چیز ورثے میں ملی اور نیت تجارت اسمیں کی
وہ تجارت کے واسطے نہوگی جب تک کہ اوسکو نہ بیچے اور جو شخص کسی مال کا سوا تجارت اور سوا ورثے اور سوا کسی ہبہ یا وصیت یا نکاح
یا خلع یا دیت سے مالک ہو جاوے اور وقت ملک کے نیت تجارت کی ہووے تو امام ابو یوسف کے نزدیک واسطے تجارت کے ہوگا اور
زکوٰۃ واجب ہوگی اور نزدیک امام محمد کے واجب نہوگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک واجب نہوگی اور محمد کے نزدیک
واجب ہوگی اور اگر ملک کے وقت نیت تجارت کی نہو اگرچہ پھر نیت تجارت کی ہو زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ نیت تجارت کے
وقت تک کی ہووے یہ جب ہے کہ سبب ملک کا اختیاری ہو اور اگر اختیاری نہو جیسے ورثہ وغیرہ تو اوسمیں فقط نیت تجارت
کرنے سے زکوٰۃ واجب نہوگی اور زکوٰۃ دینے کے وقت نیت زکوٰۃ کی چاہیے یا مال زکوٰۃ کو جدا کرے تو اگر کوئی شخص ہزار روپے کا
مال اٹھا ہے بغیر نیت زکوٰۃ کے وقت بانٹنے یا جدا کرنے کے تو وہ مال زکوٰۃ سے محسوب نہوگا اور اگر سب مال کوئی شخص اللہ کی راہ میں دیدے
تو زکوٰۃ اوسکی ساقط ہوگی اور اگر تھوڑا مال دیوے تو جتنا مال دیا ہے اوسکی زکوٰۃ امام محمد کے نزدیک ساقط ہوگی اور ابو یوسف کے نزدیک
نہیں ہوگی مثلاً اگر اوسکے پاس دو سو درم تھے اوسنے سو درم میں سے پانچ دیدیے امام محمد کے نزدیک تو اونکی زکوٰۃ ادا ہو جاویگی اور ابو یوسف کے نزدیک ادا نہوگی فقط

باب مالوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

نصاب اونٹ کی پانچ ہیں اور گائے کی تیس اور بکری کی چالیس تو جب اونٹ پانچ سے یا گائے تیس سے یا بکریاں چالیس سے کم ہوں تو
زکوٰۃ واجب نہوگی ف کیونکہ فرمایا حضرت نے کہ اور جسکے سوا نہیں مگر چار اونٹ تو نہیں ہے اوسمیں صدقہ مگر یہ کہ چاہے مالک اوسکا یعنی
فرض نہیں زکوٰۃ اوسمیں اور جب ہوجاویں پانچ تو اوسمیں ایک بکری ہے اور فرمایا کہ جب ہوں کم چالیس بکریوں سے آدمی کے پاس

تو تیس برادمیں صدقہ مگر یہ کہ چاہے مالک اوسکا دینا یا اور وہی اکثر کی کلمہ تَلْثَیْنِ تَبِیْعٌ یعنی گائے میں ہر تیس میں ایک بچہ گائے کا ہو
ایک برس کا اور دوسرے برس میں لگا ہو ص اور یہ میں اوسکے کمی ہوں عجبا ف بختی اونٹ اوسکو کہتے ہیں کہ عربی اونٹ
اور عجمی سے مل کے پیدا ہوا ہو اور عربی جسکے ماں باپ دونوں عربی ہوں ص ایک بکری ہے جب ہو تو دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں
تین اور بیس میں چار اور جب پچیس اونٹ ہو جاویں ایک بنت مخاض یعنی ایک برس کی اونٹنی کہ دوسرے برس میں لگی ہو اور جب
ہو جاویں چھتیس تو ایک بنت لبون یعنی دو برس کی اونٹنی کہ تیسرے برس میں لگی ہو اور جب چھیالیس ہوں تو ایک حقہ یعنی تین برس
کی کہ چوتھے میں لگی ہو اور جب اکسٹھ ہوں تو ایک جذعہ چار برس کی کہ پانچویں میں لگی ہو اور جب چھہتر ہوں تو دو بنت لبون اور
جب اکانوے ہوں تو ایک سو بیس تک دو حقے پھر آگے ہر پچاس میں ایک حقہ ایک سو پینتالیس میں ایک بنت مخاض اور دو حقے اور ڈیڑھ سو
میں تین حقے واجب ہونگے پھر ہر پانچ میں ایک بکری پھر ہر پچیس میں ایک بنت مخاض اور ہر چھتیس میں ایک بنت لبون پھر ایک سو
چھیانوے میں دو سو تک چار حقے واجب ہونگے پھر بعد دو سو کے ہمیشہ اسیطرح ہر پچاس سے شروع کیا جاویگا جیسا کہ بعد ڈیڑھ سو کے شروع
کیا گیا تھا ف اور ایسا ہی وارد ہوا ہے حدیث میں اور اسمیں خلاف امام شافعی کا ہے واللہ اعلم ص اور جب تیس گائے ہوں یا
بھینس تو ایک تبیع یعنی بچہ ایک سال کا دیوے نر یا مادہ اور جب چالیس ہوں تو ایک مسنہ یعنی دو برس کا نر یا مادہ اور پھر
ساٹھ تک حساب لگا کرے اور جب ساٹھ ہوں تو دو تبیعے اور ستر تک پھر جب ستر ہوں ایک مسنہ اور ایک تبیعہ پھر جب اسی ہوں
تو دو مسنے اور جب نوے ہوں تو تین تبیعے اور جب سو ہوں تو دو تبیعے اور ایک مسنہ اور جب ایک سو دس ہوں تو ایک تبیعہ اور
دو مسنے پھر جب ایک سو بیس ہوں چار تبیعے یا تین مسنے دیوے اسیطور ہر ایک تیس میں تبیعہ اور ہر چالیس میں مسنہ دیا کریگا اور جب چالیس
بکریاں یا بھیڑیں ہوں تو ایک بکری ہے پھر ایک سو اکیس میں دو بکریاں پھر جب دو سو اور ایک بکری ہو تین بکریاں ہیں پھر جب
چار سو ہوں تو چار بکریاں دے پھر اسیطرح ہر سیکڑے میں ایک بکری دیا کرے ف اور ایسا ہی حدیث میں آیا ہے روایت کیا اوسکو
ابو داود نے حضرت علی سے اور اسناد اوسکی ضعیف ہے اور مروی ہے کتاب حضرت ابوبکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی ذکر
کیا ہے اوسکو بخاری نے ص اور جو خچر یا گدھے تجارت کے سوا ہیں اونمیں زکوۃ واجب نہیں مگر یہ کہ تجارت کے لیے ہوں ف
اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں نازل ہوا مجھپر اونمیں کچھ اور جب تجارت کے لیے ہوں تو زکوۃ واجب ہوگی کیونکہ
حال اونکا مثل حال اور مال کے ہے ص اور اونٹ گائے بکری اگر گھر میں سے اونکو کھلایا جاتا ہو اور چارہ دیا جاتا ہو تو
اونمیں زکوۃ واجب نہیں اور یہ جو زکوۃ مذکور ہیں جب ہیں کہ وہ جانور سوائم یعنی جنگل سے چر آتے ہوں اکثر مدت سال کی اور جو
جانور کہ کام کے لیے ہیں جیسے بیل ہل جوتنے کے یا بوجھ لادنے کے لیے تو اونمیں بھی زکوۃ واجب نہیں بکری کے اور اونٹ کے
اور گائے کے بچوں میں جتنے چاہے ہوں زکوۃ نہیں ہے مگر بڑے کے ساتھ ہیں مثلا چالیس بچے ان میں بکری کے اور پانچ بچے میں
اونٹوں کے اور تیس بچے میں گایوں کے اگر ایک بھی بڑا ہوگا تو زکوۃ واجب ہوگی اور نرے اگر نر گھوڑے ہوں تو زکوۃ واجب نہیں
اور نری مادہ ہوں تو صدا ایک ہے سب میں واجب نہیں اور اگر نر مادہ ملے جلے ہوں ہر گھوڑے میں ایک دینار لازم دیگا یا اونکی
قیمت لگا کے اگر نصاب پہنچے ہو تو چالیسواں حصہ لازم آویگا ف اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور قول امام زفر کا بھی ہے اور کہا
صاحبین نے نہیں زکوۃ ہے گھوڑے میں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ نہیں ہے صدقہ مسلمان پر اوسکے غلام اور گھوڑے میں روایت کیا

اوسکو بخاری ومسلم وغیرہ نے اور جواب اسکا یہ ہے کہ مراد اسمیں وہ گھوڑا ہے جو واسطے جہاد کے ہو اور ایسا ہی منقول ہے زید بن ثابت سے
یا وہ جو گھر میں کھاتا ہو اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گھوڑے چرنے والے میں ایک دینار ہے یا
دس درہم ذکر کیا اس حدیث کو شیخ تقی الدین نے امام میں دارقطنی سے روایت جابر رضی اللہ عنہ سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ پہلے واجب تھی
زکوۃ گھوڑوں میں پھر منسوخ ہو گئی جیسا کہ روایت کی ترمذی اور نسائی نے حضرت علی رضی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کہ
میں نے معاف کی تمسے زکوۃ گھوڑے اور غلام کی تو نکالو صدقہ دراہم میں اور یہ صحیح نہیں کیونکہ جائز ہے کہ عفو اس حکم سابق سے ہو اور روایت کی
دارقطنی ناسخ اس حدیث کی ہو اور دلالت کرتی ہے اسپر جو روایت کی دارقطنی نے زہری سے کہ سائب بن یزید نے خبر دی اوسکو کہ دیکھا میں نے
باپ اپنے کو کہ کھڑا کرتے تھے گھوڑوں کو پھر دیتے تھے صدقہ اونکا حضرت عمر کو اور حکم کیا حضرت عمر نے ایسا ہی روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے
اور روایت کی عبد الرزاق نے ابن جریج سے انہوں نے ابن شہاب سے کہ عثمان رضی اللہ عنہ صدقہ لیتے تھے گھوڑوں کا اور سائب بن یزید نے خبر دی اوسکو
کہ عمر بن خطاب لیتے تھے صدقہ گھوڑوں کا کہا زہری نے نہیں جانتا ہوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت رکھا ہو صدقہ گھوڑوں کا اور روایت
کی امام محمد نے آثار میں ثنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی انہ قال فی الخیل السائمۃ التی یطلب نسلہا
ان شئت فی کل فرس دینارا او عشرۃ دراہم وان شئت فالقیمۃ فیکون فی کل مائتی درہم خمسۃ دراہم
فی کل فرس ذکرا وانثی یعنی جو گھوڑے چرنے والے کہ طلب کی جاوے اولاد اونکی اگر چاہے ہر گھوڑے میں ایک دینار یا دس درہم
اور اگر چاہے تو قیمت کے حساب سے ہر دو سو درہم میں پانچ درہم ہر گھوڑے میں مذکر ہو یا مونث اور روایت کی دارقطنی نے کہ مشورہ کیا اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ٹھہرا کہ ہر گھوڑے سے دس درہم لیے جاویں ص زکوۃ اور کفارے اور نذر اور عشر میں قیمت کا ہی اعتبار ہے اور
اور جو مصدق یعنی صدقہ لیتا ہو حاکم کی طرف سے اوسکو چاہیے کہ اوسط مال لیوے تو اگر اوس سن کا جانور جو واجب ہوا ہے اوسط نہ ملے ادنی لیوے
اور کمی قیمت اوسکی لیوے یا اعلی لیوے اور قیمت جو بڑھتی ہو پھیر دیوے ف اور اوسط مال سو اسطے لیوے کہ فرمایا حضرت نے واسطے معاذ کے لینے تو اچھے مال
اون کے اور ایسا ہی مروی ہے سنن ابو داؤد اور نسائی میں ص اور جو مال کہ بیچ سال میں بڑھ جاوے اصل نصاب اپنی قسم میں مل جاویگا
مثلا اوسکے پاس اول سال میں دوسو درہم تھے اور بیچ سال میں سو اور بڑھ گئے تو یہ سو بھی اون دو سو کے ساتھ ملائے جاوینگے تین سو کی زکوۃ
لازم آویگی اگرچہ اس سو پر پورا سال نہیں گذرا ہے اور زکوۃ نصاب سے متعلق ہوتی ہے اور جو کچھ عفو ہے اوسکا حساب نہیں مثلا جو کوئی پینتیس
اونٹ کا مالک ہووے تو واجب ایک بنت مخاض ہے پچیس میں اور جو زیادہ ہیں وہ معاف ہیں یہانتک کہ اگر ایک سال میں دس ہلاک ہو جاویں
زکوۃ ویسی ہی واجب ہوگی اور اگر بعد ایک سال کے تمام نصاب ہلاک ہو جاوے زکوۃ ساقط ہوگی اور اگر بعض ہلاک ہووے تو جتنا ہلاک ہوا ہے
اوسکی زکوۃ ساقط ہوگی اور پہلے جو کچھ نصاب سے ہلاک ہووے اوسکو عفو میں صرف کرینگے بعد اوسکے اوس نصاب میں جو عفو سے متصل ہے بعد
اوسکے اوس نصاب میں کہ اوس سے متصل ہے مثلا اگر ساٹھ بکریوں میں سے بیس بکریاں ہلاک ہو جاویں یا چھ اونٹ سے ایک اونٹ بعد سال کے تو
چالیس بکریوں پر اور پانچ اونٹ پر ایک بکری باقی رہیگی اسیطرح اگر چالیس اونٹ سے پندرہ ہلاک ہو جاویں چار کو عفو میں صرف کریں اور
گیارہ کو نصاب چھتیس میں کہ اوس سے متصل ہے تو پچیس اونٹ رہ جاوینگے اور اوسمیں ایک بنت مخاض لازم آویگی اور اگر چالیس اونٹ سے
بیس ہلاک ہوں تو چار عفو میں صرف کیے جاوینگے تو گیارہ اوس نصاب میں جو عفو سے قریب ہے اور پانچ اوس نصاب میں جو اوس نصاب سے قریب ہے یہانتک
کہ بیس اونٹ میں چار بکریاں باقی رہ جاوینگی اور جو پچیس ہلاک ہوں پندرہ رہ جاوینگے تو تین بکریاں لازم آویگی اور جو تیس ہلاک ہوں دس

ف [illegible]

ف [illegible]

رہجاوینگے تو دو بکریاں لازم آویگی اور جو بیتیس ہلاک ہوجاوین پانچ رہجاوینگے تو ایک بکری لازم آویگی یہانتک کہ حساب ہر ہر بیسیکا اور چرنا جانوروں کا اکثر سال میں کافی ہے یعنی چھ مہینے سے زیادہ جنگل میں چرین آدھا ماننا چاہیے کہ یہ جس طرح کہ امام کو سو تجہنا ہے اوسیطرح دسواں حصہ خراج کا اور زکوٰۃ سوائم اور زکوٰۃ مالوں تجارت کی سب امام لیویگا تو اگر باغیون نے خراج لے لیا تو مالکوں سے دوسری بار نہ لیا جاویگا کیونکہ خراج حق لڑنے والوں کا ہے اور وہ کافروں سے لڑنے میں آوراگر زکوٰۃ مال تجارت کی باغیوں نے لی اور زکوٰۃ کے مصارف میں صرف کیا تو مالکوں کو دوبارہ دینا نہوگا اور اگر انھوں نے اوسکے مصرفون میں صرف نہیں کیا تو اون لوگوں کو چاہیے کہ چھپکے سے دوبارہ زکوٰۃ دیوین اور اسی پر فتوی ہے اور بعضوں کے نزدیک اونکو پھیر دینا لازم نہیں اور بعضوں کے نزدیک اگر اونکو دیتے وقت نیت تصدق کی کرینگے تو زکوٰۃ اون سے ساقط ہوجاویگی اور شیخ ابو منصور ماتریدی نے اسکو قبول نہیں کیا **ف** اور باقی تفصیل اسکی اصل مین لکھی ہے ہمنے اس جگہ بنظر اس بات کے کہ عوام فہم نہ ہو ترک کیا **ص** اور جو لڑکا تغلبی ہو تو اوسکے مال سے جزیہ لیا جاویگا اور عورت تغلبی کے مال سے مثل اوس کے مردوں کی لیا جاویگا ماننا چاہیے کہ تغلبی منسوب ہے طرف تغلب کے اور بنو تغلب کہ ایک قوم تھی مشرکین سے حضرت عمر نے اوس سے جزیہ طلب کیا اونھوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم صدقہ دونا دیوینگے تو اس بات پر صلح ہوئی اور حضرت عمر نے کہا کہ یہی جزیہ ہے تمہیں جو تم چاہو اپنے یہاں نام رکھ لو اوسکا تو جب اون زکوٰۃ کے دونے پر صلح ہوگئی اون کی لڑکوں سے بھی لیا جاویگا اور عورتوں سے لیا جاویگا اور جو صاحب نصاب کا ہے اوسکو ایک سال کے پہلے یا زیادہ ایک سال سے زکوٰۃ کا دینا اور بھی اوسکو کئی نصابوں کی زکوٰۃ پیشتر دینا درست ہے مثلاً اوسکے پاس دو سو درم تھے اور اوسنے کئی نصابوں کی زکوٰۃ اوسمین سے ادا کی اور بعد اوسکے وہ نصاب اوسکو ملی تو پہلی زکوٰۃ اوس سے بھی کافی ہوگی اور جو پوری ایک نصاب کا مالک ہے اور وہ پیشتر کئی نصابوں کی زکوٰۃ دے تو درست ہے **ف** پہلے سال سے زکوٰۃ دینا اسواسطے درست ہے کہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہ پوچھا عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ جلدی دینے میں قبل گذرنے سال کے واسطے سبقت کے طرف نیکی کے تو اذن دیا آپنے اونکو **ص** نصاب سونے کی بیس مثقال ہے اور چاندی کا دو سو درم کہ ہر دس درم سات مثقال کے برابر ہوں اور اوس وزن کو وزن سبعہ کہتے ہیں تو ایک درم آدھا اور پانچواں حصہ مثقال کا ہوویگا تو دس درم سات مثقال کے ہونگے اور مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہے اور درم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا ہوتا ہے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت نے نہیں کم پانچ اوقیے سے چاندی مین زکوٰۃ اور ذکر کیا ہمنے اوپر اس حدیث کو اور اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیے کے دو سو درم ہوگئے اور روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت علی سے اور اوسمین ہے کہ لاؤ صدقہ چاندی کا ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم اور نہیں ہے ایک سو نوے میں کچھ اور جب دو سو ہوں تو اوسمین پانچ درہم ہیں اور روایت کی دارقطنی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا معاذ بن جبل کو جب بھیجا اونکو یمن کیطرف یہ کہ لیوے ہر چالیس دینار میں سے ایک دینار اور ہر دو سو درہم سے پانچ درہم اخیر تک اور وہ ضعیف ہے ساتھ عبداللہ بن شبیب کے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہ اور ابن عمر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے ہر بیس دینار سے آدھا دینار اور چالیس دینار سے ایک دینار اور یہ ضعیف ہے ساتھ ابراہیم بن اسمٰعیل مجمع کے اور دینار ایک مثقال کا ہوتا ہے اور روایت کی ابو احمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال میں عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے کہ فرمایا حضرت نے نہیں ہے دو سو درہم سے کم میں کچھ اور نہ بیس مثقال سے کم سونے میں کچھ اور دو سو میں پانچ درہم ہیں اور بیس مثقال میں آدھا مثقال

اور اسناد اوسکی ضعیف ہے اور روایت کی ابوداؤد نے مراسیل میں اور نسائی نے روایت میں عمرو بن حزم سے اور اوسمیں ہے کہ فرمایا آپ نے
ہر چالیس دینار میں ایک دینار ہے اور یہ حدیث ثابت ہے اور کہا ابن الہمام نے وهو حديث لا شك في ثبوته على ما قدمنا یعنی
یہ وہ حدیث ہے کہ نہیں شک ہے اوسمیں جیسا اوپر بیان ہوا اوسکو بیان کیا **ص** سونا یا چاندی مہر سکہ دار ہو معمول ہو یا ڈلا ہو چالیسوان
حصہ زکوۃ میں واجب ہوتا ہے **ف** تو اگر زیور چاندی یا سونے کا ہوگا زکوۃ واجب ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک نہیں
واجب ہے اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے جو روایت کی ابوداؤد اور نسائی نے کہ ایک عورت آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
اور اوسکے ساتھ اوسکی بیٹی تھی اور اوسکے ہاتھ میں دو کنگن تھے موٹے سونے کے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی
بیٹی سے کیا ادا کرتی ہے تو زکوۃ اوسکی کہا نہیں کہا کہ خوش ہے تجھکو کہ پہنادے اللہ تعالی تجھکو دو کنگن دن قیامت کے آگ کے کہا راوی نے
کہ اوتار ڈالا اون کو اوسنے اور پھینک دیا حضرت کے سامنے اور کہا کہ یہ دونوں واسطے اللہ اور رسول اوسکے کے ہیں کہا ابوالحسن قطان نے
اسناد اوسکی صحیح ہے اور کہا منذری نے مختصر میں کہ نہیں ہے گفتگو اوسکی اسناد میں اور حسن ترمذی میں ہے ابن لہیعہ سے کہا کہ آئیں دو
عورتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ذکر کیا اوس حدیث کو اور اوسمیں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کرو
زکوۃ اوسکی اور وہ جو ضعیف کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہیں صحیح ہے اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مراد یہ ہے
کہ اس طریقے سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ورنہ ظاہر کہا منذری نے کہ شاید قصد کیا اوسنے اون دو طریقوں کو جو ذکر کیا اوسکو
اور طریقہ ابوداؤد کا نہیں گفتگو ہے اوسمیں اور کہا ابن القطان نے بعد تصحیح کے حدیث ابی داؤد کو کہ ضعیف کیا ترمذی نے اس حدیث کو
اسواسطے کہ نزدیک اوسکے اوسمیں دو ضعیف ہیں ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح اور روایت کی ابوداؤد نے عبداللہ بن شداد سے کہا کہ داخل
ہوئے ہم حضرت عائشہ پر کہا کہ داخل ہوئے مجھپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیکھیں میرے ہاتھ میں بڑی بڑی انگوٹھیاں چاندی کی سو
فرمایا کہ کیا ہے یہ اے عائشہ سو کہا میں نے بنایا میں نے انکو کہ زینت کروں میں واسطے تمہارے اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم فرمایا کیا ادا
کرتی ہے زکوۃ اونکی کہا میں نے نہیں فرمایا کہ وہ کافی ہے تجھکو آگ کے لیے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور ضعیف کیا
اوسکو دارقطنی نے اسطرح پر کہ محمد بن عطا مجہول ہے اور پہچانا کیا اونکا بیہقی اور ابن القطان نے کہ محمد بن عمرو بن عطا ثقہ لوگوں میں سے ہیں
اور لیکن وہ اونکی اسناد میں اپنے دادا کی طرف منسوب ہوا اسواسطے دارقطنی نے اوسکو مجہول جانا اور متابعت کی اوسکی
عبدالحق نے اور بیان کیا وہ سنن ابوداؤد میں اور بیان کیا اوسکو شیخ نے اوسکے محمد بن ادریس رازی سے اور وہ ابو حاتم رازی ہیں
امام جرح اور تعدیل کے اور روایت کی ابوداؤد نے ام سلمہ سے کہا کہ میں پہنے تھی اوضاح سونے کے اور اوضاح ایک قسم
زیور کی ہے سو کہا میں نے کہ اے رسول اللہ کیا کنز ہے یہ فرمایا کہ جو پہنچے یہانتک کہ ادا کی جاوے زکوۃ اوسکی اور زکوۃ اوسکی
دیجاوے تو وہ کنز نہیں ہے اور کنز سے مراد یہ ہے کہ رکھنا چاندی اور سونے کا اور زکوۃ نہ دینا اوسکی گناہ ہے اور جب ایسا کیا اوسکو
حاکم نے مستدرک میں محمد بن مہاجر سے اونھوں نے ثابت سے اوسی اسناد سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری کے اور لفظ اوسکا یہ ہے کہ
جب ادا کی جاوے زکوۃ اوسکی تو وہ کنز نہیں ہے لیکن کہا بیہقی نے کہ متفرد ہوا ساتھ اوسکے ثابت بن عجلان اور کہا صاحب تنقیح
نے یہ کچھ ضرر نہیں کرتا کیونکہ ثابت بن عجلان سے روایت کی اوس سے بخاری نے اور توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور وہ جو کہا عبدالحق
نے کہ نہیں حجت پکڑی جاویگی ساتھ اوسکے قول ہے ضعیف نہیں کہا کسینے اور انکار کیا اوسپر شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے

اور وہ جو کہ ابن الجوزی نے کہ محمد بن مہاجر اوسکی اسناد مین ہی پس اس تہائی سے کہ تمام احادیث کو اوسکی طرف نسبت کرنا کی طرف التفات
کے کہا صاحب تنقیح نے یہ وہم ابن الجوزی کا قبیح ہی اسواسطے کہ محمد بن مہاجر کہ بھائی عمرو ابن مہاجر ہی اور یہ جو روایت کرتا ہی ثابت بن عجلان سے
فقیہ ہی شامی ہی روایت کی اوس سے مسلم نے اور توثیق کی اوسکی احمد اور ابن معین نے اور ابو زرعہ اور دحیم اور ابو داؤد وغیرہم نے اور حاتم
اثیر روایت ابو داؤد نے تعریق کی اوسکی ابن حبان نے اور روایت کی اوس سے بخاری نے ساتھ تعلیق کے اور وہ جو مروی ہی جابر سے
انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نہیں ہی زیور میں زکوۃ کہا بیہقی نے باطل ہی نہیں ہی اصل اوسکی اور ذکر کیا اوسکو شوکانی نے موضوعات
مین اور یہ مروی ہی جابر کا قول اور جو آثار کہ مروی ہیں ابن عمر اور حضرت عائشہ اور اسماء سے سو وہ موقوف ہیں اور معارض ہیں
اونکے اور آثار روایت ہی حضرت عمر سے کہ انھوں نے لکھا ابو موسی اشعری کو کہ زکوۃ دیوین جو عورتیں ہیں تیری زیوروں کی روایت کیا اوسکو
ابن ابی شیبہ نے اور ابن مسعود سے کہ زیور میں زکوۃ ہی روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور لکھا عبد اللہ بن عمر نے طرف بیوی
سالم کے کہ نکالے زکوۃ اپنی بیٹیوں کے زیوروں کی روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عطاء اور ابراہیم
اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور عبد اللہ بن شداد سے کہ کہا انھوں نے فِی الْحُلِیِّ زَکوۃٌ یعنی زیور میں زکوۃ ہی اور بھی روایت کی
عطاء اور ابراہیم سے کہ کہا انھوں نے جاری ہی سنت کہ زیور میں زکوۃ ہی اور بہت سے آئے اس باب میں
آثار اور وہ جو روایت کی مالک نے حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ سے کہ نہیں ادا کی انھوں نے زیور میں زکوۃ معارض ہی اوسکے سوا اوپر
گذرا تو صحیح مذہب امام صاحب کا ہی وَاللہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ ص اور ایسا ہی اسباب تجارت مین بھی حاصل سوا حصہ
دیا جاویگا اگر قیمت اوسکی بقدر نصاب سونے یا چاندی کے ہو اور تقویم نصاب اور چالیسواں حصہ درہم
اگر اوسمیں فقیروں کو نفع ہووے یا دینار سے کریگے اگر اوسمیں زیادہ نفع ہو اور جب نصاب پر
بڑھ جاویگا تو اوسمیں بھی اسی حساب سے زکوۃ واجب ہوگی جیسے دو سو درہم میں چالیس بڑھ جاوین
اور زکوۃ میں دیا پڑیگا اور جو اسی بڑھین دو درہم بڑھ جاوینگے اور اگر پانچوین حصہ نصاب سے کم بڑھین تو
ف اور صاحبین کے نزدیک جو دو سو پر زیادہ ہو تو زکوۃ اوسکی اوسکے حساب سے واجب ہوگی چاہے پانچ
درہم پورے ہوں یا نہوں اور یہی قول ہی امام شافعی کا اور دلیل اونکی یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے او
پر تو زکوۃ اوسکی اوسکے حساب سے ہی اور دلیل امام ابو حنیفہ کی یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے
النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ اَنْ لَّا یَاْخُذَ فِی الْکُسُوْرِ شَیْئًا یعنی حکم کیا اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
کسور سے کچھ یعنی ایک جو بیچ میں کسرات واقع ہیں اوسمین زکوۃ نہ دی جاویگی مثلاً دو سو پر بیس بڑھین تو پانچ درہم اور آدھا
درہم آوے اور دس بڑھیں تو ربع درہم اور تیس بڑھین تو تین حصہ درہم کے اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی
نے معاذ سے اور وہ ضعیف ہی ساتھ منہال بن جراح کے اور کہا عبد الحق نے احکام مین کہ روایت کی ابو اویس نے عبد اللہ
اور محمد سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لکھی آپ نے کتاب واسطے عمرو بن
حزم کے کہ نہیں ہی چاندی مین صدقہ یہانتک کہ پہنچے دو سو درہم کو تو اوسمین پانچ ہیں اور ہر چالیس میں ایک ہی اور نہین
ہی چالیس سے کم مین صدقہ اور روایت ہی کتاب ابن حزم مین سے روایت نسائی اور ابن حبان اور حاکم کے کہ ہر پانچ اوقیہ مین

چاندی سے پانچ درہم ہیں اور جو زیادہ ہو تو ہر چالیس سے ایک درہم ہے اور یہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ
بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَمَا زَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ
دِرْهَمًا دِرْهَمٌ یعنی لکھا حضرت عمرؓ نے طرف ابی موسیٰ اشعری کے اور لیکن جو زائد ہو دو سو پر تو ہر چالیس درہم میں ایک
درہم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ لاؤ چوتھا حصہ دسویں حصے کا یعنی چالیسواں حصہ ہر چالیس درہم سے ایک ص اور اگر
درم میں کچھ ملا ہو تو اگر چاندی زیادہ ہے اوسی کا اعتبار ہوگا اور اگر کھوٹ یعنی تانبا وغیرہ زائد ہے تو اوسکی قیمت لگائی جاویگی اور اگر
نصاب کا بیچ سال میں نقصان ہو جاوے اور پھر آخر سال میں پورا ہو جاوے زکوۃ واجب ہوگی مثلاً اگر اوسکے پاس اول سال میں
نصاب یعنی بیس دینار موجود تھے پھر سال کے درمیان میں کم ہو گیا اور پھر آخر سال میں بیس دینار ہو گئے زکوۃ ویسی ہی واجب
ہوگی اور سونا چاندی کی طرف ملایا جاویگا اور اسباب دونوں کی طرف ملایا جاویگا بحساب قیمت کے مثلاً اگر اوسکے پاس
دس دینار اور نوے درہم تھے کہ قیمت اوسکی دس دینار ہیں زکوۃ امام صاحب کے نزدیک واجب ہوگی اور
صاحبینؒ کے نزدیک نہیں واجب ہوگی اور جب اوسکے پاس دس دینار اور سو درہم تھے سب کے نزدیک زکوۃ واجب ہوگی

باب عاشر کے بیان میں

عاشر اوس شخص کو کہتے ہیں جسکو بادشاہ نے راہگذر پر تجار سے صدقہ لینے کے لیے مقرر کیا ہو اور اگر کسی تاجر نے عاشر سے کہا
کہ تمام سال ابھی نہیں گذرا ہے یا قرض سے میں فارغ نہیں ہوں یا سوا اوسکے اور مال میں کہا کہ شہر میں فقیر کو دیچکا ہوں تو عاشر
اوسکے قول کو بغیر قسم کے قبول کرے اور اگر کہے سوائم میں کہ فقیر کو دیچکا ہوں تو اوسکا قول صحیح نہ جانے کیونکہ سوائم میں فقیر کو دینا
درست نہیں بلکہ بادشاہ کو دینا چاہیے کہ وہ اوسکو مصرف میں اوسکے صرف کرے اور اگر دعوی کیا کہ زکوۃ اس سال کی میں دوسرے
عاشر کو دیچکا ہوں اگر درحقیقت اوس سال کا عاشر تھا تو قول اوسکا ساتھ قسم کے مان لیگے اور اوس عاشر کی چٹھی دکھلانا ضرور نہوگا
اور جس قدر مسلمان کا اعتبار کیا جاتا ہے ذمی کا بھی اعتبار کیا جاویگا حربی کا مگر حربی اگر اپنی لونڈی کو کہے کہ یہ میری ام ولد ہے تو
تو مانا جاویگا اور اوس سے کچھ نہ لیا جاویگا اور مسلمان سے عاشر چالیسواں حصہ لیوے اور ذمی سے بیسواں اور حربی سے دسواں حصہ
اگر مال اوسکا نصاب کو پہونچ جاوے ف اور ایسا ہی کیا تھا حضرت عمرؓ نے روایت کی امام محمدؒ نے حضرت عمرؓ سے کہ بھیجا
اونھوں نے ایک شخص کو اور حکم کیا کہ لیوے مسلمانوں کے مال سے جب تجارت کے لیے ہوں چوتھا حصہ دس حصوں میں سے اور ذمیوں کے
مال سے آدھا حصہ دس حصوں میں سے اور حربی کے مال سے دسواں حصہ اور ایسا ہی روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور
لوگوں نے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ص اور جتنا کہ کافر ہمارے تاجروں سے لیتے ہیں معلوم ہووے اور اگر معلوم ہو جاوے تو اوتنا ہی
ہم بھی اون سے لیوینگے اگر کل مال وہ نہ لیتے ہوں تو اگر اہل حرب ہمارا کل مال لیویں تو ہمارا عاشر حربی سے کل مال لیویگا اور اگر
نصاب سے کم ہے تو اوس سے کچھ نہ لیا جاویگا اگرچہ اوسنے اقرار کیا باقی نصاب کا گھر میں ہے اور اگر اہل حرب ہم لوگوں سے کچھ نہیں لیتے تو ہم بھی اون سے کچھ
نہ لینگے اور اگر حربی سے عشر لے لیا اور پھر قبل سال گذرنے کے پھر عاشر پاس سے گذرا اگر دار الحرب سے آیا ہے تو اوس سے دوبارہ
دسواں حصہ لیا جاویگا اور اگر لوٹ کے اپنے وطن جاتا ہے تو نہ لیا جاویگا اور جو ذمی شراب لیکے گذرے تو بیسواں حصہ
لیا جاویگا اور سؤر میں کچھ نہ لیا جاویگا فقط شراب یا سؤر کو یا دونوں کو لیجاوے یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور شافعیؒ کے

نزدیک اسکا بیسواں حصہ نہ لیا جاویگا اور نزدیک امام زفر کے دونوں کا لیا جاوے گا اور ابو یوسف کے نزدیک
اگر وہ دونوں کو لیکے گذرے تو دونوں کا بیسواں حصہ لیا جاوے گا اور اگر فقط شراب لیکے گذرے تو شراب کا بیسواں
حصہ لیا جاویگا اور اگر فقط سور لاوے تو کچھ نہ لیا جاویگا اور اگر کوئی شخص مال بضاعت یا مال مضاربت لیکے گذرے جائز نہیں ہے کہ اوس مال سے
کچھ لیوے سوا بیٹے کے وہ مال اوسکے پاس امانت ہے مگر یہ کہ مال مضاربت میں اگر اوسکا حصہ نصاب کو پہنچے تو اوسکے حصے کے موافق اوس سے لیا
اور اگر کوئی غلام ماذون گذرے تو اگر قرضدار ہو تو کچھ نہ لیوے اور اگر قرضدار نہ ہو تو اگر مولی اوسکا اوسکے ساتھ ہو تو لیوے اور اگر ساتھ میں نہ ہو تو نہ لیوے

باب رکاز کے بیان میں

رکاز اوس مال کو کہتے ہیں کہ زمین کے نیچے پیدا ہوا ہو یا رکھا گیا ہو تو کان پیدا ہوتی ہے اور خزانہ رکھا جاتا ہے کان سونے کی یا مثل اوسکے
زمین خراجی یا عشری میں ہو پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ رکاز میں پانچواں حصہ ہے اخراج
کیا اوسکا صحاح ستہ والوں نے ص اور باقی سب پانے والوں کا ہے اگر اوس زمین کا کوئی مالک نہیں ہے اور اگر وہ زمین کسیکی ملک ہے
تو اوس مالک کو ہے اور اگر کسیکے گھر میں کچھ نکلا تو اوس میں کچھ واجب نہیں ہوتا اور اگر اپنی زمین میں پایا تو اوس میں ایک روایت میں
کچھ لازم نہیں آتا اور ایک میں لازم آتا ہے اور موتیوں اور عنبر وغیرہ میں اگرچہ پہاڑ پر ملیں تو پانچواں حصہ اوس میں واجب نہیں
ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا خمس فی الحجر یعنی نہیں ہے پانچواں حصہ پتھر میں اور یہ حدیث بیہقی نے
ہے اور اوسکو ضعیف کہا ہے اور مثل اس روایت کی ابن عدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لا زکوۃ فی الحجر یعنی نہیں ہے زکوۃ پتھر میں
دو طریقوں سے اور دونوں ضعیف ہیں پہلا بسبب عمر بن ابی عمر کلاعی کے اور دوسرا ساتھ محمد ابن عبد اللہ عرزمی کے اور روایت کی
ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے کہ نہیں ہے موتی اور زمرد میں زکوۃ مگر یہ کہ تجارت کے لیے ہوں اور ایسا ہی ہے عنبر میں اور یہ مذہب
امام ابو حنیفہ اور محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جو چیز زیور کے قسم سے دریا سے نکالی جاوے اوس میں پانچواں حصہ ہے اسواسطے
کہ حضرت عمر نے لیا خمس عنبر سے اور یہ حدیث ہدایہ میں ہے اور روایت کیا اوسکو قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں
لیکن اسناد اوسکی ضعیف ہے علاوہ اسکے کہا شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے ان ثبوتہ عن عمر رضی اللہ عنہ لم یصح
اصلا انتہی یعنی ثبوت اس حدیث کا عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں صحیح ہوا ہرگز لیکن روایت کی عبد الرزاق نے ثنا معمر عن
سماک بن الفضل عن عمر بن عبد العزیز انہ اخذ من العنبر الخمس یعنی لیا عمر بن عبد العزیز نے عنبر سے پانچواں حصہ
اور حسن بصری اور ابن شہاب زہری سے کہ کہا انہوں نے عنبر اور موتی میں پانچواں حصہ ہے اور روایت کی شافعی نے ابن عباس سے
ان ابراہیم بن سعد کان عاملا بعدن سال ابن عباس عن العنبر فقال ان کان فیہ شیء فالخمس یعنی
پوچھا ابن عباس سے عنبر سے کہا کہ اگر ہو اوس میں کچھ تو پانچواں حصہ ہے اور اس سے شک معلوم ہوتا ہے اور دلیل ہماری یہ ہے جو
روایت کی ابو عبید نے کتاب الاموال میں اور شافعی نے بھی ثنا ابن ابی مریم عن داود بن عبد الرحمن العطار
سمعت عمرو بن دینار یحدث عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لیس فی العنبر خمس کہا ابن عباس نے کہ
نہیں ہے عنبر میں پانچواں حصہ اور کہا حدثنا مروان بن معاویۃ عن ابراہیم المکی عن ابی الزبیر
عن جابر نحوہ اور جابر سے بھی ایسا ہی مروی ہے ص جو خزانہ کہ نشان اوسکا اسلام کا ہے اگر پاوے تو اوسکو لوگوں سے

یعنی اپنے حصے لقطہ اللہ یعنی پڑی چیز کا حکم ہے اور اگر ایسا سکہ کنز کا ہے تو اوسکا پانچواں حصہ لیا جائیگا اور باقی پانے والے کا اگر وہ زمین اوسکی
ملک نہیں اور معین ہے تو مالک اول جب اسلام کی فتح کا ہے اور بادشاہ کی اور اگر تاجر یا امان لیکر دار الحرب میں گیا اور وہاں خزانہ پائی
سب اوسی کی ہے اگر کسی کی گھر میں پائی تو گھر کے مالک کی ہے اور اگر زمین یا دار الحرب کسی کی نہیں پائی تو پانچواں حصہ اوسکا لے لیں باقی اوسی کی

باب زکوٰۃ خارج کے بیان میں

زمین عشری کے شہد میں اور پہاڑ کے شہد میں اور دریا میں اور زمین میں نکلنے والی چیزوں میں اگر اوسکا پانی بارش یا نہر سے سینچا ہو
اگر پانچ وسق ہو خواہ اس سے کم ہو باقی رہتا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک دسواں حصہ لازم آویگا اور صاحبین اور امام شافعی کے
نزدیک پانچ وسق سے کم میں کچھ لازم نہ آویگا اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع آٹھ رطل یعنی چار سیر شاہجہانی کا ہوتا ہے۔
ف لیکن شہد سے دسواں حصہ اگرچہ پانچ وسق کے برابر نہ ہو دسواں واسطے کہ روایت کی بخاری نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ جسکو تر کرے آسمان یا چشمہ اور زمین عشری ہو تو اوسمیں دسواں حصہ ہے اور جو ڈول وغیرہ سے پانی دیا جاوے
تو اوسمیں بیسواں حصہ ہے اور حدیث میں مطلق ہے اور روکر پانچ وسق کا سیس ہو تو خواہ ہوگی اطلاق پر تو اس باب میں بہت آثار
ہیں نکالا عبد الرزاق نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ جو اوسکے کم یا بہت اوسمیں دسواں حصہ ہے اور نکالا اسیکے مجاہد اور ابراہیم
نخعی سے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مانند اسکے عمر بن عبد العزیز اور مجاہد اور نخعی سے اور زیادہ کیا حدیث نخعی میں
یہانتک کہ ہر چیز میں دسواں حصہ ہے اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ فرمایا حضرت نے لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ
صَدَقَةٌ نہیں ہے پانچ وسق سے کم میں صدقہ اور اوپر یہ حدیث گذر چکی روایت کی عبد الرزاق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے کہ انھوں نے لکھا اہل یمن کے یہ کہ لیا جاوے شہد والوں سے دسواں حصہ اور روایت کی عبد اللہ بن عمرو بن
العاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا شہد سے دسواں حصہ نقل کیا ابن حبان نے اور روایت کی شافعی نے سعد بن ابی ذباب
سے کہ آیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا میں نے اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کر دو واسطے قوم میری کے جو کچھ
اسلام لائے دیا اور حاکم کیا مجکو اونپر ابو بکر نے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت آئے وہ اپنی قوم پر اور کہا اے قوم ادا کرو زکوٰۃ شہد
کی کیونکہ نہیں بہتری ہے اس مال میں کہ نہ دی جاوے زکوٰۃ اوسکی کہا انھوں نے کیا جانتے ہو تم کتنی زکوٰۃ دیویں کہا کہ دسواں حصہ
اور لیا میں نے اون سے دسواں حصہ اور لایا میں اوسکو حضرت عمر کے پاس سو بیچ ڈالا انھوں نے اوسکو اور کر دیا اوسکو مسلمانوں کے صدقوں میں
اور ایسا ہی روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے صفوان بن عیسیٰ سے کہا انھوں نے حدیث کی ہم سے حارث نے اور روایت کیا اوسکو
صلت بن محمد نے انس بن عیاض سے انھوں نے حارث بن ابی ذباب سے انھوں نے منیر بن عبد اللہ سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے سعد
اور نہیں پہچانا ابن المدینی نے والد منیر کو اور پوچھا اونکو ابو حاتم نے کیا صحیح ہے حدیث اوسکی فرمایا کہ ہاں اور نکالا ابو عبید قاسم
بن سلام نے کتاب الاموال میں عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے کہ لیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم آپ زمانے میں شہد سے دسواں حصہ ہر دس مشکوں سے ایک مشک اوسمیں اور اوسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے
ایسی ہی روایت کی ترمذی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور روایت کیا ابن ماجہ نے اس حدیث کو بسند کہا اوسنے حدثنا
مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ

عن حلال بن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخذ من العسل العشر یعنی لیا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے دسواں حصہ اور یہ حدیث صحیح ہے اس باب میں اور اسی سے لازم ہے تمسک کرنا اور اسناد اوسکی
صحیح ہے اور روایت کی ابن ماجہ نے ابو سیارہ متعی سے کہ کہا میں نے اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے پاس شہد ہے فرمایا
کہ ادا کر عشر کو یعنی دسویں حصے کو سو کہا میں نے اے رسول اللہ محافظت کرو اوسکی تم میرے واسطے سو کی آپ نے اور ایسا ہی روایت
کیا اوسکو امام احمد اور ابو داؤد طیالسی نے اور ابو یعلی موصلی نے اپنے مسندوں میں کہا بیہقی نے کہ یہ صحیح ہے جو روایت کیا گیا
وہب ہے عشر میں اور وہ منقطع ہے کہا ترمذی نے پوچھا میں نے محمد بن اسمعیل سے اس حدیث کو سو کہا کہ یہ منقطع ہے سلیمان بن
موسی نے نہیں پایا کسیکو اصحاب سے اور نہیں ہے صحیح شہد کی زکوۃ میں کچھ اور روایت کی مثل اوسکے طبرانی نے معجم میں اور تفصیل اسکی
شیخ ابن الہمام نے لکھی ہے واللہ اعلم بالصواب لیکن حق یہ ہے کہ ان سب حدیثوں سے زکوۃ شہد کی ثابت ہو گئی اگرچہ
ایک ایک حدیث سے ثابت ہو اور دوسرے یہ کہ حدیث عمرو بن شعیب کی جسکو روایت کیا ابن ماجہ نے صحیح ہے اسناد اوسکی اور
نہیں پائی گئی اوسمیں کوئی قدح ص اور سبزیوں وغیرہ میں یا جو چیزیں کہ برس بھر نہیں رہتیں صاحبین اور شافعی کے نزدیک صدقہ
نہیں اور امام صاحب کے نزدیک واجب ہے کہ مالک سبزیوں وغیرہ کا فقیر کو صدقہ دیوے نہ کہ بادشاہ اوسکو لیوے ایسا ہی لکھا ہے
اسرار میں قاضی امام ابو زید دبوسی نے ف اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے جو اوپر گذری کہ جو اگاوے آسمان یا چشمہ اور زمین عشری ہو
تو اوسمیں دسواں حصہ ہے اور اطلاق حدیث کا اونکے نزدیک حجت ہے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے جو جامع ترمذی میں ہے حدیث معاذ کی
کہ نہیں ہے سبزیوں میں صدقہ اور کہا کہ نہیں ہے اسناد اوسکی صحیح اور نہیں صحیح ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اس باب میں
اور روایت کیا حاکم نے یہ مضمون اور صحیح کیا اوسکو اور غلطی کی اوسنے اسناد میں اوسکی اسحق بن یحیی متروک ہے ترک کیا اوسکو
احمد اور نسائی وغیرہما نے اور اچھی اس باب میں ایک حدیث ہے روایت کیا جسکو دارقطنی نے موسی بن طلحہ سے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ لیا جاوے سبزیوں میں سے صدقہ اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے ص اور لکڑی وغیرہ جیسے نرکل اور گھانس
میں صدقہ واجب نہیں اور جو کہ رہٹ سے نکلے اور ڈول یا دولاب سے پانی دیا جاوے تو اوسمیں بیسواں حصہ دیا جاویگا تو پہلے صدقہ دیکے
اور بعد اوسکے کاٹنے وغیرہ کی مزدوری نکالیں ف اور دلیل اسکی اوپر گذر چکی ص اور جو زمین عشری تغلبی کی ہے اوسمیں جو نکلے
تو پانچواں حصہ لازم آویگا لڑکا اور مرد اور عورت سب اوسکے برابر ہیں اگرچہ وہ مسلمان ہو وے یا اوسکو مسلمان یا ذمی خرید لیوے کیونکہ
حصہ لازم آتا ہے ہمارے لڑکوں پر تو اونکے لڑکوں پر دونا لازم آویگا اگرچہ مسلمان ہو جاویں طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے
نزدیک اگر مسلمان ہو جاویں تو دسواں حصہ لازم آویگا اور عشری زمین کو ذمی خریدے تو وہ خراجی ہو جاویگی اور اگر پھر اوسکو
مسلمان لے لیا تو پھر عشری ہو جاویگی ف زمین عرب کی اور جو زمین کہ اہل اوسکے اسلام لاویں اور وہ زمین کہ اوسکو
بعد فتح کے ساتھ غلبے کے لشکر میں تقسیم کیا عشری ہے اور وہ زمین کہ اوسکو بعد غلبے کے اونھیں کفار پر رہنے دیا اور وہ زمین
کہ اون کے ساتھ صلح کی ہے خراجی ہے ص اگر اپنی زمین کو ذمی باغ بنا لے تو خراجی ہو جاویگا اور اگر اوسکو مسلمان نے بنایا تو اگر اوسکو
خراج کے پانی سے سینچا ہے تو خراجی ہے اور اگر عشر کے پانی سے تو عشری ہے اور پانی آسمان کا اور کوئیں کا اور چشمے کا عشری ہے
اور پانی اون نہروں کا جنکو عجمیوں نے کھودا ہے جیسے نہر یزدجرد کی خراجی ہے اور اسی طرح سیحوں اور جیحوں اور دجلہ اور فرات کا

پانی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خراجی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک عشری ہے اور قیر اور نفط کے چشمے میں اگر زمین عشری میں ہو تو کچھ نہیں اور اگر زمین خراجی میں ہو اگر چشمے کے گرد کھیتی ہو سکتی ہو تو اسکے لیے اوسمین لازم ہوگا نہ چشمے میں ۱۲

باب مصارف زکوٰۃ کے بیان میں

ف جاننا چاہیے کہ اصل اس باب میں قول اللہ تعالیٰ کا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ آخر آیت تک اور ساقط ہو گئے اس میں سے وہ کافر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو بوجہ ضعف اسلام کے واسطے تالیف قلوب کے دیا کرتے تھے کیونکہ اب اسلام قوی ہو گیا اب کچھ حاجت کافروں کی الفت دلانے کی نہیں اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُہُمْ یعنی الفت کرائے گئے دل انکے فرمایا اور دلیل اسکی یہ ہے کہ کہا حضرت عمر بن خطاب نے جب آیا اونکے پاس عیینہ بن حصین کہ یہ دین سچ ہے اللہ کی طرف سے تو جسکا جی چاہے ایمان لاوے اور جسکا جی چاہے کافر رہے روایت کیا اسکو طبری نے تفسیر میں یعنی اب ہم کچھ کافروں کو واسطے ملانے کے مال نہ دینگے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہ تھے مؤلفۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب خلیفہ ہوے حضرت ابو بکرؓ قطع کیا اسکو اور اسی پر اجماع منعقد ہوا اور ایک روایت میں حضرت عمرؓ سے ہے کہ کہا انہوں نے یہ خیر ہے کہ دیتے تھے تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاکہ ملاویں دل تمہارا اوپر اسلام کے اور اب عزت دی اللہ نے اسلام کو تو اگر تم توبہ کرو اسلام تو اچھا ورنہ ہمارے تمہارے درمیان میں تلوار ہے اور کیا حضرت ابو بکرؓ نے ایسا ہی اور نہ کیا انکار اسکا کسی نے صحابہ میں سے تو بات ہوا اتفاق **ص** مصارف زکوٰۃ کے سات ہیں ایک فقیر یعنی جو شخص کہ مالک نصاب کا نہو دوسرے مسکین جسکے پاس کچھ نہیں تیسرے عامل صدقہ کا اسکو اپنے عمل کے موافق دیا جاویگا چوتھے مکاتب تاکہ اسکی آزادگی میں مال زکوٰۃ سے مدد کیجاویگی پانچویں قرضدار جو شخص کہ فاضل نہ قرض سے نصاب کا مالک نہیں چھٹے فی سبیل اللہ یعنی جو شخص کہ جہاد سے بسبب نہونے خرچ کے رک گیا ہو امام ابی یوسفؒ کے نزدیک یا جو شخص کہ حج سے رک جاوے امام محمدؒ کے نزدیک **ف** اسواسطے کہ کیا تھا ابو معقل نے ایک اونٹ کو اپنے اللہ کی راہ میں سو حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم دے اوسپر ایک حج کرنے والی کو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور ذکر کی ایک حدیث طویل اور وہ حج کرنے والی ام معقل تھی **ص** ساتویں مسافر کہ اوسکے پاس مال ہے لیکن بالفعل سفر میں اوسکے پاس موجود نہیں اور مالک نصاب کو درست ہے کہ زکوٰۃ اپنے مال کی ان مصارف کو دیوے یا بعض کو اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے کہ سب مصارف میں صرف کرے اور ہر مصرف میں تین شخصوں کو دیوے **ف** اور دلیل ہے موافق ہمارے مذہب کے روایت کی بیہقی نے ابن عباسؓ سے اور ابن ابی شیبہ نے عمرؓ سے اور روایت کی طبری نے اس آیت کے تحت میں اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ اَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الْاٰیَۃَ قَالَ فِیْ اَیِّ صِنْفٍ وَضَعْتَہٗ اَجْزَاَکَ یعنی کہا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے کہ جس قسم میں انمیں سے زکوٰۃ کو رکھیگا کافی ہو جاویگی تجھے اور کہا اوسنے **اَخْبَرَنَا** جَرِیْرٌ عَنْ لَیْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُمَرَ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الْاٰیَۃَ قَالَ اَیُّمَا صِنْفٍ اَعْطَیْتَ مِنْ ھٰذَا اَجْزَاَ عَنْکَ **ثنا** حَفْصٌ عَنْ لَیْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَاْخُذُ الْفَرْضَ فِی الصَّدَقَۃِ فَیَجْعَلُہٗ فِیْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ وَرُوِیَ اَیْضًا عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاۃَ عَنِ الْمِنْہَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَیْشٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا وَضَعْتَہَا فِیْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ

اَخرَجَہٗ وَاَخرَجَ نَحوَ ذٰلِکَ عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ وَعَطَاءِ بنِ اَبِی رَبَاحٍ وَاِبرَاہِیمَ النَّخَعِیِّ وَاَبِی العَالِیَۃِ وَمَیمُونِ بنِ مِہرَانَ
بِاَسَانِیدَ صَحِیحَۃٍ وَاستَدَلَّ ابنُ الجَوزِیِّ فِی التَّحقِیقِ بِحَدِیثِ مُعَاذٍ فَاَعلِمہُم اَنَّ اللّٰہَ قَدِ افتَرَضَ عَلَیہِم صَدَقَۃً تُؤخَذُ
مِن اَغنِیَائِہِم وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِہِم وَالفُقَرَاءُ صِنفٌ وَاحِدٌ وَفِیہِ نَظَرٌ لِمَا تَقَدَّمَ قَرِیبًا وَقَالَ اَبُو عُبَیدٍ فِی کِتَابِ
الاَموَالِ وَمِمَّا یَدُلُّ عَلٰی صِحَّۃِ ذٰلِکَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ بَعدَ ذٰلِکَ مَالٌ فَجَعَلَہٗ فِی صِنفٍ
وَاحِدٍ وَہُمُ المُؤَلَّفَۃُ قُلُوبُہُم اِلٰی اٰخِرِہٖ ذَکَرَہُ الشَّیخُ ابنُ الہُمَامِ یعنی کہا حضرت عمرؓ نے اوس آیت میں کہ جس
قسم میں عمل کریگا تو اوسکو وہیں سے کافی ہو جاویگا تجھے اور حضرت عمر لیتے تھے مال صدقے سے اور کرتے تھے اوسکو ایک
قسم میں اور ایسا ہی کہا حذیفہ نے اور نکالا مانند اسکے سعید اور عطاء اور ابراہیم اور ابو العالیہ اور میمون بن مہران سے
کبار تابعین سے ساتھ سندوں حسن کے اور دلیل لائے ابن الجوزی ساتھ حدیث معاذ کے کہ بتا تو اونکو کہ اللہ نے فرض کیا صدقہ اونپر لیا جائے
اونکے امیروں سے اور دیا جاوے اونکے فقیروں کو اور کہا ابو عبید نے کتاب الاموال میں کہ دلالت کرتا ہے اسکی صحت پر کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم ادا کیا مال بعد اس آیت کے اوترنے کے اور کیا اوسکو ایک ہی قسم میں ص اور مال زکوٰۃ سے مسجد بنانا یا میت کے
کفن میں دینا یا قرض میت کا ادا کرنا یا غلام لیکر اوسکو آزاد کرنا درست نہیں ف اور جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور صرف کرو
صدقے کو گردنوں میں اوس سے مراد یہ ہے کہ مکاتب کو قیمت میں اوسکی مدد کرکے آزاد کرا دیوے ایسا ہی مروی ہے ابو موسیٰ سے اخراج کیا
اوسکو طبرانی نے اور لفظ اوسکا یہ ہے عَنِ الحَسَنِ البَصرِیِّ اَنَّ مُکَاتَبًا قَامَ اِلٰی اَبِی مُوسَی الاَشعَرِیِّ وَہُوَ یَخطُبُ فَقَالَ لَہٗ
یَا اَیُّہَا الاَمِیرُ حُثَّ النَّاسَ عَلَیَّ فَحَثَّ عَلَیہِ اَبُو مُوسٰی فَاَلقَی النَّاسُ عَلَیہِ ہٰذَا یُلقِی عِمَامَۃً وَہٰذَا یُلقِی
مُلَاءَۃً وَہٰذَا یُلقِی خَاتَمًا حَتّٰی اَلقَی النَّاسُ عَلَیہِ سَوَادًا کَثِیرًا فَلَمَّا رَاٰی اَبُو مُوسٰی مَا اُلقِیَ عَلَیہِ قَالَ
اجمَعُوہُ ثُمَّ اَمَرَ بِہٖ فَبِیعَ فَاَعطَی المُکَاتَبَ مُکَاتَبَتَہٗ ثُمَّ اَعطَی الفَضلَ فِی الرِّقَابِ وَلَم یَرُدَّہٗ عَلَی النَّاسِ
وَقَالَ اِنَّ ہٰذَا الَّذِی اَعطَوہُ فِی الرِّقَابِ اور روایت کی حسن بصری اور زہری اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے
کہ کہا انہوں نے وَفِی الرِّقَابِ میں وہ مکاتب لوگ ہیں وَاللّٰہُ اَعلَمُ ص اور درست نہیں مال زکوٰۃ کو اپنے باپ دادا
یا ماں اصول سے یا بیٹا یا پوتا یعنی فروع سے اور خاوند جورو کو اور جورو خاوند کو دیوے اور نہیں مولیٰ کا دینا اپنے غلام کو
اگرچہ کچھ آزاد ہو چکا ہو درست نہیں ف اور صاحبین کے نزدیک عورت کا خاوند کو دینا درست ہے اور دلیل اونکی یہ ہے کہ
روایت کی بخاری اور مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ نے کہ پوچھا زینب بیوی عبد اللہ بن مسعود کی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ کیا کافی ہے
مجھکو صدقے میں کہ دوں میں اپنے خاوند کو اور یتیموں کو کہ میری گود میں ہیں تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمکو دو اجر ہیں ایک اجر
صدقے کا اور ایک اجر قرابت کا اور روایت کیا اوسکو بزار نے مسند میں اور ذکر کیا اوسکو ابن الہمام نے ص اور درست نہیں کہ دیوے
مالدار کو یا مالدار کے غلام کو یا لڑکے کو دیوے اور مکاتب کو مالدار کے دینا درست ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت نے کہ نہیں حلال ہے
مراد مالدار سے وہ ہے جو صاحب نصاب ہو
صدقہ واسطے مالدار کے اور نہ واسطے جوان مضبوط ہو کے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ
سے اور ضعیف کیا بعضوں نے اس حدیث کو کہ اسناد میں اوسکی رشدین ہے اور رشدین میں کلام ہے اور توثیق کی اوسکی ابن معین نے
اور کہا ابن حبان نے کہ وہ صدوق ہے علاوہ اسکے اس حدیث کے کئی طریقے ہیں سب طریقوں میں یہ مرفوع ہے اور روایت کیا ابو داؤد اور

نسائی نے کہ گئے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور حضرت تقسیم کرتے تھے صدقے کو اور انھوں نے مانگا آپ سے سو فرمایا
آپ نے وَلَاحَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ یعنی نہیں ہے حصہ اوسمیں واسطے غنی کے اور نہ واسطے قوی کمانے والے کے
کہا صاحب تنقیح نے یہ حدیث صحیح ہے اور کہا امام احمد نے یہ حدیث احسن ہے ازروے اسناد کے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ حدیث سابق
حدیث معاذ کی کہ لے صدقہ مسلمانوں کے امیروں سے اور دیا جاوے اونکے فقیروں کو حجت ہے امام شافعی پر کہ تجویز کیا انھوں نے صدقے
کو واسطے مالدار جہاد کرنیوالے کے اور دلیل امام شافعی کی یہ ہے جو روایت کی ابوداود اور ابن ماجہ اور مالک نے کہ فرمایا حضرت نے
نہیں حلال ہے صدقہ واسطے غنی کے مگر پانچ شخصوں کے لیے ایک جو شخص کہ عامل ہو صدقے پر اور وہ شخص کہ جسے خریدا اوسکو اپنے مال
اور قرضدار اور جہاد کرنیوالا اللہ کی راہ میں اور مرد مسکین کہ جسے اوسکو صدقہ دیا اور اوس نے جاکے ایک امیر کو تحفہ دیا تو وہ اوس
امیر کے واسطے درست ہے جیسا کہ حضرت نے بریرہ لونڈی سے ارشاد فرمایا اوس گوشت کے حق میں جو اوسکو صدقے میں ملا تھا لَكِ صَدَقَةٌ
وَلَنَا هَدِيَّةٌ یعنی تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اور ذکر کیا شیخ ابن الہمام نے قِيلَ لَمْ يَثْبُتْ وَلَوْ ثَبَتَ فَإِنَّهُ لَمْ يَقْوَ
قُوَّةَ حَدِيثِ مُعَاذٍ فَإِنَّهُ رَوَاهُ أَصْحَابُ الْكُتُبِ السِّتَّةِ مَعَ قَرِينَةٍ مِنَ الْحَدِيثِ الْآخَرِ وَلَوْ قَوِيَ قُوَّتَهُ تَرَجَّحَ حَدِيثُ
مُعَاذٍ بِأَنَّهُ مَانِعٌ وَمَا رَوَاهُ مُبِيحٌ یعنی یہ حدیث ثابت نہیں اور اگر ثابت ہو تو نہ ہوگی قوت اوسکی قوت حدیث معاذ کی سی
اس واسطے کہ روایت کیا اسکو اصحاب کتب ستہ نے باوجود اسکے کہ ایک اور حدیث ابن عمر کی اوسکے معین ہے آخر تک **ص** زکوٰۃ
بنی ہاشم کو یعنی حضرت علی اور عباس اور جعفر اور عقیل اور حارث کی اولاد کو اور اونکے غلاموں آزاد کو دینا درست نہیں **ف** کیونکہ
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں حلال ہے واسطے تمہارے اے اہل بیت صدقات سے کچھ اس واسطے کہ وہ میل ہے آدمیوں کی انھوں کا
اور تمہارے واسطے پانچویں حصے میں پانچواں حصہ ہے جو تم کو غنی کر دیگا روایت کیا اسکو طبرانی نے اور روایت کی بخاری نے انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے ہم اہل بیت ہیں نہیں حلال ہے ہمارے لیے میل آدمیوں کا اور روایت کیا مسلم نے ایک مضمون
طویل اس باب میں اور اونکے مولی یعنی جو غلام اونکا آزاد کیا ہوا ہو اوسکو بھی درست نہیں اور روایت کی ابوداود
ترمذی اور نسائی نے ابو رافع سے مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت نے بھیجا ایک شخص کو بنی مخزوم سے اوپر صدقے کے سو کہا
اوسنے واسطے ابو رافع کے کہ ساتھ میرے چل کیونکہ تجکو بھی کچھ اوسمیں سے ملیگا کہا ابو رافع نے کہ آتا میں حضرت کے پاس اور پوچھتا ہوں اونسے سو
فرمایا کہ مولی قوم کا اونہیں سے ہے اور ہمارے واسطے نہیں حلال ہے صدقہ کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور ابو رافع
نام اونکا اسلم ہے اور باپ کا نام عبید اللہ ہے اور وہ کاتب تھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے **ص** ذمی کو زکوٰۃ کے سوا اور چیزیں
دینا جیسے فطرہ وغیرہ درست ہے **ف** اور زکوٰۃ درست نہیں کیونکہ حدیث معاذ میں ہے کہ صرف کر زکوٰۃ کو مسلمانوں کے فقیروں میں اور ذمی کافر
ہے **ص** اور اگر مالک نے اپنے کسیکو زکوٰۃ دیدی اور پھر معلوم ہوا کہ وہ مصرف نہیں اگر وہ غلام یا مکاتب اوسکا نکلا پھر ادا کرے زکوٰۃ کو
اور اگر معلوم ہوا کہ اوسکا باپ یا لڑکا ہے یا غنی یا ذمی یا ہاشمی نکلا تو پھر نہ ادا کرے زکوٰۃ کو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پھر
ادا کرے اور مستحب ہے زکوٰۃ دینی ایک فقیر کو اتنی کہ ایک دن کو اوسکے سوال سے بے پروا کرے اور بقدر نصاب دینا یا ایک فقیر کو
مثلاً دو سو درہم جبکہ وہ قرضدار نہیں مکروہ ہے اور مال زکوٰۃ کا دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے مگر اپنے عزیز کو یا اونکو جو اوس شہر سے زیادہ محتاج ہیں

باب صدقۂ فطر کے بیان میں

صدقۂ فطر کا گیہوں یا اوسکے آٹے یا اوسکے ستو یا سوکھے انگور سے آدھا صاع اور کھجور یا جو سے ایک صاع اور وہ صاع تین سیر
آٹھ رتل یعنی چھ سو اسی تولہ کا۔ ف۔ صدقۂ فطر واجب ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زکوۃ عید فطر کی یعنی صدقۂ فطر
پاکی ہے روزہ کے واسطے مسلمانوں کی لغو اور رفث سے اور کھانا ہے واسطے مسکین کے سو جسنے ادا کیا اوسکو قبل نماز کے سو وہ زکوۃ مقبول
ہے اور جسنے ادا کیا اوسکو بعد نماز کے تو وہ ایک صدقہ ہے صدقوں سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ابو داود اور ابن ماجہ نے
اور کہا دارقطنی نے کہ نہیں ہے اوسمین کوئی مجروح ضعیف اور وہ جو حدیث صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں کہ ادا کرو ہر آزاد اور غلام چھوٹے بڑے سے آدھا صاع گیہوں سے یا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے
روایت کیا اوسکو ثعلبہ بن صعیر عدوی نے یا صعیر عذری نے یعنی اختلاف ہے کہ عدوی ہے ساتھ دال کے یا عذری ساتھ ذال کے ہے تو وہ حدیث مروی ہے
سنن ابو داود اور دارقطنی اور مسند عبد الرزاق میں اور اختلاف ہے اوسکی نسبت اور نام اور متن حدیث میں لیکن اختلاف
نسبت میں سو یہ ہے کہ عدوی ہے یا عذری ہے ذال کے پیش اور رے سے تو بعضوں نے کہا ہے کہ عدوی ہے نسبت ہے ساتھ اوسکے
بڑے دادا کے اور کہا ہے کہ عذری اور یہی صحیح ہے اور ذکر کیا اوسکو مغرب وغیرہ میں اور صحیح کیا ابو علی غسانی نے عذری کو
اور کنیت اوسکی ابو محمد ہے اور اختلاف نام میں سو یہ ہے کہ وہ ثعلبہ بن ابی صعیر ہے یعنی ثعلبہ بن عبد اللہ بن ابی صعیر یا ثعلبہ بن عبد اللہ
بن صعیر اور اختلاف متن میں سو ایک روایت میں ہے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ اَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ رَأْسٍ یعنی صدقۂ فطر کا
ایک صاع ہے کھجور سے یا گیہوں سے ہر آدمی کے پیچھے اور ایک میں ہے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ اثْنَيْنِ یعنی
صدقۂ فطر کا ایک صاع ہے گیہوں سے دو آدمیوں میں کہا صاحب امام نے کہ ممکن ہے تحریف راس کی طرف اثنین کے اسی لیکن یہ
احتمال بعید ہے کیونکہ اکثر طریقوں صحیحہ میں لفظ اثنین کا وارد ہے کہا عبد الرزاق نے اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ يَوْمِ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ
فَقَالَ اَدُّوْا صَاعًا مِنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ عَنْ كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ یعنی
خطبہ پڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر قبل دن فطر کے ایک دن یا دو دن سو کہا کہ ادا کرو ایک صاع گیہوں سے درمیان
دو آدمیوں کے یا ایک صاع کھجور سے یا جو سے ہر آزاد اور غلام چھوٹے بڑے کی طرف سے اور یہ سند صحیح ہے اور روایت کی بخاری مسلم
ابن ماجہ وغیرہم نے ابن عمر سے کہ فرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو رمضان سے لوگوں پر ایک صاع کھجور سے
یا جو سے ہر آزاد اور غلام مرد و عورت کے مسلمانوں میں سے اور ایک روایت میں ہے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کا
اور لازم ہے کہ حجت پکڑی جاوے اوس حدیث سے جسکو روایت کیا حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَرَ
صَارِخًا بِبَطْنِ مَكَّةَ يُنَادِيْ اَنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ الحديث
یعنی صدقۂ فطر کا حق ہے واجب ہے ہر مسلمان چھوٹے بڑے پر آزاد ہو یا غلام آخر حدیث تک اور امام شافعی کے نزدیک سب
چیزوں میں سے ایک ہی صاع ہے اور دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث ابو سعید خدری کے کہ ہم نکالتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
زکوۃ فطر کی ہر چھوٹے اور بڑے آزاد اور غلام سے ایک صاع طعام سے یا ایک صاع اقط سے یا ایک صاع جو سے یا کھجور سے یا انگور
خشک سے تو ہم ایسا ہی نکالتے رہے یہاں تک کہ آئے معاویہ حج کرنے کو یا عمرہ تو بیان کیا لوگوں سے منبر پر تو اوس کا یہ کلام تھا کہ

جانتا ہوں کہ دو مد گیہوں شام سے برابر ہوتی ہیں ایک صاع کھجور کے تو لیا اوسکو لوگوں نے اور میں ایسا ہی نکالتا تھا جیسا کہ نکالتا تھا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اور دلیل ہماری بہت حدیثیں مشہور ہیں ایک حدیث ثعلبہ کی جو اوپر گذری اور ایک حدیث
ابو داود اور نسائی نے حسن سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ خطبہ پڑھا انہوں نے اخیر رمضان میں بصرہ میں سو کہا کہ مقرر کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ ایک صاع کھجور یا جو سے یا آدھا صاع گیہوں سے آخر حدیث تک اور راوی اس حدیث کے بھی
سب ثقہ ہیں مگر حسن نے نہیں سنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تو وہ مرسل ہے اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے اور روایت کی ابو داود نے مراسیل میں
سعید بن مسیب سے کہ فرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کی دو مد گیہوں سے اور روایت کیا اوسکو طحاوی نے کہا تنقیح
میں اسناد اوسکی صحیح ہے مانند آفتاب کے اور ہونا دیکھا مرسل نہیں ضرر کرتا ہے اور مراسیل سعید کے حجت ہیں اور نہایت طول کیا اس
مقام میں شیخ ابن الہمام نے اور ضعیف کیا امام شافعی کی سب دلیلوں کو اس باب میں جسکا جی چاہے دیکھ لیوے اور ہم نے بوجہ خوف
تطویل کے ترک کیا ص اور مراد صاع سے صاع عراقی ہے اور صاع عراقی چار من کا ہوتا ہے اور من چالیس استار کا ہوتا ہے اور
استار ساڑھے چار مثقال کا تو اس حساب سے من ایک سو اسی مثقال کا ٹھہرا اور امام شافعی کے نزدیک مراد صاع حجازی ہے ف اور
دلیل اونکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت نے صاع ہمارا سب صاعوں سے چھوٹا ہے اور اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہے ہاں روایت کی ابن حبان نے اپنی
سند سے حضرت ابو ہریرہ سے کہ کہا گیا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اے رسول اللہ صاع ہمارا چھوٹا ہے سب صاعوں سے اور مد ہمارا
بڑا ہے اور مدوں سے سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ برکت دے ہمارے صاع میں اور برکت دے ہمارے قلیل میں اور
کثیر میں اور کر ہمکو ساتھ ایک برکت کے دو برکتیں اور ابو یوسف کا قول اور شافعی کا یہی ہے کہ صاع پانچ رطل اور تہائی رطل ہے
اور دلیل اونکی یہ ہے کہ وہ آئے مدینے میں اور دیکھا قریب پچاس آدمیوں کے انصار اور مہاجرین کی اولاد میں کہ صاع اونکا پانچ رطل کا
تھا اور کچھ زیادہ اور کہا انہوں نے کہ یہی صاع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سو کہا انہوں نے ترک کیا میں نے قول ابو حنیفہ کو روایت کیا
اوسکو بیہقی نے اور مروی ہے کہ مناظرہ کیا اونسے امام مالک نے اور حجت پکڑی اون صاعوں کی کہ لائے تھے اوسکو لوگ سو رجوع
کی ابو یوسف نے طرف اونکے قول کے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مروی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے ساتھ مد کے
برابر دو رطلوں کے اور غسل کرتے تھے صاع سے برابر آٹھ رطلوں کے اور ایسا ہی منقول واقع ہوا روایت انس اور حضرت عائشہ میں تینوں
میں روایت کیا اوسکو دار قطنی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور جابر سے بھی روایت کی اونسے ابن عدی نے اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ
عمر بن موسی کے اور یہ حدیث صحیحین میں ہے اور وزن اوسمیں صاع اور مد کا مذکور نہیں اور اسی حدیث سے دلیل لائے صاحب ہدایہ اور کہا کہ
ایسا ہی تھا صاع عمر کا اور روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے یحیی بن آدم سے کہا کہ سنا میں نے حسن بن صالح سے کہتے صاع
عمر ثمانیۃ ارطال یعنی کہتے تھے کہ صاع عمر کا آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور کہا شریک نے کہ اکثر تھا سات سے اور کم تھا آٹھ رطل سے اور
روایت کی مانند اسکے موسی بن طلحہ نے عمر بن خطاب سے اور روایت کیا اوسکو طحاوی نے بھی بہر حال روایت صحیح ہے ص اور اگر
صدقہ فطر میں دو سیر گیہوں دیوے بغیر ایسکے کہ گیہوں کو کیل سے ناپے درست ہے اور امام محمد کے نزدیک بغیر کیل کے درست
نہیں اور گیہوں دینا مستحب ہے جہاں کہ اور چیزوں کو گیہوں سے خریدتے ہیں اور ابو یوسف کے نزدیک درہموں کا دینا
ہر جگہ مستحب ہے اور صدقہ فطر کا واجب ہے اوس شخص پر جو حر یعنی آزاد ہو اور مسلمان ہو اور وہ شخص مالک ہو نصاب زکوۃ کا

کر زیادہ ہو حاجت اصلی سے اگرچہ وہ نصاب امی نمو نہ ہونے اور چاندی اور مال تجارت میں صدقہ واجب ہے اگرچہ سال پورا
گذرے اور اگر یہ مال الون کے ہوویں جیسے گھر ہو نہ رہنے کے لیے اور نہ تجارت کے لیے اور قیمت اوسکی نصاب کو پہونچی ہو
صدقۂ فطر اوس پر واجب ہوگا اور زکوٰۃ واجب نہوگی ف اور امام شافعی کے نزدیک اگرچہ مالک نصاب کا نہووے لیکن جسقدر
زیادہ ہو اوسکو صدقہ دینا واجب ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں صدقہ ہے مگر مالدار سے روایت کیا
اسکو امام احمد نے مسند میں اور ذکر کیا اوسکو بخاری نے تعلیقاً اور وہ جو دلیل لاتے ہیں امام شافعی ساتھ قول آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ادا کرو ایک صاع گیہوں ہر دو شخصوں سے بڑے ہوں یا چھوٹے مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام امیر ہو یا فقیر لیکن امیر
تمہارا تو پاک کرتا ہے اوسکے مال کو اللہ تعالیٰ اور فقیر کو سو پھیر دیتا ہے اللہ اوسپر اکثر اوس سے جو دیتا ہے روایت کیا اوسکو احمد
نے اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ نعمان بن راشد کے اور جہالت ابن ابی صعیر کے اور بتقدیر صحت کے ہماری روایت کے مقابل ہوگا ترجیح کسکو
ہے دلیل امام شافعی کی وہ ہے جو روایت کی طحاوی نے باسناد صحیح ابوہریرہ سے کہ کہا اونہوں نے زکوٰۃ فطر کی اوپر ہر آزاد اور غلام اور مرد
اور عورت چھوٹے اور بڑے فقیر یا مالدار کے ہے اور کہا حماد نے کہ پہونچا مجکو کہ رفع کرتے تھے اوسکو زہری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کیطرف لیکن صاحب امام نے کہا کہ حدیث وقف اوسکا صحیح ہے اور وقف اس مقام میں مانند رفع کے ہے ص جسپر صدقۂ فطر واجب ہو صدقہ
زکوٰۃ سے وہ محروم ہوگا اور زکوٰۃ لینا اوسپر حرام ہے ف ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہ مالک نصاب کا ہے بخلاف امام شافعی کے ص
صدقۂ فطر دیوے اپنی جانکے واسطے ف کیونکہ فرمایا حضرت ابن عمر نے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو مرد اور عورت
پر اور گذری یہ حدیث اوپر ص اور اپنے چھوٹے لڑکے کیطرف سے اگر فقیر ہو اور اپنے غلام اور لونڈی کی طرف سے جو خدمت
کے واسطے ہیں اگرچہ مدبر یا ام ولد ہو ف مدبر اوس غلام کو کہتے ہیں جسکو مولی نے یہ کہا ہو کہ بعد میرے مرنے کے تو آزاد ہے
اور ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہیں کہ جس سے اوسکے مالک کی اولاد ہوئی ہو اور کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر کا واجب ہے اسواسطے
کہ کافر غلام بھی مال ہے اور سبب وجوب صدقے کا بھی مال ہے اور نہیں دخل ہے اوسمیں اوسکے اسلام اور دوسرے یہ کہ حدیث مطلق وارد ہے
نہیں ہے قید اوسمیں مسلمان اور کافر کی اور تیسرے یہ کہ روایت کی دارقطنی نے ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلٰى كُلِّ صَغِيْرٍ وَكَبِيْرٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ
اَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ یعنی صدقہ فطر کا ہر صغیر اور کبیر اور مرد اور عورت اور یہودی اور نصرانی آزاد یا غلام پر نصف صاع
ہے گیہوں سے اور ایک صاع تمر سے یا جو سے لیکن یہ نہایت ضعیف ہے بلکہ شمار کیا ہے اسکو موضوعات میں کہا شوکانی نے
وَزِيَادَةُ يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ مَوْضُوْعَةٌ تَفَرَّدَ بِهَا سَلَّامٌ الطَّوِيْلُ وَهُوَ مَتْرُوْكٌ یعنی زیادتی یہودی اور نصرانی
کی موضوع ہے تفرد کیا ساتھ اسکے سلام طویل راوی نے اور وہ متروک ہے اور کہا ابن الہمام نے قَدْ عُدَّتْ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ
مِنْ قِبَلِ سَلَّامٍ الطَّوِيْلِ فَاِنَّهٗ مَتْرُوْكٌ رُمِيَ بِالْوَضْعِ یعنی شمار کی گئی یہ حدیث موضوعات میں بسبب سلام طویل کے اسواسطے
کہ وہ متروک ہے نسبت کیا گیا ہے طرف بنانے حدیث کے اور یہ حدیث عجیب ہے ہدایہ میں آتو مجوسی بھی روایت ہدایہ میں ہے اور
اسکا کہیں نشان نہیں ملا ص اور اپنی جورو کی طرف سے اور بڑے لڑکے کی طرف سے صدقہ نہ دیوے اور اپنے چھوٹے
لڑکے کی طرف سے بھی جو مالک نصاب کا یعنی غنی ہے بلکہ اوسکے مال سے دیوے اور مکاتب کی طرف سے اور اوس غلام کیطرف سے

چونچاہیے کہ واسطے ہو اور اوس غلام کی طرف سے جو بھاگ گیے والا ہو ہر یونکہ جب وہ بعد بھاگنے کے پھر آیا ہو تو اوسکی طرف سے دیوے اور جو ایک غلام یا چند غلام دو شریک کے بیچ مین ہوئیں تو اول غلامون کی طرف سے کسی شریک پر صدقہ واجب نہوگا نزدیک امام صاحب کے اور نزدیک صاحبین کے دونوں پر واجب ہو اور اگر ایک کے حصہ میں آگیا تو جسکا ہوا عید الفطر کی صبح میں اوس پر صدقہ لازم آویگا **ف** یہ اختلاف اوس صورت مین ہو کہ کئی غلام ہوں اور اگر ایک غلام ہو تو سب کے نزدیک کسی پر صدقہ واجب نہوگا **ص** اور صدقہ واجب تا ہو عید الفطر کی صبح ہونے سے تو پھر جو شخص مسلمان ہوا یا پیدا ہوا عید الفطر کی صبح ہونے کے پہلے تو اوسکے لیے واجب ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک ادا سکے ذمہ سے شب عید کو واجب ہوتا ہو تو جو مسلمان ہوگا یا پیدا ہوگا رات کو عید کی اوس پر واجب ہوگا نزدیک اونکے اور جو شخص کہ عید کی رات میں مر جاوے ہمارے نزدیک صدقہ اوسکی طرف سے واجب ہیں امام شافعی کے نزدیک واجب ہے اور اگر اسلام لایا یا پیدا ہوا بعد طلوع فجر کے تو صدقہ کسیکے نزدیک واجب ہوگا اور اگر صدقہ پہلے سے دیکو تو درست ہو خواہ بہت دن پہلے یا تھوڑے دن پہلے **ف** اور اس باب میں حدیث بخاری کی ہو ابن عمر سے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ فطر کا یہانتک کہا اور تھے وہ دیتے قبل فطر کے ایک دن یا دو دن **ص** اور مستحب ہی صدقہ فطر کا بعد صبح ہونے کے اور جلدی دینا **ف** اور دلیل اسکی یہ ہو کہ روایت کی حاکم نے کتاب علوم الحدیث میں اوس باب مین جسکی زیادت کے ساتھ ایک راوی منفرد ہوا **ثنا** ابو العباس محمد بن یعقوب **ثنا** محمد بن الجهم السمری **ثنا** نصر بن حماد **ثنا** ابو معشر عن نافع عن ابن عمر قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نخرج صدقة الفطر عن كل صغير وكبير حر وعبد صاعا من تمر او صاعا من زبيب او صاعا من شعير او صاعا من قمح وكان يأمرنا ان نخرجها قبل الصلوة وكان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقسمها قبل ان ينصرف الى المصلى ويقول اغنوهم عن الطواف في هذا اليوم يعنی حکم کیا ہمکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا چھوٹے بڑے سے آزاد یا غلام ایک صاع کھجور سے یا خشک انگور یا جو سے یا گیہوں سے اور حکم کرتے تھے ہمکو کہ نکالیں صدقے کو قبل نماز کے اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تقسیم کرتے تھے صدقے کو قبل جانے کے طرف عیدگاہ کے اور کہتے تھے کہ بے پروا کر دو اونکو آج پھرنے سے یعنی فقیروں کو غنی کر دو سوال کرنے سے **ص** اور اگر تاخیر کرے دینے میں تو اوسکے دمہ سے بغیر دیے ہوے ساقط نہوگا **ف** اسواسطے کہ صدقہ فطر کا واجب ہے ہرگز ساقط نہیں ہو سکتا

کتاب الصوم

کھانا پینا جماع ترک کرنا فجر سے آفتاب غروب ہونے تک ساتھ نیت کے اسی کو روزہ کہتے ہیں اور روزہ رمضان کا فرض ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر اور ادا کرنا اسمین اوسکا فرض ہی اور اگر کسی عذر سے ترک ہو جاوے تو قضا بھی فرض ہی اور روزہ نذر اور کفارے کا تو واجب ہو اور اوسکے سوا باقی سب نفل ہیں **ف** لیکن صحیح یہ ہو کہ روزہ نذر اور کفارے کا بھی فرض ہی اور واجب سے مراد اس جگہ پر فرض اعتقادی ثابت کیا اوسکو صدر الشریعہ نے **ص** اور ہدایہ میں لکھا ہو کہ روزہ رمضان کا فرض ہو کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کتب علیکم الصیام یعنی فرض کیا گیا تم پر روزہ اور اوسکے فرض ہونے پر اجماع ہو تو اسواسطے انکار کرنیوالا اسکا کافر ہو اور نذر کا روزہ واجب ہی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ولیوفوا نذورهم یعنی پوری کریں نذرین اپنی **ف** اور باقی تفصیل اسکی اصل مین مذکور ہو **ص** اور رمضان کے روزے اور نذر معین کے روزے کی نیت کرنا رات سے دوپہر دن شرعی کے قبل تک درست ہو اور دوپہر

درست نہیں اور قدوری میں ہے کہ زوال تک نیت کرے اور صحیح اول ہے ف اور امام شافعی کے نزدیک نیت رات سے درست
ہے اور دن کو جائز نہیں اور دلیل لاتے ہیں ساتھ اوس حدیث کے کہ روایت کیا جسکو اصحاب سنن اربعہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہیں روزہ ہے اوس شخص کا جسنے نیت کی روزے کی رات سے اور اختلاف کیا ہے انہوں نے فقط لفظ حدیث میں بعض روایات میں ہے کہ
نہیں صیام ہے اوسکا جسنے نہ فرض کیا اوسکو رات سے اور معنی ایک ہیں اور اختلاف ہے اوسکے رفع اور وقف میں اور نسائی نے روایت کیا
اوسکو مالک نے موطا میں مگر کلام ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ سے اور اکثر اوسکے وقف پر ہیں اور تحقیق رفع کیا اوسکو
عبد اللہ بن ابی بکر نے زہری سے پہونچاتے ہیں اوسکو حفصہؓ تک فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ نیت نہ کرے روزے کی قبل فجر
تو نہیں روزہ ہے واسطے اوسکے اور وقف کیا اوسکو زہری سے حفصہؓ پر معمر اور زبیدی اور ابن عیینہ اور یونس ایلی نے اور عبد اللہ
بن ابی بکر ثقہ ہے اور رفع زیادت ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے اور اسمیں لفظ یبیت کا ہے
مَن لَم یُبَیِّتِ الصِّیَامَ قَبلَ الفَجرِ فَلَا صِیَامَ لَہٗ یعنی جو شخص کہ رات سے نہ رکھے روزہ قبل فجر کے تو نہیں روزہ ہے واسطے اوسکے
کہا دارقطنی نے تفرد کیا ساتھ اوسکے عبد اللہ بن عباد نے مفضل سے ساتھ اسناد کے اور سب ثقہ ہیں اور کہا بیہقی نے کہ نہیں
اوسکی عبد اللہ بن عباد غیر مشہور ہے اور یحیی بن ایوب قوی نہیں اور وہ اوسکے رجال میں سے ہے اور کہا ابن حبان نے عبد اللہ بن عباد بصری
ملا دیتا ہے حدیثوں کو اور الٹ دیتا ہے اونکو اور روایت کیا اوسنے روح بن الفرج سے ایک نسخہ موضوع اور دلیل ہماری ہے کہ
روایت کی صحیحین میں سلمہ بن اکوع سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ایک شخص کو اسلم سے یہ کہ خبر کر لوگوں کو تو جسنے کھا لیا
تو چاہیے کہ روزہ رکھے باقی دن تک اور جس شخص نے نہیں کھایا تو روزہ رکھے اوسواسطے کہ یہ دن عاشورا کا ہے اور عاشورا فرض تھا رمضان
کے فرض ہونے کے پہلے اور وہ جو منع کیا اوسکو ابن الجوزی نے کہ عاشورا فرض نہ تھا بلکہ سنت تھا کیونکہ روایت ہے صحیحین میں معاویہؓ سے
کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے یہ دن عاشورا کا ہے نہیں فرض کیا گیا ہے روزہ اوسکا سو جسکا جی چاہے
روزہ رکھے اور جس روزے سے ہو یا تو روزہ رکھا لوگوں نے ساتھ آپ کے اور ایک اور دلیل سنت ہونے کی ہے اوسکے یہ کہ نہیں حکم کیا حضرت نے
قضا کا اوسکو جسنے کھا لیا تھا اور جواب یہ ہے کہ معاویہؓ اسلام لائے ہیں فتح مکہ میں تو اگر سنی انہوں نے یہ حدیث بعد اسلام کے تو سننا اونکا
نویں برس کی یا دسویں ہجری میں ہوگا اور یہ بعد نسخ عاشورے کے تھا ساتھ رمضان کے اور اگر قبل اسلام کے سنا تو قبل وجوب عاشورے
کے ہوگا اور روزہ عاشورے کا فرض تھا اور پھر بوجہ رمضان کے منسوخ ہوا اور ثابت ہے صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے کہ قریش جاہلیت
میں روزہ رکھتے تھے عاشورے کا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے اوس دن تو جب آئے مدینے میں روزہ رکھا اوسکا اور
حکم کیا لوگوں کو روزے کا اوس دن اور جب فرض ہوا رمضان کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اب جسکا جی چاہے رکھے روزہ اوس دن
یا نہ رکھے تو حدیث سلمہ بن اکوع کی حجت ہوگی اور وہ قوی ہے اوس حدیث سے جس سے استدلال لائے امام شافعی کیونکہ ذکر کیا ہے
اختلاف کو اوس حدیث میں اور وہ جو صاحب ہدایہ ہمارے مذہب پر دلیل لائے ہیں کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیا اون کے پاس
اعرابی اور کہا اوسنے کہ دیکھا میں نے چاند کو کہ جس شخص نے نہیں کھایا وہ روزہ رکھے اور جسنے کھا لیا تو کھاوے باقی دن تو یہ حدیث کہیں پائی
نہیں گئی اور مشہور روایت یہ ہے کہ آیا اعرابی اونکے پاس اور کہا کہ دیکھا میں نے چاند کو سو حکم کیا آپ نے ہمیں روزہ رکھنے کا کے روز روایت کیا
اوسکو دارقطنی نے اور مروی ہے سنن اربعہ میں ابن عباسؓ سے کہ آیا ایک اعرابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ دیکھا میں نے چاند کو کہا

حسن ہے یعنی چاند رمضان کا سو پوچھا اوس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا گواہی دیتا ہے تو اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود سوا
اللہ کے کہا ہاں پھر پوچھا گواہی دیتا ہے تو اس بات کی کہ محمد رسول اللہ ہیں کہا کہ ہاں فرمایا اے بلال پکار دے لوگوں کو کہ روزہ رکھیں تو یہ حدیث
اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ اعرابی رات کو آیا تھا یا دن کو آیا تھا کب آیا تھا اور تفسیر کرتی ہے اوسکی حدیث دارقطنی کی جو
بیان کی ہم نے اور وہ جو امام شافعی نے حدیث روایت کی ہے معنی اوسکے یہ ہیں کہ نہیں کمال ہے روزے کا بدون نیت کے جیسے لا
صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اور لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ اور لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ اور لَا صَلٰوۃَ فِی الْاَرْضِ
الْمَغْصُوْبَۃِ اور لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَہٗ اور سوا اسکے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور اگر نیت مطلق روزے کی کرے کہ میں روزہ رکھتا
ہوں کچھ قید نہ کرے یا نیت نفل کی کی تو روزہ رمضان کا درست ہو جاویگا اور اگر رمضان کے مہینے میں دوسرے واجب کی نیت کی تو رمضان کا روزہ ادا ہو جاوے نیت
سے بھی ادا ہو جاویگا اور اگر مریض یا مسافر رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کریگا تو وہ بھی رمضان ہی ادا ہوگا اور اگر ایک شخص نے
ایک روزہ رکھنے کی نذر کی یعنی کہا کہ میں فلانے روز روزہ رکھونگا اور اوس روز دوسرے واجب کی نیت کی تو وہ نذر ہی ادا ہوگا
جسکی نیت کی خواہ مسافر ہو خواہ مقیم تندرست ہو یا مریض اور نفل کا روزہ ادا ہوتا ہے نفل کی نیت سے اور مطلق روزے کی نیت سے
اور نیت قبل دوپہر کرے اور دوپہر کے بعد نہیں ف اور امام مالک کے نزدیک رات سے نیت کرنا چاہیے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہیں روزہ ہے اوسکا جسنے نہیں نیت کی اوسکی رات سے اور یہ حدیث مطلق ہے شامل ہے فرض روزے اور نفل روزے کو اور
ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو روزہ دار نہیں ہوتے تھے اور پھر پوچھتے تھے گھر میں کہ کچھ کھانے کو ہے سو اگر
کہا جاتا کہ نہیں کہتے تھے میں روزہ دار ہوں اور اگر کہا جاتا تھا کہ ہے کھا لیتے تھے اور نیت کر چکتے تھے روزے کی روایت کیا اوسکو مسلم
وغیرہ نے حضرت عائشہ سے ص اور قضا اور کفارہ اور نذر غیر معین کے واسطے شرط ہے رات سے نیت کرنا اور تعیین روزے کی کرنا اگر شک
کی بات ہو جیسے تیسویں رات میں شعبان کی اوسکے دن کو روزہ نہ رکھیں ف کیونکہ مروی ہے صحیحین میں کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھو چاند دیکھ کے اور افطار کرو چاند دیکھ کے تو اگر ابر ہو تمہارا اوپر تو پوری کرو گنتی شعبان کی تیس دن ص
مگر نفل کیونکہ حدیث میں ہے کہ نہیں روزہ ہے دن شک کے رمضان سے مگر نفل ایسا ہی لکھا ہے ہدایہ میں اور یہ حدیث مجکو نہیں ملی اور
بعضوں کے نزدیک جائز نہیں اور دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے روزہ رکھا دن شک کے مخالفت
کی اوسنے ابو القاسم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ذکر کیا اوسکو ابن طاہر نے تذکرے میں موضوعات میں اور ایسا ہی کہا صاحب
خلاصہ نے لیکن یہ زیادتی ہے کیونکہ اس حدیث کو ذکر کیا بخاری نے تعلیقاً اور روایت کیا اوسکو اصحاب سنن اربعہ نے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی
اور ابن حبان اور حاکم نے اور روایت کیا اوسکو خطیب نے تاریخ بغداد میں اس لفظ سے مَنْ صَامَ الْیَوْمَ الَّذِیْ یُشَکُّ فِیْہِ فَقَدْ
عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یعنی جسنے روزہ رکھا دن شک کے تو نافرمانی کی اوسنے اللہ کی اور رسول کی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور تفصیل اسکی
فتح القدیر میں ہے ص اور اگر دوسرے واجب کا روزہ اوس دن رکھا تو مکروہ ہے اور ادا ہو جاویگا واجب صحیح مذہب میں اگر
معلوم نہوا کہ رمضان کا دن تھا اور اگر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن تھا تو وہ روزہ رمضان کا ہو جاویگا اور دن شک کے نفل روزہ
رکھنا مستحب ہے اسکے نزدیک اگر وہ دن اوسکے روزہ رکھنے کا ہو اور نہیں تو خاص لوگ جیسے قاضی اور مفتی روزہ رکھیں اور عوام
لوگ بعد زوال کے افطار کریں اور اگر رات میں شک کی نیت کی کہ اگر کل کا دن رمضان ہے تو روزہ میرا رمضان کا ہے ورنہ روزہ

نہیں رکھتا ہوں میں روزہ اوسکا درست ہوگا اور کفارہ دینا پڑیگا اگر افطار کرے اگر کل دن رمضان کا ہو تو روزہ بدرجہ اولیٰ درست ہوگا اور کسی وقت درست
سمجھکر روزہ رکھا اگر رمضان کا نکلا تو وہ روزہ رمضان کا ہوگا اور دونوں صورتوں میں نفل ہو جاویگا اور جس شخص نے رمضان کا چاند
اکیلے آپ ہی دیکھا تو روزہ رکھے دونوں صورتوں میں اگرچہ اوسکا قول قبول کرے قاضی یا اگر افطار کرے تو قضا کا روزہ رکھے اور کفارہ اوسپر نہیں
اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوگا **ف** ایکن روزہ رکھنا تو اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صُومُوا
لِرُؤْيَتِهٖ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ یعنی روزہ رکھو چاند دیکھکے اور افطار کرو چاند دیکھکے یعنی روزہ موقوف کرو جب چاند دیکھلو
تو اوسکا اور جس شخص نے چاند رمضان کا اوس شخص نے چاند دیکھ لیا اگرچہ قاضی کے نزدیک مقبول ہو اور کفارہ امام
شافعی کے نزدیک لازم ہوگا کیونکہ قصداً چاند دیکھکے روزہ سے افطار کیا اور ہمارے نزدیک اسواسطے واجب نہوگا کہ جب قاضی نے اوسکی شہادت
قول کی ساتھ دلیل شرعی کے تو ایک طرح کا شبہ پڑ گیا اور حدود اور کفارہ دفع ہو جاتے ہیں شبہ سے کذا فی الہدایہ اور
اگر قبل اسکے کہ قاضی اوسکی شہادت رد کرے افطار کیا تو اوسمیں اختلاف ہے مشایخ کا اور اگر اس شخص نے اپنے حساب سے تیس دن پورے کر لیے
تو روزہ موقوف نکرے جب تک کہ امام موقوف کرے اسواسطے کہ وجوب اوسپر احتیاطاً تھا اور احتیاط اسمیں ہے کہ تاخیر افطار میں کرے اور اگر اپنے
حساب سے قبل امام کے افطار کیا تو اوسپر کفارہ نہیں **ص** اگر آسمان میں علت یا غبار ہو تو رمضان کے لیے ایک شخص عادل کی خبر کفایت کرے
اگرچہ وہ شخص غلام یا عورت ہو یا زنا کی تہمت اسکو لگائی ہو اور اوسکے بدلے میں حد قذف مارا گیا ہو اور پھر توبہ کی ہو اور
دعویٰ اور شہادت کا لفظ کہنا اوسکو ضرور نہیں **ف** اور امام شافعی کے نزدیک دو آدمی لازم ہیں اور دلیل اوسپر یہ ہے کہ روایت کیا
اوسکو اصحاب سنن اربعہ ابن عباس سے کہ آیا ایک اعرابی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہا کہ دیکھا میں نے چاند کو فرمایا آپ نے
کہ گواہی دیتا ہے تو اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے کہا اوسنے ہاں پھر پوچھا آپ نے کہ گواہی دیتا ہے تو کہ محمد رسول اللہ ہیں کہا اوسنے
کہ ہاں فرمایا کہ اے بلال پکار دے لوگوں کو کہ روزہ رکھیں اور بیان کیا دارقطنی نے اس حدیث کو **ص** اور تنویر الابصار میں ہے کہ ایک مرد یا ایک عورت
خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا یعنی گواہی دی اور دعویٰ ضرور نہیں **ف** اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک شخص کی گواہی اسمیں مقبول
ہوگی اور ایسا ہی ہے تحفہ میں اور کہا اوسمیں کہ یہی صحیح ہے اور کہتا ہوں میں کہ اسکو موافقت کرتی ہیں احادیث واللہ اعلم اور صاحب
ہدایہ نے اسکو اختیار نہیں کیا **ص** اور جب کوئی آسمان میں علت نہو اور مطلع صاف ہو تو شرط ہے کہ گواہی اتنے آدمیوں کی ہو کہ
جتنے آدمی ہوں تو اونکا قول قبول کیا جاوے یعنی اتنا گروہ ہو کہ اونکے سچے ہونے پر عقل گواہی دے اور اگر ایک شخص عادل نے رمضان کے
چاند کی گواہی دی اور آسمان میں کچھ علت تھی پس سب آدمیوں نے تیس دن روزے رکھے اور چاند نہ دیکھا گیا تو افطار کرینگے اسلیے کہ افطار
ایک قول سے جائز نہیں اور روزہ جائز ہے اور جو دو شخص عادل نے رمضان کے چاند کی گواہی دی ہو تو بعد گذرنے تیس روزے کے افطار کریں گے
اور امام محمد کے نزدیک ایک شخص کی گواہی مذکورہ سے بھی افطار درست ہو جاویگا اسلیے کہ افطار اونکے نزدیک تبعیت
صوم کے ثابت ہوتا ہے اور اکثر اشیا ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں اگرچہ قصداً ثابت نہوں **ف** اور قیاس بھی اسکو چاہتا ہے
کیونکہ مہینا تو معلوم ہے کہ تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا اور اول دن ایک شخص کی گواہی سے روزہ رکھنے میں مقبول ہوئی تھی اور اول دن حساب سے
اکتیس دن ہوئے اور چاند ہوا نہیں تو گویا یہ ایک گواہی ہوئی اور ایک شخص کی ملکے گویا تیس دن ہو گئے تو لازم ہو گیا افطار واللہ اعلم

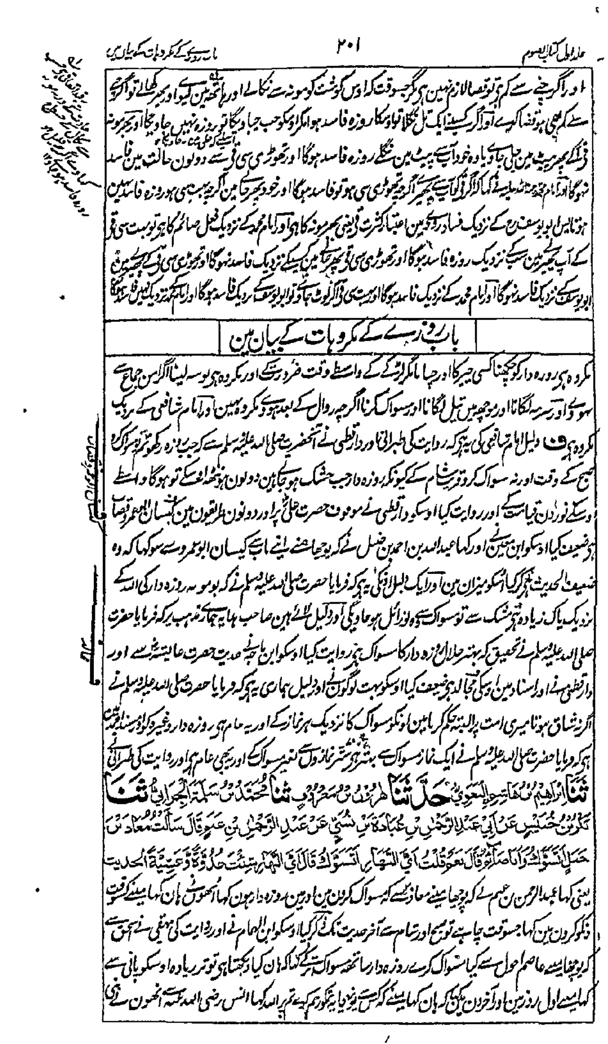
ص باب روزے کے فاسد ہونے کے بیان میں اور اوسکی قضا اور کفارے کے حال میں

جو شخص کہ قصداً جماع کرے یا جماع کیا جاوے قبل یا دُبر میں یا کچھ کھاوے یا پیوے غذا یا دوا کی قسم سے یا پچھنے لگاوے اور گمان کرے کہ میرا
روزہ افطار ہوگیا اور پھر قصداً کھالیوے تو ان صورتوں میں قضا روزے کی کرے اور کفارہ دے کہ جیسے ظہار کا کفارہ ہوتا ہے اور
کفارہ فقط رمضان کے روزہ کا قصداً توڑنے میں ہے اور دوسرے روزے کے واسطے نہیں **ف** ظہار اوسے کہتے ہیں کہ اپنی
بیوی کو یا اوسکے جزو شائع یا اوس عضو کو جس سے تعبیر با تمام کل کے کرتے ہیں مثل رقبہ اور راس کے تشبیہ دے کہ اپنے محارم اور اوس
عضو سے جسکی طرف نظر کرنا اوسکو حرام ہے اور اسی سبب سے جماع اور دواعی اوسکے حرام ہوجاتے ہیں جب تک کفارہ ادا کرے
اور کفارہ یہ ہے ایک غلام آزاد کرے اور اگر نہ ہوسکے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور اگر نہ ہوسکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا
کھلاوے لیکن قصداً کھانے یا پینے میں سو اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے افطار کیا رمضان میں سو اوس پر ہے جو
ظہار کرنیوالے پر ہے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث نہیں ملی لیکن صحیحین میں مروی ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم کیا ایک شخص کو کہ افطار کیا تھا اوسنے رمضان میں یہ کہ آزاد کرے ایک غلام یا روزے رکھے دو مہینے برابر یا ساٹھ مسکینوں
کو کھانا کھلاوے اور جماع بھی روزے کو افطار کرتا ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے بھی اور مروی ہے
صحاح ستہ میں ابوہریرہ سے کہ آیا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ ہلاک ہوا میں فرمایا کیا ہوا تجکو کہا اوسنے کہ
جماع کیا مینے اپنی عورت سے روزہ رمضان میں سو فرمایا آپنے کیا پاتا ہے تو غلام کو کہ آزاد کرے اوسکو کہا نہیں فرمایا کہ طاقت
رکھتا ہے تو دو مہینے روزے رکھنے کی کہا نہیں پھر فرمایا کہ تو طاقت رکھتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھلاوے کہا نہیں فرمایا بیٹھ تو لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاس
ایک ٹوکرا کہ اوسمیں کھجوریں تھیں سو فرمایا کہ تصدق کر اونکو فقیروں پر کہا اوسنے اے رسول اللہ قسم خدا کی نہیں ہے شہر کے کناروں تک
اور اوسکے بیچ میں کوئی گھر کہ فقیر زیادہ ہو میرے گھر سے سو ہنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ آگے کے دانت آپکے
ظاہر ہوگئے پھر فرمایا کہ لے جا اسکو اور کھلا اپنے گھر کو کہا زہری نے کہ یہ اوسکے واسطے خاص رخصت تھی اور اگر کوئی شخص اب ایسا
کرے تو نہیں جائز ہے اوسکو کفارے سے اور واقع ہے روایت ہدایہ میں کُلْ اَنْتَ وَعِيَالُكَ يُجْزِئُكَ وَلَا يُجْزِئُ
اَحَدًا بَعْدَكَ یعنی تو کھالے اور تیرے عیال کافی ہو جاویگا تجھے اور یہ کافی ہوگا سوا تیرے کسیکو بعد تیرے لیکن کہا ابن الہمام نے
کہ یہ قول کسی طریق سے مرفوع حدیث کے ثابت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خصوصیت ہے کیونکہ دارقطنی کی روایت میں ہے فَقَدْ كَفَّرَ اللّٰهُ
عَنْكَ یعنی کفارہ قبول کیا اللہ نے یہ تجھے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ **ص** اگر خطا سے روزہ افطار کیا ہو مثلاً اوسکو روزہ یاد تھا
اور کلی کرنے لگا تھا اوسکے حلق میں بغیر قصد کیے ہوئے پانی چلا گیا یا کسی نے اوسکو زبردستی افطار کرا دیا یا حقنہ لیا یا
یا کان میں دوائی ڈالی یا سر کے زخم میں دوا لگائی اور دماغ میں گئی یا پیٹ کے زخم میں لگائی اور اوسکے پیٹ میں دوا گئی یا اوسنے
سنگریزہ نگلا یا پھر یا بغیر اپنی خواہش سے قے کی یا سحری کھائی یا افطار کیا اس سبب سے کہ رات ہے اور وہ دن تھا یا بھولے سے کچھ
کھالیا اور سمجھا کہ میرا روزہ افطار ہوگیا تب پھر قصداً کھایا یا عورت سوتی تھی اور جماع اوس سے کیا گیا یا رمضان کے تمام مہینے میں
نہ روزہ رکھنے کی نیت کی نہ افطار کی یا صبح تک نیت نہ کیے ہوئے تھا اور پھر کھایا تو ان سب صورتوں میں قضا کا روزہ رکھے **ف**
روایت کی ابویعلیٰ موصلی نے مسند میں حدیث حضرت عائشہ سے اور اوسمیں یہ کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار اوس چیز سے
ہے کہ داخل ہووے اور نہیں ہے اوس سے جو نکلے کہا ابن الہمام نے لَا شَكَّ فِي ثُبُوتِهِ مَوْقُوفًا عَلَى ... لیکن نہیں ...

اوسکے ثبوت میں موقوف ایک جماعت پر اور صحیح بخاری میں ہے تعلیقاً کہ کہا ابن عباس اور عکرمہ نے کہ فطر اوس سے ہی جو داخل ہو اور نہیں ہے اوس سے جو خارج ہو اور کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ اور عبد الرزاق نے ابن مسعود سے کہ کہا انھون نے وضو اوس سے ہے جو نکلے اور نہیں ہے اوس سے جو داخل ہووے اور فطر روزہ میں اوس سے ہی جو داخل ہو اور نہیں ہے اوس سے جو خارج ہو اور حضرت علی سے بھی یہی قول مروی ہے کہا اوسکو بیہقی نے ص اور اگر کھایا یا پیا یا جماع کیا اور اوسکو روزہ یاد تھا یا سویا اور اوسکو احتلام ہوا یا کسیکی طرف نظر کی پھر انزال ہوا یا تیل ملا یا سرمہ لگایا یا کسیکی غیبت کی یا اوسپر قے غالب ہوئی اور اوسنے قے کی یا جنب تھا اور صبح ہو گئی یا اپنے ذکر کے سوراخ میں تیل ڈالا یا کان میں پانی ٹپکا یا غبار یا دھوان یا مکھی اوسکے حلق میں داخل ہوئی تو ان سب صورتوں میں روزہ نگیا ف روایت ہے صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بھول جاوے اور وہ روزے سے ہے سو کھایا یا پیا تو تمام کرے اپنے روزے کو کیونکہ کھلایا اوسکو اللہ تعالی نے اور پلایا اوسکو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے کسی شخص کے کہ کھایا تھا اوسنے یا پیا تھا بھولے سے پورا کر روزہ اپنا کیونکہ کھلایا تجکو اور پلایا اللہ تعالی نے اور یہ حدیث مروی ہے صحیح ابن حبان اور دارقطنی میں کہ ایک شخص نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کہا کہ میں روزہ دار تھا سو کھایا اور پیا میں نے بھولے سے سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام کر روزہ اپنا کیونکہ کھلایا اور پلایا تجکو اللہ نے اور ایک لفظ میں ہے لَا قَضَاءَ عَلَيْكَ اور روایت کیا اسکو بزار نے ساتھ لفظ جماعت کے اور زیادہ کیا اوسمیں وَلَا تُفْطِرُ یعنی افطار کرو اور روایت کی ابن حبان نے ابوہریرہ سے اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ یعنی جسنے افطار کیا رمضان میں بھولے سے تو نہیں قضا ہے اوسپر اور نہ کفارہ اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور کہا بیہقی نے معرفت میں تفرد به الانصاري عن محمد بن عمرو و كلهم ثقات یعنی منفرد ہوا ساتھ اوسکے انصاری محمد بن عمرو سے اور سب ثقہ ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ہیں کہ نہیں افطار کرتی ہیں روزہ دار کو حجامت اور قے اور احتلام اور اسناد میں اوسکی عبد الرحمن بن زید بن اسلم روایت کرتا ہے اپنے باپ سے اور وہ ضعیف ہے اور ذکر کیا اسکو بزار نے بھائی عبد الرحمن سے اور نام اوسکا اسامہ ہے اور ضعیف کیا اوسکو احمد اور ابن معین نے ساتھ برائی حفظ اوسکے کے اور اگرچہ مرد صالح تھے اور کہا نسائی نے نہیں ہے قوی اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور طریقے سے اور اوسمین ہشام بن سعد ہے زید بن اسلم سے روایت کی اور ہشام ضعیف کیا اوسکو نسائی اور احمد اور ابن معین نے اور ضعیف کیا اوسکو ابن عدی نے اور کہا کہ لکھی جاویگی حدیث اوسکی اور نہیں حجت ہوگی ساتھ اوسکے لیکن حجت پکڑی اوس سے مسلم نے اور استشہاد کیا اوس سے بخاری نے اور روایت کیا اوسکو بزار نے حدیث ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت نے لَا يُفْطِرُ الصَّائِمَ الْقَيْءُ وَالْحِجَامَةُ وَالْاِحْتِلَامُ قَالَ وَهٰذَا مِنْ اَحْسَنِهَا اِسْنَادًا وَاَصَحِّهَا یعنی نہیں افطار کرتی ہے صائم کو قے اور حجامت اور احتلام اور کہا کہ یہ احسن ہے اور حدیثوں سے اس باب میں اسناد کی رو سے اور اصح ہے اور نہیں انتہی اور اسناد میں اوسکی سلیمان بن حیان ہے کہا ابن معین نے سچا ہے اور نہیں ہے حجت ساتھ اوسکے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے حدیث ثوبان سے اور کہا کہ نہیں روایت کیجاتی یہ حدیث مگر اسی اسناد سے اور منفرد ہے ساتھ اوسکے ... تو ظاہر ہوئی یہ بات کہ حدیث

حسن ہے اور حسن ہے بعد ہر شکل صحیح کے اور پچھنے لگانے سے روزہ نہیں جاتا اور دلیل وکیع کی یہی حدیث ہے اور امام
احمد کے نزدیک حجامت یعنی پچھنے لگانا روزے کو توڑتا ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ
یعنی افطار کیا پچھنے لگانے والے نے اور جسکے پچھنے لگے روایت کیا اسکو ترمذی نے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے تین چیزیں ہیں کہ نہیں توڑتی ہیں روزہ حجامت اور قے اور احتلام اور دوسری یہ کہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے پچھنے لگائے اور آپ احرام سے تھے اور پچھنے لگاتے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اسکو بخاری نے اور
پوچھا گیا واسطے انس کے کیا تم مکروہ رکھتے تھے حجامت کو واسطے صائم کے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سو کہا انھوں نے
کہ نہیں مگر بسبب ضعف کے روایت کیا اسکو بخاری نے اور کہا انس نے أَوَّلُ مَا كُرِهَتِ الْحِجَامَةُ لِلصَّائِمِ أَنَّ
جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَفْطَرَ هٰذَانِ ثُمَّ رَخَّصَ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْحِجَامَةِ بَعْدُ لِلصَّائِمِ وَكَانَ أَنَسٌ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ فِي
رِوَايَةٍ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَلَا أَعْلَمُ لَهُ عِلَّةً یعنی اول جو مکروہ رکھا گیا ہے حجامت کو واسطے صائم کے تو اس سبب کہ جعفر
بن ابی طالب نے حجامت کی اور وہ روزہ دار تھے اور گذرے اونپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا افطار کیا اون دونوں نے
پھر رخصت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت میں واسطے روزہ دار کے اور تھے انس حجامت کرتے اور وہ
روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور کہا کہ سب ثقہ ہیں اور نہیں جانتا ہوں میں اسمیں کسی طرح کی
علت اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ یعنی فطر اوس سے ہے جو داخل ہووے اور نہیں ہے
اوس سے جو خارج ہو اور قے اگر آپ آجاوے تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو غلبہ کرے قے
اور وہ روزہ دار ہووے تو نہیں ہے اوسپر قضا اور جو قے کرے قصداً تو قضا کرے روزے کی کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے نہیں
پہچانتے ہیں ہم اسکو حدیث ہشام بن حسان سے انھوں نے ابن سیرین سے انھوں نے ابوہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر حدیث عیسیٰ
بن یونس سے کہا بخاری نے نہیں دیکھتا ہوں میں اسکو محفوظ بسبب اسکے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور شرط شیخین پر اور ابن
حبان نے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور کہا کہ روایت سب ثقہ لوگوں کی ہے اور کہتا ہوں میں کہ متابعت کی عیسیٰ بن
یونس کی ہشام بن حسان سے حفص بن غیاث نے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور روایت کیا اسکو حاکم نے اور سکوت
کیا اوسپر اور روایت کیا اسکو مالک نے مؤطا میں موقوف اوپر ابن عمر کے اور روایت کیا اسکو نسائی نے حدیث اوزاعی سے
موقوف اوپر ابوہریرہ کے اور موقوف کیا اسکو عبدالرزاق نے ابوہریرہ سے اور وہ جو سنن ابن ماجہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایکدن کہ تھے آپ روزہ رکھتے اوسدن اور منگایا ایک برتن اور پانی پیا سو کہا صحابہ نے یا رسول اللہ آج کے دن آپ روزہ رکھتے تھے
فرمایا کہ ہاں لیکن قے کی تھی میں نے محمول ہے اوپر قبل شروع کرنے روزے کے یا بوجہ ضعف کے واللہ اعلم اور سرمہ لگانے سے بھی روزہ نہیں جاتا
اس واسطے کہ روایت کی ترمذی نے ابو عاتکہ سے انھوں نے انس سے کہ ایک شخص آیا پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ہماری سان کی ہے
آنکھوں کی کہا سرمہ لگاؤں میں اور میں روزہ دار ہوں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہاں کہا ترمذی نے نہیں ہے سند
اوسکی قوی اور نہیں صحیح ہے اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اور راوی ابو عاتکہ ضعیف ہے اور اسکے ضعف پر اور روایت کی ہے

بیت حدثنا الرشیدی عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها قالت اکتحل
النبی صلی الله علیه وسلم وهو صائم یعنی سرمہ لگایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ روزہ دار تھے
اور گمان کیا بعض علماء نے کہ زبیدی سعید ابن ماجہ میں وہ محمد بن ولید ہے اور وہ ثقہ ہے اور یہ وہم ہے کیونکہ زبیدی سعید بن
ابی سعید زبیدی حمصی ہے جیسا کہ تصریح کی اسکی بیہقی نے اپنی سند میں اور لیکن چھپایا اس مقام پر اسکو راوی نے کہا تقریب
میں کہ وہ مجہول نہیں ہے جیسا کہ کہا اسکو ابن عدی اور بیہقی نے بلکہ وہ سعید بیٹا عبد الجبار کا ہے کہا ابن عدی اور بیہقی نے
بلکہ وہ سعید بن عبد الجبار حمصی ہے اور وہ مشہور ہے لیکن اتفاق ہے اوسکے ضعف میں اور ابن عدی نے اپنی کتاب میں فرق کیا درمیان
ابی سعید اور سعید بن عبد الجبار کے کہ وہ دو شخص ہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ ایک ہی شخص ہے اوسکے باپ کی کنیت ابو سعید ہے اور
نام عبد الجبار ہے اور اخراج کیا اوسکو بیہقی نے محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کہا بیہقی نے کہ وہ قوی نہیں اوسنے اپنے
باپ سے اوسنے اپنے دادا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ لگاتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے کہا صاحب تنقیح نے اسناد کی
قریب ہے طرف صحت کے کہا ابو حاتم نے عتبہ بن حمید ضبی ابو معاذ بصری صالح الحدیث ہے تو یہ چند طریقے ہیں اگر ایک طریقے
سے صحت نہوگی تو سب طریقوں کے ملنے سے صحت ہوگی اور وہ حسن ابو داؤد میں ہے عبد الرحمن بن نعمان بن معبد بن ہوذہ سے اونہوں نے
اپنے باپ سے اونہوں نے اپنے دادا سے اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حکم کیا آپ نے ساتھ لگانے اثمد خوشبودار کے وقت سونے کے
اور کہا کہ پرہیز کرے اوس سے روزہ دار تو حود اوس حدیث میں ابو داؤد نے کہا قال لی یحیی بن معین هو منکر
یعنی حدیث الکحل یعنی کہا واسطے میرے یحیی بن معین نے کہ یہ حدیث منکر ہے یعنی حدیث سرمہ لگانے کی اور کہا صاحب
تنقیح نے کہ معبد اور بیٹا اوسکا نعمان دونوں مجہول ہیں اور اسکے سوا اور کوئی حدیث اونکی نہیں پہچانی جاتی اور عبد الرحمن بن
نعمان کہا ابن معین نے ضعیف ہے اور کہا ابو حاتم نے سچا ہے اور اسکے کلام میں منافات نہیں کیونکہ صدق مستلزم وجوہ صحت کو نہیں
کرتا اور روایت کی ابو داؤد نے باسناد صحیح اعمش سے کہا کہ نہیں دیکھا میں نے کسیکو اپنے اصحاب میں سے کہ مکروہ رکھتا ہو سرمہ کو
واسطے صائم کے اور ابراہیم رخصت دیتے تھے سرمہ کی واسطے صائم کے واللہ اعلم ص اور اگر منہ پر ستا ہے یا
برف پڑتی ہے اور اوسکے مونہہ میں جاتی تو اوسکا روزہ فاسد ہوگا صحیح مذہب میں اور اگر وطی کی مرد یا چارپائے سے یا
فرج کے سوا اور مقاموں میں جس طرح ران ہے یا بوسہ لیا یا مساس کیا تو ان سب صورتوں میں اگر انزال ہو تو قضا کرے
اور اگر انزال نہو تو قضا نکرے ف اور بوسہ لینا مرد کو واسطے جب کہ انزال سے امن ہو تو کچھ حرج نہیں ہے اور مباشرت بھی مثل
بوسہ کے جائز ہے روایت ہے صحیحین میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور مباشرت کرتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے
اور ام سلمہ سے مروی ہے کہ بوسہ لیتے تھے اونکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے
اچھا یہ ہے کہ اگر جوان ہے تو احتراز ایسے امر سے اچھا ہے اور بڈھے وغیرہ کو مضائقہ نہیں اور تفصیل حدیث میں وارد ہے روایت کی
ابو داؤد نے ساتھ اسناد صحیح کے ابو ہریرہ سے کہ ایک شخص نے پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مباشرت سے واسطے روزہ دار کے تو رخصت دی
آپ نے اوسکو اور آیا دوسرا شخص اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسے پھر معلوم ہوا کہ جسکو رخصت دی تھی وہ بوڑھا تھا
اور جسکو منع کیا وہ جوان تھا واللہ اعلم ص ایک شخص نے گوشت کھایا اور اوسکے دانت میں چنے کے برابر رہا تھا اگر عمداً نگلے



اور اگر چنے سے کم ہے تو قضا لازم نہیں ہے مگر جس وقت کہ اوس گوشت کو مونہ سے نکالے اور ہاتھ میں لیوے اور پھر کھالے تو اگرچہ چنے سے کم بھی ہو قضا کرے اور اگر کسی نے ایک تل نگلا تو اوسکا روزہ فاسد ہوا مگر اوسکو چبا دیگا تو روزہ نہیں جاویگا اور پھر مونہ بھر قے کرکے پھر پیٹ میں چلی جاوے یا وہ خود آپ سے پیٹ میں نگلے روزہ فاسد ہوگا اور تھوڑی سی قے سے دونوں حالت میں فاسد نہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر قے کو آپ سے پھیرے اگرچہ تھوڑی سی ہو تو فاسد ہوگا اور خود پھر جانے میں اگرچہ بہت سی ہو روزہ فاسد نہوگا پس ابو یوسف رح کے نزدیک فساد روزہ میں اعتبار کثرت قے یعنی بھر مونہ کا ہے اور امام محمد کے نزدیک فعل صائم کا ہے تو بہت سی قے کے آپ پھیرنے میں سب کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا اور تھوڑی سی قے پھر جانے میں سب کے نزدیک فاسد نہوگا اور تھوڑی سی قے کے پھیرنے میں ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگا اور امام محمد کے نزدیک فاسد ہوگا اور بہت سی قے اگر لوٹ جاوے تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگا اور امام محمد کے نزدیک نہیں فاسد ہوگا

باب روزے کے مکروہات کے بیان میں

مکروہ ہے روزہ دار کو چکھنا کسی چیز کا اور چبانا مگر لڑکے کے واسطے وقت ضرورت کے اور مکروہ ہے بوسہ لینا اگر امن جماع سے نہو اور سرمہ لگانا اور مونچھ میں تیل لگانا اور مسواک کرنا اگرچہ زوال کے بعد ہو مکروہ نہیں اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے **ف** دلیل امام شافعی کی یہ ہے کہ روایت کی طبرانی اور دارقطنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب روزہ رکھو تم مسواک کرو صبح کے وقت اور نہ مسواک کرو تم شام کے کیونکہ روزہ دار جب خشک ہو جاوین دونوں ہونٹھ اوسکے تو ہوگا واسطے اوسکے نور دن قیامت کے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے موقوف حضرت علیؓ پر اور دونوں طریقوں میں کیسان ابو عمر قصاب ہے ضعیف کیا اوسکو ابن معین نے اور کہا عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے کہ پوچھا میں نے اپنے باپ سے کیسان ابو عمر و سے تو کہا کہ وہ ضعیف الحدیث ہے ذکر کیا اسکو میزان میں اور ایک دلیل اونکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بو مونہ روزہ دار کی اللہ کے نزدیک پاک زیادہ بہتر مشک سے تو مسواک سے وہ زائل ہو جاویگی اور دلیل لائے ہیں صاحب ہدایہ ہمارے مذہب پر کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کہ بہتر خلال روزہ دار کا مسواک ہے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے حدیث حضرت عائشہؓ سے اور دارقطنی نے اور اسناد میں اوسکی مجالد ہے ضعیف کیا اوسکو بہت لوگوں نے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر شاق ہوتا میری امت پر البتہ حکم کرتا میں اونکو مسواک کا نزدیک ہر نماز کے اور یہ عام ہے روزہ دار وغیرہ کو اوسند اوسکی صحیح ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز مسواک سے بہتر ہے ستر نمازوں سے بغیر مسواک کے اور یہ بھی عام ہے اور روایت کی طبرانی نے **ثنا** ابراهيم بن هاشم البغوي **حدثنا** هرون بن معروف **ثنا** محمد بن سلمة الحراني **ثنا** بكر بن خنيس عن ابي عبد الرحمن بن عبادة بن نسي عن عبد الرحمن بن غنم قال سألت معاذ بن جبل أتسوك وانا صائم قال نعم قلت اي النهار اتسوك قال اي النهار شئت غدوة وعشية الحديث يعنی کہا عبد الرحمن بن غنم نے کہ پوچھا میں نے معاذ سے کہ مسواک کروں میں اور میں روزہ دار ہوں کہا انھوں نے ہاں کہا میں نے کس وقت دن کو کروں میں کہا جس وقت چاہے تو صبح اور شام سے آخر حدیث تک ذکر کیا اوسکو ابن الہمام نے اور روایت کی بیہقی نے سے کہ پوچھا میں نے عاصم احول سے کیا مسواک کرے روزہ دار ساتھ مسواک تر کے کہا کہ ہاں کیا دیکھتا ہے تو تر زیادہ اوسکو پانی سے کہا میں نے اول روز میں اور آخر دن میں کہا کہ ہاں کہا میں نے کس سے یہ دیا یہ تمکو رحم کرے تم پر اللہ کہا انس رضی اللہ عنہ سے انھوں نے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا بیہقی نے تفرد کیا ساتھ اوسکے ابراہیم بن عبد الرحمن خوارزمی نے اور تحقیق کر حدیثیں بیان
کین انھون نے عاصم سے منکر حدیثیں کہ نہیں ہے حجت ساتھ انکے اور روایت کی ابن حبان نے کتاب الضعفا مین ابن عمر سے کہ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ آخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ صَائِمٌ یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک
کرتے آخر روز مین اور آپ روزہ دار ہوتے تھے اور ضعیف کیا اوسکو بسبب ابو میسرہ کے کہا نہیں ہے حجت ساتھ اوسکے اور مرفوع
کرنا اوسکا باطل ہے اور صحیح ابن عمر کا فعل ہے اور روایت ہے حضرت انس سے کہ پوچھا انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا
مسواک کرے صائم اور وہ روزہ دار ہو فرمایا کہ ہان کہا کیسے کہ ساتھ تر مسواک کے اور خشک کے فرمایا کہ ہان کہا مینے
اول روز مین اور آخر روز مین فرمایا کہ ہان تو کہا گیا واسطے انس کے کس سے سنا تمنے یہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا
اوسکو تمام نے انس سے مرفوعا کہا ابن حبان نے لا اصل لہ نہیں ہے اصل اوسکی اور اسناد مین اوسکی ابراہیم بن بیطار خوارزمی ہے
روایت کرتا ہے عاصم احول سے مناکیر کو کہا صاحب لآلی نے اخراج کیا اوسکو نسائی نے کنی مین اور بیہقی نے سنن مین اور کہا
کہ منفرد ہوا ساتھ اوسکے ابراہیم اور منکر ہے حدیث اوسکی اور کہا شیخ ابن حجر نے کہ واسطے اوسکے ایک شاہد ہے حدیث معاذ
جو اوپر گذری ص شیخ فانی اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو وہ روزہ نرکھے اور ہر روزے کے بدلے ہر مسکین کو کھانا دیوے
جتنا کہ صدقہ فطر دیا جاتا ہے اور جب بڈھے کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اوسکی قضا کرے ف وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ
فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ قول اللہ تعالی کا اس باب مین حجت ہے ص عورت حاملہ اور عورت دودھ پلانے والی جس وقت
کہ اپنی جان یا بچے کی جان کا خوف کرے یا جو مریض ہووے اور زیادتی مرض کا اوسکو خوف ہووے یا مسافر ہو تو یہ سب
افطار کرین اور پھر جب عذر جاتا رہے تو قضا ادا کرین بغیر صدقے کے ف اسواسطے کہ روایت ہے حضرت انس سے کہ فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالی نے وضع کیا مسافر سے روزہ اور آدھی نماز کو اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت
سے روزے کو روایت کیا اوسکو ابوداؤد وغیرہ نے اور مریض بھی اسواسطے نرکھے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ كَانَ
مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ یعنی جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو اوتنے ہی شمار کرلے اور دنون سے یعنی اوتنے ہی دنون جتنے قضا
ہوگئے اور دنون مین رکھے اور اسی طرح بڈھا بھی روزہ نرکھے اور دلیل اوسکی وہ آیت ہے جو گذری لیکن وہ منسوخ ہے جس معنی اور
لَا يُطِيقُونَهُ کے ہونگے دوسری آیت سے اور کہا ابن عباس نے کہ وہ منسوخ نہیں ہے اور وہ بڈھے مرد اور عورت کیواسطے ہے
جو طاقت روزے کی نہیں رکھتے تو کھلاوین بدلے ہر روزے کے ایک مسکین کو روایت کیا اوسکو بخاری نے اور ایسا ہی مروی ہے
حضرت علی اور ابن عباس اور ابن عمر اور سوا انکے صحابہ سے اور کسی سے خلاف اسکا مروی نہیں تو اجماع ہوجاویگا اور ص
اور جس مسافر کو کچھ روزے سے نقصان نہوتا ہو تو اوسکو سفر مین روزہ رکھنا مستحب ہے تو اگر وہ سفر مین یا مرض مین مرگیا
تو اوسکے روزے کے بدلے مین صدقہ دینا واجب نہین اور اگر بیمار رہا اور اچھا ہوا تب مرا یا مسافر تھا اور مقیم ہوا تب مرا تو اوسکے
روزے کے بدلے مین اوسکا ولی صدقہ دیوے اس طرح پر کہ اگر وہ شخص صحت و اقامت کے بعد اوسکے جتنے روزے فوت ہوئے تھے اوتنے
روز جی کے مرا ہووے تو اوسکے سب روزونکے بدلے صدقہ دیوے اور اگر اوتنے روز مین جیا تو جتنے روز تندرست و مقیم رہا اوسیقدر روزونکا صدقہ
دیوے مثلا اوسکے دس روزے فوت ہوئے تھے سو وہ بعد رمضان کے پانچ دن تک مقیم یا تندرست رہا تب مرا تو پانچ دن کا روزونکا

ولی صدقہ دیوے اور وجوب صدقہ دینے کے واسطے یہ بھی شرط ہی کہ مرتے وقت وہ شخص وصیت کرگیا ہو یعنی کہ گیا ہو
کہ میرے بعد میرے روزونکی طرف سے صدقہ دینا تو اوسنے جتنا مال چھوڑا ہی اوسکے تیسرے حصے مین ادا کیا جاویگا ف اور امام شافعی
کے نزدیک سفر مین روزہ رکھنا افضل ہی اور دلیل لاتے ہین اوس سے جو مروی ہی صحیحین مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے سفر مین
تو ایک جگہ دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہین اور ایک شخص پر سایہ کر رہے ہین سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ہی
کہا انھون نے کہ وہ روزہ دار ہی تب فرمایا آپنے لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ یعنی نہین ہی کچھ نیکی سے روزہ رکھنا سفر مین اور
دلیل لاتے ہین اوس سے جو روایت کی مسلم نے جابرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے سال فتح کے طرف مکے کے رمضان مین
یہان تک کہ پہونچے کسی منزل کو تو روزہ رکھا لوگون نے پھر منگایا آپنے ایک قدح پانی کا اور پیا اوسکو سو کہا گیا آپ سے
کہ بعض لوگون نے روزہ رکھا سو فرمایا آپنے اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ وہ لوگ گنہگار ہین انتہی اور جواب یہ ہی کہ اول حدیث مین
تو آپنے صورت ضرر اور نقصان مین منع کیا تھا اور یہ ہمارے نزدیک بھی ہی کیونکہ جب خوف ضرر کا ہووے تو روزہ نہ رکھنا
افضل ہی اور اسیطرح روایت مسلم مین بھی کیونکہ ایک لفظ اوسکا یہ ہی کہ آدمیون کے اوپر شاق ہوے روزے اور روایت کیا اوسکو
واقدی نے مغازی مین اور اوسمین یہ ہی کہ حکم کیا تھا اونکو افطار کا اور انھون نے قبول نکیا جب یہ کلمہ آپنے ارشاد فرمایا اور
اس توجیہ مین موافقت ہوگی درمیان احادیث کے کیونکہ روایت ہی صحیح مسلم مین حمزہ اسلمی سے کہ انھون نے کہا ای رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم پاتا ہون مین قوت روزے پر سفر مین تو کیا مجھپر گناہ ہی روزہ رکھنے مین تو فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ وہ رخصت ہی اللہ کی طرف سے سو جو قبول کرے اوسکو تو اچھا ہی اور جو دوست رکھے روزے کو تو نہین ہی کچھ گناہ
اوسپر اور صحیحین مین ہی کہ تھے ہم سفر کرتے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو بعض ہم مین سے روزہ رکھتے تھے اور بعض
نہیں تو کوئی عیب نہین کرتا تھا دوسرے پر اور مروی ہی سنن ابو داؤد وغیرہ مین ابو الدرداء سے کہ نکلے ہم ساتھ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جہادون مین نہایت گرمی مین یہان تک کہ رکھتے تھے ہم مین سے لوگ ہاتھ اپنے سر پر
بسبب گرمی کے اور نہین تھا ہم مین کوئی روزہ دار مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہ تو یہ حدیثین دلالت
کرتی ہین اوپر مستحب و افضل ہونے روزے کے سفر مین اور یہی ہی حجت ہماری اور خلاف پر بھی اسکے حدیثین آئی ہین
مسند عبد الرزاق مین ہی کعب بن عاصم اشعری سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے لَيْسَ مِنَ امْبِرِّ
امْصِيَامُ فِي امْسَفَرِ یعنی نہین ہی نیکی سے روزہ رکھنا سفر مین اور ایک روایت مین ہی کہ روزہ رکھنے والا سفر مین
مانند افطار کرنے والے کے ہی اقامت مین روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور بزار نے اور دفع تعارض کی وہی توجیہ ہی جو اوپر بیان کی
ہمنے فقط اور ولی اوسکے روزون کے بدلے اگر مرگیا ہو تو صدقہ دیوے اور اوسکے بدلے روزہ نہ رکھے اور بعضون کے نزدیک رکھے دلیل ان
لوگون کی یہ ہی کہ آیا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ ماں میری مرگئی اور اوسپر ایک مہینے کے روزے تھے
کیا قضا کرون مین اوسکے بدلے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تیری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو تو ادا کرتا یا نہین کہا اوسنے
ہاں ادا کرتا فرمایا کہ پھر کیسا جب قرض اللہ کا ہو روایت کیا بخاری مسلم نے اسکو حدیث ابن عباس سے اور ایک روایت مین
ہی کہ آئی ایک عورت اور کہا اوسنے کہ ای رسول اللہ تحقیق کہ ماں میری مرگئی اور اوسپر ایک روزہ نذر کا ہی کیا روزہ رکھون مین

اوسکے بیٹے فرمایا کہ روزہ رکھے تو اوسکے بدلے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مرجاوے اور اوسکے اوپر روزے ہوں
رکھے اوسکا ولی اوسکا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ابو داود وغیرہ نے حضرت عایشہؓ سے اور جواب اسکا یہ کہ روایت کی
نسائی نے سنن کبری میں ابن عباس سے اور وہ راوی حدیث کے ہیں کہ نہ نماز پڑھے کوئی بدلے کسیکے اور نہ روزہ رکھے بدلے کسیکے اور
فتوی راوی کا خلاف روایت بمنزلہ ذکر ناسخ کے ہے اور ایسا ہی کہا حضرت عمرؓ نے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور ذکر کیا اوسکو
مالک نے موطا میں اور کہا مالک نے کہ نہیں سنا میں نے کسی سے صحابہ و تابعین سے مدینے میں کہ کوئی اونمیں روزہ رکھتا ہو کسیکے بدلے یا نماز پڑھتا ہو کسیکے
بدلے اور یہ مؤید ہے نسخ کو اوس حدیث کے واللہ اعلم ص صدقہ ایک وقت کی کھانا ایک روزے کے صدقے کے برابر ہے اور یہی صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک
فدیہ پانچ نمازوں کا یعنی ایک دن کی نمازوں کا مانند فدیے ایک دن کے روزے کے ہے اور رمضان کی قضا لگاتار چاہے ادا کرے اور چاہے
تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کرے اور اگر دوسرا رمضان آجاوے تو قضا کے روزے نہ رکھے بلکہ اوس رمضان کے رکھے تب بعد رمضان کے پھر اوسی
قضا کے روزے رکھے اور صدقہ ہر روزے کی طرف سے نہ دیوے اور امام شافعیؒ صاحب کے نزدیک صدقہ بھی واجب ہوگا ف اور دلیل لاتے
ہیں ساتھ اوس حدیث کے کہ بیمار ہوئے ایک رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر افطار کیا یہاں تک کہ تندرست ہوئے پھر
نہ روزے رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا اور روزے رکھے اوسی رمضان کے پھر روزے رکھے اوسکے جو قضا کیے تھے اور کھانا
دیتے تھے ایک مسکین کو ہر روز اور دلیل ہماری قول اللہ تعالی کا ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ یعنی شمار ہے اور دنوں دوسرے
دنوں میں سے اور یہ عام ہے اور وہ جو امام شافعی نے روایت کی ثابت نہیں ہے کیونکہ سند میں اوسکی ابراہیم بن نافع ہے کہا ابو حاتم
رازی نے جھوٹ بولتا تھا حدیث میں اور اوسی میں ایک اور شخص ہے جسکو تہمت ہے وضع حدیث کی ص مردے کا ولی مردے کے
روزے کے بدلے روزہ نہ رکھے اور اوسکی نماز کے بدلے نماز نہ پڑھے اور نفل کا روزہ جب کوئی شخص شروع کرے تو اوسے تمام کرنا اوسکا لازم آتا ہے تو
اگر اوسکو توڑ ڈالیگا تو قضا اوسکی ادا کرے ف کیونکہ حضرت نے روزہ نفل صبح کو رکھا تھا پھر کھالیا اور یہ حدیث اوپر گذری
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار کیا روزے کو سفر میں بعد اسکے کہ روزہ رکھ چکے تھے اور اسی لیے ضیافت کے واسطے روزہ
نفل توڑ دینا درست ہے اور قضا اوسکی لازم ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حضرت عایشہؓ و حفصہؓ کو جب کھالیا تھا انہوں نے
کھانا اور روزہ رکھا تھا صبح کو کہ اِقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ یعنی قضا کرو دوسرے دن بدلے اوسکے اور ضعیف کیا اوسکو بخاری نے اور روایت کیا
اوسکو ابو داود اور ترمذی اور نسائی نے اور دفع کیا گیا ہے ضعف اوسکا بیان کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے علاوہ اسکے روایت کیا اوسکو ابن
حبان نے صحیح میں سوا اوس طریقے کے اور ابن ابی شیبہ نے اور طریقے سے اور بزار نے اور طریقے سے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے اوسط میں سوا ان
طریقوں کے اور طریقوں سے پھر کہا شیخ ابن الہمام نے فَقَدْ ثَبَتَ هٰذَا الْحَدِيْثُ ثُبُوْتًا لَا مَرَدَّ لَهٗ یعنی ثابت ہوگئی یہ حدیث اس طرح
کہ نہیں ہے رد کرنے والا اوسکا کوئی اور روایت کی دارقطنی نے جابر سے کہ طیار کیا ایک شخص نے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
کھانا تو بلایا اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب اصحاب کو تو جب لائے وہ کھانا کہا ایک شخص نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کہ کیا ہے تجھکو کہا اوسنے میں روزے سے ہوں تو کہا حضرت علیہ السلام نے تکلیف کی تیرے بھائی نے اور بنایا واسطے تیرے کھانا اور کہتا
ہے کہ میں روزہ دار ہوں کھالے اور روزہ رکھ لے بدلے اوسکے اور بعضوں نے کہا ہے کہ روزے کو نہ توڑے اور دلیل لاتے ہیں اوس حدیث سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بلایا جاوے کوئی تم میں سے طرف کھانے کے تو قبول کرے اور اگر روزہ نہو تو کھاوے اور روزہ دار ہو تو دعا کرے اور

روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور تفصیل کی اس مقام میں شیخ ابن الہمام نے ص مگر جن ایام میں کہ روزہ رکھنا
منع ہی اونمین اگر شروع کریگا تو تمام کرنا اوسکا لازم نہ آویگا اور وہ پانچ دن ہیں ایک عید الفطر کا دن اور دوسرے نحر کا
اور تین دن اوسکے بعد یعنی گیارھویں اور بارھویں اور تیرھویں ذیحجہ کی اور نفل کا روزہ بے عذر نہ توڑے ایک روایت
میں اور ایک روایت میں جائز ہی کیونکہ قضا اوسکے قائم مقام ہی اور ضیافت کے عذر سے نفل کا روزہ توڑنا درست ہی
اور یہ حکم ضیافت کرنے والے اور کھانے والے دونوں کے واسطے ہی اور اگر رمضان میں کوئی لڑکا بالغ ہوا یا کافر
مسلمان ہوا تو اوس روز باقی روز میں کچھ نہ کھاوے اور یہ مہینہ رمضان کی بزرگی کے سبب سے اور اوس روز کی قضا ادا کرے
اگرچہ نیت روزے کی ان دونوں نے کی اور پھر کھالیا تب بھی قضا نہیں کرے اور اگر عورت حیض سے پاک ہوئی یا مسافر اپنے
گھر آیا تو یہ دونوں باقی روز کچھ نکھاویں اور نہ پیویں اور اوس دن کے روزے کی قضا ادا کریں اور اگر ایک مسافر نے
افطار کی نیت کی بعد اوسکے اپنے گھر آیا تب نفل روزے کی نیت کی اور نیت کرنے کا وقت تھا یعنی دوپہر کے پہلے تو وہ روزہ درست
ہوا اور اگر وہ مہینا رمضان کا تھا تو اوسپر اوس روزے کا پورا کرنا واجب ہوگیا یا مقیم نے اوس دن سفر کیا تو اوسکا بھی یہی
حکم ہی اور ان دونوں نے اگر افطار کیا تو کفارہ نہیں ہی جن دنوں میں بیہوش رہا اونکی قضا ادا کرے مگر جس دن بیہوشی شروع
ہوئی ہی اور وہ نیت روزے کی کرچکا ہی یا اوس دن کی رات کو بیہوشی تھی تو اوسکی قضا نکرے غرض یہ ہی کہ اگر معلوم ہو کہ نیت کرچکا ہی
تو روزہ صحیح ہو جاویگا اور جو معلوم ہو کہ نہیں نیت کی تو ہرگز صحیح نہوگا اور جو کچھ حال نیت کا معلوم نہو تب بھی اول روز کی
جسمیں بیہوشی طاری ہوئی قضا نہیں اور اگر سارے رمضان بھر مجنون رہا قضا نکرے اور اگر بعض دن رمضان میں دیوانہ رہا تو جتنے روز گذرے
ہیں اونکی قضا کرے تو اگر وہ پہلا بالغ تھا اور حالت جنون میں بالغ ہوا یا بالغ عاقل تھا اور پھر جنون ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی
ظاہر روایت میں اور محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک اگر حالت جنون میں بالغ ہوا تو روزے اوسپر واجب نہونگے باوجود اسکے کہ سارے
رمضان دیوانہ نہ رہا ہو ف اور دلیل اسکی شرح عربی میں مذکور ہی ص اور اگر اون پانچ دن میں جنمیں روزہ رکھنا
حرام ہی روزے کی نذر کی یا پورے سال بھر کے روزے کی نیت کی تو صحیح ہی اور ان پانچ دنمیں روزے نرکھے بلکہ ان دنوں کی قضا ادا کرے
اور اگر روزہ رکھ لیگا تو پھر قضا نہیں مگر گنہگار ہوگا تو اگر کچھ نیت نہ کی یا نیت فقط نذر کی کی یا نیت کی نذر کی اور یہ نیت کی کہ قسم
نہیں ہی تو ان صورتوں میں نذر ہوگی اور اگر نیت کی قسم کی اور نیت کی کہ نذر نہیں ہی تو قسم ہوگی اور اگر افطار کریگا کفارہ قسم کا
لازم آویگا اور اگر دونوں کی نیت کی یا قسم کی اور یہ ذکر نکیا کہ نذر نہیں ہی یا ہی تو ان دونوں صورتوں میں نذر اور قسم دونوں
ہونگی اور اگر افطار کردیگا تو قضا نذر کی اور کفارہ قسم کا لازم آویگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک دونوں کی نیت میں نذر ہوگی
اور فقط قسم کی نیت میں قسم ہوگی اور باقی تفصیل اسکی شرح عربی میں مذکور ہی شش عید یعنی چھہ روزے جو شوال میں رکھتے ہیں تو اونکو
روز عید کے بعد رکھنا مستحب ہی متصل روز عید کے نرکھے تو کراہت اور مشابہت نصاریٰ کی دور ہو ف اول استحباب ان چھہ روزوں کا
احادیث سے بیان کرنا لازم ہی سو وہ یہ ہی جو روایت کی مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی وغیرہم نے ابوایوبؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو شخص روزے رکھے رمضان کے اور پیچھے رکھے اوسکے چھہ روزے شوال میں تو ہوگا ایسا جیسے کہ سارے زمانے روزے رکھے اور
امر بہ تشبیہ ساتھ نصاریٰ کی بیان کرنا واجب ہی وہ یہ ہی کہ اہل کتاب عید کے روز بھی روزہ رکھتے تھے اور جب چھہ روزے بعد فطر کے متصل

رکھے گیا تو ایک طرح کی تشبیہ نصاریٰ کے ساتھ متحقق ہوئی اور بعضوں کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ کہتے ہین کہ جب عید فطر کے روزے
ترک سا تو تشبیہ جاتی رہی واللہ اعلم اور جسنے شعبان کے روزے رکھے اور ملا دیا اوسکو ساتھ رمضان کے تو اچھا کیا اوسنے اور مستحب ہین روزے ایام
بیض یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین تاریخ کو ہر مہینے مین روایت کی نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نہین افطار
کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض مین نہ سفر مین اور نہ اقامت مین فقط اور منکر کیا بعض صحابہ کو انکی نہین روزہ
رکھنا کا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی نے اور عید فطر اور ایام تشریق یعنی تین دن بقرعید کے بعد اور دن بقرعید ان دنون
مین روزہ رکھنا حرام ہے روایت کی بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین جائز روزہ دو دنون مین ایک دن فطر کے اور دن قربانی کے اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن عرفہ کا اور دن قربانی کے اور ایام تشریق کے یہ دن عید اہل اسلام کے ہین اور وہ دن کھانے اور پینے کے
ہین اور دن عرفہ کے سبب یہ ہے کہ حج کے دن حج مین مقام عرفہ پر روزہ رکھنا مکروہ ہے اور تصریح اسکی دوسری حدیث مین آئی ہے روایت کی
ابو داؤد نے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے دن عرفہ کے بیچ عرفہ کے اور اگر مقام عرفہ مین نہو تو عرفہ کے دن
روزہ رکھنا مستحب ہے اور روایت ہے نبیشہ ہذلی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایام تشریق کے دن کھانے اور پینے کے
ہین اور اللہ کے ذکر کے اور ایام تشریق انکو اسواسطے کہتے ہین کہ عرب لوگ گوشتون کو قربانی کے ان دنون مین آفتاب کے نیچے خشک
کرتے تھے اور روایت کی طبرانی نے ابن عباس سے ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اَیَّامَ مِنیٰ مُنَادِیًا
یَصِیْحُ اَنْ لَا تَصُوْمُوْا هٰذِهِ الْاَیَّامَ فَاِنَّهَا اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّبِعَالٍ یعنی بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
دنون منی کے یعنی ایام تشریق کے ایک پکارنے والے کو کہ پکارے کہ نہ روزہ رکھو ان دنون مین کیونکہ یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کے
ہین اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے حدیث ابو ہریرہ سے اور اسناد مین اوسکی سعید بن سلام ہے کاذب کہا اوسکو احمد نے
اور روایت کی دارقطنی نے عبد اللہ بن حذافہ سہمی سے کہ بھیجا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سواری پر دن منی کے کہ پکارون
مین لوگو یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کرنے کے ہین اور ضعیف کیا اسکو بسبب واقدی کے اور توثیق کی اوسکی بعض لوگون نے اور ذکر کیا
اوسکو شیخ ابن الہمام نے باب المیاہ مین کتاب الطہارت سے اور روایت کی ابن ابی شیبہ اور اسحاق بن راہویہ نے مسند مین
قَالَا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مُوْسَی ابْنِ عُبَیْدَۃَ عَنْ مُنْذِرِ بْنِ جَهْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ خَلْدَۃَ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ بَعَثَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا یُنَادِیْ اَیَّامَ مِنیٰ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّبِعَالٍ یعنی بھیجا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کہ پکارین منا کے دن کھانے اور پینے اور جماع کے ہین اور سحری کھانا سنت ہے فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سحری کھاؤ کیونکہ اوسمین برکت ہے روایت کیا اسکو بخاری مسلم ترمذی نسائی وغیرہم نے اور فرمایا کہ فرق
درمیان ہمارے روزے اور روزہ اہل کتاب کے سحری کے کھانا سحری کا ہے روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد نے اور بہتر
ہے سحری کھانا یہان تک کہ صبح صادق نہووے اور روزہ کھولنا جلدی افضل ہے تاخیر فطر کی بعد وقت آجانے کے مکروہ ہے فرمایا
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمیشہ رہینگے لوگ ساتھ بہتری کے جب تک جلدی کرینگے فطر کو روایت کیا
اوسکو بخاری مسلم امام مالک نے اور ترمذی نے بھی سہل بن سعد سے اور جسوقت افطار کرے تو کہے اَللّٰهُمَّ

لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ یعنی ای اللہ تیرے ہی واسطے مینے روزہ رکھا تھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کرتا ہون روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت ہی کہ کھجور سے روزہ افطار کرے اور جو نپاوے تو پانی سے اور یہ وارد ہوا ہی حدیث میں اور عورت کو چاہیے کہ نفل روزہ بدون اذن خاوند کے نرکھے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم وغیرہما نے اور جو شخص کسی قوم پر جاکے اوترے تو بغیر اذن اونکے کے روزہ نرکھے نکالا اسکو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث منکر ہی واللّٰہُ اَعْلَمُ

ص باب اعتکاف کے بیان مین

اعتکاف سنت مؤکدہ ہی اور اعتکاف کے معنی یہ ہین کہ ٹھیرنا روزہ دار کا مسجد جماعت مین بہ نیت اعتکاف **ف** لیکن سنت مؤکدہ ہونا تو فقط عشرۂ اخیر مین ہی کیونکہ روایت کی بخاری مسلم نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اعتکاف کرتے عشرۂ اخیر مین رمضان سے یہان تک کہ اوٹھا لیا اونکو اللہ تعالٰی نے پھر اعتکاف کیا بعد اونکے اونکے ازواج مطہرات نے تو یہ مواظبت دلالت کرتی ہی سنت ہونے اعتکاف پر اور ایک اعتکاف واجب ہی وہ یہ کہ نذر کرے اعتکاف کی اور ایک مستحب وہ یہ کہ سوا ان دس دنون مین اخیر رمضان کے اور دنون مین اعتکاف کرے اور ان دنون مین مواظبت ثابت نہین ہوئی بیان کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے اور دیر تک رہنا یہ رکن ہی اعتکاف کا اور نیت شرط ہی اوسکی اور روزہ بھی شرط ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک شرط نہین دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ یعنی نہین ہی اعتکاف مگر روزے سے کہا بیہقی نے یہ وہم ہی سفیان بن حسین سے یا سوید سے اور ضعیف کیا اونے سوید کو لیکن کمال میں ہی کہ کہا علی بن حجر نے کہ پوچھا مینے بیہقی سے اون دونون کے احوال سے تو ثنا کی انھون نے اونپر اور روایت کی ابو داؤد نے عبد الرحمن بن اسحٰق سے انھون نے زہری سے انھون نے عروہ سے انھون نے حضرت عائشہؓ سے کہ کہا انھون نے سنت ہی اوپر اعتکاف کرنے والے کے نہ عیادت کرے کسی مریض کی اور نہ حاضر ہو جنازے مین اور نہ مس کرے کسی عورت کو اور نہ مباشرت کرے اوس سے اور نہ نکلے کسی حاجت کو مگر جو ضروری ہی اور نہین ہی اعتکاف مگر روزے سے اور نہین ہی اعتکاف مگر مسجد جامع مین کہا ابو داؤد نے سوا عبد الرحمن کے اور کوئی اوسمین لفظ السنۃ کا نہین ذکر کرتا اور عبد الرحمن بن اسحٰق اگرچہ کلام کیا گیا ہی اوسمین مگر اخراج کیا اوس سے مسلم نے اور توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور ثنا کی اوسپر غیر اوسکے نے اور روایت کی ابو داؤد نے اور نسائی نے ابن عمر سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نذر کیا تھا اپنے اوپر کہ اعتکاف کرین جاہلیت مین ایکدن اور ایک رات نزدیک کعبے کے سو پوچھا انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو فرمایا آپنے کہ اعتکاف کر اور روزہ رکھ اور ایک روایت مین نسائی کی ہی کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو کہ اعتکاف کرین اور روزہ رکھین کہا دارقطنیؒ نے متفرد ہوا ساتھ اوسکے عبد اللہ بن بدیل ابن ورقاء الخزاعی عمرو سے اور وہ ضعیف الحدیث ہی اور ثقات لوگون نے اصحاب عمرو بن دینار سے نہین ذکر کیا روزے کا اوسمین ابن جریج اور ابن عیینہ اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید اور سوا انکے اور یہ حدیث صحیحین مین ہی نہین ہی ذکر اوسمین روزے کا بلکہ اتنا ہی ہی کہ کہا حضرت عمرؓ نے کہ نذر کی تھی مینے جاہلیت مین کہ اعتکاف کرون مسجد حرام مین ایک رات سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری کر اپنی نذر اور ایک روایت مین ہی حضرت عمرؓ سے کہ نذر کی تھی مینے جاہلیت مین کہ اعتکاف کرون ایک دن نزدیک مسجد حرام کے تو معلوم ہوا کہ ایکدن

ساتھ رات کے یا ایک رات ساتھ ایک دن کے تاکہ مطابقت ہو کے حدیثون مین اور جواب دیا جاویگا کہ قارت اسکی یہ ہے کہ سکوت کیا روزے کے ذکر سے ان لوگون نے اور یہ بات اصول حدیث مین مقرر ہوئی ہے کہ زیادت ثقہ ضابط کی مقبول ہے اور تم جو ضعف ثابت کرتے ہو عبداللہ بن بدیل کا مسلم نہین کیونکہ کہا ابن معین نے کہ وہ صالح الحدیث ہے اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور دوسرا یہ کہ مؤید ہے اسکی حدیث حضرت عائشہؓ کی جو نقل کی ہے اوپر ابوداؤد و نسائی سے اور نکالا بیہقی نے ابن جریج سے انھون نے عطاء سے انھون نے ابن عباس اور ابن عمرؓ سے کہ کہا اون دونون نے اَلْمُعْتَكِفُ يَصُوْمُ یعنی اعتکاف کرنے والا روزہ رکھے تو یہ قول ابن عمر کا بھی مؤید اوسکے ہے کیونکہ نقل کیا اونھون نے اسکو اپنے باپ سے اور یہ واقف ہین اوس واقعہ سے اور امام شافعی دلیل لاتے ہین اوس سے جو روایت کیا اوسکو حاکم نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہے اعتکاف کرنے والے پر روزہ مگر یہ کہ کرے اپنے نفس پر اور تصحیح کی اسکی حاکم نے اور جواب یہ ہے کہ یہ تصحیح اونکی تمام نہین اسناد مین اوسکی عبداللہ بن محمد رملی ہے اور وہ مجہول ہے اور باوجود جہالت اوسکی کے نہین رفع کیا اوسکو سوا اوسکے بلکہ موقوف کرتے ہین اوسکو ابن عباسؓ پر اور مؤید ہے اسکے وقف کے جو ذکر کیا اسکو بیہقی نے بعد ذکر اس بات کے کہ متفرد ہوا ساتھ اوسکے رملی کہ روایت کیا اسکو ابوبکر حمیدی نے عبدالعزیز بن محمد سے انھون نے ابوسہیل بن مالک سے کہا کہ جمع ہوا مین اور ابن شہاب نزدیک عمر بن عبدالعزیز کے اور اوپر عورت میرے نذر کی تھی اعتکاف کی مسجد حرام مین سو کہا ابن شہاب نے کہ نہین ہوتا ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے سو کہا عمر بن عبدالعزیز نے کہ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہا انھون نے نہین سو کہا کہ ابوبکرؓ سے کہا انھون نے نہین کہا عمرؓ سے کہا کہ نہین کہا ابوسہیل نے کہ پھر پھرا مین سو پایا مین نے طاؤس اور عطاء کو تو پوچھا مین نے اونسے یہ سو کہا طاؤس نے ابن عباسؓ نہین دیکھتے تھے معتکف پر صیام مگر یہ کہ جو دے اپنے نفس پر مقرر کرے اور کہا عطا نے یہ رائے صحیح ہے تو اگر ابن عباسؓ نے رفع کیا ہوتا اوسکو نہ وقف کرتے طاؤس اوسکو ابن عباسؓ پر اور اسیواسطے اعتراف کیا بیہقی نے کہ رفع اوسکا وہم ہے اور بھی عجیب یہ ہے کہ وہ بھی معارضے سے سالم نہین اسواسطے کہ اوپر ہم ذکر کر چکے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے کہ کہا اون دونون نے معتکف روزہ رکھے اور کہا عبدالرزاق نے حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنِ اعْتَكَفَ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ یعنی جو اعتکاف کرے تو اوسپر روزہ ہے اور اسناد اوسکی صحیح ہے اور نکالا عبدالرزاق نے حضرت عائشہؓ سے موقوفا مَنِ اعْتَكَفَ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ اور زہری اور عروہ سے بھی کہ کہا اون دونون نے لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِالصَّوْمِ اور موطا مین مالک کی ہے کہ پوچھا اونکو قاسم بن محمد اور نافع مولی ابن عمرؓ کہ کہا اون دونون نے نہین ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے بسبب قول اللہ تعالی کے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ یعنی تمام کرو روزے کو رات تک اور نہ مباشرت کرو عورتون سے جب تم اعتکاف کرتے ہو مسجدون مین تو ذکر کیا اللہ تعالی نے اعتکاف کو ساتھ روزے کے کہا یحیی نے کہا مالک نے وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَنَا اَنَّهُ لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصِيَامٍ یعنی حکم نزدیک ہمارے اسیر ہے کہ نہین ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ اعتکاف اوس جگہ مین صحیح ہے جہان جماعت ہوتی ہو روایت کی طبرانی نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا حذیفہ نے واسطے ابن مسعودؓ کے کیا تم تعجب نہین کرتے ہو اون لوگون سے کہ درمیان تمہارے گھر کے اور گھر ابوموسی کے ہین اور گمان کرتے ہین کہ

ہم اعتکاف سے ہیں سو کہا ابن مسعود نے کہ شاید وہ لوگ صواب پر ہوں اور تم خطا پر اور وہ لوگ یاد رہے ہوں اور تم بھول گئے ہو کہا
حذیفہ نے لیکن میں سوچتا ہوں کہ یہی ہے اعتکاف مگر مسجد جماعت میں اور نکالا بیہقی نے ابن شاہین سے کہ نزدیک کاموں میں اللہ کے نزدیک بہت
بری اور بدعت ہیں ہے اعتکاف کرنا اون مسجدوں میں جو گھروں میں ہیں اور روایت کی ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق دونوں نے اپنے مصنف میں
ثنا سفيان الثوري اخبرني جابر عن سعيد بن عبيدة عن عبد الرحمن السلمي عن علي قال لا اعتكاف
الا في مسجد جماعة ہے اور اوپر گذر چکا مرفوعا حدیث حضرت عائشہ میں اور ایک روایت میں امام ابو حنیفہ سے یہ مروی
ہے کہ یہی صحیح ہے اعتکاف مگر اوس مسجد میں جس میں پانچوں نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور دلیل لاتے ہیں ساتھ اوس حدیث کے جسکو روایت
کیا ابن الجوزی نے حذیفہ سے کہ کہا انہوں نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو مسجد کہ واسطے اوسکے امام ہو اور مؤذن
سوا اعتکاف اوس میں صحیح ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب ص اور کم مدت اوسکی ایک دن ہے تو جو اعتکاف شروع کرے اور ایک دن
ایک رات تمام ہونے کے پہلے چھوڑ دیوے تو اوسپر قضا ہے اور امام محمد کے نزدیک کم مدت ایک ساعت ہے اور وہ ہو گئی تو قضا نہیں اور
معتکف مسجد میں سے باہر نہ نکلے مگر حاجت انسانی جیسے پیشاب یا پاخانہ کے واسطے ف کیونکہ مروی ہے حضرت عائشہ رض سے کہ نہیں
داخل ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں مگر واسطے حاجت انسانی کے جب ہوتے تھے معتکف نکالا اسکو اصحاب صحاح نے ص
یا جمعہ کے واسطے آفتاب ڈھلے نکلے اور جسکا مکان جامع مسجد سے دور ہے تو وہ اسیوقت نکلے کہ جمعہ پالیوے اور سنتیں پڑھے چار
جمعہ کے پہلے اور ایک روایت میں چھ کعتیں چار سنت اور دو تحیۃ المسجد کی اور بعد جمعہ کے چار امام صاحب کے نزدیک اور چھ صاحبین کے
نزدیک اور اسقدر سے زیادہ دیر لگانا معتکف کو جامع مسجد میں اعتکاف کو فاسد نہیں کرتا اور اگر بغیر عذر کے مسجد سے ایک ساعت بھی نکلے
تو فاسد ہو گا ف اور صاحبین کے نزدیک نہیں فاسد ہو گا مگر جب کہ برابر آدھا دن نکلا رہے ص معتکف کھاوے اور پیوے
اور سووے ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہوتی تھی کوئی جگہ اعتکاف میں مگر درمیان مسجد کے ص اور بیچے اور خریدے
مسجد میں بغیر سودا حاضر کرنے کے اور سوا معتکف کے اور کوئی شخص مسجد میں یہ کام نہ کرے ف روایت کی اصحاب سنن نے عبد اللہ بن
عمرو بن العاص سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے اور خریدنے سے مسجد میں آخر حدیث تک اور ایک روایت میں ہے کہ بچاؤ مسجدوں کو
اپنے لڑکوں سے یہاں تک کہ فرمایا اور بیچنے سے اور خریدنے سے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور پوری حدیث یوں مروی ہے مصنف
میں اوسکے حدثنا محمد بن مسلم عن عبد ربه بن عبد الله عن مكحول عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراءكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع
اصواتكم واقامة حدودكم وسل سيوفكم واتخذوا على ابوابها المطاهر وجمروها في الجمع
ص اور چپ رہے ف یعنی ایسا نکرے کہ بالکل بات کرنے کو موقوف کرے ص بلکہ بہتر اور نیک باتیں کرے
اور اعتکاف کو جماع باطل کرتا ہے ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد
یعنی نہ مباشرت کرو عورتوں سے جب کہ تم اعتکاف کرنے والے ہو مسجدوں میں ص اگرچہ رات کو ہو وے یا بھولے سے اور اگر
سوا فرج کے اور جگہ وطی کرے یا بوسہ لیوے یا چھووے تو اگر انزال ہوا اعتکاف باطل ہو گا اور اگر انزال نہوا تو باطل نہو گا
اگرچہ یہ کام اعتکاف میں حرام ہیں اور عورت اپنے گھر میں اعتکاف کرے اور اگر کچھ دنوں کے اعتکاف کی نذر کی تو ان دنوں کی

رات مین بھی اوسکو اعتکاف کرنا واجب ہوگا برابر لگاتار اگرچہ اوسنے ایسی نیت نہ کی ہووے اور جو دو روز کی نیت کی تو دونون روز کی رات بھی داخل ہو جاویگی اور صرف دن کی نیت صحیح ہو جاویگی فقط

کتاب الحج

جان تو کہ حج فرض ہے اور منکر اوسکا کافر ہے **ف** اور فرضیت اوسکی قرآن شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ شانہ نے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ یعنی اللہ کے واسطے لوگون کے ذمے پر ہے حج خانہ کعبہ کا اور عمر مین ایک بار ہے روایت کی احمد نے مسند مین اور دارقطنی نے سنن مین اور حاکم نے مستدرک مین اور کہا صحیح ہے اوپر شرط شیخین کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ خطبہ پڑھا ہمپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا اے لوگو فرض کیا اللہ نے تمپر حج کو سو کھڑے ہوئے اقرع بن حابس اور کہا کہ اے رسول اللہ کیا ہر سال مین سو فرمایا آپ نے اگر مین کہتا البتہ واجب ہوتا ہر سال مین اور تم اوسکی قدرت نہ رکھتے حج ایکبار ہے اور جو زیادہ ہو وہ نفل ہے اور روایت کی مسلم نے صحیح میں ابو ہریرہ سے مانند اسکے **ص** ہر آزاد مسلمان مکلّف تندرست آنکھ والے پر جب اوسکے واسطے توشہ اور سواری ہو فاضل ضروری خرچ اور عیال کے نفقے سے لوٹنے تک اور راہ کی بھی امن ہووے **ف** آزاد اور بالغ ہونا اسواسطے شرط ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لڑکا حج کرے پھر بالغ ہو تو اوسپر دوسرا حج ہے اور جو غلام حج کرے پھر آزاد ہو جاوے تو اوسپر دوسرا حج ہے روایت کیا اوسکو حاکم نے ابن عباس سے اور کہا صحیح ہے شرط شیخین پر اور تفرد محمد بن منہال کا ساتھ رفع اوسکے کے کچھ ضرر نہین کرتا کیونکہ رفع زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے اور مؤید ہے اسکے ایک مرسل حدیث روایت کیا جسکو ابو داؤد نے مراسیل مین محمد بن کعب قرظی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لڑکا حج کرے اہل اوسکے اور مر جاوے تو کافی ہو جاویگا اوسے تو اگر پاوے بلوغ کو حج کرے اور جو غلام کہ حج کرین لوگ اوسکے کافی ہو جاویگا اوسے تو اگر آزاد کر دیا جاوے تو لازم ہے اوسپر حج اور یہ ہمارے نزدیک حجت ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے یہ روایت موقوفاً ابن عباس سے اور تندرست ہونا شرط ہے بیمار پر حج نہین آنکھ والا چاہیے اندھے پر اگرچہ بالدار ہو حج نہیں توشہ اور سواری شرط ہے اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے سعید بن ابی عروبہ سے انھون نے قتادہ سے انھون نے انس سے اللہ کے قول مین وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا یعنی حج ہے لوگون پر اللہ کے واسطے جو شخص طاقت سبیل کی رکھتا ہو کہا گیا اے رسول اللہ کیا چیز ہے سبیل فرمایا کہ توشہ اور سواری اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور نہین نکالا اون دونون نے اوسکو اور متابعت کی سعید کی حماد بن سلمہ نے قتادہ سے پھر نکالا اوسکو حاکم نے اس طرح اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے اور مروی ہے اور طریقوں صحیح سے حسن سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ آیت مین کہ سبیل زاد اور راحلہ ہے اور بہت لوگون سے یہ حدیث مروی ہے یعنی ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ اور جابرؓ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ وغیرہم سے پھر چاہیے کہ فاضل ہو حاجت اصلی ضروری سے مانند خادم اور اسباب خانگی اور کپڑون وغیرہ کے اسواسطے کہ یہ چیزین ہونا ضرور ہین اور یہ بھی شرط ہے کہ اہل و عیال کے نفقے سے فارغ ہو اسواسطے کہ نفقہ فرض ہے اور حق بندے کا مقدم ہے اللہ کے حق پر نزدیک شرع کے اور جو لوگ مکے سے قریب ہیں اونکو سواری شرط نہیں کیونکہ اونکی مشقت اسقدر نہین کہ سواری بھی ضرور ہو بخلاف اور لوگون کے اور راہ کی بھی امن شرط ہے اسواسطے کہ مانع قدرت

جان و مال کی ضرور ہی **ص** عورت کو بغیر محرم یا خاوند کے حج درست نہین اگر اوس عورت سے مکے تک مدت سفر کی برابر راہ ہووے **ف** اور اگر اس سے کم ہووے تو شرط نہین اور امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کو بے محرم کے حج جائز ہی جب کہ ایک قافلہ ہووے اور اوسکے ساتھ معتبر عورتین ہون اور ہمارے نزدیک جائز نہین اور دلیل امام شافعیؒ کی عموم آیت کا ہی وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ آخر تک اور قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کو مطلق اور ذکر نہ کیا مرد اور عورت کا اور دلیل ہماری یہ کہ فرمایا حضرت نے لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَامْرَأَتِيْ حَاجَّةٌ قَالَ ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَهَا وَاَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ اَيْضًا عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٖ وَلَفْظُهُ لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ یعنی نہ حج کرے عورت مگر اوسکے ساتھ محرم ہو سو کہا ایک شخص نے اے نبی اللہ کے مین لکھا گیا ہون فلانے غزوے مین اور عورت میری حج کرنے والی ہی کہا آپ نے لوٹ جا اور حج کر ساتھ اوسکے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور معنی اوسکے یہی ہین اور مدت سفر کی اسواسطے شرط ہی کہ دوسری حدیث مین صحیحین کی ہی اور مروی ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سفر کرے عورت مگر ساتھ محرم کے اور سفر کے معنی اور حکم کتاب الصلوٰۃ مین بیان کر چکے کہ تین دن اور تین رات سے کم نہین ہوتا اور احتیاط اسمین ہی کہ کسی جا کا ارادہ بغیر محرم کے نکرے اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سفر کرے عورت دو دن مگر اوسکے ساتھ اوسکا خاوند ہو یا اور کوئی محرم ہو اور ایک روایت مین ابو ہریرہؓ سے ہی کہ نہین حلال ہی جو ایمان لائی ہی واسطے اللہ کے اور دن قیامت پر یہ کہ سفر کرے ایک رات بغیر محرم کے اور ایک روایت مین طبرانی کی ہی کہ نہ سفر کرے تین میل بھی بغیر محرم کے **ص** عمر مین ایک بار فرض ہی جسوقت قدرت ہو فی الفور فرض ہو ویگا یہ مذہب امام ابی یوسفؒ کا ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک فی الفور واجب نہین ہوتا تو اگر اوس سال مین حج نہ کیا اور دوسرے یا تیسرے سال مین ادا کیا سب کے نزدیک ادا ہوگا اور اگر ادا نہین کیا اور مر گیا تو سب کے نزدیک گنہگار ہوگا پس اگر پہلے سال سے تاخیر کی امام ابی یوسفؒ کے نزدیک گنہگار ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہین ہوگا اور اگر لڑکے نے احرام باندھا اور بالغ ہو گیا یا غلام نے اور آزاد ہو گیا اور حج کیا فرض ادا اونکا ادا نہوگا تو اگر لڑکے نے احرام پھر باندھا اور پھر وقوف کیا فرض ادا اوسکے ادا ہو جاویگا اور غلام کا نہوگا فرض حج کے تین ہین احرام باندھنا اور عرفات مین ٹھہرنا اور طواف کرنا زیارت کا اور واجب پانچ ہین مزدلفہ مین ٹھہرنا اور دوڑنا صفا مروہ کے بیچ مین اور کنکریاں پھینکنا اور طواف صدر کا یعنی اخیر کا طواف وقت رخصت کے واسطے آفاقی کے اور منڈوانا سر کا اور ان آٹھ کے سوا باقی سنت یا مستحب ہین **ف** اور ان سب چیزون کا ذکر تفصیل سے آگے آویگا **ص** مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذیحجہ کے ہین اور اونکے قبل احرام باندھنا مکروہ ہی **ف** فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ یعنی حج کے کچھ مہینے ہین مقرر اور روایت کی بخاری وغیرہ نے ابن عمرؓ سے کہ مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذیحجہ کے ہین اور مروی ہی یہ بخاری مین تعلیقًا اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور ایسا ہی مروی ہی ابن عباسؓ سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور ایسا ہی روایت کیا اوسکو ابن مسعودؓ سے اور نکالا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور حدیث عبد اللہ بن زبیر کی روایت کیا اوسکو دارقطنی نے کہ مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہین تو یہ سب عبادلہ سے مروی ہی عبادلہ کہتے ہین عبد اللہ بن مسعود عبد اللہ

ابن عمر عبداللہ بن عباس عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو اور بعضوں کے نزدیک عبداللہ بن عمرو بن العاص کو بھی ص عمرہ
سنت ہے اور عمرہ طواف اور سعی یعنی دوڑنے کو درمیان صفا اور مروہ کے کہتے ہیں اور وقت یعنی عمرہ اور سب سال اور سارے
برس میں جب چاہے درست ہے اور مکروہ ہے دن عرفہ کے اور چار دن بیچ بعد عرفہ کے ف اور سنت ہونا اوسکا حدیث سے ثابت ہے
روایت کی ترمذی نے جابر سے کہ پوچھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے سے کیا واجب ہے وہ فرمایا نہیں مگر یہ کہ عمرہ کرو تو وہ
افضل ہے اور اوسکا بیان آگے آویگا ص میقات ٹھہرانے کے بیان میں وا سطے کا ذو الحلیفہ ہے اور عراق والوں کا ذات عرق اور شام
والوں کا جحفہ اور نجد والوں کا قرن اور یمن والوں کا یلملم ف میقات اوسکو کہتے ہیں جہاں سے احرام باندھتے ہیں اور ذو الحلیفہ
اور ذات عرق اور جحفہ اور قرن اور یلملم یہ سب مقاموں کے نام ہیں اور یہ تعیین حدیث میں مروی ہے روایت ہے صحیحین میں حضرت
ابن عباس سے کہ مقرر کیا میقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اہل مدینہ کے ذو الحلیفہ اور واسطے اہل شام کے جحفہ اور واسطے
اہل نجد کے قرن اور واسطے اہل یمن کے یلملم اور اخراج کیا اوسکا ترمذی اور ابو داؤد وغیرہ نے اور آخر حدیث کا یہ ہے کہ یہ تمام ان
لوگوں کے واسطے ہیں جو اونکے پاس آوے اور اون لوگوں میں سے ہو کہ جو ارادہ کرے حج اور عمرے کا اور جو اونکے سوا ہو تو جہاں
سے چاہے یہاں تک کہ اہل مکہ احرام باندھیں مکے میں اور تعیین ذکر کیا اوس میں میقات اہل عراق کو لیکن ذکر کیا اوسکو جابر نے
روایت کیا اوسکو مسلم نے اور شک کیا راوی نے اوسکے رفع میں اور ابن ماجہ نے روایت کیا اوسکو اور اوس میں شک نہیں اور
اوسی میں ہے کہ میقات اہل مشرق کا ذات عرق ہے مگر اسناد میں اوسکی ابراہیم بن یزید جوزی ہے اونمیں شک ہے اوسکی حدیث میں اور
روایت کی ابو داؤد نے حضرت عائشہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا میقات واسطے اہل عراق کے ذات عرق اور
اسناد میں اوسکی افلح بن حمید ہے اور تھے احمد بن حنبل انکار کرتے اسکا اور نکالا عبد الرزاق نے مالک سے اونہوں نے نافع سے انہوں نے ابن
عمر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر کیا واسطے اہل عراق کے ذات عرق اور صحیح ہوئی یہ حدیث ص ان مقاموں سے
آگے بڑھنا بغیر احرام کے حرام ہے جسکا قصد مکے میں داخل ہونے کا ہو ف برابر ہے کہ قصد کرے حج اور عمرے کا یا نکرے
کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تجاوز کرے کوئی میقات سے مگر احرام باندھ کے اور یہ عبارت ہدایہ میں ہے
اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجَاوِزُوا الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ یعنی نہ تجاوز کرے میقات سے مگر ساتھ
احرام کے اور ایسا ہی روایت کیا اسکو طبرانی نے اور کہا شافعی نے اپنی مسند میں حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو
عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عَبَّاسٍ يَرُدُّ مَنْ جَاوَزَ الْمِيقَاتَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ یعنی پھیر دیتے تھے ابن عباس اسکو
جو آگے جاتا تھا میقات سے بغیر احرام کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ
أَبِي ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اور ذکر کیا اوسکو اور روایت کی اسحق بن راہویہ نے مسند میں حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ
عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ فَلَمْ يُحْرِمْ حَتَّى دَخَلَ
مَكَّةَ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ فَأَحْرَمَ وَإِنْ خَشِيَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْوَقْتِ فَإِنَّهُ يُحْرِمُ وَيُهْرِيقُ لِذٰلِكَ دَمًا یعنی کہا ابن
عباس نے کہ جب تجاوز کرے کوئی شخص میقات سے اور نہ احرام باندھے یہاں تک کہ داخل ہو جاوے

سنت ہے عمرہ اور حج کا بیان

میقات اہل عراق کا ذات عرق

ہے کہ میں تو سے طرف میقات کے اور احرام باندھے اور اگر عود نہ کرے رجوع کا طرف میقات کے تو وہ احرام
باندھے اور اوسکے بدلے میں ایک قربانی کرے ص او قبل پہنچنے ان مکانوں میں اگر پہلے سے احرام باندھ لے
تو درست ہے ف روایت کی حاکم نے بالتفسیر میں مستدرک سے کہ پوچھے گئے حضرت علیؓ قول اللہ تعالیٰ سے وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ
یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو واسطے اللہ کے سو کہا انھوں نے یہ کہ احرام باندھے تو اپنے گھر سے اور کہا کہ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ
(یعنی امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے)
صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور مروی ہے یہ حدیث ابو ہریرہؓ سے مرفوعًا اور اسمیں ضعف ہے اور حدیث ابن مسعود کی ذکر کیا
اوسکو صاحب ہدایہ نے اور نہیں پایا میں نے اوس حدیث کو ص اور جو ان مقاموں کے رہنے والے ہیں اونکو مکے میں بغیر
احرام کے داخل ہونا درست ہے تو اونکی میقات حل ہے اور جو مکے کا رہنے والا ہے وہ احرام حج کے لیے حرم سے باندھے اور
عمرے کے لیے حل سے ف حل سوا حرم کے اور زمین کو کہتے ہیں اسواسطے کہ حکم کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
صحابہ کو کہ احرام باندھیں حج کا مکہ سے روایت کی مسلم نے جابرؓ سے کہ حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہم حلال ہوئے یعنی
احرام نہیں باندھا تھا کہ احرام باندھیں ہم جب توجہ کریں طرف منی کے کہا جابرؓ نے کہ احلال کیا ہم نے ابطح سے اور حکم کیا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے بھائی کو کہ عمرہ کرا دیں اونکو تنعیم سے اور تنعیم حرم میں نہیں ہے اور دلیل قوی یہ ہے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ شَاءَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ یعنی جو ان مقاموں کے اندر آیا
تو وہ جہاں سے چاہے احرام باندھے یہاں تک کہ اہل مکہ مکے سے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ص جو شخص ارادہ احرام کا کرے
وضو کرے اور غسل کرنا اچھا ہے ف اسواسطے کہ غسل کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لیے روایت کیا اوسکو
ترمذی نے زید بن ثابت سے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے غریب ہے اور روایت کی حاکم نے ابن عباس سے کہ غسل
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پہنے کپڑے اپنے سو جب آئے ذو الحلیفہ میں پڑھیں دو رکعتیں پھر سوار ہوئے اونٹ پر
تو جب چڑھ بیٹھے اوس پر احرام باندھا حج کے لیے اور کہا حاکم نے صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور
نہیں نکالا اوسکو بخاری و مسلم نے اور نکالا ابن عمرؓ سے کہا انھوں نے مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَغْتَسِلَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ وَصَحَّحَهُ
عَلٰى شَرْطِهِمَا وَأَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبَزَّارُ وَقَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ حُكْمُهُ الرَّفْعُ عِنْدَ الْجُمْهُورِ
یعنی کہا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہ سنت سے ہے یہ بات کہ غسل کرے جب ارادہ احرام کا کرے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے بخاری
مسلم کی شرط پر اور نکالا اوسکو ابن ابی شیبہ اور بزار نے اور قول صحابی کا من السنۃ نزدیک رفع کے ہے ص اور ایک ازار اور
چادر پاک پہنے اور خوشبو ہو لگاوے اور ایک دوگانہ نفل پڑھے ف اسواسطے کہ پہنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار
اور چادر اور صحابہ نے آپکے نکالا اوسکو بخاری نے اور لیکن خوشبو لگانا سو اسواسطے کہ کہا حضرت عائشہؓ نے خوشبو لگائی
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہاتھوں سے جسوقت احرام باندھا آپ نے اور لگائی میں نے خوشبو آپکے جب کھولا احرام
آپنے قبل طواف خانہ کعبہ کے اور اوس خوشبو میں مشک تھی اور لیکن دو رکعتیں نفل پڑھنا سو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم پڑھتے تھے دو رکعتیں ذو الحلیفہ میں وقت احرام کے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابن عمرؓ سے اور ایسا ہی کرتے
تھے حضرت عمرؓ بھی روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے اور ثابت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو داود اور حاکم نے روایت ابن عباسؓ سے

ص تو اگر حج مفرد یعنی فقط حج کرتا ہی تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ ای اللہ میں ارادہ کرتا ہوں حج کا یہ آسان کر تو اوسکو میرے واسطے اور قبول کر اوسکو میری طرف سے پھر لبیک کہے بعد نماز کے اور نیت حج کی کرے اور وہ یہ ہی لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اور اس سے کم نکرے اور اگر زیادہ کرے تو درست ہی ف لیکن لبیک کہنا بعد نماز کے سو حدیث سے ثابت ہی روایت کی ترمذی اور نسائی نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک کہی بعد نماز کے اور کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث صحیح ہی اور ثابت کیا اسکو اور اگر سواری پر چڑھ کے لبیک کہے تو بھی درست ہی اور یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہی روایت کیا انکو بخاری مسلم نے اور زیادہ کرنا اس سے جائز ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں اور دلیل ہماری یہ ہی کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے زیادہ کیا ان کلمات پر اور کہنا وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ مروی ہی صحاح میں اور زیادہ کیا ابو داؤد نے ایک روایت میں کہ زیادہ کرتے تھے لوگ ان کلمات پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے اور کچھ نہیں کہتے تھے اور زیادہ کیا ابن مسعودؓ نے اسیر مروی ہی یہ مسند اسحق بن راہویہ میں اور امام حسن بھی زیادہ کرتے تھے ان کلمات پر روایت کیا اسکو ابن سعدؒ نے طبقات میں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ص اور جب لبیک میت کرکے کہی احرام اوسکا بندھ چکا تو جماع اور فحش کلام موقوف کرے اور ذکر کرنے کو جماع سے عورتوں کے سامنے روایت ہی کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جب یہ شعر پڑھا شعر وَھُنَّ یَمْشِیْنَ بِنَا ھَمِیْسَا ٭ اِنْ یَصْدُقِ الطَّیْرُ نَنِكْ لَمِیْسَا ٭ کہ معنی اردو اسکے یہ ہیں کہ اونٹ چلتے ہیں ہمارے ساتھ دراں حالیکہ اوسکے موزون کے چلنے کی آواز آتی ہی اگر فال سچ ہو تو ہم لمیس کہ ایک عورت ہی اوس سے جو ہمارا جی چاہیگا کرینگے تو لوگوں نے کہا کہ رفث کرتے ہیں احرام میں تو فرمایا کہ رفث اوسکو کہتے ہیں جسمیں عورتیں مخاطب ہوں اور بچے فسوق یعنی گناہوں سے اور جدال سے اور وہ یہ کہ اپنے رفیق سے لڑے یا ساتھیوں سے حج کی تقدیم اور تاخیر میں ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ یعنی نہیں ہی رفث اور فسوق اور جدال حج میں ص اور نہ شکار کرے خشکی کا احرام میں اور دریا کا شکار منع نہیں اور شکار کے جانور کو کسیکو بتلاوے اور نہ اوسکی طرف اشارہ کرے ف اسواسطے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے شکار کیا تھا ایک حمار وحشی کا اور وہ احرام سے تھے تو پوچھا صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسکے کھانے کو سو فرمایا آپ نے کیا تم نے اوسکے شکار میں کچھ مدد کی تھی یا اشارہ کیا تھا کچھ تم نے کہا اونھوں نے نہیں تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کھاؤ جو اوسکا گوشت باقی ہی روایت کیا اوسکو اصحاب صحاح ستہ نے اور دوسرے یہ کہ دلالت کرنے والا یعنی بتانے والا کسی چیز کا مثل کرنے والے کے ہی اور یہی حکم نیک کاموں کے باب میں بھی ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ كَفَاعِلِہٖ یعنی بتلانے والا بہتری کا مانند اوسکے کرنے والے کے ہی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ یعنی نہ شکار کرو جب احرام باندھے ہو تم

ل اور پرہیز کرے خوشبو لگانے سے اور ناخن کاٹنے سے **ف** اور یہ منع حدیث میں وارد ہے **ص** اور منہ ڈھانپنے سے اور سر ڈھانپنے
ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے واسطے مرد کے چھپانا منہ کا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِحْرَامُ الرَّجُلِ فِي
رَأْسِهٖ وَاِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِي وَجْهِهَا یعنی احرام مرد کا اوسکے سر میں ہے اور احرام عورت کا اوسکے منہ میں ہے روایت کیا اوسکو
دارقطنی اور بیہقی نے موقوفاً ابن عمرؓ پر اور ذکر کیا اوسکو مرفوع صاحب ہدایہ نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے
حق میں جب وہ مر گیا تھا احرام میں کہ چھپاؤ منہ اوسکا اور نہ چھپاؤ سر اوسکا روایت کیا اسکو امام شافعیؒ نے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے باب میں جو مر گیا تھا احرام میں کہ نہ چھپاؤ سر اوسکا اور نہ چھپاؤ سر اوسکا اسواسطے کہ وہ اوٹھیگا دن
قیامت کے لبیک کہتا ہوا اور دوسرے یہ کہ جب عورت ہے باوجود اس بات کے کہ اوسکے منہ کھولنے میں خوف فتنے کا ہے سو نہ چھپایا تو
مرد پر منہ کھولنا واجب ہوگا اور دلیل امام شافعیؒ کی وہ بھی ہے جو روایت کی امام مالک نے حضرت عثمان سے کہ وہ
ڈھانپتے تھے منہ اپنا اور وہ محرم ہوتے تھے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے مرفوعاً اور کہا کہ صواب موقوف ہونا اس حدیث کا ہے **ص**
اور دھونے اور داڑھی سر کا ساتھ خطمی کے **ف** اسواسطے کہ خطمی خوشبودار چیز ہے اور سر کے کیڑوں کو قتل کرتی ہے اور
غسل کرنا احرام میں درست ہے اسواسطے کہ حضرت ابن عمرؓ غسل کرتے تھے احرام میں روایت کیا اسکو مالک وغیرہ نے **ص**
اور داڑھی کترنے اور سر منڈانے اور بال بدن کے مونڈنے سے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ
حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ اور نہ مونڈو سر اپنا یہانتک کہ پہونچ جاوے قربانی اپنی جگہ میں اور کترنا بھی مونڈنے کے
حکم میں ہے **ص** اور کرتا پہننے اور سراویل اور قبا اور عمامہ اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے **ف** اسواسطے کہ منع کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کے پہننے سے احرام میں روایت کیا اسکو صحاح ستہ والوں نے اور اگر موزہ پہنے تو اوسکو کاٹ
ڈالے ٹخنے سے نیچا کرلے اور اسی طرح اگر تہمت نہو تو اوسکے بدلے سراویل پہن لیوے اور بعضوں کے نزدیک کاٹے اور پہن لیوے جیسے نعل موزے
کے موزے کے کاٹنے کو کہتے ہیں دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث ابن عمرؓ کے کہ فرمایا آپ نے اور نہ پہنے موزہ مگر جب نہ پاوے نعلین تو کاٹ لے اوسکو
نیچا کرلے ٹخنوں سے اور جو کہتے ہیں نہ کاٹے دلیل لاتے ہیں حدیث ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پاوے تہمت
پہنے سراویل اور جو نہ پاوے موزہ پہن لیوے نعلین روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلم و ابو داود وغیرہم نے **ص** اور اوس کپڑے سے
جو خوشبودار رنگ میں رنگا ہووے مگر بعد زائل ہوجانے خوشبو کے **ف** اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پہنو اوس
کپڑے کو جسمیں زعفران اور ورس ہو احرام میں ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور روایت کیا اوسکو بہت محدثین نے سوا طحاوی کے
حضرت ابن عمرؓ سے **ص** اور حمام میں جانا اور سایہ لینا گھر سے اور محمل سے یعنی کجاوے سے جائز ہے **ف** اور کپڑا تان دینا واسطے سایے کے
اوپر سر کے ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور حضرت عثمان سے یہ منقول ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا وکیع ثنا
اسمٰعیل بن ابی خالد عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ بِالْاَبْطَحِ وَاِنَّ فُسْطَاطَهٗ مَضْرُوْبٌ وَسَيْفَهٗ مُعَلَّقٌ
بِالشَّجَرَةِ یعنی کہا عبد اللہ نے کہ دیکھا میں نے عثمان کو ابطح میں کہ خیمہ اونکا تنا ہوا تھا اور تلوار اونکی لٹکی تھی درخت میں اور
روایت کیا صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑے کا سایہ سبب گرمی کے حج میں روایت کیا اسکو مسلم نے حدیث ام الحصین
سے اور حضرت عمرؓ ڈال دیتے تھے کھال کو درخت پر اور اوسکے سایے میں بیٹھتے تھے اور آپ احرام سے ہوتے تھے اور حمام میں جانا درست ہے اسواسطے

کہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور آپ احرام سے تھے روایت کیا اوسکو شافعی نے اور روایت کیا اوسکو مالک نے مؤطا میں اور نقل کیا حضرت
ابو ایوبؓ نے سر دھونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے صحیحین میں واللہ اعلم **ص** اور ہمیانی کا باندھنا جائز ہے
کمر میں **ف** اسواسطے بیان کیا کہ احرام میں سیا ہوا کپڑا پہننا نہیں جائز ہے اور ہمیانی سی ہوئی ہے تو اوسکا باندھنا ضرورت کے سبب سے
جائز ہے **ص** اور زیادہ کرے لبیک کو جب نماز پڑھ چکے یا کسی اونچی جگہ پر چڑھے یا نیچی جگہ میں اترے یا سواروں سے ملاقات ہو اور صبح کا
وقت ہو **ف** اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے تھے اور صحابہ آپکے ان وقتوں میں روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا معاویۃ عن
الاعمش عن خیثمۃ قال کانوا یستحبون التلبیۃ عند ستۃ دبر الصلوۃ واذا استقلت بالرجل راحلتہ
واذا صعد شرفا او ھبط وادیا واذا لقی بعضھم بعضا وبالاسحار یعنی تھے صحابہ کہ مستحب جانتے لبیک کہنے کو
چھ جگہ پر پیچھے نماز کے اور جب سامنے آوے مرد کے سواری اوسکی اور جب چڑھے چڑھائی پر اور جب اترے اوتار میں
اور جب ملاقات کریں بعض بعض سے اور صبح کے وقت اور روایت کی ابن ناجیہ نے فوائد میں جابرؓ سے قال کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یلبی اذا لقی راکبا یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے جب ملاقات کرتے سواروں کی اور ذکر
کیا اونھوں نے سب مقاموں کو سوا اسکے کہ جب سامنے آوے سواری جیسا کہ روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے **ص** اور جب
داخل ہووے مکے میں پہلے جاوے مسجد حرام میں **ف** اسواسطے کہ صحیحین میں ہے کہ جب آتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو شروع
کرتے تھے مسجد تو پڑھتے تھے اوس میں دو رکعتیں قبل بیٹھنے کے پھر بیٹھتے تھے ساتھ آدمیوں کے اور نہیں ہے مضایقہ اس میں کہ جاوے مسجد میں رات کو یا
دن کو روایت کی نسائی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے مکہ میں رات کو اور دن کو داخل ہوئے تھے حج وداع میں رات کو اور دن کو عمرہ میں
ص اور جب دیکھے خانہ کعبہ کو تکبیر اور تہلیل کہے **ف** تہلیل کے معنی لا الہ الا اللہ کہنا اور روایت ہے عطاء سے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب جاتے تھے خانہ کعبہ کے پاس کہتے تھے اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر
وعذاب القبر اور اوٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اور اوس مقام پر اللہ تعالیٰ سے جنت میں داخل ہونا بغیر حساب کتاب کے مانگے
کیونکہ دعا قبول ہوتی ہے وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے **ص** پھر سامنے جاوے حجر اسود کے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور اوٹھاوے دونوں
ہاتھ مانند نماز کے اور چوم لیوے اوسکو منہ لگا کے اگر قدرت رکھے اسپر بدون ایذا کسی مسلمان کے اور اگر چومنا نہو سکے تو بیلا اوسکو
یعنی حجر اسود کو
ہاتھ سے چھو کے پھر ہاتھ چوم لیوے اور اگر یہ بھی بوجہ ہجوم کے نہو سکے تو سامنے اوسکے جاوے اور تکبیر اور تہلیل کہے اور تعریف کرے اللہ تعالیٰ
کی اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر **ف** لیکن سامنے جانا حجر اسود کے اور تکبیر کہنا اور تہلیل کہنا حدیث سے ثابت ہے
کی امام احمد نے مسند میں سعید بن مسیب سے انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اونکے تم ایک
مرد قوی ہو سو مزاحمت کرو لوگوں کی نزدیک حجر اسود کے تو ایذا ہوگی ضعیف کو اگر تو خالی پاوے تو چوم لے اوسکو ورنہ سامنے جا اور
تکبیر اور تہلیل کر اور ہاتھ اوٹھانا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہاتھ اوٹھائے جاویں مگر سات جگہ میں
اور ذکر کیا انمیں سے وقت چومنے حجر اسود کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور نہیں ہے یہ قول اس حدیث میں جیسا کہ کتاب الصلوۃ میں
حدیث گذری اور چومنا سو اسطرح چاہیے کہ اوسپر دونوں ہاتھ رکھے اور منہ لگا کے چوم لیوے اسواسطے کہ صحیحین میں ہے کہ حضرت عمرؓ
آئے حجر اسود پاس اور چوما اوسکو اور کہا قسم اللہ کی میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ تو ضرر کر سکتا ہے نہ نفع کر سکتا ہے اور اگر میں نہ دیکھتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ چومتے تھے تجکو چومتا میں تجکو اور مروی ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ وہ چومتے تھے حجر اسود کو اور
سجدہ کرتے تھے اوسپر اپنی سر اپنا واسطے چومنے کے اوسپر رکھدیتے تھے اور کہا اونھون نے کہ دیکھا میں نے عمرؓ کو کہ چومتے تھے اوسکو اور
سجدہ کرتے تھے اوسپر اور پھر کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ کیا تھا ایسا ہی سو کرتا ہون میں اوسکو روایت کیا
اسکو ابن المنذر اور حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور روایت کی حاکم نے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے حجر اسود
پر بعد بوسہ لینے کے اور ایسا ہی کرتے تھے ابن عباسؓ اور کہا کہ دیکھا میں نے عمرؓ کو کہ بوسہ دیا اوسکو پھر سجدہ کیا اوسپر اور کہا کہ دیکھا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ایسا ہی سو کرتا ہوں میں اوسکو روایت کیا اسکو ابن المنذر اور حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو
اور جب ہجوم ہو تو چومنے سے باز رہے تاکہ کسی کو اذیت نہووے اسواسطے کہ چومنا سنت ہے اور کسی مسلمان کے ایذا دینے سے
باز رہنا واجب ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی مسلمان وہ شخص ہے کہ
بچے ہیں مسلمان اوسکی زبان اور ہاتھ سے یعنی کسیکو زبان سے کچھہ برا نکہے اور ہاتھ سے کچھ اذیت نہ دے ف اور طواف کرے خانہ کعبہ کا طواف قدوم اور
سنت ہے طواف واسطے آفاقی کے پھر اضطباع کیے ہوئے اپنی داہنی طرف کو چلے اور طواف کو حجر اسود سے شروع کرے اور طواف میں حطیم کو بھی
شامل کیوے اور اضطباع اوسکو کہتے ہیں کہ چادر کو داہنی بغل کے نیچے کر کے دونون کنارے اوسکے بائین کندھے پر ڈالے اور سات پھیرے
اسی طرح کرے ف حطیم ایک مقام ہے کعبہ کا کہ اوسمین میزاب ہے قریش نے جب کعبہ بنایا اور پھر اتنا مال حلال نہ پایا کہ اوتنی جگہ کو بھی کعبے میں داخل کرین
تو اوسکو باہر رکھا تھا اور اسی واسطے اوسکو حطیم کہتے ہیں یعنی ٹوٹا ہوا اور ایسا ہی طواف کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کی ترمذی اور
ابن ماجہ نے یعلی بن امیہ سے کہ طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضطباع کر کے ساتھ ایک چادر سبز کے اور مروی ہے حضرت عایشہ رضی اللہ
عنہا سے کہ نذر کی تھی انھون نے کہ اگر فتح ہوگا مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پڑھینگی اوسمین دو رکعتین سو جب فتح ہوا مکہ تب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت عایشہ کا ہاتھ پکڑا اور کر دیا اونکو حطیم میں اور فرمایا کہ پڑھ اس جگہ اسواسطے کہ حطیم خانہ کعبہ سے ہے اور تیری قوم نے جب بنایا اونکو
خرچ تو خارج کیا اوسکو خانہ کعبہ سے تو اگر نہ قریب ہے تا زمانہ جاہلیت کا البتہ میں توڑتا کعبہ کی بنا کو اور بناتا میں اوسکو جیسا حضرت ابراہیمؑ نے
اوسکو بنایا تھا اور داخل کرتا میں حطیم کو کعبے میں اور جو کھٹ کو زمین سے ملا دیتا اور کرتا میں اوسکے دو دروازے ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ
غربی اور اگر میں جیونگا اگلے سال تک تو کرونگا ایسا ہی روایت کیا اسکو مسلم اور ابوداود اور ترمذی وغیرہم نے تو نہ جیتے رہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اگلے سال تک اور نہ فراغت ہوئی خلفای راشدین کو اس امر کی یہانتک کہ زمانہ ہوا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اور سنی تھی
انھون نے یہ حدیث حضرت عایشہ سے تو کیا انھون نے ایسا ہی اور ظاہر کیے قواعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اور بنا کیا اوسکو جیسا بنا کیا تھا
انھون نے بہت لوگون کے سامنے اور داخل کیا حطیم کو خانہ کعبہ میں تو جب قتل کیا حجاج ظالم نے اونکو برا جانا اوسنے کعبے کو رکھنا اس طرح پر کہ
بنایا تھا اوسکو عبداللہ بن زبیر نے اور کر دیا اوسکو جیسا تھا جاہلیت میں تو جب حطیم خانہ کعبہ ٹھہرا تو اس صورت میں طواف حطیم کو اندر کر کے
کیا جاویگا یہانتک کہ اگر خالی جگہ میں داخل ہو کر طواف میں حطیم کو چھوڑ دیا تو نہ روا ہوگا لیکن اگر کوئی [illegible] حطیم کی طرف نماز
پڑھیگا جائز نہوگی اسواسطے کہ [illegible] کعبہ کے قرآن شریف سے ثابت ہے [illegible] نماز ساتھ [illegible] طواف [illegible]
کیا اسکو [illegible] شرح وقایہ [illegible] اور پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی پھیرے [illegible] حجر اسود سے حجر اسود تک آوے رمل اوسکو کہتے ہیں
کہ دونون کندھے [illegible]

کیونکہ کہا تھا انہوں نے یعنی صحابہ کے ضعیف کیا ان کو تپ یعنی یثرب کی گرمی نے پھر باقی رہا یہ حکم اپنے حال پر بعد زائل ہونے سبب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے **ف** روایت کیا بخاری مسلم نے اس حدیث کو اور جماعت نے اور اس باب میں روایتیں بہت ہیں **ص** جب حجر اسود پر گزرے تو چومے اسی طرح ہر پھیرے میں اور بوسہ دینے رکن یمانی کو اور یہ مستحب ہے جب ختم کرے طواف کو ساتھ بوسے حجر اسود کے پھر پڑھے دو رکعت اور یہ دو رکعتیں پڑھنا واجب ہیں ہر طواف میں ساتھ پھیروں کے بعد مقام ابراہیم میں یا جس جگہ میسر ہو جاوے مسجد حرام میں **ف** کیونکہ حدیث جابر میں ہے کہ جب آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر فرمایا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى یعنی کرو مقام ابراہیم کا مصلیٰ تو اس سے وجوب اس نماز کا ثابت ہوتا ہے اور وہ جو صاحب ہدایہ نے دلیل وجوب کی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لِيُصَلِّ الطَّائِفُ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ یعنی طواف کرنے والا پڑھے بعد ہر سات پھیروں کے دو رکعتیں بیان کیا ہے سو یہ نہ پایا گیا آن فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے صحیحین میں جو حدیث ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے تھے حج اور عمرے میں تو آپ جلدی چلتے تھے پہلے تین پھیروں میں اور آہستہ چلتے تھے پچھلے چار پھیروں میں پھر پڑھتے تھے دو رکعتیں اور روایت کی عبد الرزاق نے مرسلاً اس طرح سے انہوں نے عطا سے أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد طواف کے دو رکعتیں **ص** پھر لوٹ آوے اور چومے حجر اسود کو **ف** حدیث جابر میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے دو رکعتیں اوس طرف حجر اسود کے **ص** اور نکلے اور چڑھے صفا پہاڑ پر اور منہ کرے طرف خانہ کعبے کے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اوٹھاوے دونوں ہاتھ اور دعا مانگے جو جی چاہے **ف** اس واسطے کہ حدیث جابر میں ہے سو چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر یہاں تک کہ دیکھا خانہ کعبہ کو سو توحید بیان کی اللہ تعالیٰ کی اور منہ کیا قبلے کی طرف اور تکبیر کہی اور فرمایا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ پھر دعا کی بیچ اسکے اور کہا مانند اسکے تین بار اور روایت ہے کہ کہے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ اور اوٹھاوے دونوں ہاتھ واسطے دعا کے اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر دعا مانگے اور حدیث وہاں سے اوترے کہے اللّٰهُمَّ اسْتَعْمِلْنِي بِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَتَوَفَّنِي عَلَى مِلَّتِهِ وَأَعِذْنِي مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ **ص** پھر چلا جاوے مروہ پہاڑ کی طرف دوڑتا ہوا درمیان دو میلوں سبز اور سرخ کے اور چڑھ جاوے اوس پر اور کرے جیسا کیا تھا صفا پر اسی طرح کرے سات بار شروع کرے صفا سے اور ختم کرے مروہ پر **ف** دو میل نشان ہیں بطن وادی میں درمیان صفا اور مروہ کے تو جب پہنچے بطن وادی میں درمیان ان دونوں میلوں کے کہے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ یہ مروی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور کہے پہنچے صفا کے اور صفا کی طرف جس دروازے سے چاہے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تھے دروازہ بنی مخزوم سے روایت کی طبرانی نے ابن عمرؓ سے أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَى الصَّفَا مِنْ بَابِ بَنِي مَخْزُومٍ وَأَسْنَدَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ قَالَ ثُمَّ مِنْ بَابِ الصَّفَا وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا مِنْ بَابِ بَنِي مَخْزُومٍ یعنی نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ بنی مخزوم سے اور کہا جابر نے باب صفا سے اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ نکلے صفا کو دروازہ بنی مخزوم سے اور سات بار صفا سے مروہ کو جانا حدیث سے ثابت ہے صحیحین میں ابن عمرؓ سے کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں سو طواف کیا خانہ کعبہ کا سات بار اور پڑھیں دو رکعتیں مقام ابراہیم کے

دو رکعتیں اور طواف کیا درمیان صفا اور مروہ کے سات بار اور دوڑنا درمیان صفا اور مروہ کے ہمارے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے دلیل اونکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ السَّعْیَ یعنی دوڑو اسواسطے کہ فرض کیا اللہ نے تمپر دوڑنا یعنی درمیان صفا اور مروہ کے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا یعنی نہیں گناہ ہے اوسپر کہ طواف کرے درمیان ان دونوں کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور ذکر کیا اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور پوری حدیث یوں ہے عَنْ صَفِیَّۃَ بِنْتِ شَیْبَۃَ عَنْ حَبِیْبَۃَ بِنْتِ اَبِیْ تُجْرَاۃَ اِحْدٰی نِسَآءِ بَنِیْ عَبْدِ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَطُوْفُ وَالنَّاسُ بَیْنَ یَدَیْہِ وَھُوَ وَرَآءَھُمْ وَھُوَ یَسْعٰی حَتّٰی اَرٰی رُکْبَتَیْہِ مِنْ شِدَّۃِ السَّعْیِ وَھُوَ یَقُوْلُ اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ السَّعْیَ اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور طریقے سے کہا صاحب تنقیح نے اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ یعنی اسناد اوسکی صحیح ہے اور صفا سے اسواسطے شروع کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ یعنی صفا اور مروہ اللہ کی نشانیون مین سے ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِبْدَؤُا بِمَا بَدَاَ اللّٰہُ بِہٖ یعنی شروع کرو اوس سے جس سے شروع کیا اللہ تعالیٰ نے اور شروع کیا اللہ تعالیٰ نے صفا سے اپنے کلام مین روایت کیا اس حدیث کو اس لفظ سے نسائی اور دارقطنی نے اور اخراج کیا اوسکا مسلم اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ اور مالک نے غیر ہم نے ص اور ایک پھیرا صفا سے مروہ تک کا ہوتا ہے پھر مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا تو شروع کرے دوڑنے کو صفا سے اور ختم کرے اوسکو ساتوین بار مین مروہ پر اور روایت طحاوی میں ہے کہ سعی صفا سے مروہ تک اور پھر مروہ سے صفا تک ایک پھیرا ہے حاصل یہ ہے کہ صفا سے جانا اور پھر صفا پر آنا یہ ایک پھیرا ہے تو اس حساب سے چودہ پھیرے ہونگے اور ختم صفا پر ہوگا اور صحیح اول مذہب ہے پھر مقیم رہے مکے مین اور احرام باندھے رہے اور طواف کرے خانہ کعبہ کا نفل جتنا چاہے ف اسواسطے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور نماز نفل کا کوئی وقت مقدار معین نہین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلٰوۃٌ یعنی طواف خانہ کعبہ کا مثل نماز کے ہے اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ اَحَلَّ فِیْہِ الْمَنْطِقَ فَمَنْ نَطَقَ فَلَا یَنْطِقْ اِلَّا بِخَیْرٍ یعنی مگر حلال کیا اللہ تعالیٰ نے اوسمین کلام کو سو جو کوئی کلام کرے تو نکرے مگر بہتر اور یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے لیکن مرفوع سو روایت سفیان سے انھون نے عطا بن سائب سے انھون نے طاؤس سے انھون نے ابن عباس سے روایت کیا اوسکو حاکم اور ابن حبان نے اور کہا اور اوسکو بیہقی نے روایت موسیٰ بن اعین سے انھون نے لیث بن ابی سلیم سے انھون نے عطا سے انھون نے طاؤس سے مرفوعاً ساتھ اوسی لفظ کے اور روایت کیا دھون نے اوسکو اور طریقے سے اور روایت کیا اوسکو ثقات نے موقوفاً لیکن عطا بن السائب ثقہ ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور حفظ اوسکا اخیر مین متغیر ہو گیا تھا اور جس نے اوس سے قبل تغیر کے سنا تو روایت اوسکی صحیح ہے اور سفیان نے اوس سے قبل تغیر کے سنا ہے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے طاؤس سے انھون نے ابن عمر سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلٰوۃٌ فَاَقِلُّوْا فِیْہِ الْکَلَامَ یعنی طواف خانہ کعبہ کا نماز ہے سو کم کرو اوسمین کلام ص اور خطبہ پڑھے امام مکے مین ساتوین تاریخ اور سکھائے اوسمیں طریقے حج کے مثلاً نکلنا طرف منیٰ کے اور نماز اور کھڑا ہونا عرفات مین اور واپس آنا یعنی لوٹنا اوس جگہ سے اس سب کے طریقے بتلا دے اور دوسرا خطبہ نوین تاریخ عرفات مین اور تیسرا خطبہ گیارھوین تاریخ منیٰ مین تو ہر خطبے مین ایک دن کا فاصلہ چاہیے ف ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اسی طرح پڑھا حضرت ابو بکر نے اور امام زفر کے نزدیک تین دن برابر خطبہ پڑھے آٹھوین تاریخ سے دسوین تک ص پھر نکلے صبح کے وقت روز ترویہ کے یعنی آٹھوین تاریخ ذی الحجہ کے منیٰ کی طرف اور ترویہ کے معنی سیراب کرنے کے ہین

اور عرب لوگ حج کے دن میں اونٹوں کو سیراب کرتے ہیں اور ٹھہرے وہاں روز عرفے کے فجر تک پھر وہاں سے عرفات کو جاوے
ف ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جابر میں ہے کہ جب ہوا دن ترویہ کا (یعنی آٹھویں تاریخ) تو جہ کی انھوں نے طرف منا کے
اور اہلال کیا ساتھ حج کے سو سوار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پڑھیں انکے ساتھ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور
فجر پھر ٹھہرے تھوڑی دیر یہاں تک کہ طلوع ہوا آفتاب اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر کی دن ترویہ میں مکہ میں پڑھے
اور جب عرفات کو جاوے کہے اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِي
مَغْفُوْرًا وَحَجِّي مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِي وَلَا تُخَيِّبْنِي وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِي اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
اور لبیک کہے اور تکبیر کرے اور تہلیل کرے اور مروی ہے یہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا اسکو ابو ذر نے **ص** اور عرفات میں جہاں
چاہے ٹھہرے مگر بطن عرنہ میں کہ ایک مقام ہے اوس جگہ نہ ٹھہرے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرفہ سب ٹھہرنے کی جگہ ہے
اور نہ ٹھہرو بطن عرنہ میں اور مزدلفہ سب ٹھہرنے کی جگہ ہے اور نہ ٹھہرو بطن محسر میں روایت کیا اسکو طبرانی اور حاکم نے ابن عباسؓ سے
اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل میں ابن عمرؓ سے اور ابو ہریرہؓ سے مانند حدیث ابن عباس
کے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور اسناد اوسکی ضعیف ہے **ص** اور جب زوال ہو آفتاب کا خطبہ پڑھے امام دو خطبے مانند
جمعے کے اور سکھائے اوس میں طریقے حج کے مثلاً کھڑا ہونا عرفے میں اور مزدلفہ میں اور رمی جمار اور نحر اور حلق اور طواف زیارت
ف اور یہ مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخراج کیا اسکا ابو داود اور امام احمد وغیرہ نے **ص** اور پڑھے اونکے ساتھ
ظہر اور عصر کو وقت ظہر میں ساتھ ایک اذان اور دو اقامتوں کے **ف** اور جمع کرنا اس مقام میں صحیح حدیثوں سے ثابت ہے
ذکر کیا میں نے اونکو کتاب الصلوۃ میں **ص** اور شرط ہے اسکے واسطے یہ کہ امام ہو اور احرام سے ہو دونوں نمازوں میں تو نہیں جائز (یعنی جمع کرنی نماز ظہر اور عصر کی)
ہوگی عصر اوسکی ساتھ امام کے جس نے نہیں پڑھی ظہر ساتھ جماعت کے اور جس نے احرام نہیں باندھا اور جس شخص نے کہ ظہر کی نماز جماعت
سے پڑھی اور پھر احرام باندھا تو نہیں جائز ہے عصر اوسکو پڑھنا ساتھ امام کے مگر وقت عصر میں **ف** اور ظہر جائز ہے کیونکہ ظہر تو اپنے وقت میں
ہے اور عصر نہیں جائز ہے وقت ظہر میں مگر ساتھ شرط جماعت کے ظہر اور عصر میں اور احرام کے دونوں نمازوں کے وقت میں **ص** پھر جاوے
طرف موقف کے اور غسل کرنا اوس وقت سنت ہے **ف** تو اگر فقط وضو کیا جائز ہے اور دلیل سنت ہونے غسل عرفے کی کتاب الصلوۃ
میں گذر چکی **ص** اور کھڑا ہو امام اونٹ پر قریب جبل رحمت کے منہ قبلے کیطرف کر کے اور دعا مانگے جیسے کوشش اور عجز و زاری
سے اور سکھائے طریقے حج کے اور کھڑے ہوویں لوگ پیچھے امام کے نزدیک اوسکے سب کا قبلے کی طرف ہووے اور امام کے کلام کو سنیں
ف لیکن کھڑا ہونا امام کا سواری پر سو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے اونٹ پر روایت کی یہ جابرؓ نے اور منہ کرنا قبلے کیطرف
سو اسواسطے کہ ذکر کیا ہم نے حدیث ایسے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خَيْرُ الْمَوَاقِفِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ یعنی بہتر
موقف وہ ہیں کہ منہ ہووے اونمیں طرف قبلے کے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی لیکن روایت کی حافظ ابو نعیم نے تاریخ
اصبہان میں محمد بن صلت سے انھوں نے ابن تمام سے انھوں نے نافع سے انھوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خَيْرُ
الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ یعنی بہتر مجلسیں وہ ہیں کہ منہ ہو اونمیں طرف قبلے کے اور روایت کیا حاکم نے اوس میں
ایک حدیث طویل کو اور اوس میں ہے اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا وَاِنَّ شَرَفَ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ

نے ضعیف کیا گیا ساتھ ہشام بن ابی زیاد کے وہ موضوع ہے باب عزت اکرم المجالس ما استقبل بہ القبلۃ ۔ اسناد میں اوسکے حمزہ نصیبی ہے منسوب ہے طرف وضع کے اور لیکن مالک نا سو اسواسطے کہ روایت کی نسائی نے ابن عباس سے انھوں نے فضل سے کہ دیکھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہوئے عرفہ میں دعا کرتے تھے دونوں ہاتھ پھیلا کے جیسے کوئی کھانا طلب کرتا ہے اور اسناد میں اوسکی حسین بن عبداللہ ہے ضعیف کیا اوسکو نسائی اور ابن مدینی نے لیکن کہا ابن عدی نے لکھی جاویگی حدیث اوسکی کیونکہ میں نے دیکھا ہے اوسکی کوئی حدیث منکر تھی اور ہے حدیث کو ملا دو اسکے روایت کی طبرانی نے ابن عباس سے کہ دیکھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ دیکھو عرفہ میں یدلاہ الی صدرہ کالمستطعم المسکین دعا مانگتے تھے عرفے میں اور دونوں ہاتھ اونکے سینے تک تھے جیسے کھانا مانگے والا مسکین اور مستحب ہے دعا میں اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ دعا مانگی آپ نے تو حق تعالیٰ نے مغفرت کی سب امت کیواسطے سو قبول ہوئی دعا اونکی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے آخر حدیث تک اور لبیک اس مقام پر دستور کہنے کا اور امام مالک کے نزدیک مقام میں دیکھے موقوف کرے اور دلیل ہماری یہ ہے جو مروی ہے صحاح ستہ میں فضل بن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہا کرتے یہاں تک کہ رمی کرتے جمرۂ عقبہ کی اور زیادہ کیا ابن ماجہ کی حدیث میں کہ جب رمی کر چکتے تھے جمرۂ عقبہ کی موقوف کرتے تھے لبیک کو اور جمرۂ عقبہ کا بیان آگے آویگا **ص** اور جب غروب ہو جاوے آفتاب تو چلے کرتے آوے مزدلفہ میں اور جہاں چاہے وقوف کرے مگر وادی محسر میں **ف** نہ ٹھہرے اور دلیل اسکی اوپر گذری **ص** اور اوترے نزدیک جبل قزح کے اور پڑھے مغرب اور عشا کو ساتھ اذان اور اقامت کے وقت میں عشا کے مغرب کو بھی پڑھے اور اس مقام میں جمع کرے **ف** اور ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کی ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علیؓ سے کہ وقوف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک کہ ڈوب گیا آفتاب اور جب ڈوب چکا چلے وہاں سے یہاں تک کہ آئے مزدلفہ میں اور پڑھی لوگوں کے ساتھ دونوں نمازیں مغرب اور عشا کی اور جب صبح ہوئی آئے قزح پہاڑ پر اور وقوف کیا اور یہ صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور بعد آفتاب کے ڈوبنے کے وہاں سے چلنا اسمیں مخالفت مشرکین کی ہے جیسا روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک میں مسور بن مخرمہ سے کہا انھوں نے خطبہ پڑھا ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں اور حمد کی اللہ تعالیٰ کی اور ثنا کی اوسپر پھر فرمایا اما بعد فان اھل الشرک والاوثان کانوا یدفعون من ھذا الموضع اذا کانت الشمس علی رؤس الجبال کانھا عمائم الرجال علی رؤسھا وانا ندفع بعد ان تغیب الشمس الحدیث یعنی مشرک اس مقام سے قبل غروب آفتاب کے جاتے ہیں اور ہم بعد آفتاب کے ڈوبنے کے جاتے ہیں اور اگر خوف ہو اژدحام کا تو ٹھہر جانے میں کچھ حرج نہیں اور جب ہجوم موقوف ہو جاوے تو وہاں سے روانہ ہو روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ حضرت عائشہ منگاتی تھیں پانی اور افطار کرتی تھیں پھر وہاں سے جاتی تھیں **ص** اور جب مغرب کی نماز راستے میں پڑھ لی یا عرفات میں پڑھ لی اعادہ کرے جب تک کہ فجر نہ طلوع ہوئے کیونکہ اوسنے اگر نماز پڑھی مغرب کی قبل وقت عشا کے نہیں جائز ہے نزدیک امام ابو حنیفہ اور محمد کے تو واجب ہے اعادہ اوسکا جب تک کہ فجر طلوع نہ ہوئے اور بعد طلوع فجر کے اعادہ نکرے اس لیے کہ حکم عدم جواز کا واسطے پانے فضیلت جمع دونوں نمازوں کے ہے اور یہ طلوع فجر تک ممکن ہے جب فوت ہو گیا وقت جمع ساقط ہوئی قضا مغرب کی اسواسطے کہ قضا اگر واسطے ادراک فضیلت جمع کے ہو تو وہ ممکن نہیں کہ اوسکا محل نہیں اور اگر واسطے نقص نماز کے ہو تو اوسکو لیٹ وقت پر ادا کیا پھر کیونکر واجب ہو قضا اوسکی اور پڑھے صبح کی نماز اندھیرے میں **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن مسعودؓ نے کہ نہیں دیکھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کی قبل وقت معمول کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے صحیحین میں **ص** پھر وقوف کرے اور دعا مانگے **ف** اسواسطے کہ حدیث جابر

مین ہو کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معلوم ہوئی اونکو صبح ساتھ اذان اور اقامت کے پھر سوار ہوئے قصوا پر یہاں
تک کہ آئے مشعر حرام میں اور منہ کیا طرف قبلہ کے اور دعا مانگی اور تکبیر اور تہلیل کہی اور توحید بیان کی اللہ تعالی کی تو آپ
وقوف کرتے رہے یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی سو وقوف کیا آفتاب کے طلوع ہونے تک **ص** اور یہ وقوف ہمارے نزدیک
واجب ہے اور رکن حج کا نہیں **ف** اور امام شافعی کے نزدیک رکن ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور یہ وہم ہے کیونکہ امام شافعی کی کتابوں میں اس وقوف کو سنت لکھا ہے
اور دلیل ہماری ابن الہمام نے فتح القدیر میں بیان کی ہے اور ایک دلیل یہ ہے جو روایت کی اصحاب سنن نے ابن عباس سے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کرتے تھے اپنے گھر کے ضعیفوں کے پاس تاریکی میں یعنی رات باقی ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ نہ رمی کریں جمرہ کی یہاں
تک کہ طلوع ہو آفتاب تو اگر رکن ہوتا نہ حکم کرتے آپ اونکو ترک کا اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی ابو داود اور ترمذی اور نسائی
ابن ماجہ نے عروہ بن مضرس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حاضر ہو ہماری اس نماز میں اور وقوف کرے ہمارے ساتھ
یہاں تک کہ لوٹے اور وقوف کر چکا تھا وہ عرفے میں رات یا دن کو سو تمام ہوا حج اوسکا کہا حاکم نے صحیح علی شرط کافۃ الحدیث
یعنی صحیح ہے اوپر شرط اکثر محدثین کے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے **ص** اور جب خوب فجر روشن ہو جاوے آئے منیٰ میں اور رمی
کرے جمرۂ عقبہ کی بطن وادی سے سات بار اونگلیوں سے اور تکبیر کہے ساتھ ہر کنکری کے **ف** یعنی سات کنکریاں چھوٹی چھوٹی ٹھیک پھینکے اور منیٰ
ایک بستی ہے اطراف مکہ مین اور چھوٹی کنکریاں اسواسطے پھینکے کہ ذلت ہو شیطان کی اور تا کہ لوگوں کو اذیت نہو اور جس مقام
سے چاہے کنکریاں اوٹھا لے مگر نزدیک جمرہ کی کیونکہ اوسکے نزدیک جو کنکریاں ہیں مردود ہیں اور یہ حدیث میں وارد ہے اور جمرہ کے معنی
چھوٹا سنگریزہ اور عقبہ تنگ گھاٹی کو جو پہاڑوں مین ہوتی ہے کہتے ہیں اور کہا حضرت سعید بن جبیر نے کیا حال ہے سنگریزوں کا کہ پھینکتے ہیں
لوگ اونکو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اور وہ معلوم نہیں ہوتے اور اب تک تو چاہیے تھا کہ ایک پہاڑ کنکریوں کا ہو جاتا سو کہا
حضرت ابن عباس نے کہ نہیں جانا تو نے جسکا حج قبول ہو جاتا ہے تو اوسکی کنکریاں اوٹھتی جاتی ہیں اور جسکا قبول نہیں ہوتا اوسکی
پڑی رہتی ہیں کہا مجاہد نے کہ جب سنا مینے یہ اونسے تو میں نے اپنی کنکریوں پر نشانی مقرر کر دی پھر آیا مین پاس جمرے کے اور ڈھونڈھا میں
اونکو سو نہ پایا میں نے اور جائز ہے رمی جو قسم سے زمین کے ہو جیسے مثلا کنکر پتھر مٹی وغیرہ نہ لعل اور یاقوت اور چاندی اور سونا اور پیسا
اور چھوٹی کنکریاں انگوٹھے اور کلمے کی اونگلی سے پھینکنا چاہیے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ
یعنی لازم ہے تم پر پھینکنا کنکریوں کا اونگلیوں سے اور مروی ہے یہ صحاح مین روایت کیا اوسکو مسلم وغیرہ نے اور آسان یہ ہے کہ کنکری
کو انگوٹھے اور کلمے کی اونگلی کے کنارے سے پکڑے اور اوسکو پھینکے اور اگر بڑی کنکریاں پھینکے درست ہے اسکے کہ بڑے پتھر نہ پھینکے
لگے کہ لوگوں کو اذیت ہو اور اگر رمی کی عقبے کے اوپر سے درست ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ بطن وادی سے کرے کیونکہ روایت کی ابو داود نے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمی کرتے تھے جمرہ کی بطن وادی سے اور آپ سوار تھے تکبیر کہتے تھے ساتھ ہر کنکری کے آخر حدیث تک یہاں تک کہ ازدحام
ہوا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جھگڑا کریں بعض تمہارے بعض سے اور جب پھینکو تم تو پھینکو مثل کنکری چھوٹی کے یعنی چھوٹی کنکریاں انگلیوں
سے اور مروی ہے یہ بہت احادیث مین اور اگر بدلے تکبیر کے سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا تو جائز ہے اور لبیک کہنا موقوف کرے جب پہلی کنکری پھینکے
ایسا ہی کرتے تھے سردار ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر کنکری کو ڈال دیوے کافی ہو جاویگا لیکن مخالفت ہوگی

سنت کی اور اسقدر پھینکے کہ کنکری پانچ گز تک جاوے ایسے ہی روایت کی حسن نے امام ابو حنیفہ سے اور اگر کنکری کو پھینکا اور وہ گر پڑی قریب جمرہ کے کافی ہی اور اگر وہان سے دور جا پڑی نہین جائز ہی **ص** اور موقوف کرے لبیک کو جب اول کنکری رمی کرے **ف** اور دلیل اسکی اوپر گذری **ص** پھر ذبح کرے اگر چاہے پھر قصر کرے اور حلق افضل ہی **ف** اور قربانی کرنا اس حج میں لازم نہین لیکن اگر چاہے تو کرے روایت کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے منیٰ میں سو آئے جمرہ کے پاس اور رمی کی پھر اپنے مقام پر آئے منیٰ مین اور قربانی کی پھر کہا واسطے حجام کے لے اشارہ کیا طرف داہنی طرف کے پھر بائین طرف پھر شروع کیا آپ نے دینا بالونکا لوگون کو اور اسی طرح پر منڈانا سنت ہی **ص** اور اب حلال ہوئیں اوسکے واسطے سب چیزین مگر عورتین **ف** اور امام مالک کے نزدیک خوشبو لگانا بھی درست نہین اور ہمارے نزدیک حلال ہی دلیل امام مالک کی یہ ہی کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن زبیر سے کہ کہا انہون نے سنت سے حج کی یہ بات ہی کہ جب رمی کر چکے جمرہ کی حلال ہوگئیں اوسکو سب چیزین سوا عورات اور خوشبو کے یہان تک کہ زیارت کرے خانہ کعبہ کی اور کہا حاکم نے صحیح ہی اوپر شرط بخاری مسلم کے اور قول صحابی کا سنت سے ہی حکم رفع مین ہی اور عمر سے ہی کہ کہا انہونے اِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَكُمْ مَا حَرُمَ إِلَّا النِّسَاءَ وَالطِّيبَ یعنی جب رمی کر چکے تم جمرہ کی تو حلال ہوئین واسطے تمھارے جو چیزین حرام ہوئی تھین سوا عورتوں اور خوشبو کے اور اسناد اوسکی منقطع ہی ذکر کیا اوسکو شیخ تقی الدین نے امام مین اور ہماری دلیل یہ ہی کہ روایت کی نسائی اور ابن ماجہ نے سفیان سے انہون نے سلمہ بن کہیل سے انہون نے حسن سے انہون نے ابن عباس سے کہ کہا انہون نے جب رمی جمرہ کی کر چکے تم تو حلال ہوئین تمہارے لیے سب چیزین مگر عورتین تو کہا ایک شخص نے کہ خوشبو بھی حلال ہی سو فرمایا انہون نے کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تر کرتے تھے سر اپنے مشک سے تو کیا مشک خوشبو ہی یا نہین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا رَمَى أَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رمی کر چکا کوئی تم مین سے جمرۂ عقبہ کی تو حلال ہوئین اوسکے واسطے سب چیزین مگر عورتین اور نہین ذکر کیا خوشبو کو اور روایت کیا اوسکو ابو داود نے اور اسناد مین اوسکی حجاج بن ارطاۃ ہی اور وہ ضعیف ہی اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور اوسمین بھی حجاج ہی اور کہا انہوں نے کہ نہین روایت کیا اوسکو مگر حجاج بن ارطاۃ نے کہتا ہوں مین کہ ایک دلیل قوی ہی اس باب مین یہ کہ روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے کہ کہا انہونے خوشبو لگائی مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت احرام کے جب احرام باندھا اور دن قربانی کے قبل طواف خانہ کعبہ کے اور اوسمین مشک تھا **ص** پھر طواف کرے زیارت کا کسی دن مین ایام نحر کے سات بار بغیر رمل اور سعی کے اگر پیشتر رمل اور سعی کر چکا ہو ورنہ رمل اور سعی بھی کرے اور اول وقت اوسکا بعد طلوع فجر کے ہی دن نحر کے اور اوسی دن یہ طواف کرنا افضل ہی اور حلال ہیں اب اوسکے واسطے عورتیں بھی تو اگر تاخیر کی طواف کی ایام نحر سے مکروہ ہی اور واجب ہوتی ہی قربانی پھر آئے منیٰ میں اور جب دوسرا دن نحر کا ہو تو بعد زوال آفتاب کے رمی کرے تین جمرونکی شروع کرے اوس جمرے سے جو نزدیک ہی مسجد خیف کے پھر جو اوس سے نزدیک ہی پھر جمرۃ العقبہ پر سات سات بار اور تکبیر کہے ساتھ ہر کنکری کے اور وقوف کرے بعد پہلی رمی کے اور دوسری رمی کے بعد تیسری رمی کے اور نہ بعد رمی کے دن نحر کے اور دعا مانگے پھر دوسرے دن ایسا ہی کرے پھر بعد اوسکے ایسا ہی کرے اگر ٹھہرے اور یہ اچھا ہی اور اگر پہلے کیا رمی کو چوتھے دن زوال پر جائز ہی اور درست ہی اوسکو وہان سے چلا جانا

قبل ہو یعنے چوتھے دن کے بعد طلوع ہوئے اور اگر ٹھہرا طلوع فجر تک تو واجب ہو گیا اوسپر رمی کرنا **ف** اسواسطے کہ روایت ہے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب حلق کیا اونھوں نے رجوع کیا طرف مکہ کے اور طواف کیا خانہ کعبہ کا سات پھیرے پھر لوٹ آئے منی میں
اور نماز پڑھی ظہر کی منی میں اخراج کیا اوسکا مسلم نے ابن عمرؓ سے کہا نافع نے اور تھے ابن عمرؓ لوٹتے دن نحر کے پھر رجوع کرتے تھے
طرف منی کے اور پڑھتے تھے ظہر اوس جگہ اور ذکر کرتے تھے کہ ایسا ہی کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حدیث جابر میں جو
صحیح مسلم میں موجود ہے خلاف اسکے کہ سوار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آئے خانہ کعبہ میں اور نماز پڑھی ظہر کی مکہ میں
اور نہیں شک ہے اس بات میں کہ کوئی ایک ان میں سے وہم ہے اور ثابت ہے حضرت عائشہؓ سے مثل حدیث جابر کے اور اسنادمین
اوسکی اسحٰق ہے اور وہ ثقہ ہے صحیح مذہب پر اور اسیواسطے کہا منذری نے مختصر میں یہ حدیث حسن ہے اور کہا شیخ ابن الہمام نے [illegible]
ہوئیں حدیثیں اور ضرور ہے پڑھنا نماز ظہر کا کسی جامین تو مسجد حرام میں معتبر ہو وجہ کثرت ثواب کے اوس جامین اور باقی سب صورتیں
جاری ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں **ص** اور جائز ہے رمی کرنا سوار ہو کے اور رمی جمرۂ اولی کی جو مسجد خیف کے پاس ہے
اور جمرۃ الوسطی کی جو اوسکے بعد ہے بغیر سواری کے کرنا افضل ہے اور جمرۂ عقبہ کی سوار ہو کے افضل ہے **ف** اور مروی ہے
حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ ابراہیم جراح نے کہا کہ داخل ہوا میں ابو یوسف کے پاس اوس بیماری میں کہ
انتقال کیا انھوں نے اوسمیں تو کھول دیں آنکھیں اپنی اور کہا مجھسے کہ رمی کرنا سوار ہو کے افضل ہے یا پیدل کرنا افضل ہے سو کہا میں نے
پیدل کہا خطا کی تو نے سو کہا میں نے سوار ہو کے کہا خطا کی تو نے اور کہا کہ جو رمی کہ اوسکے بعد ٹھہرنا اور تسبیح اور تہلیل اور دعا لازم
ہے وہ پیدل افضل ہے اور جو ایسی نہیں اوسمیں سوار ہو کے افضل ہے اور درمیان کی وجہ اسکی تو میں چلا اوسکے پاس سے یہانتک
کہ پہونچا تھا گھر کے دروازے تک کہ خبر اوسکے انتقال کی سنی سو تعجب کیا جاتا ہے اوسکے حفظ و یادداشت کہ موت کے وقت بھی اسطرح
مسائل کا مستحضر ہے **ص** اور اگر اسباب اپنا مکہ میں بھیجدیا اور اقامت کی منی میں واسطے رمی کے مکروہ ہے **ف** اسواسطے کہ روایت کیا
ابن ابی شیبہ نے عمرؓ سے مَنْ قَدَّمَ ثِقَلَهُ قَبْلَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَهُ یعنی جو شخص بھیجدے اسباب اپنے کو قبل کوچ کے سو نہیں ہے
حج اسکا اور ہمارے سے کہا انھوں نے کہ فرمایا حضرت عمرؓ نے مَنْ قَدَّمَ ثِقَلَهُ مِنْ مِنًى لَيْلَةَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَهُ اور منی میں جب
رہے تو چاہیے کہ رات کو بھی اوسی جا رہے اور مکروہ ہے کہ رات کو رمی کی اور جگہ رہے اسواسطے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے عَنْ عُمَرَ
أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى أَنْ يَبِيتَ أَحَدٌ مِنْ وَرَاءِ الْعَقَبَةِ وَكَانَ يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَدْخُلُوا مِنًى وَأَخْرَجَ أَيْضًا عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ نَحْوَهُ وَأَخْرَجَ أَيْضًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَنَامَ أَحَدٌ أَيَّامَ مِنًى بِمَكَّةَ اور معنی اسکے یہ ہیں کہ مکروہ
ہے ایام منی میں سوا منی کے اور جگہ رات کو رہنا اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے **ص** اور جب کوچ کرے مکہ کو اترے
محصّب میں **ف** سواسطے کہ اوترے تھے اوسمیں سردار ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے یہ صحاح ستہ میں
ص پھر طواف کرے طواف صدر کا سات پھیرے بغیر رمل اور سعی کے اور یہ طواف واجب ہے مگر اہل مکہ پر **ف** اسواسطے کہ
روایت کی ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج کرے خانہ کعبہ کا تو آخر کام اوسکا ساتھ خانہ کعبہ کے طواف ہے
مگر حائضہ عورتیں اور رخصت دی اونکو اوسکے ترک میں کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور صحیحین میں ہے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا اسکا اور اس سے وجوب اسکا ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ مکہ کے رہنے والے ہیں اونپر یہ طواف واجب نہیں

اسواسطے کہ یہ طواف وداع یعنی رخصت کا ہے اور مکے کے لوگ کعبے سے رخصت نہیں ہوتے ہیں ص پیوے پانی زمزم کا
ف روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر پانی دنیا میں پانی زمزم کا ہے کہ اوس میں
کھانا ہے سیر کرنے والا اور شفا ہے بیمار کی یعنی جو پانی زمزم کا پیوے کا شخص سیر ہونے کی نیت سے پلا دیوے خدا اوسکو اوس قدرت سے سیر کرتا ہے
تو روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور راوی اوسکے ثقہ ہیں اور روایت کیا اوسکو ابن حبان نے بھی آخر حدیث تک اور روایت
کی بزار نے ساتھ اسناد صحیح کے اور دیکھئے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی زمزم کا کھانا ہے سیر کرنے والا اور شفا ہے بیمار کی اور
حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ہم نام رکھتے تھے زمزم کا شباعہ یعنی سیر کرنے والا اور ہم پاتے تھے اوسکو اچھی مدد عیال
اطفال پر یعنی وہ اگر بھوکے ہوتے تھے تو اوسکے پانی سے سیر ہوجاتے تھے روایت کیا اوسکو طبرانی نے کبیر میں اور اسناد اوسکی
صحیح ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ کہا مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ اِنْ شَرِبْتَهُ لِتَسْتَشْفِيَ شَفَاكَ اللّٰهُ وَاِنْ
شَرِبْتَهُ لِيُشْبِعَكَ اَشْبَعَكَ اللّٰهُ وَاِنْ شَرِبْتَهُ لِيَقْطَعَ ظَمَأَكَ قَطَعَهُ اللّٰهُ وَهِيَ هَزْمَةُ جِبْرِئِيلَ وَسُقْيَا اللّٰهِ
اِسْمٰعِيْلَ یعنی پانی زمزم کا جس واسطے پیا جاتا ہے اوسی کے واسطے ہوتا ہے اگر پیئے تو اوسکو شفا کے لیے شفا دیگا تجکو اللہ تعالیٰ
اور اگر سیر ہونے کے واسطے پیئے سیر کریگا تجکو اللہ اور اگر پیاس موقوف ہونے کے لیے پیئے تو موقوف کردیگا پیاس کو تیری اللہ تعالیٰ
اور وہ پانوں مارنا حضرت جبرئیل کا ہے اور پانی پلانا اللہ کا حضرت اسمعیل کو روایت کیا اوسکو دار قطنی نے اور سکوت کیا اوس
باوجود کہ صحیح اوسکا اوس میں عمر بن حسین استانی ہے طعن کیا اوپر ذہبی نے بسبب سکوت کرنے اوسکے اوس حدیث پر باوجود
اس بات کے کہ ضعیف کیا اوسکو دار قطنی نے اور مروی ہے اوس سے کہ کاذب کہا انہوں نے اوسکو اور اوسکے واسطے اور طعن ہیں اور
کہا کہ یہ حدیث اس اسناد سے باطل ہے نہیں روایت کیا اوسکو ابن عیینہ نے بلکہ معروف حدیث جابر کی ہے روایت عبداللہ سے
اور روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک میں اور زیادہ کیا وَاِنْ شَرِبْتَهُ مُسْتَعِيْذًا اَعَاذَكَ اللّٰهُ یعنی اگر پیے گا تو اوسکو
دراں حالیکہ پناہ مانگنے والا ہے پناہ دیگا اللہ تجکو اور تھے حضرت عبداللہ بن عباس جب پیتے پانی زمزم کا فرماتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اور اس حدیث کی صحت میں کلام ہے بیان کیا اوسکو ابن الہمام نے
اور طول کیا اس حدیث کی جرح اور تعدیل میں اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے بہت طریقوں سے اور پیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے پانی اوسکا اور آپنے اوس میں سے ایک ڈول نکال کے کچھ پانی پی لیا اور باقی کو اوس میں ڈال دیا روایت کیا اوسکو ازرقی نے تاریخ مکہ میں
اور ابن سعد نے طبقات میں اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپنے اوس میں تھوک دیا تھا اس سبب سے اوسکو یہ عزت اور شرف حاصل ہوا اور روایت
کیا اوسکو امام احمد اور طبرانی نے ابن عباس سے ص پھر بوسہ لیوے چوکھٹ کو اور رکھے سینہ اپنا اور منہ اپنا ملتزم پر اور ملتزم درمیان
حجر اسود اور دروازے کے ہے اور پردہ کعبے کا ہاتھ میں پکڑ کر روتا ہوا دعا مانگے نہایت عجز و زاری سے اور وہاں سے حسرت کرتا ہوا اور ڈرتا ہوا
کعبے کی مفارقت اور جدائی میں اولٹے پانوں لوٹے یعنی پشت اوس طرف کرکے نہ لوٹے ف روایت کی ابوداود نے عمرو بن شعیب سے
کہا کہ طواف کیا میں نے ساتھ عبداللہ کے تو جب آئے ہم پیچھے کعبے کے کہا میں نے کیا نہیں پناہ مانگتے ہو کہا کہ پناہ مانگتا ہوں میں دوزخ
سے پھر گئے اور بوسہ دیا حجر اسود کو اور کھڑے ہوئے درمیان رکن اور باب کے سو رکھا سینہ اپنا اور منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں
کف کو اور کشادہ کیا اوسکو پھر کہا کہ ایسا ہی دیکھا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے

اور کہا اسد ری نے کہ شعبہ نے اور محمد نے طواف کیا ساتھ عبد اللہ کے اور وہ ضعیف ہے ساتھ مثنی بن الصباح کے اور عبد اللہ سے
مراد اس جگہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہیں تصریح کی اونکے نام کی عبد الرزاق نے اپنی روایت میں ساتھ سند صحیح کے اور ملتزم کو ابن عباس نے
مقرر کیا کہ درمیان رکن اور دروازے کے ملتزم ہے روایت کی بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مَا بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْبَابِ مُلْتَزَمٌ یعنی درمیان رکن اور باب کے ملتزم ہے آخر روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل میں ابن
عباس سے مرفوعا اور موقوف کیا اوسکا عبد الرزاق نے کہا انھون نے حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ عَبْدِ الْکَرِیْمِ الْجَزَرِیِّ
عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا بَیْنَ الرُّکْنِ اور ایسا ہی ہے موطا میں اور ملتزم اون مکانون میں سے ہے جہان دعا قبول ہوتی
ہے مروی ہے ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم اللہ کی نہین دعا کی بندے اوس جگہ کبھی مگر قبول کیا اوسکو اللہ
اور حسن بصری کے رسالے مین ہے کہ دعا وہان پندرہ جگہ پر قبول ہوتی ہے وقت طواف کے اور نزدیک ملتزم کے اور نیچے میزاب کے اور خانہ
کے اندر اور نزدیک زمزم کے اور پیچھے مقام ابراہیم کے اور صفا اور مروہ پر اور سعی کے وقت اور عرفات مین اور مزدلفہ مین اور منی میں
اور وقت جمرات کے اور ذکر کیا بعضون نے کہ وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے اور حطیم مین اور مستحب ہے کہ جاوے اندر خانہ کعبہ کے اور میاں ہوچکا
اور پرانا سب تیسرے دن کا ص اور ساقط ہوگا طواف قدوم اوس شخص سے جسنے وقوف کیا عرفے میں قبل جانے مکے کے اور اسکے
ترک کرنے سے کچھ اوسپر واجب نہیں اسواسطے کہ یہ طواف سنت ہے اور سنت کے ترک سے کچھ واجب نہیں ہوتا اور جسنے وقوف کیا عرفات
مین ایک ساعت بھی بعد زوال آفتاب نوین تاریخ سے دسوین تاریخ کے طلوع فجر تک تو پایا اوسنے حج کو ف تو اول وقت وقوف
کا عرفات میں بعد زوال آفتاب نوین تاریخ کے ہے اور یہ گذرا حدیث جابر میں اور آخر وقت طلوع فجر دسوین تاریخ تک ہے آخر روایت
کی دار قطنی نے کہ جو شخص وقوف کرے عرفات مین رات کو تو اوسنے پایا حج کو اور جسکو فوت ہوا وقوف عرفات کا تو فوت ہوا اوسکا حج تو
حلال ہوجاوے وہ عمرے سے اور لازم ہے اوسپر حج اگلے سال اور اسناد میں اوسکی رحمۃ بن مصعب ہے کہا دار قطنی نے اور نہین لایا اوسکو کوئی سوا اوسکے
اور روایت کی کچھ اوسمیں سے اصحاب سنن اربعہ نے ص اور جو شخص عرفات سے گذر گیا اور وہ سوتا تھا یا بیہوش تھا اور یا اہلال کیا اوس سے اوسکے رفیقون نے
یا معلوم نہوا اوسکو کہ یہ عرفہ ہے تو صحیح ہوا حج اوسکا اور جسنے نہیں وقوف کیا عرفات کا فوت ہوا حج اوسکا سو طواف کرے اور سعی کرے
اور حلال ہوجاوے اور قضا کرے حج کی اگلے سال یہ اوس شخص کے لیے ہے کہ احرام باندھ چکا ہو حج کا اور عورت بھی سب کام مثل مرد
کے ہے لیکن وہ نہ کھولے سر اپنا ف اور دلیل اسکی بیان کر چکے ص بلکہ کھولے منہ اپنا اور اگر منہ پر کوئی کپڑا ڈال لیوے اور
منہ سے جدا رہے تو درست ہے اور لبیک بھی جہر سے نکرے اور نہ سعی کرے درمیان دو میلوں کے اور نہ حلق کرے بلکہ قصر کرے اور
پہنے سیے ہوئے کپڑے کو اور نہ قریب ہو حجر اسود کے اوس ازدحام مین ف اور منہ پر کپڑا ڈال لیا اور منہ سے جدا رکھا عورت
کے لیے حضرت عائشہ سے مروی ہے روایت کیا اسکو ابو داود اور ابن ماجہ نے ص اور اگر عورت حائضہ ہو تو سب کام حج کا
کرے سوا طواف کے ف اسواسطے کہ طواف میں مسجد مین جانا پڑتا ہے اور حائضہ کو مسجد مین جانا درست نہین جیسا کہ
کتاب الطہارۃ مین گذرا ص اور اگر کسی عورت کو بعد وقوف عرفات کے اور طواف الزیارۃ کے حیض ہوا تو ساقط ہوجاویگا
اوس سے طواف رخصت کا یعنی طواف صدر اور احرام جیسے لبیک کہنے سے ہوتا ہے اسی طرح بدنہ بھیجنے سے بھی احرام ہوجاتا ہے
تو جس شخص نے تقلید کی بدنہ کی ف یعنی اوسکے گلے مین علامت کے لیے نعل یا ٹکڑا نعل کا یا توشہ دان یا دستہ اوسکا

یا داڑھی کسی درخت کی باندھ دیوے تاکہ معلوم ہو کہ یہ بدنہ ہدی ہے یعنی کعبے میں جاتی ہے اور اسکو تقلید بدنہ کہتے ہیں **ص** نفل کے طور پر باندھی تھی یا بدلہ تھا شکار کا احرام میں یا مانند اسکے مثل قربانیوں کے بسبب جنایت کے جو اگلے سال میں اوس سے واقع ہوئی تھی **ف** یعنی یہ قربانی یا بدلہ ہو شکار کا اوس نے احرام میں کیا تھا کیونکہ احرام میں شکار کرنا حرام ہے اور اگر کرے تو اوسکے برابر دوسرا جانور قربانی کرے اور جنایات کا بیان آگے آویگا **ص** اور وہ ارادہ کرتا ہے حج کا یا قربانی بھیجے اسواسطے کہ وہ تمتع کا ارادہ رکھتا ہے اور متوجہ ہوا ساتھ اوس قربانی کے کے مکے شریف کا سو وہ محرم یعنی احرام سے ہو گیا جیسا لبیک کہنے سے محرم ہو جاتا ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ قَلَّدَ بَدَنَةً فَقَدْ اَحْرَمَ یعنی جس نے تقلید کی بدنہ کی سو وہ محرم ہو گیا اور یہ حدیث ہدایے میں ہے اور مرفوع نہیں پائی گئی ہاں روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن عباس اور ابن عمر سے اونکا قول اور نکالا سعید بن جبیر سے کہ دیکھا انھوں نے ایک شخص کو کہ تقلید کی تھی اوس نے بدنہ کی سو کہا انھوں نے کہ اس شخص نے احرام باندھا اور روارد ہوا مثل اوسکے حدیث مرفوع میں نکالا اوسکو عبد الرزاق نے اور روایت کی بزار نے مسند میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کو اور طبرانی نے قیس بن سعد سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے **ص** اور اگر اشعار کیا یعنی ایک طرف اونٹ کی کوہان میں بائیں طرف چیر دیا تا معلوم ہو کہ یہ ہدی ہے یا اوسکی پیٹھ پر جھول کو ڈالا یا تقلید کی بکری کی محرم نہوگا **ف** اور اشعار کرنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک اچھا ہے اور اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے اور کچھ مضایقہ نہیں لاسمین اور جھول ڈالنے سے اسواسطے محرم نہیں ہوتا کہ وہ واسطے حفاظت کرنے مکھیوں وغیرہ کے ہوتی ہے تو حج کے اعمال میں سے اوسکا شمار نہیں **ص** اور اگر بدنہ بھیجا تو محرم نہوگا جبتک کہ خود اوس سے مل نجاوے اور اگر ساتھ نہوا بدنہ کے بلکہ فقط اوسکو بھیجدیا محرم نہوگا اور جب ملجاویگا محرم ہو جاویگا **ف** کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کرتی تھی میں واسطے بدنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلادے اور بھیج دیتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکو اور حلال ہوتی تھی اور یہ مروی ہے بہت طریقوں سے صحیح میں روایت کیا اوسکو بخاری نے **ص** اور بدنہ اونٹ اور بیل اور گاے سے ہوتا ہے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک بدنہ فقط اونٹ سے ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک اونٹ اور بیل ہدی بھیجنا دونوں درست ہیں اور شافعی کے نزدیک سوا اونٹ کے درست نہیں اور دلیلیں اونکی فتح القدیر میں ملکو ہیں

ص باب قران اور تمتع کے بیان میں

قران افضل ہے حج مفرد اور تمتع سے **ف** تجاننا چاہیے کہ حج مفرد کا بیان تو گذر چکا اور حج مفرد اوسکو کہتے ہیں کہ تنہا کرے حج کا اسطرح پر کہ اوس سال میں عمرہ نکرے یا بعد ایام حج یا قبل شوال کے کرے اور تمتع اوسکو کہتے ہیں کہ احرام باندھ کر عمرے کے افعال کرتا حج کے مہینوں میں اور قبل لوٹ جانے کے بعد فارغ ہونے کے عمرے سے احرام کھول کے یا بغیر احرام کھولے حج بھی ادا کرنا لیکن اگر قربانی ساتھ لیے ہو تو اوسکو حج سے پہلے حلال ہونا جائز نہیں اور تمتع نام اسکا اسواسطے ہے کہ متمتع فایدہ اوٹھا سکتا ہے اون چیزون میں جو احرام میں ممنوع ہیں درمیان احرام عمرہ اور حج کے بخلاف قران کرنے والے کے کیونکہ وہ اگر بعد عمرے کے کوئی جنایت کریگا قربانی لازم آویگی **ص** اور قران اوسکو کہتے ہیں کہ لبیک کہنا ساتھ حج اور عمرے کے ایک ہی بار میں میقات سے **ف** اور قران افضل ہے تمتع سے اور افراد سے ہمارے نزدیک اور تمتع افضل ہے افراد سے کیونکہ روایت کی طبرانی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یَا آلَ مُحَمَّدٍ اَهِلُّوا بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ یعنی اہلال کرو یعنی بلند کرو آوازیں اپنی ساتھ لبیک کے واسطے حج اور عمرے کے ایک ساتھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

حج مفرد اور قران اور تمتع سب منقول ہین احادیث صحیحہ مین ذکر کیا اونکو شیخ ابن الہمام نے **ص** اور کیفیت قران مین بعد نماز کے
یعنی بعد دو رکعت دوگانے کے جو وقت ارادہ احرام کے پڑھتے ہین اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ
اے اللہ ارادہ کرتا ہون حج اور عمرے کا سو آسان کر تو اون دونون کو میرے واسطے اور قبول کر اونکو مجھسے اور طواف کرے واسطے
عمرے کے سات پھیرے رمل کرے اول کے تین پھیرون مین اور سعی کرے اور سر نہ منڈاوے پھر حج کرے جیسا گذرا سو اگر اوسنے
دو طواف کیے اور دو بار سعی کی مکروہ ہے یعنی چودہ پھیرے طواف کے کیے سات واسطے عمرے کے اور سات طواف قدوم کے حج کے لیے
ف اسواسطے کہ طواف قدوم سنت حج مین ہے عمرے مین نہین **ص** پھر سعی کرے دونون کے واسطے اور یہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے
اس لیے کہ اوسنے تاخیر کی سعی عمرہ میں اور تقدیم کی طواف قدوم مین **ف** اور عمرہ کرکے پھر افعال حج کے شروع کرے اور دوبارہ حج
کیواسطے بہتر سعی اور طواف کرے اور امام شافعی کے نزدیک ایک ہی طواف کرے اور ایک ہی بار سعی کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے داخل ہوا عمرہ حج مین دن قیامت تک اور صحیحین مین ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھون نے قران کیا اور ایک طواف کیا دونون کیواسطے پھر کہا کہ ایسا ہی
کیا تھا اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی نسائی نے ابراہیم بن محمد بن حنفیہ سے کہا انھون نے طواف کیا میں
ساتھ اپنے باپ کے اور جمع کیا تھا انھون نے حج اور عمرے کو سو طواف کیے اون دونون کے واسطے دو طواف اور دو بار سعی کی اور کہا کیا تھا
علیؓ نے ایسا ہی اور حدیث بیان کی اوسنے کہ کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا بعض لوگون نے ایسا ہی سو کہا
اونکے واسطے حضرت عمرؓ نے هُدِیْتَ بِسُنَّةِ نَبِیِّكَ ہدایت کیا گیا تو واسطے سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا ہی ہے
ہدایہ مین اور یہ حدیث بیچ ملی اور نسائی کی روایت مین حماد بن عبد الرحمن اگرچہ ضعیف کیا اوسکو ازدی نے لیکن ذکر کیا
اوسکو ابن حبان نے ثقات مین تو حدیث اوسکی درجہ حسن سے کم نہین اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین **ثنا** اَبُوْ حَنِیْفَةَ **ثنا** مَنْصُوْرُ
بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنْ اَبِیْ نَصْرٍ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِذَا اَهْلَلْتَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَطُفْ لَهُمَا طَوَافَیْنِ
وَاسْعَ لَهُمَا سَعْیَیْنِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ مَنْصُوْرٌ فَلَقِیْتُ مُجَاهِدًا وَهُوَ یُفْتِیْ بِطَوَافٍ وَاحِدٍ لِمَنْ
قَرَنَ فَحَدَّثْتُهُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُهُ لَمْ اُفْتِ اِلَّا بِطَوَافَیْنِ وَاَمَّا بَعْدَهُ فَلَا اُفْتِیْ اِلَّا
بِهِمَا یعنی کہا حضرت علیؓ نے جب اہلال کرے تو ساتھ حج اور عمرے دونون کے تو دو بار طواف کر اور دو بار سعی کر صفا
اور مروہ پر کہا منصور نے ملاقات کی مینے مجاہد سے اور وہ فتوی دیتے تھے ساتھ ایک طواف کے جو قران کرے تو یہ حدیث بیان
کی مینے اونسے سو کہا اونھون نے اگر مین سنتا یہ حدیث نہ فتوی دیتا مگر ساتھ دو طواف کے اور لیکن اب بعد اسکے سو نہ فتوی دونگا مگر
ساتھ دو طواف کے اور نہین شبہ ہے اس سند کی صحت میں باوجود اس بات کے کہ مروی ہے حضرت علیؓ سے طرق بہت اور یہ اونکو
ترک کیا اور اقتصار کیا اس صحیح طریقے پر اور روایت کیا اوسکو امام شافعیؒ نے اور اوسکی اسناد میں ایک راوی مجہول ہے اور تاویل کی
اوسکی امام شافعیؒ نے اسطرح پر کہ طواف کرے خانہ کعبہ کا اور ساتھ صفا اور مروہ کے طواف کرے خانہ کعبہ کا طواف زیارت اور یہ صریح مخالف ہے
کلام حضرت علیؓ کے اور رد ہے جو کہا ابن بطال نے کہ اگر یہ قول ثابت ہو حضرت علیؓ سے تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسک کرنا ساتھ اوسکے
اولی ہے اور رد یہ ہے کہ فرمایا آپ نے جو شخص احرام باندھے ساتھ حج اور عمرے کے کافی ہے اون دونون سے ایک طواف اور ایک سعی جواب اوسکا یہ ہے
کہ مانند قول حضرت علیؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے تو معارض ہوئے دونون قول تو یہ روایت باقی رہی سالم معارضہ سے

حماد بن عبد الرحمن

پس تمسک ساتھ اسکے اولیٰ ہے اور ثابت ہوئی یہ حدیث عمران بن حصین سے نکالا اوسکو دارقطنی نے محمد بن یحییٰ ازدی سے انھون نے عبداللہ بن داؤد سے انھون نے شعبہ سے انھون نے حمید بن ہلال سے انھون نے مطرف سے انھون نے عمران بن حصین سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیے دو طواف اور سعی کی دو بار اور محمد بن یحییٰ کہا دارقطنی نے ثقہ ہے اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے کتاب الثقات مین سوا اسکے کہ دارقطنی نے اس روایت مین اوسکی طرف وہم کی نسبت کی ہے اور کہا کہ صواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ساتھ حج اور عمرے کے اور نہیں ذکر ہے اوسمین سعی اور طواف کا اور حاصل یہ ہے کہ ذکر سعی اور طواف کا زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے علاوہ اسکے مروی ہے ابن مسعود سے اور حضرت علی سے کہا ابن ابی شیبہ نے **ثنا** هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ زِيَادِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَلِيًّا وَابْنَ مَسْعُودٍ قَالَا فِي الْقِرَانِ يَطُوفُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعَى سَعْيَيْنِ فَهٰؤُلَاءِ أَكَابِرُ الصَّحَابَةِ عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَإِنْ عَارَضَ مَا ذَهَبُوا إِلَيْهِ رِوَايَةٌ وَمَذْهَبًا رِوَايَةُ غَيْرِهِمْ وَمَذْهَبُهُ كَانَ قَوْلُهُمْ وَرِوَايَتُهُمْ مُقَدَّمَةً مَعَ مَا يُسَاعِدُ قَوْلَهُمْ وَرِوَايَتَهُمْ مِمَّا اسْتَقَرَّ فِي الشَّرْعِ مِنْ ضَمِّ عِبَادَةٍ إِلَى أُخْرَى أَنَّهُ يَفْعَلُ أَرْكَانَ كُلٍّ مِنْهُمَا انتهى ما قال الشيخ ابن الهمام في حاشية الهداية

ص اور قربانی کرے قران مین بعد رمی کے دن نحر کے اور اگر عاجز ہو قربانی سے تین روزے رکھے کہ اخیر روزہ اون کا عرفے کے دن ہو یعنی ساتوین تاریخ سے روزہ رکھنا شروع کرے اور سات روزے بعد حج کے رکھے جب چاہے یعنی بعد ایام تشریق کے کہ ان دنون مین روزہ رکھنا حرام ہے **ف** اور قربانی یا بکری ہو یا گائی ہو یا اونٹ ہو یا ساتوان حصہ گائے یا اونٹ کا ہو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ یعنی جو شخص تمتع کرے تو اوسپر لازم ہے ہدی اور تمتع بھی مثل قران کے ہے اور روزے رکھنا بھی قرآن سے ثابت ہین فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یعنی جو شخص نہ پاوے قربانی کو تو اوسپر لازم ہین تین روزے حج مین اور سات جب اپنے گھر لوٹے یہ دس روزے ہوے پورے **ص** تو اگر فوت ہوے یہ تین روزے مقرر ہوئی قربانی **ف** یعنی پھر قربانی کرنا ضرور ہے اور امام شافعی کے نزدیک بعد حج کے یہ روزے رکھ لے اور قربانی واجب نہین اور امام مالک کے نزدیک انھی دنون مین روزے رکھلے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ جب عرفے کے دن تک روزے نہ رکھے تو چار دن کا روزہ رکھنا تو حرام ہوا اور جب چار دن گذر گئے تو اب جو روزے رکھیگا تو حج مین نہونگے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ یعنی روزے تین دن کے حج مین چاہیے **ص** اور قارن اگر مکے مین نہ گیا بلکہ پہلے ہی سے وقوف کیا عرفات مین باطل ہوا عمرہ اوسکا اور واجب ہوئی اوسپر قربانی عمرے کے ترک سے اور ساقط ہوئی قربانی قران کی اور واجب ہوئی قضا عمرے کی **ف** یعنی عمرے کو ترک کیا اوسنے کیونکہ طواف نکیا اور کھولڈالا احرام بغیر اوسکے تو واجب ہوگی اوسپر قربانی اور قربانی قران کی واجب نہوئی کیونکہ قران اوس جگہ پایا نہین گیا **ص** اور تمتع بہتر ہے حج مفرد سے **ف** اسواسطے کہ تمتع مین جمع ہے درمیان دو عبادتون کے مثل قران کے **ص** اور تمتع یہ ہے کہ احرام باندھے عمرے کے لیے میقات سے حج کے مہینون مین اور طواف کرے اور سعی کرے اور حلق کرے یا قصر کرے اور موقوف کرے لبیک کو اول طواف مین عمرے کے پھر احرام باندھے حج کا دن ترویے کے اور قبل اوسکے افضل ہے اور حج کرے مفرد کے مانند جیسا کہ گذرا **ف** اور ایسا ہی کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حلق اور قصر کرنا امام مالک کے نزدیک نہین ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی معاویہ نے

کہ قصر کیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہ عمرے میں تھا واللہ اعلم اور لبیک کو اول طواف میں موقوف کرے اسواسطے
کہ روایت کی ترمذی نے ابن عباسؓ سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باز رہتے لبیک سے عمرے میں جس وقت بوسہ دیتے تھے حجر اسود
کو اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور روایت کیا اوسکو ابو داود نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک کہے عمرہ
کرنے والا اوس وقت تک کہ چھوئے حجر اسود تک اور یہ حدیثیں حجت ہیں امام مالک رح پر کہ نزدیک اونکے لبیک کو وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے موقوف
کرے **ص** مگر فرق یہ ہے کہ رمل کرے طواف زیارت میں اور سعی کرے بعد اوسکے اسواسطے کہ یہ اوسکے لیے اول طواف ہے حج کا بخلاف مفرد کے
کہ اوس نے سعی کی ہے ایکبار اور اگر متمتع نے قبل جانے منی کے بعد احرام حج کے طواف کیا اور سعی کی تو اب طواف زیارت میں رمل نکرے اور نہ سعی کرے بعد اوسکے
اسواسطے کہ وہ ایکبار دونوں کام کر چکا اور اوسپر لازم ہے ذبح کرنا اور نہ کافی ہوئیگا اوسے قربانی دن نحر کے آوے اگر عاجز ہوا اوس سے روزہ رکھنا جیسا قران کا ہے
تین روزے رکھنا جائز ہیں بعد احرام کے نہ قبل احرام کے اور تاخیر کی مستحب ہے یعنی تین روزے جو رکھے جاتے ہیں حج میں جسکو قربانی میسر نہو تو اوسکو بعد
احرام عمرے کے ۱۲
احرام کے حج کے مہینوں میں رکھنا اوسکا درست ہے اور افضل یہ ہے کہ تاخیر کرے اس طرح پر کہ تین روزے پے در پے رکھے اور اخیر روزہ عرفے کے دن پڑے
اور اگر متمتع قربانی کو ہانکنا چاہے اور یہ افضل ہے احرام باندھے اور اپنی ہدی کو چلاوے اور سوق یعنی پیچھے سے ہدی کو ہانکنا افضل ہے اوسکو آگے کھینچ
کھینچنے سے اور اوسکو قود کہتے ہیں **ف** اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ذوالحلیفہ میں اور ہدایا آپکے آگے ہانکے جاتے تھے آگے اونکے مگر جب سوق
سے ہدی نہ چلے تو قود کرے **ص** اور تقلید کرے بدنے کی اور یہ اولی ہے تجلیل سے **ف** تقلید کے معنی بیان کر چکے یعنی اونٹ گائے کے گلے میں جوتہ
یا توشہ دان وغیرہ ڈال دے اور تجلیل جھول ڈالنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے لیکن تقلید افضل ہے تجلیل سے اسواسطے کہ حدیث میں تقلید فرمایا ہے
جیسا گذرا اور قرآن شریف میں ہے ولا الهدی ولا القلائد **ص** مراد نہیں کہ تجلیل سے محرم ہوتا ہے بلکہ پہلا معلوم ہوا کہ تجلیل سے محرم نہیں
ہوتا جب تک لبیک نہ کہے یا کوئی دل قائم مقام اوسکے نہو اور تقلید ہے اور مکروہ ہے اشعار یعنی چیر دینا کوہان اونٹ کا بائیں طرف سے اور اگر کرے
تو بائیں طرف سے اچھا ہے اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ مارا اوسکی بائیں طرف میں قصداً اور داہنی طرف میں اتفاقاً اور امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ رکھا اوسکو کیونکہ مشابہ ہے مثلہ کے **ف** اور مثلہ کے معنی تغیر خلق اللہ ہے اور منع کیا اس سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث عمران میں ہے کہ نہیں کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے میں مگر منع کیا ہمکو مثلے سے اور مثلہ
حرام ہے مرتدین میں جسکا قتل واجب ہے تو کیونکر ہوگا قربانی میں **ص** اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اسواسطے کیا تھا
کہ مشرکین تعرض کرتے تھے ہدایا سے مگر جب اشعار کرتے تھے تو باز رہتے تھے اوس سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مکروہ رکھا امام ابو حنیفہ رح نے
اشعار کو اپنے زمانے کے لوگوں کے واسطے کیونکہ وہ اوسمیں مبالغہ کرتے تھے یہاں تک کہ خوف ہوتا اوس سے سرایت زخم کا اور بعضوں
نے کہا ہے کہ اختیار کرنا اوسکا تقلید پر مکروہ ہے **ف** اور امام شافعی رح کے نزدیک سنت ہے اور صاحبین کے نزدیک مستحب ہے روایت کی
(نہ مطلقاً ۱۲ — یعنی اشعار ۱۲ — اور اہلحدیث کا)
جامع ترمذی میں کہ بیٹھے تھے ایک جگہ وکیع اور حدیث بیان کی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اشعار کیا آپنے اور کہا کہ
ابو حنیفہ رح کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے تو کہا ایک شخص نے ابراہیم نخعی سے بھی یہی مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے تو نہایت غصے ہوئے وکیع رحمۃ اللہ علیہ
اور کہا کہ میں تو تجھسے حدیث بیان کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تو بیان کرتا ہے اوسکے مقابلے میں قول ابراہیم کا لائق ہے کہ قید کیا
جاوے تو پھر نہ نکلے تو یہی جب تک کہ باز آوے تو اپنے قول سے انتہی اور سبب غصے ہونے وکیع کا یہ تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شخص قول بیان کرے تو اوسکے مقابلے
میں کوئی دوسرے کا قول مخالف اوسکے بیان کرے تو لائق تنبیہ کے ہے اسواسطے کہ معارضہ کرتا ہے وہ قول غیر کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حجت

جب یہ حدیث بیان کی لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ نہ منع کرو اللہ کی لونڈیوں کو یعنی عورتوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے تو انکے بیٹے نے کہا کہ ہم منع کرینگے اور عبد اللہ اس بات سے خفے ہوے اور بہت برا کہا اونکو اور ترک کیا کلام اونسے مرتے دم تک اور اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے روایت کی ترمذی نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائیں دو جوتیاں اور اشعار کیا ہدی کا داہنی طرف سے ذو الحلیفہ میں اور دور کیا اوس سے خون کو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور روایت کیا اوسکو مسلم نے اور بخاری نے بھی اور نہیں ذکر کیا داہنی اور بائیں طرف کو اور ہمارے نزدیک بائیں طرف کرے اگر کرے روایت ہے ابی حسان سے اونہوں نے ابن عباسؓ سے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا جانب الیسر یعنی بائیں طرف میں پھر بہایا خون اوس سے اور تقلید کی اوسکی دو نعلوں سے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور کہا یہ حدیث منکر ہے حدیث ابن عباسؓ سے بلکہ مشہور وہ ہے جو روایت کی ہے مسلم نے اور بہت لوگوں نے داہنی طرف میں اور صحیح کہا ابن القطان نے کلام اوسکا لیکن روایت کی ابو یعلی نے ابن عباسؓ تک اور طریقے سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا بدنے کا بائیں جانب میں پھر بہایا خون اوس سے اونگلی سے اور موطا میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب ہدی بھیجتے تھے مدینے سے تقلید کرتے تھے اوسکی دو نعلوں سے اور اشعار کرتے تھے اوسکا بائیں طرف سے اور یہ معارض ہو سکے جو روایت کی ہے مسلم نے حاصل یہ ہے کہ ان حدیثوں سے اشعار کرنا ثابت ہے تو عمل کرنا اوسپر کچھ منافی مذہب امام ابو حنیفہ نہیں کیونکہ فرمایا آپنے مَا جَاءَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَہُوَ مَذْہَبُنَا جو صحیح ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی مذہب ہمارا ہے اور وجہ اسکی یہ تھی کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور اور ایک نفسانیت تھی فقط ظاہر کرنا حق کا منظور تھا اور سبب کرنے امام صاحب کا پہلے معلوم ہوا اور جب سبب معلوم ہوا تو کراہیت بھی نہ ہوگی اور امام ممدوح اس صورت میں کسیطرح مورد طعن نہیں ہو سکتے تو اشعار میں صحیح یہ ہے کہ سنت ہے لیکن چونکہ اب لوگ اسمیں نہایت مبالغہ کرنے لگے اور خوف ہلاک بدنہ ہوتا ہے اور یہ کیفیت اشعار سے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا واقف نہیں تو تقلید بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے تو احتیاط تقلید میں ہے اشعار سے واللہ اعلم

ص اور عمرہ کرے اور نہ کھولے احرام عمرے کا یہانتک کہ احرام باندھے حج کا دن ترویے کے اور قبل اوسکے افضل ہے اور احرام نہ کھولے عمرے کا جب سوق کیا ہو ہدی کا اور اگر سوق نہ کیا ہدی کا تو حلال ہو جاوے احرام عمرے سے جسطرح گذرا **ف** اور اس باب میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ذکر کیا اوسکو صاحب ہدایہ نے

ص اور حلق کرے دن نحر کے اور حلال ہو جاوے دونوں احراموں سے **ف** یعنی ایک احرام حج کا اور ایک احرام عمرے کا

ص اور جو شخص مکے کا رہنے والا ہے وہ افراد کرے اور قران اور تمتع نکرے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے ذٰلِکَ لِمَنْ لَّمْ یَکُنْ اَہْلُہٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یہ اوسکے واسطے ہے کہ نہوں اہل اوسکے حاضر مسجد حرام میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکی بھی قران اور تمتع کرے اور جو شخص میقات کے اندر داخل ہے وہ مثل مکی کے ہے اور وہ بھی تمتع اور قران نکرے

ص اور جسنے عمرہ کیا اور نہ سوق کیا ہدی کا اور لوٹ آیا اپنے گھر میں تو اوسکو اب احرام کھولنا صحیح ہے اور الم اوسکا باطل ہو گیا اور تمتع باطل ہو جاویگا اور جسنے سوق کیا ہدی کا تو اونہوں نے اسکو واسطے جمع کرنے روایت ہو گا تو اب الم اوسکا فاسد ہو گیا اور جب لوٹ آیا اور احرام باندھا حج کا تمتع اوسکا صحیح ہو گیا اور جسنے احرام باندھا قبل حج کے مہینوں کے اور طواف کیا اوسمیں کم چار پھیروں سے اور پھر جب حج کے مہینے آئے اور تمام کر لیا اور طواف کو اور حج کیا تو تمتع اوسکا درست ہے اور اگر چار پھیرے کرلے قبل حج کے مہینوں کے تو تمتع نہوگا اور ایک شخص کوفے کا رہنے والا ہو اور داخل ہوا عمرے سے حج کے مہینوں میں اور سکونت کی اوسنے مکے میں یا بصرے میں اور حج کیا تو وہ متمتع ہے اسلیے کہ سفر اول اوسکا تمام نہیں ہوا بسبب اسکے کہ میقات سے خارج نہیں ہوا اور اگر کیا اوسنے عمرہ کو فاسد کیا اور تو دیا اوسکو اور قضا کیا پھر بعد اسکے لوٹ آیا اور پھر عمرے کی قضا کی حج کے مہینوں میں اور حج کیا اوسی سال میں تو متمتع ہو گا مگر جب کہ لوٹ آیا اپنے گھر میں پھر عمرہ کیا حج کے مہینوں میں اور اوسی سال حج کیا تو متمتع ہو گا اور جسنے عمرہ کیا حج کے مہینوں میں اور اوسی سال حج کیا تو جو ان میں سے فاسد کیا اوسکو کرتا چلا جاوے اور ساقط ہو گیا دم تمتع کا

صل باب جنایات کے بیان میں

اگر خوشبو لگائی محرم نے کسی عضو کو یا خضاب کیا سر کا ساتھ مہندی کے یا تیل ڈالا یعنی لگایا تیل کو کسی عضو میں لیکن اگر تیل خالص
ہو زیتون کا یا تل کا تو واجب ہوگا دم نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک صدقہ واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر تیل کو
بالوں میں استعمال کیا تو واجب ہوگا دم اور اگر استعمال کیا اوسکو اور جگہ میں تو اوس پر کچھ نہیں اور اگر تیل خوشبودار ہے جیسے تیل بنفشہ کا تو واجب
ہوگا دم بالاتفاق بسبب خوشبو کے یا سیے ہوے کپڑے کو پہنا یا چھپایا سر کو ایک دن تک یا مونڈا یا چوتھائی سر کو یا پچھنے لگانے کی جگہ کے بال
مونڈے یا ایک بغل کے بال یا دونوں کے یا بال زیر ناف کے یا گردن کے دور کیے یا ناخن دونوں ہاتھوں کے کاٹے یا دونوں پیروں کے ایک مجلس میں یا ایک ہاتھ یا
ایک پیر کے یا طواف قدوم کیا یا طواف صدر کیا اور وہ جنب تھا یا فرض طواف بے وضو کیا یا لوٹا عرفات سے قبل امام کے یا ترک کیا طواف زیارت میں ایک پھیرا
یا دو پھیرے یا تین پھیرے کیونکہ اگر تین پھیرے سے زیادہ ترک کیا تو محرم رہیگا یہاں تک کہ طواف کرے یا ترک کیا طواف صدر کا یا چار پھیرے
اوسکے ترک کیے یا سعی کو ترک کیا یا وقوف مزدلفہ کو یا سب رمی کو یا ایک دن کی رمی کو یا پہلی رمی کو اور وہ رمی ہے جمرۂ عقبہ کی دن نحر کے یا اکثر
کو اوسکے ترک کیا مثلاً چار کنکریاں پھینکنا ترک کیں اور تین پھینکیں یا حلق کیا زمین حل میں مثلاً حج کے یا عمرے کے اسواسطے کہ حلق چاہیے منی میں اور
وہ حرم میں داخل ہے اور جو عمرہ کرنے والا نکل گیا حرم سے قبل حلال ہونے کے اور پھر آیا حرم میں تو اوس پر کچھ نہیں اور حج کرنے والے نے اگر ایسا
کیا تو اوس پر دم لازم آویگا یا بوسہ لیا یا چھوا شہوت سے انزال ہوا یا نہوا یا تاخیر کی حلق کی یا فرض طواف کی ایام نحر سے یا ایک فعل کو دوسرے
پر مقدم کیا مثلاً حلق کیا قبل رمی کے یا قربانی کی قران کرنے والے نے قبل رمی کے یا حلق قبل ذبح کے تو ان سب صورتوں میں اوس پر دم لازم ہوگا اور
قارن پر دو دم لازم آوینگے اگر حلق کیا اوس نے قبل ذبح کے ایک دم تو حلق کا قبل اوسکے وقت کے اور ایک دم ذبح کی تاخیر کا حلق سے اور
نزدیک صاحبینؒ کے ایک دم لازم آویگا **ف** اور اگر سردی یا مرض کی ضرورت سے محرم سر یا تمام بدن کو ڈھانپے یا سیے ہوے
کپڑے پہنے جب تک وہ ضرورت باقی ہے ایک ہی قربانی لازم آتی ہے اگرچہ ایک قمیص کی ضرورت کے وقت دو قمیص بھی پہنے یا ٹوپی پہنے
کی ضرورت کے ساتھ عمامہ بھی باندھے اور اگر ایک عضو کے ڈھکنے کی ضرورت کے وقت دو عضو کو چھپایا جیسا کہ سر ڈھانکنے کی ضرورت تھی
کرتا بھی پہنا یا فقط ایک وقت ضرورت تھی بے ضرورت دوسرے وقت بھی سر ڈھانکا تو دوہرا کفارہ لازم آویگا **ص** اور اگر خوشبو لگائی
کم ایک عضو سے یا چھپایا سر اپنا یا سیا ہوا کپڑا پہنا ایک دن سے کم میں یا مونڈا سر کم چوتھائی سر سے یا کترے ناخن کم پانچ سے یا پانچ متفرق یا طواف
قدوم اور صدر کا بے وضو کیا یا سات پھیروں میں سے طواف صدر کے تین پھیرے ترک کیے یا تین جمروں میں سے ایک کی رمی ترک کی یا مونڈا دوسرے کا سر
صدقہ دیوے نصف صاع گیہوں سے اور اگر خوشبو لگائی یا سر مونڈا عذر سے ذبح کرے یا صدقہ دیوے تین صاع طعام کے چھ مسکینوں پر یا تین روزے رکھے اور اگر اوس نے
وطی کی اگرچہ بھولے سے ہو قبل وقوف عرفات کے جو فرض ہے باطل ہو جاویگا حج اوسکا اور حج کرتا چلا جاوے اور ذبح کرے اور پھر قضا کرے حج کی
اور یہ لازم نہیں کہ عورت کو چھوڑ دے حج کی قضا میں اور نزدیک امام مالکؒ کے چھوڑ دے اوسکو جب نکلیں دونوں اپنے گھروں سے اور امام زفرؒ کے نزدیک
جب احرام باندھیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب اوس مقام کو پہونچے جہاں جماع کیا تھا اوس سے چھوڑ دے اوسکو اور اگر وطی کی بعد وقوف کے تو نہ فاسد
ہوگا حج اوسکا اور واجب ہوگا بدنہ اور وطی میں بعد حلق کے ایک بکری لازم آتی ہے اور عمرے میں اگر اوس نے چار پھیرے طواف کے کر لیے اور
بعد اوسکے جماع کیا تو فاسد ہوگا اور واجب ہے گا ذبح اور اگر قبل اسکے کیا عمرہ فاسد ہوگا تو کرتا چلا جاوے اور ذبح کرے اور پھر قضا کرے
تو اگر قتل کیا محرم نے صید کو یا بتایا اوسکے قاتل کو اول بار یا دوسری بار بھولے سے یا قصد سے تو اوس پر اوسکی جزا لازم ہے اگرچہ وہ جانور درندہ ہو

یا السست رکھتا ہو آدمی کے ساتھ یا موتر ہو ایسا کہ اوڑ نہیں سکتا یا محرم نے اوسکو کاٹنے کے لیے ... ان سب صورتوں میں جزا لازم آویگی

ف یہ مانا گیا ہے کہ شکار جنگلی کا محرم پر حرام ہے اور دریائی شکار حلال ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ حلال ہے تمکو شکار دریائی کا اور دریائی شکار وہ ہے جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اور وہیں رہتا ہے اور خشکی کا وہ ہے جو خشکی میں پیدا ہوتا ہے اور اوسی میں رہتا ہی اور نکال دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انمیں سے کوا اور کاٹنے والے اور بھیڑیے اور چیل اور کتے اور سانپ اور بچھو کو اور کتے سے مراد وہ ہے جو مردار کھاتا ہو اور جزا اوسکی اسواسطے لازم ہو کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ آخر آیت تک یعنی نہ قتل کرو شکار کو اور تم احرام میں ہو اور جو قتل کرے اوسکو تم میں سے قصداً تو اوسپر جزا ہے اور بتانا اور اشارہ کرنا بھی شکار کرنے میں داخل ہے بسبب حدیث قتادہ کے جو اوپر گذری اور کہا عطا نے اجماع کیا لوگوں نے اس بات پر کہ بتانے والے پر جزا ہے جو کرنے والے پر ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ یعنی دلالت کرنیوالا مثل ہے مدد کرنے والے کے تو دلالت کرنیوالا برابر مدد کرنیوالے کے ہے ص اور جزا اوسکی یہ ہے کہ قیمت مقرر کردیں اوسکی دو شخص عادل جس جگہ پر وہ جانور قتل ہوا ہے یا اوسکے قریب مکان کے یعنی قیمت اوس جانور کی اوسی حساب لگائی جاویگی جہاں وہ جانور قتل ہوا ہے اگر اوسکی اوس جگہ قیمت نہیں تو اوسکے قریب مکان کی قیمت اوسکی لگائی جاویگی پھر اگر پہنچے جزا اوسکی ایک بکری تک تو یہ جائز ہے واسطے قاتل کے کہ اوس قیمت سے ہدی کو خرید کرے اور ذبح کرے اوسکو مکے میں یا اوس قیمت سے طعام خریدے اور مسکینوں پر تصدق کرے ہر مسکین پر نصف صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو سے اور اگر اس سے کم ہو تو ایک مسکین کے طعام کے عوض ایک روزہ رکھے اور ہر مسکین کے طعام کے بدلے ایک روزہ ... یا ایک روزہ رکھے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا ہے اور امام محمد اور شافعی کے نزدیک اوس شکار کی نظیر جانوروں میں جو ہو وہی واجب ہے ... ہرن میں بکری اور خرگوش میں بکری کا بچہ اور یربوع میں چار مہینے کی بکری اور شتر مرغ میں اونٹ اور حمار وحشی میں گائے اور کبوتر میں بکری ہے ف اور دلائل اونکا تمسکات ہیں ایک طرح ... اور ہدیا بالغ الکعبہ ... دیکھو کبوتر میں بکری لازم آتی ہے امام محمد اور شافعی کے نزدیک ... صورت میں تحقیق نہیں ... امام مالک کی یہ ہے کہ حضرت عمر نے فیصلہ کیا اس طرح پر کہ ضبع میں بکرا ہے اور ہرن میں بکری ہے اور خرگوش میں عناق اور یربوع میں جفرہ اور روایت کی امام شافعی نے کہ حضرت عمر و عثمان اور علی اور زید بن ثابت اور ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہم ان سب نے کہا کہ شتر مرغ اگر قتل کیا ہے اوسکو محرم نے تو ایک بدنہ ہے ... اور اوسمیں ضعف اور انقطاع ہے اور روایت کی بیہقی نے ابن عباس سے فِي حَمَامِ الْحَرَمِ شَاةٌ یعنی کہا ابن عباس نے کہ کبوتر میں حرم کے ایک بکری ہے وَفِي بَيْضَتَيْنِ دِرْهَمٌ وَفِي النَّعَامَةِ جَزُورٌ وَفِي الْبَقَرَةِ بَقَرَةٌ وَفِي الْحِمَارِ بَقَرَةٌ یعنی دو انڈوں میں ایک درہم ہے اور شتر مرغ میں اونٹ ہے اور گائے میں گائے اور حمار وحشی میں گائے ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ضبع صید ہے اور اوسمیں ایک بکری ہے ... روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ سے کہ پوچھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبع کو کہ وہ صید ہے فرمایا کہ ہاں اور مقرر کیا اوسمیں ایک بکرا جب قتل کرے اوسکو محرم اور روایت کیا اوسکو حاکم نے ... کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبع صید ہے تو جب پکڑے اوسکو محرم تو اوسمیں ایک بکرا ہے اور کہا کہ صحیح ہے ... ص اور اگر کسی جانور کو زخمی کیا یا بال اوسکے اوکھاڑ لیے یا اوسکا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو جو اوسمیں نقصان ہوا ہے اوسقدر دینا پڑیگا اور اگر پر کسی جانور کے اوکھاڑ لیے یا اوسکے پیر کاٹ ڈالے یا ... تو ...

اور اوسمین سے بچہ مردہ نکلا تو اس صورت مین قیمت اوسکی دینا پڑیگی اور پیر کاٹنے مین سے جانور کی قیمت لازم آویگی اسواسطے کہ اوسکو شکار کر دیا اور انڈے توڑنے مین اوسکی قیمت دیوے اور اگر بچہ بھی مردہ اوسمین سے نکلے تو زندہ بچے کی قیمت دیوے اور جو شخص احرام سے نہیں ہو وہ بھی اگر حرم کے جانور کو شکار کرے یا اوسکا دودھ دوہے یا وہان کی گھاس کاٹے اور درخت کو جو کہ کسی کی ملک نہین ہے اور نہ آدمی اوسکو بوتے ہین تو قیمت اوسکی لازم آویگی مگر جو گھاس خشک ہو گئی ہو یا درخت خشک ہو گیا ہو اور ان چارون چیزون مین روزہ نہیں ہے **ف** کہا عبد الرزاق نے

حدثنا سفيان الثوري عن عبد الكريم الجزري عن عكرمة عن ابن عباس قال في بيض النعام يصيبه المحرم ثمنه وروى ابن ابي شيبة عنه قال في كل بيضتين درهم وفي كل بيضة نصف درهم وروى ابن ابي شيبة عن ابن مسعود قال حدثنا ابن فضيل عن خصيف عن ابي عبيدة عن عبد الله قال في بيض النعامة قيمته وقال عبد الرزاق حدثنا ابو حنيفة عن خصيفة واخرج ابن ابي شيبة مثله عن عمر منقطعا واخرج نحوه عن مجاهد والشعبي والنخعي وطاوس وفيه حديث مرفوع رواه عبد الرزاق والدارقطني وهو ضعيف هكذا قال الشيخ ابن الهمام في كتابه حاصل یہ ہے کہ ہر انڈے مین آدھا درہم ہی

اور یہ کہا ابن مسعود اور عمر اور بہت سے تابعین نے **ص** اور نہ چراوے وہان کی گھاس اور نہ کاٹے مگر اذخر کو اور جس نے جوں یا ٹیڑی کو قتل کیا صدقہ دے جو چاہے اگرچہ کم ہو مثلاً ایک کف طعام اور اگر کوے اور چیل اور بچھو اور سانپ اور چوہا اور کتا کاٹنے والا ان چیزون کو قتل کیا تو کچھ نہین لازم ہے **ف** فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزیں ہین کہ قتل کیجاوین حل اور حرم مین کوا اور چیل اور بچھو اور سانپ اور کتا کاٹنے والا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور سوا اسکے بہت حدیثین ہین اور ایک روایت مین ابو داود کی ہے کہ جو درندہ حملہ کرے والا ہے **ص** اور اسی طرح مچھر اور پسو اور چیچڑی اور کچھوا اور درندہ حملہ کرنے والا اگر قتل کیے اسکو کچھ نہین لازم آتا اور جائز ہے واسطے محرم کے ذبح کرنا بکری اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور بطخ جو پلی ہوئی ہے اور محرم کو کھانا اس جانور کا جسکو حلال نے یعنی جو شخص محرم نہین اوس نے شکار کیا ہے اور ذبح کیا ہے اوسکو درست ہے جبکہ محرم نے نہ بتایا ہو اوس جانور کو اور نہ حکم کیا ہو اسکے شکار کا **ف** اور اس باب مین حدیث وارد ہے **ص** اور جو شخص داخل ہووے حرم مین اور اوسکے پاس صید ہو تو اوسکو چھوڑ دے جبکہ اوسکے ہاتھ مین ہووے اور جو کسی کے ہاتھ بیچ چکا ہو تو اوسکو پھیر لے جب وہ جانور خریدنے والے کے ہاتھ مین ہووے اور اگر ہو تو اوس پر جزا لازم ہے اور اگر کسی محرم نے صید کو بیچا تو اوسکو پھیر لیوے اگر وہ جانور اوسکے ہاتھ مین یعنی خریدنے والے کے موجود ہو اور اگر نہو تو جزا دے اوسکی برابر ہے کہ جسکے ہاتھ بیچا ہو وہ احرام سے ہو یا نہو اور جس شخص نے احرام باندھا اور اوسکے گھر مین یا پنجرے مین جو اوسکے ساتھ ہے ایک صید ہے تو اوس پر چھوڑنا اوسکا لازم نہین بخلاف اوسکے جو حرم مین صید لیکے داخل ہو تو اوس پر چھوڑنا اسکا واجب ہے اور جو کوئی شخص محرم نہ تھا اور اوس نے صید پکڑا پھر احرام باندھا اور اوسکے ہاتھ سے دوسرے نے لیکے اوسکو چھوڑ دیا تو چھوڑنے والے پر اوسکی قیمت لازم آویگی اور اگر محرم نے کوئی صید پکڑا اور کسی نے اوسکے ہاتھ سے لیکے چھوڑ دیا یا کسی نے پکڑ لیا اوسکو غیر محرم نے تو اوسکو قیمت اوسکی نہ لازم آویگی اور اگر دیوے تو اوسکو قیمت لینا اوسکا لازم نہین اور جو کسی محرم نے دوسرے محرم کا شکار کیا جو اسنے احرام مین پکڑا تھا مار ڈالا تو دونون پر اوسکی جزا لازم ہے اور پکڑنے والا قاتل سے اوسکی قیمت لیلیوے اور جس حالت سے مفرد حج کرنے والے پر ایک دم ہے تو قارن پر اوس سے دو دم ہین ایک دم حج کا اور ایک دم عمرے کا مگر جس صورت مین قارن نے میقات سے تجاوز کیا بغیر احرام کے تو اوس پر ایک ہی دم لازم ہے کیونکہ جب وہ میقات پر پہنچا تو ایک احرام اوس پر واجب ہے اور ایک سبب کی تاخیر سے

ایک ہی دم لازم ہے اور جو دو شخص محرم ہون کہ دونون حرم مین ایک شکار قتل کیا تو ہر ایک پر کامل جزا لازم ہے اور اگر ایک شکار کو حرم مین دو شخصون
نے کہ دونون حلال ہین اور احرام نہین باندھا ہے قتل کیا تو ان دونون پر ایک جزا نصف نصف لازم ہے اور اگر محرم نے کسی صید کو خریدا اوسکو تو
بیع باطل ہے اور اگر ذبح کیا اوسکو اور کھایا اوسکا حرام ہے اور اگر وہ صید جسکو کہ کھایا ہے اوسکو داخل اوس نے کیا قیمت دینی پڑیگی اور اگر اوسکو ذبح کیا کسی محرم
نے کھایا اوسکو دوسرے محرم نے حلال مین تو آویگی کھانے والے کو قیمت اوسکی لیکن اوسپر کھانا اوسکا حرام ہے اور اگر کسی نے ایک ہرن کو حرم سے نکالدیا اور اوس نے ایک بچہ جنا اور بچہ
بھی مر گیا اوسیکے ہمراہ تو نکالنے والے پر دونون کی جزا لازم ہے اور اگر اوسکی جزا دیدی اور پھر بچہ جنا اوسکا تو نہین لازم ہے اوسپر جزا بچے کی

ف باب میقات سے آگے جانے مین بغیر احرام کے

ص ایک آفاقی نے کہ ارادہ رکھتا ہے حج کا یا عمرے کا اور تجاوز کیا اوسنے میقات سے بغیر احرام کے لازم آویگا اوسپر دم اور جو لوٹ آیا طرف
میقات کے بعد احرام باندھا تو ساقط ہو جاویگا اوس سے دم بالاتفاق بشرطیکہ احرام باندھ چکا تھا اور کوئی عمل حج کا بجا نہین لایا تھا اور آیا طرف
میقات کے اور لبیک کہی تو ساقط ہوگا اوس سے دم نزدیک ہمارے سے تو امام زفر کے نزدیک نہین ساقط ہوگا اور جو کوئی عمل حج کا کر لیا مثلاً
طواف شروع کر چکا تھا یا بوسہ دیا تھا حجر اسود کا پھر آیا طرف میقات کے لبیک کہتا ہوا تو نہین ساقط ہوگا اوس سے دم احتمالاً اور لبیک
کی قید اسواسطے ہے کہ اگر لوٹ آیا طرف میقات کے اور لبیک نہ پکارا تو امام صاحب کے نزدیک دم نہین ساقط ہوگا اور صاحبین کے نزدیک
ساقط ہو جاویگا اور اسی طرح مکے کا رہنے والا جو ارادہ رکھتا ہے حج کا اور متمتع جو فارغ ہوا عمرے سے اور نکل گئے دونون حرم سے اور احرام
باندھا انھون نے تو لازم آویگا دم اون دونون پر اسواسطے کہ میقات ان دونون کا حرم ہے اور اگر کوئی کوفے کا رہنے والا بستان مین داخل ہوا
کسی حاجت کے واسطے تو اوسکے لیے داخل ہونا مکے مین بغیر احرام کے جائز ہے اور میقات اوسکا بستان ہے مانند اوسکے جو بستان مین رہتا ہے
اور بستان بنی عامر کا ایک مقام ہے داخل میقات کے اور خارج ہے حرم سے تو اگر کسی شخص نے جو بستان کا رہنے والا ہے یا اوسمین داخل ہوا تھا احرام
باندھا انھون نے حل سے اور وقوف کیا عرفے مین تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ احرام باندھا انھون نے اپنی میقات سے اور جو شخص داخل ہوا
مکے مین بغیر احرام کے لازم ہے اوسپر حج یا عمرہ اور جب داخل ہوا مکے مین بغیر احرام کے پھر لوٹ آیا طرف میقات کے اوسی سال اور احرام باندھا حج کا
اور سبب جیسے نذر کی تھی اوسنے حج کی تو ساقط ہوا اوس سے جو واجب ہوا تھا اوسپر داخل ہونے کے مین بغیر احرام کے اور وہ حج تھا یا عمرہ تو یہ حج کافی
ہو جاویگا اوس سے اور اگر بعد اوس سال کے آیا طرف میقات کے تو یہ حج کافی نہوگا اور جسنے تجاوز کیا اپنی میقات سے اور احرام باندھا عمرے کا
اور فاسد کر دیا اوسکو عمرہ کرتا چلا جاوے اور پھر قضا کرے اور نہین ہے دم اوسپر بسبب ترک کرنے احرام کے میقات مین اور جو مکے کا رہنے والا ہے
اور طواف کیا واسطے عمرے کے اور ابھی ایک پھیر کیا تھا کہ احرام باندھا حج کا ترک کرے حج کو اور لازم ہے اوسپر دم اور حج اور عمرہ اور یہ
مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک ترک کرے عمرے کو اور اگر چار پھیرے کر لیے تو ترک کرے حج کے احرام کو سب کے نزدیک
تو اگر تمام کر لیا اون دونون کو یعنی عمرے اور حج کو تو صحیح ہوا اور ذبح کرے قربانی اور جسنے احرام باندھا حج کا اور حج کیا پھر احرام
باندھا دن نحر کے دوسرے حج کا اگلے سال مین تو اگر حلق کیا واسطے اول حج کے قبل اس احرام کے لازم ہوگا اوسکو دوسرا حج
بغیر دم کے اور اگر نہ حلق کیا لازم ہوگا اوسکو دوسرا ساتھ دم کے تو اب برابر ہے کہ حلق کرے یا نکرے دم لازم آویگا اور جس شخص نے
عمرہ ادا کیا مگر حلق نہین کیا اور احرام باندھا دوسرے عمرے کا ذبح کرے ایک آفاقی نے احرام باندھا حج کا پھر عمرے کا لازم ہے اوسپر دونون
اور عمرہ باطل ہوتا ہے ساتھ وقوف کے عرفات مین قبل افعال عمرے کے اور اگر فقط توجہ کرے طرف عرفات کے تو باطل نہین ہوتا

تو اگر فوت ہو گیا حج کا پھر احرام باندھا عمرے کا اور عمرہ و حج دونوں کو ترک کیا تو حکم ہے کہ ترک کر دیا عمرے کا اگر ترک کرے تو قضا کرے عمرے کی اور
دو دم لازم ہو جس نے حج کیا اور احلال کیا عمرے کا دس محرم کو یا ان تین دنوں میں جو دن بعد کے متصل ہیں یعنی ایام تشریق میں تو دم لازم ہو اور پھر عمرہ
کرے اور قضا کرے اور دم بھی اوسپر لازم ہے تو اگر حج اور عمرہ کرتا چلا گیا صحیح ہوا اور دم ہوا اسپر دم اور جسکو فوت ہو حج اور احرام باندھا
عمرے کا تو وہ ترک کرے اوسکو اسواسطے کہ جسکا حج فوت ہوا احرام پر اوسپر کہ حلال ہو جاوے عمرے کے افعال کر کے اور قضا کرے اور دم دیوے پھر
قضا کرے اوسکی جسکا احرام باندھا ہے اسواسطے صحیح ہوئے شروع کے اور دم کرے **ف** دلیل اسکی اصل شرح وقایہ اور ہدایہ میں ہے

ص باب احصار کے بیان میں

اگر محرم کو کسی قسم سے روکا یا مرض کے سبب سے رک گیا تو جو شخص حج مفرد کرتا تھا وہ ایک دم بھیجے اور قارن دو دم اور مقرر کرے دن
ذبح کا اگر یہ قبل دن نحر کے ہووے نزدیک امام ابو حنیفہ کے ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر عمرے سے روکا ہے تو اسی طرح کرے اور اگر حج سے
رک گیا ہے تو نہیں جائز ہے ذبح مگر دن نحر کے **ف** اور ہمارے نزدیک روکا جانا یعنی احصار مرض سے بھی ہوتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک
نہیں ہوتا احصار مگر دشمن کے سبب سے اور دلیل ہماری یہ روایت ہے کہ طحاوی نے شرح آثار میں **ثنا** فهد **ثنا** علي بن
معبد بن شداد العبدي صاحب محمد بن الحسن **ثنا** جرير بن عبد الحميد عن منصور عن
ابراهيم عن علقمة قال لدغ صاحب لنا وهو محرم بعمرة فذكرناه لابن مسعود فقال يبعث الهدي
ويواعد اصحابه موعدا فاذا نحر عنه حل وبه الى جرير عن الاعمش عن عمارة بن عمير عن عبد الرحمن
ابن يزيد قال قال عبد الله ثم عليه عمرة بعد ذلك یعنی کہا علقمہ نے ہم ساتھ ایک شخص کو سانپ نے کاٹا وہ محرم تھا
عمرے کا تو ذکر کیا ہمنے یہ ابن مسعودؓ سے کہا انہوں نے بھیج دیوے ہدی اور وعدہ کر دے اپنے لوگوں سے تو جب قربانی کریں اوسکی
حلال ہو جاوے اور پھر اوسپر لازم ہے عمرہ اور آیت بھی احصار کی مرض کے باب میں نازل ہوئی تو احصار جیسا دشمن سے ویسا ہی مرض سے اوسکا ذبح کرنا
نہیں اور جب ذبح ہو گئی قربانی اوسکی تو وہ حلال ہو جاوے گا بغیر حلق کے اور قصر کے تو اگر حلال ہوا حج سے تو اوسپر حج اور عمرہ
لازم ہے اور عمرے سے تو عمرہ لازم ہے اور قران سے تو ایک حج اور دو عمرے یا یہیں **ف** اسی طرح روایت کیا عبد اللہ بن عباس سے اور حج
ذکر کیا اسکو رازی نے اور دوسرا بیان کیا ہے اوسکو ابن مسعودؓ سے قارن میں کہ عمرے اسواسطے ہیں کہ ایک عمرہ تو حج کے فوت کا ہوا
اور ایک عمرہ اوس عمرے کی قضا ہے جو قران میں تھا **ص** اور بعد احصار اسکا اثر جاوے اگر ممکن ہو اوسکو ہدی اور حج کا پانا تو جاوے اور
مگر دونوں ملنا ممکن ہوں مثلاً حج ملنا ممکن ہو اور قربانی ملنا ممکن ہو یا قربانی ملنا ممکن ہو اور حج کا ملنا ممکن ہو تو جاوے اور اوسکی قضا کرے اور
اوسی جگہ یا جا جاوے اور جو شخص وقوف اور طواف سے مکے میں دونوں سے منع کیا گیا ہے تو احصار اوسکا ثابت ہے اور اگر ایک سے ان دونوں میں سے
روکا گیا تو احصار اوسکا ثابت نہیں اور جو شخص نا محرم ہو جسے اور حج کیا جاوے اوسکی طرف سے تو صحیح ہو گا اور اوسکا حج ادا ہو جاویگا
اگر عجز اوسکا موت تک باقی رہا اور میت کی حج بھی اوسکی طرف سے **ف** اسواسطے کہ کہا ایک عورت نے اے رسول اللہ تحقیق فرض کیا اللہ نے
حج لیے بندوں پر پایا میرے اپنے باپ کو ضعیف بوڑھا کہ نہیں ٹھہر سکتا سواری پر کیا حج کروں میں اوس سے فرمایا آپنے ہاں روایت
کی بخاری و مسلم نے اور فرمایا آپنے ایک شخص کے واسطے حج عن ابيك واعتمر یعنی حج کر تو اپنے باپ سے اور عمرہ کر روایت کیا
اوسکو ابو داؤد و نسائی و ترمذی نے اور صحیح کیا اوسکو اور وارد ہے بہت حدیثوں میں **ص** اور اگر کسیکو دو شخصوں نے حکم حج کا

دیا اپنی طرف سے اور خرچ دیا اون دونون نے اور حج کیا اسلیے دونون کی طرف سے تو وہ حج اوس مرنیوالے کا ہوگا اور ان دونون کا مال دینا پڑیگا اور
نہین جائز ہے اوسکو کہ کرے اوس حج کو ان دونون مین سے ایک کے لیے اور اگر حج نفل کیا ہے لیے ماں باپ کے تو درست ہے اوسکو کرے تو اب اس حج
نفل کا اون دونون کے لیے اور جو کسی نے ایک شخص کو حکم دیا حج کا اور وہ اوسکا احصار ہوا تو دم احصار کا حکم کرنیوالے پر ہے اور دم قران اور
جنایت کا حج کرنیوالے پر ہے یعنی اگر کسی نے حکم دیا کہ میری طرف سے قران کرے تو دم قران کا حکم کرنیوالے پر نہیں حج کرنیوالے پر ہے اور اگر حج
کرنیوالے نے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے تو باطل ہوا حج اوسکا اور دینا پڑیگا نفقہ اوس شخص کا جس نے حکم کیا تھا اوسکو حج کا اور اگر بعد
وقوف کے جماع کیا تو دم لازم آویگا اوسکو پھیر دینا نفقے کا کیونکہ صحیح ہوگیا حج اوسکا اور اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرا دینا
اور لوگون نے بعد اوسکے ایک شخص کو واسطے حج کے مقرر کیا اور خرچ حج کا اوسکو دیدیا اور وہ رستے مین مرگیا پس دوسرا شخص واسطے حج کرنے کے وہان کیا جاوے
مکان سے کرنیوالے کے امام کے نزدیک جہان وہ مرا ہے تو جو خرچ دیکے مال باقی رہا ہے اوسکے ثلث مین سے پھر حج کرایا جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک کل ثلث
سے حج کرایا جاویگا اور نزدیک امام محمد کے اگر اوس مال مین سے جو پہلے شخص کو واسطے حج کے دیا تھا کچھ باقی ہے تو حج کرایا جاویگا اور جو کچھ باقی نہیں رہا باطل ہوگی
وصیت اوسکی اور ہدی بیان ہے اونٹ کی ہے اور چاہئے بکری ہو یا گائے کی ہو اور ادنی درجہ ہدی کا بکری ہے **ف** اور ہدایہ مین ہے کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ہے لیکن پایا نہین گیا روایت کی شافعی نے عطاء سے کہا انہون نے ادنی درجہ کا حج مین بکری ہے اور ایسا ہی کہا حضرت ابن عباس نے مروی ہے صحیح بخاری
مین **ص** اور نہین واجب ہے لیجانا اوسکا عرفات مین اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد تعریف سے اعلام ہے مثل تقلید کے اور ہدی مین اوسی قسم کا جانور جائز ہے
جیسا اونٹ کہ قربانی مین جائز ہوتا ہے اور جو اوس مین جائز نہین ہے اس مین بھی جائز نہین **ف** مثلاً اونٹ اور گائے مین جو قربانی کے لیے ہو سات آدمیون کا شریک
ہونا درست ہے تو اوسی میں بھی ہے اور اسیطرح نہایت دبلی جو قربانی کی جگہ تک نہ جاسکے یا اندھی یا لنگڑی یا کان کٹی ہوئی ہو ایسی ہدی درست نہین اور ذکر
اسکا ضحایا مین کچھ تھوڑا سا آویگا **ص** اور جائز ہے بکری ہر چیز مین مگر جب طواف زیارت جنابت کی حالت مین کرلیا یا وطی کی بعد وقوف
کے تو ان دونون صورتون مین بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہوگی اور جو ہدی نفل ہو اوس مین سے کھالیوے اور تمتع اور قران کی بھی
ہدی مین سے کھاوے اور سوا اسکے اور کسی مین سے نہ کھاوے **ف** حدیث جابر مین ہے کہ کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل ہدی اور تمتع اور
قران کی ہدی مین سے اور سوا اسکے مثلاً احصار کی ہدی یا جنایت کی ہدی مین سے نہ کھاوے اور منع کیا اوسکے کھانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مروی ہے صحیح مسلم اور ابن ماجہ مین **ص** اور تمتع اور قران کی ہدی دن نحر کے ذبح کرے اور باقی جسکو چاہے ذبح کرے اور ذبح کی جگہ حرم ہے **ف**
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا عرفہ موقف ہے اور سارا منی قربانی کی جگہ ہے اور جتنے کوچے مکے کے ہین سب قربانی کی جگہ ہین روایت کیا
اوسکو ابوداود اور ابن ماجہ نے حدیث جابر سے **ص** اور صدقہ دیتا قربانی مین سے حرم کے فقیرونکو اور جسکو چاہے فقیرون مین سے درست ہے اور صدقہ
دیوے اوسکی جھول اور نکیل اور نہ دیوے قصاب کی اجرت مین اوسکو اور نہ سوار ہو ہدی پر مگر واسطے ضرورت کے اور نہ نکالے اوسکا دودہ
اور موقوف کرے دودہ کو اس طرح پر کہ پستان کو اوسکے سرد پانی سے دھووے **ف** اور یہ جب ہے کہ ذبح اوسکا قریب ہووے
اور لیکن جب ذبح اوسکا قریب نہووے تو اوسکا دودہ نکال کے صدقہ دیوے تاکہ ہدی کو ضرر نہووے اور روایت کی جماعت نے سوا ترمذی
کے حضرت علی سے کہ حکم کیا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تقسیم کرو قربانیون کی کھالون کو اور اونکی جھولون کو اور حکم کیا مجھکو
کہ نہ دون اوس مین سے اجرت قصاب کا اور فرمایا کہ ہم اوسکو اپنے پاس سے دینگے اور ایک روایت مین ہے کہ صدقہ دو اوسکی کھالون اور
جھولون کا اور سوار ہونا وقت ضرورت کے اور سیر درست ہے صحیحین مین مروی ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

دیکھا ایک شخص کو کہ ہانکتا ہے بدنے کو سو فرمایا آپنے سوار ہوجا اوسنے کہا وہ تو بدنہ ہے فرمایا کہ سوار ہو اور سیر صحیح ہے اوسکو کہ سوار تھا اور سیر ص اور جو سے ہانکا ہدی کو اور وہ ہلاک ہوجاوے تو اگر نفل ہے تو اوسپر دوسری ہدی لینا ضرور نہیں اور اگر واجب ہے تو اوسکی جگہ پر دوسری مقرر کرے اور اگر اوسمین نہایت عیب ہے مثلاً تہائی حصے سے زیادہ اوسکی دم یا کان یا آنکھ جاتی رہی تو اوسکو بھی بدلے اور عیب والی ہدی مالک کی ہے جو چاہے اوسکو کرے اور اگر مرنے لگے ہدی رستے مین اور وہ نفل تھی تو نحر کرے اوسکو اور نعل کو خون اوسکے گلے مین جو اوسکے خون مین رنگ دیوے اور اوسکو لیکے اوسکے کوہان پر مار دیوے تاکہ اوسمین سے فقیر کہاوے اور غنی نہ کہانے ف اور ایسا ہی حکم کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجیۂ اسلمی کو ص اور اگر وقوف کیا لوگون نے اور گواہی دی ایک قوم نے کہ یہ دن نحر کا تھا اور عرفہ کا دن گذر گیا تو نہیں قبول کیجاویگی شہادت اونکی اور اگر قبل وقت وقوف کے گواہی دی کہ آج کا دن ترویہ کا تھا اور کل عرفہ ہے تو قبول کیجاویگی شہادت اونکی اور اگر رمی کی جمرۂ وسطی اور تیسرے جمرے کی اور نہ رمی کی جمرۂ اولی کی تو اگر رمی کرے پھر سبکی تو اچھا ہے اور اگر فقط جمرۂ اولی کی رمی کی قضا کی تو جائز ہے اور اگر نذر کی کسی شخص نے کہ حج پیدل کرونگا تو پیدل کرے طواف زیارت تک اور بعد طواف زیارت کے جائز ہے اوسکو سوار ہونا اور اگر ایک لونڈی کو خرید لاوے وہ محرم تھی اپنے مالک کے اذن سے تو جائز ہے خریدنے والے کو کہ حلال کرے اوسکو اس طرح پر کہ بال اوسکے کاٹے یا ناخون کترے پھر جماع کرے اوس سے اور یہ اولی ہے اس سے کہ حلال کرے اوسکو ساتھ جماع کے اور اگر جماع سے حلال کیا اوسکو بہتر ہے اور جو بلا اذن مالک کے اوسنے احرام باندھا ہے تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں خدا کا شکر ہے کہ کتاب الحج بھی تمام ہوئی خدا تعالی اوسکو اپنے فضل سے قبول فرماوے آمین یا رب العالمین

خاتمہ فوائد متفرقہ کے بیان مین

فائدہ پہلا اور یگدا کہ عمرہ سنت ہے ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے اور بعضون کے نزدیک فرض کفایہ ہے دلیل امام شافعی کی یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین اور دارقطنی نے زید بن ثابت سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيْضَتَانِ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِمَا بَدَأْتَ قَالَ الْحَاكِمُ الصَّحِيْحُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ لَا مِنْ قَوْلِهٖ یعنی حج اور عمرہ دونون فرض ہین تو نہیں ضرر کرتا ہے تجکو جس سے چاہے شروع کر کہا حاکم نے صحیح یہ ہے کہ یہ قول زید بن ثابت کا ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علاوہ اسکے مین کہتا ہون کہ اسنادمین اوسکی اسمعیل بن مسلم مکی ہے ضعیف کیا اوسکو محدثین نے کہا بخاری نے منکر الحدیث وقال احمد منکر الحدیث وقال حدثنا حدیثه یعنی پھینک دیتے ہین ہم حدیث اوسکی اور روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے ہشام بن حسان سے اونھون نے محمد بن سیرین سے موقوفاً اور یہی صحیح ہے اور نکالا دارقطنی نے عمر بن الخطاب سے اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنْ تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَاَنْ تَحُجَّ وَتَعْتَمِرَ یعنی پوچھا ایک شخص نے کہ اے رسول اللہ کیا ہے اسلام فرمایا یہ کہ گواہی دے تو کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد رسول اللہ کے ہین اور قائم کرے تو نماز کو اور دیوے زکوۃ کو اور حج کرے اور عمرہ کرے تو کہا دارقطنی نے اسناد اوسکی صحیح ہے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے کتاب المخرج علی صحیح مسلم مین کہا صاحب تنقیح نے یہ حدیث صحیحین میں ہے اور اوسمین ذکر عمرے کا نہیں اور یہ زیادت شاذ ہے اور اس باب مین احادیث ہین لیکن سب ضعیف ہین اور نکالا حاکم نے ابن عمر سے کہ نہیں ہے کوئی شخص اللہ کی مخلوق سے مگر لازم ہے اوسپر حج اور عمرہ اور دونون واجب ہین جو شخص طاقت رکھے وہان جانے کی اور تعلیق کی اوسکی بخاری نے اور نکالا ابن عباس سے اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيْضَتَانِ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ اِلَّا اَهْلَ مَكَّةَ فَاِنَّ عُمْرَتَهُمْ طَوَافُهُمْ فَلْيَخْرُجُوْا اِلَى التَّنْعِيْمِ ثُمَّ لِيَدْخُلُوْهَا الحدیث یعنی حج اور عمرہ دونون فرض ہین

آخر حدیث تک اور کہا حاکم نے کہ یہ اوپر شرط مسلم کے ہی اور دلیل ہماری یہ ہی جو روایت کی ترمذی نے حجاج بن ارطاۃ سے انہوں نے
محمد بن منکدر سے انہوں نے جابر سے کہ پوچھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے سے کیا واجب ہے وہ فرمایا نہیں مگر یہ کہ عمرہ کرنا اسکا بہتر
کہا ترمذی نے حدیث حسن صحیح ہی ایسا ہی ہی ایک نسخے میں جامع ترمذی کے اور ایک نسخے میں ہے حدیث حسن فقط اور جو ذکر کیا العقوں نے کہ اسنا
میں اسکی حجاج بن ارطاۃ ہی اور وہ ضعیف ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ نہیں ہی کم حدیث اوسکی درجہ حسن سے اور متفق ہوئیں روایتیں ترمذی سے
اس بات پر کہ حسن کہا انہوں نے اس حدیث کو اور روایت کیا اوسکو ابن جریج سے انہوں نے محمد بن منکدر سے انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے
اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم صغیر میں اور دارقطنی نے اور طریقے سے اور اسناد میں اوسکی یحییٰ بن ایوب ہی اور ضعیف کیا اوسکو
اور روایت کی عبد الباقی بن قانع نے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج جہاد ہی اور عمرہ نفل ہی اور یہ بھی حجت ہی اور کہا
ابن حزم نے کہ یہ مرسل ہی روایت کیا اسکو سعاد بن اسحٰق نے ابان حنفی سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور جواب اسکا یہ ہے
کہ ابن قانع نے رفع کیا اوسکو اور وہ ثقہ حافظین حدیث میں سے ہی اور باقی اسناد میں سب راوی ثقہ ہیں باوجود اس بات کے کہ مرسل ہمارے
نزدیک حجت ہی اور ضعیف کرنا ابان کا صحیح نہیں ہی کیونکہ توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور روایت کیا اوس سے جماعت نے اور مروی
ہی حدیث عبد اللہ بن عباس سے اور اسناد میں اوسکی مجاہیل ہیں اور روایت کی ابن ماجہ نے طلحہ بن عبید اللہ سے کہ انہوں نے سنا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے حج جہاد ہی اور عمرہ نفل ہی اور اسناد میں اوسکی عمر بن قیس ہی کہا صاحب الامام نے کلام کیا گیا ہی اوس میں اور بہر حال حدیث
اوسکی درجہ حسن سے کم نہیں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حدیث ابو اسامہ سے انہوں نے سعید بن ابی عروبہ سے انہوں نے ابو معشر سے انہوں نے ابراہیم
نخعی سے کہ کہا عبد اللہ بن مسعود نے کہ حج فرض ہی اور عمرہ نفل ہی اور کافی ہیں عبد اللہ تقلید کے واسطے اور کلام اونکا حجت ہی

فائدہ دوسرا اضحیہ کے بیان میں

درست ہی چھ مہینے کا دنبہ قربانی کرنا اور اس سے کم کا درست نہیں اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں اور گائے دو برس
یا زیادہ کی اور اس سے کم کی درست نہیں اور بکری جب ایک برس کی ہو یا زیادہ ہو تو درست ہی اور اس سے کم کی درست
نہیں اور اگر قربانی کا جانور منڈا ہو وے یعنی بے سینگ کا یا بدھیا ہو وے تو قربانی کرنا درست ہی اور اگر اندھا ہو وے
یا بہت دبلا ہو وے کہ اوسکی ہڈیوں میں مغز نہ رہا ہو وے یا لنگڑا ہو وے اسقدر کہ قربانی کرنے کی جا تے
تک نہ جا سکے تو ان سب جانوروں کو قربانی کرنا درست نہیں اور جس جانور کا ایک ہاتھ یا ایک پانوں کٹا ہو وے
یا اوسکا کان تیسرے حصے سے زیادہ کٹا ہو وے یا اوسکی آنکھ تیسرے حصے سے زیادہ گئی ہو وے یا اوسکا سرین تیسرے
حصے سے زیادہ کٹا ہو وے تو ان سب جانوروں کو قربانی کرنا درست نہیں اور باقی ذکر اسکا کتاب الاضحیہ میں ہی

فائدہ تیسرا مکے کی اور مسجد الحرام کی فضیلت کے بیان میں

روایت ہی ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے مکے کے کیا اچھا شہر ہی تو اور میرے نزدیک زیادہ محبوب ہی اور اگر
تیری قوم نے نکالا ہوتا مجکو تجھ سے البتہ میں نہ رہتا مگر تجھ میں اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور ایک حدیث میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ
یعنی تو بہتر ہی اللہ کی زمین بھر میں اور اگر میں نہ نکالا جاتا تجھ میں سے البتہ نکلتا میں مروی ہی یہ حدیث حسن ترمذی اور ابن ماجہ نے

اور فرمایا آپ نے دن فتح مکہ کے اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ یعنی یہ شہر حرمت کی اوسکو اللہ تعالی نے جس دن کہ پیدا کیا آسمان اور زمین کو تو یہ حرمت دیا گیا ہے اللہ کی حرمت سے دن قیامت تک اور نہیں حلال ہوا لڑنا اس میں کسیکو میرے پہلے سوا میرے اور میرے واسطے بھی ایک گھڑی بھر دن میں درست ہوا تو وہ حرمت دیا گیا ہے اللہ کی حرمت سے دن قیامت تک توڑے کانٹا اوسکا اور نہ بھگاوے وہاں کے صید کو اور نہ لے وہاں کی پڑی چیز کو مگر وہ شخص جو اوسکو پہچنوا لے اور نہ کاٹے وہاں کی گھاس سو کہا حضرت عباسؓ نے ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر اذخر کو یعنی اذخر جو گھاس ہے وہاں کی اوسکو لیا کریں کیونکہ وہ لگاتے ہیں اوسکو اپنے گھروں میں صرف کرتے ہیں سو فرمایا آپ نے مگر اذخر کو یعنی اوسکا لینا درست ہے کیا روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور روایت ہے عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہینگے اس امت کے لوگ ساتھ بہتری کے جب تک عظمت اور حرمت خانہ کعبہ کی کرینگے جو حق ہے اوسکی تعظیم کا ہے تو جب ضایع کرینگے اس تعظیم کو ہلاک ہو جاوینگے اخراج کیا اوسکو ابن ماجہ اور بار پہنچا جانا کعبہ نماز کا ثواب ہے حدیث شریف میں ہے کہ کعبے میں ایک نماز برابر ہے لاکھ نماز کے اور مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں ایک نماز برابر ہے پچاس ہزار نماز کے واللہ اعلم

فائدہ چوتھا مدینہ شریف کی زیارت کے بیان میں

نزدیک ہمارے مشایخ کے زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل مستحبات میں سے ہے اور مناسک فارسی اور شرح مختار میں ہے کہ یہ قریب ہے واجب کے بہر حال زیارت کرنا قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمان پر واجبات اور لوازمات میں سے ہے جو روایت کی دارقطنی اور بزار نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ جس نے زیارت کی میری قبر کی واجب ہوئی اوسکے لیے شفاعت میری اور روایت کی دارقطنی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ یعنی جس نے حج کیا اور زیارت کی میری قبر کی بعد میرے مرنے کے سو گویا کہ اوس نے زیارت کی میری زندگی میں سبحان اللہ جب کہ زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ درجہ ہوا کہ گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات میں زیارت کی تو کونسا مسلمان ایسا ہوگا کہ اس درجے سے محروم رہنا چاہیگا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا اور حج اگر فرض ہو تو اولی یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیواسطے جاوے اور اگر حج نفل ہے تو اختیار ہے سو جب نیت کرے زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ کی مسجد کی بھی زیارت کی نیت کرے اسواسطے کہ یہ مسجد اون مسجدوں میں سے ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے حق میں لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى یعنی نہ باندھے جاویں کجاوے مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام اور میری مسجد اور مسجد اقصی یعنی مسجد بیت المقدس کی اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسجدوں کی زیارت کیواسطے جانا اور سفر کرنا اوس کے لیے درست نہیں مگر ان تین مسجدوں کی طرف اور یہ معنی اس حدیث کے بہت بیان کیے ہیں صحیح ہیں اور دلالت کرتا ہے اسپر کلام شیخ ابن الہمام کا اور بیان کرے اس طرح نیت کے وَالْاَوْلٰى عِنْدَ الْعَبْدِ الضَّعِيْفِ تَجْرِيْدُ النِّيَّةِ لِزِيَارَةِ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی اولی نزدیک میرے یہ ہے کہ خالص کرے نیت اوپر واسطے زیارت قبر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہا اگر جاوے لِاَنَّ فِیْ ذٰلِكَ زِیَادَةَ تَعْظِیْمِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یعنی اسمین زیادتی تعظیم کی ہے واسطے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جن لوگون نے یہ معنی اس حدیث کے لیے ہین کہ نہ سفر کیا جاوے کسی مقام کی زیارت کیواسطے مگر ان تین
کی طرف تو وہ معنی اس حدیث کے مستقیم نہین کیونکہ کلام شیخ ابن الہمام کا صریح منافی ہے اوسکے علاوہ اسکے امام احمد نے روایت کیا
اس حدیث کو اور وارد ہین ہے کہ نہ سفر کیا جاوے طرف کسی مسجد کے مگر ان تین مسجدون کی طرف اور وہ جو ضعف بیان کرتے ہین اس حدیث
کا اسنادین اوسکی شہر بن حوشب ہے اور وہ راوی ضعیف ہے اور وہم کیا اور سنے اوس لیث بین تو جواب اوسکا یہ ہے کہ قسطلانی توثیق ثابت کر دیوین
ہم شہر کی تو نسبت وہم کی اوسکی طرف غیر مقبول ہے اور کلام بلا دلیل ہے اور اصول حدیث مین ثابت ہے کہ زیادتی ثقہ ضابط کی مقبول ہے لیکن
توثیق شہر بن حوشب کی سو معلوم کیا چاہیے کہ بعض ضعیف کیا اوسکو مگر ابن عون اور مسلم نے اور توثیق کی اوسکی امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین اور
بہت لوگون نے قَالَ اَحْمَدُ مَا اَحْسَنَ حَدِیْثَهٗ وَوَثَّقَهٗ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعِجْلِیُّ شَامِیٌّ تَابِعِیٌّ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ
اَبِیْ خَیْثَمَةَ عَنْ یَحْیٰی ابْنِ مَعِیْنٍ ثِقَةٌ وَلَمْ یَذْكُرْ ابْنُ اَبِیْ خَیْثَمَةَ غَیْرَ هٰذَا وَقَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ لَا بَاْسَ بِهٖ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ
قَالَ مُحَمَّدٌ یَعْنِی الْبُخَارِیَّ شَهْرٌ حَسَنُ الْحَدِیْثِ وَقَوّٰی اَمْرَهٗ وَقَالَ اِنَّمَا تَكَلَّمَ فِیْهِ ابْنُ عَوْنٍ ثُمَّ رَوٰی عَنْ هِلَالِ بْنِ
اَبِیْ زَیْنَبَ عَنْ شَهْرٍ وَقَالَ یَعْقُوْبُ بْنُ شَیْبَةَ شَهْرٌ ثِقَةٌ اور کہا صالح بن محمد نے شَهْرٌ رَوٰی عَنْهُ النَّاسُ مِنْ
اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَالْبَصْرَةِ وَاَهْلِ الشَّامِ وَلَمْ یُوْقَفْ مِنْهُ عَلٰی كَذِبٍ یعنی شہر کی روایت کی اوس سے اہل کوفہ اور اہل بصرہ اور
اہل شام نے اور نہین معلوم ہوا کذب اوسکا کسیطرح تو جاننا چاہیے کہ یہ کلام متقدمین کا ہے شہر بن حوشب میں اور متاخرین کا کلام سننا
لازم ہے کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں بَلْ وَثَّقَهٗ كَثِیْرُوْنَ مِنْ كِبَارِ اَئِمَّةِ السَّلَفِ وَقَالَ اَیْضًا فَهٰذَا كَلَامُ هٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةِ
فِی الثَّنَاءِ عَلَیْهِ اور کہا حافظ ابن حجر نے شَهْرٌ صَدُوْقٌ اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین وَالصَّحِیْحُ فِیْ
شَهْرٍ اَلتَّوْثِیْقُ وَثَّقَهٗ اَبُوْ زُرْعَةَ وَاَحْمَدُ وَیَحْیٰی وَالْعِجْلِیُّ وَیَعْقُوْبُ بْنُ شَیْبَةَ وَسِنَانُ بْنُ رَبِیْعَةَ تو جب شہر کو
امام احمد اور یحیی بن معین اور احمد بن عبد اللہ اور ابن ابی خیثمہ اور ابو زرعہ اور بخاری اور ترمذی اور یعقوب اور صالح بن محمد اور سنان بن
ربیعہ اسقدر لوگ اجلہ علماء محدثین سے توثیق کرین تو پھر ضعف بیان کرنا اوسکا بسبب تضعیف مسلم اور ابن عون کے باوجودیکہ جرح
کیا ہو وضع نہونے اوسکی تضعیف سے اور نہ قبول کرنا اوسکی زیادت کو نہایت بے انصافی ہے اور وہ جو طعن کیا ہے لوگون نے کہ شہر نے ایک تھیلی
بیت المال سے چرالی تو کہا نووی نے قَدْ حَمَلَهُ الْعُلَمَاءُ عَلٰی مَحْمَلٍ صَحِیْحٍ یعنی حمل کیا اوسکو علماء نے محمل صحیح پر اور وہ جو طعن کرتے ہین
کہ شہر نے سفر حج مین اپنے رفیق کی رسی چرالی غلط ہے اور کذب ہے کہا نووی نے غَیْرُ مَقْبُوْلٍ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ یعنی یہ طعن غیر مقبول ہے
نزدیک محققین کے اور بعد اوسکے جب علمای سلف سے توثیق اوسکی ثابت ہے اور شیخ ابن الہمام اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام نووی
قائل اوسکی صحت کے ہین تو زیادتی اوسکی اس حدیث مین بلاشبہ مقبول ہے اور اگر تسلیم بھی کرین تو بھی حسب تصریح حدیث
ضعیف میں مروی ہو تو معنی اوسکے اوسکے موافق لیے جاتے ہین بہرحال ترجیح اسی مذہب کو ہے جسکو ہمنے ذکر کیا اور دوسرے یہ کہ کلام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری حدیث مین ذکر کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے لَا تُعْمِلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ صریح دال ہے اس
بات پر کہ مراد حدیث مذکور میں سفر مساجد کا ہے اور جب جاوے واسطے زیارت کے تو کثرت سے بھیجے درود اور سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
راہ میں اور جب مدینہ شریف کے قریب پہونچے غسل کرے قبل داخل ہونے کے مدینہ طیبہ میں اور نہ ہو سکے تو وضو کرے اور غسل افضل ہے اور اچھے کپڑے

اپنے پہنے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور وہ جو لوگ جب مدینے کے قریب پہونچتے ہیں تو سواری سے اتر کے پیدل مدینہ شریف میں جاتے ہیں کما قال شیخ ابن الہمام نے کہ یہ فعل اچھا ہے کیونکہ اصول سے ہے کُلُّ مَا کَانَ اَدْخَلَ فِی الْاَدَبِ وَالْاِجْلَالِ کَانَ حَسَنًا یعنی جو عمل ادب کا ہووے تو وہ اچھا ہے اور جب مسجد میں داخل ہووے تو یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ اور چاہیے کہ نہایت تواضع اور عاجزی اور خشوع اور خضوع سے چلے اور بار بار ہر دم درود شریف پڑھے اور دل میں خیال کرتا جاوے کہ یہ وہ شہر ہے جس میں ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی ہے اور اسی جگہ قرآن اور وحی اوپر اتری ہے اور یہ جگہ ہے ایمان اور احکام کی کہا حضرت عائشہ نے کہ جتنے شہر ہیں سب فتح ہوئے ہیں تلوار سے مگر مدینہ کہ یہ فتح ہوا ہے رحم سے اللہ کے اور قرآن سے اور مستحب ہے کہ مدینہ شریف میں سوار ہو کے نہ چلے اس واسطے کہ فرمایا حضرت امام مالک نے جب کہا تھا ایک شخص نے کہ کیوں نہیں سوار ہوتے آپ مدینے میں کہا میں شرم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ روندوں ایک چارپائے کے کھر سے اس مٹی کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آرام کرتے اور جب داخل ہووے تو داہنا پاؤں پہلے مسجد میں رکھے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور سی میں باب جبرئیل علیہ السلام سے داخل ہووے مگر باب جبرئیل سے جانا بہتر ہے اور یہ دعا بھی پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی الْیَوْمَ مِنْ اَوْجَهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَیْكَ وَاَقْرَبِ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْكَ وَاَنْجَحِ مَنْ دَعَاكَ وَابْتَغٰی مَرْضَاتَكَ پھر درمیان منبر اور قبر شریف کے اس طرح پر کہ ستون منبر کا داہنے کندھے کے برابر پڑے سامنے محراب کے دوگانہ تحیۃ المسجد کا ادا کرے اور یہ مقام موقف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور داخل ہے روضۂ اطہر میں اور سجدہ شکر کا کرے کہ اس نعمت عظمیٰ کو پہونچا پھر آوے قبر شریف پاس اور منہ کرے قبر کی دیوار کی طرف اور پیٹھ کرے طرف قبلے کے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے مروی ہے کہ کھڑا ہووے منہ کرکے طرف قبلے کے صحیح نہیں ہے کیونکہ روایت کی ابو حنیفہ نے مسند میں ابن عمر سے کہ کہا انہوں نے سنت سے ہے یہ بات کہ آوے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس قبلے کی طرف سے اور پیٹھ کرے اسی قبلے کی طرف پھر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ پھر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خِیَرَةَ اللّٰهِ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سَیِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّةَ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَیْرًا جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰی نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدَكَ وَرَسُوْلَكَ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالشَّرَفَ وَالدَّرَجَةَ الْعَالِیَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ سُبْحَانَكَ اِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور مانگے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کو بوسیلہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس جگہ حسن خاتمہ اور مغفرت کو مانگے پھر مانگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کو اور کہے یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْاَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَی اللّٰهِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ اور جو دعا بن پڑے حسب حاجت

اور محبت کی ہون اونکو پڑھے اور دل مین خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہین اور میرے سامنے ہین اور زیارت کو
جاتے ہین اور میرے کلام کو سنتے ہین اور نہایت لحاظ اور آداب اور تمیز اور حضور قلب سے یہ دعا پڑھے اور ابو فدیک رحمۃ اللہ علیہ سے
روایت ہے کہ سنا مینے بعض اہل عصر سے کہتے تھے کہ پہنچا ہمکو کہ جو شخص وقوف کرے نزدیک قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور پڑھے اس آیت کو
إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اور پھر کہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ يَا مُحَمَّدُ ستر بار تو ندا کریگا اوسکو ایک فرشتہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا فُلَانُ یعنی رحمت بھیجی اللہ نے اوپر تیرے اے فلانے ذکر کیا اس حکایت کو شیخ ابن الہمام نے اور جس شخص نے
اوسکو کہا ہو کہ میرا سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا دینا تو اوسکا سلام پہنچا دے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ
فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ اور فلان بن فلان کی جگہ اوسکا نام اور اوسکے باپ کا نام لیوے یا اس طرح پر کہے فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ يُسَلِّمُ
عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح وصیت کرتے تھے لوگون کو کہ میرا سلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
پہونچا دینا اور قاصد بھیجتے تھے اسی واسطے شام سے مدینہ شریف کو اور جسکو فرصت نہو سکے ان سب باتون کی تو بقدر طاقت
کے بجا لاوے پھر ایک ہاتھ داہنی طرف ہٹ کر سامنے روے شریف حضرت ابو بکر صدیق رض کے ہو کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَثَانِيَهُ فِي الْغَارِ [illegible] بِالصِّدِّيْقِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا
پھر اسی طرح ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت عمر فاروق رض کے سامنے ہو کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقَ
الَّذِيْ أَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْرًا پھر منبر اور قبر شریف کے درمیان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سرہانے آکر دعا مانگے اور شفاعت طلب کرے اپنے اور اپنے والدین کے واسطے اور جس نے درخواست کی ہو اور اپنے دوست کے لیے اور
تمام مسلمانون کے لئے دعا خیر کرے اور بعد ختم دعا کے آمین کہے اور درود اور سلام بھیجے اور بعضون نے کہا ہے کہ پھر سرہانے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے آوے کہ اصحاب سے منقول نہین روایت کی ابو داود نے کہ گئے قاسم حضرت عائشہ رض پاس اور کہا اے مان کھولو میرے لیے قبر شریف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت ابو بکر رض اور عمر رض کی سو کھولدین انھون نے میرے لیے تینون قبرین سو دیکھا مینے کہ وہ قبرین
[illegible] ہین اور نہ زمین سے ملی ہوئی ہین آخر حدیث تک اور حاکم نے روایت کیا اوسکو اور زیادہ کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو آگے اور حضرت ابو بکر رض کو کہ سر اونکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھون کے درمیان تھا اور حضرت عمر رض کا برابر حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرون کے تھا اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور جب فارغ ہو زیارت سے تو آوے روضے مین اور بہت بھیجے درود اور سلام
اور نماز پڑھے نفل اگر وقت مکروہ نہو اور حدیث صحیح مین آیا ہے مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ یعنی درمیان
گھر اور منبر میرے کے ایک باغیچہ ہے باغون جنت سے اور ایک روایت مین ہے مَا بَيْنَ قَبْرِيْ وَمِنْبَرِيْ یعنی درمیان قبر میری اور منبر میرے کے
اور کھڑا ہو نزدیک منبر کے اور دعا کرے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْبَرِيْ عَلٰى تُرْعَةٍ مِّنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ منبر میرا ایک
سیڑھی ہے سیڑھیون جنت سے پھر مقام ستون حنانہ کے پاس جاکر بھی ایسا ہی کرے اور مستحب ہے کہ روز بعد زیارت حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بقیع مین جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہان تشریف لیجاتے تھے اور اوس جگہ ہزارون صحابہ اور تابعین اور
اولیاے کبار مدفون ہین کہ نام اونکے بالتفصیل ہر ایک کے معلوم نہین اور جب بقیع کے پاس جاوے کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ
مُؤْمِنِيْنَ أَنْتُمْ لَنَا سَابِقُوْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ

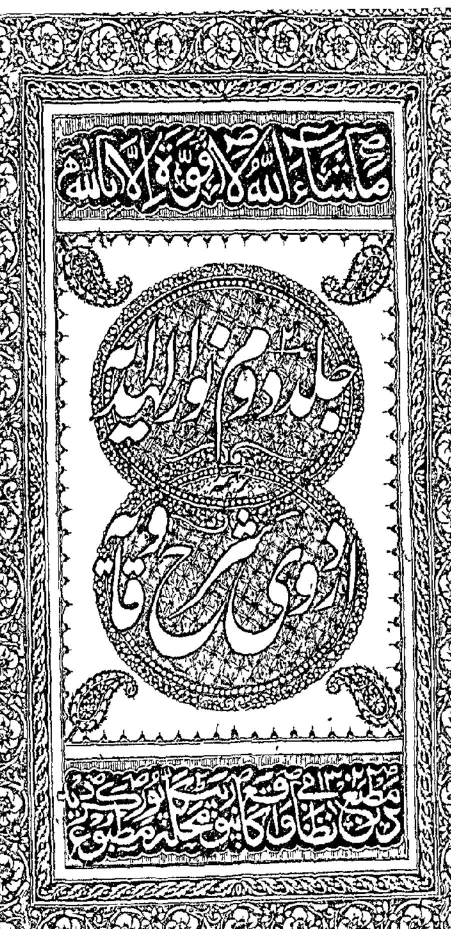
اور زیارت کرے مشہور قبروں کی مانند قبر حضرت عثمان کے اور قبر حضرت عباس کے اور ایک قبہ اہل بیت کا ہے کہ امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور حضرت فاطمہ صحیح روایت میں اوس میں مدفون ہیں اور ایک قبہ ہے حضرت ابراہیم کا جو بیٹے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور وہ پہلو میں حضرت عثمان بن مظعون کے مدفون ہیں اور عبد الرحمن ابن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہما کی بھی وہین قبرین ہیں اسی طرح جتنے مقبرے ہیں اور جو مقامات متبرکہ اور مساجد کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونمین مثل مسجد قبا وغیرہ کے جہاں تک ہو سکے اونکی زیارت کرے اور جب اپنے رجوع کا قصد کرے تو مستحب ہے اوسکے واسطے کہ مسجد سے رخصت ہووے اور درود اور سلام پڑھے اور آئے قبر شریف پاس اور سلام بھیجے اور دعا مانگے اپنے والدین اور اقربا اور دوستون کے واسطے اور سوال کرے اللہ سے کہ پھر گھر اپنے پونہچاوے سلامتی اور صحت اور تندرستی سے ساتھ حفظ بلیات دینی اور دنیوی کے اور یہ دعا مانگے اللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ الْعَھْدِ بِنَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِہٖ وَحَرَمِہٖ وَیَسِّرْ لِیَ الْعَوْدَ اِلَیْہِ وَالْوُقُوْفَ بَیْنَ یَدَیْہِ وَارْزُقْنِی الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرُدَّنَا اِلٰی اَھْلِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ اٰمِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اور وقت رخصت کے نہایت مبالغہ کرے گریہ وزاری اور آنسو بہانے میں کہ یہ علامت مقبولیت دعا کی ہے اور بہت حسرت کرتا ہوا روتا ہوا اور پھر آنے کی دعا کرتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر نہایت غم کرتا ہوا سیدھا پھرے یا اولٹے پاؤن آوے تعظیم اسمین ہے کہ اولٹے پاؤن پھرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو لوگ پاس اور قریب بستے ہون اونکو کچھ مدد کرے اور دعا صحت اور عافیت اور مغفرت گناہون کی ہر حال پر کرتا رہے اور مستحب ہے کہ مدینہ سے چھوہارے اور خاک شفا اور پیالی اون کنوؤن کا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا ہے اور تبرکات مثل اسکے لیتا آوے اور اسیطرح مکہ سے پانی زمزم کا ذخیرہ بطور تبرک ساتھ لیوے اور جب اپنے گھر مین آئے کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ وَاَحْمَدُہٗ وَلَا شَیْءَ بَعْدَہٗ اور پھر باقی عمر درود شریف اور زیادہ تر ساتھ امور خیر میں مصروف رہے کہ یہ علامت ہے حج مبرور کی فقط اللّٰھُمَّ وَفِّقْ لَنَا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ وَیَسِّرْ لَنَا اِلٰی زِیَارَۃِ قَبْرِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلٰنَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ قُدْوَۃِ الْعَابِدِیْنَ مَوْلَی الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَحْفَادِہٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ وَفُقَھَاءِ اُمَّتِہٖ وَشُھَدَاءِ اُمَّتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

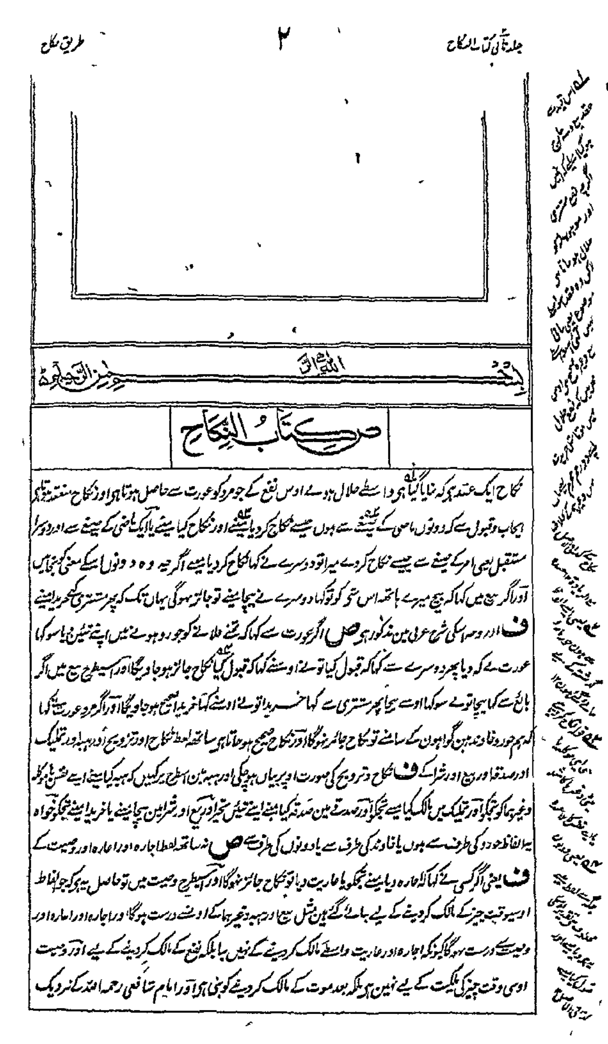
تمت

الحمد للہ والمنہ کہ یہ کتاب ہدایت نصاب سوم بعد اصلاح عبارات و درستی اغلاط و تصحیح مسائل متن و شرح برطبق اصل النسخہ عربیہ و تحشیہ حواشی جدیدہ و اضافہ فوائد مفیدہ مطبع نظامی کانپور مین بماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ بصحت تمام چھاپی گئی فقط

وجہ مہر و دستخط کی خاتمے پر

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی واقع کانپور کی ہے مہر و دستخط مہتمم مطبع کے ثبت کیے گئے


ماشاء الله لا قوة الا بالله
جلد دوم نور الهدایه
اردو شرح وقایه



بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النکاح

نکاح ایک عقد ہی کہ بنایا گیا ہی واسطے حلال ہونے اوس نفع کے جو مرد کو عورت سے حاصل ہوتا ہی اور نکاح منعقد ہوتا ہی ایجاب و قبول سے کہ دونوں ماضی کے صیغہ سے ہوں جیسے نکاح کردیا مینے اور نکاح کیا مینے یا ایک ماضی کے صیغے سے اور دوسرا مستقبل یعنی امر کے صیغے سے جیسے نکاح کردے میرا تو دوسرے نے کہا نکاح کردیا مینے اگرچہ وہ دونوں اسکے معنی کو نسمجہا ہیں اور اگر بیع میں کہا کہ بیچ میرے ہاتھ اس شی کو تو کہا دوسرے نے بیچا مینے تو جائز ہوگی یہاں تک کہ پھر مشتری کہے خریدا مینے **ف** اور وجہ اسکی شرح عربی مین مذکور ہی **ص** اگر عورت سے کہا کہ تجہنے ملانے کو جورو ہونے میں اپنے تئین یا سو کہا عورت نے کہ دیا پھر دوسرے سے کہا کہ قبول کیا تو نے اوسنے کہا کہ قبول کیا نکاح جائز ہوجاویگا اور اسیطرح بیع میں اگر بائع سے کہا بیچا تو نے سو کہا اوسنے بیچا پھر مشتری سے کہا خریدا تو نے اوسنے کہا خریدا صحیح ہوجاویگا اور اگر مرد عورت کہا کہ ہم جورو خاوند ہین گواہوں کے سامنے تو نکاح جائز نہوگا اور نکاح صحیح ہوجاتا ہی ساتھ لفظ نکاح اور تزویج اور ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور بیع اور شرا کے **ف** نکاح و تزویج کی صورت اوپر بیان ہوچکی اور ہبہ مین اسطرح پر کہیں کہ ہبہ کیا مینے اپنے نفس یا لڑکی وغیرہا کو تجکو اور تملیک میں مالک کیا مینے تجکو اور صدقے مین صدقہ کیا مینے اپنے تئیں تجکو اور بیع اور شرا مین بیچا مینے یا خریدا مینے تجکو خواہ یہ الفاظ جورو کی طرف سے ہوں یا خاوند کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے **ص** نہ ساتھ لفظ اجارہ اور اعارہ اور وصیت کے **ف** یعنی اگر کسی نے کہا کہ اجارہ دیا مینے تجکو یا عاریت دیا تو نکاح جائز نہوگا اور اسیطرح وصیت میں تو حاصل یہ ہی کہ جو الفاظ اوسی وقت چیز کے مالک کردینے کے لیے بنائے گئے ہین مثل بیع اور ہبہ وغیرہا کے اونسے درست ہوگا اور اجارہ اور اعارہ اور وصیت سے درست نہوگا کیونکہ اجارہ اور عاریت واسطے مالک کردینے کے نہیں بنا بلکہ نفع کے مالک کردینے کے لیے اور وصیت اوسی وقت چیز کی ملکیت کے لیے نہیں ہی بلکہ بعد موت کے مالک کردینے کو بنی ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک

نکاح نہین جائز ہوتا مگر لفظ نکاح اور تزویج سے فقط اور بلفظ ہبہ نکاح صحیح ہونا خاص آنحضرت کے لیے تھا اور ہمارے نزدیک
یہ حکم عام ہے کذا فی الاصل **ص** اور شرط نکاح کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کلام کو سنے اور دو مرد آزاد یا ایک مرد آزاد اور دو
عورتین آزاد حاضر ہووین **ف** کشف الغمہ مین ہے کہ حضرت عمرؓ جائز رکھتے تھے شہادت عورتون کی ساتھ ایک مرد کے نکاح میں اور نکاح
بغیر شہود یعنی گواہ ہونے کے جائز نہین کیونکہ روایت کی بیہقی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا نِکَاحَ اِلَّا بِالشُّہُوْدِ یعنی
نہین ہے نکاح مگر گواہ ہونے سے اور غریب کیا اوسکو زیلعی نے اور فتح القدیر میں ہے کہ اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے اور روایت کی ترمذی نے ابن عباس سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زانیہ وہ عورتین ہین جو نکاح کر لیتی ہین اپنا بغیر گواہوں کے اور کہا کہ صحیح وقف اوسکا ابن عباس
پر اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے موقوفا اور اسی پر اتفاق کیا ہمارے علما نے اور یہی صحیح ہے نزدیک امام شافعیؒ کے اور امام مالکؒ
کے نزدیک اعلان نکاح مین شرط ہے اور شہادت شرط نہین اور یہ حدیث اونپر حجت ہے **ص** اور امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر
شہادت دو مردون کے جائز نہوگا اور وہ گواہ بالغ ہون عاقل ہون **ف** اسواسطے کہ شہادت نابالغ اور مجنون کی معتبر نہیں
ص مسلمان ہون **ف** اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر قبول کی جاوے گی **ص** اور دونون سے متعاقدین کی لفظ کو
سا ہو تو اگر ہر ایک نے متفرق سنا اسطرح پر کہ پہلے ایک کے سامنے دونوں نے الفاظ نکاح ادا کیے اور وہ چلا گیا اور پھر دوسرے کے
سامنے تو نکاح جائز نہوگا **ف** اسواسطے کہ جس عقد کو جائز فرض کریں تو فساد لازم آتا ہے کیونکہ ایک کی گواہی مقبول نہین **ص**
اگرچہ وہ دونون فاسق ہون **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک جبکہ وہ گواہ فاسق معلن ہون تو نکاح جائز نہوگا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نہین نکاح ہے بغیر ولی اور دو گواہ عادل کے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے عایشہؓ سے اور اسناد میں اوسکی یزید بن سنان
اور باپ اوسکا ہے کہا دارقطنی نے دونوں ضعیف ہیں اور کہا نسائی نے متروک الحدیث ہے اور ضعیف کیا اوسکو احمد وغیرہ نے اور روایت کی
دارقطنی نے عائشہؓ سے کہ ضرور ہیں نکاح مین چار چیزین ولی اور خاوند اور دو گواہ اور اوسکی اسناد مین نافع بن میسرا ابو خطیب مجہول ہے اور اسی
باب مین مروی ہے عبد اللہ بن مسعود اور ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے اور اسناد سب کے واہیون کی واہی ہے **ص** یا اونپر حد قذف
پڑی ہو **ف** یعنی کسی مسلمان کو تہمت زنا کی لگائی ہو اور وہ شروط معتبرہ سے ثابت ہوا اور اوسپر حد شرعی تہمت زنا کی لگی ہو اور حد کا
بیان کتاب الحدود میں انشاء اللہ آویگا **ص** یا وہ اندھے ہون **ف** کیونکہ شرط نکاح مین عاقدین کے لفظ کو سننا ہے اور
یہ امر اندھون سے حاصل ہے **ص** یا وہ دونون بیٹے ہون عاقدین کے یا فقط خاوند کے یا فقط جورو کے **ف** اول صورت
کی مثال یہ ہے کہ زید نے زینب سے نکاح کیا اور بعد اسکے اوسکے دو یا تین بیٹے زینب سے پیدا ہوے اور پھر زید نے زینب کو
طلاق دیا پھر بعد گذرنے عدت کے ارادہ نکاح کا کیا تو اون بیٹوں کی گواہی سے نکاح درست ہے اور دوسری صورت کی مثال
یہ ہے کہ زید نے زینب سے نکاح کا ارادہ کیا اور دوسری بیوی سے زید کے بیٹے تھے تو اب اونکی گواہی سے نکاح زینب کے
ساتھ درست ہے اور تیسری صورت کی مثال یہ ہے کہ زید نے زینب سے ارادہ نکاح کا کیا اور زینب کے پہلے خاوند سے بیٹے
تھے تو اب زینب کا نکاح ساتھ گواہی اوسکے بیٹوں کے زید سے درست ہے **ص** لیکن جسکے بیٹے ہیں اگر وہ دعوی کریگا
تو اوسکے واسطے شہادت اوسکے بیٹوں کی مقبول نہوگی یعنی اگر خاوند کے بیٹون کے سامنے نکاح ہوا اور خاوند نے دعوی کیا
تو شہادت اوسکے بیٹون کی مقبول نہوگی اور عورت اگر دعوی کریگی تو شہادت خاوند کے بیٹوں کی اوسکے واسطے مقبول ہو جاویگی

اور اگر بیوی کے بیٹون کے سامنے نکاح ہوا تو درصورت دعوی کرے بیوی کے شہادت اونکی مقبول نہوگی اور درصورت دعوی کرنے خاوند کے شہادت اونکی مقبول ہوگی **ف** تو اس جگہ چار صورتیں ہوگئیں **ص** اگر مسلمان نکاح کرے ایک ذمیہ عورت سے اور دو ذمیوں کو گواہ کرے نکاح صحیح ہوجاویگا لیکن اگر مسلمان انکار کرے نکاح کا تو اون دو ذمیوں کی گواہی سے نکاح ثابت نہوگا اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر مقبول نہین اور اگر مسلمان دعوی کرے نکاح کا تو گواہی اونکی مقبول ہوجاویگی اسواسطے کہ گواہی ذمی کی واسطے نفع مسلمان کے مقبول ہی **ف** اور اسواسطے کہ اس صورت مین گواہی ذمی کی اوپر ذمیہ کے ہوجاوے گی اور وہ مقبول ہی **ص** اگر کسی شخص نے دوسرے کو حکم کیا کہ میری دختر نابالغ کا کسی سے نکاح کردے سو اوسنے نکاح کیا اوس لڑکی کا ایک شخص کے سامنے تو اگر اوسکا باپ بھی حاضر ہو تو نکاح جائز ہوگا **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین گویا باپ عاقد رہے گا اور وکیل اور وہ ایک شخص دونوں ملکے گواہ ہوجاوین گے کذا فی الاصل **ص** اور اگر باپ حاضر نہین جائز نہوگا **ف** اسواسطے کہ اس صورت میں فقط وہ ایک ہی شخص گواہ رہے گا اور ایک شخص کی گواہی سے نکاح جائز نہین **ص** اسیطرح اگر باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح کرے ایک شخص کے سامنے اگر وہ لڑکی حاضر ہی تو نکاح جائز ہوجاوے گا **ف** کیونکہ اس صورت میں گویا وہ بالغہ عاقدہ ہوجاوے گی اور باپ اور وہ شخص ملکے گواہ ہوجاوین گے کذا فی الاصل اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت مین نکاح درست نہوگا کیونکہ بالغہ کا بھی نکاح بغیر ولی کے اونکے نزدیک جائز نہین **ص** اور اگر وہ لڑکی حاضر نہیں تو نکاح جائز نہوگا **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین عاقد باپ ہوجاوے گا اور فقط وہ ایک شخص گواہ رہے گا اور ایک شخص کی شہادت سے نکاح جائز نہیں

فصل بیان مین اون عورتونکے جنسے نکاح حرام ہی

اور اونکو محرمات کہتے ہین **ص** حرام ہی مرد پر اصل اوسکی **ف** یعنی مان اور دادی اور نانی اور پردادی اور پرنانی اسی طرح جہان تک سلسلہ جاوے کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ یعنی حرام کی گئیں تمھارے اوپر مائین تمھاری اور بیٹیان تمھاری اور پوتی بھی بیٹی ہی اور اسی طرح نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی اور مانی یعنی مان کی مان اور دادی بھی ماں ہی اس واسطے کہ ام کہتے ہین لغت میں اصل کو اور نانی اور دادی بھی اصل ہین پوتے اور نواسے کی یا یہ کہ انکی حرمت پر اجماع ہوا ہی اور اجماع حجت قاطع ہی **ص** اور فرع اوسکی **ف** یعنی بیٹی اور پوتی اگرچہ چلی جاوین بے نہایت اور دلیل اسکی اوپر گذر ہی **ص** اور حرام ہی مرد پر بہن اوسکی اور بھانجی اور بھتیجی اور پھوپھی اور خالہ **ف** اسواسطے کہ قرآن شریف مین انکی حرمت منصوص ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ یعنی حرام ہین تمپر بہنین تمھاری اور پھوپھیان تمھاری اور خالائین تمھاری اور بھتیجیان اور بھانجیان **ص** اور اپنی بیوی کی بیٹی اگر اوس بیوی سے صحبت کی ہو **ف** اور اگر صحبت نہ کی ہو تو نکاح کرنا اوسکی بیٹی سے درست ہی کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ یعنی حرام ہین تمھارے اوپر ربائب تمھاری جو گودون مین ہین تمھاری اون عورتون سے

جن سے صحبت کی تمنے اور اگر نہین کی صحبت تمنے اونسے تو نہین گناہ ہی تمپر اور ربائب جمع ربیبہ کی ہی ربیبہ کہتے ہین اپنی عورت کی بیٹی کو جو غیر سے ہو روایت ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو مرد نکاح کرے کسی عورت سے اور اوس سے صحبت کرے تو نہیں حلال اوسکو نکاح کرنا اوسکی بیٹی سے اور اگر نہین کی صحبت اوس سے تو چاہیے نکاح کرے اوسکی بیٹی سے اور جو شخص کہ نکاح کرے کسی عورت سے تو حرام ہی اوسپر ماں اوس عورت کی برابر ہی کہ اوس عورت سے صحبت کی ہو یا نکی ہو روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح نہین اسناد اوسکی اور ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح دونون ضعیف گنے جاتے ہین حدیث مین اور اس باب مین مروی ہوا ابن عباس سے بھی اور اوسپر اتفاق ہی ائمہ اربعہ کا ص اور اپنی بیوی کی ماں برابر ہی کہ اوس سے صحبت کی ہو یا نکی ہو ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ یعنی حرام ہین تمہارے اوپر مائین تمہاری بیبیون کی اور اسمین قید صحبت کی نہین اور اوپر دلیل اسکی حدیث بھی گذری ص اور اپنی اصل کی بیوی ف یعنی باپ یا دادا کی بیوی یا نانا کی بیوی جہان تک بلند ہووین کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ یعنی نہ نکاح کرو اون عورتون سے کہ نکاح کیا اون سے باپون تمہارے نے ص اور اپنی فرع کی بیوی ف یعنی بیٹے کی بیوی یا پوتے کی بیوی جہان تک نیچے اوتریں کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ اور حرام ہین تمپر بیویان تمہارے بیٹون کی جو تمہارے نطفے سے ہین اور اس سے نکل گئین بیویان متبنی کی یعنی اوس شخص کی جسکو بیٹا بنا لیا ہو اور اوسکو ہندی مین لے پالک کہتے ہین ص اور یہی حرام ہین یہ سب اگر رضاعی ہوں ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاُمَّهَاتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ یعنی حرام ہین تمہارے اوپر مائین تمہاری جنھون نے دودھ پلایا تمکو اور بہنین تمہاری رضاعت سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ یعنی حرام ہوتا ہی رضاع سے جو حرام ہوتا ہی نسب سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے عائشہ سے اور ایک روایت مین مسلم کی ہی تحقیق کہ اللہ نے حرام کیا رضاعت سے جو حرام کیا نسب سے اور تفصیل رضاع کی کتاب الرضاع مین آویگی ان شاء اللہ تعالی ص اور اسمین بہت سی صورتین ہر ایک مین نکلینگی مثلاً بہن کی بیٹی شامل ہی بہن نسبی کی رضاعی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی رضاعی بیٹی کو ف اور اسیطرح اور اقسام مین مثلاً بھائی کی بیٹی شامل ہی بھائی نسبی کی رضاعی بیٹی کو اور بھائی رضاعی کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بھائی کی رضاعی بیٹی کو وقس علی ہذا ص اور حرام ہی مرد پر فرع اوس عورت کی جس سے زنا کی ہو یا چھوا ہو یعنی مس کیا ہو اوسکو شہوت سے یا اوسنے مرد کو مس کیا ہو شہوت سے یا مرد نے اوسکی فرج داخل پر نظر کی ہو بہ شہوت اور اسیطرح حرام ہی اصل ان عورتون کی ف اور یہی مذہب ہی امام احمد کا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک زنا سے حرمت ثابت نہوگی دلیل ہماری یہ ہی کہ کہا ایک مرد نے یا رسول اللہ تحقیق کہ مینے زنا کی تھی ایک عورت سے جاہلیت مین کیا نکاح کرون مین اوسکی بیٹی سے سو فرمایا آپ نے مین نہین

تجویز کرتا اسکو آخر حدیث تک کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ حدیث منقطع ہی اور بھی روایت کی ابن جریج سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس شخص مین جو نکاح کرے کسی عورت سے سوا اوسکو ماد ے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کرے تو نہ
نکاح کرے اوسکی بیٹی سے اور یہ بھی مرسل ہو منقطع ہو مگر مرسل ہمارے نزدیک حجت ہو جب اوسکے راوی ثقہ ہوں اور
امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْحَرَامُ لَا یُفْسِدُ الْحَلَالَ یعنی حرام نہین فاسد
کرتا حلال کو روایت کیا اوسکو دارقطنی نے عائشہؓ سے اور اوسکی اسناد مین عثمان بن عبدالرحمن وقاصی ہو کہا یحییٰ بن معین
نے لَیْسَ بِشَیْئٍ کَانَ یَکْذِبُ یعنی کچھ نہین جھوٹ بولتا تھا اور ضعیف کیا اوسکو ابن المدینی نے اور ایسا ہی کہا بخاری
اور نسائی اور رازی اور ابو داؤد نے اور کہا دارقطنی نے متروک ہی اور کہا ابن حبان نے روایت کرتا تھا ثقات سے
موضوعات کو اور نہین جائز ہی احتجاج ساتھ اوسکے اور بھی روایت کیا اوسکو دارقطنی اور ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے
اور اوسکی اسناد میں عبداللہ بن عمر بھائی عبیداللہ کا ہی کہا ابن حبان نے فاحش ہوئی خطا اوسکی سو مستحق ہوا ترک کا اور بھی
اوسکی اسناد میں اسحٰق بن محمد عروی ہی کہا یحییٰ نے کچھ نہین کذاب ہی اور کہا بخاری نے ترک کیا محدثین نے اوسکو **ص**
مس بشہوت کے معنی یہ ہین کہ دل سے اوسکی اشتہا کرے اور اوس سے لذت پاوے تو عورتوں مین یہی ہوگا اور مردوں میں
بعضوں کے نزدیک یہ ہی کہ آلت منتشر ہو جاوے یا زیادتی انتشار ہو وے اور یہ قول صحیح ہی **ف** اور یہی صحیح ہی
کذا فی الہدایہ **ص** نو برس سے کم کی عورت مشتہات یعنی شہوت والی نہیں ہوتی اور اسی پر فتوی ہی اور جاننا چاہیے
کہ کبھی عورت نو برس کی یا زیادہ کی مشتہات ہوتی ہی اور کبھی نہین بھی ہوتی اور یہ اختلاف بسبب صغر و عظم جثہ کے ہی **ف**
اور تفصیل اسکی انشاء اللہ تعالی فصل حد البلوغ میں آوے گی **ص** اور حرام ہی جمع کرنا درمیان دو بہنوں کے
اور درمیان اون دو عورتوں کے کہ اگر اون مین سے ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری عورت اوسکو درست نہو **ف**
اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ یعنی حرام ہی تمپر جمع کرنا درمیان دو بہنوں کے اور فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیروز دیلمی سے اور اونکے نکاح میں دو بہنین تھیں جب وہ اسلام لائے کہ اختیار کرے جسکو
چاہے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داؤد نے اور ہدایہ میں ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان
لاتا ہو ساتھ اللہ کے اور پچھلے دن کے سو نہ جمع کرے نطفے اپنے کو رحم مین دو بہنوں کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین غریب ہی
اس لفظ سے **ص** خواہ دونوں نکاح مین ہوں یا ایک کو طلاق دیوے اگرچہ بائن ہو اور اوسکی عدت میں دوسری سے
نکاح کرے **ف** اور عدت اور طلاق کا بیان آگے آوے گا **ص** اور بھی حرام ہی وطی کرنا دو بہنوں کا جو اپنی لونڈیاں
ہوں اور اسیطرح اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری لونڈی ایسی خریدی کہ اگر وہ مرد فرض کیجاوے تو اوسکے
درمیان مین نکاح جائز نہو تو اوس لونڈی سے وطی حرام ہی اور اگر ایک لونڈی سے وطی کی تو پھر دوسری ایسی عورت سے
کہ اگر وہ مرد فرض کیجاوے تو نکاح اون دونوں میں حرام ہو وطی خواہ نکاح سے ہو یا ملک یمین سے جائز نہیں اور صرف
نکاح جائز ہی تو اگر اوس عورت سے نکاح کر لیا تو اب کسی سے وطی نکرے جب تک کہ ایک کو اون میں سے اپنے اوپر
حرام نکرے اسطرح پر کہ اوسکو اپنی ملک سے نکال دیوے کل کو یا بعض کو یا کسی دوسرے مرد سے اوسکا نکاح کر دیوے

ف یہ جو بیان کیا کہ وہ دو عورتیں ایسی ہون کہ اونمین سے اگر ایک کو مرد فرض کرین تو دوسری سے اوسکا نکاح
حرام ہو مثال اوسکی یہ ہی کہ جیسے ایک شخص نے اول ایک عورت سے نکاح کیا اب اوس عورت کی پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی
سے نکاح کرنا چاہے تو یہ نکاح جائز نہین کیونکہ اگر پھوپھی کو مرد فرض کرین تو پہلی عورت اسکی بھتیجی ہوئی اور بھتیجی سے نکاح حرام
ہی اور اگر خالہ کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اسکی بھانجی ہوئی اور بھانجی سے نکاح حرام ہی اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کرین
تو وہ عورت اسکی پھوپھی ہوئی اور پھوپھی سے نکاح حرام ہی اور اگر بھانجی کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اسکی خالہ ہوئی
اور خالہ سے نکاح حرام ہی تو جسس عورت کو مرد فرض کرین تو نکاح پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی سے لازم آتا ہی اور نکاح
ان سب سے حرام ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ جمع کیا جاوے گا درمیان عورت کے
اور اوسکی پھوپھی کے اور نہ درمیان عورت کے اور اوسکی خالہ کے روایت کیا اوسکو بخاری ومسلم نے اور روایت کیا
اوسکو ابو داؤد و ترمذی و دارمی نے اور اوسی مین ہی کہ نہ نکاح کیجاوے عورت اپنی پھوپھی پر اور نہ پھوپھی اپنی بھتیجی پر اور
نہ عورت اپنی خالہ پر اور نہ خالہ بھانجی پر نہ نکاح کیجاوے بڑی یعنی خالہ اور پھوپھی چھوٹی پر یعنی بھانجی اور بھتیجی پر اور نہ چھوٹی بڑی
پر اور خالہ اور پھوپھی کو بڑا اسواسطے ارشاد فرمایا کہ اکثر وہ سن مین بڑی ہوتی ہین اور بھتیجی اور بھانجی چھوٹی ہوتی ہین یا
وہ مرتبے مین بڑی ہین اور صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور روایت کی بخاری نے جابر سے مانند اسکے اور اس باب مین
روایت ہی ابن عباس رض سے اخراج کیا اوسکا احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن حبان نے کہ مکروہ رکھا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے جمع درمیان پھوپھی اور خالہ کے اور درمیان دو خالہ اور دو پھوپھی کے اور ابو سعید سے روایت کیا اوسکو
ابن ماجہ نے اور علی سے روایت کیا اوسکو بزار نے اور ابن عمر سے روایت کیا اوسکو ابن حبان نے اور بہت سے صحابیون
سے مروی ہی اس باب مین اور باعث اسکا یہی ہی کہ ان سب عورتوں مین آپسمین علاقہ رحم ہی اور یہ بسبب نکاح کے شاید
منقطع ہوجاوے کیونکہ اکثر سوتوں مین عداوت وحسد وعناد رہا کرتا ہی اور اوسی پر دلالت کرتا ہی قول آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ قَطَعْتُمْ اَرْحَامَهُنَّ یعنی جسوقت یہ تمنے کیا سو قطع کیا تمنے اونکے رشتونکو
روایت کیا اوسکو ابن حبان اور ابن عدی نے حدیث ابن عباس سے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین عیسی بن
طلحہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہ نکاح کیجاوے عورت اپنے قرابت دار پر بسبب خوف قطع رحم کے
ص اگر نکاح کیا دو بہنون سے ساتھہ دو عقدون کے اور بھول گیا کہ اول کس سے عقد کیا تھا تو درمیان خاوند اور
اون دو بہنون کے جدائی کرائی جاویگی **ف** یعنی قاضی تفریق کرادیگا **ص** اور اون دونون کو آدھا مہر ملیگا **ف** اسواسطے
کہ دوسرا نکاح تو باطل ہی غیر موجب مہر اور پہلا نکاح صحیح ہی اور تفریق قبل وطی وخلوت میں نصف مہر واجب ہوتا ہی اور معلوم نہین
کہ کون اول ہی تو نصف اوس مہر کو دونوں مین تقسیم کر دینگے ایک ربع ایک کو اور ایک ربع دوسری کو اور اگر ایک ہی عقد میں دونوں کا نکاح
کیا تو دونون کا نکاح باطل ہوا اور کچھہ مہر واجب نہوگا اور درست ہی جمع کرنا درمیان عورت کے اور اوس کے خاوند کی دختر
کے ساتھہ درصورتیکہ وہ دختر اوس عورت سے نہو **ف** کیونکہ اگر اوس عورت سے ہوگی تو مرد کی ربیبہ ہوجاویگی
اور ربیبہ سے نکاح حرام ہی اور دوسرے یہ کہ پھر جسکو ان دونوں مین سے مرد فرض کرین گے اوسکو دوسری عورت حرام ہوگی

اسواسطے کہ اگر دختر کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اوسکی ماں ہی اور اگر عورت کو مرد فرض کریں تو وہ اوس کی بیٹی ہی **ص** اسواسطے کہ اگر اوس دختر کو مرد فرض کرو تو نکاح اوسکا عورت سے حرام ہی کیونکہ وہ باپ کی بیوی ہی لیکن اگر اسمیں عورت کو مرد فرض کریں تو یہ دختر اوسپر حرام نہیں اور جائز ہی نکاح کتابیہ سے **ف** یعنی یہودی اور نصرانی عورتوں سے اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اور کچھ فرق نہین درمیان اس بات کے کہ لونڈی ہو یا آزاد اور جن لوگوں نے حنفیہ سے انکو مشرکین سمجھکے نکاح انسے حرام قرار دیا ہی وہ غافل ہیں مسائل کتب فقہیہ سے کیونکہ حنفیہ کی کتابوں مین تصریح ہی کہ گو کہ وہ نصاری اور یہود قائل ہین کہ حضرت عیسی اور حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہین لیکن پھر بھی وہ مشرکین سے جدا ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن شریف میں جدا کیا انکو مشرکین سے اور کفایہ میں ہی کہ حذیفہؓ نے نکاح کیا ایک یہودیہ سے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی **ص** اور صابیہ سے جب کسی نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی کتاب کا اقرار کرتی ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین اور بعضون نے کہا کہ یہ خلاف مبتنی ہی تفسیر صابیہ پر تو ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ صابی اہل کتاب سے ہی اسواسطے نکاح جائز ہی اور صاحبین نے کہا کہ وہ ستارون کی پرستش کرتے ہین اور انکی کوئی کتاب نہین اسواسطے اونکے نزدیک نکاح جائز نہین ہی **ف** اور ایسے ہی اختلاف کیا صابئین کی تفسیر مین اصحاب نے کہا عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کہ وہ اہل کتاب مین سے ہیں تو عمرؓ نے کہا کہ حلال ہی ذبیحہ اونکا اور کہا ابن عباسؓ نے کہ نہیں درست ہی نکاح اونسے اور کھانا اونکے ذبیحے کا اور کہا مجاہدؒ نے کہ وہ ایک قوم ہی طرف شام کے درمیان یہود اور مجوس کے اہل کتاب سے اور کہا کلبی نے کہ وہ درمیان یہود اور نصاری کے ہیں اور کہا قتادہؒ نے کہ وہ پڑھتے ہین زبور کو اور عبادت کرتے ہیں ملائکہ کی اور نماز پڑھتے ہین کعبے کیطرف اور ہر دین میں سے کچھ کچھ لے لیا ہی **ص** اور اگر ستارونکی پرستش کرتی ہو اور اوسکی کوئی کتاب نہو تو اوس سے نکاح جائز نہین **ف** اسواسطے کہ وہ اوس صورت مین مانند مشرکین کے ہی جیسے مجوس آتش پرست وغیرہ اور اونکی عورتوں سے نکاح حرام ہی کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ اور نہ نکاح کرو مشرک عورتون سے یہانتک کہ ایمان لاویں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنُّوْا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِيْ نِسَائِهِمْ وَلَا اٰكِلِيْ ذَبَائِحِهِمْ یعنی چلو تم اون سے یعنی مجوس سے طریقہ اہل کتاب کا مگر یہ کہ نہ نکاح کرنے والے ہو اونکی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو اونکے ذبائح کو اور یہ حدیث ہدایہ مین ہی کہا زیلعی نے تخریج مین اوسکی قلت غریب بھذا اللفظ یعنی اس لفظ سے غریب ہی لیکن روایت کی عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حسن بن محمد بن علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا طرف مجوس ہجر کے بیش کرتے تھے اوپر اسلام کو کہ جو اسلام لاوے قبول کیا جاوے اوس سے اور جو نہ اسلام لاوے اوسپر جزیہ باندھا جاوے نہ نکاح کرنے والے ہو اونکی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحے اون کے کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل ہی اور راوی اوسکی اسناد مین قیس بن مسلم بگڑ گیا حفظ اوسکا اور روایت کی ابن سعد نے طبقات مین عبد اللہ بن عمرو سے تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا طرف مجوس ہجر کے عرض کرتے تھے اون پر اسلام کو تو اگر انکار کریں پیش کیا جاوے اونپر جزیہ اس طور پر کہ نہ نکاح کی جاویں عورتیں اونکی اور نہ کھائے جاوین ذبیحے اون کے اور اوسکی اسناد میں واقدی ہی کلام کیا گیا ہی اوسمین

اور موطا مین اتنا ہی مروی ہی سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ انتہی حاصل ما قال الزیلعی **ص** اور درست ہی
نکاح اوس شخص کا جو احرام باندھے ہو مرد ہو یا عورت **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نکاح کیا میمونہ
سے اور آپ محرم تھے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے ابن عباسؓ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز
نہین کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ اَخْرَجَهُ السِّتَّةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ
یعنی نہ نکاح کرے محرم اور نہ نکاح کیا جاوے اخراج کیا اسکا صحاح ستہ والوں نے سوا بخاری کے اور جواب یہ ہی کہ نکاح
سے مراد اس جگہ وطی ہی اور وہ بالاجماع احرام مین ناجائز ہی جیسا کہ بیان اسکا کتاب الحج مین گذرا **ص** اور جائز ہی نکاح
لونڈی سے مسلمان ہو یا کتابی **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح لونڈی کتابیہ سے واسطے آزاد مرد کے جائز نہیں
کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا سورۂ نسا مین وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ
فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ تو اللہ نے مقید کیا لونڈیون کو ساتھ مومنات کے پس کافرہ
سے جائز نہوگا اسلیے کہ تخصیص بالحکم موجب نفی حکم ماعدا کی ہوتی ہی اور ہم کہتے ہین کہ قید لگا دینا مومنات کی اس بات پر
دلالت نہین کرتا تا کہ کافرہ کتابیہ سے نکاح جائز نہو **ص** اگرچہ قدرت رکھتا ہو آزاد سے نکاح کرنے پر یعنی اوسکے مہر
اور نفقہ پر قادر ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب قدرت نہو حرہ کی تب نکاح لونڈی مسلمان سے جائز ہو ورنہ نہین **ف**
اور دلیل اونکی استدلال ہی اوسی آیت سے اور ہمارا وہی جواب ہی جو گذرا **ص** اور جائز ہی نکاح حرہ کا **ف** یعنی آزاد
عورت سے **ص** باوصف اسکے کہ اوسکے نکاح مین لونڈی ہو **ف** کیونکہ روایت کی سعید بن منصور نے سنن مین
ابن علیہ سے انھون نے سنا اوس شخص سے جسنے سنا حسن سے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع کیا
یہ کہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر حرہ کے اور کہا کہ نکاح کیا جاوے حرہ اوپر لونڈی کے اور روایت کیا اوسکو بیہقی اور طبری نے تفسیر مین
ساتھ سند متصل کے حسن سے اور غریب کہا اوسکو روایت عامر احول سے انھون نے حسنؒ سے اور معروف روایت ہی عمرو بن عبید
کی حسن سے کہا حافظ نے یعنی عمرو بن عبید متہم ہی روایت سعید بن منصور مین اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے
حسن سے مرسل اور اسیطرح روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اون سے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور امام شافعیؒ کے
نزدیک بھی جب مؤید ہوں اوسکے اقوال صحابہ اور اس جگہ مؤید ہوے روایت کی ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے
موقوفا تحقیق کہ لونڈی نہیں لائق ہی کہ نکاح کیا جاوے اوپر حرہ کے اور ایک روایت مین ہی لَا تُنْكَحُ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ
اور سند اوسکی حسن ہی اور ابن مسعودؓ بمانند اسکے اور روایت کی عبد الرزاق نے ابی الزبیر سے کہ انھون نے سنا جابرؓ سے کہتے
تھے لَا تُنْكَحُ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ وَتُنْكَحُ الْحُرَّةُ عَلَى الْاَمَةِ یعنی نہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر حرہ کے اور نکاح کی جاوے
حرہ اوپر لونڈی کے اور روایت کی بیہقی نے مانند اسکے اور زیادہ کیا مَنْ وَجَدَ صَدَاقَ حُرَّةٍ فَلَا يَنْكِحْ اَمَةً اَبَدًا
یعنی جو شخص پاوے مہر کو حرہ کے تو نہ نکاح کرے لونڈی سے کبھی اور اسناد اوسکی صحیح ہی اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق
نے بھی بغیر اس زیادتی کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیبؓ سے کہا انھون نے نکاح کی جاوے حرہ اوپر لونڈی
کے اور نہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر حرہ کے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے حدیث طویل میں مرفوعا ویتزوج

تُنْكَحُ الْأَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ وَلَا تُنْكَحُ الْأَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ یعنی نکاح کی جاوے حرہ اوپر لونڈی کے اور نہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر
حرہ کے اور اسناد میں اوسکی مظاہر بن اسلم ضعیف ہی **ص** اور جائز ہی نکاح چار عورتوں سے فقط آزاد ہوں یا لونڈیاں
اور زیادہ دوست درست نہیں **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے نے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ
وَرُبَاعَ یعنی نکاح کرو جو خوش لگے تمکو عورتوں سے دو دو اور تین تین اور چار چار اور یہی مذہب ہی ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کا
اور یہی ثابت ہو حدیث صحیح سے روایت ہو حضرت ابن عمرؓ سے کہ تحقیق غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے اور اون کی
دس عورتیں تھیں جاہلیت میں سو وہ سب اسلام لائیں اون کے ساتھ سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک لے
چار عورتوں کو اور چھوڑ دے باقی کو روایت کیا اوسکو شافعیؒ اور احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور روایت ہی نوفل
بن معاویہ سے کہا اسلام لایا میں اور میرے پاس پانچ عورتیں تھیں سو پوچھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے
چھوڑ دے ایک کو اور روک لے چار کو سو چھوڑ دیا میں نے اون میں سے ایک عورت کو کہ تھی قدیم الصحبۃ تھی ساتھ میرے
پانچ تھی ساٹھ برس کی روایت کیا اوسکو شافعیؒ نے اور بغوی نے شرح السنۃ میں **ص** اور غلام کو دو سے زیادہ درست
نہیں **ف** اور یہی مذہب ہی امام شافعیؒ اور احمدؒ کا اور کہا مالکؒ نے کہ وہ بھی نکاح کرے چار عورتوں تک اور دلیل
ہماری وہ ہی جو روایت کی ابن الجوزی نے تحقیق میں عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھوں نے نکاح کرے غلام دو عورتوں
سے اور طلاق دے دو طلاق اور عدت کرے لونڈی دو حیض سے اور ایسی ہی روایت کی بغوی نے معالم میں کہا ابن الجوزیؒ
نے کہا حاکم نے کہ اجماع کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہ نکاح کرے غلام زیادہ دو عورتوں سے
اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے **ص** اور جائز ہی نکاح اوس عورت سے جو حاملہ ہووے زنا سے **ف** اور
اسی پر فتویٰ ہی اور امام ابی یوسف کے نزدیک نکاح فاسد ہی اور یہ اختلاف اوس میں ہی کہ نکاح کرے اوس سے غیر زانی
اور جو زانی خود نکاح کرے تو بالاتفاق صحیح ہی جیسا کہ ہدایہ میں ہی **ص** اور وطی نہ کرے اوس سے جب تک
وہ وضع حمل نہ کرے **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ حنین میں نہیں حلال ہی واسطے
اوس مرد کے جو ایمان لاتا ہی اللہ پر اور پچھلے دن پر یہ کہ پلاوے پانی اپنا دوسرے کی کھیتی میں روایت کیا اسکو ابو داؤد
اور ترمذی نے رُویفع بن ثابت انصاری سے **ص** اور جائز ہی نکاح اوس عورت سے کہ وطی کی ہو ایک شخص نے زنا سے
اور اوس لونڈی سے کہ وطی کی ہو اوس سے مالک نے اوسکے اور دونوں صورتوں میں خاوند پر استبرا واجب نہیں
ف استبرا کہتے ہیں طلب برائت رحم کو ولد سے اور اسکا بیان آگے آوے گا **ص** اگر دو عورتوں سے نکاح کیا
ساتھ ایک ہی عقد کے **ف** مثلاً کہا نکاح کیا میں نے تم دونوں سے اور انھوں نے کہا قبول کیا ہم نے **ص** اور ایک
اون دو عورتوں میں سے نکاح کرنے والے پر حرام ہی تو دوسری کا نکاح صحیح ہو جاوے گا اور نہیں جائز ہی نکاح
اپنی لونڈی سے اور نہ غلام کو اپنی مالکہ سے **ف** یعنی وہ عورت جو مالک ہی غلام کی اسواسطے کہ نکاح موضوع ہی
واسطے مالک ہونے فوائد کے جو مشترک ہوں درمیان زوج اور زوجہ کے اور اس صورت میں احد العاقدین مملوک
ہی دوسرے کا اور مملوکیت منافی ہی مالکیت کی تو اب دونوں میں مشترک نہوں گے **ص** اور نہیں جائز ہی نکاح مجوسیہ

اور جو عورت بتوں کی پرستش کرتی ہو **ف** اور وجہ اسکی اوپر گذری **ص** اور نہ پانچوین عورت سے اگرچہ چوتھی عورت کی جانے مین ہو **ف** یعنی ایک شخص کی چار عورتیں ہین اور اوس نے ایک کو اون مین سے طلاق دیا تو جب تک وہ عدت مین ہو نکاح پانچوین عورت سے جائز نہین **ص** اور یہ حکم واسطے آزاد مرد کے ہی اور غلام کے واسطے تیسری عورت جائز نہین دوسری عورت کی عدت مین اور نہین جائز ہی نکاح لونڈی سے باوصف ہونے حرہ کے نکاح میں **ف** اور دلیل اسکی اوپر گذری **ص** یا حرہ کی عدت مین **ف** صورت مسئلے کی یہ ہی کہ ایک شخص کے نکاح مین ایک آزاد عورت تھی اور اوسنے اوسکو طلاق دی یا تو جب تک وہ عدت مین ہی نکاح لونڈی سے جائز نہین اور حرہ سے جائز ہی **ص** اور نہین جائز ہی نکاح اوس عورت حاملہ سے جو مقید ہوکے آئی ہی اور اوس حاملہ سے کہ اوسکا نسب ثابت ہی **ف** یعنی یہ معلوم ہی کہ فلانے شخص کا حمل ہی **ص** اگرچہ وہ حاملہ ام ولد ہو اپنے مالک کی اور اوسی سے حاملہ ہوئی ہووے اور باطل ہی نکاح متعہ کا یعنی اسطرح پر کہے کہ متعہ کرتا ہون مین تجھسے اتنی مدت پر اتنے مال کے

ف اتفاق کیا ایمہ اربعہ اور علماے امصار نے حرام ہونے متعہ پر اور رجعت او سکی حرمت پر قول اللہ تعالی کا ہی وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ یعنی نجات پائی اون مسلمانون نے جو اپنی فرجون کے حافظ ہین مگر اپنی بیویون پر یا لونڈیون پر پس تحقیق کہ وہ نہین ملامت کیے گئے ہین سو جو شخص تلاش کرے سوا اسکے پس وہی لوگ ہین زیادتی کرنے والے اسواسطے کہ جس عورت سے متعہ کیا ہو اوسکو زوجہ نہین کہتے ہین اور اسی سبب سے جو لوگ قائلین متعہ ہین اون کے نزدیک بھی متوعہ اور مرد مین وراثت نہین برخلاف زوجہ کے روایت کی مسلم نے ربیع بن سبرہ بن معبد جہنی سے تحقیق کہ اون کے باپ نے حدیث بیان کی اونسے کہ تھے وہ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سو فرمایا آپ نے ای لوگو اذن دیا تھا مینے تمکو متعے کا عورتون سے اور اب اللہ نے حرام کیا اوسکو دن قیامت تک سو جس شخص کی ایسی عورت ہو تو چھوڑ دے اوسکو اور نہ لیوے اونسے جو دیا ہی اونکو اور روایت کیا اوسکو مسلم نے دوسرے طریق سے اور بھی روایت کی ابن ماجہ نے باسناد صحیح حضرت عمر رضی سے کہ انھون نے خطبہ پڑھا سو کہا کہ تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذن دیا متعے کا تین بار پھر حرام کیا اوسکو اگر کوئی متعہ کریگا اور وہ محصن ہوگا البتہ رجم کرونگا مین اوسکو پتھرون سے اور ایک روایت مین ہی کہ خطبہ پڑھا حضرت عمر رضی نے سو کہا کہ کیا حال ہی اون لوگون کا جو نکاح کرتے ہین متعے کا اور تحقیق کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے نہین آویگا میرے پاس کوئی کہ نکاح کیا ہوویگا اوسنے متعے کا مگر رجم کرونگا مین اوسکو اور پوچھے گئے حضرت ابن عمر متعے سے سو کہا حرام ہی سو کہا گیا اونکو کہ ابن عباس فتوے دیتے ہین اوسکی حلت کا کہا انھون نے کہ کیون نہ بولے زمانہ حضرت عمر مین اور روایت کی مسلم نے سلمہ بن اکوع سے کہا رخصت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سال اوطاس کے تین بار پھر منع کیا ہمکو متعے سے اور روایت کی مسلم نے سبرہ بن معبد سے کہ حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سال فتح مین متعے کا جب داخل ہوے ہم مکے مین پھر نہ نکلے مکے سے یہانتک کہ منع کیا ہمکو متعے سے اور روایت کی خازنی نے اپنی سند سے

[illegible]

جابرؓ سے ایک حدیث میں کہ خطبہ پڑھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں اور منع کیا
متعہ سے اور روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت علیؓ سے تحقیق انھون نے سنا ابن عباسؓ سے کہ نرمی کرتے
ہیں متعہ میں سو کہا چھوڑ دے اے ابن عباسؓ تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اوس سے
دن خیبر کے اور گدھوں کے گوشت کھانے سے اور ایک روایت میں ہی حضرت علیؓ سے کہ کہا انھوں نے واسطے
ابن عباسؓ کے تو مرد گمراہ ہی اور بہت سے آثار اور احادیث حرمت متعہ میں وارد ہوئے ہین اور روایت کیا عبد الرزاق
نے ابن عباسؓ سے حلت متعہ کو اور فتوی دیا ساتھ اوس کے بعض تابعین نے مثل ابن جریج اور طاؤس
اور عطا کے اور سعید بن جبیر اور فقہاء مکہ نے اور کہا اوزاعی نے کہ ترک کیا جاوے گا قول اہل حجاز سے
متعہ نساء کا اور قول اہل مدینہ سے حلت وطی فی الدبر کی روایت کیا اوسکو حاکم نے علوم الحدیث میں اور نسخے
اور ہدایہ میں ہی کہ ابن عباسؓ نے رجوع کی اوس سے روایت کی بیہقی نے زہری سے کہ انھوں نے
کہا نہیں مرے ابن عباسؓ یہان تک کہ رجوع کی انھون نے فتوے اپنے سے درباب حلت متعہ کے اور ایسا ہی
ذکر کیا ابو عوانہ نے صحیح مین اور روایت کی ترمذی نے ابن عباسؓ سے کہ تھا متعہ اول اسلام میں کہ آتا تھا ایک شخص
شہر مین اور اوسکو اوس شہر سے معرفت نہوتی تھی تو نکاح کر لیتا تھا عورت سے جب تک جانتا تھا مین کہ مقیم رہونگا تو وہ
عورت اوسکے مال کی محافظت کرتی تھی اور اوسکی چیزون کو درست کرتی تھی یہان تک کہ نازل ہوئی یہ آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ
اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ سوا ہر فرج سوا اونکے حرام ہی اور روایت کی ابو عوانہ نے رجوع ابن جریج کی بھی فتوے
سے اور تفسیر اس کی تفسیر مظہری مین ہی ص اور نکاح موقت یعنی اسطرح کہے کہ نکاح کرتا ہون مین تجھسے ساتھ اتنے مہر کے
مہینا بھر تک یا دس دن تک ف اسواسطے کہ یہ بھی معنون میں متعے کے ہی اور زفرؒ کے نزدیک درست ہی [1]

باب ولی اور کفو کے بیان مین

جائز ہی نکاح عورت مکلفہ یعنی عاقلہ بالغہ کا ف بکر ہو یا ثیب ص اگرچہ غیر کفو سے ہو بغیر حاضر ہونے ولی کے
اور ولی کو درست ہی کہ قاضی سے کہکر فسخ کراوے جب غیر کفو سے ہوا اور روایت کی حسن نے ابو حنیفہؒ سے کہ نکاح
ساتھ غیر کفو کے جائز نہین اور اسی پر فتوی ہی قاضی خان کا اور ایک روایت مین امام ابو یوسفؒ سے نکاح
نہین منعقد ہوتا ہی مگر ساتھ ولی کے (بدون حضور ولی کے مطلقاً) اور نزدیک محمدؒ کے منعقد ہوگا اور موقوف رہیگا اجازت ولی پر ف یعنی
اگر ولی چاہے روا رکھے اور چاہے فسخ کرے ص اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک نکاح نہین منعقد ہوتا ساتھ
عبارت عورتون کے ف برابر ہی کہ اپنا نکاح کرین یا اپنی بیٹی کا یا اپنی لونڈی کا دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہی کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورت نکاح کرے بغیر اذن ولی کے پس نکاح اوسکا باطل ہی پس نکاح اوسکا باطل ہی
پس نکاح اوسکا باطل ہی تو اگر داخل ہوا اوسکے ساتھ تو اوس عورت کے واسطے مہر ہی بہ سبب حلال ہونے اوسکی فرج کا
تو اگر اختلاف کیا انھون نے تو بادشاہ ولی ہی اوسکا جسکا کوئی ولی نہیں روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے
ابن جریج سے انھون نے سلیمان بن موسی سے انھوں نے زہری سے انھوں نے عروہ سے انھوں نے حضرت عائشہ

[1] نکاح صحیح اور لازم ہو جاویگا اور توقف باطل سلا کیونکہ ... فسخ سے باطل نہین ہوتا کذا فی الہدایہ مجلد

سے اور حسن کہا اُسکو ترمذی نے کہا طحاوی نے حدثنا ابن ابی عمران قال اخبرنا یحیی بن معین عن ابن علیۃ
عن ابن جریج انہ قال لقیت الزہری فسألتہ عن ہذا الحدیث فانکرہ یعنی کہا ابن جریج نے کہ ملاقات کی
مین نے زہری سے سو خبر کی مین نے اُنکو اس حدیث کی پس انکار کیا زہری نے اِسکا اور روایت کی ترمذی اور ابن
داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا نکاح الا بولی
والسلطان ولی من لا ولی لہ یعنی نہین ہے نکاح بغیر ولی کے اور بادشاہ ولی ہے اُسکا جسکا کوئی ولی نہین اور اسناد مین
اُسکی حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہین نکاح ہے بغیر ولی کے اور دو گواہ عادل کے اور اسناد مین اُسکی یزید بن سنان اور باپ اُسکے دونون
ضعیف ہین ضعیف کیا اُنکو نسائی اور احمد وغیرہم نے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہ رض سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور ہین نکاح مین چار چیزین ولی اور زوج اور دو گواہ اور اسناد مین اُسکی نافع بن میسرۃ ابو الخطیب
مجہول ہے اور روایت کی احمد نے ابی موسی سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے لا نکاح الا بولی یعنی نہین نکاح
بغیر ولی کے اور روایت ہے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین نکاح ہے بغیر ولی کے اور بادشاہ
ولی ہے اُسکا جسکا کوئی ولی نہین روایت کیا اُسکو احمد رح نے طریق حجاج بن ارطاۃ سے اور وہ ضعیف ہے اور ایک اور طریق
اور اُسمین عدی بن الفضل اور عبد اللہ بن عثمان دونون ضعیف ہین اور روایت ہے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے زانیہ وہ عورتین ہین کہ نکاح کر لیتی ہین اپنا آپ نہین جائز ہے نکاح مگر ساتھ ولی کے اور دو گواہون کے اور مہر کے
تھوڑا ہو یا بہت روایت کیا اُسکو ابن الجوزی نے اور اسناد مین اُسکی نہاس ضعیف ہے ضعیف کیا اُسکو یحیی نے اور کہا ابن عدی نے
لا تساوی شیئا اور روایت ہے ابن مسعود رض اور ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین نکاح ہے مگر ساتھ
ولی کے اور دو گواہ عادل کے اور حدیث ابن مسعود مین بکر بن بکار ہے کہا یحیی نے کچھ نہین اور عبد اللہ بن محرز کہا دارقطنی نے
متروک ہے اور حدیث ابن عمر مین ثابت بن زہیر منکر الحدیث ہے ایسا ہی کہا ابو حاتم نے اور کہا ابن حبان نے لا یحتج بہ یعنی نہین
حجت پکڑی جاویگی ساتھ اُسکے اور روایت ہے ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا تزوج المرأۃ المرأۃ
ولا تزوج المرأۃ نفسہا فان الزانیۃ ہی التی تزوج نفسہا یعنی نہ نکاح کرے عورت عورت کا اور نہ نکاح کرے عورت
اپنا پس تحقیق کہ زانیہ وہ عورت ہے جو نکاح کرے اپنا روایت کیا اُسکو دارقطنی نے دو طریقون سے ایک کی اسناد مین جمیل بن حسن ہے
اور دوسری کی اسناد مین مسلم بن ابی مسلم ہے اور دونون نہین پہچانے جاتے اور روایت ہے جابر رض سے مرفوعا نہین نکاح ہے
مگر ساتھ ولی مرشد کے اور دو گواہ عادل کے روایت کیا اُسکو ابن الجوزی نے اور اُسکی اسناد مین محمد بن عبید اللہ عرزمی ہے
کہا نسائی اور یحیی نے متروک ہے نہین لکھی جاویگی حدیث اُسکی اور اُسکی اسناد مین قطر بن بشیر ضعیف ہے اور روایت ہے معاذ
ابن جبل رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس عورت نے نکاح کیا اپنا آپ بغیر ولی کے سو وہ زانیہ ہے
اخراج کیا اُسکا دارقطنی نے اور اُسکی اسناد مین ابو عصمۃ نوح بن ابی مریم ہے کہا یحیی نے کچھ نہین اور کہا دارقطنی نے متروک ہے
یہ سب دلیلین شافعی مذہب کی تھین اور حنفیہ حجت پکڑتے ہین ساتھ قول اللہ تعالی کے حتی تنکح زوجا غیرہ کا کیونکہ نسبت نکاح

کی اسمیں طرف عورت کے ہی اور حدیث ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورت بے خاوند
کے ہو وہ زیادہ حقدار ہی اپنی ذات پر ولی اپنے سے اور بکر سے اذن لیا جاویگا اور اذن اُسکا سکوت ہی روایت کیا اسکو
مسلم اور مالک اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور حدیث ابی سلمہ بن عبد الرحمن سے
کہا کہ آئی ایک عورت طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سو کہا تحقیق کہ میرے باپ نے نکاح کیا میرا ایک شخص سے
اور میں ناراض ہوں سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکے باپ کو نہیں نکاح ہی واسطے تیرے جا نکاح کر جس سے چاہے تو
روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے اور یہ حدیث اگرچہ مرسل ہی لیکن مرسل نزدیک ہمارے حجت ہی اور حدیث حضرت عائشہ سے
تحقیق کہ ایک جوان عورت داخل ہوئی اوپر اُنکے سو کہا کہ میرے باپ نے نکاح کیا میرا اپنے بھتیجے سے تاکہ بڑھے حسب اُسکا اور میں مکروہ رکھتی ہوں
سو کہا حضرت عائشہ نے بیٹھ اور آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو خبر کی حضرت عائشہ نے آپکو سو آپ نے کہلا بھیجا طرف
اُسکے باپ کے اور دیا اختیار عورت کو سو کہا عورت نے اے رسول اللہ تحقیق کہ اجازت دی میں نے اُسکی جو میرے باپ نے کیا اور میں
ارادہ کیا میں نے مگر یہ کہ آگاہ کروں میں عورتوں کو کہ نہیں ہی اوپر اُنکے باپوں کا اختیار روایت کیا اسکو نسائی نے اور وجہ استدلال
کی اس حدیث سے یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت کیا عورت کے اس قول پر کہ باپوں کا کچھ اختیار نہیں تو یہ حدیث
معارض ہی حدیث حضرت عائشہ کو جو پہلے مذکور ہوئی اور حدیث لا نکاح الا بولی پر تو ترجیح حدیث ابن عباس کو ہوگی
کیونکہ روایت کیا اسکو مسلم نے اور وہ اصح ہی اور اقوی ہی از روے سند کے برخلاف اُن احادیث کے جنسے تمسک کیا
شافعی نے کہ وہ سب خالی نہیں ضعف سے جیسا کہ بیان کیا ہمنے اسکو اور تاویل حدیث لا نکاح الا بولی کی یہ ہی کہ نہیں ہی نکاح
بطور سنت کے بغیر ولی کے اور حدیث حضرت عائشہ کو حمل کرتے ہیں اوپر اُس نکاح کے جو بغیر کفو کے ہووے واللہ اعلم
زیادہ تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ص جو عورت بکر ہو اور بالغہ ہو تو اُسپر ولی جبر کر سکتا ہی واسطے نکاح کے
اتفاقاً ف اور اُسپر اجماع کیا مجتہدین نے ص اور بکر بالغہ پر ولی کو جبر نہیں پہونچتا ہمارے نزدیک ہر ولی کے لیے
ولایت اجبار ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک فقط باپ اور دادا کو جبر پہونچتا ہی ف امام شافعیؒ دلیل لاتے ہیں اُس سے جو
روایت کی گئی حسن سے مرسلاً کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہیے کہ اذن لی جاویں بکر عورتیں اپنے نفسوں میں
پس اگر انکار کریں تو جبر کی جاویں اخراج کیا اسکا ابن الجوزی نے اور یہ حدیث ساقط ہی از روے متن اور سند کے لیکن از روے
متن کے سو اسواسطے کہ درمیان اذن لینے اور جبر کے تناقض ہی کیونکہ اسوقت میں اذن لینے سے کچھ فائدہ نہیں لیکن از روے
سند کے سو اسواسطے کہ اسکی سند میں عبد الکریم ہی کہا ابن الجوزی نے اجماع کیا محدثین نے اسکی طعن پر علاوہ اسکے یہ حدیث
مرسل ہی اور مرسل امام شافعیؒ کے نزدیک مقبول نہیں اور دلیل ہماری حدیث ابن عباس کی ہی کہ ایک عورت بکر آئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاس سو بیان کیا کہ اُسکے باپ نے نکاح کر دیا اُسکا اور وہ ناراض تھی سو اختیار دیا اسکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت
کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے ساتھ سند متصل کے اور رجال اُسکے رجال حدیث صحیح کے ہیں اور وہ جو
کہا بیہقی نے کہ یہ مرسل ہی تو کچھ مضر نہیں اسواسطے کہ وہ مرسل ہی بعض طریقوں سے اور مرسل حجت ہی اور بعض طریقوں صحیحہ سے
متصل ہی کہا ابن القطان نے حدیث ابن عباس کی صحیح ہی اور نہیں ہی یہ عورت خنساء بنت خدام کہ نکاح کر دیا تھا اُسکا

اسکے باپ نے اور وہ ثیبہ تھی اور ناراض تھی تو رد کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح اسکا روایت کیا اسکو بخاری نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے ایک روایت میں ہے کہ حنساء بھی بکر تھی اخراج کیا اسکا نسائی نے لیکن روایت بخاری کی راجح ہے اور روایت کی دارقطنی نے حدیث ابن عباس کو تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا نکاح ایک بکر اور ثیب کا نکاح کر دیا تھا ان دونوں کا انکے باپ نے اور وہ دونوں ناراض تھیں اور روایت کی دارقطنی نے ابن عمر سے تحقیق کہ ایک شخص نے نکاح کیا اپنی بیٹی کا سو وہ ناراض ہوئی تب رد کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح اسکا اور ایک روایت میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھین لیتے تھے عورتیں انکے خاوندوں سے ثیبہ اور بکر کو بعد اسکے کہ نکاح کر دیتے تھے انکا باپ انکے جب وہ ناراض ہوتی تھیں اس سے اور روایت کی دارقطنی نے جابر سے تحقیق ایک شخص نے نکاح کر دیا اپنی بیٹی کا اور وہ بکر تھی بغیر حکم اسکے کے تو وہ آئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس اور جدائی کر دی آپ نے درمیان اسکے اور اسکے خاوند کے **ص** اور اسی طرح ثیب بالغہ پر ولی کو جبر پہونچتا ہے ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک اسپر جبر نہیں پہونچتا اور ثیب بالغہ پر سب کے نزدیک ولی کو جبر نہیں پہونچتا اور ہمارے نزدیک ہر ولی کو جبر پہونچتا ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح طرف عصبات کے ہے اور کچھ تعیین نہیں کی اور زیلعی نے نہیں پایا اس حدیث کو اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ مروی ہے حضرت علی سے موقوفاً اور مرفوعاً اور ذکر کیا اسکو سبط ابن الجوزی نے اور نکاح کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حمزہ کی بیٹی کو ساتھ عمر بن ابی سلمہ کے اور وہ صغیرہ تھیں اور ولی کہتے ہیں عصبہ بنفسہ کو اور اسکا بیان آگے آویگا **ص** اگر ولی نے بکر بالغہ سے اذن لیا اور وہ چپ ہی یا مسکرائی تو اذن ہو گیا **ف** کیونکہ روایت ابی ہریرہ میں ہے کہ پوچھا صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسطرح ہے اذن بکر کا سو فرمایا آپ نے اذن اسکا یہ ہے کہ چپ رہے اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے اور ایک روایت میں مسلم کی یہ ہے اَلْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ وَ اِذْنُهَا سُكُوْتُهَا یعنی بکر اذن لی جاویگی اور اذن اسکا سکوت ہے اور ایک روایت میں ابن ماجہ کی ہے وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صَمَاتُهَا یعنی بکر رضا اسکی چپ رہنا اسکا ہے **ص** اور اسیطرح اگر روئے بغیر آواز کے اور اگر روئے آواز سے تو وہ رد ہوگا نکاح کا اور اگر اسکو خبر پہونچی نکاح کی اور وہ چپ ہی تو راضی ہوئی لیکن شرط ہے کہ خاوند کا نام لیا ہووے دونوں صورتوں میں اور اگر خاوند کا نام نہ لیا تو سکوت اسکا رضا نہوگا اور مہر کا ذکر کچھ شرط نہیں **ف** اسواسطے کہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے بغیر ذکر مہر کے اور اسکا بیان آگے آتا ہے **ص** اور اگر اذن لیا اس سے ولی کے سوا اور کسی شخص نے یا ایسے ولی نے کہ دوسرا ولی اس سے زیادہ قریب موجود ہے **ف** جیسے اذن لیا بھائی نے باوجود ہونے باپ کے کذا فی العنایۃ **ص** تو نہوگی رضا اسکی یہانتک کہ زبان سے کلام کرے جیسا کہ ثیب کی رضا بدون کہے نہیں ہوتی **ف** اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلثَّيِّبُ تُشَاوَرُ یعنی ثیب مشورہ لیجاوے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں غریب ہے بهذا اللفظ اور مشاورہ دونوں طرف سے ہوتا ہے اور اسواسطے کہ ثیب کا بولنا کچھ عیب شمار نہیں کیا جاتا اور نسبت بکر کے اسکو حیا بھی کم ہے **ص** جو عورت کہ اسکی بکارت کود نے سے یا حیض سے یا جراحت سے یا کلان سالی سے یا زنا سے زائل ہو جاوے تو حکم اسکا حکم بکر کا ہے اس باب میں کہ سکوت اسکا رضا ہے **ف** اور اسیطرح رونا

اسکا بعیر آواز کے اور ہنس دینا رضا ہے ص اگر کسی مرد نے بکر عورت پر جو بالغ ہو دعوی کیا کہ جب تجکو میرے نکاح کی خبر پہونچی تھی تو تو چپ ہی تھی اور اس عورت نے اسکا انکار کیا اور کہا مین نے رد کیا تھا تو معتبر قول عورت کا ہے مگر جب مرد اسکے سکوت پر گواہ قائم کرے اور اگر مرد نے گواہ پیش نہ کیے تو اس عورت کو حلف ہو دلاوینگے ف اور بیان اسکا کتاب الدعوی میں آویگا ص ہر ولی کو جائز ہے نکاح کر دینا اپنے غیر بالغ لڑکے اور غیر بالغہ لڑکی کا اگرچہ ثیب ہو ف اور شافعی کے نزدیک ثیبکا جائز نہیں ص اور اگر نکاح کر دیا باپ یا دادا نے اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا اگرچہ ثیب ہو تو یہ نکاح لازم ہو گیا ف یعنی وقت بالغ ہونے کے انکو اختیار نکاح کے فسخ کا نہیں ص اور اگر سوا باپ دادا کے اور کسی ولی نے نکاح کر دیا تو اس لڑکے اور دختر کو جائز ہے کہ جب بالغ ہون نکاح کو فسخ کریں اگر وہ نکاح کو پہلے سے جانتے تھے اور اگر نکاح کی انکو خبر تھی در بعد بلوغ کے خبر ہوئی تو جسوقت خبر ہوئی اسوقت بھی جائز ہے کہ نکاح فسخ کرین اور امام شافعی کے نزدیک قبل بلوغ کے سوا باپ و دادا کے کسیکو نکاح کر دینا درست نہیں اور جب لڑکی بالغ ہوئی اور وہ بکر تھی اور اسکو نکاح کی خبر تھی اور چپ ہی تو سکوت اسکا رضا ہو جاویگا اور اگر نکاح کی اسکو خبر نہ تھی اور جب خبر پونہچی بعد بلوغ کے اور وہ چپ ہی تو سکوت اسکا رضا ہو گیا اور اس خیار کا نام خیار البلوغ ہے ف اور اگر وہ عورت ثیب تھی اور بالغہ ہوئی تو سکوت اسکا رضا ہوگا ص اور اختیار بکر کا جب بالغ ہو گئی اسکی آخر مجلس تک باقی رہیگا خواہ پہلے سے نکاح کی اسکو خبر ہو یا بعد بلوغ کے خبردار ہو ف صورت مسئلے کی یہ ہے کہ اگر ولی نے نکاح عورت نابالغہ کا کر دیا اور وہ بالغ ہوئی اور اسکو خبر تھی نکاح کی یا بعد بلوغ کے خبر پونہچی اور وہ ساکت رہی تو رضا ہو جاویگی اور جب تک یکسان بیٹھی رہی اختیار باقی رہیگا بلکہ بمجرد خبر اور بلوغ کے اختیار ہے قبول اور رد کا اور بعد اسکے سکوت رضا ہے اور پھر اختیار باقی نہیں رہیگا ص اگرچہ وہ بکر اس بات کو نجانتی ہو کہ مجکو بعد بلوغ کے یا خبر پہونچنے کے اختیار ہے فسخ نکاح کا برخلاف لونڈی شوہر دار کے کہ اسکو اگر مالک نے آزاد کر دیا اور اسکو معلوم نتھا کہ بروقت آزادی کے عورت کو اپنے خاوند سے اختیار نکاح کے فسخ کا ہے تو یہ عذر شمار کیا جاویگا ف یعنی پھر بروقت معلوم ہونے اس مسئلے کے اسکو نکاح کا فسخ پہونچتا ہے اگرچہ وہ لونڈی وقت آزادی کے چپ ہی ہو بخلاف بکر حرہ کے کہ پھر وقت معلوم ہونے مسئلے کے بعد اس بات کے کہ وقت بلوغ یا خبردار ہونیکے چپ ہی ہو اسکو اختیار فسخ کا باقی نہیں ہے ص اور لونڈی کا جہل اسواسطے مقبول ہے کہ اسکو خدمت مولی وغیرہ سے فراغت نہیں ہوتی کہ علم سیکھے برخلاف ان عورتوں کے جو حرہ الاصل ہین یا پہلے کسیکی لونڈی تھین پھر آزاد ہو گئیں کیونکہ طلب علم فرض ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر ف کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب کرو علم کو اگرچہ چین میں ہو اسواسطے کہ طلب علم کی فرض ہے ہر مسلمان پر اور کہا ملا علی قاری نے کہ ایک روایت میں ہے کہ ہر مسلمان مرد پر اور مسلمان عورت پر انتہی اور اخراج کیا اس حدیث کا عقیلی نے اور ابن عدی نے انس سے مرفوعًا اور یہ حدیث مروی ہے سنن ابن ماجہ میں ساتھ اس لفظ کے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ یعنی طلب علم فرض ہے ہر مسلمان پر اور رکھنے والا علم کا اس شخص کے پاس جو اسکے لائق نہیں ہے مانند اس شخص کے ہے کہ سوروں کو

جواہر اور موتی یا ور سونا پہنا دے آور روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں سلک تک اور کہا کہ متن اس حدیث کا مشہور ہی اور اسناد اسکی ضعیف ہی اور حدیث سے طریقون سے مروی ہی اور وہ سب طریقے ضعیف ہین انتہی آور کہا فیروز آبادی نے کہ روایت کیا اسکو احمد نے بھی اور شمار کیا اسکو ابن الجوزی نے موضوعات مین انتہی آور کہا ابن حبان نے باطل لا اصل لہ اور اسناد مین اسکی ابو عاتکہ ہی اور حدیث اسکی منکر ہی آور جواب اسکا یہ ہی کہ اخراج کیا ہی اسکو مزی نے اور اور اہل علم نے اکی اصل یہ حدیث ضعیف ہی موضوع نہین جیسا کہ گمان کیا اسکو ابن حبان اور ابن الجوزی نے اور اختلاف کیا ہی اس بات مین کہ مقدار اُس علم کی جو فرض ہی کیا ہی ملا علی قاری نے لکھا ہی کہ فرض وہ علم ہی کہ جس بندے کو چارہ نہین جیسے پہچاننا خداوند عالم کا اور علم اسکی وحدانیت کا اور اسکے رسول کی نبوت کا اور اسیطرح ضروری مسائل نماز کے کہ سیکھنا انکا فرض عین ہی بر خلاف تحصیل رتبۂ اجتہاد اور درجۂ افتا یعنی فتوی دینے کے کہ سیکھنا اسکا فرض کفایہ ہی اور یہ مقام اس بحث کی تفصیل کا نہین جس شخص کو تحقیق اسکی منظور ہووے تو وہ احیاء علوم الدین تصنیف امام غزالی کی ملاحظہ کرے ص تو اگر آزاد عورت جاہل رہیگی تو جہل اسکا عذر ہوگا اگر کوئی کہے کہ تحصیل علم فرض ہی جب عورت بالغ ہو اور کلام ہمارا عورت نابالغ مین ہی جب بالغ ہو اور وہ عورت قبل بلوغ کے مکلف نہین ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ عورت یا مرد جب مراہق یعنی قریب بلوغ کے ہون تو واجب ہی اُسپر سیکھنا ایمان کا اور احکام ایمان کا اور اُنکے ولی پر واجب ہی تعلیم اُنکی اور یہ نہین چاہیے کہ اُنکو بے مصرف چھوڑ دے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کرو تم اپنے لڑکون کو نماز کا جب پہونچ جاوین سات برس کو اور مارو اُنکو جب پہونچ جاوین دس برس کو ف اور نماز نہ پڑھیں روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے اور بغوی نے شرح السنہ مین ص اور تنبیہ عورت اور لڑکے کا خیار باطل نہین ہوتا وقت بلوغ کے جب تک وہ راضی نہو جاوین تصریح سے یعنی یہ کہین کہ راضی ہوا مین یا سکوت سے یا مہر نکاح سے پایا اشارے سے یعنی ایسا فعل کرین کہ جس سے اُنکی رضا معلوم ہووے مثلا بوسہ لے یا لمس کرے کوئی کسیکا یا لڑکا مہر دیوے اور عورت قبول کرے اور اسیطرح اختیار اُنکا باطل نہین ہوتا اگرچہ کھڑے ہو جاوین مجلس سے آور جب لڑکا لڑکی بالغ ہووین اور وہ ناراض ہون تو نکاح کے فسخ کرنے کے واسطے قاضی شرط ہی ف یعنی اُنکو بغیر قاضی کے فسخ نہین پہونچتا اسواسطے کہ اسمین نفع رفع ہوگا اور لازم کردینا ضرر کا کسی پر بدون قضاے قاضی کے ممکن نہین ہی ص اور جو لونڈی آزاد ہو تو اسکو نکاح فسخ کرنے کے لیے قاضی شرط نہیں ف اسواسطے کہ وہ لونڈی اپنے تئین دوسرے کی زیادتی ملک سے بچاتی ہی اور اسمین کچھ قضاے قاضی شرط نہین اور زیادتی ملک شوہر کو ہی کیونکہ جب لونڈی آزاد نہین تھی تو خاوند اسکا مالک دو طلاق کا تھا کیونکہ لونڈی کو دو طلاق سے زیادہ نہین ہوتے آور جب آزاد ہوئی تو خاوند اسکا مالک تین طلاق کا ہوتا ہی اور یہ زیادتی ملک ہی خاوند کو لونڈی پر ص اور اگر لڑکا یا لڑکی کوئی انمین سے قبل قاضی کے تفریق کرنے کے مر گیا تو دوسرا اسکا وارث ہوگا برابر ہی کہ بالغ ہوں یا نہون ف یعنی اگر قبل بلوغ کے کوئی مر گیا تو تو وارث ہونگے کیونکہ نکاح قائم ہی اور اسیطرح بعد بلوغ کے قبل فسخ کرنے قاضی کے کیونکہ فسخ کی شرط نہین پائی گئی تو نکاح قائم رہیگا ص اور ولی وہ شخص ہی جو عصبہ ہو یعنی وہ مرد جو متصل ہو میت کے ساتھ بغیر واسطہ عورت کے ف یعنی جب اسکو مرد کیطرف نسبت کرین تو بیچ میں عورت

واسطہ نہ ہو جیسے باپ یا بیٹا یا بھائی یا چچا تو ماما ولی نہیں کیونکہ وہ ماں کا باپ ہے تو ماں واسطہ پڑ گئی اور وہ عورت ہے اور
اسیطرح نواسا کیونکہ وہ بیٹی کا بیٹا ہے تو بیچ میں بیٹی پڑ گئی اور اسکا بیان انشاء اللہ تعالے آخر کتاب میں آویگا ص
اور عصبہ بالغیر ف اور وہ چار عورتیں ہیں ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن حقیقی اور ایک بہن علاتی یعنی جو سوتیلی ماں سے
ص جیسے بیٹی اسکو ولایت نہیں اپنی مجنون ماں پر ف مجنون کی قید اسواسطے ہے کہ اگر وہ اچھی ہے ہوشیار ہے تو کسیکو
اسپر ولایت نہیں ص اور عصبہ مع الغیر ف یعنی وہ عورت کہ دوسری عورت سے ملکے عصبہ ہو جاوے ص جیسے
بہن ساتھ بیٹی کے اسکو ولایت نہیں اپنی بہن مجنونہ پر ف یہاں بھی قید مجنونہ کی اسی واسطے ہے اگر بہن مجنونہ نہو تو اسپر
کسیکو ولایت نہیں کیونکہ بہن ثیب ہے بالغہ ہے اسواسطے کہ اسکی بیٹی موجود ہے جسکے ساتھ بہن ملکے عصبہ ہوئی ہے ص اور
ولایت عصبات کی بشرطیکہ آزاد مکلف مسلمان ہوں ف کیونکہ اگر کافر ہونگے تو انکی ولایت مسلمان پر نہیں فرمایا
اللہ تعالی نے وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝ یعنی نہیں کریگا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر
راہ ص اور ترتیب وراثت اور حجب کے ہے ف یعنی حاجب مقدم ہے محجوب پر اور اسیطرح وارث غیر وارث پر یعنی
بیٹے کے ہوتے پوتے کو وراثت نہیں تو ولایت نکاح بھی نہوگی اور باپ کے ہوتے دادا کو وراثت نہیں تو دادا کو باپ کے
ہوتے ولایت نکاح بھی نہوگی اور حاجب اسکو کہتے ہیں جو غیر کو میراث سے روک دیوے اور محجوب جو روکا گیا ہووے
جیسا کہ بیٹا حاجب ہے پوتے کا اور باپ دادا کا وقس علی ہذا ص تو پہلے جزء ف یعنی فرع جیسے بیٹے اور پوتے ص
اگرچہ بہت نیچے چلے جاویں مقدم ہیں ف یعنی بیٹے کا بیٹا اور پوتے کا بیٹا اور پوتے کا پوتا اور پوتے کا پروتا اور پر پوتے
کا پروتا وقس علی ہذا ص اور پھر اصل ف یعنی باپ اور دادا ص اگرچہ اوپر چلے جاویں ف یعنی باپ کا باپ اور دادا کا
باپ اور دادا کا دادا اور دادا کا پردادا اور پردادا کا پردادا وقس علی ہذا ص پھر اصل قریب کے جزء جیسے بھائی ف
کہ جزء ہے اپنے باپ کا اور وہ قریب ہے ص پھر بیٹے بھائی کے اگرچہ نیچے چلے جاویں ف یعنی بھتیجے کا بیٹا اور بھتیجے کا
پوتا اور بھتیجے کا پروتا اور بھتیجے کے بیٹے کا پروتا وقس علی ہذا ص پھر اصل بعید کے جزء جیسے چچا ف کہ جزء ہے دادا
کا اور وہ اصل بعید ہے ص پھر چچا کے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں ف جیسے چچا کا پوتا اور چچا کا پروتا اور چچا کے
بیٹے کا پروتا اور چچا کے پوتے کا پروتا وقس علی ہذا ص پھر باپ کا چچا پھر اسکے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں ف
یعنی باپ کے چچا کا پوتا اور باپ کے چچا کا پروتا اور باپ کے چچا کے بیٹے کا پروتا اور باپ کے چچا کے پوتے کا پروتا اور
باپ کے چچا کے پروتے کا پروتا وقس علی ہذا ص پھر دادا کا چچا پھر اسکے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں ف یعنی دادا کے
چچا کا پوتا اور دادا کے چچا کا پروتا اور دادا کے چچا کے بیٹے کا پروتا اور دادا کے چچا کے پوتے کا پروتا اور دادا کے
چچا کے پروتے کا پروتا وقس علی ہذا ص قریب بعد قریب کے ف یعنی جو قریب ہوگا انمیں سے وہ مقدم ہوگا
مثلاً فروع میں بیٹا مقدم ہے پوتے پر اور پوتا پروتے پر اور پروتا پوتے کے پوتے پر اور اصول میں باپ مقدم ہے
دادا پر اور دادا پردادا پر اور بھائیوں میں بھائی مقدم ہے بھتیجے پر اور بھتیجا اسکے بیٹے پر اور اسکا بیٹا اسکے پوتے پر اور
چچاؤں میں چچا مقدم ہے اسکے بیٹے پر اور بیٹا اسکے پوتے پر اسی طرح پر قیاس کر لینا چاہیے ص پھر ترجیح ہوگی ساتھ

قوت قرابت کے یعنی عینی مقدم ہوگا علاتی پر ف تو بھائی حقیقی یعنی عینی مقدم ہوگا بھائی علاتی پر اور عینی کہتے ہین حقیقی بھائی کو اور علاتی اُس بھائی کو کہتے ہین کہ اپنے باپ کا بیٹا ہو مگر اپنی مان سے ہو ص اور کافر کی ولایت مسلمان کو نہین اور نہ مسلمان کی ولایت کافر کو اگرچہ کافر اُسکا عصبہ ہو ف دلیل پہلے مسئلے کی اوپر گذری اور دلیل اس بات کی کہ مسلمان کو ولایت کافر کی نہین یہ ہے کہ ولایت سبب ہے میراث کا اور مسلم کو میراث کافر کی نپہونچیگی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ وارث ہوگا مسلمان کافر کا اور نہ کافر مسلمان کا روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم اور اصحاب سنن نے اسامہ بن زید سے اور یہی حدیث دلیل دونون مسئلون کی ہو سکتی ہے اور کافر کافر کی ولایت کریگا کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یعنی جو لوگ کافر ہوے بعض اُنکے ولی ہین بعض کے اور اسمین فرق نہین کہ ایک نصرانی ہو اور دوسرا یہودی کیونکہ کفر ملت واحدہ ہے اور وہ جو حدیث مین آیا ہے لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتّٰى رواہ احمد والنسائی وابوداؤد وابن ماجہ والدارقطنی یعنی نہین وارث ہونگے دو ملت والے متفرق کچھ ہمارے منافی نہین ہے اسواسطے کہ ملتین سے مراد اس جگہ کفر و اسلام ہے ص پھر ان سب کے بعد ولایت پہنچیگی صاحب فرض کو ف صاحب فرض وہ شخص ہے کہ نہ اُسکا کوئی حصہ کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع سے مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہے جیسے نواسے اور پوتیون کے بیٹے اور نانا اور پرنانا اور بھانجا اور ماموں وغیرہم ص قریب بعد قریب کے ف یعنی جو قریب ہوگا اُسکو ترجیح ہوگی بعید پر مثلاً نواسا مقدم ہے نواسے کے بیٹے پر اور نانا ماما کے بیٹے پر اور اسی طرح ص پھر مولی الموالات اور وہ وہ شخص ہے کہ جسکا وارث نہو اور دوسرے کے ساتھ عہد کیا ہو اگر مجھسے جنایت ہو تو دیت دیگا اور اگر میں مرون تو تو وارث ہوگا ف صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص مجہول النسب نے کہا دوسرے سے کہ جب مین مرونگا تو تو میرا وارث ہوگا اور تو میری دیت دیگا جب میں جنایت کرونگا اور دوسرے نے اس عقد کو قبول کیا تو یہ قبول کرنے والا اُسکا مولی الموالات ہوا تو اُسکو اُس شخص کا عقد پہونچتا ہے جب اُسکا اور کوئی قریب نہوگا اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ ولایت سبب ہے میراث کا اور مولی الموالات کو میراث پہونچتی ہے ص پھر وہ قاضی کہ اُسکے مکتوب مین یہ لکھا گیا ہے کہ اُسکو ولایت تزویج کی ہے ف یعنی وہ مکتوب کہ اُسکو بادشاہ سے ملا ہے وقت ملنے عہدۂ قضا کے اور اسمین اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ قاضی کو کچھ ولایت اصلی نہین بلکہ بسبب اسکے کہ وہ نائب بادشاہ کا ہے تو جب نائب بادشاہ کو ولایت ہے تو بادشاہ کو بطریق اولی ہوگی اور ایسا ہی ہے ہدایہ مین کہ وقت نہونے اولیا کے ولایت امام کو ہے اور دلیل لائے ہین اُسپر صاحب ہدایہ ساتھ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَلسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهٗ یعنی بادشاہ ولی ہے اُسکا جسکا کوئی ولی نہین روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت عائشہؓ سے اور اوپر یہ حدیث گذر چکی اور دوسرے یہ کہ وقت مرنے کے درصورت نہونے کسی وارث کے مال بیت المال مین جاتا ہے تو حالت حیات مین بھی درصورت نہونے کسی وارث کے ولایت سلطان کو ہوگی ص اور جو ولی بعید ہے اُسکو درست ہے کہ جب ولی قریب غائب ہو تو نکاح کر دیوے اور غائب سے مراد یہ ہے کہ اُسکی غیبت منقطعہ ہووے اور غیبت منقطعہ سے مراد اتنی مدت ہے کہ کفو نکاح کرنے والا اُسکی خبر کا

انتظار نہ کرے ف یعنی جس شخص کو عورت سے نکاح ہو رہا ہو وہ اتنی مدت تک اُس ولی قریب کا انتظار نہ کرے مثلاً بھائی ایک عورت کا ایسے ملک میں ہو کہ وہاں سے آدمی ایک مہینے میں آتا ہو اور بھتیجا اُس عورت کا موجود ہو تو جس شخص کو سے نکاح ہو رہا ہو اگر وہ ایک مہینے تک اُسکے آنے کا انتظار کرتا ہو تو یہ غیبت منقطعہ نہیں ہو اب بدون اُسکے بھائی کے آئے ہوئے نکاح نکریگے اور اگر وہ انتظار نہیں کرتا تو غیبت منقطعہ ہو بھتیجے کو اُسکا نکاح کر دینا درست ہو ص اور بعضوں کے نزدیک غیبت منقطعہ یہ ہو کہ مدت سفر کی راہ ہووے ف یعنی تین دن و تین رات کی جیسا کہ بیان اسکا کتاب الصلوٰۃ میں گذرا جامع الرموز میں ہو کہ یہی صحیح ہو ص اور یہی مختار ہو بعض متاخرین کا اور اسی پر فتویٰ ہو اگر ایک عورت مجنونہ ہو اور اُسکے باپ اور بیٹے دونوں ہیں تو ولی اُسکے نکاح میں بیٹا ہوگا اسواسطے کہ اوپر گذرا کہ بیٹا مقدم ہو باپ پر ولایت میں ف اور یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک باپ ہو کیونکہ باپ کو اپنی دختر پر زیادہ شفقت ہوگی

ص فصل کفو کے بیان میں

اور معتبر ہو کفارت نکاح میں اہل عرب کی از روے نسب کے ف کفارت کے معنی لغت میں برابری کے ہیں اور کفارت شرعی کہتے ہیں برابر ہونے کو مرد کے ساتھ عورت سے اُن باتوں میں جنکا بیان آگے آتا ہو ص سو قریش کفو ہیں ایک دوسرے کے اور جو سوا اُنکے عرب ہیں وہ کفو ہیں ایک دوسرے کے ف کفارت نکاح میں معتبر ہو کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلَا لَا یُزَوِّجُ النِّسَاءَ اِلَّا الْاَوْلِیَاءُ وَلَا یُزَوَّجْنَ اِلَّا مِنَ الْاَکْفَاءِ وَلَا مَهْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ رواہ الدارقطنی والبیہقی عن جابر یعنی نہ نکاح کریں عورتوں کا مگر ولی اور نہ نکاح کیجاویں مگر اُن مردوں سے جو کفو ہیں اور نہیں مہر کم ہو دس درم سے اور دوسرے یہ کہ عورت فراش ہو مرد کی اور عمدہ فراش خسیس کو لائق نہیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اختیار کرو تم اپنے نطفوں کے واسطے اور نکاح کرو تم اُن عورتوں سے جو کفو ہیں تمھاری اور نکاح کر دو عورتوں کا بھی اُن لوگوں سے جو اُنکے کفو ہیں روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں اور آپس میں پھر اعتبار نقصان و فضل کا نہیں کیونکہ ہدایہ میں ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش بعض بعض کے کفو ہیں ہر بطن دوسرے بطن کا اور عرب بعض اُنکے کفو ہیں بعض کے ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور موالی کفو ہیں بعض بعض کے ہر مرد دوسرے مرد کا اور موالی کہتے ہیں اُنکو جو لوگ سوا عرب کے ہیں اور اُنکا نام موالی اسواسطے ہوا کہ وہ مددگار ہیں عرب کے اور موالی کے معنی مددگار کے بھی آئے ہیں اور اسکا بیان آتا ہو اور روایت کی حاکم نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَکْفَاءُ بَعْضٍ قَبِیْلَةٌ بِقَبِیْلَةٍ وَالْمَوَالِیْ بَعْضُهُمْ اَکْفَاءُ بَعْضٍ رَجُلٌ بِرَجُلٍ اِلَّا حَائِکًا اَوْ حَجَّامًا یعنی عرب کفو ہیں بعض بعض کے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور موالی کفو ہیں بعض بعض کے ایک مرد دوسرے مرد کا مگر جولاہہ اور حجام اور اُسکی اسناد میں ایک آدمی ہو کہ اُسکا نام نہیں لیا گیا اور منکر جانا اسکو ابو حاتم نے

کہا شیخ ابن حجر نے اُسکا ایک شاہد ہے ہمارے روایت کیا اُسکو معاذ بن جبل سے اور سند اُسکی منقطع ہے اور ایسا ہی
کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اور روایت کی دارقطنی نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدمی
کفو ہیں ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور عربی عربی کا اور مولی مولی کا مگر جولاہہ اور حجام اور اخراج کیا اُسکا ابن الجوزی نے
علل متناہیہ میں اور اسناد میں اُسکی بقیہ مدلس ہے اور محمد بن الفضل طعن کیا گیا ہے اُسمیں اور اخراج کیا اُسکا ابن عدی
نے اور وہ بھی ضعیف ہے اور نکاح کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا حضرت عثمانؓ سے اور وہ
اموی تھے اور حضرت علیؓ نے نکاح کر دیا اپنی بیٹی کا حضرت عمرؓ سے اور وہ عدوی تھے **ص** اور قریش وہ ہیں جو نضر
بن کنانہ کی اولاد میں ہیں اور لیکن جو لوگ کہ نضر سے اوپر لوگوں کی اولاد میں ہیں وہ قریش نہیں اور کفارت عرب
میں اسواسطے خاص ہوئی کہ عجم کے لوگوں نے اپنے نسب ضائع کر دیئے **ف** یعنی اپنی غیر قبیلے میں ملا دیا اور بیان کر کے
ص اور اہل عجم میں کفارت باعتبار اسلام کے ہے تو جسکے باپ اور دادا فقط مسلمان تھے وہ کفو ہے اُس عورت کا
جسکے باپ اور دادا اور پردادا وغیرہ بھی مسلمان تھے **ف** حاصل یہ ہے کہ اسلام میں نسب تمام ہوتا ہے ساتھ باپ اور
دادا کے تو جسکے باپ اور دادا فقط مسلمان تھے وہ کفو ہے اُس عورت کا کہ جسکی دو پشت سے زیادہ اصول مسلمان تھے
ص اور جو شخص کہ خود اسلام لایا ہے وہ کفو نہیں ہو سکتا جسکا باپ مسلمان ہے اور جو شخص کہ اُسکا باپ فقط مسلمان تھا وہ
کفو نہیں اُسکا جسکے باپ اور دادا بھی مسلمان تھے اور باعتبار آزادی کے تو غلام یا جو پہلے غلام تھا اور آزاد کر دیا گیا
کفو نہیں اُس عورت کا جو اصل سے آزاد ہے اور اسیطرح جس شخص کا باپ غلام معتق **ف** یعنی آزاد **ص** تھا کفو نہیں
جسکے باپ اور دادا دونوں آزاد تھے اور باعتبار دیانت کے تو مرد فاسق کفو نہیں اُس عورت کا جو نیکبخت شخص کی بیٹی
ہے **ف** نیکبخت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ اکثر نیکبختوں کی بیٹیاں بھی نیکبخت ہوتی ہیں اور اگر نیکبخت ہوں
فاسق ہوں تو فاسق اُنکا کفو ہے **ص** اگرچہ وہ فاسق اپنے فسق کو ظاہر نہیں کرتا ہے اور یہی مختار ہے شیخ ابی بکر احمد
بن فضل کا اور بعض مشائخ کے نزدیک اگرچہ وہ فاسق فسق کے کاموں کو ظاہر نکرتا ہو تو کفو ہو جاویگا نیکبخت مرد کی
بیٹی کا اور باعتبار مال کے تو جو شخص عاجز ہے مہر معجل سے **ف** مہر معجل اُس مہر کو کہتے ہیں جو وقت نکاح کے لیا جاوے
اور مؤجل جو بعد نکاح کے ہووے **ص** اور نفقے سے تو وہ کفو نہیں اُس عورت کا بھی جو فقیر ہووے اور نہ اُس
عورت کا جو غنی ہووے اور جو شخص کہ قادر ہے مہر معجل اور نفقے پر تو وہ کفو ہے اُس عورت کا بھی جو بہت مالدار ہے کیونکہ
مال فنا ہونے والا ہے تو جو مال قدر واجب سے زائد ہے اُسکا اعتبار نہیں **ف** اور نفقے کا بیان آگے آویگا
ص اور باعتبار پیشے کے تو جولاہہ اور حجام اور بھنگی اور چمار کفو نہیں ہے عطار اور بزاز اور صراف کا **ف**
اور یہی مذہب صاحبینؒ کا ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اُسمیں ہتک ہے عزت اور
شرف کی **ص** اور اگر نکاح کیا عورت نے اپنا کم پر مہر مثل سے **ف** یعنی اُتنے مہر سے
جسپر مانند اُسکے عورتیں بیاہی جاتی ہیں **ص** تو ولی کو تعرض پہونچتا ہے یہاں تک کہ مہر پورا ہو جاوے یا تفریق ہو جاوے

فصل نکاح فضولی اور وکالت نکاح میں

ص نکاح ایک فضولی یا دو فضولی کا موقوف ہے اوپر اجازت اُس شخص کے جسطرف سے وہ فضولی ہے یعنی اگر کسی شخص نے کسی مرد یا عورت کا بے اذن اُسکے نکاح کر دیا تو نکاح جایز ہے اور موقوف رہیگا اُسکی اجازت پر ف اگر اجازت دیگا تو نکاح صحیح ہو جاویگا ورنہ نہ آور جاننا چاہیے کہ جو شخص اپنے ساتھ نکاح کرے وہ شرع میں اصیل کہلاتا ہے اور جو کسی دوسرے کا نکاح کر دے پس اگر اُسکے اذن سے نکاح کرتا ہے تو وہ وکیل کہلاتا ہے آور اگر بغیر اذن کے نکاح کرتا ہے پس اگر اُن دونوں میں وہ قرابت ہے جو کہ ولایت نکاح میں معتبر ہے تو وہ ولی کہلاتا ہے ورنہ وہ فضولی ہے اور اسیطرح اگر مرد اور عورت دونوں کا دو فضولیوں نے نکاح کر دیا بغیر اُنکے اذن کے تو نکاح جائز ہوگا اور موقوف رہیگا اُنکے اذن پر تو اگر دونوں نے اذن دیا تو نکاح صحیح ہے اور اگر دونوں یا ایک نے انکار کیا تو نکاح باطل ہے ص اور مالک ہو جاتا ہے ایک شخص جو فضولی ہو کسی کی طرف سے دونوں جانب نکاح کا یعنی ایجاب قبول کا اور اُن دونوں کی زبان سے کہنے کی حاجت نہیں ہے تو جب ایک شخص وکیل ہوا مرد اور عورت کیطرف سے اور کہا اُسنے کہ نکاح کر دیا میں نے اُس عورت کا اُس مرد سے کافی ہے ف یعنی پھر یہ کہنا ضرور نہیں کہ قبول کیا میں نے ص اور اُسکی کئی صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اصیل اور ولی دونوں ہو جیسا کہ چچا کا بیٹا نکاح کرے اپنے چچا کی بیٹی کا جو نابالغہ ہو اپنے ساتھ ف تو چچا کا بیٹا اصیل بھی ہے یعنی اپنا نکاح کر رہا ہے اور ولی بھی ہے اپنے چچا کی بیٹی کا ص دوسری یہ کہ اصیل اور وکیل دونوں ہو جیسا کہ کسی عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ اُس عورت کو اپنے ساتھ نکاح کرے اور اُسنے اپنے ساتھ نکاح کیا تیسری یہ کہ دونوں طرف سے ولی ہووے ف جیسا کہ اپنی دختر کا یا لڑکے کا نکاح اپنے بھتیجے یا بھتیجی سے کرے ص چوتھی یہ کہ دونوں طرف سے وکیل ہووے ف جیسے ایک عورت ایک شخص کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کرے اور کوئی مرد بھی اُسی کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کرے ص پانچویں یہ کہ ایک طرف سے ولی اور دوسری طرف سے وکیل ہو ف جیسے ایک شخص کو کسی مرد نے وکیل کیا اپنے نکاح کا اور اُسنے اپنے چچا کی بیٹی کا جو نابالغہ ہے اُس شخص سے نکاح کر دیا ص اور جائز نہیں کہ ایک شخص مالک ہو جاوے دونوں طرف کو نکاح کے یعنی ایجاب و قبول کو اور وہ فضولی ہو جیسے کہ اصیل اور فضولی ہو ف جیسا کہ کہے نکاح کیا میں نے فلانی عورت سے گواہ رہو تم اور اُس عورت کو خبر پہنچی اور اُسنے اجازت دی تو نکاح باطل ہے ص یا ولی ہو ایک طرف سے اور فضولی ہو دوسری طرف سے ف مثلاً یوں کہے کہ نکاح کیا میں نے اپنے چچا کی بیٹی کا فلانے سے اور اُس فلانے کو خبر پہنچی اور اُسنے اجازت دی تب بھی نکاح باطل ہے ص یا ایک طرف سے وکیل ہو اور دوسری طرف سے فضولی ہو ف مثلاً زید نے وکیل کیا عمرو کو کہ میرا نکاح کر دے اور اُسنے گواہوں کے سامنے کہا گواہ رہو نکاح کر دیا میں نے زید کا فلانی عورت سے اور جب اُس عورت کو خبر پہنچی تو اُسنے اجازت دی جب بھی نکاح باطل ہے ص یا دونوں طرف سے فضولی ہو ف مثلاً یوں کہے کہ نکاح کر دیا میں نے فلانے مرد کا فلانی عورت سے گواہوں کے سامنے اور وہ دونوں شخص غائب ہیں اور پھر اُن دونوں نے اجازت دی تب بھی نکاح باطل ہے ص اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ تو میرا نکاح کر دے کسی عورت سے اور اُسنے اُسکا نکاح کر دیا کسی شخص کی لونڈی سے صحیح ہوا ف کیونکہ اُسنے مطلق

عورت کہا تھا آخر کی قید نہیں لگائی تھی ص اور باپ کو اور دادا کو وقت نہ ہونے باپ کے درست ہے نکاح کر دینا
ولد نابالغ کا لڑکی ہو یا لڑکا ساتھ غبن فاحش کے مہر میں ف یعنی اُسکا مہر مثل مثلاً ہزار درہم ہو اور باپ اور دادا
نے نکاح کر دیا اُسکا پانسو روپیہ پر ص اور غیر کفو سے تو اب اُن دونوں کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ کا نہیں اور اگر
سوا ماں باپ کے اور کسی نے نکاح کیا ہے تو اُنکو پہونچتا ہے کہ بعد بلوغ کے فسخ کریں اور اگر کسی شخص نے حکم کیا کہ کسیکو میرے
واسطے ایک عورت سے نکاح کر دے اور اُسنے نکاح کیا اُسکا دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں دونوں کا نکاح
جائز نہیں اور اگر نکاح کیا دو عورتوں سے ساتھ دو عقدوں کے تو اول عقد درست ہے اور دوسرا نادرست ہے

باب مہر کے بیان میں

اقل مہر کا دس درہم ہیں ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو چیز قیمت دار ہو وہ صالح مہر کی ہو برابر ہے کہ
قیمت اُسکی دس درہم ہو یا زیادہ یا کم ف کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
نہیں ہے مہر کم دس درہم سے اور یہ حدیث اوپر گذری روایت کیا اُسکو دارقطنی اور بیہقی نے جابرؓ سے کہا ابن الجوزی نے
روایت کیا ہمنے اس حدیث کو کتنے طریقوں سے اور مدار اس حدیث کا مبشر بن عبید پر ہے کہا احمد بن حنبلؒ نے
مبشر کچھ نہیں احادیث اُسکی موضوع ہیں کذب ہیں اور وہ بناتا ہے حدیث کو اور کہا دارقطنی نے کاذب ہے اور کہا ابن
حبان نے روایت کرتا ہے موضوعات کو ثقات سے کہا شیخ ابن الہمام نے اس حدیث کا ایک شاہد ہے کہ قوی
کرتا ہے اسکو وہ جو روایت کی گئی ہے حضرت علیؓ سے موقوفاً نہیں قطع کیا جاویگا ہاتھ کم میں دس درہم سے اور نہوگا
مہر کم دس درہم سے روایت کیا اُسکو دارقطنی نے سنن میں اور بیہقی نے اور کہا محمدؒ نے موطا میں کہ پہونچا ہمکو
یہ حضرت علی اور عبید اللہ بن عمر اور عامر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے اور روایت کیا اُسکو اپنی اسناد سے شرح
میں اُسکی طحاوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حدیث علیؓ میں داؤد اودی ہے روایت کی اُسنے شعبی سے
اُسنے حضرت علیؓ سے کہا یحیی بن معین نے داؤد حدیث اُسکی کچھ نہیں اور شعبی نے نہیں سنا ہے حضرت علیؓ سے اور
بعض طریقوں میں اُسکے غیاث بن ابراہیم ہے کہا احمد اور بخاری اور دارقطنی نے غیاث بن ابراہیم متروک ہے
اور کہا یحیی نے کذاب ہے اور کہا ابن حبان نے وضع کرتا ہے احادیث کو اور روایت کی بیہقی نے حضرت علیؓ
سے کہ کہا اُنھوں نے اقل درجہ اُسکا کہ حلال ہو جاوے اُس سے عورت دس درہم ہیں روایت کیا اُسکو ابن
عبد البر نے اور روایت کیا حدیث جابر کو بیہقی نے سنن کبیر میں بہت طریقوں سے اور ظاہر ہے کہ جب بہت
طریقے ضعیف ہوتے ہیں تو حدیث حسن ہو جاتی ہے باوجود اسکے کہ مؤید ہوں اُسکے آثار صحابہ اور تابعین اور امام
مالکؒ کے نزدیک اقل درجہ مہر کا پانچ درہم ہیں اور یہ بھی مروی ہے حضرت علیؓ سے لیکن اسناد میں اُسکی حسن بن دینار
متروک ہے اور کذاب کہا اُسکو ابو حاتم نے اور امام شافعیؒ کی دلیلیں بہت ہیں صحاح میں مذکور ہیں اُنمیں سے ہے قول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے سہل بن سعد کے تلاش کر تو اگرچہ انگوٹھی ہو لوہے کی پھر نکاح کیا اُنکا بدلے
تعلیم قرآن کے اخراج کیا اُسکا بخاری و مسلم نے اور جواب اُسکا یہ ہے کہ یہ خصائص میں سے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم کے جیسا کہ روایت کی سعید بن منصور نے ابو النعمان ازدی سے کہ نکاح کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کا اور دیا ایک سورت قرآن کے اور فرمایا کہ نہوگا یہ مہر کسی کے واسطے بعد تیرے اور یہ تفصیل کتب مبسوطہ میں ہے ص اور اگر دس درہم سے کم مہر باندھا تو دس درہم دینا پڑیگے ف اسواسطے کہ وہ عورت راضی ہوگئی دس سے کم میں لیکن حکم شرع کا فاسد کرتا ہے اسکو تو لازم آویگا اقل درجہ مہر کا اور وہ دس درہم ہیں ص اور اگر دس درہم معین کیے یا دس سے زیادہ تو جتنا معین کیا اتنا دینا پڑیگا صحبت کر لے سے خواہ خاوند جورو ایک کے مرجانے سے ف یعنی اگر کوئی خاوند یا جورو میں سے مرگیا تو جتنا مہر معین ہے وہ لازم ہوگا کیونکہ فرمایا ابن مسعود نے اس شخص میں کہ نکاح کیا اسنے ایک عورت سے اور وہ مرگیا بغیر وطی کے اور اسکا مہر نہیں معین کیا کہ اسکو مہر ہے کامل اور عورت پر عدت ہے اور اسکو میراث بھی ہے کہا معقل بن سنان نے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی حکم فرمایا تھا بروع بیٹی واشق میں روایت کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور روایت کی امام مالک نے موطا میں عبد اللہ بن عمر سے کہ نہیں ہے مہر واسطے اسکے اور یہی حکم کیا زید بن ثابت نے اور ہمارے واسطے حدیث مرفوع ہے معقل بن سنان کی کیونکہ جب مہر معین نہوا اور دلایا گیا تو جب معین ہوگا تو بطریق اولی دلایا جاویگا ص اور اگر طلاق دے دیا قبل وطی کے یا خلوت صحیحہ کے تو نصف مہر لازم آتا ہے اور خلوت صحیحہ کی تفسیر بعد اسکے بیان ہوگی ف کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

یعنی اگر طلاق دو تم عورتوں کو قبل اس بات کے کہ مس کرو تم انسے یعنی جماع کرو اور تم مقرر کر چکے تھے انکے واسطے کچھ حصہ تو واجب ہے تم پر نصف اسکا جو مقرر کیا تھا تم نے ص اور صحیح ہے نکاح بغیر ذکر کرنے مہر کے ف اور دلیل اسکی وہی حدیث معقل بن سنان ہے اور اثر ابن مسعود کا ص اور اگر نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہیں ہے یا بدلے میں شراب کے یا بدلے میں سور کے یا ایک سرکے کے مٹکے سے اور اس طرف اشارہ کیا اور وہ شراب نکلی یا ایک غلام سے اور اسکی طرف اشارہ کیا اور وہ آزاد نکلا یا ایک کپڑے یا ایک جانور کے بدلے اور اسکی صفت بیان نکی یا تعلیم قرآن کے بدلے یا اس بات پر کہ خاوند آزاد اسکی ایک سال خدمت کرے یا کسی کی بیٹی یا بہن سے اس بات پر کہ وہ بھی اس سے اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دیوے تو ان سب صورتوں مین نکاح صحیح ہوا اور مہر مثل لازم آویگا وقت وطی کے یا خلوت صحیحہ کے یا موت کے ف لیکن اول صورت سو اسواسطے کہ نکاح نام ہے اس عقد کا جس سے اتصال اور انضمام ہو تو وہ فقط جورو خاوند سے درست ہو جاویگا اور اسکی شرط ساقط ہو جاویگی اور دوسری اور تیسری صورت میں اسواسطے کہ شراب اور سور ہمارے نزدیک مال نہیں ہے تو گویا ایسا ہوا کہ نکاح کیا بغیر ذکر مہر کے اور اسی طرح چوتھی اور پانچویں صورت مین غلام یا سرکہ مال تھا لیکن وہ آزاد نکلا اور سرکہ شراب نکلا اور شراب اور شخص آزاد جو ہے مال نہیں ہے اور چھٹی صورت مین سو اسواسطے کہ وہ کپڑا اور جانور مجہول ہے تو نزاع پڑیگی تب مہر مثل لازم آویگا اور ساتوین صورت مین سو اسواسطے کہ تعلیم قرآن کچھ مال نہین ہے کیونکہ اسپر اجرت لینا جائز نہین جیسا کہ آگے آتا ہے اور آٹھوین صورت میں اسلیے کہ خاوند آزاد مالک ہے زوجہ کا اور خدمت مقتضی ہے مملوکیت کی اور ان دونوں مین تناقض ہے تو مہر مثل لازم آویگا اور لیکن نوین صورت مین تو دونوں عقد

جائز ہین لیکن آپنے مہر کو وہ بنایا جو صلاحیت مالیت کی نہین رکھتا تو مہر مثل لازم آویگا جیسے شراب یا سور کو مہر کر دیا
اور یہ نکاح شغار کہلاتا ہی اور منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کی عبد اللہ بن عمرؓ نے کہ منع کیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح شغار سے اور شغار یہ ہی کہ نکاح کرے کوئی اپنی بیٹی کا کسی سے اس شرط پر کہ وہ بھی
اُس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اور کچھ مہر مقرر نہو اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے
نزدیک تعلیم قرآن کو مہر باندھنا جائز ہی اور یہ اختلاف مبنی ہی اس بات پر کہ اجرت لینا قرآن کی تعلیم پر جائز ہی یا نہین تو جن
لوگون کے نزدیک جائز ہی اُنکے نزدیک اسکو مہر بھی مقرر کرنا درست ہی اور جسکے نزدیک اجرت لینا تعلیم قرآن پر جائز نہین اُنکے
نزدیک مہر بھی باندھنا اسکا درست نہین اور امام شافعیؒ اس باب مین دلیل لاتے ہین حدیث سہل بن سعد سے کہ نکاح
کر دیا تھا آپ نے اُنکا ایک سورت پر قرآن سے اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے اور جواب اسکا یہی ہی جو روایت کی سعید بن
منصور نے کہ یہ خصوصیات مین سے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور روایت کی ابن الجوزی نے مکحول سے تحقیق کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا ایک مرد کا تعلیم قرآن پر اور کہتے تھے مکحول کہ یہ خصائص مین سے تھا نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے اور واسطے کسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ امر جائز نہین اور ذکر کیا طحاوی نے لیث سے کہ نہین
جائز ہی یہ کسیکو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور دلیل ہماری وہ ہی جو روایت کی احمد اور ابو داؤد نے عبادہ بن صامت
سے کہ فرمایا اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لے لی تھی انھون نے ایک کمان اصحاب صفہ سے اس بات پر کہ اُنکو قرآن
سکھایا تھا کہ اگر خوش آوے تجکو کہ طوق پہنایا جاوے آگ کا تو لے اُسکو اور اُسکی اسناد مین مغیرہ ضعیف ہی اور روایت کی
ابن الجوزی نے ابی بن کعب سے کہ سکھایا مین نے ایک شخص کو قرآن اور اُسنے ہدیہ بھیجا میرے لیے ایک کمان سو ذکر کیا مین نے یہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو فرمایا آپ نے اگر لے گا تو اُسکو لیویگا ایک کمان آگ کی اور روایت کی طبرانی نے عبد الرحمن
بن سہل انصاری سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے پڑھو قرآن کو اور نہ غلو کرو اُسمین اور نہ
مائل ہو اُس سے اور نہ کھاؤ اُسکے بدلے اور نہ غرور کرو اُس سے اور فرمایا عثمان بن ابی العاص سے کہ لے تو ایسے مؤذن کو جو نہ لیوے
اذان پر بدلا روایت کیا اُسکو احمد نے مطرف بن عبد اللہ سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ
اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ الآیۃ یعنی حلال کی گئیں سوا اُنکے تمہارے لیے عورتین یہ کہ طلب کرو تم اُنکو اپنے مالون سے
یعنی نکاح کر لو یا خرید لو اور دلیل مہر مثل واجب ہونے کی یہ ہی کہ حکم کیا عبد اللہ بن مسعود نے مہر مثل کا اُس عورت مین کہ
خاوند اُسکا مر گیا ہو اور اُسکا مہر مقرر نہوا ہو اور شہادت معقل بن سنان کی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
بروع بنت واشق مین ایسا ہی اخراج کیا اُسکا احمد اور اصحاب سنن نے اور صحیح کیا اُسکو ترمذی اور ایک جماعت اہل
حدیث نے ص اور موت سے مراد یہ ہی کہ کوئی خاوند یا بیوی سے مر جاوے اور اگر ان سب صورتون مین طلاق دے
قبل وطی اور خلوت صحیحہ کے تو متعہ لازم آویگا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ
یعنی نہین گناہ ہی تمپر اگر طلاق دو تم عورتون کو جب تک نہ جماع کر و اُنسے یا نہ مقرر کرو کوئی حصہ اُنکے واسطے مہر کا اور متعہ دو

اُسکو میسر ہو اُسکی مقدار اور علم میں ہو اُسکے لائق ص بس مقدار کا کہ زائد نہو نصف مہر مثل پر اور کم نہو پانچ درہم سے ف اور یہی قول ہو کرخی کا اور یہ متعہ واجب ہو ہمارے نزدیک اور امام مالکؒ کے نزدیک مستحب ہو اور آیت کلام اسکی تائید مجت ہو ص اور وہ تین کپڑے ہیں پیراہن اور خمار ف یعنی اوڑھنی جس سے وہ اپنا سر چھپاوے ص اور چادر ف جس سے تمام بدن چھپاوے ص اور صحیح یہ ہو کہ اعتبار متعہ میں خاوند کے حال کا ہو کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ اور نزدیک کرخی کے عورت کا حال معتبر ہو ف یعنی عورت کی لیاقت کے موافق اُسکو متعہ دیا جاویگا اور صحیح قول ہمارا ہو کیونکہ دینے والا خاوند ہو تو اُسکی استطاعت اور لیاقت معتبر ہوگی جیسا کہ نفقے کے باب میں ہو کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ اندازہ مروی ہو حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ اور سعید بن المسیب اور عطا اور شعبی سے ص اور اگر نکاح کیا غلام سے اس امر پر کہ خدمت کرے بیوی کی تو خدمت واجب ہوگی ف اسواسطے کہ غلام موضوع ہو واسطے خدمت کے اور خدمت غلام کی عوض مال کے ہوتی ہو ص اور اگر نکاح کیا عورت مفوضہ سے یعنی اُس عورت سے جسنے نکاح کیا یا بغیر ذکر مہر کے یا اس بات پر کہ اُسکو مہر نہیں ف خواہ وہ عورت مفوضہ ہو یعنی اُسنے اپنے تئیں آپ خاوند کو تفویض کیا ہو یا مفوضہ ہو یعنی ولی نے اُسکو خاوند کے سپرد کیا ہو ص اور پھر دونوں کسی مقدار مہر پر راضی ہو گئے تو بعد وطی کے یا موت کے یہی مقدار لازم آویگی اور اگر طلاق دے دیا اُسکو قبل وطی کے تو متعہ لازم آویگا اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک نصف اس مقدار کا ف یعنی جس مقدار پر وہ دونوں راضی ہو گئے ہیں ص لازم آویگا ف اور دلیل ہماری وہی آیت ہو ص اگر خاوند نے مہر معین پر کچھ بڑھا دیا خاوند کے ذمے پر واجب ہوگا تو اگر طلاق دیدیا قبل وطی کے زیادتی ساقط ہو جاویگی ف اسواسطے کہ زیادتی اُسنے بسبب اشتیاق وطی کے کی تھی تو جب مقصود فوت ہوا یہ زیادتی بھی جاتی رہیگی اور صورت مسئلے کی یہ ہو کہ کسی نے نکاح کیا ایک عورت سے اور مہر اسکے دس درہم ٹھہرے اور پانچ درہم اُسنے اپنی طرف سے بڑھا دئیے اور پھر اُسکو قبل وطی کے طلاق دیدیا تو پانچ درہم لازم آوینگے نہ ساڑھے سات ص عورت کو جائز ہو کہ بعض مہر یا کل مہر مرد کے ذمے سے ساقط کر دے ف کیونکہ مہر حق عورت کا ہو اور حقدار کو پہونچتا ہو کہ حق اپنا ساقط کر دے ص یا اُس زیادتی کو جو مرد نے بڑھا دیا تھا اپنی طرف سے ساقط کر دے ف مثلاً اسی صورت میں پانچ درہم چھوڑ دے ص اور خلوت مرد کی ساتھ عورت کے بغیر مانع حسی کے جیسے مرض کہ مانع ہو وطی سے اور مانع شرعی کے جیسے روزہ رمضان کا یا احرام حج فرض یا نفل کا اور مانع طبعی کے جیسے حیض اور نفاس کہ طبیعت مکروہ جانتی ہو جماع کرنے کو حالت حیض و نفاس میں اور اگرچہ مانع شرعی بھی یہاں موجود ہو ف اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہو فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ یعنی جدا ہو عورتوں سے حیض میں اور نہ قریب ہو اُنکے یہاں تک کہ پاک ہو جاویں اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص جماع کرے حائض سے یا کسی عورت سے اُسکی دبر میں یا کسی کاہن سے خبر پوچھے کہ اُسکی تصدیق کی تو اُسنے انکار کیا اُس چیز کا جو نازل ہوا محمد پر اخراج کیا اُسکا ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے ابی ہریرہؓ سے ص اور نہیں منافی ہو

اگر مانع شرعی مرد و عورت دونوں میں موجود ہو **ف** یعنی مانع شرعی مثل روزہ رمضان یا احرام اگرچہ حج کو بھی
ہو تو خلوت صحیحہ کو سبب نہیں ہوتا اور اسیطرح مانع حسی **ص** ثابت کر دیتی ہو پورے مہر کو **ف** اور اسی کا نام
خلوت صحیحہ ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک مہر بدون جماع کے مستقر نہیں ہوتا ہی اور دلیل ہماری اجماع صحابہ کا ہو اوپر
اس بات کے کہ خلوت موجب ہی پورے مہر کو حکایت کیا اس اجماع کو طحاوی نے اور کہا ابن المنذر نے یہی قول ہو عمرؓ اور
علیؓ اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر اور جابر اور معاذ بن جبل اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم کا اور روایت کی دارقطنی
نے محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان سے مرسلاً کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھولا خمار عورت کا
اور نظر کی اسکو تو واجب ہوا مہر خواہ دخول کرے یا نکرے اور اسناد میں اسکی اگرچہ ابن لہیعہ ہو ضعیف کیا اسکو محدثین نے
لیکن کہا ابن الجوزی نے کہ روایت کی اس سے علماء نے اور بھی روایت کی اس سے اصحاب سنن نے اور بھی اخراج
کیا اسکا ابو داؤد نے مراسیل میں ابن ثوبان سے اور رجال اسکے ثقہ ہیں اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہو اور روایت
کی بیہقی نے عمرؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہما سے تحقیق کہ ان دونوں نے فرمایا کہ جب بند ہو جاوے دروازہ اور چھوٹ جاوے
پردہ تو عورت کو مہر ہی پورا اور اسپر عدت ہی اور اسناد اسکی منقطع ہو اور موطا میں ہو مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضٰى فِي الْمَرْأَةِ اِذَا تَزَوَّجَهَا الرَّجُلُ اَنَّهٗ اِذَا اُرْخِيَتِ
السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الصَّدَاقُ یعنی جب چھوٹ جاویں پردے تو تحقیق کہ واجب ہوا مرد پر مہر اور روایت کی
عبد الرزاق نے مصنف میں ابو ہریرہ سے یہی قول عمرؓ کا اور کہا امام محمد بن الحسن نے موطا میں اَنَا مَالِكٌ اَنَا ابْنُ
شِهَابٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بِامْرَأَتِهٖ وَاُرْخِيَتِ السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ
قَالَ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا یعنی کہا زید بن ثابتؓ
نے کہ جب جاوے مرد عورت پاس اور چھوٹ جاویں پردے تو تحقیق کہ واجب ہوا مہر اور اسی قول پر ہمارا فتوی ہو
اور یہی قول ہو امام ابو حنیفہؒ اور عامۂ فقہا کا اور روایت کی دارقطنی نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا آپ نے جب بند ہو جاوے
دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ اور دیکھے عورت کو تو واجب ہوا مرد پر مہر اور روایت کی ابو عبید نے کتاب النکاح
میں زرارہ بن اوفی کی روایت سے کہ کہا انھوں نے حکم کیا خلفاے راشدین مہدیین نے کہ جسوقت بند ہو جاوے
دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ تو تحقیق کہ واجب ہوا مہر اور عدت اور امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق بھی
روایت ہو ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے لیکن صحیح نہیں اور روایت کی بیہقی نے شعبی سے انھوں نے ابن مسعودؓ
سے کہ جو شخص خلوت کرے عورت سے اور وطی نکرے تو اس عورت کو آدھا مہر ہو اور یہ منقطع ہو شعبی نے نہیں سنا ابن
مسعود سے اور روایت کی شافعی نے ابن عباسؓ سے مثل اسکے اور اسناد اسکی ضعیف ہو اور اخراج کیا اسکا ابن
ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اور طریق سے لیکن صحیح روایتیں صحابہ سے ہمارے مذہب پر ہیں **ص** اور مراد خلوت سے
یہ ہو کہ خاوند اور عورت دونوں ایسے مکان میں جمع ہو جاویں کہ وہاں کوئی عاقل نہو اور بغیر انکے اذن کے انپر کوئی
مطلع نہو سکے یا بسبب اندھیرے اور تاریکی نے کوئی انپر اطلاع نہ پاوے اور خاوند جانتا ہو کہ یہ میری عورت ہو اگرچہ

خاوند مجبوب یا عنین یا خصی ہووے ف مجبوب اُس مرد کو کہتے ہیں کہ جسکی آلت اور خصیتین کٹے ہوں اور عنین وہ جو
وطی عورت پر قدرت نرکھتا ہووے اور خصی وہ جسکے خصیے نکال لیے ہوں ص یا روزہ دار ہو روزہ قضا کا اوچ
مذہب ہیں اور ایک روایت میں نذر کا بھی اور اگر روزہ دار ہو رمضان کا یا احرام ہو یا عورت حائضہ ہو یا نفاس سے ہو
یا بیمار ہو کوئی اُن دونوں میں سے تو خلوت ثابت ہوگی اور نماز بھی مثل روزے کے ہو تو نماز فرض میں خلوت صحیح نہوگی
جیسے فرض روزے میں اور صحیح ہو جاویگی نماز نفل میں جیسے نفل روزے میں اور عدت واجب ہو ف دلیل اُسکی وہی ہے
جو مروی ہوا حضرت عمرؓ اور علیؓ سے سابقًا اخرجہ البیہقی ص ان سب صورتوں میں برابر ہے کہ مانع موجود ہووے
جیسے روزہ وغیرہ یا نہو احتیاطًا اور واجب ہے متعہ اُس عورت کو کہ اُسکو طلاق دیا ہو قبل وطی کے اور مہر اُسکا معین نہو
ف اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور مستحب ہے سوا اُسکے اور عورتوں کو مگر جس عورت کا مہر ٹھہر گیا ہو اور اُسکو
طلاق دے قبل وطی کے جاننا چاہیے کہ مطلقات یعنی جو عورتیں کہ طلاق دی جاویں چار قسم پر ہیں پہلی وہ مطلقہ کہ
اُس سے وطی نکی ہو اور نہ اُسکا مہر معین ہو تو اُسکے واسطے متعہ واجب ہے اور دوسری وہ مطلقہ کہ وطی نکی جاوے
اور اُسکا مہر معین کر دیا ہووے اس عورت کو متعہ مستحب نہیں ف اور راجح یہ ہے کہ مستحب ہے ص تیسری وہ عورت
کہ وطی کی جاوے اور اُسکا مہر معین نہوا ہو چوتھی وہ عورت مطلقہ کہ وطی کیجاوے اور اُسکا مہر بھی معین ہوا ہووے تو ان
دو عورتوں کے واسطے متعہ مستحب ہے تو حاصل یہ ہے کہ جس وقت عورت سے وطی کی تو متعہ اُسکو مستحب ہوگا برابر ہے کہ مہر اُسکا
معین ہوا ہو یا نہوا اور اگر وطی نہیں کی تو جس صورت میں مہر معین ہے نصف مہر دے اور متعہ مستحب نہیں اور اگر نہیں معین ہے
تو متعہ واجب ہے اگر کسی عورت نے ہزار روپے اپنے مہر کے خاوند سے لیکے اُسکو اپنے قبضے میں کیا اور پھر وہی ہزار روپے
عورت نے خاوند کو ہبہ یعنی بخش دیے اور خاوند نے بعد اسکے طلاق دیدیا اُسکو قبل وطی کے تو وہ مرد پانسو روپے اُس سے
اور لیوے کیونکہ عورت نے تمام مہر کو قبض کر لیا تھا اور مرد پر واجب نصف ہی ہوا تھا تو نصف پھیر دیویگی اور وہ جو
عورت نے خاوند کو ہبہ کر دیا تھا مہر سے محسوب نہوگا کیونکہ روپے اور اشرفی عقود میں ف مثل بیع اور شراء اور نکاح
کے ص متعین نہیں ہوتے ف یعنی کچھ روپے مقرر نہیں ہوتے بلکہ سب روپے برابر ہیں تو وہ جو عورت نے ہبہ کر دیا تھا
اگرچہ وہ روپے خاوند کے دیے ہوئے تھے لیکن ہم نہیں کہینگے کہ یہ وہی روپے ہیں ص اور اسیطرح فسوخ میں ف یعنی
جو چیزیں کہ عقود کو فسخ کرتی ہیں اور بیان اسکا آگے آویگا ص اور اگر عورت نے قبضہ نہیں کیا تھا اُن روپیوں کا یا
نصف مہر کو قبضہ کیا تھا ف مثلًا پانچ سو روپے کا ہزار کی صورت میں ص اور پھر عورتؓ نے ہبہ کر دیا خاوند کو کل مہر
ف دونوں صورت میں مگر اول صورت میں کل زر مہر بلا قبضہ ہبہ کر دیا یعنی اسقاط مہر کر دیا اسواسطے
کہ کل مہر خاوند کے پاس ہے اور دوسری صورت میں ہبہ کل مہر کا اسطور پر ہوگا کہ اُس نصف کو بھی جو لیا ہے پھیر
ص یا باقی کو ف دوسریؓ صورت میں ص اور طلاق دیا اُسکو خاوند نے قبل وطی کے تو اب عورت پر
کچھ لازم نہیں آویگا اسلیے کہ حکم طلاق قبل وطی کا یہ ہے کہ جو عورت نے پورا مہر پایا ہو تو نصف مہر پھیر دے
اور یہاں ہبہ کل مہر کا قبل قبض ہے تو مرد کو نصف مہر سے زیادہ وصول ہوا اور اسواسطے کہ اب عورت کے پاس

کچھ خاوند کا حق باقی نہیں رہا اور اگر مہر کچھ اسباب ہو ف جیسے غلام گھر کپڑا وغیرہ ص اور عورت نے اسکو قبض کیا
یا نہ کیا اور خاوند کو ہبہ کر دیا تو اب عورت پر دونوں صورتوں میں ف یعنی قبض کی صورت میں اور عدم قبض کی صورت
میں ص کچھ لازم نہ آویگا اسواسطے کہ جب قبض نہیں کیا ہے تو تو ظاہر ہے ف یعنی جیسا روپیوں میں جب قبض نکرے
تو کچھ لازم نہیں آتا تھا اسیطرح اسباب میں ہوگا ص اور جب قبض کیا ہے تب بھی کچھ لازم نہیں آویگا کیونکہ اسباب متعین ہے
اور اُسی کو عورت نے خاوند کو بخشدیا ف یعنی جو مہر والے اسباب عورت کو دیا تھا وہی بعینہ عورت نے خاوند کو بخشدیا تو اب عورت پر کچھ نہیں
اور روپیوں میں نہیں کہہ سکتے کہ بعینہ وہی روپے ہیں جو خاوند نے عورت کو دیے تھے ص اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا ہزار درہم پر اس شرط
کہ اسکو شہر سے نہ لیجاویگا یا اسپر دوسری عورت نکریگا یا شرط کی کہ اگر شہر سے نہ لیجاوے تو مہر ہزار درہم ہیں اور اگر لیجاوے تو دو ہزار پھر عہد وفا کیا
یعنی اسکو شہر سے نہ نکالا اور اسپر دوسری عورت سے نکاح نکیا اور اسیطرح تیسری صورت میں بھی اسکو شہر سے نہ نکالا
تو خاوند پر مہر کے ایک ہی ہزار درہم آوینگے تو اگر اول صورت میں اسکو شہر سے نکالا یا دوسری صورت میں کسی عورت سے
نکاح کیا تو مہر مثل لازم آویگا اتفاقاً اور اگر تیسری صورت میں اسکو شہر سے نکالا تو امام صاحب کے نزدیک مہر مثل لازم
آویگا مگر ایک ہزار سے کم نہ دیا جاویگا اور دو ہزار سے زیادہ نہوگا یعنی اگر مہر مثل اسکا ایک ہزار سے کم ہے تو ہزار دیے جاوینگے اور
اس سے کم نہوگا اور اگر مہر مثل اسکا دو ہزار سے زائد ہے تو دو ہزار دینا پڑینگے اور اس سے زیادہ نہوگا ف اور اگر مہر مثل اسکا ہزار سے
زائد ہے لیکن دو ہزار سے کم ہے یا دو ہزار ہے تو جتنا ہے اتنا دینا پڑیگا ص اور نزدیک صاحبین کے دو ہزار لازم آوینگے اور امام زفر کے
نزدیک دونوں صورت میں مہر مثل لازم آویگا اور اگر نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اس غلام پر ف سلامت یہ ہے کہ دونوں
غلاموں میں سے کسیکو معین نہ کیا اور کہا کہ اس غلام پر یا اس غلام پر ص اور ان میں سے ایک کم قیمت اور دوسرا بھاری قیمت نکلا
تو مہر مثل لازم ہوگا پس اگر مہر مثل اسکا کم قیمت غلام سے بھی کم ہے تو اسکو کم قیمت غلام ملیگا اور اگر اسکا مہر مثل غلام بھاری
قیمت سے بھی زیادہ ہے تو اسکو بھاری قیمت غلام ملیگا اور اگر اسکا مہر مثل دونوں کے درمیان میں ہے ف مثلاً کم قیمت غلام
کی قیمت سو روپیہ تھی اور بھاری قیمت کی دو سو اور اسکا مہر مثل ڈیڑھ سو ہے ص تو مہر مثل لازم آویگا ف اور اس صورت
میں ڈیڑھ سو روپے دینا پڑینگے اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت میں اسکو کم قیمت غلام ملیگا ص اور اگر طلاق دیدیا اسکو قبل وطی
کے تو سب صورتوں میں اسکو کم قیمت غلام کی نصف قیمت ملیگی اجماعاً ف اور اس صورت میں پچاس روپے اسکو ملینگے ص اگر
نکاح کیا اسطرح کہ دو غلام ہونگے اور ایک اُن میں سے آزاد نکلا تو عورت کے واسطے وہی ایک غلام ہے اگر قیمت اسکی دس درہم ہوں ف
یا زیادہ ہوں اور اگر دس درہم سے کم ہو تو خاوند کو چاہیئے کہ دس پورے کر دیوے ص اگر نکاح میں ٹھہرایا کہ عورت بکر ہووے
اور پھر اسکو ثیبہ پایا کُل مہر دینا پڑیگا اور اگر نکاح میں گھوڑا یا کپڑا ہرات کا ف ہرات نام شہر کا ہے اور یہ قید اسواسطے لگائی ہے
کہ اگر فقط کپڑا مہر قرار دے اور کچھ نام بیان نکرے تو مہر مثل لازم آویگا جیسا کہ اوپر گذرا ص مہر مقرر کیا برابر ہے کہ اسکے اور بھی
وصف بیان کیے ہوں یا نہ کیے ہوں یا کسی مکیل کو ف مکیل اسکو کہتے ہیں جو چیزیں پیمانوں میں ناپ کے بکتی ہیں جیسے
گیہوں ملک عرب میں ص یا موزونکو یعنی جو چیز وزن ہو کے فروخت ہوتی ہے مہر باندھا اور اسکی جنس بیان کر دی ف
یعنی یہ کہدیا کہ گیہوں یا جو یا چنا یا جوار ص اور اسکا وصف بیان نہیں کیا ف کہ گیہوں کس قسم کے اور کس قیمت کے

ص تو ان سب صورتوں میں جو چیز مقرر کی ہو وہی لازم آویگی سیاہ ہو یا جیسی کی یا قیمت اسکی ف مثلاً گھوڑے کو
مہر مقرر کیا اور اسکی صفت بیان نہین کی تو گھوڑا اوسط قیمت کا نہ بہت اعلی اور نہ بہت خسیس لیوے یا قیمت اسکی دیوے
اسیطرح مکیل اور موزون اور ثوب میں ص اور اگر مکیل و موزون میں صفت بھی بیان کر دی تو جو مقرر کیا ہو وہی لازم
آویگا اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے کچھ واجب نہیں ہوتا اگرچہ خلوت کی ہو اُسکے ساتھ اور اگر وطی کی تو مہر مثل لازم آویگا بشرطیکہ
زیادہ ہووے مہر معین سے اور اگر زیادہ ہو تو مہر معین لازم آویگا اور اُس عورت کے ولد کا نسب اُس مرد سے ثابت ہو جاویگا
اور عدت اُسکی اگر وقت دخول سے وضع حمل تک چھ مہینے گذرے ہوں امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور اگر اس سے کم
گذرے ہوں تو نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہیں اور اسکا بیان آگے آویگا ص اور امام اعظم
اور ابو یوسف کے نزدیک مدت نسب کا اعتبار وقت نکاح سے ہوگا جیسا کہ نکاح صحیح میں ف تو اگر نکاح کے وقت سے وضع
حمل تک چھ مہینے گذرے ہیں تو نسب ثابت ہو جاویگا ورنہ نہیں اور ہدایہ مین امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے اور وہی صحیح ہے
اور موافق قیاس کے ہے ص اور مہر مثل عورت کا اُسکے باپ کی قوم سے اعتبار کیا جاویگا ف جیسے بہنیں اسکی پھوپھیاں پھوپھی
کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں کیونکہ فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے واسطے عورت کے مہر مثل اسکی عورتوں کا ہے جو اسکی
مثل اُسکے ہیں انکا مہر دلایا جاویگا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور مثلہا اس سے باپ کے اقارب ہین کذا فی فتح القدیر
ص اور مہر مثل میں معتبر ہے کہ دونوں عورتیں وقت عقد نکاح کے سن میں اور حسن میں اور مال میں اور عقل میں اور دین میں اور
شہر میں اور زمانے میں اور بکارت میں اور ثیابت میں برابر ہوں تو اگر باپ کی قوم سے کوئی ان صفتوں کے ساتھ نہ ملا تو اور
عورتیں جو غیر ہیں اُنسے اعتبار کرینگے اور نہ اعتبار کیا جاویگا مہر مثل ماں کے اور خالہ کے مہر سے مگر جب ماں اور خالہ اُسکے باپ
کی قوم سے ہوں جیسے اُسکے باپ کے چچا کی بیٹیاں ہوں اور اگر ولی ضامن ہو جاوے خاوند کیطرف سے مہر کا تو درست ہے اگرچہ
وہ عورت نابالغہ ہو اور عورت کو اختیار ہے کہ چاہے مہر اپنا ولی ضامن سے طلب کرے یا خاوند سے اور اگر ولی نے ادا کر دیا تو صحیح ہے اور ولی
خاوند سے مجرا لیوے اگر خاوند کے حکم سے ضامن ہوا تھا اور اگر خاوند کے حکم سے ضامن نہیں ہوا تھا تو خاوند سے مجرا نہیں
لے سکتا اور بیع میں یہ حکم نہیں یعنی اگر باپ نے اپنے نابالغ ولد کا مال بیچا اور قیمت کا ضامن ہوا تو ضمان صحیح نہ ہوگا ف اور وجہ فرق
اسکی اصل کتاب میں مذکور ہے ص اور عورت کو پہونچتا ہے کہ منع کرے خاوند کو جماع سے اگرچہ پیشتر مرد نے اُس سے وطی کی ہو یا
خلوت کی ہو اُسکی رضا سے اور اُس سے کہ خاوند اُسکو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے جب تک مہر معجل اپنا کل ہو یا البعض ہو جو مہر معجل
میں سے بالفعل پایا جاتا ہے اُس عورت کے مہر مثل سے موافق دستور کے نہ لیوے اور دونوں صورتوں میں خاوند پر نفقہ واجب
رہیگا ف کیونکہ عورت اپنا حق طلب کرتی ہے اور کچھ ظلم نہیں کرتی کہ خاوند نفقہ نہ دیوے ص اور صاحبین کے نزدیک
اگر خاوند اُس سے پیشتر وطی یا خلوت کر چکا ہے اُسکی رضامندی سے تو بعد اسکے عورت کو اختیار منع کا باقی نہیں رہیگا اور یہی اختلاف ہے
عورت کو کہ قبل لینے اس مہر کے بغیر اذن خاوند کے سفر کرے یا کسی حاجت کو یا اپنے اقارب کی ملاقات کو جاوے اور بعد لینے
اس مہر کے درست نہیں ف کہ بغیر اذن خاوند کے سفر کرے یا کسی حاجت کو یا اپنے اقارب کی ملاقات کو جاوے ص اور اگر مہر معجل
اور مؤجل بیان نہیں کیا گیا تو عورت کو منع وطی و سفر نہیں پہونچتا ہے واسطے لینے کل مہر کے اور جب مؤجل میں بعض کا

دستور ہو تو عورت کو منع نہیں پہونچتا ہو واسطے قبض کر لینے کل مہر کے ف بلکہ بتقاضا دستور یہ بالفعل دیے کا اُسکے
کیواسطے منع پہونچتا ہو جیسا کہ گذرا ص اسیطرح اگر کل مہر مؤجل ہو تو عورت کو حق منع مذکور نہیں پہونچتا اسلیے
کہ اُسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا اور اگر خاوند نے استادہ مہر ف یعنی مہر معجل یا مؤجل میں سے جتنے دیے کا دستور ہو
ادا کر دیا تو بعضے خاوند کو پہونچتا ہو کہ عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے ظاہر روایت میں ف کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہو
اَسکنوھن من حیث سکنتم یعنی رکھو اُنکو جہان تم رہو ص اور بعضوں کے نزدیک خاوند کو بعد
ادا کے بھی سفر میں لیجانا نہیں پہونچتا اور اسی پر فتوی دیا ہو فقیہ ابو اللیث رح نے ف اور اسی طرف مائل ہوئے ہیں
بہت سے مشایخ جیسا کہ خزانے میں ہو اور اسی پر فتوی دیا جاویگا بوجہ فساد زمانے کے کہ غریب عورتون کو ضرر
پہونچتا ہو ص اور درست ہو کہ اُسکو لیجاوے ایسی جگہ پر کہ اُسکے مسکن سے وہان تک مدت سفر کم ہو ف
یعنی تین دن تین رات سے کم ہو وے ص اگر زوج اور زوجہ نے اختلاف کیا اصل مہر میں سو ایک نے کہا کہ
مہر معین نہین ہوا تھا اور دوسرے نے کہا معین ہوا تھا تو جو کہتا ہو کہ مہر معین ہوا ہو اگر وہ گواہ قائم کرے تو قول اُسکا
معتبر ہوگا اور اگر گواہ قائم نکرے تو جو کہتا ہو کہ مہر معین نہین ہوا ہو اُسکو قسم دلاوینگے اگر وہ قسم نکھاوے تو دوسرے
کا قول معتبر ہو جاویگا ف یعنی مہر معین کا اعتبار ہوگا ص اور اگر قسم کھالی تو مہر مثل واجب ہوگا اور یہ مذہب صاحبین کا
ہو اور امام صاحب کے نزدیک نکاح میں قسم نہ دینگے اور مہر مثل واجب ہوگا ف جس صورت میں وہ گواہ قائم نکرے
ص اگر اختلاف کیا مہر کے اندازے میں ف مثلاً خاوند نے کہا سو درہم تھے اور زوجہ نے کہا دو سو درہم
ص تو جو گواہ قائم کرے اُسکا قول قبول کیا جاویگا اور اگر کسی نے گواہ نہین قائم کیا تو مہر مثل کو دیکھینگے اگر مہر مثل خاوند
کے دعوے کے برابر یا کم ہو تو خاوند کا قول معتبر ہوگا ساتھ حلف کے اور اگر مہر مثل عورت کے دعوے کے برابر ہو یا عورت
کے دعوے سے زائد ہو تو قول عورت کا معتبر ہوگا ساتھ حلف کے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور مہر مثل موافق
خاوند کے ہو یا کم اُس سے تو گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر مہر مثل موافق عورت کے ہو تو گواہ خاوند کے مقبول ہونگے
اسواسطے کہ گواہ مشروع ہین واسطے اثبات اُن امور کے جو خلاف ظاہر ہین اور قسم مشروع ہو واسطے باقی رکھنے اصل کے
اپنی اصل پر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہ مدعی پر ہین اور قسم اُس شخص پر ہو جو انکار کرے ف اخراج کیا
اس حدیث کا بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اُسکو امام احمد نے مسند میں اور معانی الحدیث کے
صحاح ستہ میں موجود ہین اخراج کیا اُنکا مسلم اور اصحاب سنن نے ص اور اصل نکاح میں یہ ہو کہ مہر مثل سے ہو تو جو شخص دعوی
کریگا خلاف اسکے تو گواہ اُسکے قوی ہونگے اور اگر مہر مثل درمیان میں خاوند اور عورت کے دعوے کے ہو ف مثلاً عورت
نے دو سو روپے کا دعوی کیا اور خاوند نے سو روپے کہے تھے اور مہر مثل ڈیڑھ سو ہو اور درمیان میں ہونے سے مراد یہ ہو کہ
مہر مثل خاوند کے دعوے کے موافق اور اُس سے کم بھی نہو اور عورت کے دعوے کے برابر اور اُس سے زیادہ بھی نہو بلکہ خاوند
کے دعوے سے زیادہ اور عورت کے دعوے سے کم جیسا کہ اس صورت میں ہو ص تو جو گواہ لاوے قول اُسکا معتبر ہوگا
اور اگر دونون گواہ لاوے تو مہر مثل لازم ہوگا اور اگر کوئی نہ لاوے تو دونون پر قسم آویگی اور جو قسم کھاوے نہ اُسکا قول

معتبر ہوگا اور جو دونوں نے قسم کھائی تو مہر مثل لازم آویگا یہ سب صورتیں جب تھیں کہ نکاح قائم ہوا اور اختلاف واقع ہو مہر میں اور اگر خاوند نے طلاق دیدی یا عورت کو قبل وطی کے ف اور اگر طلاق دیا بعد وطی کے تو اُسکی صورت بعینہ وہی ہے جب نکاح قائم ہو جیسا کہ گذرا ص بعد اُسکے مہر کے اندازے میں اختلاف ہوا تو متعہ مثل لازم ہوگا یعنی متعہ مثل اگر برابر نصف قدر دعوی مرد کے یا کم اُس سے ہے پس قول مرد کا معتبر ہوگا اور اگر متعہ مثل برابر نصف قدر دعوی عورت کے ہو یا زیادہ اُس سے تو قول عورت کا معتبر ہوگا اور جو گواہ لاویگا قول اُسکا معتبر ہوگا اور اگر دونوں گواہ لائے اور متعہ مثل ف یعنی جو اُسکی ہمسر عورتوں کو متعہ دیا جاتا ہے ص موافق مرد کے ہے تو عورت کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اور اگر متعہ مثل موافق عورت کے ہے تو مرد کے گواہوں کا اعتبار ہوگا ف اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور اگر متعہ مثل درمیان میں دعوے زوج اور زوجہ کے ہے ف یعنی عورت کے دعوے سے کم اور مرد کے دعوے سے زیادہ ص تو جو شخص گواہ لاوے قول اُسکا معتبر ہوگا اور اگر دونوں گواہ لائے تو متعہ مثل واجب ہوگا اور اگر دونوں گواہ نہ لائے تو جو قسم کھاویگا قول اُسکا معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو متعہ مثل واجب ہوگا ف اور ان صورتوں میں دعوی خاوند اور عورت کا بابت نصف مہر کے ہوگا کیونکہ طلاق قبل وطی کے ہے تو برابری اور کمی و زیادتی نصف مہر کی ساتھ متعہ مثل کے دیکھی جاویگی ص اگر زوج مرگیا یا زوجہ مرگئی اور پھر اصل مہر یا اندازہ مہر میں اختلاف ہوا تو حکم اُسکا بعینہ ایسا ہے جیسے حالت حیات میں تھا اور جو زوج اور زوجہ دونوں مرگئے اور نزاع پڑی اندازہ مہر میں تو خاوند کے وارثوں کے قول کا اعتبار ہوگا اور اگر نزاع پڑی اس بات میں کہ مہر معین ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا تو امام صاحب کے نزدیک کچھ لازم نہ آویگا اور صاحبین کے نزدیک مہر مثل لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے ف کیونکہ مہر مثل مرد کے ذمے پر ثابت ہوگیا تھا اور دَین ہوگیا تھا تو مرنے سے ساقط نہوگا ص اگر خاوند نے عورت کو کوئی چیز بھیجی بعد اُسکے اختلاف ہوا عورت نے کہا کہ یہ ہدیہ اور تحفہ تھا اور خاوند نے کہا مہر تھا تو خاوند کا قول ساتھ حلف کے معتبر ہوگا ف اسواسطے کہ خاوند تملیک کرنا ہے اُس چیز کی زوجہ کو اور مالک کرنیوالا اُسیکا جانتا ہے جہت تملیک کو اور ظاہر ہے کہ تحفہ دینا واجب نہیں اور مہر واجب ہے اور غالب یہ ہے کہ واجب کے ادا کرنے میں ہوتی ہے ص مگر جبکہ چیز ایسی ہو کہ اسکو جمع کر کے رکھتے نہوں جیسے روٹی اور جو کھانے کے واسطے طیار ہے ف مثل گوشت وغیرہ کے ص برخلاف گیہوں کے ف اور ایسا ہی آٹا اور زندہ بکری وغیرہ اور تمام صرف میں نہ آنا

فصل نکاح ذمی کے بیان میں

ص اگر نکاح کیا ایک ذمی نے ذمیہ سے یا حربی نے حربیہ سے دار الحرب میں بدلے میں مُردے کے یا بغیر مہر کے اور یہ اُسکے دین میں جائز ہووے اور جو جائز نہووے یا اُنکے دین میں یا واجب ہو مہر اُنکے نزدیک پس حکم عدم وجوب مہر کا ہوگا اور پھر جو مرد نے وطی کی یا طلاق دیدیا اسکو قبل وطی کے یا مرگیا تو امام صاحب کے نزدیک کچھ مہر لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ ذمی ہمارے احکام کے پابند ہیں دیانات میں جیسے نماز یا روزہ وغیرہ اور معاملات میں بھی ہمارے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں مثلاً سود اور شراب کا بیچنا جائز رکھتے ہیں تو ہمکو چاہیے کہ اُنکو ترک کر دیں اور اُنکے مسائل سے متعرض نہوں برخلاف زنا کے کہ وہ سب دینوں میں حرام ہے اور سود اُنکے عقود میں سے نکال لیا گیا ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اگر تجھ سے سود لیوے تو اسکے مارے درمیان میں عہد نہیں ہے کہا شعبی نے اس لفظ سے نزدیک ہو اور روایت ہے شعبی سے کہا کہ لکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طرف اہل نجران کے اور وہ نصاریٰ تھے کہ جسنے تم میں سے بیع کی سود سے تو نہیں ہے ذمہ اسکے لیے آور روایت کی ابو عبید نے کتاب الاموال میں اور اسمیں ہے کہ جس شخص نے کہا یا تم میں سے سود تو ذمہ میرا بری ہے اُس سے آور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَخْذِھِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُھُوْا عَنْہُ تو اس سے معلوم ہوا کہ ربا انکے نزدیک بھی حرام ہے **ص** اور اگر نکاح کیا انھون نے شراب میں یا کسی سور معین پر اور پھر زوج اور زوجہ دونون اسلام لائے یا ایک انمین سے اسلام لایا تو عورت کو یہ معین تھا وہی ملیگا **ف** یعنی شراب اول صورت میں اور سور معین دوسری صورت میں **ص** اور اگر انھون نے شراب اور سور کو معین کیا تو شراب کی قیمت لازم آویگی جب شراب ٹھہری ہو اور مہر مثل لازم آویگا سور کی تعین میں

ص باب غلام اور کافر کے نکاح میں

نہیں جائز ہے نکاح غلام اور لونڈی کا مگر اپنے مولا کے اذن سے اور جو بلا اذن سید کے نکاح کرین تو یہ نکاح موقوف ہوگا اگر سید اجازت دیوے تو جائز ہو جاویگا اور جو رد کرے تو باطل ہوگا **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو غلام نکاح کرے بغیر اذن سید کے تو وہ زانی ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی اور دارمی نے اور امام مالک کے نزدیک جائز ہے اور یہ حدیث اُنپر حجت ہے **ص** اور یہی حکم ہے مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا **ف** یعنی ان سب کا بھی نکاح بلا اجازت مولا جائز نہیں اور یہ نکاح موقوف ہے مالک کی اجازت پر اگر اجازت دیگا تو نکاح جاری ہو جاویگا اور اگر رد کریگا تو نکاح باطل ہو جاویگا **ص** تو اگر انھون نے نکاح کر لیا اپنے مالک کے اذن سے تو مہر عورت کا اُنپر واجب ہوگا اور غلام مہر کے قرضے میں بیچا جاویگا اور مکاتب اور مدبر نہ بیچے جاوینگے بلکہ سعی کر کے ادا کرینگے آور اگر غلام نے اذن طلب کیا اور مولا نے کہا کہ اسکو طلاق رجعی دیدے اجازت ثابت ہو جاویگی اسواسطے کہ طلاق رجعی بغیر جواز نکاح کے نہیں ہوتا ہے آور اگر مولا نے اتنا ہی کہا کہ طلاق دیدے یا چھوڑ دے تو اجازت نہوگی آور اگر مولا نے غلام کو اذن دیا نکاح کا تو یہ اذن شامل ہوگا نکاح صحیح اور فاسد کو پس اگر نکاح فاسد کیا اور وطی کی تو وہ غلام مہر میں بیچا جاویگا اور اگر وطی نہیں کی تو نکاح فاسد میں مہر لازم نہوگا **ف** اور نکاح صحیح میں لازم آویگا **ص** اور اگر جس عورت سے نکاح فاسد کیا تھا پھر اسی سے دوسری بار نکاح صحیح کرے یا کسی اور عورت سے نکاح کرے تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا کیونکہ اجازت مولا کی اول نکاح فاسد پر تمام ہو گئی تھی آور اگر مولا نے اپنے عبد ماذون کا نکاح کیا اور وہ قرضدار تھا نکاح صحیح ہے اور بیبی اسکی مہر مثل میں برابر ہے اور قرضخواہون کے ہوگی تو اگر اس عورت کا مہر برابر تھا مہر مثل کے یا کم تو وہ غلام اگر بیچا جاویگا تو اسکی قیمت اس عورت اور قرضداروں پر موافق حصے کے تقسیم کر دی جاویگی **ف** مثلاً قرض سو روپے تھے اور مہر بھی سو روپے تھے اور غلام پچاس روپے کو فروخت ہوا تو پچیس روپے قرضداروں کو اور پچیس عورت کو مل جاوینگے **ص** اور اگر اسکا مہر زائد ہے مہر مثل سے تو وہ عورت حصہ اس زائد مہر کے موافق نہ لیگی بلکہ اسکے حق زائد کے دینے میں تاخیر کرینگے یہانتک کہ قرضداروں کا قرض پورا ہو جاوے **ف** مثلاً مہر مثل اس عورت کا سو روپے تھے اور مہر معین اسکے دو سو روپے ہیں اور قرضداروں کا قرض بھی اسقدر سو روپے تھا اور وہ غلام سو روپے کو فروخت

ہوا تو سو عورت کے اور سے حاصل ہونگے اور سو قرمہ مدان کو تعد اُسکے سو دیتے ہیں تو بھی عورت کو ملیگا اور اگر وہ ہو
لڑکا اور کچھ نہ ہی تو وہ رقم جو مہر مثل سے زیادہ ہو عورت کو دیدیں ص گر مولیٰ نے اپنی لونڈی کا نکاح کسی شخص سے
کر دیا تو وہ لونڈی اُس شخص کی ملک سے نہ نکلیگی اور وہ لونڈی اپنے مولیٰ کی خدمت کرے اور خاوند جب وقت پاوے
تو اُس سے وطی کرلیوے اور مولیٰ پر واجب نہیں تبویت اور تبویت اسکو کہتے ہیں کہ مولیٰ اُس لونڈی کے اور خاوند
کے درمیان میں تخلیہ کر دیوے اور اُسکے واسطے کوئی جگہ معین کر دے اپنے مکان سے کہ خاوند کو اُس جگہ آنے سے
کوئی ممانعت نہ ہووے اور مولیٰ اُس لونڈی سے خدمت نہ طلب کرے مگر خاوند پر نفقہ اُس لونڈی کا واجب ہوگا جب تک
کہ مولیٰ تبویت نہ دیوے تو اگر مولیٰ نے تبویت کی اور پھر اُس سے رجوع کر گیا تو صحیح ہوگا اور خاوند پر سے نفقہ ساقط ہو جاویگا
اور اگر وہ لونڈی بغیر طلب مالک کے اُسکی خدمت کرے اور تبویت ہووے تو نفقہ خاوند سے ساقط ہوگا اور مولیٰ کو
پہونچتا ہے کہ اپنے غلام اور لونڈی کا جبراً نکاح کر دیوے بغیر اُنکی رضا کے اگر کسی عورت آزاد نے قبل وطی کے اپنے تئیں آپ
قتل کیا تمام مہر خاوند پر لازم آویگا اور اگر مولیٰ نے اپنی لونڈی کو قبل اسکے کہ خاوند اُسکا اُس سے وطی کرے قتل کیا تو خاوند
پر کچھ نہ لازم آویگا اور لونڈی کا خاوند اپنے سید کے اذن سے اُس سے عزل کرے ف عزل اسکو کہتے ہیں کہ وقت
قرب انزال کے ذکر کو فرج عورت سے باہر کر لیوے تا انزال منی باہر ہووے اور اپنی لونڈی میں عزل بغیر اذن لونڈی
کے جائز ہے ایسا ہی کہا ہے ابن عباس نے اور یہی ماثور ہے عمر سے کہ ذکر کیا اسکو کشف الغمہ میں اور آزاد عورت سے بغیر اُسکے
اذن کے جائز نہیں کیونکہ مروی ہے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ عزل کیا جاوے
آزاد عورت سے مگر اُسکے اذن سے اخراج کیا اسکا ابن ماجہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل میں مختلف احادیث
وارد ہوئی ہیں بعض سے رخصت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے کراہت اور اولیٰ ترک ہے تصریح کی ہے اسکی امام نووی نے اور کشف الغمہ
میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب اور عبد اللہ بیٹے اُنکے رضی اللہ عنہما مکروہ رکھتے تھے عزل کو اور کہا عبد الوہاب شعرانی نے
فَحَاصِلُ الْاَمْرِ الْكَرَاهَةُ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ شَدِيْدَةٍ ص اور جو لونڈی یا مکاتبہ لونڈی کسی غلام کے
یا آزاد کے نکاح میں ہووے اور آزاد ہو جاوے تو اُسکو اختیار ہے ف اسواسطے کہ بریرہ لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی جب آزاد ہوئی تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو مالک ہوئی اپنے بضع کی تو اختیار کر لے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں
اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنی نے حضرت عائشہ سے اور روایت کیا اسکو ابن سعد نے طبقات میں اور اسمیں ہے کہ فرمایا
آپ نے قَدْ عَتَقَ بُضْعُكِ مَعَكِ فَاخْتَارِيْ اور یہ مرسل ہے شعبی کا اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور تمام
اسکے یہ حدیث صحیحین میں مروی ہے حضرت عائشہ سے اور اسمیں ہے کہ اختیار دیا اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو
اختیار کر لیا اُسنے اپنے نفس کو اور روایت نسائی میں ہے اِخْتَارِيْ یعنی اختیار کر لے تو ص اور امام شافعی کے
نزدیک اگر خاوند اسکا آزاد ہے تو اسکو اختیار نہ ہوگا ف اور یہی مذہب ہے احمد اور مالک کا اور ذکر کیا کشف الغمہ میں
ایک اثر اس عمر سے اس مسئلہ میں موافق امام شافعی کے لیکن ترک کیا ہمنے اس اثر کو اس سبب سے کہ روایت کی ابو داؤد نے
نسائی صحیح حضرت عائشہ سے کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا جسوقت وہ آزاد ہوئی اور وہ اختیار دی گئی آخر حدیث تک



اور ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ وہ غلام تھا اور ایسا ہی ہے روایت سفیہ میں اخراج کیا انکا اصحاب صحاح سے اور ترجیح ہے حدیث حضرت عائشہؓ کو کیونکہ وہ زیادہ واقف تھیں بریرہ کے حال سے بہ نسبت ابن عباسؓ کے علاوہ اسکے صحیح روایتوں میں اختلاف ہے کہ خاوند اسکا غلام تھا اور یہ کچھ اسکے منافی نہیں کہ وقت آزاد ہونے بریرہ کے بھی وہ آزاد ہو اور دو ایک روایت میں ہے کہ خیار دی گئی تھی بریرہ اور خاوند اسکا غلام تھا محمول ہے او بر یہ کہ طلاع ہوئے ابن عباسؓ کو اسکی آزادی سے اور ہمارے مذہب پر جمع بین الاحادیث بھی متحقق ہے برخلاف مذہب امام شافعیؒ کے ص اور اگر لونڈی نے نکاح کیا بدون اذن مالک کے اور پھر وہ آزاد ہو گئی تو نکاح نافذ ہو جاویگا اور اسکو اختیار نہیں رہیگا اسواسطے کہ جو آزادی ہو گئی تھی ف برخلاف اس صورت کے کہ نکاح کر دیا تھا اسکا مالک نے کیونکہ اس صورت میں رضا اور عدم رضا اسکی دونوں برابر ہیں ص اور جو مہر مقرر ہوا وہ اسکے مالک کا ہے اگرچہ زیادہ ہو مہر مثل پر اگر وطی کے قبل آزاد ہوئی اور جو قبل وطی کے وہ آزاد ہو گئی تو مہر لونڈی کا ہے اور جس شخص نے وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے اور اسکے اولاد ہوئی اور دعویٰ کیا اسکا اس شخص نے تو نسب اس لڑکے کا اس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور وہ اسکی ام ولد ہو جاویگی اور واجب ہوگی باپ پر قیمت اسکی اسواسطے کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو اور مال تیرا واسطے باپ کے ہے ف مروی ہے یہ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ آیا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور کہا کہ میرا باپ میرے مال کا محتاج ہے تو فرمایا آپ نے تو اور مال تیرا واسطے والد تیرے کے ہے تحقیق کہ اولاد تمھاری اچھی کمائی ہے تمھاری کھاؤ اپنی اولاد کے کسب سے اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ص مفید ہے ملک الد کو بیٹے کے مال میں وقت حاجت کے تو قبل وطی کے وہ عورت ملک میں ہوگی باپ کے تاکہ وطی حرام نہووے پس واجب ہوگی قیمت اسکی باپ پر اور مہر نہ لازم آویگا کیونکہ اپنی لونڈی سے وطی کی ہے اور نہ لڑکے کی قیمت کیونکہ وہ لڑکا باپ کی ملک میں پیدا ہوا ہے اور یہی حکم دادا کا ہے بعد موت باپ کے نہ قبل باپ کے مرنے کے اور اگر باپ نے بیٹے کی لونڈی سے نکاح کر لیا صحیح ہے اور وہ اسکی ام ولد نہو گی اور لازم ہوگا مہر نہ قیمت اسکی اور لڑکا اسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ قرابت رکھتا ہے بیٹے سے اسلیے کہ لونڈی ملک بیٹے کی ہے پس بہ تبعیت اسکے لڑکا بھی ملک بیٹے کا ہوگا اور جب ملک بھائی کا ہوگا تو آزاد ہو جاویگا ف کیونکہ اسکا بھائی ہے ص کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص مالک ہو کسی ذی رحم محرم کا تو وہ آزاد ہو جاویگا اس پر ف اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے سمرہ سے ساتھ اس لفظ کے من ملك ذا رحم محرم فهو حر ص اگر زوجہ غلام کی آزاد ہے اور غلام کے مالک سے کہے کہ تو میرے خاوند کو بدلے میں ہزار درہم کے میری طرف سے آزاد کر اور مالک ایسا ہی کرے تو غلام عورت کی طرف سے آزاد ہو جاویگا اور نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ وہ غلام عورت کی ملک میں آکر آزاد ہوا ہے خلاف زفر کے کہ انکے نزدیک آزاد عورت کی جانب سے نہوگا بسبب نہ ہونے ملک کے اور اس صورت میں ولا غلام کی عورت کو ملیگی اسواسطے کہ اسی نے آزاد کیا ہے ف اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولا اسکے واسطے ہے جو آزاد کرے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث طویل میں ص اور اگر نیت کفارے سے کہا ہو تو یہ آزادی اسکی کفارے سے ادا ہو جاویگی ف مثلاً عورت پر کفارہ قسم کا تھا اور اسنے

ہیں یہ کہ یہ اسلام آتی ہے کفارے سے اور اگر قیدی ہوں تو کفارہ دار ابو حاوینگا **ص** اور اگر عورت یہ کہے کہ میری طرف سے آزاد کر اور ہمارے کا ذکر کرے **ف** جیسا کہ ذکر کیا تھا اول صورت میں **ص** اور مالک آزاد کر دیوے تو طرفین کے نزدیک نکاح فاسد نہوگا اور ولا مالک کو ہوگی اور نزدیک امام ابو یوسف کے اس جگہ بھی نکاح فاسد ہوگا اور ولا عورت کو ہوگی **ف** اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے **ص** اگر کافر نے کافرہ سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا یا دوسرے کافر کی عدت میں تھی اور کسی کافر نے نکاح کیا اور یہ انکے دین میں جائز ہے اور پھر دونوں اسلام لائے ساتھ ہی تو نکاح اسی حال پر باقی رہیگا اور اگر نکاح کیا کافر نے کافرہ محرمہ سے **ف** یعنی جس سے اسلام میں نکاح حرام ہے جیسے ماں سے یا بہن سے یا بیٹی سے **ص** اور پھر اسلام لائے تو انکے درمیان میں تفریق کرا دیجاویگی **ف** کیونکہ اتفاق کیا اسپر علماے امت نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا طلاق کا فیروز دیلمی کو جب اسلام لائے تھے اور انکے نکاح میں دو بہنیں تھیں روایت کیا اسکو ترمذی اور ابوداؤد نے **ص** اور لڑکا مسلمان ہوگا اگر کوئی اسکے ماں باپ سے مسلمان ہو اور اگر دونوں میں سے کوئی اسلام لایا تب بھی لڑکا اسی کے تابع ہو جاویگا **ف** اسواسطے کہ لڑکا تابع ہوتا ہے اسکے جو ماں باپ میں سے از روے دین کے بہتر ہو کہا صاحب کشف الغمہ نے تھے ابن عباس ساتھ اپنی ماں کے ضعفاے مسلمین اور نہ تھے ساتھ اپنے باپ کے کیونکہ وہ تھا اپنی قوم کے دین پر **ص** اور اگر لڑکا مجوسی اور کتابی کے بیچ میں ہے تو تابع کتابی کا ہوگا **ف** اسواسطے کہ کتابی بہتر ہے مجوسی سے **ص** اگر بیچ عورت مجوسی کا یا عورت کافر کی اسلام لاوے تو قاضی دوسرے پر اسلام کو پیش کرے اگر وہ بھی اسلام لاوے تو نکاح بحال باقی رہیگا اور اگر اسلام نہ لاوے تو ان دونوں کے بیچ میں تفریق کرا دی جاویگی اور اگر قاضی نے اسلام پیش کیا ہے خاوند پر تو یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی اور اگر پیش کیا ہے عورت پر تو یہ تفریق طلاق نہوگی کیونکہ طلاق عورت کی طرف سے نہیں ہوتا **ف** اور جاننا چاہیے کہ اگر خاوند مجوسی یا کتابی ہے بعد اسلام عورت کے اسپر اسلام عرض کرنا ضرور ہوگا اور اگر عورت مجوسی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کتابی ہے تو پیش کرنا اسلام کا اسپر ضرور نہیں کیونکہ نکاح اہل کتاب کی عورتوں سے جائز ہے **ص** اگر خاوند مسلمان ہوگیا اور عورت نے بعد پیش کرنے اسلام کے مسلمان نہوئی تو اگر وطی نہیں کی تو خاوند پر کچھ مہر لازم آویگا **ف** اسواسطے کہ عورت کی طرف سے طلاق نہیں ہوتا تو نصف مہر بھی لازم نہوگا **ص** اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم آویگا (یعنے تفریق ہوگی) اور اگر عورت اسلام لائی اور خاوند نے انکار کیا تو اگر وطی نہیں کی تو نصف مہر لازم ہوگا **ف** کیونکہ یہ طلاق ہے قبل وطی کے **ص** اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم آویگا اور اگر دار الحرب میں زوج یا زوجہ اسلام لائے تو جب تک عورت کو تین حیض نہو جاویں گے قبل اسلام دوسرے کے فرقت نہوگی **ف** اور یہی ماثور ہے تابعین سے **ص** اگر خاوند کتابیہ کا مسلمان ہوا تو نکاح کتابیہ کی باقی رہیگی بائنہ ہو جاویگی تباین دارین سے نہ قید سے اگر کوئی زوج یا زوجہ دار حرب سے کہ دونوں کافر تھے مسلمان ہو کے دار الحرب سے دار الاسلام میں آیا درمیان ان دونوں کے فرقت ہو جاویگی یا قید ہو کے آیا ہو اور جو دونوں قید ہو کے آوینگے تو فرقت نہوگی اور جو عورت ہجرت کر کے دار الاسلام میں آوے بائنہ ہو جاویگی بلا عدت مگر در صورتیکہ وہ عورت حاملہ ہو اس سے وطی نہ کرینگے جب تک وضع حمل ہو **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں میں جو

مقید ہو لی تھیں عروہ اوطاس میں کہ وطی کی جاوین حاملہ یہانتک کہ وضع کرین حمل اپنا اخراج کیا اسکا ابوداؤد نے سنن میں اور دارقطنی نے **ص** اگر زوج یا زوجہ کوئی انمین سے مرتد ہوگیا معاذاللہ فوراً بے حکم قاضی کے نکاح فسخ ہوجاویگا تو اگر عورت وطی کی گئی ہو تو اسکے لیے کل مہر ہو اور جو نہین وطی کی تو جس صورت مین خاوند مرتد ہوگیا تو عورت کے لیے نصف مہر ہو اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو خاوند پر کچھ لازم آویگا **ف** اور جو وطی کی ہو تو ہر صورت مین کل مہر لازم آویگا **ص** اور اگر زوج زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہوگئے اور پھر دونوں ساتھ ہی ایک ہی وقت مین اسلام لائے تو نکاح باقی رہیگا اور اگر کوئی دوسرے کے پہلے اسلام لایا تو نکاح فاسد ہوا

ص باب القسم

جب ایک مرد کی دو بیویاں آزاد ہوویں تو واجب ہے عدل اسکے درمیان مین قسم مین **ف** قسم اسکو کہتے ہین کہ خاوند کھانے پینے پہننے مین اور رات کو رہنے مین اپنی عورتوں کے بیچ مین قسمت کردیوے **ص** اسمین بکر اور ثیب برابر ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکی ہوں دو عورتیں اور جھکا وہ ایک کی طرف آویگا قیامت کے دن کہ ایک جانب اسکا جھکا ہوگا روایت کیا اسکو امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت ابی ہریرہ سے کہا شیخ ابن حجر نے اسناد اسکی صحیح ہے اور یہ حدیث عام ہے شامل ہے بکر اور ثیب کو اور روایت ہے حضرت عائشہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری بانٹتے تھے واسطے اپنی عورتوں کے پھر عدل کرتے اور فرماتے تھے الٰہی یہ بانٹ میری ہے جسمین مختار ہون مین سو ملامت نکر مجھے جسمین تو مختار ہے مین نہین یعنی اگر دل کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہو تو ناچاری ہے مگر قسمت مین برابری کرتا ہون اخراج کیا اسکا چارون عالموں نے اور صحیح کیا اسکو ابن حبان اور حاکم نے **ص** اور نئی اور پرانی اور اسی طرح مسلمہ اور کتابیہ برابر ہے **ف** اور دلیل ہمارے اطلاق اس حدیث کا ہے جو مروی ہوئی اور ائمہ ثلثہ باقیہ کے نزدیک اگر نئی عورت بکر ہو تو سات راتین برابر اسکے پاس رہے اور اگر ثیب ہو تو تین راتین پھر بعد اسکے قسمت کرے کیونکہ روایت ہے انس سے کہا سنت ہے کہ جب نکاح کرے ایک مرد باکرہ کو ثیب پر تو ٹھہرے اس پاس سات راتین پھر برابر بانٹے اور جب نکاح کرے ثیب کو تو ٹھہرے اس پاس تین راتین پھر برابر بانٹے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور یہ لفظ بخاری کا ہے اور روایت ہے ام سلمہ سے کہ جب نکاح کیا انسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھہرے ان پاس تین راتین اور فرمایا نہین تجھے تیرے اہل پر ذلت اگر چاہے تو تیرے سات دن رہوں تجھ پاس اور اگر سات دن رہوں تجھ پاس تو سب سات سات دن رہونگا اور عورتوں پاس اخراج کیا اسکا مسلم نے **ص** اور لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ کو نصف حرہ کا ہے **ف** یعنی قسمت مین برابری حرہ کی نکریگا کیونکہ کشف الغمہ مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد عورت کے واسطے دو دن ہین اور لونڈی کے واسطے ایک دن اور روایت ہے حضرت علی سے فرماتے تھے جب نکاح کی جاوے حرہ لونڈی پر تو واسطے حرہ کے دو ثلث ہین اور واسطے لونڈی کے ایک ثلث روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ ایسا ہی حکم کیا حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اور حجت پکڑی امام احمد نے حضرت علی کے اثر سے اور ابن حزم نے جو اسکو ضعیف کیا بسبب منہال بن عمرو کے اور ابن ابی لیلیٰ کے تو یہ کچھ نہین اسواسطے کہ وہ دونوں ثقہ ہین حافظ ہین اور زیلعی نے تخریج ہدایہ مین لکھا ہے کہ روایت کی بیہقی نے ایسی ہی سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار سے کہ حرہ جب قائم کی جاوے اور سوکن ہووے لونڈی کی تو اسکے واسطے دو دن ہین اور لونڈی کے واسطے ایک **ص** اور نہین حق ہے عورتوں کا قسمت مین جب سفر کرے زوج تو جس عورت کو چاہے سفر مین لیجاوے

اور قرعہ واجب نہیں ف اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک نہیں جائز ہو خاوند کو کہ لئے سفر کو اور لیجاوے کسی عورت کو
مگر اور عورتوں کی رضامندی سے یا قرعہ سے اور امام ابو حنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا حق نہیں وقت سفر کرنے خاوند کے کیونکہ خاوند
کو جائز ہو کہ سفر کرے اور کسی عورت کو ساتھ نہ لیجاوے تو اسی طرح اسکو جائز ہو کہ ایک کو کسی میں سے لیجاوے ص اور قرعہ
بہتر ہو ف یعنی مستحب ہو کیونکہ کہا حضرت عائشہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ارادہ کرتے تھے سفر کا
قرعہ ڈالتے اپنی عورتوں میں پھر جس عورت کا نکلتا حصہ نکلتے اسکو لیکر روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ص اور اگر
اپنا حصہ اپنی سوکن کو راضی ہو کے دیدیوے تو درست ہو ف کیونکہ ہدایہ میں ہو کہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ
عنہا نے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ رجعت کر لیجئے آپ مجھسے اور کر دیجیے دن میرا واسطے حضرت عائشہؓ
کے اور کہا زیلعی نے تخریج میں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق دیا تھا سودہ کو
اور یہ نہیں پایا ہمنے کسی حدیث میں انتہی اور صحیح روایتوں میں یہ مذکور ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے طلاق
کا ارادہ کیا تھا اور انھوں نے اپنا دن بخش دیا حضرت عائشہؓ کو اور کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روک رکھیے
مجکو شاید کہ میں تمھاری عورتوں سے ہوں جنت میں اور مرقات میں ہو کہ امام محمد بن الحسنؒ نے کہا کہ پونہچا ہمکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کہا آپ نے واسطے سودہؓ کے عدت کر تو تو سودہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ رجعت
کر لیجئے آپ مجھسے اور ایسی ہی روایت کی بیہقی نے عروہ سے مرسلاً اور اسی سے شاید اخذ کیا ہو صاحب ہدایہ نے اور اصح روایت
وہ ہو جو صحیحین میں ہو حضرت عائشہؓ سے بیشک سودہؓ بنت زمعہ نے بخش دیا دن اپنا یعنی باری اپنی عائشہؓ کو اور تھے
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانٹتے حضرت عائشہؓ کے لیے دن انکا اور ایک دن سودہؓ کا اور روایت ہو حضرت ابن عباسؓ
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کی اور نو عورتیں آپکی تھیں او قسمت کرتے تھے انکے بیچ میں آٹھ عورتوں
کے لیے اور عطاؒ نے کہا ہو کہ وہ عورت جسکے واسطے قسمت نہ تھی صفیہ تھیں اور تصریح کی محققین نے کہ وہ تھیں سودہؓ اور یہ کلام
عطا کا محمول ہو اوپر غلطی ابن جریج راوی کے ص اور پھر اگر اُس سے لوٹ جاوے تو درست ہو ف اسواسطے کہ یہ حق اسکا ہو

ص کتاب الرضاع

تھوڑا اور بہت دودھ پینا اگرچہ ایک بار ہووے جب مدت رضاع میں ہووے رضاع ثابت کرتا ہو ف اور امام
شافعیؒ کے نزدیک نہیں ثابت ہوتی حرمت رضاع سے مگر جب پانچ بار ہووے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
نہیں حرام کرتا ہو ایک دفعہ چوسنا روایت کیا اسکو مسلم نے حضرت عائشہؓ سے اور ایک روایت میں مسلم کی ہو لَا تُحَرِّمُ
الْإِمْلَاجَةُ وَلَا الْإِمْلَاجَتَانِ یعنی نہیں حرام کرتا ہو ایک یا دو بار کا چوسنا کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول
اللہ تعالیٰ کا ہو وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ الآيَة اور یہ عام ہو قلیل و کثیر کو
اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ یعنی حرام ہوتا ہو رضاع سے جو حرام
ہوتا ہو نسب سے اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے ابن عباسؓ سے اور یہی مروی ہو ابن عباسؓ سے کہ وہ فرماتے تھے جو ہووے
دو سال کے اندر اگرچہ ایک بار چوسے تو وہ حرام کر دیتا ہو اور حضرت ابن عمرؓ کو پونہچا کہ ابن الزبیر اثر بیان کرتے ہیں حضرت

عائشہؓ سے تحقیق کہ نہیں حرام کرتی ہے رضاعت جب تک ساتھ بار نہ چوسے تو کہا عبداللہ بن عمرؓ نے قول اللہ تعالیٰ کا بہتر ہے قول حضرت
عائشہؓ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور نہیں ذکر کیا ایک بار یا دو بار چوسنے کو اخراج کیا ان دونوں
اثروں کا عبدالوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں ص مدت رضاع کی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو برس چھ مہینے میں ف اور
صاحبین کے نزدیک دو برس اور یہی قول ہے حضرت امام شافعیؒ کا اور امام زفر کے نزدیک تین برس کہا صاحب ہدایہ نے دلیل صاحبین کی قول
اللہ تعالیٰ کا ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا سواسے اسکے کہ مدت حمل کی چھ مہینے ہیں تو دو سال کے واسطے دو برس ہے اور قول حضرت
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ نہیں ہے رضاعت بعد دو برس کے اور بلوغ المرام میں ہے کہ اخراج کیا اسکا دارقطنی اور
ابن عدی نے ابن عباسؓ سے اور تفسیر مظہری میں ہے کہ روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے بھی اور لفظ اسکا یہ ہے لَا رَضَاعَ اِلَّا مَا کَانَ
فِیْ حَوْلَیْنِ یعنی نہیں ہے رضاعت مگر جو ہو دو سال کے بیچ میں اور کہا دارقطنی نے کہ رجال اسکے صحیح ہیں مگر ہیثم بن جمیل اور وہ ثقہ ہے
حافظ ہے توثیق کی اسکی احمد اور عجلی اور ابن حبان نے اور یہ جو ہے کہ نزدیک بعض کے رضاع ساری عمر میں باقی رہتا ہے اور یہی قول ہے حضرت عائشہؓ سے
لیکن رد کیا اسکے اس قول کو اور ازواج مطہرات نے اور کہا کہ سنتے تھے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں حرام کرتا ہے رضاع مگر جو چیرے
آنت کو اور ہو قبل دودھ چھڑانے کے اور بھی سنتے تھے کہ فرمایا آپؐ نے نہیں رضاع ہے مگر جو ہو دو سال میں اور نہیں یتیمی ہے بعد احتلام
کے ذکر کیا یہ کشف الغمہ میں ص اور بعد اس مدت کے رضاع نہیں ثابت ہوتا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ فرمایا
حضرت عمرؓ نے نہیں رضاع ہے مگر جو دو برس کے اندر ہو حالت صغر میں اور روایت کی طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت علیؓ سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں رضاع ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور نہیں یتیمی ہے بعد جوان ہونے کے اور روایت کی
بغوی نے شرح السنہ میں مثل اسکے اور روایت کی عبدالرزاق نے حضرت علیؓ سے مرفوعاً لَا رَضَاعَ بَعْدَ الْفِصَالِ یعنی نہیں
ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور روایت کی ابن عدی نے کامل میں اور ابوداؤد طیالسی نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِصَالٍ وَلَا یُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ یعنی نہیں رضاع ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور نہیں یتیمی ہے بعد احتلام
کے اور جامع ترمذی میں ہے حضرت ام سلمہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حرام کرتی ہے رضاعت مگر وہ رضاعت
کہ چیرے آنت کو اور ہووے پہلے دودھ چھڑانے کے اور صحیح کیا اسکو ترمذی نے اور حاکم نے اور سنن ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے رضاعت مگر وہ کہ جو بڑھاوے ہڈی کو اور پیدا کرے گوشت کو اور کشف الغمہ میں ہے کہ فرماتے تھے زہری ہمیشہ فتویٰ
دیتی تھیں حضرت عائشہؓ اس بات پر کہ نہیں حرام کرتا ہے رضاع بعد دودھ چھڑانے کے یہاں تک کہ وفات ہوئی انکی ص اور جس عورت نے
دودھ پلایا ہو تو وہ اس لڑکے کی ماں رضاعی ہے اور اسکا شوہر کہ جس سے اس عورت کا دودھ ہے باپ ہو جاتا ہے تو حرام ہوتا ہے اس سے جو حرام ہوتا ہے
نسب سے ف کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام ہوتا ہے رضاعت سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے اور
ایک روایت میں ہے بخاری کی یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ اور ایک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ
مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ص مگر بہن نسبی کی مادر رضاعی یا بھائی نسبی کی ماں رضاعی یا بھائی اور بہن رضاعی کی ماں نسبی یا بھائی اور بہن
رضاعی کی مادر رضاعی کہ یہ سب حرام نہیں ف اور بہن نسبی کی مادر نسبی یا بھائی نسبی کی مادر نسبی حرام ہے جیسا کہ اوپر گزرا
ص اور اسی طرح حرام نہیں اپنے بیٹے کی رضاعی بہن اور نسبی حرام ہے کیونکہ بیٹے کی بہن نسب سے یا اپنی بیٹی ہوگی یا ربیبہ ہوگی اور دونوں

حرام ہیں اور رضاع میں ایسا نہیں اور بہی نہیں حرام ہو اپنے بیٹے کی جدہ رضاع سے اور نسب سے حرام ہو کیونکہ وہ یا اپنی ماں ہوگی یا بی بی
عورت وطی کی ہوئی کی ماں اور دونوں حرام ہیں اور رضاع میں ایسا نہیں اور اسیطرح نہیں حرام ہوتا۔ رضاعی اپنے چچا اور پھوپھی کی ماں
اور رضاعی اپنے ماموں اور خالہ کی مرد کے واسطے اسواسطے کہ ماں نسبی چچا اور پھوپھی کی یا زوجہ یا موطوءہ دادا یا نانا کی ہوگی اور وہ
حرام ہیں اور رضاعی ایسی نہیں اور نہ معلوم ہیں صورتیں مذکورہ کو ان سب میں اور یہ سب عورتیں جنکو مرد پر حرام نہیں جب
رضاع سے ہوں اور عورت کیواسطے نہیں حرام ہو اپنے بیٹے رضاعی کا بھائی اور جاننا چاہیے کہ اسکا ذکر اوپر ہوچکا کیونکہ اوپر کہ
مرد پر ماں رضاعی بھائی کی درست ہے تو وہ مرد اس عورت کے رضاعی بیٹے کا بھائی ہوگا **ف** مثلاً زینب کا رضاعی بیٹا زید کا
عمرو بھائی ہے تو عمرو کے بھائی کی ماں زینب ہوگی اور اسکا ذکر اوپر ہوچکا **ص** اور جاننا چاہیے کہ رضیع یعنی شیر خوار پر مرضعہ یعنی جو
عورت کہ دودھ پلاتی ہے اور اسکا خاوند کہ جس سے اسکا دودھ ہے اور ان دونوں کی قوم سب حرام ہوجاویگی مثل نسب کے **ف**
تو خاوند مرضعہ کا اس شیر خوارہ پر حرام ہے اور اسیطرح اسکا بھائی کیونکہ وہ شیر خوارہ کا چچا ہوگا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
واسطے عائشہؓ کے البتہ داخل ہو تیرے اوپر افلح کیونکہ وہ چچا تیرا ہے رضاعت سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے **ص** اور مرضعہ پر
شیر خوار کا خاوند اگر وہ عورت ہے اور اسیطرح مرضعہ کے خاوند پر شیر خوار کی بیوی اگر وہ مرد ہے اور شیر خوار کی فروع یعنی اسکی اولاد
ان دونوں پر حرام ہوجاویگی اور قاعدہ اسکا اس بیت میں ہے **بیت** از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند * وز جانب شیر خوارہ زوجان
وفروع * **ف** یعنی دودھ پلانے والی اور اسکا خاوند مع اولاد اور باپ دادا اور بہنوں اسکے کے شیر خوار کے خویش ہوجاویں گے
مثل نسب کے اور شیر خوار اور اسکی بیوی یا خاوند مع اپنی اولاد کے فقط خویش ہوجاوینگے دودھ پلانے والی اور اسکے خاوند کے
ص جائز ہے کہ نکاح کرے مرد اپنے بھائی رضاعی کی بہن سے جیسا کہ جائز ہے کہ نکاح کرے اپنے بھائی نسبی کی بہن سے اور مثال اسکی
یہ ہے کہ ایک شخص کا بھائی علاتی ہے اور اسکی ایک بہن ہے اخیافی تو اس شخص کو درست ہے کہ اس سے نکاح کرے
ف اور اگر اسکی بہن حقیقی ہے یا علاتی یا اخیافی ہے تو اسکو درست نہیں **ص** اگر ایک لڑکے اور لڑکی نے مدت
رضاع میں ایک عورت کی پستان سے دودھ پیا تو حرمت رضاع کی ثابت ہوجاوے گی اور مانند بھائی بہن کے
ہوں گے اور اگر دونوں نے مل کے کسی بکری کا **ف** یا گائے یا اونٹنی کا **ص** دودھ پیا تو وہ بھائی بہن
نہوں گے اگر دودھ عورت کا پانی سے یا دوا سے یا بکری وغیرہ کے دودھ سے مل گیا تو اگر غالب دودھ عورت
کا ہے تو حرمت رضاع ثابت ہوگی ورنہ نہیں اور اگر دوسری عورت کے دودھ سے مل گیا تو بھی جس عورت کا دودھ
غالب ہے اس سے حرمت رضاع ثابت ہوگی **ف** اور دوسری عورت سے جسکا دودھ مغلوب ہے حرمت ثابت نہوگی اور بعض
روایات میں ہے کہ اس سے بھی حرمت رضاع ثابت ہوجاویگی واسطے احتیاط کے اور اگر دودھ برابر ہیں تو دونوں سے حرمت ثابت ہوگی
اسواسطے کہ کوئی دوسرے پر غالب نہیں **ص** اگر عورت کے شیر کو طعام میں ملایا تو اسکے کھانے سے حرمت رضاع کی ثابت
نہوگی **ف** اگرچہ دودھ غالب ہو کھانے پر اور صاحبین کے نزدیک جب غالب ہوگا تو حرمت رضاع ثابت ہوگی کذا فی الہدایہ
ص اگر کسی مرد کی پستان سے دودھ نکلا تو اسکے پینے سے حرمت رضاع ثابت نہوگی جیسے کہ کسی شخص کو مدت رضاع میں
عورت کے دودھ سے حقنہ دیا **ف** تو حرمت رضاع ثابت نہوگی **ص** اور اگر کسی عورت بکر کی پستان سے دودھ

نکلا یا عورت مزدہ کی اور کسی شخص نے اسکو مدت رضاع میں پیا تو حرمت ثابت ہوگی ف لیکن بعد اُس کے کہ حمد
طلاق اسکو دیوے اور مدت گذر جاوے تو شیرخوارہ پر حرام ہوگا یہ بہت ہی کہ بکر کے خاوند کو جب اُس سے وطی نہ کی ہو اور طلاق
دیوے کہ اُس شیرخوارہ سے نکاح کرے ص اگر کسی شخص نے ایک بڑی عورت سے اور ایک شیرخوارہ سے نکاح کیا اور اُس بڑی
بیوی نے اپنی سوکن شیرخوارہ کو دودھ اپنا پلا دیا تو دونوں عورتیں خاوند پر حرام ہو جاوینگی ف اسواسطے کہ خاوند
جامع ہو دیگا درمیان عورت اور اُسکی رضاعی بیٹی کے اور یہ درست نہیں آور عنایہ میں لکھا ہے کہ بڑی عورت
تو ساری عمر حرام ہے اور شیرخوارہ بھی اسیطرح اگر بڑی عورت سے وطی کی ہے اور اگر وطی نہیں کی تو درست ہے خاوند کو کہ پھر اُس شیرخوارہ
سے نکاح کرے ص تو اگر بڑی عورت سے وطی نہیں کی ہے تو اُسکو کچھ مہر نہیں ف اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم ہوگا ص
اور شیرخوارہ کو آدھا مہر ملیگا اور خاوند اُسی آدھے مہر کو اُس دودھ پلانے والی سے پھیر لیوے اگر اُسنے قصداً واسطے فساد کے
دودھ پلایا تھا اور اگر واسطے فساد کے نہیں پلایا تھا ف بلکہ وہ شیرخوارہ بھوکی تھی یا اور کوئی سبب تھا ص تو جاوینگا
اُس سے نہ پھیر لیگا اور رضاع ثابت نہیں ہوتا ہے مگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے

ص کتاب الطلاق

ف فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ناپسند حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک طلاق ہے روایت
کیا اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور کہا ابو حاتم نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور طلاق تین قسم
ہے ایک حسن اور دوسرے احسن اور تیسرے بدعی تو ص طلاق احسن یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو ایک طلاق دیوے
اُس طہر میں جسمیں اُس سے جماع نہ کیا ہووے اور چھوڑ دیوے اُسکو یہاں تک کہ گذر جاوے عدت اُسکی ف
اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے مستحب جانتے اس بات کو کہ نہ زیادہ کریں ایک طلاق پر یہاں تک کہ گذر جاوے
عدت اور یہ اس بات سے افضل تھا اُنکے نزدیک کہ طلاق دے مرد عورت کو تین بار ہر طہر میں ایک طلاق ذکر
کیا اسکو کشف الغمہ میں اور مروی ہے ابراہیم نخعی سے کہ دوست رکھتے تھے صحابہ یہ کہ طلاق دیوے عورت کو ایکبار
پھر چھوڑ دیوے اُسکو یہاں تک کہ حائضہ ہو تین بار روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے ص اور طلاق حسن یہ ہے کہ
غیر موطوءہ کو ایک طلاق دیوے برابر ہے کہ حیض میں دے یا طہر میں اور موطوءہ کو تین طلاق جدا جدا ہر طہر میں جسمیں وطی
نہ کی ہو اگر اُس عورت کو حیض آتا ہو ف اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ بھی بدعت ہے بلکہ نہیں مباح ہے مگر ایک طلاق
آور دلیل ہماری حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے تحقیق کہ طلاق دیا انھوں نے اپنی عورت کو اور وہ حائض تھیں پھر
ارادہ کیا کہ اور دو طلاق دیویں وقت دو حیضوں کے سو پہنچا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو کہا کہ نہیں ایسا حکم کیا تجکو
اللہ تعالیٰ نے بیشک تو نے خطا کی سنت سے آور سنت یہ ہے کہ استقبال کرے تو طہر کا تو طلاق دے تو نزدیک ہر طہر کے
سو حکم کیا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سو رجعت کی میں نے اپنی عورت سے اور فرمایا آپ نے جس وقت کہ وہ پاک ہو جاوے تو
چاہے طلاق دے اُسکو اور چاہے روک رکھ سو کہا میں نے اور رسول اللہ کیا دیکھتے ہیں آپ اگر میں طلاق دوں تین اُسکو تو پھر مجکو
رجعت حلال ہے فرمایا کہ نہیں بائنہ ہو جاویگی وہ تجسے اور ہوویگا گناہ روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ابن ابی شیبہ نے

مسند مین حسن سے انھون نے ابن عمرؓ سے اور تعلیل کی اسکی بیہقی نے ساتھ عطاء خراسانی کے اور کہا کہ لایا ہو وہ
زیادتیاں ایسی کہ نہین متابعت کیا جاتا اُسپر اور وہ ضعیف ہو نہین قبول کیجاویگی وہ حدیث کہ منفرد ہو وہ اُسکے ساتھ
کہا شیخ ابن الہمام نے کہ تعلیل بیہقی کی مردود ہے کیونکہ متابعت کی عطاء کی شعیب بن زریق نے سنداً اور متناً روایت کیا
اُسکو طبرانی نے معجم مین **ص** اور اگر حیض آتا ہو آئسہ ہو یا صغیرہ ہو یا حاملہ ہو تو ہر مہینے میں ایک طلاق دے
اور جائز ہے طلاق دینا ان تینون کو بعد وطی کے بھی اور طلاق بدعی یہ ہے کہ تین طلاق یا دو طلاق ایک بار یا دو بار ایک
طہر مین دیوے اور رجعت نکرے درمیان اُنکے **ف** تو اگر ایسا کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی اور طلاق دینے والا
گنہگار ہوگا اور دلیل اُسکی وہ حدیث ابن عمرؓ کی گذری اور مروی ہے سنن ابوداؤد مین کہا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے واسطے
ایک مرد کے کہ تین طلاق دیے تھے اُسنے اپنی عورت کو بائنہ ہو گئی وہ عورت تجھسے اور تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور
روایت کی طحاوی نے کہ ایک شخص نے سو طلاق دیے اپنی عورت کو کہا ابن عباسؓ نے نافرمانی کی تو نے اپنے رب کی اور بائنہ
ہو گئی عورت تیری تجھسے اور مروی ہے ساتھ اسناد اُسکے موطاے مالک مین حضرت ابن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے اور روایت
کی عبدالرزاق نے علقمہ سے کہا کہ آیا ایک شخص طرف ابن مسعودؓ کے سو کہا کہ طلاق دیا مین نے اپنی عورت کو ننانوے طلاق سو کہا
ابن مسعودؓ نے کہ تین طلاق واقع ہین اور باقی زیادتی ہے اور مروی ہے ساتھ اسناد اُسکے موطا مین اور سنن ابوداؤد مین حضرت ابوہریرہؓ
اور ابن عباسؓ سے بھی اور ابن عمرؓ سے اور روایت کی وکیع نے اعمش سے انھون نے حبیب بن ثابت سے کہا کہ آیا ایک شخص حضرت
علیؓ کے پاس تو کہا کہ ہزار طلاق دیے مین نے اپنی عورت کو فرمایا کہ بائنہ ہو گئی وہ تجھسے ساتھ تین طلاق کے اور تقسیم کر دے تو
باقی طلاقون کو اپنی عورتون پر اور روایت کی وکیع نے معاویہ بن ابی یحیی سے کہا کہ آیا ایک شخص طرف عثمان بن عفان کے
اور کہا کہ ہزار طلاق دیے مین نے اپنی عورت کو تو فرمایا کہ بائنہ ہو گئی وہ تجھسے ساتھ تین طلاق کے اور روایت کی عبدالرزاق
نے عبادہ بن صامت سے کہ طلاق دیے اُنکے باپ نے اپنی عورت کو ہزار تو آئے عبادہ اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم سے فرمایا آپ نے وہ بائنہ ہو گئی تین طلاق سے ساتھ معصیت کے اور باقی رہے نو سو ستانوے زیادتی اور ظلم اگر چاہے
اللہ عذاب کرے اُسپر اور اگر چاہے بخش دے اور روایت کیے طحاوی نے اس باب مین اور آثار حضرت انسؓ اور حضرت
عمر بن الخطابؓ سے بھی اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین طلاق ایکبار دیدینا جائز ہین اور بعضون کے نزدیک اگر تین
طلاق ایک بار دیگا تو ایک طلاق واقع ہوگا اور یہی آثار اُن سب پر حجت ہین **ص** یا ایک طلاق دے اُس
طہر مین جسمین وطی کی ہو **ف** اور حرام کہا اس طلاق کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ذکر کیا اسکو کتب التمہید مین **ص**
یا ایک طلاق دے موطوءہ کو حیض مین **ف** اور دلیل اسکی وہی حدیث ابن عمرؓ کی ہے جو اوپر گذری اور اسکی حرمت
پر اجماع ہے لیکن طلاق واقع ہو جاویگا **ص** اور واجب ہے رجعت اسمین سو جب پاک ہووے حیض سے تو طلاق دیوے اسکو
اگر چاہے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابن عمرؓ مین ہے سو رجوع کرے اُس عورت سے پھر طلاق دیوے اُسکو پاکی مین
یا حمل مین روایت کیا اسکو مسلم اور اصحاب سنن نے اور یہی قول ہے امام شافعیؒ کا ایک روایت مین اور مبسوط
مین ہے کہ فرمایا امام ابوحنیفہؒ نے جسوقت کہ پاک ہو جاوے اُس حیض سے جسمین طلاق دیا ہے پھر حائضہ ہووے پھر پاک ہووے

تو اب اسکو طلاق دے اور یہ بھی مذکورہ حدیث ابن عمر میں اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے اور یہی قول ہے امام مالک اور احمد کا اور مشہور مذہب شافعی کا **ص** اگر کسی شخص نے اپنی عورت موطوءہ کو کہا کہ تجکو تین طلاق ہیں سنت کے طریق پر بغیر نیت کے تو ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگا اسواسطے کہ طلاق مسنون یہی ہے اور اگر نیت کی کہ تینون طلاق ابھی پڑجاوین **ف** یا ہر طلاق ایک ایک مہینے میں **ص** تو صحیح ہے یعنی تینون طلاق **ف** اول صورت میں **ص** ابھی پڑجاوینگے **ف** اور دوسری صورت میں ہر مہینے میں ایک طلاق پڑیگا **ص** اور امام زفر کے نزدیک نیت نہیں صحیح ہوگی کیونکہ یہ طلاق بدعی ہے اور اسنے لفظ مسنون کا کہا تھا اور ہمارے نزدیک اس صورت میں معنی مسنون کے یہ ہونگے کہ تین طلاق کا ایکبار واقع ہونا مذہب اہل سنت کا ہے کیونکہ روافض کے نزدیک تین طلاق ایکبار نہیں واقع ہوتے **ف** اور وہ جو حدیثین اوپر ہمنے ذکر کین دلالت کرتی ہین اُنکے بطلان مذہب پر **ص**

فصل

اور واقع ہوتا ہے طلاق ہر خاوند عاقل بالغ کا غلام ہو یا آزاد اگرچہ نشے میں مست ہو **ف** اور امام شافعی کے نزدیک جو نشے میں مست ہو اُسکا طلاق نہیں واقع ہوتا کیونکہ فرمایا حضرت عثمانؓ نے نہیں ہے واسطے مجنون اور مست کے طلاق اور رکھتے ابن عباسؓ فرماتے کہ طلاق مست کا اور مکرہ کا جائز نہیں آور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی مالکؒ نے موطا میں تحقیق کہ سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار پوچھے گئے مست کے طلاق سے سو کہا انھون نے جب مست کو طلاق دے مست جائز ہوگا طلاق اُسکا اور اگر قتل کریگا قتل کیا جاویگا کہا مالکؒ نے کہ یہی حکم ہے نزدیک ہمارے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے تحقیق کہ عمرؓ نے جائز رکھا طلاق مست کا عورتون کی گواہی سے آور بھی نکالا ابن ابی شیبہ نے عطا اور مجاہد اور حسن اور ابن سیرین اور ابن المسیب اور عمر بن عبد العزیز اور سلیمان بن یسار اور نخعی اور زہری اور شعبی کہ کہا ان سب نے جائز ہے طلاق مست کا آور یہ بھی اخراج کیا حکم سے کہ کہا انھون نے جو اللہ کی طرف سے مست ہو سو اُسکا طلاق جائز نہیں اور جسکو شیطان نے مست کیا ہو سو طلاق اُسکا جائز ہے اور کشف الغمہ میں ہے کہ حضرت علیؓ جائز رکھتے تھے طلاق مست کا اور عتاق اُسکا اور کافی میں ہے حضرت علیؓ واسطے تقلید کے اور ہمارے مذہب میں سے بھی بعض علما اسطرف گئے ہین کہ طلاق نہیں واقع ہوگا مست کا اور یہی مختار ہے کرخی اور طحاوی کا **ص** اور گونگے کا طلاق اشارے سے واقع ہوگا **ف** یعنی اس اشارے سے جو طلاق کے واسطے مقرر ہے اور اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آخر کتاب میں آویگا **ص** اور نہیں واقع ہوگا طلاق بچے کا **ف** کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہ کہا انھون نے نہیں جائز ہے طلاق لڑکے کا اور روایت کی عبد الرزاق نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا انھون نے نہیں جائز ہے طلاق واسطے لڑکے کے آور کشف الغمہ میں ہے کہ کہا شعبیؒ نے نہیں جائز ہے طلاق لڑکے کا یہان تک کہ بالغ ہووے **ص** اور مجنون کا **ف** اسواسطے کہ جامع ترمذی میں ہے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر طلاق جائز ہے مگر طلاق معتوہ کا یعنی جو مغلوب العقل ہو اور اسکی اسناد میں عطاء بن عجلان ہے کہا ترمذی نے کہ وہ ذاہب الحدیث ہے یعنی بھول جاتا ہے حدیث کو اور کہا حضرت عثمانؓ نے کہ نہیں طلاق ہے واسطے مجنون کے آور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھایا گیا قلم تین سے سوتے والے سے جب تک جاگے اور لڑکے سے جب تک سیانا ہو اور مجنون سے جب تک

ہوش میں آوے یا افاقہ پاوے روایت کیا اسکو امام احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہؓ سے
اور صحیح کیا اسکو حاکم نے **ص** اور نائم یعنی اُس شخص کا جو سو رہا ہے **ف** اسواسطے کہ سوتا شخص بھی غیر مختار ہے تو وہ بھی مجنون کے
ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ یعنی ہر طلاق جائز ہے مگر طلاق
لڑکے اور مجنون کا روایت کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور کہا زیلعی نے تخریج میں قلت حدیث غریب اور حدیث حضرت
عائشہؓ کی جو جامع ترمذی میں ہے اسکے مضمون میں ہے اور واقع ہے طلاق مکرہ کا یعنی جو شخص زبردستی کیا گیا ہو طلاق پر اور
امام شافعیؒ کے نزدیک واقع نہیں ہوتا اور ذکر کیے صاحب کشف الغمہ نے آثار اس باب میں حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ
سے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق مکرہ کا نہیں واقع ہوتا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ نے معاف کیا ہماری
اُمت سے چوکنا اور بھول اور زبردستی سے کسیکی کام کرنا روایت کیا اسکو ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عباسؓ سے اور کہا ابو حاتم
نے کہ یہ ثابت نہیں اور کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ ہماری دلیل وہ ہے جو اخراج کیا عقیلی نے اپنی کتاب میں صفوان بن
عمرو طائی سے تحقیق کہ ایک مرد سوتا تھا سو کھڑی ہوئی عورت اسکی اور لی ایک چھری اور چڑھی اپنے مرد کے سینے پر
اور رکھدیا چھری کو اسکے حلق پر اور کہا کہ یا تو دے مجھکو تین طلاق ورنہ ذبح کرونگی تجھکو تو قسم دی اُس مرد نے اللہ کی اُس عورت کو
اور انکار کیا اسنے تب تین طلاق دیے اسکو اُس نے پھر آیا وہ شخص طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا یہ تو فرمایا آپ نے
کہ نہیں رجوع ہے طلاق میں یعنی طلاق واقع ہو گیا اب نہیں پھریگا اور یہ حدیث مرسل ہے اور روایت کیا اسکو عقیلی نے مسنداً
ایک شخص صحابی سے کہا ابن القطان نے مرسل احسن ہے مسند سے کیونکہ مرسل کی اسناد میں بقیہ اور نعیم بن حماد نہیں ہیں
اور مرسل میں اسمعیل بن عیاش ہے اور وہ روایت کرتا ہے شامیین سے لیکن اسناد میں اسکی غازی بن جبلہ غیر معروف ہے اور منکر
کہا اسکی حدیث کو ابو حاتم نے اور بخاری نے طلاق مکرہ میں اور تنقیح میں ہے کہ کہا بخاری نے حدیث صفوان اصم کی عن صحابہ
سے طلاق مکرہ کے باب میں منکر ہے نہیں متابعت کی گئی اُسپر لیکن قطع نظر اسکے بہت سے آثار صحابہ ہمارے موید وارد
ہوئے ہیں روایت کی عبد الرزاق نے ابن عمرؓ سے کہ جائز رکھا انھوں نے طلاق مکرہ کا اور بھی روایت کی شعبی
اور نخعی اور زہری اور قتادہ اور ابی قلابہ سے کہ ان سب نے جائز رکھا طلاق مکرہ کا اور بھی اخراج کیا عبد الرزاق نے
سعید بن جبیر سے کہ انھوں نے کہا کہ اہل اسلام میں طلاق مکرہ کا جائز ہے **ص** اور سید کا اپنے غلام کی بیوی پر **ف**
کیونکہ مالک نکاح حق غلام کا ہے تو اسقاط اُس حق کا غلام کے لیے ہوگا نہ مولی کے لیے اور کشف الغمہ میں ہے کہ فرمایا حضرت
عبد اللہ بن عمرؓ نے جس شخص نے اذن دیا اپنے غلام کو نکاح کا تو طلاق غلام کے ہاتھ میں ہے اور نہیں اُسکے غیر کے قبضے
میں اور بھی ذکر کی اس باب میں موافق اسکے حدیث مرفوع ابن عباسؓ سے **ص** اور طلاق عورت آزاد کا تین
تک ہے اور لونڈی کا دو تک **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کی دو ہیں
اور عدت اسکی دو حیض ہیں روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت عائشہؓ سے اور
اسناد میں اسکی مظاہر بن اسلم ضعیف ہے کہا زیلعی نے کہ روایت کیا حدیث عائشہؓ کو حاکم نے مستدرک میں اور صحیح کیا
اسکو اور نقل کی ذہبی نے میزان میں تضعیف مظاہر بن اسلم کی ابی عاصم نبیل اور یحیی بن معین اور ابو حاتم رازی

اور بخاری سے اور نقل کی توثیق اسکی ابن حبان سے اور بھی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے اور بزار
اور طبرانی اور دارقطنی نے اور صحیح کیا دارقطنی نے وقف اسکا اور ضعیف کیا اسکے رفع کو بسبب عمرو بن شبیب سلمی کے
اور وہ ضعیف ہے نہین حجت پکڑی جاویگی اس سے اور بھی روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک مین حضرت ابن عباسؓ سے
اور کہا صحیح دلیجاوہ اور روایت کی دارقطنی نے ابن عمرؓ سے تحقیق کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت کہ ہو
لونڈی نکاح مین ایک مرد کے اور وہ طلاق دے اسکو پھر خرید لیوے اسکو تو نہین حلال ہو واسطے اسکے یہانتک کہ نکاح
کرے دوسرے خاوند سے اور اسناد مین اسکی سلم بن سالم ہے تکذیب کی اسکی ابن المبارک نے اور کہا یحیی بن معین نے
لیس حدیثہ بشیء اور ایسا ہی کہا سعدی نے اور روایت کی شافعی نے حضرت عمرؓ سے کہ نکاح کرے غلام دو عورتو
اور دو طلاق دے اور عدت کرے لونڈی دو حیض سے تو اگر حیض آتا ہو اسکو تو دو مہینے سے یا ڈیڑھ مہینے سے اور
اخراج کیا اسکا بیہقی نے معرفت مین طریق شافعیؒ سے اور دارقطنی نے سنن مین ص اگرچہ خاوند اُن دونون کے خلاف
اُنکے ہون یعنی اگر عورت لونڈی ہے اور خاوند اُسکا آزاد یا غلام ہے تو خاوند مالک دو طلاق کا ہوگا اور اگر عورت حرہ ہے
اور خاوند اُسکا غلام یا آزاد ہے تو مالک تین طلاق کا ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب لونڈی کا خاوند حر ہو تو مالک تین
طلاق کا ہے اور اگر حرہ کا خاوند غلام ہو تو مالک دو طلاق کا ہے پس اعتبار طلاق مین عورت کا ہے یعنی اُسکے آزاد یا لونڈی ہونیکا
ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک اعتبار مرد کا ہے یعنی اُسکے آزاد یا غلام ہونیکا ف اور دلیل ہماری قول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ لونڈی کے دو طلاق ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین تو معلوم ہوا کہ طلاق عورتون
کے اعتبار سے ہے اور بھی روایت کی امام محمد نے أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ
أَبِي رَبَاحٍ يَقُولُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الطَّلَاقُ بِالنِّسَاءِ وَالْعِدَّةُ بِهِنَّ یعنی طلاق عورتون کے اعتبار سے ہے
اور عدت بھی انھین کے اعتبار سے ہے اور یہی قول ہے عبد اللہ بن مسعودؓ کا اور امام شافعی کے نزدیک طلاق مردون کے اعتبا
سے اور عدت عورتون کے اعتبار سے ہے کیونکہ ہدایہ مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ طلاق ساتھ
مردون کے ہے اور عدت ساتھ عورتون کے ہے اور یہ حدیث مرفوعاً غریب ہے لیکن روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے
موقوفاً ابن عباسؓ پر اور طبرانی نے معجم مین موقوفاً ابن مسعودؓ پر اور کہا ابن الجوزی نے کہ یہ کلام ابن عباسؓ کا ہے اور بھی اخراج
کیا اسکا عبد الرزاق نے موقوفاً اوپر عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ اور ابن عباسؓ کے اور روایت کی عبد الرزاق نے نافع سے
انھون نے ام سلمہؓ سے کہ انکے غلام نے دو طلاق دیے اپنی عورت حرہ کو تو پوچھا اس باب مین ام سلمہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے تب فرمایا آپ نے حرام ہوگئی اُسپر یہانتک کہ نکاح کرے دوسرے خاوند سے اور روایت کیا اسکو
طبرانی نے طریق عبد الرزاق سے اور اس باب مین اور آثار ہین جو مؤید ہین مذہب امام شافعیؒ کو مذکور ہین بعض
مؤطا مین امام مالکؒ کے اور بعض کشف الغمہ مین شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے

ص باب طلاق واقع کرنے کے بیان مین

طلاق دو قسم پر ہے ایک صریح اور وہ اُس لفظ سے ہوتا ہے کہ سوائے طلاق کے اور کسی مین استعمال نہین کیا جاتا ہے

کہ تو طالق ہو یا تو مُطلّقہ ہو **ف** ساتھ تشدید اور فتح لام کے **ص** یا طلاق دیا میں نے تجکو اوران صورتوں میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اگرچہ نیت نہ کی ہو یا نیت طلاق بائن کی ہو یا ایک سے زیادہ طلاقوں کی اور اگر کہا کہ تو طلاق ہے یا تو طالق الطلاق ہو یا تو طالق طلاقاً ہو اور کچھ نیت نہیں کی یا نیت کی ایک طلاق کی یا دو طلاق کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو اگر وہ عورت حرّہ ہو تین طلاق واقع ہو جاوینگے اور لونڈی میں دو طلاق جو تین طلاق کے ہیں حرّہ میں **ف** تو اگر عورت لونڈی ہو اور یہ الفاظ کہے اور نیت کی دو طلاق کی دو واقع ہو جاینگے کیونکہ لونڈی بعد دو طلاق کے ایسی ہو جاتی ہے کہ حرّہ بعد تین طلاق کے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کے دو طلاق ہیں روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے اور اوپر گذرا **ص** اگر طلاق کی نسبت کی طرف تمام عورت کے مثلاً کہا کہ تو طالق ہے یا ایسے جز کی طرف کہ اُس جز سے کل کی تعبیر کرتے ہیں جیسے کہا سر تیرا یا گردن تیری یا روح تیری یا بدن تیرا یا منہ تیرا یا فرج تیری طالق ہے تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگا **ف** اسواسطے کہ یہ ایسے لفظ ہیں کہ انسے تمام بدن سے تعبیر کی جاتی ہے لیکن سر سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ رَأْسٍ یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہے گیہوں سے یا گیہوں سے ہر آدمی تیئے تو آدمی کو راس ارشاد فرمایا اور لیکن گردن سو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ غلام یا لونڈی سے تعبیر کی ساتھ رقبہ کے اور لیکن روح تو اسواسطے کہ عرب کہا کرتے ہیں هَلَكَ رُوحُهٗ ہلاک ہوئی روح اسکی یعنی نفس اسکا اور بدن تو ظاہر ہے اور لیکن منہ تو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ اپنی ذات کی تعبیر منہ سے فرمائی اور لیکن فرج سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَعَنَ اللّٰهُ الْفُرُوْجَ عَلَى السُّرُوْجِ یعنی لعنت کی اللہ تعالی نے اُن فروج کو جو زینوں پر ہیں یعنی عورتوں سے تعبیر فرمائی ساتھ فروج کے کہ جمع فرج کی ہے اور اس حدیث کو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور کہا زیلعی نے تخریج میں غریب جداً لیکن اخراج کیا ابن عدی نے کامل میں ابن عباسؓ سے مرفوعاً تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا صاحبات فروج کو کہ سوار ہوویں زینوں پر اور اسکی اسناد میں علی بن ابی علی قرشی ہے کہا اس عدی نے مجہول ہے اور بہرحال اس لفظ حدیث سے مطابقت نہیں ہوتا انتہی ماقال الزیلعی **ص** اور اگر نسبت کی طلاق کی اُس جز کی طرف جو شائع ہو بدن میں جیسے کہا کہ نصف تیرا یا ثلث تیرا طالق ہے تب بھی طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا ہاتھ تیرا یا پیر تیرا یا پیٹھ یا پیٹ تیرا طالق ہے تو طلاق واقع نہوگا اور یہی ظاہر ہے **ف** کیونکہ ان اعضا سے تعبیر کل بدن کی نہیں کرتے **ص** اور بعضوں کے نزدیک پیٹھ یا پیٹ کی طرف نسبت کرنے سے طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو آدھا طلاق ہے یا تہائی طلاق ہے یا ایک طلاق سے دو تہائی یا ایک اور دو کے بیچ میں تو ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو ایک طلاق سے تین طلاق تک یا درمیان میں ایک طلاق کے تین طلاق تک ہے تو دو طلاق واقع ہونگے اور اگر کہا کہ تجکو تین سے تین طلاق کے تو تین واقع ہونگے اور اگر کہا کہ تین نصف ہیں ایک طلاق کے دو طلاق واقع ہونگے اور بعضوں کے نزدیک تین **ف** اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر کہا کہ تجکو ایک طلاق ہے دو طلاق میں تو ایک واقع ہوگا مراد ہو کہ نیت ضرب کی کرے یا نکرے **ف** ضرب فن حساب میں اُسے کہتے ہیں کہ ایک عدد کو دوسرے کے شمار برابر بڑھاتے

پہلے عدد کو مضروب اور دوسرے کو مضروب فیہ کہتے ہیں اور جو حاصل ہوا اُسے حاصل ضرب کہتے ہیں مثلاً تین کو دو میں ضرب کرنا یہ ہے کہ تین کو دو چند کریں کہ چھ ہوتے ہیں تین مضروب اور دو مضروب فیہ اور چھ حاصل ضرب ہوئے ص اور اگر نیت کی کہ ایک اور دو طلاق ہیں تو موطوءہ میں تین طلاق واقع ہونگے اور غیر موطوءہ میں ایک طلاق واقع ہوگا جیسا کہ واقع ہوتا ہے ایک طلاق اگر کہا غیر موطوءہ کو تجھکو ایک اور دو طلاق ہیں اور اگر نیت کی ایک طلاق کی ساتھ دو طلاق کے تو تین واقع ہونگے ف چاہے وہ عورت موطوءہ ہو یا نہو ص اور اگر کہا کہ تجھکو دو طلاق ہیں دو طلاق میں اور نیت کی ضرب کی دو طلاق واقع ہونگے ف اور چار واقع ہونگے جیسا کہ وہ حاصل ضرب ہے ص اگر کہا کہ تجھکو اس جگہ سے طلاق ہے شام تک ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجھکو طلاق ہے مکے میں یا گھر میں تو ایک طلاق بالفعل واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجھکو طلاق ہے جب تو مکے میں داخل ہو یا گھر میں داخل ہو تو جب تک مکے یا گھر میں داخل نہو گی طلاق واقع نہوگا اور اگر کہا کہ تجھکو طلاق ہے کل یا کل کے روز میں تو جسوقت کل کی فجر ہوگی طلاق واقع ہوجاویگا اور دوسری صورت میں ف یعنی جب کہا کہ تجھکو طلاق ہے کل کے روز میں ص اگر نیت عصر کی کریگا تو صحیح ہوجاویگی اور عصر کے وقت طلاق واقع ہوگا اگر کہا کہ تجھکو طلاق ہے آج کل میں یا کل آج میں تو اول صورت میں آج ہی اور دوسری صورت میں کل کے روز طلاق پڑیگا ف حاصل یہ کہ جس لفظ کو اول ذکر کریگا اُسی میں طلاق پڑیگا ص اگر کہا کہ تجھکو طلاق ہے قبل اسکے کہ نکاح کروں میں تجسے یا تجکو طلاق ہے کل روز گذشتہ میں اور نکاح آج کیا طلاق واقع ہوگا اور کہنا اُسکا لغو ہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں طلاق ہے قبل نکاح کے روایت کیا اسکو بغوی نے شرح السنہ میں حضرت علی سے اور دوسری حدیث میں ہے کہ نہیں طلاق ہے اُسمیں جسکا مالک نہیں روایت کیا اُسکو ترمذی اور ابو داؤد نے ص اگر کسی عورت سے روز گذشتہ کے اول نکاح کیا اور آج کے روز اُس سے کہا کہ تجکو طلاق ہے روز گذشتہ میں طلاق ابھی واقع ہوجاویگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے جب تک کہ میں تجکو طلاق ندوں اور پھر چپ رہا طلاق پڑجاویگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے اگر میں تجکو طلاق ندوں تو آخر عمر میں زوج یا زوجہ کے طلاق پڑیگا ف کیونکہ شرط اُسی وقت پائی گئی اور طلاق ندینا اُسکا متحقق ہوا ص اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے جسوقت کہ میں تجکو طلاق ندوں بعد اسکے پھر کہا کہ تو طالق ہے تو اخیر کے قول سے طلاق پڑجاویگا تو اگر کہا کہ تجکو تین طلاق ہیں جسوقت کہ میں تجکو طلاق ندوں تو طالق ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگا ف اسواسطے کہ اگر عورت سے کہے کہ تو طالق ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا اَمْرُكِ بِيَدِكِ يَوْمَ يَقْدَمُ زَيْدٌ ف یعنی جس روز کہ زید آوے تو تجکو اختیار ہے ص اور رات کو آیا طلاق واقع ہوگا ف اور اصل میں اس مسئلہ پر تفصیل کی ہے اور حاصل اُسکا اس وجہ سے کہ عوام سمجھ نہیں سکتے ترک کیا ص اور اگر کہا يَوْمَ اَتَزَوَّجُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ ف یعنی جس دن نکاح کروں میں تجسے تو تو طالق ہے ص اور رات کو نکاح کیا رات کو طلاق واقع ہوجاویگا ف اور دلیل اسکی اصل میں مسطور ہے ص اگر کسی مرد نے دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے کہا کہ تجکو دو طلاق ہیں جب تجکو تیرا مالک آزاد کرے اور مالک نے آزاد کیا تو دو طلاق پڑجاوینگے اور خاوند مذکور کو رجعت جائز ہوگا اسواسطے کہ بعد آزاد ہونے اُسکے یہ دو طلاق واقع ہونگے اور بعد آزاد ہونیکے

خاوند مالک مین طلاق کا ہو جاتا ہے اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو آزاد ہے اور اسکے
خاوند نے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تجھکو دو طلاق ہین اور کل کا روز آگیا تو دو طلاق پڑ جاوینگے اور خاوند کو رجوع جائز
ہوگا اور امام محمد کے نزدیک رجوع جائز ہے اور عدت اسکی سب کے نزدیک تین حیض ہونگے اگر وہ حائضہ ہے اور تین مہینے اگر
وہ آئسہ ہے جیسے عدت حرہ کی ہے اگر خاوند نے اپنی عورت سے کہا کہ مین تجسے جدا ہوں یا کہا کہ مین تجھپر حرام ہون
جو نیت طلاق کی کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا کہ مین تیری طرف سے طالق ہون کچھ واقع نہوگا اگرچہ
نیت طلاق کی بھی ہو اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے یا نہیں یا تجھکو طلاق ہے ساتھ موت میری کے یا تیری موت کے تب
بھی کچھ واقع نہوگا اگر کوئی زوج زوجہ مین سے ایک کا مالک ہوگیا یا اسکے ایک حصہ کا تو نکاح باطل ہو جاویگا بغیر طلاق کے **ف**
لیکن جب خاوند مالک ہوگیا عورت کا تو اسواسطے کہ اب ملکیت مین خاوند کو حاصل ہوئی تو ملک نکاح لغو ہو جاویگی اور اگر عورت
مالک ہوئی خاوند کی تو اسواسطے کہ خاوند کو ملک نکاح ہے اور عورت کو ملکیت مین ہوئی تو ایک ہی شخص مالک اور مملوک ہو جاویگا اور وہ
باطل ہے **ص** اگر خاوند نے اپنی عورت کو کہا تجھکو طلاق ہے اسقدر اور کشادہ کرکے انگلیوں کے باطن سے اشارہ کیا **ف**
یعنی ہتھیلی عورت کی طرف کی **ص** تو جتنی انگلیان کھڑی ہین اتنے ہی طلاق واقع ہونگے اور اگر پشت سے انگلیون کے اشارہ کیا
ف یعنی ہتھیلی طلاق دینے والے کیطرف رہے **ص** تو جتنی انگلیاں بند ہیں اتنے طلاق پڑینگے **ف** کیونکہ اشارہ کرنا
انگلیون سے واسطے عدد کے اسپر عادت جاری ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہینا یہ ہے یہ ہے اور سونت انگلیوں سے تین بار
اشارہ کیا اور اخیر بار مین ایک انگلی بند کرلی روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک مین اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری کے اور مروی ہے
یہ حدیث ابن عمر سے صحیحین مین کتاب الصوم میں اور سعد بن ابی وقاص سے بھی **ص** اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ
تجھکو طلاق بائن دیا میں نے یا کہا کہ اشد الطلاق یا افحش الطلاق یا اخبث الطلاق یا طلاق الشیطان یا طلاق بدعت یا
میں نے یا دیا میں نے تجھکو طلاق مثل پہاڑ کے یا مثل ہزار طلاق کے یا گھر بھر کے یا طلاق شدید یا طویل یا عریض تو ان سب
صورتوں مین ایک طلاق بائن واقع ہوگا بلا نیت کے یا نیت ایک طلاق یا دو طلاق کے لیکن جب کہ حرہ مین نیت تین
طلاق کی کرے اور لونڈی میں دو کی تو حرہ مین تین واقع ہونگے اور لونڈی مین دو اور جس شخص نے اپنی عورت کو قبل وطی کے تین
طلاق ایک بار دیے تو تینون واقع ہونگے لیکن اگر کہا کہ تجھکو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو ایک طلاق ہوگا اور عورت اول طلاق سے بائن
ہوگی اور دوسرا اور تیسرا طلاق واقع نہوگا اور ایسا ہی ہے اگر کہا کہ تجھکو طلاق ہے ایک اور ایک اور ایک واقع ہوگا طلاق ساتھ ذکر
عدد کے جب کہ عدد مذکور ہو نہ لفظ طلاق سے مثلاً اگر کسی شخص نے کہا کہ تجھکو طلاق ہے ایک یا طلاق ہیں دو یا طلاق ہین تین یا
تو اول صورت مین ایک اور دوسری مین دو اور تیسری مین تین واقع ہونگے تو اگر وہ عورت مرگئی قبل ذکر کرنے عدد کے تو
کلام لغو ہو جاویگا اور کچھ واقع نہوگا اور اگر کہا کہ تو طالق ہے ایک قبل ایک کے یا بعد اسکے ایک ہے تو ایک طلاق واقع ہوگا
غیر مدخولہ میں اور مدخولہ مین دو طلاق اور اگر کہا کہ تو طالق ہے ایک قبل اسکے ایک اور ہے یا بعد اسکے ایک ہے یا تو طالق ہے
ایک ساتھ ایک کے یا ساتھ اسکے ایک اور ہے تو غیر موطوءہ میں بھی ان صورتوں مین دو طلاق واقع ہو جاوینگے اور اگر کہا
کہ تو طالق ہے ایک اور ایک اگر داخل ہووے گھر میں اور پھر وہ گھر میں داخل ہوئی تو دو طلاق پڑ جاوینگے برابر ہے کہ موطوءہ

ہو یا غیر موطوءہ **ف** اور اگر شرط کو مقدم کیا جیسے کہا **ص** اگر داخل ہوئی تو گھر میں تو تجکو ایک طلاق ہے اور ایک طلاق اور غیر موطوءہ میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دو طلاق **ف** اور موطوءہ میں سب کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگے اور جب طلاق صریح سے فارغ ہوئے تو طلاق کنایہ میں شروع کیا اور کہا **ص** اور دوسرا طلاق بالکنایات اور وہ ایسے لفظ سے ہوتا ہے کہ موضوع واسطے طلاق کے نہیں لیکن احتمال طلاق اور غیر طلاق کا رکھتا ہے سوان لفظوں سے طلاق واقع ہوگا مگر ساتھ نیت کے یا دلالت حال کے **ف** جیسے ذکر طلاق کا ہو رہا ہو یا غصے کے وقت کہے **ص** الفاظ کنایے کے یہ ہیں اِعْتَدِّی یعنی عدت کر اِسْتَبْرِئِیْ رَحِمَكِ یعنی اپنے رحم کو پاک کر اَنْتِ وَاحِدَةٌ تو اکیلی ہے اور ان تینوں لفظوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگا **ف** یعنی خاوند کو پہونچتا ہے کہ بدون نکاح جدید کے پھر اس سے جماع کرے اور رجعت کر لیوے اور فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے واسطے سودہؓ کے عدت کر تو پھر رجعت کی آپ نے انسے ذکر کیا اس حدیث کو امام محمد بن الحسن نے اور باب القسم میں یہ حدیث گذر چکی **ص** اور اَنْتِ بَائِنٌ بَتَّةٌ بَتْلَةٌ یعنی تو جدا ہے اَنْتِ حَرَامٌ تو حرام ہے اَنْتِ خَلِیَّةٌ تو خالی ہے اَنْتِ بَرِیَّةٌ تو بری ہے حَبْلُكِ عَلٰی غَارِبِكِ رسی تیری تیری پشت پر ہے **ف** غارب کہتے ہیں مابین کوہان اور گردن شتر کے اور صراح میں ہے کہ عرب لوگ کہتے ہیں حَبْلُكِ عَلٰی غَارِبِكِ یعنی جہاں چاہے جا تو **ص** اِلْحَقِیْ بِاَھْلِكِ مل اپنے لوگوں سے وَھَبْتُكِ لِاَھْلِكِ بخشا میں نے تجکو تیرے اہل کو سَرَّحْتُكِ رخصت کیا میں نے تجکو فَارَقْتُكِ چھوڑ دیا میں نے تجکو اَمْرُكِ بِیَدِكِ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے اَنْتِ حُرَّةٌ تو آزاد ہے تَقَنَّعِیْ چادر پہن لے تَخَمَّرِیْ چادر اپنے سر پر ڈھانپ لے اِسْتَتِرِیْ اپنے تئیں چھپا اُغْرُبِیْ دور ہو جا اُخْرُجِیْ نکل اُقُوْمِیْ کھڑی ہو اِبْتَغِی الْاَزْوَاجَ تلاش کر خاوندوں کو تو ان سب قولوں میں ایک طلاق بائن پڑ جاویگا اگر نیت کی ہو ایک طلاق کی یا دو طلاق کی اور اگر نیت کی تین طلاق کی تو تین یا دو کی لونڈی میں تو اول صورت میں تین اور دوسری میں دو پڑ جاوینگے **ف** کہا ترمذی نے کہ اختلاف کیا اہل علم نے طلاق بتہ میں تو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ تین طلاق ہیں اور حضرت عمرؓ سے کہ وہ ایک طلاق ہے اور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مدار نیت پر ہے اگر نیت کی تین کی تین واقع ہونگے ورنہ ایک طلاق اور مروی ہے رکانہ بن عبد یزید سے کہ انہوں نے طلاق دیا اپنی عورت کو بتہ سو خبر پہونچی اسکی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اور کہا رکانہ نے کہ قسم اللہ کی میں نے ارادہ ایک کا کیا تھا سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قسم اللہ کی نہیں ارادہ کیا تھا تو نے مگر ایک سو رد کیا انکی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انپر یعنی نکاح سے رد کیا اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور وارد ہوئے ہیں اس باب میں بہت آثار مختلف صحابہ اور تابعین سے **ص** اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے تین بار کہا اِعْتَدِّیْ اِعْتَدِّیْ اِعْتَدِّیْ بعد اسکے دعوی کیا کہ اول اعتدی سے نیت طلاق کی تھی اور دوسروں سے نیت حیض کی تو اسکی تصدیق کرینگے اور اگر کہا کہ اخیر کے دو سے کچھ نیت نہیں کی ہے تین طلاق واقع ہو جاوینگے **ش** اور اگر تینوں بار میں کچھ نیت نہیں کی تو کچھ واقع ہوگا ہدایہ **ص** جاننا چاہیے کہ الفاظ کنایات طلاق کے تین قسم پر ہیں بعضے ایسے ہیں کہ احتمال رکھتے ہیں عورت کے رد کلام کا جیسے اُخْرُجِیْ اِذْھَبِیْ قُوْمِیْ اور بعضے ایسے ہیں کہ احتمال رکھتے ہیں

دشنام دہی اور بدگوئی کا جیسے خَلِیَّةٌ بَرِیَّةٌ بَتَّةٌ حَرَامٌ بَائِنٌ اور بعضے ایسے ہیں کہ یہ احتمال رکھتے ہیں رد کلام کا
اور نہ دشنام دہی کا جیسے اِعْتَدِّیْ اِسْتَبْرِئِیْ رَحِمَكِ اَنْتِ وَاحِدَةٌ اَنْتِ حُرَّةٌ اِخْتَارِیْ اَمْرُكِ بِیَدِكِ
سَرَّحْتُكِ فَارَقْتُكِ تو جب ناخوشی اور غصہ کی حالت ہو یعنی جس میں سوال ہو طلاق کا بھی ہو تو کسی لفظ سے ان الفاظ میں سے
طلاق واقع ہوگا بغیر نیت طلاق کے کل موقوف ہوگی نیت پر اور جس میں ہو تو پہلی دو قسم کے الفاظ نیت پر موقوف رہینگے تو اگر
نیت کریگا تو طلاق واقع ہوگا ورنہ نہیں واقع ہوگا اور تیسری قسم میں طلاق واقع ہوگا اگرچہ نیت ہو اور نیت کرے طلاق کا اور تو موقوف رہینگے
الفاظ قسم اول کے نیت پر اور دوسری اور تیسری قسم کے الفاظ سے طلاق واقع ہو جاویگی اگرچہ نیت ہو

ص باب تفویض طلاق کے بیان مین

اور جس شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اپنے تئیں طلاق دے یا یہ طلاق سے کہا کہ اَمْرُكِ بِیَدِكِ یا اِخْتَارِیْ
زوجہ کو اختیار ہو کہ جس مجلس میں اسکو علم ہوا ہو طلاق دے لیوے اگرچہ مجلس طویل ہووے اور اگر بعد علم کے پھر دو چار اٹھی یا
جو کام کر رہی تھی اسکو چھوڑ کے دوسرا کام شروع کیا مجلس مختلف ہو جاویگی اور خیار باطل ہوگا **ف** اور اسپر اجماع ہے
کا ہو کہ عورت مخیرہ کو خیار ہو مجلس تک روایت کی عبد الرزاق اور طبرانی نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہ کہا انھوں نے
جب مالک کرے مرد عورت کو طلاق کا اور پھر وہ دونوں جدا ہوگئے قبل اس بات کے کہ کچھ کہیں سو پھر نہیں اختیار اسکو
اور کہا بیہقی نے کہ اسمیں انقطاع ہو درمیان مجاہد اور ابن مسعودؓ کے اور روایت کی عبد الرزاق نے جابرؓ سے کہ
کہا انھوں نے جسوقت کہ اختیار دے مرد اپنی عورت کو اور وہ نہ اختیار کرے مجلس میں سو نہیں خیار ہو واسطے اسکے
اور روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے تحقیق کہ عمر بن خطابؓ اور عثمانؓ
بن عفانؓ کہا انھوں نے کہ جو مرد مالک کرے اپنی عورت کو اور خیار دے اسکو پھر دونوں جدا ہو جاویں اُس مجلس
سے تو نہیں ہے عورت کو خیار اور نہ اب اختیار رہا بعد کو ہے اور اسناد میں اسکی مثنی بن الصباح ضعیف ہے اور بھی روایت کی
ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ جو شخص خیار دے اپنی عورت کو تو اسکو خیار ہے جب تک اسی مجلس میں رہے
اور اسناد میں اسکی حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے جابر بن زید اور مجاہد اور شعبی اور نخعی اور عطا اور طاؤس
سے ایسا ہی **ص** اور اگر عورت کھڑی تھی بعد علم کے پھر بیٹھ گئی یا بیٹھی تھی تکیہ لگا لیا یا اپنے باپ کو واسطے مشورت کے طلب
کیا یا گواہوں کو واسطے گواہی کے طلب کیا یا جس جانور پر سوار تھی اسکو کھڑا کر دیا تو ان سب چیزوں سے مجلس مختلف نہو گی
اور خیار باطل ہوگا اور کشتی بمنزلے اسکے گھر کے ہے اور جانور کا چلنا بمنزلے اسکے چلنے کے ہے تو کشتی کے چلنے سے مجلس
مختلف نہو گی اور جانور کے چلنے سے مجلس مختلف ہو جاویگی اگر کسی مرد نے بہ نیت تفویض کے عورت کو کہا اِخْتَارِیْ یا نہیں
ہے کہ نیت نہیں طلاق کی کرے تو اگر زوجہ نے اسکے جواب میں کہا کہ اِخْتَرْتُ نَفْسِیْ یا اَخْتَارُ نَفْسِیْ تو ایک طلاق
بائن واقع ہوگا **ف** اور یہی قول ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور اسی سے اخذ کیا ہے کذا فی المسوی **ص** اور شرط ہے
یا دو جو کسی نے لفظ نفس کا ذکر کیا ہو **ف** تو اگر زوجہ نے کہا اِخْتَارِیْ اور جواب میں کہا اِخْتَرْتُ تو یہ باطل ہے اور [illegible]
دلیل المسئلہ میں [illegible] یہ کہ اگر زوجہ نے کہا اِخْتَرْتُ تو بھی طلاق واقع ہوگا حدیث حضرت عائشہؓ سے کہ کہا انھوں نے

اختارالله ورسوله ادر شمار کیا اُسکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب انکی طرف سے روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے
ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا اختیار کر لے تو اختیار کرے گر اور زوجہ نے جواب مین کہا اختیار کیا مین نے
تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر تین بار کہا اِخْتَارِی اِخْتَارِی اِخْتَارِی اور زوجہ نے جواب میں کہا اختیا
کیا مین نے اختیار کر لے گر یا کہا کہ اختیار کیا میں نے پہلے کو یا دوسرے کو یا اخیر کو نزدیک امام صاحب کے تین طلاق واقع
ہوجاوینگے بغیر نیت کے اور اگر کہا طلاق دیا مین نے اپنے نفس کو یا اختیار کیا مین نے اپنے نفس کو ساتھ ایک طلاق کے تو ایک
طلاق بائن واقع ہوگا اور ہدایہ مین ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ غلطی ہے کاتب کی اور صحیح یہ عبارت
کہ بائن ہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ اصل مین دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ طلاق رجعی واقع ہوگا اور دوسری مین
ہے کہ بائن ہوگا اور یہی اصح ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ کام تیرا تیرے ہاتھ مین ہے ایک طلاق مین یا اختیار کر لے
ایک طلاق کو اور اختیار کیا عورت نے اپنے نفس کو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر کہا اَمْرُكِ بِيَدِكِ اور
نیت کی تین کی اور عورت نے کہا کہ اختیار کیا مین نے اپنے نفس کو ساتھ ایک کے یا ایک بار تو تینون طلاق واقع
ہوجاوینگے اور اگر کہا عورت نے ف یعنی اَمْرُكِ بِيَدِكِ کے جواب مین جب نیت تین طلاق کی ہو ص طلاق دیا
مین نے اپنے نفس کو ساتھ ایک کے یا اختیار کیا مین نے اپنے نفس کو ساتھ ایک طلاق کے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا
اور اگر کہا مرد نے کہ امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہے آج کے روز اور بعد کل کے ف یعنی جو پرسون آویگا ص تو رات داخل
نہوگی جیا مین تو اگر اختیار کیا عورت نے اپنے نفس کو رات مین طلاق واقع ہوگا اور آج کا اختیار باطل ہوگا اگر عورت اسکو رد کرے
ف یعنی خاوند کو اختیار کر لے کیونکہ خاوند کے اختیار کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتا اور دلیل اسکی حدیث حضرت
عائشہؓ کی ہے جو اوپر گذری ہے اور کشف الغمہ مین ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ پوچھے گئے اُس شخص سے جسنے اپنی عورت کو اختیار
دیا اور اُسنے اُسکو رد کیا اور کچھ نہ کہا تو فرمایا کہ یہ طلاق نہیں ہے اور ایسا ہی نقل کیا مسروق سے اور حضرت عائشہؓ سے ص
اور پرسون کا اختیار باقی رہیگا اور اگر مرد نے کہا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل تو رات داخل ہوجاویگی جیا مین ف
تو اگر عورت رات کو اپنے نفس کو اختیار کرے طلاق واقع ہوجاویگا ص اور کل کا اختیار باقی نہیں رہیگا اگر آج عورت
اسکو رد کرے ف اور دلیل اسکی اصل اور ہدایہ میں مذکور ہے ص اور اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ طلاق دے
تو اپنے نفس کو اور نیت نہ کی یا نیت کی ایک طلاق کی اور عورت نے اپنے نفس کو طلاق دیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا
ف اور اگر عورت اس صورت مین اپنے نفس کو تین طلاق دیوے تو ایک ہی واقع ہوگا اور باقی لغو ہوجاوینگے ص اور اگر عورت نے
اپنے نفس کو تین طلاق دیے اور خاوند نے اُسکی نیت کی تو تینوں طلاق پڑجاوینگے اور اگر مرد نے نیت کی دو طلاق
کی اور عورت نے اپنے کو دو طلاق دیے ایک ہی طلاق واقع ہوگا مگر جب وہ منکوحہ لونڈی ہو کیونکہ دو اسکے
حق میں ہمنزلہ تین کے ہین ترجمہ میں ف اور دلیل اسکی ہدایہ میں مسطور ہے ص اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس
کو طلاق دے اور عورت نے اُسکے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ سے بائن کیا تو ایک ہی طلاق
واقع ہوگا اور اگر کہا کہ اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو اُسکے جواب میں تو کچھ نہیں واقع ہوگا ف اپنی خاوند کا

طَلِّقِي نَفْسَكِ اور عورت نے کہا اخترت نفسي تو کچھ نہیں واقع ہوگا کیونکہ یہ الفاظ طلاق سے نہیں اور بعد تخییر کے اگر یہ لفظ کہے تو طلاق پڑجاویگا کیونکہ وہ اجماع صحابہ سے ثابت ہوا ہو جیسا کہ اوپر گذرا **ص** اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اپنے نفس کو طلاق دے تو اجائے نکو رجوع نہیں ہوسکتا **ف** یعنی قبل عورت کے طلاق لینے کے خاوند کو اس بات کا اختیار نہیں کہ اپنے قول سے پھر جاوے اور کہے کہ اب میں اجازت طلاق کی نہیں دیتا **ص** اور زوجہ کو بھی جائز نہیں کہ بعد تبدیل مجلس کے طلاق دے لیوے اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنی سوکن کو طلاق دے یا کسی دوسرے مرد سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دے تو جائز ہو کہ قبل دینے کے **ف** یعنی قبل اس بات کے کہ زوجہ اسکی اپنی سوکن کو طلاق دے یا دوسرا مرد اسکی بیوی کو **ص** اپنے قول سے پھر جاوے اور قول اسکا مقید ساتھ مجلس کے ہوگا بخلاف صاحبین کے **ف** یعنی اس مرد کو ہوسکتا ہو کہ بعد تبدیل مجلس کے بھی جب چاہے اسکی بیوی کو طلاق دیوے اور اسیطرح اسکی زوجہ کو اختیار ہو کہ بعد تبدیل مجلس کے بھی جب چاہے اپنی سوکن کو طلاق دیوے **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ جب چاہے تو اپنے نفس کو طلاق دے تو اس صورت میں بعد تبدیل مجلس کے بھی زوجہ کو اختیار ہو طلاق دینے کا اور اگر کہا کسی مرد سے کہ اگر چاہے تو میری زوجہ کو طلاق دے جائز نہیں ہو کہ اپنے قول سے پھر جاوے اور اس شخص کو اختیار مجلس تک رہیگا تو اگر بعد تبدیل مجلس کے وہ طلاق دے طلاق واقع نہوگا **ف** اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہو **ص** اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنے تئیں تین طلاق دے اور اس نے اپنے تئیں ایک طلاق دیا ایک طلاق واقع ہوجاویگا اور اگر مرد نے کہا کہ ایک طلاق دے اور عورت نے تین دیلے تو امام صاحب کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر مرد نے کہا کہ اپنے کو ایک طلاق بائن دے اور اس نے ایک طلاق رجعی دیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا کہ ایک طلاق رجعی دے اور اس نے اپنے تئیں ایک طلاق بائن دیا ایک طلاق رجعی واقع ہوگا **ف** اسواسطے کہ مخالفت زوجہ کی لغو ہو تو مرد کے قول کے موافق طلاق واقع ہوگا **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تین طلاق دے تو اپنے نفس کو اگر چاہے تو اور اس نے ایک طلاق دیا تو کچھ واقع نہوگا اور اگر کہا کہ ایک طلاق دے تو اپنے تئیں اگر چاہے اور اس نے تین دیلے تو امام صاحب کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہو اگر چاہے تو اور عورت نے جواب میں کہا کہ چاہا میں نے اگر تو چاہے اور پھر مرد نے کہا چاہا میں نے تو کچھ واقع نہوگا اگرچہ نیت طلاق سے کہا ہو اور اگر کہا کہ چاہا میں نے طلاق تیرا تو کے جواب میں تو طلاق واقع ہوگا اگر نیت طلاق سے کہا ہو **ف** اور اصل میں اس مقام پر تفصیل کی ہو اور ہمنے اسکو ترک کیا **ص** اور ایسا ہی جو طلاق کہ موقوف کیا جاوے ایک امر معدوم پر **ف** جیسے اس جگہ عورت نے چاہنے کی مشیت پر طلاق موقوف کیا تھا اور وہ ایک امر غیر معلوم ہو **ص** اور اگر موقوف کرے طلاق کو ایک امر موجود پر جیسے کہے چاہا میں نے اگر آسمان اوپر ہو زمین کے تو طلاق واقع ہوگا **ف** تو اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق ہو اگر چاہے تو اور اس نے کہا چاہا میں نے اگر باپ میرا گھر میں ہو اور باپ اسکا گھر میں تھا تو طلاق پڑجاویگا اور اگر نہیں تھا تو طلاق نہ پڑیگا **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تجکو طلاق ہو جسوقت یا جب کبھی چاہے تو تو زوجہ کے رد کرنے سے رد نہوگا اسواسطے کہ خاوند نے اسکو

طلاق کا کیا ہو ایسے وقت مین کہ وہ چاہے طلاق کو پس یہ تھیک تسل مشیت کے نہوگی تو اُسکے رد کرنے سے رد
ہوے تو جس وقت عورت چاہیگی فقط ایک طلاق پڑجاویگی۔ ۔ ویسا اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق ہے جتنے
چاہے تو تو عورت کو درست ہے کہ اپنے تئین ایک طلاق دیوے پھر ایک طلاق مین تک و رہ جائے یعنی کہ تینون طلاق
دیوے اور اگر بعد تین طلاق دینے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور پھر بعد طلاق اُسکے پہلے خاوند پاس
آئی تو اب اسکو اختیار نہین کہ اپنے تئین طلاق دے لیوے اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تجکو طلاق ہے جس جگہ
چاہے تو عورت کو جائز ہے کہ اسی مجلس مین طلاق دے لیوے اور بعد تبدیل مجلس کے نہیں اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے
جس طور کا چاہے تو پس ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اگرچہ عورت نے نہ چاہا ہو اور جو عورت نے چاہا ایک طلاق بائن یا
طلاق اور زوج نے بھی یہی چاہا تو جو چاہا ہے اُس موافق طلاق پڑجاویگا **ف** یعنی اگر طلاق بائن چاہا ہے تو ایک
بائن پڑیگا اور تین چاہے تو تین پڑجاوینگے **ص** اور اگر خاوند نے نیت کی تین کی اور عورت نے ایک
بائن کی یا خاوند نے ایک طلاق بائن کی اور عورت نے تین طلاق کی تو دونوں صورتوں مین ایک طلاق رجعی واقع ہوویگا
خاوند نے کچھ نیت نہیں کی تو جو عورت چاہیگی اُس موافق طلاق واقع ہوگا اور اگر زوجہ نے کچھ نچاہا تو بھی امام صاحب کے
ایک طلاق رجعی واقع ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا
طلاق دے تو اپنے تئین جتنے چاہے تو جتنے کہ مجلس مین چاہیگی واقع ہوجاوینگے اور اگر زوجہ نے رد کیا یا مجلس
گئی اختیار باطل ہوگا اور جو کہا کہ طلاق دے تو اپنے تین مین سے جتنے چاہے تو عورت کو اختیار ہے کہ
طلاق دے یا دو اور تین طلاق دینے کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک درست ہے کہ تین طلاق دے لیو

ص باب الحلف بالطلاق

صحیح ہوئیکی یہ ہے کہ وقت تعلیق طلاق کے عورت اُسکی ملک مین ہو یا اضافت کی ہو طلاق کی طرف ملک کے
عورت اجنبیہ سے کہا اگر کلام کرون مین تجسے تو تو طلاق ہے پھر نکاح کیا اُس سے اور کلام کیا تو طلاق واقع ہوگا
منکوحہ سے یہی کہا اور کلام کیا تو طلاق واقع ہوگا بسبب وجود ملک کے وقت تعلیق کے اسیطرح اگر عورت
سے کہا اگر نکاح کرون مین تجسے تو تو طالق ہے یا کہے کہ جو عورت کہ نکاح کرون مین اُس سے تو وہ طالق ہے **ف** تو
دونوں صورتون مین جب نکاح کریگا طلاق واقع ہوویگا مگر اس صورت مین جس عورت سے نکاح کریگا فوراً طلاق پڑجاویگا
اور امام شافعیؒ کے نزدیک طلاق واقع نہوگا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین طلاق ہے قبل
کے **ف** یہ حدیث مروی ہے جابرؓ سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے طلاق مگر بعد
کے اور نہین ہے آزاد کرنا مگر بعد ملک کے روایت کیا اسکو ابو یعلی نے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور روایت کی
نے بھی مثل اسکے مسور بن مخرمہ سے اور اسناد اسکی حسن ہے اور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مین ہے کہ فرمایا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں قبول ہوتی ہے نذر آدمی کی اُسمین کہ اختیار مین نہین اور نہ آزادی اُسمین کہ اختیار
اور نہ طلاق اُس عورت مین کہ اختیار مین نہین نکالا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور صحیح کیا اسکو اور نقل کیا

بخاری نے کہ وہ اصح ہے اس باب میں اور حدیثوں سے اور دلیل ہماری اس باب میں ہدایہ میں مذکور ہے اور کہا صاحب
ہدایہ نے کہ حدیث محمول ہے اس صورت پر کہ طلاق کو بالفعل واقع کرے قبل نکاح کے جیسے کہے کہ تو طلاق ہے اور اس صورت
میں ہمارے نزدیک بھی طلاق واقع نہوگا اور یہی معنی اسکے منقول ہیں شعبی اور زہری سے روایت کی ابوبکر رازی نے زہری سے
کہ کہا انھوں نے جو حدیث ہے کہ نہیں طلاق ہے قبل نکاح کے تو یہ اس صورت میں ہے کہ کہا جاوے کوئی شخص نکاح کر فلانی عورت سے
اور وہ کہے کہ اسکو طلاق ہے لیکن جس شخص نے کہا کہ اگر نکاح کروں میں فلانی عورت سے پس وہ طالق ہے تو جب نکاح کریگا اس سے طلاق واقع
ہوگا اور بھی روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے مصنف میں زہری سے کہ کہا انھوں نے جو شخص کہے کہ جو عورت نکاح کروں میں اس سے تو وہ طالق
ہے اور جو لونڈی کہ خریدوں میں وہ آزاد ہے تو جیسا اُسنے کہا ویسا ہی ہوگا تو کہا معمر نے کیا یہ منقول نہیں ہوا ہے کہ نہیں طلاق ہے قبل نکاح کے اور نہیں
آزادی ہے مگر بعد ملک کے کہا زہری نے یہ اس صورت میں ہے کہ کہے کوئی شخص فلانے کی عورت طالق ہے اور غلام فلانے کا آزاد ہے اور
روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں سالم اور قاسم اور عمر بن عبد العزیز اور شعبی اور نخعی اور زہری اور اسود اور ابی بکر
بن عمرو بن حزم اور عبد اللہ بن عبد الرحمن اور مکحول سے کہ کہا ان سب نے جو کہے کہ اگر نکاح کروں میں فلانی سے پس وہ طالق ہے یا جسدن
نکاح کروں میں فلانی سے پس وہ طالق ہے یا جو عورت کہ نکاح کروں میں اس سے سو وہ طالق ہے تو جیسا اُسنے کہا ویسا ہی ہوگا اور ایک لفظ
میں ہے جائز ہے یہ اسپر یہ مضمون زیلعی تخریج ہدایہ میں ہے ص اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اور وہ گھر
میں داخل ہوئی تو طلاق پڑجاویگا اسواسطے کہ وقت تعلیق کے اس جگہ ملک موجود ہے اور الفاظ شرط کے اِنْ اور اِذَا اور اِذَامَا اور کُلّ اور کُلَّمَا
اور مَتٰی اور مَتٰی مَا ہیں ان سب الفاظ کے استعمال سے جب ایکبار شرط موجود ہوگی تو یمین پوری ہوجاویگی سواے لفظ کلما کے کہ یمین
بعد میں طلاق واقع ہونیکے میں جاتی رہتی ہے مثلاً اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر گھر میں آوے تو یا جب گھر میں آوے تو یا
جسوقت گھر میں آوے تو تو طالق ہے تو بعد گھر میں آنے کے ایک طلاق واقع ہوگا اور بعد اسکے شرط پوری ہوجاویگی یعنی پھر بعد اسکے
اگر گھر میں جاویگی تو اب طلاق نہ پڑیگا اور اگر کہا کہ جس مرتبہ گھر میں آوے تو تجکو طلاق ہے تو ہر بار گھر میں آویگی طلاق واقع ہوویگا اور
بعد تین طلاق واقع ہونے کے شرط تمام ہوجاویگی تو اگر بعد تین طلاق واقع ہونیکے حلالہ کرکے پھر اس سے نکاح کیا تو اب جو گھر میں آویگی
طلاق واقع نہوگا اور اگر کہا کہ جس مرتبہ نکاح کروں میں تجسے تو تو طالق ہے تو شرط باطل نہوگی پھر اگر بعد حلالہ کے بھی اس سے نکاح کریگا
طلاق واقع ہوجاویگا اور بعد یمین کے اگر زوال ملک ہو تو یمین باطل نہوگی اور یمین باطل ہوگی مطلق تو اگر شرط اپنی ملک میں متحقق ہوئی
یمین تمام ہوجاویگی پس طلاق واقع ہوگا ف صورت اسکی یہ ہے کہ اپنی عورت سے کہا کہ اگر اس گھر میں آویگی تو تو طالق ہے بعد اسکے
پھر ایک طلاق بائن بالفعل اسکو دیکے جدا کیا اور عدت تمام ہونیکے بعد پھر اس سے نکاح کرلیا اور اب وہ عورت گھر میں داخل ہوئی تو وہ شرط
پہلے کی متحقق ہوگی اور طلاق پڑجاویگا اگرچہ درمیان میں اسکی ملک زوجیت سے زائل ہوگئی تھی ص اور اگر شرط اپنی ملک میں متحقق ہوئی تو یمین
تمام ہوجاویگی اور کچھ واقع نہوگا ف صورت اسکی یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر میں آویگی تو تجکو طلاق ہے بعد اسکے
اسکو ایک طلاق بائن بالفعل دیدیا اور بعد گذرنے عدت کے وہ عورت گھر میں داخل ہوئی تو قسم تمام ہوگئی یعنی ساقط
ہوگئی اور طلاق واقع نہوگا کیونکہ وہ عورت محل طلاق کی نہیں ہے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں طلاق ہے
اس عورت پر کہ نہ مالک ہو اسکا تو اگر پھر اب اس سے نکاح کریگا اور وہ پھر گھر میں داخل ہوگی طلاق واقع ہوگا ص اگر کسی شخص نے

اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھ کو تین طلاق ہیں اور پھر مرد کو یہ منظور ہوا کہ گھر میں جاوے اور
تین طلاق نہ پڑیں تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ بالفعل اُس عورت کو ایک طلاق بائن دیوے اور بعد عدت گذرنے کے
وہ گھر میں داخل ہو پھر اُس سے نکاح کر لے تو اب گھر میں داخل ہونے سے طلاق واقع نہوگا کیونکہ یمین باطل
ہوگئی ف اس سبب سے کہ میعاد وہ ایک بار گھر میں جانیکی ص اگر شرط کے پائے جانے اور نہ پائے جانے میں اختلاف
ہوا ف مثلاً خاوند نے کہا کہ تو گھر میں نہ آئی تھی اور عورت نے کہا آئی تھی ص تو قول خاوند کا معتبر ہوگا اگر
عورت گواہ لاوے اپنے مدعا پر اور جو شرط ایسی ہو کہ بدون زوجہ کے کہے معلوم نہیں ہوتی تو اسمین قول زوجہ کا معتبر ہوگا
اسی کے حق میں ف اور غیر کے حق میں معتبر نہوگا ص مثلاً خاوند نے کہا کہ اگر تجھ کو حیض آوے تو تجھ پر اور فلانی پر تین
طلاق ہے یا کہا کہ اگر تو اللہ کے عذاب کو دوست رکھتی ہے تو تجھ کو طلاق ہے اور غلام میرا آزاد ہے اور عورت نے کہا مجھ کو حیض آیا
یا میں دوست رکھتی ہوں اللہ کے عذاب کو تو اول صورت میں فقط اسکو طلاق ہو جاویگا اور دوسری ہووی پر طلاق نہ پڑیگا
اور دوسری صورت میں بھی اسی کو طلاق پڑیگا اور غلام آزاد ہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تجھ کو حیض آوے
تو تو طالق ہے پھر اسکو حیض آیا تو جب تین دن برابر خون دیکھیگی اسوقت حکم کرینگے طلاق کا اول روز سے اسواسطے کہ بعد دیکھنے
خون کے تین دن معلوم ہوگا کہ حیض ہے تو اول روز سے طلاق کا حکم ہوگا اور جو کہا کہ اگر تجھ کو حیض آوے ایک حیض تو طالق ہے
تو جب حیض سے پاک ہو ویگی اسوقت طلاق واقع ہوگا کیونکہ ایک حیض اسیوقت پورا ہوگا اور اگر کہا کہ جو ایک روزہ رکھیگی
تو تجھ کو طلاق ہے اور اُسنے روزہ رکھا تو آفتاب کے غروب کے وقت جسدن روزہ رکھا ہے طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو
روزہ رکھیگی تو تجھکو طلاق ہے ف اور قید ایک روز کی نہ کی ص اور اُسنے روزہ رکھا طلاق واقع ہوگا اگرچہ ایک
ساعت بھی نہ رکھے اور جو کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر لڑکا جنے گی تو تجھ پر ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی جنیگی تو تجھ پر دو طلاق
ہیں اور زوجہ نے اسکی دونوں کو جنا اور معلوم نہیں کہ اول کسکو جنا تو قاضی حکم کریگا ایک طلاق کا درمیان بینہ اور
فیما بین اللہ دو طلاق واقع ہونگے ف تو اگر قبل اسکے عورت کو ایک طلاق دے چکا تھا تو اسکو یہ چاہئے کہ پھر وطی
نکرے اس سے یہانتک کہ حلالہ ہووے اگرچہ قاضی اسکی حلت کا حکم کرے ص اور عدت تمام ہو جاویگی دوسرے کے جننے
سے اور پھر طلاق دوسرا واقع ہوگا اسلیے کہ عدت تمام ہوگئی کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ
اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اور اگر طلاق کو معلق کیا دو چیزوں کے ساتھ تو جب دوسری چیز پائی جاویگی
اور ملک قائم ہو طلاق واقع ہوگا برابر ہے کہ دونوں چیزیں ملک میں پائی جاویں ف جیسے کسی شخص نے اپنی
زوجہ سے کہا کہ اگر تو کلام کرے زید اور عمرو سے تو طالق ہے اور زوجہ نے دونوں سے کلام کیا اور نکاح قائم ہے
ص یا دوسری چیز فقط ملک میں ہووے اور اول نہووے ف جیسے کسی شخص نے اپنی زوجہ سے
کہا کہ اگر تو کلام کرے زید اور عمرو سے تو تجھکو طلاق ہے اور پھر بعد اسکے ایک طلاق بالفعل اسکو دیدیا اور
جب عدت تمام ہوئی اُسنے زید سے کلام کیا بعد اسکے پھر اسکو خاوند نکاح میں لایا اور بعد نکاح کے اُسنے
عمرو سے کلام کیا تو طلاق واقع ہو جاویگا ص اور اگر دونوں میں سے کوئی ملک میں نہووے

ف جیسے زوجہ نے بعد طلاق پانے اور بعد گذرنے عدت کے زید اور عمرو دونوں سے کلام کیا ص یا اول تین طلاق
میں ہووے اور دوسری ہووے ف جیسے زوجہ نے حالت نکاح میں کلام کیا زید سے اور پھر خاوند نے اسکو ایک طلاق با
بالفعل دیدیا اور بعد گذرنے عدت کے اُسنے عمرو سے کلام کیا ص تو طلاق واقع ہوگا اور تنجیز ف یعنی بالفعل طلاق
دیدینا ص باطل کرتا ہے تعلیق کو تو اگر تعلیق کی تین طلاق کی کسی شرط پر اور پھر قبل وجود شرط کے تین طلاق بالفعل
دیدیے اور بعد اسکے وہ عورت بعد حلالہ کے پھر اُسی خاوند پاس لوٹ آئی اور اب شرط متحقق ہوئی تو کچھ واقع نہوگا
ف مثال اسکی یہ ہے کہ زید نے اپنی زوجہ رحیمہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں جاوے تو تجکو تین طلاق ہیں اور پھر رحیمہ کو تین طلاق
بالفعل دیدیے اور رحیمہ نے بعد گذرنے عدت کے بکر سے نکاح کیا اور بکر نے اُس سے جماع کر کے پھر اُسکو طلاق
دیدیا اور بعد گذرنے عدت کے رحیمہ سے زید نے پھر نکاح کر لیا اور اب رحیمہ گھر میں داخل ہوئی تو کچھ واقع
نہوگا ص اگر کسی شخص نے تین طلاق کو معلق کیا اپنی وطی پر یعنی یہ کہا کہ اگر میں تجسے وطی کروں تو تجکو تین طلاق
ہیں اور پھر حشفے کو فرج میں داخل کیا اسطرح پر کہ دونوں ختنے مل گئے تو خاوند پر غسل واجب ہوگا اگرچہ دیر تک ف
اور اگر باہر نکال کے پھر داخل کرے تو عُقر واجب ہوگا ہدایہ ص اور عُقر کہتے ہیں مہر مثل کو اور بعضون کے
نزدیک عُقر اجرت ہے وطی کی اگر زنا حلال ہووے اور ایسا ہی حکم ہے اگر سید نے اپنی لونڈی کی آزادی وطی پر معلق کی
اور اگر زوجہ کا طلاق رجعی اسکی وطی پر معلق کیا تو فقط داخل کرنے سے رجعت متحقق ہوگی جب تک نکال کے پھر نہ ڈالے
اور جو نکال کر ڈالے تو رجعت ثابت ہوگی اور عُقر واجب ہوگا ف اور امام ابی یوسف کے نزدیک طلاق رجعی میں فقط دیر تک
ڈالے رہنے سے بھی رجعت ثابت ہوگی ہدایہ ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تجکو طلاق ہے انشاء اللہ تعالی تو طلاق واقع نہوگا
ف اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی ساتھ طلاق یا عتاق کے
اور کہا انشاء اللہ تعالی اُس سے ملا ہوا تو نہیں حانث ہے اُسپر کہا زیلعی نے تخریج میں غریب ہے اس لفظ سے اور روایت کی
ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے جسنے قسم کھائی پھر کہا انشاء اللہ تو اُسپر حنث نہیں اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن حبان نے اور روایت کی
ابن عدی نے کامل میں عطاء سے انھوں نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے کہا اپنی عورت سے
تو طالق ہے انشاء اللہ یا اپنے غلام سے تو آزاد ہے یا میں جاؤنگا خانہ کعبہ میں انشاء اللہ تو اُسپر کچھ حنث نہیں اور اسناد میں اسکی اسحق
کعبی ہے ضعیف کیا اُسکو دارقطنی نے اور روایت کی عبد الرزاق اور دارقطنی نے مکحول سے انھوں نے معاذ بن
جبل سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں پیدا کیا اللہ نے دوست زیادہ عتاق سے اور دشمن
زیادہ طلاق سے تو جس شخص نے آزاد کیا اور کہا انشاء اللہ تو نہیں ہے استثنا واسطے اُسکے اور غلام آزاد ہے اور
جسوقت کہ طلاق دیا اور استثنا کیا تو واسطے اُسکے ہے استثنا اُسکا اور نہیں طلاق ہے عورت پر انتہی اور ذکر
کیا اُسکو عبد الحق نے احکام میں جہت دارقطنی سے اور کہا کہ اسناد میں اسکی حمید بن مالک ہے اور وہ ضعیف
ہے اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور مکحول نے معاذ سے نہیں سُنا اور وہ منقطع ہے ص اگر یہ ... قبل کہے

انشاء اللہ کے مرجاوے اور اگر وہ قبل کہنے انشاء اللہ کے مرگیا طلاق واقع ہوگا **ف** یعنی سا الفظ
انشاء اللہ کا نہ کہہ سکا بلکہ کچھ کہا تھا کہ موت آگئی **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تجکو تین طلاق مگر
ایک تو ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو تین طلاق ہیں مگر ایک تو دو طلاق واقع ہونگے **ف** اسواسطے کہ اول
صورت میں اوسنے تین سے دو نکال لیے تو ایک رہ گیا اور دوسری صورت میں تین سے ایک تو دو رہ گئے
ص اور اگر کہا تجکو تین طلاق ہیں مگر تین تو تین واقع ہونگے **ف** اسواسطے کہ نکال لینا کل کا کل سے صحیح نہیں

ص باب طلاق مریض کے بیان میں

جو شخص کہ غالب اسکی ہلاکت ہو بسبب مرض وغیرہ کے جیسا جسکو ڈالا کیا مرض نے ایسا کہ وہ شخص واسطے حاجتوں گھر سے باہر نہیں
نکل سکتا اگرچہ گھر کے اندر اسپر قدرت رکھتا ہو یا موصف قتال میں واسطے قتال کے آگے کیا جاوے یا اسکو
واسطے قتل کے باہر لاوین قصاص میں یا رجم میں اگر اسی حالت میں مرجاوے چاہے دوسرے سبب سے مرا ہو تو تصرف
اسکا ثلث مال سے زیادہ میں درست نہیں اور اگر طلاق بائن دیدیوے اپنی عورت کو اور مرجاوے اسی سبب
سے یا دوسرے سبب سے تو وہ عورت اسکی وارث ہوگی **ف** جب کہ وہ عورت عدت میں ہو اور اگر بعد عدت
کے مرگیا تو وارث نہوگی ہدایہ **ص** اور امام شافعی کے نزدیک وارث نہوگی **ف** اور امام مالک کے نزدیک
بعد عدت کے بھی وارث ہوگی اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمر اور عائشہ اور ابن مسعود اور ابراہیم
اور شریح اور طاؤس سے کہ وارث ہوگی عورت مریض کی جب تک وہ عدت میں ہو اور بھی روایت کی امام محمد نے
ابراہیم سے انھوں نے شریح سے کہ حضرت عمر نے لکھا طرف اسکے کہ جو شخص طلاق دے اپنی عورت کو تین اور وہ
مریض ہو تو وارث کرو اسکو جب تک وہ عدت میں ہو اور جب اسکی عدت گذر جاوے تو نہیں ہے میراث واسطے اسکے
اور موطا میں ہے مَالِكٌ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ مَرِيضٌ
فَإِنَّهَا تَرِثُهُ یعنی کہا ابن شہاب نے کہ جب طلاق دے مرد اپنی عورت کو اور وہ مریض ہو تو وہ عورت وارث
ہوگی اسکی اور وارث کیا حضرت عثمان نے عبد الرحمن بن عوف کی عورت کو اور انھوں نے طلاق بائن دیا تھا
اسکو مرض میں اور نقل کیا امام مالک نے کہ عدت اسکی گذر گئی تھی اور روایت کی شافعی نے اور لوگوں نے سوا
مالک کے کہ عبد الرحمن بن عوف مرے اور وہ ابھی انکی عدت میں تھی ایسا ہی ہے تہذیب الاسماء میں کہا شیخ ابن الہمام
نے قول امام مالک کا کہ حضرت عثمان نے وارث کیا تھا اسکو بعد عدت کے معارض ہے ساتھ قول جمہور کے کہ وہ عدت میں
تھی **ص** لیکن اگر ایک طلاق دیا یا دو طلاق دیئے تو امام شافعی کے بھی نزدیک محروم نہوگی اور اسیطرح اگر طلاق
دیا اسکو کنایات سے کیونکہ ہمارے نزدیک عورت مریض کی وارث ہوتی ہے اور لیکن نزدیک امام شافعی کے سو
اسواسطے کہ کنایات انکے نزدیک طلاق رجعی ہیں لیکن اگر اپنی زوجہ سے خلع کیا تو بالاتفاق وارث نہوگی اگرچہ وہ اسی
حال میں مرا ہو اسواسطے کہ وہ عورت خود راضی ہوگئی ساتھ جدائی کے اور مال دیکے طلاق لے لیا اور اگر ایسے مریض
کی زوجہ نے ایک طلاق رجعی طلب کیا اور اسنے اسکو تین طلاق دے دیئے تو ہمارے نزدیک زوجہ

اُسکی وارث نہوگی اور یہی وارث ہوگی اگر اُسکی عورت نے عدت میں اپنے خاوند کے بیٹے کو بوسہ دیا شہوت سے اسواسطے
کہ زوجہ ساتھ طلاق بائن کے جدا ہوئی ہے نہ ساتھ بوسہ ابن زوج کے اور جو ایسا مریض ہو اور اُسنے اپنی زوجہ سے لعان کیا ف
اور لعان کا بیان آگے آتا ہے ص اور بسبب لعان کے دونون مین جدائی ہوگئی اور زوج اسی حالت مین مرا زوجہ وارث ہوگی
اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ چار ماہ تک زوجہ سے قربت نکریگا اور چار ماہ تک اُس سے قریب نہوا اور دونوں میں جدائی ہوگئی بعد اسکے
زوج اسی حالت میں مرگیا تو زوجہ وارث ہوگی اور جو باہر گھر کے واسطے حوائج کے آوے اگرچہ بیمار ہو یا اُسکو تپ ہو اور جو کہ بدعہد ہو یا بے
یا صف قتال میں ہو یا قصاص یا رجم کے واسطے قید ہو تو وہ صحیح ہے اگر ایسے مرد نے طلاق بائن دیوے تو بعد اُسکے مرنے کے زوجہ وارث
نہوگی اگرچہ اسی حالت میں مارا گیا یا قتل ہوا اور جو اُسکی زوجہ نے اُس سے خلع کرلیا یا اپنی زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا اور زوجہ نے
اپنے نفس کو اختیار کیا یا زوجہ کے حکم سے اُسکو تین طلاق دیدے زوجہ اُسکی وارث نہوگی ف اسواسطے کہ زوجہ اس صورتوں میں
خود راضی طلاق سے ہوگئی ص اور اگر بے حکم زوجہ کے اُسکو تین طلاق دیدے اور پھر اُس مرض سے صحت پاکے مرگیا تب بھی وارث
نہوگی ف اسواسطے کہ جب وہ مریض بیچ میں اچھا ہوگیا تو حکم مرض کا باقی نرہیگا ص اور اگر ایسے مریض نے عورت سے کہا کہ میں نے
تجھکو تین طلاق صحت میں دیے تھے اور گذر گئی عدت تیری اور عورت نے تصدیق کی بعد اُسکے خاوند نے اقرار کیا کہ زوجہ کا مجھپر
کچھ قرض ہے یا کچھ اُسکو وصیت کی تو اگر وصیت یا اقرار کم ہے میراث سے تو اُسکو اقرار اور وصیت کے موافق ملیگا اور اگر میراث کم ہو
اقرار سے یا وصیت سے تو میراث ملیگی بہرحال جو کم ہوگا وہی ملیگا ف اور صاحبین کے نزدیک اقرار اور وصیت اُسکا صحیح ہے
تو موافق اقرار یا وصیت کے ملیگا ص اور جو ایسے مریض نے تین طلاق دیدے اُسکے امر سے حالت مرض میں پھر اقرار کیا اُسکے
لیے قرض کا یا کچھ وصیت کی اُسکے لیے پس اُسکو جو کم ہوگا میراث یا اقرار و وصیت سے وہی ملیگا سب کے نزدیک ف اور جو ایسے
مریض نے اپنی زوجہ کے تیں طلاق کو معلق کیا ایسی شرط پر کہ وہ زوجہ کے اختیار میں نہیں ہے جیسے کسی وقت یا رجب وغیرہ کے
ساتھ یا فعل سے کسی اجنبی کے اور یہ تعلیق حالت مرض میں کی اور شرط پائی گئی مثلاً کہا کہ اگر رجب آوے تو تجھکو تین
طلاق ہیں یا زید نماز پڑھے تو تجھکو تین طلاق ہین ص اور اسی حالت مین مرگیا تو زوجہ وارث ہوگی اور اگر حالت
صحت مین تعلیق کی تو وارث نہوگی اور جو ایسے مریض نے اپنی زوجہ کے تیں طلاق کو اپنے فعل پر معلق کیا تو زوجہ
اُسکی وارث ہوگی اگرچہ حالت صحت مین تعلیق کی ہو اور اگرچہ مرد کو اُس فعل سے چارہ ہو جیسے بات کرنے زید اجنبی سے
یا چارہ نہیں ہے جیسے کھانا طعام کا اور نماز فرض اور بات کرنا ماں باپ سے اور جو اگر زوجہ کے فعل پر معلق کیا اور تعلیق اور فعل
زوجہ کا دونوں مرض مین واقع ہوے اور فعل ایسا ہے کہ عورت کو اُس سے چارہ ہے جیسے بات کرنا اجنبی سے تو عورت
وارث نہوگی اور اگر اُس فعل سے عورت کو چارہ نہین جیسے نماز فرض اور کھانا طعام کا تو وارث ہوگی اور اگر تعلیق
صحت میں ہے اور زوجہ کو اُس فعل سے چارہ ہے تو وارث نہوگی اور اگر چارہ نہین ہے تو شیخین کے نزدیک وارث ہوگی
اور نزدیک امام محمدؒ اور زفرؒ کے وارث نہوگی ف اور فخر الاسلام نے ذکر کیا مبسوط مین کہ صحیح قول امام محمدؒ کا ہے
ص اور اگر طلاق رجعی معلق کیا کسی شرط پر اور قبل گذرنے عدت کے وہ مرگیا تو اِن سب صورتون مین وارث ہوگی ف
سلامتیہ کہ طلاق دیا ہو صحت مین یا مرض مین اُسکی طلب سے یا بغیر اُسکی طلب کے اپنے فعل پر معلق کیا ہو یا زوجہ کے فعل پر اُس فعل سے

جارہ ہو یا نہو جلبی ص اور تمام صورتون مین اگر زوج بعد تمام ہونے عدت زوجہ کے مرا تو بالاتفاق اُس سے وارث نہوگی تو میراث خاص تو اُسی صورت مین جب مرجاوے خاوند اور عدت نہ گذری ہو ف اسواسطے کہ لکھا تھا حضرت عمرؓ نے طرف شریحؒ کے کہ جو شخص تین طلاق دے اپنی عورت کو اور وہ مریض ہو تو وارث کرو اُسکو جب تک عدت مین ہو اور جب اُسکی عدت گذر جاوے تو نہین ہے میراث واسطے اُسکے روایت کیا اسکو امام محمدؒ نے اور امام مالکؒ کے نزدیک بعد عدت کے بھی وارث ہوگی جب تک وہ غیر سے نکاح نہ کرلے جیسا کہ اوپر اسکا بیان بتفصیل گذر چکا

ص باب رجعت کے بیان مین

اور جب طلاق دے مرد اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی تو جائز ہے خاوند کو کہ عدت کے اندر پھر اُس سے رجعت کرے برابر ہے کہ وہ راضی ہو یا نہو اور تین طلاق کے بعد رجعت جائز نہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ترجمہ اور جب طلاق دو تم عورتون کو اور پہونچ جاوین وہ قریب اپنی میعاد کے تو روک رکھو اُنکو موافق دستور کے ص اور یہ حرہ مین ہے اور اگر لونڈی ہو تو ایک طلاق کے بعد اُس سے رجعت درست ہے ف اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی ایسی ہو جاتی ہے جیسے حرہ بعد تین طلاق کے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کے دو ہین اور عدت اُسکی دو حیض ہین اور یہ حدیث اوپر گذری ص اگر کہے کہ رجوع کیا مین نے تجھسے یا رجوع کیا مین نے اپنی عورت سے رجوع ثابت ہوگا اور اگر وطی کی یا بشہوت اُسکو مس کیا یا اُسکی فرج کی طرف بشہوت نظر کی تب بھی رجعت صحیح ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر زبان کے کہنے کے رجعت ثابت نہوگی ف اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اور یہ مطلق ہے ص اگر زبان سے کہکے رجعت کرے تو مستحب ہے کہ اُسپر گواہ کرے اور عورت کو آگاہ کردے کہ مین نے تجھسے رجعت کی ف اور گواہ کرنے کے یہ معنی ہین کہ جب رجعت کا ارادہ کرے تو دو مردون کے سامنے کہدے کہ تم گواہ رہنا کہ مین نے اپنی عورت سے رجعت کی ص اور اگر شہادت نہ کرے تو بھی رجعت صحیح ہے ف اور یہی مذہب ہے امام احمدؒ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک روایت مین رجعت نہین صحیح ہے مگر گواہون کے سامنے اور دلیل لاتے ہین ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے سورۂ طلاق مین وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور ہم کہتے ہین کہ یہ امر واسطے استحباب کے ہے اور دلالت کرتا ہے اسپر کہ اللہ تعالیٰ نے فرقت مین بھی فرمایا ہے فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اور جیسا کہ فرقت مین شہادت شرط نہین ایسا ہی رجعت مین اور بھی دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی ابوداؤد نے سنن مین کہ عمران بن حصینؓ پوچھے گئے اُس شخص سے کہ طلاق دے اپنی عورت کو پھر جماع کرے اُس سے اور نہ گواہی کرے طلاق اور رجعت پر سو کہا کہ طلاق دیا اُسنے خلاف سنت کے اور رجعت کی خلاف سنت کے گواہ کرلے طلاق پر اور رجعت پر کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجعت مین گواہ کرنا مسنون ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور بھی اس حدیث مین اشارہ ہے کہ رجعت جماع سے بھی ہو جاتی ہے نہ فقط قول سے اور یہی ہمارا قول ہے ص اور جو شخص کہ اپنی عورت کو طلاق رجعی دے تو مستحب ہے کہ اُسپر داخل نہووے

بدون اون کے اور حیر دار کرنے کے تو فتویٰ اسکی رجعت کا نہ کرے **ف** اور یہ ماتور ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے **ص**
اگر خاوند نے طلاق رجعی کی مدت گذرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ میں نے عدت میں عورت سے رجعت کی تھی اور عورت نے اسکی تصدیق
کی تو رجعت ثابت ہوگی اور اگر تکذیب کی تو دعویٰ باطل ہے اور رجعت ثابت ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت پر اس
صورت میں قسم نہیں کیونکہ رجعت اُن چیزوں میں سے ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اسمیں قسم نہیں **ف** اور صاحبین کے
نزدیک قسم لازم آویگی **ص** اگر خاوند نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی اور عورت نے کہا عدت میری
گذر گئی اگر اُس مدت میں احتمال اسکا ہو سکے تو امام صاحب کے نزدیک عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت ثابت
نہوگی اور نزدیک صاحبین کے رجعت ثابت ہو جاویگی اور اسیطرح اگر لونڈی کے خاوند نے بعد عدت گذرنے کے
اُسکے مالک سے کہا کہ میں نے اُس سے رجعت کرلی تھی عدت میں اور مالک نے اُسکی تصدیق کی اور لونڈی نے
اُسکی تکذیب کی تو امام صاحب کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک قول مولیٰ کا اور اسی طرح
اگر لونڈی سے اُسکے خاوند نے کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی اور لونڈی نے کہا کہ عدت میری گذر گئی اور مولیٰ اور
خاوند نے اسکا انکار کیا تو بھی امام صاحب کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک قول زوج اور مولیٰ کا
ف اور دلیل اسکی ہدایہ میں مذکور ہے **ص** جو عورت کہ عدت میں ہے اگر اُسکا تیسرا حیض دس روز میں تمام ہو تو خون
پاک ہونے کے عدت تمام ہو گئی اور اگر دس روز سے کم میں پاک ہوئی تو جب تک کہ غسل نکرے یا وقت ایک نماز کا
اُسپر گذر جاوے یا تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور اگر نے عدت تمام ہوگی اور اگر اُسنے غسل کیا اور ایک عضو کا دھونا بھول گئی
اور خاوند نے رجعت کرلی درست ہے اور اگر ایک عضو سے کم چھوٹ گیا تو رجعت ثابت نہوگی **ف** اور امام
ابی یوسفؒ سے مروی ہے کہ مضمضہ اور استنشاق ترک کرنا مثل ترک کرنے ایک عضو کامل کے ہے اور انھی سے ایک روایت
میں اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ ایک عضو کے حکم میں نہیں اسواسطے کہ اُنکی فرضیت میں اختلاف ہے بخلاف اور اعضا کے
کذا فی الہدایہ **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ حاملہ کو طلاق رجعی دیا اور اُسکے ساتھ وطی کرنے سے انکار کیا
بعد اسکے پھر اُس سے رجعت کرلی اور زوجہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کم میں جنی تو رجعت صحیح ہوگی کیونکہ معلوم ہوا
کہ زوجہ وقت طلاق کے حاملہ تھی اور بغیر وطی کے حاملہ نہیں ہوتی تو خاوند اپنے انکار میں کاذب ہوگا اسواسطے کہ
لڑکا واسطے صاحب فراش کے ہے **ف** اور اس باب میں حدیث وارد ہے ابوہریرہؓ نے نقل کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے لڑکا صاحب فراش کا ہے اور زانی کو محرومی ہے روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے حدیث سے اُنکی اور حضرت
عایشہؓ کے ایک قصے میں اور روایت کیا اسکو نسائی نے ابن مسعودؓ سے اور ابوداؤد نے عثمانؓ سے **ص** اور اگر بعد جنے
کے ایک طلاق رجعی دیا اور وطی سے انکار کیا بعد اُسکے ایام عدت میں اُس سے رجعت کرلی تو صحیح ہے **ف** اور دلیل اسکی
اوپر گذر چکی **ص** اور اگر بعد خلوت کے عورت کے ساتھ اُسکو طلاق رجعی دیا اور وطی سے انکار کیا بعد اُسکے
اُس سے رجعت کی رجعت صحیح نہوگی مگر یہ کہ وہ عورت وقت طلاق سے قبل گذرنے دو سال کے لڑکا جنی
تو رجعت درست ہوگی اسلئے کہ جب دو برس سے کم میں بچہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وقت رجعت کے حمل موجود تھا اور اگر یہ

شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو تجکو طلاق ہی تو جب وہ عورت جنے گی طلاق پڑجاویگا اور اگر بعد چھ مہینے کے یا زیادہ کے دوسرا لڑکا جنی تو رجعت ثابت ہوگی اور اگر کم مین چھ مہینے سے جنی تو رجعت ہوگی ف اور دلیل اسکی اصل مین مسطور ہی ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جب تو جنے گی تو تجکو طلاق ہی اور عورت تین حمل مین تین بار جنی تین طلاق پڑجاوینگے اور دوسرے لڑکے سے اور تیسرے لڑکے سے رجعت ہوجاویگی ف اسواسطے کہ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا تو طلاق پڑگیا اور عورت معتدہ ہوگئی اور دوسرے لڑکے سے پھر خاوند کی رجعت ثابت ہوگئی اور دوسرا طلاق پڑگیا اور تیسرے لڑکے سے پھر خاوند کی رجعت ثابت ہوگئی اور تیسرا طلاق پڑگیا ہدایہ ص اور اسپر عدت حیض سے ہوگی ف اسواسطے کہ تیسرے جنے کے بعد تیسرا طلاق واقع ہوا پس عدت ولادت سے نہوگی ص جس عورت کو طلاق رجعی دیا ہو تو وہ عدت مین زینت کرے اور اپنے تئین آراستہ کرے تاکہ خاوند عسکر اور اُس سے رجعت کرے ف ہدایہ مین ہی کہ رجعت مستحب ہی اور زینت برانگیختہ کرتی ہی رجعت پر تو زینت بھی مشروع ہوگی انتہی اور کشف الغمہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکروہ رکھتے تھے طلاق کو بے ضرورت اور رخصت دیتے تھے وقت ضرورت کے ص اور خاوند کو جائز نہیں کہ زوجہ کو جو عدت مین طلاق رجعی سے ہوا پنے ساتھ سفر مین لیجاوے یہان تک کہ اُسکی رجعت پر گواہ کر دے ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ الآیة یعنی نہ نکالو اُنکو اُنکے گھرون سے آخر آیت تک کفایہ حاشیہ ہدایہ مین ہی کہ یہ آیت نازل ہوئی اُن عورتون مین جو معتدہ ہین طلاق رجعی سے اور مراد بیان حق ہی کہ شہادت کر دینا مستحب ہی جیسا کہ اوپر گذرا ص اور خاوند کو جائز ہی کہ اپنی زوجہ سے جسکو طلاق رجعی دیا ہو وطی کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک وطی درست نہین یہان تک کہ زبان سے پہلے رجعت کرے اور ہمارے نزدیک وطی خود رجعت ہی ف اور یہی قول ہی امام احمدؒ کا اور ہماری دلیل قول ہی عمران بن حصینؓ کا جیسا کہ گذرا روایت کیا اُسکو ابوداؤد نے اور دوسرے یہ کہ وہ بمنزلہ زوجہ کے ہی کیونکہ اگر اُسکو دوسرا طلاق دے تو پڑجاتا ہی اور وارث ہوتی ہی اور تیسرے یہ کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ اور خاوند اُنکے زیادہ حقدار ہین اُنکے پھیر لینے پر اور خاوند عورت کا نہین ہو سکتا جب تک وہ عورت اُسکی زوجہ نہو اور تفصیل اسکی تفاسیر مین ملیگی ص اور جب عورت کو طلاق بائن دے تین سے کم تو مرد کو جائز ہی کہ اُس عورت سے عدت مین یا بعد عدت کے نکاح کرے ف اسواسطے کہ جب تین طلاق دیگا تو اُسکا حکم آگے آتا ہی ص اور اگر تین طلاق دے آزاد کو یا دو لونڈی کو تو پھر اُسکو حلال نہین ہوتی جب تک کہ اُس عورت سے وطی کرے دوسرا خاوند بہ نکاح صحیح اور پھر دوسرا خاوند اُسکو طلاق دے یا مر جاوے اور عدت گذر جاوے یہ مذہب اکثر لوگون کا ہی اور سعید بن المسیبؒ کے نزدیک دوسرے خاوند کی وطی شرط نہین بلکہ فقط نکاح کافی ہی اور دلیل لاتے ہین ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ اور ہماری دلیل حدیث عسیلہ کی ہی اور وہ حدیث مشہور ہی اُس سے زیادتی کلام اللہ پر درست ہی تو حلالہ کرنا بدون وطی کے مخالف ہی اس حدیث کے یہان تک کہ اگر قاضی اسکا حکم دے تو حکم اُسکا جاری نہوگا ف میزان شعرانی مین ہی کہ اتفاق کیا ائمہ اربعہ نے کہ جو شخص تین طلاق دے اپنی عورت کو تو پھر اُسکو وہ درست نہین یہانتک

کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور نکاح سے مراد اس مقام پر وطی ہے اور نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح فاسد سے
وطی ہو تو حلال ہوگی انتہی اور حدیث عسیلہ یہ ہے کہ داخل ہوئی عورت رفاعہ قرظی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور کہا
کہ تحقیق رفاعہ نے طلاق بائن دی مجھکو اور عبد الرحمن بن زبیر نے نکاح کیا مجھسے اور اُسکے پاس کنارہ ہے کپڑے کا اور پکڑ لیا اپنی چادر
کے کنارے کو سو تبسم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور فرمایا کہ شاید تو چاہتی ہے کہ پھر رفاعہ کے پاس چلی جاوے نہیں ہوگا
یہ جب تک تو نہ چکھے شیرینی عبد الرحمن بن زبیر کی اور وہ شیرینی تیری روایت کیا اسکو بخاری و مسلم اور اصحاب سنن نے اور ایک
روایت میں صحیحین کی ہے کہ تین طلاق دیے تھے اسکو رفاعہ نے اور ایسا ہی اخراج کیا اسکا مالک نے موطا میں اور نام رفاعہ کی عورت
کا تمیمہ بنت وہب تھا اور بھی روایت کی جماعت نے حضرت عائشہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اس شخص سے کہ
تین طلاق دے اپنی زوجہ کو اور پھر نکاح کرے وہ عورت کسی اور سے اور طلاق دیدے وہ اسکو قبل جماع کے کیا حلال ہے وہ عورت اب پہلے
خاوند کے واسطے فرمایا آپنے نہیں یہاں تک کہ چکھے وہ دوسرا خاوند مزہ اسکا جیسا کہ چکھا تھا اول خاوند نے اور بھی اخراج کیا ابن المنذر نے
مقاتل بن حیان سے مانند اسکے **ص** اور جو لڑکا قریب بلوغ کے ہو وہ بھی حلالہ میں مثل بالغ کے ہے **ف** جب حشفہ فرج میں داخل
ہو جاوے اور لڑکا بعضوں نے لکھا ہے کہ بارہ برس کا ہو دے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ دس برس کا ہو اور بدائع
میں ہے کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ آلت اسکی متحرک با شہوت ہوتی ہو اور نہایہ میں ہے نقلاً عن التمرتاشی کہ اگر بہت بوڑھا
شخص اپنی آلت کو ہاتھ کے زور سے داخل کردے تو حلالہ ثابت نہوگا بہر حال شہوت اور ادخال معتبر ہے **ص** اور ایسے
لڑکے کو مراہق کہتے ہیں یعنی قریب بلوغ کے ہووے اور اسکے امثال جماع کرتے ہوں اور ضرور ہے کہ آلت اسکی متحرک ہو
اور اشتہا ہووے جماع کی اور اگر نکاح کیا عورت سے بشرط حلالہ کے تو مکروہ ہے **ف** مثلاً کہے کہ نکاح کرتا ہوں میں تجھسے
اس شرط سے کہ حلال کر دونگا تجکو یا عورت یہ کہے اور چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ اگر دونوں اپنے دل میں نیت کریں
اور شرط نہ کریں زبان سے تو مکروہ نہیں بلکہ اجر پاوینگے واسطے قصد اصلاح کے اور یہ نکاح اسواسطے مکروہ ہے کہ لعنت کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلالہ کرنے والے پر اور جسکے واسطے حلال کی جاوے روایت کیا اسکو دارمی نے
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور ابن ماجہ نے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور عقبہ بن عامرؓ سے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قول مقتضی
ہے تحریم کو **ص** لیکن حلال ہو جاویگی واسطے اول خاوند کے اور جسوقت کہ طلاق دیا عورت آزاد کو ایک یا دو اور عدت
اُسکی گذر گئی اور اُسنے دوسرے خاوند سے نکاح کیا پھر اول خاوند پاس لوٹ آئی تو اب پھر اول خاوند مالک تین
طلاق کا ہوگیا اور امام محمدؒ کے نزدیک مالک ایک طلاق کا رہیگا اگر دو طلاق دے چکا تھا اور دو طلاق کا اگر ایک دے چکا تھا
ف اجماع کیا ائمہ اربعہ نے کہ دوسرا خاوند ساقط کر دیتا ہے تین طلاقوں کو اول خاوند سے تو اگر پھر وہ عورت اول خاوند
پاس لوٹ آوے مالک تین طلاق کا ہو جاویگا اور تین سے کم میں اختلاف ہے اور ہماری دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا کہ لعنت کی اللہ نے حلال کرنے والے پر اور جسکے واسطے حلال کی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ دوسرا خاوند حلت کا ثابت کرنیوالا
ہے اور دوسری یہ کہ جب تین طلاق کو ساقط کر دیا تو تین سے کم کو بدرجہ اولی ساقط کر دیگا اور بھی دلیل ہماری وہ ہے جو روایت
کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں ابن عباسؓ سے اِنَّهُ قَالَ يَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي الْوَاحِدَةَ وَالثِّنْتَيْنِ وَالثَّلٰثَ

یعنی ساقط کر دیتا ہے دوسرا خاوند ایک طلاق اور دو اور تین کو اور ایسا ہی کہا ابن عمرؓ نے اور امام محمدؒ کی دلیل وہ ہے جو روایت کی بیہقی نے طریق شافعیؒ سے حمید بن عبد الرحمن اور عبد اللہ بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار سے کہ ان سب نے سنا ابو ہریرہؓ سے کہ فرماتے تھے پوچھا میں نے عمر بن الخطابؓ سے اُس شخص سے کہ طلاق دیا اپنی عورت کو ایک یا دو پھر عدت اسکی گذر گئی اور نکاح کیا اُسنے دوسرے خاوند سے اور پھر نکاح کیا اُس سے اول خاوند نے کہا حضرت عمرؓ نے کہ وہ عورت اتنے ہی طلاق پر ہے جتنے باقی رہے اور بھی روایت کی بیہقی نے حکم بن عیینہ سے انھوں نے یزید بن جابر سے انھوں نے اپنے باپ سے کہ سنا انھوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہ فرماتے تھے وہ عورت اتنے پر ہے جتنے طلاق باقی رہے یہ نقل ہے اسکا جو ذکر کیا اس مقام پر زیلعی نے تخریج ہدایہ میں ص اور جس عورت کو تین طلاق دیے ہیں اگر اُسنے بعد ایسی مدت کے کہ اُسمیں حلالہ ہو سکتا ہے کہا کہ میں حلالے سے فارغ ہوئی اور خاوند کو گمان غالب ہوا کہ یہ سچی ہے تو اُسکو درست ہے کہ اُسے نکاح میں لاوے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اقل اس مدت سے انتالیس روز ہیں اسواسطے کہ حلالے میں تین حیض اور دو طہر ضرور ہیں اور اقل مدت حیض کی تین روز ہیں اور طہر کی پندرہ دن تو سب ملا کر انتالیس روز ہوے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۞

ص باب ایلاء کے بیان میں

ایلاء شرع میں اسے کہتے ہیں کہ خاوند قسم کھالے کہ مدت ایلاء میں میں عورت سے قریب نہوونگا پس نہیں ایلاء ہے جو قسم کرے کم مدت ایلاء سے اور مدت ایلاء کی واسطے آزاد عورت کے چار مہینے ہیں ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ الاية ترجمہ جو لوگ ایلاء کرتے ہیں اپنی عورتوں سے انتظار ہے چار مہینے کا ص اور واسطے لونڈی کے دو مہینے ہیں ف اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک مدت ایلاء کی واسطے لونڈی اور آزاد دونوں کے لیے چار مہینے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک مدت ایلاء کی واسطے غلام کے دو مہینے ہیں اور واسطے مرد آزاد کے چار مہینے تو وہ مدت ایلاء میں اعتبار مردوں کا کرتے ہیں اور ہم عورتوں کا ص اور حکم ایلاء کا یہ ہے کہ اگر وطی نکی چار مہینے تک تو بعد گذرنے مدت کے ایک طلاق بائن پڑجاویگا ف اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بعد گذرنے چار مہینے کے طلاق واقع نہوگا بلکہ مُولی ٹھہرایا جاویگا کہ یا رجوع کرے یا طلاق دیوے اور دلیل انکی وہ ہے جو روایت کی بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے کہ کہا انھوں نے جسوقت کہ گذر جاویں چار ماہ ٹھہرایا جاویگا یہاں تک کہ طلاق دیوے اور روایت کی مالک نے مؤطا میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہ وہ فرماتے تھے جسوقت کہ ایلاء کرے مرد اپنی عورت سے تو نہ واقع ہوگا اُسپر طلاق تو اگر گذر جاویں چار مہینے ٹھہرایا جاویگا یہاں تک کہ طلاق دیوے یا رجوع کرے اور روایت کی امام احمدؒ نے حدیث حبیب بن ثابت سے انھوں نے طاوس سے انھوں نے عثمانؓ سے مانند اسکے اور جواب اسکا یہ ہے کہ معارض اسکی ہے حدیث بخاری کے وہ جو اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ قَالَا اِذَا اٰلٰى فَلَمْ يَفِئْ حَتّٰى مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَهُوَ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ یعنی فرمایا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ

کہ جسوقت ایلاء کرے اور نہ رجوع کرے یہانتک کہ گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور آدھ معارض ہی روایت مالکؒ کی وہ جو روایت کی عبد الرزاق نے معمر سے انھون نے قتادہ سے کہ حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ تھے فرماتے جسوقت کہ گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور عورت حقدار ہی اپنے نفس کی اور عدت کرے مدت مطلقہ کی اور بھی اخراج کیا عبد الرزاق نے معمر سے انھون نے قتادہ سے تحقیق کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ ان سب نے فرمایا کہ جسوقت گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور عورت مستحق ہی اپنے نفس کی اور عدت کرے مدت مطلقہ کی اور معارض ہی روایت احمدؒ کی وہ جو روایت کی عبد الرزاق نے معمر سے انھوں نے عطای خراسانی سے انھون نے ابی سلمہ بن عبد الرحمن سے کہ عثمانؓ بن عفان اور زید بن ثابتؓ فرماتے تھے ایلاء مین کہ جسوقت گذر جاوین چار مہینے سو وہ ایک طلاق ہی اور عورت حقدار ہی اپنے نفس کی اور عدت کرے مدت مطلقہ کی کہا شیخ ابن الہمام نے وہ جو روایت کی ہمنے عثمانؓ بن عفانؓ اور زید بن ثابتؓ سے بہتر ہی اُس سے کہ روایت کیا اسکو احمدؒ نے عثمانؓ سے اسواسطے کہ ہماری سند جید ہی بمقابل خلاف روایت امام احمدؒ کے کیونکہ اسمین حال رجال کا معلوم نہین بسبب تک ورند مفصل کیا انھون نے اسکو اور نہین معلوم ہی کہ طاؤس نے اخذ کیا ہو عثمانؓ سے اور نہ وہ جو روایت کی مالکؒ نے محمد بن علی سے انھون نے علی بن ابی طالب سے مرسل ہی مثل قتادہ کے اور دونوں ہم عصر ہین اور نہ وہ جو روایت کی ہمنے عبد اللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے رجال انکے سب ایسے ہین کہ اخراج کیا انسے صحیحین نے صحیحین مین تو نہین تفوق ہی روایت بخاری کو ابن عمرؓ سے ہماری روایت پر اور مین کہتا ہون کہ اور بھی صحابہ سے مثل ہمارے مروی ہی اخراج کیا دارقطنی نے مسلم بن شہاب سے انھوں نے سعید بن المسیب سے اور ابی بکر بن عبد الرحمن سے تحقیق کہ عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے جسوقت کہ گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور خاوند مالک ہی اوسکی رجعت کا جبتک وہ عدت مین ہی مگر اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوتا ہی اور سند عبد الرزاق میں ہی حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ آلَى النُّعْمَانُ مِنِ امْرَأَتِهِ وَكَانَ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُودٍ فَضَرَبَ فَخِذَهُ وَقَالَ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ فَاعْتَرِفْ بِتَطْلِيقَةٍ یعنی ایلاء کیا نعمان نے اپنی عورت سے اور تھے بیٹھے نزدیک حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تو ماری انھوں نے ران اپنی اور کہا کہ جسوقت گذر جاوین چار مہینے تو سمجھ لے ایک طلاق اور زیلعی تخریج ہدایہ مین ہی کہ نکالا ابن ابی شیبہ نے مانند ہمارے مذہب کے ابن الحنفیہ اور شعبی اور نخعی اور مسروق اور حسن اور ابن سیرین اور قبیصہ اور سالم اور ابی سلمہ سے اور بھی نکالا دارقطنی نے ان سب سے اور بھی اخراج کیا عبد الرزاق نے عطا اور جابر بن زید اور عکرمہ اور ابن المسیب اور ابی بکر بن عبد الرحمن اور مکحول سے مثل ہمارے مذہب کے اور ہدایہ مین ہی وَهُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَالْعَبَادِلَةِ الثَّلٰثَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ اور کہا امام محمدؒ نے موطا مین پہونچا ہمکو حضرت عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور عبد اللہ سے اور زید بن ثابت سے کہ کہتے تھے جسوقت کہ ایلاء کیا مرد نے اپنی عورت سے اور گذر گئے چار مہینے قبل رجوع کے تو وہ عورت بائن ہوگئی ساتھ ایک طلاق بائن کے اور فرمایا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے تفسیر آیت شریف مین بتحقیق اسکے اور ابن عباسؓ زیادہ جاننے والا ہی تفسیر قرآن کو عمرؓ سے اور یہی قول ابی حنیفہؒ کا ہی اور اکثر فقہا کا انتہی ص تو مدت ایلاء سے کم کی اگر قسم کھا ویگا

له یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ [illegible]

تو ایلا ثابت ہوگا ف اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نہیں ایلا
ہے کم بیچ چار مہینے سے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ کہا انھوں نے جب ایلا کرے مرد
عورت اپنی سے ایک مہینے یا دو مہینے یا تین مہینے اور ہیاد تک پہونچے یعنی چار مہینے تک تو نہیں ہے وہ ایلا اور اخراج
کیا مانند اسکے عطا اور طاؤس اور سعید بن جبیر اور شعبی سے اور روایت کی بیہقی نے کہ کہا ابن عباسؓ نے تھا ایلا جاہلیت کا
ایک برس اور دو برس اور زیادہ اس سے اور اللہ نے مقرر کیا اسکے واسطے چار مہینے کو تو اگر کم ہو چار مہینے سے تو نہیں ہے ایلا اور وہ
ایسا ہی ذکر کیا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں ص اور اگر وطی کر لی مدت ایلاء میں تو قسم میں حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا لازم آویگی
ف اور اسکا بیان آگے آتا ہے ص اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی میں تجھسے قربت نکرونگا یا قسم خدا کی چار مہینے
تک قربت نکرونگا یا کہا کہ اگر میں تجھسے نزدیکی کروں تو مجھپر حج ہے یا روزہ ہے یا صدقہ ہے یا تو طالق ہے یا غلام میرا آزاد ہے تو ان سب صورتوں
میں ایلا ثابت ہوگا ف اور یہی قول ہے امام شافعیؒ کا اور دلیل اسکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جو قسم کہ مانع ہو جماع سے
تو وہ ایلا ہے ذکر کیا اسکو شیخ عبد الوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں ص اب اگر مدت ایلاء میں اسکے ساتھ نزدیکی کر
تو اگر قسم اللہ کے ساتھ کھائی ہے تو کفارہ قسم کا لازم آویگا ف اور ذکر کیا اس مسئلے کو میزان میں مسائل مجمع
علیہا سے مگر قول قدیم شافعیؒ میں ہے کہ انکے نزدیک کفارہ لازم نہیں آتا اسواسطے کہ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ سو اگر رجوع کریں تو اللہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان اور اللہ تعالیٰ نے جب
وعدہ کیا مغفرت کا تو اب اسکا گناہ معاف ہوگیا اور کفارہ لازم نہوگا اور ہمارا جواب یہ ہے کہ وہ وعدہ مغفرت کا آخرت
میں ہے اس سبب سے کہ حانث ہوا یمین میں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ
الآیۃ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ حَلَفَ عَلَىٰ يَمِينٍ فَرَأَىٰ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ بِالَّذِي
هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لِيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ یعنی جو شخص کہ قسم کھاوے کسی امر پر اور پھر خلاف اسکے بہتر دیکھے تو
کرے وہ کام خلاف اور کفارہ دے قسم کا اور بیان کفارۂ قسم کا اور اس حدیث کا کتاب الیمین میں ان شاء اللہ آویگا
اور روایت کی ترمذی نے عائشہؓ سے کہ کہا انھوں نے کہ ایلا کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے اور حرام
کیا پھر کیا حرام کو حلال اور دیا قسم کا کفارہ کہا شیخ ابن حجر نے کہ راوی اسکے سب ثقہ ہیں اور یہ حدیث ظاہر ہے کہ ہمارے مطلوب
پر دلالت کرتی ہے ص ورنہ جزا ف یعنی حج کی صورت میں حج کرنا پڑیگا اور روزے کی صورت میں روزہ اور غلام
آزاد ہونے کی صورت میں غلام آزاد ہو جاویگا ص اور ساقط ہو جاویگا ایلا اور اگر اس مدت میں اس سے وطی
نکی ایک طلاق بائن پڑ جاویگا ف اور دلیل اسکی اوپر گذر چکی ص اور قسم موقت ساقط ہو جاویگی ف قسم
موقت اسکو کہتے ہیں کہ اسمین کوئی مدت معین مذکور ہووے ص تو اگر کہا قسم خدا کی تجھسے وطی نکرونگا چار مہینے
تک اور وطی نکی تو وہ مطلقہ بائنہ ہو جاویگی جو پھر اس سے نکاح کرے اور چار مہینے تک اس سے نزدیکی
نکرے طلاق واقع نہوگا اور قسم موبد ساقط نہوگی ف یعنی جس قسم میں کوئی مدت مقرر نہ کرے
مثلاً یوں کہے قسم خدا کی میں تجھسے قربت نکرونگا ص تو اگر بعد بائنہ ہونے اور نکاح کے پھر چار مہینے تک

اُس سے نزدیکی کی پھر طلاق واقع ہوگا پھر اگر اُس سے نکاح کرے اور نزدیک نہو چار مہینے تو پھر طلاق واقع ہوگا
اور یہ تیسرا طلاق ہے اور عورت بائن ہوجاویگی ف یعنی اب بدون حلالہ کے اُس سے نکاح درست نہیں ص
اور اگر خلع مؤبد میں بعد تین طلاق کے اور حلالہ کے پھر اُس سے نکاح کیا تو ایلاء ساقط ہوجاویگا اور قسم باقی
رہیگی تو اب اگر چار مہینے تک اُس سے نزدیکی نہ کریگا طلاق واقع نہ ہوگا اسواسطے کہ ایلاء باقی نہیں رہا اور اگر نزدیکی کریگا
حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا لازم ہوگی اسواسطے کہ قسم باقی ہے اور یہ صورت جب ہے کہ قسم کو سوا طلاق کے اور چیز پر معلق کیا
ہو اور اگر طلاق پر ہے ف جیسے کہا اگر میں تجھسے نزدیکی کروں تو تو طالق ہے ص تو قسم باقی نہ رہیگی اسواسطے کہ تنجیز یعنی بالفعل تین طلاق
دیدینا باطل کرتا ہے تعلیق کو ف جیسا کہ اوپر کتاب الطلاق میں بیان کر چکے تو صورت مسئلے کی یہ ہے کہ کسی شخص نے
اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے قربت کروں تو تجھکو طلاق ہے اور پھر بالفعل اُسکو کسی طرح سے تین طلاق دیدیے
اور وہ عورت بعد حلالہ کے پھر نکاح میں آئی تو اب اگر قربت کریگا طلاق واقع نہوگا اسواسطے کہ تنجیز باطل کرتی ہے تعلیق کو
ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی میں تجھسے نزدیکی نہ کرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد ان دو مہینوں کے
تو ایلاء تام ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دو مہینے میں تجھسے قربت نہ کرونگا اور ایک دن توقف کرکے پھر کہا قسم خدا کی میں تجھسے
دو مہینے قربت نہ کرونگا بعد اُن دو مہینوں کے جو اول ہیں اسکے تو ایلاء نہوگا اسواسطے کہ پہلے دن تو قسم کھائی تھی دو مہینے پر
ف اور دو مہینے سے ایلاء تام نہوگا ص اور دوسرے دن قسم کھائی چار مہینے پر مگر ایک دن کم ف اسواسطے
کہ اول دو مہینوں سے ایک دن گذر گیا ہے تو سب چار مہینے پورے نہوے تو مدت ایلاء کی تمام نہوگی ص اگر
کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی ایک سال تجھسے نزدیکی نہ کرونگا مگر ایک دن تو ایلاء ثابت نہوگا ف اسواسطے کہ
ایلاء اسوقت ہوتا ہے کہ چار مہینے تک خاوند کو بغیر لازم ہونے جزا یا کفارے کے امکان وطی کا نہووے اور اس میں ممکن ہے
کہ بغیر لازم آنے کسی چیز کے ایک دن اُس سے وطی کرلے لیکن اگر ایک روز وطی کرلی اور بعد وطی کے چار مہینے یا زیادہ اُس سال میں
باقی رہے تو ایلاء ثابت ہوگا اسواسطے کہ اب امکان وطی کا بغیر لازم آنے جزا یا کفارے کے جاتا رہا ہدایہ ص
اگر کوئی شخص بصرے میں ہے اور اُسنے قسم کھائی کہ میں کوفے میں نہ جاؤنگا اور عورت اُسکی کوفے میں ہے تو ایلاء نہوگا
ف کیونکہ ممکن ہے کہ عورت کو کوفے سے باہر نکال کے اُس سے وطی کرے ص جس عورت کو طلاق رجعی دیا
ہے قبل گذرنے عدت کے اُس سے ایلاء درست ہے اور جو عورت کہ اُسکو طلاق بائن دیا ہے یا اجنبیہ ہے تو اُس سے ایلاء
جائز نہیں ف تو اگر بعد قسم کے اُس عورت مباینہ کو یا اجنبیہ کو نکاح میں لایا اور اُس سے وطی کی حانث ہوگا
اور کفارہ یا جزا لازم ہوگی لیکن اگر اُس سے چار مہینے تک وطی نہ کریگا تو ایلاء نہوگا اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا
لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایلاء اپنی بیبیوں کے ساتھ خاص ہے نہ غیر عورتوں سے
ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے ایلاء کیا اور بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغر سنی عورت کے یا رتق کے
ف رتق کے معنی بند ہوجانا اور کہتے ہیں کہ یہ عورت رتقا ہے یعنی اُس سے جماع نہیں کرسکتے بسبب اس بات کے
کہ اُسمیں سوا پیشاب کرنیکی جگہ کے اور کوئی سوراخ نہیں ہوتا کذا فی المغرب ص یا بسبب ہونے زوجہ کے

جار مہینے کی راہ پر وطی سے عاجز ہووے تو اُسکا رجوع زبان سے ہو جاویگا یعنی زبان سے کہدے کہ رجوع کیا مین نے
اُس سے تو اگر مدت ایلار کی گذر جاوے طلاق واقع نہوگا جب عاجز رہے تو اگر قبل مدت گذرنیکے وطی پر قادر ہو گیا اور عذر جاتا رہا تو
اب رجوع اُسکا بغیر وطی کے نہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہی تو اگر نیت کی طلاق کی تو ایک طلاق بائن
پڑ جاویگا اور اگر نیت کی ظہار کی یا نہیں طلاق کی یا جھوٹ کہنے کی تو جو نیت کی ہی اُسکے موافق پڑیگا **ف** اور
مروی ہی مؤطا مین کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ مین کہ وہ تین طلاق ہین اور یہ سبب ہی کہ نیت کرے
تین طلاق کی اور دلیل اسپر اثر حضرت عمرؓ کا ہی کہ جو شخص کہے عورت سے اَنْتِ حَرَامٌ تو وہ حرام ہی اور جو شخص کہے
اَنْتِ بَائِنَةٌ تو وہ بائنہ ہی اور جو شخص کہے اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا تو تین طلاق پڑ جاوینگے تو لازم آویگا ہر شخص کو جیسا اُسنے
لازم کیا اپنے اوپر اور مروی ہی ابن عباسؓ سے کہ وہ کہتے تھے اَنْتِ حَرَامٌ قسم ہی کفارہ دوے اُسکا اور ایک روایت مین ہی کہ جس
نے حرام کیا اپنے اوپر اپنی عورت کو سو وہ کچھ نہین کر سکا ان سب آثار کو کشف الغمہ مین لایا ہی اور ان سب سے معلوم ہوتا ہی کہ مدار
نیت پر ہی **ص** اور اگر نیت کی اپنے اوپر حرام کرنیکی یا کچھ نیت نہ کی تو وہ ایلار ہو جاویگا اور بعضوں کے نزدیک
اگر زوجہ سے کہا تو مجھپر حرام ہی یا کہا کہ جو مجھپر حلال ہی وہ میرے اوپر حرام ہی یا کہا کہ جو میرے سیدھے ہاتھ مین ہووے
وہ مجھپر حرام ہی طلاق واقع ہو جاویگا بغیر نیت کے واسطے عرف کے اور استعمال کے اور اسی پر فتویٰ ہی

باب خلع کے بیان مین

ف خلع کہتے ہین زوجیت زائل کرنے کو مقابلے مین اُس مال کے کہ خاوند زوجہ سے لیتا ہی **ص** مین صحیح ہی ساتھ
خلع کے وقت حاجت کے **ف** مثلاً آپسمین ایسی لڑائی پڑ جاوے کہ اصلاح اُسکی نہو سکے اور بدون حاجت کے خلع مکروہ
ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورتین کہ شرارت کرتی ہین اپنے خاوندون سے اور جو عورتین کہ خلع کرتی
ہین وہی عورتین منافق ہین اور مراد اس سے یہی ہی کہ بغیر حاجت کے ہووے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ یعنی اگر خوف کرو تم
اس بات کا کہ نہ قائم کر سکینگے حدین اللہ کی تو نہین ہی گناہ اُن دونون پر اُس چیز مین کہ بدلا دیوے عورت ساتھ
اُسکے اور روایت ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ عورت ثابت بن قیس کی آئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
پاس اور کہا یا رسول اللہ ثابت بن قیس نہین عیب لگاتی ہون مین اُسپر خلق و دین مین ولیکن مین مکروہ جانتی ہون
ناشکری کو شوہر کی اسلام مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا رد کریگی تو اُسپر باغ اُسکا کہا ہان پھر فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت کو قبول کر باغ اور دے اُسکو طلاق روایت کیا اُسکو بخاری نے اور ایک روایت مین اُسکی ہی کہ حکم کیا
ثابت کو طلاق دینے کا اُس عورت کے اور ایک روایت مین ابن ماجہ کی ہی کہ ثابت بن قیس تھا بدصورت اور عورت نے اُسکی کہا کہ اگر نہوتا
خوف اللہ کا تو جب آتا میرے پاس تو تھوکتی مین مُنہ پر اُسکے اور امام احمد کی روایت مین ہی کہ یہ اول خلع تھا اسلام
مین اور نام ثابت بن قیس کی بیوی کا جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی ہی اور دار قطنی نے اخراج کیا کہ نام اُسکا
زینب ہی اور ایک روایت مین ابو داؤد اور ابن حبان اور بیہقی کی ہی کہ نام اُسکا حبیبہ بنت سہل تھا کہا

شیخ ابن حجر نے کہ شاید اسکے دو نام ہیں اور ایک حدیث میں حبیبہ واقع ہوا اور ورنہ تو مجکو ظاہر ہوا یہ کہ ثابت بن قیس کے دو قصے ہیں کہ دو عورتوں میں اسکی واقع ہوئے کیونکہ دونوں طریقے صحیح ہیں **ص** بدلے میں اُس مال کے کہ صلاحیت رکھتا ہو مہر ہونیکی اور ایک طلاق بائن خلع سے پڑجاویگا **ف** اور یہی مشہور تر قول امام شافعیؒ کا اور ایک روایت میں ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک خلع فسخ ہو اور طلاق نہیں ہو تو بعد دو طلاق کے اگر خلع کیا تو انکے نزدیک پھر نکاح کرنا اُس سے درست ہو اور ہمارے نزدیک درست نہیں اور استدلال دونوں مذہب کا اسی آیت سے جو خلع میں وارد ہوئی ہو اور طریقہ استدلال کتب اصول میں مذکور ہو اور بھی امام شافعیؒ دلیل لاتے ہیں اثر ابن عباسؓ سے کہ وہ پوچھے گئے ایک شخص سے کہ دو طلاق دے اپنی عورت کو پھر خلع کرلے اُس سے آیا درست ہو کہ اب اُس سے نکاح کرے تو فرمایا انھوں نے کہ ہاں درست ہو چاہیے نکاح کرلے اُس سے روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے اور اخراج کیا اسکا عبد الرزاق نے اور روایت کی دارقطنی نے ابن عباسؓ سے کہ خلع فرقت ہو اور ایسا ہی مروی ہو حضرت عثمانؓ سے اور دلیل ہماری وہ ہو جو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلع ایک طلاق بائن ہو اور روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے سنن میں عباد بن کثیر سے انھوں نے ایوب سے انھوں نے عکرمہ سے انھوں نے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خلع کو ایک طلاق بائن اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل میں اور ضعیف کیا اسکو ساتھ عباد بن کثیر ثقفی کے اور روایت کی بخاری سے کہ وہ متروک ہو اور کہا نسائی نے متروک الحدیث ہو اور شعبہ سے کہ انھوں نے کہا پرہیز کرو اسکی حدیث سے اور سکوت کیا اُس سے دارقطنی نے اور ایک طریقہ اس حدیث کا صحیح ہو وہ جو روایت کی عبد الرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلاً تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خلع کو ایک طلاق بائن اور یہ مرسل ہو صحیح اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہو خصوصاً جب کہ مؤید ہوا اسکی حدیث مسند اور حکم کیا امام شافعیؒ نے بھی کہ مراسیل سعید بن المسیبؒ کے انکو حکم وصل کا ہو کیونکہ میں نے انکو مسانید پایا اور حدیث ثابت بن قیس کی جو اوپر گذری ہمارے مذہب پر دلالت کرتی ہو اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عثمانؓ سے کہ انھوں نے کیا خلع کو ایک طلاق اور حضرت ابن مسعودؓ سے کہ انھوں نے کہا نہیں ہوتا ہو طلاق بائن مگر فدیے میں یا ایلا میں اور ایسا ہی روایت کی حضرت علیؓ سے اور تفصیل کی اسکی اس مقام میں شیخ ابن الہمام نے **ص** اور اگر شرارت خاوند کی طرف سے ہو تو بدلا خلع کا لینا مکروہ ہو **ف** تحریماً اسواسطے کہ روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں **انا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم قال اذا كان الظلم من قبل المرأة فقد حلت لك الفدية وان كان من قبل الرجل فلا تحل له الفدية قال محمد وبه ناخذ** یعنی کہا ابراہیم نخعیؒ نے کہ جب ہو ظلم طرف سے عورت کے تو حلال ہو تجکو فدیہ لینا اور اگر ہو طرف سے مرد کے تو نہیں حلال ہو اسکو فدیہ کہا محمدؒ نے اسی سے ہم اخذ کرتے ہیں **ص** اور اگر شرارت طرف سے عورت کے ہووے تو جتنا مہر ہو اُس سے زیادہ لینا مکروہ ہو **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد نے مراسیل میں اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے قصہ ثابت بن قیس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا انکی عورت سے کیا پھیر دیتی ہو تو اُسپر اُسکا باغ کو کہ اُسنے تجکو مہر میں دیا ہو کہا اُسنے ہاں اور کچھ زیادہ

[حاشیہ:] اور اگر شرارت ... خلع ...

تو فرمایا آپ نے کہ زیادہ نہیں اور نکالا اُسکو دارقطنی نے اسیطرح اور کہا کہ اسناد کی اوسکی ولید نے ابن جریج سے
انھون نے عطا سے انھوں نے ابن عباسؓ سے آور مرسل صحیح ہی اور نکالا ابن الجوزی نے طریق دارقطنی سے
ابی الزبیر سے کہ ثابت بن قیس بن شماس تھی اُنکے پاس زینب بنت عبداللہ بن ابی بن سلول اور مہر مین دیا تھا اُسکو
ایک باغ تو مکروہ جانا اُسکو اُسکی عورت نے تب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا پھیر دیتی ہی تو اُسپر باغ
کہا اُسنے ہان اور کچھ زیادہ تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیکن زیادتی تو نہین تب لے لیا اُس باغ کو ثابت نے
اور چھوڑ دیا اُسکو آخر حدیث تک کہا ابن الجوزی نے کہ اسناد اُسکی صحیح ہی اور کہا دارقطنی نے کہ سنا اُسکو ابو زبیر نے
کتنے لوگوں سے اور بھی نکالا دارقطنی نے اپنی سند سے عطا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ لیوے مرد
اُس عورت سے جس سے خلع کرے زیادہ اُس سے کہ دیا ہی اُسکو اور روایت کیا اُسکو ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے اور اُسمین ہی کہ
حکم کیا ثابت کو کہ لے لیوے باغ اپنا اور نہ زیادہ لیوے کہا بعض محققین نے کہ نہیں شک ہی ثبوت اس زیادت مین
ساتھ مرسل صحیح کے کہ مؤید ہوگئی ساتھ مسند اور مرسل کے اور روایت کی امام محمد نے آثار میں اور امام ابوحنیفہؒ نے
مسند میں اور عبدالرزاق نے اور وکیع نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا انھوں نے نہ لیوے مرد عورت سے زیادہ اُس سے کہ دیا ہی اور
جامع صغیر مین روایت ہی امام ابوحنیفہؒ سے کہ مکروہ نہیں اور اس روایت کی دلیل اطلاق آیت ہی آہ۔ دوسرے یہ کہ زیادت
(زیادہ مہر سے لینا)
کی ابن الجوزی نے ابوسعید خدری سے کہا انھون نے تھی بہن میری زوجیت مین ایک مرد انصاری کے کہ
نکاح کیا تھا اُس سے باغ پر آخر حدیث تک یہان تک کہ فرمایا اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا پھیر دیتی ہی تو
اُسکو باغ اور وہ طلاق دے تجکو کہا اُسنے ہاں اور زیادہ کرتی ہون تب فرمایا آپ نے کہ پھیر دے اُسپر باغ اور نہ زیادہ کر
اُسپر لیکن یہ حدیث صحیح نہیں اسناد مین اُسکی عطیہ آدمی ہی کہا ابن حبان نے کہ نہیں حلال ہی لکھنا اُسکی حدیث کا اور بھی
اسناد مین اُسکی حسن بن عمارہ ہی کہا بقیہ نے کذاب ہی واللہ اعلم **ص** اور اگر طلاق دیا عورت کو مال پر یا مال کے
ساتھ اور زوجہ نے قبول کیا طلاق بائن واقع ہوگا اور زوجہ پر مال لازم ہوگا آور جو شراب یا سور پر طلاق دیا تو طلاق رجعی
واقع ہوگا اور زوجہ پر کچھ نہ لازم آویگا آور اگر شراب یا سور پر خلع کیا تو عورت کو طلاق بائن واقع ہوگا **ف** کیونکہ
حدیث مین ہی کہ خلع ایک طلاق بائن ہی **ص** اور زوجہ پر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر زوجہ نے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ
مین ہی اُسکے بدلے میں خلع کرلے اور خاوند نے قبول کیا اور عورت کے ہاتھ مین کچھ نہ نکلا ایک طلاق بائن واقع ہوگا
اور زوجہ پر کچھ لازم نہ آویگا آور اگر عورت نے کہا کہ خلع کر مجھ سے اُس مال پر جو میرے ہاتھ مین ہی یا اُن درہمون پر جو
میرے ہاتھ مین ہین اور خاوند نے خلع کیا اور عورت کے ہاتھ مین کچھ نہ نکلا تو اول صورت مین جو کچھ مہر سے لیا ہی پھیر
دیوے اور دوسری صورت مین تین درم دیدیوے **ف** اسواسطے کہ اقل جمع کے تین ہین آور اگر خلع کیا عورت نے
خاوند سے اس بات پر کہ جو کچھ اُسکے گھر مین ہی وہ خاوند کے واسطے ہی تو جائز ہی اور جو کچھ اُس ساعت میں گھر مین ہوگا تو وہ
خاوند کا ہی آور اگر کچھ نہ نکلا تو عورت پر کچھ نہیں آور اگر زوجہ نے خلع کیا اُسپر جو کچھ گھر مین ہی مال وغیرہ سے تو خاوند کو جو کچھ
ہوگا دیدیا جاویگا اور اگر کچھ نہ نکلا تو جتنا مہر کہ خاوند سے لیا ہی وہ خاوند کو پھیر دیگی ھکذا فی الکفایہ **ص** اگر عورت نے

ایک غلام پر جو حاضر نہیں ہے یا گم ہو گیا ہے خاوند سے خلع کیا طلاق واقع ہوگا اور اس غلام کا تسلیم کرنا عورت کو واجب ہوگا اگر تسلیم پر قادر ہو اور قیمت اسکی اگر اسکی تسلیم سے عاجز ہووے اگر چہ عورت نے شرط لگائی ہو کہ میں اسکی تسلیم کی ضامن نہیں ہوں

اور اگر کسی عورت نے خاوند سے کہا طَلِّقْنِي ثَلٰثًا بِاَلْفٍ یعنی تین طلاق دے مجکو بدلے تین ہزار روپیہ کے اور خاوند نے اسکو ایک طلاق دیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور عورت پر تہائی حصہ ہزار روپیہ کا لازم ہوگا اور اگر کہا عورت نے طَلِّقْنِي ثَلٰثًا عَلٰى اَلْفٍ یعنی تین طلاق دے مجکو اوپر ایک ہزار روپیہ کے اور خاوند نے اسکو ایک طلاق دیدیا تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگا نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور عورت پر کچھ لازم نہ آویگا اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور تہائی ہزار روپیہ کی زوجہ پر لازم ہوگی

اور اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طلاق دے اپنے تئیں تین بدلے میں ہزار کے یا اوپر ایک ہزار کے اور عورت نے اپنے کو ایک طلاق دیا تو کچھ واقع نہوگا اور اگر مرد نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے اور تیرے ہزار میں یا لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے اور اوپر تیرے ہزار ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہوجاویگا اور لونڈی آزاد ہوجاویگی برابر ہے کہ قبول کیا ہو ہزار کو یا نہ کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر زوجہ اور لونڈی نے ہزار قبول کیے ہیں تو ہزار انپر لازم آویگے اور اگر قبول نہیں کیا تو زوجہ پر طلاق واقع ہوگا اور لونڈی آزاد ہوگی اور خلع عورت کے حق میں معاوضہ ہے یہانتک کہ صحیح ہے کہ عورت قبل قبول کرنے خاوند کے رجوع کر جاوے جب کہ ایجاب عورت کی طرف سے ہو ف تو اگر کسی عورت نے خاوند سے کہا کہ خلع کرلے مجھسے اتنے مال پر اور قبل قبول کرنے خاوند کے پھر گئی تو جائز ہوگا ص اور شرط خیار کی صحیح ہے واسطے عورت کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور نزدیک صاحبین کے صحیح نہیں ف تو اگر خاوند نے عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اوپر ہزار روپیہ کے اور تجکو خیار ہے تین دن تک تو اگر عورت رد کرے خیار کو تین دن میں باطل ہوگا اور اگر رد نکیا تین دن تک تو اسکو طلاق پڑجاویگا اور ہزار روپیہ لازم آوینگے ص اور جب کہ ایجاب عورت کی طرف سے ہو تو مقصود ہوگا قبول کرنا خاوند کا مجلس میں ف تو اگر بعد اختلاف مجلس کے قبول کریگا معتبر نہوگا ص اور خاوند کے حق میں یمین ہے تو جب ایجاب خاوند کی طرف سے ہو تو نہیں صحیح ہے رجوع اسکا قبل قبول کرنے عورت کے اور نہیں صحیح ہے شرط خیار کی واسطے خاوند کے اور قبول زوجہ کا مقید ساتھ مجلس کے ہوگا ف تو اگر عورت بعد اختلاف مجلس کے قبول کرے جائز ہوگا ص اور جانب غلام کا عتاق میں مال پر بمنزلہ جانب عورت کے ہے طلاق میں تو غلام کی طرف سے معاوضہ ہوگا اور مولی کی طرف سے یمین ہوگی ف تو صحیح ہوگا رجوع کرنا غلام کا قبل منظور کرنے مولی کے اور خیار ہوگا غلام کو اور ضرور ہوگا قبول مولی کا مجلس میں اور نہیں صحیح ہوگا رجوع مولی کا قبل قبول کرنے غلام کے اور نہیں صحیح ہوگی شرط خیار کی واسطے مولی کے اور نہ موقوف ہوگا منظور کرنا غلام کا مجلس میں ص اور اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ کل میں نے تجکو ہزار درم پر طلاق دیا تھا اور تو نے قبول نہیں کیا تھا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو قول خاوند کا ساتھ قسم کے مقبول ہوگا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ کل اس غلام کو بدلے میں ہزار درم کے تیرے ہاتھ بیچا تھا اور تو نے قبول نہیں کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو قول مشتری کا قبول ہوگا ساتھ قسم کے ف اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں میں اصل میں کو رہی ص اور خلع اور مبارات

ف اور وجہ یہ ہو کہ ہر ایک دوسرے کو بری کر دے ص ساقط کر دیتے ہین ہر حق کو جو ایک کا دوسرے پر ہو اُن حقون مین سے جو متعلق ہین نکاح سے ف مثلاً ایک عورت کا مہر ہزار درم تھا اور اُسنے تمام لینے مہر کے سو درم پر خاوند سے خلع کیا تو خاوند پر کچھ مہر و نفقہ لازم نہ آویگا اور اگر بعد لینے مہر کے سو درم پر خلع کیا تو خاوند کو سوا سو درم کے اور کچھ نہ ملیگا ص اور جو حقوق کہ نکاح سے متعلق نہین جیسے قیمت اُس اسباب کی کہ زوجہ نے خاوند سے اُسکو خریدا ہو ساقط ہونگے اور مہر و نفقہ ساقط ہو جاوینگے لیکن نفقہ ایام عدت کا تو نہین ساقط ہوگا بغیر ذکر کے ایسا ہی ہو ذخیرہ مین اور مہر ساقط ہو جاویگا بغیر ذکر کے اور اگر باپ نے اپنی لڑکی نابالغہ کی طرف سے اُسکے خاوند سے خلع کیا تو لڑکی پر کچھ لازم نہ آویگا اور مہر اُسکا ساقط ہوگا اور طلاق پڑ جاویگا اُسپر صحیح روایت مین ف اور بعضون نے کہا ہو کہ طلاق واقع نہوگا اور اول صحیح ہو جیسا کہ ہدایہ مین ہو اور مراد طلاق سے طلاق بائن ہو ص اور اگر باپ بدل خلع کا ضامن ہو گیا ہو تو صحیح ہو اور اُسپر مال لازم آویگا ف اور مہر ساقط ہوگا ہدایہ ص اور اگر شرط کیا بدل خلع کو اُس لڑکی پر پس اگر قبول کیا اُسنے اور وہ اہل قبول سے ہو تو اُسپر طلاق پڑ جاویگا اور مال لازم نہ آویگا ف یعنی وہ اہل قبول سے ہو یعنی جانتی ہو کہ خلع کیا چیز ہو اور نکاح کیا چیز ہو تو اگر اُس مال کو زوجہ کی طرف سے باپ نے قبول کیا تو اُسمین دو روایتیں ہین ایک روایت مین طلاق واقع ہوگا اور ایک روایت مین طلاق نہ واقع ہوگا ہدایہ

ص باب ظہار کے بیان مین

ظہار شرع مین کہتے ہین اسکو کہ مرد تشبیہ دے اپنی زوجہ کو یا اُسکے اُس عضو کو جس سے کل زوجہ سے تعبیر کرتے ہیں یا کسی عضو شائع کو اُس سے ف مثلاً یون کہے کہ ثلث تیرا یا ربع تیرا ص ساتھ اعضا محارم کے کہ اُسپر نظر کرنا اُسکو حرام ہو جاتا ہے وہ محارم رضاعی ہون یا نسبی ف تو اگر تشبیہ نہ دی اور کہا کہ تو میری ماں ہو یا بہن ہو یا بیٹی ہو تو ظہار نہوگا اور اگر عورت سے کہے کہ تو میرے اوپر ایسا ہو جیسے پشت میری ماں کی تو کچھ نہین ص تو اگر کہے کہ تو اوپر میرے مثل پشت یا شکم میری ماں یا بہن یا پھوپھی کے ہو یا کہے سر تیرا یا فرج تیری مثل پشت یا شکم مادر ان یا فرج میری ماں یا بہن یا پھوپھی کے ہو یا کہے نصف تیرا یا ثلث تیرا مثل پشت یا شکم میری خالہ یا بہن کے ہو تو ظہار ثابت ہوگا اور حرام ہوگی وطی اُس سے اور دواعی وطی یہانتک کہ کفارہ دیوے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ الآیۃ یہانتک کہا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ص تو اگر وطی کی قبل کفارہ دینے کے استغفار مانگے اور کفارہ دیوے ظہار کا فقط اور اُس وطی حرام کے بارے مین کچھ دینا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ روایت ہو سلمہ بن صخر سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس مظاہر مین کہ جماع کرے قبل کفارہ دینے کے دیوے کہ ایک ہی کفارہ ہو روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ہدایہ مین ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے اُسکے استغفار کر اللہ سے اور نہ عود کر یہانتک کہ کفارہ دے اور روایت کی مانند اُسکے ابن عباس سے کہ ایک مرد نے ظہار کیا عورت سے اپنی پھر جا پڑا اُسپر پھر آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور عرض کیا مین جا پڑا اُسپر کفارہ دینے کے پہلے فرمایا پھر نہ پاس جا اُسکے جب تک کر لے جو حکم فرمایا تجکو اللہ نے اخراج کیا اسکو جماعت نے اور صحیح کیا اُسکو ترمذی نے اور ترجیح دیا یہی کفارہ

نسائی نے اور سال کو اسکے اور روایت کیا اسکو بزار نے ایک دوسرے طریق سے نقل کی اسنے ابن عباس سے
اور یاد کیا اسمیں کفارہ دے اور اعادہ کیا اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں اَنَا اَبُوحَنِیفَۃَ عَنْ
حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ فِی الرَّجُلِ یُظَاھِرُ مِنِ امْرَأَتِہٖ ثُمَّ یَقَعُ بِھَا قَبْلَ اَنْ یُّکَفِّرَ قَالَ قَدْ اَسَاءَ وَلَا یَعُدْ
ص اور پھر وطی نکرے جب تک کفارہ نہ دے لیوے اور جب تک کہ مرد بعد ظہار کے قصد وطی کا نکرے
کفارہ لازم نہوگا ف اور اگر قبل کرنے قصد وطی کے کوئی خاوند جورو میں سے مر جاوے کفارہ لازم نہ آویگا اور اگر قصد
وطی کے پھر حرام کرے کہ بعد اُس سے وطی نکریگا تو بھی کفارہ ساقط ہوگا اور اگر ظہار موقت کیا جیسے کہے کہ تو میرے اوپر
مانند پشت میری ماں کے ہے ایک سال تک تو اب سال کے اندر قبل کفارہ دینے کے وطی حرام ہے اور بعد سال گذر جانیکے
قبل کفارہ دینے کے وطی درست ہے اسواسطے کہ اب کفارہ ساقط ہو گیا بسبب گذر جانے وقت کے اور عورت کو مطالبہ
کفارے کا خاوند سے پہونچتا ہے اور حاکم خاوند پر جبر کریگا کفارے پر قید اور ضرب سے اور نکاح باقی رہیگا اور یہ حرمت
بغیر دینے کفارے کے زائل نہوگی اور اسیواسطے اگر عورت سے ظہار کرکے اُسکو طلاق دیدیا اور پھر اُس سے
نکاح کیا بعد عدت کے یا دوسرے خاوند کی طلاق کے بعد تو اب بھی وطی اُسکو حرام ہے یہانتک کہ کفارہ دیوے
جامع الرموز ص اور یہ جتنے الفاظ گذر چکے سوائے ظہار کے اور کچھ نہونگے برابر ہے کہ نیت کرے ظہار کی یا
کچھ نیت نکرے اور طلاق اور ایلا نہونگے اور اگر اپنی زوجہ سے کہا کہ تو اوپر میرے مثل میری ماں کے ہے تو اُسکی
نیت پر مدار ہوگا اگر اُسنے کہا کہ میری نیت کرامت کی تھی تو ویسا ہی ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے ارادہ ظہار کا کیا تھا تو ظہار
ہو جاویگا اور اگر کہا کہ میں نے ارادہ طلاق کا کیا تھا تو طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ تھی تو لغو ہو جاویگا ف
نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ اُسکو محمول کر سکتے ہیں کرامت پر اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہوگا ہدایہ ص اور اگر
اپنی زوجہ سے کہا کہ تو اوپر میرے حرام ہے مثل میری ماں کے تو جیسی نیت ہوگی ظہار یا طلاق وہی ہوگا ف اور اگر
کچھ نیت نہوگی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایلا ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہدایہ ص اور اگر کہا کہ تو اوپر میرے حرام ہے مانند
پشت میری ماں کے تو ظہار ہوگا اگرچہ نیت کی طلاق یا ایلا کی اور سوا ظہار کے کچھ نہوگا ف نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور
نزدیک صاحبین کے اُسکی نیت پر رہیگا لیکن فرق یہ ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک جب نیت طلاق کی کریگا تو ظہار نہوگا اور
ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں ہو جاوینگے ہدایہ ص اور خاص ہے ظہار اپنی زوجہ سے تو لونڈی سے اگر ظہار کیا
کچھ لازم نہوگا ف روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں ابو حنیفہؒ سے انھوں نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے
کہ ظہار لونڈی سے واقع ہوگا اگر ظہار کرے اُس سے خاوند اُسکا اور نہ واقع ہوگا ظہار اگر ظہار کرے اُس سے مولیٰ
اُسکا کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ یُظَاھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ اور لونڈی زوجہ نہیں کہ اُسپر
ظہار واقع ہووے اور یہی قول ہے امام اوزاعی اور سعید بن المسیب اور مجاہد اور عامر شعبی کا انتہی اور امام مالکؒ کے نزدیک
ظہار لونڈی سے ہو جاتا ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک نہیں ہوتا اور ایسا ہی کہا عکرمہ نے ذکر کیا اُسکو بخاری نے
تعلیقاً اور مجاہد نے اخراج کیا اُسکا سعید بن منصور نے ص اگر نکاح کیا ایک عورت سے بغیر اُسکے حکم کے

پھر ظہار کیا اُس سے اور پھر عورت نے اجازت دی نکاح کی تو ظہار باطل ہے اور اگر اپنی چار عورتوں سے کہا کہ تم اوپر میرے مانند میری ماں کی پشت کے ہو تو اُن سب سے ظاہر ہو جاویگا اور اُسکو ہر ایک کی طرف سے جدا جدا کفارہ لازم ہوگا **ف** روایت کی امام محمد نے آثار مین اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا ظَاهَرَ الرَّجُلُ مِنْ اَرْبَعِ نِسْوَةٍ فَعَلَيْهِ اَرْبَعُ كَفَّارَاتٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ یعنی کہا ابراہیم نخعی نے کہ جس وقت ظہار کیا مرد نے چار عورتوں سے تو اُسپر چار کفارے ہین

فصل کفارۂ ظہار کے بیان مین

ص کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ ایک بردہ آزاد کرے **ف** تو اگر نہ پاوے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور اگر اُسکی بھی استطاعت نہو تو ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلاوے اسواسطے کہ کلام اللہ مین ایسا ہی وارد ہوا ہے **ص** مسلمان ہو یا کافر اور امام شافعی کے نزدیک کافر درست نہین **ف** اور دلیل ہماری اطلاق ہے آیت کا **ص** عورت ہو یا مرد چھوٹا ہو یا بڑا اگرچہ اونچا سنتا ہو اور اگر بہرہ ہو یعنی بالکل نہ سنتا ہو تو جائز نہین اور جائز ہے کانا جسکی ایک چشم درست ہو اور جسکا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہو خلاف سے **ف** یعنی داہنا ہاتھ اور بایان پیر کٹا ہو اور یا بایان ہاتھ اور داہنا پیر کٹا ہو **ص** اور وہ مکاتب جسنے کچھ ادا نہین کیا **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جب تک کہ اُسپر ایک درم باقی ہے روایت کیا اُسکو ابوداؤد نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے **ص** اور جائز ہے کہ اپنا قریب رشتہ دار جیسے باپ یا بیٹا نیت کفارہ سے خرید کر کے کفارے مین دیوے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہین تو اگر بغیر نیت کفارے کے خرید کیا کفارہ نہوگا اگرچہ پھر نیت کفارے کی کر لے جامع الرموز **ص** اور یہ بھی درست ہے کہ پہلے آدھا غلام آزاد کرے اور پھر باقی آزاد کر دے اور جائز نہین وہ غلام یا لونڈی جسکی جنس منفعت فوت ہو مثلاً دیوانے لایعقل کو کفارے مین آزاد کرے اور یا اندھے کو تو جو شخص کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی ہوشیار تو اُسکو آزاد کر دینا جائز ہے اور یہ بھی جائز نہین جو رقبہ کہ دونون ہاتھ یا دونون پیر اُسکے یا دونون انگوٹھے ہاتھ کے **ف** یا تین انگلیان ہر ہاتھ سے **ص** یا ایک ہاتھ اور ایک پیر ایک ہی طرف سے کٹے ہون اور یہ بھی جائز نہین کہ مدبر کو کفارے مین آزاد کرے **ف** مدبر اُس غلام کو کہتے ہین کہ مولا اُسکے کہدے کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہے اور اسکا بیان آگے آویگا **ص** اور نہ وہ مکاتب جسنے کچھ بدل کتابت ادا کیا ہے اور نہ وہ غلام کہ مشترک ہو اور اپنا حصہ آزاد کر دے پھر باقی کو آزاد کرے بعد ضمان کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اگر آزاد کرنیوالا مالدار ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصے کا ضامن ہو جاویگا تو گویا اُسنے کل غلام آزاد کیا اور اگر مفلس ہے تو اُنکے نزدیک بھی جائز نہین اور اگر آدھا غلام آزاد کیا نیت کفارے سے اور پھر باقی غلام بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کیا تھا آزاد کیا تو بھی جائز نہین اسواسطے کہ آزاد کرنا قبل جماع کے چاہیے اور صاحبین کے نزدیک درست ہو جاویگا اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بعض آزاد کرنے سے کل آزاد ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ عاجز ہو رقبہ آزاد کرنے سے **ف** یعنی بعد رکھ لینے خرچ حاجت اصلی کے جیسے کپڑے پہننے کے یا گھر رہنے کا اور امام محمد سے مروی ہے کہ پیشے والا ایک روز کی خوراک رکھ لے اور غیر پیشے والا ایک مہینے کی محیط

ص دو مہینے لگاتار روزے رکھے کہ اُن مہینوں میں رمضان اور روز عید اور تین دن ایام تشریق کے نہ آویں اور اگر اُن دونوں میں ایک دن بھی افطار کیا اگرچہ عذر سے ہو یا وطی کی رات میں قصدا یا دن میں سہوا تو پھر سے روزے شروع کرے یعنی اُن روزوں کو جو پہلے رکھے ہیں کفارے میں شمار نہ کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک شروع نہ کرے اور اُن روزوں کو ملا کے تمام کر دیوے **ف** جامع الرموز میں لکھا ہے کہ اگر اثنائے کفارہ میں آفتاب کے غروب تک غلام کے آزاد کرنے پر قادر ہو جاوے تو عجز ثابت نہ ہوگا **ص** اور اگر روزے سے عاجز ہو تو آپ کھلاوے یا اُسکا نائب ساٹھ مسکینوں کو ہر ایک کو بقدر صدقۂ فطر کے **ف** یعنی گیہوں سے نصف صاع اور جو اور خرمے سے ایک صاع اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا یعنی جو شخص کہ طاقت نہ رکھے روزے کی تو کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث اوس بن صامت اور سہل بن صخر میں کہ واسطے ہر مسکین کے نصف صاع گیہوں ہے اسا ہی ہدایہ میں کہا زیلعی نے تخریج میں اور صواب سلمہ بن صخر ہے اور ہدایہ میں سہیل بن صخر واقع ہوا اور یہ قدر غریب ہے لیکن روایت کیا طبرانی نے معجم میں اوس بن صامت سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلا تو ساٹھ مسکینوں کو تیس صاع تو کہا اوس نے کہ میں مالک نہیں ہوں اسکا مگر یہ کہ اعانت کیجئے آپ میری یا رسول اللہ تو اعانت کی اُنکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ پندرہ صاع کے اور اور لوگوں نے یہانتک کہ پہونچ گیا تیس صاع تک اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ حضرت نے اُنکی بیوی سے کہا کہ لیجا یہ عرق کھجور کا اور کھلا دے اُسکو ساٹھ مسکینوں کو اور روایت میں ساٹھ صاع کا تھا اور عرق کہتے ہیں زنبیل کو **ص** اور اگر ہر ایک کو قیمت صدقۂ فطر کی دیدیوے تو بھی درست ہے اور امام شافعی کے نزدیک قیمت کا دینا درست نہیں اور اگر ہر ایک کو صبح و شام پیٹ بھر کے کھانا کھلایا تو بھی جائز ہوگا اگرچہ کم میں سیر ہو گئے ہوں اور اگر ہر ایک کو ایک سیر گیہوں اور دو سیر جو یا خرمے دیدیے تو بھی درست ہے **ف** مطلب یہ ہے کہ دونوں ملکے برابر نصف صاع گیہوں کے یا ایک صاع جو اور خرمے کے ہو جاویں **ص** اور اگر ایک شخص کو دو مہینے تک ہر روز بمقدار صدقۂ فطر کے دیا یا اُسقدر قیمت دی یا ہر روز دونوں وقت پیٹ بھر کے کھانا کھلایا تو بھی درست ہوگا اور اگر دو مہینے کا صدقہ ایک ہی روز میں ایک شخص کو دیدیا تو درست نہوگا مگر اُسی روز سے مسدل دیا ہے اور اگر دو ظہار کی نیت سے ساٹھ شخصوں کو کھانا دیا ہر ایک کو ایک ایک صاع گیہوں کا تو شیخین کے نزدیک ادا ہوگا مگر ایک ظہار سے اور امام محمد کے نزدیک دونوں ظہار سے ادا ہو جاویگا اور اگر نیت سے کفارۂ افطار اور ظہار سے دیا ہے تو سب کے نزدیک دونوں سے ادا ہو جاویگا **ف** اور وجہ اسکی شرح عربی میں مذکور ہے **ص** اور اگر دو ظہار سے چار ماہ تک روزے رکھے یا ایک سو بیس شخصوں کو کھانا دیا یا دو غلام کو آزاد کیا تو دونوں ظہار کا کفارہ ادا ہو جاویگا اگرچہ کسی کو معین کیا ہو اور اگر دو ظہار کی نیت سے دو ماہ تک روزے رکھے یا ایک غلام کو آزاد کیا تو کسکے واسطے چاہے معین کر دے اور اگر نیت کفارۂ قتل خطا اور ظہار سے ایک غلام کو آزاد کیا تو کسی کی طرف سے جائز نہوگا اور امام زفر کے نزدیک دونوں صورتوں میں **ف** یعنی دونوں ظہار کی نیت میں اور ظہار

اور کفارہ قتل کی نیت میں ص کسی شے کا فی ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک دونوں صورتوں میں جس جانب معین
کر دے اور اگر غلام نے ظہار کیا ف ظہار غلام کا باتفاق ائمہ صحیح ہے اور یہی ماثور ہے تابعین سے ص تو بقدر دو مہینے روزے
رکھے اور بدلہ معین ہے کہ مولی اسکا مال اسکی طرف سے کفارہ دیوے اسواسطے کہ کفارہ عبادت ہے تو دوسرے کے کرنے سے ادا نہ ہوگا

ص باب لعان کے بیان میں

ف لعان شرع میں عبارت ہے اُن شہادات سے جو جاری ہوتے ہیں درمیان جورو اور خاوند کے ساتھ الفاظ معروفہ
کے فتح القدیر ص جس شخص نے اپنی زوجہ عفیفہ پاکدامن کو جو زنا کے ساتھ متہم نہوئی ہو مثل اس عورت کہ اسکے پاس
لڑکا ہوا اور باپ اسکا معلوم ہو تہمت زنا کی لگائی ف مثلاً یون کہا کہ تو زانیہ ہے یا مین نے دیکھا تھا کہ تو زنا کرتی تھی یا لڑکا اسکا زانیہ اور
امام مالک کے نزدیک مشہور مذہب میں لعان یا زانیہ میں ہوگا بلکہ حد واجب ہوگی اور یہی قول ہے لیث اور عثمان اور یحیی بن سعید کا فتح
ص اور دونوں خاوند اور جورو صلاحیت شہادت کی رکھتے ہوں ف یعنی دونوں حر بالغ عاقل مسلمان ہوں اور کبھی حد قذف اُن پر پڑی
ہو ص اور اگر وہ عورت متہمہ ہو مثلاً اسکے پاس ایک لڑکا ہے اور اسکا باپ معروف نہیں تو اسکے قذف سے لعان نہیں ف یا اُس
عورت نے نکاح فاسد کیا اور دخول کیا اُس سے یا اُسنے اپنی عمر میں کبھی زنا کیا ہو اگرچہ ایک بار ہو یا وطی حرام کی ہو شبہہ سے
اگرچہ ایک بار تب بھی لعان جاری نہوگا ص یا اسکے لڑکے کے نسب کو نفی کیا اور عورت نے مطالبہ کیا حد قذف
کا تو خاوند پر لعان واجب ہوگا ف اور طلب کرنا عورت کا شرط ہے کیونکہ وہ اسکا حق ہے ہدایہ ص تو اگر
انکار کرے لعان سے قید کیا جاویگا یہان تک کہ لعان کرے ف اسواسطے کہ یہ حق ہے عورت کا خاوند پر
اور خاوند اسکے پورے کرنے پر قادر ہے ص یا اپنے کو جھٹلاوے تو حد مارا جاوے تو اگر لعان کیا مرد نے پھر لعان کرے
عورت اور اگر لعان نہ کیا اُسنے قید کی جاویگی یہان تک کہ لعان کرے ف اسواسطے کہ یہ حق ہے عورت پر اور عورت قادر ہے
اسکے ایفا پر تو قید کی جاویگی ص یا خاوند کی تصدیق کرے تو اسکے لڑکے کا نسب خاوند سے دور ہو جاویگا لیکن اُسپر حد زنا واجب
نہوگی اس تصدیق سے تو اگر خاوند غلام ہے یا کافر ہے یا حد قذف مارا گیا ہے تو خاوند پر حد قذف پڑیگی کیونکہ ان صورتون
مین وہ اہل لعان سے نہیں بوجہ نہ صلاحیت رکھنے شہادت کے ف تو رجوع ہو جاویگا طرف موجب اصلی کے اور وہ
قول اللہ تعالی کا ہے وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الآیۃ اور خاوند کے کافر ہونے کی صورت یہ ہے کہ پہلے سے دونو
کافر تھے اور عورت اسلام لائی قبل اسلام لانے خاوند کے اور خاوند نے اسکو تہمت زنا کی لگائی قبل عرض اسلام کے
اسپر ایسا ہی ہے فتح القدیر میں ص اور اگر مرد صلاحیت شہادت کی رکھتا ہے اور عورت لونڈی ہے یا کافرہ ہے یا حد قذف
پڑی ہے اسپر یا صبیہ ہے یا مجنونہ ہے یا زانیہ ہے تو خاوند پر حد یا لعان کچھ لازم نہ آویگا کیونکہ جس صورت میں وہ عورت زانیہ
ہے تو پاکدامن نہ رہی اور غیر زانیہ میں وہ صالح شہادت کی نہیں تو خاوند پر حد نہیں اسواسطے کہ وہ غیر محصنہ ہے اور لعان بھی
نہیں کیونکہ وہ عفیفہ یا صالح شہادت نہیں ہے ف اور اصل اس باب میں قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے چار عورتیں
ہیں کہ نہیں ملاعنہ ہے درمیان انکے نصرانیہ تحت میں مسلمان کے اور یہودیہ تحت میں مسلمان کے اور غلام کے تحت میں حرہ کے
اور حرہ نیچے غلام کے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے ابن عطا سے انھوں نے اپنے باپ عطا خراسانی سے انھوں نے

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور اخراج کیا اسکا دار قطنی نے عثمان بن عبد الرحمن وقاصی سے انھوں نے عمرو بن شعیب سے اور طریق ابن ماجہ سے بھی اور کہا کہ متابعت کی عثمان بن عطاء خراسانی کی یزید بن زریع نے عطاء سے اور وہ بھی ضعیف ہے اور روایت کیا اسکو اوزاعی اور ابن جریج سے اور یہ دونوں بڑے امام ہیں انھوں نے عمرو بن شعیب سے لیکن انھوں نے اسکو مرفوع نہیں کیا پھر اخراج کیا اسکا موقوفاً پھر اخراج کیا اسکا عمار بن مطر سے انھوں نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے اور ذکر کیا مانند اسکے اور ضعیف کیا اسکے راویوں کو کہا شیخ ابن الہمام نے اور تو جانتا ہے کہ حدیث ضعیف جب متعدد طریقوں سے روایت کی جاوے تو حجت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایسی ہی ہے سو صاحب کہ معتضد ہوا اسکے روایت اوزاعی اور ابن جریج کی موقوفاً عمرو بن شعیب کے دادا پر اور تفصیل کی اس مقام میں زیلعی نے تخریج ہدایہ میں ص اور صورت لعان کی یہ ہے کہ اول خاوند کہے چار مرتبہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّيْ لَصَادِقٌ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی گواہی دیتا ہوں میں ساتھ خدا کے کہ میں سچا ہوں نسبت کرنے میں زنا کی طرف اسکے اور پانچوین مرتبہ کہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فِيْمَا رَمَاهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی لعنت اللہ کی خاوند پر اگر اس زنا کی نسبت کرنے میں جھوٹا ہو اور ہر بار کہنے میں جورو کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت کہے چار مرتبہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَكَاذِبٌ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی گواہی دیتی ہوں میں ساتھ اللہ کے کہ خاوند کاذب ہے نسبت کرنے میں زنا کی طرف میرے اور پانچوین مرتبہ کہے غَضَبُ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ صَادِقًا فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی غضب اللہ کا ہو زوجہ پر اگر خاوند سچا ہو نسبت کرنے میں زنا کی طرف میری ف کیونکہ ایسا ہی وارد ہوا ہے کلام اللہ میں اور اگر قاضی اول زوجہ سے شہادتین لیوے تو اسکا اعتبار نہیں پھر بعد لعان کرنے خاوند کے پھر زوجہ سے شہادتین لی جاوین اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا ص پھر قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کردے ف اور جبتک قاضی تفریق نکریگا تو تفریق نہوگی اور امام زفرؒ کے نزدیک فقط لعان سے فرقت ہو جاتی ہے تو اگر قبل تفریق قاضی کے کوئی دونوں میں سے مرجاوے وارث ہوگا اور دلالت کرتا ہے ہمارے مذہب پر وہ جو مروی ہے صحیحین میں ابن عمرؓ سے تحقیق کہ ایک شخص نے لعان کیا اپنی عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو تفریق کردی آپ نے درمیان ان دونوں کے اور ملا دیا لڑکے کو ساتھ ماں اسکی کے اور وہ جو سنن ابو داؤد اور صحیحین میں ہے عویمر عجلانی سے جب وہ دونوں فارغ ہوے لعان سے تو کہا عویمر نے کہ جھوٹ بولا میں اگر روک رکھوں میں زوجہ کو تو طلاق دیدے عویمر نے اسکو تین طلاق اور جاری کیا اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہ امر سنت ہو گیا کہا سہل نے حاضر تھا میں اسوقت نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر جاری ہوئی سنت بعد متلاعنین میں یہ کہ تفریق کردی جاوے پھر نہ جمع ہو دین کبھی اور بیہقی نے اس مقام پر اعتراض کیا ہے اور جواب اسکا مذکور ہے فتح القدیر میں ص اور اگر نفی ولد سے تہمت لگائی ہے یا اس سے اور زنا سے تو اسکو ذکر کرے لعان میں ف تو فقط نفی ولد میں زوج کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّيْ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُكِ بِهٖ مِنْ نَفْيِ الْوَلَدِ اور عورت کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ مِنْ نَفْيِ الْوَلَدِ + اور دونوں کی صورت میں خاوند کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّيْ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا

وَنَفَى الْوَلَدَ اور عورت کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهِ مِنَ الزِّنَا فِيْ نَفْيِ الْوَلَدِ پھر قاضی تفریق
کردے اور نفی کرے نسب اس لڑکے کا خاوند سے اور ملا دے اسکو ماں سے ف اور دلیل اسکی یہ ہے ... ص
اور بائن ہو جاویگی وہ عورت خاوند سے ساتھ ایک طلاق بائن کے تو اگر بعد تفریق کے یا قبل تفریق کے بعد لعان کے خاوند نے اپنے
تئیں جھٹلایا تو اسکو حد قذف ماری جاویگی اور حلال ہو جاویگا خاوند کو نکاح اسکا اسواسطے کہ اب نہیں باقی رہے اہل لعان اور قول آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا یعنی دونوں لعان کرنے والے نہیں جمع ہونگے کبھی ف روایت
کیا اسکو دار قطنی نے ابن عمر سے مرفوعا اور کہا صاحب تنقیح نے اسناد اسکی جید ہے اور تحقیق موقوفا علی اور ابن مسعود سے اور
روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے عمر اور ابن مسعود سے موقوفا اور ابن ابی شیبہ نے موقوفا حضرت عمر اور ابن عمر اور ابن مسعود سے
کہ کہا ہے اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا ص جب ہو کہ دونوں متلاعنین نہیں اسواسطے کہ علت ان دونوں کے
جمع نہونے کی لعان ہے تو جس گاہ لعان باطل ہوا تو اسکا حکم یعنی نہ جمع ہونا وہ بھی باقی نہ رہیگا ف اور تفصیل اسکی
فتح القدیر میں ہے ص اور اسیطرح اگر بعد لعان اور تفریق کے زوج نے کسیکو تہمت زنا کی لگائی اور اسپر حد پڑی یا زوجہ نے
کسی سے زنا کیا اور حد کھائی تو اب بھی نکاح ان دونوں میں حلال ہو جاویگا اسواسطے کہ اہلیت لعان کی باقی نہ رہی تو اسکا حکم بھی نہ رہیگا
اور اگر گونگے نے اشارے سے اپنی زوجہ کو قذف کیا تو لعان لازم ہوگا اور حد قذف اسپر نہ پڑیگی ف اسواسطے کہ اسمیں شبہہ ہے
اور حدود دفع ہو جاتے ہیں شبہوں سے ص اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ حمل تیرا مجھسے نہیں ہے تو نزدیک امام کے لعان لازم نہوگا اگرچہ
چھ مہینے سے کم میں جنی اور نزدیک صاحبین کے اگر چھ مہینے سے کم میں جنی تو لازم ہوگا ف اور دلیلیں دونوں کی ہدایہ میں ہیں اور اصل میں مذکور ہیں
ص اور اگر کہا کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے تو لعان واجب ہوگا اور نسب لڑکے کا ثابت رہیگا اسلیے کہ قذف دونوں کا سبب
اس قول سے تھا کہ زنا کیا تو نے نہ نفی حمل سے ف اور امام شافعی کے نزدیک قاضی کو چاہیے کہ ولد کا نسب بھی نفی کردے اسواسطے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی کی ولد کی ہلال بن امیہ سے اور اسنے قذف کیا تھا اپنی زوجہ کو اور وہ حاملہ تھی روایت کیا
اسکو بخاری اور ابو داؤد نے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ احکام نہیں مترتب ہوتے ہیں مگر بعد ولادت کے کیونکہ قبل ولادت کے احتمال ہے کہ ریح ہو
اور یہ حدیث محمول ہے اس بات پر کہ آپنے پہچانا تھا قیام حمل کو ساتھ وحی کے کذا فی الہدایہ ص جس شخص نے کہ اپنی
عورت کے جننے کے بعد نفی کیا ولد کو مبارکباد کے وقت میں یا اسباب ولادت خریدنے کے وقت میں تو نفی صحیح ہے اور
نسب ثابت نہوگا اور لعان لازم آویگا اور اگر بعد اس وقت کے کہا تو نسب ثابت رہیگا اور لعان واجب ہوگا ف اور
زمانہ تہنیت کا معین نہیں ایک روایت میں تین روز ہیں اور ایک روایت میں سات روز باعتبار عقیقے کے جامع الرموز ص
اگر زوجہ نے ایک ہی حمل سے دو لڑکے جنے یعنی بیچ میں دونوں جننے کے چھ مہینے سے کم مدت گذری اور زوج نے
اول کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا تو حد ماری جاویگی اور نسب ثابت ہو جاویگا دونوں کا اور اگر زوج نے کہا کہ اول مجھسے ہے اور
دوسرے کی نفی کی تو نسب دونوں کا ثابت ہوگا اور لعان لازم آویگا ف اور وجہ اسکی اصل میں مذکور ہے

ص باب عنین کے بیان میں

ف عنین وہ شخص ہے جو قادر نہیں ہے وطی عورت پر باوجود قیام آلت کے اور اگر قادر ہو ثیبہ پر اور بکر پر قادر نہ ہو تو بھی عنین ہے

ضعف آلت کے یا بعض عورتوں پر قادر ہے اور بعض پر نہیں یا بسبب سحر کے یا کبر سن کے تو وہ عنین ہے نسبت اُس عورت کے
جسپر قادر نہیں اور بعض کتابوں میں امتحان اسکا اسطرح پر مرقوم ہے کہ ایک طشت میں سرد پانی بھر کے اسکو اُسمین چھوڑ دیا
اگر ذکر اُسکا چھوٹا اور مائل ہو جاوے طرف پیڑو کے تو معلوم ہو کہ عنین نہیں ہے ورنہ عنین ہے لیکن حاجت مقرر کرنا فضول ہے
اور محیط میں ہے کہ اگر آلت اُسکا صغیر ہے کہ فرج میں ادخال اُسکا ممکن نہیں تو عورت کو مطالبہ تفریق کا پہنچتا ہے
اگر ساعت صغیر ہو تو وہ مانند مجبوب کے ہے فی الفور تفریق کرا دی جاوے گی جیسا کہ آتا ہے **ص** اگر اُسنے اقرار
کیا کہ میں عورت پر نہیں پہنچا **ف** یعنی ادخال نہیں کیا **ص** تو ایک سال قمری کی حاکم مدت مقرر کر دے
اُسکو اور یہی صحیح ہے اور روایت حسن میں امام ابو حنیفہؒ سے ایک سال شمسی مہلت دے اور سال شمسی تین سو پینسٹھ
اور ربع دن کا ہوتا ہے اور سال قمری بارہ مہینے کا اور مدت اُسکی تین سو چون ۳۵۴ دن اور تیسرا حصہ ایک دن کا اور تیسواں حصہ
ایک دن کا ہوتا ہے اور ماہ رمضان اور ایام حیض اُسی مدت سے شمار کیے جاوینگے۔ ایام مرض زوج اور زوجہ کے **ف** دلیل
میں ہے کہ ایک برس کی مدت دینا مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن مسعودؓ سے انتہی لیکن روایت عمرؓ کی سو اخراج کیا اُسکا عبدالرزاق
نے سعید بن المسیبؒ سے کہ فیصلہ کیا عمر بن الخطابؓ نے عنین میں کہ مدت مقرر کی جاوے ایک سال کی کہا معمر نے اور یہ مدت اُس روز سے
ہوگی جس سے تنازع واقع ہوا اور اسیطرح نکالا اُسکو ابن ابی شیبہ نے شعبیؒ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے لکھا شریحؒ کو کہ مدت مقرر کر دے
واسطے عنین کے ایک برس جس دن سے کہ قصہ اُٹھایا جاوے نزدیک تیرے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدت مقرر کر دی واسطے
عنین کے ایک برس اور زیادہ کیا یہ کہ اگر اس مدت میں جماع کیا عورت سے تو فبہا ورنہ تفریق کر دو درمیان اُنکے اور واسطے عورت کے
مہر ہے کامل اور روایت کیا اسکو امام محمد بن الحسنؒ نے ابو حنیفہؒ سے انھوں نے اسمعیل بن مسلم مکی سے انھوں نے حسنؒ سے کہ آئی ایک
عورت نزدیک عمر بن الخطابؓ کے اور خبر دی اُنکو کہ خاوند میرا نہیں پہنچتا ہے مجھکو تو مدت مقرر کر دی انھوں نے اُسکے لیے ایک سال تو
ہر گاہ کہ گذر گیا ایک سال اور نہ پہنچا اُسکو تو اختیار دیا عورت کو اور اُسنے اختیار کیا اپنے نفس کو تو کیا حضرت عمرؓ نے اُسکو
ایک طلاق بائن اور لیکن حدیث حضرت علیؓ کی سو روایت کیا اُسکو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ دونوں نے اپنی
سندوں سے اور حدیث ابن مسعودؓ کی روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہ نے کہ کہا انھوں نے مدت مقرر کی جاوے عنین
کی ایک سال تو اگر جماع کرے فبہا ورنہ تفریق کرا دی جاوے درمیان اُنکے اور بھی اخراج کیا اُسکا دارقطنی اور عبدالرزاق
نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مغیرہ بن شعبہ سے کہ انھوں نے مدت دی عنین کو ایک سال اور نکالا ابن ابی شیبہ
نے حسن اور شعبی اور عطا اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے کہ کہا ان سب نے مدت دیجاوے عنین کو ایک سال کی
ص پس جو وطی نہیں کی اس مدت ایک سال میں تو قاضی تفریق کر دے اُن دونوں میں اگر عورت طلب کرے تفریق
کو اور بائن ہو جاویگی عورت ساتھ ایک طلاق کے اور عورت کو کل مہر ہے اگر خلوت کی ہے اُس سے اور واجب ہوگی
عدت اور اگر درمیان زوج اور زوجہ کے ابتدائے اختلاف پڑا جیسا کہ زوج نے کہا کہ میں تجھپر قادر ہوا ہوں اور زوجہ نے
اُسکا انکار کیا اور وہ قبل نکاح کے بکر تھی یا ثیبہ عورتوں نے دیکھ کر کے گواہی دی کہ ثیبہ ہے خاوند کو قسم دینگے اگر قسم کھائی
تو حق زوجہ کا یعنی تفریق باطل ہو جاویگی اور اگر قسم سے نکول کیا یا عورتوں نے گواہی دی کہ بکر ہے تو قاضی خاوند کو

ایک سال مہلت دے اور اگر بعد مہلت کے بھی اختلاف ہوا تو تقسیم ویسی ہی ہوگی جیسے قبل مہلت کے تھی لیکن اب مہلت نہ دیجاویگی تو اگر عورت نے کہا ثیب ہی تو اگر خاوند حلف کریگا عورت کا حق باطل ہوگا جیسا کہ پہلے تھا اور اگر نکول کیا یا عورتوں نے کہا بکر ہی تو عورت کو اختیار ہی تو اگر اپنے تئیں اختیار کرلے ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر خاوند کو اختیار کریگی تو حق اسکا باطل ہوگا اور خصی مہلت دیا جاویگا مثل عنین کے **ف** خصی اسے کہتے ہیں کہ جسکے خصیے نکال لیے گئے ہوں اور آلت قائم ہو اور اسکا حکم کل مسائل مذکورہ میں مثل عنین کے ہی **ص** اگر زوج مجبوب ظاہر ہوا یعنی اسکی آلت کٹی ہو **ص** اور زوجہ نے قاضی سے تفریق طلب کی تو فی الفور تفریق کرادیجاویگی اسواسطے کہ اسکو مہلت دینے میں کچھ فائدہ نہیں برخلاف خصی کے کہ وطی کی توقع اس سے ہی **ف** بوجہ قیام آلت کے **ص** کسیکو زوج اور زوجہ میں سے بسبب عیب دوسرے کے خیار نہیں برخلاف امام شافعیؒ کے کہ انکے نزدیک پانچ عیبوں میں خیار ہی ایک جنون دوسرے برص تیسرے جذام چوتھے قرن پانچویں رتق اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر خاوند کو جنون یا جذام یا برص ہی تو عورت کو اختیار ہی اور اگر عورت کو ہی تو مرد کو اختیار نہیں کیونکہ مرد اپنے سے دفع ضرر کرسکتا ہی اسطرحپر کہ طلاق دیدے کوئی برخلاف عورت کے **ف** رتق کے معنی بند ہونا اور عرب میں کہا کرتے ہیں اِمْرَاَۃٌ رَتْقَاءُ جس سے جماع نہیں کرسکتے بوجہ بند ہونے مقام دخول کے اور قرن نام ہی ایک عصب غلیظ کا یا گوشت کا ابھا ہوا ہو یا ہڈی کا جو فرج میں ہووے اسطرحپر کہ مانع ہو دخول سے امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ بعضی ان چیزوں سے کراہت طبع ہوتی ہی اور طبع مؤید ہی ساتھ شرع کے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھاگ تو اس شخص سے جسکو جذام ہو جیسا کہ بھاگتا ہی تو شیر سے روایت کیا اسکو بخاری نے ابوہریرہؓ سے اور بعضی ایسی ہیں کہ وہ مانع ہیں استیفاے منافع کو ہمارا جواب یہ ہی کہ فوت استیفاے منافع کا موت سے بھی ہو جاتا ہی اور وہ موجب فسخ نکاح نہیں یہانتک کہ موت سے کچھ مہر ساقط نہوگا تو یہ عیوب بطریق اولی موجب فسخ ہونگے اور یہ اسواسطے کہ استیفاے منافع ثمرہ نکاح ہی اور استحقاق تمکین جو ذکا ہی وطی پر عورت سے اور وہ حاصل ہی مجذوم اور مجنون اور برص والے اور اسیطرح رتقا اور قرنا سے ساتھ شق اور فتق کے کذا فی الہدایۃ والکفایۃ

ص باب عدت کے بیان میں

جس شخص نے اپنی زوجہ کو بعد خلوت کے طلاق رجعی یا بائن دیا اور عورت آزاد ہی اگر اسکو حیض آتا ہو تو تین حیض کامل تک اسکو عدت لازم آویگی **ف** کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوْٓءٍ یعنی مطلقات روک رکھیں اپنے نفسوں کو تین حیضوں تک اور امام شافعیؒ کے نزدیک عدت اسکی تین طہر ہیں اور یہ اختلاف واقع ہوا ہی اس سبب سے کہ لفظ قروء سے کیا مراد ہی ہمارے نزدیک قرء کے معنی حیض ہیں اور انکے نزدیک طہر اور ادلہ طرفین کے کتب اصول میں تفصیل مذکور ہیں اور مذہب ہمارا ماثور ہی خلفاء راشدین اور عبادلہ ثلاثہ اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل اور ابوالدرداء اور عبادۃ بن الصامت اور زید بن ثابت اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہم سے اور زیادہ کیا ابوداود اور نسائی نے معبد جہنی کو منقول ہی اور امام شافعیؒ کا مذہب ماثور ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ سے حالانکہ معارض ہوئی اسکی روایت ابن عمرؓ سے موافق ہمارے مذہب کے نقل کیا اسکو طحاوی نے اور بعض حفاظ نے

حنابلہ سے اور اسناد کی طحاوی نے طرف قبیصہ بن ذویب کے کہ انھوں نے سنا زید بن ثابت سے کہ کہتے تھے عدت لونڈی کی دو حیض ہیں تو یہ بھی معارض ہوا کی روایت کے زید بن ثابت سے اور یہی قول ہو سعید بن المسیب اور ابن جبیر اور عطا اور طاؤس اور عکرمہ اور مجاہد اور قتادہ اور ضحاک اور حسن بصری اور مقاتل اور شریک قاضی اور ثوری اور اوزاعی اور ابن شبرمہ اور ربیعہ اور سدی اور ابو عبید اور اسحق کا اور اسی طرف رجوع کیا امام احمدؒ نے اور کہا امام محمد بن حسن نے مؤطا میں **حَدَّثَنَا** عِيسَى بْنُ أَبِي عِيسَى الْخَيَّاطِ الْمَدَنِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا الرَّجُلُ أَحَقُّ بِامْرَأَتِهِ حَتَّى تَغْتَسِلَ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ یعنی کہا تیرہ شخصوں نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ مرد حق دار زیادہ ہو اپنی عورت کے ساتھ یہاں تک کہ غسل کرے تیسرے حیض سے **ص** اور اگر اس عورت کو حیض نہیں آتا ہے ایسا کہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو اور سن ایاس کو پہونچ گئی ہو یا سن بلوغ کو نہیں پہونچی اور حیض نہیں آیا تو اسکو تین مہینے تک عدت واجب ہوگی **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ الآیۃ **ص** اور اگر نکاح فسخ ہوگیا بسبب خیار بلوغ کے یا احد الزوجین کی ملک کے سبب دوسرے پر یا بسبب بوسہ لینے زوجہ کے ابن زوج کو شہوت یا بسبب مرتد ہو جانے احد الزوجین کے یا بسبب کفو ہونے کے یا اور کسی سبب سے بعد خلوت کے اور زوجہ آزاد صاحب حیض ہو تو اسکی عدت تین حیض ورنہ تین ماہ ہونگے **ف** اور عدت شروع ہوگی وقت طلاق سے یا فسخ سے وقت خبر سے ایسا ہی ہو جامع الرموز میں **ص** اور تین حیض کامل اسواسطے معتبر ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو حیض میں طلاق دیا تو یہ حیض عدت میں محسوب نہوگا اور جس ام ولد کا مولیٰ مرگیا یا اسکو آزاد کر دیا اور جس عورت سے وطی کی کسی شخص نے شبہے سے اپنی بیوی جانکر یا نکاح فاسد سے مثل نکاح موقت اور متعہ کے اور خاوند مرگیا یا آمیں فرقت ہوگئی تو اگر عورت صاحب حیض ہو تو تین حیض اسکی عدت ہوگی اور اگر صاحب حیض نہیں تو تین مہینے **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب مولیٰ ام ولد کا مرجاوے یا آزاد کر دیوے تو عدت اسکی ایک حیض ہو اور دلیل ہماری وہ ہو جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے یحییٰ ابن کثیر سے تحقیق کہ عمرو بن العاص نے حکم کیا ام ولد کو آزاد ہوگئی تھی عدت کرے کا ساتھ تین حیض کے اور لکھا یہ طرف حضرت عمرؓ کے تو آپ نے پسند کیا اسکو اور رواۃ میں قوادہ انکا معلوم نہیں لیکن نکالا ابن ابی شیبہ نے حارث سے انھوں نے علی اور عبد اللہ سے کہ کہا ان دونوں نے عدت ام ولد کی تین حیض ہیں جسوقت کہ مرجاوے مولیٰ اسکا اور نکالا مثل اسکے ابراہیم نخعی اور ابن سیرین اور حسن بصری اور عطا نے **ص** اور اگر حرہ کا خاوند مرگیا **ف** برابر ہو کہ وہ عورت مسلمان ہو یا کتابیہ حائضہ یا غیر حائضہ مدخولہ ہو یا غیر مدخول بہا صغیرہ یا کبیرہ **ص** تو عدت اسکی چار مہینے دس دن ہیں **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ترجمہ اور جو مرجاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں روک رکھیں اپنے نفسوں کو چار مہینے دس دن **ص** اور عدت اس لونڈی کی جو صاحب حیض ہو واسطے طلاق اور فسخ کے دو حیض ہیں **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کے دو طلاق اور عدت اسکی دو حیض ہیں اور یہ حدیث اوپر گذر چکی اور اسواسطے

ف اور یہ دونوں کلیاں [illegible]

کہ نیت مسنونہ ادا نہیں ہوتی ہیں تو وہ مرتبہ آدھی پوری ہو گیا تو دو حیض ہو گئے جیسا کہ کہا حضرت عمرؓ نے کہ اگر دستطاعت رکھتا ہیں بیکہ کردوں اسکو ایک حیض اور آدھا البتہ کرتا میں اسکو سو ایک شخص نے کہا کہ آپ کرے اسکو ڈیڑھ مہینا تو چپ ہو رہے حضرت عمرؓ روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے اور شافعی نے مسند میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور حضرت عمرؓ نے اسواسطے سکوت کیا کہ تمام اسکا قابل تنصیف تھا کیونکہ اُنکے کلام صاحبات منہ میں تھا اور وہ عدت بیان کرتا تھا آیسہ کی تو مشہورہ اسکا ناسخ جیسے ناسخ تھا الحاصل امہ حرہ اور لونڈی ہماحب میں نہیں ہوتے اسکی نصف عدت حرہ ہو یعنی واسطے طلاق اور فسخ کے ڈیڑھ مہینا اور واسطے موت کے دو مہینے اور پانچ روز اور عدت حاملہ کی آزاد ہو یا لونڈی طلاق اور فسخ اور موت میں ساتھ وضع حمل کے ہو اگرچہ خاوند اسکا مرد کیا ہو لڑکا ہو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی جو عورتیں حاملہ ہیں تو انکی عدت یہ ہو کہ وضع حمل کریں اور حضرت علیؓ کے نزدیک ضرور ہو وضع حمل اور چار مہینے دس دن بھی اور یہی قول ہو ابن عباسؓ کا کیونکہ اس آیت سے واجب ہوئی اُسپر عدت ساتھ وضع حمل کے اور آیت يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا سے واجب ہو چار مہینے دس دن کو تو دونوں جمع کرنے میں احتیاط ہو اور امام مالک کی موطا میں ہو سلیمان بن یسار سے کہ عبداللہ بن عباسؓ اور ابا سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے اختلاف کیا اُس عورت میں کہ جنی کچھ راتوں بعد خاوند کے تو کہا ابو سلمہ نے کہ جسوقت جنا اُسنے تو حلال ہو گیا کہ نکاح کرے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ مدت اُسکی آخر ہو دونوں مدتوں کے تو کہا ابو ہریرہؓ نے کہ میں اپنے بھائی کے بیٹے یعنی ابا سلمہ کے ساتھ ہوں پھر بھیجا کریب مولا ابن عباس کو طرف ام سلمہؓ کی کہ اُنسے پوچھے اسکو تو خبر دی انھوں نے اُسکو کہ سبیعہ اسلمیہ جنی تھی بعد وفات اپنے خاوند کے کچھ راتوں بعد تو ذکر ہوا اسکا واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تب فرمایا آپ نے کہ حلال ہوئی نکاح کرے جس سے چاہے اور جامع ترمذی میں ہو کہ وہ جنی تھی بعد تئیس یا پچیس دن کے اور صحیح بخاری میں ہو کہ فرمایا حضرت ابن مسعودؓ نے کہ آخری ہو سورت نساء قصری بعد طولی کے اور مراد قصری سے يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ الآية ہو اور طولی سے سورہ بقرہ ہو تو غرض ابن مسعود کی یہ ہو کہ قول اللہ تعالی کا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اترا ہو بعد قول اللہ تعالی کے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ تو متاخر ناسخ ہو گا واسطے متقدم کے اور روایت ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہو کہ کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے واللہ لمن شاء لاعنته لانزلت سورة النساء القصرى بعد اربعة اشهر وعشرا اور بزار کی روایت میں ہو من شاء حالفناه اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب وضع حمل کرے تو وہ حلال ہو جاویگی تو خبر دی انکو ایک شخص نے انصار میں سے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وضع حمل کرے اور خاوند اُسکا تخت پر رکھا ہوا اور دفن نہوا ہو تب بھی حلال ہو جاویگی روایت کیا اسکو مالک نے موطا میں اور اُسکی اسناد میں ایک شخص مجہول ہو اور تفصیل فتح القدیر میں ہو ص اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک عدت اُسکی عدت وفات ہو ف اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہو ص اور اگر حاملہ ہوئی بعد مرنے لڑکے کے تو اُسکی عدت عدت وفات ہوگی اور نسب ثابت ہوگا دونوں صورتوں میں یعنی جب حمل مرنے لڑکے کے حاملہ ہو یا بعد اُسکے

تمام ہوگا اور بعد دوچار کی ف یعنی اُس شخص کی تشے ایک مدت گذریں طلاق یا اور اُسی تین مراض واسطے طلاق بائن کے ف ایک ہو یا تین ص بعد الاحتیاط ہے یعنی اگر عدت طلاق کی گذر گئی اور دو حیض باقی مثلاً اور عدت موت کی نہیں گذری تو ضرور ہے اُسکو کہ موت کی مدت تک ٹھہر جاویں اور اگر عدت موت کی گذر چکی اور عدت طلاق کی نہیں گذری تو طلاق کی عدت تک ٹھہر جاویں اور واسطے طلاق رجعی کے مدت وفات ہے اگر اگر مولا نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا اور وہ ایسے حالت عدت میں طلاق رجعی کے تھی تو عدت حرہ کو تمام کرے اور اگر عدت میں طلاق بائن کے یا مدت میں موت کے تھی تو عدت لونڈی کی تمام کرے اور اگر عورت آیسہ یعنی جو سن ایاس میں ہے یعنی پچپن برس یا زیادہ کی ہو اور خون اُسکا موقوف ہو گیا ہو اور طلاق پاوے یا اُسکو خاوند مر گیا تو عدت کریگی ساتھ تین مہینے کے تو اگر قبل گذرنے ان تین مہینوں کے خون دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ آیسہ نہ تھی تو اب پھر عدت حیضوں سے شروع کرے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے ف اور بعضوں کا مذہب ہے کہ اگر بعد سن ایاس کے خون دیکھا تو حیض نہوگا اور عدت مہینوں سے باطل نہوگی اور فساد نکاح بھی ظاہر نہوگا اور بعضوں نے کہا کہ حیض ہوگا تو عدت مہینوں سے باطل ہو جاویگی اور فساد نکاح ظاہر ہوگا اور صدر الشہید فتویٰ دیتے تھے اس بات پر کہ اگر آیسہ نے خون دیکھا بعد سن ایاس کے چاہیے جسطرح کا ہو وے حیض ہو جاویگا اور فتویٰ دیتے تھے کہ مدت مہینوں سے باطل ہو جاویگی اگر خون دیکھا قبل تمام ہونے عدت کے مہینوں سے اور اگر بعد تمام ہونے عدت کے خون دیکھا تو باطل ہوگی هكذا في الكفاية وفتح القدير اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر بعد عدت گذرنے کے بھی خون دیکھے تب بھی سرے سے عدت حیضوں سے شروع کرے اور ایسا ہی ہے اکثر معتبر کتابوں میں كذا في الجلبي ص اور ابو علی دقاق کی روایت میں ہے کہ اگر کسی عورت کو حکم ایاس کا ہو گیا ہو اور وہ خون دیکھے بعد اسکے تو حیض نہوگا اور ایاس باطل نہوگا اور اگر بعد تین مہینے کے اُسنے نکاح کر لیا ہو تو ایسے خون سے نکاح فاسد نہوگا اسواسطے کہ وہ خون ایسے وقت میں نہیں ف اور موافق روایت وقایہ کے فاسد ہوگا ص اور اگر اُس عورت نے عدت شروع کی حیض سے اور بعد ایک دو حیض کے آیسہ ہو گئی اور خون اُسکا منقطع ہوا تو مہینوں سے عدت شروع کرے ف اور جو کچھ کہ حیض و طہر گذرا ہے عدت میں محسوب نہوگا ص اور اگر ایک عورت عدت میں تھی اور کسی شخص نے اُس سے شبہے سے وطی کی ف برابر ہے کہ وہ شخص اُسکا خاوند ہو جو طلاق دے چکا ہے یا غیر ہو ص تو اس وطی کے لیے ایک اور عدت چاہیے اور دونوں عدتیں متداخل ہو جاوینگی یعنی جو کچھ عدت اول سے باقی ہو اب وہ دونوں میں محسوب ہوگا اور جو حیض کہ بعد وطی بالشبہہ کے دیکھے وہ دونوں عدت میں محسوب ہوگا اور جب پہلی عدت تمام ہو جاوے تو دوسری کو تمام کر لے اور صورت اسکی یون ہے کہ زوج نے اُسکو ایک طلاق بائن یا تین طلاق دیں اور ایک حیض آیا اور پھر اُس سے کسی نے شبہے سے وطی کی تو اُسپر دو عدتیں ہیں تو اول حیض پہلی عدت کا ہوگا اور دو حیض بعد اسکے دونوں عدتوں میں ہو جاوینگے تو عدت پہلی تمام ہو گئی اور دوسری عدت کے واسطے ایک حیض اور چاہیے اور امام شافعی کے نزدیک تداخل جب ہوگا کہ وطی بالشبہہ زوج سے ہو اور عورت اُسکی عدت میں ہو لیکن اگر دوسرے کسی اجنبی سے ہو تو تداخل نہوگا اور عدت طلاق اور موت کی گذر جاویگی اگرچہ زوجہ کو خاوند کی موت

اور طلاق کا علم نہو موت ف اور اگر بیچ میں عدت کے علم ہو گیا تو باقی کا تمام کرے ص اور شروع اس عدت کا طلاق اور موت کے وقت سے ہوگا آور نکاح فاسد میں جب سے تفریق ہو یا وطی کرنے والا قصد ترک وطی کا عدت شروع ہوگی آور اگر زوجہ نے کہا کہ عدت میری تمام ہوگئی اور تکذیب کی اسکی زوج نے تو قول عورت کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے آور اگر طلاق بائن دیا زوج نے اپنی زوجہ کو پھر نکاح کیا اُس سے عدت میں اور پھر طلاق دیا اُسکو قبل دخول کے تو واجب ہیگا کامل مہر لازم ہوا اور اُسپر سے سرے سے ایک عدت مستقل واجب نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک خاوند پر نصف مہر ہوا اور عورت پر تمام کرنا پہلی عدت کا واجب ہو اور امام زفر کے نزدیک عورت پر بالکل عدت نہیں ف اور دلائل مذہب ثلثہ کے مذکور ہیں ہدایہ اور شرح وقایہ میں ص اور اگر ذمی نے طلاق دیا ذمیہ کو تو اُسپر عدت نہیں اگر ذمیوں کا یہی اعتقاد ہو اور اگر اعتقاد میں اُنکے عدت ہو تو اُسپر عدت لازم ہو امام صاحب کے نزدیک بھی اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں عدت اُسپر واجب ہو ف اور اگر حربی نے حربیہ کو طلاق دیا تو بالاتفاق عدت لازم نہ آویگی اور اگر مسلمان نے ذمیہ کو طلاق دیا تو عدت واجب ہوگی جامع الرموز ص اور اسیطرح اگر حربیہ ہماری طرف چلی آئی مسلمان ہوکے تو اُسپر عدت نہیں تو اگر نکاح کرے جائز ہو مگر یہ کہ حاملہ ہو ف اور صاحبین کے نزدیک اِس صورت میں بھی اُسپر عدت ہو اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہ سے یہ ہو کہ اگر وہ حاملہ ہو تو جائز ہو نکاح اُسکا اور وطی نکرے اُس سے جیسے وہ عورت جو حاملہ ہو زنا سے اور روایت اول صحیح ہو کذا فی الهدایہ ص

فصل جس عورت کا خاوند مر گیا یا اُسکو طلاق بائن دیا اور وہ بالغہ ہو مسلمان ہو حرہ ہو یا نہو تو اُسکو عدت میں چاہئے کہ سوگ کرے اور امام شافعی کے نزدیک سوگ نہیں ہو معتدہ بائن پر ف دلیل ہماری یہ ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث ام عطیہ میں سوگ کرے عورت مردے پر تین دن سے زیادہ مگر مرے پر خاوند کے چار مہینے اور دس دن روایت کیا اُسکو بخاری اور مسلم نے یہ تو متوفی عنہا الزوج میں ہو اور لیکن مبتوتہ میں دلیل اُسکی ہدایہ میں مذکور ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا معتدہ کو کہ خضاب کرے مہندی سے اور فرمایا کہ مہندی خوشبو ہو کہا ابن الہمام نے فتح القدیر میں کہ اِس حدیث کو صدر شہید نے ذکر کیا اور نسبت کیا اُسکو طرف نسائی کے اور لفظ اُسکا یہ ہو نهى المعتدة عن الكحل والدهن والخضاب بالحناء قال الحناء طيب اور جانتا ہو کہ یہ حدیث کسی کتاب میں جو کتب نسائی سے اور روایت کی ابوداؤد نے مراسیل میں عمرو بن شعیب سے تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی عورت کو کہ سوگ کرے اپنے خاوند پر یہانتک کہ گذر جاوے عدت اُسکی اور اپنے دوسرے عزیز پر تین دن تک ص یعنی آرایش نکرے اور جامہ زعفرانی اور کسم رنگ کا نہ پہنے ف اسواسطے کہ اُنمیں خوشبو آتی ہو اور خوشبو ممنوع ہو جیسا کہ روایت کیا اُسکو پہنے اوپر اور حدیث ام عطیہ میں ہو کہ نہ پہنے کپڑا رنگین مگر کپڑا رنگ سوت کا ص اور مہندی نہ لگاوے ف کیونکہ حدیث ام سلمہ میں ہو اور مہندی کی کہ وہ خضاب ہو روایت کیا اُسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور اسناد اُسکی حسن ہو ص اور خوشبو اور تیل نہ لگاوے ف ہدایہ میں ہو اسواسطے کہ تیل بھی خالی نہیں خوشبو سے آور زیلعی نے تصریح کی کہ تیل میں کوئی بدبو تشریح

نہیں آتی **ص** اور سرمہ لگا دے **ف** اسواسطے کہ حدیث ام عطیہ میں ہے کہ سرمہ لگا دے اور نہ خوشبو لگا دے مگر جب پاک ہو حیض سے ڈالے فرج میں ٹکڑا قسط کا یا اظفار کا یہ حدیث متفق علیہ ہے اور یہی لفظ مسلم کا ہے اور ابو داؤد اور نسائی نے زیادہ کیا کہ خضاب نہ کرے اور نسائی کی روایت میں ہے کہ کنگھی نہ کرے اور حدیث ام سلمہ میں ہے کہ دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز سے سر دھونے فرمایا بیریوں سے **ص** مگر بیمار ہے **ف** کیونکہ اجازت دی حضرت ام سلمہ نے سرمہ لگانے کی ماں کو ام حکیم کی جب مر گئے تھے خاوند اُنکے اور شکایت تھی اُنہیں اُن کی آنکھوں میں روایت کیا اسکو امام احمد نے اور اسواسطے کہ اسمیں ضرورت ہے اور مقصود دوا ہے نہ زینت جیسا کہ حضرت نے مباح کیا تھا حریر کو واسطے ایک شخص کے بسبب کثرت جوؤں کے **ص** اور نہ سوگ کرے وہ لونڈی ام ولد جسکو آزاد کرو یا مولا اسکا مر جائے اور نکاح فاسد میں اسواسطے کہ یہاں کچھ نعمت نکاح جاتی نہ رہی بلکہ نکاح فاسد کا رفع واجب ہے **ف** تو اور جو تی چاہیے **ص** اور نہ پیغام صریح بھیجے اُس عورت کے پاس جو عدت میں ہو نکاح کا مگر اشارے اور کنایے سے اگر معتدہ موت ہو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ الآیہ یعنی نہیں گناہ ہے تم پر اسمیں جو اشارہ کرو تم ساتھ اُسکے پیغام سے عورتوں کے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے صحیح بخاری میں کہ کہے ارادہ کرتا ہوں میں نکاح کا یا چاہتا ہوں کہ مل جاوے مجھے کوئی عورت نیک بخت اور کہا قاسم نے کہ کہے تو اچھی ہے اور میں تجھ میں راغب ہوں اور اللہ تجکو ایک خیر پہنچایا چاہتا ہے یا مانند اسکے اور نکالا بیہقی نے سعید بن جبیر سے قول میں اللہ تعالی کے إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا کہا کہ کہے میں تجھ میں راغب ہوں اور میں امیدوار ہوں کہ ہم تم جمع ہوں اور یہ نہ کہے کہ میں تجھے ارادہ نکاح کا رکھتا ہوں آور مدارک میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر میں اس آیت شریف کے وَلٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا اور نہ وعدہ کرو تم اُنسے پوشیدہ کہ پوشیدہ نکاح ہے آور ابن الہمام نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے آور جو عورت کہ عدت میں ہو طلاق کی تو اُس سے تعریض بھی بالاجماع جائز نہیں ہے فتح القدیر **ص** اور جو عورت کہ عدت میں طلاق رجعی کے یا بائن کے ہو تو وہ اپنے گھر سے کسی وقت نہ نکلے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ الآیہ **ف** إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ یعنی نہ نکالو انکو اپنے گھروں سے اور نہ وہ نکلیں مگر جب لاویں کسی بات صریح کو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ فاحشہ یہ ہے کہ زنا کریں اور واسطے مار پیٹ کے نکالی جاویں اور کہا حضرت عبد اللہ بن عباس نے کہ فاحشہ یہ ہے کہ بد زبانی کرے اپنے خاوند کے گھر والوں پر اور اسواسطے کہ مطلقہ عورتوں کا نفقہ خاوند کے مال میں سے ہے تو اُنکو احتیاج نکلنے کی نہیں **ص** اور جو عورت کہ عدت میں موت کی ہو اسکو جائز ہے کہ دن کو نکلے اور کچھ حصہ رات کو اور نہ کاٹے راتیں کو مگر اپنے گھر میں **ف** اسواسطے کہ اسکے واسطے نفقہ نہیں ہے تو محتاج ہوگی طرف نکلنے کے واسطے معاش کے کہ نفقہ اسکا خاوند پر ہے **ص** جو عورت کہ اُسپر عدت واجب ہوئی تو اسکو چاہیے کہ جس گھر میں اُسے فرقت یا موت یا طلاق ہوئی تھی اُسی گھر میں عدت کو تمام کرے **ف** یعنی اُس گھر میں جو اُسکی طرف نسبت کیا جاتا تھا وقت وقوع فرقت اور موت کے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ اور اضافت بیوت کی اُنکی طرف کی اور فریعہ بنت مالک سے

مروی ہے کہ خاوند اُنکا انکی تلاش مین اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کی پھر قتل کیا انھوں نے اُسکو جب یہ وہ اُسلیے
کہا آپنے کہ مجھ پوچھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ پھر جاؤن اپنے لوگوں مین کہ خاوند نے میرے لیے نہیں چھوڑا
مکان اور خرچ تو فرمایا اچھا پھر جب گئی مین حجرے میں پکارا مجکو پھر فرمایا ٹھہر تو اپنے گھر مین جبتک کہ پہونچے لکھا اللہ کا
اپنی مدت کو پھر عدت تمام کی اسمین چار مہینے اور دس دن کہا کہ فیصلہ کیا اسی حکم سے اسکے بعد عثمان نے نکالا اسکو
احمد اور چارون عالمون نے اور مالک نے مؤطا مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے اور کہا کہ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ مِنَ
الْوَجْهَيْنِ جَمِيعًا فَإِنْ لَمْ يُخْرِجَاهُ یعنی صحیح ہے اسناد اسکی دونوں طریقوں سے اگرچہ نہ نکالا اسکو بخاری ومسلم
نے اور کہا محمد بن یحیی ذہلی نے کہ یہ حدیث صحیح محفوظ ہے اور ایسا ہی کہا ترمذی نے ص مگر یہ کہ گھر سے نکالی جاوے یا خوف
ہووے اسکو تلف مال کا یا گھر کے گر جانے کا یا کرایہ گھر کا اسکو نہ ملے تو ان سب صورتون مین زوجہ کو اختیار ہے کہ اُس گھر
سے نکل جاوے اور اگر زوجہ عدت مین طلاق بائن کی ہو تو گھر مین خاوند سے پردہ چاہیے اور اگر گھر تنگ ہو تو اولی یہ ہے
کہ خاوند وہاں سے نکل آوے ف اور زوجہ کو بھی نکل آنا جائز ہے ہدایہ ص اور اسیطرح اگر خاوند فاسق
ہووے تب بھی نکل آوے اور اولی یہ ہے کہ خاوند نکل جاوے ف فتح القدیر مین ہے کہ جہان کوئی اس قسم کا
عذر متحقق ہو تو عورت کو خروج مباح ہوجاویگا اور اولی یہ ہے کہ خاوند نکل آوے ص اور اچھا یہ ہے کہ ان دونون
کے بیچ مین ایک عورت معتبر مقرر کی جاوے کہ قادر ہووے منع پر وطی سے اور اگر کسی شخص نے سفر مین اپنی زوجہ کو
کہ اسکے ساتھ ہے طلاق بائن دیا یا مر گیا اور وہاں موضع اقامت نہین ہے اور زوجہ کے شہر تک وہاں سے مدت سفر
نہین ہے تو وہان سے پھر آوے اور اسکے عدت بیٹھے اور اگر جہاں کا ارادہ رکھتی ہے اور جہان سے آئی ہے دونون
تین دن تین رات کی مسافت سے کم نہون تو عورت کو اختیار ہے جہان ان دونوں جانب سے چلی جاوے
ہو سکتا ہے برابر ہے کہ اسکے ساتھ کوئی ولی ہو یا نہو اور احتیاط اسمین ہے کہ رجوع کرے اور اپنے مسکن مین آکے
جہاں سے چلی تھی عدت کرے اور امام سرخسی کے نزدیک دونون جانبون سے جو اقرب ہو اسکو اختیار کرے
مدت سفر سے زیادہ ہو یا کم اور اگر جس جگہ سے نکلی ہے تین روز کی راہ ہووے اور جسطرف جاتی ہے کم ہووے
تو اسی طرف چلی جاوے اور اگر وہ جگہ موضع اقامت ہے مثلاً شہر ہے تو امام کے نزدیک وہین عدت تمام کرے اگرچہ اسکے
پاس کوئی ولی موجود ہووے اسواسطے کہ نکلنا معتدہ کو حرام ہے اگرچہ مسافت مدت سفر سے کم ہو گو اور صاحبین کے
نزدیک اگر اسکے ساتھ ولی ہو تو نکلنا اسکا حرام نہین ہے کیونکہ واسطے وحشت جدائی کے نکلنا مباح ہے اور حرمت سفر کی دور ہوگئی
بوجہ ولی کے تو بنابر قول صاحبین کے جب نکلنا جائز ہوا تو اب کس طرف جاوے اسمین ویسی ہی تفصیل ہے جیسے گذری

ص باب ثبوت نسب کے بیان مین

اگر کسی شخص نے کسی عورت کو کہا کہ اگر اُس سے مین نکاح کرون تو وہ طالق ہے اور پھر نکاح کیا اُس سے اور وہ جنی
بعد چھ مہینے کے وقت نکاح سے تو نسب لڑکے کا اُس شخص سے ثابت ہوجاویگا اور لازم ہوویگا اسکو مہر اُس
عورت کا ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے ص اور ثابت ہوویگا نسب مطلقہ بطلاق رجعی کا اگرچہ

دو لڑکے کو دو برس میں یا زیادہ میں جب تک اقرار نکرے عدت کے گذرنے کا تو اگر اقرار کر لیگی عدت کے گذرنے کا اور پھر جنی اور طلاق اور ولادت کے بیچ میں دو برس سے زیادہ کی مدت ہو تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ نسب جب ثابت ہوتا ہو کہ مدت اقرار اور ولادت میں چھ مہینے سے کم گذرے ہوں جیسا کہ آگے آتا ہو تو اگر یہ بائن اس لڑکے کو کم میں دو برس سے تو بائنہ ہوجاویگی اپنے خاوند سے ساتھ گذرنے عدت کے اور نسب ثابت ہوجاویگا بخلاف اس صورت کے جب جنے زیادہ میں دو برس سے کہ وہاں رجعت ثابت ہوجاویگی کیونکہ اب حمل وطی کا نہیں ہو سکتا مگر عدت میں **ف** اور اول صورت میں ہو سکتا ہو کہ وطی نکاح میں ہو کیونکہ وہاں وقت طلاق سے دو برس سے کم مدت گذری ہو **ص** اور جو عورت کہ مطلقہ بطلاق بائن ہو تو اسکے لڑکے کا نسب ثابت ہوگا جب جنے وقت طلاق سے دو برس سے کم میں اسلیے کہ ممکن ہو کہ یہ علوق قبل طلاق کے ہو اور جو دو برس کے بعد جنی تو نسب ثابت ہوگا مگر یہ کہ خاوند اسکا دعوی کرے کیونکہ ہو سکتا ہو کہ اسنے وطی کی ہو شبہے سے ایام عدت میں آور جو عورت مراہقہ ہو یعنی ایسی لڑکی ہو کہ اسکی مثل کی عورتوں سے جماع ہوتا ہو اور وہ ایسی سن میں ہو کہ بالغ ہو سکتی ہو مثلاً نو برس یا زیادہ کی ہو لیکن علامات بلوغ ظاہر نہیں ہوئے وہ اگر بعد طلاق کے کم میں نو مہینے سے جنی نزدیک طرفین کے نسب لڑکے کا ثابت ہوجاویگا آور اگر نو مہینے میں جنی تو نسب ثابت نہوگا آور نو مہینے اسواسطے معتبر ہوئے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور عدت اسکی تین مہینے **ف** اور اصل میں اس مقام پر تفصیل کی ہو **ص** اور نزدیک امام ابو یوسف کے اگر طلاق رجعی ہو تو ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ تین مہینے اسکی عدت کے مدت میں اور دو برس اکثر مدت حمل میں آور اگر طلاق بائن ہو تو دو برس تک آور اگر کسی عورت معتدہ نے اقرار کیا کہ عدت میری تمام ہوگئی اور پھر چھ مہینے سے کم میں وقت اقرار سے جنی تو نسب لڑکے کا ثابت ہوجاویگا لیکن اگر چھ مہینے میں یا زیادہ میں وقت اقرار سے جنی تو نسب ثابت نہوگا **ف** کہا فتح القدیر وغیرہ میں لکھا ہو کہ چھ مہینے کی مدت وقت اقرار سے معتبر ہو اور تصحیح شرح وقایہ میں وقت طلاق سے لکھا ہو اور ظاہر یہ ہو کہ یہ وہم ناسخ سے **ص** اگر عورت معتدہ نے دعوی کیا کہ میں نے لڑکا جنا اور خاوند نے اسکی ولادت کا انکار کیا تو اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر تھا یا خاوند نے اسکا اقرار کیا تھا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا اور اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر نتھا اور خاوند نے بھی اسکا اقرار نہیں کیا تھا تو دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی واسطے ثبوت نسب کے ضرور ہو امام صاحب کے نزدیک اسطرح پر کہ زوجہ تنہا گھر میں گئی اور اسکے ساتھ کوئی نتھا اور گھر میں کوئی لڑکا نتھا اور وہ دونوں مرد گھر کے دروازے پر تھے کہ آواز لڑکے کی سنی یا لڑکے کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں گواہی ایک عورت کی کافی ہو اگر کوئی عورت مدت موت میں دو سال کے قبل جنے تو نسب ثابت ہوجاویگا اور اگر معلوم نہیں کہ قبل موت کے جنی یا بعد اسکے دو برس میں یا کم میں لیکن اقرار کیا ورثہ نے کہ یہ لڑکا اسکے مورث کا ہو تو اگر صاحب اقرار ایسے ہیں کہ انسے صحت شہادت نہیں ہو سکتی بوجہ کامل ہونے نصاب شہادت کے یا حاکم عدالت کے تو فقط وہ لڑکا وارث ہوجاویگا اس مقر کے حق میں اور اگر صحیح الشہادۃ ہیں تو نسب اسکا ثابت ہوجاویگا مقر اور غیر مقر سب کے حق میں آور جو ورثہ نے اقرار نہیں کیا تو نسب ثابت نہوگا ایک مرد نے نکاح کیا کسی عورت سے

اور وہ جنی کم مین چھ مہینے سے وقت نکاح سے تو نسب اُسکا ثابت ہوگا اور اگر جنی چھ مہینے یا زیادہ مین تو نسب ثابت
ہوگا برابر ہے کہ خاوند اقرار کرے یا چپ رہے اور اگر انکار کرے ولادت کا تو ایک عورت کی گواہی دینے سے ثابت
ہوگا پھر اگر بعد گواہی کے خاوند لڑکے کی نفی کرے یعنی کہے کہ یہ لڑکا مجھ سے نہیں تو لعان کر لیوے اور اگر بعد نکاح سے
جنی اور دعویٰ کیا زوجہ نے کہ نکاح کو چھ مہینے ہوے اور مرد نے دعویٰ کیا کہ چھ مہینے نہین ہوے تو امام ابو حنیفہؒ کے
نزدیک قول عورت کا بغیر قسم کے قبول ہو جاویگا **ف** اور لڑکا رنج کا ہو جاویگا ہدایہ **ص** اور اگر خاوند نے کہا کہ اگر تو جنیگی
تو طلاق ہے اور گواہی دی ایک عورت نے ولادت پر تو طلاق واقع نہوگا نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ
کے نزدیک طلاق واقع ہو جاویگا کیونکہ ولادت ایسا امر ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے اور طلاق اُسکے تابع ثابت
ہو جاویگا **ف** اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اُن امورمین کہ نہین استطاعت رکھتے ہین
مرد اُنکی نظر کی اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین پائی لیکن روایت کیا ابن ابی شیبہ نے زہریؒ سے کہ کہا انھون نے جاری ہوئی سنت
اس بات پر کہ جائز ہے شہادت عورتون کی اُن امور مین کہ نہین اطلاع پاتے ہین اُن پر کوئی سوا اُنکے مثل عورتون کے ولادت اور عیوب
پر اور جائز ہے شہادت دایہ کی تنہا اوپر رونے لڑکے کے اور دو عورتین چاہیین اسکے سوا مین اور یہ حدیث حجت ہے کیونکہ
یہ مرسل ہے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے محمد بن عبد الملک واسطی سے انھون نے اعمش سے انھون نے ابی وائل سے
انھون نے حذیفہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھی شہادت دایہ کی اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین ابراہیم نخعی سے
کہ وہ جائز رکھتے تھے شہادت عورتون کی لڑکے کے رونے پر اور اخراج کیا اسکا امام ابو حنیفہؒ نے مسند مین اور دلیل امام
کی مذکور ہے ہدایہ اور فتح القدیر مین **ص** اور اگر خاوند نے اقرار کیا حمل کا اور پھر تعلیق کی طلاق کی ولادت پر تو
عورت پر طلاق پڑ جاویگا بغیر شہادت کے اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے شہادت دایہ کی اور اکثر مدت حمل دو برس ہین **ف**
امام اعظمؒ کے نزدیک اور دلیل نا بی قول حضرت عائشہؓ کا ہے کہ نہین رہتا ہے لڑکا رحم مین اکثر دو برس سے اور ایک لفظ مین ہے کہ نہین
زیادہ ہوتی ہے عورت حمل مین دو برس سے اگرچہ بقدر سایہ تکلے کے یعنی اگرچہ بقدر سایہ تکلے کے ہو کیونکہ سایہ تکلے کا وقت دوران
پر ہے سے سریع الزوال ہوتا ہے اور سایون سے اور مقصود تقلیل مدت ہے اخراج کیا اس قول کا دارقطنی نے اور بیہقی نے سنن
مین اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین اور دلائل اُنکے ضعیف ہین قابل حجت کے نہین فتح القدیر
مین مذکور ہین **ص** اور اقل چھ مہینے ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا پھر
فرمایا وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ تو نہ باقی رہے حمل کے واسطے مگر چھ مہینے **ص** اور جس شخص نے نکاح کیا کسی کی لونڈی
سے پھر طلاق دیا اسکو **ف** بعد دخول کے **ص** پھر خریدا اسکو اور جنی وہ چھ مہینے سے کم مین خرید کے وقت سے
تو لازم آویگا لڑکا اُس شخص کو بغیر دعویٰ کے اور اگر چھ مہینے مین یا زیادہ مین جنی تو بغیر دعویٰ کے اُسکو لازم نہوگا **ف**
اور جب ہے کہ طلاق ایک ہو رجعی یا بائن یا خلع ہو اور اگر دو طلاق دیے تھے تو نسب ثابت ہوگا دو برس تک وقت طلاق
سے ہدایہ **ص** کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین ولد ہے تو وہ میرا ہے اور شہادت دی اُسکی
ولادت پر ایک عورت نے تو نسب لڑکے کا اُس سے ثابت ہو جاویگا اور وہ لونڈی اُسکی ام ولد ہو جاویگی اور اگر کسی نے

ایک لڑکے کو کہا کہ یہ میرا فرزند ہے اور وہ اسکا لڑکا ہو سکتا ہے بعد اسکے وہ شخص مر گیا اور لڑکے کی ماں نے کہا کہ وہ اسکا بیٹا ہے اور میں اسکی بیوی ہوں تو دونوں وارث ہونگے اگر وہ عورت معروفۃ الحریۃ ہو اور یہ بھی مشہور ہو کہ اس لڑکے کی ماں ہے اور اگر معلوم ہو کہ وہ عورت حرہ ہے اور وارثوں نے کہا کہ تو ام ولد ہے تو عورت کو میراث نہ ملیگی اور لڑکا وارث ہوگا

ص باب حضانت کے بیان میں

اور واسطے تربیت صغیر کے حقدار افضل ماں ہے اور اسپر جبر کیا جاویگا اگرچہ اسکے اور خاوند کے درمیان میں تفریق ہو جاوے یعنی طلاق دیا ہو **ف** کیونکہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ یہ بیٹا میرا تھا میٹ میرا اسکا برتن اور چھاتی میری اسکی مشک اور گود میری اسکا مکان اور باپ نے اسکے مجھے طلاق دیا اور چاہتا ہے کہ چھین لے اسکو مجھ سو فرمایا اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو زیادہ حقدار ہے اسکے رکھنے کی جب تک نکاح نہ کرے روایت کیا اسکو احمد اور ابوداؤد اور حاکم نے اور صحیح کیا اسکو اور اسواسطے کہ ماں کی شفقت زیادہ ہے تو دینا اسکی طرف اچھا ہوگا اور حضرت ابوبکر نے نہ دیا عاصم پسر حضرت عمرؓ کو بلکہ سپرد کیا اسکو طرف اسکی ماں کے وقت وقوع فرقت کے روایت کیا اسکو مالک نے اور عبدالرزاق نے اور زیادہ کیا بیہقی نے کہ کہا ابوبکرؓ نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے نہیں جدا کی جاوے والدہ اپنے لڑکے سے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ عمر بن خطابؓ نے طلاق دیا جمیلہ بنت عاصم بن ابی الافلح کو تو اسنے نکاح کیا اور آئے حضرت عمرؓ اور لے لیا اپنے بیٹے کو اور پکڑا اسکو اسکی ماں نے یہاں تک کہ مرافعہ کیا دونوں نے حضرت ابوبکرؓ پاس تو فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے کہ چھوڑ دو اسکی ماں اور لڑکے کو تو لے لیا اسکی ماں نے لڑکے کو اور ایک روایت میں مصنف کی ہے کہ فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے چھونا ماں کا اور گود اسکی اور بو اسکی بہتر ہے اسکے لیے تجھسے یہاں تک کہ جوان ہو جاوے لڑکا تو اختیار کرلے اپنے نفس کو **ص** اور جب ماں نہووے **ف** یعنی مر گئی ہو یا کسی اجنبی سے اسنے نکاح پڑھا لیا ہو کفایہ **ص** تو نانی اولی ہے اگرچہ کتنی ہی بلند ہو یا **ف** یعنی نانی کی ماں اور نانی کی نانی وغیرہا اسواسطے کہ یہ حق ماؤں کی جانب کا ہے تو جب ماں نہوئی تو ماں کی ماں کی طرف منتقل ہو جاویگا **ص** اور اگر نانی نہووے تو دادی بہتر ہے بہنوں سے **ف** اسواسطے کہ دادی بھی حصہ ماں کا لیتی ہے ترکے میں اور شفقت بھی اسکو زیادہ ہے بہ نسبت بہنوں کے **ص** تو اگر دادی نہو تو بہنیں اسکی حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی **ف** اور یہ اولی ہیں خالہ سے اسواسطے کہ یہ بیٹیاں ہیں اپنے باپ کی اور اسی واسطے مقدم ہیں میراث میں اور ایک روایت میں خالہ اولی ہے بہن سے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالہ بجائے ماں کے ہے حق میں بیٹی حضرت حمزہؓ کے نکالا اسکو بخاری نے اور نکالا اسکو امام احمدؒ نے حدیث سے علیؓ کی پھر فرمایا کہ لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے کہ بیشک خالہ ماں ہے اور روایت اسحق بن راہویہ میں ہے اس لفظ سے فَاِنَّ الْخَالَةَ وَالِدَةٌ اور یہی عبارت واقع ہے ہدایہ میں **ص** بعد اسکے حقیقی بہنیں ماں کی پھر اخیافی بہنیں ماں کی پھر علاتی بہنیں ماں کی پھر باپ کی بہنیں حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی **ف** اور حاصل یہ ہے کہ اول جو ذات قرابتیں ہیں یعنی باپ اور ماں دونوں کی طرف کی ہے مقدم کیجاویگی پھر ماں کی جانب پھر باپ کی جانب کی اور خالہ اسواسطے مقدم ہے پھوپھی پر کہ پھوپھی باپ کی بہن ہوتی ہے

اور خالہ ماں کی بہن اور قرابت مادری اس مقام میں اولیٰ ہے **ص** اور یہ جب ہے کہ یہ عورتیں آزاد ہوں اسواسطے کہ لونڈی اور ام ولد کو حق تربیت اپنے لڑکے کا نہیں **ف** اسواسطے کہ انکو خدمت سے فراغت نہیں **ص** اور حکم ذمیہ کا مثل مسلمہ کے ہے تو اگر لڑکا مسلمان ہے اور ماں اسکی ذمیہ ہے تو اسکی ماں کو حق ہے پرورش کا جبتک وہ سمجھانے دین کو یا الفت پکڑے کفر سے تو ان دونوں صورتوں میں ماں سے چھین لیا جاویگا اور جس عورت نے کہ نکاح کر لیا غیر محرم سے ولد کے تو پرورش کا حق اسکی جاتا رہا **ف** اور دلیل اسکی حدیث عبد اللہ بن عمرؓ ہے جو اوپر گذری **ص** اور اگر محرم سے نکاح کیا جیسے اسکی ماں نے نکاح کیا لڑکے کے چچا سے یا اسکی دادی نے اسکے دادا سے تو یہ حق باطل نہوگا **ف** اور دلیل اسکی ظاہر ہے **ص** اور اگر نکاح جو غیر محرم سے ہوا تھا ساقط ہو گیا تو پھر حق اسکا لوٹ آویگا اور اگر کوئی عورت ماں اور باپ کی جانب سے موجود نہووے تو حق پرورش عصبات کو ہے علی الترتیب **ف** یعنی پہلے باپ پھر دادا پھر بھائی حقیقی پھر بھائی علاتی پھر بیٹا حقیقی بھائی کا پھر بیٹا علاتی بھائی کا اور اسیطرح نیچے تک انکی اولادوں تک پھر چچا پھر چچا کے بیٹے **ص** لیکن صغیرہ کو ساتھ عصبہ غیر محرم کے مثل مولیٰ عتاقہ یا چچا کے بیٹے کے نہ دینگے **ف** اور صغیر کو دیدینگے اور مولیٰ عتاقہ کہتے ہیں آزاد کرنیوالے کو اور کافی میں ہے کہ جب صغیر کا کوئی عصبہ نہو تو اخیافی بھائی کو دینگے پھر اسکے بیٹے کو پھر باپ کے اخیافی بھائی کو پھر اسکے بیٹے کو پھر ماں کے حقیقی بھائی کو پھر علاتی کو پھر اخیافی کو اسواسطے کہ ان لوگوں کو بھی ولایت ہے نکاح میں نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے کفایہ اور اگر کئی مستحق پرورش ایک ہی درجے میں ہوں تو جو زیادہ پرہیزگار ہوگا اسکو پھر جو زیادہ عمر والا ہوگا اسکو دینگے جامع الرموز **ص** اور نہ اسکو جو فاسق ہو لوگوں کو حیلہ سکھاتا ہو اور لڑکے کو اختیار نہوگا بخلاف امام شافعیؒ **ف** کہ انکے نزدیک لڑکے کو اختیار ہے اسواسطے کہ روایت ہے رافع بن سنان سے کہ وہ اسلام لائے اور انکار کیا انکی عورت نے اسلام سے سو بٹھلایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں کو ایک گوشے میں اور باپ کو ایک گوشے میں اور لڑکے کو انکے درمیان میں سو جھکا لڑکا اپنی ماں کی طرف پھر فرمایا آپنے یا اللہ تو ہدایت کر اسے پھر جھکا اپنے باپ کی طرف تو لے لیا اسنے اسکو نکالا اسکو ابو داؤد اور نسائی نے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور بھی نکالا چاروں عالموں نے ابو ہریرہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا لڑکے کو ماں اور باپ کے درمیان میں کہا ترمذی نے حدیث حسن صحیح ہے اور صاحب ہدایہ نے یہ جواب دیا ہے کہ لڑکے کی عقل قاصر ہے سو اختیار کریگا اسی شخص کو جو اسکو تقید نکرے بوجہ میلان اسکے کے طرف لعب کے اور صحیح ہوا ہے صحابہ سے کہ انھوں نے اختیار نہیں دیا اور یہ حدیث سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ای اللہ ہدایت کر اسکو اور دعا آپ کی مستجاب ہے مقبول ہے تو اسمیں بہتری تھی واسطے لڑکے کے یا محمول ہے اس صورت پر کہ لڑکا بالغ ہو گا **ص** اور ماں اور نانی حقدار ہیں لیسر کی یہانتک کہ کھاوے اور پیوے اور پہنے اور استنجا کرے اکیلے اور اندازہ کیا اسکا خصاف نے سات برس سے **ف** اور اسی پر فتویٰ ہے **ص** اور دختر کی یہانتک کہ حیض آوے اور امام محمدؒ سے مروی ہے یہانتک کہ شہوت دار ہووے اور یہی معتبر ہے واسطے فساد زمانے کے اور سوا ماں باپ کے حقدار ہیں دختر کے یہانتک کہ شہوت والی ہو اور مطلقہ کو جائز نہیں ہے کہ بعد عدت کے لیجاوے اپنے فرزند کو سفر میں لیجاوے مگر اپنے وطن اصلی میں جہاں اسکا نکاح ہوا تھا **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اہل والا ہوا کسی شہر میں تو وہ اہل اس شہر کا ہے نماز پڑھے مقیم کی روایت کیا

اسکو ابن ابی شیبہ نے حضرت عثمانؓ سے اور ابن ابی لیلیٰ نے اور لفظ اسکا یہ ہو کہ جب نکاح کرے کوئی شخص کسی شہر میں تو وہ اہل اسی شہر کا ہو اور اسناد میں اسکی عکرمہ بن ابراہیم ازدی ضعیف ہو **ص** اور یہ اختیار صرف ان کو ہو اور غیر کو درست نہیں اگرچہ نزدیک ہو

باب نفقے کے بیان میں

واجب ہو نفقہ اور لباس اور مسکن خاوند پر **ف** اور اصل اس باب میں قول اللہ تعالیٰ کا ہو لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ چاہیے کہ خرچ کرے صاحب کشایش اپنی کشایش سے اور فرمایا وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث حجۃ الوداع میں کہ عورتوں کے لیے تمھارے اوپر رزق ہو اور لباس ہو موافق دستور کے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں ہو اور اسواسطے کہ یہ نفقہ روکے رہنے کا ہو جیسے نفقہ قاضی کا ہو اور عامل صدقے کا **ص** اگرچہ چھوٹا ہو وطی پر قادر ہو واسطے اسی زوجہ کے مسلمان ہو یا کافر **ف** واسطے اطلاق آیت کے **ص** بڑی ہو یا چھوٹی ہو ایسی کہ وطی کی جاتی ہو اور اگر وطی وہ کی جاتی ہو بسبب وجہ کی صغر سنی کے یا کوئی اور مانع کے جو جانب زوجہ سے ہو تو خاوند پر نفقہ واجب نہوگا اور معتبر نفقے میں دونوں کا حال ہو تو اگر دونوں غنی ہیں تو نفقہ غنا کا اور جو دونوں تنگدست ہیں تو نفقہ تنگدستی کا اور جو ایک غنی ہو اور دوسرا تنگدست تو دونوں کے بیچ میں **ف** مثلاً خاوند امیر ہو اپنے گھر میں حلوا اور کباب اور اقسام کے کھانے کھاتا ہو اور عورت اپنے گھر میں جو کی روٹی کھاتی ہو تو خاوند پر واجب نہیں کہ جو آپ کھاتا ہو وہ دیوے مگر بیون کی اور ایک قسم کے کھانے دیوے **ص** اور یہ ہمارا مذہب ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک سب حالتوں میں اعتبار خاوند کا ہو **ف** اور دلیل ہماری یہ ہو کہ حضرت نے فرمایا ہند زوجہ ابو سفیان کو کہ لے لے تو اسکے مال سے اسقدر کہ کافی ہو تجکو اور تیرے لڑکے کو روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے اور اضافت کی نفقے کی طرف زوجہ کے اور تفصیل فتح القدیر میں ہو **ص** اگرچہ زوجہ اپنے ماں کے گھر میں ہو اور خاوند نے اسکو طلب کیا ہو یا خاوند کے گھر میں بیمار ہو تو نفقہ اسکا اس پر ہو **ف** اور اگر باوجود طلب کے از راہ شرارت ناحق نہ آتی ہو تو نفقہ اسکا خاوند پر نہیں ہو **ص** نہ وہ جو نکل گئی ہو شرارت سے ناحق اور اگر حق پر نکلی مثلاً اپنا مہر معجل طلب کرتی ہو تو نفقہ اسکا رہیگا **ف** اور اگر خاوند کے گھر میں ہو اور وطی سے مانع ہوتی ہو تو بھی نفقہ رہیگا کیونکہ خاوند کو پہنچتا ہو کہ جبراً بغیر اسکی رضا کے وطی کرے **ص** اور اگر زوجہ قرضے میں قید ہو گئی یا اپنے باپ کے گھر میں مریض ہوئی یا کوئی اسکو غصب کر لے گیا یا بغیر خاوند کے حج کو گئی تو نفقہ اسکا خاوند کے ذمے سے ساقط ہوگا اور اگر خاوند کے ساتھ حج کو گئی تو اسکو نفقہ حضر کا ملیگا نہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری وغیرہ کا اور اگر خاوند مالدار ہو تو واجب ہو اسپر نفقہ ایک خادم کا واسطے زوجہ کے یہ مذہب طرفین کا ہو اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک اسپر دو خادموں کا نفقہ واجب ہو ایک واسطے امور داخل خانہ کے اور دوسرا واسطے امور خارج خانہ کے اور طرفین یہ کہتے ہیں کہ ایک دونوں کا متولی ہو سکتا ہو **ف** اور فتویٰ قول طرفین پر ہو **ص** اور اگر تنگدست ہو تو واجب نہیں نفقہ خادم کا اور امام محمدؒ کے نزدیک تنگدستی میں بھی ایک خادم کا نفقہ واجب ہو **ف** اور صحیح مفتیٰ بہ اول ہو ہدایہ **ص** اور اگر خاوند نفقے سے عاجز ہو تو تفریق نکرائی جاویگی اور حکم ہوگا کہ قرض لے اور بر قرض لیکر کھاوے یہاں تک کہ خاوند مالدار ہو وے اور ادا کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تفریق کرا دیجاویگی **ف** اور احادیث اور آثار امام شافعیؒ کی تائید

مذکور ہین فتح القدیر مین اور دلائل ہمارے اور جوابات اُنکے استدلالات کے بھی تفصیل سے مذکور ہین اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ یعنی اگر خاوند تنگدست ہو تو انتظار کرنا چاہیے کشادگی دست تک
ص اور ہمارے علماء نے جب کہا کہ بے تفریق کے معاش ممکن نہین ہے اسواسطے کہ رفع حاجت دائمی کا ساتھ قرض کے
مشکل ہے اور بہت ایسا ہوگا کہ کوئی اُسکو قرض نہ دیگا اور غنی ہو جانا خاوند کا ایک امر متوہم ہے تو اچھا جانا اس بات کو
کہ قاضی ایک نائب شافعی المذہب کو معین کر دے کہ وہ اُن دونون کے بیچ مین تفریق کر دیوے ف اور اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ حنفی کو مخالف اپنے مذہب کے فتویٰ دینا جائز نہین مگر جب کہ مجتہد ہے ص اور اگر قاضی نے واسطے عورت کے
کہ خاوند اُسکا تنگدست ہے نفقہ تنگی کا فرض کیا بعد اُسکے خاوند غنی ہوا اور زوجہ نے طلب کیا تو خاوند نفقہ غنا تمام کرے اور
اگر خاوند نے مدت تک اپنی زوجہ کو نفقہ نہین دیا تو اُن ایام گذشتہ کا نفقہ ساقط ہو جاویگا مگر یہ کہ قاضی نے اُسکے واسطے
نفقہ معین کیا ہو یا دونون کسی چیز پر راضی ہوئے ہون تو اِن صورتون مین اُن ایام ماضیہ کا بھی نفقہ دلایا جاویگا
جب تک وہ دونون زندہ رہین تو اگر کوئی اُنمین سے مرگیا یا طلاق دیدی یا خاوند نے عورت کو تو بھی ساقط ہوگا مگر جب
قرض لیا ہو عورت نے حکم قاضی سے تو وہ موت اور طلاق سے ساقط نہوگا اور امام شافعی کے نزدیک موت سے
ساقط نہوگا بلکہ مثل دین کے ہو جاویگا اور اگر پہلے سے پیشگی خاوند نے مثلاً چھ مہینے کا نفقہ دیدیا اور بعد ایک مہینے کے
خاوند یا زوجہ کوئی مرگیا تو اب باقی نفقہ زوجہ سے پھیرا نہ جاویگا شیخین کے نزدیک اور امام محمد اور شافعی کے نزدیک حساب
کر کے ایک مہینے کا نفقہ عورت کے پاس رہیگا اور پانچ مہینے کا پھیر لیا جاویگا ف اور فتویٰ قول شیخین پر ہے ص اور اگر غلام
نے نکاح کیا اذن سے مولیٰ کے تو نفقہ اُسکا اُسپر واجب ہے تو بیچا جاویگا اُسمین پھر اگر نفقہ جمع ہوا تو پھر بیچا جاویگا اسی طرح بے
نہایت تک ف مثلاً ہزار درم اُسپر نفقے کے جمع ہو گئے اور دو بار بیچنے مین وہ ادا ہو گئے پھر اور ہزار جمع ہو تو پھر
تیسری بار بیچ کیا جاویگا پھر چوتھی بار پھر پانچوین بار زیلعی ص اور صورت اسکی یون ہے کہ ایک غلام نے نکاح کیا اپنے مولیٰ
کے اذن سے کسی عورت سے اور قاضی نے اُسپر نفقہ فرض کیا یہانتک کہ ہزار درم جمع ہو گئے اور یہ غلام سو روپیہ کو بیچا گیا اور وہی اُسکی قیمت ہے
اور مشتری جانتا ہے کہ اُسکے اوپر دین نفقے کا ہے تو پھر بیچا جاویگا اور اگر غلام پر دین نفقے کا نہین ہے بلکہ اور طرح کا دین ہے تو ایک ہی
بار بیچ کیا جاویگا ف اور باقی دین موقوف رہیگا اُسکی حریت پر ص اور خاوند پر واجب ہے کہ عورت کو رکھے ایک جدا گھر مین
کہ اُسمین کوئی خاوند کے اہل سے نہووے اور نہ اُسکا بیٹا ہو جو اور بیوی سے ہو مگر جب کہ زوجہ راضی ہو جاوے خاوند
کے اہل کے ساتھ رہنے پر اور اگر گھر بڑا ہو اور اُسمین کئی قطعے ہین تو بھی ایسا قطعہ چاہیے کہ زنجیر اور قفل اُسکا علیحدہ ہو اور
خاوند کو پہونچتا ہے کہ والدین زوجہ کو اور اُسکے ولد کو جو اور خاوند سے ہو گھر مین نہ آنے دیوے اسواسطے کہ گھر ملک
خاوند کا ہے تو اُسکو منع پہونچتا ہے اور نہین جائز ہے کہ منع کرے اُنکو دیکھنے سے زوجہ کے یا کلام سے اُسکے ساتھ جس وقت
چاہین وہ اور بعضون کے نزدیک خاوند کو جائز نہین ہے کہ عورت کو والدین کے پاس جانے سے یا والدین کو
اُسکے پاس آنے سے ہفتے مین ایک بار منع کرے اور اور محرمون کی زیارت سے سال بھر مین ایک بار منع کرے اور یہی صحیح ہے
ف ایسا ہی ہدایہ میں اور خانیہ مین ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے ص اور معین کرے تو بھی نفقہ اُس شخص کی زوجہ کا جو غائب ہو

اور اُسکے والدین کا اور اُسکی اولاد صغار کا اُسکے مال سے جو اُنکے حق کی جنس سے ہو حاکم اور امام یا نائب اُسکا حکم کرے اور اسیطرح ادا کیا جاوے اُس صورت سے کہ وہ اُنکے حق کی جنس سے ہو یا نقد اُن اسباب سے کہ اُنکی بیع کی حاجت پڑے واسطے صرف نفقہ کے جیسے کپڑے اور کھانا ہو یا روپیہ اور زیور ہو اور جن لوگون کا اقرار کرے ہین مال کا اور اُسکی وجہ زوجیت یا قاضی نے جو ہ زوجیت کو جانتا ہو اور قاضی کو چاہئے کہ عورت سے ضامن لیوے اور حلف دلا دے اُسکو اس بات پر کہ اُس شخص غائب نے اُسکو نفقہ نہیں دیا ہے اور اگر وہ شخص منکر نکاح کے ہوں اور قاضی بھی نجانتا ہو اور دعوے اُنکا ہو کہ وہ اولاد ہو تو قاضی لیکے گواہ اُسپر قرض کرے لگا اُسیطرح اُسکے اگر کچھ مال نہو یعنی محتاج ہو اور رو بہ قائم کیے نکاح پر تا کہ قاضی اُسکے لیے نفقہ مقرر کرے اور اُسکو حکم کرے قرض لینے کا خاوند پر تب بھی قاضی نفقہ اُسکے لیے مقرر کریگا اور حکم نکاح کا بھی نکریگا اسواسطے کہ حکم غائب پر جائز نہیں ف یعنی ہمارا ایسے نائب ہونے نے فیصلہ کر دیا اسپر یا تو نہیں ص اور امام زفر کے نزدیک نفقہ اسپر فرض کر دے اور نکاح کا حکم کرے اور اُس کل میں اسواسطے حاجت آدمیوں کے قاضی تعمیل موافق مذہب امام زفر کے کرتے ہین ف اور محیط میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے

فصل

جو عورت کہ عدت میں طلاق رجعی یا بائن کے ہو یا حالت میں اُس فرقت کی ہو جو بسبب معصیت زوجہ کے نہیں ہو جیسے خیار عتق اور بلوغ اور وہ تفریق جو بسبب کفو ہونے کے ہو تو اُسکا نفقہ اور سکنی عدت کے گذرنے تک خاوند پر واجب ہے اور نزدیک امام شافعیؒ کے طلاق بائن میں نفقہ اور سکنے خاوند پر نہیں ہیں اور دلیل اُنکی وہ حدیث فاطمہ بنت قیس ہے ف کہ تین طلاق دیے تھے اُنکو خاوند نے اُنکے تو نہ مقرر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے واسطے اُسکے سکنی اور نفقہ روایت کیا اُسکو مسلم اور اصحاب سنن نے ص اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اُس حدیث کو رد کیا ف جامع ترمذی اور ابو داؤد اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ آئی فاطمہ بنت قیس نزدیک عمر بن الخطاب کے سو فرمایا آپنے کہ نہیں ہین ہم کہ چھوڑ دیوین اپنے رب کی کتاب کو اور اپنے نبی کی سنت کو بسبب قول ایک عورت کے کہ نہیں جانتے ہیں ہم کہ یاد رکھا اُسنے یا نہیں زیادہ کیا طحاوی اور دارقطنی نے کہ فرمایا حضرت عمرؓ نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ مطلقۃ الثلاث کو سکنی اور نفقہ ہے اور حضرت عائشہؓ نے بھی اس حدیث کو رد کیا اور کہا فاطمہ سے کہ کیا نہیں خوف کرتی ہے اللہ کا یہ صحیح بخاری میں ہے اور بھی نمانا اُسکو کبار تابعین نے مثل اسود اور سعید بن المسیب کے اور طول کیا شیخ ابن الہمام نے اس مطلب کی بحث میں جسکو دیکھنا ہو فتح القدیر میں دیکھے ص اور جو عورت کہ عدت موت میں ہووے یا تفریق کرائی جاوے بسبب اپنی معصیت کے جیسے مرتد ہو جاوے یا ابن زوج کا بوسہ لیوے تو نفقہ اُسکا واجب نہیں اور جو عورت کہ عدت میں تین طلاق کے ہووے اور مرتد ہو جاوے تو نفقہ اُسکا ساقط ہو گا اور اگر ابن زوج کو اپنے اوپر قادر کر دیوے تو ساقط ہو گا ف اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے ص اور نفقہ اولاد صغار کا باپ پر ہے جیسے وہ مفلس ہوں اور کوئی اُسمیں شریک ہو گا جیسا کہ ماں باپ کے اور زوجہ کے نفقے میں کوئی اُسکا شریک نہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ الآیہ اور مولود باپ ہے جیسا ص اور اگر اولاد اُسکی غنی ہو تو نفقہ اُنکا اُنکے مال میں سے ہو گا اور اگر وہ ولد شیر خوار ہو تو ماں کو دودھ پلانے پر جبر کیا جائیگا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا

اور نہ ضرر پہونچائی جاویگی ماں واسطے ولد کے ص مگر جب سوا اُسکے اور دودھ پلانے والی نہ ملے یا لڑکا اور کسی کا دودھ نہ لیوے
ف یا ماں بلا اجرت مزدوری پر قادر نہو ص تو اسوقت ماں پر جبر کرینگے ف واسطے حفاظت ولد کے ص اور مزدور
نوکر رکھے مرضعہ کو کہ دودھ پلاوے ولد کو نزدیک اُسکی ماں کے اور اگر اُسکی ماں کو نوکر رکھ لیا اور وہ اپنی زوجہ ہے یا عدت میں ہے
طلاق رجعی سے نہیں جائز ہوگا اور ایک روایت میں جب عدت میں طلاق بائن کے ہو تو جائز ہوگا ف اور دلیل انکی اصل میں
مذکور ہے ص اور بعد گذرنے عدت کے جائز ہے کہ خاوند اُسکو نوکر رکھے جیسا کہ جائز ہے کہ اپنی زوجہ کو اگرچہ نکاح میں یا عدت میں ہووے
نوکر رکھے واسطے دودھ پلانے اُس لڑکے کے جو اُس زوجہ کے بطن سے نہیں ہے اور ماں جب عدت سے باہر آوے تو واسطے شیر دہی ولد کے
دودھ دوسری سے زیادہ حقدار ہے مگر یہ کہ اجرت زیادہ طلب کرے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ
یعنی نہ ضرر پہونچایا جاوے باپ بیٹے والے کو اور قیمت زیادہ یہ بھی ایک ضرر ہے ص اور نفقہ دختر بالغہ کا جو بے شوہر ہو اور نفقہ پسر بالغ
کا جو محتاج ہوں اور کسب پر قادر نہیں ف مثلاً لولا لنگڑا اشل مفلوج بے دست و پا ہو ص سب باپ پر ہے اور اسی پر فتوی ہے اور
روایت خصاف اور حسن میں دو ثلث اُسکے باپ پر ہیں اور ایک ثلث ماں پر ہے اور یہ جب ہے کہ ان دونوں کے واسطے مال نہووے
اور اگر مال ہووے تو نفقہ انکا انکے مال میں سے ہوگا اور جس شخص پر کہ صدقہ فطر واجب ہے تو اسپر نفقہ اپنے اصول کا جو فقیر ہوں لازم ہے
ف اگرچہ کسب پر قادر ہوں جو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا اور بسر کرے
والدین کے ساتھ دنیا میں موافق دستور کے اور یہ آیت ماں باپ کافر کے حق میں اتری ہے اور دستور یہ نہیں کہ آپ
عیش کرے اور والدین کو چھوڑ دے کہ وہ بھوکے مر جاویں اور اجداد اور جدات بھی آباء اور امہات میں ہیں اور
اسی واسطے جد قائم مقام باپ کا ہوتا ہے وقت نہونے باپ کے ہدایہ ص اور بیٹا بیٹی اسمیں برابر ہیں ف تو اگر کسی کا ایک بیٹا
اور ایک بیٹی ہے تو نفقہ اُسکا آدھا آدھا دونوں پر ہے ص اور معتبر اس مقام میں قرب اور جزئیت ہے نہ وراثت تو جس شخص کا
ایک پوتا اور ایک بیٹی ہو تو کل نفقہ اُسکا بیٹی پر ہے ف اسواسطے کہ وہ قریب ہے بہ نسبت پوتے کے ص باوجود اس
بات کے کہ ترکہ دونوں کو آدھا آدھا ملیگا اور جس شخص کے ایک نواسا ہے اور ایک بھائی ہو تو کل نفقہ اُسکا نواسے پر ہے ف
اسواسطے کہ نواسا اپنا جزء ہے برخلاف بھائی کے ص باوجود اس بات کے کہ ترکہ کل بھائی لے لیویگا اور نواسے کو کچھ نہ
ملیگا کیونکہ وہ ذوی الارحام سے ہے اور نفقہ ذو رحم محرم کا ف ذو رحم اُسکو کہتے ہیں کہ جسکا حصہ ترکہ میں سے کچھ مقرر نہیں
اور نہ وہ عصبہ ہے سراجیہ ص جب صغیر اور فقیر ہو یا عورت صغیرہ فقیرہ ہووے یا مرد بالغ بیدست و پا یا اندھا ہووے
اُسپر جو صلاحیت وراثت کی رکھتا ہو واجب ہے بقدر میراث کے اور جبر کیا جاویگا اُسپر اور معتبر اسمیں اہلیت ارث کی ہے نہ حقیقت
اُسکی اسواسطے کہ حقیقت ارث کی بعد موت کے معلوم ہوتی ہے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَعَلَى الْوَارِثِ
مِثْلُ ذَٰلِكَ اور قرات ابن مسعودؓ میں ہے وَعَلَى الْوَارِثِ ذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ مِثْلُ ذَٰلِكَ اور یہ مالک نصاب پر
واجب ہے ص تو جس شخص کا ایک ماموں اور ایک چچازاد بھائی ہو تو باوجود اس بات کے کہ چچازاد بھائی عاصب ہے
ماموں کا کیونکہ وہ عصبہ ہے لیکن ماموں کو صلاحیت ہے وراثت کی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ چچازاد بھائی مر جاوے اور ماموں
وارث ہو جاوے تو نفقہ اُسکا ماموں پر ہے تو معتبر اقربیت اور اہلیت ارث ہے اور جس شخص کی تین بہنیں متفرق ہیں مثلاً ایک حقیقی اور

ایک علاتی اور ایک اخیافی تو تین حصے اسکے نفقے کے حقیقی بہن پر ہونگے اور ایک ایک حصہ دونوں بہنوں پر ف اسواسطے کہ وراثت
بھی انکی اسی طرح ہے یعنی اگر وہ شخص مر جاوے تو اسکا مال اسیطرح پانچ حصے کیے جاوینگے تین حصے حقیقی بہن کو اور ایک ایک حصہ دونوں
کو ملیگے ص اور جس شخص کا ایک ماموں اور ایک چچا کا بیٹا ہو تو نفقہ اسکا ماموں پر ہوگا اور نہیں نفقہ واجب ہوتا ساتھ اختلاف دین کے مگر
زوجہ کو اگرچہ ذمی ہو اور اصول و فروع کو اگر فقیر ہوں اور محتاج پر سوا کسی کا واجب نہیں مگر زوجہ کا اور لڑکوں محتاج کا اور باپ کو جائز
کہ اپنے بیٹے کا اسباب جو غائب ہو واسطے نفقہ اپنے کے بیچے اور زمین اسکی نہ بیچی جاوے یعنی اسواسطے نفقے کے اور کسی قرض کی بابت جو باپ کا
بیٹے پر ہو نہ بیچا اسکا مال کا جائز نہیں اور ماں کو ہرگز جائز نہیں کہ واسطے اپنے نفقے کے مال کو بیٹے کے بیچے ف اسواسطے کہ ولایت تملک
مال پسر باپ کو مخصوص ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اور مال تیرا واسطے تیرے باپ کے ہے اور اسلیے کہ ماں کو ولایت تصرف
بیٹے کے مال میں نہیں ف روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے جابر سے ساتھ سند صحیح کے ص اور جس شخص غائب کا مال کسی کے پاس امانت ہو اور اس نے
بغیر حکم قاضی کے اس غائب کے ماں باپ پر خرچ کیا ضامن ہوگا اور اگر اسکا مال ماں باپ کے پاس امانت تھا اور انہوں نے خرچ کیا تو ضامن نہ ہونگے اور اگر
قاضی نے نفقے کا واسطے پسر وغیرہ کے حکم کیا اور ایک مدت تک انکو نہ پہنچا تو نفقہ اسکا ساقط ہو جاویگا اور جامع کبیر و شرح منقول ہے کہ جب تک
کہ مدت دراز ہو یعنی ایک مہینا یا زیادہ گذر گیا ہو اور اگر مدت کم گذری ہو یعنی ایک مہینے سے کم تو ساقط نہوگا لیکن اگر قاضی انکو قرض لینے کا
غائب کے نام پر حکم کیا اور انہوں نے قرض لیکے اپنے نفقے میں صرف کیا تو وہ مال اسکے غائب پر لازم ہوگا اور ساقط نہوگا اور مولی پر نفقہ اپنے غلام
اور لونڈی کا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کے حق میں کہ وہ تمہارے بھائی ہیں کیا اللہ نے انکو زیر دست تمہارے
تو جسکا بھائی زیر دست ہو اسکے تو کھلاوے اسکو جو آپ کھاتا ہے اور پہناوے اسکو جو آپ پہنتا ہے اور نہ تکلیف دو انکو اس امر کی جو مغلوب کرے
انکو اور اگر دو تو تم بھی اعانت کرو انکی روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ابوذر سے اور روایت کیا اسکو ابوداؤد نے
سند صحیح سے اور زیادہ کیا کہ جو تمکو پسند آوے انمیں سے تو رکھو انکو اور نہ عذاب کرو خلق اللہ پر اور حضرت علی سے مروی ہے کہ
آخر کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ محافظت کرو نماز پر اور ڈرو اللہ سے اپنے غلاموں میں اخراج کیا اسکو
امام احمد نے ص تو اگر مولی نے نہ دیا اور وہ قابل کسب کے ہیں تو کما دینگے اور نفقہ اپنا کرینگے اور اگر قابل کسب
کے نہیں جبر کیا جاویگا مولی انکی بیع پر ف اور حیوانات میں اگر انکو نفقہ نہ دے تو حکم بیع کا نہ کیا جاویگا مگر فی
مابینہ وبین اللہ حکم ہوگا اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عذاب کرنے سے خلق اللہ کے
روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور منع کیا ضائع کرنے سے مال کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور صحیحین میں مروی
ہے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذاب کی گئی ایک عورت بسبب بلی کے کہ قید کیا تھا اسکو
یہانتک کہ مر گئی پھر داخل ہوئی آگ میں اور اسی سبب سے کہ نہ کھانا دیا اسے بلی کو اور نہ پانی دیا جب اسکو قید کیا اور نہ چھوڑا اسکو کہ کھاوے
گھاس زمین کی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جبر کیا جاویگا اس جانور کی بھی بیع پر کذا فی الہدایۃ

ص کتاب العتاق

ف آزاد کرنا مملوک کا ایک امر مندوب ہے جس سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مرد مسلمان آزاد کرتا ہے مرد مسلمان
کو پاک کرتا ہے اللہ اسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے عضو کو آگ سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور صحیح ترمذی

مین مروی ہو ابی امامہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مرد مسلمان آزاد کرے دو عورتین مسلمان ہوگی
وہ دونون خلاصی اسکی آگ سے اور روایت ہو ابی ذر سے کہا کہ پوچھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کون عمل
افضل ہو فرمایا ایمان لانا اللہ پر اور جہاد کرنا اسکی راہ مین کہا مین نے پھر کون سی گردن آزاد کرنی افضل ہو فرمایا جسکی
قیمت زیادہ اور نفیس زیادہ ہو اپنے مالک کے پاس روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے اور صحیح مسلم مین ہو حضرت ابو ہریرہؓ سے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین بدلا دے سکتا ہو بیٹا اپنے باپ کو مگر یہ کہ پاوے اسکو غلام پھر آزاد کرے اسکو
اور مسنون رکھا علما نے کہ آزاد کرے مرد غلام کو اور عورت لونڈی کو تاکہ مقابلہ اعضا کا ہو جاوے ہدایہ ص
عتق صحیح ہوتا ہو حر بالغ عاقل سے اپنی ملک مین ف تو غیر کا غلام آزاد نہین کر سکتا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نہین عتق ہو اسمین جسکا مالک نہین آدمی روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا کہ حسن صحیح ہو ص تو
اگر لفظ صریح ہو تو بغیر نیت کے بھی آزاد ہوگا جیسے کہے تو حر ہو یا معتق ہو یا عتیق ہو یا آزاد کیا مین نے تجکو یا تو محرر ہو یا حر
کیا مین نے تجکو یا یہ مولی میرا ہو یا پکارا کہ ای میرے مولی ف اور ایسا ہی اگر کہا کہ ای حر یا ای آزاد اور اگر نام اسکا
حر ہو اور اسنے پکارا یا حر تو آزاد ہوگا اور اگر نام اسکا حر تھا اور فارسی مین کہا ای آزاد یا نام اسکا آزاد تھا اور عربی مین
کہا یا حر تو آزاد ہو جاویگا ہدایہ ص یا کہا کہ سر تیرا حر ہو یا اور جو اعضا کہ اُنسے تعبیر سارے بدن سے ہوتی ہو ف
اور گذرا بیان انکا کتاب الطلاق مین ص اور اگر لفظ کنایہ ہو کہ احتمال آزاد ہونے اور ہونے کا رکھتا ہو جیسے
کہے میری ملک تیرے اوپر نہین ہو یا تو میری ملک سے نکل گیا یا چھوڑ دی مین نے راہ تیری یا لونڈی سے کہا چھوڑ دیا
مین نے تجکو یا نہین قیمت تیرے لیے ف کہ ان سب لفظون سے عتاق اور عدم عتاق مراد ہو سکتا ہو کیونکہ جب کہا کہ تو میری
ملک سے نکل گیا معلوم نہین کہ بسبب عتاق یا بسبب بیع کے یا بسبب ہبہ کے اور ایسا ہی باقی الفاظ مین کذا فی الاصل ص
تو بغیر نیت کے آزاد نہوگا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو کہا یہ بیٹا میرا ہو تو اگر فرزند اسکا وہ ہو سکتا ہو اور وہ غلام مجہول النسب
ہو تو بغیر نیت کے آزاد ہوگا اور اگر فرزند اسکا نہین ہو سکتا تو بھی امام صاحب کے نزدیک بے نیت کے آزاد ہو جاویگا
اور صاحبین کے نزدیک نہوگا ف اور دلائل اسکے مذکور ہین ہدایہ اور شرح وقایہ مین ص اور اگر خواہ
اپنے غلام کو پکارا کہ ای میرے بیٹے یا ای میرے بھائی تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ مقصود پکارنے سے حاضر ہونا اسکا ہو
اور لحاظ معنی کا نہین اور جب معنی مقصود نہوے تو مجاز بھی ثابت نہوگا اور وہ حریت ہو برخلاف اسکے جب کہا یا
حر کیونکہ وہ صریح ہو قصد معنی کی طرف محتاج نہین اور اسیطرح اگر کہا کہ نہین حکومت ہو میری تجپر تو بھی آزاد
نہوگا کیونکہ ہو سکتا ہو کہ اسکا غلام ہو اور تصرف مولی کا نہو سکے جیسا کہ مکاتب مین ف درمیان اسکا آگے آویگا
ص اور لفظ طلاق اور جو کنایات طلاق ہین اُنسے ہمارے نزدیک لونڈی آزاد نہوگی اگرچہ نیت بھی ہو آزادی
کی برخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک آزاد ہو جاویگی ف اور دلائل طرفین کے ہدایہ اور شرح وقایہ
مین مسطور ہین ص اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو مثل حر کے ہو آزاد نہوگا اور اگر کہا کہ نہین ہو تو مگر حر تو آزاد
ہو جاویگا اور جو شخص کہ مالک ہو جاوے اپنے ذی رحم محرم کا تو وہ آزاد ہو جاویگا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ مالک ہو جاوے ذی رحم محرم اپنے کا تو آزاد ہو جاویگا اُسپر روایت کیا اس حدیث کو ایسے لوگوں نے بیہقی اور نسائی نے اور ضعیف کیا اُسکو بسبب اس بات کے کہ ضمرہ متفرد ہوا ساتھ اس حدیث کے سفیان سے اور صحیح کیا اُسکو عبدالحق نے اور کہا کہ ضمرہ ثقہ ہے اور تصویب کی ابن القطان نے اُسکے کلام کی اور توثیق کی ضمرہ کی ابن معین نے اگرچہ صحت نہیں پکڑی اس نے صحیحین میں آیا ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مالک ہو ذی رحم محرم کا تو وہ حر ہے اور لایا اُسکو اصحاب سنن اربعہ نے سمرہ سے اور روایت کیا اُسکو طحاوی نے حضرت عمر سے موقوفاً اور عائشہ اور علی سے ساتھ اسانید صحیحہ کے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور جب اپنے غلام کو واسطے خدا کے یا واسطے شیطان کے یا واسطے بت کے یا زبردستی یا نشے میں آزاد کیا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر مضاف کیا عتق کو طرف ملک کے مثلاً کہا کہ اگر میں مالک ہوں اس غلام کا تو وہ حر ہے یا شرط کی مثلاً کہا کہ اگر فلانا شخص آوے تو غلام میرا آزاد ہے اور اس غلام کا مالک ہو گیا یا وہ شخص آ گیا تو آزاد ہو جاویگا بشرطیکہ غلام وقت تعلیق شرط کے اسکی ملک میں ہو اور اگر غلام حربی کا مسلمان ہو کے ہماری طرف چلا آوے تو آزاد ہو گا ف اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غلاموں میں طائف کے جو نکلے تھے وہاں سے مسلمان ہو کے کہ وہ آزاد کیے ہوئے ہیں اللہ کے روایت کی یہ ابوداؤد اور ترمذی نے اور کہا کہ حسن صحیح غریب لا نعرفه الا من هذا الوجه اور روایت کیا اُسکو حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے ص اور حمل آزاد ہو جاویگا بسبب آزادی اسکی ماں کے بطریق تبعیت کے نہ بطور اصالت کے اور آزاد کرنے سے حمل کے آزادی اسکی ماں کی نہو گی اور یہ جب ہے کہ بعد آزادی کے چھ مہینے سے کم میں جنے ف اسواسطے کہ اسمیں یقین ہے وجود حمل کا وقت آزادی کے ص اور اسمیں ولاء اُسکے باپ کی مولی کی طرف نہ آویگی ف صورت ولاء کھینچنے کی یہ ہے کہ ایک شخص کے غلام نے اسکے اذن سے ایک لونڈی سے نکاح کیا کہ اُسکو غیر نے آزاد کیا تھا اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ حر ہوگا بتبعیت اپنی ماں کے اور ولاء اسکی ماں کی مولی کو ملیگی مگر جب شخص بھی اپنے غلام کو آزاد کر دے تو اس صورت میں باپ اُسکا ولاء کو اپنی طرف کھینچ لیگا تو اگر باپ مر جاوے اور پھر اسکا بیٹا مر جاوے تو اب ولاء بیٹے کی باپ کے مولی کی طرف کھینچ جاویگی ص اور لڑکا تابع ہے اپنی ماں کے تو اگر ماں اسکی پیدا ہونے کے وقت آزاد ہے آزاد ہوگا اور اگر مملوکہ ہے گی مملوک ہوگا اور جو مشترکہ ہے تو مشترک ہوگا موافق حصوں اپنی ماں کے اور اگر مکاتبہ ہے مکاتب ہوگا اور اگر مدبرہ ہے مدبر ہوگا اور لونڈی کا لڑکا اسکے خاوند سے ملک ہے اسکے مولی کی اور حر اسکے مولی سے آزاد ہے

ص باب عتق البعض

اگر کسی شخص نے بعض اپنے غلام کا آزاد کیا ف مثلاً کہا نصف تیرا آزاد ہے یا ثلث تیرا یا ربع تیرا ص تو امام صاحب کے نزدیک اتنا حصہ آزاد ہو جاویگا اور سعی کریگا واسطے بقیہ قیمت کے نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور وہ مانند مکاتب کے ہو جاویگا مگر جب کہ عاجز ہو جاوے تو غلام نہو جاویگا اور صاحبین کے نزدیک سارا غلام آزاد ہوگا ف اور دلیل اسکی مذکور ہے اصل میں ص اگر ایک غلام میں دو شخص شریک ہیں اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرا شریک بھی چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے یا اس سے سعی کراوے یا ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے قیمت اپنے حصہ کی اگر وہ تنگدست نہیں ہے اور اگر تنگدست ہے تو ضمان نہ لیگا ف بلکہ سعی کراویگا یا آزاد کر دیگا ص اور ولاء دونوں کے واسطے ہے اگر وہ

دوسرا شریک بھی آزاد کرے یا سعی کرا دے اور اگر ضمان لیوے تو کل ولا آزاد کرنے والے کو ہے اور وہ آزاد کرنیوالا رجوع کرے رقم ضمان کی غلام پر اور صاحبین کے نزدیک دوسرے شریک کو دو ہی باتوں کا اختیار ہے چاہے ضمان لیوے آزاد کرنیوالے سے اگر وہ غنی ہے یا سعی کراوے اگر وہ فقیر ہے ف اور آزاد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی کل آزاد ہو چکا انکی یہ رائے ہے اور دلیل لائے ہیں حدیث ابی ہریرہ سے صحیحین میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص آزاد کرے اپنا حصہ غلام کا تو خلاصی اسکی اسپر ہے اگر اسکے پاس مال ہے اور جو نہیں تو قیمت لگایا جاویگا اور سعی کرائی جاویگی اور دلیل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مذکور ہے ہدایہ اور فتح القدیر میں ص اور ولا دونوں آزاد کرنے والے کو ہے اور اگر دونوں شریکوں نے گواہی دی اس بات کی کہ دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے ف مثلاً زید اور عمرو شریک تھے ایک غلام میں لو زید نے شہادت دی کہ عمرو نے اپنا حصہ آزاد کیا اور عمرو نے شہادت دی کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کیا ص تو غلام سعی کرے ان دونوں کے لیے انکے حصے میں اور ولا ان دونوں کے واسطے ہے برابر ہے کہ وہ دونوں تنگدست ہوں یا دونوں فراخ دست یا ایک تنگدست اور دوسرا فراخ دست اور صاحبین کے نزدیک سعی کرے اگر دونوں تنگدست ہوں اور اگر دونوں فراخ دست ہوں تو سعی نکرے اور ایک تنگدست ہے اور دوسرا فراخ دست تو تنگدست کے واسطے سعی کرے اور موقوف رہیگی ولا دو صورتوں میں یہانتک کہ اتفاق کریں دونوں ایک کی آزادی پر اسواسطے کہ ہر ایک سے عتق کا منکر ہے اور اگر ایک نے اسکے عتق کو معلق کیا کل کے روز ایک فعل کے وجود پر اور دوسرے نے اسکے عدم پر ف مثلاً ایک شریک نے کہا کہ اگر کل زید اس گھر میں جاوے تو حصہ میرا آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر کل زید اس گھر میں نجاوے تو حصہ میرا آزاد ہے ص اور کل کا روز گذر گیا اور شرط اسکی معلوم نہوئی ف مثلاً زید اس گھر میں گیا یا نہ گیا معلوم نہوا ص تو آزاد ہو جاویگا نصف اس غلام کا ف اسواسطے کہ دونوں باتوں سے کوئی امر ہوا ہوگا تو نصف آزاد ہو جاویگا ص اور سعی کرے نصف میں واسطے ان دونوں کے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سعی کرے واسطے کل کے دونوں کے لیے اور اگر غلام دونوں کے جدا ہیں مثلاً ایک شخص نے کہا کہ اگر فلاں شخص کل گھر میں داخل ہو تو غلام میرا آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر فلاں شخص گھر میں کل داخل نہو تو غلام میرا آزاد ہے اور کل کا روز گذر گیا اور حال معلوم نہوا تو کوئی آزاد نہوگا اور اگر ایک غلام ساتھ خرید یا ہبہ یا صدقہ کے دو شخص کی ملک میں آیا اور ایک ان میں سے اس غلام کا باپ ہے یا نصف اپنے بیٹے کا خرید لیا یا اسکے عتق کو معلق کیا ساتھ اسکی شرا اور نصف کے اور پھر خریدا اسکو کسی کے ساتھ ملکے تو ان سب صورتوں میں حصہ اسکا آزاد ہو جاویگا اور وہ ضامن ہوگا برابر ہے کہ شریک جانتا ہوا اس بات کو کہ یہ بیٹا ہے اسکا یا نہ جانے جیسا کہ نہیں ضامن ہوتا ہے باپ اگر وارث ہووے اپنے شریک کے ساتھ غلام کا اور صورت اسکی یوں ہے کہ ایک عورت مر گئی اور اسکا ایک غلام تھا کہ وہ اسکے خاوند کا بیٹا تھا اور وہ عورت چھوڑ گئی اپنے بھائی اور خاوند کو تو باپ نصف غلام کا مالک ہو جاویگا اور یہ نصف حصہ آزاد ہوگا اور اسکے بھائی کے حصے کا ضامن نہوگا تو دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے اسکو آزاد کرے یا سعی کراوے اور صاحبین کے نزدیک غیر میراث میں دوسرا شریک ضامن ہوگا اسکی نصف قیمت کا اگر غنی ہو اور سعی کریگا غلام اگر وہ فقیر ہو اور میراث کی صورت میں کسی کے نزدیک ضامن نہوگا اسواسطے کہ ثبوت ملک کا میراث میں کچھ اختیاری نہیں ہے بلکہ

کیا تصور ہو اگر کسی شخص نے بعض غلام اسکے مولی سے خرید لیا بعد اسکے بعض باقی کو باپ نے اُس غلام کے جو غنی ہو
خرید اتو اب اُس شخص کو اختیار ہو بابت باپ اُسکے بقدر اپنے حصے کے ضمان لیوے یا غلام سے سعی کرا وے
اور صاحبین کے نزدیک فقط ضمان لیوے ایک غلام میں تین شخص برابر کے شریک تھے ایک نے اُسکو
مدبر کیا اور دوسرے نے آزاد کیا اور وہ دونوں مالدار ہیں اور تیسرا چپ ہا تو چپ رہنے والا اپنے تہائی حصے کا
لیوے مدبر کرنیوالے سے اور ضمان لیوے آزاد کرنیوالے سے اور مدبر ضمان لیوے آزاد کرنیوالے سے تہائی حصے کا
بعد مدبر ہونے کے نہ اسقدر کہ جتنا چپ رہنے والے کو دیا ہے یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے ف مثلاً اُس غلام کی ستائیس
روپیہ قیمت تھی تو چپ رہنے والا مدبر کرنیوالے سے نو روپے لے اور مدبر کرنیوالا ضمان لیوے آزاد کرنیوالے سے
چھ روپیہ کا اسواسطے کہ قیمت مدبر کی دو ثلث ہیں قیمت غلام کی اسواسطے کہ مملوک میں منافع تین ہیں ملک اور خدمت لینا
ہو بیع اور مدبر کرنے سے ایک فائدہ جاتا رہا یعنی اب اُسکو بیع نہیں سکتا تو ایک ثلث قیمت بھی اُسکے مقابلے میں کم ہو جاوے گی کذا
فی الاصل ص اور صاحبین کے نزدیک غلام اُس شخص کا ہوگا جسنے اول اُسکو مدبر کیا اور ضامن ہوگا دو ثلث قیمت کا ف
یعنی اٹھارہ روپیہ کا صورت مذکور میں ص واسطے دونوں شریکوں باقی کے برابر ہے کہ تنگدست ہو یا فراخدست اور وارہ موافق
مذہب امام ابو حنیفہ کے تین حصے کی جاویگی دو حصے مدبر کرنیوالے کو اور ایک حصہ آزاد کرنیوالے کو ف اور صاحبین کے
مذہب کے موافق ولا کل مدبر کرنیوالے کو ملیگی ص اور اگر ایک نے دو شریکوں میں سے لونڈی میں کہا کہ یہ دوسرے شریک کی ام ولد
ہے اور اُسنے انکار کیا تو وہ لونڈی ایک دن خالی بیٹھی رہیگی اور ایک دن خدمت کریگی منکر کی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین
کے نزدیک منکر سعی کرا لیوے لونڈی سے نصف قیمت میں پھر وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ جب اُسکے شریک نے
تصدیق ام ولد ہونیکی نہ کی تو اقرار اُسکا اُسی پر پلٹ گیا تو گویا اُسکی ام ولد ہوگئی تو شریک فقط اپنے حصے کے موافق سعی
کرا لیگا اور پھر آزاد ہو جاویگی اور اگر ایک ام ولد دو شخصوں میں مشترک تھی اور ایک نے اُنمیں سے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ
غنی ہے تو دوسرے کے حصے سے ضامن نہوگا امام کے نزدیک کیونکہ امام صاحب کے مذہب میں ام ولد کی کچھ قیمت نہیں اور صاحبین کے
نزدیک ضامن ہوگا اسواسطے کہ ام ولد اُنکے نزدیک قیمت دار ہے اور جس شخص کے تین غلام تھے اور دو اُسکے پاس موجود تھے
اور اُسنے کہا ایک تم میں کا آزاد ہے پھر ایک اُن دو میں سے چلا گیا اور تیسرا غلام آیا اور پھر کہا ایک تم میں کا آزاد ہے
اور بعد اسکے وہ شخص مر گیا اور کچھ بیان نہیں کیا تو جو غلام دونوں مرتبہ حاضر تھا اُسکے تین ربع آزاد ہوگئے اور نصف
اور دونوں کا نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور ایسا ہی ہے امام محمد کے نزدیک مگر تیسرے کا ایک ربع آزاد ہوگا اُنکے
نزدیک ف اور دلیل اسکی اصل میں مسطور ہے ص اور اگر مولی نے یہ قول مرض موت میں کیا اور وارثوں نے اُسکو جائز نہ رکھا اور سوا ان تین
غلاموں کے اور کوئی مال اُسکا نہیں اور قیمت ہر ایک کی برابر ہو تو ہر غلام کے سات حصے کرینگے موافق حصوں عتق کے اُنکے نزدیک ف
اسواسطے کہ تین ربع اور دو نصف کے چار ربع ہوئے تو سات حصے عتق کے تھے ص تو سات حصے ثلث مال ہوگئے تو گویا
کہ قیمت ہر غلام کی مساوی ثلث مال کے ہے تو جو غلام نکل گیا تھا اُسکے دو سبع آزاد ہوئے اور پانچ سبع میں اپنی قیمت کے
سعی کریگا اور اسی طرح داخل کے اور ثابت کے تین یعنی تین سبع اور سعی کریگا چار سبع میں اپنی قیمت کے اور امام محمد کے نزدیک

سہام عتق چھ تھے اسکو ثلث مال بنا دینگے اور ہر غلام کے چھ حصے کرینگے تو خارج کے دو سدس آزاد ہو گئے
اور سعی کریگا چار سدس قیمت میں اور ثابت کے تین سدس اور سعی کریگا تین سدس میں اور داخل کا ایک تو سعی کریگا پانچ سدس
میں مثلاً قیمت ہر غلام کی بیالیس روپے تھے اور یہی ثلث مال ہے تو کل مال ایکسو چھبیس روپے ہوئے تو شیخین کے نزدیک خارج کے
دو سدس یعنی بارہ روپے آزاد ہو جائینگے اور پانچ سدس یعنی تیس میں سعی کریگا اور اسیطرح داخل کے اور ثابت کے تین سدس یعنی اٹھارہ
روپے آزاد ہونگے اور چار سدس یعنی چوبیس میں سعی کریگا اور امام محمد کے نزدیک خارج کے دو سدس یعنی چودہ روپے اور ثابت کے تین
سدس یعنی اکیس روپے اور داخل کا ایک سدس یعنی سات روپے آزاد ہونگے تو سہام عتق دونوں قولوں پر بیالیس روپے ہوئے
ف اس صورت سے [illegible] شیخین کے نزدیک اور اس صورت سے [illegible] امام محمد کے نزدیک ص اور وہ ثلث مال ہے اور
سہام سعایت چوراسی روپے ہوئے اور وہ دو ثلث مال کے ہیں ف اس صورت سے [illegible] شیخین کے نزدیک اور اس صورت سے
[illegible] امام محمد کے نزدیک واللہ اعلم ص اور اسی طرح جو شخص تین عورتیں رکھتا ہے اور مہر تینوں کا برابر ہے اور اسنے کسی کے
ساتھ وطی نہیں کی اور وہ عورتیں اسکے پاس حاضر تھیں اسنے کہا کہ ایک تم میں سے طالق ہے بعد اسکے ایک ان میں سے چلی گئی اور
تیسری آئی پھر کہا کہ ایک تم میں سے طالق ہے تو جو عورت کہ حاضر رہی اسکے مہر سے تین ثمن ساقط ہوئے اور جو نکل گئی اسکا ربع
مہر یعنی دو ثمن ساقط ہوئے اور جو داخل ہوئی اسکا ایک ثمن ف اور تفصیل اور دلائل اسکے اصل میں مذکور ہیں ص
اور اگر کسی شخص نے دونوں عورتوں اپنی سے کہا کہ ایک تم میں طالق ہے بعد اسکے ایک کے ساتھ وطی کی یا ایک مر گئی تو دوسری
پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک کی وطی سے معلوم ہوا کہ مراد اسکی دوسری تھی اور اسیطرح ایک کے مرنے سے وہ محل طلاق نہیں رہی
پس دوسری طلاق کے لیے متعین ہوگی اسواسطے کہ بیان انشا ہے ایک وجہ سے پس ضرور ہے اسکے لیے محل اور میت محل طلاق انشا
نہیں ہو سکتا اور اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے بعد اسکے ایک کو بیچا یا ہبہ کر دیا یا تصدق کیا اور
اسکو سپرد کر دیا یا ایک مر گیا یا ایک کو دو لونڈیوں سے ام ولد کیا تو دوسرا آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ ان تصرفوں سے معلوم ہوا کہ یہ مراد
تھا لیکن فقط وطی سے دوسری آزاد نہو گی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ہو جاویگی ف اور دلائل طرفین کے مذکور
ہیں اصل میں ص اور اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر اول بار تو لڑکا جنی تو تو آزاد ہے اور اسنے ایک لڑکا اور ایک لڑکی
جنی اور معلوم نہوا کہ کون اول پیدا ہوا تو آدھی لونڈی اور آدھی لڑکی آزاد ہو جاویگی اور لڑکا غلام رہیگا اور اگر دو شخصوں نے
گواہی دی کہ فلانے نے دو غلاموں میں سے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک گواہی انکی باطل ہوگی لیکن اگر یہ دونوں
گواہ ہوں اسبات پر شہادت دی وصیت میں کہ اسنے اپنے مرض موت میں ایک کو آزاد کیا یا صحت میں یا مرض موت میں ایک کو مدبر کیا تو گواہی جائز
ہوگی اور اسیطرح اگر دونوں گواہوں نے کہا کہ فلانے نے ایک دو بیبیوں اپنی سے طلاق دیا ہے تو بالاتفاق درست ہوگا برخلاف اسکے جب گواہی
دیں کہ اسنے ایک کو دو لونڈیوں اپنی سے آزاد کیا ہے تو نزدیک امام کے درست نہو گا مگر جب گواہی دیں کہ ایک لونڈی معین کو آزاد کیا

ص باب الحلف بالعتق

جس شخص نے کہا کہ اگر میں گھر میں داخل ہوں تو جو غلام میرا اسدن ہوگا وہ آزاد ہے تو جو غلام اسکی ملک میں وقت داخل ہونے کے
ہوگا وہ آزاد ہو جاویگا اگرچہ بعد قسم کے اسکا مالک ہوا ہو یا قبل قسم کے اور جو کہا کہ میں اگر گھر میں داخل ہوں تو جو غلام میرا ہے آزاد ہوگا

یعنی اسودن کا لفظ کہا تو وقت داخل ہوینگے جو غلام کہ وقت قسم کے اسکی ملک میں تھے وہی فقط آزاد ہونگے ف
اور جس غلام کا کہ بعد قسم کے مالک ہوا ہووے وہ آزاد نہوگا ص اور اسی طرح اگر کہا کہ جو غلام میرا ہے یا جو غلام کہ مالک
ہوں میں اسکا آزاد ہے بعد کل کے تو جو غلام کہ وقت قسم کے اسکی ملک میں ہے وہی فقط آزاد ہوگا ف اور جو بعد قسم کے
ملک میں آوے تو وہ آزاد نہوگا اگرچہ قسم ہی کے دن میں خریدا ہو ص اور اگر کہا کہ جو غلام میرا ہے وہ آزاد ہے اور اسکی ایک باندی
حاملہ ہے اور وہ لڑکا جنی تو وہ لڑکا آزاد نہوگا اگرچہ کم میں چھ مہینے سے قسم کے وقت سے جنے اور اگر مذکر کی قید نہ لگاتا تو لونڈی
بھی اور اسکی تبعیت میں حمل بھی دونوں آزاد ہو جاتے اور اگر کہا کہ جو غلام میرا ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں آزاد ہے بعد میری موت
کے تو جو اس کہنے کے قبل اسکی ملک میں ہوگا مدبر ہو جاویگا اور جو اسکے بعد ملک میں آویگا مدبر نہوگا تو اسکی بیع جائز ہوگی لیکن بعد
مرنیکے دونوں ثلث مال سے آزاد ہو جاوینگے ف اور دلیل اسکی اصل میں جو کور ہے ص اور جس شخص نے اپنے غلام
کہا تو آزاد ہے بدلے میں ہزار درم کے اور اسنے قبول کیا تو وہ آزاد ہوگا اور ہزار درم اسپر قرض ہو جاوینگے تو ضمانت اسکی روپیہ کی
صحیح ہوگی اسواسطے کہ یہ دین صحیح ہے کیونکہ آزاد پر ہے برخلاف بدل کتابت کے کہ ضمانت اسکی جائز نہیں کیونکہ یہ قرض غلام پر ہے اور دین
دین صحیح نہیں ف تو مکاتب میں اور اسمیں فرق معلوم ہو گیا اسواسطے کہ مکاتب آزاد نہیں ہے تا جب تک کہ اسپر ایک پیسہ بھی باقی
رہے اور اگر عاجز ہو جاوے تو پھر مملوک ہو جاتا ہے برخلاف معتق بالمال کے کہ یہ آزاد ہو جاتا ہے اور قرض اسپر رہتا ہے جیسے [illegible]
ص اور جسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مقدار مال تو مجھکو ادا کرے تو تو آزاد ہے تو مال کے ادا کرنے تک وہ غلام ماذون بتجارت ہو جاویگا
تو جب تمام مال کو اسی مجلس میں ادا کرے آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ جب ادا کرے تو آزاد ہے تو جسوقت کہ تمام مال دیگا آزاد ہو جاویگا اگرچہ بعد
مجلس کے ادا کرے اور برابر ادا کرنے سے یہ ہے کہ مولی کو دیدیا اور اسکا قبضہ کرا دیا یا ایسی جگہ رکھدیا کہ مولی اسکو بغیر کسی مانع کے لے
سکتا ہے اگرچہ ادا کیا ہو اس مال سے جو کسب کیا ہے اس کہنے سے پہلے لیکن مولی اس صورت میں اسپر رجوع کریگا نہ اس صورت میں جو ادا کیا
کسب بعد کہنے کے لیکن آزاد دونوں صورتوں میں ہو جاویگا اور اگر بعض مال کو ادا کیا تو آزاد نہوگا یہانتک کہ کل مال ادا کرے اگرچہ
مولی دونوں صورتوں میں قابض ہو جاتا ہے کل مال یا بعض کا وقت تخلیہ کے اور اگر کہا کہ تو بدلے میں ہزار کے بعد میری موت کے آزاد ہے
تو اگر غلام نے بعد موت کے اسکو قبول کیا اور وارث نے اسکو آزاد کر دیا تو آزاد ہوگا اور جو وارث نے بھی نہ آزاد کیا اور نہ اسنے قبول
کیا تو آزاد نہوگا اور جو اسنے قبول کیا اور وارث نے آزاد نہ کیا تو بھی آزاد نہوگا اور جو اسنے قبول کیا اور وارث نے آزاد کیا تو بھی آزاد
بالمال نہوگا بلکہ مفت آزاد ہو جاویگا اور اگر ایک سال کی خدمت پر اسکو آزاد کیا اور اسنے قبول کیا تو آزاد ہو جاویگا اور خدمت ایک
سال کی اسپر لازم ہوگی اور اگر قبل گذرنے ایکسال کے مولی مر گیا تو نزدیک شیخین کے قیمت اپنے نفس کی غلام پر لازم ہوگی اور امام
محمد کے نزدیک قیمت خدمت کی واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام کو اسیکے ہاتھ مقابلے میں کسی چیز معین کے بیچا اور قبل قبض کے وہ چیز
ہلاک ہوگئی تو شیخین کے نزدیک قیمت اپنے نفس کی غلام پر لازم ہوگی اور امام محمد کے نزدیک قیمت اس شیء معین کی اگر کسی شخص نے
باندی کے مالک سے کہا کہ اس باندی کو بدلے میں ہزار کے آزاد کر اس شرط پر کہ میرے ساتھ اسکا نکاح کر دے اور مالک نے اسکو آزاد کیا
اور باندی نے اس شخص کو قبول نہ کیا تو وہ باندی خواجہ کی طرف سے آزاد ہو جاویگی اور اس شخص پر کچھ نہیں آویگا اور اگر کہا کہ اس باندی کو میری طرف
سے بدلے میں ہزار کے آزاد کر ف یعنی میری طرف کا لفظ زیادہ کیا اور باقی مسئلہ ویسا ہی ہو ص تو اس ہزار کو اسکی قیمت اور



مہر مثل پر قسمت کرینگے اور اس شخص پر حصہ قیمت کا واجب ہوگا تو مثلاً قیمت اسکی ہزار ہی اور مہر مثل پانچ سو تو ہزار کو ڈیڑھ ہزار پر قسمت کرینگے تو دو تہائی ہزار کی حصہ قیمت کا اور ایک تہائی ہزار کی حصہ مہر مثل کا ہوا تو اس شخص پر دو تہائی ہزار کی واجب ہونگی مالک کے لیے اور اگر لونڈی نے اسکو قبول کیا تو اول صورت مین ف یعنی جسمین میری طرف کا لفظ نہین ہو ص قیمت ساقط ہوگی ف یعنی دو تہائی ہزار کی ص اور دوسری صورت مین ف یعنی جسمین میری طرف سے کا لفظ موجود ہو ص وہ تہائی ہزار کی اس شخص پر لازم آویگی اور جتنا قسمت سے حصہ مہر مثل کا ہوا ہو ف یعنی ایک تہائی ہزار کی مثلاً ص وہ دونوں صورتون مین مہر ہو جاویگا اس لونڈی کا

ص باب مدبر اور ام ولد کے بیان مین

جب مولی نے اپنے مملوک سے کہا جب مر جاؤن مین تو تو آزاد ہو یا تو آزاد ہو بعد میرے یا تو مدبر ہو یا مدبر کیا مین نے تجھکو یا اگر سو برس تک مین مر جاؤن تو آزاد ہو اور غالب ہو موت اسکی قبل سو برس کے تو ان سب صورتون مین مطلق مدبر ہین پس مملوک مدبر ہو گیا تو نہین جائز ہو بیع اسکی اور نہ ہبہ اسکا ف اور کہا شافعی نے جائز ہو بیع مدبر کی اور صحیح ہوا ابن عمرؓ سے کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے اور رفع کیا اسکو طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ضعیف کیا اسکے رفع کو اور صحیح کیا اسکے وقف کو اور بھی نکالا دارقطنی نے علی ابن ظبیان سے انھون نے ابن عمرؓ سے کہ کہا انھون نے مدبر آزاد ہو ثلث سے اور ضعیف ہو ابن ظبیان اور وہ جو روایت ہی صحیحین مین جابرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچا مدبر کو ایک واقعہ ہو کہ اس سے عموم ثابت نہین ہوتا تو نہ معارض ہوگی حدیث ابن عمرؓ کو اور ابن سمرہ کو ہان اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے یباع المدبر تو معارض ہوتا علاوہ اسکے وہ حدیث محمول ہو مدبر مقید پر اور مدبر مقید کی بیع جائز ہو جیسا کہ آگے آتا ہو اور روایت کی دارقطنی نے ابی جعفر سے کہ انکے نزدیک ذکر ہوا کہ عطا اور طاؤس قائل ہین ساتھ حدیث جابرؓ کے کہ بیچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کو سو کہا ابو جعفر نے کہ شہادت دیتا ہون مین کہ اذن دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خدمت کی بیع مین اور کہا کہ ابو جعفر ثقات معتبرین سے ہو اور لیکن حدیث مرسل ہو اور کہا ابن القطان نے کہ مرسل صحیح ہو اور تفصیل کی اسکی اس مقام مین شیخ ابن الہمام نے ص اور خواہ کو جائز ہو کہ خدمت لیوے اور اجارہ کرادے اور لونڈی مدبرہ کا نکاح کر دینا اور وطی کرنا اس سے جائز ہو ف کیونکہ روایت کی امام ابو حنیفہؒ نے عطا بن یسار سے انھون نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ وطی کرتے تھے دو لونڈیون سے کہ آزاد کیا تھا انکو بعد موت کے ص اور جب مولی مر جاویگا تو وہ اسکے ثلث مال مین سے آزاد ہو جاویگا ف اور دلیل اسکی گذری ص اگر اسنے کچھ مال نہ چھوڑا سوا اس مدبر کے تو ایک ثلث اسکا آزاد ہوگا اور دو ثلث مین سعی کریگا اور اگر قرض خواجہ پر اتنا ہو کہ تمام قیمت عبد کو محیط ہو تو کل کے واسطے سعی کریگا ف اسواسطے کہ تدبیر منزلہ وصیت کے ہو اور دین مقدم ہو وصیت پر ص اور اگر خواجہ نے اسکا عتق معلق کیا ساتھ موت کے اوپر ایک صفت کے جیسا کہ کہا اگر اس مرض مین یا اس سفر مین مر جاؤن یا ایک سال مین مر جاؤن تو تو آزاد ہو ان صورتون مین سے کہ غالباً ممکن ہین تو قبل مرنے کے بیع اور ہبہ اسکا جائز ہو اور جب خواجہ اسی صفت پر مر جاوے تو وہ ثلث مال سے آزاد ہو جاویگا

فصل ام ولد کے بیان مین

اگر لونڈی مولی سے جنی تو وہ ام ولد ہو گئی اگرچہ پہلے سے اسکا مالک تھا بلکہ نکاح مین تھی اور پھر مالک ہو گیا اور حکم اسکا مانند مدبرہ کے ہے **ف** یعنی بیع اور ہبہ اسکا جائز نہین اور وطی کرنا اور خدمت لینا اور اجارہ دینا اور نکاح کر دینا جائز ہے کذا فی الھدایہ اور روا اور ظاہری اور بعض فقہا کے نزدیک بیع اسکی جائز ہے اور روایت کی ابن ماجہ نے ابن عباس سے کہ ذکر کی گئی ماریہ ام ابراہیم کی نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فرمایا آپ نے آزاد کیا اسکو اسکے لڑکے نے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل میں اور ابن عبد البر نے تمہید میں اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عمر سے کہ منع کیا انھون نے بیع سے ام ولد کی اور کہا کہ یہ بیچی جاوین اور نہ میراث ہووین اور نہ ہبہ کی جاوین لیکن فائدہ اٹھاوے آدمی سے سید اسکا جب تک جیتا رہے سو جب مرجاوے تو وہ آزاد ہے اور نکالا اسکو مالک نے موطا مین نافع سے انھون نے ابن عمر سے اور یہ صحیح ہے **ص** مگر یہ کہ وہ آزاد ہو جاویگی کل مال سے اسکے **ف** اسواسطے کہ سعید بن المسیب مروی ہے کہ امر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آزاد ہو جاوین امہات اولاد اور نہ بیچی جاوین کسی قرض مین اور نہ کی جاوین ثلث مال مین ذکر کیا اسکو ہدایہ مین اور فتح القدیر مین ہے کہ ذکر کیا اسکو امام محمد نے اصل مین اور نکالا ابن ماجہ نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لونڈی کہ جنے اپنے سردار سے تو وہ آزاد ہے بعد اسکی موت کے اور روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک مین اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور روایت کیا اسکو ابو یعلی موصلی نے اور زیادہ کیا کہ وہ آزاد ہے بعد اسکی موت کے مگر یہ کہ آزاد کرے اسکو مولی حال حیات مین موت کے **ص** اور سعی کریگی واسطے دین مولی کے اور لونڈی کے لڑکے کا نسب ثابت ہوگا مگر یہ کہ مولی اسکا اقرار کرے اسواسطے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے اور جب اقرار کر لیا تو وہ ام ولد ہو گئی اب جو لڑکا جنے گی تو بغیر اقرار کے نسب اسکا ثابت ہو جاویگا مگر یہ کہ خواجہ اسکا انکار کرے اسواسطے کہ ام ولد فراش متوسط ہے اور فراش قوی منکوحہ کا ہے کہ اسکے لڑکے کا نسب ثابت ہو ویگا بغیر اقرار کے اور اسکے انکار سے منتفی ہو گا بلکہ لعان واجب ہوگا اور اگر ام ولد نصرانی کی اسلام لائی تو بعد انکے اسلام کو پیش کرینگے اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو وہ اسکی ام ولد رہیگی اور اگر اسلام سے اسنے انکار کیا تو ام ولد بقدر اپنی قیمت کے سعی کریگی بعد اسکے آزاد ہو جاویگی **ف** اور امام زفرؒ کے نزدیک بالفعل آزاد ہو جاویگی اور سعایت کی رقم اسپر قرض ہو جاویگی **ص** اور جب کہ لونڈی دو شریکون مین ہو اور وہ جنے اور ایک نے دونو شریکون مین سے اس لڑکے کا دعوی کیا تو نسب اسکا اس سے ثابت ہو جاوے اور وہ اسکی ام ولد ہو جاویگی اور ضامن ہوگا اسکی نصف قیمت کا اور نصف عقر کا **ف** عقر سے مراد مہر مثل ہے اور بعضوں کے نزدیک عقر وہ ہے کہ عورت جتنے پر اجارہ لی جاتی واسطے وطی کے اگر زنا حلال ہوتا **ص** قیمت ولد کا اور جو دونوں نے دعوی کیا تو دونوں سے نسب ثابت ہوگا **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک قیافہ دان کی طرف رجوع کرینگے اور وہ جسکا بتلاویگا اس سے نسب ثابت ہوگا اور ہمارا مذہب مروی ہے حضرت عمرؓ سے اخراج کیا اسکا سعید بن منصور نے اور عثمان سے روایت کیا اسکو اثرم نے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے **ص** اور وہ دونوں کی ام ولد ہو جاویگی اور ہر ایک پر نصف عقر لازم ہوگا دوسرے کے واسطے اور وہ آپس مین معاوضہ کر لین اور لڑکا ہر ایک



سے میراث کامل لیگا اسواسطے کہ مقر سے موافق بموجب اسکے اقرار کے ہوتا ہو اور دوسرا وارث اس سے میراث
ایک بانٹ کی لیگا اور آدھا آدھا قسمت کر لینگے اور اگر خواجہ نے اپنی لونڈی کو مکاتبہ کیا اور وہ جنی اور
دعویٰ کیا اسکا مولی نے اور مکاتبہ نے اسکی تصدیق کی تو نسب لڑکے کا ثابت ہو جاویگا اور مولی پر عقر
اور قیمت لڑکے کی لازم ہوگی اور لونڈی اسکی ام ولد نہوگی اور امام ابی یوسف کے نزدیک تصدیق مکاتبہ
کی شرط نہیں اور اگر اسنے مولی کو جھٹلایا تو نسب لڑکے کا اس سے ثابت ہوگا مگر جب کہ مولی اس لڑکے کا ایک
دن بھی مالک ہو جاوے **ف** اسلئے کہ وہ مکاتبہ ادا کرنے سے بدل کتابت کے عاجز ہو جاوے تو نسب ثابت ہو جاویگا

ص کتاب الایمان

ف ایمان جمع یمین کی ہو اور یمین لغت میں کہتے ہیں قوت کو اور شریعت میں **ص** یمین کہتے ہیں قوت
دینے کو خبر کے ساتھ ذکر اللہ کے یا تعلیق کے ساتھ کسی شی کے اور یمین پر احکام شرعی مرتب ہیں یمین تین قسم ہیں ایک غموس
ف اور نام اسکا غموس اسواسطے ہوا کہ وہ قسم کھانے والے کو ڈبا دیتی ہو گناہ میں یا دوزخ کی آگ میں **ص** اور وہ
یہ ہو کہ کسی فعل یا ترک فعل گذشتہ پر خلاف واقع تعمداً جھوٹ قسم کھاوے **ف** مثلاً کہے قسم خدا کی میں نے یہ کیا اور یہ اسنے
نہیں کیا تھا اور قصداً جھوٹ بولا یا قسم خدا کی میں نے یہ نہیں کیا اور یہ اسنے کیا ہو قصداً جھوٹ کہا **ص** اور اس
سے گنہگار ہوگا **ف** اور کفارہ اسکا کچھ نہیں مگر توبہ اور استغفار اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ چیزیں
ہیں کہ نہیں ہو انمیں کفارہ اور ذکر کیا انمیں سے اس قسم کو کہ جھوٹی ہو کہ کاٹ لیوے بسبب اسکے مال ناحق روایت کیا اسکو امام احمد
نے سند صحیح سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حلف کرے اور وہ اسمیں کاذب ہو تا کہ کاٹ لیوے بسبب اسکے
مال کسی مرد مسلمان کا تو حرام کریگا اللہ اسپر جنت کو اور داخل کریگا اسکو آگ میں روایت کیا اسکو ابن حبان نے ابی امامہ سے
اور صحیحین میں ہو کہ جا ویگا اللہ کے پاس اور وہ اسپر غضب ہوگا نعوذ باللہ منہا اور سنن ابی داؤد میں ہو حدیث عمران بن حصین سے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ حلف کرے کاذب تو چاہیے کہ بنالیوے اپنا ٹھکانا جہنم میں **ص** اور دوسری
لغو اور وہ قسم ہو جھوٹ امر گذشتہ پر اس گمان سے کہ سچ ہو اور اسمیں امید مغفرت کی ہو **ف** اور یہ بھی ایک قسم لغو کی ہو کہ کہے قسم اللہ
کی وہ زید ہو اسے گمان سے اور نکلے وہ عمرو اور امید ہو کہ مواخذہ اسمیں نہوگا کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي اَيْمَانِكُمْ
ص اور تیسری منعقدہ اور وہ قسم ہو امر آئندہ پر اور اسمیں فقط اگر خلاف واقع ہو تو کفارہ لازم ہوگا **ف** اسواسطے کہ فرمایا
اللہ تعالیٰ نے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ اور امام شافعی کے نزدیک غموس میں بھی کفارہ ہو اور حدیث امام احمد
انپر حجت ہو **ص** جو قسم منعقدہ ساتھ زبردستی کے ہو یا بھولے سے جیسا کہ کسی کے جبر سے یا بھولے سے
قسم خدا کی گھر میں آؤنگا اور پھر آیا تو حانث ہوگا **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں
ہیں کہ عمداً انکا قصد ہو اور کھیل انکا قصد ہو نکاح اور طلاق اور رجعت میں ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث
اس لفظ سے نہیں ملی لیکن روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور احمد نے اور ذکر کیں تین چیزیں نکاح اور طلاق
اور رجعت اور ابن عدی نے کامل میں روایت کی اور اسمیں ہو کہ تین چیزیں ہیں کہ انمیں کھیل نہیں جو انکو

بولا تو وہ واجب ہو میں طلاق اور عتاق اور نکاح اور روایت کی عبد الرزاق نے علی اور عمرؓ سے موقوفاً کہ انھوں نے
کہا تین چیزیں ہیں کہ نہیں ہے کھیل انمین نکاح اور طلاق اور عتاق اور ایک روایت مین انسے چار مروی ہیں اور زیادہ کیا
نذر کو کہا شیخ ابن الہمام نے ولاشک ان الیمین فی معنی النذر فیقاس علیہ یعنی یمین بیشک نذر کے معنوں میں ہے
تو قیاس کیا جاویگا اسپر اور امام شافعی کہتے ہیں کہ جبر سے اور بھولے سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور ابن الجوزی نے
تحقیق میں استدلال کیا ہے واسطے انکے اسی سے جو روایت کی دارقطنی نے واثلہ بن اسقع سے اور ابی امامہ سے کہ
کہا ان دونوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے مقہور یعنی مجبور پر یمین پھر کہا کہ عنبسہ اسناد مین اسکی
ضعیف ہے کہا صاحب تنقیح نے کہ یہ حدیث منکر ہے بلکہ موضوع ہے اور اسکی اسناد میں ایک جماعت ہے کہ انسے حجت پکڑی جاتی نہیں
ص یا اسی طرح اگر قسم کھائی کہ بخدا میں نہیں آؤنگا اور پھر جبر سے یا سہو سے آیا حانث ہوگا اور یہی حکم ہے دیوانگی و بیہوشی
کا ص اور قسم ساتھ اللہ کے ہے یا کسی اسم سے اسکے اسماء سے جیسے رحمن اور رحیم یا کسی صفت اسکی کہ وہ معروف ہے
قسم مین مثلاً عزت اللہ کی اور جلال اللہ کا اور کبریائی اسکی اور جو حلف کریگا ساتھ غیر اللہ کے مثلاً نبی یا کعبہ کی تو وہ
حلف نہوگا ف اسواسطے کہ صحیحین میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص تم میں سے ارادہ
حلف کا کرے تو حلف کرے ساتھ اللہ کے یا چپ رہے اور جامع ترمذی مین روایت ہے حضرت عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس شخص نے حلف کیا سوا اللہ کے اور کسی کا تو اسنے شرک کیا یعنی شریک کیا غیر خدا کو خدا کے ساتھ تعظیم میں اور
یہ نہایت زجر ہے اور ماں باپ کی قسم کھانا بھی ممنوع ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے ص اور جو حلف کریگا ساتھ ان صفات
الٰہی کے جن سے عرف مین قسم نہیں کی جاتی مثلاً رحمت اللہ کی اور علم اسکا اور رضا اسکی اور غضب اسکا اور عذاب اسکا تو
قسم منعقد نہوگی اور قسم منعقد ہو جاویگی اگر قسم کھائے ساتھ عمر اللہ یعنی بقا اسکی کے یا اسکی قدرت کی یا اسکے عہد اور
میثاق کی یا ایسا کہا کہ مین قسم کھاتا ہوں یا حلف کرتا ہوں یا شہادت کرتا ہوں اگرچہ لفظ اللہ کا نہ کہے یا اوپر میرے
نذر ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من نذر نذرا لم یسمہ فکفارتہ کفارة یمین
یعنی جو شخص نذر کرے ایسی نذر کہ نام نہ لیوے اسکا تو کفارہ اسکا کفارہ یمین ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے عبد اللہ
بن عباسؓ سے ص یا یمین ہے یا عہد ہے یا اگر ایسا کام کروں تو کافر ہوا یا کافر ہونگا اگرچہ کافر ہوگا وقت کرنے کے
یا سوگند میخورم بخدا اس سب سے قسم ہوگی اور بعضوں کے نزدیک اگر کافر ہوا کہیگا تو کافر ہو جاویگا لیکن صحیح یہ ہے کہ کافر ہوگا اگر وہ
اس بات کو جانتا ہو کہ یہ قسم ہے اور اگر اسکی سمجھ مین یہ ہو کہ اسکے کہنے سے کافر ہو جاتا ہے تو دونوں صورتوں مین کافر ہو جاویگا
اور قسم نہیں منعقد ہوگی حقاً اور حق اللہ اور حرمت اللہ سے اور اسی طرح اگر کہے سوگند میخورم بخدا یعنی قسم کھاؤں
ساتھ خدا کے یا جورو کے طلاق کی یا اگر اس کام کو کروں تو اسپر غضب اللہ کا اترے یا لعنت اسکی یا میں
زانی ہوں یا مین سارق ہوں یا شارب خمر ہوں یا آکل ربا ہوں تو قسم منعقد نہوگی اور قسم کے حروف واو
اور بے اور تے ہیں ف مثلاً کہے واللہ یا باللہ یا تاللہ ص اور کبھی بے کو ذکر نہیں کرتے لیکن مراد لیتے
ہیں جیسے کہیں اللہ لا فعلہ ف تو تقدیر اسکی یہ ہے باللہ لا فعلہ یعنی قسم اللہ کی البتہ کرونگا میں اسکو

فصل کفارۂ قسم کے بیان مین

ص جو شخص کہ اپنی قسم مین حانث ہو ف یعنی قسم کے خلاف امر وقوع میں آوے جیسے قسم کھائی گیہون کا آٹا نکھانے پر پھر کھالیا ص تو اُسکو اختیار ہو کہ اُسکے کفارے میں ایک بردہ آزاد کرے اور کافی ہوجاویگا آئین بردہ جو کافی ہو ظہار مین یا دس مسکینوں کو کھانا کھلادے مثل ظہار کے یا اُنکو لباس پہناوے اسطرحپر کہ اکثر بدن اُنکا چھپ جاوے تو اگر فقط ازار دے تو جائز نہوگا ف اور یہی صحیح ہو اور ہدایہ مین ہو کہ ادنی اُسکا یہ ہو کہ نماز اُس سے جائز ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ ازار کافی ہوجاوے جیسا کہ کفایہ مین ہو اور ایک روایت مین امام محمدؒ سے ہو کہ اگر مرد کو ازار دیگا کافی ہوجاویگا اور عورت کو کافی نہین اسواسطے کہ عورت کا ستر اُس سے زیادہ ہو ص تو ان تین چیزون مین جسکو چاہے کرے ف اور دلیل اسباب مین قول اللہ تعالی کا ہو فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ الآیہ ص اور جب ان تینون مین سے کوئی نکر سکے تو تین روزے پے درپے روزے رکھے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک پے درپے روزے رکھنا ضرور نہین اسواسطے اطلاق آیت کے اور دلیل ہماری قراءت ابن مسعودؓ کی ہو فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ یعنی پس روزے ہین تین دن پے درپے ص اور جائز نہین ہو کفارہ قبل حنث کے تو اگر قبل حنث کے کفارہ دیگا بعد حنث کے پھر دوبارہ دینا لازم آویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ دیدینا قبل حنث کے درست ہو اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہو ف اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ یعنی جو شخص حلف کرے کسی چیز پر پھر دیکھے اُسکے خلاف کو بہتر تو کرے اُسکو پھر کفارہ دے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں بلکہ مروی ہو صحیح مسلم مین اس لفظ سے مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ عدی بن حاتم سے اور روایت کیا ایسا ہی امام احمدؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے اور تفصیل فتح القدیر مین ہو ص جو شخص کہ معصیت پر قسم کھاوے مثل ترک کلام کے ساتھ والدین کے ف یا ترک نماز کے یا قتل مسلمان کے ناحق ص تو واجب ہو اُسکو قسم توڑے اور کفارہ دیوے ف اور دلیل اسکی ابھی گذری ص اور اگر کافر نے قسم کھائی اگرچہ بعد اسلام کے حانث ہو تو کفارہ اُسپر لازم نہ آویگا اور جسے حلال کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو حرام نہوگا اور اگر اُسکو کرے تو کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ حرام کرلینا حلال کا یہ بھی یمین ہو اور جس شخص نے نذر مطلق کی مثلاً کہا کہ واسطے اللہ کے مجھپر ہو آج کے دن کا روزہ تو پورا کرنا اُسکا واجب ہو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ اور چاہیے کہ پورا کریں اپنی نذرون کو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے نذر کی اور معین کیا تو اُسپر ہو ایفا اُس چیز کا جو معین کیا ذکر کیا اسکو ہدایہ مین اور ابن الہمام نے کہا وَهُوَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ یعنی یہ حدیث غریب ہو انتہی اور روایت نسائی مین ہو کہ فرمایا حضرتؐ نے نذرین دو طرح کی ہین ایک نذر وہ جو عبادت ہو تو یہ اللہ کے واسطے ہو اور اُسکو پورا کرنا لازم ہو اور ایک نذر وہ جو معصیت ہو اُس مین یہ نذر واسطے شیطان کے ہو اور نہین ہو ایفا یمین کا اور دے اسمین کفارہ قسم کا ص اور اگر نذر معلق کی جیسا کہ کہا

اگر وہاں شخص آجاوے تو مجھ پر ایک روزہ ہے اور وہ کام ہو گیا تو واجب ہے ایفا اسکا اور اگر وہ فعل نہ ہو تو سالک کو اگر تاکید فرمائی تو مجھ پر ایک روزہ ہے تو صحیح یہ ہے کہ اسمیں اختیار ہے چاہے وفا کرے اور چاہے کفارہ دے اور بعضوں کے نزدیک ہر حالت میں وفا کرے اور اگر قسم کھائی اور متصل اسکے کہا انشاء اللہ تعالیٰ تو قسم باطل ہوگی **ف** اور اتصال شرط ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ حلف کرے اوپر یمین کے اور کہے انشاء اللہ تو نہیں حانث اسکے اور روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی اور ابن ماجہ نے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور ایسا ہی نذر میں اگر انشاء اللہ کہے تب بھی باطل ہو جائیگی نذر

ص باب الحلف بالفعل

جس شخص نے حلف کیا کہ نہ داخل ہوگا بیت میں اور صفے میں چلا گیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ صفہ بھی بیت باتی سکونت کے بنایا گیا ہے اور جو واسطے شب باشی کے بنایا گیا ہو بیت میں داخل ہے اور اگر کعبے میں یا مسجد میں یا معبد نصاری یا یہود میں یا دہلیز میں دروازے کی یا چھتے اور برآمدے کے نیچے جو دروازے پر ہو داخل ہوا تو حانث نہوگا جیسا کہ حلف کیا کہ نہ داخل ہوگا دار میں اور گھس گیا ویرانے میں تو بھی حانث نہوگا اور اگر حلف کیا کہ اس دار میں نجاؤنگا بعد اسکے جب گر گیا تو اسکے میدان میں یا دوبارہ اسکی جگہ پر بنایا گیا اسمیں داخل ہوا یا اسکی چھت پر چڑھ گیا تو حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے عرف میں **ف** یعنی اہل عجم کے **ص** حانث نہوگا چھت پر جانے سے **ف** اسواسطے کہ عجمی محاورے میں جو شخص چھت پر چڑھتا ہے تو اسکو یعنی عرب
یہ نہیں کہتے کہ دار میں داخل ہوا اور جان لینا چاہیے کہ دار اور بیت میں فرق ہے تو دار نام ہے میدان کا موافق استعمال اہل عرب کے بعد اسکے کہ اسکو دیواروں سے گھیر لیویں تو صرف میدان کو قبل بناکے دار نہ کہینگے اور جب ایسا بنا ہو گیا اور پھر بنا باقی رہی تو اسکو دار کہینگے اسی واسطے بعد گر جانے بناکے دار میں جانے سے حانث ہوتا ہے اگر حلف کیا ہو کہ اس دار میں داخل نہوگا اور بیت اسکو کہتے ہیں جو صالح شب باشی یعنی رات بسر کرنے کے ہو وے تو وہاں بنا ضرور ہے تو اگر بعد گر جانے بناکے یعنی دیواروں کے صحرا ہو گیا اور اسمیں داخل ہوا حانث نہوگا اگر حلف کیا ہو اس بیت میں نہ داخل ہونگا جیسا کہ آتا ہے **ص** اور اگر وہ دار مسجد یا حمام یا باغ یا بیت بنایا گیا یا بعد حمام بنانے کے پھر دہ کر گیا اور اسمیں داخل ہوا تو حانث نہوگا **ف** اسواسطے کہ اسم دار کا جاتا رہا ان چیزوں کے بن جانے سے ہدایہ **ص** اور اگر قسم کھائی کہ اس بیت میں داخل نہوگا اور بعد اسکے گر جانے کے اور صحرا ہو جانے کے یا بعد دوسرا بیت بن جانے کے داخل ہوا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسم بیت کا گر جانے سے بناکے جاتا رہا **ف** اور اگر دیواریں باقی ہیں اور اسمیں داخل ہوا تو حانث ہوگا کیونکہ شب باشی بدون چھت کے ہو سکتی ہو ہدایہ اور اصل میں اس مقام تفصیل کی ہے تو بوجہ عوام فہم نہونے کے اس جگہ متروک ہوئی **ص** یا حلف کیا کہ اس دار میں داخل نہونگا اور محراب میں دروازے کی جو ایسی ہو کہ اگر دروازے کو بند کر لیں تو محراب اندر رہ جاوے داخل ہوا حانث نہوگا اور جو شخص کہ ایک گھر میں ساکن ہو یا ایک کپڑا پہنے ہو یا ایک جانور پر سوار ہو اور حلف کیا کہ اس گھر میں نہ رہونگا یا یہ کپڑا نہ پہنونگا یا اس جانور پر سوار نہونگا اور اسی وقت اس گھر سے نکل گیا اور اس کپڑے کو اتار ڈالا اور اس جانور پر سے اتر پڑا تو حانث نہوگا اور اگر ذرا بھی ٹھہرا تو حانث ہو جاویگا اور امام زفر کے نزدیک دونوں صورتوں میں حانث ہوگا اور جو کسی نے حلف کیا کہ اس گھر میں داخل

نہوگا پھر بیٹھا آ میں تو حانث نہوگا کیونکہ تحول کہتے ہیں چلے جانے کو اور اسواسطے اگر نکل کے پھر آیا تو حانث ہو جاویگا
اور جسنے حلف کیا کہ سکونت کرونگا اس گھر میں تو ضرور ہے کہ آپ مع اہل و اسباب کل نکال لیجاوے یہانتک کہ اگر ایک میخ بھی
وہان باقی رہیگی حانث ہوگا اور یہ قول امام صاحب کا ہے اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ اگر اکثر اسباب نکل گیا تو حانث نہوگا ف
اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی قاضی خان والکافی ص اور امام محمد کے نزدیک اگر اتنا اسباب لے گیا ہے جس سے کتخدائی
اور ضرورت معاش نکل سکتی ہے تو حانث نہوگا اور فقہانے لکھا ہے کہ یہ قول احسن اور سہل تر ہے زیادہ ہونیکے واسطے آدمیوں کے ف اور
جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف اسباب میں ہے اور اہل میں سے اگر کوئی بھی رہ جاویگا تو حانث ہوگا تو ضرور ہے کہ تمامی اہل کو نکال
لیجاوے کذا فی الفوائد الظہیریۃ ص اور اگر حلف کیا کہ نہ سکونت کرونگا اس شہر میں یا گانون میں تو ضرور نہیں کہ تمامی
اہل و متاع لیجاوے بلکہ آپ ہی اگر گیا نکل جاویگا تو حانث نہوگا اور اگر کسی نے حلف کیا کہ اس گھر سے باہر نجاونگا یا اس گھر
کے اندر نجاونگا اور اسکو کوئی اٹھا کے باہر لے گیا یا اندر لے گیا تو اگر اسکے حکم سے لے گیا ہے تو حانث ہوگا اور اگر بے اسکے حکم کے
جاہے وہ راضی ہو یا ناراض لے گیا ہے تو حانث نہوگا اور جو حلف کیا کہ نہ نکلونگا مگر واسطے جنازے کے اور جنازے کے واسطے
نکل کر پھر دوسرے کام کے لیے نکلا تو حانث نہوگا اور جو قسم کھائی کہ نہ نکلونگا طرف مکے کے اور نکلا قصد مکے کے اور لوٹ آیا
تو حانث ہوگا کیونکہ نکلنا پایا گیا پر حانث اسکا جب ہے کہ نہ آؤنگا میں مکے میں ہو نکلنے سے مکے کی طرف جب تک اسکے اندر نجاوے
حانث نہوگا اور لفظ ذہاب کا مثل خروج کے ہے اور یہ صحیح مذہب ہے یعنی اگر کہا واللہ لا اذہب الی مکۃ بس صحیح یہ ہے کہ وہ مثل لا اخرج الی
مکۃ کے ہے اور بعضوں کے نزدیک مثل لا آتی مکۃ کے ہے اور قول اول صحیح ہے واسطے قول خدا تعالیٰ کے انی ذاہب الی ربی سیہدین و متوجہ الیہ
اسلیے کہ وصول الی الرب اسکی وسعت میں نہ تھا اور اگر حلف کیا کہ میں مکے میں آؤنگا تو آخر حیات میں حانث ہوگا سو واسطے کہ اسوقت
میں آنا معلوم ہوا اور اگر قسم کھائی کہ کل اگر استطاعت ہوگی تو تیرے پاس آؤنگا اور اسروز کوئی مانع مثل مرض یا حکم بادشاہ وغیرہ کے نہوا اور
نگیا تو حانث ہوگا قضاءً اگرچہ اسنے مراد استطاعت سے استطاعت حقیقی جو قدرت تام ہے اور ساتھ فعل کے ہوتی ہے مراد لی ہو نہ دیانۃ
ف یعنی فیما بینہ و بین اللہ حانث ہوگا اور قاضی کے نزدیک حانث ہو جاویگا ص اگر کسی شخص نے حلف کیا کہ باہر نجاونگا مگر اسکے
اذن سے تو ہر بار نکلنے کے واسطے اذن چاہیئے اور اگر نکل گیا بغیر اذن کے اسکے ایکبار بھی تو حانث ہو جاویگا اور اگر یہ کہا کہ باہر نجاونگا یہانتک کہ
اذن دے مجکو تو ایکبار اذن کافی ہے اور اگر کسی شخص کی عورت نے ارادہ کیا نکلنے کا اور اسنے کہا کہ اگر تو نکلیگی تو تو طالق ہے اگر وہ فوراً اسی وقت
نکلی تو حانث ہوگا طلاق واقع ہوگی اور جو وہ بیٹھ گئی اور پھر نکلی تو حانث نہوگا اور اسیطرح اگر عورت نے لونڈی کے مارنے کا ارادہ کیا اور
خاوند نے اسسے کہا کہ اگر تو ماریگی اسکو تو تو طالق ہے اور اسنے اسکو چھوڑ دیا پھر مارا تو حانث نہوگا ف یعنی عورت دونون صورتون میں
مطلقہ نہوگی ص اور اگر کسی شخص نے ایک سے کہا کہ صبح کا کھانا میرے ساتھ کھا اور اسنے کہا کہ اگر صبح کا کھانا کھاؤن تو غلام میرا آزاد ہے تو
شرط حنث کے واسطے یہ ہے کہ وہ کھانا اسکے ساتھ کھاوے ف اور اگر اپنے مکان کو جاکے صبح کا کھانا کھایا تو حانث نہوگا ہدایہ ص
اور جو کہا کہ اگر کھانا صبح کا کھاؤن آج کے روز تو غلام میرا آزاد ہے ف یعنی لفظ آج کے روز کا زیادہ کیا ص تو جہان صبح کا
کھانا اسدن کھاویگا حانث ہو جاویگا اور اگر حلف کیا کہ زید کے جانور پر سوار نہوگا بعد اسکے زید کے غلام ماذون کے جانور
پر سوار ہوا تو اگر غلام مدیون ہے ایسا کہ دین اسکی قیمت اور کسب کو محیط ہے تو حانث نہوگا اور اگر ایسا مدیون نہیں تو اگر نیت اسکی

جانور سے وہ جانور تھا جو زید کے نام سے کاٹ تو حانث نہ ہوگا اور اگر زید پر مطلق جانور کی جو ملکیت زید میں ہو جاتا ہے اسکے
بچہ سے ہو یا اسکے عادہ کا ہو تو حانث نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک سب صورتوں میں حانث ہو جاویگا حسب بیعت
ہو وے اور امام محمد کے نزدیک حانث ہوگا اگر بیعت نہ کرے اور جس شخص نے حلف کیا کہ اس درخت سے نہ کھاؤنگا تو
اگر اسکا پھل کھاویگا حانث ہو جاویگا اور جو قسم کھائی کہ یہ گیہوں نہ کھاؤنگا تو امام محمد کے نزدیک اگر اسکو چبا کے کھاویگا
حانث ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اسکو چبا کے کھاوے یا اسکا آٹا کھاوے دونوں صورتوں میں حانث ہوگا اور
جو کہا کہ اس آٹے سے نہ کھاؤنگا تو جب اسکی روٹی کھاویگا حانث ہوگا اور اگر آٹا پھانک لیا تو حانث نہوگا اور جو حلف کیا
کہ بریاں نہ کھاؤنگا تو جب گوشت بھنا ہوا کھاویگا حانث ہوگا اور اگر کوئی اور چیز بھونی ہوئی جیسے بیگن یا گاجر کھاوے تو حانث نہوگا
اور اگر قسم کھائی کہ طبیخ نہ کھاؤنگا تو جب گوشت پکا ہوا شوربا دار کھاویگا حانث ہو ویگا **ف** اور اگر سوکھا قلیہ کھاویگا
حانث نہوگا **ص** اور جو حلف کیا کہ سری نہ کھاؤنگا تو یہ سری اس شہر کے تنوروں میں بکتی ہو اگر کھاویگا حانث
ہوگا **ف** اور جو سری معروف نہیں جیسے ٹیڈی کی سری یا مرغ کی کھاوے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ قسم لوگوں
کے عرف پر ہے **ص** اور جو قسم کھائی کہ چربی نہ کھاؤنگا تو امام صاحب کے نزدیک جب چربی شکم کی کھاویگا حانث ہوگا
اور صاحبین کے نزدیک پشت کی چربی اگر کھاویگا حانث ہوگا اور جو حلف کیا کہ روٹی نہ کھاؤنگا تو یہ روٹی معروف ہو
جیسے گیہوں یا جو کی اسکے کھانے سے حانث ہوگا نہ چاولوں کی روٹی سے مگر جب کہ چاولوں کی روٹی بھی اس شہر میں معروف
ہو اور اگر قسم کھائی کہ فاکہہ نہ کھاؤنگا تو امام صاحب کے نزدیک سیب ناشپاتی زردآلو یا خربزہ کھاویگا حانث ہوگا اور انگور
اور انار اور خرمائے تر اور ککڑی اور کھیرے کے کھانے سے اور صاحبین کے نزدیک انگور اور انار اور خرمائے تر
کے کھانے سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ سالن نہ کھاؤنگا تو اگر نمک لگا کے اس میں پیوے گا حانث ہوگا اور بریاں گوشت
اگر پیوے تو حانث نہوگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک [illegible] سے پیئے میں بھی حانث ہوگا اور اگر کھا
کر نہ کھا لی ہو [illegible] تو جسطرح سے پیوے حانث ہوگا اور اگر حاکم شہر نے ایک مرد سے حلف لیا کہ جو مفسد شہر میں آوے اسکی خبر
تو گر وقت اسکی حکومت کے [illegible] کریگا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کو مارونگا یا پیٹونگا یا اس سے کلام کرونگا یا اس
پاس جاؤنگا تو شرط ہے کہ زندگی میں اسکے یہ امر کرے اور اگر کہا کہ غسل دونگا تو زندگی میں شرط نہیں بعد مرنے کے بھی اگر اسکو غسل دے
تو بھی حانث نہوگا اور اگر حلف کیا کہ عنقریب اسکا قرض ادا کرونگا تو اگر ایک ہفتے کے اندر ادا کیا حانث نہوگا اور اگر ایک مہینے میں
یا زیادہ میں ادا کیا تو حانث ہو جاویگا اگر حلف کیا کہ ادام نہ کھاؤنگا تو اگر ایسی چیز سے روٹی کھاوے کہ روٹی اسمیں تر ہو کے
رنگ پکڑ لیتی ہو یا نمک کھاوے تو حانث ہوگا اور اگر بھنا ہوا گوشت کھایا تو حانث نہوگا اور مغرب میں ہے کہ [illegible]
سے ادام وہ چیز ہے کہ خوش مزہ کردے روٹی کو اور لذت بڑھا دے اور وہ عام ہے کہ سائل ہو یا غیر سائل اور اصطباغ
خاص ہے ساتھ سائل کے یعنی جسمیں روٹی ڈوب کے رنگین ہو جاوے **ف** تو موافق قول ابن الانباری کے
اگر بھنا ہوا گوشت کھاویگا تب بھی حانث ہوگا کما لا یخفی **ص** اگر حلف کیا کہ نہ کھاؤنگا اسکا بسر اور کھایا اسکا
رطب یا اسکا رطب نہ کھایا اسکا تمر یا اسکا دودھ نہ کھایا یا اسکو [illegible] پنیر ہو گئے تو ان سب صورتوں میں حانث نہوگا **ف**

بسر کہتے ہیں پس جو خرمے کو جو ابھی پکا نہو اور رطب کہتے ہیں اُس خرمے کو جو پک گیا ہو اور تازہ ہو ابھی خشک نہوا ہو اور تمر کہتے ہیں
اُس خرمے کو جو پک کے خشک ہو گیا ہو اور مذنب اُس خرمے کو کہتے ہیں جو پکنا شروع ہو گیا ہو لیکن کچھ بسر ہو اور کچھ رطب **ص** اور
اگر حلف کیا کہ گوشت نہ کھاؤنگا اور مچھلی کھائی یا گوشت یا چربی نہ کھاؤنگا اور کلیجی پھیپھڑے کی کھائی تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ
نہ خریدونگا رطب کو اور خریدا ایک خوشہ بسر کا کہ اُسمیں ایک رطب بھی ہے تو بھی حانث ہوگا **ف** اسواسطے کہ اعتبار غالب کو ہے اور تمام
بسر ہو **ص** اور اگر قسم کھائی کہ رطب نہ کھاؤنگا یا بسر نہ کھاؤنگا یا رطب و بسر دونوں نہ کھاؤنگا اور مذنب کھایا تو تینوں صورتوں میں
امام صاحب کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر حلف کیا کہ گوشت نہ کھاؤنگا اور جگر یا اوجھڑی یا سور کا یا آدمی کا گوشت کھایا تو حانث ہوگا
اور ہمارے دستور کے موافق حانث نہوگا اسواسطے کہ جگر اور اوجھڑی کو گوشت نہیں کہتے اور سور اور آدمی کے گوشت سے حانث ہوگا
کیونکہ وہ دونوں گوشت ہیں اگرچہ حرام ہیں اور غدا کہتے ہیں اُس کھانے کو جو طلوع فجر سے ظہر تک ہو اور عشا اُسکو جو ظہر سے آدھی رات تک ہے
اور سحور اُسے جو آدھی رات سے طلوع فجر تک ہو **ف** تو اگر کسی نے حلف کیا کہ غدا نہ کھاؤنگا اور طلوع فجر اور ظہر کے مابین میں کھالیا حانث
ہوگا **ص** اور جو قسم کھائی کہ نہ پہنونگا یا نہ کھاؤنگا یا نہ پیونگا اور نیت کرے معین خاص کی صحیح ہوگی قضاءً و دیانةً اور اگر کہا کہ
نہ پہنونگا کپڑے کو یا نہ کھاؤنگا طعام کو یا نہ پیونگا شراب کو اور نیت کی معین کی تو تصدیق کیا جاویگا دیانةً نہ قضاءً اور تصور امکان
بر کا شرط ہے واسطے صحیح ہونے قسم کے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک شرط نہیں پس اگر یوں کہے کہ آج کے دن جو اس کوزے میں پانی ہے نہ پیونگا
یا اگر میں آج اس کوزے کا پانی نہ پیوں تو عورت میری طالق ہے حالانکہ اُس کوزے میں پانی نہو یا تھا اور گرا دیا جاوے تو دونوں
طرفین کے نزدیک حانث نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر وہ شخص ان الفاظ کو مطلق کہے قید آج کی نہ لگاوے اور کوزے
میں پانی نہو تو حانث نہوگا طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر تھا اور بہا دیا گیا تو سب کے نزدیک حانث ہوگا
اور اگر قسم کھاوے کہ میں آسمان پر چڑھونگا یا اس پتھر کو سونا بناؤنگا یا فلانے کو قتل کرونگا اور جانتا ہے کہ وہ مر گیا ہے تو قسم منعقد ہوگی اسلیے
کہ بر قسم کا ممکن متصور ہے اور حانث ہو جاویگا ابھی اسلیے کہ یہ امور ممکن عادۃً نہیں ہوتے اگر نہیں جانتا تھا کہ وہ مر گیا ہے تو حانث نہوگا اور
امام زفرؒ کے نزدیک قسم منعقد نہوگی اور جو یوں کہا کہ اپنی بیوی کو نہ مارونگا بعد اُسکے اُسکا گلا دابا یا بال کھینچے یا دانت سے کاٹ کھایا
تو حانث ہوگا اور اگر زوجہ نے کہا واللہ میں تیرا سوت کاتا ہوا اگر پہنوں تو وہ ہدی ہے اور زوج نے بیچا اُسکو کاتا پھر روئی بنا اور پہنا تو وہ
ہدی ہو جاویگا **ف** یعنی مکے میں بھیجا جاویگا تاکہ تصدیق کیا جاوے فقرا پر **ص** اور صاحبین کے نزدیک اگر روئی حلف کے وقت مرد کی
ملک میں تھی اور عورت نے کاتا اور اُسے بنا تو حانث ہوگا ورنہ نہیں اور جو کہے کہ زیور نہ پہنونگا پھر سونے کی انگشتری پہنی تو قسم ٹوٹ جاویگی نہ
چاندی کی انگوٹھی پہننے سے اور صاحبین کے نزدیک ہار موتی کا اگرچہ جڑاؤ نہو وہ زیور میں داخل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے **ف** اور امام
صاحب کے نزدیک ہار موتی کا اگر جڑاؤ نہووے تو زیور میں داخل نہیں اور جو جڑاؤ ہووے تو سب کے نزدیک زیور میں
داخل ہے **ص** اگر یوں کہے کہ اس فرش پر نہ سوؤنگا پھر اُسپر ایک چادر بچھائی گئی اور وہ اُسپر سو رہا تو حانث ہوگا اور
جو اُسپر دوسرا فرش بچھایا گیا یا کہا کہ میں زمین پر نہ بیٹھونگا پھر فرش یا چٹائی پر بیٹھے یا کہے کہ اس چوکی پر نہ بیٹھونگا اور
اُسپر دوسری چوکی رکھی گئی اور اُسپر بیٹھا تو ان صورتوں میں قسم نہ ٹوٹیگی لیکن زمین اور اُسکے درمیان میں لباس
حائل کا ہوگا یا چوکی پر فرش بچھا کے بیٹھیگا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور جو حلف کرے کہ فلانے کا کام نہ کرونگا تو تمام عمر میں جب

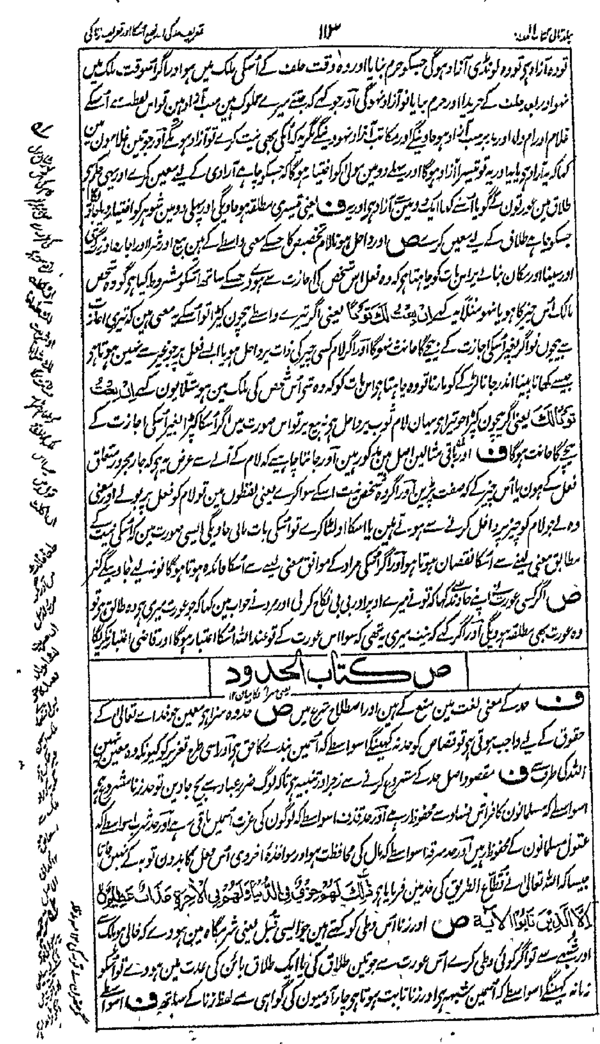
کریگا قسم ٹوٹیگی اور جو کہے کہ کرونگا تو ایکبار بھی اگر کریگا تو قسم ٹوٹیگی اور اگر کہے کہ مجھپر پیادہ جانا خانہ خدا کو یا کعبے کی طرف واجب
ہے تو حج یا عمرہ پیدل کرے اگر اسمیں سوار ہوگا تو دم دینا پڑیگا **ف** یعنی بکری ذبح کرنا پڑیگا **ص** برخلاف اس صورت
کے کہ کہے مجھپر نکلنا یا جانا خانہ خدا کو جانا یا پیادہ روانہ ہونا حرم یا مسجد حرام یا صفا یا مروہ کو واجب ہے تو ان صورتوں میں حج
پیادہ کرنا لازم نہیں ہوتا **ف** بلکہ پیدل گھر سے نکلنا لازم ہے اور صاحبین کے نزدیک حج اور عمرہ پیدل لازم آویگا **ص**
اگر کہے کہ غلام میرا آزاد ہے اگر میں اس برس حج نکروں پھر وہ مدعی حج کا ہوا اور دو گواہ گواہی دیں کہ نحر کے دن وہ
کوفے میں تھا تو قسم نہ ٹوٹیگی اور غلام آزاد ہوگا شیخین کے نزدیک **ف** اسلیے کہ حج نکرنے پر شہادت نفی پر شہادت ہے
اور وہ مقبول نہیں **ص** اور امام محمد کے نزدیک آزاد ہوگا اور اگر کہے کہ میں روزہ نہ رکھونگا تو روزے کی نیت سے ایک
ساعت کا روزہ رکھنے سے بھی قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر کہے کہ میں ایک روزہ یا ایک دن کا روزہ نہ رکھونگا تو بعد تمام دن کے
روزے کے قسم ٹوٹیگی اور اگر کہے کہ میں نماز نہ پڑھونگا تو ایک رکعت کے پڑھنے سے قسم ٹوٹیگی اس سے کم میں اور اگر یوں کہے کہ نماز
نہ پڑھیگا تو دو رکعت پڑھنے سے قسم ٹوٹیگی ایک رکعت کے پڑھنے سے نہ ٹوٹیگی اور اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر تو بچہ جنے تو تو طالق ہے
یا لونڈی کو کہے کہ تو آزاد ہے اور اسکے بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس شخص کی قسم ٹوٹ جاویگی یعنی طلاق پڑیگا اور لونڈی آزاد ہوگی لیکن
اگر اسے کہا تھا کہ اگر تو بچہ جنے تو وہ بچہ آزاد ہے اور اسکے بچہ مردہ پیدا ہوا پھر زندہ پیدا ہوا تو وہ بچہ زندہ آزاد ہوگا امام صاحب
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہوگا کیونکہ قسم پہلے ہی بچہ جنے سے تمام ہو گئی اگر قسم کھاوے کہ فلانے کا قرض آج
ادا کرونگا پھر ایسے درم ادا کیے جو کھوٹے ہیں یا چلنے سے ہوں یا سیسہ اور رانگ کے ہوں یا قرض کے عوض میں کوئی چیز بیچ ڈالی
اور قرضدار نے اسکا قبضہ کر لیا تو قسم پوری ہو جاویگی اور اگر رانگ کے ہوں یا تین پرت کے **ف** یعنی اوپر اور نیچے
کی پرت چاندی کی اور اندر کی تانبے کی اور ایسے درم کو عربی میں ستوقہ کہتے ہیں **ص** یا قرض خواہ اس قرضدار کو
قرض ہبہ کر دے تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر حلف کیا کہ میں اپنے قرض کے وصول کرنے میں ایک درم کے بدوں دوسرے درم کے نہ لونگا
ف یعنی کل قرض کو متفرق نہ لونگا **ص** پھر کچھ قرض قبضہ کیا تو قسم نہ ٹوٹیگی جب تک کہ تمام قرض کو علیحدہ علیحدہ وصول کرے اور جو
جدائی سے قسم نہ ٹوٹیگی کہ قرض کے ادا میں اسقدر علیحدگی ضرور ہوا کرتی ہے مثلاً تول تول کے دینا **ف** یا پرکھنا گننا
ص اور اگر کہے کہ میرے پاس اگر ہو مگر سو تو ایسا ہوا اور پچاس کا مالک ہے تو قسم نہ ٹوٹیگی بلکہ سو سے زیادہ کے
مالک ہونے سے قسم ٹوٹیگی اور جو کہے کہ ریحان کو نہ سونگھونگا اور بعد اسکے گلاب کا پھول یا چنبیلی کو سونگھا حانث
نہوگا اسلیے کہ ریحان اس سبزہ خوشبو کا نام ہے جسمیں تنہ نہو کھڑا رہتا ہے پس اسکو گلاب کے پھول اور چنبیلی کے پھول پر
نہ لینگے اور بنفشہ اور گلاب اگر قسم میں کہے تو اسکے پھول کے پتے مراد ہونگے نہ اسکے پیڑ کی شاخیں اور پتیاں

ص باب الحلف بالقول

اگر قسم کھاوے کہ فلانے سے نہ بولونگا پھر اسکو سوتے میں پکارا کہ وہ جاگ اٹھا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر اس
سے کہا تھا کہ اس سے بغیر اسکی اجازت کے کلام نہ کرونگا اور اس شخص نے اجازت تو دی مگر اجازت کا حال
اسکو معلوم نہوا اور کلام کیا تب بھی قسم ٹوٹیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹیگی اور اگر یہ کہا کہ اس

کپڑے کے مالک سے یا اس حوان سے نہ بولونگا اور جب اُسنے وہ کپڑا بیچ ڈالا اور وہ جوان بوڑھا ہو گیا کلام کیا تو
حانث ہو جاویگا اور اگر کہا کہ میں اگر اس غلام کو خرید کروں یا بیچوں تو آزاد ہے پھر اُسکو خریدا یا بیچا اسکے خیار کے
تو قسم ٹوٹ جاویگی یعنی وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور اگر یہ کہا کہ میں اسکو بیچوں تو ایسا ہو مثلاً عورت میری طالق ہے پھر اسکو
آزاد یا ما بر کر دیا تو قسم ٹوٹ جاویگی سواسطے کہ بیچنا متحقق ہو گیا اور جو کام ایسے ہیں کہ انکو خواہ آپ کرے یا دوسرے کو
اسکے کرنے کی اجازت دے حقوق اسکے آمر کی جانب رجوع کرتے ہیں اور وکیل سفیر محض ہوتا ہے اگر انکو کرے تو دونوں
صورتوں میں قسم ٹوٹ جاتی ہے وہ یہ ہیں نکاح اور طلاق اور خلع اور آزاد کرنا اور مکاتب بنانا اور قتل عمد سے صلح کرنی اور ہبہ
کرنا اور صدقہ دینا اور قرض دینا اور قرض لینا اور امانت رکھنی یا امانت لینی اور مانگے چیز دینی یا لینی اور جانور کو ذبح کرنا اور
غلام کو مارنا اور قرض ادا کرنا یا اپنا وصول کرنا اور گھر بنانا اور سینا اور کسی چیز کو اٹھا کر لادنا کہ ان امور کو اگر خود کریگا یا دوسرے
سے کرنے کو کہیگا اور وہ کریگا تو دونوں صورتوں میں قسم ٹوٹ جاویگی اور جو کام ایسے ہیں کہ انکے حقوق وکیل کی طرف رجوع ہوتے
ہیں انکو آپ کرنے سے قسم ٹوٹتی ہے اور دوسرے کو انکے کرنے کی اجازت دینے سے قسم نہیں ٹوٹتی وہ یہ ہیں بیچنا مول لینا ٹھیکہ دینا
مزدوری پر کام لینا کسی مال کے بدلے میں صلح کرنا تقسیم کرنا مقدمات میں جوابدہی کرنا لڑکے کو مارنا کہ ان کاموں میں اگر قسم کھاوے
کہ میں کرونگا تو اپنے آپ کرے اور اگر دوسرا شخص اسکی اجازت سے یہ امور کرے تو اسکی قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر یہ کہ میں تکلم نہ کرونگا اور
قرآن یا تسبیح پڑھے یا تہلیل کہے یا تکبیر کہے نماز کے اندر یا باہر تو قسم نہ ٹوٹیگی اور امام شافعی کے نزدیک ٹوٹ جاویگی **ف**
دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ عرف میں اسکو تکلم نہیں کہتے بلکہ تلاوت اور تسبیح اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہیں کذا فی الاصل **ص** اور اگر
یوں کہے اپنی عورت سے کہ تو طالق ہے جسدن میں فلاں سے کلام کروں تو اس دن و رات دونوں شامل ہو جاویںگے اور اگر اُسنے قسم کے
وقت اس کلام سے دن ہی کی نیت کی نہ رات کی تو مان لیا جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دیانت کی رو سے قول اسکا معتبر
ہوگا اور قاضی اسکی تصدیق نکریگا لیکن اگر یہ کہے کہ جس رات فلانے سے بولوں تو ایسا ہو تو اس کلام سے خاص رات ہی مراد
ہوگی دن اسمیں شامل نہوگا اور اگر کہے کہ اُس سے نہ بولونگا مگر اُس صورت میں کہ زید آجاوے یا جب تک کہ زید آوے
پھر آتے زید کے آنے کے اول اُس سے کلام کیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر بعد اسکے کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹیگی **ف** اور اگر زید
مر جاوے تو حکم قسم کا جاتا رہیگا ہدایہ **ص** اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے غلام سے نہ بولونگا یا فلانے کے اس غلام سے
نہ بولونگا اور پھر وہ غلام اُس شخص کا نرہا **ف** مثلاً اُسنے بیچ ڈالا **ص** اور بعد اسکے اُس سے کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹیگی اور جو
کہا کہ فلانے کے دوست سے یا زوجہ سے کلام نکرونگا یا فلانے کے گھر میں داخل نہونگا اور پھر جب وہ دوست دشمن ہو گیا
اور زوجہ بائن ہو گئی اُسنے کلام کیا اور جب گھر اُسی کی ملک سے نکل گیا اُسمیں داخل ہوا تو حانث نہوگا اور اگر اشارہ
کیا ہے کہ فلانے کے اُس دوست سے یا اُس زوجہ سے کلام نکرونگا یا فلانے کے اُس گھر میں داخل نہونگا تو حانث ہو جاویگا **ف**
اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے اور دلیل اسکی اور وجہ فرق کی اصل میں کو ہے **ص** اور اگر قسم میں لفظ الحین
اور الزمان یا ان دونوں کو نکرہ کہے یعنی حین اور زمان کہدیا تو یہ وقت چھ مہینے کا ہوگا اگر نیت نہیں کی **ف** اسواسطے کہ فرمایا
اللہ تعالی نے سبحان اللہ حین تمسون اور یہاں حین زمانہ قلیل مراد ہے اور کبھی اُس سے چالیس برس مراد ہوتے ہیں

جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ اور کبھی چھ مہینے مراد ہوتے ہیں جیسے کہا ہے آیت میں
تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا تو لے لیا ہے متوسط کو کذا فی الہدایہ **ص** اور جو نیت کی ہو تو جیسی نیت ہو وہی
مراد ہوگا اور جو لفظ دہر نکرہ کہا تو مجمل ہے یعنی اسکی مقدار تعیین معلوم نہیں امام ابوحنیفہ کو اور صاحبین کے نزدیک چھ مہینے
ہیں مثل حین کے **ف** امام ابوحنیفہ نے فرمایا مجکو معلوم نہیں کہ دہر کی مقدار کیا ہے اور یہ سمجھنا موجب طعن نہیں بلکہ
علامت کمال علم اور تقویٰ کی ہے جیسے کہ امام مالک نے بھی بہت سے مسائل میں لا ادری کہا ہے اور ایک شاعر نے اسمین یہ اشعار
بھی کہے ہیں رد میں **نظم** مَنْ قَالَ مَا أَدْرِي إِذَا الْوَيْدَ رَاه + فَلَا تَقْتَدِ فِي الْفِقْهِ بِالنُّعْمَانِ + فِي
الدَّهْرِ وَالْخُنْثَىٰ كَذَا فَحْوَاهُ + وَمَحَلِّ أَطْفَالٍ وَوَقْتِ خِتَانٍ + یعنی جس شخص نے کہا کہ میں جانتا ہوں میں جب
کہ اسنے نہ جانا تو اسے اقتدا کی فقہ میں نعمان یعنی امام اعظم کی دہر اور خنثیٰ میں ایسا ہی ہے جواب امام کا اور محل اطفال مشرکین
ہیں کہ آخرت میں کہاں ہوگا اور وقت ختنے میں انتہا اور اسمین بھی امام نے توقف کیا کہ ملائکہ افضل ہیں یا انبیا اور
کتا کب معلم ہو جاتا ہے **ص** اور جو معرفہ یعنی الدہر کہا تو تمام عمر ہوگی اور اگر الایام یا ایام کثیرہ یا الشہور یا السنون کہا تو
دس دس مراد ہونگے اور اگر انکو نکرہ بولیگا تو تین مراد ہونگے اور اگر یوں کہا کہ جس غلام کا میں اول مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پس اگر
ایک غلام کا مالک ہوگا تو وہ اس قسم کی رو سے آزاد ہو جاویگا اور اگر پہلے دو غلاموں کا مالک ایک ساتھ ہو پھر تیسرے کا
مالک ہو تو ان تینوں میں سے کوئی بھی آزاد نہ ہوگا اور جو کہا کہ جس تنہا غلام کا اول مالک ہوں تو وہ آزاد ہے تو اس صورت میں
تنہائی قید کے سبب تیسرا غلام آزاد ہو جاویگا اور اگر یوں کہا کہ پچھلا غلام جسکا میں مالک ہوں وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا
ایک غلام کا اور مر گیا تو وہ غلام آزاد نہوگا کیونکہ پچھلے کے واسطے اگلا ضرور ہے ہاں اگر اسکے بعد ایک اور غلام خریدا پھر مر گیا تو
وہ دوسرا غلام اس شخص کی ابتدائے ملکیت سے کل مال سے آزاد ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک وقت موت سے
آزاد ہوگا ثلث مال سے اور اسی طرح جو کہے کہ پچھلی عورت میری جس سے میں نکاح کروں اسکو تین طلاق ہیں اور پھر نکاح کیا ایک
عورت سے پھر اور ایک عورت سے بعد اسکے مر گیا تو دوسری عورت پر طلاق پڑجاویگی وقت نکاح سے امام صاحب کے نزدیک تو وارث
نہوگی اور صاحبین کے نزدیک وقت موت سے تو وارث ہوگی اگر یہ کہے کہ جو غلام مجکو خوشخبری فلاں معاملے کی سناویگا وہ آزاد
ہے پھر تین غلاموں نے جدا جدا یہی خوشخبری اسکو سنائی تو جسے اول سنائی ہوگی وہ آزاد ہوگا اور اگر تینوں نے ایک
ساتھ سنائی تو سب آزاد ہو جاوینگے اور ادائے کفارہ کی نیت سے اپنے باپ کا خریدنا کفارے کو ساقط کرتا ہے اور امام زفر اور
شافعی کے نزدیک ساقط نہیں کرتا **ف** اور یہی حکم ہے ہر ذی رحم محرم کے خریدنے میں کہ وہ اگر نیت کفارے کی کرلے
اور وہ بعد خریدنے کے آزاد ہو جاوے تو کفارہ ادا ہو جاویگا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے **ص** لیکن اگر
کسی غلام کی آزادی کو اپنی خرید پر مشروط کر دیا ہو اور اسکے خریدنے میں نیت کفارے کی کرلی تو وہ شرط کے سبب سے آزاد ہوگا
نہ کفارے کے عوض میں اور یہی حال ہے ام ولد کے خریدنے کا کہ وہ بھی کفارے کے عوض نہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص
اپنی منکوحہ سے جو لونڈی ہو اور اس سے اولاد رکھتی ہو کہے کہ اگر میں تجھے خریدوں تو تو آزاد ہے اور خریدنے کے وقت نیت کفارے
کی کرلے **ف** تو ام ولد آزاد ہو جاویگی اور کفارہ باقی رہیگا **ص** اور اگر کہے کہ جو لونڈی میں حرم سالوں



تو وہ آزاد ہی تو وہ لونڈی آزاد ہوگی جسکو حرم بنایا اور وہ وقت حلف کے اُسکی ملک میں ہو اور اگر اُسوقت ملک میں نہو اور بعد حلف کے خریدا اور حرم بنایا تو آزاد نہوگی آور جو کہے کہ جتنے میرے مملوک ہیں سب آزاد ہیں تو اس لفظ سے اُسکے غلام اور ام ولد اور مدبر سب آزاد ہوجاوینگے اور مکاتب آزاد نہوینگے مگر یہ کہ اُنکی بھی نیت کرے تو آزاد ہونگے آور جو تین غلاموں میں کہا کہ یہ آزاد ہو یا یہ اور یہ تو تیسرا آزاد ہوگا اور پہلے دو میں مولی کو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے آزادی کے لیے معین کرے اور یہی حکم ہی طلاق میں عورتوں کے گویا اُسنے کہا ایک دو میں سے آزاد ہی اور یہ ف یعنی تیسری مطلقہ ہوجاویگی اور پہلی دو میں شوہر کو اختیار ہوگا جسکو چاہے طلاق کے لیے معین کرے ص اور داخل ہونا لام تخصیص کا جسکے معنی واسطے کے ہیں بیع اور شرا اور اجارہ اور درزیگری اور سینا اور مکان بنانے پر اس بات کو چاہتا ہی کہ وہ فعل اس شخص کی اجازت سے ہو جسکے ساتھ اُسکو مشروط کیا ہی گو وہ شخص مالک اُس چیز کا ہو یا نہو مثلاً یہ کہے ان بعت لک ثوبا یعنی اگر تیرے واسطے بیچوں کپڑا تو اُسکے یہ معنی ہیں کہ تیری اجازت سے بیچوں تو اگر بغیر اُسکی اجازت کے بیچے گا حانث نہوگا آور اگر لام کسی چیز کی ذات پر داخل ہو یا ایسے فعل پر جو غیر سے نہیں ہوتا ہی جیسے کھانا پینا اندر جانا لڑکے کو مارنا تو وہ چاہتا ہی اس بات کو کہ وہ چیز اُس شخص کی ملک میں ہو مثلاً یوں کہے ان بعت ثوبا لک یعنی اگر بیچوں کپڑا جو تیرا ہی یہاں لام ثوب پر داخل ہی نہ بیع پر تو اس صورت میں اگر اُسکا کپڑا بغیر اُسکی اجازت کے بیچے گا حانث ہوگا ف اور باقی مثالیں اصل میں مذکور ہیں آور جاننا چاہیے کہ لام کے آنے سے غرض یہ ہی کہ جار مجرور متعلق فعل کے ہوں یا اُس چیز کے کہ صفت پڑیں آور اگر وہ شخص نیت اسکے سوا کرے یعنی لفظوں میں تو لام کو فعل پر بولے اور معنی وہ لے جو لام کو چیز پر داخل کرنے سے ہوتے ہیں یا اسکا اولٹا کرے تو اُسکی بات مانی جاویگی ایسی صورت میں کہ اُسکی نیت کے مطابق معنی لینے سے اُسکا نقصان ہوتا ہو آور اگر اُسکی مراد کے موافق معنی لینے سے اُسکا فائدہ ہوتا ہوگا تو نہ لیے جاوینگے

ص اگر کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ تو نے میرے اوپر اور بی بی نکاح کر لی اور مرد نے جواب میں کہا کہ جو عورت میری ہی وہ طالق ہی تو وہ عورت بھی مطلقہ ہوویگی آور اگر کہے کہ نیت میری یہ تھی کہ سوا اس عورت کے تو عند اللہ اُسکا اعتبار ہوگا اور قاضی اعتبار نکریگا

ص کتاب الحدود

یعنی سزاؤں کا بیان ۱۲

ف حد کے معنی لغت میں منع کے ہیں اور اصطلاح شرع میں ص حد وہ سزا ہی معین جو خدائے تعالیٰ کے حقوق کے لیے واجب ہوتی ہی تو قصاص کو حد نہ کہینگے اسواسطے کہ اُسمیں بندے کا حق ہی اور اسی طرح تعزیر کیونکہ وہ معین نہیں اللہ کی طرف سے ف مقصود اصل حد کے مشروع کرنے سے زجر اور تنبیہ ہی تاکہ لوگ ضرر عباد سے بچ جاویں تو حد زنا مشروع ہی اسواسطے کہ مسلمانوں کا فراش فساد سے محفوظ رہے آور حد قذف اسواسطے کہ لوگوں کی عزت اُسمیں باقی رہے آور حد شرب اسواسطے کہ عقول مسلمانوں کے محفوظ رہیں آور حد سرقہ اسواسطے کہ مال کی محافظت ہو اور مواخذہ اخروی اُس عمل کا بدون توبہ کے نہیں جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قطاع الطریق کی حد میں فرمایا ہی ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا الآیۃ ص اور زنا اُس وطی کو کہتے ہیں جو ایسی قبل یعنی شرمگاہ میں ہو وے کہ خالی ہو ملک اور شبہہ سے تو اگر کوئی وطی کرے اُس عورت سے جو تین طلاق کی یا ایک طلاق بائن کی عدت میں ہو وے تو اُسکو زانی نہ کہینگے اسواسطے کہ اُسمیں شبہہ ہی اور زنا ثابت ہوتا ہی چار آدمیوں کی گواہی سے لفظ زنا کے ساتھ ف اسواسطے

کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ اور روایت کی ابو یعلیٰ نے
اپنی مسند میں کہ ہلال بن امیہ نے تہمت لگائی شریک بن سحما کو ساتھ زنا کے اپنی عورت سے سو آیا آئے یہ قصہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس تب فرمایا آپ نے لاؤ چار گواہ ورنہ حد لگا اپنی پیٹھ میں اور روایت کیا اسکو بخاری نے اور اسمین اتنا ہی ہے لاؤ بینہ
ورنہ حد لگوا اپنی پشت میں ص اور اگر بعد وطی اور جماع سے گواہی دینگے تو ثابت نہوگا تو جس وقت وہ شہادت دین تو حاکم
ترجمہ ان سے یوں پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے اور کس طرح ہوا اور کہاں ہوا اور کب ہوا اور کس عورت سے زنا کیا ف اسواسطے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا ماعز سے ایسا ہی روایت کیا ان حدیثوں کو ابو داؤد اور نسائی اور عبد الرزاق نے مصنف میں
ص یہ سوال کہ زنا کیا چیز ہے اسواسطے کہ بعض آدمی ہر وطی حرام کو زنا سمجھتے ہیں اور شرع میں اطلاق اسکا غیر اس فعل پر ہوا ہے جیسا کہ حدیث
میں آیا ہے کہ دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں ف روایت کیا اسکو کتب صحاح میں ص اور یہ سوال کہ کس طرح ہوا اسلیے کہ کبھی وطی
واقع ہوتی ہے بغیر ملنے دونوں ختنوں کے اور سوال مکان زنا سے اسواسطے کہ اگر دار الحرب میں زنا کرے تو حد نہیں ہے اور
زمان سے اسواسطے کہ بہت مدت ہو جانا ساقط کر دیتا ہے حد کو اور عورت سے اسواسطے کہ کبھی وطی اسکی شبہہ سے ہوتی ہے ف جیسے
معتدہ بائن میں ص پس اگر وہ گواہ سب باتیں بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہمنے اس مرد کو اس عورت سے زنا کرتے ایسا دیکھا
جیسے سرمے دانی میں سلائی اور ان گواہوں کی عدالت بھی ظاہر اور خفیہ تحقیق کر لیوے تو قاضی اسوقت حکم زنا کا بسبب
انکی شہادت کے کر دیوے ف اور عدالت ظاہری پر شہود کی اکتفا نکرے کہ دفع حد کا کوئی حیلہ نکل آوے اسواسطے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو حدود کو جہانتک استطاعت رکھو تم روایت کیا اسکو ابو یعلیٰ نے مسند میں ابو ہریرہ سے ساتھ
اسی لفظ کے اور روایت کیا اسکو ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو تم حدود کو مسلمانوں سے
جہانتک کہ قدرت رکھو تو اگر کوئی صورت نکلے تو چھوڑ دو راہ اسکی کیونکہ امام بہتر ہے خطا اسکی عفو میں خطا سے اسکی عقوبت میں کہا ترمذی نے
نہیں پہچانتے ہیں ہم اسکو مرفوع مگر حدیث محمد بن ربیعہ سے انہنے یزید بن زیاد سے اور یزید ضعیف ہے اور کتاب العلل میں ہے
کہ بخاری سے کہ یزید منکر الحدیث ہے اور جھوٹا ہے لیکن صحیح کیا اسکو حاکم نے اور ذہبی نے اسکا تعقب کیا بسبب ضعف یزید کے
کہا بیہقی نے کہ موقوف اقرب ہے طرف صواب کے ص اور زنا اسطرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ جسنے زنا کیا ہو وہ چار رستے اپنی چار
مجلسوں میں اقرار زنا کا کرے اور جب وہ اقرار کرے تو قاضی اسکے اقرار کو نہ مانے ف یعنی تین بار تک اور رجوع کرتے میں قبول
کرنے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ایک ہی بار اقرار کافی ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت حد کی
ماعز پر یہانتک کہ اقرار کیا انھوں نے چار مرتبہ چار مجلسوں میں اور یہ حدیث مروی ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اور بزار نے روایت کی
مسند میں اور اسمیں ہے کہ اقرار کیا اس عورت نے زنا کا چار رستے اور آپ رد کرتے تھے اسکو الحدیث ص اور اس سے زنا کی حقیقت
اور وقت اور جگہ اور کیفیت اور زانیہ اسو بعد کو رو بارا پوچھے بعضوں نے کہا کہ یہاں زمانے سے سوال نکرے کیونکہ زمانے سے
سوال اسلیے ہے کہ زیادہ مدت سے گواہی ساقط ہوتی ہے اور یہاں اقرار ہے اور اقرار ساقط نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ سوال کرے زمانے
سے اسواسطے کہ شاید یہ زنا حالت نابلوغ میں واقع ہوا ہو پس اگر وہ سب بیان کرے تو قاضی کو مستحب ہے کہ اسکو انکار کی بھی اس طور سے
تعلیم کرے کہ شاید تو نے ہاتھ لگایا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا یا شبہہ سے صحبت کی ہوگی ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت ماعزکو ایسا ہی تعلیم کیا تھا کہ شاید تمنے ہاتھ لگایا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا روایت کیا اسکو بخاری نے ص تو اگر آپ
بیشتر یا بیچ میں منہ آپ کے بیچ میں منکر ہو تو اسکو رہا کرے ف اسواسطے کہ یمین جابر بن حضرت ماعزنے ارادہ فرار کا کیا تھا اور
عبداللہ بن انیس نے اسکو مارڈالا ساتھ اونٹ کی ہڈی کے پھر مذکور ہوا یہ واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فرمایا آپنے
کیون نچھوڑ دیا تمنے اسکو شاید کہ وہ توبہ کرتا تو قبول کرلیتا توبہ اسکی اللہ تعالی روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ص
ورنہ حد لگایا جاوے پھر اگر وہ زانی محصن ہو یعنی آزاد و مکلف مسلمان اور وطی کر چکا ہو نکاح صحیح سے اور مرد و عورت
دونوں صفت احصان پر ہوں وقت وطی کے تو اسکو ایک میدان میں سنگسار کرے ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے سنگسار کیا ماعز کو اور وہ محصن تھے اور حدیث مشہور میں مروی ہے کہ فرمایا آپنے نہیں حلال ہے خون مرد مسلمان کا مگر تین سبب سے
کفر ہو بعد ایمان کے زنا ہو بعد احصان کے قتل نفس ہو بغیر حق کے روایت کیا اسکو ترمذی نے حضرت عثمانؓ سے و بخاری و مسلم نے
ابن مسعودؓ سے اور رجم پر اجماع ہے صحابہ و من بعدہم کا اور ثابت ہے فعل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ص یہانتک کہ مرجاوے اور سنگسار
کرنا پہلے گواہ شروع کریں پھر حاکم پھر دوسرے لوگ ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے کہ حضرت علیؓ
جب ثابت ہوتا گواہوں سے تو حکم کرتے اول گواہوں کو کہ رجم کریں پھر آپ رجم کرتے تھے پھر اور لوگ اور جو اقرار سے ہوتا تو اول آپ شروع کرتے
پھر اور لوگ اور ایک روایت میں انکی یہ ہے کہ فرمایا آپنے کہ اول شہود رمی کریں پھر امام پھر لوگ جب زنا شہادت سے ثابت ہو ص اور اگر گواہ سنگسار
کرنے سے انکار کریں یا غائب ہو جاویں یا مرجاویں تو حد ساقط ہوگی اور اگر زانی خود مقر ہو تو اسکو اول حاکم پتھر مارے پھر اور لوگ
ف اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور ایسا ہی فرمایا روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اول مارا اس عورت کو ایک کنکر شل چنے کے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ص اور غسل دیا جاوے اور تکفین کیا جاوے
اور نماز پڑھی جاوے اسپر ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت ماعز کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کرو تم انکے
ساتھ جیسا کرتے ہو تم اپنے مردون کے ساتھ غسل سے اور کفن سے اور خوشبو لگانے سے اور نماز پڑھنے سے روایت کیا
اسکو ابن ابی شیبہ نے ابن ابی بریدہ سے اور بھی نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر بعد رجم کے اخراج کیا
اسکا صحاح ستہ والون نے ص اور اگر وہ زانی محصن نہو تو اسکی حد یہ ہے کہ آزاد ہو تو سو کوڑے اور مملوک ہو تو پچاس
ف اور یہ کلام اللہ سے صاف ہویدا ہے ص اور کوڑا ایسا ہو کہ اسکی چوٹی میں گرہ نہو ف اسواسطے کہ ایسا ہی
کیا علیؓ نے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور طحاوی نے ص اور چوٹ متوسط ماریں نہ بہت زور سے نہ بہت آہستہ اور مرد کے
کپڑے اتاریں ف ہدایہ میں ہے اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے حکم کیا ننگا کرنے کا اور یہ حدیث نہیں ملی بلکہ عبدالرزاق
نے اسکے خلاف اثر سے روایت کی ص سوا ازار کے اور سر اور چہرہ اور شرمگاہ کو بچاکر تمام بدن پر الگ الگ
لگاویں ف اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حد مارنے والے کو کہ بچا دے منہ کو اور ذکر کی
جگہ کو اور یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی ہان روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے حضرت علیؓ
سے کہ لایا گیا انکے پاس ایک شخص مست سو فرمایا آپنے مارو اور دو ہر عضو کو حق اسکا اور بچو منہ سے اور ذکر کی جگہ سے
ص اور حد مارنے کے وقت مرد کو کھڑا کریں ف اسواسطے کہ عبدالرزاق نے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ حد مارا جاوے مرد کھڑا کر کے اور عورت بٹھا کے ص بغیر مد کے ف اسواسطے کہ روایت کی عبد الرزاق
نے ابن مسعودؓ سے کہ کہا انھوں نے نہیں حلال ہے اس امت میں مد کرنا اور ساجد ص یعنی زمین پر لٹا کر گھسیٹ کر ماریں
یا یہ کہ کوڑا مارتے وقت ہاتھ کو سر پر نہ کھینچیں تاکہ چوٹ سخت نہ لگے یا یہ کہ کوڑے کو مار کر نہ گھسیٹیں کہ زخم کر دے اور مالک اپنے
غلام کو بدون اذن بادشاہ کے حد نہ مارے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک مارے اور ہماری دلیل قول ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ چار چیزیں حاکموں کی طرف ہیں حدود اور صدقات اور جمعات اور فیئ روایت کیا اسکو اصحاب
سنن نے ابن مسعود اور ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ سے مرفوعاً ص اور عورت کے کپڑے نہ اتارے جاویں سوائے
پوستین اور روئی دار کے اور حد ماری جاوے بٹھا کے اور جائز ہے کہ اسکے سنگسار کرنیکو ایک گڑھا کھود لیں اسواسطے کہ
گڑھا کھودا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اس عورت کے چھاتی تک اور حضرت علیؓ نے ہدایہ ص نہ مرد کے لیے
ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑھا نہیں کھودا واسطے ماعزؓ کے ہدایہ ص اور محصن میں کوڑے
مارنا اور سنگسار کرنا دونوں نہ کیے جاویں یعنی دونوں سزا نہ دی جاویں ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جمع نہیں کیا ہدایہ ص اسی طرح غیر محصن میں جلا وطن اور کوڑے مارنے نہ چاہییں ف اور امام شافعیؒ کے
نزدیک غیر محصن میں کوڑے بھی مارے اور جلا وطن کرے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بکر
جب زنا کرے ساتھ بکر کے تو سو کوڑے ہیں اور جلا وطن ہے ایک سال کی روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے اور دلیل
ہماری آیت ہے کلام اللہ کی اور یہ حدیث منسوخ ہے اور روایت کی عبد الرزاق نے سعید بن المسیبؓ سے کہ جلا وطن کیا حضرت
عمرؓ نے امیہ بن خلف کو طرف خیبر کے اور وہ مل گیا ہرقل سے اور نصرانی ہو گیا تو فرمایا حضرت عمرؓ نے نہیں جلا وطن کرونگا میں
اب کسی مسلمان کو ص ہاں اگر حاکم سیاسۃً کسی مصلحت کے واسطے چند روز کو جلا وطن کر دے تو درست ہے اور بیمار پر اگر
سنگساری کی ثابت ہو تو سنگسار کیا جاوے اور اگر کوڑے لگانے کے جاویں جبتک اچھا نہ ہو ف اسلیے کہ سنگسار کرنے میں مقصود مار ڈالنا ہے اور حد
اور حد زنا میں اسکو کوڑے مارنے میں غرض جھڑک دینا ہے نہ مار ڈالنا پس شاید بیمار حالت مرض میں کوڑوں سے مر جاوے اسلیے انتظار صحت
ضرور ہے ہدایہ ص اور حاملہ عورت زنا سے رجم کی جاویگی بعد وضع حمل کے اور کوڑے لگائی جاویگی بعد نفاس کے

ص باب صحبت موجب حد اور غیر موجب حد کے بیان میں

حدود شبہے سے ساقط ہو جاتے ہیں ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو تم حدود کو ساتھ شبہوں کے
روایت کیا اسکو امام ابو حنیفہؒ نے مسند میں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہ فرمایا آپ نے البتہ اگر میں
موقوف کروں حدود کو ساتھ شبہات کے تو بہتر ہے اس سے کہ قائم کروں میں انکو شبہوں سے اور ایسا ہی نقل کیا معاذ اور عبد اللہؓ
بن مسعود اور عقبہ بن عامرؓ سے اور اخراج کیا بیہقی نے قول سے حضرت علیؓ کے کہ دفع کرو حدود کو شبہوں کے سبب سے ص اگر
نفس صحبت میں شبہہ حلال ہونے کا ہو اور وہ مرد بھی اپنے گمان غالب میں اسکو حلال سمجھے جیسے وطی کرے اپنے باپ کی
یا ماں کی یا جورو کی یا مولی کی لونڈی سے یا مرتہن اس لونڈی سے جو اسکے پاس رہن ہے صحیح تر یہ ہے یا مرد اس عورت سے جو
تین طلاقوں کی عدت میں ہے یا اسکو طلاق بدلے میں مال کے دیا ہے یا ام ولد جو عدت میں عتق کے ہے کہ ان سب صورتوں میں اگر اس

صحبت کو اپنے گمان غالب میں حلال جانتا ہوگا تو حد لازم نہ آویگی **ف** اور اگر حرام جانتا ہوگا تو حد لازم آویگی ہدایہ

ص اور اگر جس عورت سے صحبت کی ہو اُسمین شبہہ حلال ہونیکا ہو اور نفس دلیل شرعی سے اُسکی حلت سمجھی جاتی ہو جیسے

وطی کرے اپنے بیٹے کی **ف** یا پوتے کی **ص** لونڈی سے یا اُس عورت سے کہ کنایے کے طلاق کی عدت میں ہو

یا بائع وطی کرے اپنی لونڈی سے جو بیع کے قبل تسلیم کے یا اُس لونڈی سے جسکو مہر مین عورت کے دیا ہو لیکن ابھی تسلیم

کیا ہو یا اُس لونڈی سے جو مشترک ہو تو بھی حد لازم نہ آویگی **ف** اسلیے کہ اُسمین شبہہ حلال ہونے کا ہو گو وہ شخص گمان

نہ کرے اُسکی حرمت کا رکھتا ہو اور کہے کہ مین اُسکی وطی حرام سمجھتا تھا اور دلیلیں ان سب مسائل کی اصل مین اور ہدایہ میں مذکور ہین

ص اور نسب کا اگر دعوی کریگا تو نسب صورت ثانی میں ثابت ہوگا نہ اول صورت مین اور اگر اپنے بھائی اور چچا کی لونڈی سے

زنا کرے تو حد ماری جاویگی **ف** گو اُس صحبت کو حلال سمجھ کر کرے **ص** اور یہی حال ہے اگر کوئی اجنبی عورت کو اپنے بستر پر

پاوے اور اُس سے صحبت کرے اگرچہ وہ صحبت کرنیوالا اندھا ہو یا مکلف عورت زنا کرا لے کسی حربی سے یا ذمی زنا کرے حربیہ سے

تو ذمی عورت اول صورت میں اور دوسری صورت میں ذمی مرد حد مارا جاویگا اور حربی اور حربیہ پر حد نہوگی اسواسطے کہ اگر دار الحرب

میں بھی حد نہیں تو دار الاسلام مین بھی نہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب پر حد پڑیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک جس صورت

مین کہ حربی زنا کرے ذمی عورت سے تو کسی پر حد نہیں آویگی اور جو کوئی عورت بیگانی دولہا پاس بھیجدی جاوے اور عورتیں

کہیں کہ یہ تمہاری دلہن ہے اور وہ اُس سے ہم بستر ہو تو حد واجب نہیں ہوگی بلکہ اُسکا مہر یعنی اجر صحبت کا دینا پڑیگا **ف**

ہدایہ میں ہے کہ اسی کا حکم کیا حضرت علیؓ نے اور عدت کا **ص** اور ان صورتوں میں بھی حد واجب نہیں ہوتی اول کہ جو عورت

مرد پر حرام تھی اور اُس سے نکاح کر لیا اور وطی کی اُس سے تو نکاح کے شبہہ سے حد جاتی رہی **ف** اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے

اور صاحبین اور شافعیؒ کے نزدیک حد لازم آویگی اور دلائل امام صاحب کے مذکور ہین ہدایہ اور فتح القدیر مین **ص** یا یہ کہ چارپایہ

سے صحبت کرے **ف** اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

جو شخص پڑ جاوے چارپایہ پر تو قتل کرو اُسکو اور اُس چارپایہ کو کہا مین نے یعنی عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے کہ کیا سبب ہے قتل چارپایہ

کا کہا انہوں نے اسواسطے کہ مکروہ رکھا آپ نے کہ کھایا جاوے گوشت اُسکا یا نفع لیا جاوے اُس سے بعد اسکے کہ اُس سے ایسا

کام کیا جاوے روایت کیا اُسکو اصحاب سنن اربعہ نے اور روایت کی ترمذی اور نسائی نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم نے جو شخص پڑ جاوے کسی چارپایہ پر تو نہیں ہے اُسپر یعنی حد نہیں ہے اور یہ مروی ہے موقوفا ابن عباسؓ سے ذکر کیا اُسکو ابو داؤد

نے **ص** یا جماع کرے دُبر مین **ف** مرد یا عورت کی اور امام شافعیؒ کے نزدیک اُسکو زنا کی لگیگی اور امام صاحب

کی دلیل ہے کہ اُسکو زنا نہیں کہتے ہان امام کو اختیار ہے کہ تعزیر اللوطی کو جلا دے یا دیوار اُسپر گرا دے یا اوندھا کر کے کسی

مکان بلند سے گرا دیا جاوے اور اُسپر پتھر پھینکے جاویں اور یہ سب باتیں صحابہ سے مروی ہین تو معلوم ہوا کہ اُنکے نزدیک بھی یہ زنا نہیں

ورنہ اختلاف کرتے اُسمین کذا فی الاصل اور جلانا حضرت علیؓ سے مروی ہے روایت کیا اُسکو بیہقی نے شعب الایمان میں اور مکان

بلند سے گرانا مروی ہے ابن عباسؓ سے مسند ابن ابی شیبہ مین اور بیہقی مین اور ابن الزبیر سے مروی ہے کہ اُسکو ایک مکان سخت بدبو دار مین بند کرین

کہ اُسکی بو سے مر جاوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرو فاعل اور مفعول کو اور فرمایا آپ نے ایک حدیث

مین کہ لعون اپنی قوم پر شمول کریں تو قوم لعون کا نعوذ باللہ منہ روایت کیا اسکو ترمذی نے ص یا دارالحرب میں جا کر وہاں کے حربی باغیوں کے پاس پہنچ کر زنا کرے ف اور پھر وہ ہمارے پاس چلا آوے تو اسپر حد نہو گی اور امام شافعی کے نزدیک حد ہوگی اور یہ مسئلہ ایسی دلیل ہے جیسا کہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا ہے کہ نہ قائم کی جاویں حدین دارالحرب میں اور اس حدیث کا اسناد معلوم نہیں لیکن روایت کی امام محمد نے سیر کبیر میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ کسی عورت سے یا چوری کرے دارالحرب میں اور پھر وہ بھاگ کر مسلمان ہو کر ہماری طرف چلا آوے تو اسپر حد نہیں اور شافعی نے روایت کی زید بن ثابت سے بواسطہ امام ابو یوسف کے کہ فرمایا زید بن ثابت نے کہ قائم کی جاویں حدین دارالحرب میں اور ایسا ہی مروی ہے عمر بن الخطاب سے ص یا لڑکا یا دیوانہ عورت بالغہ مسلمان عاقلہ سے زنا کرے ف تو دونوں پر حد نہیں ص اور امام زفر اور شافعی کے نزدیک عورت پر حد ہوگی اور اگر اسکا الٹا ہو یعنی مرد کسی لڑکی یا دیوانی عورت سے زنا کرے تو حد واجب ہوگی مرد پر یا زنا کا اقرار کرے اور جو ایک اقرار کرے زنا کا اور دوسرا اقرار کرے نکاح کا تو حد نہو گی اور جو شخص کسی کی لونڈی سے زنا کرے اور اس فعل سے مر جاوے تو اسپر حد بھی واجب ہوگی اور اس لونڈی کی قیمت بھی مالک کو دیوے اور کوئی حد نہ لگیگی اور بادشاہ سے قصاص کا اور مال کا مواخذہ کیا جاوے مردوں کا سوا اسکے کیا جاوے ف یعنی بندوں کے واسطے اس سے مواخذہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کا نہین

ص باب زنا پر گواہی دینے اور گواہی سے پھر جانے کے بیان مین

گواہوں نے ایک پرانی بات پر گواہی دی جو موجب حد تھی اور وہ امام سے بعید بھی نہ تھا تاکہ اداے شہادت سے انکو کوئی مانع ہوتا تو شہادت انکی مقبول ہوگی مگر بہتان زنا مین ف مقبول ہوگی اور بہتان کرنے والے پر حد اسکی پڑیگی اور پرانے ہونیکی مدت جیسے میں اور اسی طرف اشارہ ہے جامع صغیر میں اور امام ابو حنیفہ نے اسکا کچھ اندازہ نہیں کیا ہے اور قاضی پر مفوض کیا ہے اور امام محمد نے اسکا اندازہ ایک مہینے سے کیا ہے اور یہی مروی ہے شیخین سے اور یہی صحیح ہے ہدایہ ص اور اگر گواہی دی کسی نے کہ فلان شخص سے تاوان اسباب مسروقہ کا لیا جاویگا ف مگر ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک شہادت مقبول ہو گی ص اور اگر مرد اقرار کرے اس امر موجب حد کا جو پرانا ہو تو حد مارا جاویگا مگر حد شرب مین اور پرانا ہونا حد کا شرب مین یہ ہے کہ بو اسکی باقی رہے اور سوا اسکے ایک مہینا ہے اور اگر گواہ گواہی کریں کہ اس مرد نے ایک غائب عورت سے زنا کیا ہے یعنی عورت موجود نہو تو اس مرد پر حد ماری جاویگی بخلاف چوری کے کہ اگر غیر موجود شخص کے مال چورانے کی گواہی دینگے تو ہاتھ کاٹنا لازم نہو گا اور جو چار گواہوں نے گواہی دی زنا کی لیکن کوٹھری کے گوشوں میں اختلاف کیا تو مرد اور عورت دونوں پر حد لگائی جاویگی واسطے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے شروع میں ایک گوشے میں ہوں پھر دوسرے میں چلے گئے ہوں اور اگر اقرار کیا زنا کا اور عورت غیر معلوم ہو یا نا معلوم حد اسپر واجب ہوگی اسلیے کہ جو اسکی زوجہ یا امام ولد ہوتی تو اسپر پوشیدہ نہوتی اور اگر گواہ کہیں کہ اسے ایک عورت نامعلوم سے زنا کیا تو حد نہ لگایا جاوے وہ اور نہ گواہ جیسا اس صورت میں کہ دو گواہ عورت کی خواہش یا مجبوری میں اختلاف کریں ف سو دو کہیں کہ راضی تھی اور دو کہیں کہ اس سے زبردستی زنا کیا تو مرد اور عورت اور گواہ کسی پر حد واجب نہو گی اور صاحبین کے نزدیک اس صورت میں مرد پر حد پڑیگی کذا فی الاصل ص یا جس شہر میں زنا ہوا اسکے نام میں اختلاف کریں اور امام زفر کے نزدیک دونوں پر حد پڑیگی اگر چار آدمیوں نے گواہی دی اسکے زنا پر ایک وقت معین اور ایک شہر میں پر اور دوسرے چار نے اسی وقت میں لیکن اور شہر میں تو مرد و عورت

اور گواہ کسی پر حد نہو گی اور اگر گواہوں نے ایک عورت کے زنا پر شہادت دی حالانکہ ایک عورت نے دیکھ کے کہا کہ یہ باکرہ ہے یعنی مرد
سے ہم بستر نہیں ہوئی یا گواہ بدکار ہیں یا گواہی دیوین کہ چار گواہوں معتبر نے اس شخص پر زنا کی گواہی دی ہے گو وہ اصل گواہ بھی بعد
ان گواہوں کے گواہی دیوین تو ان سب صورتوں میں کسی پر حد جاری نہوگی جسپر گواہی دی ہے نہ گواہوں پر اور اگر گواہ اندھے ہوں
یا کسی کے زنا کے بہتان میں حد انکو لگ چکی ہو یا چار کی جگہ تین ہوں یا کوئی انمیں سے محدود یا غلام ہو تو ان صورتوں میں گواہوں پر حد
لگیگی نہ اس شخص پر جسپر کہ انھوں نے گواہی دی ہے اور اگر کسی شخص کو گواہوں کی گواہی سے حد ماری گئی پھر معلوم ہوا کہ ایک گواہ غلام
تھا یا بہتان کی علت میں سزا پا چکا ہے تو چاروں پر حد زنا کے بہتان کی جاری ہونی چاہیے اور جسکی شہادت کے سبب سے حد لگی اور
زخم یا چوٹ پہنچی اسکا تاوان کسی پر لازم نہ آویگا اور صاحبین کے نزدیک بیت المال میں سے دلایا جاویگا اور اگر انکی گواہی سے وہ سنگسار
ہوگیا ہوگا تو اسکا خون بہا وارثوں کو بیت المال سے دلایا جاویگا اور اگر بعد اسکے رجم کے ایک گواہ پھر گیا تو اسکو حد بہتان زنا کی
لگائی جاویگی **ف** اور امام زفر کے نزدیک نہ لگائی جاویگی وہ نہیں لگاتے [illegible] **ص** اور چوتھائی خون بہا کا تاوان
لیا جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک قصاصًا قتل ہوگا اور یہ اسکے سنگسار کرنے سے ہے اگر کوئی گواہ پھر گیا تو چارونکو حد لگیگی حد قذف
کی نہ جسپر گواہی دی تھی اسپر حد لگیگی پس اگر رجوع بعد حکم قاضی کے ہو اور امام محمد کے نزدیک فقط پھرنے والے کو حد لگیگی اور اگر رجوع قبل
حکم کے ہو تو بھی امام زفر کے نزدیک فقط پھر نیوالے پر لگیگی اور اگر پانچ گواہوں میں سے ایک بعد رجم کے پھر جاویگا تو اسپر کچھ
تاوان لازم نہوگی لیکن اگر دوسرا گواہ اور پھر گیا تو اسوقت دونوں کو حد ماری جاویگی اور دونوں کو ملکر چوتھائی خون بہا دینا
ہوگا اگر ایک شخص پر رجم کا حکم ہوا دوسرے نے رجم کی جگہ اسکو تلوار سے قتل مار ڈالا یا گواہوں کا تزکیہ ہو چکا تھا پھر بعد
رجم کے معلوم ہوئے کہ غلام تھے یا کافر تھے تو اول صورت میں وہ قاتل اور دوسری صورت میں مزکی خون بہا کا ضامن ہوگا امام
صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انپر ضمان نہیں بلکہ بیت المال پر ہوگا **ف** مزکی اس شخص کو کہتے ہیں جو
گواہوں کا حال ٹھیک ٹھیک بتاتا ہے کہ یہ عادل ہیں شہادت کے قابل ہیں یا نہیں **ص** اور اگر وہ شخص جسپر رجم کا حکم ہوا سنگسار کیا جاوے
اور پھر وہ گواہ غلام نکلیں اور مزکی نے انکا تزکیہ نہیں کیا تھا تو خون بہا اسکا بیت المال میں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بیت المال
میں خون بہا بیت المال ہی میں ہوگا اور اگر زنا کی گواہی میں گواہ یہ لفظ کہیں کہ ہمنے قصدًا زانی اور زانیہ کی طرف دیکھا تو بھی
شہادت قبول کی جاوے یعنی قصدًا دیکھنے کے جرم میں شہادت رد نہ کرنی چاہیے اور جس شخص پر گواہی زنا کی گذری ہو اور
وہ اپنے محصن ہونے سے انکار کرے اور اسکی جورو کا لڑکا اس سے ہو دے یا ایک مرد اور دو عورتیں اسکے محصن ہونے پر
گواہی دیں تو وہ رجم کیا جاویگا اور امام زفر اور امام شافعی کے نزدیک رجم نہوگا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے

ص باب شراب پینے کی حد کے بیان میں

حد شرب کی مانند حد قذف کے ہے یعنی آزاد کو اسی کوڑے اور غلام کو چالیس اگرچہ اس نے ایک قطرہ شراب کا پیا ہو **ف** اور اصل اس باب
مین قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو شخص پیے شراب کو تو کوڑے مارو اسکو پھر اگر پیے تو مارو اسکو پھر اگر پیے تو مارو اسکو پھر اگر پیے
تو قتل کرو اسکو نکالا اسکو اصحاب سنن نے بجز نسائی کے معاویہ سے اور مروی ہے حدیث ابی ہریرہ سے اور ترمذی نے صحیح کیا حدیث
معاویہ کو حدیث ابی ہریرہ سے اور تصحیح کی اسکی ذہبی نے اور روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور نسائی نے

سنن کبریٰ میں پھر قتل منسوخ ہو گیا اسواسطے کہ روایت کیا نسائی نے سنن کبریٰ میں جابر سے اس حدیث کو کہ لایا گیا
ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہ پی تھی اُسنے شراب چوتھے مرتبے میں تو آپ نے اُسکے کوڑے لگائے اور قتل نہیں کیا اور ایک لفظ
میں زیادہ کیا کہ پھر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ کوڑے مارنا ٹھہر گیا اور قتل اُٹھ گیا یعنی منسوخ ہو گیا اور روایت کیا اسکو بزار نے مسند میں اور
ابوداؤد نے سنن میں اور امام شافعی کے نزدیک چالیس کوڑے مارے اور ہماری دلیل اجماع صحابہ کا ہے اسی کوڑے پر
مروی ہے انس بن مالک سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا ایک شخص کہ اُسنے پی تھی شراب سو مارا اُسکو دو جریدوں
سے کھجور کی قریب چالیس بار کے اور اسیطرح کیا حضرت ابوبکر نے پھر جب ہوئے حضرت عمر مشورت کی لوگوں سے سو کہا عبدالرحمن
بن عوف نے کہ ہلکا حدود کا اسی ہے سو حکم کیا اسکا عمر نے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور نکالا اسکو حاکم نے مستدرک
میں ابن عباس سے ص اور جسنے شراب پی اور اسی طرح گرفتار ہوا کہ شراب کی بو موجود ہو اگرچہ راہ کے دور ہونے سے
جاتی رہی ہو یا مست ہو اور عقل اسکی زائل ہو اگرچہ نبیذ تمر کے پینے سے ہوا ہو اور زیادہ اُسکا اقرار کرے ایک بار یا دو مرد اُسپر شراب
پینے کی گواہی دیں اور معلوم ہو کہ اُسنے اپنی خواہش سے پی ہے تو اُسکو حد لگاویں حالت ہوش میں ف اور بیہوش کی حالت
میں نہ ماریں اور نبیذ سے اگر مست ہو تو حد اسواسطے ماری جاتی ہے کہ حضرت عمر نے حد ماری ایک اعرابی کو کہ مست ہو گیا
تھا نبیذ سے اور فرمایا انما جلدناک للسکر یعنی ہمنے کوڑے مارے تجکو بسبب نشے تیرے کے روایت کیا اسکو ابن ابی
شیبہ نے مصنف میں اور دارقطنی نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے مارے ایک شخص کو کہ مست
ہو گیا تھا نبیذ سے اور بہت سے آثار اسمیں وارد ہوئے ہیں ذکر کیا انکو ابن الہمام نے فتح القدیر میں ص اور اگر وہ خود بعد
جاتی رہنے کے اقرار کرے یا دو گواہ بعد بو جانے کے گواہی دیں ف یہ دوری فاصلہ کی جہت سے یعنی اگر وقت
کی دوری کی جہت سے بو جاتی رہی تو اس سے حد ساقط ہو گی ص تو حد واجب نہو گی ف اور امام محمد کے نزدیک
اقرار کرے بعد بو جانے کے بھی تو حد ماری جاویگی اور دلیل شیخین کی یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے حکم کیا اس شخص کے لیے جو
لایا گیا تھا مست کہ بو سونگھو اسکے منہ کی تو معلوم ہوا کہ بغیر بو کے حد نہو گی روایت کیا اس اثر کو عبدالرزاق اور اسحق بن
راہویہ نے ص اور اسیطرح اگر اُس سے صرف شراب کی بو پائی جاوے یا قے شراب کی کرے یا جو اقرار کیا تھا اُس سے پھر جاوے یا اقرار مستی
کی حالت میں کرے کہ اُسکی عقل باقی نہیں ہے تو ان سب صورتوں میں حد نہ لگائی جاویگی اور جاننا چاہیے کہ امام صاحب کے نزدیک
واجب ہونے میں حد نشہ کے یہ علامت ہے کہ کچھ نہ پہچانے یہاں تک کہ زمین کو آسمان سے اور عورت میں مرد ... کی
کر بیہودہ بکے اور صاحبین کا مذہب یعنی ... ہی مذہب ہے اور اسی طرف مائل ہوئے ہیں اکثر مشائخ اور امام شافعی کے نزدیک
یہ کہ ... ظاہر ہو اسکی زائل ... حرکات میں ف اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ شراب انگوری کے تو ایک قطرہ پینے سے بھی حد
ہو گی اور سوا اس کے ... مست ہو جاوے ص اور اگر مست مرتد ہو جاوے تو عورت اسکی جدا نہ ہو گی اور ...
اور اقرار ... واسطے ... کے جاری ہو گا اور ... کوڑے ... کی طرح مجرم کے بدن پر سر اور منہ اور شرمگاہ بچا کر ...

ص باب تہمت زنا کی حد کے بیان میں

محصن مرد یا محصنہ عورت کو یعنی جو آزاد مسلمان مکلف پاک ہو زنا سے کوئی شخص زنا کی تہمت لگا دے صریح الفاظ ف مثلاً

مرد کو کہے زنیتِ یا زانی اور عورت کو یا زانیۃ ص یا کہے عورت سے زنأت فی الجبل تو نے پہاڑ میں زنا کیا اور مراد لے پہاڑ پر چڑھنے کی تو حد ماری جاویگی ف یعنی زنأت ہمزہ کے ساتھ چڑھنے کے معنوں میں بھی آتا ہے مگر چاہیے تھا کہ اسکے بعد علی ہوتا جب اسنے فی کہا تو معلوم ہوا کہ چڑھنے کے معنی نہیں لیے بلکہ زنا کے معنی لیے اسلیے حد واجب ہوئی ص اور امام محمدؒ کے نزدیک واجب نہ ہوگی ف اسواسطے کہ شبہہ ہوگیا اور شبہہ سے حد دفع ہوتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ حالت غصہ زنا کی مرجح ہے کذا فی الاصل ص یا نہیں ہے تو اپنے باپ یا اسکے باپ کا نام لیکر کہا کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں حالت غصہ میں یہ معنی لفظ کہے ف اور اگر غصے میں نہ کہا ہو تو حد نہ لگائی جاویگی اسواسطے کہ وقت غصہ نہ ہونیکا اسکے معنی یہ ہیں کہ تو افعال میں اپنے باپ کے مانند نہیں ہے ص یا پکارا کہ اے چھنال کے جنے اور اسکی ماں مرگئی ہو اور عفیفہ ہو تو اس تہمت لگانے والے کو حد لگائی جاویگی اگر وہ نسب لگایا گیا اسکا باپ یا جسکو اس تہمت کے سبب عار ہے مطالبہ کرے ف اور اسکی بھی حد مثل حد شرب کے ہے تعداد میں یعنی اسی کوڑے آزاد کے لیے اور چالیس غلام کے لیے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الایۃ یہانتک کہ فرمایا فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً یعنی لگاؤ انکو اسی کوڑے اور مطالبہ متہم کا شرط ہے اسواسطے کہ یہ حق اسیکا ہے کیونکہ اسی کے سبب اسکی جانب سے دفع عار ہوتا ہے اور ثبوت میں بھی یہ مثل حد شرب کے ہے یعنی دو مردوں کی گواہی اور ایکبار کی اقرار سے ثابت ہوتی ہے ص اور اگر اسکو کہے کہ تو بیٹا ہے دادا یا ماموں کا یا چچا کا یا سوتیلے باپ کا بیٹا نہیں ہے یا کہے کہ تو ایک کا نہیں ہے بیٹا ہے تو دونوں صورتوں میں حد نہ ماری جاویگی ف اسواسطے کہ اول صورت میں وہ کہنے والا سچا ہے کیونکہ وہ بیٹا دادا کا نہیں ہے بلکہ باپ کا اور اسی طرح ماموں اور چچا وغیرہ کا اور دوسری صورت میں اسواسطے کہ ان سب کو بھی باپ کہتے ہیں لیکن ماموں سو اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الخال اب یعنی ماموں باپ ہے جو روایت کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور فتح القدیر اور تخریج زیلعی میں ہے کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کی ابو شجاع دیلمی نے فردوس میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں والد ہے جسکا کوئی والد نہیں ہے اور لیکن چچا سو اسواسطے کہ کلام اللہ میں ہے نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ حالانکہ اسمعیل چچا تھے حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ السلام کے اور ماں کا خاوند بھی عرف میں باپ ہے کہا جاتا ہے اور کلام اللہ میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے فرمایا اِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي اور وہ انکی بیوی کے بیٹے تھے ص اور اگر عرب کو کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹے یا اے نبطی تو بھی حد نہ لگیگی ف کیونکہ ان دونوں میں نفی نسب نہیں ہے بلکہ انکی سخاوت اور صفائی کے سبب سے ان لقبوں سے نامزد کرتے ہیں اور اسیطرح نبطی وہ لوگ ہیں جو بری عادتیں رکھتے ہیں اور انکی گفتگو میں فصاحت نہیں ہے ہدایہ ص اور جو کسی نے میت کو تہمت زنا کی لگائی تو اسکے باپ و بیٹے کو اور پوتے کو اور نواسے کو اگرچہ میراث سے محروم ہو اختیار ہے کہ مطالبہ حد کا کریں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر وارث کو جائز ہے کہ مطالبہ حد کا کرے اور نہ امام محمدؒ کے نزدیک نواسے کو اور امام زفرؒ کے نزدیک جو میراث سے محروم ہو اسکو طلب حد کا اختیار نہیں اور اگر باپ یا آقا اپنے لڑکے یا غلام کی ماں کو تہمت زنا کی گالی دیں تو لڑکا اور غلام خواستگار انکی سزا کے نہونگے اور حد قذف کی اس شخص کے مرنے سے باطل ہوجاتی ہے جسکو گالی دی ہو تو اگر کچھ کوڑے مارے تھے کہ وہ شخص مرگیا تو اب تہمت لگانے والے کو چھوڑ دینگے اسواسطے کہ حد کی میراث نہیں ہوتی اور امام شافعیؒ کے نزدیک حد کی بھی میراث ہوتی ہے اور اگر مقذوف قاذف کو معاف

کردے یا حد کے بدلے میں اس سے کچھ مال لیوے تو یہ جائز نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اگر کسی کو کہا کہ اے زانی
اور اُسنے اُسکے جواب میں کہا کہ تو زانی ہے تو دونوں کو حد ماری جاویگی اور اگر اپنی منکوحہ سے کہے کہ اے زانیہ اور وہ جواب
میں کہے کہ زانی تو ہے تو عورت پر حد لگائی جاویگی اور لعان ساقط ہے اور اگر عورت یوں جواب دیوے کہ میں نے زنا تجھ سے
کیا ہے تو حد اور لعان دونوں باطل ہو جاوینگے ف اور وجہ اسکی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر کسی نے اپنے بیٹے کا اقرار
کیا پھر کہا کہ میرا نہیں تو لعان کرے اور اگر اول کہے کہ میرا نہیں پھر اقرار کرے تو اس صورت میں اسپر حد لگائی جاوے اور دونوں
صورتوں میں بیٹے اُسیکے ہونگے اور جو عورت سے کہا کہ یہ لڑکا میرا ہے نہ تیرا تو حد اور لعان کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر زنا کی
گالی ایسی عورت کو دی جسکے بچے کا باپ معلوم نہو یا جواب بچے کے باب میں لعان کر چکی ہے ف بچے کی قید اسواسطے
لگائی کہ بغیر بچے کے اگر لعان ہوا ہوگا تو اسکی قذف سے حد واجب ہوگی ص یا ایسے مرد کو زنا کی گالی دی جسنے عورت
اجنبیہ یا لونڈی غیر مملوک سے صحبت کی ہو ف مثلاً اپنی ماں یا بہن بھائی کی لونڈی سے صحبت کی ہو ص یا مشترک
لونڈی سے یا اس مملوکہ سے جو ہمیشہ کے لیے حرام ہے مثلاً وہ لونڈی جو اسکی بہن ہو یا گالی دی اس مسلمان کو جسنے حالت
کفر میں زنا کیا ہو یا گالی دی مکاتب کو جو اتنا مال چھوڑ جاوے کہ اسکی کتابت کا عوض ہو سکتا ہو تو ان سب صورتوں میں گالی دینے والے پر
حد ماری جاویگی اور اگر ایسے شخص کو گالی زنا کی دی جسنے وطی کی حرام لغیرہ جیسے حیض کی حالت میں زوجہ سے یا اپنی مشترکہ
یا مکاتب لونڈی سے یا مجوسی نے نکاح کیا تھا حالت کفر میں اپنی ماں سے تو اسپر حد ماری جاویگی اور اگر مسلمان مستامن کو گالی زنا کی دی تو اسپر
حد لگائی جاویگی ف مستامن اسکو کہتے ہیں جو دار الحرب والا اسلام میں امان لیکر آیا ہو ص اور کئی جنایتوں کے واسطے اگر جنس ایک
ہو تو ایک حد کافی ہے ف مثلاً چند مرتبہ گالی دی زنا کی یا چند مرتبہ زنا کیا یا شراب پی تو ہر ہر کے واسطے ایک ہی حد کافی ہے اگرچہ ہر بار دوسرے
شخص کو گالی دی ہو یا دوسری عورت سے زنا کیا ہو ص اور اگر جنس اُسکی مختلف ہے تو ایک حد کفایت نہ کریگی ف مثلاً زنا
اور شراب اور قذف سب سے ایک حد کافی نہ ہوگی اور امام شافعیؒ کا اسمیں خلاف ہے اور دلیل اُنکی اصل میں مذکور ہے

ص فصل تعزیر یعنی تادیب اور توبیخ کے بیان میں

تعزیر وہ سزا ہے جو حد سے کم ہو اور اکثر اُسکے انتالیس کوڑے ہیں ف اور دلیل اسکی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو شخص کہ پہنچ جاوے کسی حد کو غیر حد میں تو وہ ظالموں میں سے ہے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور کہا کہ محفوظ یہ ہے کہ
مرسل ہے اور لکھا اسکو متصل بھی ابن ماجہ نے اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور ابو داؤد نے متصلاً اور امام محمد نے
اور اقل حد کا چالیس کوڑے ہیں غلام میں تو تعزیر میں اس سے ایک کوڑا کم رکھا گیا ص اور کمتر اُسکے تین کوڑے
ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک روایت میں اکثر اسکے اناسی کوڑے اور ایک روایت میں پچھتر کوڑے ہیں ف
اور ہدایہ میں ہے کہ ہمارے مشائخ نے اقل کو اسکے رائے امام پر سونپا ہے اور اسی واسطے بہت فقہا نے اسکی حد نہیں رکھی ص
اور امام کو جائز ہے کہ ضرب اور حبس دونوں کرے اور مار تعزیر کی سخت تر ہے پھر زنا کی حد میں پھر شراب پینے کی حد میں پھر گالی کی
حد میں ف یعنی تعزیر میں سخت ہاتھ لگاویں اور باقی میں بترتیب درجہ بدرجہ نرم نرم ہاتھ پڑے ص اگر کوئی شخص غلام
یا کافر کو زنا کی گالی دیوے یا مسلمان کو ان الفاظ سے کوئی کہے اے فاسق اے کافر اے خبیث اے چور اے حرامزادہ اے



خیانت کرنے والے آو لوہو رہے باز آو بیدین آو دیوث یعنی بے غیرت کہ اپنے اہل خانہ پر زنا کا دیدار ہوا آو قرطبان یا قلتبان یعنی
کٹنے آو شرابخوار آو سود خوار آو قحبہ کے بچے آو بازہ کے بچے آو چوروں اور زناکاروں کے تھانگی آو حرام زادے تو ان سب
صورتوں میں تعزیر کیا جاویگا آور اگر مسلمان کو کہے آو گدھے آو سور آو کتے آو یہودی آو بندر آو حجام آو ولد الحجام اور باپ اسکا
حجام تھا آو زنا کی مزدوری لینے والے آو نالائق آو مخنثے بازاری مسخرے تو ان صورتوں میں تعزیر لازم نہوگی اور جس شخص پر
حد یا تعزیر ہوا اور وہ مرجائے تو اسکا خون ضائع ہے ف یعنی خون بہا اسکا کچھ نہ دیا جاویگا ص مطلقاً شوہر نے اپنی زوجہ
کو تعزیر دے اور وہ مرجاوے تو شوہر پر خون بہا لازم ہوگا ف مثلاً شوہر کا کہنا نہ ماننے پر یا سنگار کے ترک کرنے پر یا ناپاکی سے
غسل نکرنے پر یا گھر سے نکل جانے پر یا اور کسی امر پر یہ تعزیر دے اور اصل میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اور ہمنے اسکو ترک کیا

ص کتاب السرقہ

یعنی چوری کا بیان چوری اسکو کہتے ہیں کہ عاقل بالغ شخص کسی کا مال مملوک دس درہم سکہ دار یا زیادہ قیمت کا جو ہو اور محفوظ
جگہ میں کہ جہاں پوشیدہ لیوے ف تو ہمارے نزدیک دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک
ربع دینار میں اور امام مالکؒ کے نزدیک تین درہم میں کاٹا جاویگا اور اس سے کم میں نہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی حاکم
نے مستدرک میں مجاہد سے انھوں نے ایمنؓ سے کہا انھوں نے نہیں کاٹا گیا ہاتھ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مگر
ایک ڈھال میں کہ قیمت اسکی ایک دینار تھی اور سکوت کیا اسپر اور یہ معارض ہے اسکے جو روایت کی بخاری و مسلم نے کہ قیمت
اسکی ربع دینار تھی اور روایت کی نسائی نے اپنی سند سے ابن اسحق سے انھوں نے عمرو بن شعیب سے عن ابیہ عن جدہ
سے کہ کہا انھوں نے تھی قیمت سپر کی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دس درہم اور روایت کیا اسکو دارقطنی
اور امام احمدؒ نے اور اسحق بن راہویہ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں سعید بن المسیب سے انھوں نے
ایک شخص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں قطع ہو مگر ایک دینار یا دس درہم میں اور یہ حدیث اس لفظ سے موقوف ہے
اوپر ابن مسعودؓ کے روایت کیا اسکو قاسم بن عبد الرحمن نے ابن مسعودؓ سے کہا ترمذی نے کہ قاسم نے نہیں سنا ان سے تو
یہ حدیث منقطع ہے لیکن روایت کی امام نے اپنی مسند میں قاسم بن عبد الرحمن سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے
عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہ کہا انھوں نے کہ کاٹا جاتا تھا ہاتھ بیچ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دس درم پر اور یہ موقوف ہے
اوپر امیر المومنین حضرت علیؓ کہ انھوں نے کہا نہیں قطع کیا جاویگا ہاتھ کم میں دس درم سے رواہ الدارقطنی ص
تو اگر مکلف یعنی عاقل بالغ نے اگرچہ غلام ہو چرالیا دس درم یا زیادہ کے مال کو اور وہ مال محفوظ ہو بلا شبہ ف اور اگر
شبہ ہو تو قطع نکیا جاویگا جیسے چراوے مال اپنے ذی رحم محرم کے پاس سے کذا فی الاصل ص مکان میں یا بند گھر کے
یا صندوق کے یا راہ میں کسی محافظ کے جو بیٹھا ہو یا مسجد میں اور مال اسکا اسکے پاس ہو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اور اسکے لیئے
وہ ایکبار اقرار کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوبار اقرار کرے یا دو مرد اسکی چوری پر گواہی دیں اور امام انسے پوچھے کیونکر چرایا اور
کیا چیز اور کب چرایا اور کس جگہ ہوا اور کتنے مال کا ہوا اور کسکے مال کا ہوا اور دو گواہ بیان کریں ان سب باتوں کو تو ہاتھ اسکا کاٹا جاوے اور اگر بہت
لوگوں نے مال چرایا اگرچہ اس مال کو بعض انمیں سے اٹھا لائے ہوں لیکن انمیں سے ہر ایک کو دس درم سے کم نہ پہونچا ہو

ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جاویگا ف اسواسطے کہ ہر ایک نے مقدار نصاب سرقہ لے لیا تو سب سارق ٹھہرے ص اور نہ
جاویگا ہاتھ اگر سالگوان کی لکڑی یا نیزے کی چھڑ یا آبنوس یا صندل یا سنہ قنبہ ف یا ابرک یا کسی نگ کا ہو ص یا یاقوت یا زبرجد کا
یا موتی یا زمرد اگر لکڑی سے ہوں برتن بنائے اور دروازے تو ہاتھ کاٹا جاویگا ہاتھ تو تعزیر کہ جو پرانے میں جو کہ شہر میں مباح ہیں مثلاً لکڑی اور گھاس اور
نرکل اور مچھلی اور پرند اور سنکھیا اور ہرتال اور گیرو اور چونا ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت عائشہ سے
کہ کہا انہوں نے نہیں کاٹا جاتا تھا ہاتھ چور کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھوڑی چیز میں اور پرندے میں اسواسطے نہ کاٹا جاویگا کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں قطع ہے پرند میں ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی بلکہ روایت کیا عبد الرزاق نے
حضرت عثمان کا قول کہ نہیں قطع ہے پرند میں اور مچھلی میں سب قسم کی مچھلی داخل ہے اور اسیطرح پرند میں مرغی اور بطخ اور کبوتر وغیرہ ص
اور نہ اس چیز میں جو جلدی بگڑ جاتی ہے مثلاً دودھ اور گوشت اور تر میووں میں ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہیں ہاتھ کاٹنا ہے میوے میں اور نہ پھل میں درخت کے روایت کیا اسکو امام احمد اور اصحاب سنن نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن حبان نے
اور فرمایا کہ نہیں ہاتھ کاٹنا ہے طعام میں روایت کیا اسکو ابوداؤد نے مراسیل میں حسن بصری سے مرسلاً ص اور کھجوروں میں جو درخت پر ہو اور
حریسہ میں ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر چیز میں ہاتھ کاٹا جاویگا سوا مٹی اور راکھ اور گوبر کے اور امام شافعی کے نزدیک ہر مباح
مثل لکڑی اور تر میووں میں قطع ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ العصا ہوں ان سب میں بھی قطع ہے اور وہ جو حدیث میں ہے روایت کی ان کی حجت ہو
اور اس کھیتی میں جو کہ نہ کٹی ف اسواسطے کہ وہ محفوظ نہیں ہے ص اور نہ نشہ لانے والی چیزوں میں اور نہ آلات لہو میں ف مثل
ڈھول اور سارنگی اور ستار اور طنبورہ وغیرہ کے ص اور نہ صلیب میں جو سونے کی ہو یا چاندی کی ف صلیب وہ ہے
کہ جسکو نصاریٰ اپنی زنار میں باندھتے ہیں اور شکل اسکی یہ ہے ✝ ص اور نہ شطرنج اور نرد میں اور مسجد کے دروازے میں
اور قرآن شریف میں اور آزاد لڑکے میں اگرچہ دونوں ف یعنی قرآن شریف اور لڑکا ص زیور دار ہوں ف اور امام شافعی
کے نزدیک مسجد کے دروازے میں اور قرآن شریف میں بھی ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک لڑکے آزاد میں بھی
جبکہ زیور اسکا بمقدار نصاب کے ہو ص اور غلام اور دفتروں میں مگر جب کہ نابالغ ہو یا دفتر حساب کے ہوں ف کہ اسی
صورت میں ہاتھ کاٹا جاویگا ص اور کتے اور چیتے میں اور امانت میں خیانت کرنے سے اور اوچک لے جانے
اور لوٹ لے جانے سے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے خیانت کرنے والے پر اور لوٹنے والے
اور اوچکے پر ہاتھ کاٹنا روایت کیا اسکو احمد اور چاروں عالموں نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن حبان نے ص اور کفن چور پر
ف اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک کفن چور پر قطع ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ کفن چرا لے
تو کاٹینگے ہم اسکو روایت کیا اسکو بیہقی نے اور کہا ابن المنذر نے کہ مروی ہے ابن زبیر سے کہ وہ قطع کرتے تھے کفن چور کو اور جواب
یہ ہے کہ بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کیا اور اسکی اسناد میں کثیر بن حارم مجہول ہے اور کہا ابن الہمام نے کہ وہ حدیث منکر ہے
اور اثر ابن زبیر کو روایت کیا اسکو بخاری نے تاریخ میں اور ضعیف کیا اسکو بسبب سہیل بن ذکوان مکی کے کہ کہا عطا نے
کہ ہم اتہام کرتے تھے اسکو ساتھ کذب کے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا قطع علی المختفی
یعنی نہیں قطع ہے مختفی یعنی کفن چور پر روایت کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث مرفوعاً نہیں پائی گئی لیکن ثابت کی

ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے کہ ہمارا محمد بن نے نہیں ہے کفن چور پر قطع اور یحییٰ بن ابی شیبہ نے روایت کی زہری سے کہ مروان نے کفن چوروں کو مارا اور نکال دیا اور قطع نہیں کیا اور صحابہ بہت موجود تھے اور ایسا ہی اخراج کیا اسکا عبد الرزاق نے معمر سے اور ایک روایت میں مصنف ابن ابی شیبہ کی ہے کہ مروان نے پوچھا صحابہ اور فقہاے اس وقت کے ایک کفن چور کے باب میں سو جمع ہوئی راے انکی اس بات پر کہ مارا جاے ہم اسکو اور پھرایا جاے اسکو اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح لاتشك في تصحيح مذهبنا من جهة الآثار یعنی اب ہمیں شک نہیں تصحیح میں ہمارے مذہب کے از روے احادیث کے ص اور عام کا مال چرانے سے مثلاً بیت المال میں سے چوری کرے اور مال مشترک کے چرانے سے اور بقدر اپنے قرض کے یا زیادہ قرضدار کے مال میں سے چرا لینے سے قرض حال ہو یا موجل اور ایسی چیز کے چرانے سے جسمیں شبہ ہو اسکا ہاتھ کٹ چکا ہو بشرطیکہ وہ چیز بدستور ہو کچھ بدلی نہو اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک کاٹا جاویگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اگر لوٹے یعنی چراوے تو کاٹو اسکو ف روایت کیا اسکو دارقطنی نے ابوہریرہ سے ص اور یہ حدیث مطعون ہے طعن کیا اسمیں طحاوی نے اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ جو چور اعادہ کرے چوری کا اسی شے مسروق کا تو وارث دلیل مقدیا منت کہوف بوجہ اس بات کے کہ اسکی اسناد میں واقدی ہے اور وہ ضعیف ہے ص اور اگر بدل گئی ہو تب چراوے تو کاٹا جاویگا جیسے پہلے سوت چرایا تھا اور اسمیں ہاتھ کاٹا گیا پھر وہ بنا گیا اور پھر اسکو چرایا تو پھر کاٹا جاویگا اور جو شخص کہ اپنے قریب محرم کے پاس سے مال چراوے برابر ہے کہ اسی کا مال ہو یا غیر کا لیکن اسکے پاس رکھا ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور اگر اپنے قریب محرم کا مال جو کسی اور کے پاس تھا اسکے گھر سے یا اپنی مادر رضاعی کا مال چرایا تو کاٹا جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک مادر رضاعی کا مال چرانے تو کاٹا نہ جاویگا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اگر چراوے شوہر اپنی منکوحہ کا مال یا منکوحہ اپنے شوہر کا اگرچہ الگ جگہ محفوظ ہو یا غلام اپنے مالک کا مال خواہ مالک کی زوجہ کا مال یا اپنے مالکہ کے خاوند کا مال یا اپنے مکاتب کا مال یا مہمان میزبان کا مال یا مال غنیمت یعنی جو کافروں کی لوٹ میں ملا چرایا تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ف اسواسطے کہ حضرت علی نے نہ کاٹا ہاتھ اس شخص کا جسنے چرایا تھا مال غنیمت کا روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے مصنف میں ص یا حمام یا گھر میں کا جسمیں گھسنے کی اجازت عام ہو ف تو لوگوں کو گھسنے کی اجازت ہو اور رات کو چراوے کاٹا جاویگا اور اگر حمام میں کوئی محافظ ہو تب بھی وہاں کے مال چرانے سے کاٹا نہ جاویگا اور مسجد کے مال میں اگر کوئی محافظ ہو اسباب پر تو کاٹا جاویگا ص اور جو کسی چیز کو چراوے مگر اسکو گھر سے باہر نہ لیجاوے یا گھر میں سے اس شخص نے دیدیوے جو باہر گھر کے ہے تو کاٹا نہ جاویگا اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک اگر اسنے ہاتھ گھر کے باہر نکال دیا اور دوسرے نے لے لیا تو اسپر قطع ہے اور جو دوسرے نے گھر کے اندر ہاتھ ڈالا اور اسنے دیا تو دوسرے پر قطع ہے اور تیسرے میں ہو کہ اگر داخل اور خارج کے بیچ میں اس مال کو رکھدیا اور دوسرے نے آن کر لے لیا تو ایک روایت میں کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور ایک روایت میں دونوں کے ہاتھ کاٹے جاوینگے ص اور جو گھر کی دیوار میں سوراخ کر کے ہاتھ اندر ڈال کے کچھ لیوے یا تھیلی جو آستین کے باہر ہو کاٹ لے یا اونٹوں کی قطار میں سے ایک اونٹ یا اسکا بوجھ چرالے تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک گھر کے اندر ہاتھ ڈال کے لینے سے بھی کاٹا جاویگا جیسے صندوق کے اندر ہاتھ ڈال کے مال نکالنے سے ف اور دلائل مسائل کے اور تفصیل انکی اور جواب ہمارا اصل میں مذکور ہے ص اور اگر اونٹ کو یا اسکا بوجھ قطار میں سے چرالے اور وہاں کوئی محافظ ہو اگرچہ سوتا ہو یا تھیلے کو چیر کر اسمیں سے اسباب لے یا ہاتھ صندوق میں خواہ کسی کی جیب یا آستین میں ڈال کر مال لے لے

یا گھر کے حجرے میں سے نکال کر اس چیز کو صحن میں لاوے یا جو شخص حجرے والوں میں سے ہو وہ ایک حجرے میں سے جو دوسرے کا ہو چرا لے یا گھر کی دیوار میں سوراخ کر کے اندر گھسے اور کسی چیز کو سوراخ میں سے راہ میں ڈالدے پھر نکلکر اسکو اٹھالے یا کسی چیز کو گدہے پر لادکر اسکو ہانکتا ہے اور مکان سے باہر لیجاوے تو ان سب صورتوں میں ہاتھ کاٹا جاوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ کاٹا جاویگا مگر جبکہ اسکو لیوے یا راہ میں چھوڑدے اور امام زفرؒ کے نزدیک فی الحدیہ میں اور لادکر لیجانے میں ہاتھ کاٹا جاویگا **ف** اور دلائل کتابوں میں مذکور ہیں

ص فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت کے بیان میں

چور کا داہنا ہاتھ پہونچے سے کاٹ کر داغ دیا جاوے **ف** لیکن ہاتھ کاٹنا تو کلام اللہ سے ثابت ہے اور داہنا ہاتھ قرات ابن مسعودؓ سے اور پہونچے سے کاٹنا اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی اور ابن عدی نے کامل میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہ کاٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ چور کا پہونچے سے اور اسناد میں اسکی عبدالرحمن بن سلمہ ہے کہ نہیں معلوم ہے حال اسکا اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے جابر بن حیات سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹا ہاتھ پہونچے سے اور یہ مرسل ہے اور نکالا اسنے عمرؓ اور علیؓ سے کہ کاٹے انھوں نے ہاتھ پہونچوں سے اور منعقد ہو گیا اسپر اجماع اور لیکن داغ دینا سو اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ایک سارق کے کاٹو اسکو اور داغ دو اسکو آخر حدیث تک اور کہا کہ صحیح ہے شرط مسلم پر اور روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں اور نکالا دارقطنی نے حضرت علیؓ سے کہ انھوں نے بھی داغ دیا **ص** اور اگر پھر چوری کرے تو بایاں پیر کاٹا جاوے اور اگر پھر چراوے تو کاٹا نہ جاوے بلکہ قید کیا جاوے یہاں تک کہ چوری سے توبہ کرے **ف** اور بایاں پیر کاٹا جاوے ٹخنے سے نزدیک اکثر علما کے اور کیا ایسا ہی حضرت عمرؓ نے رضی اللہ عنہ **ص** اور بعضوں کے نزدیک تعزیر بھی کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تیسری بار میں بایاں ہاتھ اور چوتھی بار میں داہنا پیر کاٹا جاوے **ف** اور پانچویں مرتبہ میں انکے نزدیک بھی قید کیا جاوے اور تعزیر دیجاوے اور یہی قول ہے عمرو بن العاصؓ اور عثمانؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ پانچویں بار میں قتل کیا جاوے **ص** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ چوری کرے تو کاٹو اسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اسکو **ف** اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملتی ہاں روایت کی ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے جابرؓ سے کہ لایا گیا ایک چور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو فرمایا حضرتؐ نے قتل کرو اسکو تب کہا لوگوں نے یا رسول اللہ یہ چور ہے فرمایا ہاتھ کاٹو اسکا پھر کاٹا گیا پھر لائے اسکو دوسری بار پھر فرمایا قطع کرو اسکو پھر ذکر کیا اسیطرح پھر لائے اسکو تیسری مرتبہ پھر ذکر کیا اسیطرح پھر لائے اسکو چوتھی مرتبہ اسیطرح پھر لائے اسکو پانچویں بار اسی طرح سو فرمایا آپ نے قتل کرو اسکو کہا جابرؓ نے کہ قتل کیا ہمنے اسکو اور ایک کوئیں میں ڈالکر اوپر سے پتھر ڈالدیے اور نسائیؒ نے اس حدیث کو منکر کہا اور مصعب بن ثابت اسکی اسناد میں قوی نہیں اور اور طریقے بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں **ص** اور مذہب ہمارا ماثور ہے حضرت علیؓ سے **ف** کہا امام محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں خبر دی ہمکو ابو حنیفہؒ نے انھوں نے عمرو بن مرہ سے انھوں نے عبداللہ بن سلمہ سے انھوں نے علی بن ابی طالبؓ سے کہ فرمایا آپ نے جب چور چوری کرے تو کاٹا جاوے داہنا ہاتھ اسکا پھر اگر چراوے تو بایاں پیر اسکا پھر چراوے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ نیک ہو جاوے کیونکہ میں شرم کرتا ہوں اللہ تعالی سے کہ کر دوں اسکو ایسا کہ

اسکا کوئی ہاتھ ہو کہ کھاوے اُس سے اور استنجا کرے اُس سے اور کوئی پیر ہو کہ چلے اُسپر اور اسی طریقہ سے نکالا اسکو دارقطنی نے اور عبدالرزاق نے مسند میں شعبی سے انھوں نے حضرت علیؓ سے اور ابن ابی شیبہ نے مسند میں اور بیہقی نے اور نکالا ابن ابی شیبہ نے مثل اسکے ابن عباسؓ سے اور حضرت عمرؓ سے کہ انھوں نے مشورہ کیا اس باب میں تو اجماع ہوا لوگوں کا رائے پر حضرت علیؓ کی **ص** اور اگر وہ حدیث صحیح ہوتی البتہ حضرت علیؓ مخالفت نکرتے اُسکی اور صحابہ اخذ کرتے اُسکے قول سے اور طحاوی نے طعن کیا اس حدیث میں **ف** اور کہا کہ تفتیش کیا ان آثار کو ہم نے پائی کچھ اصل اُنکی اور اسیطرح منکر کیا اسکو نسائی نے اور مبسوط میں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں **ص** یا یہ کہ وہ حدیث محمول ہے سیاست پر **ف** یا منسوخ ہے جیسا کہ قتل اس حدیث میں امام شافعیؒ کے نزدیک بھی منسوخ ہے **ص** اور اسیطرح اس شخص کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے جو چوری کرے اور اسکا بایاں ہاتھ یا انگوٹھا اُس ہاتھ کا یا دو انگلیاں اُسکی سوا انگوٹھے کے کٹی ہوں یا لنجی بیکار ہوں یا داہنا پیر کٹا ہو یا وہ چور قبل نالش کے اُس شیٔ مسروقہ کو حوالے مالک کے کر دے یا اُسکا مالک ہو جاوے ہبہ یا بیع یا قیمت اُسکی دس درم سے کم ہو جاوے قبل ہاتھ کاٹنے کے یا اُس شیٔ مسروقہ کی ملک کا دعویٰ کرے یا دو چوروں میں ایک چور اُسکی ملک کا دعویٰ کرے اگرچہ کوئی دلیل ہو یا مالک اُسکا مطالبہ نکرے اگرچہ چور اُسکا اقرار کرے تو ان سب صورتوں میں کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا **ف** اور ان مسائل میں خلاف امام ابو یوسف اور زفر اور شافعیؒ کا ہے اور اصل میں مذکور ہے **ص** اگر دو آدمی ایک چیز چرا دیں اور ایک اُنمیں سے غائب یعنی روپوش ہو جاوے اور گواہی سے دونوں کے ذمے چرانا ثابت ہو تو وہ چور جو موجود ہے اُسکا ہاتھ کٹیگا اور اگر امانت کے یا غصب کے یا سود کے مال کو **ف** مثلاً ایک دینار کے بدلے میں دو دینار لیے اور اُسکو چرا لے گیا **ص** امانت دار اور غاصب اور سود خوار کے ہاتھ سے چرایا اور انھوں نے مطالبہ کیا تو ہاتھ اُسکا کاٹا جاویگا اور یہی حکم ہے عاریت لینے اور کرایہ سے لینے والے اور مضارب اور مرتہن اور اُس شخص کے مال میں جو اُسکو واسطے خریدنے کے لایا ہے پس قطع یا مین دعویٰ شرط ہے مالک کرے یا جسکے قبضہ میں ہو اور وہ محافظ ہے **ف** یعنی اُنکے ہاتھ سے اگر چور چرا لیجاوے اور یہ مطالبہ کریں تو قطع لازم ہوگا **ص** اور اگر مال اِن لوگوں کے پاس سے چوری جاوے اور اصل مالک مطالبہ کرے اُس چور سے تب بھی ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک چور نے مال چرایا اور اسکا ہاتھ اسکے عوض میں کٹا بعد اُسکے وہ مال کسی دوسرے نے چرا لیا تو اب اول چور خواہ اصل مالک اگر ہاتھ کاٹنے کی درخواست کرینگے تو دوسرے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور اگر غلام نے کسی غیر کے مال کی چوری کا اقرار کیا تو اُسکا ہاتھ کٹیگا تو اگر مال موجود ہو تو اُس مال کو اُسکے مالک کی طرف واپس دیا جاویگا اور اگر مال ہلاک ہو گیا ہو تو فقط ہاتھ اُسکا کاٹا جاویگا **ف** برابر ہے کہ وہ غلام ماذون ہو یا محجور اور مولیٰ اُسکی تکذیب کرے یا تصدیق اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور اسمیں خلاف ہے ابو یوسفؒ اور زفر اور محمدؒ کا اور دلیلیں سب کی اصل میں مذکور ہیں **ص** اور مال مسروق جس سے قطع ہوا اگر موجود ہو تو مالک کو رد کیا جاویگا اور جو ہلاک ہوا تو ضامن نہ ہوگا اگرچہ اُسنے خود اُسکو تلف کر دیا ہو اور روایت حسن میں ہے امام ابو حنیفہؒ سے اگر خود ہلاک کیا ہو تو ضمان لازم آویگا اور شافعیؒ کے نزدیک چاہے خود ہلاک ہوا ہو یا ہلاک کیا ہو دونوں صورتوں میں تاوان لازم آویگا اور ہاتھ بھی کٹیگا **ف** تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا اور مال کا تاوان دونوں ساتھ نہیں ہوتے کہ ہاتھ بھی چور کا کٹے اور اُس سے مال کی قیمت بھی دلائی جاوے لیکن اگر وہی مال موجود ہوگا تو واپس دلایا جاویگا اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ نہیں تاوان دیتے ہیں ہم چور کو بعد اسکے کہ قائم کریں اُس پر حد کو روایت کیا اسکو نسائی نے عبد الرحمن بن عوف سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قطع یا اور ضمان جمع ہوتا ہے **ص** اور اگر ایک چور نے کئی مرتبہ کتنی بار چوری کی بعد اسکے سب آدمیوں کی نالش کے سبب یا بعض کی اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو باقی آدمیوں کے مال کا بھی ضامن ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جن لوگوں کی نالش میں اسکا ہاتھ کٹا ہے انکے مالوں کا ضامن ہوگا اور باقی مالکوں کے مال کا ضامن ہوگا اور اگر قاضی نے حکم کیا چور کا داہنا ہاتھ کاٹنے کا اور کاٹنے والے نے قصداً بایاں ہاتھ کاٹا تو کچھ دیت یعنی خون بہا اُس پر لازم نہ آویگا اور اگر کپڑے کو چرا کر گھر ہی میں پھر پھاڑ ڈالا پھر باہر نکالا تو کاٹا جاویگا جب وہ کپڑا بعد کٹنے کے دس درم یا زیادہ کا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ کاٹا جاویگا اور اگر بکری کو چرا کر اُسی جگہ ذبح کر کے باہر نکالا تو وہ کٹے گا اور اگر چاندی سونا چرا کر اسکے روپے اشرفی بنا لیے تو ہاتھ کٹے گا اور روپے اشرفی مالک کو دینا ہونگے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ دینے ہونگے اور اگر کپڑا چرا کر اسکو سرخ رنگا اور ہاتھ کاٹا گیا تو کپڑے کا پھیرنا اور اگر ہلاک ہو جاوے تو تاوان اسکا لازم نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک کپڑا دیوے اور سرخ رنگ کی قیمت پھیر لیوے اسکے مالک سے اور اگر سیاہ رنگے تو کپڑا پھیر دے امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک پھیرے **ف** اور دونوں قول امام کے

ص باب رہزنی کے بیان میں

اگر مسلمان یا ذمی قصد رہزنی کا کرتا ہو اور کسی کے مال لینے اور قتل کرنے سے پہلے گرفتار ہو تو اسکو قید کرنا چاہیے یہاں تک کہ اس راہ سے توبہ کرے **ف** یعنی علامات سے معلوم ہو کہ سچی توبہ کی ہے اور بعضوں نے چھ مہینے کی مدت اسمیں رکھی ہے اور صحیح اول ہے **ص** اور اگر وہ مال معصوم یعنی مسلمان یا ذمی کا لے لیوے اور ہر ایک کو اُنکی جماعت سے مقدار نصاب چوری کے یعنی دس درم یا زیادہ کا مال پہنچے تو اُنکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں دوسری جانب سے کاٹا جاوے **ف** یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں **ص** اور اگر اُسنے کسی کو جان سے مار ڈالا اور مال نہیں لیا تو قتل کیا جاویگا حد میں نہ قصاص میں یعنی اگرچہ وارث مقتول کا خون اُسکو معاف کیوے مگر قتل معاف نہ ہوگا اور اگر وہ کسی کو جان سے مار کر مال لیوے تو اُسکا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر مار ڈالا جاوے اور یا سولی پر چڑھا دیا جاوے یا گردن مار دیا جاوے یا فقط سولی پر کھینچا جاوے **ف** یعنی حاکم کو اختیار ہے جو چاہے اسمیں کرے اور اصل اس میں قول اللہ تعالیٰ کا ہے اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الآیۃ اور روایت کی امام محمدؒ نے ابو یوسفؒ سے انھوں نے کلبی سے انھوں نے ابی صالح سے انھوں نے ابن عباسؓ سے کہ کہا انھوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت کیا ابا بردہ ہلال بن عویمر اسلمی کو اس بات پر کہ نہ ہم تمہارے پر زیادتی کریں اور نہ تم ہمارے پر تو چلے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واسطے اسلام کے اور اصحاب ابو بردہ نے رہزنی کی اُن پر تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حد لیکے اُترے کہ جسنے قتل کیا اور مال لیا سولی دیا جاوے اور جسنے قتل کیا اور مال نہیں لیا قتل کیا جاوے اور جسنے مال لیا اور قتل نہیں کیا تو اسکے ہاتھ اور پیر خلاف سے کاٹے جاویں اور جو مسلمان ہو کے آیا تو اسلام دور کرتا ہے جو کچھ کیا تھا اُسنے شرک میں اور عطیہ کی روایت میں ہے ابن عباسؓ سے کہ جسنے فقط ڈرایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا تو وہ جلا وطن کیا جاوے **ص** اور جس صورت میں کہ امام سولی پر چڑھانا پسند کرے تو ڈاکو کو زندہ سولی پر چڑھا دے اور اسکے پیٹ کو

نیزہ سے چیرے تاکہ مرجاوے اور تین دن تک اسکی لاش سولی پر رکھے ف اور زیادہ تین دن سے نہ رکھے اسواسطے کہ اسمین بو پیدا ہوگی اور لوگون کو ایذا ہوگی ہدایہ ص اور اس صورت میں جو مال آنے لیا ہو اور تلف ہوا اسکا تاوان نہ دیگا اور ایک کے قتل کرنے سے سب پر جاری ہوگی یعنی جو شخص مرتکب قتل اور مال لینے کا سوا ہو وہ بھی قتل و مرتکب ہے ف یعنی ڈاکون کو سب کو سزا یکسان ہونی چاہیے خواہ آنے خود ڈاکہ زنی کی ہو یا اسکی مدد ستے دوسرے نے کی ہو ص اور لکڑی اور پتھر مار ڈالنے مین مثل تلوار کے ہین ف تو جیسا لکڑی اور پتھر سے کسی کو مار ڈالا ویسا ہی تلوار سے ص اور اگر کسی کو ڈاکو زخمی کرے اور مال لے لیوے تو اسکا داہنا ہاتھ اور بایان پاؤن کاٹا جاویگا اور زخم کا قصاص باطل ہو جاویگا اور اگر ڈاکو صرف زخمی کرے اور مال نہ لے یا بالتق مار ڈالے پھر رہزنی سے توبہ کرے یا بعض رہزن ناقل اور نابالغ ہوون یا جسپر رہزنی کی ہو اُس سے قرابت قریبہ رکھتا ہو یا قافلے کے کچھ لوگ دوسرے ساتھیون پر کچھ رہزنی کرین یا رات کو خواہ دن کو شہر میں یا دو شہرون کے بیچ میں رہزنی کرین تو ان سب صورتون مین حد لازم نہوگی بلکہ اگر قتل عمداً ہو تو ولی کو اختیار ہے کہ قصاص لیوے اور اگر عمداً نہیں تو دیت ہو اور ولی کو اختیار ہو عفو کا ف اور اسمین خلاف ہے امام ابو یوسف اور شافعی کا اور وہ مذکور ہے اصل میں ص اور جو گلا گھونٹ کے مار ڈالے تو دیت لازم ہوگی اور جو شخص کہ اسکی عادت کرے تو اسکو لوگ کے عوض میں اسکے سیاست مار ڈالنا چاہیے

ص کتاب الجہاد

جہاد یعنی کافرون سے دین کے واسطے لڑنا ابتدا مین فرض کفایہ ہے یعنی مسلمانون کو چاہیے کہ شروع لڑائی کا خود کرین تو اگر بعض مسلمان کرینگے باقی سب کی گردن سے ساقط ہو گا ف فرضیت جہاد کی ثابت ہوتی ہے قول سے اللہ تعالی کے وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد رہنے والا ہے اس زمانے سے کہ اٹھایا مجکو اللہ تعالی نے یہان تک کہ لڑیگی اخیر امت میری دجال سے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے انس سے ص اور نا اگر کوئی نکریگا تو سب گنہگار ہونگے اور جہاد لڑکے اور عورت اور غلام اور نابینا اور اپاہج اور ہاتھ پاؤن کٹے پر فرض نہین ف اسواسطے کہ لڑکے پر وقت رحم کا ہے اور عورت اور غلام کو خاوند اور مولی کے حق سے فراغت نہیں اور نابینا اور اپاہج اور ہاتھ پاؤن کٹے اس سے عاجز ہین ص اور فرض عین ہے اگر کافر چڑھ آدین تو اس صورت مین عورت بدون اجازت اپنے شوہر کے اور غلام بدون اجازت مالک کے جہاد کو نکلیں تو پہلے جس شہر پر کافر چڑھے ہین وہان کے لوگون پر جہاد فرض ہوگا پھر اُن لوگون پر جو اُس سے قریب ہین جب وہ خبر پاوین اور اُس شہر والے لوگ مقابلہ سے عاجز ہو جاوین یا سستی کرین پھر اُن لوگون پر جو اُنسے قریب ہین جیسے خبر پاوین اور ان لوگون کا یہی حال ہو یہانتک کہ فرض ہو جاویگا جمیع اہل اسلام پر شرق اور مغرب میں اور دلیل اسکی نماز جنازہ ہے کہ اول ہمسایہ اور ساکنان قرب جوار ہے پر فرض ہوتی ہے پھر اگر وہ نکرین اور دور والون کو خبر ہو تو ان پر فرض ہوتی ہے یہانتک کہ اگر کوئی ادا نکرے تو سب گنہگار ہوتے ہین اور جہاد کے لیے اغنیا پر کچھ مقرر کرنا مکروہ ہے جب تک بیت المال میں مال پایا جاوے ورنہ مکروہ نہین اور لوگون سے لیکر جہاد کرنیوالون کو دین اور انکی مدد کرین ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لی تھی ایک زرہ صفوان سے روایت کیا اسکو ابن اسحق نے اور حضرت عمر سے بھی ایسا ہی منقول ہے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے طبقات مین ص پس اگر محاصرہ کیا اہل اسلام نے کافرون کا محاصرہ کر لین پیل اُن سے مسلمان ہو جانے کی درخواست کرین ف اسواسطے

کہ روایت کی عبد الرزاق نے ابن عباسؓ سے کہ نہیں لڑائی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم سے یہانتک کہ بلایا ہو انکو
طرف اسلام کے اور اخراج کیا اسکا حاکم نے اور صحیح کیا اسکو تو اگر لڑائی کرینگے قبل بلانے کے طرف اسلام کے تو گنہگار ہونگے
ص تو اگر وہ مسلمان ہونا مان لیں تو بہتر ہے ف اسواسطے کہ مطلب حاصل ہو گیا تو انکے قتال سے باز رہیں اور فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا گیا میں کہ مقاتلہ کروں لوگوں سے یہانتک کہ کہدیں وہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے روایت کیا اسکو بخاری
ومسلم نے اس غرض سے ص اور اگر نہ مانیں تو انسے جزیہ طلب کریں ف اسواسطے کہ حدیث بریدہؓ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر وہ انکار کریں اسلام سے تو طلب کرو انسے جزیہ پھر اگر وہ قبول کریں تو تو بھی قبول کر انسے روایت کیا اسکو مسلم
نے ص اگر جزیہ دینا قبول کریں تو انکے واسطے ہے جو ہمارے لیے ہے یہ مراد نہیں کہ ان پر عبادات نماز روزہ زکوۃ حج وغیرہ لازم ہو گئے
اسلیے کہ کفار مخاطب بالعبادات نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ انکے جان مال کو محفوظ رکھنا چاہیے اور ان پر بھی وہ حق ہیں جو ہم پر ہیں یعنی معاملات میں انکے
احکام مثل مسلمانوں کے ہیں اور دلیل یہ قول ہے حضرت علیؓ کا کہ مقرر کیا گیا ان پر جزیہ تاکہ ہو جاویں خون انکے مثل ہمارے خونوں کے اور مال
انکے مثل ہمارے مالوں کے ف روایت کیا اسکو شافعیؒ نے مسند میں اور اسناد میں اسکی ابو الجنوب ہے ضعیف کہا اسکو دارقطنی نے
ص اور جس کسی کو کہ دعوت اسلام نہ پہنچی ہو اسکے ساتھ ہم نہ لڑینگے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
معاذؓ سے کہ تم پہنچوگے اہل کتاب پر سو بلانا انکو اول طرف شہادت لا الہ الا اللہ کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ص
اور اگر پہلے دعوت اسلام پہنچ چکی ہے تو مستحب ہے کہ لڑائی کی شروع میں پھر انسے مسلمان ہو جانے کو کہدیا جاوے ف اور یہ واجب نہیں ہے
کیونکہ مروی ہے نافعؓ سے کہا کہ چھاپا مارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر اور وہ غافل تھے پھر مارا لڑنے والوں کو انکے اور
قید کیا اولاد کو انکی کہا یہ مجھ سے عبد اللہ بن عمرؓ نے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور ظاہر ہے کہ چھاپے میں بلانا نہیں ہوتا
ہے طرف اسلام کے ص پھر اگر جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو اللہ تعالی سے مدد کی درخواست کر کے انسے لڑینگے
ف اسواسطے کہ حدیث بریدہؓ میں ہے کہ اگر وہ انکار کریں جزیہ سے تو مدد مانگ اللہ سے اور لڑ انسے ص ساتھ
منجنیقوں کے ف اور ایسی آلات حرب مثل توپ اور تفنگ کے ص اور کافروں کو جلاوینگے اور ڈبو دینگے اور تیر مارینگے
ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا ایک منجنیق کو طائف والوں پر روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مراسیل میں
مکحول سے اور راوی اسکے معتبر ہیں اور موصول کیا اسکو عقیلی نے حضرت علیؓ سے لیکن سند اسکی ضعیف ہے اور جلا دیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے درختوں کو بنی نضیر کے اور کاٹ ڈالا انکو روایت کیا اسکو علماء ستہ نے ص اگرچہ انمیں مسلمان ہوں اور کفار بعض
مسلمانوں کو اپنی سپر بنالیں اور ہم تیر وغیرہ مارنے میں کافروں کی نیت کرینگے نہ مسلمانوں کی ف یعنی اگر کافر مسلمان کو
اپنی سپر بنالے اور اسکی آڑ میں کھڑا ہو اور اسکے مارنے کی ضرورت ہو تو صرف کافر کی نیت سے تیر وغیرہ مارنا چاہیے گو مسلمان
بھی بیچ میں مارا جاوے ص اور انکے درخت کاٹ ڈالینگے اور انکی کھیتیاں اجاڑ دینگے اور ویرانہ کرینگے ف یعنی
شہر توڑینگے اور صحیحین میں ثابت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی مکر و فریب ہے تو اسے ضرور ہوا کہ
دغا اور مکر و فریب میں جو قوی تر ہو یا نہیں تو جب تک کہ لڑائی ہوتی رہتی ہے مگر ہم لوگ نہیں سمجھیں کہ ہم انکو اس طرح دکھاویں کہ نہیں لڑتے
ہیں اور رجعت کر کے مطمئن ہو جاویں تو انسے لڑیں ہم اور کسی طرف چلے جاویں اور وقت انکی غفلت کے رات کو انپر چھاپا ماریں بخلاف

اس صورت سے کہ ہمارے اور اسکے بیچ میں عہد ہو گیا کہ آج کے روز ہم نہ لڑینگے اور پھر نہ مارینگے لڑ بیٹھے تو یہ مکر نہیں بلکہ عہد توڑنا ہے
اور فریب ہے حالت صلح میں وقت محاربہ میں یا اور یہ حرام ہے کذا فی الاصل **ص** اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرینگے اور مثلہ یعنی
کسی کے ناک کان نہ کاٹینگے اور وہ جو عرنیین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کیا تھا **ف** اور حدیث اسکی کتاب الطہارت
کوئین کے باب مین گذری **ص** منسوخ ہے ساتھ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نہ چراؤ مال غنیمت سے اور عہد نہ توڑو
اور ناک کان نہ کاٹو **ف** روایت کیا اسکو مسلم نے حدیث بریدہ مین **ص** اور مثلے میں اللہ تعالیٰ کی پیدائش کا بدلنا ہے
تو حرام ہوگا **ف** اسواسطے کہ اللہ کی پیدائش کا بدلنا حرام ہے **ص** اور لڑکے اور بیعقل اور بوڑھے فرتوت اور اندھے اور
اپاہج کو اور عورت کو نہ مارینگے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک شیخ فانی اور اپاہج اور اندھے کو بھی مارینگے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ
ان لوگوں سے لڑائی متحقق نہیں ہوتی تو انکا مارنا بھی جائز نہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قتل سے عورتوں
اور لڑکوں کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور آپ نے دیکھا ایک عورت کو لڑائی مین کہ قتل ہوئی تھی تو فرمایا کہ یہ نہیں
تھی یہ قابل قتال کے روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی نے **ص** مگر یہ کہ جب کوئی انمیں سے حاکم ہو یا لڑتا ہو یا صاحب
مال ہو کہ کافرون کو مدد کرتا ہو لڑائی پر یا لڑائی کے امور مین مشورہ دیتا ہو اور منع ہے کہ مسلمان لڑکا اپنے باپ مشرک کو
ابتداءً قتل کرے بلکہ لڑکے کو اسکے مار ڈالنے مین دیر کرنا چاہیے کہ وہ مرا شخص آنکر اسکو مار ڈالے **ف** اسواسطے کہ فرمایا
اللہ تعالیٰ نے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا یعنی بسر کرو والدین سے دنیا میں موافق دستور کے اور یہ دستور سے بعید
ہے کہ ابتداءً باپ کو مار ڈالے **ص** اور اگر باپ اسکے قتل کا قصد کرے اور اسکو اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ بن سکے تو اسکو
مار ڈالے **ف** اسواسطے کہ مقصود بچنا ہے بلکہ جب باپ مسلمان اپنے بیٹے پر تلوار کھینچے اور بیٹے کو بچنے کی کوئی صورت نہ بنے بغیر
قتل کرنے باپ کے تو قتل کرے اسکو تو کافر باپ مین بدرجہ اولیٰ قتل کرنا جائز ہوگا ہدایہ **ص** اور بھی منع ہے کہ قرآن
اور عورت کو ایسے لشکر مین ہمراہ لیں جسمین جمعیت تھوڑی ہو اور اگر بڑا لشکر ہو اور گمان غالب ہو فتح کا تو کچھ مضائقہ نہیں **ف**
صحیح مسلم اور ابن ماجہ مین مروی ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ منع کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے کہ
سفر کیا جاوے قرآن لیکر دشمن کے ملک مین اور ایک روایت مین مسلم کی ہے کہ مین خوف کرتا ہوں اس بات کا کہ لے
اسکو دشمن **ص** اور اگر امام کافرون سے صلح کرنے مین بہتری دیکھے جائز ہے کہ انسے صلح کرے **ف** خواہ مال لیکر یا بغیر
اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی اہل
مکہ سے اس بات پر کہ لڑائی کو موقوف رکھیں دس برس تک ایسا ہی مذکور ہے سیرت محمد بن اسحٰق اور سیرت ابن
ہشام مین اور بیہقی نے روایت کی کہ وہ صلح دو برس تک تھی **ص** اور صلح کو توڑ ڈالے اگر توڑنا اچھا ہو انکو اطلاع
دیکے اور اگر کافر خیانت کریں تو بدون اطلاع دیے انسے لڑیں **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ ڈالی وہ صلح
جو کی تھی مشرکین مکہ سے اور بصورت خیانت نہ کرنے کافرون کے بغیر انکی اطلاع دیے کے لڑنا جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ دغا ہو جاویگا
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عہدون مین وفا ہے نہ دغا اور یہ حدیث غریب ہے اور قول ہے عمرو بن عبسہ کا لیکن
اسکے معنون میں اور حدیثیں صحیح آئی ہیں **ص** اور مرتدون سے صلح کرلیں لیکن مال نہ لیں اور اگر لے لیا تو پھر انکو نہ دینا

ہین اور مسلمان کافروں کے ہاتھ ہتھیار اور گھوڑے اور لوہا بیچیں اگرچہ بعد صلح کے ہو **ف** اسواسطے کہ روایت کی
بیہقی نے سیر میں اور بزار نے مسند میں اور طبرانی نے معجم میں عمران بن حصین سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہتھیار
کے بیچنے سے فتنہ و فساد میں کہا بیہقی نے درست یہ ہے کہ یہ موقوف ہے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل میں لیکن سند اسکی
ضعیف ہے **ص** اور جسکا ذکر کوئی مسلمان مرد یا عورت آزاد پناہ دے تو امان اسکی صحیح ہے اور اسکو قتل نکرینگے
ہان اگر امان دینا بُرا ہو تو اس کو توڑ ڈالیں اور حاکم امان دینے والے کو ادب کرے **ف** اور اصل اس باب میں قول ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ مسلمان برابر ہیں خون انکے اور ذمہ داری کر سکتا ہے ادنی انکا یعنی بہت کم قدر والا ایک ہو
روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی نے **ص** اور اگر کوئی ذمی یا قیدی یا سوداگر مسلمان جو کفار کے ساتھ رہا ہو
یا وہ شخص جو اسلام لایا ہو لیکن ہماری طرف نہیں آیا ہو یا لڑکا یا مجنون امان دے تو امان ان سب کی باطل ہے **ف** اور امام
محمد کے نزدیک امان غلام کی صحیح ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امان غلام کی امان ہے یعنی جائز ہے
اور ہدایہ میں ہے کہ روایت کیا اسکو ابو موسی اشعری نے اور کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث پہچانی نہیں جاتی لیکن روایت
کی عبد الرزاق نے حضرت عمر سے مانند اسکے موقوفاً اور ابن ابی شیبہ نے اور دلیل امام صاحب کی مذکور ہے ہدایہ میں

ص باب غنیمتوں کا اور اسکے بانٹنے کے بیان میں

مسلمانوں کا بادشاہ جس شہر کو غلبے اور زبردستی سے فتح کرے اسکو لشکر میں بانٹ دے یا اس ملک کے باشندوں کو
اسپر مقرر رکھے اور ان خود پر جزیہ اور انکی زمین پر خراج ٹھہرا دے **ف** دلیل اول مسئلے کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خیبر کے ملک میں ایسا ہی کیا تھا اور دوسرے مسئلے کی یہ ہے کہ حضرت عمر نے اہل عراق کو انکے ملک پر برقرار رکھا تھا اور انکی
زمینوں پر خراج باندھا تھا ہدایہ **ص** اور قیدیوں کو اختیار ہے چاہے مار ڈالے **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مارا عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو قیدیاں بدر سے **ص** اور چاہے انکو غلام بنالے **ف** اسواسطے کہ اس میں انکا
بھی نفع تھوڑا ہے اور مسلمانوں کا بھی فائدہ ہے **ص** اور چاہے آزاد چھوڑ دے کہ مسلمانوں کی ذمی بنکے جزیہ دیا کریں اور
نہیں جائز ہے کہ ان قیدیوں کو مفت احسان رکھکر چھوڑ دیں اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے **ف** اور دلیل ہماری قول
ہے اللہ تعالی کا اقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ **ص** اور جائز ہے کہ مال لیکر انکو چھوڑ دیں قبل موقوف ہونے
لڑائی کے بدلے میں مسلمانوں کے جو کافروں کے نزدیک قید ہیں اور بعد موقوف ہونے لڑائی کے مال لیکر چھوڑنا ہمارے
علما کے جائز نہیں ہے اور مسلمانوں کے بدلے میں بھی چھوڑنا امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمد
کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف سے اس باب میں دو روایتیں ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جائز ہے لیکن
دار الحرب کو واپس بھیجنا کسی کے نزدیک جائز نہیں اور بھی حرام ہے مواشی کو جن کا ہنکانا جس صورت میں کہ انکا دار الاسلام
میں لانا مشکل ہو بلکہ ذبح کرکے انکو جلا دیا جاوے تاکہ کافر فائدہ نہ اٹھا دیں **ف** اور امام شافعی کے نزدیک وہ مواشی چھوڑ
دیئے جاویں اور دلیل لاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ذبح کرنے سے بکری کے مگر واسطے کھانے کے
اور جواب ہمارا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی بلکہ قول ابو بکر کا ہے روایت کیا اسکو مالک نے موطا میں اور دلیل ہماری یہ ہے کہ ذبح کرنا

جیسا ان کا ماننا ہے مرض صحیح کے درست ہے اور نہیں شک ہے اس بات میں کہ کافرون کی شوکت توڑنے سے بڑھکر اور
کوئی غرض نہیں تو اگر انکو زندہ چھوڑدیں تو کافرون کی منفعت ہوگی اور باعث انکے غلبے کا ہوگا اور زیادتی کی کوشش کا سبب
کیونکہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ ممنوع ہے حدیث صحیح مین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو چیزیں جلانے سے نہیں جلتی ہین تو انکو
گاڑدین ایسے مقام پر کہ کافرون کو اطلاع نہووے ہدایہ ص اور کافرون کے ملک مین مال غنیمت کو نہ بانٹیں ف
اور امام شافعیؒ کے نزدیک بانٹ لیں اور دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا غنیمت کی بیع سے دارالحرب مین
اور قسمت بھی بمنزلہ بیع کے ہے ہدایہ اور یہ حدیث غریب ہے کہا شیخ ابن الہمام نے ص اور اگر لشکر والون کو مال سلیے بانٹ
دین کہ انکے پاس امانت رہے دارالاسلام مین داخل ہو کر پھر قسمت کی جاویگی تو جائز ہے اور جو مدد کہ مسلمانون کو پہونچے تو مال
غنیمت مین انکے شریک ہونگے اگرچہ مدد کے لوگون کو کافرون سے لڑنے کا اتفاق نہوا ہو مگر بازاری شخص آوے جو کہ دارالحرب ہی
مرجاوے شریک نہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو شخص بعد کفار کی شکست کے مرجاوے اگرچہ دارالحرب مین مرے تو شریک ہے یعنی اور حصہ اسکا
اسکے وارثون کو ملیگا اور جو دارالاسلام مین آنکر مریگا تو حصہ اسکا ہمارے نزدیک وارثون کو اسکے دلایا جاویگا اور جائز ہے مسلمانون
کو کہ مال غنیمت سے ان اشیا کو تقسیم سے پیشتر دارالحرب مین کام مین لاویں کھانا اور گھاس اور لکڑیان جلانے کی اور تیل اور ہتھیار
جنکی حاجت پڑے ف اسواسطے کہ روایت کی بیہقی نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
دن خیبر کے کھاؤ اور چراؤ اور نہ اٹھاؤ اور نکالو اسکو واقدی نے مغازی مین اور یہ سند ہے ص اور جب دارالحرب سے
نکلیں تو انکو کام مین نلاویں بلکہ جسقدر اپنے پاس بچی ہوں انکو مال غنیمت مین داخل کر دین مگر پکا ہوا کھانا اور ترکاری خانہ مین اور جو شخص کہ
کافرون مین سے مسلمان ہو جاویگا اسکی جان قتل سے اور اولاد صغیر اسکی قید سے اور جو مال کہ اسکے پاس ہوگا یا کسی مسلمان یا ذمی
کے پاس امانت ہوگا غنیمت ہو جانے سے محفوظ رہیگا ف اسواسطے کہ روایت کی امام محمدؒ نے عروہ بن الزبیر سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ اسلام لاوے کسی چیز کے ساتھ تو وہ چیز اسکی ہے اور اسناد مین اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے
اور روایت کیا اسکو سعید بن منصور نے باسناد صحیح اور روایت ابی داؤد مین ہے کہ فرمایا آپ نے کہ قوم جب اسلام لائی تو محفوظ
کرلیا انھون نے اپنی جانون اور مالون کو ص لیکن اسکے مسلمان ہونے سے اسکی اولاد کبار یعنی بڑے لڑکے اور اسکی عورت
اور حمل اور زمین اور غلام جنگی اور جو مال اسکا کہ حربی کے پاس امانت ہے یا غصب ہے محفوظ نرہیگا بلکہ غنیمت میں داخل ہوگا

ص فصل غنیمت کی قسمت کے بیان مین

جو شخص کہ دارالاسلام کی حد سے آگے بڑھنے کے وقت سوار ہو گرچہ بعد اسکے گھوڑا اسکا مرگیا ہو اور وہ وقت لڑائی کے
پیادہ ہو اسکے لیے دو حصے ہین اور جو وقت نکلنے کے دارالاسلام کی حد سے پیادہ ہو تو اسکا ایک حصہ ہے اگرچہ وقت
لڑائی کے سوار ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک اعتبار سوار اور پیادہ ہونے مین لڑائی کے وقت کا ہے اور سوار کے لیے انکے
نزدیک تین حصے ہین ف اور یہی مذہب ہے صاحبینؒ کا اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبداللہ
بن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے سوار کے دو حصے اور واسطے پیادہ کے ایک حصہ اور تفصیل فتح القدیر مین ہے
ص اور سوار کے اگر دو گھوڑے ہون تب بھی ایک ہی کا حصہ ملیگا اور اونٹ اور خچر کے واسطے کچھ نہیں اور غلام اور لڑکے

اور عورت اور ذمی کے واسطے اگر لڑائی میں مدد کریں تو اُنکو پورا حصہ نہ ملیگا بلکہ کچھ تھوڑا سا حصہ جو حصۂ غنیمت سے کم
ہو موافق رائے امام کے دلایا جاویگا **ف** اور ایسا ہی مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکا لانا اُنکو
اصحاب سنن نے **ص** اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ یتیموں کا ہے جنکے باپ مر گئے ہوں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے فقیر یعنی ان تینوں قسموں یعنی یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر مقدم رکھے جاویں اور جو
لوگ انمیں غنی ہوں انکا حق اس پانچویں حصے میں نہیں اور ذکر اللہ تعالی کا جو اس آیت میں ہے وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ
لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ الآیۃ صرف تبرک کے واسطے مذکور ہے اور حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی وفات کے
سبب سے جاتا رہا جیسے کہ صفی جاتا رہا **ف** کہ اب اُمرا اور بادشاہوں کو صفی لینا نہ چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو صفی لینا درست تھا اور صفی وہ مال ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت سے اپنے نفس نفیس کے لیے پسند فرماتے تھے
جیسے کوئی تلوار یا زرہ یا اور کوئی چیز پس اب امام کو اپنے لیے پسند کرنا درست نہیں **ص** اور امام شافعیؒ کے نزدیک مال غنیمت کے
پانچ حصے کریں ایک حصہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اور وہ خلیفہ کو ملیگا اور ایک حصہ خاص ذوی القربی کا یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب کا
ف برابر ہے کہ غنی ہوں یا فقیر **ص** جاننا چاہیے کہ نبی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف ہیں اور
عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور مطلب اور عبد شمس اور نوفل تو **ف** سنن ابو داود وغیرہ میں مروی ہے کہ **ص** جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی غنیمتوں کو بانٹا تو پانچواں حصہ ذوی القربی کا تقسیم کیا درمیان اولاد ہاشم اور مطلب کے
اور عثمانؓ تھے اولاد میں سے عبد شمس کی اور جبیر بن مطعمؓ اولاد سے نوفل کی اور دونوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ
ہم انکار نہیں کرتے ہیں بزرگی اولاد ہاشم کا اس واسطے کہ آپ کو اللہ تعالی نے انہیں میں کیا یعنی آپ انہیں کی اولاد سے ہوئے اور بنی مطلب
کو بہتر کیا بزرگی ہے کہ آپ نے انکو دیا اور ہمکو نہ دیا تو فرمایا آپ نے کہ انہوں نے نہ چھوڑا مجکو زمانہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں تو
امام شافعیؒ اب بھی قسمت کرتے ہیں موافق قسمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ہم کہتے ہیں کہ آپ نے صرف یہی وجہ بیان کی کہ
بنی مطلب نے میری اعانت اور نصرت کی تو یہ بات آپ کی وفات سے باقی نہ رہی تو اب سب فقرا آپ کے مستحق ہیں بسبب فقر کے جیسا
کہ فرمایا آپ نے **ف** واسطے بنی ہاشم کے **ص** کہ اللہ نے بدل دیا تمکو صدقوں سے پانچویں حصے کا پانچواں حصہ یعنی ایک حصہ **ف**
اور یہ حدیث کتاب الزکوۃ مصارف کے باب میں گذری اور روایت کیا اسکو ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اور اسناد اسکی حسن
ہے **ص** اور جب یہ کہ بدلہ زکوۃ کا ہوا تو جو مستحق زکوۃ کا ہوگا وہ اسکا بھی ہوگا اور منقول ہے کہ خلفاے راشدین قسمت
کرتے تھے ہمارے طریق پر **ف** روایت کی ابو یوسفؒ نے کلبی سے انہوں نے ابو صالح سے انہوں نے ابن عباسؓ سے کہ خمس تھا
بانٹا جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پانچ حصے کر کے ایک واسطے اللہ کے اور رسول کے اور ایک واسطے ذوی القربی
کے اور ایک واسطے یتامی کے اور ایک واسطے مساکین کے اور ایک واسطے مسافروں کے پھر تقسیم کیا ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی
اللہ عنہم نے اسکو تین پر ایک واسطے یتیموں کے اور ایک واسطے مساکین کے اور ایک واسطے مسافروں کے اور روایت کی طحاوی نے
مانند اسکے **ص** اور حضرت عمرؓ دیتے تھے اُنکے فقیروں کو **ف** کہا شیخ ابن الہمام نے کہ اس تصریح سے ہمنے نہیں پایا اسکو
ص اور اگر کوئی مسلمانوں کی جماعت دار الحرب میں سے مال غنیمت لاویں تو اسکا پانچواں حصہ لیا جاویگا جب اُنکے

پاس لشکر وغیرہ ہو یا امام کے اذن سے گئے ہوں اور جو امام کے بغیر اذن کے اور لشکر کے چلے گئے ہوں تو اسمیں سے پانچواں حصہ نہ لیا جاویگا اور امام کو اختیار ہے کہ بحالت قتال مین کوئی چیز زائد سوائے حصۂ غنیمت کے لشکر کے لیے مقرر کرے لشکر کو برانگیختہ کرے اور حرص دلاوے قتل پر مثلاً کہے کہ جو کوئی کسی کافر کو مار ڈالیگا تو اسکا اسباب قاتل کو ملیگا یا چھوٹے لشکر سے کہے کہ مین نے تمہارے واسطے غنیمت کی چوتھائی بعد خمس نکالنے کے مقرر کر دی یعنی غنیمت مین سے خمس نکال کر چار حصے جو رہے اسمین ایک حصہ تمکو دونگا اور تین حصے سب لشکر مین تقسیم کرونگا

ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِینَ عَلَى الْقِتَالِ اے نبی مستعد کر اور رغبت دلا مسلمانوں کو قتال پر **ص** اور نہ بڑھاوے بعد آجانے غنیمت کے دار الاسلام مین **ف** اسواسطے کہ اب سب کا حق اسمین ہو گیا **ص** مگر خمس سے **ف** کیونکہ خمس مین ان لوگون کا حق نہین **ص** اور اسباب یہ ہے کہ سواری اور کپڑے اور ہتھیار اور جو کچھ مقتول پاس ہو جانور پر تو اگر امام نے زیادہ دینے کا حکم نہ کیا تو اسباب مقتول کا سب مین تقسیم ہو جاویگا **ف** اور امام شافعی کے نزدیک ہمیشہ اسباب مقتول کا قاتل کو ملیگا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ قَتَلَ قَتِیلًا فَلَهُ سَلَبُهُ روایت کیا اسکو اسحق بن راہویہ نے مسند میں اسی لفظ سے اور ابو داؤد اور ابن حبان اور حاکم نے انس سے اس لفظ سے مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ اور جماعت نے سوا نسائی کے اس لفظ سے ابو قتادہ سے مَنْ قَتَلَ قَتِیلًا لَهُ عَلَیْهِ بَیِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ یعنی جو شخص کہ قتل کرے کسی کافر کو اور اسکے پاس گواہ ہون تو واسطے اسکے ہے سامان اس مقتول کا اور دلیل امام اعظم کی یہ ہے کہ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں زیادہ کرنے انعام کے لیے فرمایا تھا نہ یہ کہ اسکا ہمیشہ حکم ہو شرع مین اور دلالت کرتا ہے اسپر وہ جو روایت کی طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کل مال لینے کا قاتل سے اور ابو عبیدہ نے ارادہ کیا کہ اسمین پانچواں حصہ کریں تو کہا معاذ نے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اِنَّمَا لِلْمَرْءِ مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُ اِمَامِهِ یعنی آدمی کا وہ حصہ ہے جتنے میں اسکا امام خوش دل اور راضی ہو اور روایت کیا اسکو اسحق بن راہویہ نے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے

	ص باب کافرون کے غلبے کے بیان مین	

اگر بعض کافر بعض کافروں پر غالب ہو کر انکو قید کر لیں اور انکا مال لے لیں یا اونٹ ہمارے بھاگ کے انکے پاس چلے جاویں یا مسلمانوں کے مالوں پر غالب ہو جاویں اور ان مالوں کو دار الحرب میں لے جاویں تو مالک ہو جاوینگے اور امام شافعی کے نزدیک کافر مسلمانوں کے مال کے مالک نہو نگے **ف** اور دلیل ہماری اور انکی اصل مین مذکور ہے **ص** اور کافر ہمارے آزاد اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتب اور غلام کو جو انکے پاس بھاگ گیا ہو مالک نہونگے اگرچہ اسکو پکڑ لیوین اور قید کرین قہر سے اور صاحبین کے نزدیک مالک ہو وینگے لیکن اگر قہر سے نہین پکڑا تو بالاتفاق مالک نہونگے **ف** اور دلیل دونوں کی اصل مین مذکور ہے **ص** اور ہم اگر ان پر غلبہ پاوین تو انکے آزادوں کے اور انکے مالون کے مالک ہو جاوینگے تو جو مسلمان اپنی چیز جو انکے ہاتھ سے غنیمت میں آئی غانمین سے قبل تقسیم پاوے وہ غنیمت کی تقسیم سے پیشتر اسکو مفت لے لے اسکا عوض کچھ نہ دے اور اگر غنیمت کی تقسیم کے بعد اسکو اپنا مال ملے تو اس مال کی قیمت دیکر لے سکتا ہے **ف** اسواسطے کہ روایت کی دار قطنی اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مالون میں کہ لے جاوین اسکو مشرک اور مسلمان پھر چھین لیوین اسکو اگر صاحب مال اسکو پاوے قبل قسمت کے تو وہ حقدار ہے اسکا اور اگر پاوے اسکو اور قسمت ہو چکی ہو تو لے لیوے قیمت سے اسکی اسناد مین حسن بن عمارہ ضعیف ہے اور نکالا اسکو دار قطنی نے باسناد اسکے ابن عمر سے اور یاسین اسکی اسناد مین ضعیف ہے اور ذکر کیے زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اس باب میں بہت آثار **ص**

اور جو کسی سوداگر نے کافروں سے وہ چیز مول لی ہو اور دارالاسلام میں آیا ہو تو جتنے دام سوداگر کے لگے ہوں اتنے دیکر لے
ف اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے مراسیل میں تمیم بن طرفہ سے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے پاس اپنی ناقہ پایا اور جھگڑا لیا اسکو نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس تو قائم کیے ایک نے گواہ کہ یہ میرا ناقہ ہے اور دوسرے نے قائم کیے اس بات پر کہ اس ناقہ کو خرید کیا میں نے دشمن سے
تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر چاہے تو تو لے لے اس قیمت سے کہ خریدا ہے اسکو اس شخص نے ورنہ چھوڑ دے تو اسکو اور ذکر کیا
اسکو عبدالحق نے احکام میں اور کہا کہ اسناد کی اس حدیث کے بیچ میں یاسین الزیات نے سماک بن حرب سے اسنے تمیم بن طرفہ سے اسنے جابر بن سمرہ سے
اور یاسین ضعیف ہے کہا ابن القطان نے کہ ایسا ہی کہا ابن حزم نے اور میں نہیں پہچانتا ہوں اس سند کو وھکذا فی تخریج الھدایۃ للزیلعی
ص اگرچہ اس غلام کی کسی نے آنکھ پھوڑ دی ہو اور اسکا تاوان اس تاجر نے لیا ہو تو بھی مسلمان اول مالک کو چاہیے کہ آنکھ
پھوٹنے کے عوض مول میں سے کم کر کے دے بلکہ اگر چاہے کل ثمن دیکے لیوے تو اگر قید میں پڑا اور خریدا دوبارہ ہو تو مشتری اول دوسرے
لگے دام دیکر لیا اور پہلا مالک دونوں دام مشتری اول کو دے اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ کافر زید کے غلام کو پکڑ لے گئے اور عمرو نے سو روپے
کو خرید لایا پھر دوبارہ اس غلام کو کافر پکڑ لے گئے تو بکر نے سو روپے کو دارالاسلام میں لے آیا اب اگر عمرو اس غلام کو لیگا تو بکر کے دام یعنی
سو روپے دیکر لیگا اور زید اگر عمرو سے لیا چاہیگا تو دو سو روپے پڑینگے اسلیے کہ عمرو کے اسپر دو سو لگے ہیں اور زید کو اختیار نہیں کہ بکر سے سو روپے
دیکر خرید لے کیونکہ اس صورت میں عمرو کے سو روپے ضائع ہو جاوینگے اگر کوئی غلام اپنے مالک کا اسباب لیکر کافروں کی طرف چلا گیا اور
کفار نے پکڑ لیا اسکو اور کوئی سوداگر انسے وہ غلام اور اسباب مول لیکر دارالاسلام میں آیا تو مالک قدیم اس غلام کو سوداگر سے مفت
لے سکتا ہے اسلیے کہ کافر ہمارے غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور اسباب مول لیکر لیوے جتنے دام مشتری نے کافروں کو
دیے ہوں اسلیے کہ ان چیزوں کے وہ مالک ہو گئے تھے اور اگر کوئی کافر حربی مسلمانوں کی امن سے دارالاسلام میں آیا ہو کسی مسلمان
غلام کو خرید کرے اور اپنے ملک میں لے جاوے تو وہ آزاد ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہ ہوگا **ف**
اور دلیل امام صاحب کی اور صاحبین کی اصل میں مذکور ہے **ص** اور جو کوئی غلام حربی کا دارالحرب ہی میں مسلمان ہو کر چلا آوے یا
مسلمان غالب ہو کر اس مسلمان غلام کو دارالحرب سے پکڑ لاویں تو ان دونوں صورتوں میں وہ غلام آزاد ہوگا **ف** اسواسطے کہ روایت
کی امام احمد نے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی نے معجم میں مقسم سے انھوں نے ابن عباس سے کہ دو غلام نکلے طائف سے
طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو آزاد کیا انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انمیں سے ابوبکرہ تھے اور ایک لفظ میں ابن ابی شیبہ کے
یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے آزاد کرتے تھے ان غلاموں کو جو آتے تھے آپ کے پاس مسلمان ہو کر اور آزاد کیے دن طائف
کے دو غلام ایک انمیں سے ابوبکرہ تھے اور روایت کی ایسی ہی ابوداؤد نے مراسیل میں اسنادہ عبد ربہ بن الحکم سے
کہا ابن القطان نے کہ عبد ربہ بن الحکم نہیں پہچانا جاتا ہے حال اسکا اور روایت کی بیہقی نے عبداللہ بن مکرم ثقفی سے
اور انمیں ہے کہ فرمایا آپ نے اُولٰئِكَ عُتَقَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یعنی وہ اللہ کے آزاد کیے ہوئے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ص باب مستامن کے بیان میں

ف مستامن اسکو کہتے ہیں جسکو مار ڈالنے اور لوٹ لینے سے امن دیویں تاکہ دارالاسلام میں آوے یا مسلمان
دارالحرب میں جاوے اگر کوئی مسلمان سوداگر دارالحرب میں جاوے تو وہ کافروں کی جان اور مال سے تعرض کرے

مذہب کا فرون کا بادشاہ اُسکا مال لے لیوے یا اُسکو قید کرے یا اور کوئی کافر اُسکے ساتھ یہ کام کرے اور جا کر کافرون
کا جا نتا ہو تو اگر یا وجود اس حرمت کے کوئی چیز نکال لاوے تو اُسکا مالک ہوجاویگا بطور ممنوع پس ایسی چیز کو بہتر یہ ہے
کو خیرات کر دینی چاہیے اپنے خرچ مین نہ لاوے اسلیے کہ اُسکا لینا حرام تھا اور اگر سوداگر نے کسی کے ہاتھ کسی کافر نے
کوئی چیز قرض بیچی یا سوداگر نے کافر کے ہاتھ یا انمین سے ایک نے دوسرے سے زبردستی کوئی چیز لے لی اور پھر وہ دونون
دارالاسلام مین آوین اور قاضی کے یہان رجوع کرین تو قاضی نہ حکم غصب کا دے نہ قرض مسلمان کا کافر پر نہ کافر کا
مسلمان پر اور یہی حال ہو اگر وہ کافر دارالحرب مین قرض یا غصب کا معاملہ کرین اور پھر امن لیکر دارالاسلام مین آوین
یعنی قاضی کچھ حکم غصب یا قرض کا نہ دے ہان اگر دونون کافر مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آویں اور نالش کرین تو قرض کا حکم
کیا جاویگا اور غصب کا نہین کیا جاویگا اور اگر دو مسلمان امن لیکر دارالحرب مین جاویں اور ایک انمین سے دوسرے
کو قصداً یا خطاً مار ڈالے تو اُسکے مال مین خون بہا واجب ہوگا اور خطا کی صورت مین کفارہ بھی لازم ہوگا اور اگر دو
مسلمان دارالحرب مین قید ہوں اور انمین سے ایک دوسرے کو دارالحرب مین قتل کرے تو صرف خطا کی صورت مین
کفارہ ہے اور خون بہا اور قصاص کچھ واجب نہین **ف** اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے **ص** امام صاحب کے
نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دیت واجب ہوگی قصداً اور خطا مین اور مستامن کو جو دارالحرب سے دارالاسلام مین
آوے ایک سال کامل نہ رہنے دین اور اس سے کہدین کہ اگر تو یہان ایک برس یا ایک مہینا جتنا امام کی رائے مین مناسب
ہو ٹھہریگا تو تجھپر جزیہ معین کر دیا جاویگا پھر اس کہنے کے بعد اگر وہ پھر گیا تو بہتر اور اس میعاد تک ٹھہریگا تو ذمی
ہوجاویگا یعنی اُس سے جزیہ لینا چاہیے اور پھر وہ دارالحرب مین جانے نہ دیا جاوے جیسے کوئی مستامن زمین خریدے
اور اُسپر خراج مقرر ہوجاوے تو اُسپر جزیہ ایک سال کا لازم ہوگا خراج مقرر ہونے کے وقت سے یا کوئی مستامن عورت
ذمی مرد سے نکاح کرلے تو ان صورتون مین بھی اُنکو نہ چھوڑینگے کہ اپنے ملک کو چلے جاوین برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر مستامن
مرد ذمی عورت سے نکاح کرلے تو وہ مرد ذمی نہوجاویگا اور اگر وہ اپنے وطن کو جانا چاہیگا تو جانے دینگے پس اگر مستامن جو دارالاسلام
مین آیا تھا دارالحرب کو لوٹا تو خون اُسکا حلال ہوجاویگا **ف** تو اگر کوئی مسلمان یا ذمی اُسکو قتل کرڈالے تو کچھ نہین
ص تو اگر وہ قید کرکے لایا جاوے یا کافرون پر مسلمان غالب ہوویں اور وہ شخص مارا جاوے تو جو قرض اُسکا کسی مسلمان یا ذمی پر تھا ساقط
ہوجاویگا اور جو مال اُسکا انمین سے کسی پاس امانت تھا مال غنیمت ہوجاویگا اور اگر وہ مرگیا یا بدون غلبے کے مارا گیا تو
اُسکا قرض اور امانت اُسکے وارثون کو ملیگی اور اگر کوئی حربی امن لیکر دارالاسلام مین آیا اور دارالحرب مین اُسکی بی بی
اور بچہ اور کچھ مال کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کے پاس ہے اور وہ یہان آکر مسلمان ہوگیا اور اسکے بعد کافر مغلوب ہوے تو
اُسکے تمام اشیاے مذکورہ داخل غنیمت ہونگے اور اگر دارالحرب مین مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آیا اور پھر کافر مغلوب ہوے تو اُسکا
چھوٹا بچہ مسلمان آزاد ہے اور جو امانت اُسکی مسلمان یا ذمی کے پاس ہوگی وہ اُسی حربی مسلمان کی ہوگی اور اسکے سوا اور چیزین
ف یعنی عورت اور بڑے لڑکے اور جو مال اُسکا کہ حربی کے پاس ہے **ص** غنیمت ہوجاوینگے اور جو حربی مسلمان ہوا دارالحرب مین اور
اُسکو کسی مسلمان نے قتل کیا قصداً یا خطاً اور اُسکے وارث بھی مسلمان ہین دارالحرب مین تو اُسپر سوا کفارہ کے خطا مین اور کچھ واجب نہوگا

اور امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد مین قصاص اور خطا مین دیت واجب ہوگی اور جو شخص کہ کسی مسلمان کو مار ڈالے جسکا کوئی وارث نہو یا
کسی کافر حربی کو جو امن لیکر دار الاسلام مین آیا تھا اور مسلمان ہو گیا تھا مار ڈالے تو امام کو چاہیے کہ انکا خون بہا قاتل کی قوم سے لیوے اور اگر قصداً اسکو
مار ڈالے تو اسکا حکم قصاص مین یا انکا خون بہا لینا یا معاف کرنا یعنی بادشاہ کو اختیار ہے چاہے مار ڈالے چاہے خون بہا لے مگر معاف نہین کرسکتا

ص باب وظائف یعنی زمین عشری اور خراجی اور جزیے کے بیان مین

زمین عرب کی اور وہ زمین جہان کے رہنے والے مسلمان ہو گئے ہون یا غلبے کے طور پر مفتوح ہو کر لشکر اسلام کو بانٹ
دی گئی ہو اور زمین بصرے کی سب عشری ہے ف یعنی انکی پیداوار سے دسوین حصے مین ایک حصہ لینا چاہیے لیکن زمین عرب کی
سو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین نے خراج نہین لیا عرب کی زمین سے اور جو زمین کہ اسلام لائے اہل اسکے یا لشکر
اسلام مین بانٹ دی گئی وہ زمین ابتدا مین مسلمانون کے ہے اور مسلمانون کی زمین سے عشر لیا جاتا ہے اور لیکن زمین بصرے کی
تو چاہیے تھا کہ خراجی ہوتی مگر صحابہ نے مقرر کیا اسپر عشر کو اسواسطے قیاس متروک ہو گیا ص اور جو ملک کہ غلبے سے لیا
ہو اور پھر وہان کے باشندون کو اسپر قائم رکھا ہو یا امام نے انکے ساتھ صلح کر لی ہو تو وہ خراجی ہے ف اور ایسی ہے
زمین سواد عراق کی اسواسطے کہ روایت کی ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال مین ابراہیم تیمی سے کہ جب فتح کیا
مسلمانون نے سواد کو کہا انھون نے واسطے عمرؓ کے کہ تقسیم کر دو اسکو ہمارے بیچ مین کیونکہ فتح کیا ہے اسکو غلبے سے تو فرمایا
حضرت عمرؓ نے کہ کیا ہوگا انکے واسطے جو تمہارے بعد مسلمان آوینگے تو مقرر رکھا انھون نے وہان کے باشندون کو اسپر اور
انکی گردنون پر جزیہ اور انکی زمینون پر خراج باندھا اور ایسا ہی کیا عمرو بن عاصؓ نے جب فتح کیا زمین مصر کو تخریج کیا اسکو ابن
سعد نے طبقات مین اور یہ مقرر ہوا خراج ملک شام پر باجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور یہ مشہور ہے ص اور اگر کوئی
شخص زمین ویران کو جو کسی کی ملک نہو آباد کرے تو وہ زمین اگر عشری سے متصل ہوگی تو عشری ہوگی اور اگر خراجی سے متصل ہوگی تو
خراجی ہوگی اور وہ خراج جسکو حضرت عمرؓ نے سواد عراق پر مقرر کیا تھا یہ ہے کہ جو زمین قابل زراعت ہو اور وہان پانی پہونچے اسکی پیداوار
غلے مین سے ہر جریب پیچھے ایک صاع گیہون یا جو وغیرہ اور ایک درم لینا چاہیے اور ترکاری کی زمین سے ہر جریب مین پانچ درم اور انگور
اور کھجور پاس پاس کے درخت کھڑے ہون انکی جریب مین دس درم اور اسکے سوا مین مثل زعفران و باغ وغیرہ کے جو اسکے حال کے مناسب
لیا جاوے ف اور یہ سب ثابت ہے حضرت عمرؓ سے مختلف روایات مین تخریج کیا اسکا ابو عبید نے کتاب الاموال مین اور عبد الرزاق
اور ابن ابی شیبہ نے ص اور جریب شصت در شصت ذرعہ ہوتا ہے ف یعنی ساٹھ گز کو ساٹھ گز مین ضرب دینے سے
جتنا حاصل ہو اور وہ (۳۶۰۰) ہوتے ہین اتنے گز کا ایک جریب ہوتا ہے ص اور کتب فقہ مین ہے کہ گز بادشاہ کا سات مٹھی کا
ہوتا ہے اور گز مساحت کا سات مٹھی اور ایک انگلی کھڑی ہوئی اور اہل حساب کے نزدیک گز چوبیس انگل کا اور انگل چھ جو کا ہوتا ہے
اسطرح کہ پیٹ انکے ملے ہون ایک دوسرے سے ف یعنی حاشیہ شرح وقایہ مین ہے کہ معتبر جریب مین گز بادشاہ ہے ص اور خراج انتہا
آدھے سے بڑھ کر لیا جاوے اور جو گنجایش اسقدر محصول کی نہو تو کم کر دیا جاوے مگر زیادہ کی گنجایش کی صورت مین زیادہ نہ کیا جاوے نزدیک
امام ابو یوسفؒ کے اور زیادہ کیا جاوے نزدیک امام محمدؒ کے ف اور صحیح قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور سند
اسکی وہ جو روایت کی عبد الرزاق نے ابراہیم سے کہ آیا ایک شخص پاس عمرؓ کے اور کہا کہ زمین خراج مین زیادہ گنجایش ہے اس سے

جتنا مقرر ہو اسپر تو فرمایا آپ نے کہ نہیں اوپر کسی طرف آنکے یعنی جسپر کچھ جاتا تو نہیں جتنا مقرر ہو چکا اُتنا ہی لیں گے ص
اور جو خراج گذار کی زمین پر پانی بہنا بند ہو جاوے یا پانی زمین پر غالب ہو جاوے یا کھیتی کو کوئی آفت پہنچے تو ان
صورتوں میں ان میں پر کچھ خراج نہوگا اور اگر مالک زمین اپنی زمین کو پڑا رکھے یا مسلمان ہو جاوے یا کوئی مسلمان زمین خراجی کو
خرید کرے تو ان سب صورتوں میں خراج لازم ہوگا ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خرید لیا تھا زمین خراج کو اور خراج
دیا کرتے تھے کہا بیہقی نے معرفہ میں کہ ابن مسعودؓ اور خباب بن الارت اور حسین بن علیؓ اور شریح ان سب کی تھیں زمینیں
خراج کی اور روایت کیے ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے اور عبد الرزاق نے اس باب میں چند آثار ذکر کیا انکو زیلعی نے تخریج میں اور ابن الہمام
نے فتح القدیر میں ص اور خراجی زمین کی پیداوار میں عشر نہیں یعنی اسکی پیداوار میں خراج ہی کافی ہے عشر لیا جاوے اور امام شافعی
کے نزدیک عشر بھی لیا جاوے ف اور دلیل ہماری یہ ہے کہ کسی نے خلفاے راشدین اور صحابہ میں جمع نہیں کیا عشر اور خراج میں
اور ہدایہ میں ہے کہ دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لَا یَجْتَمِعُ عُشْرٌ وَخَرَاجٌ فِیْ اَرْضِ مُسْلِمٍ یعنی نہیں
جمع ہوتے ہیں عشر اور خراج زمین میں مسلمان کی اور اس حدیث کو روایت کیا ابن عدی نے یحییٰ بن عنبسہ سے ثنا ابو حنیفۃ
عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا یَجْتَمِعُ عَلٰی مُسْلِمٍ خَرَاجٌ وَّعُشْرٌ اور کہا کہ یہ روایت کی جاتی ہے قول سے ابراہیم کے اور روایت کیا اسکو
ابو حنیفہ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے پھر آیا یحییٰ بن عنبسہ اور باطل کیا اسکو اور ملا دیا اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اور
یحییٰ بن عنبسہ ظاہر ہے حال اسکا ضعف میں کہ روایت کرتا ہے ثقات سے موضوعات کو اور کہا ابن حبان نے کہ نہیں ہے یہ
کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یحییٰ بن عنبسہ دجال ہے بناتا ہے حدیث کو نہیں حلال ہے روایت اس سے اور کہا
دارقطنی نے یحییٰ یہ دجال ہے بناتا ہے حدیث کو اور یہ تہمت ہے امام ابو حنیفہؒ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ذکر کیا اسکو
ابن الجوزی نے موضوعات میں اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث باطل ہے اور یحییٰ متہم ہے ساتھ وضع کے انتہی لیکن روایت کی ابن
ابی شیبہ نے شعبی سے کہ کہا انھوں نے نہیں جمع ہوتا ہے عشر اور خراج کسی زمین میں اور ایسی ہی روایت کی عکرمہ سے ص
اور اگر سال میں دو بار پیداوار ہو تو عشر بھی دو بار لیا جاویگا اور خراج دو بار نہ لیا جاویگا ف اور مروی ہے یہ حضرت عمرؓ سے
روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے ص لیکن جب خراج مقاسمہ ہو یعنی مثلاً ربع پیداوار یا خمس اسکا مقرر ہو تو وہ مکرر لیویگا مثل عشر کے

ص فصل جزیہ کے بیان میں

جزیہ دو قسم ہے ایک وہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے مقرر ہو تو اس سے کم یا زیادہ نہ لیا جاوے ف جیسا کہ صلح
کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے دو ہزار کپڑوں کے جوڑوں پر آدھے صفر میں اور آدھے
رجب میں روایت کیا اسکو ابو داؤد نے کتاب الخراج میں ص اور ایک جزیہ وہ ہے کہ امام اپنی طرف سے اسکو
شروع کرے جب غالب ہو اور انپر تو مقرر کیا جاوے اہل کتاب اور مجوسی اور بت پرست پر جو عجم کا رہنے والا ہے ف اور امام شافعی
کے نزدیک بت پرست عجم سے بھی جزیہ نہ لیا جاویگا ص دولت والے پر ہر سال میں اڑتالیس درم تو ہر مہینے میں چار درم ہوا اور بیچ
حال والے پر چوبیس درم سالانہ اور فقیر پر جو کما سکتا ہے بارہ درم سالانہ مقرر کیا جاوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر مرد بالغ اور [illegible]

ایک دینار مقرر کیا جاوے فقیر ہوں یا غنی ف اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے معاذ سے کہ بھیجا انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرف یمن کے کہ لوں میں ہر بالغ سے ایک دینار کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن ہے اور روایت کیا اسکو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور کہا کہ صحیح ہے شرط بخاری و مسلم پر اور نہیں نکالا انھوں نے اسکو اور عبد الرزاق کی روایت میں ہے من کل حالم او حالمة دینارا اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر صلح کے اور اسیواسطے حکم کیا جزیہ لینے کا عورت بالغہ سے باوجودیکہ اس سے جزیہ نہیں لیا جاتا اور کہا ابو عبید اللہ نے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور دلیل ہماری وہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ مقرر کیا عمر بن خطاب نے جزیہ کو مالدار پر اڑتالیس درم اور متوسط پر چوبیس درم اور فقیر پر بارہ درم اور مثل اسکے مروی ہے عثمان اور علی سے ص اور عرب کے بت پرست پر جزیہ نہیں تو اگر امام انپر غالب ہوئے تو عورتیں اور چھوٹے لڑکے انکے مال غنیمت ہو جاوینگے اور مرد نہ جزیہ اور نہ قبول کیا جاویگا ان دونوں سے مگر اسلام یا تلوار اور امام شافعی کے نزدیک مشرکین عرب کو بھی غلام بنا لینگے ف اور دلیل ہماری ہدایہ میں مذکور ہے ص اور اسیطرح جزیہ نہیں ہے نصرانی گوشہ نشین پر جسکو عربی میں راہب کہتے ہیں اور لڑکے اور عورت اور غلام اور اندھے اور اپاہج پر اور امام ابو یوسف کے نزدیک اپاہج پر جزیہ واجب ہے جب اسکے پاس مال ہو اور اس فقیر پر جو کچھ نہیں کماتا ف اور امام شافعی کے نزدیک ان سب پر جزیہ ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ عثمان بن حنیف نے جزیہ نہیں مقرر کیا فقیر بے کسب پر روبرو جماعت صحابہ کے اور ابن زنجویہ نے روایت کی کہ عمر نے لکھا کہ نہ جزیہ لیا جاوے شیخ فانی سے ص اور جزیہ ساقط ہو جاتا ہے موت سے اور اسلام سے ف یعنی وہ کافر اگر مسلمان ہو جاوے تو جزیہ اس پر نہ رہیگا اور ایسا ہی اگر مر جاوے اور امام شافعی کے نزدیک دونوں صورتوں میں رہتا ہے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نہیں ہے مسلمان پر جزیہ نکالا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن عمر سے کہ جو شخص اسلام لاوے تو نہیں ہے جزیہ اس پر ص اور اگر ایک سال کا جزیہ ادا نہیں کیا اور دوسرا سال ہو گیا تو جزیہ ایک سال کا دینا پڑیگا اسلیے کہ جزیہ ایک سال کا دوسرے میں آ جاتا ہے نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک دو سال کا دینا پڑیگا اور نیا گرجا اور یہودیوں کا معبد ف اور اسیطرح ہندؤں کا شوالہ ص دار الاسلام میں نہ بنایا جاوے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں خصی کرنا ہے اسلام میں اور نہ بنانا کنیسہ یعنی معبد یہود کا روایت کیا اسکو بیہقی نے ابن عباس سے اور ضعیف کیا اسکو اور روایت کیا اسکو ابو عبید قاسم بن سلام نے اور مروی ہے حضرت عمر بن الخطاب سے بھی ص اور اگر پرانا ڈھ گیا ہو تو اسکو پھر سے بنا لیویں اور ذمی شخص مسلمانوں سے لباس اور سواری اور زین میں جدا کیا جاوے اسطرح کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں اور ہتھیاروں کا استعمال نہ کرے اور تاگا موٹا جو باندھتے ہیں کمر پر اسکو ظاہر رکھے اور ایسے زین پر چڑھے جو پالان کی شکل کا ہو اور جدا کی جاویں عورتیں انکی راہ میں اور حمام میں ف راہ میں اسطرح کہ ایک گوشہ میں ہو کر چلیں اور حمام میں اسطرح کہ ایسی ازار پہنیں جسکو مسلمان عورتیں نہ پہنتی ہوں ص اور انکے گھروں پر نشان مقرر کیا جاوے تاکہ فقیر انکے واسطے دعا نہ مانگیں اور اگر ذمی دار الاسلام کے شاموں میں لڑائی کی طیاری سے چڑھ گیا یا دار الحرب میں چلا جاوے تو عہد اسکا ٹوٹ جاویگا اور وہ مثل مرتد کے ہو جاویگا ف اسطرح پر کہ اسکے مال کو وارثوں میں تقسیم کر دینگے ص لیکن اگر پھر ماخوذ ہوگا تو غلام بنایا جاویگا اور مرتد اگر ماخوذ ہو تو قتل کیا جاویگا

اور اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کرے یا مسلمان عورت سے زنا کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے تو ان صورتوں سے عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا ف لیکن اہل الہمام نے تصریح کی کہ اگر وہ از راہ تمرد اور شرارت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو عہد ٹوٹ جاویگا اور وہ قابل قتل کے ہے کیونکہ ذمی سے جبر نہیں سمجھ کر لیا جاتا ہے اور جبکہ وہ نبی مبارک پیغمبر کو برا کہنے لگے تو گویا ہم اسکے عاہد ہونگے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ص اور تغلبی مرد اور عورت سے جو دونوں بالغ ہوں تو اہل اسلام کی زکوٰۃ سے دو چند لیا جاوے ف اور تغلبی کا بیان کتاب الزکوٰۃ مالوں کی زکوٰۃ کے بیان میں گذرا ص اور تغلبی فرقے کا غلام آزاد کیا ہوا مثل قریشیوں کے آزاد کیے ہوئے کے ہے یعنی اس سے زمین کا خراج اور جزیہ لینا چاہیے ف جیسے قریشیوں کے غلامان آزاد سے لیتے ہیں زکوٰۃ کا دونا لینا چاہیے جیسے تغلبیوں سے لیتے ہیں ص اور امام زفر کے نزدیک اس سے دونا لینا چاہیے یعنی پانچواں حصہ پیداوار زمین سے اور بیسواں حصہ جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ف کیونکہ حدیث میں ہے کہ مولی قوم کا انہی میں سے ہوتا ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے اور جواب ہمارا ہدایہ اور اصل میں مذکور ہے ص اور خراج زمین کا اور جزیے کا مال اور تغلبیوں کا مال اور جو وہ ہدیہ بھیجیں امام کو اور جو مال کہ انسے بدون جنگ کے ہاتھ آوے یہ سب اموال مسلمانوں کے بہتر کاموں میں صرف کیے جاویں مثلاً کفاروں کی راہ بند کرنے اور پانی پر پل باندھنے اور بڑے پل تعمیر کرانے اور عاملوں اور قاضیوں اور عالموں اور سپاہیوں اور انکی اولاد کے روزینے میں خرچ کریں اور جو شخص کہ نصف سال کے بیچ میں مر جاوے وہ بخشش سالانہ سے محروم رہیگا اور بخشش سالانہ ہمارے زمانے میں قاضی کی تنخواہ ہے

ص باب مرتد یعنی ان لوگوں کے بیان میں جو دین اسلام سے پھر جاویں

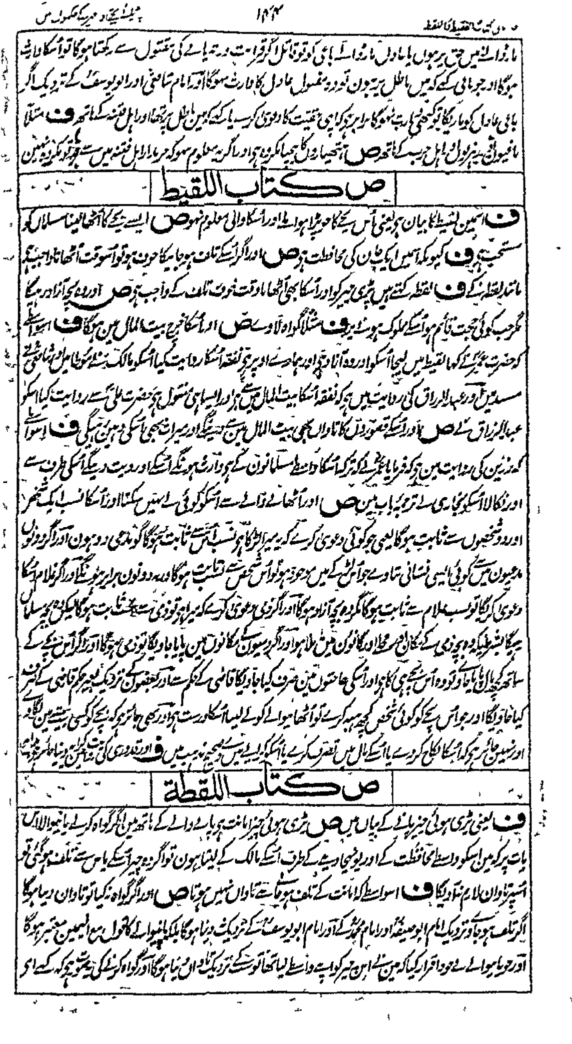
مرتد پر اسلام پیش کیا جاوے اور اسکے دل میں جو مسلمانی کے دین میں شبہے ہوں دور کیے جاویں تو اگر وہ مہلت طلب کرے تو تین دن تک مہلت دیا جاوے اگر اس عرصے میں توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جاوے ف تو مہلت دینا اپنی طرف سے ہے اور مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک حاکم کو درست نہیں بغیر مہلت دیے مار ڈالے دلیل امام اعظم کی وہ ہے جو صحیح بخاری میں روایت ہے کہ فرمایا آپ نے مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ یعنی جو شخص بدل ڈالے دین اپنا تو قتل کرو اسکو اور اگر مہلت مانگے تو مہلت دینا واجب ہے ص اور مرتد کی توبہ یہ ہے کہ دین اسلام کے سوا سب دینوں سے بیزار ہو یا اس دین سے نفرت کرے جسکو اسنے اختیار کیا ہو اور اگر مسلمان ہونے کو اسکو کہنے سے پہلے ہی مار ڈالیں تو یہ امر ترک استحباب کا ہے اگر کوئی بے پیشتر ہی اسکو مار ڈالے تو قاتل پر تاوان آوے گا مرتد ہونے سے مرتد کی ملک اسکے مال پر سے جاتی رہتی ہے مگر ملک کا جانا موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہو جاوے تو ملک بھی بدستور قائم رہیگی اور اگر حالت مرتدی میں مر جاوے یا قتل کیا جاوے یا دار الحرب میں چلا جاوے اور قاضی نے حکم کیا کہ وہ دار الحرب میں چلا گیا تو اسکے مدبر اور ام ولد آزاد ہو جاوینگے اور قرض اسکا جو میعادی تھا فی الحال ہو جاویگا یعنی اسکی مدت باقی نہ رہیگی ف اور امام شافعی کے نزدیک جب دار الحرب میں چلا جاوے اسکا مال ویسا ہی رہیگا جیسے پہلے تھا ص اور جو کچھ کہ مال اسکا وقت مسلمانی کی کمائی کا ہوگا بعد ادائے قرض حالت اسلام کے وہ اسکے مسلمان وارث کا ہوگا اور جو مال کہ اسنے مرتدی کی حالت میں کمایا ہوگا اس میں ان دونوں کا قرضہ دیکر باقی مال غنیمت ہوگا یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں حالت کے مال اسکے وارث مسلمان کے ہونگے اور نزدیک امام شافعی کے دونوں حالت کے مال غنیمت ہو جاوینگے اور باطل ہوگا نکاح اور ذبح مرتد کا اور صحیح ہے

طلاق یا اعتاق یا ام ولد بنانا اسکا اور تدبیر غلام کی **ف** جسکا بیان آگے آتا ہے **ص** اور بیچنا اور خریدنا اور ہبہ کرنا اور اجارہ
اور مدبر کرنا اور مکاتب کرنا اور وصیت یہ سب تصرفات موقوف ہیں گے پس اگر وہ اسلام لاوے یہ تصرف نافذ ہونگے
اور اگر مرجاوے یا قتل کیا جاوے یا دار الحرب میں ملجاوے اور حکم اسکا ہو جاوے تو سب تصرف باطل ٹھہرینگے اور جو شخص بعد حکم لحاق کے مسلمان
ہو کر چلا آیا تو وہ گویا مرتد ہی نہ ہوا اور اگر بعد اسکے آیا تو جو مال اسکا اسکے وارثوں کے پاس ہو لے لیوے اور اگر عورت مرتد ہو جاوے
تو اسکو جان سے نہ ماریں بلکہ قید کریں یہانتک کہ توبہ کرے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک قتل کی جاوے اور دلیل
ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قتل سے عورتوں کے مروی ہے صحیحین میں اور روایت کی دارقطنی نے
ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قتل کی جاوے عورت جب مرتد ہو جاوے اور اسناد میں اسکی عبد اللہ بن عیسی الجزری
ہے کہا دارقطنی نے کذاب ہے وضع کرتا ہے احادیث کو اور نکالا ابن عدی نے کامل میں ابی ہریرہ سے کہ ایک عورت مرتد ہوگئی زمانہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میں تو نہیں قتل کیا آپ نے اسکو اور ضعیف کیا اسکو بسبب حفص بن سلیمان کے کہا ابن عدی نے اکثر روایات
اسکے غیر محفوظ ہیں اور نکالا طبرانی نے معجم میں معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھیجا انکو یمن کی طرف تو کہا
انسے کہ جو مرد پھر جاوے اسلام سے تو بلا اسکو اگر توبہ کرے تو قبول کر ورنہ مار گردن اسکی اور جو عورت کہ پھر جاوے اسلام سے تو بلا اسکو
اگر توبہ کرے تو قبول کر اور اگر انکار کرے تو قید کر اسکو اور نکالا دارقطنی نے حضرت علی سے کہ فرمایا انھوں نے عورت قید
کی جاوے اور قتل نہ کی جاوے اور اسناد اسکی ضعیف ہے بسبب خلاس کے تو اس وقت میں استدلال حدیث صحیح سے اولی ہے اور امام شافعی
کی جانب کی حدیثیں ضعیف ہیں استدلال انسے مستقیم نہیں ہوتا کذا فی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں **ص** اور جو کچھ
تصرف اسکا اور حالت اسلام اور ارتداد دونوں میں جو کسب اسکا ہے اسکے وارثوں کو ملیگا تو اگر مسلمان لونڈی مرتد کی جنی
اور مرتد نے اس لڑکے کا دعوی کیا تو وہ اسکا بیٹا ہوگا اور وہ وارث ہوگا جس وقت مرتد مر جاوے یا دار الحرب میں ملجاوے خواہ ولادت
وقت ارتداد میں چھ مہینے سے مدت کم ہو یا زیادہ اور جو وہ لونڈی نصرانی ہو تو اگر مرتد ہونے اور ولادت میں چھ مہینے سے کم ہو تو وارث
ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ ہو تو وارث نہوگا اور اگر مرتد مع اپنے مال کے دار الحرب میں ملجاوے اور مسلمان غالب ہوں تو
وہ مال مسلمانوں میں غنیمت ہو جاویگا اور اگر مرتد دار الحرب میں ملکر پھر دار الاسلام میں آیا کہ مال لیکر دار الحرب میں ملجاوے پھر مسلمانوں
غلبہ ہوں وہ مال انکے ہاتھ لگے تو مال مذکور اس مرتد کے وارث کو قبل قسمت غنیمت کے ملیگا پس اگر مرتد دار الحرب میں جا ملے اور اسکا غلام
بیٹے کا ہو جاوے یعنی قاضی حکم کردے کہ اب اسکا مالک بیٹا ہے اور اسکا بیٹا اس غلام کو مکاتب کر دے پھر وہ مرتد مسلمان ہو کر چلا آوے تو
کتابت کے عوض کا مال اور ولا یعنی ترکہ اسکا اسی مرتد کو جو مسلمان ہو گیا ہے ملیگا اور اگر مرتد کسی کو براہ خطا مار ڈالے اور دار الحرب
میں جا ملے یا مارا جاوے تو خون بہا مقتول کا مرتد کے اس مال میں سے ہوگا جو حالت اسلام میں کمایا ہو اور صاحبین کے نزدیک
دونوں حالتوں کے مال میں سے ہوگا **ف** اسواسطے کہ انکے نزدیک دونوں حالتوں کا کسب اسکے وارث کا ہے **ص**
اور اگر مرد نے زید کا ہاتھ جان بوجھ کر کاٹ ڈالا اور زید پھر مرتد ہو گیا اور اسی زخم میں مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا اور پھر دار الحرب سے
مسلمان ہو کر آیا اور اسی زخم میں مر گیا تو مرد کے مال سے نصف خون بہا مرتد کے وارثوں کو دلایا جاویگا اور اگر مرتد دار الحرب
میں جا ملا اور دار الاسلام ہی میں مسلمان ہو کر زخم کے سبب سے مر گیا تو اس صورت میں مرد تمام خون بہا کا ضامن ہوگا۔ امام محمد

نزدیک نہیں کا اور جو مکاتب مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملے پھر مال سمیت پکڑا جاوے اور قتل کیا جاوے تو بدل کتابت مالک
کو ملیگا اور جو بچت رہا وہ مکاتب کے وارثوں کو ملیگا اور جو خاوند اور جورو دونوں مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملیں اور وہان
انکے بیٹا ہوا اور اس بیٹے کا بیٹا پیدا ہوا پھر مسلمانوں کی فتح ہوا اور یہ پکڑے جاویں تو بیٹا اور پوتا مرتد کا مال غنیمت ہونگے اور
بیٹے پر مسلمان ہونے کے لیے زبردستی کی جاویگی مگر پوتے پر نہ کی جاویگی اور حسن بن زیاد کی روایت میں پوتے پر بھی جبر کیا جاویگا
اور جو لڑکا کہ عاقل ہو اسکا مرتد ہونا صحیح ہے جیسے اسلام اسکا صحیح ہوا اور ایسے مرتد لڑکے پر مسلمان ہو جانے پر زبردستی کی جاویگی پر
نہ مارا جاویگا اگر انکار کرے اسلام سے اور امام شافعی اور زفر کے نزدیک اسکا ارتداد صحیح ہوا اور نہ اسلام اور ہماری دلیل
یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے لڑکپن میں اور صحیح رکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام انکا اور انکے افتخار حضرت
علی کا اس بات سے مشہور ہے کہا انھوں نے **شعر** سبقتکم علی الاسلام طرا ٭ غلاما ما بلغت اوان حلمی
ف یعنی پیش دستی کی میں نے تمھارے اوپر اسلام میں سب سے درانحالیکہ میں لڑکا تھا نہیں پہونچا تھا وقت احتلام کو
روایت کیا اسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اسکو اور ابن عساکر نے تاریخ میں اور ذکر کیا بخاری نے تاریخ میں عروہ سے کہ اسلام لائے
حضرت علی اور وہ آٹھ برس کے تھے اور مستدرک میں حاکم کی ہے کہ دس برس کے تھے اور تفصیل کی اس مقام میں شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں

ص باب باغیوں کے بیان میں

جو قوم مسلمان بادشاہ اسلام کی فرمانبرداری سے باہر ہو جاویں تو بادشاہ انکو اپنی اطاعت کی طرف بلاوے اور جو شبہہ انکو فرمانبرداری
میں ہو گیا ہو اسکو دور کرے **ف** اسواسطے کہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا خوارج سے اول ذکر کیا اسکو نسائی نے
سنن کبریٰ میں **ص** تو اگر وہ اکٹھے ہو کے ایک مکان میں جمع ہو رہیں تو بادشاہ کو درست ہے کہ انسے لڑائی شروع
کرے اگرچہ وہ شروع نہ کریں اور امام شافعی کے نزدیک جب تک وہ شروع نہ کریں تو بادشاہ شروع نہ کرے **ف** اور دلیل
ہماری اصل میں ملیگی دیکھو **ص** اور اگر انکی جماعت کوئی اور ایسی ہو کہ یہ لوگ انکے ساتھ ملکر مضبوط ہو جاوینگے تب تو جو شخص ان
باغیوں میں کا زخمی ہوا اسکی جان سے مار ڈالے اور جو بھاگ گئے انکا پیچھا کرے اور اگر ایسی جماعت اور نہو تب زخمی کو نہ مارے
نہ بھاگ گئے کا پیچھا کرے اور انکی اولاد کو قید نہ کرے اور انکے مالوں کو بطور غنیمت نہ لیں بلکہ روک رکھیں یہاں تک کہ وہ توبہ کریں
ف اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک میں اور بزار نے مسند میں کوثر بن حکیم سے انسے نافع نے انسے ابن عمر نے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا جانتا ہے تو کیا حکم ہے خدا کا باغیوں میں ابن ام عبد کہا انھوں نے اللہ اور رسول اسکا خوب جانتا ہے
تب فرمایا آپ نے کہ انکے زخمی کو نہ ماریں اور انکے قیدی کو قتل نہ کریں اور انکے بھاگ گئے کا پیچھا نہ کریں اور انکے مال کو تقسیم
نہ کریں اور ضعیف کیا اسکو بزار نے بسبب کوثر بن حکیم کے اور ایسا ہی حکم کیا حضرت علی نے جنگ جمل میں نکالا اسکو ابن ابی شیبہ نے
اور عبد الرزاق نے **ص** اور اگر غازیوں کو باغیوں کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کی حاجت پڑے تو انکو کام میں لاویں
اور اگر ایک باغی اپنے جیسے باغی کو مار ڈالے پھر انکی شکست ہو جاوے اور ہم غالب ہوں تو قاتل پر کچھ لازم نہوگا اور جو باغی کسی شہر پر
قبضہ کریں اور شہر والوں میں سے کوئی شہری دوسرے شہری کو مار ڈالے پھر وہ شہر فتح ہو تو شہری قاتل اس مقتول کے
قصاص میں مارا جاویگا اور اگر باغی کسی عادل کو یعنی جو بادشاہ کی اطاعت میں ہو مار ڈالے اور باغی یہ کہتا ہو کہ میں اسکے



مارڈالنے میں حق پر ہوں یا عادل مارڈالے باغی کو تو قاتل اگر قرابت وراثت پانے کی مقتول سے رکھتا ہوگا تو اسکا وارث ہوگا اور جو باغی کہے کہ میں باطل پر ہون تو وہ مقتول عادل کا وارث ہوگا اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اگر باغی عادل کو مار یگا تو کبھی وارث ہوگا برابر ہے کہ باغی حقیت کا دعوی کرے یا کہے کہ میں باطل پر تھا اور اہل فتنہ کے ہاتھ **ف** مثلا باغیوں یا بے دینوں یا اہل حرب کے ہاتھ **ص** ہتھیاروں کا بیچنا مکروہ ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ خریدار اہل فتنہ میں سے نہین ہے تو مکروہ نہین

ص كتاب اللقيط

ف اسمین لقیط کا بیان ہے یعنی اس بچے کا جو پڑا ہوا ملے اور اسکا والی معلوم نہو **ص** ایسے بچے کا اٹھا لینا مسلمان کو مستحب ہے **ف** کیونکہ اسمین ایک جان کی محافظت ہے **ص** اور اگر اسکے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو اسوقت اٹھانا واجب ہے مانند لقطہ کے **ف** لقطہ کہتے ہیں پڑی چیز کو اور اسکا بھی اٹھانا وقت خوف تلف کے واجب ہے **ص** اور وہ بچہ آزاد ہوگا مگر جب کوئی حجت قائم ہو اسکے مملوک ہونے پر **ف** مثلا گواہ لاوے **ص** اور اسکا خرچ بیت المال میں ہوگا **ف** اسواسطے کہ حضرت عمر نے کہا لقیط میں لیجا اسکو اور وہ آزاد ہے اور ہمارے اوپر ہے نفقہ اسکا روایت کیا اسکو مالک نے موطا میں اور شافعی نے مسند میں اور عبد الرزاق کی روایت میں ہے کہ نفقہ اسکا بیت المال میں ہے اور ایسا ہی منقول ہے حضرت علی سے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے **ص** اور اسکے قصوروں کا تاوان بھی بیت المال میں دینگے اور میراث بھی اسکی وہین جائیگی **ف** اسواسطے کہ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ فرمایا پیغمبر نے کہ ترکہ اسکا واسطے مسلمانوں کے ہے وارث ہونگے اسکے اور دیت دینگے اسکی طرف سے اور نکالا اسکو بخاری نے ترجمہ باب میں **ص** اور اٹھانے والے سے اسکو کوئی لے نہیں سکتا اور اسکا نسب ایک شخص اور دو شخصوں سے ثابت ہوگا یعنی جو کوئی دعوی کرے کہ یہ میرا لڑکا ہے نسب اسی سے ثابت ہوگا گو مدعی دو ہون اور اگر دونوں مدعیوں میں سے کوئی ایسی نشانی بتاوے جو اس لڑکے میں موجود ہو تو اس شخص سے نسب ثابت ہوگا ورنہ دونوں برابر ہونگے اور اگر غلام اسکا دعوی کریگا تو نسب غلام سے ثابت ہوگا مگر وہ بچہ آزاد ہوگا اور اگر ذمی دعوی کرے کہ میرا ہے تو ذمی سے نسب ثابت ہوگا لیکن وہ مسلمان ہوگا بشرطیکہ وہ بچہ ذمی کے مکان سے جدا اور مکانوں میں ملا ہو اور اگر ذمیوں کے مکانوں میں پایا جاویگا تو ذمی ہوگا اور اگر اس بچے کے ساتھ کچھ مال پایا جاوے تو وہ اس بچے ہی کا ہے اور اسکی حاجتوں میں صرف کیا جاویگا قاضی کے حکم سے اور بعضوں کے نزدیک بغیر حکم قاضی کے خرچ کیا جاویگا اور جو اس بچے کو کوئی شخص کچھ ہبہ کرے تو اٹھانیوالے کو لے لینا اسکا درست ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بچے کو کسی پیشے میں لگا دے اور نہیں جائز ہے کہ اسکا نکاح کر دے یا اسکے مال میں تصرف کرے یا اسکو اجارے میں دے صحیح مذہب میں **ف** اور قدوری کی روایت کی بنا پر اجارے پر دینا جائز ہے

ص كتاب اللقطة

ف یعنی پڑی ہوئی چیز پانے کے بیان میں **ص** پڑی ہوئی چیز امانت ہے پانے والے کے ہاتھ میں اگر گواہ کر لے پانیوالا اس بات پر کہ میں اسکو واسطے محافظت کے اور پہنچا دینے کے طرف اسکے مالک کے لیتا ہون تو اگر وہ چیز اسکے پاس سے تلف ہو گئی تو اسپر تاوان لازم نہ آویگا **ف** اسواسطے کہ امانت کے تلف ہو جانے سے تاوان نہیں ہوتا **ص** اور اگر گواہ نہ کیا تو تاوان دینا ہوگا اگر تلف ہو جاوے نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے اور امام ابو یوسف کے نزدیک دینا ہوگا بلکہ پانیوالے کا قول مع الیمین معتبر ہوگا اور جو پانیوالے نے خود اقرار کیا کہ میں نے اس چیز کو اپنے واسطے لیا تھا تو سب کے نزدیک تاوان دینا ہوگا اور گواہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ کہے اسی

مسلمانو جسکو تم دیکھو کہ گری ہوئی چیز ڈھونڈھتا ہو تو میرا نشان دے دو اور اُٹھانیوالا اُس چیز کو بتلاتا اور بیان کرتا رہے جس مکان مین کہ پایا ہو یا جہان بہت لوگون کا مجمع ہوتا ہو اور آواز دے کہ مین نے ایک چیز پڑی ہوئی پائی ہو اور اُسکے مالک کو مین نہین جانتا تو جسکی ہو وہ میرے پاس آوے اور اُسکا وصف بیان کرے تاکہ اُسکو دیدون اور اختلاف ہو بتلانے اور بیان کرنے کی مدت مین تو صحیح یہ ہو کہ اُسکی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ جب تک پانیوالے کی رائے مین آئے کہ مالک اب تلاش و طلب نکریگا بتلاوے اور امام محمدؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ نے اسکو اندازہ کیا ہو ساتھ ایک سال کے **ف** اسواسطے کہ زید بن خالد کی حدیث مین ہو کہ پہنچوا اسکو ایک سال تک روایت کیا اُسکو بخاری و مسلم نے اور ہدایہ مین ہو کہ اگر دس درہم سے کم قیمت ہو تو اسکو چند روز تک بتلاوے اور اگر دس یا زیادہ ہون تو ایک سال تک پہنچوائے **ص** برابر ہو کہ وہ چیز حل کی ہو یا حرم کی **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب وہ چیز حرم کی ہووے تو اُسکو پہنچوائے یہانتک کہ اُسکا مالک آوے اور دلیل لاتے ہین حدیث ابی ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مکہ کے باب مین کہ نہین حلال ہو لقطہ اُسکا مگر واسطے اُسکے مالک کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور ہماری دلیل مطلق قول ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زید بن خالد کی حدیث مین کہ بتلا اُسکو ایک سال **ص** اور جو چیزین ایسی ہین کہ مدت تک باقی نہین رہتین جیسے کھانے پکے ہوئے تو اُنکو یہانتک بتلاوے کہ خوف اُنکے بگڑنے کا نہو پھر اُس چیز کو خیرات کر دے پھر اگر مالک آجاوے تو اُسکو اختیار ہو چاہے اُسکے خیرات کر دینے کو درست رکھے چاہے پانیوالے سے قیمت لے لے اور جس حلال چارپائے کا کوئی والی نہو اُسکو پکڑ لینا درست ہو اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر وہ چارپایہ اونٹ یا گائے ہو تو چھوڑ دینا اُسکا افضل ہو اور جو اُسکو کھلایا بغیر اذن حاکم کے مفت ہوگا اور جو حاکم کے اذن سے کھلایا ہو وہ اُسکے مالک کے ذمے قرض ہوگا اور اُٹھائی ہوئی چیز سے اگر نفع مل سکتا ہو تو قاضی اُسکو کرایہ دے اور اُسی مین سے اُسکا خرچ کرے جیسا کہ بھاگے ہوئے غلام مین اُسکا اجارہ دینا درست ہو اور جو اُس سے منفعت نہو تو حکم ہوگا کہ اُسپر خرچ کیا جاوے اور جب مالک آوے تو خرچ لے لیا جاوے اور اگر یہ واسطے مالک کے بہتر نہو کہ اُسپر خرچ کیا جاوے **ف** مثلاً ایسا جانور ہو کہ اُسکا خرچ اُسکی قیمت سے بڑھ جاتا ہو **ص** تو بیچ کر اُسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اُٹھانیوالے کو اختیار ہو کہ مالک سے جبتک اپنا خرچہ وصول کر لے تب تک اُس چیز کو روک رکھے تو اگر بعد اُسکے روک رکھنے کے وہ چیز تلف ہو گئی تو نفقہ ساقط ہو گیا اور جو قبل روک رکھنے کے تلف ہوئی تو ساقط نہ ہوگا اور پائی ہوئی چیز کو دعوی کرنیوالے کے حوالے نکرے جبتک کہ مدعی گواہون سے اپنی ملک ثابت نکرے پس اگر مدعی کوئی علامت اُس چیز کی بیان کرے کہ اُس سے اُٹھانیوالے کو گمان غالب ہو کہ یہی مالک ہو تو اُسکے حوالے کر دینا حلال ہو مگر واجب نہین بدون حجت شہادت کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہو اگر وہ نشانی بیان کرے اور وہ موجود ہو اور اگر اُٹھانیوالا محتاج ہو تو پائی ہوئی چیز سے نفع اُٹھاوے اور کسی اپنی محتاج کو خیرات کرے اور اگر اُسکے ماں باپ بیٹے بیٹی بیوی محتاج ہون تو اُنپر صدقہ کرے

ص کتاب الآبق

یعنی بھاگے ہوئے غلام کے بیان مین پکڑنا اُسکا مستحب ہو بشرطیکہ اُسپر قادر ہو اور جو غلام کہ گھر اپنے مالک کا بھول گیا ہو تو اُسکا چھوڑ دینا افضل ہو اور اگر پانیوالا اُسکے مالک کا گھر جانتا ہو تو وہان تک اُسکو پہنچا دینا افضل ہو اور جو شخص کہ بھاگے ہوئے غلام کو یا مدبر یا ام ولد کو مدت سفر یعنی تین دن تین رات کے فاصلے سے پکڑ لاوے تو اُسکو چالیس درہم اجرت ملیگی اگرچہ غلام کی قیمت چالیس درہم سے

گم ہو جب کہ اُسے گواہ کر دیا ہو کہ میں اسکو اسلیے پکڑتا ہوں کہ مالک کے پاس لیجاؤں اور جو مدت سفر سے کم فاصلے سے پکڑ کر لاوے
تو اُسی حساب سے اجرت ملیگی ف یعنی ایک دن کے فاصلے سے لاویگا تو چالیس درم کی تہائی کا یعنی تیرہ درم اور تہائی درم کا مستحق
ہوگا اور دو دن کے فاصلے سے لانے میں چھبیس درم اور دو تہائی درم کا مستحق ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک کچھ اجرت ملیگی مگر بدون
شرط کے اور ہماری دلیل اثر ابن مسعودؓ کا ہے کہ انھوں نے حکم کیا غلام بھاگے میں چالیس درم مقرر کیے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور اجماع صحابہ کا
ہے اس اجرت کے لانے پر اور روایتیں انکی موجود ہیں مصنف ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق میں ص اور جو پکڑ لانیوالے کے ہاتھ سے غلام
بھاگ جاوے تو اُسپر تاوان نہوگا ف اور قیمت دینی نہ آویگی ص اور جو اُسے گواہ نہیں کیا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھاگ جاویگا
اُسکے ہاتھ سے تو تاوان دینا ہوگا اور اگر غلام رہن ہو اور بھاگ جاوے اور اُسکو کوئی پکڑ لاوے تو اجرت مرتہن کے ذمے ہوگی جبکہ
قیمت اُس غلام کی بقدر قرض رہن کے یا اُس سے کم ہووے اور جو قرض رہن سے قیمت اُسکی زیادہ ہووے تو بقدر دین کے اجرت مرتہن پر
ہوگی اور باقی راہن پر اور بھاگے ہوئے غلام پر کچھ خرچ کرنیکا حکم ایسا ہی ہے جیسے لقطہ پر خرچ کرنیکا ف یعنی اگر قاضی کے
حکم سے اُسپر خرچ کریگا تو وہ مالک کے ذمے قرض ہوگا ورنہ مفت کا سلوک ہوگا اور مالک پر کچھ لازم نہ آویگا

ص کتاب المفقود

ف اسمیں مفقود یعنی گم ہوئے شخص کا جسکا نشان معلوم ہو اور نہ مرنے جینے سے اُسکے خبر ہو بیان ہے ص مفقود اپنی ذات کے
حق میں زندہ ہے تو اُسکی بیوی کا دوسرے سے نکاح نہ کیا جاوے اور اُسکا مال وارثوں میں بانٹ نہ دیا جاوے اور اُسکا کرایہ فسخ نہو اور قاضی ایک
آدمی مقرر کر دے کہ وہ اُسکا حق جو لوگوں کے ذمے ہے وہ وصول کرے اور اُسکے مال کی حفاظت کرے اور جس مال کے بگڑ جانیکا
خوف ہو اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی اولاد اور ماں باپ اور بیوی پر خرچ کرے اور اپنے غیر کے حق میں مردہ ہے تو دوسرے سے
وارث نہوگا بلکہ حصہ اُسکا موقوف رکھینگے نوے برس تک اور نوے برس کے بعد قاضی اُسکی موت کا حکم کرے اور ظاہر روایت ہے
کہ جب اُسکے ساتھی ہم عمر مر جاویں تو حکم کرے اُسکی موت کا کیونکہ اس زمانے میں آدمی نوے برس تک جیتا ہے ف اور امام مالکؒ کے
نزدیک جب چار برس گذر جاویں تو قاضی اُسکی بیوی کو جدا کر دے اور وہ عورت عدت کر کے جس سے چاہے نکاح کرے اور دلیل لاتے ہیں
قول سے حضرت عمرؓ کے کہ جو عورت گم ہو جاوے خاوند اُسکا اور وہ نجانے کہ کہاں ہے تو وہ انتظار کرے چار برس پھر عدت
کرے چار مہینے دس دن اور حلال ہو جاوے روایت کیا اُسکو موطا میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ہماری دلیل قول
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ عورت مفقود کی عورت اُسکی ہے جب تک کہ اُسکا حال کھلے روایت کیا اسکو دارقطنی نے
سنن میں اور معارض ہے قول عمرؓ کے قول حضرت علیؓ کا کہ کہا انھوں نے عورت مفقود کی پڑ گئی بلا میں تو چاہیے کہ صبر کرے
یہانتک کہ خاوند کی موت یا طلاق کی خبر آوے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے باسناد صحیح اور روایت کی ابن مسعودؓ سے
کہ وہ بھی موافق ہوئے حضرت علیؓ کے اور نکالا ابن ابی شیبہ نے ابو قلابہ اور جابر بن یزید اور شعبی اور نخعی سے کہ سب نے کہا نہیں
جایز ہے اُس عورت کو کہ نکاح کرے یہانتک کہ ظاہر ہو موت اُسکی اور ہدایہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے رجوع کی طرف قول حضرت علیؓ
کے حاصل یہ ہے کہ اکثر صحابہ کا مذہب موافق ہمارے قول کے ہے ص تو اب اُسکی بیوی عدت کریگی موت کی اور مال اُسکا تقسیم ہوگا اُن
وارثوں کے درمیان جو اب موجود ہیں اور جو حصہ اُسکا موقوف رکھا تھا وہ اُس شخص کے وارثوں کو دلایا جاویگا ف تو حاصل یہ ہے کہ ایسا مال کے

حق مین تو اسکی موت کا حکم نوّے برس کے بعد سے کرینگے اور غیر کے مال کے حق مین اسکی موت کا حکم بعد نوّے برس کے گم ہونے کے وقت سے کرینگے تو بمدت بکو گذرنے سے ایسا سمجھینگے کہ اس نے گویا ترکے وقت مفقود کا ذہو اور تفصیل اسکی اُس کی کتابون مین ہے

ص کتاب الشرکة

ف اسمین شرکت کا بیان ہے شرکت جائز ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ معاملہ کرتے رہے شرکت کا اور آپ نے انکو منع نہین کیا اور حدیث شریف مین ہے کہ فرمایا اللہ تعالی نے مین تیسرا ہون دو شریکون مین جب تک ایک دوسرے سے خیانت نکرے اور جب خیانت کی تو نکل جاتا ہون مین انکے درمیان سے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور حاکم نے مستدرک مین ابو ہریرہ سے

ص شرکت دو طرح پر ہے ایک شرکت ملک کہ دو شخص ف وراثت کی وجہ یا خریداری سے ہدایہ ص ایک چیز کے مالک ہو جاوین اور اس شرکت مین ہر ایک اسمین سے اجنبی ہوتا ہے ف یعنی ہر ایک کو دوسرے کے حصے مین تصرف جائز نہین بغیر اسکی اجازت کے ہدایہ ص اور دوسری قسم شرکت عقد ہے اور اسمین ایجاب قبول ضرور ہین ف مثلاً ایک کہے شرکت کی مین نے تجھ سے فلان فلان چیز مین اور دوسرا کہے قبول کیا مین نے ہدایہ ص اور اس شرکت کی شرط یہ ہے کہ کوئی امر ایسا نہو جو اس عقد کو قطع کر دے مثلاً اعار الشمرکین کچھ روپیہ مقرر کر لے دوسرے پر خاص اپنے نفس کے لیے تو شرکت ٹوٹ جاویگی کیونکہ جائز ہے کہ سوا ان روپیون کے اور کچھ نفع نہو کہ اسمین دونون شریک ہون اور اسکی بھی چار قسمین ہین ایک کو شرکت مفاوضہ کہتے ہین جب دو شخص مال شرکت اور تصرف اور دین مین برابر ہون تو اس سے یہ نکلا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہین ہے مسلمان اور کافر مین ف کیونکہ دونون دین مین ایک نہین اور اسی طرح آزاد اور غلام مین اور لڑکا اور بالغ مین ص اور جائز ہے درمیان دو مسلمان بالغ کے اور دو کافر کے برابر ہے کہ ایک یہودی یا نصرانی ہو اور دوسرا مجوسی اسواسطے کہ کفر کو ایک ہی مذہب شمار کرتے ہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک شرکت مسلمان اور کافر مین بھی درست ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک شرکت مفاوضہ بالکل درست نہیں ف اور دلیل ہمارے صاحب ہدایہ نے حدیث شریف بیان کی کہ مفاوضہ کرو کیونکہ اسمین بڑی برکت ہے اور دوسرے یہ کہ تمام لوگ اسکو کرتے چلے آئے اور کسی سے انکار اسکا صحت کو نہین پہونچا ص اور اس شرکت مین ہر شخص دوسرے کا وکیل اور کفیل ہو جاتا ہے تو ایک شریک نے اگر کوئی چیز خریدی تو بائع کو پہونچتا ہے کہ قیمت کو اسکی دوسرے شریک سے مانگے اور جو مفاوضہ مین کوئی چیز جو شریک مول لیگا وہ مشترک دونون مین ہوگی مگر اپنے گھر والون کی خوراک اور پوشاک البتہ مشترک نہوگی اور جو قرضہ اسمین سے ایک پر بوجہ خریدو فروخت اور کرایہ لینے کے یا کفالت کے جب مکفول عنہ کے حکم سے ہو ایک پر لازم ہوگا تو دوسرا بھی اسکا ضامن ہوگا اور جو بغیر حکم مکفول عنہ کے ایک نے کفالت کی تو اسکی رقم کا دوسرا ضامن نہوگا ف اور جو قرضہ ایسے اسباب سے ہو جنمین شرکت صحیح نہین جیسے جنایت اور نکاح اور خلع و صلح قتل عمد سے اور نفقہ تو اسمین ایک دوسرے کا کفیل نہوگا ص اور اگر ایسا مال جسمین شرکت مفاوضہ درست ہے ف مثلاً روپیہ اشرفی ص ایک شریک کو کسی نے ہبہ کیا اور اسنے قبضہ کیا یا ورثے مین ملا تو مفاوضہ نرہا مگر جب اسباب یا زمین ہبہ یا ورثے مین ایک کو ملے تو شرکت مفاوضہ باطل نہوگی دوسری قسم اسکی شرکت عنان ہے جسمین صرف وکالت ہوتی ہے اور کفالت نہین ہوتی اور اسمین اگر بعض مال مین شرکت ہو اور بعض مین نہو یا ایک کا مال زیادہ ہو دوسرے سے یا مال دونون کے برابر ہون اور نفع برابر نہو یا خلاف جنس ہو کہ ایک نے روپیہ دیا ہو اور دوسرے نے اشرفی

یا یہ کہ ہر ایک اُسمیں سے اپنے مال کو ملا دے برابر ہو درست ہو اور اس شرکت میں جو کچھ شخص کوئی چیز مول لیوے تو مطالبہ قیمت
کا صرف اُسی مشتری سے کیا جاویگا دوسرے شریک سے نہوگا کس لیے کہ اس شرکت میں کفالت نہیں ہاں شریک مشتری جو اُس چیز
کے بائع کو دے اُسمیں سے دوسرے شریک سے اُسکے حصے کے موافق پھرا لیوے یعنی جتنا اُسکی طرف سے اپنے مال میں سے دیا ہو
وہ اُس سے پھر لے اور یہ شرکت اور شرکت مفاوضہ دونوں درست نہیں مگر روپیہ اشرفی اور پیسوں کے جنکا چلن ہو اور چاندی سونے کے
ٹکڑوں سے کہ جن پر سکہ نہو اگر لوگوں میں اُنکا لین دین جاری ہو درست نہیں **ف** یعنی شرکت مفاوضہ اور عنان میں یہ ہے
کہ دونوں شخص روپیہ خواہ اشرفی خواہ بغیر سکے کی ڈلیاں چاندی اور سونے کی جو مروج ہوں خواہ پیسے مروج ملا دیں سوا درست نہوگی
ص اور اگر دو شخص اسطرح کریں کہ ہر ایک نے اپنا آدھا مال دوسرے کے آدھے مال کے بدلے میں بیچ ڈالا اور شرکت مفاوضہ یا عنان
کریں تو درست ہے **ف** اور یہ حیلہ ہے شرکت میں جس صورت میں کہ چاندی سونا اور پیسہ ملا دیں اور اسباب ملانا منظور ہو **ص** اگر
کل مال شرکت کا یا مال ایک شریک کا قبل خرید کرنے کسی چیز کے ہلاک ہو جاوے تو شرکت باطل ہوگی اور جو مال کہ ہلاک ہوا ہے وہ اُسی
مالک کا ہوگا اگر مال مل گیا ہو برابر ہے کہ اُسی کے ہاتھ سے ہلاک ہو یا دوسرے شریک کے ہاتھ سے اور جو وہ مال مل گیا
ہو تو وہ سب شریکوں کا ہوگا اور جو دونوں شریکوں میں سے ایک اپنے مال کے عوض میں کچھ اسباب خریدا اور بعد خرید کے دوسرے
کا مال تلف ہو جاوے تو جو اسباب خریدا ہوا ہے وہ دونوں میں مشترک ہوگا اور جسنے مول لیا ہے وہ اپنے شریک کے حصے
کے موافق قیمت اسباب کی اُس سے لے لے اور جو قبل خرید کے تلف ہو جاوے اور پھر دوسرا شریک اپنے مال سے کوئی چیز خریدے
تو جسکا مال تلف ہوا ہے اُسنے اگر دوسرے شریک کو وقت شرکت کے وکیل صریح بنایا ہو مثلاً کہدیا ہو کہ جو چیز تو اپنے مال سے
خریدیگا تو اُسکا آدھا میرے واسطے خریدنا تو اب وہ اسباب جو خریدا ہوا ہے دونوں میں مشترک ہو جاویگا اور جسنے مول لیا ہے وہ
اپنے شریک کے حصے کے موافق اُس سے قیمت لے لیگا اور اگر اُسنے دوسرے شریک کو وکیل صریح نہیں بنایا تھا تو وہ کل اسباب اُسی کا
ہو جاویگا جسنے خریدا ہے اور شرکت مفاوضہ اور عنان کے دونوں شریکوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال مشترک کو بطور بضاعت **ف**
یعنی کل نفع اپنا ٹھہرا کر **ص** کسی کے حوالے کرے یا امانت رکھے یا مضاربت پر دیوے یا کسی کو وکیل کرے اور ہر ایک کے ہاتھ میں
مال بطور امانت کے ہوگا یعنی اگر بغیر اُسکی زیادتی کے ہلاک ہو جاوے تو اُسپر ضمان نہوگا تیسری قسم شرکت عقد کی شرکت صنائع اور
تقبل ہے اسکی صورت یہ ہے کہ دو کاریگر مثلاً دو درزی خواہ ایک درزی اور ایک رنگریز اس شرط پر شریک ہوں کہ دونوں مشترک کام کیا
کریں اور مزدوری جو کچھ ملے اُسکو دونوں برابر بانٹ لیا کریں یا کام دونوں برابر کریں لیکن مال اجرت ایک کو دو تہائی ملا اور ایک
کو ایک تہائی اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ شرکت جائز نہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک جب عمل متحد ہو تو جائز ہے اور مختلف ہو تو نہیں
جائز اور اس شرکت میں اگر ایک شخص کوئی کام منظور کر لیگا وہ دونوں کو کرنا لازم ہوگا تو کام دینے والے کو ہر ایک سے مطالبہ پہونچتا ہے کام
کا اور اسی طرح ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ کام دینے والے سے اُجرت طلب کرے اور جو کام دینے والا ایک کو اُجرت دیدیوے تو بری ہو جاویگا
اور جو کمائی ہو وہ دونوں میں مشترک ہوگی اگرچہ کام ایک ہی کرتا ہے چوتھی قسم شرکت عقد کی شرکت وجوہ ہے اسکی صورت یہ ہے کہ دو شخص
بدون مال کے شریک ہوں اسطرح کہ اپنے اعتبار سے مال خریدیں اور بیچیں یعنی لوگوں سے جان پہچان ہونیکی جہت سے مال بطور قرض خریدیں
اور بیچیں اور نقد کچھ نہ لگا دیں اور اصل قیمت حوالے مالک کے کر کے باقی جو کچھ بچے اُسکو بانٹ لیں اور اسمیں ہر ایک دوسرے کا وکیل اور کفیل ہوتا ہے

اگرچہ بطور مفاوضہ ہو اور شرط وکیل ہوتا ہے اگر بطور عنان ہو پھر اگر نفع نا مسمی کے اقرار سے مال خریدیں یا ایک تہائی ایک کو اور دو تہائی
دوسرے کے لیے اس طرح پر لیں تو نفع بھی اسی طرح ہوگا اور زیادتی کی شرط باطل ہوگی اسلیے کہ نفع غیر مضمون کا جائز نہیں یعنی اگر آپس میں اقرار کریں
کہ مال آدھوں آدھ خریدینگے تو نفع بھی بصفا نصف ہوگا فصل شرکت نہیں جائز ہے لکڑیاں لانے اور گھانس جمع کرنے اور شکار کرنے
میں تو جسنے جو کچھ کسب کیا ہو اسی کا ہوگا اور جس چیز کو دونوں نے ساتھ لیا ہو تو وہ آدھی آدھی ملیگی اور جو ایک نے حاصل کیا لیکن دوسرے نے
مدد کی جیسے ایک نے گھانس کھودی اور دوسرے نے اکٹھا کی تو گھانس کھودنے والے کی ہوگی اور مدد کرنے والے کو اسقدر مزدوری ملیگی
جتنا اسنے کام کیا جسقدر اجرت ہو اگرچہ اجرت قیمت کے برابر یا زیادہ ہو امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس چیز کی آدھی
قیمت سے زیادہ اسکو مزدوری نہ ملیگی اور اسی طرح جائز نہیں شرکت پانی کھینچنے میں مثلاً ایک کا خچر تھا اور دوسرے کی پکھال اور پانی ایک نے
کھینچا تو اجرت سب کھینچنے والے کو ملیگی اور اسپر کرایہ پکھال یا خچر کی اجرت مثل لازم ہوگی **ف** یعنی مثلاً اگر خچر اسکا تھا اور پکھال دوسرے
کی تو پکھال کی اجرت دینی ہوگی اور اگر پکھال اسکی اور خچر دوسرے کا تھا تو خچر کی اجرت اسکو دینی ہوگی **ص** اور جس صورت میں شرکت فاسد
ہو جاتی تو نفع مال کی مقدار پر ہوگا مثلاً شرکت میں کچھ روپیہ ایک شریک نے زیادہ ٹھہرالیے تو شرکت فاسد ہوگی اور نفع بقدر ملک کے ہوگا تو مال
شرکت اگر آدھوں آدھ تھا تو نفع آدھا آدھا ملیگا اور شرط زیادہ کی باطل ہوگی اور شرکت دونوں شریکوں میں سے کسی کے مرجانے سے یا مرتد
ہوکر دار الحرب میں ملجانے سے جب قاضی حکم اسکے ملنے کا کر دے باطل ہو جاتی ہے اور چاہیے کہ کوئی دونوں شریکوں میں سے دوسرے کے مال کی
زکوٰۃ بدون اسکی اجازت کے نہ دے پس اگر ہر ایک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کی اجازت دیدی اور دونوں نے ایک ساتھ ادا کی
تو ہر ایک دوسرے کے حصے کا ضامن ہوگا اور جو ایک نے آگے اور دوسرے نے پیچھے دی تو پچھلے ہی کو اول شخص کے حصے کی زکوٰۃ کا تاوان لازم ہوگا
اگرچہ اول کے ادا سے واقف نہو اور صاحبین کے نزدیک جب اول کی ادا سے واقف نہوگا تو ضامن نہوگا اور جو مفاوضت میں دو شریکوں میں
سے ایک نے دوسرے کو صحبت کرنے کے لیے ایک لونڈی خریدنے کی اجازت دی اور اسنے اس اجازت کے موجب لونڈی خریدی اور
مال مشترک میں سے اسکی قیمت دی تو یہ لونڈی اس خریدنے والے کی ہوگی بدون عوض کے یعنی نصف قیمت لونڈی کی
اپنے شریک اجازت دینے والے کو نہ دینی پڑیگی اور صاحبین کے نزدیک دینی پڑیگی اور بائع لونڈی کی قیمت ہر شریک سے لے سکتا ہے

ص کتاب الوقف

وقف کہتے ہیں اسکو کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنی ملک میں روک رکھے اور اسکا نفع خیرات کر دے جیسے عاریت میں ہوتا ہے **ف** اور
یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور دلیل انکی یہ ہے کہ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ کہا انہوں نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب
اتری سورۂ نسا اور اترے اسمیں فرائض کہ منع کیا آپ نے حبس سے روایت کیا اسکو طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اور روایت کیا
اسکو دارقطنی نے اور اسناد میں اسکی عبد اللہ بن لہیعہ اور بھائی اسکا دونوں ضعیف ہیں اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے
موقوفاً حضرت علیؓ پر کہ کہا انہوں نے نہیں حبس ہے فرائض سے اللہ تعالی کے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی مال کہ روکا جاوے بعد
موت مالک کے تقسیم سے درمیان وارثوں کے اور فرائض سے مراد حصے ہیں وارثوں کے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریح سے
کہ کہا انہوں نے آئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بیچتے تھے روکی ہوئی چیز کو اور نکالا اسکو بیہقی نے اور تفصیل اسکی فتح القدیر
میں ہے **ص** اور صاحبین کے نزدیک وقف اسکو کہتے ہیں کہ روک رکھنا کسی چیز کا اللہ تعالی کی ملک میں **ف** اور دلیل

انکی روایت ہے حضرت عمرؓ کی کہ کہا واسطے اُنکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ رکھتے تھے وہ وقف کرنے کا ایک زمین کو تصدق
کردے اسکو بیچی جاوے اور نہ ہبہ کی جاوے اور نہ میراث ہووے روایت کیا اسکو امام محمدؒ نے باسناد صحیح اور صحاح ستہ والوں نے ص اور
فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے تو امام صاحب کے مذہب کے موافق اگر کسی نے وقف کیا کسی چیز کو فقیروں پر یا سقایہ یعنی حوض وغیرہ کے یا
مسافرخانہ واسطے مسافروں کے یا قافلہ اترنے کا مکان بنایا یا اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا تو ملک وقف کرنیوالے کی اس سے نہ جاویگی اگرچہ
اسکو موقوف کیا ہو موت پر مثلاً یہ کہا کہ اگر مین مر جاؤں تو وقف کیا اسکو صحیح قول میں ف اور ایک روایت میں امام سے ملک جاتی
رہیگی ص مگر یہ کہ حاکم اسکی ملک جاتی رہنے کا حکم کردے یا مسجد بناوے اور راستہ اسکا جدا کردے اور لوگون کو اسمین نماز پڑھنے کی اجازت
دیدے اور ایک شخص بھی اسمین نماز پڑھ لے تو ملک اسکی جاتی رہیگی اگرچہ اس مسجد کے تابع ایک جانہ ہو جو مسجد کے امور کے واسطے بنا لیا ہو
اختلاف ہے اسمین کہ کس طرح مکان مسجد ہو جاتا ہے پس امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط یہ کہ دینا کہ مین نے اسکو مسجد بنایا کافی ہے اور
امام محمدؒ کے نزدیک ضرور ہے کہ اسمین جماعت سے نماز پڑھی جاوے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نماز ایک شخص کی بھی
کافی ہے اور جو مسجد بنا کر اسکے نیچے تہ خانہ اور کامون کے لیے بنایا یا اپنے گھر کے اندر مسجد بنائی اور اجازت
اون نماز کا دیا تو وہ ملک سے اسکی نہ جاویگی ف نہ بیچنا اسکا درست ہوگا اور اسکے ترکہ ہوکر وارثوں کو پہونچیگا یعنی وقف کے
حکم میں ہوگی ص اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک ملک وقف کرنے والے کی فقط زبان سے کہدینے سے کہ مینے اسکو وقف کیا جاتی رہتی
ہے اسلیے کہ تسلیم شرط نہیں واسطے لزوم وقف کے انکے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک جب جاتی ہے کہ اسکو متولی کے سپرد کردے اور وہ اسپر قبضہ کرلے
تو درست ہے وقف مشاع کا یعنی ایک تہائی یا نصف زمین کا بغیر تعیین کے جب وہ قسمت کی صلاح ہو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور فتویٰ اسی پر ہے
اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر وقف کیا مشاع کو ایسی چیز میں کہ وہ قابل قسمت کے نہو تو جائز ہے سب کے نزدیک مگر مسجد اور مقبرہ میں جائز
نہیں اور اگر واقف وقف کے پیداوار کو اپنی ذات کے واسطے کرلے یا وقف کی ولایت اپنی طرف کرلے کہ متولی خود رہے تو درست ہے
ف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک درست نہیں دلیل ابو یوسفؒ کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے تھے اپنے صدقہ
سے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی لیکن روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھلاتے تھے صدقہ فطر میں سے
اپنے اہل کو موافق دستور کے اور یہ بھی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو خرچ کرے مرد اپنی ذات اور اہل اور اولاد اور خادم پر تو وہ صدقہ ہے
واسطے اسکے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب سے اور روایت کیا اسکو نسائی نے کہ جو کھلاوے تو اپنے نفس کو تو وہ اسکے
واسطے صدقہ ہے اور نکالا اسکو حاکم اور دارقطنی اور طبرانی نے بہت طرق سے اور الفاظ مختلفہ سے لیکن اگر وہ خیانت کرتا ہو تو موقوف کو
اسکے ہاتھ سے نکال لینا چاہیے اگرچہ اسنے شرط کرلی ہو کہ موقوف کو میرے ہاتھ سے نکالیں کتر ص اور جو کسی نے شرط کی زمین
وقف کرتے وقت کہ جب چاہوں اس زمین کے بدلے اور کو وقف کردوں تو جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسلیے کہ بدل دینا وقف کا
بدون شرط کے بھی جائز ہے جب کہ موقوف خراب ہو جاوے اور اسپر فتویٰ نہیں دیا جاویگا کیونکہ اسمین بہت طرح کے فساد ہوتے ہیں اور ہمنے
دیکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے ظالم حاکم اکثر مسلمانوں کے وقفوں کو اس حیلے سے باطل کردیتے ہیں ف تو اب فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر چاہیے کہ
شرط باطل ہے اور وقف جائز ہے ص اور یہ بھی ضرور ہے کہ وقف کی صورت ایسی کردے کہ وہ منقطع نہو جاوے بلکہ جاری رہے
ف مثلاً اگر جماعت لوگوں کے اوپر وقف کرے جنکا کبھی ہلاک ہوجانا ممکن ہو تو یہ کہدے کہ ان لوگوں کے نہ رہنے کے بعد وقف اسکے

فقیرون یا علما کو اُسکا نفع پونہچے تاکہ ہمیشہ وقف جاری رہے **ص** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بغیر اسکے کہنے کے وقف صحیح ہوجاویگا
اور جب وہ لوگ منقرض ہو جاوینگے تو فقیرون پر صرف کیا جاویگا اور صحیح ہے وقف عقار کا **ف** یعنی غیر منقول کا جیسے زمین **ص**
منقول کا **ف** امام صاحب کے نزدیک **ص** اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے وقف کرنا اُن اشیاے منقولہ کا جسکے وقف کرنیکا معمول
ہو جیسے تبر اور پھاوڑا اور بسولا اور آرہ اور تابوت اور اُسکے کپڑے اور ہانڈی اور دیگچی اور مصحف اور اسی پر عمل ہے اکثر شہرون کے
فقہا کا **ف** وقف غیر منقول کا اسواسطے جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے وقف کیا اُسکا جیسے حضرت عمرؓ نے ایک
زمین کو اور زبیر بن عوامؓ نے ایک گھر کو روایت کیا اُسکو ابراہیم نے کتاب سیر میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک زمین کو واسطے مسافرون کے روایت کیا اُسکو بخاری نے اور وقف منقول کا امام محمدؒ کے نزدیک اسواسطے جائز ہے کہ فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خالدؓ نے روک رکھا اپنی زرہون کو اور گھوڑون کو خدا کی راہ مین روایت کیا اُسکو بخاری و مسلم نے
زیادہ کیا صاحب ہدایہ نے کہ روک رکھا طلحہؓ نے زرہون کو اپنی اللہ کی راہ مین اور گھوڑون کو **ص** اور جب وقف صحیح ہوا تو
بعد اُسکے کسی کی ملک مین آویگا اور وہ جو بعض متاخرین نے جائز رکھا ہے بیع وقف کو جب خراب ہو جاوے اور گرنے لگے واسطے عمارت کرنے
باقی کے تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ وقف بعد صحت کے ملک کو قبول نہیں کرتا جسطرح حرّیت کو قبول نہیں کرتا اور مثل استبدال
کے اسمین بھی فساد رشا ہے جیسے اور جائز ہے قسمت کر دینا مشاع کا بعد وقف کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو جس شخص نے ایک زمین مشترک
کو وقف کیا تو نزدیک امام ابو یوسفؒ کے جائز ہے کہ اُسکو بانٹ لے اپنے شریک کے ساتھ اور رہنے دے شریک کے حصے سے اُسکو جدا کر لے
اور اگر اپنی ساری زمین مین سے آدھی کو وقف کیا تو قاضی اُسکو قسمت کر دے واقف کے ساتھ اور نہین جائز ہے قسمت وقف
کی مصارف مین اور جو وقف کہ فقیرون پر ہو تو اُسکے محاصل کو اول اُسکی مرمت اور درستی مین صرف کرینگے گو واقف نے اس
بات کی شرط نہ کی ہو اور اگر موقوف کوئی مکان ہو اور ایک شخص معین پر وقف کیا ہو اور کہا ہو کہ بعد اُسکے فقیرون کے لیے ہے تو اُسکی تعمیر
اُس شخص کے ذمے ہو اور اگر وہ مرمت نہ کرے یا مفلس ہو تو حاکم اُس مکان کو کرایہ دیکر کرایہ سے اُسکی تعمیر کرے اور بعد تعمیر کے پھر اُسی شخص
کو دیدیوے اور اگر موقوف ٹوٹ جاوے تو اُسکی لکڑیان چونہ وغیرہ اُسی کی تعمیر مین لگایا جاوے اگر ضرورت
ہو ورنہ اُسکو رکھ چھوڑین وقت حاجت کے اُسکو صرف کرین اور اگر وہ قابل صرف کرنے کے نہ ہو
تو اُسکو بیچین اور قیمت اُسکی موقوف کی تعمیر مین صرف کرین اور وقف کے مستحقون کو تقسیم نہ کرین فقط

خاتمۃ الطبع الحمد للہ والمنۃ کہ دوسری جلد نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ کی بعد تصحیح مسائل و تطبیق با اصل نسخہ عربیہ
و تحشیہ ضروریہ کے پانچوین مرتبہ مطبع نظامی کانپور مین بشہر ربیع الآخر ۱۳۰۳ ہجری نہایت عمدہ چھپکر طیار ہوئی

فہرست جلد دوم نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

صفحہ

مولد شریف بہاریہ مع رسائل دیگر۔
نکات درس مجموعۂ پنج رسالہ۔
مولد شریف جدید نہایت مفید۔

صرف ونحو وادب

کافیہ تمام نظامی محشے مع ترجمہ فارسی
و حل ترکیب یعنی زادہ و رومی بطرز جدید
ہدایۃ النحو نظامی محشے مع تعلیقات۔
اصول اکبری محشے مع دیگر رسائل نظامی
پنج گنج ورسالہ مع شرح سعیدی و جواہر
دستور المبتدی مع تکملۂ مفیدہ نظامی۔
مجموعہ میزان الصرف مع ضمیمۂ جدیدہ نظامی
صرف میر مع تکملۂ مفیدہ و تبصرۂ جدیدہ نظامی
نحو میر با فوائد شرح ... رسول الدجانی
شرح مائۃ عامل کامل مجموعہ چہار رسالہ نظامی۔
رکھانی محشے جواہر مفیدہ نظامی۔
مصطلحات صرفیہ نظامی در سوال و جواب
قواعد فارسی محشے نظامی مع تمہید ہا۔
قیاس شرح میزان۔
تاصر الطلاب در سوال و جواب عربی مع ترجمہ
تعلیم عربیہ کو مفید تعلیم مبتدیان۔
تکیات مسائل مجموعہ نادرہ رسالہ نظامی
مع لغوالی نسخہ عجیب و غریب ہے
چہار گلزار نظامی مع ضمیمہ مفیدہ۔
نہر الفصاحت نظامی عمدہ کتاب ہے
گفتگو نامہ در سوال و جواب فارسی نظامی۔
المعجم الانشا نظامی نہایت مفید رسالہ ہے۔
الف با مع فوائد عزیزی۔
مقصود فیوض مع ضمیمہ عروض نظامی۔
مجموعۃ المصادر نظامی۔
و تمہ نگارین نظامی کہ اس ترتیب نہایت خوشخط

لکہ پانچوں حصے لکہوائے گئے ایسا ہر دست علحدہ
چھپایا تعلیم خوشنویسی و مستعلیق کو بیشک مفید ہے

تصوف وتہذیب اخلاق وقصص

سبع سنابل محشے نظامی بہت عمدہ کتاب ہے
شفاء العلیل ترجمۂ قول الجمیل مع ضمیمۂ مفیدہ
ہدایت السبیل نظامی قابل ملاحظہ ہے۔
فتوح الغیب مع شرح فارسی شیخ الدہلوی۔
مثنوی خوف حق نہایت عمدہ نسخہ ہے۔
حکایات دلپسند مفید تسلیم فارسی سادہ
بوستان تہذیب نظامی ترجمہ بوستان سعدی۔
انیس الارواح ملفوظ خواجہ عثمان ہارونی۔

دلیل العارفین قابل ملاحظہ شائقین۔
انوار الرحمن لتنویر الجنان ملفوظ شاہ عبدالرحمن
مجموعہ رسائل ستہ ضروریہ نہایت کارآمد ہے
مقاصد السالکین لائق دید ناظرین نظامی۔
تسکین الاذکار فی مناقب غوث الابرار۔
گلستان خرد و کلاں محشے نظامی۔
بوستان محشے نظامی۔
مرآت النسا نظامی واسطے تعلیم تہذیب عورتوں کے
کہ دین و دنیا کی اسمیں سب خوبیاں مندرج
ہیں لاجواب کتاب ہے۔

معقول

مجموعہ شرح الشرح قاضی مبارک حاشیہ النظامی
شرح حاشیہ میر زاہد امور عامہ نظامی۔
تحفۂ شاہجہانی یعنی شرح تہذیب محشے مع
حل ترکیب منطق و رسالہ تسہیل المطالعہ نظامی۔
حاشیہ مولوی ظہور اللہ ہے
قال اقول محشے نظامی مع تمہید۔

مجموعہ ... ما ماحولہ رسائل جدیدہ مفیدہ نظامی
حاشیہ میر ... جلال۔
شرح مرقات فارسی حاشیہ ... نہایت عمدہ ہے

طب

قرابادین اعظم تصنیف حاذق حکیم اعظم نظامی کہ اصل
کتاب کی ترتیب حروف تہجی پر ہے مگر اسمیں ایک
فہرست علی ترتیب الامراض لقید صفحہ و سطر
کے ایسی لگادی ہے جسمیں قریب ہزار نسخوں کے تیار ہے
رکن اعظم نظامی بحران کی بحث میں لاجواب کتاب ہے
اکسیر اعظم نظامی جس کے حالات میں رسالہ مشتمل ہے
شرح رباعیات نفس نفیس ... مع ... باب
تعداد الامراض بطریق سوال و جواب۔
مجموعہ کار آمد الطبابت رسائل ستہ ضروریہ نظامی اردو
یعنی رسالہ نبض رسالہ بحران رسالہ مسہل رسالہ قارورہ
و رسالہ تخراج المزاج و ضمیمہ و اجب الحفظ۔
یاقوتی نظامی کہ اس کتاب میں اطبائے حذاق
لکھنؤ کے مطب سے نسخہ جات مجربہ منقولہ انتخاب
کرکے لکھے گئے ہیں مع فہرست علی ترتیب الاحرف

تواریخ ودواوین ومثنوی

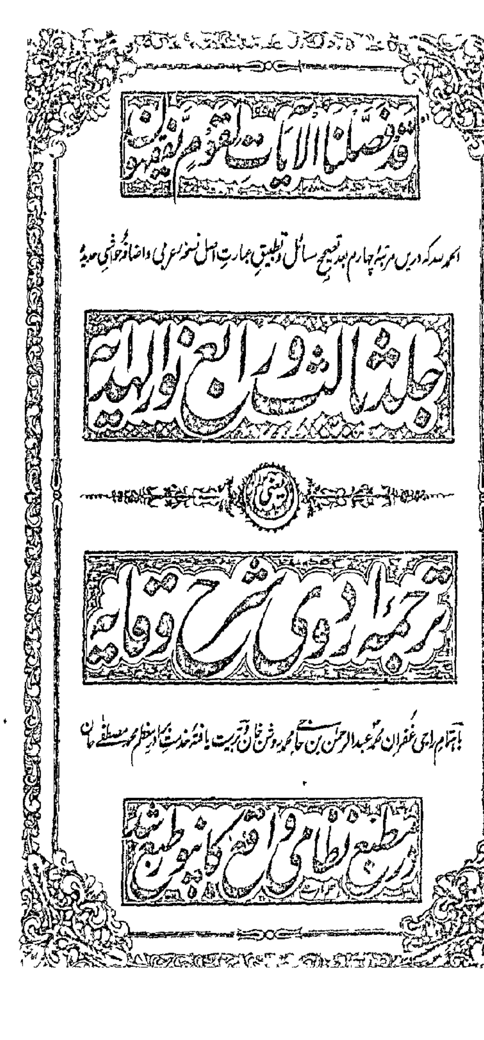
لطائف العجائب نظامی عربی کہ اسمیں عجائب و غرائب
حالات دنیا کے مندرج ہیں۔
تاج الاقبال تاریخ بھوپال اردو فارسی نظامی
دیوان میر نظامی نہایت فصیح کلام ہے
دیوان ناسخ مع قصائد و رباعیات نظامی
مثنوی بلقیس و سلیمان قابل دید سخندانان
قیصر نامہ نظامی جسمیں حالات جنگ روم و روس
کے نظم فارسی میں مثل سکندر نامہ کے مرقوم ہیں
نور نامہ نظامی اسمیں سب حالات پادشاہی
اودہ کے بسط و تفصیل سے مندرج ہیں۔

اعلان

واضح ہو کہ یہ نسخہ نور الہدایہ یعنی
ترجمہ شرح وقایہ کئی بار اس مطبع نظامی مین چھپا اور
ہر مرتبہ طالبو نکی کثرت سے ہاتھون ہاتھہ بکا چنانچہ یہ چوتھی مرتبہ ہو کر پہلے نسخون سے
یہ نسخہ نہایت عمدہ طیار ہوا اور اسکی تکمیل و درستی مین محنت و مشقت کے ساتھہ کیا
نشانہ گذرا اور اصل نسخہ عربی کی عبارت سے جانچکر اسکے تمام مسائل و دلائل کو ملانے
اور جابجا عبارات گھٹانے اور بڑھانے اور جدید حواشی چڑھانے مین صرف زر کثیر ہوا اور
بہت خرچ پڑا اب کامل طور سے جیسا کہ جی چاہتا تھا صحیح اور درست ہو گیا تصدیق اس
کلام کی ناظرین کو وقت مطالعے کے ہو گی اور خود یہ کتاب اس دعوے کی شہادت دیگی پس
جن صاحبون کو مطلوب ہو بارسال زر قیمت راقم سے یہ کتاب منگوالین لیکن کوئی صاحب
نفع دنیا کی طمع سے اس دین کی کتاب کو بلا اجازت راقم کے چھپوا کر مواخذہ سرکاری
کا بار نقصان نہ اٹھائین اسواسطے کہ حق تالیف اسکا حسب منشاے قانون
بستم سنہ ۱۸۴۷ء داخل رجسٹری ہو کر مطبع ہذا مین
محفوظ رکھا گیا ہے فقط

الراقم

محمد عبد الرحمن مہتمم مطبع نظامی کانپور
محلہ پٹکاپور



فقد فصلنا الآیات لقوم یفقہون

الحمد للہ کہ دریں مرتبہ چہارم بعد تصحیح مسائل و تطبیق عبارت اصل نسخہ عربی و اضافہ حواشی مفیدہ

جلد ثالث و رابع نور الہدایہ

یعنی

ترجمہ اردو شرح وقایہ

باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان تربیت یافتہ خدمت ادیب معظم محمد مصطفیٰ خان

در مطبع نظامی واقع کانپور طبع شد

واضح ہو کہ اس مطبع میں اردو فارسی عربی ہر قسم کی مشہور کتابیں بقیمت ارزاں موجود ہیں جنکی تفصیل مطبوعہ اکی فہرست ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے لیکن یہاں چند کتابوں کے نام واسطے اطلاع شائقین کے درج کیے جاتے ہیں جو کتاب مطلوب ہو طلب لیجیے ہر قسم کی کتاب چھپوانیکا معاملہ اس مطبع میں حسب کتابت کے رعایت ہوسکتا ہے اور باوجود اہتمام خوشخطی و حسن صحت کے کفایت صاحب معاملہ کی ملحوظ رہیگی۔ المشتہر حاجی محمد عبد الرحمن خان مہتمم مطبع نظامی

قرآن شریف یا پارہای قرآن شریف

قرآن شریف متوسط قلم ترتیب تامی نظامی
قرآن شریف جلی قلم نظامی۔
پارہ عم جلی قلم۔
پارہ عم متوسط قلم۔
پارہ عم جلی قلم۔
پارہ عم مع قواعد بغدادی۔
پارہ الم جلی قلم۔
پارہ سیقول
پارہ تلک الرسل۔
پارہ لن تنالوا۔
پارہ والمحصنت۔
پارہ لا یحب اللہ۔
پارہ واذا سمعوا۔
پارہ تبارک الذی۔
بیست سورہ۔
پنج سورہ مترجم۔
قواعد بغدادی واضح
قواعد بغدادی خورد۔

کتب حدیث

جامع الترمذی مطبوعہ دہلی۔
نسائی شریف مطبوعہ نظامی۔
دارمی شریف نظامی۔

مشکوٰۃ شریف دہلی۔
شرح لمعۃ المرام جلد الثانی نظامی۔

کتب درسیہ عربی

مجموعہ میزان الصرف۔
توضیح المبتدی
فصول اکبری
خلاصہ صرفیہ۔
شرح مائۃ عامل کلاں نظامی
مصباح۔
مجموعہ نحو میر۔
قال اقول۔
شرح تہذیب معروف بتحفہ شاہجہانی
شرح الشرح قاضی۔
شرح حاشیہ میر زاہد امور عامہ۔
مجموعہ شرح سلم ملا حسن۔

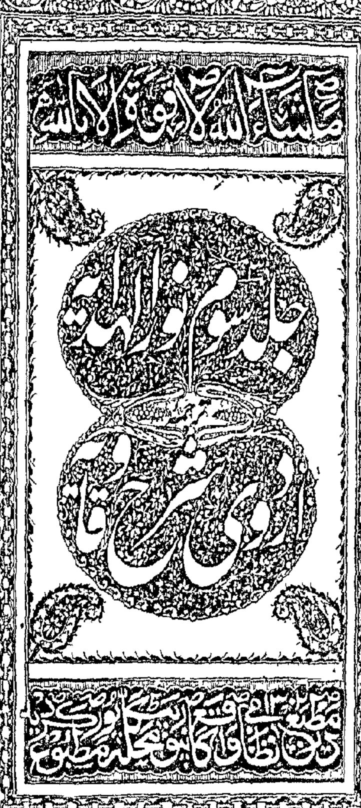
کتب طب

قرابادین اعظم۔
شرح طب یوسفی۔
اکسیر اعظم۔
رکن اعظم۔
شفاء المرضا ترجمہ مصلاح الغربا۔
مجموعہ میزان الطب اردو
رسالہ قارورہ

رسالہ علاج صبیہ۔
رسالہ ہدایات صحت۔

کتب درسیہ فارسی

الف بای فارسی
کریما
دستور الصبیان
آمد نامہ
خالق باری۔
محمود نامہ۔
نادر الترتیب
تشریح الحروف
قواعد فارسی
مصدر فیوض
گلستان
بوستان
مینا بازار
تقویم البقیس
تعلیم عزیزی
علائی نامہ
ارمغان بے بہا
نگار ولایت
ہفت خاطر
انشای بہار عجم
انشای خلیفہ


ما شاء الله لا قوة الا بالله
جلد سوم نور الہدایہ
اردو شرح وقایہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ص کتاب البیع

بیع کہتے ہیں مال سے مال بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول سے دونوں ماضی کے صیغے سے ہوں
ف جاننا چاہیے کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو
یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی امام احمد نے مسند میں اور بزار نے رفاعہ بن رافع سے
کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کمانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور سب خرید و فروخت
جو بھلی ہووے صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت کی ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اے گروہ سوداگروں کے تحقیق کہ خرید و فروخت میں لغو اور قسم ہوتی ہے تو ملا دو اسکو تم صدقے سے یعنی بیع میں
اکثر بیکار باتیں اور جھوٹی قسمیں صادر ہو جاتی ہیں تو اس گناہ کے اٹھانے کے لیے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوئے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم حالانکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہو گیا اوسپر اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بیع جائز ہو کیونکہ
آدمی محتاج ہے کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کے لیے کھیت کا جوتنا پھر اوسمیں بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت
کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اوسکی ذات سے متعلق ہووے تو اوس سے ہرگز نہ ہو سکے گا اور
اسیطرح کپڑے میں روئی کے درخت بونا اور اوسمیں سے روئی نکالنا اور کاتنا اور بننا یہ سب کام اوس سے بذات خاص کس طرح ہو
اسواسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت روائی کے لیے کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے کیونکہ اگر خرید نہوتی تو یا دوسرے کی چیز کو زبردستی
چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا بھوکا بیٹھ رہتا اور ہر طرح خرابی ہے کذا فی الفتح اور دونوں طرف مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز
مال نہیں ہے مثلاً شخص آزاد یا آگ تو اوسکی بیع جائز نہیں اور ایجاب کہتے ہیں اوس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول جواب کو اوسکے
دوسرے کے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا میں نے بیچا بعد اوسکے مشتری نے کہا میں نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے
مشتری نے کہا میں نے خریدا بعد اوسکے بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں

لفظ ماضی کے معنے ہون یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کرین تو اگر مشتری نے صیغہ امر کہا یعنی بیچ یہ ہے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا تو اب بیع صحیح ہوگی جب تک پھر مشتری نے کہے خریدا **فتح ص** اور رضامندی کی قید بیع مین سواسطے نہ لگائی کہ بیع مکرہ کی یعنی جس پر زبردستی کیجائے مال بیچنے پر منعقد ہے **ف** اور اسکا بیان کتاب الاکراہ میں آویگا **ص** اور بیع بھی تمام جائز ہوجاتی ہے اسطرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اوٹھا کر دیدے اور مشتری دام اوسکے حوالہ کرے اور نہ بائع کچھ کہیں اور اسکو بیع تعاطی کہتے ہین اور جائز ہے یہ عمدہ و نفیس چیزون مین اور ذلیل چیزون مین بھی اور کرخی رحمہ کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل چیزون مین جائز ہے اور عمدہ نفیس چیزون مین جائز نہین **ف** ذلیل چیزون ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھاس وغیرہ اور نفیس بھاری قیمت کی چیزین جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ **ص** اور بیع تعاطی مین شرط ہے کہ دونون جانب سے ہووے اور بعضون کے نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہووے تو بھی جائز ہے جیسے گیہون کا نرخ کیا اور مشتری کے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ اوسمین گیہون رکھکر لیوے بعد اوسکے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہون اوٹھا لیگیا **ف** تو اسمین تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی **ص** یا پوچھا کہ گیہون کیونکر بیچتا ہے تو اوس نے کہا ایک پیمانہ ایک درہم کو اور وہ پانچ پیمانے بنوا کرکے گیا تو یہ بیع ہوگئی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہونگے **ف** تو اسمین تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی میں بہرحال شرط ہے کہ کسی جانب سے نارضامندی ظاہر نہووے مثلاً اگر مشتری خربوزے دیتا ہے اور خربوزے اوٹھائے لیتا ہے اور بائع کہتا ہے کہ مین اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہوگی **در مختار ص** پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اوسکو اوسی مجلس مین **ف** یعنی مجلس ایجاب مین اسواسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہان تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے لکھا ہے کہ مجلس سے وہ مراد ہے جسمین وہ قول و فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہووے جو ایجاب کو فوت کردیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہو کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاویگی تو ایجاب مذکور باطل ہوجاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے **ص** یعنی کل مبیع کو ساتھ کل قیمت کے لیوے یا کل کو چھوڑ دے مگر جب کئی چیزین ہون اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے اور جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا ہے تو ایجاب کرنیوالا اگر پھر گیا یا کوئی اوس مجلس سے کھڑا ہوگیا تو ایجاب باطل ہوجاویگا **ف** اسواسطے کہ کھڑے ہوجانا دلیل نہ لینے کی ہے **ص** اور جب ایجاب و قبول دونون پائے گئے تو بیع لازم ہوگئی اب کسیکو اختیار نہین مگر خیار عیب یا خیار رویت **ف** یعنی جب ایجاب و قبول اپنے شرائط کے ساتھ حاصل ہوا تو بیع لازم ہوگئی اب لینے کا اختیار مشتری کو نہین رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار رہا سوای اختیار عیب کے یا رویت کے کہ اون دونون کا بیان آگے آویگا اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک بعد ایجاب و قبول کے خیار مجلس ایک کو رہتا ہے جبتک جلسہ سے الگ نہ ہو دلیل شافعی رحمہ کی وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو شخص خرید و فروخت کرین دو مرد تو ہر ایک اختیار رکھتے ہین جب تک جدا نہوون اور تاویل کی اسکی ابراہیم نخعی نے ساتھ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالی کا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اے ایمان والو پورا کرو عقدون کو اور بیع بھی عقد ہے قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالی کا وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَایَعْتُمْ یعنی گواہ کرلو جب باہم بیع کرو تو اس آیت مین حکم ہوا منضبط ہی بیع کا ساتھ گواہی کے

اور بیع صادق آتی ہی بعد ایجاب و قبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہو تو ان آیتوں کا ابطال ہوتا ہی قسم دوسری دلیل امام کی یہہ کہ ابن عمر نے روایت کی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اسکا ترمذی نے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد بیع خیار مجلس ثابت نہیں ہوتا ص اور دام اگر سامنے ہوں کہ مشتری اوسکی طرف اشارہ کر دیوے تو ضرورت بیان قدر اور وصف کی نہیں آور اگر اشارہ نکیے تو اونکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیے ف یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہو کہ اور مشتری اشارہ کر دے کہ میں ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہوں تو ضرورت بیان اونکے تعداد اور اوصاف کی نہیں آور اگر اشارہ نکیے تو اونکی تعداد کہ دس ہیں یا اور اوصاف یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری شلاً بیان کرنا ضرور ہی ص اور درست ہی نقد داموں بیچنا اور اودھار بیچنا بشرطیکہ اودھار کی مدت معلوم ہووے ف مثلاً کہدیوے کہ ایک ماہ میں اسکے روپے میں دونگا اسواسطے کہ مدت اگر معلوم نہوگی تو مشتری اور بائع میں جھگڑا ہوگا بائع دام جلدی طلب کریگا اور مشتری دیر میں دیگا آور دلیل اسکے جواز کی یہہ کہ قول اللہ تعالی کا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا مطلق ہی اوسمیں یہ قید نہیں کہ دام نقد دیوے آور روایت کی بخاری مسلم نے حضرت عائشہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کر دی اوسکے پاس زرہ اپنی ص اور اگر بیع میں دام کے اوصاف ذکر نکیے ف مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نکہا کہ مصری ہی یا دمشقی ص تو اگر اوس دام کی سب قسمیں قیمت میں برابر ہیں تو کوئی قسم چاہیے دیوے آور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہی تو جسکا رواج زیادہ ہو وہ دینا پڑیگا اور اگر رواج میں برابر ہوں اور قیمت میں مختلف تو بیع فاسد ہو جاویگی مگر جو مقرر کر دیوے ایک قسم کو ف اسواسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہوگی بائع اوس قسم کا دام مانگیگا جو قیمت میں زیادہ ہو اور مشتری کم قیمت دیگا ص اور جائز ہی بیچ کھانے کی چیزوں کی جیسے گیہوں وغیرہ پیمانے میں ناپ کر اور ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے ہو ف مثلاً عوض میں روپے یا اشرفی یا پیسوں کے بیچے یا گیہوں بدلے میں چانول کے یا جو کے آور اگر ایک جنس سے ہو مثلاً گیہوں بدلے میں گیہوں کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ اسمیں احتمال ہی زیادتی کا اور زیادتی سود ہی اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامت سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے چاندی کے اور گیہوں بدلے گیہوں کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر اس ہاتھ دے اور اوس ہاتھ لے اور خلاف جنس میں اسکا احتمال نہیں کیونکہ اسی حدیث عبادہ میں ہی کہ جب قسمیں بدل جاویں تو جس طرح چاہو بیچو مگر دست بدست ص لو ایک برتن خاص یا معین باٹ سے ناپ تول کر بیچنا درست ہی اگرچہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے آور اگر اناج کا ڈھیر صاع پیچھے ایک درہم ٹھیرا کر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہوگی مگر جتنے صاع ہیں سب کا ذکر کر دیوے مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے یہ ڈھیر اناج کا کہ دس صاع ہی ہر صاع بدلے میں ایک درہم کے ف اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں کل ڈھیر میں بیع جائز ہو جاویگی آور صاع ایک پیمانہ کا نام ہی جسمیں تخمینا چار سیر اناج سماتا ہی اسی روپے کے سیر سے ص اور اگر بکریوں کا گلہ یا کپڑے کا تھان اور ہر بکری یا گز پیچھے درہم ٹھیرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہوگی ف یعنی ایک بکری اور ایک گز کی بھی صحیح نہوگی اسواسطے کہ یہاں افراد بکری کے مختلف ہیں کیونکہ مشتری موٹی بکری لیگا اور بائع دبلی دیگا بخلاف اناج کے کہ دانے سب ولیے برابر ہیں آور صاحبین کے نزدیک اسمیں بھی جائز ہی اور یہ مسئلہ اوس کپڑے میں ہی جسمیں ایک گز جدا کرنا موجب نقصان کا ہووے آور جو نہووے تو امام صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگی منہ ص اور یہی حکم ہی ہر معدود متفاوت میں ف یعنی جو چیز

شمار کرکے بیچی جاتی ہیں اور افراد اونکے بڑائی چھوٹائی مین مختلف ہیں جیسے خربوزہ انار وغیرہ ص اور اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہکر کہ سو صاع ہین سو درہم کے اور وہ ننانوے نکلے تو مشتری چاہے ننانوے درہم دیکر لیلے یا واپس کر دے اور جو سو سے زیادہ نکلین تو وہ بائع کا ہی اسواسطے کہ اوسنے صرف سو صاع بیچے تھے اور اگر ایک تھان کو اسطرح بیچا ف یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہی دس روپیہ کا ص اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان دس روپے کو لیلے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہی اور بائع کو اختیار نہیں کہ چاہے زیادہ لیوے اور چاہے نہ دے ف اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ نو کو لیلوے اور دلیل اسکی اصل کتاب مین مذکور ہی ص اور اگر تھان کی قیمت مین بائع نے یون کہدیا کہ یہ دس گز ہی دس روپیہ کو فی گز ایک روپیہ کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہونچتا ہی کہ جسطرح چاہے سو اسی نو لیلے یا واپس کر دیوے اور ایسا ہی ہی اگر زیادہ نکلا ف مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپیہ کو لے سکتا ہی اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو لیسکتا ہی اور دونون صورتون مین مشتری کو اختیار ہی فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اوسکا حکم آگے آتا ہی ص اور اگر ایک گھر سو گز کا ہی اوسمین سے دس گز زمین بیچی جنکی جگہ معلوم نہوے تو بیع فاسد ہی اور اگر مکان کے سو حصے ہون اونمین سے دس حصے بیچے تو جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین درست ہی ف اور دلیل سب کی ہدایہ مین مسطور ہی ص اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر بیچی کہ اوسمین دس تھان ہین اور اوسمین کم زیادہ نکلے تو دونون صورتون مین بیع فاسد ہی اور اسی صورت مین اگر ہر ہر تھان کے دام کہدیے تو جب دس سے کم نکلین بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہی چاہے حصے دام دیکر لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلین تو بیع فاسد ہوگی اسلیے کہ اس صورت مین معلوم نہین کہ دس تھان جو بیچے کونسے ہین اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہی ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو لیلیوے بغیر اختیار کے ف یعنی اوسکو پھیرنے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اس زیادتی مین مشتری کا نفع ہی کچھ نقصان نہین ص اور اگر ساڑھے نو گز نکلا تو نو روپیہ کو لیوے اگر چاہے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین گیارہ روپیہ کو لیوے اور دوسری صورت مین نو کو اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین ساڑھے دس روپیہ کو اور دوسری صورت مین ساڑھے نو کو لیوے ف درمختار مین لکھا ہی کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہی لیکن بہت علمائے بخارا نے قول امام محمد کا اختیار کیا ہی اسواسطے قاضی کو اختیار ہی جس روایت پر فتوی دے ہو سکتا ہی ص صحیح ہی بیچنا گیہون کا بالی مین ف اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول مین ناجائز ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے گیہون کے بالی مین یہانتک کہ سفید ہوجاوے اور محفوظ ہوجاوے آفت سے روایت کیا اسکو جماعت نے سوائے بخاری کے ص اور اسیطرح باقلا اور چانول کا اور تل کا چھلکون مین اور اسیطرح اخروٹ اور بادام اور پستے کا پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین اور امام شافعی کے نزدیک درست نہین اور دوسرے چھلکون مین یعنی اندر کے پوست مین بالاتفاق جائز ہی اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ ظاہر ہو گیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہو گیا ہو یا نہوا ہو درست ہی اور مشتری پر اوسکا توڑ لینا واجب ہی ف اور دلیل اسکی فتح القدیر مین مذکور ہی ص اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی کہ مین ان پھلون کو درخت پر رہنے دون گا تو بیع فاسد ہوگی جیسے پھل درخت پر بیچے اور کچھ پھل بیع سے نکل آئے ف مثلاً یہ کہا کہ مین پھل اس درخت کے بیچتا ہون مگر چار سیر اونمین سے لے لونگا اونکو

نہ بیچون گا تو بیع باطل ہے اور ہدایہ اور در مختار مین ہے کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہے اور یہی صحیح ہے سوا اسکے کہ منتخب اثر مین ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مین کچھ نکال لینے سے مگر یہ کہ معلوم ہو یعنی معین کرے کہ اسمین اسقدر نہین بیچونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ص** اور بیع مین مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اسباب کی بائع پر ہے اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہے **ف** اور ایک روایت مین پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہے لیکن صحیح اول ہے خلاصہ **ص** اور اگر اسباب کو بدلے روپیہ اشرفی کے خریدا تو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالہ کرے بعد اسکے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے مثل اسباب کے یا روپیہ اشرفی کو بدلے مین روپیہ اشرفی کے خریدا تو دونون کو حکم ہوگا کہ معاً ایک دوسرے کو دیوین

باب الخیار

ف یعنی جائز ہونے کے بیان میں خواہ بائع کو اختیار ہو یا مشتری کو یا دونو کو **ص** بائع اور مشتری دونون کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہے اور اس سے زیادہ کا درست نہیں **ف** اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے ایک مدت معلومہ تک برابر ہے کہ تین دن کا ہو یا خواہ ایک مہینے کا یا ایک برس کا اور اس اختیار کو خیار الشرط کہتے ہین دلیل امام صاحب کی وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا دارقطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاری دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت مین تو فرمایا واسطے انکے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہین فریب ہے اور مجھے اختیار ہے تین دن تک اور روایت کی عبد الرزاق نے ابان بن ابی عیاش سے انھون نے انس سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہے لیکن ابان جو ابی عیاش ضعیف ہے مگر مرد صالح ہے اور روایت کی دارقطنی نے نافع سے انھون نے ابن عمر سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہے اور اسکی اسناد مین احمد بن میسرہ متروک الحدیث ہے اور صاحبین کی دلیل صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے کہ ابن عمر نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث مین نشان نہین ملتا **ص** تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحب اور زفر کے نزدیک بیع فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے پھر اگر تین دن کے اندر انھون نے اجازت دیدی **ف** یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا **ص** تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفر کے نزدیک جائز نہو گی **ف** اور فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے **ص** اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن تک دام نہ دونگا تو بیع نہو گی تو یہ شرط جائز ہے اور چار دن کی اگر قید لگاویگا تو درست نہو گی نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک درست ہو گی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاویگی مسئلہ بائع کا اختیار شے مبیع کو ملک بائع سے نہین نکالتا بلکہ وہ شے مدت خیار تک بائع کی ملک مین رہتی ہے تو اگر بائع کے اختیار کی صورت مین وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری پر قیمت اس شے کی لازم آویگی نہ ثمن **ف** ثمن اسکو کہتے ہیں جو بائع اور مشتری کے درمیان ٹھہری ہو اور قیمت جو اسکا نرخ بازار ہو مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپیہ کو خریدا تو چار روپیہ ثمن ہے اب بازار مین اسکی قیمت تین حال سے خالی نہین یا چار روپیہ ہین یا کم و بیش اول صورت مین ثمن اور قیمت مقدار مین مساوی ہین اور دوسری صورت مین ثمن زیادہ اور قیمت کم ہے اور تیسری صورت مین ثمن کم اور قیمت زیادہ ہے اور اس مسئلے کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار

رکھا کہ اس عرصے مین چاہوں تو کپڑا پھیر لوں یا اوسکی ثمن دے لوں اور عمرو وہ کپڑا لیکر چلا گیا بعد اوسکے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا
عمرو کے پاس تلف ہوگیا تو عمرو پر چار روپئے ثمن کے لازم نہ آدینگے بلکہ جو کچھ اوس کپڑے کی قیمت از روی نرخ بازار ہووے
وہ دینا پڑیگی اسلیے کہ جب بائع نے خیار کیا تو وہ کپڑا اوسی کی ملک مین رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہیں اور مشتری اوسکو بقصد
خرید اوسی لیگیا ہی اور اوسمیں قیمت لازم آتی ہی ص اور مشتری کو اگر خیار ہووے تو وہ شی بائع کی ملک سے نکل جاتی ہی لیکن مدت کے
اندر مشتری کی بھی ملک مین نہین آتی امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک ملک اوسکی مشتری کی ملک مین آجاتی ہی پس صورت مین اگر
وہ شی مشتری کے پاس تلف ہوگئی یا عیب دار ہوگئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی ف تو حاصل کلام یہ ہی کہ اگر بائع
کو اختیار ہووے اور وہ شی مشتری کے پاس تلف ہوجاوے تو اوسکو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار ہووے اور
وہ شی اوسکے پاس تلف یا عیب دار ہوجاوے تو ثمن دینی پڑے گی ص اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اوسکے مالک
سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحب کے نزدیک نکاح نہین فاسد ہوگا مدت خیار مین اسواسطے کہ اون کے نزدیک جب مشتری کو
خیار ہووے تو وہ شی ملک مین مشتری کے نہین آتی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ اوس لونڈی کا
مالک ہوگیا اور اگر بعد خریدنے کے مدت خیار مین خاوند نے اوس سے وطی کی اور وہ لونڈی ثیبہ ہی تب بھی پھیر سکتا ہی اور اگر بکر ہی تو نہین
پھیر سکتا ہی نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت مین نہین پھیر سکتا ف اور وجہ اوسکی ظاہر ہی
اور آگے اور آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہین وہ سب مبنی ہین اسی بات پر کہ خیار مشتری مین امام صاحب کے نزدیک وہ شی ملک مشتری مین نہین آتی
اور صاحبین کے نزدیک ملک مین مشتری کے آجاتی ہی ص اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اوسکا قریب نکلا ف
یعنی ذو رحم محرم جسکا بیان کتاب الاعتاق مین ہوچکا ص تو امام صاحب کے نزدیک مدت خیار مین وہ آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد
ہوجاویگا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہی اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحب کے نزدیک
مدت خیار مین وہ آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوجاویگا ف اور اگر یہ قسم کھائی تھی کہ مین کسی غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہی تو بمجرد
خریدنے کے آزاد ہوجاویگا سب کے نزدیک هدایه ص اگر جس لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار میں جو اوسکو حیض آویگا وہ استبرا
میں شمار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اوسکو بائع پر رد کردیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہوگا امام صاحب کے نزدیک
اور صاحبین کے نزدیک واجب ہوگا اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اوسکے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار مین وہ جنی یعنی بچہ جنی تو امام صاحب کے
نزدیک وہ ام ولد نہوگی اور اوسکو پھیر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ام ولد ہوجاویگی تو اب نہین پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری نے ایک شی کو
بشرط خیار خریدا اور اوسپر قبضہ کیا اذن بائع سے بعد قبضے کے پھر وہی شی بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع کے پاس تلف ہوگئی مدت خیار مین
تو امام صاحب کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگا واسطے رفع ہونے قبضے کے بسبب رکھنے اور بجہت نہونے ملک کے اور مشتری پر اوسکی ثمن
لازم نہ آویگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اوسپر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد ماذون ف یعنی جسکو مولی
نے اذن تجارت کا دیا ہووے ص ایک شی بشرط خیار خریدی بعد اوسکے بائع نے ثمن اوسکو معاف کردیا تو امام صاحب
کے نزدیک خیار اوسکا باقی ہی یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دیوے اور صاحبین کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور اگر ایک
ذمی نے ایک ذمی سے شراب خریدی بشرط خیار پھر بعد اوسکے خریدار مسلمان ہوگیا تو صاحبین کے نزدیک خیار اوسکا باطل ہوگیا

یعنی اب اسکو پھیر نہیں سکتا ورنہ لازم آئیگا کہ ایک خمر اور مسلم نہیں مالک ہوتا ایک خمر کا اور امام صاحب کے نزدیک باطل ہو گئی
بیع اسلیے کہ اگرچہ بائع کی سبب تو صورت استملاک ہی کا ملک ہوگا خمر کا مشتری مسلم اور مالک ہونا خمر کا مسلم کو
آتھ میں لے نزاع اختلاف کے ہیں اور جس شخص کو اختیار ہو وہ جائز اور تمام کر سکتا ہے جائے گو کہ دوسرا طرف ثانی اوس وقت حاضر نہو اور فسخ بھی
کر سکتا جبتک طرف ثانی حاضر نہووے اور امام ابی یوسف اور شافعی کے نزدیک فسخ بھی کر سکتا ہے اوسکے حضور کے اور اگر جس
شخص کو اختیار تھا اوسنے فسخ کیا پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار میں طرف ثانی کو خبر فسخ کی پہونچی تو معاملہ فسخ ہو جاویگا اور اگر مدت
خیار میں اوسکو خبر فسخ کی نہیں پہونچی تو معاملہ تمام ہو جاویگا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہووے اور وہ مرجائے تو اوسکے
وارث کو بھی خیار رہیگا اور اگر اوسکو خیار الشرط یا خیار الرویۃ تھا اور وہ مرگیا تو اوسکے وارث کو نہوگا **ف** خیار الشرط تو معلوم
ہوا اور خیار الرویۃ اسکو کہتے ہیں کہ بن دیکھے ایک چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت میں مشتری کو اختیار
ہے پھیر دینے کا اور خیار العیب یہ ہے کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع میں کوئی عیب نکلا تو اس میں بھی پھیر دینے کا اختیار ہوتا ہے اور
خیار التعیین یہ ہے کہ مثلا دو غلاموں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جو پسند آویگا بازار کو لے لیویگا اور پھر وہ شخص مرگیا تو اوسکے وارث کو
بھی اختیار معین کرنے لینے کا باقی رہیگا **ص** اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے **ف** مثلا کہے کہ زید
اگر پسند کریگا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہوگی **ص** تو درست ہے اور اس صورت میں جو بیع کو جائز یا فسخ کریگا درست ہوگا اور
(یعنی مشتری یا وہ مختار) اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر دونوں کی باتیں ساتھ ہوویں تو بیع فسخ ہو جاویگی اور اگر
دو غلاموں کو ساتھ بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام میں اختیار ہے تو اگر ہر ایک کی قیمت جدا گانہ بیان کر دی ہے اور جس غلام میں اختیار ہے اوسکو معین
کر دیا تو بیع جائز ہے ورنہ فاسد ہے **ف** مثلا قیمت جدا گانہ نہ بیان کی اور محل خیار معین کیا یا قیمت جدا گانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نہ کیا
یا محل خیار معین کیا لیکن قیمت جدا گانہ بیان نہیں کی **ص** اور اگر دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جسکو چاہیگا معین کر لیگا تو
وہ صحیح ہے اور جو شرط معین کرنیکی نہیں کی تو جائز نہیں اور جو ایک کو چار کپڑوں میں سے اسی شرط پر خریدا تو جائز نہیں **ف** یعنی اگر چار
کپڑوں میں سے ایک کو خریدا ہے اس شرط پر کہ تین میں ایک پسند کر کے لونگا تو جائز نہیں کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس سمجھا گیا ہے جائز ہوئی ہے نظر حاجت
کے دفع غبن کے اور تین کپڑوں سے حاجت مندفع ہو جاتی ہے اسواسطے کہ ان میں ایک عمدہ ہوگا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہیں
ص اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار بعد اوسکے مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اوس گھر کے بکا اور اوسنے شفعہ کی راہ سے اوسکو لیا تو دوسرے گھر کا
بطریق شفعہ رضامندی شمار کیجاویگی پہلے گھر کی خرید میں **ف** اسواسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نکیا تو دوسرے گھر میں شفعہ کا دعوی کب
ہو سکتا ہے **ص** اور اگر دو شخصوں نے ملکر ایک چیز مول لی بشرط خیار اور ایک ان میں سے راضی ہو گیا تو دوسرا بھی واپس نہیں کر سکتا یعنی اوسکا اختیار
جاتا رہا اسلیے کہ جو وہ پھیر دیگا تو مبیع عیب والی ہو جاویگی کیونکہ بٹ گئی اور اسمیں ضرر بائع کا ہے اور اسیطرح خیار العیب اور خیار الرویۃ میں **ف** یعنی دو شخص نے
ملکر خریدا بعد اوسکے عیب نکلا ایک راضی ہو گیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہے پھیر نہیں سکتا یا بن دیکھے دونوں نے خریدا بعد
دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو بھی دوسرا جو ناراض ہے نہیں پھیر سکتا اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں جو ناراض
ہے وہ بیع کو رد کر سکتا ہے **ص** اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ نانبائی ہے یا نویسندہ ہے اور وہ اسکے خلاف نکلا
تو مشتری کو چاہیے کل ثمن کو لے لیوے یا پھیر دیوے اسلیے کہ یہ امور اوصاف ہیں انکے عوض میں ثمن میں نقصان نہوگا

ص فصل خیار رویت کے بیان میں

ف یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان میں ص جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اوسکا خرید لینا درست ہی اور جب اوسکو
دیکھے تو اختیار ہے چاہے اوسی داموں کو خرید لیوے یا واپس کر دیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہو چکا ہو اور سکے یہ حق فسخ ف
اور اسکی کوئی مدت مقرر نہیں تو جائز ہی واسطے اوسکے فسخ بیع تمام عمر تک ص جب تک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نکے
یا کوئی فعل ایسا کیے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر ف اور اجنوں کے نزدیک موقت ہی بوقت امکان فسخ یعنی جب کہ
قادر ہو فسخ پر اور فسخ نکرے تو خیار ساقط ہو جاتا ہی لیکن صحیح اول ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہی اور دلیل
ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دارقطنی نے ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے
ایسی چیز کو کہ نہ دیکھا ہو اوسکو تو واسطے اوسکے اختیار ہی جب دیکھے اور اسناد میں اسکی عمر بن ابراہیم کردی ہی نسبت کیا گیا ہی
طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا اوسکو امام ابو حنیفہ رح نے ہیثم سے انھوں نے محمد بن سیرین رح سے انھوں نے ابو ہریرہ رض سے مثل
اوسکے اور بھی مؤید ہی اسکے وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے مکحول سے مرسلا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جسکو نہیں دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل
حجت ہی اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا ص اور اگر مشتری نے معاملہ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو بیع
جاری ہو جاویگا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دیگا تو جائز ہوگی اور جس شخص نے بیچا اپنی شی کو بغیر دیکھے ہوے تو اوسکو
اختیار نہیں ہی ف اور پہلے امام صاحب رح کے نزدیک بائع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اوس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی طحاوی نے اور
بیہقی نے علقمہ بن ابی وقاص سے کہ طلحہ رض نے کچھ مال خریدا حضرت عثمان رض سے تو کہا گیا اونسے کہ نقصان پایا تم نے یہیں کہا حضرت
عثمان رض نے کہ مجھکو اختیار ہی اسواسطے کہ میں نے بیچا ایسی چیز کو جسکو نہیں دیکھا تو حکم بنایا اون دونوں نے جبیر بن مطعم کو تو فیصلہ کیا انھوں
نے اس بات پر کہ اختیار طلحہ کو ہی اور نہیں اختیار ہی حضرت عثمان رض کو ص اور خیار الرویہ اور خیار الشرط دونوں باطل
ہو جاتے ہیں جب شی بیع میں مشتری کے پاس اگر کچھ عیب ہو جاوے یا مشتری اوس شی میں ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہو جیسے
جیسے غلام کو آزاد کر دیوے یا مدبر کر دیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اوس سے متعلق ہو جاوے جیسے بدون خیار کے اوسکو بیچ ڈالے یا گرو
رکھدے یا کرایہ میں دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہوں یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہو جاتا ہی اور اسیطرح خیار الشرط
اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہو جاوے جیسے بشرط خیار اوسکو بیچے ف کیونکہ بیع بشرط خیار میں وہ شی ملک بائع سے
نہیں نکلتی ص یا بازار میں اوسکا نرخ کرا دے یا کسی کو ہبہ کر دے بدون تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہونگے تب خیار باطل
نہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہو جاویگا اور غلے کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے منہ کو اور جانور کے منہ اور پٹھے کو
اور تہ کیے ہوے کپڑے کے اوپر کی تہ کو اگر اوس میں نقش و نگار نہو دیکھ لیا تو خیار الرویہ ساقط ہو جاویگا اور اگر اوس کپڑے میں نقش و نگار
ہو تو جس جگہ نقش ہی اوسکا بھی دیکھنا ضرور ہی بغیر اوسکے دیکھے خیار ساقط نہوگا ف اور در مختار میں ہی کہ ہر کپڑے کو اندر سے
دیکھنا کھول کر ضرور ہی اور یہی فتوی ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہی ص مشتری نے اگر کسیکو مول لینے کے لیے یا بیع پر
قبضہ کرنے کے لیے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہو جاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے ف یعنی اگر

مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پونہچا دے تبضہ کرنیکا یا تسلیم کرنیکا بائع سے اور اوس نے پیام پونہچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا اوسکا خیار کو ساقط نکریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شی کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو اوسکے دیکھنے سے خیار ساقط ہو جاویگا اور ہدایہ مین ہی کہ یہ اتفاق ہی امام صاحب اور صاحبین کا البتہ وکیل بالقبض مین اختلاف ہی اور نہایۃ الاوطار مین جو خلاف وکیل خریدمین اور اتفاق وکیل بالقبض مین لکھا ہی بالکل سہو ہی ص اور اسن مانے مین داخل دار یعنی گھر کا دیکھنا اندر سے ضرور ہی کیونکہ زمانۂ سابق مین جب دیوارین گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھ لیتا تھا کافی ہوتا تھا اسواسطے کہ گھر اور باغ اوسکے ایکسان تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا ف اور امام زفر کے نزدیک فقط صحن کا دیکھنا بھی کافی نہین بلکہ اوسکے دالان کوٹھریان کمرے بھی دیکھے اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتویٰ ہی اس زمانے مین اور اسیطرح حکم ہی باغ کا دُرّ مختار ص اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہی اور جب خریدے تو اوسکو اختیار رہیگا اور اگر اوسکو ٹٹول لیگا یا سونگھ لیگا یا چکھ لیگا تو خیار ساقط ہوگا اون چیزون مین جو ٹٹولنے یا سونگھنے یا چکھنے سے اونکا حال معلوم ہو جاتا ہی ف جیسے بکری عطر حلوا ص اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اوسکا خیار ساقط نہوگا جبتک کہ اوسکے اوصاف بیان نکیے جاوین اور امام ابی یوسف سے مروی ہی کہ اگر ایسی جگہ مین کھڑا ہو جاوے کہ در صورت بینائی اوسکو دیکھ لیتا تو خیار اوسکا ساقط ہوگا ف جیسے بھی کہدے کہ مین راضی ہو گیا اور کہا حسن بن زیاد نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کر دیوے اور وہ دیکھ لیوے اور یہ مناسبہ زیادہ ہی قول امام صاحب کے کیونکہ اونکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ موکل کے ہی ہدایہ ص اگر دو کپڑون مین سے ایک کو دیکھ کے دونون کو ساتھ خریدکیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونون کو پھیر سکتا ہی نہ ایک کو جس کو نہین دیکھا تھا اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اوسکا حال بدلا گیا ہی تو اوسکو اختیار رہیگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ بیع کا حال بدل گیا ہی اور بائع کہے کہ نہین بدلا ہی تو قول بائع کا معتبر قسم سے اور اگر دیکھنے مین اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تو نے دیکھ کے خریدا ہی اور مشتری کہے کہ مین نے بن دیکھے خریدا ہی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہی اور اگر ایک گٹھری تھانون کی مول لی اور اون مین سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسیکو ہبہ کر کے اوسکے حوالے کر دیا تو خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط ساقط ہو گیا البتہ اگر اوس مین عیب نکلے تو جو باقی رہا ہی اوسکو پھیر سکتا ہی ف ہدایہ مین اور اصل کتاب مین اسکی وجہ یہی لکھی ہی کہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مانع ہین تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور بعض مبیع پھیرنے مین تفریق صفقہ ہوتی ہی قبل تمام صفقہ کے اور تفریق صفقہ جائز ہی بعد تمام صفقہ کے نہ قبل اوسکے اور خیار عیب منع کرتی ہی تمامی صفقہ کو قبل قبض سے نہ بعد قبض کے پس صورت مذکورہ مین بسبب خیار عیب کے اگر بعض مبیع کو پھیریگا تو تفریق صفقہ بعد تمام صفقہ ہوگی نہ قبل تمام صفقہ اور دلیل اسکی شرح وقایہ مین مسطور ہی اور یہی ہدایہ مین لکھا ہی کہ اگر وہ تھان پھر مشتری پاس لوٹ آیا مثلاً بیع فسخ ہو گئی یا ہبہ مردود ہو گیا تو خیار الرؤیۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ بعد سقوط کے پھر عود نکریگا مثل خیار الشرط کے اور اُسی پر اعتماد کیا قدوری نے اور در مختار مین ہی کہ صحیح کہا اوسکو قاضی خان نے اور اگر کوئی چیز خریدے بدون دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہین طلب کر سکتا ہی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کو

واسطے خیار الرویۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اوس عوض کا جو اوسکو حاصل ہوگا درمختار طحطاوی

ص فصل خیار عیب کے بیان میں

ف یعنی عیب نکلنے کے سبب جو اختیار ہوتا ہے اوسکے بیان میں ص مشتری اگر بیع میں ایسا عیب پاوے جس سے اوسکی قیمت تاجروں کے نزدیک کم ہوجاتی ہے تو اوسکو اختیار ہے چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے داموں سے لیوے ف اور دلیل اس مبارک ثبوت کی وہی ہے جو روایت کی بخاری رح نے تعلیقاً عداء بن خالد سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہیں عیب دار وہیں اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت ابن ماجہ میں ہے کہ بیع المسلم المسلم ماکان سلیماً بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہ ہے جو سالم ہو عیب سے اور سنن ابی داؤد میں ہے حضرت عائشہ رض سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خرید اور وہ اوسکے پاس رہا پھر اوس میں عیب پایا تو پھیر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو بائع پر ص اور مشتری کو یہ نہیں پہونچتا کہ بیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب سے جو اوسکا نقصان ہوا ہے بائع سے پھیر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہو اور بچھونے پر موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی کا چھٹپنے میں جب عقل رکھتے ہوں عیب ہے اور جب عقل رکھتے ہوں تو عیب نہیں اور بڑے پن میں دوسرا عیب ہے ف حاصل اسکا یہ ہے کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اوسکو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاویگا تو اوس صورت میں خیار نہیں مثلاً ص بائع کے پاس چھوٹے پن میں چورایا اور وہ عقل رکھتا ہے اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن میں تو ایک ہی عیب گنا جاویگا ف اسواسطے کہ سبب چوری کا دونوں جگہ ایک ہی وہ بے پروائی جو عہد طفولیت میں ہوتی ہے ص اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن میں کی تو یہ دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت میں مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہوگا ف اسواسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب بے پروائی ہے اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہے ص اور عاقل ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بہت صغیر سن ہووے کہ عقل نہ رکھتا ہووے تو اوسکی چوری عیب نہیں ہے ف اور اسیطرح بھاگنا اوسکا شمار میں نہیں بلکہ وہ گمراہ ہے ہدایہ ص اور جنون خواہ چھوٹے پن میں ہووے یا بڑے پن میں ہر طرح ایک عیب ہے تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس کر خواہ چھوٹے پن میں مجنوں ہوا یا بڑے پن میں ہر صورت میں اوسکو اختیار واپسی کا ہے اور گندہ دہنی اور بغل کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی میں عیب ہے غلام میں نہیں ف اسواسطے کہ لونڈی سے صحبت اور طلب ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتیں اوس میں مخل ہیں برخلاف غلام کے کہ خدمت میں یہ باتیں قادح نہیں الا درصورتیکہ غلام کو عادت زنا کی ہووے کیونکہ اس صورت میں خدمت میں حرج ہوگا ہدایہ ص اور کافر ہونا دونوں میں عیب ہے ف اسواسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہے کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اوسکی آزادی کفارہ قتل میں صحیح نہیں ہے تو اگر خرید اس شرط پر کہ وہ کافر ہے اور مسلمان نکلا تو رد نکریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک رد کرسکتا ہے ہدایہ ص اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہے ف سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہے بلوغ کی نزدیک امام ابوحنیفہ رح کے عورت میں اور ان دونوں کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دیجاویگی

جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہوئے یا بعد قبض کے هدایه ص اور مشتری و برس سے کم کی جبکہ عیب
ف کیونکہ ابھی احتمال ہے بائع منہ ہونیکا ص اگر مشتری کے پاس آکر ایک اور عیب ہو گیا تو جو عیب بائع کے پاس تھا اوسکے موافق
نقصان کے دام پھیر لیوے اور بیع کو رد نہیں کر سکتا مگر جب بائع راضی ہو کہ پھیر لینے پر مثلاً ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور اوسکو
قطع کیا بعد اوسکے اوسمین عیب معلوم ہوا تو جسقدر عیب سے نقصان ہوا اوسکے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہیں پھیر سکتا مگر جب
بائع راضی ہو جاوے اوس قطع کیے ہوئے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اوس کپڑے کو بعد قطع کے بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض
بائع سے نہیں لے سکتا ایسلیے کہ بائع کو اختیار تھا کہ مبیع عیب دار لے لیتا اور نقصان بھی نہ دیتا پس اب بیع سے مشتری حابس مبیع کا ہوگا
تو وہ نقصان نہیں لے سکتا اور اگر قطع کر کے اوسکو سلیا یا سرخ رنگا ف اور اگر سیاہ رنگیگا تو بائع اگر راضی ہو جاویگا تو پھیر سکتا ہے
ص یا ستو خرید کے اوسکو گھی میں ملایا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو بائع پھیر نہیں سکتا
ف اگرچہ بائع راضی ہو جاوے پھیر لینے پر کیونکہ اوسمین زیادتی ملک مشتری ہو گئی ہے اور وہ جدا نہیں ہو سکتی ص اور اگر بعد
عیب معلوم ہونے کے ان چیزوں کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ اس صورت میں مشتری حابس
مبیع نہیں ہوا کیونکہ قبل بیع کے بھی بائع اوسکو نہیں لے سکتا تھا پس حق رجوع بنقصان باقی رہیگا ف واسطے یہ ہے کہ اگر
کسی نے کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کر کے اپنے نابالغ لڑکے کا کرتا سیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہیں پھیر سکتا
اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہے ص اگر ایک غلام خریدا اور اوسکو آزاد کر دیا یا مکاتب یا مدبر کر دیا یا
لونڈی خرید کی اوسکو ام ولد بنایا یا مر گیا نزدیک مشتری کے بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلا بائع سے پھیر سکتا
ہے اور اگر مال کے عوض میں اوسکو آزاد کیا یا اوسکو قتل کر ڈالا یا کھانا خریدا اور کل یا بعض اوسمین سے کھا لیا یا کپڑا خرید کے
اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہیں سکتا اور اگر انڈا یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا
یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کارآمد نہووے تو کل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر
کچھ کارآمد ہے تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے ف اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہو جاوے گی
جیسے سو اخروٹوں میں ایک یا دو بُرے نکلے هدایه ص اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اوسمین
عیب معلوم ہوا اور سادت گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اسمین عیب کا یا انکار کیا تھا
اس عیب کا جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس عیب تھا اور اوسنے
انکار کیا قسم سے اور قاضی نے مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروا دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اوسکو
پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شی پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہیں پھیر سکتا
ف اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے ص اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اوسکے اوسمین عیب کا دعوی کیا تو قاضی
مشتری پر واسطے ادای قیمت کے جبر نکریگا یہاں تک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیب دار نہ تھی
یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع کے پاس عیب دار تھی ف اسواسطے کہ اول صورت میں قاضی ثمن بائع کو مشتری سے
دلا دیوےگا اور دوسری صورت میں وہ شی بائع کو پھروا دیگا تو جبتک ان دونوں امروں میں سے کوئی امر نہ پایا جاوے تبتک

مشتری سے ثمن نہین دلا سکتا کیونکہ احتمال ہو کہ بائع قسم سے نکول کرے اور یا مشتری گواہ عیب دار ہونے پر قائم کر دے
تو اب تھا ی قاضی باطل ہو جاویگی **ص** اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو ثمن بائع کے حوالے کرے بشرطیکہ
بائع قسم کھائے عیب نہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاویگا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو
پھیر دیا جاویگی **ف** تو اگر بائع نے عیب نہونے پر قسم کھا لی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت میں ثمن مشتری سے
دلا دیا جاویگی اب اگر پھر اوسکے گواہ آ گئے اور انہون نے گواہی دی اوس شی کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لیکر
مشتری کو دلا دی جاویگی اور مبیع بائع کو کفایہ **ص** تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کر لینے کے دعوی کیا
اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہی تو بائع سے قسم نہ لیجاویگی جب تک مشتری گواہ نہ لائے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہے
اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی میں نے بیچا اور سونپا اوس غلام کو
کیا او سکو مشتری کے اور جب تک کبھی نہ بھاگا تھا یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو حق اوسکے رد کا نہیں پہونچا
اور میرے جس طور سے وہ دعوی کرتا ہی یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس سے **ف** کیونکہ ان تینون
صورتون مین بائع کو گنجائش تاویل اور بات بنانے کی نہیں ہی کہ اوسکا یہ قسم سے سمجھ لے **ص** اور اسطرح سے قسم نہ دیوے کہ قسم خدا کی
جسوقت اوسنے بیچا تھا اوسوقت غلام میں یہ عیب تھا یا قید اکی جسوقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اوسوقت یہ عیب نہ تھا **ف**
اسواسطے کہ دونون صورتون مین بائع کو گنجایش بات بنانے کی ہی کیونکہ اول صورت مین ممکن ہی کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم
کے حادث ہو گیا ہو اس صورت مین اوسکا کلام سچا ہو سکتا ہی اور مشتری کا حق رد بالعیب باقی رہتا ہی اور دوسری صورت
مین ہو سکتا ہی کہ مراد اوس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونون کے وقت مین نہ تھا بلکہ ایک کے
ساتھ تھا **ص** اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہوویں بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبین کے نزدیک قاضی بائع سے
قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ میں نہیں جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہی تو اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی
مشتری کا لغو ہو گیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دیجاویگی جو بعد گواہوں کے پیش ہونے کے
دیجاتی تھی **ف** یعنی اوسی تین طرح سے **ص** اور امام صاحب کے نزدیک ایک قول مین جب مشتری پاس گواہ نہون
تو بائع کو قسم بالکل نہ دیجاویگی **ف** اسواسطے کہ قسم مرتب ہوتی ہی دعوی صحیح پر اور دعوی صحیح نہیں ہوتا بغیر خصم کے
اور مشتری خصم نہین ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت نکرے بیع مین گواہون سے اور یہان گواہوں سے عیب ثابت نہیں
ہوا پس حلف لیجاویگی اور اگر دعوی بائع غلام کے بھاگنے مین ہووے تو قاضی بائع کو اسطورت قسم دیویگا کہ واللہ نہیں
بھاگا میرے پاس جب سے پیدا ہوا ہی یعنی بالغ ہوا ہی اسواسطے کہ چھوٹے پن مین بھاگنا سبب نہین رد کا بعد
بلوغ کے **ھدایہ** **ص** اور ایک قول مین قسم دیجاویگی موافق مذہب صاحبین کے **ف** اور یہی مختار ہی **ص** اگر ایک
شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی پر قبضہ کیا اور بائع نے اوسکے ثمن پر اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری
کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیرنے کو لیگیا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اسی دامون مین دو لونڈیان
بیچی تھیں ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہیں تو نے یہی اکیلی ان دامون مین بیچی تھی تو قول

مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیان بیچی تھیں لیکن مشتری
یہ کہتا ہی کہ میرے قبضہ مین ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہی کہ تو دونون لے گیا تھا تب بھی قول مشتری کا قسم سے معتبر
ہوگا اسلیے کہ اختلاف قدر مقبوض مین ہی پس قول قابض کا معتبر ہوگا جیسا کہ غصب مین اور اسیطرح اگر قدر مبیع
مین اتفاق کیا اور اختلاف کیا قدر مقبوض مین مشتری کہتا ہی کہ دونون کو مول لیا تھا مگر ایک ہی پر مین نے قبضہ کیا اور
بائع کہتا ہی تو نے دونون پر قبضہ کیا ہی تو بھی قول مشتری کا معتبر ہوگا بحلف اور اگر دو غلامون کو ایک ہی مرتبے مین
خریدا اور اونمین سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی مین عیب معلوم ہوا تو چاہے دونون کو رکھے اور چاہے دونون کو پھیر دے
ف اور یہ نہین کر سکتا کہ ایک کو پھیر دے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقہ بیع تمام نہیں ہوا ہی
بسبب عدم قبض مشتری کے دونون غلامون پر تو ایک کے پھیرنے مین تفریق صفقہ لازم آتی ہی قبل تمام کے اور وہ
جائز نہیں **ھدایہ ص** اور اگر دونون پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہی **ف** اسواسطے کہ یہاں
صفقہ بسبب قبض کے تمام ہوگیا ہی تو تفریق صفقہ مین کچھ قباحت نہین **ص** جو چیز ناپ یا تول کے بکتی ہی **ف** جیسے غلہ
وغیرہ **ص** اگر اوسمین سے کسی قدر مین عیب پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے **ف** مثلاً اگر
بھر گیہون خریدے اور سیر بھر مین اوسمین سے کچھ عیب معلوم ہوا تو چاہے کل کو واپس کرے چاہے کل کو رکھے
اور یہ نہین ہو سکتا کہ جتنا عیب دار ہی اوسکو واپس کر دے اور باقی کو رکھ لیوے **ص** اور بعضون نے کہا یہ جب ہی
کہ وہ ساری چیز ایک ہی ظرف میں ہو اور جو دو ظرفون مین علحدہ علحدہ ہووے تو وہ بمنزلے دو عددون کے ہی **ف**
جیسے دو بورے گیہون کے ہون مین من من بھر کے **ص** تو جسمین عیب نکلے اوس ظرف کو پھیر سکتا ہی اور اگر مبیع مین کسی
قدر دوسرے کا حق نکل آوے اور مشتری مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو اوسکو یہ اختیار نہیں کہ جسقدر باستحقاق مستحق ہے
باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہی یا اگر مبیع
اگر کپڑا ہووے اور اوسمیں تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کر دے **ف**
اسواسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہین ہی بلکہ اناج وغیرہ ہی تو اوسمین تھوڑا نکل جانا مشتری کو ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ اوسکے دام
بائع سے پھیر لیگا اور کپڑے مین بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکلی جاوے تو ضرر کرتا ہی اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے
کے لیے لیا تھا وہ اب نہ بن سکے گی **ص** اگر ایک گھوڑا خریدکر اوسمین عیب پایا اور پھر اوسکا علاج کیا یا اپنی حاجت کے
واسطے اوسپر سوار ہوا تو خیار ساقط ہو جاویگا اسلیے کہ یہ رضا ہی اور اگر سوار ہوا اوسکے پھیرنے کے لیے یا پانی پلانے
کے لیے یا چارا خریدنے کے لیے جب بغیر چڑھے چارا خریدنا اور پانی پلانا ممکن نہو **ف** مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار
ہوے نہ چلے یا مشتری چال سے عاجز ہو **ص** تو خیار ساقط نہو ویگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا
تھا اور مشتری کے پاس آکر اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض مین گردن مارا گیا تو اول صورت مین مشتری غلام کو
پھیر دیوے اور دونون صورتون مین بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکی قیمت دونو
حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لیوے **ف** یعنی اوسی غلام کی اگر سارق نہو تو کیا قیمت ہی اور اگر سارق ہو تو

لیا قیمت ہی لگا کر اول جتنا اونی پر بڑھے اوسقدر بائع سے پھیر لیوے اور اسیطرح یہ قاتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مباح الدم کے ص جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آکر بسبب بچہ کی کے مرگئی ف تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبین کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگا کر اول کی قیمت جتنی بڑھے اوسقدر پھیر لیوے ھدایہ ص اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ مین بیع کے سب عیبوں سے بری ہون اور مشتری نے اوسکو منظور کیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر نسکیگا اگرچہ بائع نے ہر عیب کا نام نلیا ہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک درست نہین اور بائع سب عیبوں سے بری رہیگا خواہ وہ عیب وقت بیع سے ہو یا قبل قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسف رح کے اور امام محمد رح کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوگیا ہو اوس سے بائع بری نہوگا ف اور یہی قول ہے زفر رح کا اور مختار قول امام ابو یوسف رح کا ہے

ص باب بیع باطل اور فاسد کے بیان مین

ف شرح ہدایہ مین ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح اور اگر سالم نہو اس طرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہے بسبب فوت ارکان بیع کے (یعنی بائع یا مشتری ۱۲) اور اگر ایجاب و قبول بیع مین خلل نہ پڑے لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہووے اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہووے جو مقتضای عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اور اصل کتاب مین ہے کہ مال وہ چیز ہے جسمین آدمیون کی رغبت ہووے اور اوسکو لوگ خرچ کرین تو مٹی اور خون اور جو جانور آپ سے مرجاوے اور شخص آزاد وہ مال نہین ہے (یعنی شرح وقایہ ۱۲) لیکن وہ جانور جسکا گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہ زخمی کرکے قتل کیا جاوے جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہے اور ذبیحہ مجوسی کے مال مین لیکن شرع مین یہ چیزین متقوم نہین ہین جیسے شراب اور سور اور جو مال شرع مین غیر متقوم ہے یعنی نہ لے قیمت اوسکی امانت اور بدل کرنے کا ہمکو حکم ہوا ہے لیکن وہ اور دینون مین مال متقوم ہے تو جو چیزین بالکل مال نہین ہین جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپسے جانور مرا ہوا تو اوسمین بیع بالکل باطل ہے برابر ہے کہ اوسکو مبیع بناوین یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہے ہماری شرع مین جیسے شراب یا سور یا ذبیحہ مجوسی تو اوسکو اگر بدلے مین روپیہ اشرفی کے بیچین تو بیع باطل ہے اور اگر اسباب کے بدلے مین بیچین یا اسباب کو ان چیزون کے بدلے مین بیچین تو اسباب مین بیع فاسد ہے اور ان چیزون مین باطل تو باطل وہ بیع ہے کہ جسکی اصل اور وصف دونون فاسد ہون اور فاسد وہ ہے جسکی اصل صحیح ہو اور وصف فاسد ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک باطل اور فاسد مین کچھ فرق نہین ہے اور تحقیق اسکی اصول فقہ مین ہے انتہی اور ہدایہ مین ہے کہ بیع باطل مین وہ شی مشتری کے ملک مین کسی طرح نہین آتی تو اگر وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اوسکا تاوان مشتری پر نہوگا اور بیع فاسد مین جب مشتری اوس شی پر قبضہ کرلیوے تو اوسکا مالک ہو جاتا ہے اور اوس شی کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہے اسکی مثال یہ ہے کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے مین مُردے یا خون کے

خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آکر ہلاک ہو گیا تو اوسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہی اور اگر زید نے ایک گھوڑا
بدلے مین شراب یا سور کے خریدا تو زید پر اوسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اوسپر قبضہ کریگا تو وہ گھوڑا زید کی ملک مین آجاویگا
اسواسطے کہ یہ بیع فاسد ہی اس قاعدہ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہی کہ اس باب کے سب مسائل مذکورہ مین کام آویگا **ص** باطل
ہو بیع اوس چیز کی جو مال نہین ہی جیسے خون یا مردہ **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین مال نہین ہین دوسرے یہ کہ حرام کیا انکو
اللہ تعالی نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی حرام ہی تمپر مردہ جانور اور خون
اور گوشت سور کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوای خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے بیشک اللہ تعالی جسوقت حرام کرتا ہی کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہی اونپر قیمت اوسکی روایت کیا اسکو ابو داود نے
ابن عباس سے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سال فتح مکہ کے اور آپ مکہ میں تھے کہ اللہ اور رسول نے اوسکے حرام کی بیع شراب اور مردہ اور سور اور بتونکی سو کسی نے
کہا یا رسول اللہ فرمایئے چربی کو مردے کی کہ روغن کرتے ہین اوس سے ناؤں کو اور چرب کیجاتی ہین اوس سے کھالین اور روشنی
کرتے ہیں اوس سے لوگ سو فرمایا نہین وہ حرام ہی لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالی نے جب حرام کی اونپر چربی جانورونکی
پگھلایا اوسکو پھر بیچا اسکو پھر کھائے دام اوسکے **ص** اور آزاد شخص کی **ف** اسواسطے کہ آزاد شخص مال نہین ہی اور صحیح
بخاری میں مروی ہی ابو ہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہین کہ دشمن ہونگا مین اونکا
دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اوسنے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جسنے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اوسکی
اور ایک وہ شخص جسنے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اوسکو مزدوری اوسکی **ص** اور اسیطرح ان چیزون کے عوض مین
بیچنا بھی باطل ہی اور بھی باطل ہی بیع ام ولد کی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہ کا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپنے کہ آزاد کر دیا اوسکو لڑکے نے اوسکے یعنی ابراہیم نے اور روایت کی
بیہقی اور مالک نے ابن عمر سے کہ منع کیا حضرت عمر نے بیع سے ام ولد کے تو کہا کہ نہ بیع کیجاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ
میراث میں آوے خدمت لے اوس سے مالک اوسکا جب تک چاہے پھر جب مر گیا تو وہ آزاد ہی **ص** اور مدبر کی **ف** یعنی مدبر
مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہی ھدایہ مدبر مطلق اوسکو کہتے ہیں جسسے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے
آزاد ہی اور مدبر مقید وہ ہی جسسے مالک کہے کہ اگر مین اس سفر سے آؤن تو تو آزاد ہی یا اس بیماری مین اگر مر جاؤن تو تو آزاد
ہی اور امام شافعی کے نزدیک بیع مدبر مطلق کی بھی جائز ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جو گذری کتاب العتاق مین کہ نہ
بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے **ص** اور مکاتب
کی **ف** اور یہی صحیح مذہب ہی شافعی کا اور بعض مالکیہ کا اور امام احمد کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہی اور ہدایہ
مین ہی کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اوسمین دو روایتین ہین اصح اور اظہر یہ ہی کہ جائز ہی اسواسطے کہ روایت
کی ابو داود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے مکاتب غلام ہی جبتک کہ باقی رہے اوسپر ایک درہم
اور نقل کیا اسکو بخاری نے حضرت عایشہ اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر سے اور بھی روایت کی بخاری نے

کہ آئی بریرہ مدد مانگتی تھی حضرت عایشہؓ سے اپنے بدل کتابت مین سو کہا حضرت عایشہؓ نے کہ اگر تیرے مالک راضی
ہو جاوین اس بات پر کہ سب روپے میں اونکو ایک دفعہ دیدون اور تجکو آزاد کر دون تو مین یہ امر کرونگی تو ذکر کیا بریرہؓ نے اس بات کا
اپنے مالکون سے کہا اونھون نے نہین راضی ہین ہم اسپر مگر یہ کہ ترکہ تیرا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت عایشہؓ نے
اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپؐ نے کہ خرید کر لو تم اوسکو اور آزاد کر دو اور ترکہ اوسیکو ملیگا جو آزاد
کریگا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہوجاوے بیع پر درست ہی اور یہی موافق
قیاس کے ہی **ص** اور باطل ہی بیع اوس مال کی جو شرع مین نہ قیمت ہو جیسے شراب یا سور روپیہ یا اشرفی کے بدلے مین **ف**
یعنی اون چیزون کے بدلے مین جو ثمن ہیں جیسے روپیہ اشرفی اور پیسے جنکا چلن ہووے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جس وقت حرام کرتا ہی کوئی شی حرام کرتا ہی ثمن اوسکی روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور
گذر چکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالی نے بیع شراب اور سور اور مُردے اور بتون کی **ص** اور اگر بائع نے آزاد اور
غلام کو ملا کر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مُردار کو **ف** جسپر قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہووے یا اور کسی کے نام پر
ذبح کیا جاوے یا بدون ذبح کے مر گیا ہو **ص** تو دونون کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ کہہ دی ہووے **ف**
مثلاً یون کہے کہ بیچا مین نے ان دونو کو بدلے مین دو روپے کے ایک روپیہ قیمت ہی ذبح کی اور ایک روپیہ مُردے کی **ص**
اور اگر غلام کو مدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملا کر بیچے یا اپنی ملک کو شی موقوفی کے ساتھ ملا کر فروخت
کرے تو غلام اور اپنی ملک کی بیع درست ہوجاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہوگی **ف**
اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کی ہووے ہدایہ **ص** اور اسباب کا بیچنا بدلے مین شراب کے
یا شراب کا بدلے مین اسباب کے فاسد ہی **ف** یعنی یہ بیع فاسد ہی اسباب میں تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کرلیگا اس
صورت مین اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی اور اوسکا مالک ہوجاویگا لیکن شراب مین باطل ہی یہانتک کہ عین شراب کا
مالک نہیں ہوسکتا تو جسکی طرف سے شراب ٹھہری ہی وہ اوسکی قیمت دیگا **ص** اور باطل ہی بیع مچھلی کی دریا مین قبل
شکار کے اگرچہ روپیہ اشرفی کے بدلے مین ہووے اور فاسد ہی اسباب کے بدلے مین **ف** اسواسطے کہ روایت ہی ابن مسعود
رضی اللہ عنہما سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خریدو مچھلی کو پانی مین بیشک وہ مین خطر یعنی دھوکا ہی
روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے اور اشارہ کیا اسطرف کہ موقوف ہونا اوسکا صواب ہی اور روایت کی امام ابو یوسف رحمہ نے
کتاب الخراج مین عمر بن خطابؓ سے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی مین بیشک وہ دھوکا ہی اور نکالا مثل اوسکے ابن مسعودؓ سے
ص اور اگر مچھلی کو شکار کر کے ایسے گڑھے مین ڈال دیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اوسکو پکڑ سکتے ہین تو اوسکی بیع جائز ہی اور اگر بغیر حیلہ
یا مشقت کے نہین پکڑ سکتے ہیں تو فاسد ہی اور اگر مچھلیان دریا سے ایک طرف گڑھے مین آکر جمع ہوئین اور راہ اونکی
دریا کی بند کر دی تو بیع اونکی جائز ہی ورنہ باطل ہی اور یہی باطل ہی بیع ہوا مین اُڑتے جانور کی **ف** اسواسطے کہ قبل
پکڑنے کے وہ ملک مین نہین آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہو تو بھی جائز نہین اسواسطے کہ اوسکی تسلیم پر قادر نہین ہی اور منع کیا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور اگر وہ پرند جانور ایسا

ہو کہ بائع سے ہلا ہوا اور اوسکے بُلانے سے چلا آتا ہو کہ بغیر تکلف کے تو جائز ہی بیع اوسکی ورنہ نہین فتح **ص** اور باطل ہی بیع بچے کی پیٹ میں **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدنے سے اوس چیز کے جو پیٹ میں ہی چوپایوں کے یہانتک کہ جنین ہو روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع سے اوس چیز کے جو نر کی پشت میں ہووے اور مادہ کے شکم مین **ص** اور بچے کے بچے کی **ف** یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہو ویسے ہی اوس بچے کے بچے کی جسکو عربی میں نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کے یعنی ولد الولد کے اور ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبد الرزاق مین بسند صحیح منقول ہین اور یہی موافق ہین لغت کے اور قریب ہیں اور روی لفظ کے اور اسی طرف گئے ہین امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اس حدیث کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ کسی چیز کو خریدے اس وعدہ پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہوئیگا اور پھر اوسکا بچہ اوسوقت میں دام دونگا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہی قسطلانی **ص** اور جائز نہین بیع دودھ کی تھن میں جانور کے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اوس چیز کی جو تھنون میں جانور کے ہی اور روایت ہی ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہانتک کہ کھانے کے قابل ہووے اور بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودھ تھن مین روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور دارقطنی نے اور نکالا اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین عکرمہ سے اور یہی راجح ہی اور بھی نکالا اسکو موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اوسکو بیہقی نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں عکرمہ سے اونھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپنے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودھ تھن مین اور گوشت بکری میں یا چربی اوسکی یا مسکہ اوسکے بیانے اوسکے یا کھال مین اوسکی جب تک نہ ہووے یا آٹا گیہون میں یا گھی دودھ میں فتح **ص** جانا چاہیے کہ دودھ کی تھن مین بیع جائز نہونے کی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ معلوم نہین کہ تھن کے اندر دودھ ہی یا خون ہی یا ریح تو اس صورت مین بیع باطل ہونی چاہیے اسواسطے کہ اوسکے وجود مین شک پڑ گیا دوسری وجہ یہ ہی کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہی تو بعد بیع دوہنے کے پہلے اگر بڑھیگا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جاویگی اور یہ وجہ چاہتی ہی کہ بیع فاسد ہو **ف** اسیواسطے ہم نے اوسکو جائز نہین کہا تا دونون صورتون کو شامل ہو جاوے **ص** اور فاسد ہی بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اسلیے کہ محل قطع میں جھگڑا ہوگا اور جس بیع میں جھگڑا ہو وہ فاسد ہی **ف** اور بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گذری **ص** اور ایک کڑی کی چھت میں اور ایک گز کی کپڑے مین اگرچہ اوسکے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جاویگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے کڑی کو اوکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا اور باطل ہی بیع اوس چیز کی جو شکار ہی کے ایک بار جال لگانے مین پھنسے **ف** اسواسطے کہ اسمین دھوکا ہی اور منع کیا ہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس بیع سے (اسلیے کہ معقود علیہ مجہول ہی ۱۲) اور اسیطرح باطل ہی بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے کی کیونکہ منع کیا اوس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعید میں روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** اور فاسد ہی بیع مزابنہ اور وہ یہ ہی کہ درخت پر کی کھجور کو بیچے اٹکل سے واسطے شبہ ربا کے **ف** اور اسیطرح ہے محاقلہ یعنی گیہون کو بالی مین بیچے اوس گیہون کے بدلے مین جو کٹے ہوئے الگ رکھے ہین اٹکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہی اسواسطے کہ اسمین گمان ربا کا ہی بسبب شبہ زیادتی کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اوسکو مسلم نے

ابوہریرہؓ سے اور روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے جابر سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی نے **ص** الی فائدہ
بیع ملامسہ اور بیع حصات اور منابذہ کی اسلیے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ساتھ ایک فعل کے ان فعلون سے مثل جو کے **ف** یہ
تینون بیع مروج تھین ایام جاہلیت مین بیع ملامسہ اسے کہتے ہین کہ بائع اور مشتری مقرر کرین ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اوسکو
مشتری چھو لیوے تو بیع لازم ہوجاوے اور بیع حصاة اسے کہتے ہین کہ مشتری جب اوس پر کنکر رکھ دیوے تو بیع
لازم ہوجاوے اور بیع منابذہ یہ کہ بائع جب بیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہوجاوے اور منع
کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاری نے حدیث انس مین کہ منع کیا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلم اور چارون اصحاب سنن نے ابوہریرہؓ سے کہ منع کیا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصات سے **ص** اور نہین جائز بیچنا ایک کپڑا دو کپڑون سے بلا تعیین مگر بشرط اسکے
کہ لیوے مشتری جسکو چاہے اور باطل ہے بیچنا گھاس کا زمین مین اسواسطے کہ وہ غیر محفوظ و مقبوض ہے اور اوسکو
ٹھیکہ دینا اسلیے کہ یہ اجارہ ہے مالکی عین پر **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے سنن مین حریز بن عثمان سے انھون
نے ابی خراش بن حبان بن زید سے انھون نے ایک مرد صحابی سے کہا کہ جہاد کیا مین نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے تین مرتبہ سنتا تھا مین آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین
اور روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے مسند مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور اسناد کی ابن عدی نے کامل مین
احمد سے اور ابن معین سے کہ حریز راوی اس حدیث کا ثقہ ہے اور مجہول ہونا صحابی کا مضر نہین فتح **ص** اور باطل ہے بیع
شہد کی مکھیون کی اگر جب ایک چھتے مین شہد اور مکھیان دونون ہون تو بیع مکھیون کی بھی بہ تبعیت شہد کے جائز ہوجاویگی
بسبب ہونے مال متقوم کے
اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیون کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہون جائز ہے **ف** امام رازی
فتوی ہے در مختار **ص** اور ریشم کے کیڑون کی اور اوسکے تخم کی **ف** یعنی جسکے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے
ص امام صاحب کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب ان کیڑون مین ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑون کی ریشم کی
تبعیت مین درست ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت مین درست ہے **ف** اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اور اسی پر
فتوی ہے در مختار **ص** اور بھاگے ہوے غلام کی بیع فاسد ہے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہے کہ منع
کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگے ہوے غلام کی بیع سے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** مگر اوس شخص
جسکے پاس گمان ہو اوس غلام کے ہونے کا **ف** اسواسطے کہ وہ مشتری کے حق مین بھاگا ہوا نہین ہے بلکہ اوسکے قبضے
مین ہے **ص** اور باطل ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن مین ہووے اسلیے کہ وہ جز آدمی کا ہے پس نہوگا مال یا لونڈی کا
دودھ ہووے اور امام ابی یوسف کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہے بواسطے اعتبار جز کے ساتھ کل کے
اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے **ف** اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہین امام احمدؒ اور مالکؒ فتح القدیر مین
ہے کہ نفع اوٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہے یہان تک کہ بعض مشائخ نے آنکھ مین ڈالنے کے لیے بھی منع کیا ہے
اور بعضون نے جائز رکھا ہے دوا کے واسطے **ص** اور باطل ہے بیع سور کے بالون کی **ف** اسواسطے کہ وہ نجس العین

ہو ص اور موزہ سینے کے لیے اوس سے انتفاع جائز ہو ف اور اگر کہیں بدون خریدے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے
خریدنا اوسکی جائز ہی اور بائع کو اوسکی بیع حرام ہو تو اوسکی قیمت حلال نہین بائع کے لیے اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح نجس
کر دیتا ہی امام ابی یوسف کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے دیکھا مختار ص اور باطل ہی بیع آدمی کے بالون کی اور حرام
ہو نفع اوٹھانا اوس سے اور بھی باطل ہو بیع جانور مُردے کی کھال کی قبل دباغت کے ف اسواسطے کہ روایت کی
ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عکیم سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اوٹھاؤ مُردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اوسکے پٹھوں سے ص
اور بعد دباغت کے اوسکو بیچنا اور کام مین لانا درست ہو ف اور دلیلیں اوسکی کتاب الطہارۃ مین گذریں
اور قوی دلیل یہ ہو کہ روایت کی بخاری مسلم نے عبد اللہ بن عباس رض سے کہ حضرت میمونہ کی ایک لونڈی کو ایک بکری
ملی صدقے مین اور وہ مر گئی تو گذرے اوسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپ نے کیون نہین لی تم نے
کھال اوسکی اور دباغت کرکے نفع نہ اوٹھایا کہا صحابہ نے کہ وہ مُردہ ہو فرمایا آپ نے کہ مردے کا صرف کھانا حرام ہو
ص اسیطرح مُردار جانور کی ہڈی اور اُون اور پٹھے اور بال اور سینگ سے نفع لینا اور انکا بیچنا جائز ہو ف
اسواسطے کہ یہ سب چیزین پاک ہین اور دلیل انکی کتاب الطہارۃ مین گذری کہ موت انمین سرایت نہین کرتی ص اور ہاتی
مثل درندون کے ہو اوسکی ہڈی کا بیچنا اور اوس سے نفع اوٹھانا درست ہو مگر امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ف
اسواسطے کہ امام محمد رح کے نزدیک ہاتی مثل سُور کے نجس العین ہو اور صحیح ہمارا مذہب ہو اور اوسی کے مؤید ہین بہت سے
احادیث جنکا بیان فصل دباغت مین کتاب الطہارۃ سے گذرا ص اگر بالاخانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک
شخص کا اور دونون گر گئے یا بالاخانہ فقط بالکل گر گیا اب بالاخانہ کے مالک نے صرف حق بالاخانہ بیچا تو بیع اوسکی باطل ہو اسواسطے
کہ سوای اوپر ہونیکے حق کے اور کوئی چیز باقی نہین اور اوپر ہونے کا حق مال نہین ف یعنی جب بالاخانہ گر گیا تو کوئی
چیز اس قسم کی باقی نہین رہی جو مشاہد ہو موجود ہو صرف ایک حق تعلی یعنی اوپر ہونیکا حق باقی ہو اور وہ مال نہین ہو اور جو
مال نہین ہو اوسکی بیع باطل ہو ھدایہ ص ایک بردہ اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی ہی بعد اسکے غلام نکلا تو بیع باطل ہو اور
اگر ایک مینڈھا خریدا بعد اوسکے بھیڑ نکلی تو بیع جائز ہو لیکن مشتری کو اختیار ہی چاہے رکھے یا پھیر دیوے اور فاسد ہو
خرید اس طور پر کہ مشتری سے بائع اوسی چیز کو بہا قیمت کم مین لیوے قبل وصول قیمت اول کے مثال اسکی یہ ہو ایک شخص نے
ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہین ہوئے تھے کہ مشتری سے پھر اسکو خرید لی تو دس کی
عوض مین دس ہو گئے اور بائع کے پانچ روپے اور مشتری پر باقی رہے ف اسواسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہو جو مالک کے ضمان
مین نہین آئی اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نفع سے روایت کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی نسائی اور
ابن ماجہ نے سعد بن العاص سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے علوم الحدیث مین اور بیہقی روایت کی امام
ابو حنیفہ نے مسند مین ابی اسحق سبیعی سے انھون نے عورت سے ابی السفر کی کہا ایک عورت نے حضرت عایشہ رض سے کہ زید
بن ارقم نے بیچا میرے ہاتھ ایک لونڈی کو آٹھ سو درہم کے بدلے مین پھر خریدا اوسکو چھ سو درہم کے عوض مین

تو کہا حضرت عایشہؓ نے کہ خبر پونہچا دے تو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالی باطل کر دیگا حج اور جہاد تمہارا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر تو یہ نکریگے اور روایت کی امام احمدؒ نے بسند صحیح کہ آئی حضرت عایشہؓ کے پاس ایک عورت اور کہا اوسنے کہ مین نے زید بن ارقمؓ کے ہاتھ ایک غلام بیچا آٹھ سو روپے کو میعادپر پھر خرید لیا مین نے اونسے چھ سو روپے کو تو فرمایا حضرت عایشہؓ نے کہ خبر پونہچا دے تو زید کو کہ تم نے باطل کر دیا جہاد اپنا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر تو بہ نکروگے برا کیا تو نے جو بیچا اور جو خریدا اور یہ حدیث صحیح ہے اور یہ قول حضرت عایشہؓ کا پہچانا گیا ہے قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور شافعیؒ نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اور عالیہ اسکی اسناد مین مجہول ہے باطل ہے اسواسطے کہ عالیہ ایک عورت جلیل القدر ہے زوجہ ہے ابی اسحق سبیعی کی ذکر کیا اوسکو ابن سعد نے طبقات مین اور کہا کہ سنا ہے اوس نے حضرت عایشہؓ سے **فتح** **ص** اور ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی قیمت نہین وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی ایک اور لونڈی کے ساتھ ملاکر پندرہ کو خرید کی تو پہلی لونڈی مین بیع فاسد ہے اور دوسری مین جائز ہے بقدر حصہ ثمن کے **ف** اسواسطے کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اوس سے کم کو خریدا ہے تو اوسمین بیع جائز نہوگی اور دوسری لونڈی مین صحیح ہوجاویگی **ص** تیل کو اس طرح خریدا کہ برتن سمیت تول لیوینگے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کرینگے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا ہویا نہو تو یہ فاسد ہے اور اگر اس طور سے خریدا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہو اوتنا حساب مین مجرا کرلینگے تو یہ درست ہے **ف** اسواسطے کہ پہلا قول خلاف دستور اور خلاف مقتضای عقد ہے کیونکہ احتمال ہے کہ برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم و بیش اور دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضای عقد ہے اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہے اور ہر وزنی چیز مین یہی حکم ہے **ص** اگر گھی کپے مین خریدا اور مشتری جب کپا پھیر نے گیا تو وہ پنج سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ یہ اور کپا تھا اور وہ ڈھائی سیر کا تھا اور مشتری نے کہا کہ یہی کپا تھا تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا **ف** اسواسطے کہ کپے پر قابض مشتری تھا اور قول قابض کا معتبر ہوگا **ھدایہ** اور یہان بھی قید گھی کی اتفاقی ہے بلکہ جو وزنی چیز ہو اوسمین یہی حکم ہے **ص** باطل ہے مسیل یعنی پانی بہنے کی جگہ کی بیع اور ہبہ اوسکا اور صحیح ہے بیع اور ہبہ راہ کا **ف** یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہے تو جس شخص کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہے اوس نے اوتنی زمین بیع کی تو باطل ہے اور اگر ایک شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہوکر ہے اور راوسنے راستہ بیچا تو صحیح ہے **ص** بعض علما نے کہا ہے کہ مسیل سے بار قبہ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہے **ف** جیسے نہر یا نالے یا چھت **ص** اور یہ راہ سے بھی رقبہ راہ مراد ہے یعنی اوتنی جگہ جسمین سے گذرتا ہے تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہے لہذا اوسکی بیع اور ہبہ جائز نہین **ف** جیسا کہ اوسکا طول و عرض معین معلوم نہووے اور جب اوسکا طول و عرض بیان کردیوے اسطرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا ہوجاوے تو جائز ہے بیع اوسکی جیسا کہ ذکر کیا سرخسی نے یا پانی بہنے کی جگہ کے لیکن اوسکے حدود اور جگہ بیان کر دیوے تب بھی جائز ہے ذکر کیا اوسکو قاضی خان نے **چلپی** **ص** اور رقبہ راہ معلوم ہے اگر اوسکے حدود بیان کر دے اور اگر نہین بیان کرے جب بھی وہ مقدر ہے دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین مین تو جائز ہے اوسمین بیع اور ہبہ اور یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر ہے تو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعلی ہے یعنی

ایسا حق ہو کہ متعلق ہو ایسی چیز سے جو باقی نہین رہتا **ف** جب چھت گر جائے **ص** اور راہ سے اگر حق گذرنے کا مراد ہو
تو اوسمین دو روایتین ہین **ف** ایک روایت مین بیع اوسکی صحیح ہو اور دوسری روایت مین باطل ہو اور مختار مین ہو کہ
فقہا نے روایت اول سے اخذ کیا ہو اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہو **ص** بیع المسیل یہ ہو کہ وہ صرف حق ہو
اور مال نہین ہو آور وجہ صحت یہ ہو کہ اسکی طرف احتیاج ہو اور وہ ایک حق معلوم ہو متعلق ہو اوس چیز سے جو باقی ہو **ف**
یہ جب ہو کہ حق گذرنیکا زمین پر ہو اور جو چھت پر ہو تو بالاتفاق باطل ہو **ص** اور صحیح ہو وکیل کر دینا مسلمان کا ذمی کو
واسطے بیچنے یا خریدنے شراب و سور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار لینے کے نزدیک امام صاحب کے **ف**
لیکن مکروہ ہو کراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہو کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دیوے یا اوسکو بہا دیوے اور سور کو چھوڑ دیوے
اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق کرے طحطاوی **ص** اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین **ف** اور مختار مین ہو کہ یہی ظاہر ہو
ص بیان بیع بالشرط کے قواعد کلیہ مذکور ہوتے ہین **ف** جاننا چاہیے کہ احادیث اور آثار شرط بیع مین مختلف وارد ہوئے
ہین طبرانی نے اوسط مین روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اور شرط
سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونون کا معلوم ہوتا ہو اور حدیث اوپر گذر چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے کہا حضرت عائشہ سے کہ خرید لو بریرہ کو اور شرط کر لو اوسکے مالکون کیلیے ولاء کی اور ولاء اوسکو ملیگی جو آزاد کرے اس سے معلوم
ہوتا ہو کہ بیع جائز ہو اور شرط باطل اور یہی اوپر گذری حدیث خیار الشرط کی اور اوس سے معلوم ہوتا ہو کہ بیع اور شرط دونون جائز ہین
اسواسطے فقہا نے شرطون کی تقسیم کر دی **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی ہو جیسے شرط ملک کا واسطے مشتری کے یا اوسکو عقد
مقتضی نہو لیکن اوسمین نفع کسیکو نہو **ف** یعنی نہ نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جس چیز کی بیع ہو رہی ہو اور اسکی مثال
ہدایہ مین لکھی ہو کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اوسکو بیع نکرے **ص** جائز ہو **ف** اور وہ شرط لغو ہو مثلا اس صورت مین مشتری کو
اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچے **ص** اور بیع ایسی شرط کیساتھ جسکو عقد مقتضی نہو اور اوسمین بائع کو نفع ہو یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد
اول کی مثال یہ ہو کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت مین بائع کو نفع ہو
دوسری کی مثال یہ ہو کہ مشتری ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اوسکو قطع کر دیوے یا اوسکی قبا سی دیوے یا چمڑا خریدے
اس شرط پر کہ اوسکی جوتی بنا دیوے یا اوسکا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتون میں مشتری کا نفع ہو مگر جوتی مین شرط تسمہ
لگانے کی جائز ہو استحسانا اسواسطے تعامل انسانون کے اور قیاسا جائز نہین تیسری کی مثال یہ ہو کہ بائع ایک غلام اس شرط پر
بیچے کہ مشتری اوسکو آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کرنے کیونکہ ان صورتون مین معقود علیہ کو نفع ہو آور فاسد ہو بیع لونڈی
کی بدون حمل کے **ف** یعنی ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہو اور لونڈی تیری ہو تو یہ
بیع فاسد ہو اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہین تو اوسکا استثنا بھی درست نہوگا **ص** اور اگر مشتری نے قیمت
ادا کرنے کے لیے یہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگان تک یا نصاری کے روزون تک یا یہودیون کی عید تک دونگا
اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہون تو یہ بیع فاسد ہو **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین
نزاع ہوگی بائع قیمت جلدی مانگیگا اور مشتری دیر مین دیگا آور اگر ان دنون کو دونون پہچانتے ہین تو جائز ہو درمختار

نوروز اوسی دن کو کہتے ہین جب جاڑا ختم ہو کر دن رات برابر ہوتا ہی اور مہرگان وہ دن ہی جب گرمی تمام ہو کر دن رات برابر ہوتا
ص یا ان کہا کہ حاجیون کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دالین چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانورون کی پیٹھ پر سے اون کاٹنے تک
اودھار لگا تو بھی بیع فاسد ہی ف اسواسطے کہ یہ امور کبھی جلدی کبھی دیر مین ہوتے ہین تو بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی ص اور اگر ان
مدتون تک بیع کے اور قبل ان مدتون کے آنیکی مدت کو ساقط کر دیا تو بیع صحیح ہو جاویگی اور اگر ان مدتون تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہی

ف فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان مین

ص بیع باطل مین مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہی بعضونکے نزدیک تو اوسکے تلف ہو جانے سے مشتری پر ضمان نہ واجب ہوگا
اور بعضون کے نزدیک مشتری پر ضمان اوسکی قیمت کا لازم ہوگا ف اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی ہی **قنیہ**
ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اوسکی صراحۃً ہو ف مثلاً بائع یہ کہے
کہ تو اسپر قبضہ کر لے ص یا دلالت حال سے ف مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد مین قبضہ کیا ص اور بیع اور ثمن دونون مال
ہون تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو جاوے قبضہ مشتری مین تو مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہوگا خواہ وہ مثل
حقیقۃً ہو یا معنیً ف مثل حقیقۃً اون چیزون مین جو مثلی ہین جیسے گیہون چانول اور اناج وغیرہ اور مثل معنیً اون چیزون مین
جو غیر مثلی ہین جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزون کا مثل حقیقۃً نہین ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف مین ایک ہونا
دشوار ہی اسواسطے قیمت کو انکا مثل معنوی قرار دیا گیا ہی ص اور واجب ہی ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا
قبل قبض بیع کے اور اسیطرح بعد قبض بیع کے جب تک وہ شی مشتری کی ملک مین ہو اگر فساد ذات عقد مین ہو جیسے بیع احد
العوضین مین جیسے بیع درہم کی بدلے مین دو درہم کے ف اور اسکے فسخ مین حکم قاضی شرط نہیں ہی اگر کوئی فسخ مین انکار کرے
تو قاضی جبراً فسخ کرا دیوے **در مختار** ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہووے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری
مجکو ایک ہدیہ دیوے تو جسنے شرط لگائی ہو اوسکو فسخ واجب ہی امام محمد رہ کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک ہر ایک پر واجب ہی
تو اگر مشتری نے بیع فاسد مین بیع کو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا اور تسلیم کر دیا موہوب کو یا مبیع غلام تھا اوسکو آزاد کر دیا تو یہ تصرفات
مشتری کے صحیح ہو جاوینگے اور اوسپر قیمت لازم آویگی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا ف اسواسطے کہ بیع سے حق غیر کا
متعلق ہو گیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ کے اور حق العباد مقدم ہی حق اللہ پر کیونکہ اللہ تعالی غنی ہی اور بندہ محتاج ہی ص
اور بیع فاسد اگر فسخ کی گئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہین لے سکتا جب تک اوسکا ثمن نہ پھیر دیوے تو اگر بائع بعد فسخ کے مر جاوے تو پہلے
اوس ثمن کو جو کہ مشتری کا تھا ادا کرینگے بعد اوسکے اور قرضخواہون کو جو بچیگا دیا جاویگا ف جیسے رہن مین اگر راہن مر جاوے
تو شی مرہون کو بیچکر اول روپیہ مرتہن کا ادا کرینگے بعد اسکے جو بچیگا بعد تجہیز و تکفین کے اور قرضخواہون کو ملیگا **ہدایہ** ص
اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع کو بیچا اور اوسمین نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہین تو اوسکو صدقہ دیدیوے اور بائع نے
جو نفع کمایا تھا اوسکو حلال ہو گیا ف اور دلیل اسکی ہدایہ اور اصل کتاب مین مذکور ہی ص اسی طرح ہی اگر ایک شخص نے
دعوی کیا کچھ روپیہ یا اشرفیون کا دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپیہ یا اشرفی ادا کر دیئے بعد اوسکے مدعی نے اقرار کیا
کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اون روپیون مین نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہو جاویگا ف اور مدعا علیہ سے

جسقدر روپیے تھے وہ پھیر نا پڑینگے **ص** اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اوس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اوسکی قیمت لازم ہوگی اور حق فسخ کا ساقط ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک مکان گرایا جاویگا اور زمین بائع کو واپس کیجاویگی اور مشتری اپنا علیہ لیجاویگا **ف** ایسا ہی اگر مشتری نے اوس زمین میں درخت بوئے تو امام صاحب کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہیں کرسکتا اور صاحبین کے نزدیک مشتری کو حکم ہوگا کہ درخت اوکھاڑ لیوے اور زمین خالی کرے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہے اور نہر الفائق مین مذہب امام صاحب کو اور وہی مختار ہے اوس کا تیر

فصل مکروہات بیع مین

ص مکروہ ہے لاڑھیاپن یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینی اپنے جی سے کہ دوسرا شخص اوسکی خرید مین رغبت کرے اور دہوکا پاوے اور خریدنا منظور نہو **ف** اسکو عربی مین نجش کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجش کرو **ص** اور مول کرنا اوس چیز پر جسکا کوئی اور مول کرچکا ہو اور دونوں کی رضا پائی جاتی ہو اوسپر **ف** اور اگر اوسنے ابھی مول نہیں چکایا تو جائز ہے صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مول نہ چکاوے کوئی اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہے واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہے اگر ذمی ہو یا مستامن درمختار **ص** اور مکروہ ہے اناج کو آگے بڑھکر لینا جب شہر والون کو ضرر کرے اسلیے کہ جب بنجارہ قریب شہر کے ہوتا ہے تو عامہ اہل شہر کا حق اوس سے متعلق ہوتا ہے پس مکروہ ہے کہ بعض شخص آگے جاکے لیوین اور سبکو اوس خریداری سے باز رکھین **ف** یعنی اناج لیکر بنجارے چلے آتے ہین تو شہر کے باہر جاکر اون سے خرید لینا مکروہ ہے اسکی کراہت کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شہر مین قحط ہو اور یہ شخص قافلے مین جاکر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین لاکر خاطر خواہ قیمت کو بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بنجارون کا شہر مین آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر مین قحط اور تنگی نہو مگر یہ کہ قافلے والون کو نرخ شہر کا معلوم نہووے اور یہ شخص اون سے جاکر سستا خرید کر لیوے فریب کر کر اگر یہ دونون صورتیں نہون تو مکروہ نہین ہدایہ صحیحین مین روی ہے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اوسکے یہی معنی ہین جو اوپر گذرے **ص** اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے زمانہ قحط مین مہنگے داموں کی طمع سے **ف** حاضر وہ شخص ہے جو شہر مین رہتا ہے بادی وہ جو بیرون شہر کا رہنے والا ہے ممانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہے روایت کی بخاری نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اس حدیث کے دو معنی ہین ایک یہ کہ شہر کا بنیا بقال شہر کے لوگو ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہین اونکے ہاتھ بیچے تاکہ دام زیادہ ملین اور اسیکو اختیار کیا ہے ہدایہ مین دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لاوے اور اوسکی طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی نکر مین تجکو گران بیچ دونگا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنی اختیار کیے ہین مجتبی اور درمختار اور اصل کتاب مین اور منقول ہے یہ تفسیر ابن عباسؓ سے اور مناسب ہے اسکے آخر حدیث کہ چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے آدمیونکو بعضون سے روایت کیا اوسکو مسلم نے جابرؓ سے **ص** اور مکروہ ہے بیع وقت اذان جمعے کے تحریما **ف** اسواسطے

کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَ
ذَرُوا الْبَيْعَ یعنی اے ایمان والو جس وقت پکارا جائے واسطے نماز کے دن جمعہ کے پس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑو سودا
کرنا اور اسواسطے کہ بیع کرنے سے خلل آتا ہے سعی میں اور وہ واجب ہے یہانتک کہ اگر سعی میں خلل نہ آوے مثلاً سعی بھی ہوتی
اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری ایک کشتی میں سوار ہیں اور وہ کشتی چلی جاتی ہے مسجد جامع کو تو مضایقہ نہیں در مختار ص
جدائی دو بردوں میں قرابت قریب محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب
غیر محرم جیسے چچا کی اولاد وہ دونوں نکل گئے ھدایہ ص اور دونوں صغیر سن ہوں یا ایک صغیر سن تو اونمیں جدائی ڈالنا مکروہ تحریمی
جب کسی حق کے سبب سے نہو نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسف کے نزدیک جبا ون دونوں میں ناتا ولادت کا ہو تو ایک کی بیع
بدون دوسرے کے جائز نہیں ف اور بعضوں نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسف کے نزدیک بیع جائز نہیں خواہ ناتا ولادت
کا ہو یا اور طرح کا اور یہی قول ہے زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت
کی ترمذی نے ابی ایوب انصاری سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جدائی ڈالی
درمیان میں والدہ اور اوسکے ولد کے جدائی ڈالیگا اللہ تعالیٰ درمیان اوسکے اور درمیان دوستوں اوسکے کے دن قیامت کے
اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے غریب ہے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے شرط مسلم پر اور نظر کی اوسمیں محدثین نے کہ اوسکی اسناد میں حیی بن عبد اللہ
ہے نہیں اخراج کیا اوس سے صحاح میں اور اختلاف کیا گیا اوسمیں اور بسبب اختلاف کے نہیں صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور روایت
کیا اوسکو امام احمد نے ایک قصہ کے ساتھ اور روایت کی حاکم نے مستدرک میں عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہے وہ شخص جسنے جدائی ڈالی درمیان میں والدہ اور اوسکے لڑکے اور کہا کہ اسناد اوسکی صحیح ہے اور روایت
کی ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ہبہ کیے مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس میں
بھائی تھے تو بیچا میں نے ایک کو پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علی کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا میں نے بیچ ڈالا اوسکو
تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھیر لے اوسکو پھیر لے اوسکو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی
حاکم اور دارقطنی نے دوسرے طریق سے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجکو ساتھ بیع دو بھائیوں کے تو بیچا میں نے اون دونوں کو الگ الگ اور کہا میں نے ذکر کیا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے کہ پھیر لے اونکو اور بیچ اونکو ایک ساتھ اور نہ جدائی کر درمیان اونکے صحیح کیا اوسکو حاکم نے
اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور نفی کی ابن قطان نے ہر عیب کو اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولی ہے اون حدیثوں میں جنپر اعتماد
ہے اس باب میں اور روایت کیا اوسکو احمد اور بزار نے دوسرے طریق سے لیکن اوسمیں انقطاع ہے اور وہ مضر نہیں ہمارے نزدیک ص
اور اگر جدائی اون دونوں کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اوسمیں دیا گیا یا عیب کے سبب سے روکا گیا تو مکروہ نہیں
اور جائز ہے بیع من یزید یعنی نیلام ف جسکو ہراج کہتے ہیں اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے انس بن مالک سے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اوسنے
کہا کیوں نہیں ایک کمل ہے جسکو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جسمیں میں پانی پیتا ہوں فرمایا

کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونوں کو دو درم کو لیتا ہوں سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں چیزیں اوسکو دین اور دونوں درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلھاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اوسمین لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور مین تجکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اوسکو دس درہم حاصل ہوے سو اوسنے کچھ درہمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہی تیرے آنے سے دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے منہ پر ہو سوال کے

ص باب اقالے کے بیان مین

ف اقالہ بیع کا رد کرنا بعد تمامی کے اقالے کا جواز ثابت ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیرے مسلمان کی بیع رد کریگا اللہ تعالی لغزش اوسکی قیامت کے دن روایت کیا اوسکو ابو داود اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور صحیح کہا اوسکو ابن حبان اور حاکم نے ص جاننا چاہیے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق مین تو فسخ بیع اور سوا اونکے اور شخصون کے حق میں مانند بیع جدید کے ہی تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق مین نہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا ف اور مثال اوسکی آگے آتی ہی ص اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہی تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ وقت اقالے کے شفیع کو دعوی شفعہ پہونچتا ہی ف مثلا زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اوسوقت حق شفعہ ساقط کر دیا بعد اوسکے اب اقالۂ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق مین تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاویگا اور شفیع کے حق مین بیع جدید تو اب پھر اوسکو دعوی شفعہ پہونچ سکتا ہی در مختار ص اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اوسکے اقالۂ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہوگا ف یعنی اب بائع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی بغیر استبرا کے ص اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہی تو اگر بیع نہو سکے گی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمد رہ کے نزدیک فسخ ہی اور اگر فسخ ممکن نہ ہوگی تو بیع شمار کی جاویگی ص تو باطل ہی اقالۂ بیع اوس لونڈی مین جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آنکر جنے ف مثلا ایک لونڈی خریدی اور وہ مشتری پاس آنکر بعد قبض کے جنے تو اب اقالے کو فسخ نہین بنا سکتے اسواسطے کہ بیع مین زیادتی ہوگئی اور یہ مانع فسخ ہی تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ ص امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک باطل نہین ہی کیونکہ اس اقالے کو بیع بنا سکتے ہین اور اقالہ اوتنی ہی قیمت کو درست ہی جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپیہ کے بدلے مین بیع ہوئی تھی اور اقالے مین اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پر پہلی قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک شرط صحیح ہی اسواسطے کہ امام صاحب کے نزدیک اقالہ فسخ بیع اول ہی اور فسخ نہین ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبین کے نزدیک بیع جدید ہی تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی الا کمی قیمت کی اوس صورت مین

درست ہی جب بیع مین مشتری کے پاس کوئی عیب جدید ہوگیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع نہین ہی البتہ ہلاک ہوجانا مبیع کا مانع صحت اقالہ ہی **ف** یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہوجاوے تو یہ اقالہ کا مانع نہین اسواسطے کہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اصل مبیع ہی اور وہ موجود ہی اسواسطے اگر مبیع تلف ہوجاویگی مشتری پاس تو پھر اقالہ اوسکا نہوسکیگا مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مرگیا تو اب اقالہ اوسکا نہین ہوسکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالے کے مبیع ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہوکر اصل بیع قائم ہوجاویگی **بحر ص** اور اگر مبیع مین سے کسی قدر تلف ہوجاوے تو وسیقدر کا اقالہ نہوسکیگا باقیکا درست ہوگا **ف** مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے حصے کے اقالہ صحیح ہی **مسائل الحاقیہ** اقالہ مین رضامندی بائع اور مشتری کی شرط ہی اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہین ہوسکتا اور واجب ہی اقالہ عقد فاسد مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہوگا صابون کو خریدا اور پھر وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہی اسواسطے کہ کل مبیع باقی ہی اور صحیح ہی اقالے کا اقالہ کرنا تو پھر بیع اول لوٹ آویگی مگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہین انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونو نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین **در مختار**

ص باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان مین

مرابحہ کہتے ہین چیز کے بیچنے کو پہلی لاگت پر ایک نفع معین کرکے اور تولیہ کہتے ہین صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے **ف** جاننا چاہیے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہی مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضیعہ مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہوچکا ہی اور مساومہ کہتے ہین اوس بیع کو جسکے ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہوجاوین بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضیعہ کہتے ہین اصل لاگت سے نقصان پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہی اور نقلاً بھی بدلیل اوس حدیث کے جسکو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت مین کہ حضرت ابوبکرؓ نے دو اونٹ خریدے اور اون مین سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش کیا اور کہا آپ سوار ہوجیے صدقے ہوون آپ پر ماں باپ میرے تب فرمایا آپنے مین نہین سوار ہونگا اوس اونٹ پر جو میری ملک مین نہین ہی تو کہا ابوبکرؓ نے کہ وہ اونٹ آپ کا ہوگیا فرمایا آپنے نہین مگر اوس قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اوسکو حضرت ابوبکرؓ نے اور سوار ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس اونٹ پر اور روایت کی عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت سب برابر ہین نہین ہی حرج ان مین اور مرسلات سعید کے مقبول ہین **فتح ص** اور شرط ان دونون کی یہ ہی کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو **ف** یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہوجاوے ثمن مثلی جیسے روپیہ اشرفی اور کیلی موزونی یعنی جو چیزین ناپ تول کر بکتی ہین اور جو گن کر بکتی ہین لیکن مقدار مین یکسان اور قریب ہوتی ہین اور ثمن ذوات القیم جیسے حیوان اور انسان کہ انکے افراد کی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہی اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہوگا جیسا کہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہان مرابحہ اور تولیت قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت اوسکی مجہول ہی ہان اگر مشتری ثانی اوسی چیز کا مالک ہوجاوے کہ جسکو بائع ثانی نے قیمت مین دیا تھا اور اوسی قیمت سے خریدے تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہی صورت اسکی یہ ہی کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کردیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید

کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھوڑے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اوسی کپڑے کے اور کچھ نفع پر یا بلا نفع تو جائز
ہے کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہے نہایہ ص اور مرابحہ اور تولیہ کی طرف احتیاج اسواسطے ہے کہ جو شخص ناواقف اور
نادان ہے خرید و فروخت میں وہ شخص بائع واقف کے ایمان پر بلا نفع دیگر یا اصل لاگت پر خرید کر سکتا ہے اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہے
اسواسطے ان دونوں بیعوں کا مدار امانت اور دیانت پر ہے اور ضرور ہے کہ ان میں احتراز خیانت اور شبہ خیانت سے ہو مسائل اور اصل
لاگت کے ساتھ شریک ہوگی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی کی اور اسیطرح ڈوریں بنوائی کی مزدوری اور
غلے میں بار برداری کی ف اور بھیڑ بکریوں کے ہانکنے کی مزدوری اور شوربا ورخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام
مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچوائی پانی کی کھیت میں اور نہروں کی صفائی کی اور باغ میں درخت لگانے کی اور گھر کے چونا کاری کی ان
چیزوں کی مزدوریاں اصل لاگت میں لگی جاوینگی اسیطرح موتی میں سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی میں دروازہ بنانے کی
درمختار و نہر اور حاشیے میں اسکا قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ جن مصارف کی لاگت میں ملانے کا دستور ہو تجار میں اور اوسکے
سبب سے مبیع میں یا قیمت میں زیادتی ہووے تو وہ لاگت میں ملائے جاوینگے ص لیکن ان چیزوں کی اجرت اور مزدوری لاگت
میں ملائی جاوے تو بائع یوں کہے کہ اتنے داموں کو مجھے یہ چیز پڑی ہے اور یوں نہ کہے کہ اتنے کو میں نے خریدا ہے ف تاکہ جھوٹ نہو جاوے
اور جس مکان میں اسباب رکھا ہووے اوسکا کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت میں داخل
نہوگی ہدایہ ص تو اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ میں خیانت کی تو اوسکو اختیار ہے چاہے اون
داموں پر جو مشتری اول نے بیان کیے ہیں خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ میں اگر خیانت معلوم ہوئی تو جسقدر مشتری
اول نے خیانت کی روسے اصل لاگت پر دام بڑھائے ہوں کاٹ کر باقی دام دیدیوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرابحہ اور
تولیہ دونوں صورتوں میں کاٹ لیوے اور امام محمد کے نزدیک دونوں صورتوں میں چاہے مشتری اول کے بتائے داموں
پر لیوے یا پھیر دیوے ف اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہے ص اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اوسکو
جن داموں سے بیچا تھا اوس سے کم کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچیگا تو مقدار نفع اول کو اصل لاگت سے مجرا کرلے
اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شی مفت پڑ جاوے تو اب اوسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے مثلاً ایک گھوڑا دس روپے
کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا اور پھر دس کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچیگا تو یہ کہے کہ مجھکو پانچ روپے کو پڑا ہے اور اگر
دس روپے کو خریدا اور بیس کو بیچا اور پھر دس کو خریدا تو اب اوسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح جیسا چاہے
برخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہے ف اور صاحبین کا قول خلق پر
آسان ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے تو جس قول پر چاہے عمل کرے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اگر اوس
غلام نے جسکو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہے اگرچہ وہ غلام قرضدار ہو کر بقدر اپنی قیمت کے ایک کپڑا خریدا دس روپے کو
اور مولی نے اوس سے پندرہ کو خریدا تو مولی اگر اوس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہیے کہ اصل جمع دس روپے بتلا دے اور ایسا
ہی اوسکا الٹا یعنی اگر مولی دس روپے کو کپڑا لیکر اوسی غلام کے ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے
تو دس روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے ف اور وہ مشکل ہے اسکی اصل کتاب درحاشیہ میں مذکور ہے اور قرضدار غلام

یعنی جب یہ صورت ہوئی تو اگر قبضہ اوسپر ہوگا تو بطریق اولی متولی کو یا غلام کو وہی دام بتلانا پڑیں گے جس دام متولی یا غلام نے
اوس شے کو لیا ہے یعنی دس پر ان دونوں صورتوں میں ص اور اگر مضارب کے پاس دس روپے تھے مثلاً آدھے نفع کے
قرارداد پر اوس دس روپیہ کے بدلے میں مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال
اب اوسکو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ قیمت کپڑے کی بتاوے ف اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہے
صاحب مال کی اور اسیطرح اوسکے الٹے میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اسکا کتاب
المضاربۃ میں آویگا ص اگر لونڈی خریدی صحیح و سالم اور مشتری کے پاس آنکر کانی ہو گئی ف کسی آفت سماوی سے ص
یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اوس سے جماع کیا اور پھر اب بیچتا ہے اوسکو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کر دے اور اوسکا
بیان ضرور نہیں کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آنکر کانی ہو گئی یا اس سے میں نے جماع کیا ہے ف اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے
نزدیک بیان اسکا ضرور ہے اور یہی مذہب ہے باقی ائمہ کا فقیہ ابو اللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح
دیا کمال الدین ابن الہمام نے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر مشتری نے خود آنکھ اوسکی پھوڑ دی یا کسی اور نے
اوسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اوس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اوسکا ازالہ بکارت
کیا جماع سے تو ان صورتوں میں جسوقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کر دیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خود بخود یا اوسکو
چوہا کہیں سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اوسکا ضرور نہیں اور اگر اسکے لپیٹنے اور کھولنے
سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے بیان اوسکا ضرور ہے اگر ایک غلام خریدا ہزار روپے کو اودھار ایک مدت پر پھر
سو کے نفع پر اوسے فروخت کیا بغیر بیان کے ف یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ میں نے ہزار روپے کو اودھار لیا ہے
ص تو اب مشتری ثانی کو اختیار ہے جب معلوم ہووے اوسکو یہ بات چاہے اوس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھ لیوے ف لیکن
اگر رکھ لیگا تو اوسکو گیارہ سو روپے نقد دینے پڑینگے نہ مؤجل ص تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کر دیا تو اوسکو
گیارہ سو روپے پورے دینا لازم آوینگے نقد اور یہی حال تولیہ کا ہے ف کہ اگر بیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت
اودھار مشتری اول کی معلوم ہوگی تب تو اختیار ہوگا چاہے اوس چیز کو رکھ لیوے اور چاہے واپس کر دیوے اور
اگر بعد بیع کے تلف کرنے کے خیانت مشتری اول پر اطلاع ہوگی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے دینا پڑینگے ص اگر زید نے
عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجکو پڑی ہے اوتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور عمرو کو معلوم نہیں کہ زید کو کتنے کو یہ چیز
پڑی ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر عمرو کو اوسی مجلس بیع میں معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہے تو اوسکو
اختیار ہوگا چاہے لے چاہے پھیر دیوے ف تو اگر مجلس میں بھی حال ثمن کا معلوم نہووے تو بیع باطل (واسطے جہالت ثمن کے)
ہو جاوے گی درمختار ص جس چیز کو خریدے تو جب تک اوسپر قبضہ نکر لیوے بیع اوسکی جائز نہیں مگر
عقار میں ف جاننا چاہیے کہ بیع دو قسم ہے ایک منقول جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکیں جیسے چاندی سونا
برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور دوسرا غیر منقول جسکی نقل و تحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ
اور اوسکو عقار کہتے ہیں دلیل اس باب میں وہ روایت ہے جو اخراج کیا اوسکا شیخین اور مالکؒ نے ابن عمرؓ سے کہ بیچے

کوئی غلے کو یہان تک کہ قبضہ کرے اوسپر اور طعام وغیرہ منقولات مین ہے ہی اور محمد رہ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہین بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا نسائی نے سُنن کبری مین حکیم بن حزام رض سے کہ کہا مینے یا رسول اللہ صلوات اللہ علیک مین خرید و فروخت کیا کرتا ہون تو بتا دیجیے کہ کون سی خرید و فروخت حلال ہی اور کون سی حرام تب فرمایا آپ نے کہ نہ بیچ تو کسی شی کو یہان تک کہ قبضہ کرے تو اوسپر اور بھی روایت کیا اوسکو احمد رح نے مسند مین اور ابن حبان اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہی یوسف بن ماہد سے انھون نے حکیم بن حزام سے اور راوی کے بیچ مین ابن عصمہ نہین ہی اور حاصل یہ ہی کہ مخرجین اس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہین درمیان ابن ماہد اور حکیم کے اور بعضے نہین اور ابن عصمہ ضعیف ہی نہایت وسیع کا کہا ابن حزم نے عبد اللہ بن عصمہ مجہول ہی اور صحیح کہا اونھون نے حدیث کو بروایت یوسف بن ماہد خود حکیم سے اسواسطے کہ اوس نے تصریح کر دی اپنے سماع کی حکیم سے روایت قاسم بن اصبع مین اور صحیح ہی کہ عبد اللہ بن عصمہ ان دونون کے بیچ مین ہی ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور عبد اللہ اور ابن قطان نے اوسکو ضعیف کہا اور دونون نے خطا کی اسواسطے کہ یہ عبد اللہ بن عصمہ جشمی حجازی ہی اور وہ جو ضعیف ہی عبد اللہ بن عصمہ نصیبی ہی یا اور کوئی ہی تو حق یہ ہی کہ یہ حدیث حجت ہی اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین نقل کی زید بن ثابت سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہان تک کہ لیجا دین اوسکو تجار اپنی منزلون تک اور صحیح کہا اوسکو اور تنقیح مین ہی کہ اسناد اسکی جید ہی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہان منقول ہی کیونکہ منقولات کا لیجانا اپنی منزلون تک ممکن ہی نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائی کی عام ہی تو اوسکا جواب امام صاحب دیتے ہیں کہ مراد اوس سے بھی شی منقول ہی اسلیے کہ غایت اس نہی سے یہی ہی کہ جبتک بیع پر قبضہ نہین کیا احتمال ہی اوسکے تلف اور ہلاک ہو جانیکا اور تلف و ہلاک عقار مین نہایت نادر ہی اسی واسطے اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریتے سے تو اسوقت مین غیر منقول بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین قبل قبض کے فتح و در مختار **ص** اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو ناپ کر یا تول کر یا گن کر بکتی ہی **ف** جیسے غلہ کہ ناپ کر عرب مین اور حوالی مدراس مین بکتا ہی اور سونا چاندی تول کر بکتا ہی اور اخروٹ وغیرہ گن کر **ص** تو نہ بیچے اوسکو اور نہ کھاوے یہان تک کہ ناپے اوسکو یا تولے یا گنے **ف** اور اگر یون ہی کھاوے گا یا بیع کریگا تو مکروہ تحریمی ہی در مختار **ص** منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غلہ سے جبتک کہ جاری نہوں وسمین دو صاع صاع بائع کا اور صاع مشتری کا اور مطلب اسکا یہ ہی کہ بائع مشتری کے سامنے بعد بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہی کہ بائع کا اس صورت مین ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہی اب پھر مشتری کو ضرور نہین ناپنا وغیرہ یہان تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن رکھا ہی تو یہ کافی نہیں اگرچہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد بیع کے ناپا لیکن مشتری کی غیبت مین وہ بھی معتبر نہوگا **ف** اور اوس سے وہ چیزین نکل گئین جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریان لگا کر بکتی ہین تو اوسکا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اصل اس باب مین روایت ہی ابن ماجہ کی جابر رض سے نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ صَاعُ البَائِعِ وَصَاعُ المُشْتَرِي یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع

اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحاق اور ابن ابی شیبہ اور بزار اور عبد الرزاق نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہو اگرچہ ان حدیثون کی اسنادون مین ضعف ہی لیکن بسبب تعدد طرق اور مقبول ہونے کے حجت ہی اور محل حدیث وہ ہو کہ مشتری نے ایک چیز خریدی ناپ یا تول کے اور اب اسکو بیچ کرتا ہی تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت اپنی خرید کے مشتری تھا اور اب بائع ہوگیا یعنی یا وہ صورت ہی جسکو شارح بیان کرتا ہی **ص** ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کر مثلاً گیہون کے ایک مدت معین پر تو ہرگاہ مدت گذری تو مسلم الیہ نے ایک کر گیہون کا ایک شخص سے خرید کرکے رب السلم کو حکم کیا کہ قبضہ کرلیوے اوس کر پر پہلے مسلم الیہ کی طرف سے پھر اپنے لیے تو پہلے رب السلم نے اوس گیہون کو مسلم الیہ کے لیے ناپا پھر اپنے لیے ناپا تو جائز ہوگا **ف** اس صورت مین صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے **ص** اور جو چیزین گزون سے ناپ کر بکتی ہین انکا استعمال بعد قبضے کے قبل ناپ لینے کے درست ہی اور ثمن مین تصرف کرنا **ف** جیسے روپیہ کے بدلے اشرفیان لینا یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کردینا یا بیچ ڈالنا یا وصیت کرنا ساتھ ثمن کے یا اجارہ دینا **فتح** **ص** قبل اوس کے کہ بائع اوس پر قبضہ کرنے درست ہی **ف** کیونکہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اوسمین خوف فسخ عقد کا نہین بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ ثمن تعین نہین تعین سے بخلاف بیع کے **هد** ابن عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہا مین نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک مین بیچتا ہون اونٹ نقیع مین تو بیچتا ہون عوض مین دینار کے اور لیتا ہون دراہم اور بیچتا ہون عوض مین دراہم کے اور لیتا ہون دینار تو فرمایا آپ نے نہین ہی حرج اسمین اگر لے نرخ سے اوس دن کے جبتک کہ جدا نہو تم دونون اور تمھارے درمیان مین کوئی معاملہ باقی ہو روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور دارمی نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے **ص** ثمن مین کمی اور زیادتی کرنی درست ہی جبتک بیع قائم ہی یعنی کمی مطلقاً درست ہی اور زیادتی اوس صورت مین جبتک بیع ہلاک نہوئی ہو تو درست ہی **ف** اور بعد ہلاک بیع کے زیادتی ثمن درست نہین اگرچہ ہلاکی حکمی ہو اسطرح کہ مشتری نے اوسکو بیچا پھر اوسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا درمختار **ص** اور اسیطرح جائز ہی زیادتی مبیع مین **ف** یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے بیع مین کچھ اور بڑھا دے تو درست ہی **ص** اور ان صورتون مین کل کا استحقاق ہوجاتا ہی یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھایا تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونون کا مستحق ہوجاتا ہی اور بائع نے اگر مبیع بڑھادی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونون کا مستحق ہوتا ہی اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اگر مبیع درصورت زیادتی یا ثمن درصورت زیادتی کسی شخص غیر کا نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لیگا اور اسیطرح بائع کل مبیع مع زیادتی کے مشتری سے وصول کریگا **ف** اسواسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا مبیع مل جاتی ہی اصل عقد سے گویا مقدار اسقدر مبیع یا اسقدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپے کو چار آم خریدا اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھادیا تو گویا ایسا سمجھا جاویگا کہ زید نے عمرو سے روپے کے پانچ آم خریدے اسی طرح اگر زید نے ایک روپے پر چار آنے یا آٹھ آنے بڑھادیے تو ڈیڑھ روپیہ یا سوا روپیہ اصل ثمن سمجھا جاویگا **ص** اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علٰحدہ احسان رہیگا تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی مبیع یا ثمن کے مابقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت مین کم قیمت سے لیگا **ف** یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو روپے پر بعد اوسکے زید نے پچیس روپے بڑھادیے یا عمرو نے پچیس روپے گھٹادیے اور بکر کا شفعہ اوس مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول مین ہم

سوروپے کو اور صورت ثانی میں کچھہ نہ دے سکتا ہو ص اگر ایک شخص نے کہا کہ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھہ بدلے میں ہزار
روپیہ کے اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں ثمن میں سے سوا ہزار کے سو روپیہ کا مثلاً اور اوسنے بیچ ڈالا تو مالک غلام کا ہزار روپیہ
زید سے وصول کرے اور سو روپیہ ضامن سے اور اگر اوسنے یہ نہیں کہا کہ میں ثمن میں سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہوں
ف یعنی ثمن کی قید اوسنے نہیں لگائی ص بلکہ ایسا ہی کہا کہ میں سوا ہزار کے سو کا ضامن ہوں تو مالک غلام کا ہزار روپیہ زید سے
وصول کرے اور ضامن پر کچھہ نہیں لازم آتا سوای قرض کے ف قرض وہ عقد مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے
شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دیوے جیسے روپیہ اشرفی غلہ وغیرہ ص اور طرح کا دین ف مثلاً ثمن مبیع ص اگر اسکی مدت معلوم
اگر دائن مقرر کردیگا تو وہ موجل ہو جاویگا یعنی پھر اندر میعاد مدت کے اوسکو مطالبہ نہیں ہو سکتا اور قرض کی مدت اگر مقرض یعنی
قرض دینے والا مقرر کرے تو صحیح نہیں یعنی اوسکو لازم نہیں کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ نہ کر سکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض
طلب کر سکتا ہو وجہ اوسکی یہ ہی کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہی تو جیسے معیر کو مدت استیفای عاریت کی لازم نہیں اسی طرح
مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہی کیونکہ اوسمیں رد مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہی
کہ دراہم کی بیع دراہم سے اودھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہی لہذا علمای حنفیہ قائل ہوے کہ تاجیل
قرض صحیح نہیں لازم ہی زیلعی ف نہر مسائل الحاقیہ ایک لڑکے صغیر محجور کو قرض دیا اور اوسنے ہلاک کر دیا تو ضامن ہوگا اور
مثل اوسکے مرد بالغ بیہوش ہی شرنبلالیہ فائدہ قرض میں جیتل ہیں اور داون سے قرض جائز نہیں ہوتا روپی کا قرض لینا اور گوندھے ہوئے
آٹے کا تولکر جائز ہی کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز اور مکروہ ہی درمختار

ص باب ربوا یعنی سود کے بیان میں

ف سود لینا باتفاق امت حرام ہی اور گناہ کبیرہ ہی فرمایا اللہ سبحانہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا
ای ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں مراد ربوا سے مال زائد ہی خواہ قرض میں ہو یا اموال ربویہ کی بیع میں اور کاہے ربوا بمعنی
زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی بمعنی مصدری فرمایا اللہ تعالے نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حلال کیا اللہ تعالی نے
بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع میں زیادہ دینے لینے کو فتح صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہی کہ لعنت
کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور اوسکے لکھنے والے پر اور اوسکے گواہوں پر اور فرمایا آپنے
کہ سب برابر ہیں اور روایت کی امام احمد اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آویگا
ایک زمانہ لوگوں پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانے والا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا اوسکو پہونچ جاویگی اوسکی بھاپ یا اوسکی گرد اور ایک روایت
میں گرد اوسکی عبد اللہ بن حنظلہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم سود کا کہ کھاتا ہی اوسکو آدمی
جان بوجھکر سخت زیادہ ہی چھتیس ۳۶ زنا سے اخراج کیا اوسکا احمد نے اور دارقطنی نے اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان
میں ابن عباس سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہی مال حرام سے تو جہنم قریب ہی اوسکے اور روایت کی ابن ماجہ و بیہقی نے ابو ہریرہ سے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کے ستر ٹکڑے ہیں سب سے کم ایسا ہی جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے اور
ابن مسعود سے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہی مال اوس سے لیکن انجام اوسکا نقصان ہی اور احمد و ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا

بیان کیے کہ یہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہے او سکے اقرار پر شہادت دینا درست ہے جب تک وہ عورت زندہ ہے کیونکہ
ممکن ہے شاہدوں کو کہ اوسکی طرف اشارہ کردیوین اور جب مرگئی تو اب اون گواہوں کو احتیاج ہے دو عادلون کی
گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہے شامی **مسالہ** مدعی نے اپنی وجہ ثبوت دعوی مین خط اقرار
مدعی علیہ کا پیش کیا مدعی علیہ نے اوس سے انکار کیا اور قاضی نے اوس سے لکھوایا اور دونوں خط ماہرین کی نگاہ مین
یکسان ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوئے تو قاری الہدایہ کے فتوی کے موافق مدعی علیہ پر حکم مال مدعی ہوگا
کردیا جاویگا اگرچہ قاضی خان نے اسکے خلاف کو صحیح کہا ہے اور بہت سے فقہانے اسکو رد کیا ہے اور در مختار مین قاضی خان کی
تصحیح پر اعتماد کیا ہے لیکن اس صورت مین اتفاق ہے کہ اگر وہ خط مصدر مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعی علیہ کے انکار کی
تصدیق نہوگی اور مال اوسپر لازم کیا جاویگا اور اگر مدعی علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہے اور مال سے
انکار کیا یا شہادت اس امر پر گذری اسطرح پر کہ شاہدوں نے معاینہ کیا ہو او سکو لکھتے ہوئے مدعی علیہ کو یا مدعی علیہ نے
لکھکر شہود کو سنایا ہووے اور وہ تحریر مصدر و معنون ہو تو حکم اوس مال کا مدعی علیہ پر کردیا جاویگا اور اوسکے
انکار کی طرف التفات نہوگا یہ خلاصہ ہے تحقیق فقہاء متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموی اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم

باب بیان مین اون لوگونکے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہین

ف اس باب مین اسی کا ذکر ہے اس بات کا کہ کس لوگوں کی گواہی صحیح ہے اور کسکی صحیح نہیں اسواسطے کہ فاسق کی شہادت
قبول کیجاویگی اور قاضی اگر حکم کرے اوسکی شہادت سے تو صحیح ہوجاویگا بخلاف غلام اور لڑکے اور مرتد اور
اولاد اور اصول کے کہ انکی شہادت صحیح نہیں ہے لیکن خزانۃ المفتیین مین ہے کہ جو قاضی نے حکم کردیا ساتھ
شہادت اندھے اور محدود فی القذف کے جب توبہ کرچکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے
کے یا ساتھ شہادت والد کے واسطے ولد کے یا بالعکس تو نافذ ہوجاویگا اور قاضی ثانی کو اوسکا ابطال نہیں
پہنچتا اگرچہ قاضی ثانی اوسکے بطلان کا قائل ہو **متن** اور **ص** شہادت قبول کیجاویگی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے
جاننا چاہیے کہ اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہین کہ جنکا اعتقاد اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہین اور
اصول اونکے چھہ فرقے ہین جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہہ معطلہ اور ہر ایک مین بارہ بارہ فرقے
ہین تو سب ملاکر بہتر فرقے ہوئے **ف** جیسا روایت ہے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے
ہونگی میری امت تہتر فرقے سب جاوینگے جہنم مین مگر ایک فرقہ پوچھا صحابہ نے کہ وہ کون سا فرقہ ہے
یا رسول اللہ فرمایا آپنے جس پر مین ہون اور میرے اصحاب ہین روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور احمد
اور ابوداؤد کی روایت مین ہے کہ بہتر فرقے جہنم مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین اور وہ فرقہ سنت
وجماعت کا ہے جبریہ کہتے ہین کہ بندہ مجبور محض ہے اوسکو کسی طرح کا اختیار نہیں جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہین
کہ بندہ اپنے افعال مین بالکل مختار اور اپنے کامون کا آپ خالق ہے اور نفی کرتے ہین قضا وقدر کی روافض
اکثر صحابہ اور شیخین کی تکفیر کرتے ہین اور مبالغہ کرتے ہین مدح مین حضرت علی اور حسنین اور دیگر اہل بیت کی

اپنے کلام مین تو شہادت اوسکی مقبول ہے اگرچہ فاسق ہوا سواسطے کہ مروی ہے ابی یوسف سے کہ فاسق جب وجیہ مروت دار ہو جرات نہین کرتا ہو کذب پر تو شہادت اوسکی مقبول ہے ف اور اوپر اسکی تحقیق گذر چکی ص اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لیے اور اپنے چچا کے لیے اور اپنے محرم رضاعی ف جیسے رضاعی ماں بہن باپ بھائی ص اور سسرالی کے لیے ف مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس سب درست ہے ص اور نہین مقبول ہے گواہی اندھے کی اور ایک روایت مین امام صاحب سے ہے کہ گواہی اندھے کی اون چیزون مین جن میں شہادت سمعی جائز ہے مقبول ہے اور یہی قول زفر کا ہے ف لیکن اس روایت پر فتوی نہین بلکہ صحیح یہی ہے کہ اندھے کی گواہی مطلقاً درست نہین درمختار ص اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک قبول کیجاویگی شہادت اندھے کی اوس صورت مین جب دیکھنا رہا ہو وقت اوٹھانے شہادت کے ف یعنی جسوقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت دو کنارے ہین ایک شروع کا کنارہ ہے یعنی جسوقت سے آدمی گواہ ہوتا ہے اوسکو وقت تحمل شہادت کہتے ہین اور ایک خیر کا کنارہ یعنی جب شہادت بیان کر دیتا ہے قاضی کے سامنے اوسکو وقت ادائے شہادت کہتے ہین ص اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت کے آنکھ والا تھا اور اسیطرح وقت ادائے شہادت لیکن قبل اس بات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو پھر اوسکی شہادت کے ساتھ قضا درست نہین طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک درست ہے اور یہی قول شافعی کا ہے ف شامی نے کہا کہ اور سب کتابون سے اس قول کی عدم اظہریت ثابت ہوتی ہے تو فتوی قول طرفین پر ہی ہوگا ص اور نہین مقبول ہے شہادت غلام کی اور اوس شخص کی جسکو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ کر لیوے ف اور شافعی کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول ہے الله تعالی کا وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا یعنی نہ قبول کرو اون کی جنھون نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی گواہی کبھی ص مگر اوس شخص کی جسکو حد قذف حالت کفر مین پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اب اوسکی گواہی مقبول ہے اور نہین ہے مقبول شہادت اوس شخص کی جو دشمن ہو بسبب دنیا کے ف نہ اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہے اور فاسق کی گواہی کسی پر مقبول نہین یہی مضمون سمجھا جاتا ہے محیط اور واقعات اور ہدایہ اور بہت سی کتابون سے لیکن محققین فقہا نے تصریح کر دی کہ مراد عداوت دنیاوی سے یہ نہین کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا اور وہ اوسکا دشمن ہو گیا بلکہ عداوت دنیوی ایسی چاہیے جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے والون کی جنکا مال لٹا رہزن غارت گر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہے کہ روایت مقبوضہ یہ ہے کہ قبول کیجاویگی شہادت عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے چاہیے لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہے کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا کہ عداوت رکھنا بسبب دنیا کے فسق ہے اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اوسکا عدل کیسے رہیگا اس لحاظ سے صحیح وہی ہے جو منقول ہوا بحر سے ص اور نہین مقبول ہے شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لیے البتہ اونکے اوپر درست ہے اور شہادت عدو کی اپنے عدو پر درست نہین اور عدو کے لیے درست ہے ف اصل جیسے باپ دادا ماں نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لیے ناجائز ہے ویسے ہی

تحقیق قبول و عدم قبول شہادت دشمن دنیاوی

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج گزرا میں ایک قوم پر جنکے پیٹ مثل گھرون کے ہیں اور ان میں سانپ دکھائی دیتے ہیں تو پوچھا
مین نے جبرئیل علیہ السلام کو کہ یہ کون ہیں یہ لوگ کہا انھوں نے یہ سود خوار ہیں فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ اخیر آیت کلام اللہ کی آیت ربا کی ہے
اور تحقیق حضرت نے وفات کی اور خوب کھول کر بیان نہ فرمایا ربا کو تو چھوڑ دو تم ربا کو اور جسمین شبہ بھی ربا کا ہو **ص**
ربوا ایک زیادتی ہے ایک جنس کی دو چیزون مین تول ناپ سے جو خالی ہے عوض سے اور شرط کی گئی ہے واسطے احد المتعاقدین کے **ف**
یعنی واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے **ص** معاوضے مین تو ایک جنس کی دو چیزون کے کہنے سے نکل گیا مانند
دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہون کے بسبب نہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے مین پانچ گز کے اور
خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہون اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہون اور دو سیر جو کے بدلے مین بیچا اسواسطے
کہ یہان اگرچہ ثانی زائد ہے لیکن یہ زیادتی بے عوض کے نہین کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سیر بھر جو کے مقابلے مین دو سیر گیہون ہووین اور سیر
بھر گیہون کے عوض مین دو سیر جو اور یہ جو کہا کہ شرط کی گئی ہے واسطے احد المتعاقدین کے واسطے اس کے وہ صورت خارج ہو گئی کہ زیادتی کی
شرط شخص ثالث کے لیے ہووے تو وہ ربوا نہین شمار کیجاویگی اور معاوضے کی قید اسواسطے لگائی کہ زیادتی اوس عقد مین جو خالی ہو عوض
سے جیسے ہبہ ربا نہین ہے علت اور شرط ربوا کی دو چیزین ہین ایک یہ کہ دونون چیزین قدری ہون یعنی پیمانے
مین یا تول مین آ سکتی ہون دوسرے یہ کہ دونون چیزون کی جنس ایک ہو **ف** مثلا دونون طرف گیہون ہون یا جو یا
یا سونا یا چاندی اور اگر دو چیزین نہ پیمانے میں آ سکتی ہون بلکہ شمار کرکے بکتی ہون جیسے ککڑی آم وغیرہ تو اسمین ایک کے بدلے دو لینا
درست ہے یا جنس ایک نہو جیسے جو کے بدلے گیہون یا چاول کے بدلے جو تو اس صورت مین بھی زیادہ لینا ربا نہ کہلاویگا **ص**
اور شافعی کے نزدیک شرط ربا کی یہ ہے کہ وہ دونون چیزین کھانے کی قسم سے ہووین جیسے گیہون یا چاول یا قیمت جیسے سونا
چاندی اور ایک جنس ہونا اور امام مالک کے نزدیک شرط یہ ہے کہ کھانیکی قسم سے ہووے یا قابل کہ چھوڑ لیکے اور جمع کر رکھنے کے ہووے
ف اصل اس باب مین وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا اصحاب ستہ والون نے سوای بخاری کے عبادہ بن صامت سے کہ فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے اور چاندی کو بدلے میں چاندی کے اور گیہون کو بدلے مین گیہون کے
اور جو کو بدلے مین جو کے اور کھجور کو بدلے مین کھجور کے اور نمک کو بدلے مین نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست
برابر برابر تو جب یہ قسمین مختلف ہووین یعنی گیہون بدلے مین جو کے یا جو بدلے مین نمک کے مثلا تو بیچو جسطرح چاہو لیکن
دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہے اور اسی کو اختیار کیا امام اعظم نے
اور دلیل اسکی کتب اصول مین بتفصیل مذکور ہے **ص** تو جو چیز نہ پیمانے میں آ سکتی ہے جب بدلے مین اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اسمین
زیادتی لینا حرام ہے اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہو جیسے چونا اور لوہا چونا کیلی ہے اور لوہا وزنی اور امام شافعی اور مالک رح کے
نزدیک زیادتی اسمین حرام نہین **ف** کہ یہ دونون چیزین کھانے کی نہین ہین لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہے
اسواسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعی اور مالک رح کے نزدیک حرام نہین **ص** اور برابر برابر بیچنا درست ہے اور جو جنس قدر
شرعی مین داخل نہین جیسے نصف صاع سے کم اوس مین بھی زیادتی حرام نہین جیسے بیچنا ایک مٹھی گیہون کی بدلے مین دو مٹھی
گیہون کے یا ایک انڈے کی بدلے مین دو انڈون کے یا ایک کھجور کی بدلے مین دو کھجور کے اور امام شافعی رح کے نزدیک یہ سب حرام ہے

کہ اسکی چیز دینی بیع ایک مٹھی کی عوض دو مٹھی کے بسبب علت طعم کے اور اسلیئے کہ اصل ہمارے نزدیک علت ہی اور اونکے نزدیک نہیں
ف اسواسطے کہ مقادیر مین شرعًا نصف صاع سے کم کا اعتبار نہین البتہ نصف صاع تک کا اعتبار ہی تعدد و اخطیر دیئے مین
تو جو اوس سے کم ہی اوسمین زیادتی حرام نہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے ص تو جہان پر قدر و جنس دونوں موجود ہین وہان زیادہ
لینا اور اودھار بیچنا دونوں حرام ہین جیسے ایک صاع گیہون کو بدلے مین دو صاع گیہون کے بیچے یا ایک صاع گیہون کو بدلے مین ایک صاع گیہون کے
بیچے ایک طرف اودھار یا دونون طرف اودھار سے آور جہاں پر نہ قدر ہی نہ جنس وہان دونون باتین درست ہین ف مثلا ایک
آمون کو بدلے مین دو خربوزون کے بیچے یا دو آمون کے بدلے مین دو خربوزون کی ایک طرف اودھار کرکے یا دونون طرف اودھار کرکے ص
اور جہاں پر فقط قدر ہی یا فقط جنس تو وہان زیادتی درست ہی لیکن اودھار بیچنا درست ہی جیسے ایک صاع گیہون کی بیع ساتھ دو صاع
جو کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھہ گز ہراتی کپڑے کے بدلے مین تو یہ بیع نقد درست ہی اور اودھار درست نہین آور امام
شافعی کے نزدیک فقط اتحاد جنس مین قرض بیچنا حرام نہین ف پہلی صورت مین جو صرف قدر ہی آور دوسری صورت مین صرف
اتحاد جنس آور دلیل اسکی شرح وقایہ مین مذکور ہی ص اور جو اور گیہوں اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی ہین اور سونا چاندی وزنی اگرچہ
لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیوین ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گیہون کھجور نمک کو کیلی قرار دیا
اور چاندی سونے کو وزنی تو لوگون نے اگر گیہون کو تول کر بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونے کو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیئے
جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چھہ چیزون کے باقی چیزین
لوگون کی عادت کے موافق رکھی جاوینگی ف یعنی اگر لوگ اوسکو ناپ کر بیچتے ہین تو کیلی گنی جاوینگی اور جو تول کر بیچتے ہین تو وزنی
ص تو بیع گیہون کی گیہون کے ساتھ برابر تول کر جائز نہین ف اسواسطے کہ اصل مین وہ کیلی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونے
وزن کے کیل مین فرق ہو اس صورت مین ربا ہو جاویگا ص اور سونے کی سونے کے ساتھ برابر ناپ کر جائز نہین ف
اسواسطے کہ وہ اصل مین وزنی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونے ناپ مین وزن مین تفاوت نکلے تو ربا ہو جاویگا ص
جیسے جائز نہین بیع ان چیزونکی ڈھیر لگا کر ف اسواسطے کہ اسمین احتمال زیادتی کا ہی ص اور ان چیزون مین وقت عقد کے
معین کر دینا مبیع کا ضرور ہی یہ ضرور نہین کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کر لین ف یعنی اگر گیہون کے بدلے مین
گیہون بیچے جاوین تو دونون کو معین کر دینا مجلس عقد مین ضرور ہی یہ لازم نہیں کہ اوسی وقت ہر ایک شخص اپنی اپنی عوض پر قبضہ
بھی کر لین ص البتہ عقد صرف مین قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد مین ضرور ہی ف یعنی اگر مبیع اور ثمن دونون اس کی چیز ہین
مثلا روپیہ اشرفی ہوں یا چاندی سونا تو اس صورت مین مجلس عقد میں بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہی ف اور بیان
اسکا باب الصرف مین آویگا ص اور شافعی کے نزدیک جب طعام کی بیع ہووے تو قبضہ کرنا دونوں طرف سے عوضین پر مجلس عقد مین
ضرور ہی ف شافعی کی دلیل وہی حدیث عبادہ بن صامت ہی جسمین دست بدست مذکور ہی یعنی یدًا بید امام اعظم
کہتے ہین کہ معنی اوسکے عینًا بعین ہین جیسا کہ روایت مسلم اور شافعی مین ہی باقی تفصیل ہدایہ اور فتح القدیر مین ہی ص بیع
ایک پیسے معین کی بدلے مین دو پیسے معین کے جائز ہی آور امام محمد کے نزدیک جائز نہین ف اسواسطے کہ امام محمد کے نزدیک
پیسے چلن وار ثمن مین داخل ہین اور ہماری دلیل اصل مین مذکور ہی لیکن محتاط قول امام محمد کا ہی ص اور درست ہی بیع گوشت کی

ساتھہ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اوسی جانور کی جنس سے ہووے **ف** مثلاً گاے کا گوشت گاے یا بیل بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جسطرح سے کہ ہو کم و بیش بشرط التقابض کے البتہ اودھار درست نہین ذبح کیے گئے **ص** اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہی اوسی جانور کے بدلے مین بیع ہو تو ضرور ہی کہ گوشت زائد ہووے اسقدر گوشت سے جتنا اوس حیوان مین نکلے تاکہ گوشت مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلے اوجھری پھوئی وغیرہ کے اور نزدیک شیخین رحمہما اللہ کے مطلقاً جائز ہی اسلیے کہ بیع موزون کی ہی عوض غیر موزون کے **ف** اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز نہین بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا مالکؒ نے موطا مین اور ابوداؤد نے مراسیل مین سعید بن المسیب سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے گوشت کی بدلے مین حیوان کے اور ایک روایت مین یہ ہی کہ بیع سے زندہ کی بدلے مین بیجان کے اور مراسیل سعید کے بالاتفاق مقبول ہین اور روایت کی ابن خزیمہ نے سمرہ سے مانند اسکے بروایت حسن عن سمرہ کہا بیہقی نے اسناد اوسکی صحیح ہی اور جس شخص نے سماع حسن کا سمرہ سے ثابت کیا ہی اوسکے نزدیک یہ حدیث موصول ہی اور جس نے نہین ثابت کیا اوسکے نزدیک مرسل ہی جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی مین ہی کہ بیع گوشت کی ساتھہ حیوان کے نکرے واللہ اعلم **ص** اور جائز ہی بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھہ برابر اور بیع رطب کی ساتھہ رطب کے اور ساتھہ تمر کے **ف** رطب کہتے ہین تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے مین رطب کے اور اسیطرح رطب کی بدلے مین تمر کے برابر درست ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین اور شافعیؒ کے نزدیک رطب کی بیع ساتھہ تمر کے درست نہین اسواسطے کہ رطب سوکھہ کے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہی کہ مروی ہی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے مین تمر کے تو فرمایا آپ نے کیا کم ہو جاتا ہی تر خرما سوکھہ کر کہا انھون نے ہان تو منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو پانچون عالمون نے اور صحیح کہا اوسکو ابن المدینی اور ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہی کہ رطب بھی تمر مین داخل ہی بدلیل اوس حدیث کے جو ہدایے مین ہی کہ ہدیہ بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپ نے کیا کل تمر خیبر کے اسیطرح ہین اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہی اور یہ حدیث بخاری ومسلم مین بروایت ابوسعید خدری موجود ہی لیکن اوسمین رطب کا لفظ نہین البتہ روایت کی حاکم اور بیہقی اور طحاوی نے سعد سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھہ رطب کے اودھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ ممانعت بیع رطب کی ساتھہ تمر کے ممانعت نہین صرف اودھار ممنوع ہی اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی ثابت ہی حکایت ہی کہ امام ابوحنیفہؒ جب بغداد مین داخل ہوئے اور وہانکے لوگ اس مسئلے مین امام صاحب پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہر حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا اون سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہین یا رطب تمر ہی یا تمر نہین ہی اگر تمر ہی تو عقد جائز ہی بدلیل حدیث التمر بالتمر کے اور اگر تمر نہین ہی تو بھی عقد جائز ہی بدلیل آخر حدیث کے اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعد کی وارد کی امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہی اور اوسکی حدیث مقبول نہین تو حیران ہو گئے سب علما اور نہ رد کر سکے حجت کو امام کی وتمامہ فی فتح القدیر **ص** اور درست ہی بیع انگور تر کی بدلے مین انگور خشک کے جیسے جائز ہی بیع تر یا بھیگے ہوئے

ف یعنی ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ ۱۲ منہ

بھوئے گیہوں کی اپنی مثل سے اور خشک سے اور اسیطرح جائز ہے بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے تر
ف اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمدؒ کے درمختار ص اور جائز ہے بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھ دوسرے
حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی ف یعنی گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس
ایک جنس ہیں اور اسیطرح بھیڑ بکری تو انمیں زیادتی کمی درست نہیں ہدایہ ص اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے
دودھ کے عوض میں کم و بیش بیچنا درست ہے ف بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ اونمیں تفاضل جائز نہیں کیونکہ دونوں ایک
جنس ہیں طحطاوی ص اور اسی طرح ناقص کھجور کے سرکے کی بیع عوض سرکہ انگور کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دنبے کی چکتی کے
یا گوشت کی کمی و بیشی کے ساتھ درست ہے ف ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہے کیونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہے اسواسطے یہ لفظ کہا
ص اور اسیطرح درست ہے روٹی کی بیع ف اگرچہ گیہوں کی ہو درمختار ص عوض میں گیہوں کے اور آٹے کے کمی بیشی سے اگرچہ
ایک جانب اودھار ہووے اسی پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ روٹی عددی ہے اور جو اودھار ہوا اور گیہوں اور آٹا اندازہ ہے حسب تحقیق جائز ہے امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے ف اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے اور یہی مختار ہے ص اور نہیں جائز ہے بیع جید کی ساتھ
ردی کے اموال ربویہ میں سے مگر مساوی اور اسیطرح بیع کھجور کی نہیں بسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید
کہتے ہیں عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہیں خراب کو جیسے گیہوں بعض عمدہ ہوتے ہیں اور بعض خراب یا کھجور کہ جید اور ردی سب قسم
کی ہوتی ہے تو یہ نہیں جائز ہے جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ لیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے جیدہا
وردیہا سواء یعنی جید اور ردی ان چیزوں میں سے سب برابر ہیں کہا زیلعی نے غریب ہے اس لفظ سے لیکن معنی
اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہیں ص اور اسیطرح جائز نہیں بیع گیہوں کی ساتھ ستو کے یا گیہوں کی
ساتھ آٹے کے یا آٹے کی ساتھ ستو کے برابر برابر کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزیں تیار کی گئی ہیں اور ناپ میں انکی زیادتی کمی کا احتمال ہے
کیونکہ گیہوں زیادہ سما دیں گے بہ نسبت آٹے کے ص اور جائز نہیں بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تیل کے جب تک
یہاں تک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہے عوض میں کھلی
ہوجاوے اور روٹی کا قرض لینا تو اگر جانچ کر گنکر جائز نہیں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بالکل جائز
اور درست ہے امام آیا ہے
نہیں ہے وزن سے اور نہ گنتی سے اور محمدؒ کے نزدیک دونوں طرح درست ہے مالک اور غلام میں سود نہیں متحقق ہوتا اسواسطے کہ غلام
مع اوسکے مال کے ملک ہے مولا کی ف یہ صورت جب ہے کہ عبد ماذون ہوا اور اوسپر دَین نہووے اور اگر اوسپر دَین ہے تو زیادتی
کی سود گنی جاویگی ہدایہ ص اور مسلمان اور حربی میں دار الحرب میں سود ثابت نہیں ہوتا ف اور دار الاسلام میں
سود ہوتا ہے اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہے تو لینا اوسکا جسطرح ممکن ہو جائز ہے ایسا ہی ہے اصل میں اور اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ صورت جب درست ہے کہ زیادتی مسلمان کے لیے ہووے لیکن جواب مسئلہ عام ہے اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ اور ائمہ
باقیہ کے نزدیک درست نہیں کیونکہ نصوص حرمتِ ربوا مطلق ہیں اور امام صاحب کی دلیل وہ ہے جو فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے ربوا درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب میں اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت
کیا اوسکو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے نہیں ہے ربوا درمیان میں اہل حرب کے اور ہمارے

کرتا ہون کہ کیونکہ آپ نے اور درمیان ملک اہل اسلام کے کہا شافعی نے ذکر یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور نہ ہمنے تعجب ہے آشنائی
اس حمایت کی یہ دو حق ہے منہ رفیقین آپ سوطین ہو کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مکحول فقیہ ہے اور مرسل ثقہ کی مقبول ہے اور
دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبر نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین
مکہ سے اور نبی کریم صاحب شرع نے مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوے تو صدیق اکبر نے
مال مشروط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اوس وقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب
مباح ہے پس جب انہوں نے خوشی سے دیا اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہے نہ مال مباح مین اور علماے مذہب نے درس میں لازم کیا ہے کہ
علت ربوا اور تجارت فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب کے مخالف ہے تقریر ماقال الشیخ ابن الھمام ملخصا

ص باب ادن حقوق کے بیان مین جو بیع مین داخل ہو جاتے ہین اور جو داخل نہین ہوتے

ف حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ مین وہ ہے جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو
مگر مبیع کے سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ زمین مین ص داخل ہوجاتی ہے دار کی بیع میں علو اور عمارت اوسکی اور مفاتیح
ف مراد مفاتیح سے وہ ہین جو اغلاق سے متصل ہین کبھی جدا نہووین جیسے خنبلہ و کیٹیون اگرچہ چاندی کے ہون قفل
یعنی قفل اور اوسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق کو فارسی مین
کلیدانہ اور بند در کہتے ہین یعنی لوہے کا آلہ جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے
کے واسطے تحت اہل ہند اوسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے یہان اور عرب اوسکو ضبتہ اور کیلون بولتے ہیں غایۃ الاوطار
اور بالاخانہ اور پاخانہ اور نہین داخل ہوتا ہے دار کی بیع مین ف علو بضم علاے مہملہ اور تشدید لام کے اوس چھت کو کہتے
ہین جو دروازے پر ہوتی ہے اور صاحب عنبر سے منقول ہے کہ ظلہ وہ ہے کہ ایک طرف اوسکی کڑیون کا اس دار پر ہووے اور
دوسرا کنارہ اوسکا سامنے کے گھر کی دیوار پر ہووے اور مختار مین ہے کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اوسکا دروازہ اندر سے مکان کے
ہووے تو دار کی بیع مین داخل ہوگا بالاخانہ کے مانند فائدہ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ یہان تین چیزین ہین
انکی شناخت ضرور ہے بیت منزل دار بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہووے اور شب باشی کے واسطے بنا ہووے لوگ
بعضون کے نزدیک چھت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہے یعنی وہ مکان جو دو تین
بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہین اور اوسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہوگا اوسمین دو تین چھت ہونگی اور
اصطبل نہو اور دار نام ہے اوس حاطے کا جسکے گرد حد بندی ہو اور اوسمین مکانات بیوت متعدد اور اصطبل اور صحن چھت کے
آگے پر مشتمل ہوتے ہین اوس صورت مین جب بیع بکل حق ہو لہا یا بمرافقہا یا بکل قلیل وکثیر ہو منہا او فیہا
ہوئے ف یعنی اگر بائع نے عقد بیع مین یہ الفاظ بڑھا دیے تو ظلہ بھی داخل ہو جاویگا معنی اسکے یہ ہین کہ بیع
کیا مین نے دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہے یا ساتھ منافع اور حقوق اوسکے کے یا ساتھ ہر قلیل اور
کثیر کے کہ وہ اوس دار سے ہے یا دار مین ہے ص اور زمین کی بیع مین اشجار یعنی درخت اوسکے داخل ہونگے اور کھیتی
داخل نہوگی ف وجہ اسکی یہ ہے کہ اشجار متصل ہین زمین سے باتصال قرار یعنی اسواسطے نہین بوئے گئے کہ پھر وہ اکھاڑے جاوینگے

جاویں یا جدا کیے جاویں برخلاف کھیتی کے اور ضابطہ اس بات کا یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ بیع کا اسم اوسکو شامل ہو عرف میں یا
متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جدا کرنے کے لیے نہو تو وہ بیع مین داخل ہوجاویگی ورنہ نہیں جیسے زینہ اینٹ چونیکا
اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہو دوسرا زنجیرین اور قنادیل جو چھت مین کیلوں سے جڑی ہو دین حار کی بیع مین داخل ہونگی اور
جو لکڑی کا زینہ الگ گھر میں رکھا ہو تو وہ داخل نہوگا در مختار و تاتارخانیہ حم ہر قلعہ کی راہ سے جو اوکھلی گھر پر
پتھر کی گڑی ہوئی ہو گھر کی بیع مین داخل ہوگی اور اسیطرح ڈنڈا اوسکا از روی استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے
کا پاٹ از روی قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہے (ایسے کہ وہ تابع اوسکا ہے) ص اور نہیں داخل ہوتے پھل لگے ہوے درخت کے
درخت کی بیع مین مگر اگر خریدار شرط کر لیوے ف اسواسطے کہ روایت کی ایمہ ستہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جو شخص بیچے
غلام مالدار کو تو مال اوسکا واسطے بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کر لے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی کو تو پھل اوسکا بیچنے
بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرے خریدار اور امام محمد نے روایت کی اصل مین کہ جو ایسی زمین خرید کرے جسمین کھجور کے درخت ہیں تو
پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ شرط کرے خریدار ص چنانچہ زمین کی یا درخت کی بیع مین بائع یہ کہدے کہ بعت بحقوقہ
او بمرافقہ ف یا بکل قلیل وکثیر هو له فیها ومنها من حقوقها یا من مرافقها هدایہ ص تو
بھی کھیت اور پھل داخل نہونگے ف اسواسطے کہ یہ چیزین حقوق اور منافع نہیں ہین البتہ اگر کہے کہ بعتہ بکل
قلیل وکثیر هو له منها او فیها تو یہ چیزین داخل ہوجاوینگی اسواسطے کہ اس صورت مین بائع نے تصریح مرافق اور منافع
کی نہین کی هدایہ ص اور بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بکل حق هو له کہے اور نہ منزل کی بیع میں
مگر جب کہ منزل کی بیع مین بکل حق هو له کہدے گا تو بالاخانہ داخل ہوجاویگا اور دار کی بیع مین داخل ہوگا اگرچہ بکل
حق هو له نکہے ف اسواسطے کہ بالاخانہ ایک حد ہے اور شی اپنے ہمسر کو نہین شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ در
صورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہے بالاخانے کو جیسا اسکی تعریف سے معلوم ہو چکا ص جیسے داخل نہین راہ اور مسیل
اور شرب بیع مین البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کریگا تو یہ چیزین داخل ہوجاوینگی اور اجارے مین ہر طرح خواہ ذکر
کرے یا نکرے داخل ہونگی ف راہ سے وہ راہ مراد ہے جو طریق خاص انسان کی ملک مین ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذ
کی طرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع کے ہے چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض برابر
گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اوسکا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی مین ہے اور مسیل وہ مکان ہے
جیسے بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی پینے کے حصے سے کذا فی الطحطاوی
ص وجہ اسکی یہ ہے کہ اجارہ منعقد ہوتا ہے منفعت پر اور بدون ان چیزون کے منفعت متصور نہین اور بیع سے ملک رقبہ
مقصود ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ غرض مشتری کی ہو بیع اوس شی کی نہ انتفاع ف کیونکہ ملک رقبہ مین کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہین مسائل
الحاویہ گھر کی بیع میں کنوان جو اوس گھر مین ہو اور اوسکی گھڑنج اور جو تحت زمین مین گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے
اندر ہووے داخل ہے اور ڈول رسی کوئین کی داخل نہین اور حمام کی بیع میں دیگین داخل ہین جو دیوار و زمین وصل ہین
مکانسے یعنی بڑے پیالے اور دھوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالون کے تغار اور تیلیون کی متھور اور

اور دھوبیون کا پتھر جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین زمین کی بیع مین داخل نہین اور گدھے کی بیع مین اوسکا پالان داخل کر
اگر گدھے کو دہقانون سے یا دیہاتیون سے خریدا ہو اور جو تا جو لنے خریدیگا تو داخل ہوگا البتہ رسّی جو اوسکے گلے مین بندھی
ہوتی ہو داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو رسّی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہو اور جھول بغیر شرط کے داخل نہین اور گھوڑے
کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین نقط نکیل داخل ہو اور گائے کا شیرخوار بچہ گائے کی بیع مین داخل ہو اور گدھی کی
بیع مین اوسکا بچہ داخل نہین اگرچہ شیرخوار ہووے اور اگر انگور کے درختونکو خریدا تو وہ رسیاں جو زمین کی گڑی ہوئی میخون
مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیاں جو ایکطرف سے زمین مین گڑی ہین اور جتنی چیزین تبعًا داخل ہین
اونکے مقابل کچھ ثمن نہوگا تو اگر وہ تلف ہوجاویگا قبل ادائے ثمن کے اس صورت مین ثمن کچھ ساقط نہوگا جیسے بیع مین اشیا
داخل ہوتے ہین بالتبع اسیطرح سے چند چیزین بے نکالے ہوئے نکل بھی جاتی ہین جیسے قرئے کی بیع سے راہین اور مساجد
اور شہرپناہ انتہی ملتقطا من الدر المختار والفتح والعالمگیریۃ

باب استحقاق کے بیان مین یعنی بیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان مین

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ بیع بائع کی ملک نتھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی **ص** اگر ایک شخص نے ایک لونڈی
خرید کی بعد خریدنے کے مشتری پاس آنکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہو تو زید صرف
لونڈی کو لے لیگا ولد کو نہین لے سکتا اور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہون سے ثابت کردی تو اس
صورت مین یہ لونڈی اور یہ ولد دونون لے سکتا ہو **ف** فرق کی وجہ اصل کتاب اور ہدایہ اور درمختار مین مذکور ہو خلاصہ
اوسکا یہ ہو کہ بینہ حجت مطلقہ ہو اور اقرار حجت قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت رفع ہوجاتی ہو ساتھ ثبوت ملک مقرلہا کے بعد
انفصال ولد کے برخلاف صورت اول کے **ص** ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خریدلے کیونکہ مین غلام ہون اور اوسنے
خریدا بعد خریدنے کے وہ غلام آزاد نکلا اور اوسکے بائع کا پتا نہین اس صورت مین مشتری ضمان ثمن اوس شخص سے جسنے اپنے
تئین غلام کہا تھا لے لیگا **ف** اور امام ابو یوسف رحکے نزدیک اوسپر ضمان نہین اور اگر بائع کا نشان وپتا موجود ہو تو مشتری
رجوع ثمن ادی بائع پر کریگا نہ غلام پر **درمختار ص** اور وہ شخص بائع سے لیگا جب اوسکو پاویگا بخلاف رہن کے
اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکھ لے کہ مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہو تو ضامن نہوگا
برابر ہو کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہو اسلیے کہ رہن عقد معاوضہ نہین پس نہوگا امر ضامن اوسکی سلامتی کا اگر ایک شخص نے
دعوی کیا ایک حق مجہول کا ایک دار مین اور مدعی علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اسکے اس دار مین سے کچھ حصہ کسی شخص
غیر کا مملوک نکلا تو اس صورت مین مدعی علیہ مدعی پر کچھ رجوع نکریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہ سکتا ہو کہ میرا حق اس حصہ مستحق
کے سوا تھا اور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت مین البتہ مدعی علیہ نے جو روپیہ صلح کا مدعی کو دیا ہو سب پھیر لیگا اور
مسالے سے یہ مسالہ سمجھا گیا کہ صلح دعوی مجہول سے جائز ہو اور بمال معلوم کے اسواسطے کہ جہالت ایسی چیز مین ہو جو ساقط
ہوجاویگی اور یہ جہالت اسقاط حق مین موجب منازعت نہین ہو اور بعض فتاوی سے منقول ہو کہ صلح نہین صحیح ہو مگر جب
دعوی صحیح ہووے تو اس مسالے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہوگئی اسواسطے کہ دعوی حق مجہول کا غیر صحیح ہو

اور بہت سے مسائل ذخیرہ کے دلالت کرتے ہیں اس روایت کی عدم صحت پر مسئلہ اگر مدعی نے دعویٰ کل دار کا کیا اور مدعیٰ علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کر لی بعد اوسکے ادھا گھر پایا گیا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعی علیہ اسی قدر حصہ اپنے زر صلح میں سے پھیر لیوے **ف** مثلاً آدھے دار کی صورت میں آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت میں ربع روپیہ پھیر لیوے **ص** اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بلا اذن اوسکے بیع کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہے چاہے بیع توڑ دے یا جائز رکھے اگر جائز رکھنا اوس صورت میں ہے اگر بائع اور مشتری اور مبیع باقی ہوں اور اسیطرح اگر ثمن عرض ہو تو اوسکا بھی باقی ہونا ضرور ہے **ف** عرض وہ چیزیں ہیں جو متعین ہو جاتی ہیں عقود میں جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اوسکے دین ہے جو متعین نہیں ہوتی ہیں جیسے دراہم دنانیر پیسے رائج یا جو چیزیں کیلی وزنی ہیں **ص** تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن مالک کی ہو جاتی اور بائع کے ہاتھ میں وہ امانت تھی اور بائع کو بھی حق فسخ ہوسکتا ہے قبل مالک کی اجازت کے واسطے دفع ضرر کے اپنے نفس سے کیونکہ حقوق عقد کے راجع ہیں اوسکی طرف **ف** اسواسطے کہ بائع یہاں فضولی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دفع ضرر کیلیے عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت مالک کے نہیں کرسکتا کیونکہ یہاں حقوق بیع رجوع کرتے ہیں طرف عاقد کے اور عاقد فضولی ہے اور نکاح میں حقوق نکاح رجوع کرتے ہیں طرف اصل مالک کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہے **ص** اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کرکے لے گیا اور اوسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا اب اصل مالک کو خبر ہوئی اور اوسنے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت میں مشتری کا عتق نافذ ہوجاویگا اور امام محمد کے نزدیک نافذ نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں عتق ہے اوس غلام لونڈی میں جسکا مالک نہیں آدمی **ف** روایت کیا اوسکو ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے زیلعی اور شیخین کی دلیل اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دی اس صورت میں بیع ثانی جائز ہوگی اسواسطے کہ اجازت سے ملک منقطع ثابت ہوتی ہے مشتری اول کے لیے جبکہ ملک موقوف مشتری ثانی پر طاری ہوئے تو اوسکو باطل کیا اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو ارش یعنی قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملیگی اسلیے کہ ملک ثابت ہوئی مشتری کیلیے وقت خرید کے سے تو یہ قطع ید ملک مشتری میں ہوا اسیلیے ارش کا وہی مالک ہوگا اور مشتری کو چاہیے کہ قیمت ہاتھ کی اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہووے تو اوسکو فقیروں پر خیرات کر دیوے اسیلیے زیادتی میں شبہ عدم ملک ہے **ف** مطلب یہ ہے کہ غلام کا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اوسکے مالک کو تاوان میں دینا پڑتی ہے اسلیے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے میں نصف دیت لازم ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر قیمت یعنی نرخ بازار اوس غلام کا زائد اوس ثمن سے نکلا جسکے عوض میں مشتری نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہے تو نصف قیمت بھی اوسکی نصف ثمن سے زائد ہوگی تو جسقدر زیادہ ہو وے اوتنی کو مشتری تصدق کر دیوے فقیروں پر **ص** اگر زید نے عمرو کا غلام بدون اوسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گذرانے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجکو اجازت بیع کی نہیں دی یا گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنی عمرو نے اقرار کیا تھا کہ میں نے زید کو اجازت بیع کی نہیں دی اور اس گواہی سے بکر کو مقصود یہ ہے کہ بیع کو ناجائز قرار دیکر یہ غلام

ردکردے عمرو پر تو یہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ یہ دعوی بکر کا متناقض ہے کیونکہ اوسنے جب اقدام کیا تھا غلام کی خریدپر تو اوس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہے اور اب یہ کہتا ہے کہ اجازت نہین ہوئی آن البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ جبکہ مالک کی اجازت نہتی تو بیع مردود ہوجاوے گی اگر مشتری طلب کریگا رد بیع کو اسواسطے کہ تناقض مانع ہے صحت دعوی کا اور نہین منع کرتا صحت اقرار کو ف اسواسطے کہ اس صورت مین بھی اگرچہ دعوے مین تناقض ہے لیکن تناقض مانع صحت اقرار مدعی علیہ نہین ہے تو مشتری کو ہوسکتا ہے کہ بائع کی موافقت کرکے ایسا بیع مین اوس بیع کو رد کردیوے

ص باب سلم کے بیان مین

ف بیع سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنے قول اللہ تعالی کا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ الآیۃ حمل کیا اسکو عبد اللہ بن عباس نے اوپر بیع سلم کے روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور صحیح کہا اوسکو اوپر شرط بخاری و مسلم کے کہ کہا ابن عباس نے شہادت دیتا ہون مین اوس بات کی کہ اللہ تعالی نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اوسکا اذن دیا اوسکا اسی آیت سے اور بھی اخراج کیا اوسکا شافعی رح نے مسند مین اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے عبد اللہ بن عباس رض سے کہا کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینے مین اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنے بیع سلم کرتے تھے میوون مین برس کی اور دو برس کی تو فرمایا آپ نے جو شخص سلف کرے تم مین سے کسی میوے مین تو چاہیے کہ سلف کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین مین ایک مدت معین تک اور بہت آثار و احادیث اسکی اباحت پر دلالت کرتے ہین ص سلم کہتے ہین بیع کو ایک شی کی اس طور پر کہ مبیع دین ہوجاوے بائع پر اور قیمت نقد دیجاوے ساتھ شرائط معتبرہ کے ف اور سلف بھی اسی کو کہتے ہین ص تو مبیع کو مُسلَم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مُسلَم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہین اور صحیح ہے سلم ہر اوس چیز مین جسکی قدر اور صفت معلوم ہوسکے بیان کردینے سے ف اور جن چیزون کی صفت اور مقدار بیان سے معلوم نہوسکے تو اونمین سلم جائز نہین جیسے وہ چیزین کہ عددی ہین متفاوت جیسے خربزہ کدو مولی انار ص جیسے وہ چیزین کہ ناپ کر بکتی ہین پیمانے مین ف مثلاً گیہون چانول آٹا غلہ وغیرہ ص یا تول کر سوائے ثمن کے ف یعنی جو ثمن ہون ثمن نہ ہون مثمن اوس چیز کو کہتے ہین جو عوض مین ثمن کے آوے اور ثمن کی قید سے روپیہ اشرفی درہم دنانیر نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تول کر بکتے ہین لیکن چونکہ ثمن ہین خلقاً اور عرفاً اور مثمن نہین ہوتے اسواسطے سلم انمین جائز نہین ص یا گز کی گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جب کہ اوسکا طول و عرض اور رنگینی اور صفت بیان کردیوے یا شمار سے اون چیزون مین جو قریب قریب یکسی ہوتی ہین ف یعنی چھٹائی اور بڑائی مین انکے بہت فرق نہین ہوتا ص جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی کی اینٹ ایک سانچے معین سے ف زردآلو انجیر بھی انھین مین داخل ہین ور عمار ص اور صحیح ہے سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی مین اور تازی مچھلی مین بھی جب اوسکا موسم ہو ف نہ بے موسم تازی مچھلی مین سلم درست نہین مگر اوس شہر مین جہان ہمیشہ بکتی ہو ص تول سے اور قسم معلوم سے ف جیسے رہو ہو وغیرہ ص اور جائز ہے سلم طشت اور کانسے اور موزون مین اگر انکی پہچان بیان ہوسکے ورنہ نہین جائز ہے ف اور

اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ ص اور نہیں جائز ہے سلم اوس چیز مین جسکا اندازہ وصف معلوم نہو مثل حیوانات کے ف اور
امام شافعی رح کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہے بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت کے اور ہم کہتے ہیں
کہ بعد بیان ان سب باتوں کے بھی اوسمین تفاوت فاحش رہتا ہے دوسرے یہ کہ مذہب شافعی رح کا صریح خلاف حدیث کے ہے جو روایت
کی حاکم نے مستدرک میں اور دارقطنی نے سنن میں ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے حیوان میں
کہا حاکم نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور نہ سری بکری کا پاؤن
مین اور نہ کھالون مین شمار کی روسے اور نہ لکڑی کے گٹھون مین اور نہ ترکاریوں کی گڈیون مین واسطے تفاوت بہت کے
پس اگر بیان کیا جاوی طول بندھن گٹھون کا تو جائز ہوگا اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ف جیسے موتی [illegible]
وغیرہ ص اور نہ ساتھ ایک صاع معین یا گز معین کے کہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے ف اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ صاع
یا گز تلف ہوجاوے وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوگی ص اور نہ کسی خاص گاؤں کے گیہوں پر یا کسی خاص درخت کی کھجور
پر ف اسواسطے کہ احتمال ہے کہ اس سال اوس قریے میں کچھ پیدا ہو یا اوس درخت میں کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر
نہوگا ص اور نہیں جائز ہے سلم جب تک کہ مسلم فیہ موجود رہے بازار مین وقت عقد سے لیکر مدت معین تک تو اگر معدوم
ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گزرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے گزرنے پر
یا بیچ مین دونون وقتون کے معدوم ہوجاوے تو سلم جائز نہیں اور شافعی رح کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گزرنے کے وقت موجود ہوگا
تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد معدوم ہو اور دلیل ہماری حدیث اول اور ہدایہ مین مذکور ہے ص اور نہیں جائز ہوتی ہے
سلم گوشت مین ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اگر صفت اور جنس اور نوع اور سن اور مقام
اور مقدار اوسکی بیان کر دیوے جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر اور ائمہ ثلاثہ بھی صاحبین کے
متفق ہیں اور اوسی پر فتویٰ ہے درمختار ص سلم کے جائز ہونے کی چند شرطیں ہیں انکو معلوم کرنا چاہیے ۱ بیان کرنا
جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جو ۲ بیان کرنا اوسکی نوع کا کہ آدمی کی سینچی ہوئی یا بارانی ۳ بیان کرنا اوسکی صفت کا کہ عمدہ
ہون یا ناقص ۴ بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل مشہور سے جسکا مقدار معلوم ہووے ف اور وہ کیل سکڑتا اور
پھیلتا نہو جیسے زنبیل وغیرہ ص یا باٹ معلوم معین سے جسکا وزن معلوم ہووے ۵ مدت مسلم فیہ کے
ادا کرنے کی ف ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے جائز نہیں اور شافعی رح کے نزدیک درست ہے اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث
ہے ابن عباس کی جسکو روایت کیا بخاری مسلم نے اور اسمین إِلَىٰ أَجَلٍ مَعْلُومٍ موجود ہے ص اور اقل مدت ایک
مہینا ہے صحیح قول مین اسواسطے کہ بعضون کے نزدیک اقل مدت تین دن ہیں اور بعضون کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ
ف درمختار مین ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ اقل مدت ایک مہینا ہے ص ۶ راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو
مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اسواسطے کہ عقد اِن چیزون مین متعلق ہوتا ہے مقدار سے تو ضرور ہے
بیان مقدار اوسکا ف کہ یہ روپے اتنے ہیں یا غلہ اتنا ہے ص اور یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے
نزدیک جب راس المال معین ہو تو اوسکے بیان مقدار کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ مقصود حاصل ہوگیا اوسکی طرف اشارہ

کر دینے سے جیسے ثمن بیع مین یا اجرت اجارے مین ف کہ ثمن بیع یا اجرت کی طرف اگر اشارہ کر دیا تو اوسکے بیان
مقدار ضرور نہین ص امام ابوحنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راس المال کے روپے یا اشرفیان کھوٹی ہوتی ہین
اور مجلس عقد سلم مین مسلم الیہ اوسکو نہین بدلتا ہے تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم نہوگا تو یہ متحقق نہوگا
کہ کتنے روپے مین سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گذر جانے کے قادر نہین
ہوتا ہے تو اوسکو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہے اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہوا تو منازعت واقع ہوگی
ہان اگر راس المال کوئی کپڑا معین ہووے تو اوسکا مقدار بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ کپڑے مین عقد متعلق اوسکی
ذات سے ہوتا ہے نہ اوسکے مقدار سے آب دو مسألون کی تفریع کرتا ہے چھٹی شرط پر تو جائز نہوگی سلم دو جنسون مین
بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے ف مثلاً دس درہم دیدے اور سلم کی ایک کر مین گیہون کے اور ایک کر مین جَو کے
اور یہ نہ بیان کیا کہ گیہون کے حصے کے کتنے روپے ہین اور جَو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہوگی بوجہ معلوم نہونے
راس المال کے ص یا دو نقدون مین بغیر بیان حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے ف جیسے سلم کیا دراہم و دنانیر
یکر ایک کر مین گیہون کے اور ایک کا حصہ معلوم ہے اور دوسرے کا معلوم نہین کہ کتنا حصہ ہے مسلم فیہ سے ہفتم
ص ساتوین بیان مکان جہان پر مسلم فیہ رب السلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکی باربرداری و مزدوری
ہے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جہان پر عقد سلم واقع ہوا اوسی جگہ مسلم فیہ کا دینا
لازم آویگا اور اسی خلاف پر ہے ثمن اور اجرت اور قسمت جب انمین باربرداری و مزدوری ہو ف ثمن کی صورت یہ ہے
ایک شخص نے عوض مکیل یا موزون کے فرش خرید کیا مدت معین کر کے تو امام صاحب کے نزدیک مکان ادای غلہ شرط
ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایے کو لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام
صاحب کے نزدیک مکان ایفای اجرت شرط ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصون نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے
اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک
بیان مکان ایفا شرط ہے برخلاف صاحبین کے کذا فی المحیط و فی ص اور جو مسلم فیہ ایسی چیز نہو کہ اوسمین
باربرداری وغیرہ کی حاجت نہووے تو جہان چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کر دے اور یہی قول صحیح ہے اور جامع
صغیر کی روایت مین جہان پر عقد سلم ہوا ہے وہان حوالے کرے اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ راس المال
مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جدا ہونے کے لے لیوے تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض دو سو کے تنکو نقد اور سو
قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کر مین گیہون کے تو باطل ہوگی سلم سو روپے قرضے مین اور سو نقد مین صحیح ہو جاوے
گی ف کر ہوتا ہے ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہے آٹھ مکول کا اور مکول ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے تو قفیز بارہ صاع
کا ہوا اور کر سات سو بیس صاع کا ص اور سلم نہین صحیح ہوتی اگر اوسمین خیار الشرط ہو یا خیار الرویۃ کیونکہ یہ دونون
مانع ہین تمام تسلیم کے البتہ خیار العیب مانع نہین ہے تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے
صحیح ہو جاویگی اور زفر رح کے نزدیک صحیح نہوگی ف اور دلیل اوسکی ہدایہ مین مذکور ہے ص راس المال اور مسلم فیہ

مین قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہین ہے جیسے شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے
کہے تو مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری ہوجائے اور صورت تولیہ کی یہ ہے کہ کہے تو کل راس المال
مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہوجائے اور تصرف فی راس المال کی یہ صورت ہے کہ رب السلم راس المال کے بدلے مین
کوئی اور چیز دیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے مین کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اوسکو اقالہ
کیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے مین کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو راس المال عمرو کو دیا ہو وہی پھیر لیوے فرمایا
علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال ف یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے
مین ابو سعید خدری سے عن [illegible] من اسلم فی شیء فلا یاخذ الا ما اسلم فیہ
او راس مالہ اور ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اوسکو ابو داود و ترمذی و ابن ماجہ نے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شی مین تو نہ پھیرے اوسکو غیر مین مسلم فیہ کے اور یہ [illegible]
بات کو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہین پہچانتے ہم مرفوع اوسکو مگر اسی طریقے سے اور
عطیہ عوفی ضعیف کہا اوسکو احمد وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذی نے اوسکی حدیث کو تو حدیث حسن ہی اور روایت کیا
اوسکو عبد الرزاق نے موقوفاً کہ فرمایا ابن عمر نے جب تو سلم کرے تو کسی شی مین تو نہ لے مگر راس المال اپنا یا وہ چیز کہ سلم
کی ہی تو نے اوسمین اور روایت کیا ابو الشعثا سے مثل اوسکے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الہمام اور زرقانی
اسمین خلاف ہی اور تفصیل اون پر یہی حدیث ہو ص زید نے عمرو سے ایک کر مین گیہون کے سلم کی جب وعدہ آگیا زید نے
ایک کر گیہون کا بکر سے خرید کر کے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جاکر وہ گیہون لے لیوے
بغرض ادائے مسلم فیہ کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہان دو عقد ہین سلم اور شرا تو ضرور ہے کہ اوسمین صاع بائع اور مشتری
کے دونون جاری ہووین ف بدلیل اوس حدیث کے جو اوپر گذری ص اگر قرض مین یہ صورت ہو درست ہو مثلاً زید نے
عمرو سے کچھ گیہون قرض لیے ابعد اوسکے اوتنے گیہون زید نے بکر سے خرید کر کے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہون بکر سے لیوے
قرضے کی ادا مین لے لیوے تو صحیح ہی ف دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہی ص اگر بیع سلم مین بھی
اسطرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہون اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے وکالۃً اوسپر قبضہ کر کے
ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کر کے ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت مین دونون کے صاع جاری ہوگئے
ف اور یہ صورت اوپر گذر چکی ہی ص اگر مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اوسکی غیبت مین اوسکے برتن مین
مسلم فیہ کو ناپ یا یا بائع نے حکم مشتری سے اوسکے غیبت مین اپنے ظرف مین یا اپنے مکان کے ایک کونے مین مبیع
کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا جاویگا البتہ اگر بیع کی صورت مین بائع نے مشتری کے حکم سے
مشتری کے ظرف مین اوسکی غیبت مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع
کو کہ ایک کر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کر مزید کا دونون میرے برتن مین ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید
کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اوسکے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاوے گا اور اگر پہلے سلم کا ڈالا

ڈالنا شروع کیا تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاوے گا اور صاحبین کے نزدیک مشتری مختار ہو چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے لے تو اتنے مال مین بائع کا شریک ہو جاوے اگر رب السلم نے ایک لونڈی راس المال مین دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اوس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اوسکے دونون نے اقالہ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی مسلم الیہ کے پاس تو اقالہ باقی رہے گا اور اوس لونڈی کی قیمت جو دن قبض کے تھی مسلم الیہ کو واپس کرنا پڑیگی اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ صحت اقالہ موقوف ہے بقای معقود علیہ پر اور وہ مسلم فیہ ہے **ف** یعنی اقالہ صحیح ہو جائے گا اور مسلم الیہ کو قیمت اوس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑیگی **ص** یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے مین بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد اوسکے تلف ہو گیا تو اقالہ باقی رہیگا اور قیمت شئ تلف شدہ کی دینا ہو گی یا بعد تلف ہو جانے کے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہو گا اور قیمت اوسکی دینا ہو گی برخلاف خریدنے لونڈی کے عوض مین ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالہ کے مری تو اقالہ باطل ہو گیا اور اگر قبل اوسکے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہو گا اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے شرط کر لی تھی خراب گیہون کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہین لگائی تھی یا اسکا اولٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہین ہوئی تھی تو قول اوسی کا معتبر ہو گا جو مدعی خراب گیہون ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانے کا ہو گا اور جو اونکا منکر ہو گا اوسکا قول معتبر نہو گا اسلیے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہے اور منکر کے قول سے فساد عقد کیونکہ سلم مین بیان صفت اور مدت ضروری ہے یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک قول منکر کا معتبر ہو گا اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجکو یہ چیز بنا دے جیسے جوتے والے سے کہے مجکو جوتا تیار کر دے اپنے پاس سے **ف** استصناع قیاسًا ناجائز تھا کیونکہ بیع ہے معدوم کی لیکن بسبب تعامل یعنی آدمیون کے رواج کے جائز ہے هدایہ **ص** تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھ ہے تو سلم ہو جاویگا خواہ اوسکا رواج ہو یا نہو پس شرائط سلم کے اوسمین معتبر ہونگے اور اگر مدت نہ ہووے تو جس چیز مین رواج ہے جائز ہے جیسے موزہ طشت کاسہ تو یہ بیع ہے نہ وعدہ **ف** حاکم شہید کے نزدیک استصناع ایک وعدہ ہے تو بائع جب بنا کر وہ شئی لاتا ہے تو بیع ہو جاتا ہے بسبب تعاطی کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے وہ بیع ہے **ص** اور جب بیع ہوا تو کاریگر اوسکے بنانے پر جبر کیا جاویگا اور جسنے بنانے کا حکم کیا ہے وہ اپنے قول سے پھر نہین سکتا اور بیع خود وہ چیز ہے نہ کام و محنت اوسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اوسکو لے لیا صحیح ہو گا اور بیع متعین نہو گی قبل اختیار کرنے بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے بنوانے والے کے کاریگر نے اوسکو کسی اور کے ہاتھ بیچڈالا صحیح ہے اور جب بنوانے والے نے اوس چیز کو دیکھا تو اوسکو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لیوے **ف** اسواسطے کہ اوسنے خریدی ایسی چیز جسکو نہین دیکھا تھا اور اوسکو اختیار ہوتا ہے جیسا گذرا خیار الرویۃ مین **ص** اور نہین صحیح ہے استصناع بغیر بیان مدت کے اوس چیز مین جسکا رواج نہین ہے جیسے کپڑا وغیرہ

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان میں

ف بیل یا گھوڑا مثلاً کا خرید الڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں ہو اور اوسکی کچھ قیمت نہیں اور اوسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف یہ ہو کہ بیع صحیح ہو اور تلف کرنے والے پر اوسکے ضمان ہو اور مجتبیٰ کی کتاب حظر کے آخر میں ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کھیلنا جائز ہو دُرِ مختار ص صحیح ہو بیع کتے کی اور چیتے کی اور درندون کی برابر ہو کہ سکھائے ہوئے ہون یا نہ سکھائے ہوئے ف جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہین تو اوسکو مُعلّم کہتے ہیں ۔ ۔ غیر مُعلّم تو مطلب متن شرح کا یہ ہو کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ مُعلّم ہو یا نہ ہو بیع اوسکی درست ہو اور یہ ہمارا مذہب ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع اوس کتے کی درست نہین ہو جو کٹنا ہو اور نزدیک شافعی رح کے کسی کتے کی بیع درست نہین اسواسطے کہ روایت کی ابن حبان نے صحیح مین ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام ہے ہو زانیہ کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانے والے کی اور روایت کی شیخین نے ابو مسعود انصاری رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی اور روایت ہو ابی الزبیر رح سے کہ پوچھا مین نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو مسلم اور نسائی نے اور اسواسطے کہ کتا نجس العین ہو اور نجاست سے ذلت اوسکی لازم ہوئی اور بیع اعزاز اوسکا لازم آتا ہو تو ناجائز ہوگی دلیل ہماری وہ حدیث ہو جسکو روایت کیا ترمذی نے ابو ہریرہ رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر کتے شکاری کی اور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث جابر سے بھی مرفوعاً مروی ہو اور اسناد اوسکی صحیح نہین اور احادیث صحیحہ مین اسکا استثنا مذکور نہین ہم کہتے ہین کہ روایت کی ابو حنیفہ رح نے مسند مین ہیثم سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے ابن عباس رض سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت مین کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہو اسواسطے کہ ہیثم ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور روایت کی بیہقی نے مثل اسکے جابر رض سے اور اوسکی اسناد مین بھی ہیثم ہو لیکن ہیثم باتفاق محققین ثقہ ہو توثیق کی اوسکی ابن سعد اور دار قطنی نے اور اخراج کیا اوس سے ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین اور روایت کی دار قطنی نے ابو الزبیر سے انھون نے جابر رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی اور روایت کیا طحاوی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس درہم کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا اور روایت کی طحاوی نے عبد اللہ بن المغفل سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتون کے پھر فرمایا کیا کرتے ہین مارے کتے اور رخصت دی شکاری کتے مین اور حدیث ابو ہریرہ رض کی ابتدائے اسلام میں تھی پھر منسوخ ہو گئی کیونکہ خود مروی ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے اور دی حجام کو اجرت اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اوسکو شیخین نے ابن مسعود سے اور نجاست عین ہونا کتے کا مسلّم نہین اسواسطے کہ اوس سے نفع لیا جاتا ہو بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ کہ

کہ حدیث نُہِیَ عَن ثَمَنِ کَلب پہلے عام تھی اور پھر کلب صید اور زراعت کا اوس سے مخصوص ہوا تو اب یہ حدیث ظنی ہو گئی اور عام ظنی کی دربارہ تخصیص جائز ہو قیاس سے مگر اس صورت مین لازم آتا ہو کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پہونچانے والے کی بیع بالکل جائز نہووے جیسا مذہب ابو یوسف رح کا ہو تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع کتے کی درست ہو جاوے جیسا کہ مروی ہو امام سے واللہ اعلم **ہکذا فی الفتح القدیر و تحریر المسند للامام** رح **ص** اور ذمی بیع مین مثل مسلمان کے ہو الا شراب اور سوئر کی بیع کہ ذمی کو درست ہو اور مسلمان کو نادرست **ف** صحیح مسلم مین مروی ہو ابن عباس رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جسنے حرام کیا شراب کے پینے کو اوسی نے حرام کیا اوسکی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہو امام محمد رح کے آثار مین **ص** تو شراب ایسی ہو ذمی کے حق مین جیسے سرکا ہمارے نزدیک اور سوئر ذمی کے حق مین جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہو اور سوئر ذوات القیم سے **ف** یعنی اگر ذمی نے ذمی کی خمر تلف کر ڈالی تو اوسکی عوض مین خمر دلائی جاویگی کیونکہ خمر مثلی ہو یعنی اون چیزون مین سے ہو جو ذمیون کے حکم مین کہ اونکے تلف کر دینے سے مثل اوسکا لازم آتا ہو اور سوئر ذوات القیم سے یعنی اون چیزون مین سے ہو جنکے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہو تو اگر ذمی نے سوئر دوسرے ذمی کا ہلاک کیا اس صورت مین اونکے یہان جو اوس سوئر کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سوئر جیسا ہمارے یہان سرکا مثلی ہو اور بکری ذوات القیم سے **ص** زید نے ایک لونڈی خریدی اور قبل قبضے کے اوسکا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہو اب اگر عمرو نے اوس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا **ف** تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف رح کے قول مین اور یہی مختار ہو **درمختار** **ص** اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادائے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہو گیا اور بائع نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ غلام مین نے زید کے ہاتھ بیچا ہی تو اگر اوسکا ٹھکانا معلوم ہو تو وہ غلام واسطے ادائے ثمن کے نہ بیچا جاویگا بلکہ ثمن مشتری جہان ہوگا اوس سے طلب کیا جاویگی اور اگر مشتری ایسا غائب ہو کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اس صورت مین وہ غلام بیچا جاویگا اور اوسکی قیمت سے ثمن بائع ادا کیا جاویگا **ف** تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑینگے جب مشتری حاضر ہوگا اوسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب اوسکو پاوے تو اوس سے لیوے اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سُنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نرہا اور مبیع کے مانند مرہون ہی یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو سزاوار یہ ہی کہ بیع اوسکی جائز ہو **کذا فی الدر المختار والطحطاوی** **ص** اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اور اون مین سے ایک شخص غائب ہوا **ف** یعنی اس طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہین **ص** تو شخص حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکو روک رکھنا یہان تک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہو طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو روک رکھنا کل بیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہین **ف** طرفین کی

دلیل یہ ہی کہ شخص حاضر تا چار ہی اوسکو نفع اوٹھانا مبیع سے ممکن نہیں جبتک کل ثمن ادا کرے تو جسوقت اوسنے کل ثمن ادا کردیا تو متبرع نہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نہ لیگا حصہ اپنا جب تک نہ اپنے حصے کی ادا کرے اور ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ شخص حاضر متبرع ہی اپنے شریک کے حصے کی ثمن کے ادا کرنے میں اسلیئے کہ اوسنے بغیر حکم غائب کے اوسکا حصہ ثمن ادا کیا ہی تو جب وہ حاضر ہوگا تو اوس سے حصہ ثمن کو پھیر نہیں سکتا اور نہ مبیع کو روک سکتا ہی اور فتویٰ طرفین کے قول پر ہی **ھل ایلہ** کوئی چیز بیچے ہزار مثقال سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانسو مثقال ہر ایک کے واجب ہونگے **ف** اسواسطے کہ مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہی تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے **ص** اور جو کوئی چیز بیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا چاندی نصفا نصف ہوگی تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے دراہم وزن سبعہ والے **ف** یعنی وہ دراہم جو دس درم سات مثقال کے ہوتے ہیں وزن میں اور ذکر اسکا کتاب الزکوٰۃ میں گذرا اسواسطے کہ یہی متعارف ہی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو دراہم اس صورت میں لازم آوینگے **ص** اگر ایک شخص کے کچھ روپے کھرے جو دوسرے پر آتے تھے اور مدیون نے اوس کو کھوٹے ادا کیے اور دائن کو معلوم نہوا اوسنے خرچ کرڈالے یا اوسکے پاس سے تلف ہوگئے تو اوسکا حق ادا ہوگیا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اوس قسم کے زیوف کھوٹے مدیون کو پھیر کر کھرے لیوے **ف** زیوف جمع زیف کی ہی زیف وہ روپیہ جسکو تاجر لے لیویں اور خزانہ اسلامیہ میں نہ لیا جائے اور اگر وہ روپے ستوقہ یا نبہرجہ ہوں تو بالاتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتویٰ ہی ستوقہ وہ درم ہی جسپر چاندی کا ملمع ہو اور نبہرجہ وہ درہم جو دارالضرب سلطانی میں بنا ہو وے یا جسکو تاجر بھی نہ لیویں **سادحتا اگر** اگر پرندے انڈے یا بچے دیے ایک شخص کی زمین پر یا ہرن کا پاؤں اوسکی زمین میں جاکر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو اوسکو پاویگا اوسکی مملوک ہو جاویگی نہ صاحب زمین کی اسلیئے کہ صید کا مالک وہی ہوتا ہی جو اوسکو پکڑے البتہ اگر صاحب زمین نے زمین کو اپنی اسی کے واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کے ہونگے اور جو مکھی نے چھتا لگایا کسی کی زمین میں تو وہ اوسکا مالک ہوگا خواہ وہ اپنی زمین شہد کے چھتا لگانے کے واسطے تیار کی ہو یا نہو اور اگر شکار پھنس گیا اوس جال میں جو پھیلا یا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور مٹھائی اوچھالی گئی لٹانے کے واسطے اور کسی کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ اوسکا مالک نہوگا بلکہ جو پاویگا اوسیکو ملیگی البتہ اگر کپڑے والے نے پہلے سے ہی کپڑا اسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اوسکو ملیگی یا اوسنے اسلیئے پھیلا نہیں رکھا تھا لیکن جب دراہم اور شکر اوسمیں واقع ہوئی تو اوس کپڑے کو بند کر لیا اس فعل سے بھی اوسیکی ہو جاوینگی **مسائل الحاقیہ** تیندے سے مسخرا پن کرنا اگرچہ حرام ہی لیکن وہ مانع بیع نہیں بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہی جیسا کہ انگور کا نچوڑا پانی اوس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہی اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضایقہ نہیں اور کتے کے مانند باقی درندے ہیں اور کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری

اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق درست ہی اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہو تو جو چیز مالیت میں ایک پیسے بھی کم ہوگی چنانچہ ایک ٹکڑا روٹی کا اوسکے عوض میں بیع جائز نہیں بیچنا اوس پرند جانورون کی بیٹ کا جنکا گوشت حلال نہیں درست ہی مگر اسقدر بیٹ ہو کہ اوسکی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے اور جائز نہیں بیع زمین کے کیڑون کی جیسے چھپکلی بچھو گوہ اور گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہی اسواسطے کہ لوگ اوسکو پال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے علاج میں اوسکی حاجت ہی اور دریا کے جانورون میں بیع بھی سواے مچھلی کے اور کیسکی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہیں البتہ فتاوای قنیہ میں لکھا ہی کہ جو جانور قیمت دار ہین جیسے سقنقور اور کھال خز کی اور دریائی گھوڑا بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع انکی درست ہی اور سانپون کی بیع اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤن میں تو فقیہ ابو اللیث رح نے اوسکو جائز رکھا ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے اون میں تو جائز ہی اور رسالہ اور تہذیب میں ہی کہ پیا پیشاب اور خون اور رکھا مردے کا واسطے دوا کے درست ہی جب کوئی طبیب مسلمان حاذق اوس سے کہدیوے کہ ہین چیزون مین تیری شفا ہی اور ادویہ مباح میں کوئی چیز قائم مقام اوسکے نملے اور اگر طبیب کہے کہ ہا چیزون جلدی شفا ہوگی تو اوسمین دو قول ہین اسی طرح شراب کے پینے مین بھی بعذر مرض لاعلاج درصورت کہنے طبیب مسلم حاذق کے اختلاف ہی لیکن حدیث صحیح میں مروی ہی کہ اللہ تعالی نے تمہاری شفا نہین کی اون چیزون مین جو تمپر حرام کی اور نجس تیل کی بیع درست ہی اور اوسکو جلانا جائز ہی سواے مسجد کے اور مکانون مین کافر کو خرید مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہی لیکن جبر کیا جاویگا بیچ اوسکی بیع پر اسیطرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تب بھی اوس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کرین گے ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اوسکے اوکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہو تو اوسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہووے اور اگر اوسکے قطع ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دے جو اوسکے اوکھاڑنے سے پیدا ہوا مختار و ردالمحتار

باب بیع صرف کے بیان میں

بیع صرف کہتے ہین ثمن کے بیچنے کو بدلے مین ثمن کے خواہ جنس کے ساتھ ہو وے مثلاً سونے کو بدلے مین سونے کے یا چاندی کو بدلے مین چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے مین چاندی کے فروخت کرے شرط بیع صرف مین کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد مین ہو جاوے قبل افتراق عاقدین کے ف یعنی دونو بدلون پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد مین ہاتھ سے نہ فقط تخلیہ سے درمختار مع ردالمحتار بدلیل اوس حدیث کے جو گذری باب الربوا مین کہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے برابر اس ہاتھ دے اوس ہاتھ لے اور زیادتی سود ہی اور روایت کی مالک رح نے موطا مین حضرت عمر سے کہ نہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے مین چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر دوسرا مہلت مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے مین تو نہ دے مہلت اوسکو گر دست بدست ادھر لے اودھر دے اور مین خوف کرتا ہون تمپر جاج کا اور بدلیل اس بات کے کہ دونون مین سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہی تو نہو جاوے بیع ادھار کی

ہاء مین اور ہاء کے اسواسطے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو ابن عمر نے سے
احمد نے اور بزار نے پھر جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہے تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہوئے
اور مراد اس سے یہ ہے کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہووے تو اگر دونون ساتھ چلے
جاتے ہیں ایک ہی طرف یا دونون اوسی مجلس مین سو رہے یا بیہوش ہوگئے یا کشتے میں سوار دونون چلے جاتے ہین
تو بیع صرف باطل نہوگی بدلیل اثر ابن عمر کے کہ اگر کوئی کوٹھے سے چھت کو کودے تو کود ساتھ اوسکے کہا ابن الہمام رحمہ نے کہ یہ حدیث
غریب ہے نہایت درجے کی کتب حدیث ستہ مین کہتا ہون روایت کیا اوسکو محمد رح نے آثار مین اور امام نے اپنی
مسند مین ص اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی سے اور اٹکل اور تخمین کے ساتھ بھی درست ہے ف اسواسطے
کہ جنس بدل گئی تو زیادتی اوسمین حقیقۃً اور احتمالاً جائز ہے لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد مین بدلین پر یہان بھی ضرور ہے
ص اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ درست نہین بلکہ برابر
چاہیے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون ف اسواسطے کہ باب الربوا مین یہ بات گذر چکی کہ جید اور ردی
سب برابر ہین ص بیع صرف مین قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن مین تصرف کرنا درست نہین مثلاً ایک دینار دس درہم
بدلے مین بیچا اور ابھی اوس درہم پر قبضہ نہین کیا تھا کہ اوسکے عوض مین ایک کپڑا خرید لیا تو اس تھان کی بیع باطل
ہوگی مسائل زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اوسکے گلے مین ہزار روپے کا طوق تھا دو ہزار روپے کو
عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کیے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار اودھار پر اور ہزار نقد وصول کیے
اور بائع اور مشتری جدا ہوگئے تو یہ ہزار روپے قیمت اوس طوق کی ہونگے ف یعنی ہزار جو نقد وصول
ہوئے ہین وہ طوق کی قیمت مین شمار کیے جاوینگے اسواسطے کہ طوق مین یہ بیع صرف ہے اور اوسمین تقابض یقینی
شرط ہے ص یکسان ہے کہ مشتری ہزار روپے لینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اس ہزار روپے کو تو دونون کی ثمن میں سے
لے اسواسطے کہ وقت سکوت کے ظاہر ہے کہ اوس نے اس بیع سے قصد اوسکے صحیح ہونے کا کیا تھا اور بیع مذکور صحیح
نہین ہوتی جب تک کہ ہزار مقابلہ چاندی مقبوض نہوون اور دوسری صورت مین اس کلام کے معنی یہ ہو سکتے
ہین کہ دونون میں سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہدیگا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن ہین خاص تو بیع
طوق مین فاسد ہوجاویگی اسیطرح اگر ایک تلوار بیچی جسمین پچاس روپے کا زیور ہے سو روپے کو اور پچاس نقد وصول
کیے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاوینگے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہوگئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور مین فقط باطل
ہوگی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علحدہ ہوسکتا ہے ورنہ دونون مین باطل ہوجاویگی جاننا چاہیے کہ بیع ایسی
تلوار کی جسمین زیور ہو اوس ثمن کے عوض مین درست ہے جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض
بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہووے زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی ف
اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہے تو سود ہوگیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہین کہ زیادہ یا کم یا برابر ہے تو بھی
شبہہ سود کا ہے ص اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی کا ف خواہ سونے کا ص بیچا اور کچھ قیمت اوسکی مشتری سے

وصول کی اور بعد اسکے جدا ہو گئے تو جائز ہو جاویگی بیع اوس مقدار میں برتن کی جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کر لیا
اور باطل ہو ویگی باقی مین اور شریک ہو جاوینگے بائع اور مشتری اوس برتن مین اور یہ فساد کل برتن مین شائع
نہوگا اسلیے کہ یہ فساد طاری ہی جیسا کہ سلم مین گذرا اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا ف یعنی گواہون سے
اوسکا استحقاق ثابت ہوا ص تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصے کے خرید کرے یا کل کو پھیر دیوے ف اسلیے
کہ شرکت ظرف مین عیب ہی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو بقدر اپنے حصہ کے لیے یا چاہے اپنا بھی
حصہ جو خرید چکا ہی بائع کو واپس دے مثال اوسکی یہ ہی کہ برتن نو روپے بھر تھا مشتری نے اول کل برتن خریدا
لیکن دام کے کل تین روپے دیے بعد اوسکے دونون جدا ہو گئے تو ثلث ظرف مین بیع جائز ہوئی اور دو ثلث مین
غیر صحیح اب ثلث اوس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو اب اختیار ہو چکا ہے وہ ثلث جو باقی ہی
بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی
اجازت دیدی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے لیکر ثلث آپ سے لیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے
اس صورت مین بائع وکیل ہو جاویگا مستحق کا اوسکے حصے مین تو ضرور ہی کہ بائع اور مشتری جدا نہوے ہون بعد
اجازت مستحق کے ص اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہین کر سکتا بسبب عیب
شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی تو وہ گویا راضی ہو چکا ہی اس عیب سے مسائل اور
اگر ایک ٹکرا چاندی کا بیچا اور اوسمین سے کسی قدر دوسرے کا نکلا ف یعنی یہی صورت برتن کی یہان واقع
ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیے اب ثلث اوسکا کسی اور کا
نکلا ص تو مشتری باقی کو حصہ رسد دام دیکر لیوے ف یعنی تین روپے دیکر خرید لیوے ص اور یہ اختیار نہین کہ اپنے ثلث
حصے کو بھی واپس کر دیوے ف کیونکہ یہ شرکت عیب نہین چاندی کے ڈلے مین اسواسطے کہ بقدر حصہ بائع
کاٹ لینا ممکن ہی بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضر ہی ص اور صحیح ہی بیع دو درہم اور ایک دینار کی
عوض مین ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کر بھر گیہون اور کر بھر جو کے بدلے مین دو کر گیہون اور دو کر جو کے
ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک جائز نہین ہم کہتے ہین کہ یہان ہر جنس کو اوسکے خلاف کی طرف
پھیر سکتے ہین کیونکہ صورت اول مین دو درہم کے عوض مین دو دینار اور ایک دینار کے عوض مین ایک درہم ہو سکتا
اور صورت ثانی مین کر بھر گیہون کے عوض مین دو کر جو اور کر بھر جو کے عوض مین دو کر گیہون ہو سکتے ہین
ص اور گیارہ درہم کے بدلے مین دس درہم اور ایک دینار کے ف اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے مین
دس درم ہو گئے اور ایک درم کے مقابلے مین دینار ہو گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلے
گیارہ روپے کے جائز ہی کیونکہ ہو سکتا ہی کہ دس روپے مقابلے مین دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے مین آٹھ پیسے
کے ہو جاوے اور یہی حیلہ ہی جہان روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہووے اور وزن کی برابری نہو سکے ص اور دو
زیف اور ایک کھرے درہم کے عوض مین ایک زیف اور دو کھرے درم کے زیف اور غلہ اوس درم کو کہتے ہین

جو بیت المال میں نہ لیا جائے مگر سوداگر لے لیں جیسے ٹوٹے چھوٹے روپے اور یہ بیع جائز ہے اسلیے کہ وزن میں مساوات متحقق ہے اور اعتبار وصف جودت کا ساقط ہے زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے پس بیچا عمرو نے ایک دینار کو زید کے ہاتھ عوض دس درہم مطلق کے یعنی یہ نہیں کہا کہ عوض ان دس درہم کے جو تجھپر قرض ہیں تو بیع صحیح ہے اور اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس دس درہم ہوگئے **ف** لیکن عمرو پر تو اسواسطے کہ وہ زید کے دس درہم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درہم واجب ہوئے **ص** اب اگر دونوں نے مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہوجاویگی اور وہ بیع دینار کی عوض دس درہم مطلق کے ہے اور مقاصہ صحیح ہوجاویگا اور جو بیچا دینار کو عوض ان دس درہم کے جو عمرو پر قرض ہیں جب بھی بیع صحیح ہوگی اور مقاصہ بنفس عقد ہوجاویگا **ف** اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہوگا اور دینار کا مقابلہ دس درہم کے جو عمرو پر قرض تھے **ص** اگر چاندی دراہم میں غالب ہے تو وہ چاندی کے شمار کیے جاوینگے اسیطرح سونا اگر دینار میں غالب ہے تو وہ سونیکا گنا جاویگا حکم بیع میں **ف** یعنی جس چیز میں ملونی کم ہو چاندی اور سونے سے تو وہ چیز حکم شرع میں چاندی اور سونے کی ہی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشے روپے میں چاندی ہے اور تین ماشے تانبا یا اشرفی میں نو ماشے سونا ہے اور تین ماشے پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے کا ہی شمار کیا جاویگا **ص** تو ایسے دراہم دنانیر کی بیع دراہم دنانیر خالصہ یا انکی بیع آپس میں نہیں درست ہے مگر برابر برابر ہو تو درست بدست **ف** اور قرض لینا انکا نہ درست ہوگا مگر وزن کرکے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص چاندی کے بغیر وزن کیے قرض نہیں لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں جو روپیہ اشرفیاں مروج ہیں انکا قرض لینا بھی بدون وزن کیے صرف شمار سے جائز نہیں اگرچہ عادت عوام کی یوں ہی جاری ہے البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے مضبوط الوزن ہوں کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہو تو اس صورت میں عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم دنانیر کا عدداً بنظر روایت ابو یوسف کے درست ہوگا لیکن آخر میں شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت ابو یوسف کی روایت پر بھی جائز نہیں کیونکہ انکا مذہب یہ ہے کہ اگر مکیل کی تقدیر متعارف ہوجاوے وزن سے یا موزون کی کیل سے تو عرف معتبر ہوگا نہ یہ کہ بالکل وزن لغو کردیا جاویگا جیسا ہمارے زمانے میں ہے کہ سب لوگ قصر کرتے ہیں شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہوگا نہ روایات مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اسواسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال ان نصوص کا جو دلالت کرتے ہیں مساوات کیل اور وزن پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدین نے انتہی باختصار **ص** اور اگر ملونی غالب ہے اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم و دنانیر بمنزلہ اسباب اور اجناس کے ہیں تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے ہوگی تو اسکا حکم بعینہ تلوار کے زیور کی بیع کا حکم ہے جو گذرا **ف** یعنی اگر خالص چاندی برابر ہوگی اس مقدار چاندی کے جتنی دراہم مغشوشہ میں ہے یا کم یا کچھ معلوم نہو تو جائز نہوگی اور اگر زیادہ ہوگی تو جائز ہوگی اسواسطے کہ چاندی چاندی مقابل ہوکر باقی ملونیکا عوض ہوجاویگی **ص** اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے

عوض میں ہوگی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی درست ہو لیکن شرط ہو کہ قبضہ متعاقدین کا بدلین پر مجلس میں ہووے
ف کمی بیشی سے اسواسطے درست ہو کہ ایسے دراہم دنانیر حکم مین ثمن کے نہین ہے تو اپ جنس کو طرف خلاف
جنس کے پھیر کر زیادتی کمی جائز کر لین گے اسیطرح ایسے دراہم دنانیر کا گن کر اور شمار کر کر بالوزن کے قرض لینا بھی
درست ہو بدو المحتار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہین کی کہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے کے
یا معلوم نہو کہ کتنی ہو تو اوسکا حکم اونھین دراہم دنانیر کا ہو جن مین ملونی زیادہ ہو در مختار ص ایک شخص نے
ایسے دراہم کے عوض مین ف یعنی جن مین ملونی غالب ہو یا برابر ہو ص یا ان پیسون کے عوض مین جو چلتے تھے
بازار مین ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہین ادا کی تھی کہ چلن ان دراہم یا پیسونکا جاتا رہا تو امام ابوحنیفہ
نزدیک بیع باطل ہوجاویگی اور امام ابویوسف کے نزدیک مشتری پر قیمت اون دراہم یا پیسونکی جو دن بیع کے تھی
لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک اون دراہم یا پیسون کی جو آخری دن مین رواج کے دنونمین سے قیمت تھی مشتری
لازم آویگی ف فتوی امام محمد رح کے قول پر ہو کذا فی المحیط اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جب بیع باطل ہوگی تو مشتری
اگر مبیع بعینہ قائم ہو تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے ورنہ جو اوسکا نرخ بازار ہو وہ قیمت دیوے ص ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے
بازار مین قرض لیے بعد اسکے قبل قرض ادا کرنیکے اونکا چلن جاتا رہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستقرض پر
وہی پیسے لازم آوینگے اور جب وہ پیسے حوالے کر دیگا تو قرض ادا ہوجاویگا اور امام ابویوسف کے نزدیک قرض لینے کے
دن جو قیمت اون پیسونکی تھی دینا پڑیگی اور امام محمد رح کے نزدیک آخر روز مین چلن کے دنونمین سے جو اونکی قیمت ہوگی
دینا پڑیگی ف اسی پر فتوی ہو در مختار ص ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم پیسون کے بدلے مین یا ایک دانق
پیسون کے بدلے مین یا ایک قیراط کے پیسونکے بدلے مین تو صحیح ہو اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے
یا ایک قیراط کے بازار مین آتے ہین لازم آوینگے ف دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہو اور قیراط نصف دانق کا ہوتا ہو
ص اور زفر کے نزدیک یہ بیع جائز نہین اسلیے کہ فلوس عددی ہین اور اونکی تقدیر کرنے سے ساتھ دانق وغیرہ کے
معلوم ہوتا ہو وزنی ہونا اور ہماری یہ دلیل ہو کہ ثمن فلوس ہین اور وہ معلوم ہین ف اور اسیطرح ایک درہم
یا دو درہم کے پیسونکے بدلے مین کوئی چیز خریدی تو جائز ہو نزدیک ابویوسف کے اسواسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم
کے پیسے جتنے بازار مین آتے ہین معلوم ہین وہ مشتری دیدیگا اور محمد رح اسکو ناجائز کہتے ہین کیونکہ عادت یہ ہو
کہ پیسون سے خرید و فروخت جب ہوتی ہو کہ ایک درہم سے کم ہون اور قول ابویوسف رح کا صحیح ہو خاص کر ہمارے شہرونمین
ہدایہ ص اگر ایک شخص نے صراف کو ایک درم دیا اور کہا کہ آدھے درم کے پیسے اور آدھے درم کے بدلے مین چاندی کی ادھی جو نصف
درم سے ایک رتی بھر کم ہوتی ہو تو بیع فاسد ہوگی واسطے لازم ہونے ربا کے ف پیسون مین بھی اور ادھی مین بھی
امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پیسونمین جائز ہوجاویگی ص اور اگر یون کہا کہ دے تو
آدھے درم کے پیسے اور ایک ادھی چاندی کی تو بیع صحیح ہوجاویگی کل مین ف کیونکہ اس صورت مین ادھی
جو ایک رتی کم ہو نصف درہم سے اوسی قدر چاندی کے درہم مین سے مقابل ہوگی اور نصف درہم ایک رتی

زیادہ کے مقابل پیسے ہو جاوینگے **ص** اور اگر دے کا لفظ مکرر کہا صورت پہلی مین یعنی یون کہا ایک درم دیکر گراد
درم کے پیسے دے اور آدھے درم کی اٹھنی ایک رتی کم دے تو اس صورت مین پیسیون مین بیع جائز ہوگی اور
اٹھنی مین فاسد **ف** امام صاحب کے نزدیک بھی جسکا بیان گذشتہ مین منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہے
یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اوسکا مبیع
پھیر دیوے اس صورت مین مشتری کو رو رفسخ تک نفع اوٹھانا بیع سے درست ہے اور یہی صحیح ہے اور اسپر
فتوی ہے اور جو لوگ اسکو رہن قرار دیتے ہین اونکے نزدیک مشتری کو نفع اوٹھانا اوس سے درست نہین ہے اسمین اگر
میعاد کوئی مقرر ہو جاویگی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری کا
اور وعدون کی وفا قضاءً لازم نہین لیکن وعدون کی وفا کبھی لازم ہو جاتی ہے بسبب احتیاج ناس کے در مختار
جیسے کوئی شخص کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ شخص نہ دیگا تو مین دونگا تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ
وعدہ ہے کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہے رد المحتار اور اگر اوس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہین
ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن باثبات بیع بائع سے پہونچتا ہے اور اگر مشتری مرجاویگا تو اوسکے وارثون کو
اختیار ہے چاہین بیع کو فسخ کرین یا نکرین اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کرکے پھر مشتری سے اوسکو ایک مدت
معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اون لوگون کے
نزدیک جو اوسکو رہن قرار دیتے ہین اور جو بیع قرار دیتے ہین اونکے نزدیک زر کرایہ لازم ہوگا ❊

ص کتاب الکفالۃ

یعنی ضمانت کے بیان مین کفالت کے معنی لغت مین ملانے کے ہین یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور اصطلاح
شرع مین عبارت ہے ملانا ذمہ کفیل کا طرف ذمہ اصیل کے مطالبے مین **ف** یعنی جو مواخذہ اور مطالبہ پہلے
اصیل یعنی اصل مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہو گیا جاننا چاہیے کہ جو شخص
ضامن ہوتا ہے اوسکو کفیل کہتے ہین اور جسکا ضامن ہوتا ہے اوسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے ضامن ہوتا ہے
یعنی جسکے نفع کے لیے ضامن ہوتا ہے یعنی دائن اوسکو مکفول لہ کہتے ہین اور مال یا نفس کو مکفول بہ **ص** کفالت
دو قسم ہے ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسری کفالت بالمال یعنی مال ضمانت اور یہ قسم اول یعنی حاضر ضمانی
منعقد ہوتی ہے ان الفاظ سے **ف** شافعی رح کے نزدیک حاضر ضمانی درست نہین ہے اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے
جسکو روایت کیا ابو داؤد اور ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہے اور یہ لفظ مطلق
ہے شامل ہے مال ضامن اور حاضر ضامن دونون کو **ص** کہ کفیل یون کہے کفیل ہوا مین اوسکے نفس کا اور مانند
اوسکے وہ لفظ مین جس سے تعبیر کیا جاتا ہے کل بدن انسان سے **ف** مثلاً گردن روح سر بدن وجہ یعنی منہ
تو اگر کہے کفیل ہوا مین اسکے ہاتھہ یا پاؤن کا تو کفالت درست نہوگی کیونکہ ہاتھہ اور پاؤن سے تعبیر کل بدن کی
نہین ہوتی یہان تک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھہ پاؤن کیطرف درست نہین بخلاف الفاظ مذکورہ بالا

ھدایہ ص اور غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث ف تو اگر یون کہے کہ کفیل ہوا مین اسکے نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہوجاویگی ص یا یون کہے کہ ضامن ہوا مین اوسکا یا وہ میرے ذمے ہی یا میری طرف ہی یا مین اوسکا زعیم ہون یا قبیل ہون یعنی کفیل ہون تو بھی ان صورتون مین کفالت منعقد ہوجاتی ہی اور لازم ہی حاضر ضامن پر حاضر کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول لہ طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اوسکو قید کرے اور یہی صورت ہی اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ مکفول بہ کو فلان وقت حاضر کر دونگا ف تو جب وہ وقت آوے اور مکفول لہ درخواست کرے تو اوسکو حاضر کرنا پڑیگا اگر حاضر نہ کرے تو حاکم اوسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اوسکو فی الفور کہ اسواسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہیں ہوتا کہ کسواسطے قاضی نے بلوایا ہی اسلیے چاہیے کہ اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہی اسطرح کہ نشان اوسکا معلوم ہی تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اوسکے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اسقدر بھی مدت گذر جاوے اور حاضر نہ کرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اوسکا پتا ٹھکانا بھی معلوم نہیں رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہی ھدایہ ص اور اگر مکفول عنہ مرگیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہوجاویگا مواخذے سے ف اسواسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہی اور اسلیے کہ اصل یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پر سے اختیار جاتا رہا اور اسیطرح اگر کفیل مرجاوے جب بھی وہ مواخذے سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تسلیم مکفول بہ پر بسبب موت کے اور مال سے اوسکے یہ حق ادا نہین کرسکتے ہان اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مرگیا تو اوسکی جایداد سے دین ادا کیا جاویگا اور اگر مکفول لہ مرگیا تو وصی مکفول لہ کو پہونچتا ہی کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہووے تو وارث اوسکے قائم مقام ہی ھدایہ ص اسیطرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول لہ وہان اوس سے خصومت کرسکتا ہو تو بھی کفیل بری ہوا ف جیسے شہر یا ایسی بستی ہووے جہان قاضی موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے ص اگرچہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہووے کہ جب مکفول عنہ کو مین تیرے حوالے کردون تو مین بری ہون ف کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہوگیا اور وہ تسلیم ہی مکفول بہ کی اسطور پر کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے ص اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ مین مکفول عنہ کو قاضی کے محکمے مین سپرد کردونگا پھر اوسنے تسلیم کیا بازار مین یا جنگل مین یا دیہات مین یا مکفول عنہ کو قید کرایا تھا کسی اور نے ف اسواسطے کہ اگر مکفول لہ نے قید کرایا تھا اور کفیل نے وہین تسلیم کر دیا تو بری ہوجاویگا ص اور اوسی قیدخانے مین کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ کو مکفول لہ کے تو کفیل بری نہوگا کفالت سے اور بعضون نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کرلی تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی مین تو بری نہوگا بازار مین تسلیم کرنے سے ہمارے زمانے مین ف درمختار مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین ص تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر مین تو جب بری ہوگا کہ اوس مقام مین مکفول لہ قادر ہووے اوسکے حاضر کرنے پر مجلس قاضی مین یہان تک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے شہر کے بازار مین تو نہ بری ہوگا اس زمانہ مین اور قیدخانے مین بھی تسلیم کرنے سے اوس صورت مین بری نہوگا ذخیرہ

دوسرے قاضی کا حوالہ ہے اور اگر اوسی قاضی کا قیدخانہ ہو جسکے پاس مکفول لہ کا مقدمہ دائر ہے تو بری ہوجاویگا کیونکہ وہ بخوبی حاکم کے مقدمے میں قید ہو رہے اور بھی بری ہوجاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے اپنے نفس کو مکفول لہ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اوسکو مکفول لہ کے اگر مکفول لہ مرگیا تو اوسکے وصی اور وارث کو مطالبہ پہونچتا ہے کفیل سے اگر جائز ضامن نے اسطرح ضمانت کی کہ اگر کل میں اسکو حاضر نکرون تو جتنا مال اوس پر ہے اوسکا ضامن میں ہوں اور پھر کل اوسنے حاضر نکیا تو مال بھی لازم آجاویگا اور شافعی کے نزدیک اسطرح کی کفالت صحیح نہیں ف دلیل ہماری یہ ہے کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہے اور ایک وجہ سے نذر کے تو دونون کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شروط پر معلق ہے جو مناسب ہے عقد کے تو جائز ہے اور اگر ایسے شروط پر ہو جو ملایم نہیں عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا میں موج آنا تو صحیح نہوگی ہدایہ ص اور باوجود اسکے کفالت بالنفس سے بھی بری نہوگا البتہ جب مال ادا کریگا تو بری ہوجاویگا اور اگر صورت مذکورہ میں مکفول عنہ کل مرگیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط اوسکے حاضر کرنا پائی گئی ایک شخص نے دعوی کیا سو دینار کا مدعی علیہ پر برابر ہے کہ اوسکی صفت بیان کی ہو یا ف یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ نقایہ ص نہ مدعی علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل مین اسکو حاضر نکرون تو میرے اوپر وہ سو مین اور اوسنے حاضر نکیا تو کفیل پر سو دینار لازم ہونگے شیخین کے نزدیک برخلاف امام محمد کے ف وجہ یہ ہے کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو میرے اوپر ہیں تو وہ کی لفظ سے مراد یہی سو دینار ہیں جنکا دعوی کیا ہے اور محمد یہ کہتے ہین کہ کفیل نے کفالت میں یہ نہیں کہا کہ جن سو دینار کا مدعی نے دعوی کیا ہے وہ میرے اوپر ہیں تو کفالت صحیح نہوئی اور بعضون نے کہا کہ محمد کے خلاف کی یہ وجہ ہے کہ مدعی نے دعوی مجہول کیا تو خود اوسکا دعوی صحیح نہوا اور مدعی علیہ پر حاضر ہونا واجب نہوا تو کفالت بھی صحیح نہوئی اس صورت مین مثلاً خصوص بہار دیگا اوسی صورت جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت اون دینارون کی بیان نہین کی ہے اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نکیا لیکن بعد کفالت کے بیان اوسکا اصل دعوی سے ملحق ہوجاویگا اسواسطے کہ عادت ہے اجمال کی دعاوی مین ھذا حاصل ما فی الھدایۃ شرح الھدایہ ص اگر کسی شخص نے مدعی علیہ پر دعوی کیا قصاص کا یا حد کا ف مثلاً حد قذف یا حد سرقہ ص اور مدعی علیہ آمادہ نہین ہوتا اور نہ مدعی ابھی گواہ پیش کیے تو مدعی علیہ پر جبر نکیا جاویگا واسطے دخل کرنے حاضر ضمانت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک حد قذف و قصاص مین جبر کیا جاویگا ف مراد جبر سے بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ رہنا نہ قید کرنا در مختار ص اسواسطے کہ حد قذف مین حق بندے کا غالب ہے اور قصاص خالص حق العبد ہے اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ بنا قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہے تو اونمین مضبوطی واجب نہوگی ف یعنی قصاص اور حدود یون شبہہ سے دفع ہوجاتے ہین تو اونکی مضبوطی واجب نہوگی اور کفالت مضبوطی ہے دلیل امام صاحب کی ایک حدیث بھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہے کفالت حدون مین روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور کہا کہ متفرد ہوا ساتھ اوسکے عمر بن ابی عمر کلاعی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور وہ مشایخ مجہولین سے ہین بقیہ کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین عمر کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو بسبب اسی عمر کے اور کہا مجہول ہے مین اسکا حال نہیں جانتا ص البتہ اگر

عی علیہ نے حد یا قصاص مین کفیل داخل کر دیا تو صحیح ہی اور حد قصاص کے دعوی مین قید نکیا جاویگا بلکہ مدعی کو حکم کیا
کا مدعی علیہ کے ساتھ رہے کا تو مدعی اگر وقت برخاست قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہی اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور
مستور وہ گواہ ہین جنکا حال قاضی کو معلوم نہین کہ عادل ہین یا فاسق ص یا ایک گواہ عادل قائم کر دیا تو قا
علیہ سے ضمانت نلے بلکہ اوسکو قید کرے بسبب تہمت کے یہان تک کہ حق ظاہر ہووے ف یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل
آوے یا اون دو گواہوں مستور کی عدالت ثابت ہو جاوے ص اور اگر مدعی نے گواہ عادل قائم کیے نہ مستور نہ ایک گوا
لایا اور وقت برخاست ہو گیا تو مدعی علیہ کو چھوڑ دیوے ف حبس بسبب تہمت کے جائز ہی تو جب مدعی دو گوا
بحال قائم کیے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا نہوا اسواسطے کہ شہادت مین دو باتین ضروری ہین
عدد اور دوسری عدالت اور یہان یا عدد پایا گیا یا عدالت تو مدعی علیہ متہم ہو گیا اور حبس متہم کا جائز ہی
جسکو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو
کے پھر چھوڑ دیا اوسکو روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے ص خراج کا دینا اگر کسی شخص پر واجب ہو اور کوئی
طرف سے کفالت بالمال کرے یا وہ کوئی چیز اوس دین کے عوض رہن مین کر دے تو درست ہی اگر دائن نے پہلے رہن
قبول لیا اور پھر دوسرا کفیل تو دونون مدیون کے کفیل ہو جاوینگے یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولی باطل ہوگی
ت بالمال صحیح ہی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہووے لیکن شرط یہ ہی کہ مکفول بہ دین صحیح ہووے ف دین صحیح اوسکو
کہ بغیر ادا ہونے یا معاف کر دینے دائن کے مدیون کے ذمے سے ساقط نہووے اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی
جو مال مقرر کر دیتا ہی مولی عوض مین اوسکی آزادی کے تو یہ دین صحیح نہین کیونکہ وہ ساقط ہو جاتا ہی بسبب عاجز
ہو جانے کے ص جیسے کفیل کہے دائن سے جو کچھ تیرا آتا ہی مدیون پر اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہو جاویگی
مکفول بہ مجہول ہی یعنی مقدار اوسکی معلوم نہین یا کفیل کہے مشتری سے جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین اوسکا مین
ضامن ہون ف یہ ضمان استحقاق کہلاتا ہی اس صورت مین اگر بیع کسی اور کی سوا بائع کے نکلیگی تو مشتری
کفیل کو دینی ہوگی ص اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یون کہے اگر تو فلانے سے مبایعت
تو اوسکا مین ضامن ہون ف یعنی اوسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس بیع کی درست نہین
آگے آتا ہی ص یا اگر تیرا اوسپر کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ چھین لے تو اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہو جاویگی اور اگر
شرط مناسب نہو تو کفالت صحیح نہوگی جیسے یون کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسے گا تو مین ضامن ہون اگر اس طرح
کی کہ جو تیرا اوسپر ہی اوسکا مین ضامن ہون تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا
وہ دینا پڑیگا اور اگر گواہ نہین ہین مکفول لہ پاس تو کفیل جسقدر حلف کی رو سے کہدیگا اوتنا دینا پڑیگا
زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اوسکا مواخذہ کفیل سے نہوگا بلکہ ذات پر مکفول عنہ کی لازم آویگا
در صورت نہونے شہادت کے کفیل سے جو قسم لی جاویگی تو علم پر کہ تو نہین جانتا ہی کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا
عنہ پر واجب ہی اسواسطے کہ قسم غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہی نہ بطور قطعی ص اور جب کفالت

کر لی کفیل نے تو مکفول لہ کو پہونچتا ہے کہ جس سے چاہے اپنا دین طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہے یا کفیل سے جو اوسکا ضامن ہے اور دونوں سے معًا بھی مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر ایک سے اوسنے تقاضا کر لیا جب بھی دوسرے سے تقاضا کر سکتا ہے ف اسواسطے کہ مطالبہ حق ہے مکفول لہ کا تو اوسکو اختیار ہے جس سے چاہے جس قدر طلب کرے ص اور مالک مال کی صورت اسکے برخلاف ہے ف مثال اوسکی یہ ہے کہ زید کا گھوڑا عمرو غصب کر لے اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر غصب کر لے گیا بعد اوسکے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہو گیا تو پہلے مالک کو اختیار ہے کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب کے غاصب سے یعنی بکر سے مگر جب وہ ایک شخص سے طلب کرنے پر راضی ہو گیا یا تقاضائے قاضی اوسپر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہیں کر سکتا تو اگر تاوان اوسنے غاصب سے لیا تو وہ رجوع کریگا غاصب کے غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکرے ص اور جائز ہے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدوں اوسکے حکم کے تو اگر کفالت اوسکے حکم سے ہوئی اسصورت میں جو روپیہ کفیل ادا کریگا وہ مکفول عنہ سے پھیر لیگا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا برخلاف اس شخص کے جو وکیل ہو کسی چیز کی خرید کا کہ اوسنے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادای ثمن کے بائع کو اپنے موکل سے ثمن طلب کر سکتا ہے اور اگر کفالت بدوں اوسکے حکم کے ہوئی ہے تو کفیل جو مال ادا کریگا مکفول عنہ کو اوسکا پھیرنا لازم نہیں تو اگر پیچھا کیا جاوے کفیل کا مال کے لیے تو کفیل پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاوے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا یا قرض ادا کر دیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا اور اگر کفیل کو اوسنے بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پر ہے تو جب وہ بری ہو جاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہے نہ اسکا اولٹا ف یعنی ابرا کفیل سے ابرا اصیل ضرور نہیں ص اور اگر مکفول لہ نے کفیل کو مہلت دیدی ادای قرض کے لیے تو مکفول عنہ کو نہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مل جاویگی اگر قرض کے ہزار روپے تھے اور کفیل نے مکفول لہ کو سو روپے پر راضی کر کے اوس سے صلح کر لی تو نوسو روپیہ مکفول عنہ کے اور کفیل کے دونوں کے ذمے سے ساقط ہو جاوینگے اسصورت میں اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف سو روپیہ اگر کفالت اوسکے حکم سے کی ہوگی ف ورنہ کچھ نہ لیگا ص اگر کفیل نے کسی دوسری جنس ف یعنی جنس دین کے سوا دوسری جنس جیسے گھوڑا بیل وغیرہ ص مکفول لہ کو راضی کر کے اوس سے صلح کر لے تو اس صورت میں اگر کفیل نے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے کی ہے تو کل دین اوس سے پھیر لیگا ف اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہے مکفول لہ سے یعنی بدلنا ہے اس جنس کو عوض میں دین کے تو کل دین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا ص اور اگر کفیل نے مکفول لہ سے صلح کر لی موجب کفالت پر تو اس صورت میں مکفول عنہ دین سے بری نہوگا ف موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہے یعنی جسکو کوئی اور چیز ضرور بالکسر یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا وہ مطالبہ تھا اور مطالبے کے اسقاط سے اصل دین ساقط نہیں ہو سکتا ص مکفول لہ نے کفیل سے یہ کہا برئت الی من المال یعنی تو بری الذمہ ہوا

جو کہ کل مال سے تو اس صورت مین کفیل رجوع کرے مکفول عنہ پر ف اسواسطے کہ الیٰ موضوع ہے واسطے انتہا غایت کے تو معنی یہ ہوے کہ براءت
شروع ہو کر طرف کفیل کے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی براءت جسکا شروع کفیل سے ہو اور انتہا طالب پر ہو نہیں ہو سکتی بدون ایفاء
دین کے تو گویا مکفول لہ نے یون کہا کہ بری ہوا تو بسبب ادا کے دین کے مجھکو تو رجوع کریگا ساتھ مال کے مکفول عنہ پر اگر اوسکے حکم سے کفالت ہوگی ص
اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہ نے اوس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسف کے اور امام محمد کے نزدیک رجوع نکرے ف در مختار مین
ہے کہ قول امام محمد کا ساتھ قول ابو یوسف کے ہے اور اسیکو اختیار کیا ہے ہدایہ مین دریہان حلی ہے ص اگر مکفول لہ نے یہ کہا کہ بری کیا مینے
تجکو تو اس صورت مین رجوع نکرے ف اسواسطے کہ یہ ابراء ہے طرف طالب کے باسقاط دین اور اسقاط دین جب ذمہ کفیل سے ہو گیا تو اوسکو
تو رجوع ثابت نہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ ان سب صورتون مین طالب اگر موجود ہوگا تو اوس سے استفسار کر لین گے کہ مطلب تیرا کیا ہے اوسکے
بیان کے لحاظ سے عمل ہوگا ص اگر مکفول لہ براءت کفیل کو معلق کرے شرط پر جیسے یون کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے لوٹ آوے تو تو دین
سے بری ہے تو براءت صحیح نہوگی ف کیونکہ ابراء تملیک ہے دین کی اصل مدیون کو اور جو چیزین تملیک ہین اونکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں
ص اسیطرح کفالت صحیح نہین نفس حد یا قصاص سے کیونکہ استیفا انکا کفیل سے متعذر ہے اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ
مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اوس چیز کی جو اجارہ لی گئی ہے اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت
کی ف البتہ ان چیزون کی تسلیم کی ضمانت درست ہے اسواسطے کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر لازم ہے تو کفیل اوسکا التزام کر سکتا
تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہو جاوے تو ضامن پر کچھ واجب نہین مثل حاضر ضامن کے
در مختار ص البتہ صحیح ہے کفالت اوس مبیع کی جو بیع کی گئی ہے بیع فاسد یا مغصوب کی یا مقبوض کی بہ نیت خریداری ف
بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہین تو امانت ہو جاویگی اور ایسی ہی صحیح ہے اوس مال کی جو صلح ہوے قتل عمد سے یا موجب حد خلع کا یا مہر
در مختار جاننا چاہیے کہ جو چیزین مضمون بنفسہا ہین اونکی کفالت صحیح ہے اور جو چیزین مضمون ہی نہین جیسے امانت عاریت مال شرکت
مال مضاربت مستاجر یا مضمون ہین لیکن بغیرہا تو اونکی کفالت درست نہین یہی قاعدہ کلیہ ہے اس باب کا مضمون بغیرہا
وہ چیزین ہین کہ در صورت ہلاک اونکی کے قیمت اونکی واجب نہو جیسے مبیع بیع صحیح قبل القبض کہ اگر وہ بائع کے پاس تلف
ہو جاویگی تو رد ثمن مشتری کو واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسیطرح مرہون کہ مضمون بالدین ہے مضمون بنفسہا
وہ چیزین ہین جنکی قیمت یا مثل واجب ہوتی ہے در صورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو
اونکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور در صورت عجز دفع قیمت کذا فی شرح
الکبیر ص اور صحیح نہین ضمانت بوجہ لادنے کے کسی خاص جانور پر جو کرایہ لیا گیا ہو ف اسواسطے کہ کفیل کو قدرت نہیں اس پر کہ
مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کرے برخلاف جانور غیر معین کے کہ وہان فقط تسلیم کسی جانور کی لازم ہوتی ہے اور اوسپر کفیل قادر ہے ح
خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہو ف ایسی وجہ سے گذری جانور مین ص ایک شخص مدیون تھا اور مفلس مر گیا بعد
اوسکے مرنیکے کوئی شخص اوسکی طرف سے قرضخواہونکے لیے کفالت کرے تو کفالت درست نہین ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے
نزدیک درست ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہاں اگر کوئی شخص تبرعاً میت کا دین ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک درست ہے اور اسیطرح
اگر میت کفیل کا مال چھوڑ جاوے جب بھی اوسکے دین کی کفالت درست ہے ہدایہ اور دلیل دونون مذہبون کی اصل مین مذکور ہے

ص اور کفالت درست نہیں جب تک مکفول لہ قبول نکرے اوسی مجلس میں جسمین ذکر کفالت ہوا ہی ف مذہب شیخین کا ہی اور
امام ابو یوسف کے نزدیک اگر مکفول لہ کو خبر پہونچے اور وہ منظور کرے جب بھی جائز ہوجاویگی اور یہ خلاف کفالت بالنفس میں بھی
الا اس بات ص مگر ایک مسئلے میں اور وہ مسئلہ یہ ہی کہ مریض اپنے مرض موت میں قرضخواہوں کی غیبت میں اپنے وارث سے یہ کہے
کہ میرا جو قرض ہی ادسکا تو کفیل ہوجا اور وہ کفیل ہوگیا تو جائز ہوگا باوجود اسکے کہ مکفول لہم یعنی قرضخواہ غائب ہیں ف
اسواسطے کہ یہ درحقیقت وصیت ہی اور اسیواسطے تسمیہ مکفول لہ کا شرط نہیں ہی اگر مریض یہ قول شخص اجنبی سے کہے اور وہ کفالت
منظور کرے تو اوسمیں دو روایتیں ہیں لیکن وجہ یہ ہی کہ صحیح ہی ص اور کفالت درست نہیں مال کتابت کی خواہ شخص آزاد اوسکی
کفالت کرے یا غلام ف مثلا ایک مولی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سو روپیہ پر یعنی جب تو سو روپیہ دیگا تو تو آزاد ہی اب یہ سو روپیہ
بدل کتابت کہلاتے ہیں اس روپیہ کا اگر کوئی شخص کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہوگی کیونکہ کفالت کے لیے دین صحیح
چاہیے اور بدل کتابت دین صحیح نہیں جیسا اوپر گذرا ص اگر مکفول عنہ نے جلدی کی اور روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا جسنے اوسکے حکم سے
کفالت کی ہی اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہ کو نہیں دیا تو اب مکفول عنہ کو یہ نہیں پہونچتا کہ اوس روپیہ کو کفیل سے پھیر لے
اور کفیل نے جو اوس روپیہ میں کچھہ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہوجاویگا حلال طیب اوسکا تصدق کرنا کچھہ ضرور نہیں اور اگر کفالت
کر کر گیہوں کی کی اور کفیل نے وہ گر مکفول عنہ سے لیکر قبل اسکے کہ مکفول لہ کو حوالہ کرے بیچکر اوسمیں نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا
ہوجاویگا لیکن بہتر یہ ہی کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبین کے نزدیک پھیر نا ضرور نہیں ف امام کا قول صحیح ہی کذا فی
الہدایہ اور فرق کی وجہ دونوں مسئلوں میں مذکور ہی اصل کتاب اور ہدایہ میں ص ایک شخص کفیل ہوا دوسرے کا حکم
اوسکے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم کیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خرید کرکے میرا دین ادا کرے تو کفیل نے وہ کپڑا خریدا تو وہ بیع
کفیل کے واسطے ہی اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہی بوجہ مجہول ہونے ثوب اور ثمن کے ف عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہی اس
بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اوسنے ندیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپیہ کی مالیت کا اوس شخص کے ہاتھہ
پندرہ کو بیچا تا وہ شخص اوس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ
نفع ہوئے اور اسکے سوا بھی اور صورتین بیع عینہ کی ہیں جو در مختار وغیرہ میں مذکور ہیں در مختار میں ہی کہ یہ بیع مکروہ ہی مذموم ہی
اسواسطے کہ اسمین ثواب قرض سے روگردانی ہی اور محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کی مانند ہی اسکو سود خواروں نے نکال
لیا ہی فرمایا علیہ السلام نے جب تم خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کروگے اور بیلوں کی دُمُون کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی
اور کسب میں مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہوجاؤگے تو ذلیل ہوجاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے
اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ بہت سے صحابہ نے ایسی بیع کی ہی ص اور زیادتی ثمن کی جو بائع کو حاصل ہو
اوسکا نقصان کفیل پر ہی کیونکہ کفیل ہی عاقد ہی اوس بیع کا اسلیے کہ یہ وکالت صحیح نہیں ہوئی ف اور لازم نہیں مکفول عنہ پر
وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہی ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھہ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہوا ہی یا قاضی نے حکم کیا ہی
اوسکا میں کفیل ہوں بعد اوسکے عمرو غائب ہوگیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو گواہی مقبول
نہوگی ف جب تک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہو پھر جب آویگا تو اوسپر مال مدعی یعنی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا حکم

کفالت وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کفیل نے صرف ادائے مال کی کفالت کی تھی جسکا قاضی نے فیصلہ کر دیا پھر کیونکر ثابت اور واجب
ہوتی کوئی شے قبضہ سے اور گواہوں کی گواہی میں ذکر بھی تقاضائے قاضی کا نہیں تو دعوی مدعی کا متعلق ہوگیا اور مکفول عنہ
اس صورت میں مسموع نہوگا ھل ایلہ ص زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ تھے اور یہ
شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے تو قاضی فیصلہ کر دیگا اس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب کہ یہ روپیہ زید کو ادا کر دیگا
عمرو سے پھیر لیگا ہمارے نزدیک نہ زفر کے نزدیک ف دلیل زفر کی یہ ہے کہ ہرگاہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور میں عمرو کا کفیل نہیں
ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہے اور مظلوم نہیں ظلم کریگا غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اوسکے زعم کی تکذیب ہوگئی بحکم شرع
ص اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اسکے حکم کے ف
یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا نہ امر کی قید نہ بلا امر کی درمختار ص تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر ف
اور وہ رجوع نکریگا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہے کہ کفالت بالامر ہو ص زید ایک شے عمرو کے ہاتھ بیچ کرتا تھا اسمین
بکر نے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید کرلے اگر کسی اور کی نکلیگی تو میں تیرے ثمن کا ضامن ہونگا ف
یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہیں ص تو بکر کا یہ ضمان کرنا اقرار ہوگیا اس بات کا کہ یہ چیز ملک ہے
زید کی اگر بعد اسکے بکر نے اوس چیز کا دعوی کیا تو یہ دعوی باطل شمار کیا جاویگا ف بوجہ تناقض کے ص اور جو بکر نے
شہادت لکھدی اور ختم کردی بیعنامے پر اور اپنی مہر کردی تو یہ اقرار نہوگا بکر سے ملک زید کا ف تو اب دعوی بکر کا ثابت
ملکیت اپنی کے باوجود شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیع کا سبب غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید سواے
گواہی لکھنی ہے تا مالک یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنیکے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اوسمین
مصلحت معلوم ہو تو اوسکو جائز رکھے طحطاوی ص لیکن اگر اوس بیعنامے میں یہ لکھا ہوگا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی
یا بیع نافذ لازم ہے اور بکر نے شہادت کردی تو یہ شہادت تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہوگی تو اب دعوی بکر کا بعد اسکے
نہ مسموع ہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر دعوی صحیح ہو سکتا ہے بسبب نہونے تناقض کے اگر کوئی
شخص کفیل ہوا عہدے کا تو یہ کفالت باطل ہے اسلیے کہ عہدے کے کئی معنی ہیں قبالہ قدیم سند حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم
نہیں کہ کونسے معنی مراد ہیں اسیطرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہیں ف ضمان خلاص یہ ہے کہ کفیل شرط کرے
مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلیگی تو میں اوس سے یا چھڑا کر جسطرح ہو ذات شے کو تیرے حوالے کر دونگا تو امام صاحب کے نزدیک
درست نہیں اسواسطے کہ کفیل کو اسپر قدرت نہیں اور صاحبین کے نزدیک درست ہے لیکن محمول ہوگا ضمان درک پر ص
یا مضارب یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور موکل کے لیے ف تو یہ ضمانت باطل ہے اسواسطے کہ ثمن امانت ہے
مضارب اور وکیل پاس ص دو شریکوں نے ملکر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد میں اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے
ثمن کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت صحیح نہیں البتہ اگر دو عقدوں میں بیع ہوگی علیحدہ علیحدہ تو ضمانت جائز ہے ف یعنی اگر پہلے
ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہوگیا مشتری کی طرف سے اوسکی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے
اپنا حصہ بیع کیا اور پہلا شریک اسکی ثمن کا ضامن ہوگیا تو یہ صحیح ہے اور دلیل دونوں مسئلوں کی ہدایہ اور اصل میں

ذکور ہے ص صحیح ہے کفالت خراج کی اور نوائب کی اور قسمت کی ف لیکن خراج کا بیان تو گذر چکا ہے پہلے ہی
اور لیکن نوائب تو وہ دو قسم ہیں ایک تو حق ہیں یعنی واجبی جیسے نہر مشترک کھودائی جس سے عامہ خلائق کو فائدہ ہے یا اجرت
چوکیداری یا وہ مال جسکو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانوں سے لیوے یعنی غیر واجبی جیسے خبایات یعنی مظالم سلطانی
جو ہمارے ملک میں لوگوں سے ناحق لیے جاتے ہیں تو پہلی قسم کی کفالت باتفاق صحیح ہے اور قسم ثانی کی کفالت میں اختلاف ہے لیکن
فتوی اسپر ہے کہ صحیح ہے یہاں تک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لیوے تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول
کر لیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہیں یا ایک حصے کو نوائب میں سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قسمت نائبہ موظفہ معینہ ہے یعنی جو کہ ہمیشہ
یا دو یا مہینے میں اسطرح بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہے اور نوائب غیر معین ہوتے ہیں بہر تقدیر کفالت اوسکی بھی صحیح ہے ص فان
کہا کہ میں ضامن ہوا ہوں مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے وعدے پر یعنی مال مؤجل ہے بمیعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہ کہتا ہے
کہ نہیں وہ مال نقد ہے یعنی بالفعل دینا چاہیے میعادی نہیں ہے تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا ضامن درک سے مواخذہ
نہیں ہوتا جب کہ مبیع مستحق نکلے قبل اسکے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے کہ مجرد استحقاق سے بیع نہیں ٹوٹتی ظاہر
الروایۃ میں جب تک بائع پر حکم نہو واپسی ثمن کا تو اصیل پر جب تک رد ثمن واجب نہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہوگا

ف باب دو شخصوں کے کفیل ہونے کے بیان میں

ص دو آدمیوں نے ملکر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن شریک کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اوسکے حکم سے تو جو ہر ایک نے
بائع کو ادا کرے اوسکو دوسرے سے نہیں لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جسقدر زائد دیا ہے اوتنا دوسرے شریک سے
پھیر لیوے ف اسواسطے کہ اسصورت میں مثلاً ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہے تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہے اپنے
حصے کا اور نصف دوسرے کا بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ روپیہ ادا کریگا وہ اسی کے حصے کے دام سمجھے جاوینگے اسواسطے کہ ادا
کیا گیا دین اصالتہً ادا ہونا مقدم ہے ادائے دین کفالتہً سے یہاں تک کہ دام اپنے حصے سے بڑھ کے دیوے تو جسقدر زائد دیگا اوتنا
دوسرے شریک سے پھیر لیگا ص زید پر ہزار روپے آتے تھے عمرو کے اب پہلے بکر کفیل ہوا زید کیطرف سے ان ہزار روپے کا بعد اوسکے
خالد کفیل ہوا زید کیطرف سے اور یہی پورے ہزار روپے کا پھر بکر اور خالد ہر ایک انمیں سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہوا
اوسکے حکم سے سب دین کا تو یہاں بکر اور خالد میں سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اوسکا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے
کفیل سے پھیر لیگا ف یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا کیا ہے سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا
ضامن ہوا ہے اوسکی طرف سے حل ایہ جاننا چاہیے کہ یہاں تین قیدیں ہیں ایک تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکر
اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوگئے ہوں زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاویگا کیونکہ دونوں پر
دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اسصورت میں جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع
ہوگا اور ایک جمیع دین کے کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہونگے پھر ہر ایک
اپنے ساتھی کا ضامن ہوگا تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا اور ایک اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو

تو بھی پہلا مسالہ ہیبا ہیگا در مختار آمقام مین صدر الشریعۃ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہی چلپی نے اوسکا جواب دیا ہی اصل کے مطالعہ سے واضح ہوگا یہان بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا ص اور جو بری کر دیا طالب نے ایک کفیل کو تو مواخذہ کیا جاویگا دوسرے کفیل سے کل زر کفالت کا ف اسلیے کہ ہر ایک کفیل کل ہزار کے مکفول عنہ کا کفیل ہوا ہی پس جب ایک کو مکفول لہ نے بری کر دیا تو دوسرا پورے ہزار کا کفیل باقی رہا ص اور اگر دو آدمیون مین شرکت مفاوضہ تھی ف اوسکا بیان کتاب الشرکۃ مین گذر چکا ص اب دونون جدا ہو گئے تو صاحب دین کو اختیار ہی کہ اون دونون شریکون مین سے جس سے چاہے اپنا کل دین طلب کرے اسواسطے کہ شرکت مفاوضہ متضمن کفالت ہی اور کوئی اون شریکون مین سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تو اوس قدر رجوع کر لیوے اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے عقد کتابت قبول کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو گیا تو جو غلام اون دونون مین سے کچھ ادا کرے اوسکا آدھا دوسرے سے وصول کر لے اسی صورت مین اگر مولی نے قبل ادا ے مال کے ایک کو آزاد کر دیا تو جسکو آزاد نہین کیا اوسکا زر کتابت خواہ اوسی سے وصول کر لے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیگا اور اگر مکاتب سے لیوے تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیوے ف اسواسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہی سو مولی کو تو رجوع کریگا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر بخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہی تو وہ کسی پر رجوع نکریگا

باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان مین

ص اگر ایک شخص ضامن اوس مال کا ہو جسکا ادا غلام پر واجب ہی بعد آزادی کے ف چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہی ص اور ضامن قید نکرے بالفعل نقد دینے کی یا میعاد بعد دینے کی تو وہ مال اوسکو نقد دینا لازم ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اوسپر رجوع کر لے ف ورنہ نہین ص ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اوسکا دعوی کیا کہ میرا ہی بکر نے ضامنی کی اسبات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمھارا ثابت ہوگا تو مین تجھین دونگا بعد پس ضامنی کے غلام مر گیا اب عمرو نے ملک اپنی نسبت اوس غلام کے گواہون سے ثابت کر دی تو بکر کو اوس غلام کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعوی کیا غلام پر اوس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اوسکے غلام مر گیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا اگر مولی نے ضمانت کی غلام کی طرف سے ف اوسکے حکم سے خواہ بدون اوسکے حکم کے ص یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولی کی ف خواہ مولی کے حکم سے یا نے حکم کے ص اور مالک نے غلام کو آزاد کر دیا بعد اوسکے صورت اول مین مولی نے غلام کی طرف سے وہ روپیہ مکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی مین غلام نے وہ روپیہ مولی کی طرف سے مکفول لہ کو ادا کیا تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہین پہونچتا اسواسطے کہ یہ کفالت غیر موجب للرجوع ہی اسلیے کہ ایک کا دین دوسرے پر نہین ہوتا اور شافعی اور زفر کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہونچتا ہی ف دلیل ہماری اور شافعی و زفر کی ہدایہ مین مسطور ہی ص اور غیر مدیون کی قید اسواسطے ہمنے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین مولی کی طرف سے گو کہ مولی اوسکو حکم کرے

کتاب الحوالة

ف حوالہ لغت میں کہتے ہیں نقل کو اور اصطلاح شرع میں کہتے ہیں قرض کے اتار دینے کو ایک کے ذمے سے دوسرے کے ذمے پر مثلاً زید
مدیون تھا عمرو کا سو روپے کا تو زید نے عمرو کا حوالہ کر دیا اس دین کے وصول کے لیے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال
اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپے محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہے حدیث سے روایت کیا
بخاری مسلم نے ابوہریرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر کرنی مالدار کو ظلم ہے اور جب حوالہ دیا جائے تم میں
کوئی کسی مالدار پر تو مان لے اور ابن ابی شیبہ اور احمد کی روایت میں ہے تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ میں یہ حدیث اس لفظ سے ہے
من احیل علی ملیء فلیتبع روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط میں ابوہریرہ سے اسی لفظ سے زیلعی ص حوالہ صحیح ہوتا ہے
محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہے ف رکن حوالہ ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے
ہو اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اس طرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرے قرض کا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال
اور محتال علیہ سے قبول اس طرح کہ ہر ایک ان دونوں میں سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو قبول اور رضا
دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور شرط نفاذ ہے تو صبی
عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں تو حوالہ عبد ماذون محجور کا صحیح ہے اور
رضا محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہ ہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی عقل
اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہو کہ جیسے
وصی مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہو اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ میں ضروری ہے
تو اگر محتال غائب ہے مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں مگر اس صورت میں کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود
ہو اور وہ قبول کرے اور محتال علیہ میں بھی عقل و بلوغ شرط ہے تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہیں اگرچہ ولی کے حکم سے ہو
اس واسطے کہ یہ محض ضرر ہے اور رضا بھی شرط ہے تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہ ہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ میں ہونا شرط نہیں
اور خانیہ میں ہے کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ نہیں یہاں تک کہ اگر اسکو خبر پہونچی اور اس نے جائز رکھا تو صحیح ہو جاوے گا
اور ایسا ہی بزازیہ میں ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہیں جائز ہے جیسے کفالت ہکذا
فی الطحطاوی والشامی ص اور زیادات کی روایت میں حوالہ صحیح ہے بدون رضا محیل کے اور صورت اسکی یوں ہے کہ ایک
شخص کہے دائن سے کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہے اسکا حوالہ قبول کر میرے اوپر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہو گیا تو حوالہ
صحیح ہو گیا اور اصل مدیون بری ہو گیا اور ایک صورت اور ہے کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اسکے حکم کے
بشرط برات اصیل کے اور قبول کیا مکفول لہ نے تو صحیح ہو جاوے گی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کی جاوے گی جیسے حوالہ اس شرط سے
کہ اصل مدیون مطالبہ دین سے بری نہ ہو کفالت ہے ف یعنی کفالت میں تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونوں سے رہتا ہے اگر
اور حوالہ میں بعد صحت عقد حوالہ محیل بری ہو جاتا ہے دین سے تو اگر کفالت میں شرط کر لی برات مکفول عنہ کی تو وہ معنی
میں حوالہ کے ہو جاوے گا اور حوالہ میں اگر شرط کر لی عدم برات محیل کی تو وہ کفالت ہو جاوے گا در مختار میں ہے کہ صحیح روایت

زیادات کی ہے کہ رضامندی محیل شرط نہیں صحت حوالہ کی اسواسطے کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا
اپنے ذات کے حق مین اور محیل کا اس مین کچھ ضرر نہین بلکہ اوسمین اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اوس پر رجوع نہین کر
جبکہ حوالہ بدون امر محیل ہو کذا فی النہر ص جب حوالہ تمام ہوگیا تو اب محیل بری ہوگیا دین سے بسبب قبول کرنے محتال کے
حوالہ کو ف لیکن برات موقتہ جیسا آویگا فائدہ برارت کا یہ ہے کہ اگر محیل مرگیا تو محتال اپنے دین کو اوسکے ترکہ سے
نہین لے سکتا لیکن محتال نہ ضامن لیوے ورثہ محیل سے یا اوسکے قرضدارون سے اس خوف سے کہ مبادا حق اوسکا ہلاک ہوجا
شامی ص اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اوس صورت مین کہ اوسکا توا حق ہو ف توی بالف مقصورہ یا توا بالف ممدودہ
عبارت ہے ہلاکت مال سے ص اور یہ دو صورتین ہین ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مر جاوے ف یعنی ترکہ بقدر دین محتال نہ چھوڑے
ص دوسری یہ کہ محتال علیہ منکر ہو جاوے حوالے کا اور قسم کھاجاوے اور حوالے کے گواہ نہو وین اور صاحبین کے نزدیک تیسرے اسصورت
سے بھی ہوتا ہے کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کرے ف اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کا مفلس کر دینا معتبر ہے اور
امام شافعی اور ابوحنیفہ کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ کسی شخص کو اس بات پر اطلاع نہین ہوسکتی تو گواہی اوسکی اسبات پر کہ محتال
علیہ کے پاس مال نہین ہے شہادت ہے نفی پر اور وہ غیر مقبول ہے ص حوالہ دو قسم ہے ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ
حوالہ مقیدہ یہ ہے کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کرکے لیگیا ہووے یا محیل کا
محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا ان چیزون پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اوس ودیعت پر
جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اب پھر محتال رجوع کرسکتا ہے محیل پر اور
اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شی مغصوب تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اسصورت مین محتال رجوع نہین کرسکتا محیل پر
اسواسطے کہ اوسکی قیمت باقی ہے ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہے حوالہ مقیدہ مین محیل اوس شی کو
طلب نہین کرسکتا ہے محتال علیہ سے اسواسطے کہ اوس سے حق محتال کا متعلق ہوگیا باوجود اسکے بھی اگر محیل مرگیا بعد حوالہ کے
اور ابھی وہ شی محال بہ محتال نے وصول نہین کی تھی محتال علیہ سے تو اب محتال برابر ہوگا سب قرضخواہون محیل کے
ف یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دین سب قرضخواہون کو محیل کے حصون کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی اونمیں کے
برابر ہے یہ نہین ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دین اوس شی سے وصول کرلے بعد اوسکے جو بچے اور قرضخواہون مین تقسیم ہو جیسا
رہن مین کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شی مرہون کو بیچکر لے لیتا ہے بعد اوسکے جو بچتا ہے وہ اور رہا ہے قرضخواہون کو
ملتا ہے کیونکہ حوالہ کم ہے درجے مین رہن سے ص حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل حوالہ کو مضاف نکرے اپنے دین یا عین ودیعت
یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہووے تو اس صورت مین محیل بعد حوالہ کے وہ شی یعنی محتال علیہ سے لے سکتا ہے
ف یعنی محیل حوالہ مطلقہ مین اپنا دین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے لے سکتا ہے کیونکہ حوالہ خاص نہین
ہوا ان چیزون سے تا حق محتال کا متعلق ہو جاوے ص اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونوں صورتون مین اگر محیل نے وہ شی عین
یا دین محتال علیہ سے لی تو حوالہ باطل نہوگا ف بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرضہ محتال کا ادا کرکے رجوع کریگا محیل پر مسئلہ
اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دین کا بکر پر سو روپیہ کا بکر نے وہ سو روپیہ عمرو کو ادا کئے زید سے طلب کئے زید نے یہ کہا

کہ میرے تجھ پر میرے ہزار تنکے تھے اور میں نے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اوپر تیرا کچھ نہ آتا تھا اور عمرو پاس
گواہ نہیں ہیں تو اس صورت میں قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اقرار دین سمجھا نہ جائیگا کیونکہ حوالہ میں
یہ ضرور نہیں کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو گیا ہو ف اسکے غیر مدیون پر بھی صحیح ہو اور سکی رضامندی ص اسیطرح اگر نیل محتال
نے کہا کہ میں نے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرلے محتال نے کہا اور میں تیرا مقروض تھا اور محتال یہ کہتا کہ تو میرا
مقروض تھا اور بابت تو نے حوالہ کیا تھا اور محتال الیہ پاس گواہ نہیں ہیں تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا ف یعنی یہ بات ہر
معنی حوالہ کے اسواسطے کہ حوالہ نام نقل الدین من ذمۃ الی ذمۃ کا ہے تو ضرور ہے کہ محیل مدیون ہو محتال کا مگر چونکہ کالت سوا
معنی وکالت بھی مستعمل ہے محتال اور محتال پاس گواہ نہیں ہیں تو قرضہ کے تو قول اسکا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اس تدین کو
میری لفظ حوالت وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دیا اقرار بالدین سمجھا جاویگا ص کروہ ہے سفتجہ ف سفتجہ بضم سین یا فتح تا
معنی اور سکتے ہیں کہ اپنا مال دیوے ایک آدمی کو بطریق قرض تا وہ اسکے دوست کو دیدے دوسرے شہر میں غایت اسکی یہ ہے
کہ خطر راہ ساقط ہو جاوے اصل میں سفتجہ معرب ہے سفتہ کا اور قرض کا یہ نام ہوا اسلئے ہوا کہ مشابہ ہے ساتھ رکھنے دراہم اور دنانیر
سفتجہ میں یعنی انسانے جو ہوتے ہیں جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اسمیں مال رکھا لیتے ہیں اور دیتے تھے تاکہ کو خبر ہو ص یعنی قرض دینا
واسطے دور ہو جانے خوف راہ کے ف ہندی میں اسکو ہنڈی کہتے ہیں اور چونکہ اسمیں فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اسواسطے
مکروہ ہے وجہ کراہت وہ حدیث جو حارث بن ابی اسامہ کی مسند میں مروی ہے سوار بن مصعب سے اور انہوں نے عمارۃ ہمدانی سے کہا کہ سنا
علی رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے
وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبدالحق نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے اسکو اور روایت کیا
اسکو ابن الجہم نے اپنے جزو معروف میں اور نکالا ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے السفتجات حرام
یعنی ہنڈیاں حرام ہیں اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اسکو بخاری اور نسائی اور
ابن معین نے اور ذکر کیا اسکو ابن الجوزی نے موضوعات میں اس باب میں بہتر روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ ہے جسکو
روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ثنا خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ
یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اوس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اسمیں نفع ہو جاوے مقرض یا مستقرض کو اور فتاوی صغری
میں ہے کہ اگر ہنڈی لکھدینا مشروط ہو قرض میں تو مکروہ ہے اور جو اسکی شرط نہ ہو قرض دیتے وقت تو مکروہ نہیں اور شرط کی صورت
یہ ہے کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھدے اسکی ہنڈی فلانے شہر پر تو یہ نہیں جائز ہے اور اگر قرض دیا
بغیر شرط کے اور بعد اسکے لکھدیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے یہ لکھدے فلانے شہر پر اس شرط پر کہ میں تجھے وہاں دونگا
تو بھی بہتر نہیں ہے اور مروی ہے ابن عباس سے کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ اگر قرضدار نے قرضے میں وہ مال ادا کیا جو بہتر قرض کے
مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہیں جبکہ مشروط نہو اور فقہاء نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اوسوقت حلال ہے جب کہ اسکا
یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر یہ معروف ورائج ہو کہ قرض سقوط خطر طریق کیلیے ہوتا ہے
تو حلال نہیں گوکہ شرط نہوئی ہو اور وہ جو مروی ہے امام ابوحنیفہ سے کہ وہ نہیں بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ میں

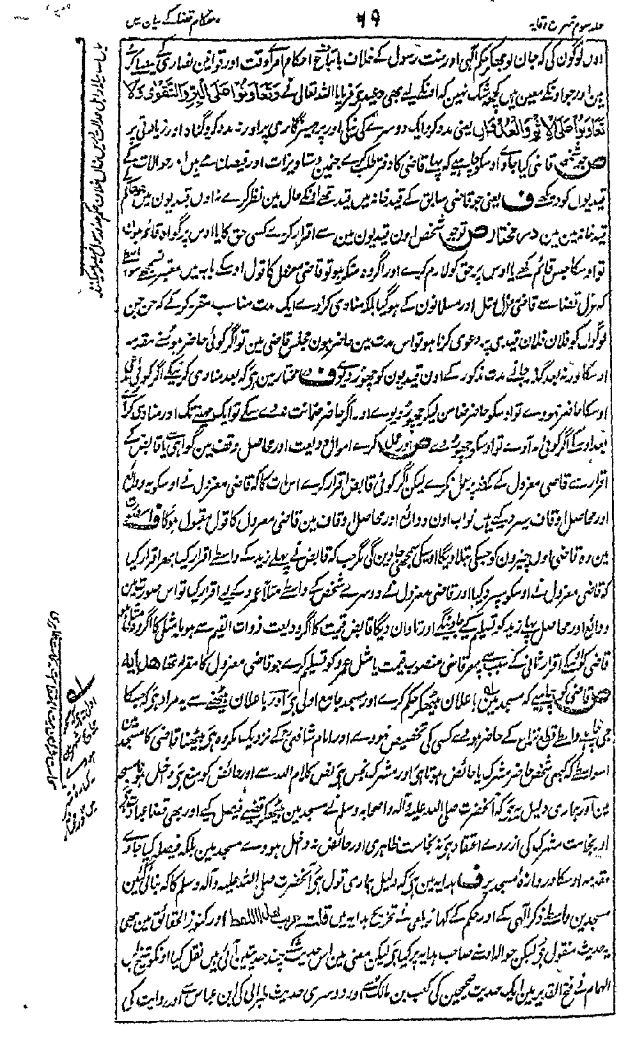
تو اسکی کچھ اصل نہین اسواسطے کہ یہ انتفاع نہین ہی اوسکی ملک سے اسکی شرط ہوتی ہی اور یہ رائج ہی فتح **فائدہ** جب مطلق ہنڈوی یا لگی بیٹی یعنی جتنا روپیہ اوتھاہی دوسرے شہر مین لیکر وہ ہوئی تو جو ہمارے ملک مین مروج ہی ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑا زیادہ دینا اور اسکا نام ہنڈاون ہی اوسکو وصول کرنا بطریق اولی ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہی اور اوسکا دینا اور لینا سب برابر ہی ہو جیسا اوس حدیث کا ہی اور گذر چکی دینے والے لینے والے سب ملعون ہین خدا محفوظ رکھے فقط

کتاب القضاء

جو شخص گواہی کے لائق ہی وہ قاضی ہونیکے لائق ہی اور شرط اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا ہی **ف** یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہی نہ اندھا ہی نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہی اسیطرح وہ قضا کے ہونیکے بھی لائق ہی یعنی ہو سکتا ہی کہ قاضی ہووے اور یہ چیزین جیسی شرطین شہادت کی ویسی شرطین قضا کی **ص** اور فاسق اہل ہی واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہی کہ حاکم اوسکو قاضی نہ بنا اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہی لیکن چاہیے قبول نہ کیجاوے اگر قبول کریگا تو گنہگار ہوگا **ف** در مختار مین ہی کہ اسی روایت پر فتوی ہی اور شامی و طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہی کہ باقی آنا دیل اس مسالہ مین سب جوح ہین اور یہی قول راجح ہی ابن الہمام نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کرے تو قضا اوسکی نافذ ہوگی ظاہر الروایت کے موافق تو وہ حکم کرے غیر کے فتوے سے لیکن واجب ہی حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نہ بناوے **ص** اگر قاضی یعنی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اوسکے فاسق ہوگیا **ف** بسبب اخذ رشوت وغیرہ کے **ص** تو عہدہ قضا سے معزول نہو جاویگا لیکن لائق ہو جاویگا عزل کے **ف** یعنی واجب ہی حاکم پر کہ معزول کرے اوسکو فتح القدیر **ص** یہی ظاہر مذہب ہی اور اسی پر ہین مشائخ حنفیہ **ف** بخاری اور سمرقندی اور بعض مشائخ کے نزدیک خود بخود معزول ہو جاویگا اور فاسق مفتی بھی نہین ہو سکتا اور بعضون کے نزدیک ہو سکتا ہی اور مفتی بہ بعضوں کے نزدیک قول اول ہی اور بعضون کے نزدیک قول ثانی **ص** اور مجتہد ہونا شرط اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا **ف** یعنی جو مجتہد ہو اوسکا قاضی بننا اولی ہی اور اجتہاد صحت قضا کی شرط نہین ہی یعنی یہ نہین ہی کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح ہووے **ص** تو اگر جاہل کو عہدہ قضا دیا گیا صحیح ہی ہمارے نزدیک **ف** لیکن امام شافعی رح کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقا درست نہین اور واقعیہ لہذا اوسی قول مین ہی جسکو شافعی رح نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے بہتر مناسب ہی اگر علم و عدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل موقوف ہو جاویگا **ص** مگر حاکم کو چاہیے کہ اختیار کرے اوسکو جو زیادہ قادر ہی قضا پر اور اولی تر ہی **ف** روایت کیا طبرانی نے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانوں کے امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہی کہ اون لوگون مین بہتر اوس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اللہ اور سنت رسول کا موجود ہی تو اوسنے خیانت کی اللہ اور اوسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکم نے مستدرک مین اور ابو یعلی موصلی نے حذیفہ سے مثل اسکے **ص** اور آدمی کو چاہیے کہ عہدہ قضا طلب نہ کرے **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ طلب کرتا ہی قضا کو

اور سوال کرتا ہی اوسکا سونپ دیا جاتا ہی اپنے نفس کیطرف یعنی اللہ کیطرف سے اوسکو اعانت اور مدد نہیں ہوتی اور جو شخص
زبردستی قاضی بنایا جاتا ہی تو اوتارتا ہی اللہ تعالی اوسپر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہی اوسکو یعنی اعانت کرتا ہی اوسکی اور جواب کے
روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود اور ابن ماجہ نے انس سے ص اور درست ہی عہدۂ قضا لینا اوس شخص کو
جسکو اعتماد ہی اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہی عہدۂ قضا
اور اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہی واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اسلیے کہ امر بالمعروف ہی حضرت علی سے مروی ہی
کہ بھیجا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بناکر یمن کیطرف تو کہا مینے یا رسول اللہ بھیجتے ہیں آپ مجکو عہدۂ
قضا پر اور مین کم سن ہون اور قضا کو نہیں جانتا تو فرمایا حضرت نے قریب ہی کہ اللہ ہدایت کریگا تمھارے دل کو
اور مضبوط کر دیگا تمھاری زبان کو جسوقت جھگڑا لاویں تمھارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جب تک
سن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو اسے معلوم کر لوگے کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علی نے کہ پھر شک نہین کیا مینے کسی فیصلے مین
بعد اسکے روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داود اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو اور قوی کیا اسکو ابن المدینی نے اور صحیح
کیا اوسکو ابن حبان نے اور اوسکا ایک شاہد ہی مستدرک میں حاکم کے ابن عباس سے اور روایت کیا ترمذی اور
ابو داود اور دارمی نے معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگاہ بھیجا اونکو یمن کیطرف تو پوچھا
اونسے کسطرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ پیش آویگا کہا انھون نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ مین کہا
سنت رسول اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت مین رسول اللہ کی کہا اجتہاد کرونگا
مین اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش مین کہا معاذ نے کہ پھر مارا حضرت نے ہاتھ اپنا میرے سینے پر اور فرمایا
شکر ہی اوس خدا کا کہ توفیق دی اوسنے رسول رسول کو اوس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ کا اس حدیث سے صاف
حجت ہوا قیاس کا وقت نہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہوگیا قول اون لوگون کا جو قیاس کو شرع کی
حجتوں مین شمار نہیں کرتے ص اور مکروہ ہی ف تحریمی ص عہدۂ قضا لینا اوس شخص کو جو خوف کرتا ہی عاجز ہونیکا
تصفیہ مقدمات مین یا ظلم کے صادر ہونیکا ف تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہو جاوے اور حدیثین کہ ممانعت مین عہدۂ
قضا مین آئی ہین محمول ہیں ایسے شخص پر فرمایا حضرت صلعم نے جسکو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت
کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے قوی ہی بریدہ سے کہا
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں دو اون مین سے جہنم مین جاوینگے اور ایک
جنت مین ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اوسکے تو وہ جنت مین جاویگا ایک آدمی وہ جسنے پہچانا
حق کو اور نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم مین تو وہ جہنم مین جاویگا ایک آدمی وہ کہ اوسنے نہ پہچانا حق
اور فیصلہ کیا لوگون کا نادانی سے وہ بھی جہنم مین جاویگا روایت کیا اوسکو چارون عالمون نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم
اور فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور ظالمون اور کافرون جو شخص
حکم نکرے اوسکے موافق جو اوتارا اللہ تعالی نے تو وہ فاسق ہی اور ظالم ہی اور کافر ہی اس سے برائی ثابت ہوگئی

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون اور ہم الظالمون اور ہم الفاسقون



اون لوگون کی کہ جان لوجھکر حکم الٰہی اور سنت رسول کے خلاف بابتاع احکام امرا وقت اور قوانین نصاری کے عیسائی ہیں اور جو انکے معین ہیں کچھ شک نہیں کہ انکیلیے بھی وعید ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر ص جب شخص قاضی کیا جاوے اوسکو چاہیے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جنمین دستاویزات اور فیصلنامے ہیں اور حوالات کے قیدیوں کو دیکھے ف یعنی جو قاضی سابق کے قیدخانہ میں قید تھے اونکے حال میں نظر کرے اور اون قیدیون میں جو حاکم قیدخانہ میں ہیں درمختار ص ترجمہ جو شخص اون قیدیون میں سے اقرار کرے کسی حق کا یا اوس پر گواہ قائم ہوں تو اوسکا حبس قائم رکھے یا اوس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اوسکے باب میں معتبر نسمجھے سوا اسکے کہ بعد عزل قضا سے قاضی معزول مثل اور مسلمانون کے ہوگیا بلکہ منادی کرا دے ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جو لوگ کہ فلان فلان قیدی پر دعوی کرتا ہو تو اس مدت میں حاضر ہون مجلس قاضی میں تو اگر کوئی حاضر ہو تو مقدمہ اوسکا ورنہ بعد گذر جانے مدت مذکور کے اون قیدیون کو چھوڑ دیوے ف مختار یہ ہے کہ بعد منادی کر دینے کے اگر کوئی مدعی اوسکا حاضر نہووے تو اوسکو ضامن لیکر چھوڑ دیوے اور اگر ضامن نہ دے سکے تو ایک مہینے تک اور منادی کرا دے بعد اوسکے اگر کوئی نہ آوے تو اوسکو چھوڑ دے ص اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف میں گواہی یا قابض کے اقرار سے قاضی معزول کے کہنے پر عمل نکرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اس بات کا کہ قاضی معزول نے اوسکو یہ ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب اون ودائع اور محاصل وقاف میں قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا ف اسوقت یعنی وہ قاضی اون چیزون کو جسکی بتلا دیگا اوسکی سمجھی جاوینگی مگر جب کہ قابض نے پہلے زید کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اوسکو سپرد کیا اور قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے مثلاً عمرو کیلیے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاوینگے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو یا مثل کا اگر ذوات الامثال سے قاضی کو بسبب اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا مقر تھا ھدایہ ص قاضی کو چاہیے کہ مسجد میں باعلان بیٹھکر حکم کرے اور مسجد جامع اولیٰ ہے اور باعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ جسکا جی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہووے کسی کی تخصیص نہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد میں اسواسطے کہ کبھی شخص حاضر مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے بنص کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے دخل ہونا مسجد میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد میں بیٹھکر قضیے فیصل کیے اور یہی قضا عبادت ہے اور نجاست مشرک کی از روے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری اور حائض نہ داخل ہووے مسجد میں بلکہ فیصلہ کیا جاوے مقدمہ اوسکا دروازہ مسجد پر ف ہدایہ میں ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئیں مسجدیں واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں قلت حدیث بہذا اللفظ اور کنز الحقائق میں بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اسکا صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی میں اس حدیث کے چند حدیثیں آئی ہیں نقل کیا اونکو شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالک سے اور دوسری حدیث طبرانی کی ابن عباس سے اور روایت کی

بخاری نے کہ بیان کیا حضرت عمرؓ نے نزدیک منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسناد کی امام ابوبکر رازی نے
حسن تک کہ دیکھا انھوں نے حضرت عثمانؓ کو کہ فیصلہ کیا مسجد میں اور ذکر کیا قصہ تو اور روایت کی ابن سعد نے طبقات میں
بیچ سعد ابن عبد الرحمن سے کہ دیکھا انھوں نے ابوبکرؓ کو کہ فیصلہ کرتے تھے مسجد میں نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے کہا فتح الملہم حموی نے کہا قضا فی المسجد مطلقا زمان سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب
یہ ہے کہ اس لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیے ویسا نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مسجد میں
وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں ص اور اگر قاضی قضا کے لیے بیٹھے اپنے گھر میں اور اذن دیدے عام تو بھی درست ہے ف
اور اولیٰ یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر میں ہووے اور مشہور ہو تا لوگوں کو تردد میں نہ پڑے اور قاضی حکم نہ کرے اوس وقت جب
قلب اوسکا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بھوک
و براز کی حاجت لگے اور جس دن قضا کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اوس دن روزہ نہ رکھے اور اچھے کپڑے پہن کر نکلے
اچھے طور سے ص قاضی کو چاہیے کہ کسیکا ہدیہ قبول نہ کرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اوس شخص کا جو قاضی ہونے سے پہلے
بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اوسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونوں میں کسیکا مقدمہ قاضی کے پاس دائر نہ ہووے
ف اگر ذی رحم محرم یا اوس شخص کا جسکی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو اونکا بھی ہدیہ
نہ لیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زیادتی پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے
فتاوای عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لیوے مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا اور شرط
عدم خصومت و عدم تہمت اعانت کے اور اسیطرح عاریت لینا طحطاوی ص اور قاضی کو چاہیے کہ دعوت میں کسی کی
نہ جاوے مگر دعوت عام میں اور دعوت عام وہ ہے کہ قاضی کے نہ آنے پر موقوف نہ ہو اور امام محمد کے نزدیک دعوت خاص میں بھی
جا سکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم کی ہو ف کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسیکا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس
تو دعوت عام بھی اوسکی قبول نہ کرے اور اسیطرح دعوت غیر معتادہ کو اگرچہ عام ہووے در مختار ص اور قاضی حاضر ہووے
جنازہ میں اور اسیطرح بیمار کی بیمار پرسی کرے ف بشرطیکہ اس بیمار کا مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہ ہووے کہا ہدایہ
اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابی ہریرہ سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر چھ ہیں جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے
والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مرجاوے تو اوسکے جنازے کے ساتھ جانا اور جب نصیحت طلب کرے
تجھ سے مسلمان تو نصیحت کرے اوسکو روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہ سے اور نصیحت دینا چھٹا امر ہے تو ہدایہ میں
جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں درست ہو گیا ص اور جب مدعی مدعیٰ علیہ حاضر آویں
تو دونوں کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونوں کی طرف توجہ یکساں کرے ف اور داہنے بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ
داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور ذلیل و شریف اور باپ اور بیٹے
اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام پر سے اوٹھے اور بادشاہ اور اوسکے
مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ سامنے بیٹھ کر فیصلہ کرے روایت کی اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانون کا تو چاہیے اوسکو کہ برابری کرے
بٹھانے مین اور اشارے مین اور نظر مین ص اور کسی سے سرگوشی نکرے اور کسی کی ضیافت نکرے اور کسی سے
ہنسی اور مزاح نکرے اور نہ ایک کی طرف اون دونون مین سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے
اور گواہون کو تعلیم نکرے جو کہ اسطرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی احتیاطاً کہ شاید
قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل ہو ف الی یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہی کہ جس شاہد پر حیرت اور
ہیبت غالب ہو اور وہ شرط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضایقہ نہین کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے
کہ تو گواہی دیتا ہی ایسی ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے
اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہوا اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کیے ہون اور شاہد
اس سے علم حاصل ہوا اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعوے کے موافق کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ
بالاتفاق جائز نہین جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہین کذا فی فتح القدیر

ص فصل حبس مدعی علیہ کے بیان مین

اگر مدعی کا حق مدعی علیہ پر ثابت ہووے اقرار سے مدعی علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو ادائے حق کا در صورت
نادہندگی مدعی علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اوسکے حبس کی تو قاضی کو حبس مدت تک مناسب معلوم ہووے مدعی علیہ کو
قید کرے اور اگر گواہون سے ثبوت حق ہوا ہو تو قاضی کو چاہیے کہ قبل حکم ادائے حق کے مدعی علیہ کو بدرخواست
مدعی محبوس کرے ف اسوجہ سے کہ قید جزا ہی نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اوسوقت نادہندگی
مدعی علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی ادائے حق کا اوسکو حکم کرے اور وہ ندیوے اور جب حق گواہون سے ثابت ہوا
تو نادہندگی اور انکار مدعی علیہ کا تو پہلے سے موجود ہی اسلیے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اوسکا درست ہی اور مدت
قید مفوض بہ رائے قاضی کی طرف ہوا اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہین باعتبار احوال کے بعضے شریر نہین ہوتے اونکو تھوڑی
مدت کفایت ہی بعض متمرد ہوتے ہین اونکو تھوڑے حبس سے زجر نہین ہوتا اور یہ حبس اسواسطے کہ مدعی علیہ مال اپنا ظاہر
کرے اور ایفاے حق مدعی اوس سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھ مہینے ہین اور ایک مہینا اور دو
مہینے تین مہینے بھی مروی ہین مگر صحیح وہی ہی کہ مدت حبس مفوض برائے قاضی کیطرف ہی ا ہ ص مدعی علیہ کا حبس
اون حقوق مین ہوگا جو لازم آئے ہین اوسکو بسبب عقد کے جیسے مہر معجل ف اور مہر موجل کے عوض مین حبس نکیا جاویگا
اگرچہ معجل ہوجاوے طلاق سے زوجہ کی در مختار ص اور زر ضمانت یا بدل مال کے جو حاصل ہوا اوسکو
مثل ثمن مبیع نفقہ زوجہ نفقہ ولد ق نفس اگرچہ ذمی کا ہو یا ضمان الدرک در مختار ص در رین ولد اور دیت
اور ضمان جنایات مین ف اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کی گئی اوسکا بدل بدل دم
عمد ضمان اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنیکا تاوان نفقہ اقارب مہر موجل در مختار ص تو حبس کیا جاویگا
اگر اپنی مفلسی کا اظہار کرے الا اوس صورت مین جب مالدار ہونا اوسکا ثابت ہوجاوے گواہون سے تو ان چیزون مین بھی

تبدیل کریں گے **ف** اور قسم اول کی چیزوں میں محسوس کر لیگا اگرچہ مدعی علیہ سی مشابہ کیسے گوا اور دعوی عملی کی تصدیق کیجاوے گی در مختار

باب بیان میں قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

ص اگر گواہ گواہی دیں قاضی کے سامنے اور مدعا علیہ حاضر ہو تو حکم کر دے ساتھ گواہی کے اور لکھدے حکمنامہ جسکو عربی میں سجل کہتے ہیں پس لکھدیوے حکم کیا ہینے یہ یا ثابت ہوا میرے نزدیک یہ اور اگر مدعی علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دیں اوپر تو قاضی حکم نکرے بلکہ لکھدے گواہوں کی گواہی کو تاکہ قاضی مکتوب الیہ اوسکے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہے اور کتاب القاضی الی القاضی ہے حقیقت میں یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہے ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس اور مقبول ہوگی کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات میں جو شبہات سے ساقط نہیں ہوتے مثل حد اور قصاص کے **ف** اسواسطے کہ کتاب میں شبہہ ہے اور حد وقصاص دفع ہو جاتے ہیں شبہات سے اور خط پر عمل کرنا کوشش ہے اونکے اثبات میں **ص** جو ثابت ہو گئے قاضی کے پاس جیسے دین اور عقار اور نکاح اور نسب اور مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جسکا انکار کیا گیا ہے کیونکہ امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہوگا تو کیا حاجت ہے کتاب القاضی کی اور جسوقت انکار کیا ان دونوں کا مودع یا مضارب نے تو ہو گئی مغصوب اور مغصوب میں واجب ہوتی ہے قیمت اور قیمت دین ہے تو جاری ہوگی اوسمیں کتاب حکمی اسواسطے کہ وہ محتاج نہیں ہے اشارے کا کہ صفت سے اوسکی معرفت ہو سکتی ہے بخلاف ایمان منقولہ کے کہ اونمیں احتیاج ہے اشارے کی اور یہ امام ابوحنیفہ کا ہے اور ایسا ہی ہے نزدیک امام ابو یوسف کے مگر اونکے نزدیک غلام مفرور میں بھی کتاب القاضی درست ہے صورت اوسکی یون ہے کہ قاضی بخارا کا مثلاً لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلان اور فلان نے شہادت دی میرے پاس اس بات کی کہ فلان کا غلام جسکا نام مبارک ہے اور اوسکا حلیہ ایسا ہے بھاگ گیا ہے اپنے مالک کے پاس سے اور اب سمرقند میں فلان کے قبضے میں ہے آخر کتاب تک اور مہر کرے اوسپر تو جب پہنچے یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس حاضر کرے مدعی علیہ اور غلام کو اور کھولے کتاب کو ساتھ شرائط اوسکی کے جو آگے آتی ہیں اور ملاوے حلیہ مکتوبہ کو ساتھ غلام کے تو اگر مطابق ہو گئے تو ... اوسکو اور اگر مطابق ہو گئے تو اگر مدعی علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اوس غلام کو مدعی کے سپرد کر دے بطور حکم کے اور فیصلہ کے اور لیوے اوس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر ضمانت کا اور اوس غلام کی گردن میں کوئی چیز ڈالکے اوسپر مہر کر دے تا ایسا نہو کہ مدعی وہان جاکر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے جواب کتاب قاضی بخارا کو پاس مدعی سے کہ میں اس غلام کو روانہ کرتا ہوں تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اون گواہوں کو بلاوے جنہوں نے گواہی دی تھی اس غلام کے مالک کی غیبت غلام میں تا گواہی دیں اوسکی حضور میں اور اشارہ کریں اس غلام کیطرف کہ یہی غلام ہے مدعی کی لیکن قاضی بخارا ابھی حکم نکرے کیونکہ مدعی علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہوں نے شہادت دی غلام کے سامنے اس بات کی کہ یہ غلام ملک ہے مدعی کی تو جب یہ کتاب قاضی سمرقند پاس پہنچے اوسوقت فیصلہ کر دے اور حکم سناوے مدعی علیہ کو اور بری کر دے حاضر ضامن کو ضمانت سے اور امام محمد سے مروی ہے کہ کتاب القاضی تمام منقولات میں قبول کیجاویگی اور اسی پر متاخرین ہیں **ف** در مختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتوی ہے کہ کتاب القاضی سب مقدمات اور دعاوی منقولات میں عام ہے کہ دعوی دین ہو یا عین درست ہے **ص** سوائے حد اور قصاص کے اور واجب ہے کہ

کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہوں کو اوسکا مضمون پڑھکر سنا دے اور مُہر کر دے اپنی اونکے سامنے اور دے وہ کتاب بادلیل گواہو
دیدیوے اور ابو یوسف نے کوئی بات انمین سے شرط نہین رکھی اور امام سرخسی نے اونھیں کا قول اختیار کیا ہی تو ابو یوسف
کے نزدیک صرف گواہوں کو اسبات کا گواہ کر دیوے کہ یہ کتاب اور مُہر میری ہی اور ایک روایت مین مہر بھی شرط نہین ہی مین
کہتا ہون جب کتاب مدعی کے حوالے کی جاویگی تو فتوی اس بات پر ہی کہ مہر کرنا ضرور ہی اور جب گواہوں کو سپرد کیجاویگی
تو فتوی اس بات پر ہی کہ مہر شرط نہین پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پونہچے تو قبول نکرے اوس کتاب کو مگر مدعی علیہ کے
سامنے اور دو مردون یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے جو کتاب لے کر گئے ہین تو جب گواہی دی ان گواہوں نے
کہ یہ کتاب فلان قاضی کی ہی پڑھا تھا اوسکو اوس قاضی نے اپنے محکمے مین اور مُہر کی تھی اوسپر اور دی تھی ہمکو تو اوسکی مُہر دیکھکر
کھولے اور مدعی علیہ کو سنا دے اور لازم کر دے اوسپر حکم کو **ف** یعنی اوس گواہی کی رو سے جو کتاب مین مندرج ہی
مدعی علیہ پر جو امر لازم آتا ہی اوسکا فیصلہ کر دیوے **ص** اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اوس کتاب کے ساتھ کہ اوسوقت
تک قاضی کاتب قاضی رہے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہونچنے کے مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاویگی
اسیطرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہونچنے کے اول مر جاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاویگی مگر جب کہ قاضی کاتب لے بعد نام اوس
قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھدیا ہووے کہ مسلمانون کے قاضیون مین جسکے پاس یہ خط پونہچے وہ اوسکی تعمیل کرے تو مکتوب
الیہ کے مرنے سے باطل نہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہین کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہی
کہ ابتدا سے اسیطرح لکھے کہ یہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمان کے قاضیوں سے پونہچے وہ اوسکی تعمیل کرے کیونکہ
معین کرنا مکتوب الیہ کا محض بے فائدہ ہی اور اگر کتاب پہونچنے کے اول مدعی علیہ مر جاوے تو جاری کیجاویگی کتاب
اوسکے وارث پر اور صحیح ہی قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات مین سوا حدود و قصاص کے **ف** اسواسطے کہ قضا
نظیر شہادت ہی اور شہادت عورت کی حدود و قصاص مین مقبول نہین تو قضا بھی مقبول نہوگی در مختار مین ہی
کہ اگرچہ قضاے عورت صحیح ہی سواے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات مین لیکن عورت کا قاضی بنانیوالا گنہگار
ہوگا بسبب حدیث بخاری کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین فلاح پائینگے وہ لوگ جنھون نے
سپرد کیا کام اپنا عورت کو انتہی **ص** قاضی اپنا نائب کسیکو نہین بنا سکتا مگر وہ قاضی جسکو اختیار دیا ہو بادشاہ نے
نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا پھر قاضی معزول ہوا یا مر گیا تو نائب معزول نہوگا اسیطرح وکیل کو اختیار
نہین کہ دوسرے کو وکیل اپنا بنا دے مگر اوسصورت مین جب موکل نے اوسکو اجازت دی ہو تو یہان بھی پہلے وکیل کے
معزول ہو جانے یا مر جانے سے وکیل وکیل معزول نہوگا اسواسطے کہ وکیل وکیل درحقیقت نائب ہی اصل موکل کا نہ وکیل
اول کا **ف** ہدایہ مین ہی کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہی گو اوسکو اسبات کا
حاکم کی طرف سے اختیار نہووے کیونکہ جمعہ ایک شی مؤقت ہی خوف ہی اوسکے فوت ہو جانیکا تو امر بالامامت گویا اذن
بالاستخلاف ہی برخلاف قضا کے **ص** جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر نائب بنایا اور نائب نے
منوب کے سامنے فیصلہ کیا یا بعد فیصلے کے منوب کی رائے شریک ہو گئی تو جائز ہو جاویگا **ف** اسواسطے کہ جب قاضی اول کے

سامنے فیصلہ کیا یا اوسکی راے شریک ہو گئی تو گو قاضی اول ہی نے قضا کی ص اسیطرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانے کا نہین دیا گیا اگر وکیل بنایا اور بعد اوسکے وکیل وکیل نے روبرو وکیل کے وہ کام کیا یا وکیل کی راے اوسمین شریک ہو گئی یا موکل نے جسوقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خرید کے لیے تو اوسکی قیمت بیان کر دی تھی اور وکیل کا وکیل اوسکے مباشر ہوا تو ان سب صورتون مین وکیل وکیل کا تصرف صحیح ہو جاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گنا جاویگا اگر موکل نے وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی راے پر عمل کر تو اس کہنے سے وکیل کو اختیار ہو جاویگا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

ف باب مرافعہ کے بیان مین

ص اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کرے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل مختلفہ صدر اول مین ف یعنی اگر اون مسائل مین جنمین صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کا اختلاف تھا قاضی نے کسیکا قول اختیار کر کے قضا کر دی ہو بعد اوسکے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم منسوخ نہین کر سکتا مراد یہان قاضی اول سے قاضی مجتہد ہے کیونکہ سوا مجتہد کے اور کسیکو یہ بات نہین پہونچتی کہ مسائل مختلف فیہا مین جسکا قول چاہے اختیار کرے اور قاضی مقلد کا حکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ ہو گا قلیہ ص الا وہ حکم منسوخ کرے جو مخالف ہو کتاب اللہ کے ف اگرچہ دوسرے مجتہد کا قول ہو ص جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلت گوشت اوس جانور کا جسپر وقت ذبح کے بسم اللہ قصداً ترک کی گئی ہو کیونکہ یہ مخالف ہے آیت کریمہ کو لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے ف یعنی نہ کھاؤ تم وہ جانور جسپر نہین ذکر کیا گیا نام خدا کا جاننا چاہیے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھول کر تسمیہ ترک کر دیوے تو اوس ذبیحہ کا گوشت حلال ہے ہمارے نزدیک بھی اور شافعی کے نزدیک بھی تو اوسکی بیع بھی جائز ہو گی اور اگر قصداً ترک کر دیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہو جاویگا اور بیع بھی اوسکی ناجائز اور شافعی کے نزدیک بیع اور اکل دونوں جائز ہین تو یہ حکم شافعی کا مخالف ہے اور مخالف آیت کتاب اللہ کے ہوا اوپر گذر رہی تو قاضی اول نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جسپر بسم اللہ عمداً متروک ہوئی ہو کیا تو قاضی ثانی اوسکو منسوخ کر دیگا ص یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا مطلقہ ثلث ف یعنی وہ عورت جسکو اوسکے خاوند نے تین طلاق دیے ہون اوسکی حلت کا واسطے شوہر اول کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدون وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیب کے اسواسطے کہ یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے یعنی قول حضرت کا واسطے عورت رفاعہ کے نہین ہو گا یہ جبتک تو نہ چکھے شہد عبدالرحمن بن زبیر کی اور وہ شہد تیری ف روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے مراد شہد سے جماع ہے اور گذر چکی یہ حدیث کتاب الطلاق مین تفصیل ص یا مخالف ہو اجماع سے یعنی جیسے قاضی اول نے حکم کیا حلت متعہ کا اسواسطے کہ صحابہ نے اجماع کیا اوسکے فساد پر ف اور گذرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب النکاح مین ص تو جاننا چاہیے کہ قاضی جب مسائل مجتہد فیہ مین حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہو جاویگا اور قاضی ثانی پر نافذ کرنا اوسکا واجب ہے لیکن یہ تو جب ہے کہ قاضی اول نے اپنے مذہب کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنے مذہب کے خلاف حکم دیگا تو اوسکا بیان آگے آتا ہے

اور یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اوسکی قضا جائز نہیں
اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری کرے اور محل قضا مجتہد فیہ مختلف ہو یعنی جس حکم میں قضا ہوتی ہے اوسمیں اختلاف ہو اور جو
خود قضا میں اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب ف اسکا بیان آگے آتا ہے ص تو وہ قاضی اول کے حکم کرنے سے
مجمع علیہ نہوگا اور قاضی ثانی کو اوسکا فسخ پہونچتا ہے تاآن اگر قاضی ثانی بھی اوسکو جاری کریگا تو اب وہ مجمع علیہ ہو جاویگا
اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہیں کر سکتا اجماع میں اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہے تو جب اکثر ایک
امر پر متفق ہو جاوینگے وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالفت بعض کی معتبر نہوگی ہدایہ میں بھی یہی اختیار کیا ہے
لیکن اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع انعقاد اجماع ہے اور اجماع نہیں ہوتا مگر سب کے اتفاق سے
اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسائل مختلف فیہ سے مراد یہ ہے کہ صدر اول یعنی صحابہ اور تابعین کا اختلافی ہو لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ
کچھ ضرور نہیں بلکہ اختلاف شافعی کا بھی معتبر ہے ف اور اسیطرح مالک اور احمد کا اور یہ لوگ نہ صحابہ میں سے ہیں نہ تابعین
میں سے ص اور نافذ ہے قاضی کا حکم ظاہر اور باطن میں ف یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ وبین اللہ ص کسی شی کی حرمت
یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے ظاہر میں نہ باطن میں جاننا چاہیے کہ امام اعظم کے
نزدیک اگر مدعی دعوی کرے ایک شی کا بسبب معین یعنی سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل ہو
حکم کے اور قاضی نجانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا کسی
نے ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کیے نکاح کے
قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ
لوازم زوجیت کا حکم کرے ف اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرا دینا
عند اللہ حلال ہے اور صاحبین کے نزدیک ظاہرا حکم قاضی نافذ ہوگا نہ باطنا یعنی عند اللہ زوج اور زوجہ کو وطی درست نہیں
ہوگی اور یہی مذہب ہے زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور مختار میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے لیکن بحر الرائق میں ہے کہ قول امام ابو حنیفہ کا قوی ہے
ص دلیل مذہب صاحبین کی ظاہر ہے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اشکال ہے کہ حرام محض کس طرح سبب ہوگا حلت کا
فیما بینہ وبین اللہ اور جواب اوسکا یہ ہے کہ نہ تو حرام محض یعنی شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہے سبب حلت کا نہیں
کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشاء عقد جدید کے ہے اور انشاء عقد حرام نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ قاضی دروغگوئی شہود کو
نہیں جانتا ف امام صاحب کی دلیل نقلی وہ ہے جسکو ذکر کیا محمد نے مبسوط میں کہ پہونچا ہمکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
کہ ایک شخص نے علی کے پاس گواہ قائم کیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علی نے حکم دیدیا عورت کو
کہ جاوے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس نے نہیں نکاح کیا ہے مجھ سے اب اگر آپنے ایسا ہی حکم کیا ہے تو آپ نکاح پڑھ دیجیے
فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میں نہیں تجدید کرتا نکاح کی نکاح کر دیا تیرا دونوں شاہدوں نے تو اگر دونوں میں نکاح
منعقد نہ ہو جاتا آپکی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا
اور ہمیشہ تحفظ کرتے رہتے دونوں زنا سے انتہی ص اور جو ہمنے قید لگائی کہ دعوی مدعی ایک سبب معین کے ساتھ ہووے

تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ اگر دعوی ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم
کردیے اور قاضی نے حکم کردیا ملک کا واسطے مدعی کے تو بیان پر مدعی کو وطی اوسکی حلال نہوگی بالاجماع **ف** اور یہ جو کہا
کہ محل قابل ہو حکم کے سو اسواسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی
محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہین ہی اس بات کا کہ قضاے قاضی انشاے
عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغگوئی شہود کو جانتا ہوے تو قضا نافذ نہوگی
کذا فی الطحطاوی **ص** اور اگر قاضی اول نے مسائل مجتہد فیہ مین خلاف اپنے مذہب کے حکم دیا اپنا مذہب بھولکر
مراد اوس سے قاضی مجتہد ہی
یا قصداً تو صاحبین کے نزدیک یہ قضا نافذ نہو گی اور اسی پر فتوی ہی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر بھولکر دیا تو نافذ ہوگی
اور اگر جان بوجھ کر دیا تو اوسمین دو روایتیں ہیں **ف** یہ سب اختلاف قاضی مجتہد مین ہی اور قاضی مقلد کا فتوی خلاف اپنے
مذہب کے نافذ نہوگا خواہ قصداً ہو یا بھولکر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہی کہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ
نہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑکر صاحبین کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم مخالف مذہب نہین ہی نافذ ہوجاویگا اور قاضی
ثانی کو مرافعۃً اوسکا فسخ نہین پہونچتا چنانچہ در مین ہی یہ اوس صورت مین ہی کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو مقید بمذہب امام
نہ کردیا ہو ورنہ وہ معزول ٹھہریگا بہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اوسکا بالکل نافذ نہوگا اسواسطے کہ تخصیص
قضا کی زمان اور مکان سے درست ہی طحطاوی مع زیادۃ **ص** قاضی حکم کرے شخص غائب پر **ف** اور نہ غائب
کے لیے یعنی نہ غائب کا مقضی علیہ ہونا صحیح ہی نہ مقضی لہ بلکہ حکم ہی نافذ نہین بر قول مفتی بہ در مختار اور امام شافعی
اور امام مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہی بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر
تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہی بلادلیل اور ہماری دلیل وہی حدیث حضرت علی کی ہی جو اوپر گذری
کہ فرمایا حضرت نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لیے جب تک سن نلے کلام دوسرے کا روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور احمد اور
اسحق اور طیالسی اور حاکم نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم ہونا مانع حکم ہی اور یہ بات پائی جاتی ہی
خصم کے نائب ہونے مین اور اوسکے نائب کے بھی غائب ہونے مین اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اوسپر موقوف ہی
کہ منکر عاجز ہووے اور طعن فی الشہادۃ سے اور اوسکا عجز بدون اوسکے حضور کے معلوم نہین ہوسکتا کذا فی فتح القدیر
ص مگر اوس صورت مین کہ نائب اوسکا حاضر ہووے حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہی یا شرعاً جیسے
قاضی کا وصی یعنی جسکو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً اسطرح کہ جو چیز کا دعوی ہی غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اوس چیز کا
جسکا حاضر پر دعوی کرتا ہی **ف** تو اگر ادعا علی الغائب کے سبب پڑنے مین واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑجاویگا
تو اس صورت مین دعوی مقبول نہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھر اوسکے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اوسنے نکاح اسکا
شخص غائب سے کردیا تھا اور غرض اس سے یہ ہی کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہوجاوے تو یہ لونڈی کے واپسی کا
حکم نہوگا کیونکہ تزوج غائب رد علی المولی کا سبب بالضرور نہیں اسواسطے کہ احتمال ہی کہ غائب نے اوسکو طلاق دیدی ہو
اور عیب زائل ہوگیا ہو **ص** مثال اوسکی یہ ہی کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہی ایک مکان پر کہ یہ مکان میرا ہی

بکر سے خرید کیا تھا اور بکر غائب ہی و عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاویگا یعنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اسواسطے کہ ادعا علی الغائب یعنی خریدنا گھر کا سبب ہی ادعا علی الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہی ملک کا لا محالہ غایۃ الاوطار **ص** اور جو دعوی کیا جاے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس چیز کی جو حاضر پر دعا ہو تو صحیح ہوگا **ف** اور پہلی صورت میں سبب تھا **ص** چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوسنے معلق کیا تھا میرے عتق کو زوجۂ زید کے تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت مین تو اسمین اختلاف ہی مشایخ کا اور گواہ مقبول نہونگے صحیح قول پر اور سبب مین اسواسطے مقبول ہین کہ سبب اصل ہی مسبب کا تو حاضر نائب ہی گا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہو کیونکہ یعنی شرط اصل نہین ہی بہ نسبت مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا یہ حکم شرط مین جب ہی کہ اوسمین حق غائب کا ابطال ہو کہ چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین کہ اس صورت مین زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہی تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی عورت کا معلق کیا زید کے گھر مین جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہونگے **ف** بحالت غائب ہونے زید کے اسواسطے کہ زید کا درصورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہین **ص** قاضی کو اختیار ہی کہ یتیم کا مال قرض دیدے کسیکو اور لکھوا لیوے تمسک لیلے کہ قاضی کو قدرت ہی اوسکے پھیر لینے کی جب چاہے **ف** چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہین ہوتی لہذا قاضی کو درست ہی کہ یتیم کا مال حتی المقدور ایسی جگہ لگاوے کہ اوسمین زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت کے دیوے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی دار جس سے آمدنی ہو خرید کرلے اگر یہ نہو سکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہو کے قرض بھی دے سکتا ہی وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہو اور جو یتیم کا وصی موجود ہووے تو قاضی کو قرض دینا مکروہ ہی قنیہ **ص** اور وصی کو درست نہین کہ یتیم کا مال کسیکو قرض دیوے بسبب عدم قدرت اوسکی کے اور اسیطرح باپ کو بھی صحیح قول مین درست نہین کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دیگا تو ضامن ہوگا **ف** اگر باپ یا وصی غیر مسرف ہو یعنی فضول خرچ ہو تو قاضی کو پہونچتا ہی کہ باپ اور وصی سے مال لیکر کسی شخص عادل کے پاس رکھدیوے در مختار

مسائل الحاقیہ

جب مدعی علیہ چھپ رہے اور کسیطرح دار القضا مین حاضر نہووے تو قاضی مدعی سے وجہ ثبوت لیکر مدعی علیہ کی طرف سے ایک وکیل بنا کر حکم کر دیوے درمختار شامی نے اسکی صورت یون لکھی ہی کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آکر دعوی کیا کہ میرا فلانے پر حق ہی اور وہ چھپ کر بیٹھ رہا ہی اپنے گھر مین تو قاضی لکھے والی شہر کو اوسکے احضار کے لیے تو اگر والی اوسکو نپاوے اور مدعی درخواست کرے مہر ہونیکی اوسکے مکان پر تو اگر لاوے دو گواہون کو اس بات پر کہ مدعا علیہ اپنے مکان مین ہی اور گواہ یہ کہین کہ تین دن یا کم ہوے کہ ہمنے مدعی علیہ کو دیکھا تھا تو مہر کر دیوے اوسکے مکان پر اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کرین تو نہین اور صحیح یہ ہی کہ یہ مدت مفوض ہی رائے حاکم کیطرف تو جسوقت مہر ہو گئی اور مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کیطرف سے وکیل کھڑا کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دو گواہ بھیجے مدعی علیہ کے مکان پر وہ رسول پکارے تین مرتبہ اون گواہون کے سامنے کہ اے فلان ولد فلان قاضی نے یہ کہا ہی تجکو کہ حاضر ہو تو مع اپنے مدعی کے

دار القضا مین ورنہ مین تیری طرف سے وکیل کھڑا کرکے حکم کردونگا اور مدعی کے گواہ بدون تیرے قبول کرونگا اسیطرح تین دن تک کرے جب تین دن گذر جاوین اور مدعی علیہ حاضر نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے وکیل کھڑا کرکے مدعی کے گواہ اور اوسکے وکیل کے سامنے مدعی علیہ پر فیصلہ کردیوے انتہی مسئلہ اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوی سے پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعوی ترک کیا تو وہ دعوی نہ سنا جاویگا مگر وقف اور میراث کا دعوی کہ اس مین طول مدت مانع نہین البتہ اگر تینتیس سال گذر جاوینگے تو دعوی وقف وارث بھی مسموع نہین اور بعض فقہا کے نزدیک دعوی ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ مثلا ایک عورت نے بیس برس تک اپنے خاوند کی حیات مین دعوی مہر نکیا بعد اوسکے خاوند مرگیا یا اوسنے طلاق دیا تو عورت کا اب دعوی مہر مسموع ہوگا اسواسطے کہ استحقاق طلب وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہے اور وقت استحقاق سے اتنی مدت منقضی نہین ہوئی دعوی مسموع نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہوجاوے بلکہ اگر مدعی علیہ مقر ہووے تو دعوی مسموع ہوویگا اگرچہ مدت طویل گذر گئی ہو شامی مسئلہ قاضی کو بعد پانے حجت شرعی حکم کے حکم مین تاخیر کرنا درست نہین مگر تین سبب سے یا شک واشتباہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعی علیہ کوئی ان دو مین سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ طحطاوی مین ہے وہ یہ ہے کہ قاضی کو اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہو اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرین تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہین مگر تین صورتونمین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا در مختار مسئلہ مسلمان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع مین واجب ہے نہ مخالف شرع مین تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہوں سے قسم لی جایا کرے تو قاضیون کو چاہیے کہ بادشاہ کو فہمایش کرکے اس حکم سے باز رکھین اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ تحلیف شاہد بزمانہ درست ہے لیکن صحیح نہین ہے

باب پنچایت کے بیان مین

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان مین عرف مین اوسکو تحکیم کہتے ہین تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہے اور حکم یعنی پنچ کا رتبہ قاضی سے کمتر ہے اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہے جسنے اوسکو پنچ ٹھہرایا اور تحکیم کا جواز حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ مینے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف پڑتا ہے کسی چیز مین تو آتے ہین وہ میرے پاس سو مین اون مین حکم کردیتا ہون تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہے یہ روایت کیا اوسکو نسائی نے کذا فی فتح القدیر ص صحیح ہے پنچ بنانا مدعی مدعی علیہکا اوس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہے ف یعنی ضرور ہے کہ محکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مر اور فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہوجاویگا کما مر هدایہ ص جب دونون متخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اوسنے حکم کیا ساتھ گواہون کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم متخاصمین پر ف اور اوسکا حکم باطل نہوگا دونون کے معزول کردینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے در مختار ص صحیح ہے خبر دینا پنچ کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانے مین ف یعنی اگر مدعی علیہ

شہادت سنا کرے اور حکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور حکم اوسکی عدالت
ظاہر کرے تو صحیح ہے وہ مال باقی رہنے اوسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک ولایت پنچایت باقی ہے تو اوسکا خبر دینا
بمنزلہ خبر دینے دو گواہوں کے ہے برخلاف اوسکے جب خبر دی اوسنے بعد ختم ہو جانے ولایت پنچایت کے کیونکہ اب اوسکا حال
مثل ایک شخص کے رعایا میں سے ہو گیا تو ضرور ہے ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اوس صورت کے جب خبر دی اوسنے کہ میں
حکم کر چکا کیونکہ جب وہ حکم کر چکا معزول ہو گیا تو اب خبر اوسکی مقبول ہوگی کذا فی الطحطاوی مع زیادۃ ص اور ہر ایک کو
متخاصمین سے اختیار ہے کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسیطرح قاضی کا درست نہیں اپنے والدین
اور اولاد اور بیوی کے لیے جیسے گواہی ان لوگوں کے لیے درست نہیں ف یعنی انکے نفع کے لیے اور انکے اوپر حکم
درست ہے جیسے شہادت ان پر درست ہے یعنی انکی مضرت کے لیے اور سوا انکے بھائیوں اور چچاؤں اور اونکی اولاد اور
خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہے جیسے شہادت اونکے لیے درست ہے کذا فی البحر ص اور درست
نہیں پنچایت حدود اور قصاص میں اور باقی سب مقدمات میں درست ہے لیکن اسکا فتوی نہ دیا جاویگا واسطے خوف
دلیر ہو جانے عوام کے اور باقی نہ رہنے رونق کے واسطے احکام اور محکمے کے ف یعنی اگر عوام یہ سن پاوینگے تو سب باہم
بطور پنچایت فیصلہ کر لیا کرینگے اس صورت میں قضاۃ اور محکمجات اونکے سب معطل اور بیکار رہ جاوینگے ص اسیطرح
حکم پنچ کا ساتھ دیت کے عاقلہ کے فیصلہ پر قتل خطا میں درست نہیں کیونکہ عاقلہ حکم کرنیوالوں نے اوسکو پنچ نہیں بنایا اور اگر
فیصلہ کیا ساتھ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اوسکا توڑ دیگا اسواسطے کہ مخالف نص حدیث ہے فرمایا حضرت نے
عاقلہ سے کہ اٹھو والوں سے اور دو دیت مقتول کی ف بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات میں انشاء اللہ تعالی آویگا
ص اگر پنچ کے حکم کا مرافعہ ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اوسکا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کرے اوسکو ورنہ باطل
کرے اوسکو یعنی حکم محکم کا مثل حکم قاضی کے مختلف فیہ نہیں ف حاکم کا حکم اکثر باتوں میں مثل قاضی کے ہے تو وقت
تحکیم اوسکو ہدیہ لینا ایک احد المتخاصمین سے جائز نہوگا مگر تسترہ مسئلوں میں فرق ہے بحر الرائق میں وہ سب مذکور ہیں فقط

ص مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان میں

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیوں کے پاس ہے ایک اوپر کے مکان کا مالک ہے اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو یہ نہیں پہونچتا کہ اپنے مکان
میں میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے ف اسیطرح اوپر والے کو یہ نہیں پہونچتا کہ اوپر کچھ اور بناوے یا کڑیاں رکھے
یا پاخانہ بناوے جیسے اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہے جسمیں دوسرے کا ضرر نہو اور امام کا قول قیاس کے موافق ہے
بحر الرائق ص ایک لمبی گلی ہے اور اوسمیں سے ایک اور لمبی گلی پیدا ہوئی ہے جو نافذہ نہیں ہے تو پہلی گلی کے رہنے والوں کو اختیار نہیں ہے کہ دوسری
غیر نافذہ میں نکلنے کے لیے دروازہ نکالیں اگر دوسری گلی گول ہے کہ اسکے دونوں سرے پہلی گلی سے مل گئے ہیں تو پہلی گلی والے اوسمیں دروازہ نکلنے کے لیے نکال سکتے ہیں صورتیں ان دونوں گلیوں کی یہ ہیں

گول کوچہ
کوچہ اولی

کوچہ ثانیہ
کوچہ اولی

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو دوسری گلی گول ہے نصف دائرہ کے مقدار رہے یا اوس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرہ سے زیادہ ہوگی تب بھی پہلی گلی والوں کو وہاں دروازہ واسطے چلنے کے کالنا درست ہوگا فرق دونوں صورتوں مین یہ ہے کہ صورت اولی مین کوچہ غیر

نافذہ مستدیرہ بسبب صغر کے تابع کوچہ مستطیلہ کا ہوگا اور اوسمین حق ساکنان کوچہ مستطیلہ کا بھی شریک ہوگا صورت ثانیہ کے کہ بسبب کوچہ کلان ہونیکے تابع کوچہ مستطیلہ نہوگا اور اوسمین حق ساکنان کوچہ مستطیلہ نہوگا صورت اوسکی یون ہے ف اور ان سب صورتون مین ہوا آنے کے لیے یا روشنی کے لیے کھڑکی یا دروازہ بنانا درست ہے جیسے لیکن ہدایہ مین ہے کہ صحیح یہی ہے کہ مطلقاً دروازہ کھولنا اول کوچہ والے کو جائز نہین خواہ چلنے کے لیے ہو یا اور کسی کام کے یہ کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہرگز منع نہین کرسکتے اور احتمال ہے کہ دروازہ لگا کر مدعی ہوجاوے کسی حق کا دوسری گلی مین ص ایک شخص نے دعوی کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضے مین ہے کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلان وقت میں ف مثلاً غرہ رمضان کو ص ہبہ کیا تھا قابض نے اوس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوئے اوسنے کہا مدعی علیہ نے گھر کے ہبہ سے انکار کیا تھا تو مینے یہ گھر اوس سے خرید لیا تھا یا نہین کہا اور گواہ خرید پر اوس گھر کے پیش کیے تو اگر گواہون نے شہادت خرید کی ایسی وقت ہبہ کے ف مثلاً شوال یا ذیقعد مین ص تو گواہی مقبول ہوگی اور جو شہادت خرید کی قبل تاریخ ہبہ کے ف مثلاً ماہ شعبان یا رجب مین ص تو گواہی مقبول نہوگی ف بسبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوی کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک مین مدعی علیہ کے تھا اور گواہون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک مین مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہے ص ایک شخص نے دعوی کیا کہ زید نے مجھسے یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اوس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو یہ پہنچتا ہے کہ اوس لونڈی سے وطی کرے ف اسواسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہوگیا مشتری سے تو اوسکی رضا فوت ہوگئی اور یہ موجب ہے انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع مین آگئی تو وطی اوسکو درست ہوگی ص ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے دس درہم لیے ہین پھر مدعی ہوا کہ وہ روپے زیف تھے یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق کیجاویگی ف یعنی قسم سے اوسکا قول مقبول ہوگا ص اور اگر اوسنے دعوی کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اوسکا مقبول نہوگا اسیطرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے کھرے دس درہم لیے ہین یا مینے اپنا حق پایا یا بائع نے کہا مینے ثمن وصول پایا یا پورا لیا مین نے بعد اسکے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیوف یا ستوقہ یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق نہوگی ف اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہین کمال مقبوض پر تو بعد اوسکے دعوی نقصان کیسے مسموع ہوگا ص جاننا چاہیے کہ زیف اور نبہرجہ قسم سے اول دراہم کے ہین جنمین چاندی غالب ہے ملونی پر مگر یہ کہ چاندی اوسمین کھری کی نسبت کم ہے اور رکھوٹا پن نبہرجہ کا زیادہ زیف سے تو زیف کو تاجر رد نہین کرتے اور سوداگرون مین معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہین لیتا کیونکہ بیت المال مین نہین داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہین اور نبہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہین نبہرجہ کی تفسیر مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین وہ درہم ہے جسکا سکہ مٹ گیا ہو بعضے کہتے ہین کہ چاندی جسکی خراب ہوا اور ستوقہ وہ درہم

کرا دسکا تھا اندر ہوا اور باوجود ثبوت جبا نذی کی ہووے زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھ پر ہزار درم ہین عمرو نے اوسکے جواب
مین کہا لیا تیرے اوپر کچھ مین نہین بلکہ تیرے اوپر ہزار درم ہین تو زید پر کچھ لازم نہ آویگا کیونکہ اسواسطے
کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کرکے زید کے اقرار کو رد کر دیا تو اب پھر دعوی بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہوگا مسئلہ
زید نے عمرو پر دعوی کیا ایک مال کا عمرو نے اوسکے جواب مین کہا تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا تب زید نے گواہ قائم کیے اور مال ثابت ہو گیا
اوسوقت عمرو کہنے لگا کہ مین یہ مال تجھکو ادا کر چکا ہون یا تو مجھکو اس مال سے بری کر چکا ہے اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم
کیے تو عمرو کے گواہ مسموع و منظور ہونگے امام زفر کے نزدیک منظور نہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہین کہ یہان تناقض
نہین ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر کسی کا کچھ نہین ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہے اور اسیطرح بری کرا
لیتا ہے اپنے ذمہ مین ہوتا ہے اگرچہ حقیقت مین ہو اور اگر عمرو نے جواب دعوی مین یہ کہا اور کہا کہ مین تجھکو پہچانتا بھی نہین
تو اب گواہ اوسکے ادائے مال یا ابرا مدعی پر مسموع و منظور ہونگے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہوسکے توفیق کے
کیونکہ داد وستد اور لین دین اور معاملہ اور ایفا اور ابرا دو شخصون مین بدون معرفت اور شناسائی کے نہین
ہو سکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ گواہ اوسکے مسموع و منظور ہونگے اسواسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردے مین رہتا ہے
اور عورات پردہ نشین کا ہے حکم کرتی ہین اپنے وکیلون کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعی علیہ کیطرف سے
مدعی کو مال دیکر راضی کر لیتے ہین باوجود اسبات کے کہ مدعی علیہ اور مدعی مین شناسائی نہین ہوتی تو ممکن ہے توفیق اسطرح
بیان ہونا چاہیے کہ دفع تناقض مین بعضون کے نزدیک امکان توفیق کافی ہے اور بعضون کے نزدیک ضرور ہے کہ مدعی
توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہے کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اوپر
توفیق کے تاکہ دعوی مدعی کا بطلان سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہے کہ ضرور ہے کہ دعوی مین صحت یقینا تو صرف امکان
سے حق مدعی علیہ کو باطل نکرینگے باثبات حق مدعی مین کہتا ہون جہان پر شک واقع ہووے صحت دعوی مین
تو وہان امکان صحت کافی نہوگا مثلاً ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اوس سے طلب کیے تو گواہ ہبہ کے نلا سکا
تو مدعی ہو گیا شرا کا اور گواہ قائم کیے شرا پر اور یہ بیان نہین کیا کہ شرا مدعی کی قبل وقت ہبہ کے ہے یا بعد وقت
ہبہ کے ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شرا قبل وقت ہبہ کے ہوا ہو اور اس صورت مین دعوی باطل
ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور احتمال ہے کہ شرا بعد وقت ہبہ کے ہووے اور اسصورت مین دعوی صحیح ہو جاتا ہے
تو اب شک پڑ گیا صحت دعوی مین تو ہم صحیح نکرینگے دعوی کو شک سے اسواسطے کہ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ شرا
متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعوی ہبہ کے یہ معنی ہونگے کہ پہلے مینے اوس سے مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد منفسخ ہو گیا
اور پھر اوسکی ملک مین مکان آیا پھر اوسنے ہبہ کیا تو ضرور ہے قائم کرنا گواہون کا اوپر ہبہ کے اور جب نہووے
اوسکے پاس گواہ ہبہ کے تو دعوی اوسکا صحیح نہوگا اور مدعی علیہ کا حق شک سے باطل نہوگا اور جہان پر شک نہو
صحت دعوی مین تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھ شک کے تو وہان امکان توفیق کافی ہے
جیسا کہ قائم کیے گواہ مدعی علیہ نے اوپر ادائے مدعی کے یا ابرائے مدعی کے بعد انکار کرنے اوسی مدعی علیہ کے

مدعی سے اور قائم کیے مدعی نے گواہ اوپر مدعی علیہ کے یا قائم کیے گواہ اوپر شراء کے بعد وقت بیع کے ان صورتوں میں ہے مادت
مقبول ہوگی تو یاد رکھ اس قاعدے کو کہ یہ کثیر الوقوع ہے سمجھ جان تو کہ تناقض جب مانع ہے صحت دعوی کا کہ کلام اول غیر مدعی
اثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر ایسا ہوگا نہیں مانع ہوگا صحت دعوی کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہیں حق
میرا کسی سمرقندی پر پھر دعوی کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہے دعوی اوسکا اور اگر ہے کلام پہلا شخص معین کے لیے
صادر ہوتا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھ دعوی نہیں یا کوئی حق نہیں پھر دعوی کرے تو باطل گنا جاویگا بسبب تناقض کے
زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ مینے تجھسے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ مین تجھے دیچکا اب اسمین عیب نکلا تو مین
رد کرتا ہوں اوسکو بسبب عیب کے تو میرے روپے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا ف یعنی یہ غلام مینے
تیرے ہاتھ نہیں بیچا ص تب قائم کیے زید نے گواہ بیع پر بعد اوسکے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے مینے شرط کرلی تھی
ہر عیب سے برات کی ف یعنی یہ شرط کرلی تھی کہ اگر اسمین کوئی عیب نکلے تو اوسکے مواخذے سے مین بری ہون غرض عمرو کی
اس سے یہ ہے کہ رد نہو سکے ص اور گواہ قائم کیے اوپر برات کے تو یہ گواہی مسموع نہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسف کے
نزدیک مقبول ہے ف وہ قیاس کرتے ہیں اس مسئلے کو اوپر جو گذرا کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر ایک مال کا
عمرو نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا الی آخرہ طرفین اوسکا جواب یون دیتے ہین کہ وہ مسئلہ دین کا ہے اور دین کبھی یون
واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہے اور اس جگہ دعوی مدعی علیہ کا بابت برات کے عیب سے مستدعی ہے بیع کو اور بیع کو
وہ انکار کر چکا تھا تو اب بوجہ تناقض کے مقبول نہوگا ص اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اوسکے اخیر مین انشاء اللہ تعالی
لکھدیا تو سارا مضمون تمسک کا (یا اور کوئی دستاویز) باطل ہوجاویگا اور نزدیک صاحبین کے آخری فقرہ اوسکا ایک نصرانی مرگیا اور
اوسکی زوجہ نے کہا مین مسلمان ہوئی بعد موت اوسکی کے ف یعنی موت کے وقت مین بھی نصرانی تھی غرض
اوسکی یہ ہے کہ محروم نہو میراث سے بوجہ اختلاف دین کے ص اور باقی وارثوں نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی
قبل اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان ہوئی قبل
موت اوسکے اور باقی ورثہ نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفر کے
نزدیک پہلے مسئلے مین قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو کی کچھ امانت تھی اور عمرو مرگیا زید نے بعد اوسکی
موت کے کہا کہ یہ خالد بیٹا عمرو کا ہے اور عمرو کا سوا اسکے اور کوئی وارث نہیں ہے تو وہ امانت خالد کو دیدے اور اگر بعد
اسکے پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد اسکا انکار کرے تو قاضی کل مال خالد ہی کو دلاویگا ف اسواسطے
کہ اقرار اول کا کوئی مکذب نہیں اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہے اقرار اول تو صحیح ہوگا ص اگر کسی کا قرض میت پہ
ثابت ہوا شہادت سے یا وراثت ثابت ہوئی گواہوں سے اور گواہوں نے یہ نکہا کہ ہم سوا اسکے اور کوئی قرضخواہ یا وارث
میت کا نہیں جانتے اور مال میت کا تقسیم ہوا ان قرضخواہوں یا وارثوں مین تو ان سے ضمانت نہ لیجاویگی اسواسطے
کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرضخواہ پیدا ہوگا تو اوسکا حصہ دینگے اور بعض قاضی جو احتیاطا ایسی صورت مین ضمانت
لیتے ہیں ظلم ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمانت لیجاویگی ف اور اگر وراثت یا دین اقرار سے ثابت ہوا تو بالاتفاق

ضمانت لیجاویگی اور جو گواہون نے یہ کہا کہ ہم سوا انکے اور کسی وارث یا قرضخواہ کو میت کے نہین جانتے تو بالاتفاق ضمانت نلیجاویگی در مختار ص زید نے ایک گھر کا جو بکر کے قبضے مین ہی اسطرح دعوی کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجکو اور میرے بھائی عمرو کو جو غائب ہی میراث مین ہمارے باپ سے پہونچا ہی تو قاضی نصف اوس گھر کا زید کو دلاویگا اور باقی مکانکو عمرو کے آنے تک بکر کے ہی پاس رہنے دیگا اور اوس سے ضمانت نلیگا برابر ہی کہ بکر نے اقرار کیا ہو زید کے دعوے کا یا انکار اسواسطے کہ بکر کے قبضے کو میت نے اختیار کیا تھا پس اوسکے قبضے کو دفع نکرینگے اس حال مین کہ مدعی اوسکا حاضر نہین اور صاحبین کے نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعوے تو باقی مکان کو اوسکے قبضے مین نچھوڑینگے اسواسطے کہ انکار سبب سے اوسکی خیانت ظاہر ہوئی تو لے لیا جاویگا اوس سے اور ایک امین کے پاس چھوڑا جاویگا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اوسی کے قبضے مین رہنے دینگے اور ضمانت اوس سے نلینگے اور اگر یہ صورت منقول مین واقع ہوئی تو اوسمین بھی یہی اختلاف ہی ف یعنی انکار اور عدم انکار دونون صورت مین اوسکے پاس رہنے دینگے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انکار کیصورت مین اوس سے لے لینگے ص اور بعضے کہتے ہین کہ منقول بصورت انکار بالاتفاق امام اور صاحبین لے لیا جاویگا مسئلہ ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو دینا تو ہر قسم کے مال مین سے ثلث دیا جاویگا ف خواہ مال زکوۃ کا ہو یا غیر مال زکوۃ ص اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ خدا کی راہ مین صدقہ ہی تو مراد اس سے مال زکوۃ کا لیا جاویگا ف جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت بقدر نصاب اور غیر مال زکوۃ کا صدقہ دینا لازم نہوگا جیسے اسباب خانگی گھوڑا سواری کا غلام خدمت کا کما مر فی الزکوۃ اور زفر کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا تمامی اموال کو خواہ مال زکوۃ ہو یا غیر زکوۃ ص تو اگر اوسکے پاس سوا اموال زکوۃ کے کچھ نہووے تو روک رکھے قوت اپنی اور باقی کو صدقہ کر دیوے ف اور قوت کی تقدیر کچھ نہین اسواسطے کہ مختلف ہوتے احوال آدمیون کے کہا گیا ہی جو روز کا مزدور ہی وہ ایک دن کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھ لیوے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان دکان وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک مہینے کی اور مالک اراضی غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب تجارت اوتنا رکھ لیوے جو اوسکو کافی ہووے مال آنے تک ص پھر جب مالک ہو تو جتنا مال قوت کیلیے رکھ لیا تھا بقدر اوسکے پھر تصدق کر دیوے ف در مختار مین ایک حیلہ عجیب مرقوم ہی اوس شخص کیلیے جو قسم کھالے کہ اگر مین یہ کام کرون تو سارا میرا مال صدقہ ہی تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی کل ملک کے ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرے اور دیکھے نہین پھر وہ فعل کرے جسپر قسم کھائی پھر اوس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے تو اوسپر کچھ صدقہ لازم نآویگا ص ایک شخص کو وصی کیا میت نے اور وصی کو خبر اسکی نتھی بعد اسکے وصی نے کوئی چیز ترکہ مین سے بیچڈالی تو صحیح ہی بیع اوسکی بخلاف وکیل کے کہ اوسکو اگر علم اپنی وکالت کا نہ تھا اور اوسنے کوئی تصرف موکل کے مال مین کیا تو یہ تصرف جائز نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہوگا جب موکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل یا دو شخص مجہول الحال ف یعنی اونکا حال معلوم نہین کہ فاسق ہین یا عادل ص نے دی تو اب اوسکا تصرف

بعد اسکے صحیح ہوگا ف کیونکہ عزل وکیل ایک خبر ملزم ہے تو اوسمین شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اگر وکیل کو خبر عزل کی ایک
فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہوگا اور اوسکے تصرفات بعد اس خبر
پہونچنے کے موکل کے اوپر نافذ ہونگے ص اسی طرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخص نے
سنائی اور مولی نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولی پر لازم آجاویگا ف یعنی در صورت جنایت عمد مولی کو اختیار
ہے خواہ تاوان دیوے جنایت کا یا عبد کو حوالہ کرے تو جب اسنے یہ خبر سنکر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اوسکو تاوان دینا
منظور ہے ص اسیطرح شفیع کو گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہ گیا تو شفعہ
اوسکا باطل ہوجاویگا اسیطرح باکرہ عورت کو اگر ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ ہوگئی
تو رضا ہوجاویگی اسیطرح اوس مسلمان کو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا ہے اور ابھی دار الاسلام میں اوسنے ہجرت نہیں کی
اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اوسپر لازم ہوجاوینگے ف ان سب
صورتوں مین خبر اگر ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو احکام مذکورہ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ
اور رضا اور لزوم ادائے احکام ثابت ہونگے ص لیکن وکیل کرنیکی خبر مین دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہیں
بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت ہوجاویگی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کریگا صحیح ہوجاویگا
ف اسیطرح صغیر ممیز یعنی وہ لڑکا جو تمیز دار ہے اگر خبر دیگا ایک شخص کو اس بات کی کہ تمکو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہے
تو وکالت ثابت ہوجاویگی درمختار اور صاحبین کے نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہے اسواسطے
کہ یہ معاملات ہیں اور معاملات مین خبر واحد مقبول ہے اور ہماری دلیل اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہے ص
قاضی یا قاضی کا امین اگر کسیکے غلام کو اوسکے قرضخواہوں کے لیے بیچکر مشتری سے ثمن لے لے اور وہ ثمن تلف ہوجاوے
اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہونگے مشتری قرضخواہوں سے غلام کے ثمن وصول کرے
جنکے لیے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہوں کے لیے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا
نکلا یا مشتری کے قبضہ سے پہلے مر گیا اور قیمت اوسکی تلف ہوگئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیرے اور وصی اون قرضخواہوں سے لے
جنکے لیے غلام بیچا تھا مسئلہ جاننا چاہیے کہ قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل ہے یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل
تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ مینے اسکے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہے تو تو اسکا ہاتھ
کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اوس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہیں اور اگر دوسرے قسم کے
قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہے اوس شخص کو کہ سبب ان سزاؤں کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اوسکا اچھی طرح
بیان کر دیوے ف مثلاً زنا مین کہے کہ مینے زنا کا اس سے استفسار کیا جسطرح معروف ہے اور اوسنے اقرار کیا اور
حکم کیا مینے رجم کا یا سرقے مین کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اسنے مال نصاب ایک جگہ محفوظ سے
لیا جسمین کوئی شبہہ نہیں اور قصاص مین کہے کہ اسنے قتل عمد کیا بلا شبہہ کفایہ ص تو یہ افعال کرنا اوسکو درست
ہیں اور اگر اچھی طرح سبب ان سزاؤں کا بیان نکر سکے تو درست نہیں اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول

ہرگز قبول نہ کرے **ف** مگر اوس صورت مین جبکہ وہ شخص خود سبب حکم دیکھ رہا ہو یہ ہدایہ اور امام محمد کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ امتثال نہ کرے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ نہ کر لیوے اور علمائے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے مین اور عینی مین ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے انتہی لیکن بحر الرائق مین ہے کہ مینے بہ ایک نسخہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کی چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی اس صورت مین مفتی بہ قول شیخین کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہے **ص** اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ مینے تجھسے جو ہزار روپے لیے تھے وہ عمرو کے روپے ثابت کر کے لیے تھے اور وہ مینے عمرو کو حوالے کر دیے یا مینے جو تیرے ہاتھ کٹنے کا حکم کیا تھا تو فلاں حق مین تھا اور زید نے دعویٰ کیا کہ تونے مجھسے ہزار روپے ظلم سے لے لیے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہوگا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا مین اوس کیے ہین اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تونے یہ فعل مجھسے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو قاضی مبطل ہو جاویگا اس فصل مین اور اگر زید کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا **مسائل لحاقیہ** ایک شخص نے دوسرے کو قتل کر ڈالا بعد اوسکے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہو گیا تھا یا اوسنے میرے باپ کو قتل کیا تھا اسوجہ سے مینے اوسکو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکے اعتبار مین سرکشی اور زیادتی کا دروازہ کھل جاویگا ہر شخص دوسرے کو قتل کر کے یہی کہیگا جو چیز قاضی پر واجب ہے اوسکی اجرت لینا درست نہین جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی زبان سے فتویٰ بیان کر دینا اور تحریر فتویٰ پر اوسکو اجرت لینا درست ہے اسیطرح قاضی کو سجلات وغیرہ کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل درست ہے یہی قول مختار ہے اور قاضی کا خرچ بیت المال مین سے دیا جاویگا اور یہ خرچ جزا ہے حبس کی یعنی قاضی جو اپنے حوائج ضروریہ وغیرہ چھوڑ کر ذر کا بیٹھا رہتا ہے اوس کا عوض ہے نہ اجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین قاضی کو یہ پہونچتا ہے کہ گواہون کا علیحدہ علیحدہ اظہار لے یعنی ہر ایک کے اظہار کی دوسرے کو خبر نہو مگر عورتون کی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیے کیونکہ وہ قائم مقام ایک گواہ کے ہین کذا فی الاشباہ والنظائر

کتاب الشہادۃ والرجوع عنہا

شہادت کہتے ہین خبر دینے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر **ف** اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمین ہین ایک خبر دینا کسی کے حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہے یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعویٰ ہے یا دوسرے کے حق کی اپنے اوپر یہ اقرار ہے کذا فی الاصل **ص** گواہی دینا فرض ہو جاتی ہے جب مدعی طلب کرے ادائے شہادت کو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین اور فرمایا لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی مت چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہے گناہ کی نسبت دل کیطرف جو اشرف الاعضاء ہے اور بدن کا رئیس ہے اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہے تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف اور اعضا کے کہ اسکا تعلق اعضائے ظاہری سے ہے بحر الرائق مین ہے کہ وجوب ادائے شہادت کی شرائط مین ایک یہ

کہ قاضی جسکے پاس شہادت دیگا وہ عادل ہو دوسری تیسرے مکان اسقدر کہ شہادت دیکر اوسی دن اپنے گہر پہونچ سکے تیسری علم ہو لیعنی شاہد کو یقین ہو جاتا ہو کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا چوتھی طلب مدعی پانچویں تعین شہادت شاہد پر تو اگر متعین نہو اسطرح کہ وہان اور بہی شاہد قبول الشہادۃ موجود ہون اور اونہون نے گواہی بہی دی ہو اور مقبول بہی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گنہگار ہوگا چھٹی یہ کہ اوس شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اوسکو دو عادل نے اسطرح پر خبر دی ہو کہ مدعی بنا دین لے چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دیا ہی یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہی تو اوسکو دین اور نکاح اور قتل کی گواہی دینا درست نہین اور اگر مخبر عدول نہون تو شاہد نکو اختیار ہی چاہے گواہی دین اور قاضی سے اون مخبرون کا بیان نقل کر دین چاہے گواہی ندین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین ساتوین شرط یہ ہی کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہی تو اگر یہ جانتا ہو کہ اوسنے خوف سے اقرار کیا ہی تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ص اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہی حدود مین ف جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اوسکی دنیا و آخرت مین پردہ پوشی کریگا ص گو کہ چاہئے مین کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلان نے مال لیا تا مالک کا حق نجاوے اور یہ نہ کہے کہ فلان نے چورایا تا حد واجب نہو ص نصاب شہادت زنا کے لیے چار مرد ہین ف عورت کی شہادت اسمین جائز نہین اور چار مردون کی قید زنا مین اسواسطے ہوئی کہ اللہ تعالی جل شانہ کو چھپانا منظور ہی اور نہین دوست رکھتا اللہ تعالی اسبات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین مین باوجود اسکے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین مین صرف دو مردون کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالی نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ یعنی جو عورتین زنا کرین تم مین سے تو گواہ کر لو اون پر چار مردون کو تم مین سے اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ پھر نہ لاوین چار گواہ ص اور قصاص اور باقی حدود کے لیے دو مرد ہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ یعنی گواہ کرو دو مردون کو اپنے مین سے اور شہادت عورتون کی نہ حدود مین مقبول ہی نہ قصاص مین۔ زنا مین بدلیل اوس روایت کے جسکو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ زہری نے کہا جاری ہوئی سنت سرور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے دونون خلیفون سے جو حضرت کے بعد تھے اسبات کی کہ نہ ہو شہادت عورتون کی حدود اور قصاص مین کما قال علی نے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین لیکن اوس مین قصاص کا لفظ نہین ہی مین کہتا ہون اوسمین دکا کا لفظ موجود ہی اور مراد اوس سے قصاص ہو سکتا ہی ص اور گواہی ہونے اور جنے اور عورتون کے اون عیبون کے لیے جنکے مرد مطلع نہین ہوتے ایک عورت کی گواہی کافی ہی ف اسیطرح لڑکے کے رونے مین واسطے نماز کے اور ثبوت ارث کے اور دو عورتون کا ہونا احتیاط ہی دراختیار الہدایہ میں دلیل اسکی یہ لکھی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی عورتون کی جائز ہی اون

بیزرون مین جنکی طرف نہین نظر کر سکتے مرد زیلعی نے تخریج مین لکھا غریب ہے اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا
اوسکو امام محمد نے مبسوط مین عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد و سعید بن المسیب و عطاء بن رباح و
طاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ
اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلی بالف ولام اور مراد اوس سے جنس ہے تو قلیل و کثیر کو
شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ عورتین احسن ہین اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی
کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی گواہی اون امرون مین جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہین ہو سکتا از قبیل ولادت نساء
اور عیوب نساء انتہی اور اگر ان باتون کی ایک مرد گواہی دے تو اصح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح تنہا معلم کی گواہی
وقائع اطفال مین مقبول ہے اور صرف عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے
تاکہ خون مقتول ضائع نہووے اور قصاص واجب نہوگا در مختار وحموی ص اور جو عورت مین عیب ایسا ہو
کہ اوسپر مرد بھی مطلع ہو سکتے ہین جیسے ایک اونگلی زائد ہونا تو وہان ایک عورت کی شہادت کافی نہوگی ف اسواسطے
کہ یہان کچھ ضرورت نہین ص انکے سوا اور مقدمات مین ضرور ہے کہ یا دو مرد ہون یا ایک مرد اور دو عورتین ف
اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ یعنی گواہ کرلو دو مردون کو اپنے مین سے تو اگر نہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین اون
گواہون مین سے جن سے تم راضی ہو ص برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہون یا غیر مالی ف مالی جیسے بیع اور شہر اور
اعارہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی ص جیسے نکاح رضاع طلاق
وکالت وصیت اور امام شافعی کے نزدیک مقدمات غیر مالی مین شہادت عورت کی مقبول نہوگی اور بعضی قسمین
شہادت کی ہین سبمین یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہووے ف یعنی پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہو صغائر پہ
اور صلاح و ثواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے طوں نہایہ و درمختار مین ہے کہ عادل وہ ہے جو جسکی طبیعت
نوپیٹا اور شرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ کذب پیٹ کھتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے
جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے تو ص شرط عدالت کی ہمارے نزدیک واسطے وجوب قبول شہادت
کے ہے نہ واسطے صحت قبول کے پس فاسق کی شہادت واجب نہین ہے قاضی پہ کہ قبول کرے لیکن اگر اوسنے قبول کیا
اور حکم دیدیا تو صحیح ہو جاویگا حکم اوسکا ف اور قاضی گنہگار ہوگا قہستانی در مختار مین ہے کہ قنیہ اور مجتبی مین منقول
ہے کہ فاسق اگر لوگون مین صاحب مروت اور وجاہت ہووے تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی سو ابو یوسف کا
قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر مین اسطرح کہ یہ تعلیل ہے مقابلہ
نص کے فرمایا اللہ تعالی نے وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ یعنی گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے مین سے
مقید کیا اللہ تعالی نے شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ بنظر اس زمانے کے مناسب ہے کہ شہادت ذو وجاہت
کی قبول کیجاوے اسواسطے کہ کم لوگ خالی ہین فسق سے اور شائع ہوگیا ہے فسق لوگون مین بدرجہ غایت

حتی کہ عادل لوگ اقل قلیل ہین تو اونپر بنائے مقدمات کیونکر ہوگی اور لازم آویگا تضییع حقوق ناس اور یہ محذور ہی
شرعًا او عرفًا اور فقہاے متقدمین سے بھی یہ منقول ہی فتاوے تاتارخانیہ مین ہی کہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی
اسواسطے کہ فسق او سپر طاری ہی اور اصل مین وہ سعید ہی فرمایا حضرت نے کل مومن ذو سعادۃ یعنی ہر مومن
صاحب سعادت ہی اور اسی پر اعتماد ہی انتہی مگر بہتر یہ ہی کہ وہ فاسق صاحب مروت و وجاہت ہووے کہ بالکل رذیل ہو
دلیل تفسیر مظہری مین قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہین بل فیہا ما ساھد الفاسق اذا کان ذوھیاۃ و مروۃ
یغلب علی الظن انہ لایکذب فی الشہادۃ او دلت القرائن علی صدقہ یقبل شہادتہ یعنی ہمارے زمانے مین فاسق
اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولیگا شہادت میں یا قرینہ
دال ہو اوسکی راست گوئی پر تو قبول کیجاویگی شہادت اوسکی اور جامع الفتاوی مین ہی واما شہادۃ الفاسق ان
تحری القاضی الصدق فی شہادتہ تقبل والا فلا یعنی شہادت فاسق کی اگر قاضی کے گمان میں ہووے صدق او سکا تو قبول
کیجاویگی ورنہ نہیں قبول کیجاویگی شامی نے نقل کیا اور درست فی الفتاوی القاعدیۃ ھذا اذا غلب علی ظنہ صدقہ
وھو مما یحفظ و ظاہر قولہ وھو مما یحفظ اعتمادہ یعنی قبول شہادت فاسق سے یہ
کہ قاضی کے گمان غالب مین اوسکا صدق ہووے اور یہ ادل باتون میں سے ہی کہ یاد رکھی جاویگی اور ظاہر قول اوسکا یاد رکھا
جاوے یہ ہی کہ اسپر اعتماد ہی اور شیخ ابن الہمام نے جو لکھا کہ یہ تعلیل مقابلہ نص ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ نص صرف اسقدر پر
دلالت کرتی ہی کہ شہادت دو عادلون کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف
اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حجت نہیں ہی واللہ اعلم **ص** اور یہ بھی شرط ہی کہ شاہد بلفظ شہادت کہے
ف یعنی اَشْہَدُ بصیغہ مضارع جسکے معنی یہ ہین گواہی دیتا ہون مین در مختار وجہ اس شرط کی یہ ہی کہ جتنے نصوص شہادت
کے آئے ہیں سب میں لفظ شہادت مذکور ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَاَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ اور فرمایا وَاَشْہِدُوْا اِذَا
تَبَایَعْتُمْ وَاسْتَشْہِدُوْا شَہِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاسْتَشْہِدُوْا عَلَیْہِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ اور فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام
اِذَا رَاَیْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْہَدْ وَاِلَّا فَدَعْ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی ہان روایت کی ابن عباس نے
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے ایک شخص کو تو دیکھتا ہی آفتاب کو بولا ہان فرمایا اوسکے مثل گواہی دے
یا چھوڑ دے اخراج کیا اوسکا ابن عدی نے ساتھ اسناد ضعیف کے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے لیکن خطا کی بلوغ المرام
ص تو اگر شاہد نے لفظ اشہد کا نہ کہا بلکہ کہا اعلم یا اتیقن یعنی جانتا ہون مین یا یقین رکھتا ہون تو اوسکی شہادت
مقبول نہوگی امام اعظم کے نزدیک قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے اور اوسکی کیفیت عدالت وغیرہ دریافت
کرے یہان تک کہ خصم جرح نکرے **ف** کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کتاب البیوع مین عمرو بن شعیب
سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل
ہین بعض انکے اوپر بعض کے مگر جسکو حد قذف لگی ہو اور لکھی حضرت عمر نے ایک کتاب طرف ابی موسی کے اور اوس میں لکھا
کہ مسلمان عادل ہین بعضے انکے بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد میں یا تجربہ کار ہو شہادت زور مین یا مرتب ہو

ولدین یا قرابت مین روایت کیا اوسکو دار قطنی نے ایک طریق سے کہ اوسمین عبد الله ابو حمید ہی اور وہ ضعیف ہی اور نکالا
اوسکو دوسرے طریق سے اور حسن کہا ہو اسکو اور نکالا اوسکو بیہقی نے ایک اور طریق سے سوا اون دونون طریقون
دار قطنی کے ص مگر حدود و قصاص مین بغیر جرح خصم کے بھی اونکی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبین کے نزدیک ہر مقدمہ مین
اونکی عدالت کو دریافت کرے خفیہ اور ظاہر ف اور یہی مذہب شافعی اور احمد کا ہی ص اور اسی پر فتوی دیا جاویگا
ہمارے زمانے مین ف فقہا نے لکھا ہی کہ یہ اختلاف اختلاف زمانے کا ہی نہ خلاف حجت و برہان کا اسواسطے کہ امام صاحب کے
زمانے مین صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبین کے وقت مین زمانہ فاسد ہوگیا تھا وجہ اسکی یہ ہی
کہ امام اعظم رح قرن تابعین مین تھے جنکے واسطے حضرت صلعم نے بشارت دی ہی اس بات کی کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم
الذین یلونهم ثم یجی قوم تسبق شہادة احدهم یمینه و یمینه شہادته متفق علیه یعنی بہتر
قرنون کا قرن میرا ہی پھر قرن اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر آویگی ایسی قوم کہ قسم
اونکے آگے ہوگی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحب باتفاق اکثر محدثین و فقہا قرن تابعین سے ہین لیکن
اتفاق فقہا کا سو ظاہر ہی اسلیے کہ فقہاے حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہین بہت سے صحابہ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے مین
وہ ثابت نہین ہی اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا سو ظاہر ہی قول سے محققین کے کہ امام نے چار صحابیون کو پایا ہی اور وہ
انس بن مالک ہین بصرہ مین اور عبد الله بن ابی اوفی ہین کوفہ مین اور سہل بن سعد ساعدی ہین مدینہ مین اور ابو الطفیل عامر
ابن واثلہ مکہ مین کہا ابن حجر نے کہ روایت کی امام نے ابن ابی اوفی سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیب نے تاریخ بغداد مین کہ امام
نے دیکھا انس بن مالک رض کو اور کہا ابن حجر نے دیکھنا امام کا انس رض کو صحیح ہی جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ دیکھا امام نے انس رض کو
اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت مین ہی کہ کہا امام نے دیکھا مینے اونکو کئی بار اور تھے انس رض خضاب کرتے سرخ اور آیا ہی
کئی طریقون سے کہ امام نے روایت کین اون سے تین حدیثین اور بعض نے جو نفی کی ہی تو وہ معارض اثبات اون
لوگون کی نہوگی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل مین مقدم ہی نفی پر باتفاق علما اور نہین انکار کریگا اسکا مگر مکابر معاند
جسکو امام کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہووے نعوذ بالله من العناد سوء الفہم ص اور کافی ہی دریافت کرلینا
خفیہ اسواسطے کہ اگر مزکی روبرو شاہد کے اوسکے عیوب بیان کرے تو دونون کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہی
کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتی ہی شاہد کے سامنے اوسکا حال کہنے سے ف امام محمد رح سے مروی ہی کہ تزکیہ علانیہ بلا ہی اور
فساد ہی ہدایہ ص اور کافی ہی تزکیہ کے لیے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص عادل اور بعضون نے کہا ضرور ہی کہ مزکی
یون کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادة ہی تا احتراز ہوجاے غلام سے مگر اصح یہ ہی کہ فقط عادل کہ دینا کفایت ہی
کیونکہ آزادی اصل ہی دار الاسلام مین ص اور صاحب خصومت یعنی مدعی علیہ اگر مدعی کے گواہون کو اسطرح عادل بتاوے
کہ یہ گواہ عادل ہین لیکن انھون نے شہادت مین خطا کی یا بھول گئے تو اوسکا اعتبار نہین ف سو وجہ یہ کہ مدعی کے
نزدیک مدعی علیہ جھوٹا ہی اپنے انکار مین باطل پر ہی اسلیے اصرار مین تو تعدیل اوسکی کیونکر مقبول ہوگی امام صاحبین کے
نزدیک تعدیل مدعی علیہ کی درست ہی مگر محمد رح کے نزدیک ایک اور شخص بھی چاہیے ساتھ مدعی علیہ کے کہ تعدیل میں

شہود کی کیونکہ اونکے نزدیک عدد شرط ہے تزکیہ مین ہدایہ ص اور اگر مدعی علیہ نے یہ کہا کہ مدعی کے گواہ عادل ہین
انھون نے سچ کہا تو یہ اقرار ہو جاویگا دعوی کا اور تزکیہ شہود مین قول ایک شخص کا کافی ہے اسی طرح شاہد کی زبان کے
ترجمہ کرنیکے لیے اور قاضی کے پیغام پہونچانے کے لیے طرف مزکی کے ایک شخص کافی ہے اور دو ہونا احتیاط ہے اور یہ
مذہب امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا ہے اور محمد کے نزدیک دو شخص ضرور ہین اور یہ اختلاف اوس تزکیہ مین ہے
جو خفیہ ہو اور تزکیہ علانیہ مین خصاف نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہین سب کے نزدیک اسی واسطے کہ تزکیہ علانیہ مثل شہادت
کے ہے یہان تک کہ تزکیہ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہین ہے ف بخلاف تزکیہ خفیہ کے کہ اوسمین عبد مزکی ہو سکتا ہے
ہدایہ ص اور ضرور ہے کہ مزکی عدل ہو تو تزکیہ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہین ہے ف مجہول الحال وہ ہے
جسکی عدالت اور فساد کا علم نہووے ص جس نے اپنے کانون سے سنا بیع کو یعنی بائع کی زبان سے بعت کہتے اور
مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سنا یا اقرار کو ف یعنی مقر کی زبان سے سنا ص یا قاضی کی زبان سے اوسکا حکم سنا
یا آنکھون سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اوسکو شہادت دینا درست ہے اگرچہ
وہ اوسوقت گواہ نہ بنایا گیا ہے تو اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ گواہی دیتا ہون مین اور یہ نہ کہے کہ گواہ کیا اسنے مجکو اس صورت مذکورہ مین
ف حاصل مطلب یہ ہے کہ جو چیزین سننے سے متعلق ہین جیسے بیع و شرا زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو اوسکو
اگر اپنے کانون سے سنے تو شہادت دینا اوسکی درست ہے اور جو چیزین دیکھنے سے متعلق ہین مثلاً بیع تعاطی یا اقرار
تحریری یا قتل یا غصب تو اوسکو جب اپنی آنکھون سے دیکھے تو گواہی دیدے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے
اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہین ہے اور گواہی دینا اسطرح کہ اوس نے اقرار کیا حلال نہین ہے
اگرچہ وہ کتابت مستند اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ بعد حمد و صلوۃ
معلوم کرنا چاہیے کہ تمھارے میرے اوپر اتنے روپے آتے ہین کیونکہ لکھنا کبھی آزمایش سیاہی یا قلم کے لیے ہوتا ہے البتہ
اگر لکھکر شہود کے سامنے پڑھے تو اونکو گواہی دینا اوسکی درست ہے اگرچہ وہ اون کو گواہ نکرے اسیطرح اگر پڑھا اوسکو غیر نے
اور اوس کاتب نے یہ کہا کہ گواہ رہو تم اس شے کے میرے اوپر اور اگر کاتب نے گواہون کے سامنے لکھکر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ
رہنا میرے اوپر تو اگر اون گواہون کو مضمون تحریر معلوم ہو گیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاویگا ورنہ نہین طحطاوی سے شامی
ص اور گواہ کی گواہی سنکر اوسپر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اوسکو گواہ نہ بناوے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ
کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اوسکی گواہی سنی تو اب اسکو اس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہین
جب تک وہ شاہد اسکو گواہ نہ بناوے دوسری یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو اپنی شہادت سنا کر یاد کرا رہا تھا تو اسکو
یہ نہین پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اوس شخص کو شاہد بنایا
جسکو سنا رہا تھا نہ اسکو ف شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہوا اسکو عربی مین شاہد علی الشاہد کہتے ہین نہایہ مین ہے کہ اگر
شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی مین ادائے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادت علی الشہادۃ درست ہے البتہ
اوسصورت مین جائز نہین جب غیر مجلس قاضی مین وہ شہادت ہی بیان کر رہا ہووے اور اصل کتاب مین اسکی

جیسا کہ معلوم ہوا تجکو توضیح اسصورت مین وہی ہی جو نہایہ مین ہی اور یہی مستنبط ہی تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہین
کہ صدر الشریعۃ نے اسکے خلاف کہان سے کہا **ص** اور وہ شخص گواہی نہ دیوے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اوسکو
یاد نہین یہ مذہب امام صاحب کا ہی **ف** خلاصہ مین ہی کہ امام اعظم نے جمیع امور مین احتیاط احتیاط کی لہذا اونسے
روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو صحابہ سے سماع کیا
کہ امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور
مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہی تو اگر اون مین سے کوئی چیز اوسکو یاد نہو اور اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی
اور میری مہر ہی تو اسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہی کذا فی المنح **ص** اسواسطے
کہ خط مشابہ ہوتا ہی خط کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہی جب اوسنے پہچانا کہ یہ میرا خط ہی اسواسطے کہ تبدیل
اوسمین نادر ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اسمین اختلاف نہین اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہی بلکہ اختلاف اوس صورت مین ہی
کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر مین اور قاضی کو حادثہ یاد نہین تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے
مدعی علیہ پر حکم دیسکتا ہی صاحبین کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اوسکے قبضے مین ہی تو اوسمین احتمال تغیر و تبدل کا نہین
ہوسکتا اور امام صاحب کے نزدیک نہین دیسکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے جب تک کہ حادثہ یاد نہو بخلاف
تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہی **ف** تو اگر کسینے اپنی شہادت تمسک مین لکھی پائی
اور اپنا خط اوسنے پہچانا لیکن حادثہ یاد نہین ہی تو اگر وہ تمسک مدعی کے ہاتھ مین نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہو دے قاضی
یا شاہد کے پاس تو اوسکو شہادت دینا درست ہی صاحبین کے نزدیک ورنہ درست نہین اور امام محمد کے نزدیک
اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہو تب بھی شہادت دینا درست ہی جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا
خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنیکے لیے کذا فی البحر الرائق **ص** ایسی چیز کی گواہی نہے جسکو ثابت
نکیا ہو **ف** یعنی نہ اپنے کانون سے سنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزون مین اور نہ آنکھون سے دیکھا ہو
دیکھنے کی چیزون مین **ص** محض سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول **ف** یعنی وطی زوجہ
زوجہ کے **ص** اور ولایت قاضی **ف** یعنی جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکے تقرر کی
شہادت درست ہی اگرچہ اوسنے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ہو **ص** اور اصل وقف نہ شرائط وقف مین
ف اصل وقف سے مراد یہ ہی کہ فلانا مکان وقف ہی فلانی جماعت پر نہ شروط اس سے زیادہ جو اور باتین متعلق
مین اوس سے لیکن درمختار مین ہی کہ بقول مختار شرائط وقف مین بھی شہادت سماعی جائز ہی اسی طرح مہر مین بھی
ص مگر شرط اسکی یہ ہی کہ شاہد کو ان باتون کی دو عادل شخصون نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتون نے خبر دی ہو
ف اگرچہ بحر مین ہی کہ موت مین شاہد کو اتنا ہی کافی ہی کہ ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سنی ہو **ص**
اور ضرور ہی کہ شاہد ان صورتون مین قاضی کے سامنے یہ نہ کہے کہ مین شہادت دیتا ہون بسبب سماع کے
یا بسبب دیکھنے قبضے کے تو اگر یہ کہدیگا تو باطل ہوجاویگی شہادت اوسکی **ف** درمختار مین ہی کہ ابطال شہادت

اوسی صورت مین ہی کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ سنا ہمنے لوگون سے اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معاینہ نہین کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہی تو جائز ہی سب امور مین تو گواہون کو چاہیے کہ شہادت مطلق دیوین ان مقدمات مین تو اگر استفسار کی نوبت نہ پہونچے تو بہتر ہی اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کسطرح دیتے ہو یا تمکو کہان سے معلوم ہوا تو اوسکا جواب اسطور سے دیوین کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہی اور سماع کا لفظ نہ لاوین تا مشہود لہ کا حق ضائع نہووے ف ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا مین کہ اوسکے پاس متخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہین تو اوسکو گواہی دینا درست ہی زید کے قاضی ہونیکی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر مین رہتے ہین اور آپسمین اسطرح اختلاط کھلم کھلا رکھتے ہین جیسے جورو خاوند تو اوس شخص کو ہیہ بات کی گواہی دینا درست ہی کہ یہ عورت زوجہ اوس مرد کی ہی یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضہ مین اس طرح پر دیکھی جیسے مالکون کے تصرف مین ہوتی ہی تو اوسکو شہادت دینا اسبات کی درست ہی کہ یہ چیز زید کی ملک ہی ف اگرچہ اوسنے سبب ملک کا مشاہدہ کیا ہووے بشرطیکہ شاہد کے دل مین علم یقین ہوجاوے اس بات کا کہ یہ چیز زید کی ہی تو اگر ایک چیز مثل ہیرا کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت بالملک درست نہوگی ط اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہین جو عاقل ہون یعنی اپنے دل کی بات کو بیان کر سکتے ہون برابر ہی کہ بالغ ہون یا غیر بالغ تو اونمین صرف قبضہ سے شہادت ملک جائز نہین البتہ اگر غلام لونڈی نہایت صغیر ہون کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کر سکتے ہو تو اونمین قبضہ سے شہادت بالملک دے سکتے ہین مانند سائر اشیا کے ص جس شخص نے یہ گواہی دی کہ مین زید کے دفن کے وقت حاضر تھا یا مینے اوسپر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لیے مقبول ہوگی اسواسطے کہ مرتے وقت نہین دیکھتے ہین مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن مین یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معاینہ موت کے ہی اور عادۃً اسمین التباس نہین ہوتا **مسائل الحاقیہ** جو شخص پردے مین بیٹھا ہوا اور اوس پردے کی آڑ مین شاہد نے ایک کلام سنا تو اوسپر شاہد کو شہادت دینا درست نہین مگر دو صورتون مین پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اس کوٹھری مین سوا مقر کے اور کوئی نہین ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا اور وہان صرف مقر کو دیکھا بعد اوسکے باہر آنکر دروازے پر کوٹھری کے بیٹھ گیا اور اوس کوٹھری کی براہ سوا دروازے کے اور کسی طرف سے نہیں ہی اب مقر نے کوٹھری کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اوسکی شہادت دینا درست ہی مگر اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کردیگا تو شہادت اوسکی مقبول نہوگی دوسری صورت یہ ہی کہ مقرہ عورت ہی شاہد نے اوسکا جثہ دیکھا اور اوسکی آواز سنی لیکن اوسکے منہ کو نہ دیکھا اور دو مردوں نے شاہد سے یہ کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلان ابن فلان کی ہی تو یہی اوسکو شہادت اوسکے بیان پر درست ہی اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت اوس عورت کا جثہ نہ دیکھا تو اوسکو گواہی دینا اوسکے اقرار پہ درست نہین اگرچہ دو گواہ اوس شاہد سے کہدین کہ مقرہ فلان بن فلان کی بیٹی ہی اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا منہ کھول دیا گواہون کے سامنے اور یہ کہا کہ مین فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہون مینے اپنے خاوند کو مہر معاف کردیا تو اب گواہون کو بغیر دو مرد کے

شہادت زوجہ کی زوج کے لیے اور اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جسکو بیان کیا صاحب نہایہ نے کہ نہ قبول کیجاویگی
شہادت ولد کی واسطے والد کے اور نہ والد کی واسطے ولد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے
عورت اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولی اپنے کے اور نہ مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے
اور نہ نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہی لیکن ذکر کیا ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا
اوسکو خصاف نے یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے حضرت عایشہؓ سے اور روایت کیا عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے
قول شریح قاضی کا مثل اسکے اشباہ والنظائر مین ہی کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہین ایک یہ کہ زوج نے
عیب زنا کا لگایا زوجہ سے پھر تین شاہدون کے ساتھ گواہی دی دوسرے یہ کہ زوج نے مع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے
اقرار پر کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہی ص اور نہین مقبول گواہی مولی کی واسطے غلام اپنے کے
اور مکاتب اپنے کے اور شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت مین ف یعنی جس چیز مین شریک ہین دلیل ان مسئلون کی
وہی حدیث حضرت عایشہؓ اور اثر شریح کا ہی جسمین یہ مضمون ہی کہ نہین جائز ہی شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے
اور جس چیز مین شرکت ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت مین شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہی
ص اور اجیر کی واسطے آقا اپنے کے ف اسکی دلیل بھی اوپر گذری مراد اجیر سے یہان وہ چیلہ خاص ہی جو اپنے اوستاد کا
ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہی اور اوسکا نفع اپنا نفع سمجھتا ہی نوکر ماہانہ یا سالیانہ کا کذا فی الاصل اس باب مین دوسری بھی حدیث آئی ہی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی
اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے جائز رکھی روایت کیا اوسکو ابوداود نے عمرو
ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور قانع سے اسی قسم کا چیلہ اور شاگرد خاص مراد ہی اور بعضون کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر
خاص ہی یعنی نوکر جسکی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو تو اس سے احتراز ہو گیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی
کہ انکی گواہی مستاجر کے لیے درست ہی اور شہادت اوستاد کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کے بھی درست ہی
در مختار ص اور نہین مقبول ہی شہادت اوس مخنث کی جو نالائق افعال کرتا ہی ف یعنی عورتون کا سا سنگار اور بناو
کرتا ہی اور لواطت کراتا ہی جیسے زنانے اس ملک کے سنن ابوداود میں ہی ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ
مشابہت کرتی ہین ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہیں جماع پر اور نرمی اور لچکیلا پن ہو اوسکے اعضا مین تو اوسکی
گواہی مقبول ہی ف اسواسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہی در مختار مین ہی کہ مخنث بمعنی اول بفتح نون ہی اور بمعنی ثانی بکسر نون
ص اور نہین مقبول ہی شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنیوالی کی ف اسواسطے کہ عورت کو آواز
بلند کرنا حرام ہی تو اگر اوسکا گانا دفع وحشت کے لیے ہو تب بھی حرام ہی در مختار منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
دو احمق آوازون سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اوسکو ترمذی نے نوحہ کرنے والی سے
مراد وہ عورت ہی جو اجرت لیکر جہان موت ہوتی ہی جاکر نوحہ کرتی ہی اور جو اپنے کسی عزیز کے مرنے پر نوحہ کرے

تو گواہی مقبول ہے در مختار ص اور جسنے خمر ف مصنف نے خمر میں بھی قید مداومت کی لگائی لیکن در مختار
مین خلاف اسکے مرقوم ہے کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہوجاویگا اوسمین مداومت
شرط نہیں کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہے در مختار بیان حمد کا کتاب الاشربہ میں انشاء اللہ تعالی آویگا ص یا اور اشیاے
مسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی ف اسواسطے کہ جو اشربہ مسکر نہیں ہین اونکی مداومت عدالت کو ساقط نہین کرتی
بلکہ اونمیں سکر موجب ہے سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہے فقہا نے کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہے جو نیت ہوتا ہے یعنی یہ کہ
پیکر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اوسکو پاویگا پی لیویگا کہا امام سرخسی نے کہ شرط ہے اسکے ساتھ یہ بات کہ ظاہر ہوجاوے لوگونپر
یہ حالت نشہ مین نکلا اور لڑکے اوس سے مسخرہ پن کرین یہاں تک کہ اگر خمر پیا اوسنے پوشیدہ تو عدالت اوسکی ساقط ہوگی
اور مذکور ہے حواشی مین کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہے اور خمر میں کچھ اس قید کی حاجت نہیں میں کہتا ہوں خمر مین بھی قید لہو کی
ضرور ہے اسواسطے کہ پینا اوسکا واسطے دوا کے جب طبیب حاذق کہدین کہ اس مرض کا علاج سوا خمر کے اور نہیں ہے مختلف فیہ
بعضوں کے نزدیک حرام ہے اور بعضوں کے نزدیک نہین تو وہ مسقط عدالت نہوگا کذا فی الاصل فائدہ اگرچہ صاحب
در مختار نے خمر مین باتباع صاحب بحر الرائق ادمان کو شرط نہیں رکھا لیکن صحیح یہ ہے کہ خمر میں بھی ادمان شرط ہے تا فعل اوسکا ظاہر
ہوجاوے ایسا ہی ظاہر ہے کافی اور قاضی خان اور ذخیرہ اور زیلعی او عینی او نہایہ سے ص اور جو شخص کھیلتا ہے چڑیوں سے
ف جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوتروں کو یوں ہی پالے واسطے دفع وحشت کے تو درست ہے مگر جب
کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب حرام خوری کے در مختار ص یا طنبورہ سے ف اور داخل
میں اسمین اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہے لوگوں کو جمع کرکے اور انکے لیے اور جو لیے اپنے
واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہین کرتا عدالت کو ف خصوصا اوس صورت میں جب وہ کلام وعظ اور نصیحت
ہو تو وہ اتفاقا جائز ہے در مختار ص یا ارتکاب کرتا ہے کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہے ف جیسے زنا شرب قطع طریق
ص یا داخل ہوتا ہے حمام مین بغیر تہبند کے ف اسواسطے کہ کشف عورت حرام ہے ہدایہ ص یا سود کھاتا ہے
ف لیکن شرط کی ہے مبسوط مین کہ مشہور ہو سود خواری میں اسواسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہے بیع فاسد سے
حالانکہ وہ سب سود مین داخل ہین کذا فی الاصل ص یا جوسر اور شطرنج شرط بدکر کھیلتا ہو ف در مختار مین ہے
کہ جوسر بلا شرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن شطرنج میں چونکہ اختلاف ہے اسلیے جبتک چیزوں میں سے ایک چیز
اگر اوسکے ساتھ پائی جاویگی تو مسقط عدالت ہوگی فوت صلوۃ کثرت حلف لعب در راہ سب پیتم مداومت شطرنج
ص یا اوسکی نماز فوت ہوجاوے ف ہدایہ میں ہے کہ یا شرط بدکر کھیلے جوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن
بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج کا عدالت کو ساقط نہین کرتا اسواسطے کہ اجتہاد کو اوسمین گنجایش ہے اور اس سے
سمجھا گیا کہ جوسر میں بدنا شرط کا یا نماز کا قضا ہوجانا سقوط عدالت مین ضرور نہین تو قید شرط کی اور نماز کے فوت کی
جوسر مین جو مصنف سے واقع ہوئی اتفاقی ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ کھیلنا جوسر کا رد کرتا ہے شہادت کو اوسپر حال
خواہ شرط ہو یا نہ ہو یا نماز فوت کیا ہو کذا فی الاصل ص یا پیشاب کرتا ہو راستے میں یا کھاتا ہو راہ مین ف داخل ہین اسمین وہ افعال

سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہین جیسے راہ مین فقط پاجامہ پہنے ہوئے چلنا یا لوگون کے روبرو پاؤن
پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان یہ بے ادبی مین داخل ہی اور ساگ لقمے کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی
اور مذاق کرنا کہ موجب حماقت ہو اور کمینون رذیلون کی صحبت مین بیٹھنا اور بازار مین دل لگی اور شور و غل کرنا
فتح و طحطاوی ص یا علانیہ برا کہتا ہو اگلے دیندارون کو یعنی صحابہ کرام یا علماے مجتہدین رحمہم اللہ کو ف درمختار
مین ہی کہ سلف سے مراد تابعین ہین جیسے امام ابو حنیفہ رح اور قید سلف کی اتفاقی ہی اسواسطے کہ ظاہر مسلمان کو برا کہنا
موجب فسق ہی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہی اور قتل کرنا اوسکا کفر ہی اسکو
روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے عبد اللہ بن مسعود رض سے **مسائل الحاقیہ** شہادت ایسے دوست کا
دوسرے دوست کے لیے جنمین انتہا درجہ کی دوستی ہو اسطرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال مین بلا تامل تصرف کرے جائز
نہین گواہ مدعی کے اگر مدعی علیہ سے نہایت جھگڑتے پھرین اور خصومت کرین تو اونکی شہادت مقبول نہوگی اسلیے
کہ وہ مدعی علیہ کے مخاصم ہوگئے اسی طرح مقبول نہین شہادت جعلسازون وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور کاتبون
دستاویزات کی اور دلالون کی اور کسان کی واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گونگے کی
اور لڑکون کی آپس کے کھیل کو دیکھنے اور بہت یاوہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانیوالے کی
اور تارک زکوۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا جو بک سے زیادہ کھا جانے والے کی اور تماشائیون کی
روایت وغیرہ
اور ناچنے والون کی اور کفن کھینچنے والے کی دہ مختار مقتضی اوس تحقیق کے جو ہمنے شہادت فاسق مین ذکر کی
جو لوگ ان مین سے ایسے ہین کہ اون کی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہی در صورت وجود شرط مذکورہ
سابق کے شہادت قبول کیجاویگی ایسے مواقع اور حال مین قاضی کو اختیار ہی کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع
ورتبہ شاہد کے عمل کرے ھ دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا
تو اگر زید مدعی ہی وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہی تو مقبول نہوگی جیسے میت کے دو دائنون
یعنی قرضخواہون نے یا میت کے دو مدیونون یعنی قرضدارون نے یا اون دو شخصون نے جنکے لیے میت نے کچھ مال کی
وصیت کی ہی یا میت کے دو وصیون نے زید کی وصایت کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونیکا مدعی ہی تو شہادت
جائز ہی ورنہ جائز نہین اور اگر دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہی زید کو وکیل بنایا تھا اپنے
قرضہ وصول کرنے کا اور زید نے دعوی کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت مین یہ گواہی مقبول نہوگی ف
وجہ فرق کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہی ص اور مقبول نہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہی
جسمین اظہار ہو سے فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد سے ف یعنی ایسے فسق سے جرح ہو
جو موجب نہو کسی حق کا مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا ص جیسے طعن کرنا شہود پر بطور
کہ وہ فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی نے انکو اجرت دیکر شہادت کے لیے مقرر کیا ہی صورت اس مسئلے کی یون ہی
کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے مدعی علیہ نے شہود قائم کیے اونکی جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہوگی مقبول نہوگی

اور اسطرح سے صورت ہمنے اسواسطے قرار دی کہ اگر تعدیل شہود مدعی کی ہو اور قبل اوسکے کوئی شخص قاضی کو
خبر کر دیوے کہ شہود فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی اجرت دیکر اونکو لایا ہی تو قبول ہوگا اور حکم جائز ہوگا قبل
ثبوت عدالت کے خاص کر اوس صورت مین جب دو شخص قاضی کو خبر دیوین کہ شہود مدعی فاسق ہین ف یعنی
مسموع نہونا جرح مجرد کا اوس صورت مین ہی کہ عدالت شہود مدعی گواہون سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت
اون شہود کی ثابت نہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی اون شہود پر مقبول ہی علی الخصوص دو شخص کا در مختار مین
ہی کہ اسی پر اعتماد کیا مصنف نے اور ثابت کیا اوسکو ملا خسرو نے لیکن ابن الکمال نے مسموع نہونا جرح مجرد کا عام
رکھا ہی خواہ قبل ثبوت عدالت شہود مدعی ہو یا بعد ثبوت اوسکے اور بہت سے علما اوسطرف مائل ہوے ہین
اور دفع کیا ہی اس تناقض کو طحطاوی نے اپنے حاشیہ مین اور یہان ہمنے بوجہ خوف تطویل ترک کیا ص یا اثبات امر کے
گواہ جرح مدعی علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی دین اس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونے کا آپ اقرار کیا ہی
یا گواہ مدعی کے غلام ہین یا محدود فی القذف ہین یا ابھی شراب پیکر آئے ہین یا تہمت لگانے والے ہین زنا کی ایک
شخص کو یا مدعی کے شریک ہین یا اس اقرار پر مدعی کے کہ مین ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہون واسطے گواہی کے
یا مدعی ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہی میرے مال مین سے جو نزدیک ہی مدعی کے یا مینے مدعی کے گواہون سے
اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اوپر اور وہ روپیہ مین اون گواہون کو دے چکا ہون اور باوجود اسکے انھون نے
شہادت ادا کی ف یا یہ کہ گواہ مدعی کا بیٹا ہی یا باپ ہی یا ان گواہون نے کسی کو عمداً مار ڈالا ہی ص تو ان سب صورتون مین
شہادت شہود مدعی علیہ کی بابت جرح کے مقبول ہوگی اسواسطے کہ امور مذکورہ موجب ہین یا حق شرع کے یا حکم
تو داخل ہوگی یہ جرح تحت حکم قاضی کے تو قبول کیجاوے گی اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اوسنے مجلس شہادت مین
بعد ادا شہادت کے کہا کہ بعض جگہ مین بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی جیسا کہ مدعی نے
دعوی کیا دس روپیہ کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اوسی مجلس مین کہا کہ پانچ مین بھول گیا تھا لیکن
دس روپیہ مدعی کے چاہیین یا مدعی خطا کا ہوا زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی
دس روپیہ کی پھر کہا اوسی مجلس مین کہ خطا کی مینے اور کہا مینے دس عوض مین پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اوسکی
اور یہ قول قبول کیا جاویگا شخص عادل سے بشرطیکہ اوسی مجلس مین ہووے اگر چہ مقام شبہہ کا ہووے اسواسطے کہ مدعی نے
جسوقت دعوی کیا پانچ روپیہ کا تو نہین قبول کیجاتی ہی شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہی گواہ کو اور بعد مجلس
بدل جانے کے اگر مقام مقام شبہہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت مین تو نہین قبول کیجاویگی شہادت شاہد کی
اسواسطے کہ احتمال ہی مدعی کے بہکا دینے کا اور اگر مقام مقام شبہہ کا نہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہین کیا
تو وہ دوسری مجلس مین اوسکو بیان کر سکتا ہی **مسائل الحاقیہ** گواہی اسکی کہ زخمی زخم سے مرگیا اولیٰ ہی بہ نسبت
اس گواہی کے کہ وہ زخم سے اچھا ہوکر مرا مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کیے زید پر کہ اوسنے مقتول کو زخمی کیا
اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجھکو زید نے نہین مارا تو گواہ زید کے مقبول ہونگے گواہ اقرار کے بسبب

گواہون سے رضامندی کے اگر دونون کی تاریخین متحد ہون اور اگر تاریخین مختلف ہون یا تاریخ بیان نکرین تو گواہ
رضامندی کے معتبر سمجھے جاوینگے گواہی فساد عقد کی اولی ہی گواہی سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اولی ہی
قول سے مدعی فساد کے قول بیع مقدم ہی قول رہن پر قول بیع وفا مقدم ہی قول بیع بات پر شہادت ناقصہ کو دوسرے
شہود کامل کر سکتے ہین جیسے دو شاہدون نے شہادت دی بات کی کہ مکان فلان مدعی کا ہی اور دو شاہدون نے یہ پورا کر دیا کہ وہ قبضے مین مدعی علیہ کے ہی یا دو شاہدون نے
ملک کی گواہی دی شی محدود مین بعد دعوی صحیحہ کے اور حدود اوسکی بیان کئے یا دو نے شہادت دی اسم اور نسب پر اور دو نے اوسکی تعیین کردی اگر ایک شاہد نے انکار کیا اور دو
شاہدون نے کہا کہ ہمارا انکار اوسکے موافق ہی تو نہین قبول کیا جاویگا بیان تک کہ ہر شاہد بیان کرے جدا جدا انکار کو شہادت جب باطل ہو جاتی ہی بعض مین باطل
ہو جاتی ہی کل مین مثال اوسکی یہ ہی کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی
تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول محمد کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی کہ شہادت
بعض مین باقی رہے اور بعض مین باطل ہو جاوے آخر مجملہ یہ ہی کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق
قطع مقبول نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتین اسکی مذکور ہین اشباہ مین دُرّ مختار سے اق طحطاوی سے

باب گواہی مین اختلاف ہونیکے بیان مین

ص شرط ہی موافقت شہادت اور دعوی مین اسیطرح درمیان دونون شاہدون کے لفظاً اور معنی نزدیک
امام صاحب کے ف تطابق لفظی سے مراد یہ ہی کہ دونون شاہدون کے لفظ اور معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو
بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہی ص اور صاحبین کے
نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہی تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور
دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحب کے نزدیک
یہ شہادت بالکل مردود ہوگی ف اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہوگا ص اور صاحبین کے نزدیک اقل پر قبول کیجاویگی
ف یعنی صورت اولی مین ہزار کی اور صورت ثانی مین سو کی اور صورت ثالث مین ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاویگا
ص جب مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت بالاتفاق مردود ہوگی اسواسطے کہ مدعی خود تکذیب
کرتا ہی دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہی دعوی سے اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور
ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعوی کرتا ہو
اس طرح پر کہ کہے کہ میرے مدعی علیہ پر نہین ہین مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے اون سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی
شہادت اوس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہی البتہ اس صورت مین اگر مدعی یون توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار
اور ایک سو روپیہ تھا لیکن مین سو روپیہ وصول پا چکا ہون یا مینے ابرا کیا ہی سو روپیہ سے ف یعنی معاف کر دیے
ص تو شہادت اوسکی مقبول ہو جاویگی بسبب موافقت کے ف در مختار مین ہی کہ یہ حکم دَین مین ہی اور دعوی
عین مین جسقدر پر دونون شاہدون کا اتفاق ہوگا دلایا جاویگا اور عقود یعنی بیع اور شرا مین مطلقاً اختلاف شہادت
مانع ہی قبول سے خواہ دعوی اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے ص اسیطرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے

ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر مقبول
ہوگی ف اسواسطے کہ ان مسائل مین دونون شاہد متفق ہین ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنیً ص
اگر دونون شاہدون نے ہزار روپیہ کی یا ہزار قرض کی گواہی دی اور ان دونون مین سے ایک نے کہا کہ پانسو روپیہ
مدعی علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہے تو قبول کیجاویگی شہادت اون دونون کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاوینگے ہزار روپیہ
مدعی علیہ پر اور رد الثبات ہوگا اوس شاہد کے قول کیطرف پانسو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہے اسواسطے کہ وہ منفرد ہے
اس شہادت مین مگر جب اوسکے ساتھ دوسرا شخص بھی شہادت اسکی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے
کہ مدعی اپنے دین مین سے کچھ وصول پا چکا ہے تو نہ شہادت دیوے یہانتک کہ مدعی اوسکا اقرار کرے تاکہ مدعی علیہ کا
ضرر نہووے حکم دو شاہدون نے گواہی دی مدعا علیہ پر کہ اوسنے زید کو دسوین تاریخ ذیحجہ یعنی عید کے دن مکے مین قتل
کیا ہے اور گواہی دی اور دو شاہدون نے کہ اوسنے زید کو اوسی تاریخ کوفے مین قتل کیا ہے اور دونون شہادتین قاضی
پاس گذرین قبل حکم کے تو دونون مردود ہوجاوینگی اسلیے کہ ایک اونمین سے جھوٹی ہے بالیقین اور کوئی دوسرے اولی
نہیں کہ اوسکا اعتبار کیا جاوے اور اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دیچکا بعد اوسکے دوسری شہادت خلاف اوسکے گذری
تو دوسری مقبول نہوگی کیونکہ شہادت اولی کی ترجیح ہوگئی ساتھ [illegible] قاضی کے تو نہ توڑی جاویگی شہادت ثانیہ سے
اگر دو گواہون نے زید پر شہادت دی کہ اوسنے ایک بیل چرا لیا لیکن اوسکے رنگ مین اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہوگی
اور زید کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شی مسروقہ کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہوگی
یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین قطع ید کا حکم نہوگا اور بعضون نے کہا ہے
کہ اختلاف امام اور صاحبین کا اون دو رنگون مین ہے جو قریب قریب مشابہ ایک دوسرے کے ہین جیسے سیاہی اور سرخی
نہ جیسے سیاہی اور سپیدی کے اور کہا گیا ہے کہ اختلاف سب رنگون مین ہے ف اور یہی صحیح ہے عنایہ ص امام صاحب کی دلیل
یہ ہے کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہے شب مین اور گواہ اوسکو دور سے دیکھتے ہین تو اختلاف رنگون کا مانع نہوا ف اور کبھی ایسا بھی
ہوتا ہے کہ بیل کا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہے اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہے کہ ایک شاہد نے ایک
طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری طرف کا حل ایہ ص اور ظاہر یہ ہے قول صاحبین کا ہے ف
جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہے کہ مدعی دعوی سرقہ ایک بیل کا کرے اور اوسکا رنگ بیان نکرے
اور جو اوسنے رنگ بیان کر دیا اور ایک گواہ نے خلاف اوسکے رنگ بیان کیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہوگی
اسواسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہے ایک شاہد کی چلپی ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ یہ غلام خریدا ہے
ہزار کو یا مکاتب ہے ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور سو بیان کیے تو شہادت دونون کی مردود ہوگی
اسلیے کہ عقد بیع مختلف ہو جاتی ہے باختلاف ثمن پس ہوگا ہر عقد پر ایک گواہ تو مقبول نہوگا ف برابر ہے کہ مدعی کی
اکثر کا ہووے یا اقل کا درمختار ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ مولی نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح
کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض مین ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کیے

اور مدعی غلام ہو **ف** عتق کے دعوی مین **ص** اور قاتل ہو **ف** صلح کے دعوی مین **ص** اور راہن ہو **ف** رہن کے دعوی مین **ص** اور عورت ہو **ف** خلع کے دعوی مین **ص** تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی **ف** خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو وے یا اقل کا **ص** اور اگر مدعی مولی ہو یا ولی مقتول ہو یا مرتہن ہو یا شوہر ہو تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا **ف** یعنی اگر شاہدین مختلف ہونگے لفظاً تو نہ قبول کیجاویگی شہادت نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور اگر متفق ہونگے تو اگر مدعی دعوی کرتا ہو اقل کا تو نہ مقبول ہوگی شہادت اوس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے اور اگر دعوی کرتا ہو اکثر کا تو شہادت اقل پر مقبول ہوجاویگی کذا فی الاصل اور شارح علام نے اسپر اعتراض کیا ہے اصل مین مذکور ہے **ص** اور اجارے مین اگر قبل گذرنے مدت کے اس قسم کا شاہدین مین اختلاف ہوا **ف** یعنی ایک شاہد نے مثلاً اجرت مکان کی سو روپیہ بیان کیے اور دوسرے نے سوا اور پچاس روپیہ **ص** تو حکم اوسکا مثل بیع کے ہوگا **ف** یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہوگی خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا **ص** اور اگر بعد گذرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا **ف** جسطرح ابھی گذرا اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہے **ص** اور اگر نکاح مین اس قسم کا اختلاف ہوا یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار اور پانسو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہوجاویگا استحساناً نزدیک امام صاحب کے **ف** مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا دعوی **ص** اور صاحبین کے نزدیک شہادت رد کیجاویگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہے جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہو وے تو شہادت اتفاقاً نامقبول ہوگی لیکن صحیح معتمد قول یہ ہے کہ ہر صورت مین اختلاف ہے اور لازم ہے میراث کی گواہی مین شاہد کو جر میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اوسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا یا یون کہنا کہ مورث مدعی کا مر گیا اور تا دم موت یہ چیز اوسکے قبضے مین تھی یا ملک مین تھی اور جو یہ کہا کہ یہ مال مدعی کے مورث کا ہے تو اسپر قضا نکیجاویگی اور امام ابی یوسف کے نزدیک جر میراث ضرور نہین **ف** اور فتوی قول طرفین پر ہے اور جر میراث کے ساتھہ دو باتین اور ضرور ہین ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی سگا ہے یا سوتیلا یا چچا ہے دوسری یہ کہ سوا اسکے اور کسی کو مین وارث میت کا نہین جانتا اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہین در مختار **ص** تو اگر شاہد نے یہ کہا اگر یہ چیز مدعی کے باپ کی تھی اوسکو عاریت یا امانت یا اجارے مین دی تھی اوس شخص کو جو قابض ہے تو جائز ہوجاویگا بلا فکر جر میراث کے اگر دو شاہدون نے گواہی دی اسطرح کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی اتنی مدت سے اور بوقت دعوی کے وہ چیز اوسکے قبضے مین نہین ہے تو اس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہوگی اسواسطے کہ شہادت مجہول ہے کیونکہ گواہون نے یہ نہین بیان کیا کہ مدعی کے قبضے مین بطور مالک تھی اور قبضہ چند قسم کا ہوتا ہے بطریق ملک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسف کے شہادت مقبول ہوگی ہان اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی یا گواہون نے مدعی علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت صحیح ہوجاویگی اور ملک مدعی کی ثابت ہوجاویگی اسلیے کہ جہالت مقر مانع صحت اقرار نہین **ف** اسیطرح اگر گواہون نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین بطور مالک تھی تب بھی صحیح ہوجاویگی در مختار

باب شہادت علی الشہادۃ کے بیان میں

ص شہادت علی الشہادۃ سب مقدمات مین سوا حد و د اور قصاص کے مقبول ہی لیکن شرط اسکے قبول ہونے کی یہ ہی کہ اصل شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب اونکے مرجانیکے یا بیماری کے یا مدت سفر پر ہونیکے **ف** یعنی اصل گواہ اتنے فاصلے پر ہو دین قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہووے جسطرح کہ کتاب الصلوۃ مین گذرا **ص** اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف اتنا دور ہونا کافی ہی کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر میں آ کے نہ رہ سکے **ف** در مختار مین ہی کہ اسی مذہب پر فتوی ہی اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت سے علمانے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہی کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین ہووے یا سوا حاکم کے کسی اور کی قید مین ہووے **ص** اور یہ شرط ہی کہ ہر گواہ اصل کی گواہی پر دو آدمی گواہ ہووین لیکن یہ ضرور نہین کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہووین **ف** مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اصلی دو گواہون مین سے ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہوں تو اسکی ہمارے نزدیک دو صورتین ہو سکتی ہین مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہین اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہی کہ خالد اور بکر دونون زید کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور دوسری صورت یہ ہی کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہون اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہون **ص** اور امام شافعی کے نزدیک چار گواہ علحدہ ہون یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جدا جدا دو دو گواہ ہون **ف** اور یہ صورت درست نہین ہی کہ اصلی شاہدون مین سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ہی ایک گواہ ہووے **ص** گواہ فرعی بنانیکا یہ طریقہ ہی کہ اصلی گواہ فرعی گواہون کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر کہ مین گواہی دیتا ہون اس بات کی اور فرعی گواہ وقت اداے شہادت کے یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلانے نے گواہ کیا مجکو اپنی شہادت پر اس بات کی **ف** یہ قول ابو جعفر کا ہی اور اسی پر فتوی دیا ہی امام سرخسی نے اور اصل مین دو عبارتین اور مذکور ہین مگر دونون طویل ہین **ص** اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان کر دیوین تو صحیح ہو جاویگا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہی اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان نہ کرین تو قاضی اونکی عدالت تحقیق کر لیوے **ف** یعنی قاضی اصلی گواہون کا حال دریافت کرے تو اگر اونکی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہون کی شہادت قبول کرے ورنہ نہین یہ مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور امام محمد کا اس مین خلاف ہی مذکور ہی اصل مین مع دلیل دونون کے اور ابو یوسف کا مذہب صحیح ہی **ص** باطل ہو جاتی ہی شہادت فرعی گواہون کی اگر اصلی گواہون نے شہادت سے انکار کیا **ف** چنانچہ اصول نے یون کہا کہ ہم گواہ نہین اس مقدمے کے یا ہمنے اونکو گواہ نہین کیا یا ہمنے گواہ کیا لیکن غلط کہا ہمنے یا اصلی گواہ مجنون یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا انھون نے منع کر دیا فرعی گواہون کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول ہو جاویگی **د** مسائل متفرقہ **ص** زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہمکو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا اس بات کا کہ مسماۃ حمیدہ بنت عمرو قبیلہ مضری نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلان کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا

کہ ہم اوس عورت کو پہچانتے ہیں مثلاً مدعی ایک عورت کو لایا اور اوسنے کہا کہ یہ فلانی ہے جسپر گواہی دی زید اور عمرو نے اور زید اور عمرو نے کہا کہ ہم نہین جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہے یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہوگا کہ تو اس بات کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے جسکا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہے **ف** اور اصل کتاب مین اس مسئلے مین تفصیل کی ہے **ص** اسیطرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لیجانے والے گواہ مدعی علیہ کو پہچانتے نہون تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جسکو تو لایا ہے وہی مدعی علیہ ہے جسکو قاضی کاتب نے لکھا ہے اگر ان دونون صورتون مین گواہون نے مدعی علیہ کی نسبت طرف مشتہر کے کر دی تو یہ جائز ہوگا جبکہ اوسکی نسبت خاص قریب دادا کیطرف بیان نکرین یہ امر عرب مین ہے اور لیکن عجم مین تو وہان لوگون نے اپنے انساب ضائع کر دیے تو فقط ذکر پیشے کا قائم مقام ہے اونکے دادا کے ذکر کرنے کے **ف** یعنی سوائے عرب اور لوگون کو **ص** جس شاہد نے اقرار کیا کہ مینے شہادت دروغ دی تو اوسکی تشہیر کر دیجاوے گی اور نہین تعزیر دیا جاویگا ساتھ ضرب اور حبس کے اسواسطے کہ شریح **ف** قاضی کوفے کے تھے مقرر کیا تھا اونکو عمر بن خطاب نے **ص** جھوٹے گواہ کو تشہیر کرتے تھے اور تعزیر نہین دیتے تھے **ف** روایت کیا اوسکو محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین **ص** تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تھا تو اوسکے بازار مین روانہ کرتے تھے ورنہ اوسکی قوم کیطرف جسوقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے تھے کہ شریح نے تمکو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اس گواہ کو ہمنے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اوس سے اور آگاہ کر دو لوگون کو اوسکے حال سے کہ پرہیز کرین اور صاحبین کے نزدیک اوسکو سزا دے ضرب اور حبس ہوگی **ف** اور تقدیر اوسکی رائے قاضی کیطرف مفوض ہے ہدایہ **ص** اور یہی قول شافعی کا ہے بدلیل اس بات کے کہ حضرت عمر نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا منہ اوسکا **ف** روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابن الہمام نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے **ص** بعضون نے کہا ہے کہ مصنف نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اسواسطے کہ شہادت زور گواہون سے نہین ثابت ہو سکتی ہے بدون اقرار کے **ف** کیونکہ گواہون سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ معتبر نہین **ص** مین کہتا ہون کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم ہو جاتا ہے بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اوسکو پھر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن پورے گذرے اور آسمان مین کوئی آفت ابر وغیرہ کی تھی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اسکے بہت سی صورتین ہین

فصل گواہی سے رجوع کرنیکے بیان مین

دونون گواہ اگر پھر جاوین اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اوسکا اعتبار ہوگا **ف** اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہو جسکے پاس پہلے گواہی دی تھی سو اگر رجوع کریگا غیر قاضی کے سامنے تو اوسکا اعتبار نہین اسیواسطے اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا رجوع شاہدون کا غیر مجلس قضا مین تو یہ دعوی مسموع نہوگا بوجہ فاسد ہونے دعوے کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدون نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے

تو قبول ہوگا دیکھا حافظ ص تو اگر قبل حکم کے پھرے ف یعنی ابھی تک قاضی نے اونکی شہادت
سے حکم نہیں کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گئے ص تو ساقط ہوجاویگی شہادت اور کچھ تاوان
نہوگا اونپر ف اسواسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گئے تو اونکی شہادت سے کوئی چیز تلف نہیں ہوئی
نہ مدعی کی نہ مدعی علیہ کی ہدایہ ص اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرے تو حکم فسخ نہ کیا جاویگا
بلکہ دونون شاہدون کو تاوان دینا پڑیگا اوس چیز کا جو اونکی گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شی
مدعی علیہ سے لے چکا ہے اور جو ابھی تک وہ شی مدعی نے مدعی علیہ سے نہیں لی ہے تو تاوان واجب
نہوگا بلکہ موقوف رہیگا تاوان قبض مدعی پر برابر ہے کہ وہ شی مدعی دین ہو یا عین اور امام
شافعی کے نزدیک تاوان نہوگا شاہدون پر ف اور دلیل ہماری اور اونکی اصل مین مذکور ہے
در مختار مین ہے کہ مذہب مفتی بہ یہ ہے کہ بعد حکم کے اگر شاہد رجوع کریگا تو مطلقاً تاوان اوس سے
لیا جاویگا خواہ مدعی نے وہ شی متدعی مدعی علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اسواسطے کہ جب حکم فسخ نہیں
ہوسکتا تو خواہ مخواہ مدعی اوس حکم کی تعمیل کریگا اور مدعی علیہ کو وہ شی ادا کرنی پڑیگی تو مدعی علیہ
اپنا نقصان شاہدون سے بھر لیگا ص اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا
اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ باقی گواہون کا شمار ہوتا ہے نہ پھرنے والون کا مثلاً تین گواہون نے گواہی دی
اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت ابھی باقی ہے اب البتہ اگر ایک اور
پھر جاویگا تو دونون پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے اور اگر ایک مرد اور
دو عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر
دونون عورتین پھر گئین تو نصف مال کا ضمان دینگی اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی
بعد اوسکے آٹھ عورتین پھر گئین تو اونپر ابھی ضمان کچھ نہ آویگا اسواسطے کہ بقدر نصاب باقی ہین البتہ اب اگر
ایک عورت اور پھر جاویگی تو اون نو عورتون پر چوتھائی مال کا ضمان آویگا اسواسطے کہ تین ربع نصاب کے
باقی ہین کیونکہ ایک عورت کا پاؤ نصاب اور مرد کا آدھا باقی ہے تو سب ملاکر تین ربع ہوئے اور اگر صورت مذکورہ
مین سب پھر جاوین یعنی ایک مرد بھی اور دسون عورتین تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر
اور باقی دس عورتون پر آویگا اور صاحبین کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسون عورتون پر ف
صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہے اور عورتین اگرچہ کثیر ہین لیکن سب ملاکر
قائم مقام ایک مرد کے ہونگی اور امام صاحب یہ کہتے ہین کہ دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کے ہین اور ایک مرد
ملاکر گویا چھ مردون کی گواہی ہوئی اور اوسمین یہی حکم ہوگا کہ ہر مرد پر چھٹا حصہ مال کا لازم آویگا ایسا ہی عینی
مین اسیطرح ہے اصل اور ہدایہ مین ص اور اگر صورت مذکورہ مین دسون عورتین پھر جاوین اور تنہا
مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہونگی اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے بالاجماع یعنی باتفاق امام

اور صاحبین کے اور اگر دو مردون اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمہ مین بعد اوسکے دونون مرد پھر گئے
اور عورت نہ پھری تو کل مال کا تاوان اون دونون مردون پر لازم آویگا اسواسطے کہ ایک عورت باقی رہی اور
اوس سے کچھہ ثابت نہین ہوتا ف اسواسطے کہ ایک عورت پورا گواہ نہین ہو سکتی بلکہ ایک ٹکڑا شاہد کا تو نہ حکم مضاف
ہوگا اوسکی طرف ھدایہ ص اگر دو شاہدون نے گواہی دی نکاح پر عوض مین اتنے مہر کے کہ وہ مہر مثل
اوس عورت سے مقدار مین کم ہی یا برابر بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن نہونگے برابر ہی کہ مدعی عورت ہو یا شوہر
البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اوس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اوس عورت کے زیادہ ہی بعد اوسکے رجوع کیا
تو اگر مدعی علیہ شوہر ہوگا اور گواہون نے زوجہ کیطرف سے گواہی دی تھی تو جسقدر مہر مسمی زیادہ ہی مہر مثل سے
اوتنا شہود سے زوج پھیر لیگا اور اگر مدعی زوج ہی اور اوسی کی طرف سے گواہی دی تھی تو شہود پر کچھہ ضمان نہین
ف حاصل یہ ہی کہ یہان چھہ صورتین ہین اسیطرح پر کہ مہر مسمّٰی یا مہر مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت
مین یا شہادت زوج کیطرف سے ہوگی یا زوجہ کیطرف سے تو ضمان صرف ایک صورت مین ہی وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو
اور مہر مسمّٰی یعنی جسکو شہود نے بیان کیا ہی مہر مثل سے زیادہ ہووے تو بقدر زیادت شہود سے ضمان لیکر
زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتون مین گواہون پر کچھہ تاوان نہین ص اور اگر دو گواہون نے شہادت
دی بیع کی اور مدعی مشتری ہی بعد اوسکے رجوع کیا تو ثمن مسمّٰی یا قیمت سے زیادہ ہی یا برابر ہی یا کم ہی تو اول
دونون صورتون مین تاوان نہین اور تیسری صورت مین جسقدر بائع کا نقصان ہوا ہی قیمت سے اوتنا گواہون
تاوان دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہی تو اول صورت مین مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہی اوسکا تاوان
گواہون سے لیویگا اور دوسری اور تیسری صورت مین کچھہ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہدون نے گواہی
دی کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا ہی قبل دخول کے اور خاوند پر اوسے نصف مہر کا حکم ہوا بعد اوسکے
اون دو گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اون سے لیا جاویگا اور اگر بعد دخول کے
گواہون نے گواہی دی طلاق کی بعد اوسکے رجوع کیا تو اون پر کچھہ ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر
یہان واجب ہو چکا ہی شوہر کے ذمہ پر دخول سے اور گواہون نے زوج کا کچھہ تلف نہین کیا ف مگر
منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہین شرع مین ص اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اس
شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہی بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن ہون گے گواہ اوس غلام کی قیمت کے
ف اور ولا اوس غلام کی مولی ہی کو ملیگی نہ شاہدین کو ص اگر گواہون نے گواہی دی کہ زید نے
عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اوسکے رجوع کیا گواہون نے تو دیت زید کی لازم آویگی
گواہون پر اور امام شافعی کے نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاوینگے زید کے قصاص مین ف دلیل
ہماری اور شافعی کی ہدایہ مین مسطور ہی ص اگر بعد حکم کے فرعی گواہون نے رجوع کیا
تو اون پر ضمان لازم آویگا اور اگر اصل گواہون نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہون کو گواہ نہین کیا تھا

یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہمنے تو اوسپر تاوان نہوگا نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور محمدؒ کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہوں سے سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو تاوان فرعی گواہوں پر ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہوں سے لیوے یا فرعی گواہوں سے اور اگر فرعی گواہوں نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا انھوں نے غلطی کی تھی اس شہادت مین تو اس قول کی طرف التفات نہوگا فرعی کی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہوں کی بتاتا ہے اگر وہ بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحب کے اسلئے کہ تزکیہ کے سبب سے شہادت شہادت ٹھہری اور صاحبین کے نزدیک ضامن نہوگا **ف** لیکن اگر اوسنے یہ کہا کہ مینے تزکیہ خطا سے کیا تھا تو امام صاحب کے نزدیک بھی ضامن نہوگا **ص** اگر چار گواہوں نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیون نے اوسکے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اوسکے احصان کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضمان دیت نہ دینگے **ف** البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کرینگے تو ضامن ہونگے دیت کے **ص** اگر دو گواہوں نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا اور دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وہ فلان امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کر دیا اوس غلام کی آزادی کا بعد اوسکے سب گواہوں نے رجوع کیا تو تاوان اون دونون گواہوں پر لازم آویگا جنھون نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا **ف** اور جو فقط پچھلے گواہوں نے رجوع کیا تو اوسمین مشائخ کا اختلاف ہے

ص کتاب الوکالة

جائز ہے وکیل کر دینا **ف** جواز وکالت کا ثابت ہے کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ الی المدینة الآیة یعنی بھیجو ایک کو تم مین سے یہ چاندی دیکر طرف شہر کے الخ اور نقل کیا اس قصہ کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہین ظاہر ہوا نسخ اوسکا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو متعدد ہین آنرانجملہ یہ ہے کہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد نے حکیم بن حزام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اونکو ایک دینار تاکہ خرید لاوین واسطے حضرت کے قربانی تو حکیم نے اوس دینار کے بدلے مین ایک بھیڑ خریدی اور بیچا اوسکو بدلے مین دو دینار کے پھر ایک دینار کے عوض مین قربانی خریدی اور لائے قربانی اور ایک دینار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپ نے کہ برکت ہو تجارت مین اونکی اور روایت کی مانند اسکے بخاری نے عروة بن ابی الجعد بارقی سے آنرانجملہ وہ ہے کہ روایت کی ابو داؤد نے جابرؓ سے کہا کہ ارادہ کیا مینے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس اور سلام کرکے کہا مینے کہ مین ارادہ رکھتا ہون خیبر کو جانے کا تو فرمایا آپ نے جب ملے تو ہمارے وکیل سے تو لیجیو اوس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھسے تو رکھ لینا تو ہاتھ اپنا

اور بیچ کلام کے اور ازانجملہ وہ ہی کہ روایت کی مسلم نے جابر رضی سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترسٹھ چار اونٹون کی قربانی کی اور حکم فرمایا علی مرتضی رضی کو کہ باقی تم ذبح کرو اور ازانجملہ یہ ہی کہ وکیل کیا حضرت نے عمر بن ام سلمہ کو واسطے نکاح اپنے کے ام سلمہ اونکی مان سے روایت کیا اوسکو نسائی نے سنن مین ص اور معنی توکیل کے یہ ہین کہ سپرد کر دینا تصرف کا غیر کو لیکن شرط اوسکی یہ ہی کہ مؤکل خود تصرف کا مالک ہووے ف یعنی حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ ضرور نہین کہ موکل جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اوسی خاص تصرف کا مؤکل مالک ہو یہان تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہی اور انکے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل ص اور وکیل اوس معاملے کو سمجھتا ہووے اور اوسکا قصد وارادہ رکھتا ہووے ف یعنی وکیل سمجھتا ہووے اس بات کو کہ بیع دور کرنیوالی ہی ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہی ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کریگا تو مؤکل کی طرف سے نہو گا کذا فی الاصل ص تو صحیح ہی وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو اور اگر وکیل کیا حر عاقل بالغ یا عبد ماذون یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہی یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن ان دونون سے حقوق عقد متعلق نہونگے بلکہ انکے مؤکل سے متعلق ہو جاوینگے ف تو حاصل یہ ہی کہ ضرور ہی یہ بات کہ موکل یا حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہووے تو اگر مجنون یا صبی غیر عاقل ہی تو اوسکی توکیل مطلقا صحیح نہین اور اگر صبی عاقل ہی لیکن غیر ماذون ہی تو اوسکی توکیل تصرفات نافعہ محضہ مین جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ مین درست ہی اور تصرفات ضارۂ محضہ مین یعنی جن مین نرا ضرر ہی جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز نہین اور جو تصرفات دائر ہین نفع وضرر مین جیسے بیع وشرا اجارہ اونمین اجازت ولی پر موقوف ہی اسی طرح صحیح نہین ہی توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہی اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا کر مل گیا تو باطل ہوگی اور وکیل ضرور ہی کہ یا حر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد محجور یا صبی محجور بشرطیکہ عاقل ہون لیکن جب عبد محجور اور صبی محجور نے اگر تصرف کیا موکل کیطرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبۂ ثمن رد بالعیب وغیرہ رجوع کرینگے اصل موکل کیطرف یعنی وکیل سے ان حقوق کی بابت مواخذہ نہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلون کے کہ حقوق عقد متعلق ہوتے ہین اصل عاقد سے جو خود وکیل ہی کذا فی الدر المختار مع زیادۃ من شروحہ وحواشیہ کل معاملات موکل خود کر سکتا ہی اونمین دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہی اور یہ بھی جائز ہی وکیل کرنا سوال وجواب مقدمات مین یعنی مدعی کو درست ہی کہ خصومت اور استغاثہ کے لیے نزدیک حاکم کے جسکو چاہے وکیل کر دے تو اسی طرح مدعی علیہ کو بھی درست ہی کہ جوابدہی کے لیے جسکو چاہے وکیل کرے لیکن بعض مشایخ کہتے ہین کہ وکیل کرنا خصومت کے لیے بغیر رضامندی طرف ثانی کے

باطل ہے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہے صاحبین کے نزدیک اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف صحت میں نہیں ہے یعنی صحیح سب کے نزدیک
ہے بلکہ اختلاف لزوم وکالت میں ہے ف یعنی صاحبین کے نزدیک بغیر رضاے خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم ہے کہ یا مدعی کہ خصم کی
نامنظوری سے وکالت رد نہیں ہو سکتی اور امام صاحب کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہو جاتی ہے ص اور ہدایہ میں اسی کو اختیار
کیا ہے ف میں کہتا ہوں کہ اب قول مفتی بہ یہ ہے کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے درست ہے اور لازم ہے یعنی ہر ایک کو مدعی علیہ
اور مدعی میں سے پہونچتا ہے کہ جسکو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اوس شخص کے وکیل کرنے پر راضی ہو اور یہی مذہب ہے صاحبین اور
ائمہ ثلثہ کا اور اختیار کیا ہے اوسکو عتابی نے اور صحیح کہا اوسکو نہایہ میں اور اوسی پر فتوی دیا قنیہ ولوالجیہ وغیرہ نے اور بعض فقہاے نے اسکو
منسوخ کیا ہے طرف راے حاکم کے درمختار و وکالت بالخصومت کا جواز اثر سے حضرت علی مرتضی رض کے ثابت ہے روایت کیا بیہقی نے
کہ حضرت علی رض وکیل کرتے تھے مقدمات میں عقیل کو اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وکیل کرتے تھے عبداللہ بن جعفر طیار کو ص الا کہ موکل
مریض ہو ایسا کہ مجلس قاضی تک نہ آ سکے اور سکو ممکن ہو یا مدت سفر کی راہ پر ہو یا مشغول ہو واسطے تیاری سفر کے یا موکلہ عورت پردہ نشین ہو
تو بغیر رضاے خصم کے توکیل لازم ہے اجماعا ف اور مفتی بہ یہ ہے کہ سب صورتوں میں درست اور لازم ہے جیسا کہ معلوم ہوا ص وکیل
کرنا درست ہے سب حقوق کے دینے اور لینے کے لیے مگر حدود اور قصاص کے لینے کے لیے وکیل کرنا درست نہیں جب موکل غائب ہو
ف اسی طرح دینے کے لیے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم نہیں ہو سکتی تو ضرور ہے اصل مجرم کا حاضر ہونا ص اسواسطے کہ احتمال ہے
عفو کا قصاص میں ف یعنی احتمال ہے کہ اگر موکل حاضر ہوتا وقت استیفاے قصاص کے تو شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھ کر رحم کرتا اور
عفو کرتا ص اور شبہ ہے کہ قاذف کی تصدیق کرتا مقذوف حد قذف میں ف یعنی اگر موکل جو مقذوف ہے حاضر ہوتا وقت
قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اوسکی تصدیق کرتا ص یا مدعی مال کا دعوی کرتا اور
حد سرقہ میں اور جائز ہے توکیل واسطے استیفاے تعزیر کے مدعی علیہ طحطاوی ص جن عقدوں کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہے
ف یعنی اوسمیں موکل کے ذکر کی حاجت نہیں جیسے بیع شرا میں وکیل اتنا ہی کہتا ہے کہ بیچا یا میں نے خریدا کذا فی الاصل
ص جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو اوسکے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہونگے تو وکیل ہی تسلیم کریگا
اگر بائع کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا ثمن پر اول صورت میں
صورت میں اور اوس سے خصومت ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع میں اول صورت میں اور خصومت کریگا
عیب نکلنے کے دوسری صورت میں اور خصومت کیا جاویگا شفعہ کی بابت اوس چیز کے جو اوس نے بیچی ہے جب
قبضے میں ہے اور جب موکل کو تسلیم کر دے تو اب عیب کے سبب بلا اوسکے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے
اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے پھیر سکتا ہے ف یہ ہمارا مذہب ہے اور نزدیک امام شافعی کے سب حقوق راجع ہیں
طرف موکل کے لیکن جاننا چاہیے کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو وکیل کے لیے ثابت ہوتے ہیں دوسروں پر اور ایک وہ
حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہیں دوسروں کے تو پہلی قسم کے حقوق جیسے قبضہ کرنا مبیع اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور
خصومت کرنا عیب میں اور پھیر لینا ثمن کا درصورت استحقاق مبیع یعنی کسی کی نکلنے کی صورت میں تو اس قسم کے حقوق میں وکیل کو اختیار ہے
لیکن اوسپر تعمیل انکی واجب نہیں یہاں تک کہ اگر وہ باز رہے تو موکل ان اعمال پر اوسکو مجبور نہیں کر سکتا اسواسطے کہ وہ متبرع ہے ان کاموں

تو سپرد کر سکتا ہی مؤکل کو ان کامون کے لیے اور قریب ہی کہ آویگا کچھ بیان اوسکا کتاب المضاربۃ مین آور اگر وکیل مرجاوے تو اختیار ان حقوق کا اوسکے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل کر دینگے اپنے سورت کے مؤکل کو اور امام شافعی کے نزدیک مؤکل یہ کام کر سکتا ہی بغیر وکیل کے وکیل کیے ہووے یا اوسکے وارثون کے وکیل کیے ہوے یعنی گو کہ وکیل یا اوسکے وارث پھر مؤکل کو وکیل نہ بناوین اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی مؤکل کر سکتا ہی اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان مین وکیل مدعی علیہ ہو جاتا ہی طرف ثانی کا تو مدعی کو یہ پہونچتا ہی کہ ان کامونکے لیے اوسپر جبر کرے کذا فی الاصل **ص** اور جب وکیل خریدتا ہی اوسی وقت اوس شی مین ملک مؤکل کی ثابت ہوتی ہی تو وکیل نے اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہوگا **ف** اسواسطے کہ وکیل اوسکا مالک ہی نہین ہوا **ص** اور بعض مشایخ کے نزدیک ثابت ہوتی ہی ملک اول وکیل کے لیے پھر اوس سے طرف مؤکل کے منتقل ہوتی ہی اسلیے کہ عقد اوسکی تمیز و تخصیص سے جاری ہوتا ہی لاکن اس طرح پر بھی آزاد نہوگا اسلیے کہ وکیل کے لیے ملک بہت تھوڑی ثابت ہوتی ہی پس آزاد نہوگا اور جو عقود ایسے ہین کہ وکیل انکو اپنے مؤکل کی طرف نسبت کرتا ہی جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے **ف** یعنی جب مدعی علیہ منکر ہووے اور پہلے صلح وہ تھی کہ مدعی علیہ اوسمین مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شرا کے تھی اسی سبب سے وکیل اوسکو اپنی طرف نسبت کر سکتا تھا برخلاف اسکے **ص** اور قتل عمد اور عتق بمقابلہ مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گرو کرنا اور قرض لینا تو انکے حقوق بھی متعلق ہو مؤکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر نہ طلب کیا جاویگا اور نہ وکیل زوجہ کو تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار ہی کہ باوصف طلب کے عمرو کے قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دیدے تو درست ہی پھر وکیل اوس سے طلب نہ کرے **ف** اسواسطے کہ حق حقدار کو پہونچ گیا جاننا چاہیے کہ بعض مثالون مین دیکھنا چاہیے کہ وہ منسوب ہوتی ہین طرف وکیل کے یا مؤکل کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہین اسمین کہ وہ مستغنی ہین مؤکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول مین ہین اسیطرح نکاح اور خلع مؤکل کے ذکر سے مستغنی نہین تو وہ قسم ثانی مین ہین لیکن صلح تو خواہ مدعی علیہ کے اقرار کی حالت مین ہووے یا انکار کی حالت مین کچھ فرق نہین ہی دونون صورتون اضافت مین یعنی دونون قسمین اوسکی یکسان ہین مثلاً زید نے جیسے دعوی کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اسبات کا کہ صلح کرلے زید سے بمقابلہ ایک سو روپیہ اور زید نے ان روپیون پر صلح کی اور وکیل نے قبول کر لیا تو یہ صلح تمام ہو جاویگی برابر ہی کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر اسواسطے کہ اگر عمرو مقر ہی تو یہ صلح مثل بیع کے ہی تو حقوق اوسکے راجع ہونگے طرف وکیل کے جیسے بیع مین تو بدل صلح کا تسلیم کرنا وکیل پر لازم آویگا اور اگر عمرو منکر ہی تو وہ عوض ہی قسم کا حق مین مدعی علیہ کے یعنی مدعی علیہ نے سو روپیہ دیکر حلف سے اپنے تئین چھوڑایا تو وکیل سفیر محض ہی تو نہ راجع ہونگے حقوق اور اسکی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسائل ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کے لیے درست نہین البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اوسکے قبضے کے لیے تو درست ہی

ص باب خرید و فروخت کے لیے وکیل کرنے کے بیان مین

اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کچھ دراہم دیکر کہ طعام خرید لا تو اگر دراہم کثیر دیے ہین **ف** مثلاً دس درہم یا زیادہ **ص** تو مراد طعام سے گیہون ہونگے **ف** یہ مبنی ہی ہر ملک کے عرف پر تو عرب مین طعام کا عرف گیہون پر ہوتا ہی تو وہی مراد ہونگے **ص** اور اگر

دراہم قلیل دیے ہیں **ف** جیسے تین درہم یا کم **ص** تو مراد اوس سے روٹی ہوگی اور اگر دراہم بہت متوسط دیے یعنی نہ بہت قلیل نہ کثیر **ف** جیسے تین اور دس کے بیچ میں جیسے پانچ یا چھ درہم **ص** تو آٹا مراد ہوگا **ف** وجہ ان مسائل کی یہ ہے کہ جب موکل نے دراہم کثیرہ دیے تو معلوم ہوا کہ غرض اوسکی ایسے طعام سے ہے جسکو رکھ چھوڑنا ایک مدت طویل تک ممکن ہے اور آٹا مدت طویلہ تک نہیں رہ سکتا اور روٹی مدت متوسط تک رہ نہیں سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اوسکی گیہوں ہیں اور جب قلیل دراہم دیے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہے جو بالفعل کھائی جاوے وہ روٹی ہے اور جب متوسط دراہم دیے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہے درمیان میں روٹی اور گیہوں کے باقی بیچ میں **ص** اور جو موکل نے دعوت ولیمہ کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال میں **ف** کیونکہ لوگ اوسکے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں منتظر کھانے کے اور یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد اوسکی ملعلمات ایسی چیز ہے جس سے سرعت کار روائی ہو سکے **ص** اور توکیل بیع میں صحیح ہے اور اوس چیز کی خرید کے لیے جسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہووے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اوسکی بیان کر دیوے **ف** جاننا چاہیے کہ جو دو چیزیں ایسی ہیں کہ اونکی حقیقت اور اونکے غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس میں داخل ہیں جیسے بکرا بکری قربانی کے حق میں اور اگر اونکی حقیقت اور غرض مختلف ہو مثلاً انسان اور جانور یا فقط غرض مختلف ہو جیسے مرد اور عورت تو وہ چیزیں علیحدہ علیحدہ جنس ہیں اور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اوسکے نیچے اور اجناس ہووین جیسے بردہ اسمیں غلام اور لونڈی دونوں داخل ہیں اور وہ دونوں الگ الگ جنس ہیں یا قوم ہیں کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہیں مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کام کاج مقصود ہیں اور لونڈی سے وطی اور اندرونی کام مقصود ہین بلکہ ہر ایک میں بھی اغراض پھر مختلف ہین جیسے غلام ترکی میں حسن مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی میں خدمت اسیطرح تو یعنی کپڑا اور جانور دونوں مجمل ہین بجہالت فاحشہ تو ان چیزون کی خرید کرنے کے لیے وکیل کرنا درست نہیں ہے اگرچہ قیمت بیان کر دی جاوے جبتک اوسکی نوع بیان نہ کرے کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** البتہ اگر جانور کی نوع بیان کر دیوے جیسے گدھا یا گھر کی قیمت اور محلہ بیان کر دیوے تو درست ہے **ف** اسی طرح اگر گھوڑا کہا یا خچر تو توکیل درست ہو جاوے گی تو اگر موکل نے ثمن بھی بیان کر دی تو بہتر ہے ورنہ وکیل اسطرح کا گھوڑا یا گدھا خرید لاویگا موکل کو لینا پڑیگا **ص** اسی طرح اگر جانور کی جنس خاص معلوم ہووے اور اوسکی صفت معلوم نہ ہو تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے گائے یا بکری کے اگرچہ اوسکی صفت بیان نہ کی کہ اعلی ہو یا ادنی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام خریدو اوسکی نوع یعنی ترکی ہندی یا حبشی اوسکا اسطرح پر کہ اوسکی ثمن معلوم ہو جاوے بیان کرے تو درست ہے **مسئلہ** زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اسبات کا کہ فلان غلام معین تو مجھے خرید دے اور اس ہزار روپیے کے بدلے میں جو میرے تیرے ذمہ ہیں بیع ہو جاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالہ کرنے کے تلف ہو گیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے کہا عمرو سے کہ تو ایک غلام ترکی مثلاً مجھے خرید دے **ف** یعنی غلام کو معین نہ کیا **ص** اوس ہزار کے بدلے میں جو میرے تیرے ذمہ پر آتے ہیں اور عمرو نے ایک غلام ترکی خرید لیا اور قبل اسکے کہ زید کو وہ غلام حوالہ کرے عمرو کے پاس ہلاک ہو گیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام زید نے قبضہ کر لیا عمرو سے تو زید کا ہو جاویگا **ف** یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کا اسمین اختلاف ہے دلیل دونوں کی مذکور ہے اصل میں اور ہدایہ میں **ف** اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئیں خرید کرے میرے لیے اپنے مولی سے اور غلام نے مالک سے کہا بیچ تو مجھکو میرے ہاتھ فلانے کے لیے اور مولی نے بیچا تو وہ غلام اوس شخص کا ہو جاویگا جسنے حکم کیا تھا **ف** اسواسطے کہ غلام غیر کا

وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لیے ہو سکتا ہو ص اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو مجکو میرے ہاتھ اور فلانے کے لیے نہ کہا
تو آزاد ہو جاویگا ف اور ثمن اوس غلام پر لازم آویگا ص اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجکو خرید لے میرے مولی سے بدلے
مین ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اوس شخص کو دیدیے تو اگر وہ شخص مولی سے یہ کہے گا کہ مین اوس غلام کو اوسی کے لیے خریدتا ہون
اور مولی نے بیچ کی آزاد ہو جاویگا وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ مین اوسکو اوسی کے لیے خریدتا ہون تو وہ مشتری کا غلام ہو جاویگا اور
ثمن کے روپے اوس شخص پر لازم آوینگے اور وہ جو ہزار غلام نے اوسکو دیے تھے وہ مولی کے ہونگے اسواسطے کہ وہ کمائی اوسکے غلام کی ہے
ف تو اوسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اوسکے اور ہزار روپے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا ص اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لیے ایک غلام
خریدے بعد اوسکے عمرو نے کہا کہ مینے غلام تیرے لیے خریدا تھا وہ میرے پاس آکر مر گیا اور زید یہ کہتا ہو کہ وہ غلام تو نے اپنے لیے خریدا تھا تو صورت
مین اگر زید عمرو کو دام دیچکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب موکل کے لیے ایک شی خریدی تو وہ اپنے
موکل سے دام اوسکے لے سکتا ہو گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دیا ہووے اور وکیل کو پہونچتا ہو کہ وہ شی موکل کو نہ دیوے جبتک اوس سے
دام وصول نکرلے اگرچہ وہ دام بائع کو ابھی نہ دیے ہون تو اگر وہ شی ہلاک ہوگئی وکیل پاس قبل اوسکے روکنے کے تو اسلیے کہ ہوجہ ثمن
کے تو موکل کے مال مین سے ہلاک ہوگی ف یعنی موکل پر اوسکا ثمن لازم آویگا ص اور ثمن اوسکا ساقط ہوگا اور اگر وکیل نے اوسکو
روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ شی ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہو جاویگا موکل کے ذمے سے اور ضمان اوسکا
وکیل پر لازم ہوگا ابو یوسف کے نزدیک ضمان رہن کا اور امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک ضمان بیع کا اور زفر کے نزدیک ضمان
غصب کا پس اگر ثمن اور قیمت برابر ہو تو کچھ اختلاف نہوگا اور اگر ثمن دس درم تھے اور قیمت پندرہ تو زفر کے نزدیک پندرہ کا ضامن
ہوگا اور طرفین کے نزدیک دس کا اور جو ثمن پندرہ ہون اور قیمت دس تو زفر کے نزدیک وکیل دس کا ضامن ہوگا اور پانچ موکل سے
طلب کرے اور ایسا ہی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ ضمان رہن کا اقل قیمت و دین سے لازم ہوتا ہو اور طرفین کے نزدیک پندرہ
لازم ہونگے وکیل کو یہ نہین پہونچتا ہو کہ موکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لیے کہا ہو اوسکو اپنے لیے خریدے ف تو وہ شی موکل
ہی کی مجھی جاویگی گو وہ نقد کو اپنی طرف منسوب کرے اسطرح کہ تخصیص کر دے اپنے نفس کی مثلاً کہدے گواہ رہو کہ اس چیز کو
مین اپنے لیے خریدتا ہون یا نیت کرے اپنے لیے کفایہ ص تو جب کسینے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شی معین کے تو اگر
وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف نہین کیا تو وہ چیز موکل ہی کی ہو جاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہو جاویگی خلاف کرنیکی صورتین
یہ ہین کہ موکل نے ثمن کو خاص کر دیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیون سے یا اشرفیون کے عوض مین خرید کرنا اور وکیل نے
دوسری قسم کے عوض مین خریدا یا موکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم و دنانیر کے اور کسی شی کے بدلے مین خریدا تو یہ بھی
مخالفت ہوگی اسوجہ سے کہ مطلق ثمن سے عرف مین مراد نقود یعنی دراہم و دنانیر روپیہ اشرفی ہوتے ہین یا سوا وکیل کے اور کسی شخص نے خریدا وکیل کے
حکم سے اوسکی غیبت مین تو اگر اوسکی موجودگی مین خرید کریگا تو مخالفت نہوگی کیونکہ رائے اوسکی خرید مین شامل ہوگئی اور مقصود موکل کا
یہی تھا اور اگر وکیل کیا اوسنے خریدنے ایک شی غیر معین کے اور وکیل نے اوسکو خریدا تو وہ شی وکیل ہی کی سمجھی جاویگی الا جبکہ وکیل عقد کو منسوب
کر دے اپنے موکل کے مال کیطرف مثلاً یون کہدے کہ خریدا مینے اس چیز کو بدلے مین اس ہزار روپیہ [illegible] موکل کے یا
عقد کو منسوب نکرے اوسکے مال کیطرف لیکن نیت کرے موکل کے لیے خریدنے کی اور اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کہ ایک گز میں مجھ کو خرید

جلد بعقد سلم ف خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ بیچنے میں بطریق سلم کے توکیل درست نہیں ہو۔ روجہ اوسکی اصل کتاب میں مذکور رہی
ص بابیع صرف کے تو اگر وکیل جدا ہو جاویگا قبل قبضے کے تو وہ عقد باطل ہو جاویگا اور موکل کی جدائی کا اعتبار نہیں اگر مشتری نے
ذیحجہ وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اوسنے بیچ دی بعد اوسکے مشتری نے انکار کیا اسبات کا کہ زید نے مجھے اس چیز کے
خریدنے کا حکم کیا تھا تو لیگا اوسکا اسمو ع نہوگا اور لیوے اوس چیز کو زید کیونکہ خریدتے وقت اقرار کر چکا ہو زید کے لیے خریدنیکا پس
انکار میں اوسکے تصدیق ہوگی تو اگر زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ میں نے اوسکو حکم نہیں کیا تھا خرید کا اسصورت میں زید بجبر اوس چیز کو نہیں
لے سکتا ہاں اگر مشتری خود دیدے زید کو تو بیع التعاطی ہو جاویگی زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا اور سے خریدنے قیمتی دیدے
والا گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خرید اتو امام صاحب کے نزدیک یہ کو آدھ آنے کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک یہ کو کل گوشت لینا پڑیگا
ف اور فتوی امام کے قول پر ہی ص اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام معین میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کرے پس وکیل
ایک غلام ان دونوں میں سے اوسکے لیے خریدے تو صحیح ہو اور اگر اون دونوں کو ہزار روپیہ میں خریدنے کو کہا اور دونوں کی قیمت برابر ہو
پھر ایک کو وکیل نے پانسو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہو اور اگر پانسو سے زیادہ کو خریدے تو نہیں صحیح ہی جانب موکل سے بلکہ یہ مول لینا ذمے وکیل کے
ہوگا ہاں اگر موکل کے جھگڑنے کے پہلے دوسرا غلام کو باقی ثمن سے خریدے تو صحیح ہی کیونکہ مقصود دونوں غلاموں کا ہزار روپیہ میں آنا تھا
اور وہ حاصل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک اگر پانسو سے اتنے دام زیادہ دیے ہیں جتنے کی کمی بیشی معاملوں میں ہوا کرتی ہی اور باقی اتنے روپے
میں کہ اوسنے دوسرا غلام خرید کر سکتا ہی تو موکل کی طرف سے یہ اشترا صحیح ہیگا اگر موکل نے وکیل کو ہزار روپے دیدیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خریدے
اوسنے جب خریدی تو کہا کہ میں نے ہزار روپیہ کو خریدی اور موکل کہتا ہی کہ تو نے پانسو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر اوس لونڈی کی قیمت
بازار میں ہزار کی ہوئی اور اگر ہزار کی نہوگی تو قول موکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو اسی صورت میں موکل نے
ہزار روپے وکیل کو دیے نہیں تھے تو اگر اوس لونڈی کی قیمت بازاری پانسو یا زیادہ ہیں لیکن ہزار سے کم ہی تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور
اگر ہزار کی ہی تو دونوں حلف کرینگے اسلیے کہ وکیل اور موکل بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہیں جب دونوں نے حلف کر لیا تو بیع فسخ کر کے لونڈی
وکیل ہی کو لینا پڑیگی اور ان سب صورتوں میں قول جسکا معتبر ہوگا تو بلا قسم کے معتبر ہوگا ف یعنی اوپر جہاں جہاں لکھا ہی کہ قول فلانے کا معتبر
ہوگا مراد اوس سے یہ ہی کہ بلا حلف معتبر ہوگا در مختار میں ہی کہ ایسا ہی کہا ابن الکمال اور ملا خسرو نے اوس میں متابعت صدر الشریعۃ یعنی مصنف
شرح وقایہ کی اتباع سے لیکن جزم کیا داماد نے کہ یہ تحریف ہی اور مخالف ہی عقل و نقل کے اور صواب یہی ہی کہ حلف سے معتبر ہوگا شامی
ص اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنے کا یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کر اور ثمن اوسکا بیان نہ کیا تب عمرو نے اوسکو خریدا اور
کہا کہ میں نے اوسکو ہزار روپیہ میں خریدا ہی اور زید نے کہا کہ میں نے تو پانسو کو خریدا ہی تو دونوں سے حلف لیا جاویگا اگرچہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے
پھر اگر دونوں حلف کر لینگے تو لونڈی وکیل ہی پر پڑیگی اور بعضے فقہا یہ کہتے ہیں کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اوس صورت میں دونوں سے
حلف لیا جاویگا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہو جاویگا لیکن ظاہر تر یہ ہی کہ دونوں سے حلف لیا جاویگا اور یہی قول ہی امام ابی منصور ماتریدی کا
ف طحطاوی میں ہی کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہی قاضی خان نے تبعا للفقیہ ابی جعفر یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے تو ترجیح
میں اختلاف ہی انتہی اس صورت میں قاضی کو مناسب ہی کہ دونوں روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اکتفا کریگا قسم وکیل ہی پر تو بھی درست ہی واللہ اعلم

فصل بیان میں اون لوگونکے جنسے وکیل خرید و فروخت کا معاملہ نکرے

ص نہین صحیح ہو وکیل کو بیع و شرا کرنا ایسے شخص سے کہ جسکے واسطے گواہی اوسکی مقبول نہین ہوتی ہو امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ
کے نزدیک درست ہو اگر قیمت بازاری سے بیع و شرا کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہین اور صحیح ہو وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے
اور بدلے مین اسباب کے اور اودھار اور کل اسباب مین سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل مین صاحبین کا اختلاف ہو اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری
کی کوئی چیز عوض مین ثمن کے گرو کر لی یا اوس سے ضمانت لے لی تو جائز ہو اور جو بعد اوسکے وہ شی مرہون تلف ہوئی وکیل کے پاس یا ضامن کے
مال وصول نہوا اسطرح پر کہ ضامن مفلس ہو کر مر گیا اور مکفول عنہ بھی مفلس مر گیا یا غائب ہو گیا اور اوسکا پتہ معلوم نہین ہو یا معاملہ ایسے قاضی
کے پاس گیا جو قائل ہو اسبات کا کہ اصیل بری ہو جاتا ہو کفالت کفیل سے اور کفیل مفلس ہو کر مر گیا جیسا کہ یہی مذہب مالک کا ہو پس ان سب
صورتون مین ضمان وکیل پر نہوگا مسئلہ وکیل بالشرا مطلق کو لازم ہو کہ برابر قیمت اور مالیت پر چیز مول لیوے خواہ تھوڑے دام بڑھکر جو بیع کرنے والون
کی قیمت مین آجاتے ہین ف یعنی کئی نرخ کرنے والون سے جو اوسکی قیمت پوچھی جاوے تو وکیل کا ثمن اونمین سے کسی کے قول کے برابر
ہو جاوے یہ نہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ رہے ص اگر ایک چیز کے خریدنے کا وکیل کیا اور اوسنے وہ چیز آدھی خریدی تو یہ خرید موقوف رہیگی
باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی خرید لیا تو موکل پر پڑیگی ورنہ نہین اگر وکیل نے ایک شی کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ تو وکیل پھیر دی
اور وہ عیب ایسا ہو کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہین ہو سکتا بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہو جیسے ایک انگلی زائد نکلی تو وکیل اوسکو اپنے موکل پر رد کر دے
برابر ہو کہ رد مشتری کا وکیل پر گواہون سے ہوا ہو یا اقرار یا نکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہو کہ مثل اوسکے اس مدت مین پیدا ہو سکتا ہو تو اگر وکیل پر
مشتری نے گواہون سے یا نکول سے ثابت کر کے رد کیا ہو تو وہ موکل پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہو تو وکیل موکل پر نہ پھیر سکیگا
اگر وکیل نے اودھار بیچا اور موکل نے کہا کہ مین نے تجکو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول موکل کا مقبول ہوگا ف قسم سے ص اور اگر مضارب اور
رب المال مین یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہوگا ف قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آویگا انشاء اللہ تعالی ص اگر کوئی دو شخصونکو وکیل
کرے تو ضرور ہو کہ اوس تصرف کو جسمین وکیل کیے گئے ہین دونون ملکر ایک ساتھ کرین مگر جو وکیل بالخصومت ف یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ
لڑنے کے وکیل ص ہون یا امانت کے پھیر دینے مین یا قرض ادا کرنے مین یا بغیر عوض طلاق دینے میں اور آزاد کرنے مین وکیل ہون تو ہر ایک
بغیر دوسرے کے وکالت کر سکتا ہو اگر غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع
کرے یا اوسکے مال سے شرا کرے تو صحیح نہین تو حاصل یہ ہو کہ غلام اور مکاتب کو ولایت نہین اپنے صغیر فرزند کے مال مین اور کافر
کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال مین جو صغیر سن ہو ولایت نہین واللہ اعلم ف وکیل کسیکو وکیل نہین کر سکتا مگر دو صورتون مین جسمین وکیل
ہوا ہو او صورتین یہ کہ موکل نے اوسکو اذن دیا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی رائے کے موافق عمل کرنا ہدایہ

ص باب وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کے بیان مین

وکیل بالخصومت کو یہ پہونچتا ہو کہ مدعی علیہ سے مال وصول کرے اوسپر قبضہ کر لیوے نزدیک تینوں اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظمؒ
اور محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے برخلاف زفرؒ کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کے لیے پہونچتا ہو کہ مال لے لیوے ظاہر الروایت مین اور اب فتوی
ان دونون مین اسپر ہو کہ یہ دونون وکیل قبض مال کے مالک نہین ہین بسبب خائن ہو جانے وکیلونکے اور جو وکیل قرض کے وصول کرنیکا
ہو اوسکو خصومت کا اختیار ہو امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین ف اور فتوی امام کے قول پر ہو البتہ وکیل صلح
یا وکیل ملازمت خصومت کا مختار نہین ص نہ اوس وکیل کو جو ایک شی معین کے لے لینے کے لیے وکیل ہو ف یعنی اوسکو بالاتفاق

اختیار خصومت نہیں ہو صحیح تو اگر کسی نے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اوسکو زید سے تو زید
نے یہ جواب دیا کہ موکل تیرا اس غلام کو بیچ چکا ہی میرے ہاتھ تو یہ مقدمہ ملتوی رہیگا جبتک کہ موکل حاضر نہو کذا فی المبسوط اور جبتک یہ غلام زید کے پاس
رہیگا صحیح اور ان گواہوں کی گواہی سے بیع ثابت نہوگی تو جب موکل حاضر ہوگا اوسکے سامنے پھر گواہ ہوں دوبارہ گواہی لیجاویگی یہ حکم اسیطرح
یہ مسائل ہیں کہ ایک شخص آیا اور اوسنے کہا کہ میں فلانکا وکیل ہوں واسطے لیجانے اوسکی زوجہ یا اوسکے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیے کہ زید طلاق دے
اور غلام نے اوسکے آزاد کر دیا ہے تو ان گواہوں کی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا نہ دیا جاویگا بلکہ مقدمہ ملتوی رکھا جاویگا یہانتک کہ زید
حاضر ہو تو جب زید آویگا تو پھر گواہی دوبارہ لیجاویگی مسئلہ اگر وکیل بالخصومت اپنے موکل کیطرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار موکل
پر نافذ ہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح نہوگا امام ابی حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اگرچہ اقرار نزد
غیر قاضی ہو اور زفر اور شافعی کے نزدیک کسیطرح جائز نہیں اگر کسی عدل کو وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے کفیل سے تو یہ وکالت
جائز ہوگی اگر ایک شخص نے آن کر کہا کہ میں وکیل ہوں زید کا جو غائب ہی اوسکا قرض وصول کرنیکے لیے اور زید کے قرضدار نے اوسکی تصدیق کی
تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اوس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اوسنے اوس شخص کی جسنے اپنے تئیں وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر
زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہی پھیر لیگا اور اگر باقی نہو تو کچھ نہ پاویگا اور اس صورت میں جب وکیل مال لیتے وقت ضامن
ہوگیا ہو اوس بات کا کہ اگر زید میری وکالت کا انکار کریگا تو میں ضامن ہوں اس مال کا یا قرضدار نے مال اوسکو صرف اوسکے کہنے سے دیدیا ہو
اور اوسکی وکالت کی تصدیق نکی ہو اور اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ میں زید کیطرف سے اوسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہوں اور مودع یعنی جسکے پاس
ودیعت ہی اوسنے اوس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مودع کو امانت حوالے کر دینے کا حکم نہوگا اور اگر کوئی یوں کہے کہ مالک امانت مرگیا
اور اوسکا وارث میں ہوں اور وہ امانت میرے لیے میراث چھوڑ کر مرگیا اور تصدیق کرے اوسکی وہ شخص جسکے پاس امانت ہی تو اوسکو حکم
ہوگا کہ امانت اوس شخص کے سپرد کرے اور اگر کسی نے کہا مودع سے کہ میں نے امانت کو خرید لیا ہی مالک امانت سے اور مودع نے اوسکی تصدیق کی
تو اوسکو حکم دینے کا نہوگا زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین وصول کرنیکے لیے بکر سے جب عمرو نے دین کا طلب کیا بکر سے تو بکر نے اوسکے
جواب میں یہ کہا کہ زید یہ دین وصول کر چکا ہی اور گواہ میرے پاس نہیں تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دین عمرو کو ادا کرے تو جب زید حاضر ہو تو بکر
لیوے دین وصول کر چکنے کا تو اوس سے بکر قسم لیوے اور وکیل کو قسم نہ دیجاویگی اس بات پر کہ میں نہیں جانتا کہ موکل میرا اس دین کو وصول کر چکا ہی
اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اوس عیب کی بابت جو مبیع میں نکلا ہو اور مبیع واپس کر دے بعد اوسکے مشتری غائب ہوگیا
اب وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدتے وقت اس عیب پر رضامند ہوگیا تھا تو وکیل مبیع کو نہیں پھیر سکتا
یہانتک کہ مشتری قسم کھائے کہ میں راضی نہیں ہوا تھا اس عیب پر اور صاحبین کے نزدیک وکیل مبیع کو پھیر سکتا ہی اور بعضوں نے
کہا ہی کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسف کے یہ ہی کہ دونوں مسئلوں میں یعنی مسئلہ دین جو پہلے گذرا اور اس مسئلہ میں تاخیر چاہیے
یہانتک کہ قسم کر لیوے دائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دس روپے دیے کہ اسکو میرے اہل و عیال پر صرف کرنا اور
عمرو نے دس روپے اپنے پاس سے اہل و عیال پر خرچ کیے تو وہ دس روپے جو زید نے دیے تھے عمرو کے ہوجاویں گے اور بعضوں نے کہا ہی کہ
استحسان ہی و قیاس یہ چاہتا ہی کہ عمرو نے جو اپنے پاس سے صرف کیے ہیں وہ تبرعا ہو جاویں وجہ استحسان کی یہ ہی
وجہ خرچ کرنیکی ... کہ وکیل بالشرا کے ہی اور وکیل الشرا جو اسکی قیمت اپنے پاس سے دیوے موکل سے لے سکتا ہی اسیطرح یہان بھی حکم ہوگا

باب وکیل کے معزول کرنے کے بیان مین

موکل کو پہونچتا ہی کہ جب چاہے وکیل کو معزول کردیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہی کہ وکیل کو اوسکا علم ہوجاوے **ف** تو جبتک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل ہووے یعنی اوسکو ایک شخص عادل یا دو مستور الحال خبر عزل کی نہ سناوین تو جتنے تصرفات تمام وسکے کریگا موکل پر لازم ہوونگے ہدایہ **ص** اور باطل ہوجاتی ہی وکالت وکیل یا موکل کے مرجانے سے یا جنون مطبق کے یعنی پورے برس بھر مجنون رہا ہو **ف** اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا موکل کو تو وکالت اوسکی باطل ہوجاویگی اور ایک روایت مین ایک دن رات اونسے منقول ہی اور وہ جو متن مین ذکر کیا قول محمد کا ہی اور اسی مین احتیاط ہی کذا فی الاصل لیکن درمختار مین ہی کہ فتوی ایک مہینے کی مقدار پر ہی اور اسی کو صحیح کہا قہستانی اور باقلانی نے **ص** یا مرتد ہوکر دار الحرب مین چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ ادا ے زر کتابت سے عاجز ہوگیا یا دو شریکون نے ملکر ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونون شریک جدا ہوگئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اوسکو منع کردیا تصرفات سے تو ان سب صورتون مین بھی وکالت وکیل کی باطل ہوجاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالون کی خبر نہو اگر موکل نے جس کام کے لیے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کرلیا تب بھی وکالت باطل ہوگی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنیکے لیے پھر موکل نے اوسکو خود آزاد کردیا یا وکیل کیا اوسکو ایک عورت معینہ سے نکاح کردینے کا پھر موکل نے خود اوس سے نکاح کرلیا اور جدا بھی کردیا اوسکو تو بھی وکیل کو یہ نہین پہونچتا کہ پھر اوسکا نکاح موکل سے کردیوے **ف** اسواسطے کہ حاجت موکل کی پوری ہوچکی البتہ اگر وکیل نے اوس سے نکاح کرلیا اور نکاح کرکے اوسے جدا بھی کردیا تو اب اوسکو پہونچتا ہی کہ موکل سے نکاح اوسکا کردیوے ہدایہ

ص کتاب الدعوی

دعوی کہتے ہین خبر دینے کو ساتھہ ایک حق کے اپنے لیے غیر پر **ف** اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہین بلکہ تعریف جامع و مانع وہ ہی جو صاحب درمختار نے بیان کی ہی کہ دعوی ایک قول مقبول ہی نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہی اوس سے طلب ایک حق کا غیر پر یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اسمین دعوے دفع تعرض داخل ہوگیا صورت اسکی یون ہی کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض کرتا ہی مجھ سے ناحق اور مین چاہتا ہون کہ وہ دفع کرے تعرض کو تو قاضی اس دعوی کو سن سکتا ہی اور منع کریگا قاضی مدعی علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جب تک مدعی علیہ کے پاس کوئی حجت نہوگی باز رہیگا تعرض سے پھر جب پاویگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعوی قطع نزاع کے کہ وہ مسموع نہین صورت اوسکی یون ہی کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اسبات کا کہ اگر کوئی دعوی رکھتا ہی میرے اوپر تو کرے اوسکو ورنہ روبرو گواہون کے بری کردے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نکریگا واسطے دعوی کرنیکے کیونکہ دعوی حق اوسکا ہی جیسا کہ اوسی **ص** مدعی وہ ہی کہ اگر خصومت کو ترک کردے تو اوسپر جبر نکرین اور مدعی علیہ وہ ہی کہ جو جبر کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعوی کے مدعی کی تفسیر یون چاہیے کہ مدعی وہ ہی جو خبر دیتا ہی اپنے حق کی غیر پر تو یہ تفسیر دوسری تفسیر ہو ذکر کیا ہی اسکو بعض مشایخ نے اور بعضون نے کہا ہی کہ مدعی وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھہ اوس امر کے جو غیر ظاہر ہو کہ وہ ایک امر حادث ہی **ف** یعنی وہ دعوی کرتا ہی ملک کی ایک شی کا حالانکہ وہ شی اوسکے قبضے مین نہین ہی بلکہ قبضے مین مدعی علیہ کے ہی اور یہ امر خلاف ظاہر ہی کہ شی مالک کے قبضے مین ہوتی **ص** اور مدعی علیہ وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھہ اوس امر کے کہ وہ ظاہر ہی یعنی عدم اصلی کا **ف** یعنی ظاہر یہی ہی کہ شی اوسی کی ہی جسکے قبضے مین ہی اور مدعی علیہ یہی کہتا ہی **ص** لیکن باعتبار شناخت

مدعی اور مدعی علیہ میں معنی کا ہے نہ ظاہر کا یہانتک کہ اگر مودَع نے دعوی کیا رد ودیعت کا طرف مودِع کے تو وہ ظاہر میں مدعی ہے
لیکن حقیقت میں مدعی علیہ ہے کیونکہ انکار کرتا ہے ضمان کا ف یعنی مودَع کی جسکے پاس امانت تھی رد ودیعت کے دعوی سے
یہ ہے کہ دستبردار اون مال امانت کا لازم نہ آوے تو ظاہر میں اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ رد ودیعت کا مدعی مودَع ہے اور مودِع مدعی علیہ ہے
لیکن یہاں چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہے اور حقیقت میں منکر ضمان کا مودَع ہے تو اوسی کو مدعی علیہ قرار دیا گیا اسواسطے کہ منکر کو مدعی علیہ
کہتے ہیں تو قول اوسی کا قسم سے معتبر ہوگا ہدایہ ص اور دعوی کی صحت کے لیے شرط ہیں ف رکن دعوی یہ ہے کہ نسبت کرنا حق کی طرف
اپنے اگر اصالتاً دعوی ہووے یا اپنے موکل کی طرف اگر وکالتاً ہو اور اہل دعوی وہ شخص ہے جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے ورنہ جائز ہوگا
اور شروط دعوی یہ ہیں کہ مجلس قضا ہو اور مدعی علیہ حاضر ہووے اسواسطے کہ قضا علی الغائب نہیں ہوسکتی اور آیا مدعی علیہ کو حاضر کرنا
اوسی وقت چاہیے جب کوئی دعوی کرے تو جواب دیکھا یہ ہے کہ اگر مدعی علیہ شہر میں ہووے یا اسی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا میں آکر
پھر رات کو اپنے مکان میں رہ سکتا ہے تو بمجرد دعوی طلب کرے مدعی علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جب تک مدعی وجہ ثبوت لیجاوے
مدعی علیہ کو طلب نکرے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلف لیا جاوے مدعی سے اپنے دعوی کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرے تو طلب کرے مدعی علیہ کو ورنہ
اوسکو اپنی مجلس سے نکالدے طحطاوی کہا شلبی نے اور ہمارے زمانے میں قاضیون کا یہ حال ہے کہ جب اونکے پاس کوئی شخص آکر دعوی
کرتا ہے تو وہ طلب کرلیتے ہیں مدعی علیہ کو بغیر اس بات کے کہ استفسار کریں مدعی سے کیفیت اوسکے دعوی کی اور تمیز کرلیویں صحت دعوی کو
اوسکے فساد سے اور یہ غفلت ہے اون قاضیوں کی یا جہل ہے ان مسائل سے انتہی ص ایک یہ کہ جس چیز کا دعوی ہو اوسکی جنس
اور مقدار بیان کرے ف جنس یعنی اوسکی قسم کہ شی مدعی دراہم ہیں یا دنانیر یا گیہوں ہیں یا چاول اور مقدار اوسکی کہ سو درہم ہیں
یا سو دینار یا سو کیسوں گیہوں یا چاول ہیں اور اوسکا بیان صفت بھی ضرور ہے کہ وہ دراہم کیسے ہیں حمدیاردی کہا طحطاوی نے جسوقت اوس
شہر میں کئی طرح کے دراہم یا دنانیر چلتے ہوں تو بیان وصف یعنی فلاں قسم کے دراہم کا میں دعوی کرتا ہوں ضرور ہے اور اگر شہر میں ایک ہی
طرح کے دراہم چلتے ہوں تو بیان جنس و قدر کافی ہے بیان وصف کی کچھ حاجت نہیں ص اور یہ شرط دعوی دین میں ہے اور جو دعوی کسی
شی معین کا ہووے تو اگر وہ شی حاضر ہو اوسکی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری ملک ہے اور اگر غائب ہووے تو اوسکا وصف بیان کرنا اور اوسکی
قیمت ذکر کرنا ضرور ہے دوسری یہ کہ اگر دعوی شی معین کا ہووے تو مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہے کہ وہ شی مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے اور جو وہ شی
منقول ہو تو لفظ ناحق بھی کہے ف ناحق کی قید اسواسطے لگائی کہ کبھی تو وہ شی ہے غیر مالک کے پاس بسبب حق کے جیسے شی مرہون مرتہن
پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ ندینے ثمن کے کذا فی الاصل ص اور دعوی عقار میں ف عقار بالفتح شی غیر منقول کو کہتے ہیں
اصطلاح فقہا میں جیسے باغ زمین مکان وغیرہ ص قابض ہونا مدعی علیہ کا ثابت نہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے ف
یعنی اگر مدعی اور مدعی علیہ باہم متفق ہوجاویں اس بات پر کہ اس مکان یا زمین کا قابض مدعی علیہ ہے تو قبضہ اوسکا ثابت ہوگا کیونکہ
احتمال ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ دونوں نے حیلہ کیا ہو پرایا مال لینے کا اسطرح پر کہ دونوں تصدیق کریں قبضہ مدعی علیہ کی حالانکہ وہ شی
شخص ثالث کے قبضہ میں ہے تو قاضی حکم کردے ملک مدعی کا بر خلاف شی منقول کے کہ اوسمیں قبضہ کا مشاہدہ اور معاینہ ہوجاتا ہے تو
صرف تصادق متخاصمین کافی ہے ثبوت قبضہ مدعی علیہ کے لیے کذا فی الاصل باختصار در مختار میں ہے کہ دعوی غصب عقار اور دعوی
شراء عقار میں کچھ حاجت قائم کرنے شہود کی نہیں اس بات پر کہ وہ عقار قبضہ میں مدعی علیہ کے ہے کیونکہ دعوی غصب اور شرا جیسے صحیح ہے قابض پر

ویسے ہی غیر قابضوں کے خلاف دعوی ملک مطلق کے **ص** تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی یہ کہے کہ مین اوسکو طلب کرتا ہون مدعی علیہ سے تو اگر وہ شی منقول مدعی علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اوسکو حکم ہوگا حاضر کریگا اوس شی کو مجلس قضا مین تا مدعی اپنے دعوی مین اوسکی طرف اشارہ کرے ایسے ہی حال ہے گواہوں کی گواہی دینے اور مدعی علیہ کے قسم کھانے مین یعنی شی کا حاضر کرانا چاہیئے تاکہ گواہ اپنی گواہی مین اور مدعی علیہ قسم میں اوسکی طرف اشارہ کریں اور اگر شی کا حاضر کرنا مجلس قضا مین متعذر ہووے **ف** بسبب اوسکے ہلاک ہو جانے یا غائب ہو جانے کے **ص** تو مدعی اوسکی قیمت ذکر کر دیوے **ف** اور اگر باوجود باقی ہونے اوسکے کے حاضر کرنا اوسکا مجلس قضا مین دشوار ہو جیسے چکی یا انبوہ غلہ کا یا گلہ بکریوں کا تو قاضی یا نائب امین مدعی کے ساتھ کر دیوے کہ اوسکے ساتھ جاکر مدعی اوس شی کی طرف اشارہ کر دیوے اور جس صورت میں وہ شی ہلاک ہوگئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہے تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اوسکے مین اور نر کو اور انوثت کا ضرور نہیں اگرچہ جانور ہلاک ہوگیا ہو مدعی علیہ پاس اور نہ دعوی غصب اموال مین اور اسی طرح دعوی شی مرہون مین بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہیں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہیں جانتا ملکہ قول غاصب در مرتہن کا اوسکی قیمت مین حلف سے معتبر ہوگا البتہ دعوی سرقہ مین اگرچہ وہ شی حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہے تا نصاب کی کیفیت معلوم ہووے **فائدہ** دعوی شی مجہول القیمت پر حلف نہیں لیا جاتا مگر چند جگہ دعوی شی مغصوب دعوی شی مرہون دعوی شی امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقف کو متہم بخیانت کرے دعوی تحریر وفتاوی شادی **مسئلہ** اگر مدعی نے بہت سی چیزون کا جنکی جنس اور نوع مختلف ہے دعوی کیا تو کل کی قیمت ذکر کر دینا کافی ہے اگرچہ ہر ہر چیز کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کرے اور مراد بھی اوسکے تفصیل ہر شے کے قیمت پر اور حلف دیا جاویگا اوسکے مدعی علیہ کو کل مال پر ایک ہی بار اگر انکار کریگا اور اقرار کریگا یا نکول کریگا تو اوسکے بیان پر جبر کیا جاویگا شامی وطحطاوی **ص** عقار کے دعوی میں یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اوسکے حدود بیان کرے یعنی چارون حدین یا تین حدیں اور اون حدوں کے مالکوں کا نام اور اونکے باپ اور دادا کا نام بھی بیان کرے **ف** حدود کا بیان کرنا شرط ہے دعوی عقار مین نزدیک امام ابو حنیفہ کے اگرچہ وہ عقار مشہور ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر مشہور ہووے تو حدود کا ذکر شرط نہیں پھر بیان کرنا تین حدود کا کافی ہے نزدیک ہمارے کیونکہ جب تین حدین ظاہر ہوئیں تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہے اور زفر کے نزدیک چارون حدوں کا بیان ضرور ہے اور یہی قول ہے ایمہ ثلثہ کا اور اسی پر فتوی ہے اور اصحاب مالکین حدود کی نسبت دادا تک شرط ہے امام اعظم کے قول میں لیکن اگر مالک حدود شخص مشہور ہے تو فقط اوسی کا نام ذکر کر دینا کافی ہے اور گھر کے دعوی مین یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اوس شہر کا نام اور اوس محلے کا نام اور اوس گلی کا نام جہاں پر وہ گھر ہے بیان کرے یہ سب شرائط دعوی مین کے ہین لیکن دعوی دین مین فقط ذکر جنس قدر کا ضرور ہے اور ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر وہ چیز وزنی ہو جیسے سونا چاندی تو اوسکی صفت بھی کہ کھری ہے یا کھوٹی بیان کرنا ضرور ہے اور اوسکی نوع کا بھی ذکر ضرور ہے مثلاً سکہ بخارا کا ہے یا نیشاپور کا کذا فی الاصل مع زیادہ **ص** جب دعوی مدعی کا صحیح ہو جاوے **ف** یعنی ہر قسم کے دعوی مین جو اوسکے شرائط ہین سب پائے جاوین تو اگر مدعی درخواست کرے **ص** تو قاضی مدعی علیہ سے سوال کرے اوس دعوی سے **ف** یعنی یوں کہے کہ فلان شخص نے تیرے اوپر یہ دعوی کیا ہے تو تو کیا جواب دیتا ہے اور اگر دعوی کی صحت سے سوا تو طلب مدعی علیہ کی اور سوال کرنا اوس سے کچھ ضرور نہیں بلکہ دعوی کو خارج کر دیو درمختار

ص تو اگر مدعی علیہ اقرار کرے دعوی مدعی کا یا انکار کرے تو مدعی سے بینہ طلب کرے اگر مدعی وہ ثبوت پیش کر دیوے تو قاضی حکم کر دیوے مدعی علیہ پر **ف** بغیر طلب مدعی کے اور اگر مدعی علیہ کہے کہ میں مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری ہوتی ہو اور جو روز ہوتی ہو تو ایک دن کی دینا چاہیے اور اگر تین دن کی دیگا تب بھی جائز ہے پھر اگر اوس مدت میں مدعی کا بینہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اوسپر حکم کر دیگا کذا فی در مختار و شرحہ للطحطاوی

ص اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں نہ ثبوت کے اور صورت درخواست مدعی قاضی مدعی علیہ سے قسم لیوے **ف** اسواسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اگر لوگ دیئے جاتے صرف اپنے دعوی سے البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خونوں کا اور مالوں کا دعوی کرتے لیکن قسم ہے مدعی علیہ پر اور روایت کیا بیہقی نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اوس میں یہ لفظ ہے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر اور روایت کی بخاری اور مسلم نے وائل بن حجر سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پاس تو حضرمی نے یہ دعوی کیا کہ یا رسول اللہ اسنے میری زمین لے لی ہے تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہے مدعی کا اوسمیں کچھ حق نہیں تو فرمایا حضرت نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہیں کہا اوسنے کہ نہیں فرمایا آپنے پس تیرے لیے قسم اوسکی ہے کہا اوسنے یا رسول اللہ کندی مرد فاسق ہے وہ پرواہ نہیں کرتا قسم کی فرمایا آپنے نہیں ہے تیرے لیے کچھ سوا قسم کے تو چلا کندی قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ اگر حلف کریگا مدعی کے مال پر تاکہ کھاوے اوسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالی سے اور اللہ اوس سے منہ پھیر لیگا اور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثوں میں مروی ہیں بلکہ بعضوں نے اسکو متواتر کہا ہے روایت کی مسلم نے ابی امامہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جسنے کا ناحق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو بیشک واجب کیا اللہ تعالی نے اوسکے لیے جہنم کو اور حرام کیا اوسپر جنت کو تو کہا آپ سے ایک شخص نے یا رسول اللہ اگرچہ وہ تھوڑی سی چیز ہو فرمایا آپ نے اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی فائدہ اگر مدعی علیہ نے کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ قید کیا جاویگا تاکہ اقرار کرے یا انکار کرے اسی طرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اوسکی زبان میں در مختار مسائل اجماع کیا ہے فقہا نے بلا طلب قسم دلانے پر اوس شخص کو جو میت پر دعوی دین کرے صورت اوسکے قسم دلانے کی یہ ہے کہ قاضی اوسکو یوں قسم دیوے کہ قسم اللہ کی میں نے اپنا حق مدیون میت سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اوسکی طرف سے مجکو ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی اور نے اوسپر قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ میں نے اوسکو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے اوسکا کسی پر حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اوسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی من البحر **ص** تو اگر مدعی علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانے سے انکار کیا مثلاً کہا میں قسم نہیں کھاؤنگا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے **ف** یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اوسکا نکول ہوگا **ص** اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے نکول پر تو صحیح ہے اور احتیاط اسمیں ہے کہ قاضی قسم کے واسطے تین بار مدعی علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار میں بھی مدعی علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے **ف** نکول کہتے ہیں قسم سے انکار کرنے کو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے کیا معنی مدعی کا مقدمہ جتا دیوے اور کل مدعی مدعی علیہ پر لازم کر دے **ص** اور مدعی سے قسم نہ لیوے اور شافعی کہتے

نزدیک صرف نکول سے مدعی علیہ کے اوپر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہو جب مدعی حلف کریگا تو حکم کر دیا جاویگا مال کا مدعی علیہ پر اور ہمارے نزدیک بدعت ہو اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہ نے اور یہ مخالف ہو حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہو احمد اور مالک اور شافعی کہتے ہین یعنی ائمہ ثلثہ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہووے تو مدعی سے قسم لیکر حکم کرینگے مال کا مدعی علیہ پر اور قسم اوسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظم نے دونوں مسألون مین خلاف کیا ہے یعنی ابو حنیفہ نے اسواسطے کہ اونکے نزدیک مدعی سے کسی حال مین قسم نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہو مدعی علیہ کے ساتھ بجہت حدیث مشہور بلکہ متواتر ہوا اور وہ یہ ہے کہ فرمایا حضرت نے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ یعنی جنس قسم منکر پر ہو اور الف لام اسمین ہین واسطے استغراق جنس کے ہو یعنی تمام قسمین مدعی علیہ پر ہین تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم متعین ہو مدعی علیہ پر اور دلیل لاتے ہین اس حدیث سے جسکو روایت کیا احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی اور طحاوی نے عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی سے انھوں نے امام جعفر صادق سے انھون نے اپنے باپ محمد باقر سے انھوں نے جابر سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو ثوری اور مالک وغیرہ نے امام محمد باقر سے مرسلاً اور یہی اصح ہو اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے محمد باقر سے انھوں نے حضرت علی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم مدعی اور یہ منقطع ہو کہا دارقطنی نے علل مین کہ جعفر صادق نے کبھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا اور کہا شافعی نے اور بیہقی نے کہ عبد الوہاب نے وصل کیا اوسکو اور وہ ثقہ ہو مین کہتا ہون کہ ذہبی نے اوسکو ضعیف کیا اور کہا کہ مختلط ہو گیا تھا آخر عمر مین اور مالک اور ثوری کی روایت مرسلاً اگرچہ صحیح ہو لیکن حدیث مرسل شافعی کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہو اور روایت کیا ابو داؤد اور طحاوی نے ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور منکر کہا اوسکو طحاوی نے اسواسطے کہ روایت کیا اوسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے اور اوسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہین جانتے اور روایت کی شافعی اور اصحاب سنن اور ابن حبان نے ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہو لیکن روایت کیا اس حدیث کو سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے اور سنا اوسے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے پھر بھول گیا حافظہ ابی سہیل کا اور کہتے تھے ابو سہیل کہ ربیعہ کہتے ہین کہ مین نے سنا وسے حدیث بیان کی ابو ہریرہ کی کہا طحاوی نے نقلاً عن العینی کہ سہیل راوی اس حدیث کا منکر ہوا اوسکی روایت کا تو حدیث کو حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اصلی راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث کے ضعیف ہین جواب امام صاحب کا اس حدیث سے بچند وجوہ ہو اولاً اسطرح کہ یہ حدیث طرق اسکے سب ضعیف ہین رد کیا ہو اوسکو نقاد فن حدیث یحیی بن معین نے ثانیاً یہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے مخالف ہو نص صریح کلام اللہ کے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ الآیۃ یعنی گواہ کرو تم دو مردون کو اپنے مین سے تو اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین ثالثاً مخالف ہو یہ حدیث اوس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر حصر کر دیا ہو اوسمین جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعی علیہ پر بالعکس اس حدیث مین کہ ایک اتفاق ہو اور یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محتمل احتمال ہو کہ شاید یہ حکم مخصوص جناب رسالت سے یا اوسی شخص سے جیسا کہ حضرت نے کر دیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتوں کے اور خاص ہو یہ امر خزیمہ سے بالاتفاق

علما آور لعادیث اور آثار ہمارے قول میں عام تو واضح ہوگی ترجیح اوسکی اس حدیث پر خامسا بصورت تسلیم صحیح اس حدیث
کے یہ ہو سکتے ہیں کہ حضرت نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجود اسکے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اوسپر بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعی علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعا علیہ ہے نہ یمین مدعی ثالثا
یہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضرت نے اوسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے
رکھا اور یہ حکم اوسکی خصوصیات میں سے ہے رابعا یہ کہ الف ولام قضی بالیمین مع الشاہد میں عہد کا ہووے اور مراد حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مراد ہے اسی طرح سے الیمین سے
یمین معہود یعنی یمین مدعی علیہ خامسا یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کا کہے کیونکہ اشہد الفاظ
یمین میں سے ہے سادسا یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف سوا اہل مدینہ سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین میں اور یہ دلیل قاطع ہے اس
حدیث کے متروک یا ماوّل ہونے پر سابعا یہ کہ استدلال امام شافعی اور ائمہ ثلثہ کا بابت اثبات مسائل کے اس سے تمام نہیں
ہوتا کیونکہ مذہب ونکا رد شہادت ہے مدعی پر بعد نکول مدعی علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش کیا ہو اور یہ مخالف ہے
اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اوس مسئلہ کے اثبات کی یہ دلیل نہیں بلکہ روایت کی دارقطنی نے ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا قسم کو اوپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب دے سکتا ہے کہ قطع نظر اسکے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل اتفاقیہ ہے دوسرے
یہ احتمال ہے کہ بیان اوسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہووے اسناد اوسکی نہایت ضعیف ہے تصریح کی اوسکی سب محدثین نے فتلک
عشرۃ کاملۃ هکذا ینبغی تحقیق المقام ویاد کرنا کفایۃ لاولی الافہام استدلال عجیب امام
مالک نے موطا میں لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہیں بسبب قول اللہ تعالی کے فان لم یکونا رجلین
الآیۃ تو حجت اون لوگوں پر یہ ہے کہ آیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک شخص پر مال کا پس حلف لیا جاتا مدعی علیہ
سے تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہو جاتا ہے اوسکا یہ حق اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف دلاتے ہیں صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہے کہ نہیں ہے
اختلاف اوسمیں کسی کا لوگوں میں سے اور نہ کسی شہر میں شہروں میں سے تو کس دلیل سے نکالا ہے اوسکو اور کس کتاب اللہ میں
پایا اوسکو تو جب اس امر کا اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہیں ہے یہ کتاب اللہ میں اتنی بات ختم ہوئی
میں کہتا ہوں کہ یہ استدلال عجیب ہے امام مالک سے کیونکہ ثبوت حلف مدعی علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے
موجود ہے بلکہ اوسپر اجماع ہے مجتہدین کا تو یہ کہنا کہ کس دلیل سے نکالا ہے اسکو بعید ہے صواب سے اور اگر مراد اونکی رد یمین ہے اولا
سے حلف مدعی علیہ سے حلف مدعی در صورت نکول مدعی علیہ ہے تو اوسکو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلاد و امصار کا قرار دینا
خلاف واقع اور غیر مسلم ہے بالخصوص جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہیں جانتے ہیں وہ کب کہتے ہیں کہ قسم رد کی جاوے گی
مدعی پر تو مطابقت ان دونوں امروں میں غیر ثابت اور بے دلیل ہے اور شاید کہ امام مالک کی اس عبارت کا مطلب
کچھ اور ہووے کہ وہ ہمارے فہم ناقص میں نہ آیا ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ ص اور نہیں قسم لی جاتی ہے امام صاحب کے
نزدیک سکوت سے نکاح اور رجعت اندر عدت میں اور مدت ایلاء کے اندر رجوع کرنے میں اور ام ولد ہونے میں اور غلام ہونے
میں اور نسب میں اور ولاء میں برخلاف صاحبین کے ف اصل کتاب میں صورتیں ان مسائل کی یوں مذکور ہیں کہ

بیان استدلال امام مالک

ایک شخص نے دعوی کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اسکا الٹا ہو یعنی عورت مدعی نکاح کی ہووے اور مرد انکار کرے یا دعوی
کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گذر جانے عدت کے کہ مین نے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا
اسکا الٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد گذر جانے مدت ایلا کے کہ مین نے رجوع کیا تھا ایلا سے قبل مدت کے اور انکار
کیا عورت نے یا اسکا الٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہے یا اسکا الٹا ہوا یا جھگڑا کیا
دونوں نے آزادی کی ولا یا ولاء موالاۃ مین اسی طور پر یا دعوی کیا لونڈی نے اپنے مولی پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی
مولی سے اور دعوی کیا تھا اوسکا مولی نے اور مر گیا ہو ولد اور اسکا الٹا میان نہین ہو سکتا کیونکہ مولی نے اگر دعوی
کیا کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ ام ولد ہو جاویگی صرف اوسکے اقرار سے اسمین اوس لونڈی کے انکار کی طرف التفات ہوگا
دلیلین امام صاحب اور صاحبین کی مذکور ہیں اصل مین لیکن صحیح و مختار یہ ہے کہ ان ساتون چیزون میں قسم لی جاویگی
و مختار اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ فتوی قول صاحبین پر ہے مسائل النکاح مین کذا فی الاصل ص اور نہین قسم لیجاویگی
حد اور لعان میں ف جیسے حد زنا اور حد قذف میں صورت حد کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا دوسرے پر کہ تو نے
مجکو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجہیر حد لازم ہے اور مدعی علیہ نے انکار کیا تو اوسپر قسم نہ اویگی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ
ہے کہ عورت نے دعوی کیا خاوند پر کہ تو نے مجکو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجہیر لعان واجب ہے اور مرد نے انکار کیا تو اوسکو قسم
نہ دلائی جاویگی کذا فی الاصل ص اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا تو اوس سے قسم لی جاوے مال کے لیے تو اگر
اوسنے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ نکول ایسی دلیل ہے جسمین شبہہ ہے تو مال اوس سے لازم ہوگا
نہ حد اسی طرح خاوند کو قسم دلائی جاویگی اگر عورت نے دعوی کیا اوسکے طلاق دینے کا قبل دخول کے اسواسطے کہ طلاق
مین بالاجماع قسم لیجاتی ہے تو اگر مرد نکول کریگا ضمان دیگا صورت مذکورہ مین عورت کے نصف مہر کا اسیطرح نکاح مین جب
عورت دعوی کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو قسم لیجاویگی اوس سے اور اگر نکول کریگا تو مال اوسپر لازم ہوگا
اور عورت اوسپر حلال ہوگی نکول سے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اسی طرح نسب مین جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا دعوی
کرے جیسے میراث یا نفقہ کا اور سوا ان دونون کا مثل حجر لقیط اور امتناع رجوع کا ہبہ مین ف یا حضانت کا یا
عتق کا بسبب ملک کے یا ہبہ مین رجوع نہ ہو سکنے کا شامی ص تو مدعی علیہ سے حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ
حق ثابت ہو جاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحب کے اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اوس سے حلف لیا جاویگا اجماعا تو اگر نکول
کریگا قصاص بالنفس مین ف قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بارے میں اسکا قتل واجب ہو اور قصاص بالاطراف یہ کہ
مدعی علیہ کسی کے ہاتھ یا پاؤن کاٹ ڈالے اور مدعی اسکا عوض چاہتا ہے کہ مدعی علیہ کے بھی ہاتھ یا پاؤن کاٹے جاویں
ص تو قید کیا جاویگا مدعی علیہ یہان تک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کریگا قصاص بالاطراف مین تو صرف اوسکے
نکول سے اوس سے قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک قصاص بالنفس مین مجرد نکول سے دیت
لازم ہوگی قاتل پر اور اسیطرح قصاص بالاطراف از ترک [illegible] ف اور فتوی امام کے قول پر ہے ص مدعی نے
کہا میرے گواہ حاضر ہیں ق یعنی شہر مین یہان تک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا میرے گواہ [illegible]

غائب ہیں تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اور ضمانت نہ لیجاویگی **ھ** اور پھر قسم طلب کی مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے
قسم نہ لیجاویگی بلکہ اوس سے حاضر ضمانت لیجاویگی تین روز کی **ف** لیکن شرط ہے کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ہو کہ بھاگ جانے کا
خوف بھاگ جانے کا ہووے اگرچہ مدعی علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت **ھ** تو اگر مدعی علیہ ضمانت دینے سے انکار
کرے تو خود مدعی یا امین اوسکا مدعی علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک کہ مدعی علیہ غائب نہ ہو جاوے
یہ صورت جب ہے کہ مدعی علیہ مقیم ہو اوس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اوس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری تک لیجاویگی اور اگر
ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اوسکے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ میں گواہ لایا تو بہتر ہے ورنہ قاضی
اوس سے حلف لے لیوے یا اوسکو چھوڑ دیوے **ف مسائل لاحقیہ** اگر مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کر لیا اس
امر پر کہ مدعی علیہ قاضی کے سوا اور کہیں قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جاوے تو یہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے جب طالب
مدعی تو اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعی علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لیا جاوے اس پر کہ وہ اپنے
دعوی میں سچا ہے یا گواہ اوسکے سچے ہیں تو قاضی اوسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے **فائدہ** طریق قضا کے تین ہیں ایک اقرار
مدعی علیہ دوسرے برہان مدعی تیسرے نکول مدعی علیہ تو قاضی کو چاہیے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوویں اور وہ طلب کرے
قسم کو مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے کہے واسطے قسم کرنیکے اگر وہ قسم کھا لیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اسپر مال کا حکم کرے
یہ کہ قبل مدعی علیہ کے حلف یا نکول کرنیکے اسطرح فیصلہ کر دیوے کہ مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ دعوے
مال لایا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہیں وہ یہ امر باطل ہے اور اوس سے یا عملت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہیے
قاضی کے سامنے مدعی علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اوسپر نکول سے حکم کر دیا مال کا بعد اوسکے مدعی علیہ مستعد ہوا حلف پر
تو اب کچھ سماعت اوسکی نہ ہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میرے
پاس گواہ نہیں ہیں یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاوینگے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعی علیہ سے
حلف لے سکتے ہیں نیابۃ اور حلف نہیں کر سکتے نیابۃ اپنے فعل پر آدمی سے قسم لیجاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جسطرح
مدعی کہتا ہے اوسطرح نہیں ہے اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ میں نہیں جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعوی کیا دین یا عین کا
وارث پر ترکہ میں لیکن قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہے یا مدعی نے اوسکی میراث ہونیکا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعی علیہ اوسکی میراث
ہونے پر گواہ لایا تو مدعی علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لیجاوے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دین آتا تھا مورث پر اگر
مدعی نے دعوی کیا دین کا مدعی علیہ پر اور ثابت کیا اوسکو برہان سے بعد اوسکے مدعی علیہ نے جواب دیا کہ میں یہ دین مدعی کو
پھیر چکا ہوں تو مدعی علیہ سے گواہ ادائے دین کے لیے جاوینگے اسیطرح اگر دعوی کرے مدعی کے معاف کر دینے کا اگر مدعی علیہ
کے پاس گواہ نہ ہوں ایصال دین یا ابراء دین کے اور طالب ہو قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لیجاویگی اگر مدعی قسم کر لے
تو مال لایا جاویگا مدعی علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعی علیہ پر مال لازم نہ ہوگا اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپیہ کی
پر اور دوسرے نے اوسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدعیوں نے ایصال میں کا دعوی کیا ایکبارگی دینگا اور گواہوں نے
ادائے متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اگر وارثوں نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے

صورت کی ہو کبھی مرد و عورت نے بعد اوسکے زوجہ نے گواہ قائم کیے نکاح اور مہر پر اب دریافت کرنے لگے کہ ہمارے صورت نے اوسکو طلاق دیا تھا یا ابتدا مہر لیا تھا مہر سے تو یہ قول زوجوں کا مسموع ہوگا اسواسطے کہ مہر کی حالت پر قول اول کا تکیہ ہے درمختار

باب کیفیت حلف کے بیان میں

ص قسم لیجاوے اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے **ف** تو اگر قسم کھاوینگا قرآن یا ماں باپ یا پیغمبر اور ولی یا شہید کے نام سے یا کعبے کی تو اوسپر احکام قسم کے مرتب نہ ہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھکر قسم کھاوینگا تو شرک ہوجاویگا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا اور کسی اوسکے اسمائے متبرکہ سے جیسے رحمن الرحیم قادر ذوالجلال اوسکی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہو جیسے عزت اور جلال اللہ اور کبریا اور عظمت اللہ قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی شامی روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تمکو منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپوں کی سو جو شخص تم میں سے قسم کھانیوالا ہو سو چاہیے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کی بخاری مسلم نے ابوہریرہ سے کہ جسنے اپنے حلف میں کہا قسم ہے لات اور عزیٰ کی تو چاہیے کہ کلمہ توحید پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ کہا شیخ عبد الحق نے شرح مشکوٰۃ میں کہ اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم نہیں ہے تو اوس سے کافر نہیں ہوتا لیکن استغفار چاہیے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہے یعنی اوس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور مرتد ہوگیا واجب ہے کہ توبہ کرے اوس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کی ابوداود نے ابوہریرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مت قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنی ماؤں کی اور بتوں کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کی ترمذی نے ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو اوسنے شرک کیا **ص** اور قسم ہوگی طلاق اور عتاق سے **ف** یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعی علیہ سے یوں قسم لیجاوے کہ اگر مدعی کا دعوی سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اوس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہ ہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہے کذا فی الکافیہ **ص** اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے میں مدعی الحاح اور زاری کرے تو قاضی کو جائز ہے کہ مدعی علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیوے **ف** یعنی قاضی کو ایسی قسم لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بحکم جمہور اور اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق کا حرام ہے تو اگر مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اوسکی تعمیل کیسے درست ہوگی اسی کو اختیار کیا ہے صاحب درمختار اور فقہائے معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمین ظاہر نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعی علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اوسکے نکول سے اوسپر مال لازم نہ کیا جاویگا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہانے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعی علیہ مال اوسپر لازم کیا جاوے درمختار اور شامی نے نقل کیا درالبحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہیں تو وہ وقت طلب حلف قسم سے انکار کرکے مال کا اقرار کر لیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہیں مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدمائے فقہ سے بلکہ متون میں اسکی ممانعت لکھی ہے تو جواز اسکا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہائے متاخرین کا ہے جنکی تقلید ضروری نہیں علی الخصوص جب کہ مخالف احادیث اور حرام ہووے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے **ص** اور سخت کرسکتا ہے قاضی قسم کو خدا کی اوصاف ذکر کرنے سے مثلاً کہے قسم اوس اللہ کی حالت اسے بجز جسکے کوئی اللہ بادشاہ ہے زندہ ہے کبھی اوسکو موت اور فنا نہیں اور مثل اسکے **ف**

ہدایہ میں اسکی مثال یون لکھی ہو کہ قاضی کہے مدعی علیہ سے کہ تو قسم کھا خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہو نہان اور ظاہر کا وہ رحمٰن رحیم ہو جو جانتا ہو
ویسی چیز کو جیسے جانتا ہو کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے اوپر یہ مال نہیں ہو اور نہ اوس میں سے کچھ اتنی اور قاضی کو یہ پہنچتا ہو کہ تاکید کرے قسم کی
اس سے زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہو جاوے اسواسطے کہ استحقاق اوسپر صرف ایک قسم کا ہو اور بعضون نے
کہا ہو کہ جو شخص کہ نیکبخت دیندار مشہور ہو اوسپر تاکید قسم کی حاجت نہیں البتہ جو ایسا نہو اوسپر قسم سخت کرے اور بعضوں نے کہا ہو کہ اگر مال
قلیل ہو تو تغلیظ قسم کی حاجت نہیں البتہ اگر مال خطیر کا دعوی ہو تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعی علیہ کو اللہ تعالیٰ کی
قسم دی اور اوسنے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلوب تو اللہ کی قسم سے ہو اور وہ حاصل ہو گیا
در مختار عن الزیلعی **ص** اور ہوگی تاکید قسم کی اسطرح یعنی زمان اور مکان سے **ف** تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے
دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت المقدس میں قسم لیوے تو در مختار میں ہو کہ یہ تغلیظ مستحب نہیں ہو قاضی کو تو جائز ہو کہ اگر کرے
تو مباح ہو لیکن نقل کیا شامی نے محیط سے کہ نہیں جائز ہو تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے **ص** اور امام شافعی کے نزدیک تغلیظ قسم
کی چاہیے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کے اور مکان سے جیسے جامع مسجد میں نزدیک منبر کے اور یہودی کو یوں حلف
دلاوینگے کہ قسم ہو اوس خدا کی کہ جسنے اوتارا توریت کو موسیٰ علیہ السلام پر اور نصرانی کو اسطرح کہ قسم ہو اوس خدا کی جسنے اوتارا انجیل کو
عیسیٰ علیہ السلام پر اور مجوسی کو اسطرح کہ قسم خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور بت پرست کو قسم خدا کی دلاوینگے **ف** کیونکہ سب بت
پرست اقرار کرتے ہیں وجود خدا تعالیٰ کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ
یعنی اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو البتہ کہینگے کہ خدا نے پیدا کیا اور پارسی سے اور ہندو سے آگ کی اور گنگا کی قسم
نہ لیوے کیونکہ تحلیف بغیر خدا جائز نہیں ہو بلکہ یون کہے کہ قسم اوس خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو در مختار میں ہو کہ فرقہ دہریہ جو قائل
نہیں خدا سے عز و جل کے بلکہ انکار کرتے ہیں خدا سے تو اون سے کس چیز کی قسم لیجاویگی یہ امر معلوم نہیں ہوا مترجم کہتا ہو کہ اون سے دہر کی
قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی منجملہ اسماے الٰہی ہو حدیث شریف میں ہو کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں دہر ہوں اور آدمی برا کہتا ہو دہر کو
اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لے تو کافی ہو جاویگا در مختار میں ہو کہ اگر مدعی علیہ گونگا ہو تو اوسکو حلف
دینے کا یہ طریقہ ہو کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجھپر عہد ہو خدا کا اور اوسکا میثاق کہ اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو
وہ حالف ہو جاویگا اور اگر بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اوسکا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہو تو اوسکو اشارہ سے
قسم دیوے اور اگر گونگا اور بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اوسکا باپ قسم کھاوے یا اوسکا وصی یا اگر باپ اور وصی نہووے تو قاضی نے جس شخص کو
اوسکے قائم مقام کیا ہو وہ حلف کرے طحطاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بالغیر ہو یا یقین پر قطع پر اسکو تحریر کرنا چاہیے مترجم
معلوم کر کہ یہ قول مخالف ہو ماتقدم کے کہ نیابت استحلاف میں جاری ہوتی ہو حلف میں نہیں **ص** اور نہ حلف دیے جاوینگے
یہ لوگ **ف** یعنی یہود اور نصاری اور بت پرست **ص** اپنے عبادت خانوں میں **ف** اسواسطے کہ قاضی کو اونکے عبادت
خانوں میں جانا مکروہ ہو کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر کراہت تحریمی ہو اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہو اور میں نے
منع کیا ہو اوس مسلمان کو کہ تعزیر کا مو لازم کنیسہ میں یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق **ص** اور قسم دلائی جاوے مدعی علیہ کو حاصل پر
ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہو کہ اگر سبب ایسا ہو کہ مرتفع نہیں ہو سکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اوسمین حلف سبب پر ہوگا اور اگر

سبب مرتفع ہوسکتا ہے جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہان قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت میں مدعی کا ضرر ہووے اور سکی
مثالین آگے آتی ہین ص جیسے بیع اور نکاح مین قاضی یون قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونون مین بیع قائم نہین یا نکاح قائم نہین
اور طلاق مین اسطرح کہ وہ عورت تجھ سے اسوقت بائن نہین ہے اور غصب مین اسطرح کہ تجھ پر اس چیز کا پھیر دینا واجب نہین اور نہ دیوے قسم
سبب پر جیسے قسم خدا کی مین نے نہین بیچا یا مین نے طلاق نہین دیا یا مین نے غصب نہین کیا یا مین نے نکاح نہین کیا ف اسواسطے کہ یہ اسباب
مرتفع ہوجاتے ہین اسطرح پر کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعی علیہ کو قسم دلاوینگے سبب پر تو اوسکو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹ بولنے کے یہ مذہب
طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک سب صورتون مین قسم سبب پر دلائی جاویگی مگر جبکہ مدعی علیہ قاضی سے کنایۃ کہے کہ اگر قاضی حلف دیتا تو مجھکو
سبب پر اسواسطے کہ آدمی کہین بیع کرتا ہے پھر اقالہ کر لیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر نکاح کر لیتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مدعی علیہ کے انکار کو دیکھینگے اگر وہ
منکر ہوگا سبب کا تو اوسپر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور بیان پر کہنے والا یہ کہ سکتا ہے کہ لائق یہ ہے کہ ہمیشہ
حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعی علیہ کنایۃ قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ پہلے بیع ہوئی ہوگی پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعوی اقالہ
مین مدعی علیہ کو مدعی ہونا چاہیے تو مدعی علیہ پر گواہ لازم ہین اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہے کذا فی الاصل ص مگر اوس صورت
مین جہان پر مدعی کا ضرر ہووے تو وہان حلف سبب پر ہوگا جیسے شفعہ کا دعوی بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق بائن کا جب مدعی علیہ
ان چیزون کا قائل نہو ف مثلا مدعی علیہ شافعی ہو اور ہمارے نزدیک ہمسایہ کو شفعہ ہے مطلقہ بطلاق بائن کو نفقہ تو یہان اگر مدعی حاصل
سے قسم لیجاویگی کہ مدعی یعنی میرے اوپر شفعہ واجب نہین یا نفقہ واجب نہین تو مدعی علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعی علیہ
کو یون قسم دینگے کہ قسم خدا کی مین نے یہ گھر نہین خریدا یا مین نے اوسکو طلاق بائن نہین دی کذا فی الاصل ص اسیطرح قسم لی جاویگی
سبب پر جو مرتفع نہین ہوسکتا جیسے غلام مسلمان عتق کا دعوی کرے مولی پر ف تو مولی کو یون قسم دینگے کہ قسم خدا کی مین نے
اوسکو نہین آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل پر حلف لینے کی کوئی ضرورت نہین کیونکہ سبب کا ارتفاع یہان نہین ہوسکتا اسواسطے کہ غلام
مسلمان جب آزاد ہوگیا تو پھر غلام ہو نہین سکتا کذا فی الاصل ص اور لونڈی اور غلام کافر مین اگر مدعی ہون یہ دونون عتق کے
مولی پر تو قسم لیجاویگی حاصل پر ف اسواسطے کہ سبب کا ارتفاع یہان ہوسکتا ہے لیکن لونڈی مین تو اسطرح کہ مرتد ہوجاوے اور دار الحرب
مین چلی جاوے پھر قید ہوکر آوے اور لیکن غلام کافر تو اسطرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب چلا جاوے پھر قید ہوکر آوے کذا فی الاصل
ص اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اوس چیز کا تو وارث سے قسم علم پر لیجاویگی یعنی اسطرح کہ
مجھے معلوم نہین کہ یہ شی تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے ف اسیطرح اگر وارث
مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر در مختار ص اور قسم کے بدلے مین مدعی کو کچھ دیا اور صلح کر لینا کچھ مال پر یہ عوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی
جب اقرار کرے کہ مجکو بدلا قسم کا یا بدل صلح تم سے پہونچ گیا تو اب مدعی علیہ کو قسم نہ دی جاویگی بلکہ حق حلف ساقط ہوجاویگا اور اگر
مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے سو اوسنے کہا کہ تو مجکو قسم دیچکا ہے ایک بار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے
ہوئی ہے اور مدعا وسپر گواہ لایا تو مدعی علیہ کا قول مقبول ہوگا ورنہ مدعی اوس سے حلف لے سکتا ہے +

ص باب التحالف یعنی دو خصمون کے باہم قسم کھانے کے بیان مین

جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین ف مثلا بائع نے ثمن دس روپیہ بتلائے اور مشتری نے سو روپے

یا بیع میں **ف** یعنی مشتری نے مبیع زیادہ بتلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بائع نے دس من **ص** تو جو شخص گواہوں سے اپنا بیان ثابت کریگا اوسکے موافق حکم ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش کیے تو فیصلہ اوسکے موافق ہوگا جو دعوی کرتا ہے زیادت کا **ف** اور وہ بائع ہے صورت اول میں اور مشتری صورت ثانی میں **ص** اور اگر اختلاف ہوا مقدار ثمن اور مبیع دونوں میں مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض میں بیچا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے تو لے دو غلاموں کو بدلے میں ہزار روپے کے بیچا ہے تو گواہ بائع کے ثمن میں اور مشتری کے مبیع میں معتبر ہونگے اور اگر بائع اور مشتری دونوں گواہوں کے پیش کرنے سے عاجز ہوے تینوں صورتوں میں **ف** یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن میں یا فقط مقدار مبیع میں یا مبیع اور ثمن دونوں میں **ص** تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہو جاوے **ف** یعنی مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر **ص** یا دونوں حلف کریں تو اگر اختلاف ثمن میں ہوگا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو تو راضی ہو جا اوس ثمن سے جسکا بائع دعوی کرتا ہے ورنہ بیع فسخ کی جاویگی اور اگر اختلاف مبیع میں ہوگا تو بائع سے کہا جاویگا یا تو تو تسلیم کر دے اوس چیز کو جسکا دعوی کیا مشتری نے ورنہ فسخ کرینگے ہم بیع کو اور اگر اختلاف دونوں میں ہووے تو ہر ایک سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہو گیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہے ورنہ دونوں سے حلف لینگے اور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا **ف** تینوں صورتوں میں اسواسطے کہ پہلے اوسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار بھی اوسکا اسبق ہے اور بھی جلدی ظاہر ہوتا ہے فائدہ نکول کا اور وہ وجوب ثمن ہے برخلاف اوس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیا جاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا موخر رہیگا استیفاء ثمن تک اور اگر بیع اسباب کی بدلے میں اسباب کے ہووے یا بیع صرف ہووے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جسکی قسم سے چاہے شروع کرے اور قسم صرف اسی طور سے لیجاویگی کہ بائع یوں قسم کھاوے کہ واللہ میں نے بیچا ہزار کو نہیں بیچا اور مشتری قسم کھاوے کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور ملانا اثبات کا اوسکے ساتھ ضرور نہیں یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے ایک ہزار کو خریدا ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاصل مع تشریح من الہدایہ **ص** اور فسخ کر دیوے قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونوں میں سے اوسپر لازم کیا جاویگا دعوی دوسرے کا **ف** یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اوسنے نکول کیا تو بائع کا دعوی اوسپر لازم ہو گیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کیجاویگی بائع پر تو اگر اوسنے حلف کیا تو فسخ کیجاویگی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعوی اوسپر لازم ہوگا جاننا چاہیے کہ اختلاف جب مقدار ثمن میں ہووے تو دونوں سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہے قیاس کے اسواسطے کہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا انکار کرتا ہے اور مشتری دعوی کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن قلیل کے اور بائع اوسکا انکار کرتا ہے تو ہر ایک ان دونوں میں سے مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونوں پر حلف لازم آویگا لیکن بعد قبض مبیع کے دونوں سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہے اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعوی نہیں کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اوسکے پاس آ گئی ہے البتہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا منکر ہے تو قسم صرف مشتری سے چاہیے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہمنے اور ثابت کیا ہمنے دونوں کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونوں حلف کریں اور دونوں پھیر دیویں یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذا فی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی ہاں روایت کی

ابن ماجہ اور دارمی نے عبد اللہ بن مسعودؓ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہو اور دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیویں دونوں بیع کو اور نقل کیا سیوطی نے جامع صغیر میں روایت طبرانی سے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البیعان اذا اختلفا ولا بینۃ ترادا البیع یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کریں اور دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو پھیر لیویں بیع کو **ص** اگر اختلاف ہو میعاد میں یا شرط خیار میں یا قبض میں بعض ثمن کے تو تحالف نہیں بلکہ حلف دلایا جاویگا منکر **ف** برابر ہے کہ اختلاف اصل اجل میں ہووے جیسے مشتری کہے کہ میں نے ادھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اوس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن موجل ہے میعاد ایک سال کے اور بائع کہے کہ نہیں بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اوسکو قسم دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی اور دوسرا اوسکا انکار کرے یا کہے ایک و ہمین کا کہ مجکو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہیں بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ میں بعض ثمن دیچکا ہوں اور بائع اوسکا انکار کرے کذا فی الاصل **ص** اسیطرح تحالف نہوگا اگر مبیع تلف ہوگئی ہووے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن میں بلکہ حلف دیاجاویگا مشتری نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا برخلاف محمد کے اور دلیل انکی اصل میں مسطور ہے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہوگا مگر اوس صورت میں تحالف ہوگا کہ بائع جتنی تلف ہوئی ہے اوسکے چھوڑ دینے پر راضی ہوجاوے **ف** اور بعض مشایخ یہ کہتے ہیں کہ یہ استثنا بھی مشتری ہے تو مشتری پر اس صورت میں پیش آویگی اور تفصیل اسکی اصل کتاب میں ہے **ص** اگر مولی اور مکاتب نے بدل کتابت میں اختلاف کیا تو تحالف نہوگا **ف** بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا **ص** اسیطرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال میں اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ کا حلف سے مقبول ہوگا اور تحالف نہوگا اور عقد سلم عود نکریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری میں بمقدار ثمن میں تو دونوں حلف کریں جب دونوں حلف کر لینگے تو بیع لوٹ جاویگی **ف** اسواسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی **ص** اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت میں موجر اور مستاجر نے قبل پوری لینے منفعت اور قبضہ کرنے اجرت کے تو دونوں حلف کریں اور ہر ایک دوسرے کی شے کو پھیر دیوے اور پہلے مستاجر کو قسم دیجاویگی اگر اختلاف اجرت میں ہووے اور موجر کو پہلے قسم دیجاویگی اگر اختلاف منفعت میں ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسرے کا قول ثابت ہوجاویگا اور جو کوئی برہان لاویگا اوسکا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونوں برہان لاویں تو قول موجر کا اجرت میں جب اختلاف اجرت میں ہو اور مستاجر کا منفعت میں جب اختلاف منفعت میں مقبول ہوگا اور جب اختلاف دونوں میں واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولی ہونگے دعوی زیادت میں جیسے موجر نے کہا کہ میں نے تجکو مکان کرایہ میں دیا ایک برس تک دس روپیہ میں اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ دو برس تک پانچ روپیہ میں اور قائم کیا دونوں نے گواہوں کو تو حکم دیا جاویگا دو برس تک دس روپیہ میں **ف** تو موجر کے گواہوں کا اعتبار زیادتی اجرت میں اور مستاجر کے گواہوں کا زیادتی میعاد میں اعتبار ہوا اسلیے کہ حجت واسطے اثبات کے ہوتی ہے پس جسمیں زیادتی کا ثبوت ہوگا وہ قوی اور راجح ہوگی **ص** اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اجرت میں تو قول مستاجر کا حلف سے مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہے اور بعض باقی ہے تو دونوں سے حلف لیکر اجارے کو باقی میں فسخ کر دینگے اور جتنی مدت گذری ہے اوسمیں قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی میں اور کسی کے لیے گواہ نہیں تو جو اسباب

خاص عورت کے لائق ہو **ف** جیسے اوڑھنی کُرتی چولی زیور وغیرہ **ص** تو وہ عورت کو دیا جاویگا قسم لیکر اور جو اسباب کہ خاص مرد کے لائق ہو **ف** جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ **ص** یا مرد اور عورت دونوں کا ہو سکتا ہو **ف** جیسے ظروف وغیرہ **ص** تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر **ف** یہ صورت جب ہو کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہو دیں اور دونوں زندہ ہو دیں تو اگر دونوں گواہ پیش کریں تو زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے **ص** اور جو کوئی مرگیا ہو تو قول زندہ کا اوس اسباب کے حق میں جو دونوں کے لائق ہو قسم سے مقبول ہوگا **ف** اور اس مسئلہ میں تو قول ہیں مجتہدین کے مذکور ہیں حواشی درمختار میں **ص** اور امام ابو یوسف کے نزدیک عورت کو سامان اوسکا حسب لیاقت اوسکے دیا جاویگا اور باقی جاویگا اوسے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت سب برابر ہے واسطے قیام ورثہ کے مقام صورت کے اونکے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہوں تو مثل قول ابو حنیفہ کے ہے اور بعد موت کے جو اسباب مشکل ہے وہ خاوند کے وارثوں کو ملیگا اور اگر جورو خاوند میں کوئی مملوک ہو تو کل اوسکا ہوگا جو اونمیں سے آزاد ہو حالت حیات میں اور بعد ایک کے مرجانے کے زندہ کا ہوگا **ف** اور صاحبین کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حر کے ہے مسائل الحاقیہ زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر میں واقع ہووے تو اوسکی صورتیں کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی میں گذر چکیں اگر موجر اور مستاجر نے متاع خانگی میں اختلاف کیا تو کل چیزیں مستاجر کی ہونگی قسم لیکر مگر کپڑے جو بدن پر موجر کے ہیں وہ موجر کے ہونگے اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہوں اور آلات میں اختلاف کریں اور آلات دونوں کے قبضے میں ہوں تو ہر ایک کو اوسکے پیشے کے آلات حوالے نہ کیے جاوینگے بلکہ جیسے آلات ہیں دونوں میں مشترک ہو جاوینگے دو شخص ایک مکان میں رہتے ہیں اور ایک کے پاس ایک شے گران بہا نکلی جو اوسکے لائق نہیں ہے جیسے جادر بیاس جلد گھاس کی یا مفلس پاس توڑہ اشرفیوں کا اور دوسرا شخص اوسکے لائق ہے اور دونوں اوسکے مدعی ہیں اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وہ شے اوسی کی ہوگی جو اوسکے لائق ہے کشتی میں دو شخص سوار ہیں اور اوسمیں آٹا بھرا ہوا ہے ایک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہے اور ہر ایک دعوی کرتا ہے آٹے اور کشتی کا تو آٹا آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی درمختار

ص فصل دفع دعوی میں

اگر مدعی علیہ نے مدعی کے جواب میں کہا کہ یہ شی جو میرے قبضے میں ہے اور تو اوسکا دعوی کرتا ہے امانت ہے زید کی یا عاریت لیا ہے اوسکو میں نے زید سے یا کرایہ میں لیا ہے یا گرو لیا ہے یا غصب کیا ہے میں نے زید سے اور اوسپر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعی علیہ سے دفع ہو جاویگی **ف** اسواسطے کہ مدعی علیہ نے گواہوں سے ثابت کر دیا اس امر کو کہ قبضہ اوسکا بطور خصومت نہیں ہے تو مدعی کا رجوع بالذات متوجہ ہوا زید سے مدعی علیہ سے اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ اگر مدعی علیہ حیلہ گری اور دروغ گوئی میں مشہور ہو دوسرے یعنی لوگوں کا مال لیکر بعد اوسکے یہی حیلہ کرکے ہضم کرتا ہو تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے اور اسی کو پسند کیا ہے مختارین درمختار **ص** اور اگر مدعی علیہ نے اوسکے جواب میں کہا کہ یہ چیز میں نے خریدی ہے زید غائب سے یا مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہے یا چورائی ہے یا میرے پاس سے چوری گئی ہے تو اب دفع کرنا مدعی علیہ کا ان صورتوں میں مقبول نہوگا اگرچہ مدعی علیہ اوس شے کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے **ف** اسواسطے کہ مدعی علیہ نے جب یہ کہا کہ میں نے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اوسنے خود اقرار کیا کہ ید اوسکا ید خصومت کا ہے تو اوس سے خصومت ساقط نہوگی اسیطرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر

یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہو گی اسیطرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت
ساقط نہو گی اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا کہ چیز چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعی علیہ نے اوسکے جواب میں یہ کہا کہ یہ چیز پاس امانت ہے و کالے
کی تو بھی خصومت ساقط نہو گی نزدیک طرفین کے اور نزدیک محمدؒ کے ساقط ہو جاویگی ص جیسے گواہ اگر اس بات کی گواہی دین مدعی علیہ
کی طرف سے کہ مدعی علیہ پاس اس شے کو ایک شخص نے امانت رکھا ہے کہ ہم اوسکو نہیں پہچانتے ف تو خصومت مدعی کی دفع نہو گی اسواسطے
کہ احتمال ہے کہ وہ شخص یہی مدعی ہو ص البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہیں ہم امانت رکھنے والے کی صورت کو پہچانتے ہیں اور اوسکے نام
ونسب کو نہیں جانتے تو خصومت ساقط ہو جاویگی نزدیک امام صاحب کے ف کیونکہ جب گواہوں نے نام ونسب امانت رکھنے والے کا
بیان کر دیا اور اوسکی صورت کو بھی پہچانتے ہیں یا فقط اوسکی صورت کو پہچانتے ہوں تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص
مدعی نہیں ہے اور نزدیک امام محمدؒ کے خصومت ساقط نہو گی فقط صورت پہچاننے سے جب تک گواہ نام ونسب بھی اوسکا بیان نکرین
کیونکہ انھون نے ایک شخص معین کو نہیں کر دیا جسنے امانت رکھی ہے اوسکے نزدیک کذا فی الاصل ص اور اگر مدعی نے اسطرح دعوی کیا
کہ شے جو قبضے میں مدعی علیہ کے ہے وہ مین نے زید سے خریدی ہے اور مدعی علیہ نے یہ کہا کہ شے زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہے تو خصومت مدعی کی
ساقط ہو جاویگی اگرچہ مدعی علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اوس صورت مین خصومت دفع نہو گی جب مدعی گواہوں سے یہ بات ثابت
کرے کہ زید نے مجکو وکیل کیا ہے اوس چیز کے لے لینے کے لیے ف اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اوسنے یہ چیز خریدی ہے زید سے
تو اوسنے اقرار کیا کہ قبضہ اوسکا زید کی طرف سے ہے تو ثابت ہو گیا کہ مدعی علیہ پر خصومت نہین ہے اگر چہ مدعی وکالت اپنی ثابت کرے تو اوس شے کے
لے لینے کے لیے جاننا چاہیے کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہیں کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ مدعی علیہ کے جواب کی پانچ صورتین ہیں ایک
امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ چوتھی رہن پانچوین غصب اور بھی اس جہت سے کہ اسمین پانچ قول ہیں تو نزدیک ابن شبرمہ کے خصومت
دفع نہو گی اور نزدیک ابن ابی لیلی کے خصومت دفع ہو جاویگی اگرچہ مدعی علیہ گواہ قائم نکرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسفؒ کے
اگر مدعی علیہ مرد صالح ہو گا تو اوس سے خصومت دفع ہو جاویگی اور اگر مشہور ہو گا حیلہ جوئی اور مکاری مین تو دفع نہو گی اسواسطے کہ وہ یہ کر سکتا ہے کہ
مال اوسکے قبضے مین ہے ایک شخص غائب ہونے والے کو دیدے اور اوس سے کہدے کہ تو روبرو گواہوں کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھوا تا کہ کوئی دوسرا
مال کا دعوی نکر سکے اور نزدیک محمدؒ کے خصومت دفع نہو گی جب گواہوں نے یہ کہا کہ ہم اوس شخص کو نہیں پہچانتے مگر صورت سے اور نام ونسب
اوسکا نہیں جانتے اور نزدیک امام اعظمؒ کے خصومت دفع ہو جاویگی جب مدعی علیہ گواہ قائم کر دیگا اپنے بیان پر جیسا مذکور ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص باب ایک چیز پر دو شخصوں کے دعوی کے بیان مین

قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ گواہ غیر قابض کے اولی ہین قابض کے گواہوں سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کرین اور ایک کے گواہ
وقت نہ بیان کرین ف جاننا چاہیے کہ جب دعوی ایسے دو شخصوں کا ہو وے ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض
تو گواہ خارج کے اولی ہونگے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک گواہ قابض کے اولی ہین پھر اگر ایک کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو نزدیک
امام اعظمؒ اور محمدؒ کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسکے گواہ معتبر ہونگے جنہوں نے وقت بیان کیا ہے کذا فی الاصل
ص اور اگر دونوں شخص خارج ہیں اور دونوں نے ایک شے کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شے آدھوں آدھ دونوں کو
دیجاویگی یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعیؒ کے نزدیک دونوں طرف کے گواہ مردود ہو جاوینگے ف یا قرعہ کیا جاویگا سو جسکا نام پر قرعہ

نکلیگا اور شرح اوسکے مرنے کے بعد بھی کیونکہ دلیل شافعی کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ایسا ہی واقعہ ہوا سو آپ نے
قرعہ ڈالا۔ اور کہا کہ اے اللہ تو ہی ان میں فیصلہ کر یہ ابو داؤد نے مراسیل میں روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط میں اور ہماری دلیل حدیث
صحیح الاسناد ہے جسکو روایت کیا ابو داؤد نے سنن میں ابو موسیٰ اشعری سے کہ دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کر دیا اوس اونٹ کو ان دونوں میں آدھا
آدھا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں تمیم بن طرفہ سے کہ دو مردوں نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس ایک
اونٹ میں اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹ کا دونوں میں آدھا آدھا اور حدیث
قرعہ کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث ہے **ص** تو اگر دو شخصوں نے
گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونوں گواہیاں ساقط ہو جاویگی **ف** اس واسطے کہ عورت میں شرکت نہیں ہو سکتی برخلاف
ملک کے کہ اوسمیں شرکت ہو سکتی ہے کذا فی الاصل **ص** اور وہ عورت اوسکو دیجاویگی جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہے
کہ دونوں شخصوں کے گواہوں نے وقت نکاح بیان نہ کیا ہو اور جو دونوں نے تاریخ نکاح بیان کی تو جسکی تاریخ پہلے ہے عورت اوسی کی ہوگی
اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہوں کے ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو وہ عورت اوسکی ہو جاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے
گواہ قائم کر دیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھین کر دوسرے کو دلا دینگے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اوس عورت کے اپنی
منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے گواہوں پر اس بات کا کہ یہ عورت اوس شخص کی ہے بعد اوسکے دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے
اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضائے اول منسوخ نہ کیجاویگی مگر جب کہ اس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہوں کی تاریخ سے مقدم بیان کریں
تو پھر پہلے شخص سے چھین کر شخص ثانی کو دلا دینگے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے میں ہو بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم
کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جاویگی الا اوس صورت میں جب یہ بات ثابت ہو جاوے کہ نکاح اوسکا شخص قابض کے
نکاح سے مقدم ہے **ف** اصل اسکا یہ ہے جیسے فتاوی میں مرقوم ہے کہ جب دو آدمیوں نے تنازع کیا ایک عورت میں اور دونوں نے گواہ پیش کیے
تو اگر دونوں کے گواہوں نے تاریخیں بیان کی ہیں تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ اولی ہے اور اگر دونوں کے گواہوں نے تاریخیں بیان نہیں
کیں یا تاریخیں متحد بیان کیں تو جو قابض ہے عورت پر دخول سے یا اپنے مکان میں رکھنے سے وہ اولی ہے اور اگر کوئی قابض نہ ہو تو عورت سے پوچھا
جاویگا جسکی وہ تصدیق کرے وہ اولی ہے **ص** اور اگر دو شخصوں نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص
کے لیے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کر دیوے اور جب قاضی نے دونوں کے لیے نصف نصف دینے کا
فیصلہ کر دیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو یہ نہیں پہونچتا کہ کل مبیع لے لیوے **ف** کیونکہ نصف میں اوسکی بیع
منسوخ ہو چکی ہے ہدایہ **ص** اور اگر اس صورت میں دونوں شخصوں کے گواہوں نے تاریخ خرید بیان کی تو جسکی مقدم تاریخ ہوگی اوسکو وہ چیز
ملیگی اور اگر ایک کے گواہوں نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہوں نے نہ بیان کی یا دونوں نے تاریخ بیان نہ کی تو جو قابض
ہے اوسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہیں ہے تو صاحب وقت اولی ہوگا اور جو کسی نے وقت نہیں بیان کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن
کے بدلے میں نصف مبیع لے لیوے یا چھوڑ دیوے اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے
کہا کہ یہ چیز مجھکو زید نے ہبہ کی ہے اور میں نے اوس پر قبضہ کر لیا تھا یا صدقہ دی ہے اور میں نے اوس پر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر

گواہ پیش کیے لیکن کسی کے گواہوں نے تاریخ بیان کی تو جو شخص دعوی خرید کا کرتا ہی اوسکے گواہ مقبول ہونگے **ف** تو دعوی شرا مقدم ہی دعوی صدقہ اور ہبہ پر اور دعوی صدقہ بالقبض اور ہبہ بالقبض برابر ہین ہدایہ **ص** اور دعوی شرا اور دعوی مہر برابر ہیں **ف** صورت اسکی یون ہی کہ زید نے دعوی کیا عمر پر جو قابض ہی ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہی اور ہندہ نے دعوی کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کر کے مجھسے نکاح کیا ہی اور دونون نے گواہ پیش کیے تو دونون گواہیان اور دعوی برابر سمجھے جاوینگے تو وہی حکم مسائل سابق کا جاری ہوگا **ص** اور دعوی رہن مع القبض اولی ہی ہبہ مع القبض سے تو اگر دونوں مدعی خارج ہین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اور اسنے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذو الید تھا اور اسنے بھی گواہ قائم کیے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولی ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخین دونون کی ایک ہین لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہی **ف** مثلاً ایک کہتا ہی کہ مینے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہی کہ مینے عمرو سے خریدا اور دونون کی تاریخین ایک ہین کذا فی الاصل **ص** یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونون برابر ہونگے **ف** یہ بھی صورت اوسی مین ہی جب ہر ایک دعوی خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعوی خرید کا کرتے ہون اور ایک وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نکرے تو صاحب وقت اولی ہوگا جیسا کہ اوپر گذرا **ص** اور اگر ایک خارج ہی اور دوسرا قابض اور دونون نے گواہ قائم کیے مطلق ملک پر **ف** یعنی سبب ملک جیسے خریدا یا ہبہ وغیرہ بیان نکیا **ص** اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے اور اگر خارج نے گواہ قائم کیے ملک پر اور قابض نے خرید نے پر اور جس شخص خارج سے یا خارج اور قابض نے دونون نے گواہ قائم کیے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی نہ مکرر جیسے نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان کی یا دودھ دوہنا کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ و نبات پر اور بالون کے مٹرنے پر تو قابض ہی کے گواہ مقبول ہونگے اور وہ شی قابض کو دلائی جاویگی **ف** اسواسطے کہ روایت کی دار قطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی مین سو کہا ہر ایک نے اونمین سے کہ جنی ہی یہ اونٹنی میرے پاس اور قائم کیے ہر ایک نے گواہ اپنے دعوی پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹنی کا اوس شخص کے لیے جسکے قبضے مین تھی روایت کیا اسکو دار قطنی نے **ص** اور اگر گواہ لایا ہر ایک **ف** خواہ دونون خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید علی **ص** دوسرے پر کہ مینے اوس سے خریدا ہی **ف** یعنی دونون مدعیوں میں سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ مینے تجھسے خریدا ہی اور وہ دوسرا یہ کہے کہ مینے تجھسے خریدا ہی **ص** اور بغیر ذکر وقت کے دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے بیان پر تو دونون گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اوس شخص کا رہیگا جسکے پاس قبل دعوی کے تھا اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اور اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا تو اوسکی تفصیل مذکور ہی ہدایہ مین اگر تیرا جی چاہے تو اوسکا مطالعہ کرلے **ف** ہدایہ مین یہ لکھا ہی کہ اگر دونوں کے گواہون نے وقت بیان کیا دعوی عقار مین اور کسی نے قبضہ اپنا ثابت نکیا اور وقت خارج کا مقدم ہی تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخین کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خریدا پھر بیچا اوسکو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہی عقار مین نزدیک شیخین کے اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلیے کہ نہین صحیح ہی بیع خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ یہان دونوں بیعین درست ہو سکتی ہین شیخین کے اور محمدؒ کے مذہب پر اور جو وقت ذو الید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ

گواہوں نے قبضہ کسی کا بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہوگا کہ خرید ا ہوگا اوسکو ذوالید نے اور قبضہ کیا اوسپر پیچھا ہوگا
اوسکو خارج کے ساتھہ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس آ گیا ہوگا اسی **ص** اور جاننا
تو اسبات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہے اور میں اوسکو خیریت سے بطور ضبط اور اختصار کے ذکر کرتا ہوں
تو میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں مدعی گواہ لاوے تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسی کی تاریخ مقدم ہو تو اگر دونوں
ذوالید یعنی قابض ہیں تو دونوں برابر ہونگے اسی طرح اگر دونوں خارج ہوگے اور دعوی ملک مطلق کا یعنی بغیر کسی سبب کے کرتے ہونگے اور
یہ شامل ہے اسبات کو کہ دونوں تاریخ بیان نکریں یا صرف ایک شخص اونمیں سے تاریخ بیان کرے یا دونوں تاریخ بیان کریں اور کسی کی تاریخ
مقدم ہو کیونکہ اگر کسی کی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی زیادہ حقدار ہوگا اسی طرح دعوی ملک بسبب میں مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک
دعوی کریں تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذوالید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہو گا تو خارج زیادہ حقدار ہے دعوی ملک
مطلق میں سب صورتوں میں مگر جب دعوی کریں ملک مطلق کے ساتھہ ایک فعل کا جیسے کہ ہر ایک اونمیں سے کہ وہ میرا غلام ہے میں نے اوسکو آزاد
کیا ہے یا مدبر کیا ہے تو شخص قابض احق ہوگا ہر حال اوس صورت سے کہ جب ہر ایک اونمیں سے کہے کہ وہ غلام میرا ہے میں نے اوسکو مکاتب کیا ہے تو دونوں
برابر ہونگے اسواسطے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہیں ہوتا تو وہ دونوں خارج ہیں اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہے میں نے اوسکو مکاتب کیا
اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اوسکو مدبر کیا ہے یا آزاد کیا ہے تو یہ دوسرا اولی ہوگا تو قاعدہ یہ ہے کہ جسکے گواہ ثبت زیادتی ہونگے وہ احق ہوگا یہ
صورتیں خارج اور ذوالید کی ہیں ملک مطلق میں لیکن ملک باسبب میں تو اگر دونوں ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک بھی ایک ہی شخص سے
بیان کرتے ہیں تو ذوالید احق ہوگا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتے ہیں تو خارج احق ہوگا سب صورتوں میں اور اگر دونوں نے سبب ملک
علیحدہ علیحدہ بیان کیے جیسے شرا اور ہبہ تو جسکا سبب قوی ہوگا وہ اولی ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا **ف** یہ خلاصہ ہے تمام مسائل متقدمہ
کا تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے **ص** اور ترجیح نہیں دیجاتی گواہوں کی کثرت سے **ف** مثلاً ایک کے دو گواہ ہیں اور دوسرے کے چار
ص اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت اوس سے **ف** یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف
دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہوگا کہ ایک طرف دو حدیثیں ہیں اور ایک طرف ایک ہی حدیث ہے تو دو
حدیثوں کو ترجیح ہو جاوے ایک حدیث پر اسی طرح ایک آیت پر دو آیتوں کو ترجیح نہوگی یہ مسئلہ اصول کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے **ص**
اگر دو خارجوں نے دعوی کیا ایک گھر کا اسطرح پر کہ ایک نے اوس گھر کے آدھے کا دعوی کیا اور دوسرے نے کل گھر کا اور دونوں دلیل لائے
تو کل کے مدعی کو تین حصے اوس مکان کے اور نصف کے مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث
اور نصف کے مدعی کو ثلث ملیگا **ف** ودلیل امام اور صاحبین کی اصل کتاب در ہدایہ میں مسطور ہیں **ص** اور اگر
ایک گھر دو شخصوں کے قبضے میں تھا اور ایک نے دعوی کیا اوسکے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ
قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا مکان دلایا جاویگا اور نصف کے مدعی کو کچھہ نہ ملیگا **ف** اسوجہ سے کہ گھر جب دونوں کے
قبضے میں تھا تو ہر ایک کے قبضے میں نصف نصف مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے میں تھا اوسکا تو کوئی مدعی نہیں
تو وہ اوسکا ہوگا بغیر قضاے قاضی کے اور جو نصف مدعی نصف کے قبضے میں تھا اوسکا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ
خارج کے اولی ہیں گواہوں سے قابض کے اسواسطے وہ نصف بھی قاضی اوسکو دلادیگا کذا فی الاصل **ص** اگر دو خارجوں نے

دعوی کیا ایک جانور کی پیدائش کا اور دونون کے گواہوں نے تاریخ اوسکی پیدائش کی بیان کی تو وہ جانور کا اس کو دیا جاویگا جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اوسکو دلایا جاویگا اور اگر موافقت اور مخالفت کچھ معلوم ہو سکے تو وہ جانور دونون کا ہوگا اور جو سن اوسکا دونوں کے گواہوں کے مخالف نکلے تو دونوں کے گواہ مردود ہو جاوینگے اور وہ جانور جسکے پاس تھا اوسی کے قبضے میں رکھا جاویگا تو اگر دو نفر نا محرم مین سے ایک نے دعوی کیا ذوالید پر کہ یہ چیز تو نے میری غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہ تیری تیرے پاس امانت رکھائی تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونوں کے لیے حکم کیا جاویگا اوس چیز کے نصف نصف کا اسواسطے کہ دونون برابر ہو گئے کیونکہ جسکے امانت سپرد ہووے وہ جب انکار کرے امانت سے تو غاصب ہو جاتا ہے سو گویا دونوں شخص مدعی غصب کے ہوئے **ف** اور سادہ مین برابر ہونگے اسی طرح اسمین **ص** جو کپڑے کو پہنے ہوئے ہے وہ زیادہ حقدار ہے اوس سے جو آستین کو پکڑے ہوئے ہے **ف** یہان سے وہ مسائل شروع ہوئے ہیں جنمین وہ شخص مدعی ہیں بسبب قبضے کے اور کسی پاس گواہ نہیں ہین بدائع مین ہے کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اوسی سے کہ وہ شی اوسکے قبضے میں ہے تو اوسپر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے پھر اگر وہ قسم کھاوے تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا **ص** اسی طرح جو گھوڑے پر سوار ہے وہ مقدم ہے اوس شخص سے جو اوسکی لگام کو پکڑے ہوئے ہے اور جو زین پر بیٹھا ہے وہ اولی ہے اوس سے جو اوسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہے اور جسکا بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہے وہ اولی ہے اوس سے جسکا کوزہ اونٹ پر لٹکتا ہے اور جو فرش پر بیٹھا ہوا اور جو اوسکو پکڑے ہوئے ہے دونوں برابر ہین **ف** جیسے دونوں بیٹھے ہین ایک فرش پر یا سوار ہین ایک زین پر در مختار **ص** اور جو ایک کے ہاتھ مین کپڑا ہے اور دوسرے کے ہاتھ مین اوسکا کنارہ ہے تو دونوں برابر ہونگے **ف** کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ جو بنا ہوا ہے نہ سر افقط جو بنا ہوا نہین ہوتا در مختار **ص** اگر ایک لڑکا جو بولتا ہے اور بات کو سمجھتا ہے ایک شخص کے قبضے مین ہے وہ یہ کہے کہ مین اصلی آزاد ہون تو قول اوسی کا معتبر ہوگا اور جو وہ قبضے مین زید کے ہے اور کہے کہ مین غلام عمرو کا ہون تو وہ زید ہی کا غلام رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نہ سکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہووے تو جس شخص کے قبضے مین ہے اوسکا غلام ہوگا دیوار اوس شخص کی ہوگی جسکی کڑیان اوسپر رکھی ہوئی ہون یا اوسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہووے بطریق اتصال تربیع **ف** اتصال تربیع یہ ہے کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہووے کہ ایک دیوار کی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اتصال تربیع اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیوارین اسواسطے بنائی جاتی ہین کہ اور دو دیوارون کے ساتھ ملکر ایک کان مربع کا احاطہ کر لیوین کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہے وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہووے یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونون صورتین اینٹون کی دیوارین معلوم ہوئین اب اگر لکڑی کی دیوارین ہون تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار مین گھسی ہو در مختار **ص** اور اگر دو شخصون نے دعوی کیا دیوار کا اور ایک کے اوس دیوار پر تختے **ف** یا بانس جو کڑیون پر رکھے جاتے ہین **ص** دھرے ہوئے ہیں **ف** یا ایک کی دیوار کے ساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال ملازقت رکھتی ہے در مختار **ص** تو وہ شخص اولی نہوگا

بلکہ دیوار دونوں میں مشترک ہیگی **ف** اور اگر ایک شخص کی کڑیاں دیوار پر رکھی ہوں اور دوسرے کی دیوار کے
ساتھ اتصال تربیع رکھتی ہو دوسرے تو صاحب اتصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ جسکی کڑیاں رکھی ہیں وہ اولی ہوگا
لیکن صحیح اول ہے اور جو کڑیاں ظلم سے رکھی گئی ہیں دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اوسکے اوکھاڑنے
کے مطالبہ سے ابرا کر دیوے یا صلح یا عفو کردے تو وہ حق مطالبہ ساقط نہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے
سے ابرا کیا بعد اوسکے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مشتری کو مطالبہ اوس حق کا پہونچتا ہے اسی طرح اگر صاحب
دیوار نے وہ مکان کرایہ کو دیا دہمیاں رکھنے والے کو تب بھی اوسکا حق مطالبہ ساقط نہوگا در مختار **ص** اگر ایک
دار میں ایک شخص کے دس بیت ہیں اور دوسرے کا ایک بیت ہے تو وہ دونوں اوسکے صحن کے منافع میں برابر ہونگے
ف یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال میں برابر ہیں یعنی پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور
لکڑیاں چیرنے میں وغیرہ ذلک غایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے میں اگر نزاع ہوگی تو بقدر زمین ہر ایک کے لیے حکم ہوگا
اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لیے ہے تو جسکی زمین زیادہ ہے اوسکو زیادہ حاجت ہے در مختار **ص** دو آدمیوں نے
اگر ایک زمین کا دعوی کیا اور ہر ایک کہتا ہے کہ وہ زمین میرے قبضے میں ہے تو قاضی حکم نہ دیوے کسی کے قبضہ کا یہانتک کہ دونوں
گواہ قائم کریں اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونوں گواہ قائم کریں تو وہ زمین دونوں کو نصف نصف دلائی جاویگی اور
جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف کیا اوس شخص نے زمین متنازع فیہ میں کہ اینٹیں بنائی تھیں یا عمارت
بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اوسی کے قبضے کا حکم ہوگا **ف** اسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونوں دلیلیں قبضے کی ہیں ہدایہ

ص باب دعوی النسب کے بیان میں

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھ بعد اوسکے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہے تو اوس ولد کا نسب
ثابت ہو جاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلایا جاویگا اگرچہ عمرو
بھی اوس لڑکے کا دعوی کرے زید کے دعوے کے ساتھ یا بعد اوسکے **ف** یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعیؒ کے نزدیک
دعوی زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اوس لونڈی کو اقرار ہے اس بات کا کہ یہ میری ام ولد نہیں ہے بلکہ لونڈی ہے تو اب
دعوی ولد میں تناقض ہے اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نطفہ ٹھہرنا (یعنی حمل ۱۲) ایک امر خفی ہے تو اوسمیں تناقض عفو کیا جاویگا اور
نطفہ ٹھہرنا زید کی ملک میں دلیل ہے اس بات کی کہ ولد زید کا ہے اسواسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہیں گذرے ہیں تا
احتمال ہو اس بات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعوی کرے اوس لڑکا
ساتھ زید کے یا بعد دعوی زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعوی کیا ولد کا تو نسب اوس سے ثابت ہو جاویگا اور
اس دعوی کی صحت اسطرح کیجاویگی کہ عمرو نے اوس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کی ملک میں تھی پھر استیلاد کیا اوسکا پھر خرید
لیا اوسکو کذا فی الاصل بزیادۃ **ص** اور اگر اسی صورت مذکورہ میں لونڈی مر گئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اوسکا دعوی
کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہو جاویگا نہ اوس صورت میں جب لڑکا مر گیا ہو دوسرے **ف** اسواسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب
میں فرمایا علیہ السلام نے ابراہیم کی ماں کے لیے کہ آزاد کیا اوسکو اوسکے ولد نے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے

اور نسب صحیح ہوا دعوی زید کا بعد بیچ جانے لونڈی کے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بدیو را ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبین کے
نزدیک بقدر حصہ ولد کے نہ اوسکی ماں کے حصے کو کذافی الاصل بزیادۃ **ص** اور اگر اسی صورت مذکورہ میں عمرو نے اوس
لونڈی کو آزاد کر دیا تھا تو بھی نسب بیکا ثابت ہو جاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیر دیگا **ف** صورت اوسکی
یوں ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اوسکے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہونچیگا اوسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو اوسکی
ماں کو پہونچیگا اوسکو نہ پھیر یگا کذافی الاصل **ص** اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا تھا **ف** یا دونوں کو آزاد کر دیا
تھا **ص** تو اب دعوی زید کا مسموع ہوگا جیسے اوس صورت میں کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم میں جنی
یا دو برس سے زیادہ میں جنی **ف** یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی دعوی زید کا غیر مسموع ہوگا **ص** مگر اوس وقت کہ
عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول دو قسموں میں **ف** یعنی جب چھ مہینے سے کم میں جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد
کر دیا ہو یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں جنی **ص** وہی قسم اول کا حکم ہوگا **ف** یعنی زید کا نسب ثابت
ہو جاویگا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جاویگی اور بیع فسخ کر دیجاویگی اور قیمت پھیر دیجاویگی کذافی الاصل **ص** اور تیسری
قسم میں **ف** یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ میں جنی اور مشتری نے بائع کے دعوے کی تصدیق کی **ص** بیع باطل
نہوگی اور لونڈی زید کی ام ولد ہوگی نکاح کی راہ سے **ف** ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہیں جسکی اولاد اپنے خاوند سے
ہووے پھر خاوند اوسکا مالک ہو جاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعوی کرے ولد کا اور
اس جگہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اسپر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذافی الاصل
مع زیادۃ **ص** جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اوسکے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اوسکو پھر کسی اور
کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے دعوی کیا اوس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعوی صحیح ہوگا اور بیع پھر جاویگی یہی حکم ہے اگر مشتری نے
مکاتب کر دیا اوس لڑکے کو یا گرو رکھا اوسکو یا کرایہ دیا اوسکو یا بائع نے اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا
نکاح کر دیا اوسکا پھر لڑکے کے نسب کا دعوی کیا تو بھی نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاوینگے اسواسطے کہ
یہ سب عوارض محتمل نقض ہیں اور دعوی نسب محتمل نقض نہیں برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری نے اوس لڑکے کو آزاد
یا مدبر کر دیا ہووے کہ اس صورت میں دعوی بائع کا مسموع نہوگا جیسا کہ اوپر گذرا **ف** اصل میں اس مقام پر ایک
تقریر ہے جو متعلق ہے عبارت سے وقایہ کی اسواسطے متروک ہوئی **ص** جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام **ف**
اوسکا بیان آگے آتا ہے **ص** اوسی کے پاس پیدا ہوئے اور اون دونوں میں سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے
اوسکو آزاد کر دیا بعد اوسکے بائع نے اوس لڑکے کا جو اوسکے پاس موجود ہے دعوی کیا نسب کا تو دونوں لڑکوں کا نسب
اوس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا اسواسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اوس شخص سے
تو دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضرور ہے توام اون دو بچوں کو کہتے ہیں جنکی پیدایش کے بیچ میں چھ مہینے سے کم مدت گذری
ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اوسنے یہ کہا کہ یہ بیٹا زید کا ہے پھر کہنے لگا کہ میرا بیٹا ہے تو اوسکا بیٹا کبھی نہوگا
اگرچہ زید انکار کرے اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر زید انکار کریگا اوسکی

فرزندی سے تو وہ اوس شخص کا بیٹا ہوجاویگا اسواسطے کہ اقرار بالنسب رد ہوگیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحب کی
یہ ہو کہ نسب اون چیزوں مین سے ہو جو منقوض نہیں ہوسکتین تو ایسے ہی اقرار نسب کا بھی رد نہوگا رد کرنے سے **ف**
اسی طرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہو پھر کہا کہ میرا نہین ہو تو یہ نفی صحیح نہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو تو موت نسب کی
یا پہلے تصدیق نکرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہو اوسکی فرزندی کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے
تو نسب ثابت ہوجاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہو تو ضرور ہی تصدیق
اوسکی درمختار **ص** اور اگر ایک بچہ ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ میرا غلام ہو اور کافر کہے کہ
وہ میرا بیٹا ہو تو وہ آزاد ہو کافر کا بیٹا **ف** اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے مین بالفعل بچے کو آزادی حاصل ہوتی
ہو اور اسلام انجام کار کو اسلیے کہ دلائل توحید ظاہر ہیں اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اوسکا تبع
حاصل ہوجاتا لیکن آزادی سے محروم ہوتا اور آزاد ہوجانا اوسکی طاقت سے باہر ہو کذا فی الاصل **ص** اگر ایک لڑکا
خاوند اور جورو کے پاس ہو **ف** اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا ہو درمختار **ص** اور زوج اور زوجہ
دونوں نے اوسکا دعوی کیا **ف** ایک ساتھ درمختار **ص** اسطرح کہ شوہر یہ کہتا ہو کہ یہ لڑکا بیٹا میرا ہو تیرے
سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہو کہ یہ میرا بیٹا ہو تیرے سوا دوسرے خاوند سے تو وہ دونوں کا بیٹا قرار
دیا جاویگا **ف** اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان کرسکتا ہو تو جسکی تصدیق کریگا اوسی کا بیٹا قرار دیا جاویگا درمختار
ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اوسکا ولد زید سے ہوا اور زید نے اوسکا دعوی بھی کیا **ف** یعنی یہ کہا
کہ یہ میرا لڑکا ہو اسلیے کہ لونڈی فراش صحت ہو نسب و بعین بدون دعوے کے ثابت نہیں ہوتا **ص** بعد اوسکے
وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کے مستحق کو دینا پڑیگی **ف** اسواسطے
کہ زید مغرور یعنی فریب مین آیا ہوا ہو اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہو قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہو جو ایک عورت
سے صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح پر اعتماد کرکے پھر وہ عورت اوس سے جنی بعد اوسکے وہ عورت کسی اور کی مملوک
نکلی اور اسکو مغرور اسلیے کہتے ہیں کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اوسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو ملک اوسکی نہتھی
کذا فی الاصل اسلیے کہ اوسنے لڑکے کو نہیں روکا **ص** اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اوسکی قیمت
ہوگی تو اگر وہ لڑکا مرگیا تو اوسکے باپ پر کچھ لازم نہ آویگا **ف** بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے کریگا **ص** اور ترکہ
اوس لڑکے کا باپ کو ملیگا تو اگر اوس لڑکے کو خود باپ نے قتل کرڈالا یا کسی اور نے قتل کیا **ف** اور باپ نے دیت
اوسکی بقدر اوسکی قیمت کے یا زیادہ کے لے لی اور جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اوسیقدر تاوان اوسی کے موافق آدیگا
درمختار **ص** تو تاوان دے اوسکا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے جیسے ثمن لونڈی کا پھیر
لیگا اور عقر اوس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے اگرچہ مستحق کو اوسنے عقر دیا ہووے اسواسطے کہ یہ بدل ہو استیعاب منفعت
بضع کا مسائل ملحقہ ناقص موضع خطامیں اور سب میں مخصوص ہو مثلا ایک شخص نے کہا کہ میں اوسکا وارث نہین ہوں پھر
اوسنے دعوی کیا کہ میں اوسکا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہوجاویگا اسی طرح اگر ایک شخص نے

ایک عورت کو کہا کہ یہ میری شیرخوارہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعویٰ خطا صحیح ہے بشرطیکہ ثابت رہنا مقر کا اپنے اقرار پر اوسکے قول سے یا گواہوں
سے ثابت ہو اسی طرح اگر وارثوں نے زوجہ کی تصدیق کی زوجیت میں اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعویٰ کیا اس بنا پر کہ مورث نے اوسکو
طلاق دیدیا تھا تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایہ لیا عمرو سے بعد اوسکے مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ گھر میرا ہے اور مجکو میرے باپ کے
ترکے سے پہونچا ہے تو دعویٰ مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند سے اور بدل خلع دیا بعد اوسکے مدعی ہوئی اس بات
کی کہ خاوند مجکو پہلے خلع سے طلاق بائن دیچکا تھا تو یہ دعویٰ سُنا جاویگا اور بدل خلع پھیروا دیا جاویگا اسی طرح
اگر ایک کپڑا رومال میں لپٹا ہوا کرایے کو لیا بعد اوسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ کپڑا میرا ہے تو یہ دعویٰ سُنا جاویگا
کذا فی الحموی بالحصول اگر مدعی یا مدعی علیہ سے نام کے بیان کرنے میں غلطی واقع ہوئی پھر اوسکا تدارک کر دیا تو صحیح ہے
اسواسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہو سکتے ہیں کذا فی الحاویہ جو شخص دعویٰ کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو
مدعی علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار تو آ مدعی کو چاہیے کہ اپنا نسب ثابت کرے مدعی علیہ کے سامنے اور اگر دعویٰ
کرے میراث کا تو اگر مدعی علیہ معترف ہوا اوسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کردے مدعی علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم
اوسکے باپ پر نافذ ہوگا یہانتک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعی علیہ سے لیوے اور مدعی علیہ مدعی سے
پھیر لیوے اور اگر مدعی علیہ منکر ہوا اوسکے نسب کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے اور اوسکے مورث
کی موت پر اور اگر گواہوں سے عاجز ہووے تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اسطرح کہ میں نہیں جانتا یہ بات کہ یہ فلانے
کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے اگر اوسنے قسم کھالی تو دعویٰ مدعی ساقط ہو گیا اور اگر نکول کیا یا مدعی نے اپنا نسب اور موت
مورث کی گواہوں سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اوسنے گواہ قائم کیے تو دعویٰ اوسکا
ثابت ہو گیا اب مدعی علیہ پر حکم کر دیا جاویگا ادا مال کا اور اگر گواہوں سے عاجز ہوا تو مدعی علیہ سے بطور قطع اور تقصیر
کے قسم لیجاویگی اگر اوسنے قسم کرلی تو بہتر ہے ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اوسپر حکم کر دیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین
ملخصاً اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا سگے بھائی ہونیکا تو دادا کا نام ذکر کرنا ضرور نہیں اور اگر چچازاد بھائی ہونیکا دعویٰ
کیا تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہے اگر ایک شخص نے اپنا دین میت پر گواہوں سے ثابت کیا تو وہ دین سب وارثوں کے
حصے سے لیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہے اوسی کے حصے سے دین وصول
کیا جاویگا بقدر اوسکے حصے کے کذا فی الدر المختار وحواشیہ **مسائل** شہادت نفی پر مقبول نہیں ہے مثال اسکی یہ ہے کہ مدعی
گواہ لایا اس امر پر کہ مدعی علیہ نے فلان تاریخ فلان روز اتنے روپے مجھ سے قرض لیے تھے تو مدعی علیہ گواہ لایا اس امر پر
کہ میں اوس تاریخ کو اس جگہ تھا ہی نہیں بلکہ دوسری جگہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوس جگہ نہونا نفی ہے
بلحاظ صورت اور معنی دونوں کے اور قول اوسکا کہ میں دوسری جگہ تھا نفی ہے بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہے روایت
نوادر میں امام ابو یوسف سے کہ گواہی دی دو مردوں نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آجاویگا وہ قول یا فعل
مدعی علیہ پر برابر ہے کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت میں تو اگر گواہ
لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ اوس جگہ نہ تھا اوس دن تو یہ شہادت مقبول نہوگی لیکن محیط میں مذکور ہے کہ اگر نہونا اوسکا

متواتر ہو جاوے لوگوں کے نزدیک اور جانتے ہوں سب لوگ کہ وہ اوس وقت اوس جگہ میں نتھا تو دعوی اوسکا مسموع ہوگا اور حکم کر دیا جاویگا مدعی علیہ کی برات ذمہ کا اسواسطے کہ لازم آتی ہے تکذیب اوس امر کی جو ثابت ہے بالبداہت اور اوسمیں شک نہیں ہو سکتا اسی طرح حال ہے ہر شہادت کا جو قائم ہوا اس امر پر کہ فلانے نے یہ قول نہیں کیا یا یہ کام نہیں کیا تو یہ شہادت مقبول ہوگی ایسا ہی ہے بزازیہ میں کذا فی الحموی لیکن صاحب اشباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنی کیا ہے کہ اونمیں شہادت نفی پر مقبول ہے منجملہ اونکے یہ صورت ہے کہ خاوند نے عورت کے طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اوسپر گذری تو یہ شہادت مقبول ہو جاویگی آور یہ صورت ہے کہ شاہدان نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اسکے اور کوئی وارث نہیں ہے تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسیطرح شہادت نفی متواتر پر مقبول ہے باقی صورتیں اگر دیکھنا منظور ہیں تو اشباہ کو مطالعہ کرلے مسئلہ ایک مدعی علیہ نے اقرار کیا دین کا پھر مدعی ہوا اوسکے ادا کا ایک ہی مجلس میں تو مقبول ہوگا اور اگر مدعی اور مدعی علیہ دونوں کی مجلس بدل گئی پھر دعوی کیا ادائے دین کا اور قائم کیے گواہ اوسپر تو یہ دعوی مسموع ہوگا بشرطیکہ دعوی ایفا کا قبل اقرار کے ہووے ورنہ باطل ہوگا آور جو دعوی کرے ادائے دین کا بعد انکار دین کے تو مقبول ہے باتفاق جیسا کہ اوپر گذر چکا حموی

کتاب الاقرار

ف اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ہے تو اگر اقرار حجت نہوتا تو اس حکم کے کچھ معنی نہوتے آور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اوسکو ابن حبان نے بسند صحیح ابو ذر سے آور حکم کیا حضرت نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے آور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا امت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہے مقر کے حق میں یہانتک کہ ثابت کیا انھوں نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولی ثابت ہوگا آور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نکریگا جس چیز میں اوسکی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اوسکی ذات حق میں بسبب نہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی مع زیادۃ **ص** اقرار کہتے ہیں خبر دینے کو اس بات کی کہ غیر کا حق مجھپر لازم ہے **ف** جو شخص اقرار کرے اوسکو مقر کہتے ہیں اور جسکے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اوسکو مقر لہ کہتے ہیں اور جس چیز کا اقرار کرے اوسکو مقر بہ کہتے ہیں **ص** حکم اقرار کا یہ ہے کہ مقر بہ اوسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہے یہ کہ اقرار انشاء ہے مقر کے ثبوت کا **ف** یعنی اقرار سے غرض و نہایت یہ ہے کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے یہ کہ ایک معدوم اوسکو ایجاد کرے جیسے انشائی عقود ہوتی ہیں آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہے **ص** تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہے تو صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو یہ اقرار صحیح ہوتا کیونکہ لازم آتا انشاء تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہیں اور جو کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہو جاتا اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے ہیں **ف** یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق یا غلام کو آزاد کر دیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاوینگے جیسا کہ بیان اسکا کتاب الاکراہ میں آویگا در مختار وغیرہ میں

اور مسائل بھی اسپر متفرع کیے ہیں اونمیں سے یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کے لیے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقر لہ کو دلایا جاویگا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کی طرف سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہیں ہوگا مگر جو عقود لازم ہیں جیسے نکاح وغیرہ اونمیں اقرار رد نہوگا اور جب مقر لہ نے اقرار مقر کا قبول کر لیا بعد اوسکے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایک دفعہ اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکو رد کر دیا بعد اوسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا محض بر بنائے اقرار مدعی علیہ کے ایک شی معین کا تو یہ دعوی مسموع نہوگا مگر جب مدعی یون کہے کہ یہ شی میری ملک ہے اور مدعی علیہ نے اوسکا اقرار کیا ہے میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہے اور اسی طرح اوسنے اقرار بھی کیا ہے تو دعوی مسموع ہوگا باتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار مدعی علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہیں ٹھہرایا پھر اگر مدعی علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاویگا اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعوی کیا مدعی علیہ پر ایک شی کا اور مدعی علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس بات کا کہ میرا کچھ حق مدعی علیہ کی طرف نہیں ہے تو یہ دعوی مدعی علیہ کا مسموع ہوگا **ص** جس شخص آزاد عاقل بالغ نے **ف** حالت بیداری میں خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے درمختار **ص** اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہے لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اوس شی مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقر لہ اوس سے زیادہ کا دعوی کرے اور گواہ نرکھتا ہووے تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا **ف** حاصل کلام یہ ہے کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہیں ہے البتہ جہالت مقر یا مقر لہ کی مانع ہے تو جس صورت میں مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاویگا اوسکے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مجہول ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہوگا **ص** اگر مقر نے یہ کہا کہ فلان کا میرے ذمے پر مال ہے تو ایک درہم سے کم میں اوسکی تصدیق نہوگی اور جو یہ کہا کہ فلان کا میرے اوپر بڑا مال ہے تو سونے اور چاندی میں مقدار نصاب زکوۃ سے **ف** یعنی بیس دینار اور دوسو درہم سے **ص** کم میں اور اونٹوں میں پچیس اونٹوں سے کم میں اور سوا انکے اور مالوں میں قیمت نصاب زکوۃ سے کم میں تصدیق نکیجاویگی **ف** درمختار میں ہے کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم میں تصدیق نہوگی اور مقدار نصاب سرقہ میں تصدیق ہو جاویگی اور اس قول کی تصحیح بھی ہوئی ہے **ص** اور تین نصاب زکوۃ سے کم میں تصدیق نہوگی اگر مقر نے یون کہا کہ علیّ اموال عظام یعنی مجھ پر بڑے اموال ہیں **ف** اور اگر اموال عظام کی تفسیر بغیر مال زکوۃ یعنی کپڑون وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی درمختار **ص** اور دراہم کے اقرار میں تین درم سے کم میں اور دراہم کثیرہ کے اقرار میں دس درم سے کم میں تصدیق نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم میں تصدیق نہوگی اگر مقر نے کہا کہ علیّ کذا درہما تو ایک درہم لازم آویگا اور جو کہا کذا کذا درہما تو گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا درہما واو عطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا کذا کذا درہما تب بھی گیارہ لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا وکذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے **ف** وجہین ان مسائل کی اصل میں ہدایہ میں مذکور ہیں اور وہ متعلق ہیں خاص بلغت عرب سے ہماری زبان میں اسکا کچھ لحاظ ہوگا **ص** اگر کہا کہ مجھ پر یا میری طرف فلانے کا اتنا ہے تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اوسکے ساتھ کہیگا تو امانت شمار کیجاویگی اور

اگر اوسکے بعد کہیگا تو ویسی ہی شمار کیا جاویگا اور اگر یوں کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر میں یا میری تھیلی
میں یا میرے صندوق میں فلانے کا اتنا ہی تو امانت پر محمول ہوگا **ف** اور جو کسی نے کہا کہ میرا سب مال اوسکا ہی
یا جسکا میں مالک ہوں وہ اوسکا ہی یا اوسکو میرے مال میں سے یا میرے دراہم میں سے اتنا ہی تو یہ ہبہ سمجھا جاویگا
نہ اقرار تو ضرور ہی اتمام ہبہ کے لیے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اوسے تسلیم کرے درمختار **ص** زید نے
عمرو سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار روپے ہیں عمرو نے اوسکے جواب میں یہ کہا کہ اونکو وزن کر لے یا پرکھ لے یا مجھے اونکی
مہلت دے یا میں تجکو وہ دیدونگا ہوں یا تو نے تجکو وہ روپے معاف کر دیے ہیں یا خیرات کر دیے ہیں یا ہبہ کر دیے ہیں
یا میں نے اون روپیوں کا حوالہ کر دیا ہے تجھے تو زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہو جاویگا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے
کہا تو اقرار نہوگا **ف** یعنی اون روپیون کی طرف ضمیر نہیں پھیری بلکہ اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کر لے
الی آخرہ تو اقرار نہوگا وجہ اوسکی اصل میں مذکور ہے اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہیں اور عمرو نے
اوسکے جواب میں سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہوگا اگرچہ زبان سے بولنے پر قادر ہے درمختار **ص** اگر کوئی
اقرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقرلہ کہے کہ تجھے بالفعل دینا ہے تو مقرلہ کا قول قسم سے مقبول ہوگا **ف**
اگر مقر کے پاس گواہ نہوں میعاد کے **ص** یعنی مقرلہ کو قسم دلاوینگے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہیں ہے تو جب وہ
قسم کھا لیگا تو قرض بالفعل دلا دیا جاویگا **ف** برخلاف اوس صورت کے کہ مقر نے کالے روپیوں کا اقرار کیا
تو ویسے ہی روپے اوسپر لازم آوینگے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دین میعادی کے کہ اوس میں قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا
اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مول چکایا یا امانت لی یا عاریت لی یا اوسکی ہبہ اور کرایہ لینے کی درخواست کی
یا عمرو کے وکیل سے یہ امور کیے تو گویا زید نے اقرار کر لیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہے عمرو کی اب اگر زید اپنے لیے
خواہ دوسرے کی طرف سے وکالتاً یا وصایتاً اوس شے کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعوی نہ سنا جاویگا بسبب تناقض کے
البتہ اگر زید نے سب عقود سے عمرو کو ابرا عام کیا پھر عمرو پر دعوی کیا کسی اور کا وکیل بنکر یا وصی بنکر اپنے موکل یا
صغیر کے لیے تو درست ہے درمختار **ص** ایک شخص کہے کہ مجھ پر ایک سو اور روپیہ ہے تو سو سے بھی مراد روپے
ہونگے یعنی ایک سو ایک روپیہ کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہے تو پوچھا جاویگا کہ سو سے کیا مراد ہے اسی طرح
سو اور دو کپڑوں کے اقرار میں اور اگر یوں کہے کہ میرے اوپر مائۃ وثلثۃ اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہیں تو سو سے
بھی مراد کپڑے ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلے کے اندر تو صرف گھوڑا اوسپر لازم
ہوگا **ف** یہ یا اسواسطے کہ غیر منقول میں شیخین کے نزدیک غصب نہیں ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا
یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونیکے لائق ہے اگر منقول ہے تو ظرف اور مظروف دونوں مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہے تو صرف
مظروف لازم آویگا اور جو ظرف ہونیکے لائق نہیں ہے جیسے یوں کہے کہ فلانے کا مجھ پر ایک درم ہے درم کے اندر تو صرف ایک
لازم ہوگا ۔ تاتی درمختار **ص** اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اوسکا حلقہ اور نگین دونوں لازم آوینگے اور تلوار
کے اقرار میں اوسکا میان اور پرتلا بھی لازم آویگا اور حجلہ کے اقرار میں اوسکی لکڑیاں اور پردے بھی لازم آوینگے

جو اقرار کیا کھجور کا ٹوکرے میں یا کپڑے کا رومال مین یا کپڑے مین **ف** یا ظلے کا کسی میں یا گون مین **ھدایہ** **ص** تو ظرف اور مظروف دونون اوسپر لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑون مین تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہین ہوسکتے اور امام محمدؒ کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آوینگے اسواسطے کہ نفیس کپڑا کئی کپڑون کی تہ مین ہوتا ہے اور جو اقرار کیا کہ مجھپر پانچ کپڑے ہین پانچ کپڑون میں یا اور نیت کی ضرب کی تو صرف پانچ کپڑے لازم آوینگے اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھ پانچ کے تو دس دینے ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے لازم آوینگے اور جو یہ کہا کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہین یا ایک و دس کے بیچ مین تو نو درہم لازم آوینگے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دس درہم اور زفرؒ کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یون کہے کہ فلانے کا اس گھر مین سے اس دیوار سے لیکر اوس دیوار تک ہے تو دونون دیوارین داخل نہونگی صحیح ہے اقرار حمل کا دوسرے کے لیے **ف** مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کے لیے ہے **ص** اور یہ اقرار محمول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کرگیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی کسی اور شخص کے لیے بعد اوسکے موصی مرگیا تو اب وارث مقر کا اقرار کرتا ہے اوس حمل کا موصی لہ کے واسطے اسی طرح صحیح ہے اقرار حمل کے لیے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اوپر ہزار درم ہین بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہوسکے جیسے وصیت یا میراث اسلیے کہ وصیت حمل کے لیے صحیح ہے اور اسی طرح حمل وارث بھی ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم مین ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچہ زندہ جنے تو وہ مال اونکا ہوجاویگا اور اگر مردہ جنے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہوگا تو اونکے وارثون مین تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہین ہوسکتا جیسے کہے کہ مین نے اوس حمل کو ہبہ کیا تھا یا مین نے اوس حمل کا وکیل ہوکر اس چیز کو خریدا ہے یا مین نے اوسکے ہاتھ یہ چیز بیچ کی ہے یا مین نے اوس سے قرض لیا ہے یا بالکل سبب بیان نکرے تو یہ اقرار لغو ہوجاویگا **ف** باتفاق ائمہ ثلثہ **ص** اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یون کہے کہ فلانے کے مجھپر ہزار درہم ہین لیکن اس شرط پر کہ مجکو تین دن تک اختیار ہے تو اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہوگی **ف** اسواسطے کہ اختیار فسخ کے لیے ہوتا ہے اور اقرار قابل فسخ کے نہین ہے **ص** اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اوسکے دعوی کیا کہ مین نے جھوٹھ کہا تھا تو طرفین کے نزدیک اوسکے اس قول کی طرف التفات نہوگا لیکن فتوی ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ مقر لہ سے قسم لیجاویگی اس امر پر کہ مقر جھوٹھ نہین بولا تھا اسی طرح ہے اگر مقر کے وارث نے دعوی کیا کہ میرے مورث نے جھوٹھ کہدیا تھا تو بعضون کے نزدیک وارث کے اس قول پر لحاظ نہوگا اور راجح یہ ہے کہ مقر لہ سے یہان بھی اوسی طور پر قسم لی جاویگی اور اگر مقر لہ مرگیا ہو تو اوسکے وارثون سے علم پر قسم لیجاویگی یعنی یون کہ ہم نہین جانتے کہ مقر نے یہ اقرار جھوٹھ کیا تھا مسائل ملحقہ کتابت اقرار کا حکم گویا مثل اقرار کے ہے اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی اونگلیون کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہوگیا خواہ منشی اوسکو لکھے یا نہ لکھے اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہوسکتی ہے اگر مدعی علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی

لے دونوں ... قول ... میں ... اور ... کے نزدیک ... دونوں ... الاصل

اوسکو قید کرے یہاں تک کہ اقرار کرے یا انکار یا جب اقرار کیا اس بچہ کا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور بچہ اوسکی بیوی کا ہو تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اوس عورت کے
نکاح ہونے کا بخلاف مہر کا اقرار کرے وہ اقرار نکاح ہوگا کذا فی الدر المختار والطحطاوی والقنیۃ ملتقطاً من مواضع

ص باب استثنا کے بیان مین

ف یعنی اقرار مین سے کچھ نکال لینے کے بیان میں ص جس چیز کا اقرار کیا ہو اوس مین سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی
نکال ڈالنا صحیح ہے بشرطیکہ یہ استثنا متصل ہووے اقرار سے ف مثلاً کہے کہ زید کے مجھ پر دس روپیہ ہین مگر دو یا دو کم تو دو کم
کو ساتھ ہی اگر کہیگا تو یہ استثنا صحیح ہوگا ص اور بعد استثنا کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آویگا ف مثلاً مثال مذکور مین
آٹھ روپیہ لازم آوینگے ص اور جو سب کا استثنا کرے سب تو باطل ہے ف مثلاً کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہزار کم آتے ہیں
ص اور ہزار میرے لازم آوینگے ف تو مثال مذکور میں ہزار روپیے دینے ہونگے ص جو چیزین نپتی ہیں
یا تلتی ہیں ایکو روپیوں میں سے استثنا کرنا درست ہے تو اوس قدر کی قیمت کم کرکے باقی روپیہ دینا ہونگا اور انکے سوا اور چیزون
کو نکالنا درست نہیں ہے مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہین ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہون کم تو استثنا صحیح ہوگا واسطے وجود مناسبت [یعنی مقدار مین ۱۲]
فی الحد کے اور سو درہم میں سے قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کرکے باقی درہم دینا ہونگا اور جو کہا میرے اوپر سو درہم ہیں ایک
کپڑا کم تو یہ استثنا صحیح ہوگا نزدیک شیخین کے اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی صورت مین صحیح نہوگا اور شافعی کے نزدیک سب صورتون مین
صحیح ہوگا [واسطے عدم مناسبت کے ۱۲] جس شخص نے اقرار کیا ایک امر کا اور اوسکے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ملا دیا تو اقرار باطل ہوجاویگا اگر کسی نے دار [مکان ۱۲] کے اقرار سے
عمارت کا استثنا کیا تو صحیح نہوگا یعنی زمین اور عمارت اوس دار کی دونوں مقر لہ کی ہوجاوینگی اسلیے کہ بنا داخل ہوتی ہین زمین بالتبع
اور جو چیز بالتبع داخل ہو اوسکا استثنا صحیح نہیں البتہ اگر یوں کہے کہ عمارت میری ہے اور صحن تیرا ہے تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا اور
انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہین ف یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ انگشتری فلانے کی ہے مگر نگینہ میرا ہے
یا یہ باغ اوسکا ہے مگر درخت کھجور کے جو اوسمین ہین میرے ہین تو یہ استثنا صحیح نہیں البتہ اگر یون کہیگا کہ اس انگوٹھی کا چھلہ اوسکا
ہے اور نگینہ میرا ہے یا زمین اس باغ کی اوسکی ہے اور درخت کھجور کے میرے ہین تو جیسا کہے ویسا ہی ہوگا کذا فی الاصل ص
اور اگر کہا کہ اوس شخص کے میرے اوپر ہزار روپیہ ہین ایک غلام کی قیمت کے کہ ابھی تک میں نے اوس غلام پر قبضہ نہین کیا ہے
تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت مین مقر لہ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپیہ دینا پڑینگے اور اگر غلام نہیں
دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مقر پر ہزار روپیہ واجب ہوگئے اور یہ قول اوسکا کہ مین نے ابھی اوس غلام پر قبضہ
نہین کیا لغو ہوجاویگا ف امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اوس کلام کے ساتھ کہے یا جدا کہے کیونکہ اوسنے
جب انکار کیا قبض کا ایک شی غیر معین مین تو گویا منکر ہوا وجوب درہم کا اسواسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہے تو قیمت واجب نہوگی
تو یہ رجوع ہوگیا اقرار سے اور وہ مسموع نہیں اور صاحبین کے نزدیک اگر یہ قول اوس اقرار سے ملا ہوا ہے تو اس صورت میں تصدیق
اوسکی کی جاویگی کیونکہ یہ بیان تغییر ہے اونکے نزدیک کذا فی الاصل ص جسطرح مقر نے یوں کہا کہ میرے اوپر ہزار روپیہ اوسکے
کے ہیں بابت قیمت شراب یا سور کے ف یا جوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مردے کے یا خون کے در مختار ص
تو مقر پر تمام روپیہ لازم ہونگے اور یہ اقوال لغو ہوجاوینگے ف امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اوسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے

یا بعد کے اور بر نزدیک صاحبین کے اگر ملا کر کہیگا تو اوسکی تصدیق کی جاویگی کذا فی الاصل یہ صورت جب ہے کہ مقر لہ ان اقوال کا
منکر ہو اور جو وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان امور پر تو اب ہزار روپیہ اوسکو لازم نہونگے **ص** اور اگر
کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہین بابت قیمت اسباب قرض کے اور وہ روپیہ زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ یا رصاص ہین تو کھرے ہزار روپیہ
اوسکو دینا ہونگے **ف** امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہو اور صاحبین کے نزدیک
وصال کی صورت مین تصدیق کی جاویگی اسواسطے کہ یہ قول رجوع ہے اقرار سے امام صاحب کے نزدیک اور بیان تغییر ہے صاحبین کے نزدیک
کذا فی الاصل **ص** اور اگر کہے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزار روپیہ ہین جو مین نے اوس سے غصب کیے تھے یا اوس نے امانت رکھائے تھے
مگر وہ روپیہ زیوف یا نبہرہ ہین تو اوسکی تصدیق کی جاویگی برابر ہے کہ متصل کرے یا منفصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپیہ ستوقہ یا رصاص تھے
تو در صورت وصال اوسکی تصدیق ہوگی اور در صورت فصل اوسکی تصدیق نہوگی **ف** وجہ فرق اصل مین مذکور ہے **ص** جو شخص اقرار
کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر عیب دار کپڑا لاوے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اوسکا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلان کے مجھپر
ہزار درم ہین مگر اتنے کم تو اگر یہ استثنا ملا کر کہا ہے تو قول اوسکا معتبر ہوگا اور جو ٹھہر کے کہا تو استثنا باطل ہوگا اور پورے ہزار دینا ہونگے
اور جو کہے کہ مین نے تجھسے ہزار امانتا لیے تھے وہ تلف ہوگئے اور مقر لہ کہے کہ تو نے غصبًا لیے تھے تو مقر ضامن ہزار روپیہ کا لازم
آویگا اور جو مقر کہے کہ تو نے مجکو ہزار امانتا دیے تھے اور مقر لہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مقر ضامن لازم نہ آویگا **ف**
وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول مین مقر نے اقرار کیا سبب ضمان کا [illegible] نہین کیا اسکا بلکہ مقر لہ اوسپر
دعوی کرتا ہے غصب کا اور مقر منکر ہے تو قول اسکا معتبر ہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس
امانت تھی سو مین نے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت نہیں تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اوس شی کو زید سے لے لیوے کیونکہ زید کے
اقرار سے قبضہ عمرو کا اوس شی پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اوس شی کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعوی ہو تو گواہون سے
اپنا دعوی ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ مین نے اپنے اس گھوڑے کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایہ پر دیا تھا سو عمرو اوس
گھوڑے پر سوار ہوا اور اوس کپڑے کو پہنا بعد اوسکے مجھے پھیر گیا یا عمرو نے میرے اس کپڑے کو اپنے داموں کے عوض سیا تھا
بعد اوسکے مین نے لے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتوں مین زید کے قول کی تصدیق کی جاویگی **ف** یعنی
زید کو یہ حکم نہوگا کہ وہ شی عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اوسپر دعوی کرے جیسے کہ مسئلہ امانت مین گذرا بلکہ یہاں عمرو کو اختیار ہے
کہ گواہون سے اپنا دعوی زید پر ثابت کرکے بعد ثبوت کے اوس چیز کو لے لیوے **ص** اور صاحبین کے نزدیک یہان
بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ چیز عمرو کے حوالے کرے بعد اوسکے گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرے جیسا کہ مسئلہ ودیعت میں
اور یہی موافق قیاس کے ہے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اجارہ مین نہیں اقرار کیا دوسرے کے مطلق قبضے کا بلکہ قبضہ ضروریہ کا
واسطے انتفاع کے پس باقی رہیگا سو جو کا قبضہ ماورائے ضرورت مین بخلاف ودیعت کے **ف** اور فتوی امام کے قول پر
ہے **مسائل ملحقہ** اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہین بلکہ امانت عمرو کی تو ہزار زید کے لیے ثابت ہوگئے اور اسی
قدر یعنی ہزار عمرو کے لیے اوسپر لازم ہوے اور یہی حکم غصب مین ہے اور اگر مقر لہ ایک شخص ہو اور اوسکے لیے دو اقرار کرے تو جو اقرار
از روے مقدار کے زیادہ ہو یا از روے وصف کے افضل ہو لازم ہوگا جیسے کہے کہ اوسکے میرے اوپر ایک ہزار روپیہ ہین

سین بلکہ دو ہزار رہ دیا یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہونگے یا اوسکے سیر سے اور ہزار روپے مین کھوٹے نہین بلکہ کھرے یا بالعکس تو ہزار کھرے لازم ہونگے کذا فی الدر المختار

ص باب مریض کے اقرار کے بیان مین

مریض پر جو دین ہو حالت صحت کا خواہ اوس دین کا سبب معلوم ہووے یا صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دین اوس پر واجب ہوا ہو حالت مرض موت مین اسباب معروفہ سے نہ صرف اوسکے اقرار سے جیسے بدل اوس چیز کا جسکا مریض مالک ہوا یا جس کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونون برابر ہین اور ان دونون قسمون کے دین **ف** یعنی دین صحت مطلقا اور دین مرض اسباب معروفہ **ص** مقدم ہونگے اوس دین پر جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہو **ف** یعنی پہلے ترکہ میت مین سے دین صحت مطلقا اور دین مرض جو اسباب معروفہ سے ہوا ادا کرینگے بعد اوسکے اگر کچھ مال بچیگا تو وہ دین ادا کیا جاویگا جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور شافعی کے نزدیک تینون قسم کے دین برابر ہین اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے **ص** لیکن تینون قسم کے دین میراث پر مقدم ہونگے یعنی ترکہ وارثون مین اوسوقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دین ادا ہو چکین اگرچہ دیون پورے مال کو گھیر لیوین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ **ص** اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض قرض خواہون کا قرضہ ادا کرے بعض کا **ف** اگرچہ دین مہر کا دینا یا اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والونکا حق متعلق ہو تو بعض کو دینے اور بعض کو نہ دینے مین اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو مجبور نہوا اوسکو یہ امر جائز ہے کہ اپنے قرض خواہون مین سے کسی کا قرضہ ادا کرے اور دوسرونکا نہ ادا کرے تنقیح الحامدیہ **ص** اور جائز نہیں مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے **ف** دین کا یا عین کا اور امام شافعی کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اوسکے لیے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے سنن مین **ص** مگر اوس صورت مین جب باقی قرض خواہ دین میں اور باقی ورثہ اقرار لوارث مین اوسکی تصدیق کرین **ف** کیونکہ معتبر نہونا اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق کے لیے تھا تو جب انھون نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاویگا اسی طرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دین تھا اوسکے وصول ہو جانیکا اقرار کیا تب بھی صحیح نہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کے اور اشباہ مین ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثوں کے مگر تین جگہ ایک اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسری نفی جیسے مریض کا یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ کی طرف یا میری ماں کی طرف اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو **ص** اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک شخص کے لیے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے **ف** اور اوس شخص نے اوسکی تصدیق کی بشرطیکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہو سکتا ہو **ص** نسب ثابت ہو جاویگا اور اقرار باطل ہوگا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لیے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کر لیا تو اقرار صحیح ہیگا اسواسطے کہ اول صورت مین اقرار مریض کا ہے اپنے بیٹے کے لیے اور دوسری مین اقرار اجنبیہ کے واسطے **ف** اگر اوسکے لیے وصیت کی پھر اوس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاویگی در مختار **ص** اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا

مجہول النسب ہو اور اوس سن کا لڑکا مقر سے ہو سکتا ہو اور تصدیق کی اوسکی لڑکے نے تو نسب اوس لڑکے کا ثابت ہو جاویگا مقر
سے اگرچہ مقر وقت اقرار کے مریض ہووے اور وہ لڑکا شریک ہو جاویگا اور وارثون کا میراث مین اور تصدیق لڑکے کی اوسوقت ضرور
ہو کہ وہ لڑکا گفتگو کر سکتا ہو اور جو گفتگو نکر سکتا ہو اور مر جاوے مقر ثابت ہوگا نسب اوسکا اور شریک ہوگا ورثہ مین اور تصدیق کی
کچھ حاجت نہین ہو **ف** اشباہ مین ہو کہ علی بن احمد سوال کیے گئے ایک شخص سے کہ مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اوسکو وارثون نے تقسیم
کر لیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اوسنے دعوی کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اوسنے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہون
سے اسطرح پر کہ میت نے اقرار کیا تھا اوسکی فرزندی کا اور قاضی نے حکم کر دیا اوسکے ثبوت نسب کا وہ وارث اوس سے یہ کہتے ہین کہ تم
اسکو ثابت کرو کہ میت نے تیری ماں سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا واقع ہو سکتا ہو یا نہین تو کہا علی بن احمد نے کہ اگر قاضی
اوسکے ثبوت نسب کا حکم کر چکا ہو تو نسب اوسکا اور فرزندی اوسکی ثابت ہو گئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہین ہو انتہی اور اوسی طرح جو کتاب
قنیہ سے کہ اقرار بالولد عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہو فافہم **ص** مرد یا عورت اگر کسی کو اپنا باپ یا ماں یا بیٹا یا بیوی یا خاوند یا
مولی یعنی آزاد کرنیوالا اقرار دے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کرین تو اقرار صحیح ہو جاویگا اور اسیطرح شرط ہو تصدیق زوج کی اور
عورت جب کسی کو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہو وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر پر کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہو اور مقر نے
اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات مین اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی بعد موت مقر کے تو صحیح ہو مگر جب کہ تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت
کی بعد مر جانے زوجہ کے اوسکے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہوگی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو جاویگی اگر اقرار کرے
سوائے رشتہ ولادت کے دوسرے رشتے کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہو یا چچا ہو **ف** درمختار مین ہو کہ اسی مین اصل ہو یہ اقرار بھی کہ میرا
پوتا ہو یا دادا ہو **ص** تو یہ اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار کرنا نسب کا ہو شخص غیر پر **ف** کیونکہ جب اوسنے کہا کہ یہ میرا بھائی
ہو تو ثابت کیا اوسکا نسب اپنے باپ سے اور جب کہا کہ میرا چچا ہو تو اوٹھایا نسب کو اپنے دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہو یعنی صرف
دلیل ہو مقر پر نہ غیر پر تو اسکے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا **ص** اور وارث ہوگا ایسا مقر لہ جب کوئی اور
وارث مقر کا نہووے نہ قریب اور نہ بعید **ف** یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض مین ہو نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام
اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مقر لہ محروم ہوگا میراث سے **ص** جسکا باپ مر گیا ہو وہ اگر
اقرار کرے کسی کے واسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقر لہ اوسکے حصہ میراث مین شریک ہو جاویگا لیکن نسب اوسکا ثابت نہوگا زید کے
عمرو پر سو روپے آتے تھے اور زید دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑ کر مر گیا جنمین سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجملہ زر
قرضہ پچاس روپیہ وصول پا چکا ہو **ف** اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہو اور خالد نے یہ بیان گواہون سے ثابت نہ کیا **ص**
تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپیہ عمرو سے صرف ولید کو دلا دیے جاوینگے **ف** بعد قسم لینے کے اسطرح پر کہ واللہ اوسکو معلوم نہین
کہ اوسکے باپ نے سو روپیہ سے نصف وصول لئے اور یہ قسم بھائی کے حق کے لیے ہو اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دین وصول پا چکا ہو
تب بھی ولید کو پچاس روپے دلائے جاوینگے قسم لیکر لیکن یہان قسم عمرو کے حق کے لیے ہوگی تو اول صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے
تو خالد اوسکے حصے مین شریک ہو جاویگا اور ثانی صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی

یہ کتاب ہے صلح کے بیان میں ف صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے والصلح خیر یعنی صلح بہتر ہے اور روایت کی ترمذی نے عمرو بن عوف مزنی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہے درمیان میں مسلمانوں کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہیں شرطوں اپنی پر مگر وہ شرط کہ حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور منکر کیا اوسکو محدثوں نے اسواسطے کہ روایت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف کی ضعیف ہے اور شاید کہ ترمذی نے اعتبار کیا اوسکے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے ابو ہریرہ کی روایت سے اور اخراج کیا اوسکا ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے کتاب القضاء میں ص صلح ایک عقد ہے جو مٹا دیتا ہے نزاع کو اور صحیح ہے صلح ہر حال میں خواہ مدعی علیہ مقر ہووے یا ساکت ہووے یعنی چپ ہو کر نہ اقرار کرے نہ انکار ف اور شافعی کے نزدیک صلح صحیح ہے مگر اقرار مدعی علیہ کی صورت میں کذا فی الاصل ص اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہے اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے تو یہ صلح بیع کے حکم میں ہے تو جاری ہونگے احکام بیع کے اوسمیں جیسے شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرویت اور خیار الشرط برابر ہے کہ صلح واقع ہوئی ہو ایک گھر کے دعوے سے یا ایک گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعی علیہ دونوں کو بدل صلح اور مصالح عنہ میں ف جاننا چاہیے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اوسکو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہوئی ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس چیز کا دعوی چھوڑ دیا ہے مثلا زید نے خالد سے ایک مکان کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے اور مکان کا دعوی چھوڑ دے تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہوئے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے صلح کر لی ایک مکان پر یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونوں مکان کے شفیعوں کو دعوی شفعہ پہونچتا ہے ص صلح میں اگر بدل صلح معلوم ہو بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہو جاویگی ف اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہیں ہے اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مدعی علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث منازعت نہیں ہے در مختار ص مصالح عنہ میں سے بعد صلح کے اسقدر غیر کا حق نکلے تو اوسکے موافق حصہ مدعی بدل صلح میں سے پھیر دیوے اور جتنا بدل صلح میں سے غیر کا حق نکلے تو اوسکے حصے کے موافق مدعی علیہ مدعی کو مصالح عنہ میں سے پھیر دیوے ف اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے در مختار ص اور جو صلح واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے ف تو اگر وہ منفعت ایسی ہے جسمیں مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان شرط ہوگا جیسے مدت گھر میں رہنا اور جو ضرور نہیں جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پر پہونچا دینا کذا فی الاصل ص تو وہ صلح اجارے کا حکم رکھیگی اس صورت میں اگر اندر مدت کے دونوں میں سے کوئی مر جاویگا تو صلح باطل ہو جاویگی جو صلح کہ مدعی علیہ کے انکار یا چپ رہنے کی صورت میں واقع ہو تو وہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہے اور مدعی علیہ کے حق میں فدیہ ہے قسم کا ف یعنی جب مدعی علیہ منکر ہے تو اوسپر شرعا قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعی علیہ بدل صلح عوض میں قسم کے دیتا ہے ص اور قطع نزاع کا تو اگر مدعی علیہ منکر ہے اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت میں شفعہ واجب نہ ہوگا اور جو گھر مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا ف اسواسطے کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعی علیہ کے قبضے میں رہا اور مدعی علیہ کے گمان میں یہ نہیں ہے کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہے تا شفعہ واجب ہووے اور زعم مدعی کا حجت نہیں ہو سکتا مدعی علیہ پر برخلاف اوس صورت کے کہ جو گھر مصالح علیہ ہوا ہے تو وہ مدعی جانتا ہے کہ میں نے لیا ہے اسکو عوض میں اپنے حق کے پس مواخذہ کیا جاویگا اوسکے زعم پر اور واجب ہوگا

شفعہ کذا فی الاصل ص صلح سکوت اور انکار میں اگر مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اوسقدر بدل صلح مین سے
مدعی علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کر لیوے اور جو مصالح علیہ کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت مین کل مصالح عنہ کا
دعوی اور بعض کی صورت مین بعض مصالح عنہ کا دعوی مدعی علیہ پر پھیر کرنے لگے ف اور بدل صلح کا تلف ہو جانا مثل
تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کی صلحوں مین مثل استحقاق کے ہے در مختار ص زید نے ایک گھر کا دعوی کیا عمرو پر بعد
اوسکے اوسی گھر کے ایک حصے پر صلح کر لی تو یہ صلح صحیح نہوگی اور حیلا اسکی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح مین کوئی چیز اور بڑھا دیوے جیسے
ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ یہ شی باقی گھر کا عوض ہو جاوے یا باقی گھر کے دعوے سے زید عمرو کو بری کر دیوے ف یہ صلح اسواسطے
صحیح نہیں ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہین ہو سکتا تو جب مدعی علیہ نے بدل صلح میں ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کر دیا تو یہ
شی زائد عوض اوسقدر حصے کی ہو جاویگی جو مدعی علیہ پاس باقی رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کر دیا مدعی علیہ کو باقی مکان کے دعوے سے
تب بھی صحیح ہو جاویگی اسواسطے کہ یہ ابرا ہے دعوی اعیان سے اور ایسا ابرا صحیح ہے البتہ ابرا اعیان سے درست نہین ہے اسواسطے
کہ اگر کسی نے ابرا کیا عین سے اور پھر اوسی عین کو پایا تو اوسکو لے لینا درست ہے لیکن قاضی کے نزدیک اوسکا دعوی مسموع ہوگا اور فرق
ان دونون مین ظاہر ہوگا اوس صورت مین کہ جب گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہو اور مدعی بری کر دے اوسکو دعوی سے اوس
گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعی علیہ کے قبضے میں نہووے مثلاً ایک شخص مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا اب ایک شخص نے وارثوں میں سے اپنے
حصے سے ابرا کیا تو یہ ابرا صحیح نہوگا کیونکہ یہ ابرا عن الاعیان ہے کذا فی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہے اور مدعی علیہ بری الذمہ
ہو جاویگا باقی دین سے قضاءً نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اوسکو لے لیگا در مختار ص صحیح ہے صلح مال کے
دعوے اور منفعت کے دعوے سے ف دعوی منفعت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا ورثہ پر اس امر کا کہ انکے مورث
نے وصیت کی تھی اسبات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اسکا انکار کیا اور اس صورت کے نکالنے کی اسواسطے
حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعوی کرے ایک عین کے کرایہ میں لینے کا اور مالک اوسکا انکار کرے پھر دونون صلح کر لین تو یہ صلح جائز
نہوگی کذا فی الاصل لیکن بحر الرائق میں اسکے خلاف مذکور ہے کہ صلح مستاجر کی موجر کے ساتھ جب وہ منکر ہو اجارے کا یا مدت کا یا
اجرت کا درست ہے طحطاوی و شامی ص اور صحیح ہے صلح جنایت نفس اور ما دون النفس سے خواہ عمد ہو یا خطا ف اسواسطے
کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ط ترجمہ جسکو معاف
کیا گیا اوسکے بھائی کی طرف سے کچھ سو پیروی ہے دستور کی اور ادا کرنا ہے طرف اوسکے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباس نے کہ نازل ہوئی یہ آیت
صلح مین ہدایہ ص اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح آزادی ہوگی اوپر مال کے ف مثلاً زید نے دعوی کیا عمرو پر
کہ یہ میرا غلام ہے اور عمرو نے صلح کر لی کچھ روپیہ دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپیہ لیکر عمرو کو آزاد کیا ص تو اگر مدعی علیہ اقرار کرتا
ہو اپنے غلام ہونیکا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونون کے حق مین تو ولا ثابت ہوگی مدعی کے لیے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے
حق مین آزادی ہوگی مال پر نہ مدعی علیہ کے زعم مین بلکہ اوسکے گمان مین قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہوگی مگر گواہ ہون اوپر غلام
ہونے کے ف ولا کہتے ہین غلام کے ترکے کو اور بیان اسکا کتاب الولا مین انشاء اللہ تعالی آویگا ص اور صحیح ہے صلح
نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہو جاویگی تو اقرار کی صورت مین دونوں کے حق مین خلع ہوگا

اور عدم اقرار کی صورتون مین خاوند کے زعم مین خلع ہوگا نہ عورت کے زعم مین یہانتک کہ اوسپر عدت واجب نہوگی اور
جو دوسرے خاوند سے اوسیوقت نکاح کریگی تو صحیح ہو جاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالیٰ تو اگر زوجہ یہ بات جانتی
ہوگی کہ مین پہلے خاوند کی زوجہ ہون تو اوسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز ہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ مین
اوسکی زوجہ نہین ہون تو اوسکو نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کرے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہوگی
ف اسی قول کو صحیح کہا ہے نقایہ اور درر اور ملتقی اور مجتبیٰ اور اختیار مین اور بعضون نے اس صلح کو صحیح رکھا ہے اور صحیح کہا اوس
قول کو درر البحار مین در مختار **ص** اور یہ مین صحیح ہے صلح دعوی حد سے اسواسطے کہ حد حق اللہ ہے اور غلام ماذون جب
کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کی طرف سے صلح نہین کرسکتا **ف** اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولی نے
اذن تجارت کا دیا ہے اور ذات اوس غلام کی مال تجارت مین داخل نہیں ہے اوسکو اپنی ذات مین کیونکر تصرف جائز ہوگا
کذا فی الاصل **ص** ہان اوس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہے اور وہ کسی کو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اوسکے نفس
کی طرف سے صلح کرسکتا ہے **ف** اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اوسکی کمائی مین سے ہے تو تصرف اوسکا اپنی کمائی مین اور
چھوڑانا اوسکا جائز ہوگا کذا فی الاصل **ص** اسی طرح جو مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہو گئی بعد اوسکے غاصب
نے مالک سے صلح کرلی اوسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک
قیمت سے زیادہ پر درست نہین **ف** اور مختار قول امام صاحب کا ہے اور دلیلیں دونون کی اصل مین مذکور ہین
ص اگر ایک غلام مین دو شخص شریک تھے اونمین سے ایک شریک نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا اور دوسرے شریک
سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی تو زیادتی باطل ہو جاویگی بالاتفاق ہان اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے
اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اور یہ بالاتفاق ہے صاحبین کے نزدیک تو ظاہر ہے اور امام صاحب کے نزدیک اسواسطے کہ
یہان قیمت منصوص علیہ ہے پس زیادتی قیمت جائز نہین اور غصب مین غیر منصوص ہے اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے
کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لیے یا اسقدر دین کا اوسپر دعوی ہے اوسمین سے ایک حصے پر صلح کرنے کے لیے تو بدل صلح موکل
پر لازم ہوگا نہ وکیل پر **ف** اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین صلح مثل بیع کے نہین ہے لیکن قتل کی صورت مین
تو ظاہر ہے اور لیکن دوسری صورت مین تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہونگے
طرف موکل کے کذا فی الاصل **ص** البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہوگیا ہو بدل صلح کا تو اوسپر لازم آویگا
اور جو صلح مثل بیع کے ہے اوسمین بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہے **ف** مراد اس سے وہ صلح ہے جو مال سے ہو بعوض مال کے
اور یہ مال مصالح عنہ کی جنس سے نہووے اور مدعی علیہ اقرار کرتا ہووے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص فضولی نے صلح
کی مدعی علیہ کی طرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھسے ہزار درم پر اپنے مال
مین سے یا اپنے اس ہزار روپیہ پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپیہ پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یون کہا کہ
صلح کی مین نے تجھسے ہزار روپیہ پر **ف** یعنی مطلق کہا اور اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا **ص** اور وہ ہزار روپیہ
دیدیے تو ان سب صورتون مین صلح صحیح ہو جاویگی **ف** اور فضولی پر ان روپیون کا تسلیم کرنا لازم آویگا از خود

منہ مدظلہ

کا احسان ہوگا مدعی علیہ پر تو رجوع نکریگا مدعی علیہ پر کیونکہ بے اوسکے حکم کے صلح واقع ہوئی **ص** اور اگر فضولی نے یون
کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار روپیہ پر اور ہزار روپیہ نہ دیے تو موقوف رہیگی صلح مدعی علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھیگا
مدعی علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعی علیہ کو ہزار روپیہ دینا پڑینگے اور جو اجازت ندیگا تو صلح باطل ہوجاویگی جب مدعی اپنے
قرض مین سے جو مدعی علیہ پر ہے اوسکے نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کرلیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا
جاویگا نہ عقد معاوضہ **ف** اسواسطے کہ بعض کل کا عوض نہیں ہوسکتا **ص** تو صحیح ہے صلح ہزار روپے سے جو بلا میعاد
تھے سو نقد پر یا ہزار میعادی پر **ف** تو پہلی صورت مین نو سو روپیہ کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت مین بے میعاد
ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل **ص** یا ہزار روپیہ زیوف سے سو کھرے روپیوں پر **ف** اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے
نو سو روپیہ اور کھرے پن کا تو اس صورت میں صلح صحیح ہوجاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہیں کذا فی الاصل **ص**
اور صلح دراہم سے میعادی دیناروں پر درست نہیں **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہوجاویگی اور درہم اور دینار
قبض کرنا دیناروں پر قبل جدائی متعاقدین کے ضرور ہے کذا فی الاصل **ص** اسیطرح صلح ہزار روپیہ میعادی سے پانسو
روپیہ نقد پر درست نہیں ہے **ف** اسواسطے کہ نقد ہونا بعوض پانسو کے ہوگیا اور یہ وصف مال نہیں ہے کذا فی الاصل
ص اسیطرح سیاہ رنگ کے ہزار روپے سے پانسو روپیہ سفید رنگ پر جائز نہیں ہے **ف** اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہوا
ہزار سیاہ روپیہ کا پانسو روپیہ سے ساتھ زیادتی وصف کے کذا فی الاصل اور معاوضہ نقدین میں وصف کا اعتبار ساقط ہے پس
سب صورتون مین ربا لازم آویگا قاعدہ کلیہ اسکا در مختار مین یہ مرقوم ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو
اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ
کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر ربا یا ربا کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی **ص**
اگر زید کے عمرو پر ہزار روپے تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجکو پانسو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اسکو قبول
کیا اور کل کے روز پانسو ادا کردیے تو عمرو باقی سے بری الذمہ ہوجاویگا اور اگر پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو سارا دین
پھر عمرو پر لوٹ آویگا **ف** یعنی ہزار روپیہ پورے اوسپر واجب ہوجاوینگے اور اسمین خلاف ابو یوسف کا ہے دلائل
سب کے مذکور ہین اصل کتاب اور ہدایہ میں **ص** اور جو ادا کرنے کا وقت بیان نہیں کیا **ف** یعنی زید نے
صرف اتنا ہی کہا کہ پانسو تو مجکو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے **ص** تو زید کا دین پورا کبھی لوٹے گا **ف**
یعنی اگر عمرو نے اس صورت مین کل کے روز پانسو روپیہ ادا نہ کیے تو ہزار عمرو پر نہ لوٹینگے بلکہ پانسو ہی رہینگے **ص** اور اگر زید نے
صلح کرلی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اوسکو کل نصف قرضہ ادا کردے تو وہ باقی سے بری الذمہ ہے اور جو
کل نصف قرضہ ادا نکرے تو کل دین عمرو پر ہے تو اس صورت مین اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کردیوے
تو باقی سے بری الذمہ ہوجاویگا ورنہ پورا دین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کردیا
اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا کردے تو عمرو نصف دین سے بری الذمہ ہوگیا خواہ باقی ادا کردے یا نہ ادا کرے **ف**
باجماع امام اور صاحبین اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے **ص** اور اگر زید نے ابرا کو صریح شرط پر معلق کیا جیسے یون کہا کہ اگر

تو مجھے اسقدر ادا کر دے یا جب یا اسوقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہو تو یہ ابرا صحیح ہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہو اور اگر مدیون نے دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تو مجھے مہلت ندیگا یا کچھ چھوڑ دیگا سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دین معاف کر دیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو دائن اوسکو مہلت دیگا یا کچھ قرض چھوڑ دے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ قول پکار کر دائن سے کہا تو دائن کا پورا دین مدیون پر ثابت ہوگیا تو وہ کل دین فی الحال لیگا

ف فصل دین مشترک میں صلح کے بیان میں

ص دو شخصون کا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو ان دونوں میں سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے میں مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہو کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لیوے مگر جبکہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی قرض کی ضمانت کر دیوے تو اب شریک مصالح کا حق اوس کپڑے میں رہیگا ف مثلاً عمرو اور خالد کے بالاشتراک دس درم زید پر قرض تھے عمرو نے اپنے دونوں حصوں کے بدلے میں ایک کپڑا لیکر زید سے صلح کر لی تو خالد کو اختیار ہو کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا عمرو سے نصف کپڑا لیوے البتہ اگر عمرو خالد کے لیے ایک درم کا ضامن ہو جاوے تو اب خالد کپڑے کو عمرو سے نہیں لے سکتا بلکہ درم اپنا لیگا ص یہ جب ہو کہ دین مشترک کا سبب وجوب متحد ہو جیسے ثمن اوس چیز کا جو ایک ہی عقد میں بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیوں میں مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا موروث کی یا قیمت شی مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین میں جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اوسکا نصف یا بقدر حصے اپنے کے اوس سے لے سکتا ہو مثلاً ان دونوں میں سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اوس میں دوسرا بھی شریک ہو جاویگا اب دونوں قرضدار سے باقی کا مطالبہ کر سکتے ہیں ف یعنی قرضدار اوس شریک سے جسکا حصہ قرض ادا کر چکا ہو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھ پر کچھ نہیں ہو کیونکہ جتنا ادا دیا تھا وہ دونوں شریکوں میں بٹ گیا کذا فی الاصل ص اور جو دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے میں کوئی چیز مدیون سے خرید لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہو کہ خواہ اپنا نصف دین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دین کا ضمان لیوے پھر دونوں شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کر لیویں اور اگر احد الشریکین نے اپنے حصۂ قرض سے مدیون کو بری الذمہ کر دیا تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دین تھا پہلے کا اور یہ دین اوس دین کے عوض میں ہو گیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا مثال اوسکی یہ ہو کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے میں وہ پچاس روپے ہو گئے جو زید کے اوس پر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہیں پہونچتا کہ عمرو سے یوں کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپے گویا وصول پائے تو نصف اوسکا مجھے ادا کر دے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول پایا تا بکر اوس میں شریک ہووے اور اگر احد الشریکین نے اپنے بعض دین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دین اونکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً جب ہر ایک کا دین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کر دیا یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کے تین حصے کیے جاوینگے دو حصے اوس شریک کے ہونگے جسنے معاف نہیں کیا اور ایک حصہ اوسکا

جیسے معاف کر دیا اگر دو مردوں نے عقد سلم کیا ملکر ایک کر میں گیہوں کے اور دونوں کا راس المال سو روپیہ تھا اور ہر ایک نے پچاس پچاس اپنے حصے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کر کے بدلے میں پچاس روپیہ مسلم الیہ سے صلح کر لی کہ وہ روپیہ اپنے لے لیے تو یہ صلح جائز نہ ہوگی امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیوں نے ملکر ایک غلام خریدا پھر ایک نے اون میں سے اقالہ کر لیا **ف** اور طرفین کی دلیل اصل میں مذکور ہے

فصل تخارج کے بیان میں

تخارج کہتے ہیں اسکو کہ سب وارث اتفاق کر کے ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح **ص** خارج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور انھوں نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور انھوں نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونوں ہیں اور انھوں نے دونوں دیے تو یہ تخارج سب صورتوں میں برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر **ف** یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہرا کر اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہووے کذا فی الاصل لیکن اس تخارج میں جہاں مبادلہ بطور عقد صرف کے ہے تو وہاں قبضہ کرنا طرفین کا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے درمختار **ص** اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونوں ہوں اور وارث مذکور کو صرف روپیہ یا صرف اشرفیاں دیکر خارج کریں تو یہ تخارج درست نہ ہوگا جب تک کہ بدل اوس مقدار سے زیادہ نہ ہو جو وارث مذکور کو اوسی جنس کے حصے سے پہونچے **ف** مثلاً وارث مذکور کو میراث میں دس دراہم اور کچھ اسباب پہونچتا تھا تو صحت تخارج میں ضرور ہے کہ اور وارث دس درم سے زیادہ دیکر صلح کریں تاکہ دس بعوض دس کے ہو جاویں اور زائد عوض حصۂ اسباب کے ہو وے ورنہ سود ہو جاویگا اسلیے کہ یہ صلح نہیں جائز بطریق ابرا کے کیونکہ ترکہ اعیان سے ہے اور برات اعیان سے جائز نہیں کذا فی الاصل **ص** اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملہ ترکہ دیون ہیں متوفی کے اوپر لوگوں کے اس شرط پر کہ وہ دیون باقی وارثوں کے ہوں کیونکہ یہ مالک کرنا ہے دین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے **ف** جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں کے لیے چھوڑا تو اوسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے **ص** مگر اس صلح کے صحیح ہونے کے کئی حیلے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث شرط کریں اسبات کی کہ مصالح اپنے حصۂ دین سے قرضداروں کو بری الذمہ کرے اور صلح کرے اعیان ترکہ سے اور مال کے اور اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اوسکا حصۂ دین بقیہ ورثہ کا ہو گیا اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا حصۂ دین سے اپنے مال عین سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے اونکی جانب سے اور مصالح اپنے حصۂ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلاوے مدیونوں سے اور اس حیلے میں ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ دادرسان کو آمدہ یہ جاتا اور اونکا حق دین ہے اتیسرا حیلہ اور وہ سب حیلوں میں بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیویں بقدر اوسکے حصے کے دین سے اور صلح کر لیویں دین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالے کر دے وارثوں کو اپنے قرض کا قرضداروں پر مثلاً فرض کریں ہم کہ حصہ مصالح کا دین میں سے سو درم ہے اور باقی ترکے میں سے بھی سو درم اور وارث صلح کرتے ہیں بعوض دو سو کے

تو منع ہے کیونکہ اگر بدل صلح زیادہ ہو سو سے مثلاً ایک سو دس درہم ہوں تو سو درہم تو وارث اوسکو بطور قرض کے
دیویں اور دس درہم اون سے لوٹا دیوے قرضدار دین پر اور وارث اون پر وہ ادائی قبول کر لیں پھر صلح کر لیں ترکے
سو اور چیزوں سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل ہو سکتے ہوں اور جو نہ ہو سکتے ہوں تو کچھ اور شے بڑھا دینگے
مثلاً ایک چھری زیادہ کر دینگے تاکہ دس درہم بدلے میں دس کے اور چھری باقی کے بدل میں ہو جاوے **ف** یہ حیلہ اس حیلے
اسواسطے ہوا کہ حیلہ اولی میں مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا جیسا کہ کذا فی الطحطاوی **ص**
جس ترکے کے اعیان معلوم نہیں اوسمیں صلح صحیح ہونے مین مکیل اور موزون پر اختلاف ہے مشایخ کا **ف** اور صحیحت
صلح ہے در مختار و ایضاح دونوں کی اصل کتاب میں مذکور ہے **ص** اور اگر ترکہ غیر مکیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان
بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہے قول اصح مین اور باطل ہے صلح اور تقسیم ترکہ دین ادا کرنے سے پہلے اگر دین محیط
ہو ترکے کو اور جو محیط نہ ہو تب بھی صلح نہ کی جاوے قبل ادائے دین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہا نے کہا کہ صحیح ہو جاویگی
ف یعنی دین غیر محیط مین نہ محیط مین **ص** لیکن بقدر دین ترکہ روک لیا جاویگا باقی کی قسمت کر دی
جاویگی از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ کل ترکہ روکا جاوے مگر چونکہ اوسمین ضرر تھا ورثہ کا اسلیے استحساناً روک رکھنا ترکے کا
بقدر دین کافی ہے مسئلہ مہمہ آیا صحت صلح کے لیے صحت دعوی شرط ہے یا شرط نہیں تو بعض لوگ کہتے ہین کہ صحت دعوی شرط ہے لیکن قول
صحیح نہیں اسواسطے کہ مدعی نے اگر دعوی کیا ایک حق مجہول کا مکان میں اور مدعی علیہ نے صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے مسئلہ گذرا
باب المتفرقات الاستحقاق میں اور تنکیر مین دعوی مجہول کے غیر صحیح ہونے میں اور ذخیرے میں بہت سے مسائل ہیں جو تائید کرتے ہیں ہمارے قول کی واللہ اعلم

ص کتاب المضاربة

عقد مضاربت شرع مین عبارت ہے اوس عقد شرکت سے نفع مین کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی **ف** تو جو محنت
کرتا ہے اوسکو مضارب کہتے ہین اور جسکا مال ہے اوسے رب المال کہتے ہین جواز اسکا ثابت ہے شرع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرت نے منع نہ کیا اوس سے اور صحابہ بھی اوسپر عمل کرتے رہے اور
کسی نے اوسکا انکار نہین کیا ہدایہ **ص** اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہیں تو مضاربت قبل عمل کے امانت و ودیعت
ہے **ف** تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہین آتا **ص** اور وقت عمل کے توکیل ہے **ف** پھر جب
توکیل ہوئی تو جو عہدہ مضارب کو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الدر **ص** اور جب نفع ہووے تو شرکت
ہے اور جو مخالفت کرے مضارب رب المال کی **ف** مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے رب المال نے
اوسکو منع کیا تھا **ص** تو غاصب ہے اور در صورت شرط کر لینے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہے اور در صورت
شرط کر لینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہے اور اجارۂ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس صورت
مین مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اوسکے لیے اوسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح خواہ تجارت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو
لیکن زیادہ نہ دیجاوے مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمد **ف** اور ائمہ ثلثہ کے اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ
اوسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی **ص** اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان

نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں صحیح نہیں ہے مضاربت مگر اوس مال میں جسمیں شرکت صحیح ہوتی ہے **ف** یعنی راس المال دراہم یا دنانیر ہیں سونا یا چاندی ہو جیسا کہ کتاب الشرکۃ میں گذرا **ص** اسی طرح ضرور ہے کہ رب المال اوس مال کو مضارب کے سپرد کر دیوے **ف** اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ بدون مسلم کامل کے متعذر ہے تو اگر رب المال بھی اوس مال میں اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی طحطاوی **ص** اور نفع شائع ہو دونوں میں **ف** یعنی مثلاً اتصاف نصف یا تہائی تہائی یا چار چوتھائی وغیرہ **ص** تو مضاربت فاسد ہوگی اگر ایک کے لیے نفع کے حصہ سے زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہووے **ف** جاننا چاہیے کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کر دیوے یا نفع کو مجہول کر دیوے تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اسکے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہوگی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاویگی جیسے ٹوٹے کا شرط کرنا مضارب پر کذافی الاصل **ص** جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے **ف** یعنی کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے مقید نہو کذافی الاصل **ص** تو مضارب کو اختیار ہے کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر اتنی مدت پر جسکا تاجروں میں دستور ہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع و شرا کے اور سفر کرے **ف** اور امام ابو یوسف کے نزدیک اوسکو سفر کرنا درست نہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر میں دیا ہے تو اوسکو سفر درست نہیں اور اگر پردیس میں دیا تو سفر جائز ہے کذافی الاصل لیکن صحیح یہ ہے کہ دونوں صورت میں مضارب کو سفر جائز ہے کذافی الدر المختار **ص** اور مال کو بضاعۃ دیوے اگرچہ رب المال ہی کو دیوے اور زفر کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوگی اور امانت رکھاوے اور گرو کرے یا گرو لیوے اور کرایہ کو دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے غنی اور تنگدست پر البتہ مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ اوس مال کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالے کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت میں مالک نے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر اور نہ یہ کہ قرض دیوے یا قرض لیوے **ف** یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہیں ہے **ص** اگرچہ رب المال نے وقت مضاربت کے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونوں کی اجازت دیدی ہو تو درست ہے اگر مضارب سے مالک نے کہدیا تھا کہ تو اپنی رائے کے موافق کرنا اور روپے سے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اوسکو پانی سے دھلوایا یا لدوایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے دھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہو مجرا نہیں لے سکتا کیونکہ وہ ادھار کرنے کا مالک نہیں ہے اور اگر اون کپڑوں کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دیکر سرخ رنگوایا تو جسقدر رنگ اوسمیں بڑھا ہے اوسمیں رب المال کا شریک ہو جاویگا جیسے اپنا مال اوسمیں ملا دیوے **ف** اور یہ رنگ اور خلط مال مالک کے اس قول میں کہ تو اپنی رائے کے موافق کام کر داخل ہو جاوینگے برخلاف دھلوائی کے کہ اوسمیں کوئی چیز بڑھی نہیں تو اگر نشاستہ یعنی کلپ دیکر دھلوایا ہوگا تو وہ رنگ کے مانند ہے اور سرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول میں مالک کے نزدیک امام صاحب کے داخل نہوگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے نزدیک امام صاحب کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سرخی کے ہیں کذافی الاصل مع زیادہ من الدر المختار **ص** تو مضارب سرخ رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے درصورت مالک کے یہ کہدینے کے کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر ضامن نہوگا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کل لے لیگا اور کپڑے کے داموں میں نفع میں شریک ہوگا **ف**

[illegible] وغیرہ سے کذافی الاصل ١٢

مثلاً وہ کپڑا ایک روپیہ کا سفید تھا جب سرخ رنگا گیا تو چھ روپیہ کا ہوا اور آٹھ روپیہ کو بکا تو مضارب ایک روپیہ تو رنگ کا لیگا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لیگا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہووے **ص** اور مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ رب المال نے اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معین کر دیا ہووے یا کسی مال خاص میں تجارت کو کہا ہووے یا کوئی وقت یا موسم یا کوئی خاص معاملے والا اشارہ یا ہووے کہ اوس سے تجاوز کرے تو اگر اوسکی مخالفت کریگا ضامن ہوگا اور روایتہً جو خریدی ہے مع نفع مضارب کی ہوگی اسیطرح مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ مال مضاربت میں سے جو غلام لونڈی خرید ا ہووے اوسکا نکاح کر دیوے یا ایسے غلام اور لونڈی کو خریدے کہ وہ رب المال پر آزاد ہو جاوے **ف** مثلاً وہ غلام لونڈی رب المال کا ذی رحم محرم ہے یا رب المال نے اوسیر حلف کیا ہو کہ اگر میں فلانے غلام یا لونڈی کو خریدوں تو وہ آزاد ہے کذا فی الاصل **ص** اور اگر خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا نہ رب المال پر مال مضاربت میں سے اور نہ اوس غلام لونڈی کو خریدے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے جب مال میں نفع ہوا ہووے اور جو خریدیگا تو وہ مضارب پر پڑیگا اور اگر نفع نہوا ہووے تو صحیح ہوگا **ف** اسواسطے کہ اس صورت میں مضارب کا کچھ روپیہ نہیں ہے تاکہ اوسکی ملک اوس غلام لونڈی میں آوے **ص** تو اگر بعد اسکے اوس غلام لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصہ نفع کے مقدار وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور مالک کو مضارب کچھ تاوان نہ دیگا ملکہ باقی قیمت کے لیے وہ غلام سعی کریگا اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصفا نصف نفع پر اوسنے اون ہزار روپے سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اوسکی ہزار روپے تھی بعد اوسکے اوس سے وطی کی اور وہ ایک لڑکا جنی ہزار روپیہ کا اور مضارب نے اوس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپے ہو گئی اور مضارب غنی ہے تو رب المال کو اختیار ہے چاہے اوس لڑکے سے سوا ہزار روپے میں سعی کرا لیوے چاہے آزاد کر دے پھر جب رب المال ہزار روپے لڑکے سے وصول کر لیوے تو پانسو لونڈی کی قیمت کے اور مضارب سے بھر لیوے **ف** یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہے اور اصل کتاب میں اتمام میں تعجیل کی ہے فقط

ص باب مضارب کے مضاربت کرنیکے بیان میں

اگر مضارب اپنی طرف سے کسی کو مضارب کرے بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن ہوگا یہانتک کہ مضارب ثانی اوسمیں عمل کرے ظاہر الروایت میں اور یہی قول ہے صاحبین کا اور حسن کی روایت میں امام صاحب سے یہانتک کہ مضارب ثانی اوسمیں نفع نکماوے اور زفر کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہو جاویگا **ف** اور مفتی بہ اول روایت ہے اور دلیل دونوں روایت کی اصل میں مذکور ہے **ص** اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے وقت مضاربت کے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ آدھوں آدھ ہمارے تمہارے بیچ میں ہے اب مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مالک کو ملیگا اور چھٹا حصہ مضارب اول کو اور تہائی اوسکی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے یون کہا تھا مضارب اول سے کہ جو کچھ تجکو اللہ دیگا وہ ہم تم آدھا آدھا لینگے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اول کو اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملیگی اور جو مالک نے یون کہا تھا کہ جو تو نفع کماوے وہ ہم تم دونوں کے بیچ میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مضارب ثانی کو ملیگا اور نصف میں مضارب اول

دوسرا مالک شریک ہو گئے اور اگر مالک نے یون کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اوسکا نصف مین لونگا یا جو کچھ بڑھے وہ ہم تم دونون مین نصفا نصف ہوا اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت مین مضارب ثانی کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملیگا اور جو مضارب اول نے اسی صورت مین دو حصے نفع کے مضارب ثانی کے لیے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لیے تو مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اسمین گھٹتا ہو وہ مضارب اول سے بھر لیا جاویگا اور اگر مضارب نے مین تہائی رب المال کی اور تہائی اوسکے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے لیے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہو کر دار الحرب مین ملجانے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے ف اور اگر مضارب مرتد ہو کر دار الحرب مین ملجاوے تو مضاربت باطل ہوگی کذا فی الاصل مس مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہیں ہوتا جب تک اوسکو اپنی برطرفی کی خبر نہووے پھر اگر اوسکو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اوسکو بیچکر نقد کر لے اور پھر اس مین تصرف نکرے اور نہ اوس نقد مین جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے نہووے تو اوسکو مضارب بدل سکتا ہے از روے استحسان کے نہ قیاس کے ف مثلا راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہین تو مضارب اوسمین تصرف نہین کر سکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر یا بالعکس تو مضارب اوسکو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے استحساناً تا نفع ظاہر ہووے مس اگر رب المال اور مضارب دونون بعد فسخ عقد کے جدا ہو گئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگون پر تو اگر مضارب کو اس تجارت مین نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضہ کا قرضدارون سے لازم آویگا ورنہ نہین ف کیونکہ جس صورت مین مال مین نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے ہوا اور نفع نہونے کی صورت مین بلا تبرع کے مس بلکہ مضارب مالک کو اوسکے وصول کرنے کے لیے وکیل کر دیوے اسی طرح سب کیلون کا حال ہے کہ اگر تقاضا نکرین تو موکل کو وکیل کر دیوین اور دلال اور سمسار جبر کیے جاوینگے قیمت کے وصول کرنے پر ف اسواسطے کہ دلال اجرت لیکر بکواتا ہے اور سمسار وہ شخص ہے جسکے پاس غلہ وغیرہ لوگون کا جمع کیا جاتا ہے تا وہ اجرت لیکر بیچدیوے تو اوسپر بھی ثمن وصول کرنیکے لیے جبر کیا جاویگا مس مال مضاربت مین جسقدر نقصان ہووے اوّل وہ نفع سے مجرا لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہو جاوے تو مضارب اوسکا ضامن نہوگا کیونکہ وہ امین ہے اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کر دیا اور مال مضاربت قبضہ مضارب مین ہے بعد اوسکے از سر نو عقد مضاربت کیا اور وہ اب کل یا بعض مال تلف ہو گیا تو پہلا نفع اسمین نہین لگایا جاویگا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہے البتہ اگر نفع تقسیم ہو گیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونون نے بانٹ لیا ہے پھر سے جمع کرین اور اب رب المال اپنا راس المال اوس نفع سے پورا کر لے تو بچے اوسے دونون بانٹ لین اور اگر اوس نفع سے اصل مال پورا نہووے یعنی اصل مال کم رہے تو مضارب پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا

کو مضارب ایس ہے جیسا کہ گذرا **ص** جو مضارب اپنے ہی شہر میں رہ کر کام کاج کرے تو اپنے کھانے پینے کا خرچ
اور ایسی روا مرحال میں اپنے ہی پاس سے اوٹھاوے یعنی مال مضاربت میں سے نہ لیوے اور جو سفر میں جاوے
تو کھلائی پلائی لباس پوشیدنی مضارب نوکر کی تنخواہ کپڑوں کی دھلوائی تیل جہاں تیل کی حاجت ہو جیسے ملک حجاز
میں **ف** حجاز مکہ اور مدینہ اور طائف اور ان شہروں کو کہتے ہیں جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہیں
ملک حجاز میں تیل کی اسلیے حاجت ہے کہ بلاد حجاز واقع ہیں اقلیم دوم میں اور درمیان اقلیم دوم کی حار ہوا اور یابس
تو وہاں روغن تیل ڈالے اور گھی کھائے بغیر نہیں ہوتا اور دوا کا خرچ مثل فصد کے ہے امام اعظم کے نزدیک **ص**
اور سواری خواہ کرایہ کی ہو یا خرید کی ہو دانہ چارہ اوسکا ان سب کے مصارف مال مضاربت میں سے لیوے
موافق دستور کے اور جو دستور سے زیادہ صرف کر ڈالیگا اوسقدر زیادہ کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ کر آوے
اور سفر کی چیزوں میں سے جو مال مضاربت سے لی گئی تھیں کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت میں شریک کر دیوے
اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہے کہ جب صبح کو وہاں جاتا ہے تو رات کو اپنے گھر میں نہیں رہ سکتا تو اوسکا
حکم سفر کا سا ہے اور اگر رات کو اپنے گھر میں رہ سکتا ہے تو وہ مثل ایک بازار کے ہے شہر کے بازاروں میں سے پھر اگر مضارب
کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اوسقدر خرچ کو مجرا لیوے جو مضارب نے مال مضاربت میں سے سفر میں
صرف کیا تھا تو راس المال پورا ہو جاوے اسکے بعد جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو
مال مضاربت میں سے بطور مرابحہ بیچے تو جو کچھ اوس چیز پر صرف ہوا ہے جیسے کرایہ بار برداری وغیرہ اصل لاگت میں
لگا لیوے اور کہے کہ مجکو اتنے کو پڑی ہے اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا ہے اوسکو نہ لگاوے مسئلہ اگر مضارب پاس
ہزار روپے تھے نصف نفع پر اوسنے اون ہزار روپیوں کا کپڑا خریدا اور اوسکو دو ہزار کو بیچکر ایک غلام خریدا اور ابھی ہزار
اوسکی قیمت کے بائع کو نہیں دیے تھے کہ وہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہو گئے تو مضارب پانسو کا ضمان دیگا اور
باقی دام مالک دیگا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اوسکے مال مضاربت میں رہینگے اور راس المال
اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب اس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار بتلا دے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت
غلام کی تو دو ہی ہزار تھی اور اوس تاوان کو جو بسبب ہلاکی ثمن کے مضارب پر لازم ہوا نہ ملاوے پس اگر وہ غلام چار
ہزار کو بکیگا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا اور ہزار روپے خاص مضارب کے ہونگے پھر ان تین ہزار میں سے راس المال
یعنی ڈھائی ہزار کو نکالکر باقی جو پانسو بچینگے وہ نفع کے سمجھے جاوینگے اوسکو رب المال اور مضارب نصف نصف بانٹ
لینگے اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو رب المال نے پانسو کو مول لیا تھا تو مرابحہ پر بیچنے
کے وقت مضارب پانسو اصل جمع بتلاوے اور جو مضارب نے ہزار روپے کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہے اور
اوس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا پھر رب المال اور مضارب اوس غلام کے دینے سے پھرے اور فدیہ دینے کو
اختیار کیا تو اس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب دونوں نے خون بہا دیا
تو اب وہ غلام مال مضاربت میں سے نکل جاویگا سو تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی

مضارب نے مال مضاربت سے ہزار روپے کے بدلے میں ایک غلام خریدا اور قبل حوالے کرنیکے طرف بائع
کے وہ روپے تلف ہوگئے تو رب المال کو ہزار روپیہ دینے ہونگے پھر اگر تلف ہوگئے قبل بائع کے دینے کے تو پھر
دینے ہونگے اسی طرح یہاں تک تلف ہوتے جاوینگے مالک دیتا جاویگا اور یہ سب روپے راس المال میں
شریک ہوتے جاوینگے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہوں اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجھکو ایک ہزار
روپے دیے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہیں اور رب المال کہے کہ میں نے تجھے دو ہزار روپے دیے تھے تو قول
مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر
ہیں زید کے اور کچھ نفع ہو چکا ہے اور زید کہتا ہے کہ بطریق بضاعت کے ہیں تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم
سے جیسے وہ شخص اون روپیوں کو قرض کے تما دے اور زید اوسکو بضاعت یا امانت قرار دیوے تو
بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہے اگر رب المال کہے کہ میں نے تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت میں اور
مضارب اسکا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہیں لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا
اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعوی کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اوسی کی طرف سے ہے

ص کتاب الودیعة

یہ کتاب ہے امانت کے بیان میں **ف** امانت میں خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلم نے نہیں ایمان ہے اوسکا جو امانت دار نہیں ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے شعب الایمان میں انس سے اور
یہ بڑی وسیلہ ہے خائن کے لیے اور فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا یعنی اللہ حکم
کرتا ہے تمکو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اوسکے مالکوں کی طرف **ص** ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے
واسطے حفاظت کے تو ضامن نہوگا مودع اگر چہ وہ بغیر اوسکی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہو جاوے
ف جو چیز امانت رکھائی جاوے اوسکو ودیعت کہتے ہیں اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اوسکو مودِع
بکسر دال اور جسکے پاس رکھی جاوے اوسکو مودَع بفتح دال اور امین کہتے ہیں تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودع
کے تلف ہوگئی تو اوسپر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے کہ نہیں ہے عاریت لینے والے پر جو خائن نہو تاوان اور نہ مودع پر جو خائن نہو تاوان روایت کیا اوسکو دارقطنی
اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور روایت کی ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے جسنے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہیں اوسپر تاوان اور اسناد اوسکی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ
ہے ائمہ اربعہ کا کذا فی المیزان **ص** مودع کو یہ پہونچتا ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والوں
کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مودع نے اوسکو سفر میں لیجانے سے منع نہ کیا ہووے اور راستے
میں خوف غارتگری کا نہووے اور جو مودع نے اوسکو سفر میں ساتھ لیجانے سے منع کر دیا ہووے یا راستہ خوفناک
ہووے اور راہ میں امانت تلف ہو جاوے تو اوسکو تاوان دینا پڑیگا اسی طرح اگر مودع نے اوسکی حفاظت سوا ...

گھر والون کے اور لوگوں سے کرائی تو بھی درصورت ہلاک ضمان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے
خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہوجاوے تو ضمان نہ دیگا **ف** اگرچہ ثبوت
ان عذرات کا بغیر گواہوں کے ہوگا ہدایہ **ص** تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مُودَع نے
باوجود قدرت نہ دی یا انکار کیا اگرچہ پھر بعد اوسکے اقرار بھی کیا یا نہ کیا یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب مالک
مال کے تو ضامن ہوجاویگا برابر ہے کہ پھر اوسکا اقرار کرے یا نکرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو
ضامن نہوگا کیونکہ یہ بھی حفاظت مال کا طریقہ ہے اور اگر مُودَع نے مرتے وقت بیان نہ کیا امانت کو جب بھی تمام
ضامن ہوگا یا مُودَع نے اوس امانت کو اپنے مال میں اسطرح ملا دیا کہ تمیز نہیں ہوسکتی تو بھی ضامن ہوگا **ف**
مثلاً امانت گیہوں تھے اور اوسنے اپنے گیہوں مین اونکو ملا دیا اور اگر خلاف جنس مین ملا دیگا جیسے جو کو گیہون میں
تو مالک کا حق جاتا رہیگا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسی طرح اگر اسی جنس میں ملا دے نزدیک امام صاحب
کے اور اسی طرح نزدیک ابو یوسفؒ کے مگر جب امانت کو اوسی جنس مین جو اکثر ہووے امانت سے ملا دے تو قلیل
تابع ہوگا اکثر کا جب اقل مین ملا دے کیونکہ اس صورت میں حق مالک کا نہ جاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمدؒ
کے نزدیک ہر حال میں شرکت ہوگی خواہ اقل مین ملا دے یا اکثر مین کذا فی الاصل **ص** یا مُودَع نے امانت مین
زیادتی کی اسطرح کیا اوسکے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار ہوا یا امانت کے روپیوں مین سے کچھ خرچ کیے
پھر اوتنے اوسمین شریک کر دیے یا جس گھر مین مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مُودَع نے اوسکے سوا دوسرے
گھر مین حفاظت کی تو ان سب صورتون مین مُودَع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مُودَع کے مال مین خود بخود مل گئی
تو دونوں اوسمیں شریک ہوجاوینگے اور اگر مُودَع نے امانت مین زیادتی کی پھر اوس زیادتی کو دور کر دیا تو
ضمان بھی زائل ہوجاویگا **ف** جیسے امانت کو جس گھر مین مُودَع نے کہا تھا نہ رکھا بلکہ دوسرے گھر مین
رکھا بعد اوسکے پھر اوسی گھر مین رکھ دیا تو ضمان زائل ہوجاویگا اگر وہ پہلا مکان ایسا تھا کہ جو اوسمین ودیعت
رہتی تو ہلاک ہوجاتی اور ضمان لازم ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک زائل نہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر
دو شریکون نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مُودَع کو یہ نہین پہونچتا کہ اوسکا
حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آئے ہوئے **ف** جب یہ ودیعت سوا کیلی اور موزونی کے اور کوئی
چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر کیلی و موزونی ہووے تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظمؒ کے برخلاف صاحبین کے
اسواسطے کہ مُودَع کو ولایت تقسیم مال کی نہین ہے کذا فی الاصل **ص** جب ایک چیز امانت رکھی دو مردون
کے پاس تو اگر وہ شے قابل قسمت نہیں ہے تو ہر ایک اونکا حفاظت کرسکتا ہے دوسرے کے اذن سے اور جو قابل
تقسیم ہے تو ہر ایک کو چاہیے کہ اوسکے دو حصے کر کے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے **ف** اور صاحبین کے
نزدیک یہان بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے کذا فی الاصل **ص** باوجود اسکے اگر ایک مُودَع
نے نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیا اور وہ امانت قابل تقسیم ہے تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابل

ہو کل مال پر کیونکہ مودع المودع ضامن نہیں ہوتا امام صاحب کے نزدیک اگر مودع نے منع کر دیا مودع کو کہ اس امانت کو اپنے گھر والون کے سپرد نہ کرنا اور اوسنے دیا اوس شخص کو کہ اگر اوسکو مدیتا تو کچھ اسکا حرج نہ تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکو دیا کہ جسکے بغیر دیے چارہ نہ تھا جیسے امانت جانور تھا اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیز یہ تھین جسکی عورتین حفاظت کرتی ہین اور اپنی بیوی کو دین تو ضامن نہوگا جیسے اگر ایک دار یعنی احاطہ مین کئی کوٹھریان ہین اور مودع نے ایک کوٹھری خاص مین رکھنے کو کہا تھا اور اوسنے دوسری کوٹھری مین رکھا تو ضامن نہوگا کیونکہ ایک دار کی سب کوٹھریان حفاظت میں برابر ہین بخلاف دار کے اسلیے کہ دو دار حفاظت مین متفاوت ہوتے ہین **ف** پس جب دار بدل دیگا تو ضامن ہوگا **ص** مگر جب دوسری کوٹھری مین جسمین اوسنے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہوگا تو ضامن ہوگا **ف** جیسے اوسکا دروازہ بورا ہووے یا دیوار ٹوٹی ہووے **ص** اور اگر مودع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اول پر لازم آویگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا مودع سے لیوے خواہ مودع المودع سے لیکن اگر مودع المودع سے لیگا تو وہ مودع سے پھیر لیگا کذا فی الاصل **ص** اور اگر غاصب نے شے مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اوسکے وہ شے اوس شخص کے پاس سے تلف ہوگئی تو مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا غاصب سے لیوے اور چاہے مودع الغاصب سے اور یہ بالاتفاق ہے **ف** یعنی اوس شخص سے جسکے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مودع سے تو وہ غاصب پر رجوع کر لیوے در مختار **ص** عمرو کے پاس ہزار روپے ہین زید نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور بکر نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین اور عمرو دونون کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی عمرو کو حلف دلا دیگا ہر ایک کے لیے جدا جدا اور جسکے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کرین تو قرعہ ڈال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول کیا دوسرے کے لیے حلف دلاوے اگر اوسکے لیے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونون کے ٹھہرینگے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آوینگے **ف** دلیل اسکی مع اور تفصیل کے اصل کتاب مین مذکور ہے فقط

ص کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام کے بیان مین یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان مین عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ یعنی منع کرتے ہین ماعون کو ماعون اوس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگون میں عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور ہدایہ مین ہے کہ عاریت جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہین عاریت لی تھین صفوان سے غزوہ حنین مین روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور بخاری مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا **ص** عاریت کہتے ہین نفع کے مالک کر دینے کو بغیر عوض کے جاننا چاہیے کہ تملیکات چار قسم ہین ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہے

دوسری تملیک میں بلا عوض یہ ہبہ ہے تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلا عوض یہ عاریت ہے **ف** اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا مستعار وہ شے جو عاریت دیجاوے **ص** صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز میں نے تجکو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین میں سے تجھے کھانیکو دی **ف** یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا **ص** یا میں نے تجھے اس جانور پر چڑھایا یا میں نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لیے دیا یا میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے یا میرا گھر میری عمر بھر تیرے رہنے کو ہے اور معیر کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے **ف** اگرچہ معیر نے اوسکا کوئی وقت بھی مقرر کر دیا ہووے اور مستعیر کو پھیر دینا اوسکا واجب ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کی جاویگی طرف مالک کے روایت کیا اوسکو ابو داود نے ابی امامہؓ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اوسکی طرف جس نے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اوسکی جس نے خیانت کی تیری روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود نے ابوہریرہؓ سے اور حسن کہا اوسکو اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور سنگ جا اوسکو ابو حاتم رازی نے **ص** اور بغیر زیادتی مستعیر کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہو جاوے تو مستعیر پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا **ف** اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان لازم آویگا **ص** مستعیر کو یہ اختیار نہیں کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اوسے کرایہ دیا اور ہلاک ہو گئی تو معیر کو اختیار ہے کہ تاوان اوسکا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کر لیوے اگر اوسکو کرایہ لیتے وقت علم اس بات کا نہووے کہ یہ شے عاریت ہے سو جبر پاس اگر ایک شے عاریت دی اور نفع اوٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستعیر کو درست ہے کہ وہ شے دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہے کہ استعمال اوسکا مختلف ہو جیسے سواری جانور کی یا نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر اور اگر معین کر دیا اوس شخص کو جو اوس شے سے نفع لیوے **ف** جیسے معیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اوٹھانا **ص** تو اگر استعمال اوسکا مختلف نہو تو مستعیر کو اوسکا عاریت دینا درست ہے اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہیں اسی طرح مستاجر کا حکم ہے **ف** یعنی جسوقت کوئی شے کرایہ دی تو اگر موجر نے نفع اوٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دیسکتا ہے برابر ہے کہ وہ شے مختلف الاستعمال ہو یا نہو اور اگر معین کر دیا تو نہیں دیسکتا مگر اوس شے کو جو مختلف الاستعمال نہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت میں جائز نہیں کذا فی الاصل **ص** تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ میں یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے کوئی قید نہیں لگائی تو اوس شخص کو یہ پہنچتا ہے کہ اوس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنے کے لیے دیوے اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کرادے اور جس کام کو کریگا تو وہی فعل معین ہو جاویگا اب اگر دوسرا عمل کریگا تو ضامن ہوگا **ف** اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں

مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول آپ سواری کی ہو اب دوسرے کو سوار نہیں کر سکتا اور اگر پہلے اوسکو
سوار ہو نہیں سکتا ص اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت میں اور قسم میں تو مستعیر اور
مستاجر کو اختیار ہے کہ جس وقت چاہے جس طرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کر دیا تو اگر مستعیر اور مستاجر نے
اوسکے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اوس سے بُرا نفع لیگا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مقید کیا اجارے
کو ایک قسم یا قدر کے ساتھ پس اگر مستاجر نے موافق اوسکے کیا یا مثل یا بہتر کیا تو ضامن نہ ہوگا اور جو اوس سے بدتر
کیا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو یا بطور عاریت کے لیا بعد فراغت کے اوس جانور کو
مالک کے اصطبل میں چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اوس نوکر کے ساتھ جسکو تنخواہ ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجا یا
مالک کے غلام کے ہمراہ خواہ وہ غلام اوس جانور پر مقرر ہو یا نہو یا اوسی کے نوکر کے ہمراہ روانہ کر دیا پھر وہ جانور
مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہو گیا تو ضامن نہوگا ف اور جو نوکر روزینہ پر ملازم ہے تو اوسکے ہمراہ بھیجنے سے
ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا مالک ہے اور بعض نے کہا کہ ہر بار اگر غلام وغیرہ اوسکا اوس پر مقرر نہو گا تو
اوسکو تسلیم سے ضامن ہوگا کذا فی الاصل ص جیسے مستعیر نے مستعار کو جو عاریت ہے اور میں قیمت ہو معیر کے گھر میں دے آیا
پھر وہ ہلاک ہو جائے مالک کو پہونچنے سے پہلے تو ضامن نہوگا اور اگر وہ شے عاریت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر میں دے
آنے سے بری الذمہ نہوگا بلکہ خاص مالک کو دینا چاہیے اسی طرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر دے آویگا تو ضامن ہوگا
ف یعنی بصورت ہلاک بلکہ امانت اور مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہے کذا فی الاصل ص اور عاریت لینا
اشرفی اور مکیل اور موزون اور معدود کا قرض میں داخل ہے ف اسلیے کہ ان اشیاء سے نفع حاصل نہیں
ہو سکتا بدون استہلاک عین کے الا اوس صورت میں جب انتفاع کو معین کر دیوے جیسے روپیہ مانگے واسطے اوسکے
کرنیکے لیے یا دوکان کی آرایش کے لیے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں ہلاک ہو جاوینگی
مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اوسپر لازم آویگا کذا فی الاصل ص صحیح ہے عاریت دینا زمین کا واسطے
مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہے کہ جس وقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو
حکم کرے واسطے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو معیر اوسکا ضامن
نہوگا اگر عاریت کے وقت معیر نے کوئی وقت بیان نہ کیا ہووے اور اگر وقت مقرر کر دیا ہو اور قبل وقت کے
اوسکے کھودنے کا حکم کرے تو جسقدر قیمت اوس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاویگی اوسکا معیر کو
تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہے کہ معیر قبل وقت کے عاریت میں رجوع کرے ف کیونکہ وعدہ خلافی ہے
اور وہ حرام ہے ص اور اگر زمین کھیتی بونے کے لیے عاریت دی تو معیر کو یہ نہیں پہونچتا کہ قبل کھیت
کٹنے کے زمین اپنی لے لیوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو ف اسواسطے کہ کھیتی کی انتہا
ایک مدت معلوم تک ہے تو اس حکم میں رعایت طرفین کی ہے بخلاف درخت یا مکان کے کہ اوسکی کچھ نہایت نہیں
ہے کذا فی الاصل ص شے مستعار اور مستاجر اور مغصوب کی رد کی اجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہے

ف مستاجر پر اجرت رد کی واجب نہین بلکہ اوسپر صرف مال اور فارغ کر دینا ہے نہ رد کر دینا اسلیے کہ نفع قبضے کا واسطے موجر کے ہی پس ہوگی اجرت رد کرنیکی موجر پر نہ مستاجر پر کذا فی الاصل ص جب ایک شخص زمین واسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کی دستاویز مین یون لکھے کہ تو نے مجھکو زمین کھانے کے لیے دی ہی نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اسلیے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے اور درخت لگانیکے ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک یون ہی لکھے کہ تو نے زمین مجھے عاریت دی واللہ اعلم

ص کتاب الھبۃ

ف ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپس مین تا محبت زیادہ ہو اسمین روایت کیا اوسکو بخاری نے ادب مفرد مین ابو ہریرہؓ سے اور ابو یعلیٰ نے انہین سے اور روایت کیا اوسکو مالک نے موطا مین عطا سے مرسلاً اور نسائی نے کتاب الکنی مین اور بیہقی نے شعب الایمان مین اور روایت کی بزار نے انس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپسمین ہدیہ بھیجو اسلیے کہ ہدیہ دور کرتا ہی کینے کو اور اسکے جواز پر اجماع منعقد ہوا ص ہبہ کہتے ہیں ذات ایک شی کا مالک دینا غیر کو بغیر عوض کے ف اور واہب کہتے ہیں ہبہ کرنے والے کو اور موہوب لہ جسکو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شی جسکو ہبہ کرے ص صحیح ہی ہبہ ان الفاظ سے وَہَبْتُ ہبہ کیا مین نے نَحَلْتُ عطا کیا مین نے ف اسلیے کہ وہبت صریح ہی معنی ہبہ مین اور نحل بھی مستعمل ہی ہبہ میں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے لیے جسنے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدک نحلتہ مثل ذلک کیا سب لڑکون کو دیا تو نے اسی طرح ص اَعْطَیْتُ عطا کیا مین نے اَطْعَمْتُکَ ھٰذَا الطَّعَامَ کھانے کو دیا مین نے تجھے یہ کھانا ف اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہی طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہی اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہے اَطْعَمْتُکَ ھٰذِہِ الْاَرْضَ تو عاریت ہی جیسا کہ گذرا کذا فی الاصل ص جَعَلْتُ ھٰذَا لَکَ اسکو مین نے تیرے لیے کر دیا اور اَعْمَرْتُکَہٗ اور جَعَلْتُ لَکَ عُمْرٰی مین نے یہ چیز تجھے بطور عمریٰ دی یعنی عمر بھر کو دی ف عمریٰ یہ ہی کہ ایک شی کسی کو اپنی مدت العمر اوسکی دیدیوے اور کہے کہ جب تو مر جاویگا تو مین پھیر لونگا سو تملیک صحیح ہی اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی اسواسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطین باطل ہو جاتی ہین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسی کو عمریٰ دیوے تو وہ چیز معمر لہ کی ہی تا حیات اوسکی کے اور بعد اوسکے وارثون کی روایت کیا اوسکو جماعت نے سوا بخاری کے جابرؓ سے برخلاف اوس صورت کے کہ داری لک عمری سکنی کہے کیونکہ قول اوسکا سکنی عاریت ہی کذا فی الاصل ص حَمَلْتُکَ عَلٰی ھٰذِہِ الدَّابَّۃِ مین نے تجھکو سوار کیا اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو کَسَوْتُکَ ھٰذَا الثَّوْبَ پہنایا مین نے تجھکو یہ کپڑا دَارِیْ لَکَ ھِبَۃً تَسْکُنُہَا میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر اوسمیں رہیگا تو اور قول تسکنہا تفسیر نہین بلکہ وہ مشورہ ہی اور اگر یون کہے کہ دَارِیْ لَکَ ھِبَۃً سُکْنٰی تو عاریت ہو جاویگا کیونکہ اس صورت مین لفظ سکنی کا تمیز ہوگا اور تفسیر ہوگا اپنے ماقبل کا

پس عاریت ہوگا یا یوں کہے کہ سُکنیٰ ھِبَةً اسواسطے کہ ہبہ حال ہوگا سکنی سے جب بھی عاریت ہوگا اسیطرح مُحْلی
سُکنیٰ اور سُکنیٰ صَدَقَةً اور صَدَقَةً عَارِيَةً اور عَارِيَةً هِبَةً میں بھی عاریت ہوگا **ف** مُحْلی سُکنیٰ کے معنی
دیا مین نے تجکو یہ گھر دیدیے کر از روے سکونت کے اور سُکنیٰ صَدَقَةً یعنی گھر میرا تیرے لیے ہو بطریق سکنی کے
حال آنکہ وہ سکنی صدقہ ہو اور صَدَقَةً عَارِيَةً یعنی گھر میرا تیرے لیے صدقہ ہو بطریق عاریت کے عَارِيَةً هِبَةً یعنی
گھر میرا تیرے لیے ہو بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہو یعنی ہبہ منافع مراد ہو نہ ہبہ عین کذا فی الاصل **ص**
اور تمام ہوتی ہو ہبہ قبض کامل سے **ف** اسواسطے کہ ہدایہ میں ہو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین
جائز ہوتی ہو ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہو البتہ روایت کیا اوسکو عبد الرزاق
نے قول سے ابراہیم نخعی رح کے اور مراد اس سے یہ ہو کہ بدون قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ
جواز بدون قبض کے بھی ہو جاتا ہو ہدایہ **ص** مراد قبض کامل سے یہ ہو کہ جسقدر ممکن ہو موہوب لہ موہوب پر قبضہ
کرے تو منقول مین قبض کامل وہ ہو جو اوسکے مناسب ہو اور غیر منقول مین جو اوسکے مناسب ہووے تو گھر کی کنجیون پر
قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہو اوسمین قبض کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہین تو کل پر
قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہو جاویگا پس صحیح ہو اگر قبضہ کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ مین بلا اذن واہب کے
اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہو صحیح ہو ہبہ کرنا اوس مشاع کا جو قابل قسمت نہین ہو **ف** مشاع
اوس شی کو کہتے ہین کہ شریکون مین مشترک ہووے اور اوسکی قسمت نہوئی ہووے **ص** اور مراد یہ ہو کہ جب تقسیم
کیا جاوے تو قابل منفعت نرہے جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان **ف** کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہین رہتا تو اگر
ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب لہ کو اور موہوب لہ نے اوسپر قبضہ کر لیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہو جاتی ہو **ص**
اور نہین صحیح ہوتی ہو ہبہ اوس مشاع کی جو قابل تقسیم ہو جو تقسیم کی جاوے تو منفعت اوسکی باقی رہے اور شافعی کے نزدیک
صحیح ہو اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہو **ف** یعنی قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اوسپر قبضہ کر لیوے **ص**
اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہیے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع ہو جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے
طاری ہو جاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اوسکے بعض غیر معین میں رجوع کیا یا بعض غیر معین کسی اور
کا نکلا بخلاف رہن کے کہ رہن مین شیوع طاری بھی مفسد ہو تو اگر واہب نے اوسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ کو
تو ہبہ صحیح ہو جاویگی **ف** یعنی پہلے اوسنے نصف مشاع ہبہ کیا پھر تقسیم کر کے تسلیم کر دیا تو ہبہ صحیح ہو جاویگی اسواسطے
کہ تمامی ہبہ قبض سے ہو اور وقت قبض کے شیوع نرہا کذا فی الاصل **ص** اگر ہبہ کیا گیہون کے اندر کا آٹا یا تلون کے
اندر تیل نہیں جائز ہو اگرچہ گیہوں پیسکر آٹا دیدیوے یا تلون مین سے تیل نکال کر دیدیوے اور اسیطرح ہبہ روغن کی دودھ
مین جائز نہین **ف** اگرچہ دودھ مین سے گھی نکال کر دیدیوے اسواسطے کہ یہ چیزین معدوم ہیں وقت ہبہ کے تو
انکی ہبہ کسی طرح جائز نہوگی برخلاف مشاع کے کذا فی الاصل **ص** اور ہبہ دودھ کی تھن مین اور اون کی بکری کی پیٹھ
پر اور کھیت اور درختون کی زمین مین اور کھجور کی درخت مین مثل مشاع کے ہو **ف** یعنی اگر ان چیزون کو بعد تقسیم

جدا کرکے دیدیگا تو ہبہ صحیح ہوجاویگی مثل مشاع کے ورنہ نہیں **ص** ہبہ اوس چیز کی جو موہوب لہ کے پاس ہو
ف اگرچہ بطور غصب یا امانت ہووے درمختار **ص** بغیر قبضۂ جدید کے تمام ہوجاویگی **ف** یعنی
موہوب لہ کو ضرورت نہیں کہ اوسپر دوسری مرتبہ قبضۂ جدید کرے **ص** اگر باپ **ف** یا جسکو ولایت ہو
بچے پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اسمیں داخل ہیں جب باپ ہو بشرطیکہ صغیر اوسکے عیال
میں ہووے درمختار **ص** اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شی ہبہ کرے تو ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہوجاویگی یہ
اسمیں قبول کی حاجت ہے نہ قبض کی **ف** اسواسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضۂ موہوب لہ کے شمار کیا جائیگا مجتبیٰ
ص اگر اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہوجاویگی خود اوس صغیر کے قبضے سے اگر وہ عاقل ہے
ف یعنی تحصیل مال کو سمجھتا ہووے درمختار **ص** یا اوسکے باپ کے قبضے سے یا اوسکے دادا کے قبضے
سے یا باپ اور دادا کے وصی کے قبضے سے یا ماں کے قبضہ کرنے سے اگر وہ صغیر ماں کے پاس ہووے **ف**
یعنی اوسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اوسکی پرورش میں ہووے تو اوسکا قبضہ کافی ہوگا **ص** یا اجنبی
کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اوس صغیر کی پرورش کرتا ہے اور وہ لڑکا اوسی کے پاس ہے اور اگر ایک شی ہبہ کی صغیرہ
کے لیے اور اوسکی طرف سے اوسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہے بشرطیکہ بعد زفاف کے ہووے **ف**
اور قبل زفاف کے صحیح نہیں درمختار زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین بعد نکاح کے **ص** دو آدمیوں
نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ کل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہیں ہے اور اسکا اولٹا یعنی
ایک شخص اپنا گھر دو آدمیون کو ہبہ کرے تو صحیح نہیں نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے **ف**
اسواسطے کہ تملیک متحد ہے تو شیوع باقی نہیں رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصوں پاس اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ
ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہن کے کہ وہاں ہر ایک کے دین کے بدلے میں کل شی محبوس
رہیگی کذا فی الاصل **ص** جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دو تونگروں کو تو درست نہیں اور دو فقیرون
کو اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہے **ف** اور صاحبین کے نزدیک اول صورت مین بھی درست ہے جیسے مکان
کی ہبہ مین دو شخصوں کو دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ تونگرون کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہ دو شخص ہوگئے
اور وہ موجب ہے شیوع کو اور صحیح ہو صدقہ دو غنیوں پر اسلیے کہ مراد صدقہ سے ہبہ ہے مجازاً اور ہبہ جائز ہے برخلاف تصدق
اور ہبہ کے دو فقیروں پر کیونکہ وہ دراصل خدا کو دینا ہے اور خدا واحد ہے فرمایا حضرت علیہ السلام نے صدقہ پڑتا ہے
اول کف میں خدائے تعالی کے قبل اسکے کہ پڑے کف میں فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث اس لفظ سے مجھے نہیں ملی واللہ اعلم

ص باب ہبہ کرکے پھیر لینے کے بیان مین

ہبہ کرکے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنے والا زیادہ
حقدار ہے شی موہوب کا جب تک نہ بدلا پاوے اوسکا **ف** روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور
روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کہا ابن عمرؓ سے **ص** اور امام شافعیؒ کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ میں درست نہیں

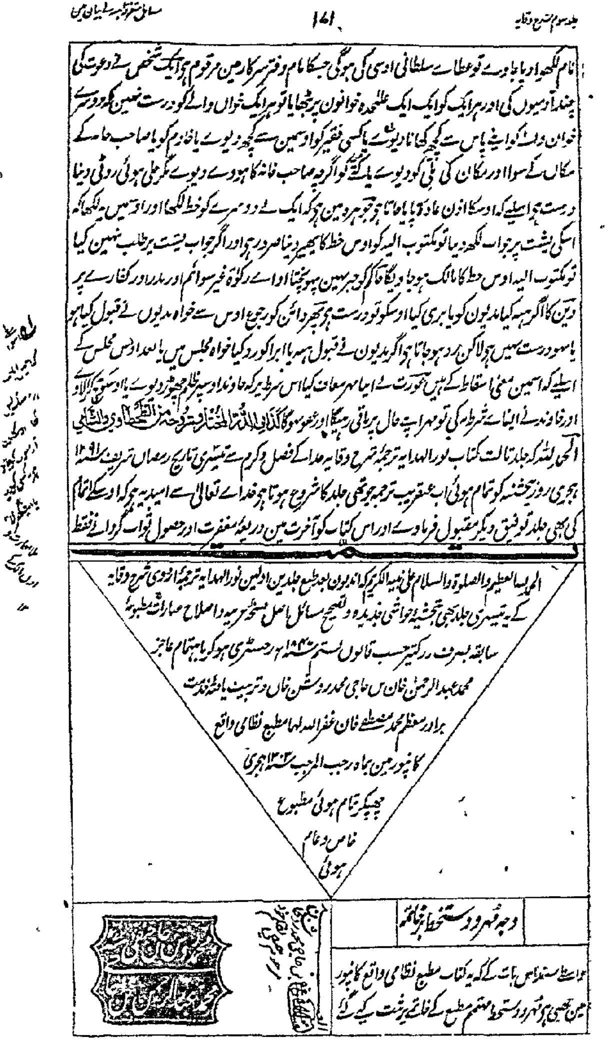
مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اسلیے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنے والا اپنی
ہبہ مین مگر باپ اوس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو **ف** روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد
اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور
ابن حبان اور حاکم نے **ص** ہم کہتے ہین کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ دوسرون کو سزاوار نہین کہ رجوع
کریں البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہوجاتا ہے **ف** یعنی یہ ممانعت جو حدیث
شافعی مین مذکور ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہین اسمین کہ پھیر لینا ہبہ کا ہمارے نزدیک یا
مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے پھیرنے والا
اپنی ہبہ مین جیسے کتا کہ قی کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قی کی طرف روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابن عباس سے در مختار
و طحطاوی لیکن رجوع کے سات موانع ہیں جو دمع خزقہ میں مجتمع ہیں سات امر مانع ہین رجوع فی الہبہ کے امام نسفی
نے تسہیل ضبط کے واسطے اون موانع کی طرف اشارہ ان سات حرفون میں کردیا ہے معنی اس عبارت کے یہ ہین
کہ انسونے زخمی کرڈالا اوسکو خزق بمعنی طعن ہے تو گویا انسوکو برچھی کے ساتھ مشابہت دی کذا فی الطحطاوی
ص منع کرتی ہے رجوع کرنے ہبہ سے زیادتی تو دال سے مراد زیادت ہے **ف** جو نفس شی موہوب مین ہووے
اور اوسکے سبب سے قیمت شی موہوب کی بڑھ جاوے اور **ص** متصل ہووے شی موہوب سے **ف**
یعنی جدا ہونا اوس زیادت کا شی موہوب سے ممکن نہووے زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب
چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہین اور نفس شی موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل
گئی جو صرف نرخ مین ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شی موہوب کا نرخ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہین اور زیادت
قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسے طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا
کہ یہ بھی مانع رجوع نہین **ص** جیسے عمارت بنانا اور درخت کا جمانا **ف** کہ ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی
بعد اوسکے موہوب لہ نے اوسمین عمارت بنائی یا درخت جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو
رجوع جائز نہوگا فتاوای عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی پھر موہوب لہ نے ایک کنارے
کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز
نہین نہ کل زمین مین نہ بعض زمین مین اور اگر یہ زیادت نہین معدود ہو یا نقصان مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو
اگر دکان ساست چھوٹی بنادے تو یہ ہرگز زیادت نہوگی تو اوسکا کچھ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور
عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اوسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو وہ
قطعہ چھوڑکے دوسرے قطعہ مین رجوع جائز ہوگا انتہی غایۃ الاوطار **ص** اور فربہی یعنی موٹا ہوجانا شی موہوب
کا **ف** اور اسی طرح خوبصورتی اور درخت اور رنگ اور شوربا پڑنا کپڑے پر یعنی وہ دھلوائی جسسے قیمت
بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا اور سننا بہرے کا اور دیکھنا اندھے کا اور مسلمان ہونا غلام کا اور معالجہ ہونا اوسکا

اور معاف ہو جانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت کی یا قرارت کی اور لکھنے اعراب مصحف کی اور نقل متاع
ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہاں اوسکی قیمت زیادہ ہو جاوے در مختار ص نہ وہ زیادتی جو جدا ہووے
شے موہوب سے ف کہ وہ مانع رجوع نہیں ص جیسے بچہ ہو جانا شے موہوب کا ف اور پھل درخت
کا تو اس صورت میں واہب اصل شے کو پھیر لیوے نہ زیادت کو در مختار ص اور میم سے مراد ہے مرجانا واہب کا
یا موہوب لہ کا ف بعد قبض کے کہ پھر اختیار رجوع کا باقی نہیں رہتا اور جو قبل تسلیم کے کوئی مرگیا تو عقد ہبہ
باطل ہو جاویگا در مختار ص اور عین سے مراد عوض ہے جو ہبہ کے بدلے میں موہوب لہ نے واہب کو دیا ہووے
بشرطیکہ اوس عوض کی اضافت طرف ہبہ کے کی ہو ف مثلاً موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا
عوض یا اوسکا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ بولا جس سے واہب کو معلوم ہو جاوے
کہ یہ اوسکے ہبہ کا عوض ہے اور پھر واہب نے اوس پر قبضہ کیا تو اوسکا حق رجوع ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ ہبہ بالعوض
انتہا کو پہنچتا ہے ص اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہ کی طرف سے واہب کو عوض اوسکے ہبہ کا دیوے کہکر
لے تو اپنے ہبہ کا عوض اور وہ واہب اوسکو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہو جاویگا اور اگر عوض ہبہ کی اضافت
طرف ہبہ کے نہ کی ف یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ میرے ہبہ کا عوض ہے ص
تو ہر ایک واہب اور موہوب لہ اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا ہے اور خے سے مراد یہ ہے کہ وہ شے موہوب ملک سے موہوب لہ
کی خارج ہو جاوے ف مثلاً موہوب لہ اوس شے کو فروخت کر ڈالے یا کسی اور کو ہبہ کر دیوے تو اگر موہوب لہ
اپنے موہوب لہ سے بعد ہبہ کے اوس شے کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر سکتا ہے اوس سے اسی طرح اگر موہوب لہ
نے نصف شے موہوب فروخت کر ڈالی تو نصف باقی میں واہب رجوع کر سکتا ہے در مختار ص اور زے معجمہ
سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے ف یعنی جسوقت ہبہ ہوئی ہے اوسوقت واہب اور موہوب لہ میں علاقہ زوجیت
ہونا مثلاً خاوند جورو کو کوئی شے ہبہ کرے یا جورو خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید اسواسطے لگائی ہے ص اگر ہبہ کیا
ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اوس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتا ہے ف اسلیے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نہ تھی ص
اور اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ کو اور بعد ہبہ کے اوس عورت کو جدا کر دیا تو پھیر لینا شے موہوب کا جائز نہیں ف اسلیے کہ وقت
ہبہ کے علاقہ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتیں ہیں اگر جورو خاوند کو ہبہ کرے اوسمیں بھی یہی حکم ہے ص اور قاف
سے مراد قرابت محرمیت ہے ف یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہو جاوے تو اگر فقط قرابت ہو محرمیت نہو
جیسے چچا یا خالہ یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہے ص اور ہا سے
مراد ہلاک ہونا شے موہوب کا ہے ف ہلاک سے تلف ہو جانا اوس شے کی ذات کا یا اوسکے عامہ منافع کا مراد ہے خواہ
باقی رہنے ملک موہوب لہ کے تو خروج عن الملک کے کہنے کے بعد یہ مانع زائد ہوگا ص اگر عوض دینے کے بعد
آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہ نصف عوض اپنا پھیر لیوے اور اگر عوض میں آدھا کسی اور کا نکلا تو واہب
یہ نہیں کر سکتا کہ آدھا موہوب واپس لے لیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اوسکے پاس باقی ہے موہوب لہ کو پھیر کر اپنا

کُل موہوب واپس لے لیوے یا ادہی آدہے عوض پر قناعت کرے **ف** اور امام زفر کے نزدیک اس صورت
مین آدہا موہوب پھیر سکتا ہے باعتبار عوض کے اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے **ص** اگر موہوب لہ نے آدہے
موہوب کا عوض دیا تو واہب نصف موہوب جسکا عوض نہین پونہچا پھیر لے سکتا ہے اور جو موہوب لہ نے نصف موہوب
کو فروخت کر ڈالا تو واہب نصف باقی مین رجوع کر سکتا ہے اسی طرح واہب کو اختیار ہے کہ نصف موہوب پھیر لیوے
اگرچہ موہوب لہ نے اوسمین سے کچھ بھی فروخت نہ کیا ہووے **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین واہب کو کُل پھیر لینے
کا اختیار ہے تو نصف کو بطریق اولی پھیر لے سکیگا **ص** اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونون کی
رضامندی یا قاضی کے حکم سے **ف** اسلیے کہ رجوع فی الہبہ میں اختلاف ہے مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور
موہوب لہ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح ہوگا **ص** پس اگر موہوب کو آزاد کردیا موہوب لہ نے بعد رجوع واہب کے
قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہوجاویگی اور اگر موہوب لہ نے موہوب کو روک رکھا واہب سے بعد رجوع کے
لیکن ابھی قاضی نے حکم نہین کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہوگیا موہوب لہ کے پاس تو موہوب لہ ضامن ہوگا
اسیطرح اگر تلف ہوگیا موہوب لہ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ موہوب لہ کا قبضہ ضمان نہین ہے البتہ جب
بعد حکم قاضی کے موہوب لہ موہوب کو روک رکھے یعنی باوصف طلب واہب مد ہوے تو تاوان اوسپر لازم ہوگا بشرطیکہ
قادر ہو تسلیم پر **ص** اور ہبہ مین جب رجوع قضائے قاضی سے ہوجاوے یا بہ تراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا
نہ ہبۂ جدید موہوب لہ کی طرف سے واسطے واہب کے اسیواسطے قبضہ واہب کا رجوع مین شرط نہین **ف** اور اگر
موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جب کہ قبض
کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اوسمین رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی علی المراقی
ص اور صحیح ہے رجوع مشاع مین **ف** یعنی ہبہ مشاع اگرچہ صحیح نہیں لیکن رجوع فی الہبہ مشاع میں درست ہے
اسلیے کہ رجوع فسخ ہے اصل ہبہ کا نہ ہبۂ ثانی صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصون کو ہبہ کیا اب ایک کے
حصے مین رجوع کرے **ص** اگر موہوب موہوب لہ پاس تلف ہوگیا بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث
کا تھا اور موہوب لہ نے اوسکا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہ واہب سے وہ تاوان پھر نہین لے سکتا اسواسطے کہ ہبہ احسان
کا عقد ہے نہ معاوضے کا تو اوسمین سلامت موہوب کا استحقاق نہین ہبہ کرنا عوض لینے کی شرط پر **ف** اسکو عربی مین ہبہ
بشرط العوض کہتے ہین مثلاً یون کہا کہ مین ہبہ کرتا ہون تجکو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اوسکے بدلے مجکو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط
ہے اسمین کہ عوض معین ہووے اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا مین **ص** ابتدا مین ہبہ ہے تو شرط ہوگا
کہ واہب اور موہوب لہ دونون قابض ہوجاوین بدلین پر مجلس عقد مین اور باطل ہوگا شیوع سے **ف** جب موہوب قابل قسمت
کے ہووے **ص** اور انتہا مین یہ ہبہ بیع ہے پس پھیر سکتا ہے بسبب عیب کے اور خیار الرویت کے اور ثابت ہوگا اوسمین حق شفعہ شفیع کو ہمارے
نزدیک اور امام زفر اور شافعیؒ کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہے ابتدا اور انتہا دونون مین **ف** اور دلیل ہماری و اونکی کو مع ہدایہ اور اصل کتاب مین

ص فصل مسائل متفرقہ مین ہبہ کے

جسنے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا لغیر اوسکے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا ہبہ موہوب لہ اوسکو آزاد
کر دیوے یا اوسی ام ولد بنا دے یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اسمیں سے مجکو پھیر دینا یا تھوڑے کا
عوض دیا تو ان سب صورتوں میں ہبہ صحیح ہے اور اول صورت میں حمل کا استثنا اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اور
اگر اوسنے آزاد کر دیا اوس لونڈی کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہے ف اسواسطے کہ حمل واہب کی
ملک رہا تو جب اوسکی ماں کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو ہبہ کیا باستثنا ے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہے لو یہ بھی جائز ہوگا
ص اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اوسکی ماں کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا اسلیئے کہ حمل باقی رہا ملک واہب میں پس
ہوگا مثل استثنا کے جس شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کل ہو تو وہ قرض بری ہے یا تو اوس سے بری الذمہ ہے
ف یا کہے کہ مجکو آدھا قرض ادا کر دے تو باقی آدھا تیرا ہے یا تو اوس سے بری الذمہ ہے ہدایہ ص تو یہ قول
باطل ہے ف اسواسطے کہ ابراے دین کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے کذا فی الاصل ص درست ہے ہبہ عمری
اور وہ معمر لہ کا ہوگا اوسکی زندگی تک اور بعد اوسکے اوسکے وارثوں کا ہوگا اور عمری کہتے ہیں ایک شخص کو اپنا
گھر دیا اوسکی مدت العمر تک اس شرط پر کہ جب معمر لہ مر جاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہو جاویگا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا
اور واہب کی شرط مدت العمر تک کی باطل ہو جاویگی بلکہ وہ گھر معمر لہ کا تا بحالت حیات مملوک رہیگا اور بعد اوسکی
موت کے اوسکے وارثوں کا ہوگا ف صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ہبہ کے رہوا اپنے پاس اپنے مال اور نہ تباہ کرو اوسکو سو بیشک جسے کیا عمری سو وہ اوسکا ہے جسکو دیا گیا جیتے اور
مرے اوسکے اور اوسکے وارثوں کا اور ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ جو چیز عمری دی گئی تو وہ معمر لہ
کے وارثوں کی ہے کذا فی بلوغ المرام ص اور باطل ہے ہبہ رقبی وہ یہ ہے کہ اگر میں مر جاؤں پہلے تیرے تو یہ چیز
تیری ہے اور جو تو مر جاوے تو پھر وہ چیز میری ہو جاویگی ف رقبی مشتق ہے رقوب سے جسکے معنی انتظار کے
ہیں گویا ہر ایک اون دونوں میں سے دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے اور یہ باطل ہے نزدیک طرفین کے
اور نزدیک ابو یوسف رح کے صحیح ہے اور شرط باطل ہے اسلیئے کہ قول اوسکا دَارِیْ لَکَ رُقْبٰی کے یہ معنی ہیں کہ یہ
گھر میرا تیرے لیے ہے اور میں منتظر ہوں تیری موت کا تو پھر آوے وہ گھر میری طرف پس صحیح ہوگا یہ قول اور
باطل ہوگی شرط مثل عمری کے تو اختلاف کی بنا تفسیر عمری پر ہوئی کذا فی الاصل ص صدقے کا حکم ہبہ کا
سا ہے کہ صحیح نہیں ہوتا بغیر قبضے کے اور نہ اوس مشاع میں جو قابل قسمت ہے مثلاً تصدق کیا ایک شی محتمل القسمہ کے
نصف کو تو صحیح نہیں البتہ اگر ایک شی دو فقیروں کو تصدق کرے تو درست ہے اور صدقے میں رجوع درست
نہیں ہے ف کیونکہ صدقے کا عوض ثواب ہے اور وہ متصدق کو حاصل ہو گیا برخلاف ہبہ کے کذا فی الاصل
مسائل ملحقہ اگر قرضخواہ نے خود کہا کہ نام میرا اس تمسک میں بطور عاریت ہے اور یہ قرضہ اصل میں دوسرے
شخص کا ہے تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اور معرلہ اوس دین کو لے سکتا ہے ایسا ہی حکم ہے اگر یوں کہا کہ میرا قرضہ جو فلان
شخص پر ہے وہ فلانے کا ہے دو شخصوں نے باہم صلح کر لی اس امر پر کہ عطاے سلطانی میں دفتر سرکار میں ایک شخص کا



نام لکھدیا جاوے تو عطاے سلطانی اوسی کی ہوگی جسکا نام دفتر سرکار مین مرقوم ہو ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیوں کی اور ہر ایک کو ایک ایک علیحدہ خوانوں پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہین کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھہ کہانا دیوے یا کسی فقیر کو اوسمین سے کچھہ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے مکان کے سوا اور مکان کی بلی کو دیوے یا کتے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہو دے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہے اسلیے کہ اوسکا اذن عادتاً پایا جاتا ہے جبکہ دو مین ہو کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اوسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھدینا تو مکتوب الیہ کو اوس خط کا پھیر دینا ضرور ہے اور اگر جواب پشت پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ اوس خط کا مالک ہو جاویگا حاکم کو جبر نہین پہونچتا اوا سے زکوٰۃ غیر سوائم اور بدل اور کفارے پر دین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو یا بری کیا اوسکو تو درست ہے پھر دائن کو رجوع اوس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا سو درست نہیں ہے لاکن رد ہوجاتا ہے اگر مدیون نے قبول ہبہ یا ابرا کو رد کیا خواہ مجلس میں یا بعد اوس مجلس کے اسلیے کہ اسمین معنی اسقاط کے ہیں جو عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اوسپر ظلم چھوڑ دیوے یا اوسکی کرلا دے اور خاوند نے ایفاے شرط کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہیگا اور عود ہوگا کذا فی الدر المختار وترجمہ من الطحطاوی والشامی

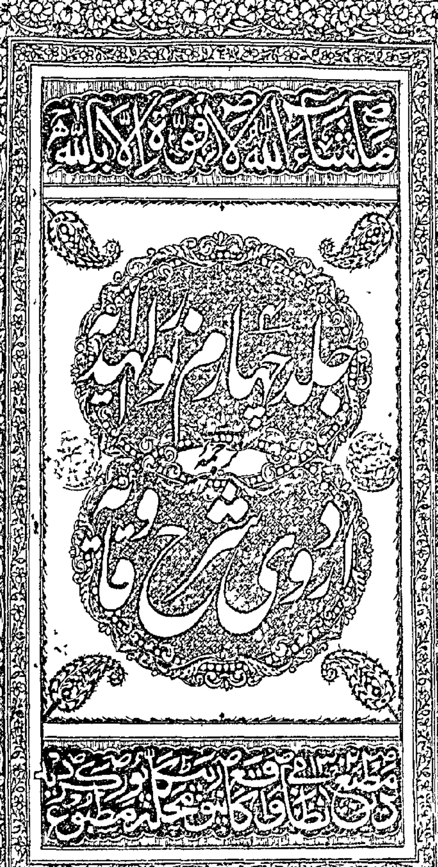
الحمد للہ کہ جلد ثالث کتاب نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ خدا کے فضل و کرم سے تیسری تاریخ رمضان شریف ۱۲۹۱ ہجری روز پنجشنبہ کو تمام ہوئی اب عنقریب ترجمہ چوتھی جلد کا شروع ہوتا ہے خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اوسکے اتمام کی بھی جلد توفیق دیکر مقبول فرماوے اور اس کتاب کو آخرت مین ذریعہ مغفرت اور حصول ثواب کرواے فقط

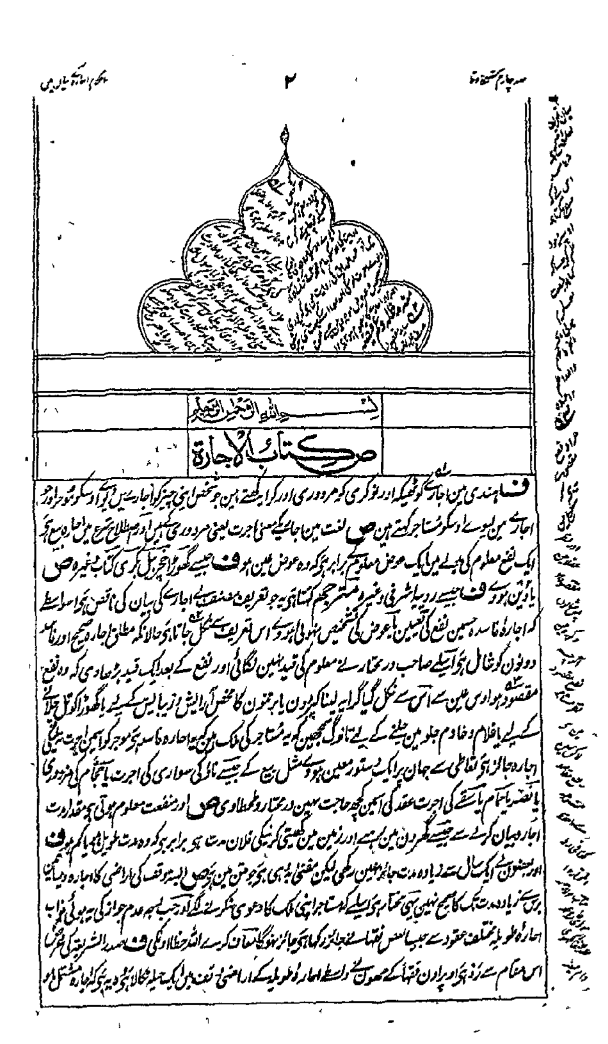
الحمد لله العلیم والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم کہ اندنوں بعد طبع جلدین اولین نور الہدایہ ترجمہ اردوی شرح وقایہ کے یہ تیسری جلد بھی بتحشیہ حواشی جدیدہ و تصحیح مسائل با صل نسخہ مرید و اصلاح عبارات مطبوعہ سابقہ بصرف زر کثیر حسب قانون نمبر ۲۰ سنہ ۱۸۴۷ء رجسٹری ہوکر باہتمام عاجز محمد عبد الرحمن خان بن حاجی محمد روشن خاں در تربیت یا خدمت برادر معظم محمد مصطفے خان غفر اللہ لہما مطبع نظامی واقع کانپور مین بماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۰۳ ہجری چھپکر تمام ہوئی مطبوع خاص و عام ہوئی

درجہ مہر و دستخط خاتمہ	
واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب مطبع نظامی واقع کانپور مین چھپی ہے مہر و دستخط مہتمم مطبع کے خاتمے پر ثبت کیے گئے	

فہرست جلد سوم نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

تمت


ما شاء الله لا قوة الا بالله
جلد چہارم نور الہدایہ
ترجمہ
اردو شرح وقایہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

ف ہندی مین اجارے کو ٹھیکہ اور نوکری کو مزدوری اور کرایہ کہتے ہین جو شخص اپنی چیز کو اجارے مین دیوے اوسکو موجر اور جو
اجارے مین لیوے اوسکو مستاجر کہتے ہین ص لغت مین اجارے کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہین اور اصطلاح شرع مین اجارہ بیع ہے
ایک نفع معلوم کی بدلے مین ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہو ف جیسے گھوڑا خچر بیل بکری کتاب وغیرہ ص
یا دین ہووے ف جیسے روپیا اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہے یہ جو تعریف مصنف نے اجارے کی بیان کی ناقص ہے اسواسطے
کہ اجارۂ فاسدہ جسمین نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہووے اس تعریف سے نکل جاتا ہے حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد
دونون کو شامل ہے اسلیے صاحب درمختار نے معلوم کی قید نہین لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھادی کہ وہ نفع
مقصود ہو اور اس قید سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑون یا برتنون کا محض آرایش و زیبایش کے لیے یا گھوڑا کوتل چلانے
کے لیے یا غلام و خادم جلو مین چلنے کے لیے تا لوگ سمجھین کہ یہ مستاجر کی ملک ہین کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہے موجر کو اسمین اجرت نہ ملیگی
اجارہ جائز ہے تعاطی سے جہان پر ایک دستور معین ہووے مثل بیع کے جیسے ناؤ کی سواری کی اجرت یا حجام کی مزدوری یا
قصار یا حمام یا سقے کی اجرت عقد کی اسمین کچھ حاجت نہین درمختار و طحطاوی ص اور منفعت معلوم ہوتی ہے مقدار مدت
اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھر دن مین رہنے اور زمین مین کھیتی کرنے کی فلان مدت تک برابر ہے کہ وہ مدت طویل ہو یا کم ہو ف
اور بعضون نے ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھی لیکن مفتی بہ یہی ہے جو متن مین ہے ص البتہ موقف کی اراضی کا اجارہ دینا
برس سے زیادہ مدت تک کا صحیح نہین یہی مختار ہے اسلیے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعوی نکرنے لگے اور جب بسبب عدم جواز کی یہ بولی ہو اب
اجارۂ طویلہ مختلف عقود سے جیسا بعض فقہا نے متاخرین کہا ہے جائز ہو گا معاف کرے اللہ حنفا اونکو ف صدر الشریعہ کی غرض
اس مقام سے رد ہے اوپر ان فقہا کے صورت نے واسطے اجارہ طویلہ کے اراضی وقف مین ایک حیلہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ اجارہ مشتمل ہو

کسی قدر دن پر اور ہر ایک عقد تین تین برس یا کم کا ہووے تو اسطرح مدت اجارے کی بہت طویل ہو سکتی ہو اور جب ایک عقد ختم ہو جاویگا تو دوسرا عقد شروع ہو جاویگا اور یہی حیلہ ہو اور ان لوگون کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف مین ایکسال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھتے شارح نے اس قول کو اسطرح برد کیا کہ اجارۂ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہ ہو کہ ایسا نہو کہ مستاجر بعد گذر جانے ایک مدت طویل کے باستدلال قبضے اپنے کے موقوف مین دعوی ملک کرے اور وقف ضائع ہو جاوے اور یہ وجہ اس صورت مین بھی پائی جاتی ہو تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارۂ طویل ناجائز ہوا فسخ ہو جاویگا کل مدت مین یعنی تین سال مین صحیح رہیگا نہ زیادہ مین اور بعض کے نزدیک اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہو تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہو تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہو مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم ص اور کبھی منفعت معلوم ہوتی ہو کام کے بیان کر دینے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا اسباب کی لدوائی جانور پر جسکی مقدار معلوم ہو وے یا مسافت معین تک ف یا سواری کا جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اگر مسافت یا وقت کا بیان ہووے تو اجارہ فاسد ہو اور دھلوائی اور رنگوائی کو اور اسیطرح زرگری وغیرہ کو اسطرح بیان کر دینا لازم ہو کہ پھر اخیر کو منازعت ہووے مثلا رنگوائی مین کپڑے کا بیان اور رنگ کی قسم کا کہ زرد و سرخ و سبز جو مطلوب ہو ضرور ہو اسیطرح سلوائی مین درخت کی قسم اور کپڑے کا بیان لازم ہو اور ایسا ہی دھلوائی مین کپڑے کا معین ہونا ضرور ہو درمختار و طحطاوی ص اور کبھی منفعت معلوم ہو جاتی ہو اشارے سے جیسے ایک چیز کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ اسکو فلان جگہ تک پہونچا دے اور اجرت صرف عقد اجارہ سے واجب نہین ہوتی ف اور شافعی کے نزدیک صرف عقد اجارہ سے واجب ہو جاتی ہو کذا فی الاصل ص بلکہ جب مستاجر اجرت کو پیشگی دیدے یا شرط ف یعنی شرط اجارہ مین ہو کہ اجرت پیشگی لیجاویگی یا از خود مستاجر جلدی کر کے اجرت دیدے تو اب وہ واجب ہو جاتی ہو اس معنی کر کے کہ پھر مستاجر اسکو پھیر نہین سکتا ص یا اجرت کی پیشگی لینے کی ہو گئی ہو پس پیشگی دینا واجب ہوگا یا مستاجر پورا نفع اوٹھا چکے یا قدرت پورے نفع اوٹھانے کی پوری ہو جاوے ف جیسے جب موجر اجارے کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اوسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اسوقت مین اگرچہ مستاجر اوس سے نفع نہ اوٹھاوے لیکن بعد گذرنے مدت کے اجرت اوسپر لازم ہوگی الا تین صورتون مین ایک اجارۂ فاسدہ مین قدرت انتفاع سے اجرت لازم نہین آتی بلکہ جب اوس سے نفع اوٹھاوے دوسری جب جانور خارج شہر کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو لیے ہوا باندھ رکھا اور اوسپر سوار نہین ہوا تیسری یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اوسکو چند سال تک رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت صرف اوتنے دنون تک کی لازم ہوگی جہان تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اوسکے بعد کی لازم نہ آویگی اشباہ ص جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور اپنے قبضے مین کر لیا اور اوس مین سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد گذرنے مدت کے اور جو مدت اجارہ مین اوس گھر کو کرایہ دار سے کسی نے جبرا چھین لیا اسطرح کہ اوسکی قدرت نفع لینے کی نہ رہی تو جس مدت تک وہ گھر اوسکے پاس سے نکل کے غاصب پاس رہا اوس قدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا ف الا اوس صورت مین کہ اوس غاصب کا نکالنا ممکن ہو کرایہ دار کو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے اور اوسنے خود نہ نکالا تو اون دنون کی بھی اجرت دینا پڑیگی کذا فی الاشباہ ص اور موجر کو درست ہو کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے اور جانور کا ہر منزل پر لیوے ف یہ صورت جب ہو کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہو یعنی بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل

یا اجیر کا بیان ہو گیا ہووے تو وہی متعین ہو گا شرط کے موافق در مختار ص اور دھوبی اور درزی مزدوری جب لے گا کہ اپنا کام فراغت
حاصل کرے ف اور اگر وہ شی قبل اسکے تلف ہو گئی تو مزدوری اوسکی ساقط ہو جاویگی در مختار ص اگرچہ سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے
گھر میں کیا ہووے ف یا اسواسطے کہا کہ خیاط نے اگر کام مستاجر کے گھر میں کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہو گیا تو اوسکو بقدر سلائی مزدوری ملیگی
کذا فی الاصل اسیطرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانے کے گر گئی تو اجرت اوسکی واجب ہو گی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سیتا تھا
اور قبل اسکے کہ درزی کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اوسکی سینئیں اودھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملیگی بلکہ درزی کو سینئیں اودھیڑنے والے
سے تاوان لینے کا اختیار ہے اور پھر دوبارہ سینے پر مجبور نہو گا کذا فی الدر المختار ص نانبائی مزدوری لے سکتا ہے جب روٹی
تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جلی ہو بعد نکال لینے کے تو اوسکو اجرت ملیگی اور جو قبل نکالنے کے جل جاوے تو مزدوری اوسکو نہ ملیگی اور
دونوں صورتوں میں نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آویگا ف نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک نان پز مالک کا جسقدر
آٹا تھا حوالے کرے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیکر پکانے کی مزدوری اوسکو دیدے یہ اختلاف
صرف صورت اول میں ہے اور لیکن صورت ثانی میں یعنی جب روٹی قبل نکال لینے کے جل جاوے تو بالاتفاق اوسکو مزدوری
نہ ملیگی اور تاوان لازم آویگا بسبب اوسکی تقصیر کے کذا فی الدر والبحر یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر میں پکائی جاتی ہووے
اور جو اوسکے گھر میں نہ پکی ہووے تو جل جاوے یا چوری جاوے کی صورت میں بالکل مزدوری نہ ملیگی خواہ وہ روٹی قبل نکلنے کے تنور سے
جلی ہووے یا بعد نکال لینے کے اور تاوان اوسپر نہو گا اسلیے کہ اوسکے ہاتھ میں امانت تھی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان
ہو گا اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہے جو ہر ودر مختار ص اور دیگ اور باندی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے
پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہو گا ف پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا تو خیر پکایا تو
وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اوسپر لازم ہو گا در مختار ص اور کچی اینٹ اٹھنے والے کی مزدوری جب ہو گی
جب اینٹیں کھڑی کر دیوے ف یعنی الگ الگ کر ڈال دیوے یہ قول امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض کو
بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہو گی اسلیے کہ تشریج تمام عمل سے ہے اور امام صاحب کے نزدیک وہ عمل زائد ہے مثل نقل کے
کذا فی الاصل اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے در مختار ص جو اجیر کہ اوسکے کام کا اثر موجود ہو اوس شی میں جیسے رنگریز اور دھوبی
جو نشاستہ اور اوسکی سفیدی سے دھووے ف کہ ان دونوں کے کام کا اثر کپڑے میں موجود ہو جاتا ہے یعنی رنگ اور نشاستہ وغیرہ اور
بعضوں کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہے کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس صورت میں وہ دھوبی جو فقط کپڑا سفید کر دیتا ہے اور نشاستہ
وغیرہ نہیں لگاتا اسی حکم میں داخل ہے در مختار میں ہے کہ قول ثانی صحیح ہے تو کپڑا اور جو تاکا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور
آٹا پیسنے والا آور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سدھانے والا ص ان سبکو روک رکھنا چیز کا مزدوری حصول کرنیکے لیے جائز ہے
تو اگر ان لوگوں نے چیز کو روک رکھا اور وہ چیز تلف ہو گئی تو مزدور پر تاوان ہے اور نہ مالک پر مزدوری ہے ف یہ مذہب امام صاحب کا
ہے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ وہ شی قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روکنے کے بھی مضمون ہو گی پھر مالک کو
اون کے نزدیک اختیار ہے چاہے تاوان لیوے ان لوگوں سے اوس چیز کی قیمت کا جو قبل اوس عمل کے تھی اور مزدوری
نہ دیوے یا اوس قیمت کا جو بعد عمل کے ہو تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور جس اجیر کے کام کا اثر اوس

کشتی مین ہو وسے جیسے بوجھ لادنے والا یا ملاح یا کپڑا کھینچنے والا جو صرف کپڑا دہوئے اور کاتب وغیرہ اسیر نکو سے تو ان لوگون کو چیز کا روک رکھنا واسطے مزدوری لینے کے نہین ہوپہنچتا **ف** تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہو گئی تو ضامن ہونگے مثل غاصب کے درمختار **ص** البتہ جو غلام بھاگے ہوئے کو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کے لیے اوس غلام کو روک سکتا ہی **ف** اگرچہ اوسکے کام کا اثر غلام مین کچھ پایا نہین جاتا اسلیے کہ غلام آبق مثل ہلاک کے تھا تو لانے والے نے گویا اوسکو جلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اجرت کے فروخت کیا اور زفر رحمہ کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہین برابر ہی کہ اوسکے کام کا اثر اوس چیز مین ہو یا نہو کذا فی الاصل **ص** اگر مالک مال نے اجیر سے قید اس بات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے کرنا تو اوسکو اختیار ہی کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگا دی جیسے کہا اس کپڑے کو اپنے ہاتھ سے سینا تو اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہین **ف** اگرچہ وہ کہ اوسکو غیر مفید ہے در وہ یار اوسیا جائز ہی شبلی اور برہان شرح مجمع درمختار **ص** ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اس بات کا کہ زید کے اہل و عیال کو لے آوے **ف** شام اجیر بصرے جا کر جب بصرے مین گیا **ص** بعض اہل و عیال اوسکے مر گئے تھے وہ شخص جو باقی تھے اونکو لیکر آیا اسصورت مین اجیر کو اجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک خط دیا کہ بکر کو لیجا کر پہنچا دے اجرت سے عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مرجانے بکر کے وہ خط پھر زید کے پاس واپس لایا اسصورت مین عمرو کو کچھ اجرت نہ ملیگی یہی حکم ہی اگر کچھ کھانا لیا اوسکو کسی کے پہنچانے کے لیے اور اوسکے مرجانے کے سبب وہ کھانا مالک کے پاس پھیر لاوے کہ اجرت کچھ نہ ملیگی **ف** نزدیک شیخین کے اور نزدیک محمد رحمہ کے خط مین اوسکو اجرت جانیکی ملیگی یعنی نصف پوری اجرت کی اور کھانے مین کچھ نہ ملیگا بالاتفاق اسلیے کہ باطل ہو گیا عمل اوسکا بسبب وسکے کذا فی الاصل طحطاوی مین ہی کہ یہ حکم جب ہی کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونون کو کہا ہو سو اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہو گا تو خط پہنچانے سے تمام اجرت لازم ہوگی جیسا کہ شرح مجمع مین مصرح ہی اور امام محمد کے جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور مین انتہی مختصراً **ص** صحیح ہی کرایہ لینا گھر کا یا دکان کا اگرچہ ذکر نکرے اوس کام کا جو اوسمین کریگا **ف** اسواسطے کہ عمل متعارف ان دونون مین سکونت ہی تو مطلق منصرف ہو گا طرف متعارف کے کذا فی الاصل **ص** اور کرایہ دار کو جائز ہی کہ اوس دکان یا مکان مین جو کام چاہے کرے مگر وہ کام جس سے عمارت سست ہو جاتی ہی جیسے حلوائی وغیرہ **ف** اور لوہاری اور آٹا پیسنا کہ ان کامون سے عمارت مین نقصان آتا ہی تو بدون رضامندی مالک کے یا ان چیزون کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ مین یہ کام درست نہین اسیطرح مستاجر کو اختیار ہی کہ جب مکان یا دکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسی کو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ جن سے عمارت مین نقصان ہوتا ہی نہ رکھے درمختار **ص** اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے کے تو درست ہی پھر جب مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو لازم ہی کہ عمارت اور درخت اپنا اوکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جب مالک زمین کا اوس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھد جانے کے ہوتی ہی راضی ہو جاوے تو پھر اوسقدر قیمت مستاجر کو دیکر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہی اگر کھود نے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا نقصان ہوتا ہو اور جو اوسکا نقصان نہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہی یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے اس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہماری زمین پر رہنے دو تو زمین مالک کی رہیگی اور عمارت اور درخت مستاجر

ف لیکن عمارت اور درخت کا رہنے دینا اگر بعوض اجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک زمین اور مالک مکان دونوں کو یہ حق پہونچتا ہی کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ دیویں اور زر کرایہ قیمت زمین بے عمارت ہووے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہووے تقسیم کر کے بقدر اپنے اپنے حصے کے بانٹ لیویں درمختار **ص** اور رطبہ کا حکم **ف** رطبہ یا میں درخت اور گھاس کے ہی مراد یہاں رطبہ سے وہ چیز ہی جسکو ایک مرتبہ بو دیں تو جتا ویکی ہمیشہ زمین میں باقی رہے اور اوسکے پتے یا پھول توڑتے اور بیچتے جاویں **ص** مثل درخت کے ہی **ف** یعنی مستاجر پر رطبہ اوکھیڑ کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہی اسلیے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہیں ہوئی تو مثل درخت کے ہو گئی اوسکا اوکھیڑنا ضرور رہا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہو گئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہیں آیا تو مستاجر جبر نہ کیا جاویگا کھیت اوکھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاویگی اور اسی کھیتی کے حکم میں ہین وہ ترکاریاں جنکی ایک انتہا ہی جیسے مولی گاجر بینگن وغیرہ درمختار **ص** اگر ایک جانور سواری کو کرایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اوسے سوار ہو سکا ذکر کیا بعد اوسکے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھایا اور جانور ہلاک ہو گیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑیگی **ف** اور گرانی وزن کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ کبھی ہلکا آدمی جو واقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پہونچاتا ہی اوس بھاری آدمی سے جو فن سواری کو جانتا ہووے گرانی لاش **ص** اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مرگیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہونے بوجھ کے **ف** مثلاً تین من لادنا ٹھہرا تھا اور لادنے چار من لادا اوس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے **ص** یہ حکم جب ہی کہ وہ جانور اوسقدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہی طاقت رکھتا تھا اور جو اوسقدر بوجھ کی وہ جانور طاقت ہی نہ رکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا **ف** اسی طرح اگر ردیف کی سواری کی بالکل طاقت ہی نہ رکھتا تھا اور مستاجر نے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا یا بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا یا بہت سے کپڑے لیے اور پر لاد لیے ان سب صورتوں میں کل قیمت کا تاوان دیگا درمختار **ص** اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو ایسا مارا یا اوسکی لگام کھینچی کہ جانور ہلاک ہو گیا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان نہوگا مگر جب کہ ایسی مار مارے یا اسطرح لگام کھینچے جو موافق دستور کے نہووے **ف** اسی پر فتویٰ ہی اور امام نے بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ کا ظاہر نقل اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہی اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو تنبیہ میں ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اوسکو ہرگز نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہی یعنی ہر شخص کو منع کرنا درست ہی علی الخصوص جب مالک جانور کے مونہ پر مارے درمختار **ص** اگر ایک جانور کو کرایہ لیا ایک مقام معین تک آنے جانے کے لیے اور اوس مقام سے آگے لے گیا بعد اوسکے پھر اوسی مقام تک پھیر لایا اور جانور ہلاک ہو گیا تو اوسکو ضمان دینا ہوگا **ف** یہی حکم ہی عاریت میں اور بعضوں کے نزدیک ضمان جب ہی کہ فقط جانے کے لیے کرایہ لیا ہو اور جو آنے جانیکے لیے لیا ہو تو تاوان نہیں ہی لیکن صحیح قول اول ہی کہ دونوں صورتوں میں

ضمان ہی کذا فی الاصل صدر الشریعہ نے کہا کہ اگر جانور اوس مقام مین آنکر ہلاک ہوگیا اور یقین ہی اس بات کا کہ اوسکی ہلاکت مین
اوس مقام سے آگے جانے کو دخل نہین ہی تو فتوی یہ ہوگا کہ ضمان نہ آویگا اور اگر ہلاک ہوا ایسے سبب سے کہ اوسکا یقین نہین ہی بلکہ
احتمال ہی کہ آگے جانے کو اوسکی ہلاکت مین دخل ہو تو فتوی یہ ہی کہ ضمان آئیگا انتہی مختصرا **ص** اگر ایک گدھا کرایہ لیا
جسپر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اوسکا زین اوتارکے پالان اوسپر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہوگیا تو ضمان
لازم آویگا برابر ہی کہ اوس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اوس زین کو
اوتار کر دوسرا زین اوسپر کسا تو دیکھنا چاہیے اگر وہ زین جسکو مستاجر نے کسا ہی ایسا ہی کہ اوس قسم کا زین ایسے
گدھے پر نہین کسا جاتا ہی تو ضمان ہوگا اور اگر کسا جاتا ہی تو ضمان نہوگا مگر جب بوجھ مین زیادہ ہو پہلے زین سے تو اوسقدر
زیادتی وزن ضمان ہوگا یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک پالان مین بھی یہی حکم ہی **ف** یعنی جب پالان
اس قسم کا ہو وے کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہی تو ضمان نہین ہی مگر جب وزن مین زائد ہو زین سے
کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص کو بوجھ لیجانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لیکر وہ راستہ اختیار کیا
جسکو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے راستے سے گیا اور دونون راستون مین فرق تھا **ف** یعنی مثلا مالک کا راستہ
مقرر کیا ہوا مامون اور محفوظ تھا اور مزدور کا راستہ پرخوف و خطر یا دشوار گذار تھا **ص** یا مزدور جس راستے گیا اوس مین
لوگ آمد و رفت نہین کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے راستے جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے راستے گیا اور مال و
اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہوگا **ف** اور جو دونون راستون مین کچھ فرق نہو وے تو ضامن نہوگا ہدایہ
ص اور اگر باینہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پہنچا دیا تو مالک کو اجرت دینا پڑیگی اوسکو سبب صورت [محفوظ ہونے میں ۱۲]
واسطے حصول مقصود کے جس شخص نے زمین کرایہ لی گیہون بونے کے لیے اور پھر اوسمین رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان
زمین کا رطبہ لگانے سے ہوگا وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اجرت نہین دیگا اسلیے کہ وہ خلاف کرنے سے غاصب ہوگیا
اور غاصب پر صرف تاوان ہی جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کرتا سینے کے لیے اور اوسنے قبا سی ڈالی تو مالک کو
اختیار ہی خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل
اجر مسمی سے زیادہ نہ دیوے **ف** یعنی جسقدر کرتے کی سلائی مقرر ہوئی تھی اوس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا
ہووے تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمی سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہوگیا اور اجارہ
فاسدہ مین ہمارے نزدیک اجر مسمی سے زیادتی نہین ہوتی **مسائل ملحقہ** رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سرخ رنگنے کو کہا اور
اوسنے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہی چاہے زرد رنگین لے لیوے اور رنگریز کو اوتنا دیوے جتنی قیمت سفید
کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہین اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لے لیوے
اسیطرح اگر رنگریز نے بہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا
طول یا عرض یا آستین اسقدر ہووے سو وہ کم ہوا اوسقدار معین سے سو اگر بقدر اونگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف

قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور سکو سی دوے سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اوسپر
تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ دھوکا دیا تاریان درمیان میں یہاں تک کہ مال تلف ہو گیا چوری یا بارش سے اگر
وہاں چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہو تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے دلال بازار میں سے دوسرے تاجر کا مال بیچ دیا
بغیر تقرر اجرت کے تو بعد اوسکے اجرت طلب کی تو عرف کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اجرت لینے کا دستور ہوگا تو اجرت مثل واجب
ہوگی ورنہ نہیں ظاہر الروایۃ میں گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ
ساقط کر دیا جاویگا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں مجرا کر لینے کا تو عمارت میں خرچ کرنے کا اتفاق
کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہونگے طحطاوی درمختار

ص باب اجارۂ فاسدہ کے بیان میں

اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اون شرطوں سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہے ف یعنی اون شرطوں سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کرے کہ اگر
مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہو جاوے جب بھی کرایہ ساقط نہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہو جاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارہ کو
وہی شروط فاسد کرتے ہیں جو کہ جیسے مدت یا اجرت یا مدت یا عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے اجارہ کو شیوع اصلی یعنی جو وقت
اجارہ موجود ہووے اس طور کہ اپنے گھر میں سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض
ہو گیا ہووے جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر بعض میں فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مر گیا
اگر اجارہ دیا شیء مشاع کو اور قبل عمل کرے حاکم کے اوسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا بعد ابطال حاکم کے
اجارہ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر اوس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت
مسمی سے اگر اجرت کا تسمیہ اور تعیین ہوا ہو اور جو اجرت شئ مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ
ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہاں تک پہنچے اجارہ فاسدہ جدا ہے اجارہ باطلہ سے
اجارہ فاسدہ وہ ہے جو باوجود اصل یعنی اصل اوسکی مشروع ہوئے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہو گیا ہو اور اجارہ باطلہ
جو اصل سے مشروع نہ ہووے جیسے اجارہ دلیا بعوض مردار اور خون کے یا بت تراشی یا تصویر سازی کے لیے تو اجارہ باطلہ
میں مطلق اجرت واجب نہیں اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے طحطاوی و درمختار مجمع ص اور اس اجارہ فاسدہ
میں اجرت مثل واجب ہوتی ہے اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک
جہاں تک پہنچے اجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد میں قیمت مبیع کی جہاں تک پہنچے واجب ہوتی ہے دلیل ہماری
یہ ہے کہ منافع غیر متقوم ہیں فی نفسہا بلکہ متقوم ہو جاتے ہیں بسبب عقد کے اور عقد میں خود متعاقدین نے زیادتی کو اجر
مسمی سے ساقط کر دیا ہے کذا فی الکافی ص ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے میں اجارہ صحیح ہوگا ف
اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس درمختار ص
اور جس مہینے کے اول میں ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اوس میں بھی اجارہ صحیح ہوگا ف یہ مذہب بعض مشایخ کا ہے
کہ جب چاند دیکھا جاویگا تو ہر ایک کو حق فسخ ہے لیکن جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گذرا تو اوس مہینے میں بھی

عقد اجارہ لازم ہو جاویگا اور ظاہر الروایۃ میں ہر ایک کو حق فسخ پہونچتا ہے جب چاند رات اور پہلی تاریخ کی تمام تک اسواسطے
کہ فقط رویت چاند کی اُن کے اعتبار کرنے میں حرج ہے کذا فی الاصل ص اگر یہ کہ سب مہینوں کا اکٹھا ذکر کردے تو سب
میں صحیح ہو جاویگا مثلاً یوں کہدیوے کہ یہ گھر میں نے تمکو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسیطرح اگر سال بھر تک
اجارہ دیوے اسی طرح ف یعنی یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تمکو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے میں اتنا کرایہ ص اگرچہ ہر مہینے کے
کرایہ کا ذکر نکرے ف یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کردیوے اور ہر مہینے کا کرایہ بیان نکرے تو صحیح ہوگا اور اوس سال
کے کرایہ کو ہر مہینے پر تقسیم کر لیوینگے در مختار ص اور ابتداے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو ف مثلاً یہ کہدیا
ہو کہ اجارہ شروع ہوگا غرۂ ماہ رجب یا غرۂ ماہ رمضان سے ص اور اگر ابتداے مدت مذکور نہووے تو وقت عقد
اجارہ وہی اول مدت ہے سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوسوقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند چاند ہوا کریگا
اگر اجارہ ہوا ہو اثناے مہینے میں ف مثلاً دسویں آٹھویں چھٹویں بیسویں وغیرہ ص تو امام ابوحنیفہؒ کے
نزدیک مہینوں کا شمار دنوں سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینا ہو جاویگا اور صاحبین کے
نزدیک پہلا مہینا دنوں سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ
ہوا تو امام صاحبؒ کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینا تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن
کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسویں تاریخ
اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھویں تاریخ کو اور حق یہ ہے کہ تمام ہوگا سال دسویں ذیحجہ
کو دونوں صورتوں میں کیا تو نے سنا ہے کہ ایک سال میں دو عید اضحی ہوویں ف ہمارے عرف کے موافق
مذہب صاحبین کا اولی بالعمل ہے ص اور جائز ہے اجرت دینا حمام کی اور حجام کی ف در مختار میں وجہ اجرت
حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام میں تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب
میں لکھا ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے اس صورت میں اولی یہ ہے کہ استدلال کیا جاوے کہ تعارف ناس سے اور
جہالت مدت سے ناجائز اسواسطے نہ ہوا کہ اس پر اجماع ہے مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو
مسلمان نیک جانیں سو اللہ تعالی کے نزدیک بھی نیک ہے اور جسکو مسلمان بد جانیں وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی بد ہے کہا زیلعی نے
تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے مرفوعاً البتہ روایت کیا اوسکو احمدؒ نے موقوفاً ابن مسعودؓ سے اور اسیطرح روایت
کیا اوسکو بزار اور طبرانی اور طیالسی نے ترجمہ ابن مسعود میں اور حجام کی اجرت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی
بخاری نے ابن عباسؓ سے کہا کہ پچھنے لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانے والے کو
اجرت اوسکی اور اگر ہوتی مزدوری اوسکی حرام تو نہ دیتے آپ اوسکو اور وہ جو مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے کہ فرمایا آپ نے حرام ہے کمائی حجام کی اور خبیث ہے کسب حجام کا روایت کیا اوسکو مسلم نے رافع بن خدیجؓ سے سو وہ
حدیث منسوخ ہے یا محمول ہے اوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم ص اور درست ہے اجارہ لینا اناج کا ایک جریب ف
بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کے واسطے گاے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں

جہالت کے سبب سے ص اسی طرح انا کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہی امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین
کے نزدیک جائز نہین ہی بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہی اور امام صاحب کہتے ہین کہ یہ
جہالت موجب منازعت نہین ہوتی کیونکہ انا پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہی بچے کی محبت اور شفقت
سے ف فتاوای کبری مین ہی کہ انا کے نوکر رکھنے مین دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہی دلیل اسکے
جواز کی صاحب ہدایہ قول اللہ تعالی کا بیان کیا ہی فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ یعنی اگر دودھ پلاوین تمہارے
لیے تو دو تم اجرت اون کی دوسرے یہ کہ عمل درآمد اس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مین اور حضرت نے اوسکو قبول کیا اور ثابت رکھا ص اور انا کے خاوند کو جائز ہی کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے
لیکن مستاجر کے گھر مین ف اسواسطے کہ گھر ملک ہی مستاجر کی تو وہ منع کر سکتا ہی ص انا کے خاوند کو فسخ اجارہ
ہو پہنچتا ہی اگر اوسکا نکاح ظاہر ہو لوگون مین یا اوسپر گواہ ہوویں اپنے حق کی صیانت کیلیے اور اگر نکاح کا ثبوت
صرف انا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہین کر سکتا ف کیونکہ صرف اون دونون کا قول مستاجر کے زوال
حق مین قبول نہوگا درمختار ص بچے والے فسخ کر سکتے ہین عقد اجارہ کو اگر انا بیمار ہوجاوے یا حاملہ ہوجاوے
ف اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہی کذا فی الاصل ص اسیطرح جائز ہی فسخ اگر اوسکی
زناکاری اور فسق و فجور ظاہر ہوجاوے یا لڑکا اوسکے دودھ کو قی کر ڈالتا ہووے یا وہ چور ہووے یا لڑکا اوسکی چھاتی
مونہہ مین نلیتا ہووے یا دودھ اوسکا نپیتا ہووے تو اسکا حاصل یہ امر بچے کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو ہو پہنچتا ہی چنانچہ زیادہ دیر تک
انا کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہین اور اوسقدر اجارے سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند
کذا فی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہین اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا اور اگر بچے کا باپ
مرجاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا البتہ اگر لڑکا یا انا کوئی ان مین سے مرجاوے تو اجارہ فسخ ہوجاویگا درمختار ص اور انا پر
لازم ہی بچے کو اور اوسکے کپڑون کا دھونا اور اوسکا کھانا طیار کرنا اور اوسکے بدن مین تیل لگانا نہ ان چیزون
کی قیمت کہ ان چیزون کی قیمت اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت بچے کے باپ پر ہی ف اگر بچے کا مال
نہووے ورنہ اوسی کے مال سے دیجاویگی مثل نفقہ کے درمختار ص سو اگر انا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا اور اوسکو
کھانا کھلا کر رکھا اور مدت اجارہ کی گذر گئی تو اجرت نہ پاویگی ف برخلاف اوس صورت کے کہ انا نے اپنی لونڈی سے یا اور کسی
عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت مین انا کو اجرت ملیگی مگر جب خود انا کے دودھ پلانے کی شرط ہوگئی
ہووے تو غیر سے دودھ پلوا دینے مین مستحق اجرت ہوگی بر قول اصح اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اجرت واجب ہوگی
درمختار و طحطاوی ص اور نہین صحیح ہی اجارہ لینا اذان کے واسطے ف اسواسطے کہ روایت کیا ابوداود
نے عثمان بن ابی العاص سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ کر دیجیے مجکو امام اپنی قوم کا فرمایا آپنے تو امام اونکا ہی
اور رکھ تو ایسا موذن جو نہ لیوے اذان پر اجرت ص اور حج اور امامت کے واسطے اور قرآن اور فقہ کی
تعلیم کے واسطے ف اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ ہین اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اوسکی روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے مسند میں کلیہ اسکا یہ ہی کہ جمیع عبادات اور طاعات
کے لیے اجارہ درست نہین ہی درمختار ص اور آجکے زمانے مین فتوی اسپر ہی کہ تعلیم قرآن اور فقہ ف
اور امامت اور اذان در مختار ص کے لیے اجرت لینا درست ہی ف کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہی
کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہین ہی لیکن جب سستی پڑ گئی دین مین تو اب فتوی دیا جاتا ہی ساتھ صحت
اجارہ کے تعلیم قرآن اور فقہ کے لیے اس غرض سے کہ مبادا یہ چیزین محو اور ضائع نہو جاوین کذا فی الاصل مین کہتا ہون
موافق قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہی جسکو روایت کیا بخاری نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ لائق اون چیزون مین کہ اجر لیا تمنے اجرت کتاب اللہ کی ہی واللہ اعلم ص تو جب بنظر
زمانہ حال ان چیزون کی اجرت لینا درست ٹھہرا تو مستاجر پر جبر ہوگا اوس اجرت کے دینے پر جو اوسنے قبول کی ہی اور
در صورت نہ دینے کے اوسکے عوض مین محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اوس مٹھائی کے دینے پر جو اوستادون کو دیا کرتے
ہین ف عربی مین اوسکو خلوہ کہتے ہین خلوہ ایک ہدیہ ہی جو معلمون کو دیا جاتا ہی بعض سورتون کے شروع ہونے پر چنانچہ سورہ تبارک
اور فتح اور آمین یہ کا نام حلوہ اسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہین اور یہ لغت ہی اہل ماوراء النہر کی کذا فی الاصل ص
اور نہین جائز ہی اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے ف یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو تین شریک ہون تو ایک شریک کو
اجارہ دینا درست نہوگا در مختار اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہی شریک
اور غیر شریک سے کذا فی الاصل لیکن مفتی بہ قول امام صاحب کا ہی اور اوسی پر اعتماد کیا ہی ارباب شروح و متون نے
طحطاوی ص اور نہین جائز ہی اجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنیکے واسطے ف اسواسطے کہ حدیث شریف
مین ہی کہ فرمایا حضرتؐ نے حرام ہی اجرت لینا نر کی کدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ مین ہی زیلعی نے کہا کہ اس لفظ سے غریب
ہی البتہ روایت کیا بخاری نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی کدوائی سے مادہ پر ص اصطلاح
نہین جائز ہی اجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو و لعب بجانے کے لیے ف اسواسطے کہ یہ سب
معاصی مین داخل ہین اور معاصی پر اجرت لینا ناجائز ہی اور بیان انکی حرمت کا انشاء اللہ تعالی آگے آویگا ص اگر ایک شخص
نے دوسرے کو سوت دیا اسطرح پر کہ کپڑا بن دیوے اور آدھا کپڑا بنوائی کی مزدوری مین لے لیوے یا ایک گدھا
غلہ اوٹھانے کے لیے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلہ کے اوسی مین سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض
کچھ تھوڑے آٹے کے اوسی آٹے مین سے تو یہ اجارہ فاسد ہی ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہی کہ جب اجرت وہ شی ہوگی جو اجیر
کے عمل سے پیدا ہوتی ہی تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہی یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اوسی
آٹے مین سے دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے
ابوسعید خدریؓ سے اور اول اور دوسری صورت محمول ہی اوپر صورت ثالثہ کے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ایک
نان پز کو مقرر کیا تاکہ اسقدر آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض ایک درم کے ف تو یہ اجارہ فاسد ہی نزدیک
امام اعظمؒ کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہی صاحبین یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے معقود علیہ کو کیا ہی اور وقت کا

ذکر محض تعجیل کے لیے ہے اور امام اعظم یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت میں اور عمل کے معقود علیہ ہونے میں مستاجر کو نفع ہے اور وقت کے بیان کرنے میں صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے او سوقت میں اور اوسمین نفع ہے اجیر کو تو آیندہ موجب منازعت ہوگا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ معقود علیہ دونوں ہوں مثلا اگر روٹی پکایا کرے سارے دن ایک آن خالی نرہے اس لیے کہ یہ ممکن نہیں ہے عادۃً یہان تک کہ اگر یون کہا کہ روٹی پکا دیوے آجکے دن مین تو امام سے مروی ہے کہ صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ مین کے کہنے سے استغراق جاتا رہا کذا فی الاصل ص یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو دو بار جوتے ف تو اگر مراد یہ ہے کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہیں اس اجارے کے فساد مین اس لیے کہ یہ ایسی شرط ہے جسکو عقد اجارہ مقتضی نہیں ہے اور اوسمین نفع ہے احد المتعاقدین یعنی موجر کا اور اگر یہ مراد نہین ہے بلکہ وہ زمین ایسی ہے کہ بدون دوبارہ جوتنے کے کھیت نہین ہوتا تو عقد فاسد ہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں یہ شرط ایسی ہوئی جسکو عقد مقتضی ہے اور جب بدون دوبارہ کے جوتے کھیتی ہوجاتی ہے تو اگر اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہوجانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ اوسمین منفعت ہے مالک زمین کی اور جو باقی نرہیگا تو اجارہ جائز ہوگا کذا فی الاصل ص یا اوس زمین کی نہرین کھود دیوے ف مراد نہروں سے یہاں بڑی نہرین ہین نہ چھوٹی چھوٹی نالیان اسواسطے کہ منفعت بڑی نہرون کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا اوسمین پانس ڈال دیوے ف اسواسطے کہ اوسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا ایک زمین اجارہ لی زراعت کے لیے اس اجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے ف اور شافعی ؒ کے نزدیک درست ہے اور ہمارے نزدیک ایک نوع کا اجارہ ہمجنس نوع سے جیسا کہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے کذا فی الزیلعی ص تینوں قسمین اجارے کی فاسد ہین ہان اگر زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بووے یا اوسکو سیچے اور بوئے تو درست ہے ف کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہے ص اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہین کیا کہ اوس مین زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تعمیم نکی ہو اور جو عام کر دیا ہووے مثلاً یہ کہہ دیا ہووے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اوسکا اجارہ مطلق سکونت پر محمول ہوگا اگرچہ نہ کہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اوسکے مستاجر نے اوس مین زراعت کی اور مدت گذر گئی تو اجارہ صحیح ہو جاویگا اور محمدؒ کے نزدیک صحیح نہو گا اگر ایک اونٹ مصر تک کرایے کو لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہے پھر اوسپر بوجھ موافق عادت کے لادا اور وہ اونٹ مر گیا تو مستاجر پر تاوان نہیں ہے ف اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہے تو وہ اونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ مین امانت ہے ف اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہے اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اوس نے تعدی نہیں کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہے ص اور اگر اوس اونٹ نے بوجھ مصر تک پونہچا دیا تو اونٹ والے کو اجرت مقررہ ملیگی تو اگر موجر اور مستاجر میں قبل کھیتی کرنے کے فقط اجارہ زمین کی صورت مین بغیر ذکر زراعت کے ص یا بوجھ لادنے کے ف اجارہ شتر کی صورت میں ص قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے دفع فساد کیواسطے

ص باب اجیر یعنی مزدور مشترک کے بیان مین

اجیر مشترک وہ ہی جو مستحق ہو اجرت کا بعد عمل کے ف برابر ہی کہ چند شخصون کا کام کرتا ہو جیسے درزی یا رنگریز دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا تعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے درمختار ص تو وہ عامۂ خلائق کا کام کر سکتا ہو اسی لیے نام اوسکا اجیر مشترک ہوا جیسا درزی اور مثل اوسکے ف اور مقابل اوسکے اجیر خاص اور اجیر واحد جسکا بیان آگے آتا ہو ص اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہو جاوے اگرچہ اوس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسی پر فتوی ہی ف یہی قول مروی ہی حضرت عمرؓ اور علیؓ سے ص اسلیے کہ مال اجیر مشترک کے پاس امانت ہی اور امانت کا ضمان نہین ہوتا اگر تعدی سے اور صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اوس صورت مین کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہو جاوے جسکا بچاؤ ممکن نہین جیسے خود مر جاوے یا آتش بڑی عظیم ہووے ہان اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اوسکی حفاظت مین کمی نکی ہو جب بھی ضمان ہوگا زیلعی صاحبین کے مثل اوس ودیعت کے جو بعوض اجرت کے ہو کہ اوسمین حفاظت مال کی صریح پر لازم ہوتی ہی اور ابوحنیفہؒ یہ کہتے ہین کہ اجرت مقابلہ عمل مین ہی نہ حفاظت کے بدلے مین تو مثل اوس ودیعت کے ہوئی جو بلا اجرت ہو لیکن اگر شرط کی ضمان کی تو بعض مشایخ کے نزدیک یہ ہی کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک بعضون کے ضامن نہوگا اور وقایہ مین اسی قول کو اختیار کیا ہی اسلیے کہ شرط ضمان کی ودیعت مین باطل ہی لیکن ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ جب ضمان کی شرط کر لی تو اجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونون کے ہو گئی تو اس صورت مین اوس ودیعت کے حکم مین جو بلا اجرت ہو نہوگی ف یہ مضمون ہی اصل کتاب کا اور زیلعی مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اسلیے کہ اہل حرفہ دغا باز اور خائن ہو گئے ہین اور تاوان کے لازم آنے سے لوگون کے مال محفوظ رہین گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی دیا ہی غایۃ الاوطار ص البتہ اوس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اوسکے عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے یا جس رسی سے بوجھ کو باندھا ہووے اوسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہو جاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہو جاوے ف یہ مذہب ہمارا ہی اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ضامن نہوگا اسلیے کہ عمل اوسکا مالک کے اذن سے ہی جواب ہمارا یہ ہی کہ مالک کا اذن عمل صالح کو تھا نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے صدر الشریعۃ کہتے ہین کہ مراد عمل سے تلف ہو جانے کی یہ ہی کہ عمل اوسکا متجاوز ہو گیا اوس قدر سے جو موافق عادت کے ہی جیسے حجام مین آتا ہی یا وہ عمل جسمین مقدار معلوم معتاد نہین کذا فی الاصل اور درمختار مین عمادیہ سے منقول ہی کہ ضمان دونون صورتون مین ہی خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہو بخلاف حجام کے اور منیہ مین ہی کہ کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اوسوقت پر ہی جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا وکیل کشتی مین موجود نہووے ورنہ تاوان لازم نہوگا ص اور جو اس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو اوسکا تاوان لازم نہوگا اور تاوان نہین حجام یعنی پچھنے لگانے والے پر اور سلوتری پر اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کر گیا ف پھر اگر مکان معتاد سے

تجاوز کر گیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک ہوا اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان ہر ایک پر
لازم ہوگا اگر ختنہ کرنے والے نے ساری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہوگیا تو ختنہ کرنے والے پر پوری دیت واجب ہوگی
اور جو مر گیا تو نصف دیت نفس کی واجب ہوگی درمختار ص اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ میں تو مالک کو اختیار ہے چاہے مزدور سے تاوان
لے اوس قیمت کا جو مٹکا اوٹھانے کی جگہ پر اوسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہاں کی قیمت لیوے جس جگہ ٹوٹا ہے تو جسقدر
مزدور نے راہ طے کی ہے اوسکے حساب سے اوسکو اجرت دیوے ف یہ تاوان اوس صورت میں ہے کہ مٹکا اوسکے فعل سے ٹوٹا اور
اگر ایسا ہو مثلاً لوگوں کے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اوس پر تاوان نہیں ہے درمختار ص اور اجیر خاص ف وہ ہے جو ایک مستاجر کا
کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص کا مستاجر درمختار ص مستحق ہوتا ہے اجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک
اگرچہ کام نکرے اندر اوس شخص کے جو ایکسال کے لیے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا بکریاں چرانے کے لیے اوسکو اجیر وحد بھی کہتے ہیں
اسلیے کہ وہ صرف مستاجر کا کام کرتا ہے غیر کا کام نہیں کرتا ف خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت
ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سو دین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کے واسطے عمل کرنا ناجائز
نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کر ڈالا جاوے درمختار ص اجیر خاص پر تاوان نہیں اوس چیز کا
جو اوسکے ہاتھ میں یا اوسکے فعل سے تلف ہو جاوے ف جیسے کپڑا پھٹ جاوے اوسکے کوٹنے سے مگر جب قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے
جیسے بکریوں کو ایسا مارے کہ اونکی کھوپری پھوٹ جاوے یا پاؤن ٹوٹ جاوے تو تاوان آویگا درمختار ص اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل کی
تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر خیاط سے یوں کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیوں کے سیوے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرح پر
سیوے گا تو دو درم اجرت ہیں ف اور زمان اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ میں تردید کرنے سے درمختار ص اگر کپڑے کو
تو کسم سے رنگے گا تو یہ اجرت ہے اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر میں تو عطار کو رکھے گا تو یہ کرایہ ہے اور اگر لوہار کو رکھیگا
تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفہ تک لے چلے گا تو یہ اجرت ہے اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اس گھر میں رہیگا تو یہ کرایہ ہے
اور جو اس گھر میں تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہون لادے گا تو یہ اجرت ہے اور جو جو لادیگا تو یہ اور تردیدات مذکورہ میں
جو چیز پائی جاویگی اوسکی اجرت واجب ہوگی ف ایسا ہی تین چیزون میں بھی تردید درست ہے لیکن چار چیزون میں
درست نہیں مثل بیع کے لیکن خیار التعیین شرط ہے بیع میں نہ اجارے میں اسواسطے کہ اجارے میں اجرت واجب ہوتی ہے عمل
سے اور وقت عمل کے اجرت متعین ہو جاویگی برخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس عقد سے اور مبیع
مجہول ہے اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ مسئلہ تردید عطار اور لوہار اور گیہون اور جو میں اختلاف ابو یوسف اور محمد کا ہے درحالیکہ میں
کوفہ تک یا واسط تک احتمال اختلاف ہے اور مسئلہ خیاطت اور رنگ کا متفق علیہ ہے کذا فی الاصل ص اگر مستاجر نے خیاط سے
یوں کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج سی دے تو ایک درم ہے اور جو کل سیے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاویگا اور جو کل
سیے گا تو اجرت مثل ملیگی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونوں شرطیں جائز ہیں اور زفر کے نزدیک دونوں فاسد ہیں ف
دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے ص لیکن اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی ف اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک درم سے زیادہ
نہ دیجاویگی اور نصف درم سے کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ کل کا مسمی نصف درم تھا اور اجارہ فاسدہ میں اجرت

مثل مسمی سے زیادہ نہین دیجاتی ہو اور جو خیاط نے اوسکو پر سون سیا تو بھی اجرت مثل ملیگی لیکن پانچ درم سے زیادہ نہ دیجاویگی کذا فی الاصل ص جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کیلیے تو مستاجر اوسکو اپنے ساتھ سفر مین لیجا نہین سکتا مگر جب پہلے سے شرط کر لی ف اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہو جضر سے ص ایک غلام محجور نے ف مہ ماذون یعنی وہ غلام جسکو مولی نے اجازت عمل کی نہ دی ہو ص اپنے تئین مزدوری مین لگایا اور مستاجر نے اوسکو مزدوری دی بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام محجور تھا تو مستاجر مزدوری پھیر نہین سکتا ف اسواسطے کہ فساد اجارہ کا بسبب رعایت حق مولی کے ہو اور بعد فراغ کے اجارہ صحیح ہو استحسانًا اسلیے کہ فساد بجہت رعایت حق مولی تھا اور اب مولی کے حق کی رعایت اسی مین ہو کہ اجارہ صحیح کہا جاوے اور اجرت واجب ہووے کذا فی الاصل ص غاصب نے ایک عبد محجور غصب کیا اور اوس عبد محجور نے اپنے تئین مزدوری مین لگایا اور غاصب نے مزدوری اوسکی لیکر کھا لی تو وقت غلام پھیرنے کے تاوان مزدوری کا غاصب کو دینا ہوگا امام اعظم کے نزدیک اسلیے کہ غلام اپنے نفس کا محرز نہین ہو تو اسیطرح اپنی کمائی کا تو ہنوز کمایا اجرمال متقوم اور صاحبین کے نزدیک دینا ہوگا اسلیے کہ وہ مال مولی کا ہی آمد صحیح ہی غلام کو اپنی مزدوری لے لینا غاصب سے پھر مولی کا اوس سے لے لینا اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوں اور یہ بالاتفاق ہی اسواسطے بعد فراغ عمل کے اعتبار کیا جاتا ہی ماذون ہونا اوسکا جیسا کہ گذرا اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہی پہلے مہینے مین چار اور دوسرے مین پانچ واجب ہونگے اگر ایک غلام مین موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اسطرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہی کہ یہ غلام اول مدت اجارہ مین بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا اور موجر یہ کہتا ہی کہ نہین بلکہ آخر مدت مین البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا تو حال کو حکم بنا دینگے ف یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا اگر اوسوقت غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہی تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے آگیا ہوا یا بیمار نہین ہی تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسائل نظیر ہی پن چکی کے پانی کے مسالہ کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ مین اور مستاجر اوسکا انکار کرے تو حال کو حکم بنا دینگے لیکن جسکا قول مقبول ہوگا سو قسم سے مقبول ہوگا ص کپڑا مالک مین اور اجیر مین اختلاف ہوا عمل مین مثلًا مالک یہ کہتا ہی کہ مین نے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے کرتہ سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تو نے کہا تھا ویسا ہی مین نے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسیطرح اگر مالک یہ کہتا ہی کہ تو نے یہ کام مجھے مفت کر دیا ہی اور اجیر کہے کہ مین نے اجرت لینے کو کیا ہی تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا ف اسواسطے کہ مالک منکر ہی حق اجیر کا سو تقوم عمل کا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے ہین تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور امام محمد کے نزدیک اگر وہ کاریگر اس پیشے کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرنے مین بعوض اجرت کے اور اوسکا گذارا اسی اجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور امام صاحب فرماتے ہین کہ ظاہر حال لائق حجت نہین واسطے استحقاق اجرت کے واللہ اعلم کذا فی الاصل اور اسی پر فتوی ہی در مختار اگر زمین اجارہ لی واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہو گئی تو مستاجر پر اجارہ لازم آویگا بخلاف خراج سلطانی کے کہ درصورت تلف ہو جانے زراعت کے خراج ساقط ہو جاویگا کذا فی الدر المختار

ص باب فسخ اجارہ کے بیان مین

ف اجارے کا فسخ حاکم کے حکم سے یا رضامندی عاقدین کے ہو سکتا ہی در مختار ص مستاجر فسخ کر سکتا ہی اجارہ اوس عیب سے

ف جو اوس دوسرے حال میں ہو عقد جارہ کے پہلے یا عقد کے بعد قبضے سے پیچھے یا قبضے کے پیچھے ص جسکے سبب سے
منفعت فوت ہو جاوے جیسے گھر کا ویران ہو جانا یا چکی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہو جانا ف اگر بالکل پانی نہ بند ہوا لیکن کم
ہو گیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارے کو فسخ کر دے کل زمین میں یا جسقدر زمین سیراب ہو اوسکے حساب سے اجرت دیوے
اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی میں پھر اوس بستی کے لوگ سب اون میں سے کوچ کر گئے تو اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی اور اگر بعض لوگ
گئے تو اجرت ساقط ہوگی در مختار ص یا اوس منفعت میں خلل ہو جاوے جیسے غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ
لگ جانی ف یا گھر کی ایک دیوار گر جانا در مختار ص تو اگر مستاجر نے باوصف خلل کے اوس سے نفع اوٹھایا یا موجر نے اوس عیب
کو زائل کر دیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نہ رہیگا اسیطرح فسخ اجارے کا ہو سکتا ہے خیار الشرط اور خیار الرویت سے ف اور شافعی
کے نزدیک خیار الشرط سے اور عذر سے فسخ اجارے کا ہوگا ص اور عذر سے عذر اوسکو کہتے ہیں کہ اگر متاجر اجارے کو باقی
رکھے تو ایسا نقصان اوسکا ہوتا ہے جو عقد اجارہ سے اوسپر لازم نہیں ہوا تھا مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے درد کے سبب سے
اپنے دانت اوکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اوکھیڑنے کے درد جاتا رہا ف کیونکہ اس صورت میں اگر
عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح سالم دانت کو اوکھاڑنا پڑتا ہے اور یہ مستاجر پر لازم نہوا تھا کذا فی الاصل ص یا زوجہ کی
دعوت ولیمہ کے لیے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مرگئی ف یا اوسے خلع کر لیا کیونکہ اس صورت میں اگر عقد باقی رہے تو مستاجر
کو ضرر ہوتا ہے مدد دینے کے کی ہانڈی پکانیگا کذا فی الاصل ص یا موجر پر دین اسطرحکا لاحق ہوا کہ سوا اوس شی کے بیچے
جو اجارے میں دی ہے وہ قرض ادا نہیں ہو سکتا ف برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگوں کو معلوم ہو یا گواہوں کے بیان سے
یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہو در مختار ص یا ایک غلام خدمت کے لیے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کے کاموں کے لیے نوکر رکھا
پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا ف اسواسطے کہ اگر مطلق خدمت کے لیے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہوگی جو شہر میں
ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق
فسخ پہونچتا ہے اور اگر خود مستاجر یہ چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہے اور جو مالک غلام کے
لیجانے پر راضی ہو گیا تو اب مستاجر کو فسخ نہیں پہونچتا کذا فی الاصل ص یا دکان تجارت کے لیے کرایے کو لی پھر مستاجر
مفلس ہو گیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کے لیے پھر اوسنے یہ کام چھوڑ دیا ف فقہا نے کہا ہے کہ
مراد درزی سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کر کے سلائی کرتا ہے اور اوسکا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن وہ درزی
جسکا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہیں اور اجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عذر متحقق نہیں
ہو کذا فی الاصل ص یا ایک دور سفر کو جانیکے لیے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم
سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہوگا ف اسواسطے کہ اوسکو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو کر دیوے
ہدایہ ص اسیطرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا
تو یہ عذر ہوگا اسلیے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دکان میں ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف یہ صرافی کرے
ف اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایے کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشے کے لیے دکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہوگا

سپہ ص یہ کہ نہ

درمختار ص اسیطرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارے میں دیا پھر وہ چیز بیچڈالی تو یہ عذر نہوگا ف بدون لاحق ہونے دین کے البیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے گذرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہین پہونچتا درمختار ص اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے جنھون نے اپنی ذات کیلیے عقد اجارہ کیا ہو اور اگر غیر کے لیے عقد اجارہ کیا جیسے وصی یتیم کے لیے کرے ف یا باپ یا دادا لڑکے کے لیے ص یا وکیل موکل کیطرف سے یا متولی متوفی تو ان کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا

ص باب مسائل متفرقہ کے بیان مین

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھوٹیان جلائین اور اوسکے سبب سے دوسرے کی زمین مین کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہوگا اگر جلاتے وقت زور کی ہوا نہو اور جو ہوا زور کی ہو تو تاوان دینا ہوگا ف اسیطرح اگر کوئی شخص اوسجا مین جہان رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اوس سے کوئی دوسری چیز مال یا جان تلف ہوجاوے تو ضامن نہوگا اور اگر وہان رکھے جہان رکھنے کا استحقاق نہو جیسے دوسرے کی ملک میں یا راہ مین تو ضامن ہوگا تو اگر راہ مین آگ ڈالدی اور اوس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الا اوس صورت مین کہ ہوا اوس آگ کو اوڑا کر اور کہین لیجاوے اور اوس سے نقصان ہو تو ضامن نہوگا ہذا خلاصۃ الدر المختار ص اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھاوے جو دکان دار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگون سے لیکر دیوے نصفا نصف اجرت پر تو صحیح ہے ف برابر ہے کہ دونون کا پیشہ ایک ہو یا مختلف درمختار ص جیسے ایک اونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کرکے کہ اوس پر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص سوار ہونگے ف تو یہان اگرچہ اونٹ غیر معین ہے اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہیں گئے لیکن یہ اجارہ جائز ہے بوجہ رواج کے بوجہ معتاد و معمول مراد ہوگا چنانچہ ابتک حجاج کا مکہ معظمہ مین یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا جمال کو بہتر ہے تاکہ بعد کو جھگڑا نہووے اور شافعی رح کے نزدیک یہ اجارہ درست نہین بوجہ جہالت کے ص اگر اونٹ کرایہ لیا واسطے لادنے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اوسکے اوس توشے مین سے کچھ کھالیا تو اوسکے بدلے اوسقدر توشہ اور بڑھا سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ مین تجھسے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے یہ سنکر گھر خالی نہ کیا تو اوسپر اوسقدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا الا اوس صورت مین کہ غاصب مالک کی ملک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اوسکے اپنی ملک پر گواہ قایم کرے یا مالک کی ملک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اجرت دینے کا انکار کردیوے ف کہ ان دونون صورتون مین غاصب پر کرایہ مسمی لازم نہ آویگا اسلیے کہ وہ اجارے پر راضی نہین ہوا ص صحیح ہے اجارہ اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا ایک مان آیندہ کی طرف نسبت کرکے جیسے محرم مین کہے کہ مہینے یہ مکان تجھکو کرایہ دیا غرہ رمضان سے ملانے سال تک ف بیع اور بیع کی اجازت درصورت کسی اجنبی کے بیع کرنیکے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دین سے کہ ان امور کو زمانہ آیندہ کی طرف مضاف کرنا صحیح نہین ہے مسائل ملحقہ تحریر شہادت اور تحریر فتوے پر اجرت لینا درست ہے کاتب کے کتابت کی اجرت پر اسطرح کہ ہر حرف مین غلطی کی تو مالک کو اختیار ہے چاہے

وہ کتاب لیوے اور کاتب کو اجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور جائز ہے کاغذ اور روشنائی کے دام پھیر لیوے
صراف نے اجرت لیکر روپیہ پرکھدیے پھر کچھ روپیہ کھوٹے نکلے تو اوسکے حساب سے اجرت پھیر لیجاویگی دلال نے وہ کپڑا جسکو
بیع کے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ہے اگر مستاجر بسبب سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے
اور موجر کو اوسکے قول کا یقین نہیں تو اوسکو قسم دیوے یا اوسکے رفیقوں سے پوچھ لیوے اگر ایک شخص یوں مرا اور اوسکے بعض اشیا
لوگوں کے پاس کرایہ میں جنکا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا تو مستاجرین بعد مدت اجارہ ان چیزوں کو قرضخواہوں کو دینگے

ص کتاب المکاتب

ف مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے اوسکے آزاد کرنیکے لیے کچھ عوض ٹھہرالیا ہو کہ اتنا تو دیوے تو آزاد ہو
ص کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا از روے تصرف کے بالفعل اور از روے رقبہ کے بعد ادا کرے بدل کتابت کے ف
یعنی جسوقت عقد کتابت ہوا تو غلام آزاد ہوگیا باعتبار ید یعنی تصرف کے یعنی اوسکو اختیار تصرف کا اپنی کمائی میں حاصل
ہوگیا لیکن رقبہ یعنی ذات اوسکی بعد ادا کرنے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اوسکو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہے اور ملک رقبہ مآل کار میں
جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالے نے فکاتبوهم ان علمتم فيهم خيرا یعنی مکاتب کرو تم اونکو اگر جانو
تم اون میں بہتری اور یہ امر استحباب ہے ص تو اگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگرچہ صغیر عاقل ہو بعوض مال کے جو بالفعل
یا بعد ایک مدت معین کے یا باقساط ٹھہرے صحیح ہے اور شافعی رح کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض ایسے مال کے ہو جو بالفعل
نقد ٹھہرے درست نہیں ہے اور ضرور ہے مدت دو ماہ اسواسطے کہ غلام عاجز ہے ادا کرنے بدل کتابت سے زمانہ قلیل میں ہم کہتے
ہیں ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولی یوں کہے کہ میں نے تیرے اوپر ہزار روپیہ کردیے تو اونکو قسطوں سے ادا کر
پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر تو ادا کردیگا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر عاجز ہوجاویگا تو غلام ہوجاویگا اور غلام قبول
کرلیوے صحیح ہوگا ف اگرچہ اس صورت میں مولی نے لفظ کتابت کا نہ کہا اسواسطے کہ معنی اوسکے ادا کردیے ص اور غلام
مولی کے تصرف سے نکل جاویگا نہ اوسکی ملک سے ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جبتک
اوسپر ایک درم باقی ہے روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور بھی روایت کی ابوداود نے کہ فرمایا آنحضرت نے جو غلام مکاتب
کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کردیے مگر دس دینار جب بھی وہ غلام ہے ہدایہ ص تو اگر بعد کتابت کے مولی اوسکو آزاد کرے
مفت آزاد ہوجاویگا اور تاوان دیگا مولی اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اوسپر یا اوسکے لڑکے
یا اوسکے مال پر ف یعنی جماع کی صورت میں عقر دیگا اور جنایت نفس کی صورت میں دیت اور جنایت مال میں مثل اوس مال کے
یا قیمت اوسکی کذا فی الاصل ص اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا اوسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر
اس شرط سے کہ مولی اوسکو ایک غلام غیر معین پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سور کے عوض میں تو ان سب
صورتوں میں کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سور ادا کردیگا تو آزاد ہوجاویگا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولی کو دینا پڑیگی اور
قیمت کتابت فاسدہ میں کم نہ کیجاویگی مسمی سے اور جو زیادہ ہو تو زیادہ کیجاویگی اگر ایک جانور کے بدلے میں مکاتب
کرے اور اوسکی جنس کہ اونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کردیوے اگرچہ نوع اور وصف اوسکا بیان نکرے تو درست ہے

ورنہ نہین اور غلام کو اوس جنس کا جانور متوسط القیمت دینا ہوگا یا اوسکی قیمت دینی ہوگی ف اصل کتاب مین اس مقام مین کچھ طول کیا ہی لیکن ہمنے بنظر اسکے کہ زمانۂ حال مین مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہی ترک کیا ص اگر مولی بھی کافر ہی اور غلام بھی کافر ہی اور اوسنے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب کے تو درست ہی پھر دونون مین سے کوئی مسلمان ہوجاویگا تو مالک کو قیمت دیجاویگی اور اگر مولی شراب لیگا تب بھی غلام آزاد ہوگا لیکن اپنی اوسکی قیمت دینا ہوگی

ص باب تصرفات مکاتب کے بیان مین

مکاتب کو درست ہی خریدنا اور فروخت اور مسافرت گو شرط ہوگئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کردینا اور اپنے غلام کا مکاتب کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت بعد مکاتب اول کے آزاد ہونیکے ادا کیا تو اوسکی ولا مکاتب کو ملیگی اور جو قبل اوسکے آزاد ہونیکے ادا کیا تو ولا اوسکے مولی کو ملیگی مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدون اذن مولی کے درست نہین ہی اسیطرح جائز نہین مکاتب کو ہبہ کرنا اگرچہ بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر شی قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کردینا اگرچہ بعوض مال کے ہو دوسرے اسواسطے کہ یہ فوق کتابت ہی اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اوسکے ہاتھ ف اسلیے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہی ص اور نہ اوسکا نکاح کردینا اسلیے کہ اسمین اتلاف مال ہی اور باپ و وصی کو اختیارات صغیر کی مملوک مین مثل مکاتب کے ہین اور ان امورات مین سے کسیکی بابت اونکو اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہین ہی اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خرید کرے تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہونگے تب ف یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولی کے غلام ہوجاوینگے ص اور جو سوا اصول اور فروع کے اور رشتہ دارون کو خرید کرے تو وہ کتابت مین داخل نہونگے اگر مکاتب اپنے ام ولد کو مع اوسکے لڑکے خرید کرے تو اوسکی بیع بھی درست ہی اور جو ولد کے ساتھ خرید کرے تو اوسکی بیع جائز نہین ہی اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اوسکو اپنا ولد کہے کتابت مین داخل ہو جاویگا اور اوسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولی نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو جو آپسمین جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اسکے اون دونون سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا ماں کی کتابت مین داخل ہوگا اور اوسکی کمائی بھی ماں کو ملیگی ف اسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہی ماں کا رق اور عتق اور فروعات مین اسکے ص اگر مکاتب یا عبد ماذون نے باذن مولی ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئین آزاد کہتی تھی اور اوسکی اولاد ہوئی بعد اوسکے وہ کسیکی مملوک نکلی تو اولاد بھی اوسکی لونڈی کے مالک کی مملوک ہوجاویگی ف اور مکاتب اوسکو قیمت نہین لے سکتا نزدیک امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے اور نزدیک امام محمد کے وہ حر بالقیمۃ ہوگا اسلیے کہ وہ ولد مغرور ہی اور دلیل شیخین کی اصل مین مذکور ہی البتہ صحیح صورت اگر شخص آزاد مین ہوئے تو وہ اپنی اولاد لونڈی کے مولی سے قیمت لے سکتا ہی ص اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مالک کے اپنی لونڈی سے وطی کی اس گمان سے کہ وہ مالک اوسکی ہوگئی ہی اور اوسکو دیا ہبہ کی گئی ہی اور اوسکو پھر لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بشرط فاسد خرید کر اوس سے وطی کی پھر وہ رد کی گئی مالک پر تو اوسکو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک لونڈی سے باذن اوسکے نکاح کرکے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا اگر مولی نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہی اب اوسکو اختیار ہی چاہے اپنے تئین عاجز کردیوے یعنی مکاتب ہونیسے اور مدبر ہوجاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولی مرگیا اور سوا اس مکاتب کے کچھ مال نہین رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے ف یعنی مکاتب کو اختیار ہی اسلیے کہ اگر اوسکو فی الحال عتق منظور ہوگا تو دو ثلث قیمت کے کما دیگا اور جو موجلا منظور ہوگا تو دو ثلث بدل کتابت کے کما دیگا

اور صاحبین کے نزدیک جو دونوں میں سے کم ہوگا اوسمیں سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتبہ کا ولد ہوا اور مولی نے اوسکا دعوی کیا تو اب وہ
لونڈی ام ولد مولی کی ہوگئی اب اوسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل کتابت ادا کرکے بالفعل آزاد ہوجاوے یا اپنے تئیں
عاجز کرکے بعد موت مولی کے آزاد ہوجاوے تو اگر اپنی کتابت پر باقی رہے تو اوسکو پہونچتا ہے کہ عقر لیاوے وصول کرے مولی سے اگر چاہے اگر کسی نے
ام ولد کو مکاتب بنایا تو وہ بعد مرجانے مولی کے مفت آزاد ہوجاوے گی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور مولی مفلس مرا تو وہ دو ثلث میں اپنی
قیمت کے یا کل بدل کتابت میں سعی کریگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جو اقل ہو اوسمیں سعی کرے اور امام
محمد رح کے نزدیک سعی کرے اوسمیں جو اقل ہو دو ثلث قیمت یا دو ثلث بدل سے اور اگر مولی نے مکاتب سے ہزار روپیہ بدل کتابت اپنی
ٹھہرائے بعد اوسکے اون ہزار کے عوض میں پانسو روپیہ نقد پر صلح کر لی تو درست ہے اگر کوئی بیمار جسنے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض ایک
میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اوسکی قیمت کے دوچند میں یعنی قیمت اوسکی ہزار روپیہ ہے بعد اوسکے وہ بیمار مرگیا اور
وارثوں نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کر دیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر
یہ نکر سکے تو غلام بن جاوے ف یعنی عقد کتابت کو لغو کر دیوے اور رقیق ہو جاوے یہ مذہب شیخین کا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اختیار ہے کہ خواہ دو ثلث اپنی
قیمت کے فی الحال دیدیوے اور باقی میعاد تک یا غلام بنجاوے کذا فی الدر ص اگر سو بدل کتابت کم ٹھہرایا اور قیمت اوسکی دوچند ہے بدل کتابت سے تو غلام کو
اختیار ہے چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دیدیوے یا غلام بنجاوے اگر ایک آزاد نے مولی سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کر اتنے روپیوں پر
خواہ یہ بھی کہا کہ اگر میں ادا کر دوں تو وہ آزاد ہے یا نہ کہا اور مولی نے اوسکے کہے سے مکاتب کر دیا تب شخص آزاد نے اوسقدر روپے مولی کو ادا کر دیے
تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہیں لے سکتا (اس لیے کہ وہ متبرع ہے ۱۲) اور جو غلام کو اسکی خبر پہونچی اور اوسنے اس عقد کو قبول
کیا تو وہ مکاتب ہوجاویگا اگر ایک شخص دو غلاموں کو مکاتب کرے جنمیں ایک حاضر اور ایک غائب ہے مثلا غلام حاضر مولی سے یہ کہے
کہ مکاتب کر مجکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہے ہزار روپے پر اور مولی نے مکاتب کر دیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب اون دونوں میں سے جو کوئی
بدل کتابت ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور دونوں آزاد ہوجاوینگے اور جو ادا کریگا وہ دوسرے سے اوسکا حصہ نہیں لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے
کے حصے میں متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہوگا اور قبول اوسکا بھی لغو ہے نظیر اسکی مسئلہ معیر رہن ہے
صورت اوسکی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اوسکو گرو کرکے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اوسکے چھوڑانے کی حاجت پڑی اور زر رہن لیکر
پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شی عمرو کو دلا دیجاوے گی مگر یہاں اتنا فرق ہے کہ عمرو وہ زر رہن زید سے مجرا لیگا اگر ایک لونڈی بیٹا اور بیٹی دو
طرف سے جسمیں عقد کتابت کیا گیا تو صحیح ہے اب تینوں میں سے جو ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور سب آزاد ہوجاوینگے اور کوئی دوسرے سے اوسکا حصہ نہیں لے سکتا

ص باب غلام مشترک کے مکاتب کرنیکے بیان مین

زید اور بکر دو ایک غلام میں شریک ہیں اوسمیں سے ایک نے مثلا زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپے کے عوض میں مکاتب کرے
بدل کتابت وصول کر لینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام اوسسے عاجز ہوگیا تو جو لیا ہے عمرو کا ہے زید کا
ایک لونڈی ہے مکاتبہ زید اور بکر دونوں میں مشترک تھی اوسکا ایک لڑکا ہوا تب زید نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا میرا ہے بعد اوسکے دوسرا لڑکا ہوا اب بکر نے دعوی کیا
کہ یہ میرا ہے پھر وہ لونڈی عاجز ہوگئی ادا کرنے بدل کتابت سے تو وہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہریگی اور زید بکر کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے
یہ دوسرا لڑکا بکر کا ٹھہریگا اور بکر زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکے کی دیگا اور قبل عجز کے جو کچھ عقر اوس لونڈی کو دیگا صحیح ہوگا تو اگر

عمرو سے اوس لونڈی سے صحبت نہیں کی بلکہ اوسکو مدبر کردیا اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی ام ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید عمرو مین سے کسی نے اوسکو آزاد کردیا اور آزاد کرنیوالا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو نصف قیمت کا تاوان دیگا لونڈی سے وصول کرلیوے ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا ایک نے اوسکو مدبر کیا اور دوسرے نے اوسکو آزاد کیا اور آزاد کرنے والا غنی ہے یا اسکا الٹا ہوا یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اوسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا اختیار ہے اپنا حصہ بھی آزاد کردیوے یا غلام سے سعی کرالیوے دونون صورتون مین اور پہلی صورت مین صرف یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لے لیوے **ف** اس مقام کی اصل مین طول کیا ہے ہمنے اوسکو ترک کیا

ص باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اوسکے مالک کے مرنیکے بیان مین

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہوجاوے اور کہین سے اوسکو مال ملنے کو ہووے تو حاکم اوسکے عجز کا تین دن تک حکم نہ کرے **ف** اور جب تین دن بھی گذر جاوین اور وہ قسط ادا نکرے تو اوسکے عجز کا حکم کردیوے کذا فی الاصل **ص** اور جو اوسکو کہین سے مال ملنے والا نہووے تو حاکم اوسکو اوسی وقت عاجز کردیوے **ف** یہ امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نکرے جب تک دو قسطین چڑھین کذا فی الاصل دلیل امام ابو یوسفؒ کی قول ہے حضرت علیؓ کا کہ جب مکاتب پر دو قسطین چڑھ جاوین تو غلامی مین رد کیا جاوے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ہم یہ کہتے ہین کہ معارض ہے اوسکی وہ جو مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ ایک مکاتبہ اونکی عاجز ہوگئی ایک قسط ادا کرنے سے تو رد کیا اوسکو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے کہا غریب ہے **ص** اور عقد کتابت کو حاکم فسخ کرے بطلب مولی اگرچہ مکاتب فسخ پر راضی نہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولی بھی اوسکو فسخ کرسکتا ہے پھر جب عقد کتابت فسخ ہوگیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بن جاویگا اور جو کچھ مال اوس پاس ہوگا وہ سب مولی کا ہوجاویگا اور اگر مکاتب قبل ادا کے بدل کتابت کے اوسقدر ترکہ چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہوسکے مرجاوے تو عقد کتابت فسخ نہوگا اور اوسکے ترکے مین سے بدل کتابت ادا کرکے اوسکی آزادی کا حکم آخر حیات مین کرینگے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہیگا وہ اوسکے وارثون کو ملیگا اور وہ اولاد اوسکی آزاد ہوجاویگی جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہو یا اونکو خریدا ہووے یا اوسکے ساتھ مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہوجاویگی دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے جسکو بیہقی نے روایت کیا اور دلیل شافعیؒ کی قول زید ابن ثابت کا ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے کذا فی التخریج للزیلعی اور اصل مین دلیل دونونکی بالتفصیل مذکور ہے **ص** اور جو اسقدر مال چھوڑکر نہ مرے تو جو اولاد اوسکی حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہووے وہ اپنے باپ کی قسطون کے ادا کرنے مین کوشش کریگی اور جب قسطین ادا کردیگی تو اوسکا اور لڑکے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس لڑکے کو مکاتب نے حالت کتابت مین خریدا تھا اونکو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت نقد دیدو تو آزاد ہو ورنہ غلام ہوجاوگی **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکا بھی حکم مثل اوس اولاد کے ہے جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہووے **ص** تو اگر مکاتب مرجاوے اور ایک لڑکا اوسکا ہو جو عورت حرہ سے اور اسقدر

قرض کسی پر چڑھ گیا او سکے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم
ان کے عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم ہوگا البتہ اگر موالی ماں کے اور موالی باپ کے مکاتب کے ولد کو ولا مین
نزاع کریں اور ولا کا حکم موالی ام کے لیے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوۃ لیکر مولی کو بدل کتابت میں ادا
کیا بعد اوسکے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولی کو حلال ہی کیا ف اگرچہ مولی مصرف زکوۃ کا نہو لیکن مکاتب مصرف ہو تو اگر
اوسنے لیکر مولی کو ادا کیا پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ مال مولی کو درست ہو اسلیے کہ مولی غنی ہی اور غنی کو
زکوۃ لینا درست نہین ہی باینہمہ مولی کو وہ مال خوش اور حلال ہی اسواسطے کہ اوسنے جس وقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام
نے بطور صدقہ لیا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ لونڈی کو فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہی اور ہمارے لیے ہدیہ ہی
کذا فی الاصل ص اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اسکی خبر نتھی اوسنے مکاتب کر دیا پھر وہ عاجز ہوگیا یا ایک مکاتب نے
جنایت کی پھر حکم نہین کیا گیا ساتھ موجب جنایت کی اور عاجز ہوگیا تو مولی کو اختیار ہو جاویگا اوس غلام کو بعوض جنایت کے دیدے یا جنایت
کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت مین تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیع کیا جاوے گا اور کتابت مالک
کے مرجانے سے فسخ نہیں ہوتی بلکہ مکاتب مولی کے وارثون کو حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اوسکو
آزاد کردیں تو صحیح نہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کردیوین تو مفت آزاد ہوجاویگا ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی

ص کتاب الولاء

اسمین ولا کا بیان ہی ولا نام اوس ترکہ کا ہی جسکا آدمی مستحق ہوتا ہی بوجہ آزاد کرنے کسی شخص کے اپنی ملک مین یا بسبب عقد موالاۃ کے
تو ولا دو قسم ہی ایک ولا عتاقہ دوسرا ولا موالات تو پہلے بیان ولا عتاقہ کا ہوتا ہی جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق سے یا فروع
سے اوسکے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم محرم کے مالک ہوجانیکی وجہ سے تو ترکہ اوسکا یعنی ولا اوسکی
مولی کو ملیگی اگرچہ ولا نہ ملنے کی شرط ہوگئی ہو ف اسواسطے کہ یہ شرط مخالف ہی مقتضی عقد کے تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل
ہوجاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور ام ولد تو بعد مولی کے مرنے کے آزاد ہوتے ہین تو انکی ولا مولی کو کیسے ملیگی ہم کہینگے کہ صورت اسکی
یون ہی کہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب چلا جاوے اور قاضی اوسکی موت کا حکم کرے اور اوسکے مدبر اور ام ولد کی آزادی کا حکم کردیوے بعد اوسکے مولی
پھر مسلمان ہوکر چلا آوے اب اگر مدبر یا ام ولد مرجاوے تو ولا اوسکی مولی کو ملیگی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
کہ ولا اوسکو ہی جو آزاد کرے روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے حضرت عائشہؓ سے اور فرمایا آپ نے کہ مولی قوم کا قوم مین سے ہی اور حلیف انکا بھی اونھی
قوم مین سے ہی اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہی روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ اور امام احمدؒ نے اور حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ
گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا مال اوسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی کو روایت کیا اوسکو نسائی نے
اور حاکم نے مستدرک مین ص جسنے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اوسکا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے
سے کم مین ایک بچہ جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملیگی اور غلام کے مولی کو نہ ملیگی اگرچہ غلام کا مولی بھی اوسکو آزاد کردیوے ف
دلیل اسکی اصل مین مسطور ہی ص یہی حکم ہی اگر دو بچے جنی تو اونمین سے ایک کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم مین ہو اور ایک اگر وہ
لونڈی چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملے گی لیکن اگر باپ کا مولی باپ کو آزاد کردیوے تو وہ ولا اپنے بیٹے کی

اپنی قوم کیطرف کھینچ لیگا ف یعنی اب اگر وہ بچہ مرگیا بعد باپ کے مرجانے کے تو ولا اوسکی موالی اب کو ملیگی ہسواسطے کہ ولا کھنچ جاتی ہی اور نسب باپکیطرف ہوتا ہی تو اسیطرح ولا بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ولا ایک لحمہ ہی مثل لحمۂ نسب کے نہیں بیع کیجاتی ہی اور نہ ہبہ کیجاتی ہی روایت کیا اوسکو شافعی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حاکم نے ص ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اوس عورت سے نکاح کیا جسکو عرب نے آزاد کیا تھا اب اوسکا بچہ پیدا ہوا تو ولا اوسکے بچے کی ماں کے موالی کو ملیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک باپ کے موالی کو ملیگی اور مولی عتاقہ عصبہ ہی سببی اور عصبات نسبی ف جیسے باپ بیٹا وغیرہ ص مقدم ہیں اوسپر اور وہ مقدم ہی ذوی الارحام پر ف یعنی عصبہ جو صاحب فرض سے بچیگا لیلیگا اور اگر کوئی صاحب فرض نہوگا تو کل مال لے لیگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کو جسنے ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاویگا اور کوئی عصبہ نچھوڑیگا تو مال اوسکا تجھے ملیگا روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اور بھی روایت کی عبدالرزاق نے زید بن ثابت سے کہ وہ میراث ولا دیتے تھے مولی عتاقہ کو نہ ذوی الارحام کو اور عصبات نسبی تین قسم ہیں ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جسکا کوئی حصہ مقرر نہیں ہی اور میت کیطرف اگر اوسکو نسبت کریں تو بیچ میں عورت کا واسطہ نہ آوے جیسے باپ دادا دوسرا ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہوجاتی ہی جیسے بیٹی ساتھ بیٹون کے تیسرا عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کیساتھ ملکر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب اقسام عصبات کے مقدم ہیں مولی عتاقہ پر اور مولی عتاقہ مقدم ہی ذوی الارحام پر یعنی ان وارثون پر جنکا کوئی حصہ مقرر نہیں ہی اور انکی نسبت میں طرف میت کے عورت کا واسطہ آتا ہی جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذا فی الاصل سے زیادہ ص تو اگر مولی مرجاوے بعد اوسکے وہ غلام آزاد مرے تو اوسکا ترکہ مولی کے قریب تر عصبہ کو موافق فرائض کے ملیگا اور عورتون کو ولا نہ ملیگی مگر اوس غلام کی جو وہ خود آزاد کریں جیسا حدیث مین آیا ہی ف پوری حدیث یون ہی کہ عورتون کو ولا نہین ہی مگر اوس غلام کی جو وہ خود آزاد کریں یا اونکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کریں یا اونکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کریں یا اونکا مدبر مدبر کرے یا اونکا آزاد کیا ہوا غلام ولا کو کھینچ لاوے یا آزاد نے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولا کو کھینچے انتہی لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی

ص فصل ولاء موالات کے بیان مین

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اور مسلم نے اوس شخص کو مولی کیا کہ وہ مسلم کے مرنے کے بعد وہ اوسکے مال کا وارث ہووے اور اگر وہ نو مسلم کچھ قصور کرے تو اوسکی طرف سے دیت دیوے یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور دوسرے مسلم سے یہی عقد موالاۃ کیا تو یہ عقد صحیح ہی اس صورت مین اگر وہ نو مسلم مریگا تو یہ شخص اوسکا وارث ہوگا اور اوسکی طرف سے درصورت ہوجانے جنایت کے تاوان دیگا ف اور شافعی کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہی اور ہماری دلیل قول اللہ تعالی کا ہی وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ اور یہ آیت عقد موالاۃ مین اوتری ہی اور روایت کی ابو داؤد نے تمیم داری سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہی اوس شخص مین کہ مسلمان ہووے دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپنے وہ شخص جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا زیادہ حقدار ہی اوس نو مسلم کا حیات اور ممات مین ہدایہ ص لیکن مولی الموالاۃ اوس صورت مین وارث ہوگا کہ اوس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہو ذوی الارحام مین سے بھی اور جب تک مولی الموالاۃ نے اوس شخص کیطرف سے

یا اوسکے ولد کی طرف سے تاوان جنایت کا نہیں دیا ہو تو اوسکو درست ہو کہ اوسکو چھوڑ کر اور کسیکو اپنا مولی الموالاۃ بنا دے وقت پہونچنے مولی موالات اول سکے اور اگر تاوان دیچکا تو درست نہیں اور غلام آزاد کو درست نہیں کہ کسیکو مولی الموالاۃ بنا دے **ف** اسواسطے کہ اوسکا مولی عتاقہ موجود ہے اور ولاء موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کیا ہوا نہو اور دوسری شرط وہ شخص مجہول النسب ہو دوسرے یہ کہ عربی نہو کیونکہ عربون کے قبائل موجود ہین تو اون کے ہوتے غیر کیسے وارث ہو سکتا ہے کذا فی الاصل واللہ اعلم بالصواب

ص کتاب الاکراہ

ف یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان **ص** اکراہ وہ فعل ہے جسکو آدمی غیر پر کرے اسطرح سے کہ اوس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اوسکا اختیار فاسد ہو جاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے **ف** یعنی اکراہ دو قسم ہو ایک وہ جو رضامندی کو دور کر دے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کر دیوے اوسکے اختیار کو مثلاً تہدید کرے قتل سے یا کسی عضو کے قطع سے تو رضامندی کا فوت ہو جانا عام ہے فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب مین رضامندی فوت ہو جاتی ہے لیکن اختیار صحیح رہتا ہے اور قتل کی صورت مین بھی رضامندی فوت ہوتی ہے اور اختیار بھی صحیح نہین رہتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے تحقیق اسکی یہ ہے کہ رضا کے مقابلے مین کراہت ہے اور اختیار کے مقابلے مین جبر ہے تو حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار موجود ہے ساتھ وصف صحت کے اسواسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہے کہ تلف جان یا عضو کا ڈر ہووے دیکھو جس امر مین جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہے اوس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت مین جبلی اور خلقی ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روکتی ہے بلند مکان سے گر گئے یا آگ مین پڑنے سے در صورت گمان تلف کے تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن اختیار ضروری ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح اوس اکراہ مین جو تلف جان یا عضو سے ہووے اختیار ہے باز رہنے کا مظنہ ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہے اسلیے کہ انسان دوسیر من حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہے باوصف اسکے اہلیت دونون قسم کی اکراہ مین باقی ہے ذمہ میں اور غیر ذمہ میں اسواسطے پائی جاوے عقل اور بلوغ کے کذا فی الاصل **ص** اکراہ کی شرطین یہ مین کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اوس امر پر جسکا خوف دلاتا ہے برابر ہے کہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو **ف** یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق مین اسی طرح مجنون مسلط کا اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروا دے اوسکے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین ہے اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی **ص** اور امام اعظم سے ایک روایت ہے کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہین کر سکتا تو شاید یہ قول اونکا بنظر اپنے زمانے کے ہووے **ف** والا بنظر زمانہ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کر سکتے ہین ہدایہ **ص** دوسری یہ کہ مکرہ کو ظن غالب ہو جاوے اسبات کا کہ مکرہ اوسکے ساتھ وہ امر کریگا جسکا خوف دلاتا ہے تیسری یہ کہ وہ امر جسکا مکرہ خوف دلاتا ہے ایسا ہو جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم و اندوہ کو موجب ہووے جو اوسکی رضا کو معدوم کرے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ **ف** جاننا چاہیے کہ یہ غم امر مختلف ہے باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کبھی اونکو ضرب اور حبس سے کچھ باک اور غم نہین ہوتا تو اونکو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت

درجے اندوہ اور ملال ہوتا ہو تو اونکے حق مین اسی قدر اکراہ کے لیے کافی ہو کذا فی الاصل ص جو حق کہ مکرَہ اوس
کام کے کرنے سے جسپر جبر کیا جاتا ہو رکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کے لیے جیسے اپنا مال بیچڈالنے یا تلف کرنے مین یا اپنے
غلام آزاد کرنے مین یا دوسرے کے حق کے لیے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے مین یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب
پینے یا زنا کرنے مین تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا تخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس ف مدید ہو بخلاف ضرب خفیف اور
حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کے لیے اسی قدر کافی ہو درمختار ص یہان تک کہ اوسنے اس جبر کے
سبب سے اپنا مال بیچڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اوس شخص کو اختیار
ہو کہ ان عقود کو فسخ کر ڈالے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہوگا اسی طرح
ساقط نہوگا مشتری کی موت اور چند مرتبہ دست بدست اوسکی بیع ہوجانے سے یا مبیع مین زیادت ہوجانے سے
درمختار ص یا اوسکو نافذ کردیوے ف یعنی وہ عقود موقوف رہینگے اسکی فسخ اور امضا پر ص تو قبل نافذ کرنے
مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل (یعنی لازم نہ) اسی لیے اگر مشتری اوس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع نے بیچا ہو اپنے قبضے مین کر کے
آزاد کردیوے تو اعتاق اوسکا صحیح ہوجاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات مین جنکا
نقض نہین ہوسکتا یہ سب صحیح ہوجاوینگے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ درمختار ص اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اوس
چیز کی لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہوگئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہوگی بلکہ
بائع اگر اوسکے پاس وہ ثمن باقی ہے تو پھیر سکتا ہو ف اور جو بائع کے پاس وہ ثمن تلف ہوجاوے تو تاوان اسپر کچھ نہوگا اسلیے
کہ اوسکے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شی کو بیچا اور مشتری نے بلا جبر اوسکو خریدا بعد اوسکے وہ مبیع مشتری
پاس تلف ہوگئی تو اوسکی قیمت کا تاوان بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہو کہ اوسکی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول
کرے خواہ اوس شخص سے جسنے اوسپر جبر کیا تھا تو اگر اوسنے مکرِہ سے وصول کیا تو مکرِہ مشتری سے وصول کر لیوے
اور اگر مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی
ہوگی ف یہان پر دو مسائل ہین پہلا مسئلہ یہ ہو کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوجاوے تو مالک چاہے
اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی
کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ساتھ اور ثالث رابع کے ساتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لیوے تو تاوان
کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہوجاوینگی اور مصنف نے
ان دونون مسئلون کو خلط کردیا کذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مردار کے کھانے پر یا شراب یا خون پینے پر
یا سور کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو ان چیزون کا تناول درست نہین ف اسواسطے کہ یہ
اکراہ غیر ملجی ہو تو اسمین ضرورت نہین اور یہ چیزین مستثنے ہین حرمت سے وقت اضطرار ملجی اور مخمصہ کے کذا فی الاصل ص البتہ
اگر تخویف کیا گیا ساتھ قتل یا قطع کسی عضو کے تو درست ہو ف اسواسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہو اور یہان ضرورت واقع ہو اور
ان چیزون کی حرمت سے بنص آیت حالت اضطرار مستثنے ہو فرمایا اللہ تعالے نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ

الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ترجمہ سوا اسکے نہیں کہ حرام کیا اوپر
تمہارے مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اوسکے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی بے بس ہو۔ حد سے نکل جانیوالا
اور نہ تجاوز کرنے والا سو نہیں ہی گناہ اوپر اوسکے ص اگر اوسنے صبر کیا اور قتل ہوگیا اور ان چیزون کو نکھایا تو گنہگار ہوگا
جیسے حالت شدت بھوک مین ف اگر ان چیزون کو نہ کھاویگا تو گنہگار مریگا البتہ اگر کفار کے غصہ دلانے کے لیے یا
مسئلہ معلوم نہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہوگا درمختار ص اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر
یا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو اوسکو رخصت ہی کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دلمین اپنا اعتقاد اور یقین
مضبوط رکھے ف اور اگر حبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہین ہی دلیل اسمین قول ہی اللہ تعالیٰ کا
إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ یعنی مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل اوسکا مطمئن ہی ساتھ
ایمان کے انتہی اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین محمد بن عمار بن یاسر سے کہ مشرکین نے انکے باپ عمار بن یاسر کو
پکڑا تو نہ چھوڑا اونکو یہان تک کہ برا کہوایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتون کی تو جب آئے
عمار حضرت کے پاس سو ذکر کیا انھون نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرت نے کسطرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا عمار نے کہ میرے دلمین ایمان
مضبوط تھا تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کرین تو تو بھی ایسا ہی کر زیلعی و درمختار مین ہی کہ
اگر توریہ کا خیال اسکو آیا اور اسنے توریہ نہ کیا تو عورت اوسکی دیانۃً اور قضاءً بائن ہوجاویگی اور جو اوسکے دلمین توریہ کا بالکل
خیال نہ آیا اور دل مین اوسکے ایمان مضبوط تھا تو عورت اوسکی بائن نہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی ص اور جو زبان سے
بھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہوجاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل و قطع کی تخویف کے اور قسم کی تہدید مین رخصت
نہین ہی ف اسواسطے کہ عمار بن یاسر اور خبیب دونون اس آفت مین مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسر نے رخصت پر
عمل کیا اور خبیب نے نہ کہا یہان تک کہ سولی دی گئی تو نام اونکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہدا رکھا کذا فی الاکمل
والعنایۃ ص اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر ف یا ذمی کے مال تلف کرنے پر ص
تو اوسکو جائز ہی کہ تلف کر ڈالے ف اور اگر تلف نکریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا درمختار ص اور صاحب مال تاوان اوسکا مکرہ بالکسر یعنی اکراہ
کرنیوالے سے لیگا نہ مکرہ بالفتح سے یعنی جسپر اکراہ ہوا اور جو قتل یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کر ڈالنے پر ف یا اوسکے
کسی عضو کاٹنے پر یا گلا اوسکے مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی مین ڈبونے پر یا مارنا کرنے پر ص تو اوسکو رخصت نہین ہی
کہ ان کامون کو کرے تاہم اگر اوسنے قتل کر ڈالا تو قصاص مکرہ بالکسر پر ہوگا نہ مکرہ بالفتح پر ف اور زفر کے نزدیک مکرہ
بالفتح پر اور شافعی کے نزدیک دونوں پر اور ابو یوسف کے نزدیک کسی پر نہوگا کذا فی الاصل اور دلیل سبکی اصل مین مذکور ہی اور اگر اوسے
زنا کی تو حد نہ پڑیگی استحساناً بلکہ زانی اوسے مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہووے اسواسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط
نہین ہوجاتے درمختار ص صحیح ہی نکاح اور طلاق اور عتاق مکرہ کا ف اسواسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہوجاتے ہین اکراہ سے
جیسے ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعی کے نزدیک صحیح نہین ہوتے کذا فی الاصل اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق مین گذرے
ص تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اوسے طلاق دیدیا تو مکرہ بالفتح مکرہ بالکسر سے نصف مہر مسمی ف ورنہ نصف متعہ

اگر مہر مقرر نہوا ہو **ص** جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت جب ہو کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہو اور جو وطی کر چکا ہو وے تو کچھ پھیر نہیں سکتا **ف** اسلیے کہ مہر اوسپر وطی سے واجب ہو چکا تھا **ص** اسیطرح عتاق مین قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے اور صحیح ہی نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلا اور رجوع ایلا سے حالت اکراہ مین اور جائز ہی اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاویگا **ف** یعنی زبردستی سے اسلام لاکر پھر کافر ہو گیا تو اوسکو قتل نکرینگے جیسے اور مرتدین کو قتل کرینگے اسواسطے کہ اوسکے اسلام مین شبہہ ہی کہ شاید اوسنے دل سے قبول نکیا ہووے لیکن جبر کیا جاوے گا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اسلیے صحیح ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا مین اس بات کا کہ قتال کرون لوگون سے یہان تک کہ کہین وہ لوگ لا الہ الا اللہ یعنی نہین ہی کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے اور اس حدیث کو اسی قدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین مین یون ہی کہ مجکو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کرون لوگون سے یہان تک کہ وہ شہادت دین اس بات کی کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کرین نماز کو اور ادا کرین زکوۃ کو تو جب انھون نے ان کامون کو کیا بچالیا انھون نے مجسے اپنے خونون کو اور مالون کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب انکا اللہ پر ہی انتہی **ص** صحیح نہین حالت اکراہ مین معاف کر دینا اپنے مدیون کے دین کا **ف** تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دیدینے یا دوسری عورت سے نکاح کر لینے کی تو یہ اکراہ نہیں ہی اس صورت مین ہبہ مہر نافذ ہوگا اسیطرح اگر شوہر نے اپنی زوجہ مریضہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا الا جبکہ وہ مہر اپنا بخشدے تو اوسنے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہی اسلیے کہ یہ اوس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہو در مختار **ص** یا بری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہو جانا تو اوسکی زوجہ بائن نہوگی اور اگر زنا کریگا حالت اکراہ مین تو اوسپر حد پڑیگی مگر جب سلطان اکراہ کرے تو حد ساقط ہو جاویگی **ف** یہ فرق امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک مطلق حد نپڑیگی جیسا اوپر گذر چکا

ص کتاب الحجر

حجر کہتے ہین تصرف قولی کے نفاذ کو روکدینا **ف** تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہین جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ اور تصرف فعلی جو برخلاف اسکے جیسے قتل اور تلاف مال تو حجر مین صرف تصرف قولی نافذ نہین ہوتا نہ تصرفات فعلیے جو افعال جوارح مین چنانچہ اگر صبی نے کسی کا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون مین کذا فی الاصل **ص** حجر کے سبب تین ہین ایک صغر سن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی ہونے کی تو صحیح نہین ہی طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا **ف** مجنون مغلوب وہ ہی جسکی عقل جاتی رہی ہو اسطرح پر کہ اوس سے افعال اور اقوال بطریقہ عقلا ہو سکین مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہی جسکے کلمات مختلط ہون یعنی کبھی کلام اوسکا بطور عقلا کے ہو وے اور کبھی بطور مجانین کے اور اوسکو معتوہ بھی کہتے ہین اوسکا حکم آگے آویگا کذا فی الاصل **ص** اور عتاق ان دونکا اور اقرار دونکا اور صحیح ہی طلاق غلام کا اور اقرار اوسکا اپنی ذات پر اور اوسکے مالک کے حق مین تو اگر غلام مجبور نے کسی کے قرض کا اقرار کیا اپنے اوپر تو اوسکا مطالبہ بعد آزادی کے اوس سے کیا جاویگا اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم

کیا جاویگا جو شخص ان تینون مین سے **ف** یعنی عبد اور صبی اور مجنون **ص** کوئی عقد ایسا کرے جسمین امید نفع اور ضرر
دونون کی ہووے اور وہ اوس عقد کو سمجھتا ہو اور قصد کرتا ہو تو موقوف رہیگا اوسکے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہے اگر اجازت
دیگا تو نافذ ہوجاویگا ورنہ باطل ہوگا **ف** مجنون سے یہان مجنون مراد ہی جو بیع و شرا کو جانتا ہو اور اوسکا قصد کرتا ہو اگرچہ مصلحت کو
مفسدہ سے ممتاز نہین کرسکتا اور وہی معتوہ ہی جو غیر کیطرف سے وکیل ہوسکتا ہی اور عقد مین یہ قید کہ امید نفع اور ضرر دونون کی ہووے
اسواسطے لگائی کہ جس عقد مین محض نفع ہی نفع ہو جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہی اور جسمین محض ضرر ہی
جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہین کذا فی الاصل **ص** اور جو کوئی چیز تلف کردیوین تو
ضامن ہونگے **ف** اسلیے کہ افعال مین مجبور نہین ہین جیسا کہ گذرا برابر ہین کہ عاقل ہون یا غیر عاقل **ص** اور حجر نہین کیا
جاویگا جو شخص کہ مکلف ہو بسبب سفاہت کے **ف** سفاہت سے مراد اسراف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہی خلاف مقتضائے
شرع یا عقل کے کذا فی الدر **ص** یا فسق کے یا قرض کے **ف** یہ مذہب امام کا ہی اور صاحبین اور شافعی کے
نزدیک سفیہ پر حجر ہوسکتا ہی اور یہی مفتی بہ ہی البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طلبگار حجر کے ہوویں تو قاضی اوسکو
مجبور کرے اور اوسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے
مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہوجانے اون دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اوس شخص کا
مال گواہون سے ثابت ہوجاوے تو مقر لہ اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دین وصول کریگا اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک
فاسق پر بھی حجر ہوسکتا ہی واسطے زجر کے کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار **ص** البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر
ف مفتی ماجن وہ مفتی ہی جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تاکہ بائن ہوجاوے اپنے شوہر سے
یا اوس سے زکوۃ ساقط ہوجاوے پھر مسلمان ہوجاوے **ص** اور طبیب جاہل پر **ف** طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دوائے
مہلک پلادیتا ہووے خواہ اوسکو مہلک جانتا ہووے یا نجانتا ہووے اور جبکہ وہ دوا مریض پر شدت کرے تو وہ اوس کا ضرر
دور نکرسکتا ہووے کذا فی الطحطاوی **ص** اور مکاری مفلس پر **ف** یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت
سفر کا آوے تو جانور نہ دیسکے تب کرایہ دار اپنے رفیقون سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل حاصل یہ ہی کہ جس سے ضرر
عام ہووے تو اوسکے دفع کے لیے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہی طحطاوی **ص** اور جو صغیر بالغ ہوجاوے
اور بیوقوف ہے تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جاوے یہان تک کہ پچیس برس کو پہنچے **ف** زندمین ہی کہ پچیس برس کی قید
اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہی جبکہ وہ پچیس برس کا ہوجاتا ہی اور ہدایہ مین لکھا
کہ روکنا مال کا اوس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہی کہ بعد پچیس برس کے تادیب نہین ہوتی کیا تو نہین دیکھتا کہ پچیس برس کا
آدمی کبھی دادا ہوجاتا ہی انتہی دادا ہوجانے کی صورت یہ ہی کہ ادنی مدت بلوغ لڑکے کی بارہ برس ہین اور ادنی مدت حمل چھ
مہینے تو فرض کیجیے کہ بارہ برس کی عمر مین اوسنے نکاح کیا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا پیدا ہوا اب اوس لڑکے کا بارہ برس کی عمر مین
نکاح ہوا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا باوصف اسکے کہ عمر اوسکی پچیس برس ہی کذا فی
الاصل **ص** تو اگر تصرف کریگا قبل اس مدت کے تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس برس کے مال اوسکا اوسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف

ہے اور ہوشیار ہو وے تو شخص آزاد اگر مدیون ہو وے تو قاضی اوسکو محبوس کرے تا مال اپنا بیچ کر اپنے دین دیوے اور جو اوسکے مال میں روپے یا اشرفیاں ہو وین اور قرض بھی روپے یا اشرفیاں ہو وین تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کر دیوے اور اوسکے مال سے اوسکا قرض اشرفیاں ہو وین اور مال میں روپے ہو وین یا قرض روپیہ اور مال اشرفیاں تو بھی قاضی کو بیچنا ان کا بغیر اوسکے امر کے واسطے اوسکے دین کے درست ہے اور اسباب اور مکان اور زمین اوسکی قاضی نہ بیچے مگر اوسکو قید کرے تا وہ خود مجبور ہو کر بیچے لیکن صاحبین کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اوسکا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض موافق حصون کے ادا کر دیوے ف اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے درمختار ص ایک شخص مفلس ہو گیا اور اوسکے پاس وہ چیز ہے جو اوسنے خریدی لیکن ہنوز ثمن نہیں ادا کی تو اوسکا بائع اور قرضخواہوں کے ساتھ مساوی ہے ف یعنی وہ چیز بیچکر اوسکو حصہ رسد اوسکی قیمت میں سے دیا جاویگا یہ نہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کر لیوے بعد اوسکے جو بچے تو وہ اور قرضخواہوں کو ملے اور شافعی رح کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کرکے بائع کو اختیار فسخ دیدیگا اور بائع اپنی چیز لے لیگا

ص فصل حد بلوغ کے بیان میں

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کر دینے سے اور انزال سے ف اور اصل انزال ہے اسلیے کہ جب تک انزال ہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اوس سے حاملہ ہوگی ص اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہے ف اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایہ میں معتبر نہیں اور ایسا ہی پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہیں ہے بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی ص پھر اگر صغیر اور صغیرہ میں ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہووے اور صاحبین کے نزدیک جب تک دونوں پندرہ برس پورے کے نہ ہو جاوین ف یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہو جاوین تو اونکو حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ یہ علامات ظاہر نہ ہو وین اور اسی پر فتوی ہے اسلیے کہ ہمارے زمانہ میں عمرین بہت چھوٹی ہو گئی ہیں درمختار ص اور ادنی مدت بلوغ کی فرزند کے لیے بارہ برس اور دختر کے لیے نو برس ہے تو اگر دونوں قریب بلوغ کے ہو وین اور انھوں نے کہا کہ ہم بالغ ہو گئے تو قول اونکا معتبر ہوگا اور وہ دونوں مثل بالغ کے حکم میں ہونگے ف جب ظاہر حال اونکے قول کی تکذیب کرتا ہو مثلاً بارہ برس سے لڑکا کم ہو یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعوی بلوغ معتبر نہوگا اور تفسیر مراہق میں ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہو چکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کر دیوین بدون قسم کے

ص کتاب الماذون

اذن کہتے ہیں حجر کے دور کرنے کو اور حق کے ساقط کر دینے کو ف جان تو کہ اصل انسان میں یہ ہے کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب بسبب غلامی عارض ہوئی اور مولی کا حق اوس سے متعلق ہو گیا تو حق مولی نے ملک تصرفات کو روک دیا اب جب مولی نے اپنا حق ساقط کر دیا تو مانع زائل ہو گیا اور حجر اوس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک یہ اذن توکیل ہے اور نائب کرنا ہے کذا فی الاصل ص تو جب مولی نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف کریگا اپنی اہلیت سے کریگا اپنی ذات کے لیے تو اوسکی جوابدہی مولی پر نہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی تو ثمن

اور اسکی مہلت طلب کیجاویگی اسلیے کہ اوسنے اپنے لیے خریدی ہی برخلاف وکیل کے کہ وہ موکل سے ثمن طلب کر سکتا ہی اسواسطے
کہ اوسنے موکل کے لیے خریدا ہی اور اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک روز کیلیے تو وہ
ماذون رہیگا جبتک مولی اوسپر حجر نکرے اسیطرح کسی قسم خاص کے ساتھ مقید نہوگا پھر جب مولی نے ایک قسم خاص تجارت کا
اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت مین ماذون ہوجاویگا **ف** مراد یہ ہی کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اوسکا تمام
انواع مین عام ہوجاویگا اسیطرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بٹھالے تو یہ اذن ہوگا اوسکے تمام لوازم اور ضروریات کی خرید کا
اسیطرح اگر کہا کہ ہر مہینے اتنا غلہ تو مجھے ادا کر دیا کر برخلاف اس صورت کے کہ مولی نے ایک شے معین کے خرید کی اجازت دی کہ یہ اذن
نہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت خاص لینا ہی کذا فی الاصل **ص** اور ثابت ہوتا ہی اذن دلالت حال سے تو جو غلام کہ مولی اوسکو
خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چپ رہے تو وہ ماذون ہی ہمارے نزدیک اور اسمین خلاف زفر اور شافعی کا ہی اور ماذون ہوتا ہی نوع تجارت
کے لیے اور حضرت امام صاحب کے نزدیک تو اگر مطلق اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہووے مگر
صاحبین کے نزدیک غبن فاحش سے درست نہین اور خرید و فروخت مین وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ
اور مساقاۃ اور مزارعت لیوے اور بیج بونیکے لیے خرید کرے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ اور مال بطریق مضاربت دیوے
اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ مین دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کو بھی کرایہ مین دیوے نہ شافعی کے
نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دین کا اور ہدیہ دے قلیل طعام کا اور ضیافت کرے اوسکی جو اوسکو کھلاتے ہون اور ثمن گھٹا
دیوے اگر عیب نکلے مبیع مین موافق دستور تجار کے اور اپنا نکاح نکرے اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نکرے اور امام
ابو یوسف کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اسلیے کہ اسمین بھی تحصیل مال ہی اور طرفین کی دلیل یہ کہ وہ داخل تجارت نہین اور
نہ مکاتب کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض لیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہو اور آزاد عورت کو درست ہی کہ اپنے خاوند کے گھر
مین سے ایک ساشے قلیل خدا کی راہ مین دیوے **ف** یہ مسائل اگرچہ اس باب کے نہین ہین لیکن اوسکو مناسبت کم کیا اسلیے کہ عورت بھی مقدار
صدقہ کے لیے ماذون ہی عادۃ کذا فی الاصل **ص** جو دین عبد ماذون پر واجب ہووے تجارت کے سبب سے جیسے خرید اور فروخت اور
یا اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اوسکے حکم مین ہی جیسے تاوان غصب و ودیعت کا جسکا ماذون نے انکار کیا اور وہ عقر جو
واجب ہوا وطی سے لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اوس غلام کی ذات سے بیچا جاویگا واسطے دین کے اور اوسکی
ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہون کو بطور حصہ رسد اور اوسکی کمائی سے جو قبل دین کے ہو یا بعد دین کے اور اوس سے جو چیز اوسکو ہبہ کی
گئی تھی اور اوسنے ہبہ قبول کر لیا تھا **ف** یہ ہمارا مذہب ہی اور زفر اور شافعی کے نزدیک وہ خود دین مین نہ بیچا جاویگا مگر
اوسکی کمائی بیچی جاویگی اسواسطے کہ مولی کی غرض اذن سے استحصال اوس چیز کا ہی جو حاصل نتھی نہ فوت کرنا اوس چیز کا جو اسکو
حاصل تھا اور ہم یہ کہتے ہین کہ دین ظاہر ہوا مولی کے حق مین تو متعلق ہوگا اوسکے رقبہ سے تاکہ لوگون کو ضرر نہووے **ص**
لیکن وہ دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولی نے اوس سے لے لیا تھا قبل لحوق دین کے اور بعد دین کے کسی اور
ثمن غلام سے بھی باقی رہے تو اوسکا مطالبہ اوس سے آزاد ہونیکے بعد کیا جاویگا **ف** اور دوسری بار نہ بیچا جاویگا و مختار
ص مولی کو ماذون سے وہ رقم مقررہ لینا جو قبل لحوق دین کے اوس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہی **ف** اگرچہ

قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہو بعد لحوق دین کے لیکن اسواسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولی اوس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کر دے تو کمائی کا دروازہ بند ہوجاوے اور دین والون کو نقصان ہو ص اور جو اوس سے بڑھے وہ قرضخواہون کو ملیگا اور عبد ماذون اگر بھاگ جاوے تو مجبور ہو جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک مجبور نہوگا کیونکہ ماذون کرنا عبد آبق کا صحیح ہے اسواسطے کہ بھاگنا منافی ماذون کے نہین اور ہماری یہ دلیل ہے کہ دلالت حجر کی قائم ہے اسلیے کہ مولی اکثر اپنے حق کا غلام کو سرکش نافرمان ہونے پر راضی نہوگا اور جب اسکو اذن صریح دیا تو اوس سے دلالت حجر فوت ہوجاویگی اور یا مولی مرجاوے یا مولی کو جنون مطلق ہوجاوے ف محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطلق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وے وہ مطلق نہین کذا فی الطحطاوی ص یا مولی دار الحرب مین مرتد ہوکر چلا جاوے یا مولی اوس غلام کو مجبور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والون کو اسکی خبر ہوجاوے واسطے دفع غرور کے اون لوگون سے تو ان سب صورتون مین وہ غلام مجبور ہوجاوے گا اور لونڈی ماذونہ کو اگر ام ولد بنایا تو وہ مجبور ہوجاویگی ہمارے نزدیک امام زفر کے نزدیک نہوگی اور جو مدبرہ کیا تو مجبور نہوگی لیکن مولی کو لونڈی کی ذات کی قیمت اوسکے قرضخواہون کو دینا ہوگی ف یعنی مستولدہ اور مدبرہ کی صورت مین اگر مستولدہ یا مدبرہ پر دین محیط ہو تو مولی تاوان اوسکا بقدر اوسکی قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اسلیے کہ مولی نے ان تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اوسکی قیمت دینا ہوگی کذا فی الاصل ص اگر غلام مجبور ہوگیا بعد اوسکے اوس نے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانتاً یا غصباً ہے یا لیے اور قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا ف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہوگا اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک موجب تصحیح اقرار اذن ہے اور وہ جاتا رہا اور امام صاحب کے نزدیک قبضہ ہے اور وہ باقی ہے کذا فی الاصل ص اگر اوس غلام پر اس قدر قرضہ ہے کہ اوسکی ذات و مال کو محیط ہو وے تو مولی اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے مالک نہوگا ف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک ہوگا اسواسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولی کی تو اوسکی کمائی بھی مملوک ہوگی اور امام صاحب کہتے ہین کہ ملک مولی کی بطور خلافت غلام کی طرف سے ثابت ہوتی ہے جب وہ غلام اپنی حاجت سے فارغ ہو جیسے ملک ارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث کے حوائج ضروریہ سے مال بچ رہے اور ماتحن فیہ مین مال غلام کے حوائج سے فارغ نہین ہے کذا فی الاصل ص تو ایسی صورت مین اگر مولی اپنے غلام کے غلام کو آزاد کر دیگا تو آزاد نہوگا ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوجاویگا اور مولی اوسکی قیمت کا تاوان قرضخواہون کو دیگا کذا فی الاصل ص اور جو دین اوسکے مال اور ذات کو محیط نہوگا تو غلام کا غلام مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہوجاویگا اور عبد ماذون اپنے مولی کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کر سکتا ہے نہ کم کو اور مولی اوسکے ہاتھ کم کو بھی فروخت کر سکتا ہے ف یہ جب ہی ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دین محیط ہو وے اسلیے کہ اس صورت مین مولی اجنبی ہے اوسکے مال مین اور صاحبین کے نزدیک اگر کم قیمت سے مولی کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع جائز ہوگی اور مولی کو اختیار ہوگا محابات دور کرنے کا یا نقض بیع مین اسلیے کہ دفع ضرر غرما سے اصلاح ہو سکتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک جائز نہین بسبب تہمت کے کذا فی الاصل اور جو دین محیط نہو وے تو بیع ہر حال جائز ہے ص اگر مولی نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اس صورت مین مولی کو حکم ہوگا کہ یا زیادتی کو کم کر دیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولی نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے تو اب مولی کو قیمت نہ ملیگی ف اسلیے کہ مولی نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اوسکی نہین لی تو مولی کا حق ذات مبیع مین باطل ہوگیا اور دین غلام پر رہا اور مولی کا دین غلام پر شرعاً باطل ہے اس صورت مین

ثمن باطل ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور مولی کا حق ہے کہ مبیع کو روک رکھے واسطے لینے ثمن کے اگرچہ عبد ماذون مدیون ہو خواہ
دین محیط ہو یا نہو لیکن مولی اوسکو آزاد کرسکتا ہے اسلیے کہ ملک اوسکی غلام میں باقی ہے اور دین اور قیمت میں سے اوس غلام کے جو کم
ہوگا اوسقدر مولی کو تاوان دینا ہوگا **ف** یعنی اگر دین کم ہوگا تو مولی دین ادا کریگا اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا تو مولی صرف
قیمت دیگا قرضخواہوں کو اسلیے کہ قرضخواہوں کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولی نے اوسکو تلف کر دیا تو قیمت کا
تاوان دینا ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام جسپر دین محیط تھا
فروخت کیا گیا اور مشتری نے اوسکو غائب کر دیا تو قرضخواہوں کو اوسکے اختیار ہے کہ خواہ بیع جائز رکھکر ثمن اوسکی سے لیوین یا
مشتری یا بائع سے اوسکی قیمت یعنی برخ بازار کا تاوان لیوین تو اگر وہ تاوان لیویں بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام
بائع کے پاس پھر آئے تو بائع اوس قیمت کو جو قرضخواہوں کو اوسنے دیلے تھے پھیر لیوے اور قرضخواہوں کا حق پھر غلام سے
متعلق ہوجاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچا اور بیچتے وقت مشتری کو اگرچہ بتا دیا کہ یہ غلام مدیون ہے تو اب بھی قرضخواہ اوسکو پہونچتا ہے کہ
بیع کو رد کر دیویں اگر اوسکی ثمن اوسکو نہیں پہونچی ہو اور جو پہونچ گئی ہو اور بیع میں قیمت سے کچھ کمی ہو تو بیع رد نہیں کرسکتے اور جو کمی
ہو تو کمی مٹا دیجاویگی یا بیع فسخ کیجاوے اور جو مشتری منکر ہو دین کا اور بائع غائب ہو تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہیں
کرسکتے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک خصومت کر سکتے ہیں اگر ایک غلام شہر میں آیا اور اوسنے کہا کہ میں فلاں کا
دلیل اسکی فصل میں گذر چکی ۱۲
غلام ہوں اور اوسنے مجھے اذن دیا ہے تجارت میں اور وہ خرید و فروخت کرتا ہے تو وہ ماذون سمجھا جاویگا اسی طرح جو اوسنے سکہ کی اون
وجہ سے لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہوجاویگا تو وہ قرضے کے لیے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولی اقرار کرے اوسکے ماذون ہونیکا
ف اسلیے کہ جب تک مولی نے اقرار نہیں کیا اوس کا ماذون ہونا اوسکے حق میں ظاہر ہوا اور معاملہ کرنے والوں نے نقصان اوٹھایا
اسلیے کہ اونہوں نے ظاہر حال پر بھروسا کیا اور مولی نے اونکو کچھ دھوکا نہیں دیا کذا فی الاصل **ص** نابالغ کا تصرف اگر محض
نافع ہو **ف** یعنی کسیطرح کا ضرر اوس میں نہووے **ص** جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے **ف** اگر وہ
صبی عقل رکھتا ہو تو ہمارے نزدیک اسلام صبی عاقل کا صحیح ہے اور شافعی کے نزدیک صحیح نہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام
حالت نابالغی میں مسلمان ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکا اسلام صحیح رکھا کہا ابن الہمام نے کہ اخراج کیا بخاری نے
تاریخ میں عروہ سے کہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکم نے مستدرک میں طریق ابن اسحاق سے
کہ حضرت علی ایمان لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباس سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت
علی کے سپرد کیا روز بدر کے اور اونکی عمر بیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اوپر شرط شیخین کے کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث نص ہے اسبات
پر کہ حضرت علی سات یا آٹھ برس کی عمر میں ایمان لائے اور مروی ہے حضرت علی سے یہ **شعر** سبقتکم الی الاسلام
طفلاً ، غلاماً ما بلغت اوان حلمی ؛ یعنی سابق ہوا میں تم پر طرف اسلام کے سب پر حالانکہ میں لڑکا تھا کہ سن احتلام
کو نہیں پہونچا تھا روایت کیا اسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اسکو اور ابن عساکر نے تاریخ میں **ص** اور جو محض ضرر
یعنی نقصان دنیا کو پہنچانے والا ہووے جیسے طلاق اور عتاق **ف** اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ **ص**
تو جائز نہوگا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جسمیں نفع اور ضرر دونوں کا احتمال ہے جیسے بیع اور شرا تو موقوف رہیگا

دربیان تصرفات صبی

ولی کے اذن پر **ف** اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو مال اور حکم اسکا مثل عبد ماذون کے ہوگا **ص** نابالغ کے تصرف صحیح ہونگے اذن سے بشرطیکہ وہ عاقل سمجھتا ہو بیع کو ملک کا دور کرنے والا اور شراء کو ملک میں لانے والا اور ولی نابالغ کا پہلے اسکا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہ ہو تو باپ کا وہ جسکو وصی کیا ہو **ف** پھر اسکے وصی کا وصی درمختار **ص** پھر اگر مر گئی ہو تو دادا اسکا ہی ہو رکا ہو پھر دادا کا وصی **ف** پھر اسکے وصی کا وصی درمختار **ص** پھر قاضی یا اسکا وصی **ف** اول دونوں صورتوں میں پھر وصی کہا اور یہاں یوں کہا کہ یا وصی اسکا اسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہے جسکو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات میں لیکن وہ شخص جسکو ولی نے حالت حیات میں اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا میں لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال میں تصرف کرنے کے لیے تو وہ قاضی کی زندگی میں بھی تصرف کریگا اور وصی اگرچہ خلیفہ بعد موت کے ہوتا ہے مگر وصی قاضی کو وصی اسلیے کہتے ہیں کہ گویا یہ خلیفہ یتیم کے باپ کا ہے اور باپ نے وصی کیا اسکو کذا فی الاصل اور ماں یا اسکے وصی مال میں تصرف نہیں کر سکتے اسی طرح چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالہ صغیر کی ولی نہونگے کذا فی الطحطاوی **ص** اگر صبی ماذون نے اپنی کمائی کے مال میں اقرار کیا کہ اسقدر مال فلاں شخص کا ہے تو صحیح ہوگا اسیطرح اگر اپنے مورث کے ترکہ کے مال میں اقرار کیا اور امام اعظم سے ایک روایت ہے کہ صحیح نہیں ارث میں

ص کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان میں غصب شرع میں عبارت ہے ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہو بغیر اذن مالک کے اسطرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کر دیوے **ف** تو غصب مردار میں نہوگا اسلیے کہ وہ مال نہیں ہے اسی طرح شخص آزاد میں اور نہ مسلمان کی شراب میں کیونکہ وہ قیمت دار نہیں ہے اور نہ حربی کے مال میں اسلیے کہ وہ محترم نہیں ہے اور قول اوسکا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اسواسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کر دیوے کہ غصب ہمارے اصحاب کے نزدیک زائل کرنا ہے قبضہ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضہ ناحق کے اور امام شافعی رح کے نزدیک غصب نام ہے قبضہ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضہ حق زائل کرنا شرط نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ کلام ہمارا اوس فعل میں ہے جو سبب تاوان کا ہے اور اسپر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہیں ہیں اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہیں اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبض حق نہوے اور اسی سبب سے غصب عقار میں اختلاف ہے اور آگے اوس کا ذکر آویگا اور ان تینوں مسائل میں سے ہے وہ جو مصنف بیان کرتا ہے کذا فی الاصل **ص** تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا **ف** اسلیے کہ اول کی دونوں صورتوں میں نقل ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک جس سے ازالہ قبضہ مالک کا ہو گیا اور تیسری صورت میں فرش اپنے حال پر ہے بیٹھنے والے نے کوئی فعل اوسمیں ایسا نہیں کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے اسی طرح بعض نے متصرع کیا کہ مویشی کا دور کر دینا مالک سے یہان تک کہ وہ ہلاک ہو جاوین اور کسی کو کپڑے پہننا یہان تک کہ دوسرا اوسکا وارث ہو گیا اسلیے ہمارے نزدیک غصب نہیں ہے اور شافعی رح کے نزدیک غصب ہے اور ان دونوں

سا لوگوں کی تعریف مستقیم نہیں ہوا سلئے کہ اثبات قبضہ ناحق یہان مفقود ہی چھوا اور قید تعریف غصب میں لگا نا ضرور ہی کہ اس مال کا لے لینا بطور اخفا ہووے تاکہ چوری نکلجاوے کذا فی الاصل ص اور حکم غصب کا یہ ہی کہ غاصب گنہگا ہوتا ہی اگر اوسکو معلوم ہو کہ شی مغصوب غیر کا مال ہی ف ورنہ گنہگار نہوگا لیکن تاوان دینا دونون حالتون مین اور عین مغصوب بنا ہر طرح واجب ہی طحطاوی متفق علیہ حدیث مین سعید بن زید سے مروی ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لیگا تو اللہ تعالی سات طبقوں زمین کا اوسکے گلے مین طوق ڈالے گا اور بخاری کی روایت مین ہی کہ ساتوں زمین تک دھسایا جاویگا اور امام احمد نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمین کسی کی ناحق چھین لیگا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اوسکی مٹی اوٹھاوے اور ایک روایت مین ہی کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لی تو اللہ تعالی اوسکو تکلیف دیگا اوسکے کھودنے کی ساتوین زمین کے آخر تک پھر طوق ڈالے گا اوسکے گلے مین دن قیامت تک یہان تک کہ لوگون کا فیصلہ ہووے ان حدیثون سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ زمین بھی سات ہین جیسے آسمان سات ہیں ص اور جب تک شی مغصوب غاصب کے پاس قائم ہی تو اوسکا پھیر دینا لازم ہی اور درصورت تلف ہوجانے کے تاوان اوسکا دینا واجب ہی ف اسلیے کہ روایت کیا ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے سمرہ بن جندب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہی وہ چیز جو اوس نے لی ہی یہان تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہی کسی کو کہ لے لیوے چیز اپنے بھائی کی نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم مین سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور روایت کی احمد اور ابو داؤد و نسائی نے سمرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پاوے اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہی اوسکا ص تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہی جیسے وہ چیزین جو وزن کرکے یا پیمانے مین بھر کے بکتی ہین یا شمار کرکے لیکن مقدار مین قریب قریب ہین ف جیسے اخروٹ وغیرہ اصل مین یہان تفصیل و تحقیق ہی ص تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن ف یعنی حاکم کے حکم کے وقت در مختار ص اوسکی قیمت ہوگی دینا پڑیگی ف اور امام محمد کے نزدیک جو قیمت اوس شی کی بازار مین نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی دینا پڑیگی خزانہ مین ہی کہ قول امام ابو حنیفہ کا اصح ہی اور تحفہ مین ہی کہ وہ قول صحیح ہی اور نہایہ مین ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہی اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد کے قول کو مفتی بہ لکھا ہی طحطاوی اور دلائل سب کے اصل مین مذکور ہین ص اور جو وہ چیز غیر مثلی ہی جیسے وہ چیزین جو شمار سے بکتی ہین اور ایک دوسرے مین فرق رکھتی ہین مثل جانور وغیرہ کے تو اوسکی قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی ف اسیطرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہون اور جو ملے ہوں یا تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اسکے چنانچہ بجنس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اوسکی قیمت دینا ہوگی ص تو اگر غاصب کہے کہ شی مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اوسکو قید کرے یہان تک کہ معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اگر شی مغصوب اسکے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا ف اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہین بلکہ مفوض برای حاکم ہی نہیں ص پھر اوسپر عوض دینے کا حکم کرے ف خواہ وہ عوض مثل ہو اگر شی مغصوب مثلی ہووے یا قیمت

[illegible]

اگر وہ شی غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شی مغصوب غاصب کے پاس تلف ہو گئی اور غاصب نے دعوی کیا کہ مینے مالک کو
پھیر دی اسکے پاس تلف ہوئی اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ غاصب کے اولی ہونگے **ص** اور غصب کی شرط یہ ہی کہ شی
مغصوب اموال منقولہ میں سے ہووے تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار **ف** یعنی مال غیر منقول جیسا کہ گھر زمین وغیرہ **ص**
غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہو گیا **ف** آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا
ص تو غاصب ضامن نہو گا شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک ضامن ہوگا **ف** اور یہی قول ہدایہ امام ثانیہ کا ہی اور اسی پر فتوی ہی
درمختار اور دلائل سب کے اصل میں مرقوم ہیں **ص** اور اگر اوسمیں کوئی نقصان ہو گیا اوسکے فعل سے جیسے اوسکی سکونت سے مکان بگڑ گیا
یا اوسکی کاشتکاری سے زمین میں نقصان ہو گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا **ف** باجماع سب علما کے **ص** جیسے منقول
میں نقصان کا تاوان دینا ہوگا مثلاً ایک غلام غصب کر کے اوسکو مزدوری میں لگایا اور اسوجہ سے وہ غلام بیمار یا دبلا ہو گیا
تو تاوان نقصان کا دینا ہوگا **ف** اگر مثلاً باغ غصب کر کے اوسکے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہوگا درمختار **ص** غاصب نے
اگر شی مغصوب کو اجارہ وغیرہ پر دیکر اوسکا کرایہ لیا تو اوس کرایہ کی رقم کو خیرات کر دیوے اسی طرح شی مستعار کی اجرت کو بھی بسبب
دیدیوے **ف** یعنی فقرا کو تقسیم کر دیوے اپنے صرف میں نلاوے **ص** اسیطرح جو نفع اوسنے کمایا شی مغصوب یا مستعار میں تغیر
کر کے بشرطیکہ وہ شی اشارہ کرنے سے متعین ہو **ف** یعنی اسباب کی قسم سے ہو کر درہم اور دینار نہووے **ص** یا امانت
کے یا غصب کے روپیوں کے بدلے میں کوئی چیز خرید کر وہی روپے دیے اور اوسمیں نفع کمایا تو بھی تصدق کرے اور اگر خریدنے کے
وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے میں خریدا اور ادا اور روپے کیے یا خریدا اور روپیوں کے بدلے میں یا مطلق روپیوں کے
بدلے میں خریدا اور ادا وہ روپیہ کیے جو مغصوب یا امانت تھا اور نفع کمایا تو اوسکو تصدق کرنا ضرور نہیں امام کرخی کے نزدیک
کھا سکتا ہی اسی پر فتوی ہی **ف** اور قول مختار یہ ہی کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہیں ہی اگرچہ بعد ادا تاوان کے ہو یہی قول صحیح
ہی چنانچہ فتاوی نوازل میں ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہر حال میں حلال ہی جب جنس مختلف ہووے درمختار **ص** اگر غاصب
نے ایک شی کو غصب کر کے اوسمیں ایسا تغیر کیا جس سے اوسکا نام بدل گیا اور اعظم منافع **ف** یعنی اکثر مقاصد اوسکے
ص فوت ہو گئے **ف** جیسے ذبح کیا بکری کو اور پکایا اوسکو یا بھونا اوسکو یا گیہوں کو غصب کر کے اوسکو پیس ڈالا کہ نام
اوسکا بدل گیا یعنی آٹا ہو گیا اور اکثر منافع بھی اوسکے جیسے ہریسہ و گھنگنیاں وغیرہ فوت ہو گئے **ص** تو غاصب تاوان
اوسکا واجب ہو گیا اور غاصب اوسکا مالک ہو جاویگا قبل ادا کرنے تاوان کے لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اوسکو نفع لینا
اوس شی سے درست نہیں ہی **ف** اور جب تاوان اوسکا دیدیا یا مالک معاف کر دیوے یا قاضی اوس سے تاوان لے لیوے
تو درست ہی **ص** مثال اوسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے بکری غصب کر کے اوسکو ذبح کیا پھر اوسکو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہوں
غصب کر کے اوسکو پیس ڈالا یا کھیت میں بو دیا یا لوہا غصب کر کے اوسکی تلوار بنالی یا پیتل غصب کر کے اوسکے برتن بنالیے
یا ساگوان یا اینٹ غصب کر کے اوسکی عمارت بنوالی یہ امام ابی حنیفہ کے نزدیک ہی کہ اوسکی صنعت متقومہ نے گردانا حق
مالک کا ہلاک ایک وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک حق مالک کا اوس سے منقطع نہیں ہوگا اسلیے کہ عین باقی ہی اور نہیں
اعتبار کیا جاتا فعل غاصب کا اسواسطے کہ وہ ممنوع ہی پس نہوگا سبب ملک کا **ف** بشرطیکہ قیمت عمارت کی اوس

ساگوان کی لکڑی سے زیادہ ہو اور جو مساوی ہو تو اوسکو بیچکر ثمن اوسکی دلادیگا تو قاعدہ کلیہ اس مقام کا یہ ہے کہ ضرر شدید کو دور
کرینگے واسطے ضرر خفیف کے پھر صاحب ضرر خفیف یا تو نقصان دوسرے سے لیگا درمختار **ص** اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کرکے
اوسکی اشرفی روپیہ بنوا ڈالے یا برتن بنوا لیے تو اوسکا مالک ہو گا بلکہ یہ چیزیں مالک کو دلادیجاوینگی اور غاصب کو کچھ نہ ملیگا اگر ایک
شخص کی بکری لیکر اوسکو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اوس بکری کو غاصب کو دیوے اور اوسکے دام لیوے یا بکری لے لیوے
اور اوسکے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھر لے یہی حکم ہے اگر غاصب کپڑے کو بمقدار بہت پھاڑ ڈالے کہ کچھ منفعت فوت ہو جاوے
اور کچھ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اوٹھانے کے قابل نرہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا اور جو بہت کم پھاڑے
کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اوس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین میں عمارت بنائی یا درخت لگایا
ف بغیر اذن مالک کے درمختار **ص** تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اوکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کر دیوے **ف** اگر
قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہو اور یہی محمد کا قول ہے اور ظاہر الروایۃ میں اسیطرح اوکھیڑنے کا حکم ہے اسلیے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے درخت ظالم کو کچھ حق روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے سعید بن زید سے **ص** اور اگر اوس
درخت یا عمارت کا اوکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہونچاوے یعنی اوس سے زمین ناقص ہو جاتی ہووے تو مالک کو پہونچتا ہے کہ غاصب کو
قیمت اوس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لے لیوے تو اوس زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت اور عمارت کے
ساتھ بھی لگاوینگے اور جس قدر دوسری قیمت پہلی قیمت پر زائد ہوگی مالک غاصب کو دیگا **ف** دوسری قیمت جو لگائی جاویگی
تو اوسمیں درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاویگی جو اوکھیڑنے والی درخت یا عمارت کی ہوگی یعنی اوکھیڑی ہوئی عمارت اور درخت میں سے
ہونکی اجرت اوکھیڑنے کی مجرا کرکے باقی کو قیمت اوس درخت یا عمارت کی قرار دینگے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ
تھی اور قیمت اوس درخت کی اگر وہ اوکھڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اوکھڑوائی کی مزدوری ایک روپیہ ہے تو نو روپیہ قیمت
درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو روپیہ کی ہوگی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور درخت بھی
لے لیگا کذا فی الاصل **ص** اگر غاصب نے کپڑے کو سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کرکے اوسکو گھی میں ملایا تو مالک کو
اختیار ہے خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی مثل ستو کے لیوے یا اوسی کپڑے اور ستو کو لیکر غاصب کو قیمت بڑھائی
اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اوس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ سفید کپڑے کی قیمت لے لیوے
یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھ نہ دیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھ کپڑے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ نقص
ہو جاتا ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سرخ کا ہے **مسائل ملحقہ** اگر روپیہ غصب کرکے
غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اوسکے عین میں زائل ہو گا اگر چاندی سونا غصب کرکے اوسکے روپیہ یا اشرفی بنائے تو مالک اوسکو
لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا مالک کو اختیار ہے کہ تاوان شی کا غاصب سے لیوے یا غاصبِ غاصب سے یا کچھ اول سے اور کچھ ثانی سے
اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھدوائی اور اوسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے
کی مملوک ہووے تو اوسکو مردہ اوکھاڑنا اور زمین کا برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اوسکو قبر کھودنے کی اجرت ملیگی اور
اگر وقف کی ہووے تو اسی طرح اوسکی اجرت ثابت ہے دوسرے کے مال میں تصرف جائز نہیں مگر چند مسائل میں ایک یہ الدکو

اپنے ولد کے مال میں اور دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال میں بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ قیمتہ دیوے
مُودَع کو درست ہی کہ مودع بالکسر کے مال میں سے اوسکے والدین مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مودع بالکسر کے دیوے
جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہان ممکن نہو دیوے چھٹے حالت مسافرت میں اگر ایک شخص مرجاوے تو باقی رفقا کو اوسکا اسباب
بیچنا اور اوسکی تجہیز وتکفین کرنا اور باقی ورثہ کو دینا درست ہی اور اون پر تاوان نہین ہی کما فی الدر المختار والاشباہ

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان مین

غاصب نے شی مغصوب کو چھپا دیا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اوس شی کا مالک ہوجاویگا ف اور امام شافعی رح کے نزدیک نہوگا کذا فی الاصل اور دلیل ورکی اور ہماری اصل مین مذکور ہی تو غاصب اوسکی کمائیون کا بھی مالک ہوجاویگا اور اوسکی اولاد کا بھی مختار ص قیمت مغصوب غائب مین اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہون سے ثابت نکرے ف تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول ہونگے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان کی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہی تو غاصب جبر ہوگا بیان قیمت پر اور جو بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی اور جو قسم کھالوے تو نہین در مختار ص اگر غاصب نے مالک کو شی مغصوب کی قیمت دیدی اور بعد اوسکے وہ شی بھی پیدا ہوگئی اور قیمت اوسکی زیادہ نکلی اوس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہی کہ اپنی شی لیلیوے اور قیمت غاصب کو واپس کردیوے یا اوسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے وہ قیمت گواہون سے ثابت کی تھی یا انکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شی مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہوگا اگر غاصب نے شی مغصوب کو بیع کردیا اور بعد اوسکے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہوجاویگی اور جو آزاد کیا تو اعتاق نافذ نہوگا اور زوائد شی مغصوب کے خواہ متصل ہون جیسے غلام مغصوب موٹا ہوجاوے یا حسین ہوجاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہونگے تو اوسکا تاوان دینا ہوگا مگر جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے ندیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا ف اور شافعی رح کے نزدیک انکا ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل ص اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہوگئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور بچے سے اوسکے نقصان قیمت کا جبر کیا جاویگا اگر بچے کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور وہ حاملہ تھی بعد اوسکے مالک کے پاس ولادت سے وہ مرگئی تو غاصب اوسکی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا بخلاف عورت حرہ کے ف کہ اگر اوس سے زنا کرکے حالت حمل مین پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہین ہی کہ اوسمین غصب متحقق ہووے ص مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہوگا ف برابر ہی کہ غاصب شی مغصوب سے منفعت اوٹھاوے مثلاً مکان مین سکونت کرے یا بیکار رہنے دیوے اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہی باجر مثل دونون صورتمین اور امام مالک رح کے نزدیک مضمون ہی اگر اوس سے پورا نفع لیا ورنہ نہین کذا فی الاصل ص اگر کسی شخص نے مسلمان کی شراب یا سور تلف کردیا تو اوسپر کچھ تاوان نہین ہی اور جو ذمی کی شراب یا سور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور امام شافعی رح کے نزدیک لازم نہوگا اسلیے کہ ذمی تابع مسلم کا ہی اور ہماری یہ دلیل ہی کہ وہ چھوڑا گیا ہی اپنے اعتقاد پر اور اگر مسلمان کی شراب غصب کرکے

سرکہ بنا ڈالا اوس طور سے جسمین کچھ دام خرچ نہین ہوتے جیسے دھوپ مین رکھ کے یا مردہ جانور کی کھال لیکر اوسکی دباغت کی اوس
چیز سے جسمین دام خرچ نہین ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ تو مالک اوسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا اور جو غاصب اوسکو تلف
کر ڈالے گا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکا سرکہ بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ غاصب کا ہو جاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملیگا **ف** یہ مذہب
امام ابو حنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک اوسکو لے لیگا اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کریگا کذا فی الاصل **ص** اگر
کھال کی دباغت مصالح لگا کر کی جیسے قرظ یا ازو تو مالک اوسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیگا اور جو غاصب اوسکو تلف کر دیوے
تو ضامن نہوگا **ف** اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا جو اوس کھال کی قیمت بعد دباغت کے ہووے اور امام صاحب کی دلیل کا فرق
اصل کتاب اور بدایع مین مذکور ہے **ص** جو شخص کسی کے گانے بجانے کے آلات توڑ ڈالے **ف** جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ **ص**
تو اوسپر تاوان لازم ہوگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک لازم نہوگا اور امام صاحب کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ
لازم ہے جو اوسکی قیمت قطع نظر لہو سے ہے جیسے ستار مین اوسکی لکڑی تراشی ہوئی یا تار کا ضمان دیگا **ص** اور جو طبل غازیون کا
ہو یا دف ہو جسکا بجانا حلال ہے شادی مین تو اوسکا ضمان بالاتفاق دیگا اسی طرح اگر کسی شخص کا سکر یا منصف **ف** سکر نام
ہے کچے پانی کا کھجور کے جب وہ تیز ہو جاوے اور منصف وہ پانی ہے انگور کا جسکا نصف جل چکا ہووے آگ پر پکانے سے اور بیان اسکا
کتاب الاشربہ مین آویگا **ص** بہا دیوے تو تاوان اوسکا دینا ہوگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اسیطرح گانے والی لونڈی اور مینڈھا
لڑائی کا اور کبوتر اوڑانے والا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام کہ ان سب چیزون کی قیمت تلف کرنے سے واجب ہوگی جو انکی
قیمت نفس الامر مین ہووے قطع نظر صنعت معصیت سے درمختار **ص** اگر کسی شخص نے دوسرے کی ام ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک
ہو گئی تو اوسپر تاوان لازم نہ آویگا بر خلاف مدبرہ کے اور صاحبین کے نزدیک دونون کا تاوان لازم ہوگا اسلیئے کہ دونون متقوم ہین اور
امام صاحب کے نزدیک مدبرہ متقوم ہے نہ ام ولد اگر کسی شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی پاؤن سے کھولدی یا جانور کی رسی لوی
یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندے کا کھولدیا اور یہ چیزین جاتی رہین یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اوسکو ستاتا ہو اور
حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنیکے وہ ستمگر باز نہین آتا یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اور اوسکے کہنے سے
باز نہین آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے
اوس موذی یا فاسق یا مال پانے والے سے کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اوسکا تاوان نہ آویگا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو
ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آویگا اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر اگر اوسنے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ کے
واسطے امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور شیخین کے نزدیک لازم نہین آتا اسلیئے کہ اسمین توسط فعل فاعل مختار کا ہے اور دروازہ
کھولنے دروازے اصطبل اور پنجرے کے امام محمدؒ کے نزدیک ضمان لازم ہوگا شیخین کی دلیل وہی توسط فعل فاعل مختار ہے اور امام
محمدؒ فرماتے ہین کہ ان حیوانون مین بھاگنا خلقی ہے **مسائل ملحقہ مترجم** اگر مسلمان نے ذمی سے شراب لیکر پی تو مسلمان پر قیمت
اوس شراب کی واجب نہوگی تاوان حکم کرنیوالے پر نہین ہے بلکہ فعل کرنیوالے پر ہے مگر کسی جگہ ایسا سلطان ہو کہ شراب پینے سے منع کرتا ہو جیسا مذہب
یا عبد ہووے اگر جوڑے مین سے ایک فرد تلف کرے تو فرد باقی بھی اوسکو دیکر تاوان کل کا ادا کرے ابو یوسفؒ نے کہا کہ اگر کسی نے زمین غصب کی
ہو اور اوسمین مسجد بنائی اور دکانین یا حمام تو اوس مسجد مین نماز کا مضایقہ نہین لیکن حمام مین جانا نہ چاہیئے اور دکانون کو کرایہ لینا بھی درست

نہین اور نماز بھی ہشام سے قول مین کر وہ ہوا اور جو لوگ دین متکاثر نہین منصوص جانکر ہٹتے ہین اونکی شہادت قبول نہین ضمناً عمیکار

ص کتاب الشفعۃ

شفعہ مشتق ہو شفع سے لغت مین جسکے معنی ملانے کے ہین اور اصطلاح شرع مین شفعہ عبارت ہی مالک ہونے سے عقار کے جبراً اوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے ف یعنی جن داموں کو مشتری نے لیا ہو اوسی داموں کو جبراً اوس سے عقار لے لینا ص اور واجب ہوتا ہی شفعہ بعد بیع کے یعنی ثابت ہوجاتا ہو اور مضبوط ہوجاتا ہی گواہ کرنے سے ف اسواسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہو اسلیے کہ اگر وہ طلب مین تاخیر کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اوسنے گواہ کر دیے شفعہ مضبوط ہوگیا کذا فی الاصل ص اور شفیع اوس عقار کا مالک ہوجاتا ہو مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہو بقدر شفیعوں کی تعداد کے نہ بقدر ملک کے ف یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہون تو وہ عقار علی السویہ تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلاً ایک زمین مین تین آدمی شریک ہین ایک نصف کا دوسرا ثلث کا تیسرا سدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو نصفا نصف عقار مبیعہ کا دونون کو دلایا جاویگا اور شافعی کے نزدیک اوس نصف عقار مبیعہ سے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک حصہ صاحب سدس کو ملیگا کذا فی الدر المختار ص شفعہ اول اوس شریک کو پہونچتا ہی جو ذات مبیع مین شریک ہو پھر جو حقوق مبیع مین شریک ہو مثلاً پانی کے حصے مین یا راہ مین شریک ہو اور مراد پانی کے حصہ اور راہ سے وہ ہین جو مخصوص ہون مثلاً پانی کا حصہ اوس چھوٹی نہر کا جسمین کشتیان نہین چلتین اور راہ وہ جو نافذ نہین ہو ف اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہو تو شفعہ ثابت نہوگا در مختار ص پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اوسکے مکان کا دوسرے کوچے مین ہو ف اور جو اوسکا دروازہ اوسی کوچے مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذ ہو تو وہ شریک ہو حق مبیع مین نہ جار تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہو شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملیگا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع کو ملیگا اور جار کو نہ پہونچے گا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہونچے گا لیکن اوسی جار کو جسکی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے لاحق اور متصل ہو اور جو ان دونون کے بیچ مین طریق نافذ موجود ہو تو اوسکو حق شفعہ ثابت نہوگا یہ ترتیب شفیعون کی اور استحقاق امام اعظم کے نزدیک ہو اور شافعی اور مالک کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہین ہی ہماری دلیل بہت سے احادیث ہین پہلی حدیث ابو رافع کی روایت کیا اوسکو بخاری نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمسایہ زیادہ حقدار ہی اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالک کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق رکھتا ہو روایت کیا اوسکو نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے تیسری حدیث جابر کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہی اپنے ہمسایہ کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ اون دونون کی ایک روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور راوی اسکے سب معتبر ہین ان احادیث سے استحقاق ہمسایہ کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا اب ترتیب تو روایت کی صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہو خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہی شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہی اور خلیط سے فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہو اور کہا ابن جوزی نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہو

اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں شریح سے کہ خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگوں سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھوں نے شریک زیادہ حقدار ہے شفعہ کا تو اگر شریک نہ ہو تو ہمسایہ حقدار ہے اور خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع احق ہے اپنے سوا اور لوگوں سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات مبیع میں شریک ہے تو اوسکا حق زیادہ ہے بعد اوسکے وہی جو ذات مبیع میں شریک نہووے بلکہ حقوق میں شریک ہو پھر وہ جو ہمسایہ ہو **ص** اور جسکی کڑیاں دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہوں تو وہ بھی ہمسایہ ہے **ف** یعنی شریک نہیں ہے اسی طرح جو ہمسایہ کہ اوسکا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہو کوچۂ غیر نافذہ میں تو اوسکو بھی شفعہ ہے اور اگر کوچۂ نافذہ میں ہے تو شفعہ نہیں ہے اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اوسکو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملیگا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اوسکا اعتبار نہوگا بعد بیع کے پھر طلب کر سکتا ہے شفیع یہ نہیں کر سکتا کہ عقار مبیعہ سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے اور عقار وقف اور اوسکے جوار میں شفعہ نہیں ہے درمختار

باب طلب شفعہ کے بیان میں

ص شفعہ میں تین طلب ضرور ہیں پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر پہونچے تو مجلس علم میں شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جنسے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یوں کہے کہ مینے شفعہ طلب کیا یا میں طالب ہوں شفعہ کا یا میں طلب کرتا ہوں شفعہ کو یہ اختیار ہے کرخی کا اور بعضوں کے نزدیک ضرور ہے کہ جسوقت شفیع کو خبر شفعہ کی پہونچے اوسیوقت طلب شفعہ کا کرے اگر ذری دیر بھی چپ رہیگا تو شفعہ اوسکا باطل ہوگا **ف** یعنی مجلس علم تک اختیار نہوگا بلکہ خبر پہونچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہے درمختار میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اختیار کرخی کا صحیح ہے اور متون سب اسی پر ہیں **ص** اور اس طلب کو طلب مواثبہ کہتے ہیں **ف** اسلیے کہ مواثبت کے معنی کودنے اور اوچھلنے کے ہیں تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہے گویا شفیع کودتا ہے اور شفعہ طلب کرتا ہے کذا فی الاصل **ص** پھر دوسری یہ کہ شفیع گواہ کرے عقار پر جاکر یا اوس شخص پاس جسکے قبضے میں وہ عقار اوسوقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری یوں کہے کہ فلان شخص نے اس گھر کو خریدا ہے اور میں اوسکا شفیع ہوں اور تحقیق کہ میں نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہوں تم گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہیں **ف** جاننا چاہیے کہ یہ طلب ضرور ہے جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر پاس جاکر یا قابض کے پاس جاکر یہاں تک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اشہاد نکی تو شفعہ اوسکا باطل ہو جاویگا اور ذخیرہ میں ہے کہ جب شفیع نکلے کے راستے میں ہووے اور اوسنے بیع کی خبر سنکر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جاکر یا قابض کے پاس جاکر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو وکیل نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیجدیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہووے تو شفعہ اوسکا باقی رہیگا تو جب حاضر ہو تو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ امور ممکن ہوویں اور نہ کرے تو شفعہ اوسکا باطل ہو جاویگا کذا فی الاصل **ص** پھر تیسری طلب کرے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کہے قاضی پاس جاکر کہ فلان شخص نے ایک گھر ایسا خرید کیا ہے اور میں اوسکا شفیع ہوں

بسبب ایسے ایک ایسے گھر کے تو حکم کرو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں
اور اس طلب میں تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور کہا امام محمدؒ نے کہ ایک مہینے تک اگر طلب خصومت نکرے تو اسکا
شفعہ باطل ہو جاوے گا اور اسی پر فتویٰ ہے ف اور ظاہر روایت یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا اس طلب کی تاخیر سے
جب تک شفیع زبان سے اپنی شفعہ ساقط نکرے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور جب فتویٰ ظاہر الروایۃ
اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ص اور جس وقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ
طلب کرے تو قاضی خصم ف یعنی مدعی علیہ مشتری ص سے سوال کرے کہ شفیع اوس عقار کا مالک ہے جسکے سبب سے
دعوی شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہے ف زیلعی نے کہا مالک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی کو
اول سوال کرے قبل مدعی علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے میں ہے اور اوسکے حدود کیا ہیں اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعویٰ
کیا تو وہ معلوم چاہیے اسلیے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں
اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جب تک بائع حاضر نہو پھر جب اوسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکے حدود سے
سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کرتا ہو یا وہ اور شخص حق کے سبب سے
محجوب ہو تو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جبتک
تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہے
پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر طلب کی اور کسکے پاس اشہاد ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ قریب تھا
اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دیوے اور کسی شرط کو فوت نہونے دیا ہووے تو دعوی اوسکا پورا ہوا اور ہم جنس کا تو اب
مدعی علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اوس گھر کی ملک کا سوال کرے جسکی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے کذا فی الطحطاوی
ص تو جب مدعی علیہ اقرار کرے اوس عقار کے مملوک ہونے کا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع
گواہ قائم کرے اپنی ملک پر نسبت عقار مذکور کے تو اب قاضی اوس سے سوال کرے کہ تو نے وہ دوسرا عقار خرید کیا ہے یا نہیں اگر وہ
اقرار کرے خرید کا یا نکول کرے قسم کھانے سے حاصل پر یا سبب پر ف جاننا چاہیے کہ جہاں پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہے جیسے
شفعہ خلیط تو وہاں قسم حاصل پر دیجاویگی مثلاً مدعی علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھپر نہیں ہے اور
جہاں مختلف فیہ ہے جیسے شفعہ جوار تو وہاں قسم سبب پر دیجاویگی اسطرح پر کہ واللہ میں نے اوس عقار کو نہیں خریدا اسلیے کہ اگر
حاصل پر یہاں بھی قسم دیجاوے تو اوسکو گنجائش ہے کہ شافعیؒ کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اسکا ذکر کتاب الدعوی میں
گذر چکا کذا فی الاصل ص یا شفیع گواہ قائم کرے مدعی علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لیے ثابت
کر دیوے ف یہ جب ہے کہ مدعی علیہ شفیع کی طلب شفعہ کا منکر نہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع پاس اطلاع کے ثبوت
اور طلب اشہاد کے گواہ نہوں تو قول مدعی علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا در مختار ص اگرچہ شفیع وقت دعوے کے
ثمن نہ لایا ہووے اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کر دیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعی علیہ کو عقار
کا روک رکھنا واسطے وصول ثمن کے پہنچتا ہے تو اگر شفیع نے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہوگا اور جو بائع سے وہ عقار

ابھی مشتری کے قبضہ میں نہ دیا ہووے تو خصم شفیع کا بائع ہوگا ولیکن گواہ نہ سُنے جاوینگے بائع پر جبتک مشتری حاضر نہووے ف اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکے حضور میں فسخ بیع کیا جاویگا برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری کے قبضے میں وہ عقار آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہیں ہے اسلیے کہ وہ اجنبی ہو گیا کما فی الاصل ص اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدہٴ ثمن ف جب وہ مبیع کسی اور کی نکلے ص بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرویت و خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط کر لیوے رات کی ہر عیب سے اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں اوس عقار کے ف اور گھر مشتری کے قبضہ میں ہے اور ثمن بائع کو ادا کی گئی ہے در مختار ص تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونوں گواہ لاوے تو شفیع کے گواہ مقبول ہونگے ف طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے اور فتوی طرفین کے قول پر ہے ص اگر مشتری نے قیمت زیادہ بیان کی اور بائع نے اوس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہو تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاویگا ف اور جس صورت میں اسکا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں کو قسم کھانا ہوگا اور جو نکول کریگا طرف ثانی کا قول مقبول ہو جاویگا اور جو دونوں نے قسم کھائی تو بیع فسخ ہو جاویگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت دیکر عقار لے لیگا در مختار ص اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری قیمت مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع کچھ قیمت مشتری کو چھوڑ دیوے تو اوسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی ف اور جو کچھ بائع بڑھا لیوے تو شفیع پر نہ بڑھیگی در مختار ص اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے میں عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا تو شفیع اوسکی قیمت مشتری کو دیوے ف یعنی جو قیمت اوس چیز کی ہووے در مختار ص تو عقار کی بیع میں بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے میں لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن موجل کے ہو تو شفیع نقد دام دیکر لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گذر جانے مدت کے ثمن دیکر لیوے اگرچہ شفعہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو عوض شراب یا سُئور کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہے تو شراب کی صورت میں شراب دیکر اور سور کی صورت میں قیمت اوسکی دیکر عقار لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونوں صورتوں میں قیمت دیوے اگر مشتری نے اوس عقار میں عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہے کہ ثمن عقار کے ساتھ اون دونوں کی قیمت جو حالت استحقاق قلع میں ہے دیکر اونکو بھی لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اکھاڑ کر لیجاوے اگر شفیع نے زمین لیکر اوسمیں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہیں لے سکتا برخلاف مشتری کے کہ اگر وہاں ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیرے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد اوسکے وہ ویران اور خراب ہوگیا یا باغ خریدا اور اوسکے درخت سوکھ گئے تو شفیع اگر اوسکو لیوے تو پورا ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہیں کر سکتا اگر مشتری نے مکان لیکر اوسکو گرایا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے زمین خریدی اور اوسکے اندر کے درخت اوسی کے ساتھ مع پھل پھول لیے یا جسوقت خریدا اوسوقت درخت پر

پھل نہ تھے پھر لگ آئے تو شفیع بھی دونوں صورتوں میں درخت مع پھلوں کے لے لیگا اور اگر مشتری نے اونکو کاٹ لیا
تو صورت اول میں پھلوں کے دام مجرا لیکر شفیع قیمت زمین کی دیوے اور صورت ثانی میں کل ثمن ادا کرے **ف** اسواسطے کہ پھل
مشتری کے وقت خریدا تھا ہی نہ تھے اگر شفیع کے لیے حکم شفعہ کا قاضی نے کر دیا تو اب شفیع کو اوسکا چھوڑنا جائز نہیں در مختار

ص باب بیان میں اوسکے جسمین شفعہ ہوتا ہی اور جسمین نہین ہوتا اور جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

شفعہ واجب ہوتا ہی قصداً **ف** یعنی شفعہ قصداً یہ واجب ہوتا ہی بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا مین
بھی شفعہ ہو جاتا ہی لیکن بالذات اونمین نہین ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاوین بدون زمین کے تو اونمین شفعہ
واجب نہو گا **ص** اوس شی غیر منقول میں جو ملک مین آوے عوض کے مقابلے مین اور وہ عوض مال ہو وے اگرچہ اوسکی
تقسیم نہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان **ف** عوض کی قید سے ہبہ نکل گیا یہان تک کہ اگر مالک نے مکان ایک
شخص کو ہبہ کیا بلا عوض تو شفیع کو حق شفعہ نہو گا البتہ اگر ہبہ بالعوض کر یگا تو شفعہ ثابت ہو گا اور مال کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہو جیسے ایک گھر عوض مہر یا خلع کے دیا جاوے اور غیر مقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہی کہ
شافعی کے نزدیک غیر مقسوم مین شفعہ نہیں ہی اسلیے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے محنت قسمت کے ہی اور ہمارے نزدیک شفعہ ہی
کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہی کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار میں جب
تنہا بیچے جاوین بدون زمین کے شفعہ نہین ہی اور جو بیعت زمین کے بیچے جاوین تو اونمین بھی شفعہ واجب ہی اسی طرح شفعہ نہیں
ہی میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور اوس گھر میں کہ تقسیم کیا جاوے شرکا میں یا اجرت کے عوض میں یا جاوے یا بدل میں خلع کے
یا آزادی کیے بدل مین صلح کے قتل عمد سے یا مہر میں اگرچہ بعض گھر کے مقابلے مین مال بھی ہو **ف** جیسے کسی نے
مہر مقرر کرکے اوسپر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایک ہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر مین شفعہ نہو گا امام صاحب کے نزدیک
اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے حصے مین شفعہ واجب ہو گا اور امام شافعی کا قول حرمت خیرہ مین خلاف ہی کذا فی الاصل
ص اگر عقار اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہی تو جب تک بائع کو اختیار رہیگا شفعہ واجب نہو گا **ف** پھر اگر
اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہو گیا بشرطیکہ شفیع اوس وقت طلب کرے قول صحیح میں اور بعضون کے نزدیک بیع کے وقت
طلب کرنا ضرور ہی لیکن اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی در مختار **ص** اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہی
شفیع کو شفعہ نہ پہونچیگا **ف** اور جب حق فسخ ساقط ہو جاوے مثلاً مشتری اوسمین عمارت بناوے تو شفعہ ثابت ہو جاویگا کذا فی الاصل
ص اگر بیع کو قبل شفیع نے شفعہ لیا بعد اوسکے مبیع بسبب خیار الرویت یا خیار الشرط یا خیار العیب مین بحکم قاضی بائع پاس
پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچیگا اسلیے کہ یہ فسخ بیع ہی نہ بیع جدید اور جو بغیر حکم قاضی رد ہوئی خیار العیب میں تو گویا
بیع بائع پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہو گا اور غلام ماذون مدیون مدین محیط رقبہ کو اپنے مولی کے مال میں اور رسید کو آپنے غلام ماذون
مدیون مذکور کے مال مین حق شفعہ پہونچتا ہی اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کے لیے جو خود خریدے یا دوسرے کے لیے خریدے
یا کوئی دوسرا اوسکے لیے خریدے فائدہ اسکا یہ ہی کہ اگر مشتری یا موکل شریک ہوں اور ایک دوسرا ان کا شریک ہو تو مشتری
موکل کو بھی شفعہ پہونچیگا **ف** مثلاً ایک گھر مین تین شخص شریک ہیں یا ایک شریک نے دوسرے شریک کو وکیل کیا تیسرے کا حصہ

خریدنے کے لیے تو موکل شفیع ہوا اور وکیل مشتری ہے تو دونوں کو حق شفعہ پہونچے گا کذا فی الاصل ص اگر مشتری شریک
ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہو تو شریک کے ہوتے ہمسایہ کو شفعہ نہ پہونچے گا اور جو شخص کہ بیچے اصالۃً یا وکالۃً یا اجرت
دوسرا شخص بیچے یا وہ ہمسایہ ہو رکھا اور وہ شفیع ہو تو اوسکا شفعہ ساقط ہو جاویگا ف اسلیے کہ بیع اور ضمان وکیل بیع
کی عدم خواہش پر دلالت کرتی ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا ص اگر کسی نے اپنی زمین اسطرح بیچی کہ جو جانب شفیع کے ملی ہوئی تھی
ایک ہاتھ کم کر کے فروخت کی ف یہ پہلا حیلہ ہے واسطے اسقاط شفعہ جو بسبب جوار کے ہووے صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر کو بیع کرے
مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک انگل کے موافق عرض میں اور طول میں جس طرف شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑ کر باقی کو بیع
کرے ص تو شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا ف اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے تھا اور اتصال مبیع سے یہاں جاتا رہا
ص ایک حصہ اوس میں کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصہ اول میں شفعہ پہونچے گا نہ ثانی میں ف یہ دوسرا حیلہ ہے
واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اوسکی یہ ہے کہ جب کسی گھر کے خرید کا ارادہ کرے مثلاً ایک ہزار روپیہ کو تو اوس کل گھر
میں سے کسیقدر حصہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزارواں حصہ اوس گھر کا نو سو ننانوے روپیہ کو خرید لیوے پھر باقی گھر کو ایک روپیہ
کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزارویں حصے میں گھر کے پہونچے گا اور اسکو بھی وہ نہ لے سکیگا بوجہ گرانی قیمت
اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے کو نہیں لے سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک
تھا اور شریک مقدم ہے جار پر کذا فی الاصل مع زیادة ص یا ثمن کے عوض میں خریدا کر کے ایک کپڑا اوس کو دیدے
تو شفیع نہیں لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے میں ف یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے یا ہے جو ہمسایہ یا
یا شریک صورت اسکی یوں ہے کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہے اوسکو ہزار روپے کے بدلے میں خرید کرے عوض ہزار روپے ثمن
کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اوس گھر کو نہیں لے سکتا مگر ہزار روپے کے عوض میں کذا
فی الاصل ص حیلہ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوة اور شفعہ کے امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور محمد کے
نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی شفعہ میں ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوة میں محمد کے قول پر ف اسواسطے کہ زکوة عبادت ہے اور
میں حیلہ کرنا انتہا کی برائی ہے اسلیے کہ یہ اختیار کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقرا کے حقوق کا جنکو اللہ تعالی نے مقرر کیا ہے
مال میں اور داخل ہو جاتا ہے زمرے میں اون لوگوں کے جنکی برائی اس آیت میں ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ الآیہ اور عذاب موعود آیہ کریمہ کا مستحق ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ شفعہ مشروع ہوا ہے واسطے دفع
کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایہ کے لوگ ایذا پاتے ہیں تو اسقاط حق شفعہ جائز نہیں ہے
اور اگر مشتری مرد نیک ہے ہمسایہ اوس سے نفع اوٹھاتے ہیں لیکن ناحق شفیع اوسکا رہنا نہیں چاہتا تو اوسوقت میں
حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل ص اگر شفیع نے طلب مواثبت نہ کی یا طلب اشہاد نہ کی یا بعد بیع کے شفعہ
اپنا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کر لی اپنے حق شفعہ کے بدلے میں
کسی چیز پر تو ان سب صورتوں میں شفعہ باطل ہو جاویگا اور صورت اخیرہ میں شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسیطرح اگر شفیع مر جاوے
تو بھی شفعہ باطل ہوگا اور اوسکے ورثہ کو نہ پہونچے گا اور امام شافعی کے نزدیک ورثہ کو حق شفعہ پہونچے گا ف یہ جب کہ شفیع قبل

تسناے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل اداکرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو ورثہ کو شفعہ ملے گا کذا فی الاصل ص اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہوگا ف بلکہ اوسکے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاویگا ص اگر شفیع قبل اس بات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اوس جایداد کو اپنی بیچ ڈالے جسکے سبب سے اوسکو استحقاق شفعہ کا حاصل ہو تب بھی شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا ف الا جب کہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے ص اگر شفیع کو خبر پہنچی کہ مکان زید نے خریدا ہو اور اوسنے شفعہ چھوڑ دیا بعد اسکے معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپے کو فروخت ہوا تو اوسنے شفعہ چھوڑ دیا پھر یہ کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے میں بکا کہ قیمت اوسکی ہزار یا زیادہ ہو تو شفیع کو پھر دعوی شفعہ پہنچے گا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے میں بکا جسکی قیمت ہزار روپے یا زیادہ ہو تو شفعہ نہ پہنچے گا ف اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیا دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہو بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب میں اگر اوسکی قیمت ہزار روپے ہو تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزار روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہو اور اگر زیادہ ہو تو بطریق اولی شفعہ نہوگا کذا فی الاصل ص اگر چند شخصوں نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصہ لے سکتا ہو اور جو چند شخصوں نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصہ نہیں لے سکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین میں سے نصف زمین بیچ ڈالی پھر اوسکو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علیحدہ کیا تو شفیع اوس نصف کو لے سکتا ہو مسائل ملحقہ ابرائے عام سے شفعہ ساقط ہوجاتا ہو قضاءً نہ دیانۃً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو اگر دار مبیعہ کی ملک کا بھی دعوی ہو اور شفعہ کا بھی تو یوں دعوی کرے کہ میں اس گھر کی ملک کا دعوی کرتا ہوں اگر یہ گھر مجھے پہنچا تو بہتر ہو ورنہ میں شفعہ کے دعوی پر ہوں جس لڑکے کا کوئی ولی نہیں ہو تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اگر قاضی اوسکی طرف سے کوئی کارپرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے درمختار

ص کتاب القسمۃ

قسمت کہتے ہیں ایک حصہ شائع ف یعنی پھیلے ہوئے ص کو جدا کر دینا اور معین کر دینا ف اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہو سب شرکا کا یا بعض کا منفعت کو اپنی ملک سے تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں اور شرط قسمت یہ ہو کہ منفعت فوت نہو جاوے تو دیوار اور حمام اور مانند اسکے قسمت نہ کیے جاوینگے درمختار ص جو چیز مثلی ہو تو اوسکی قسمت میں افراز یعنی اپنے حق کا جدا کر لینا غالب ہو اور جو غیر مثلی ہو تو اوسمیں مبادلہ غالب ہو ف مثلی جیسے گیہوں چانول جو وغیرہ میں افراز اسلیے غالب ہو کہ اوسکے اجزا اور ابعاض میں تفاوت نہیں اسواسطے کہ مثلاً گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہو وہ اوسکی مثل ہو ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہو اور غیر مثلی میں جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین میں مبادلہ غالب ہوا اسلیے کہ اون میں تفاوت بہت ہوتا ہو چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اوسکو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہو کیونکہ دونوں حصوں میں بالیقین مماثلت اور مساوات نہیں ہو ص تو ہر شریک حصہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت میں مثلی میں لے سکتا ہو نہ غیر مثلی میں ف اسلیے کہ مثلی میں تفاوت نہیں ہو برخلاف غیر مثلی کے درمختار ص اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر بھی جبر کیا جاوےگا

متحد الجنس میں ف یہ جواب ہی ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہی غیر مثلی مین پھر کیا وجہ ہی کہ متحد الجنس غیر مثلی مین جبر
کیا جاتا ہی قسمت پر باوجود اس بات کے کہ مبادلہ مال پر جبر نہین کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہی کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہی لیکن اسمین
معنی افراز کے پائے جاتے ہین اور شریک چاہتا ہی کہ اپنے حصے سے نفع اوٹھاوے اسوجہ سے اسمین جبر جاری ہوا علاوہ
اسکے کبھی مبادلہ مین بھی جبر ہوتا ہی جب اوس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے ادائے دین مین کذا فی الاصل ص اور
قسمت کرنیوالا کبھی واسطے تقسیم کے بیت المال سے اجرت دیا جاتا ہو تا لوگون کے مال بغیر اجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اولی ہی اور جو
اجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہی اور اجرت سب شریکون پر برابر ہوگی ف امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک
جس کا حصہ زیادہ ہو وہ زیادہ اجرت دیوے اور جسکا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اجرت محنت ہی ملک کی امام صاحب کہتے ہین
کہ اجرت عوض تمیز کر دینے کے ہی ایک حصے کو دوسرے حصے سے اور اسمین تفاوت نہین قلیل و کثیر مین بلکہ کبھی قلیل تمیز
مشکل ہوتا ہی اور کثیر مین آسان اور کبھی اسکا الٹا ہوتا ہی تو اسکا اعتبار متعذر رہا پس سب شریکون پر اجرت برابر ہوگی
باعتبار اصل تمیز کے کذا فی الاصل اور اجرت ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چرانے اور بلانے والے کی اور محافظت
کرنے والے کی باتفاق امام اور صاحبین کے بقدر حصون کے ہوگی درمختار ص واجب ہی کہ قاسم عادل ہو اور علم قسمت
کو خوب جانتا ہو ف اور عادل امانت دار ہو درمختار ص اور حاکم یہ نکرے کہ قسمت کے لیے خاص ایک ہی شخص کو مقرر کر دے ف
اسطرح پر کہ وہی شخص اجرت لیکر تقسیم کیا کرے کیونکہ وہ اجرت گران لیگا اور لوگون کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی ص اور یہ کہ
اجرت قسمت کی سب قاسمون مین مشترک ہوا کرے ف ورنہ وہ آپسمین اتفاق کر کے اجرت گران لینگے ص قسمت صحیح ہی اگر سب
شریکون کی رضامندی سے اگرچہ اونمین کوئی شریک صغیر سن ہو ف یا مجنون ہو جسکا کوئی نائب نہین ہی یا کوئی شریک غائب
ہووے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہین ہی کہ اس صورت مین قسمت لازم نہوگی درمختار ص بلکہ اوسوقت اجازت قاضی کی ف یا
وصی کی یا بعد بلوغ کے یا اوسکے ولی کی درمختار ص ف یہ جب ہی کہ شرکا وارث ہون اور جو مشتری ہون تو قسمت
باطل ہی اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہو جاوے جب تک وہ صبی بالغ ہو کر یا اوسکا ولی اجازت ندیوے یا غائب حاضر
نہووے درمختار ص اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکی شرا کا یا مطلق
ملک کا اسی طرح غیر منقول اگر اوسکی شرا یا ملک کا دعوی کرتے ہون اور جو اوسکی میراث کا دعوی کرتے ہون تو وہ تقسیم
نکیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک یہان تک کہ گواہ لاوین موت پر مورث کی اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبین کے نزدیک
تقسیم کر دیا جاویگا مثل اور صورتون کے اور قسمت ہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ عقار اونکے قبضے مین ہی جبتک وہ
اپنی ملک کے گواہ نلاوین باتفاق امام اور صاحبین کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور اونھون نے مورث
کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے اور ایک عقار اون دونون کے قبضے مین ہی اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہی
یا غائب ہی تو عقار کو تقسیم کر کے قاضی ایک شخص کو مقرر کر دیگا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کر لیوے اور جو ایک وارث
حاضر ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر یا کئی شخصون نے ایک چیز ملکر خریدی اب ایک خریدار
غائب ہی اور باقی شریک حاضر ہین یا کل یا بعض عقار اوس طفل نابالغ یا غائب کے قبضے مین ہووے تو قسمت نکی جاویگی [illegible]

قسمت کیا جاویگا ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصے سے نفع اوٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہو
اور دوسرے کا اسقدر قلیل ہو کہ وہ اوس سے نفع نہین اوٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہوگی اور
حصہ قلیل والے کی طلب سے قسمت نکی جاویگی ف اسلیے کہ صاحب حصہ قلیل کو قسمت مین کچھ نفع نہین ہے وہ نقصان
پونہچانیوالا ہو طلب قسمت مین اور بعضون نے برعکس کہا ہو یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف
نقصان چاہتا ہو صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کیجاویگی اسلیے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہے اور بعضون
نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی کذا فی الاصل درمختار مین ہو کہ اسی قول پر فتوی ہو نقلا من الخانیہ ص اگر
قسمت کرنے سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی جب تک سب شریک طلب کرین تقسیم کو اور قسمت کیجاوے اون
اسباب اور عروض کی جنکی جنس متحد ہو ف مثلاً صرف بکریان ہووین یا صرف اونٹ ہووین یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہووے
ص اور جو مال مشترک دو جنس کے ہون ف یا کئی جنس کے جیسے بکریان اور اونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے ص یا
غلام لونڈی ہون یا جواہرات ہون یا حمام ہو ف یا کنوان یا چکی یا کتابین درمختار ص تو قاضی قسمت نہین کر سکتا
مگر جب سب شریک راضی ہوجاوین تقسیم پر ف اور صاحبین کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شریکون کی طلب سے بھی
تقسیم کردیے جاوینگے جیسے اونٹ وغیرہ امام صاحب کہتے ہین کہ آدمی آدمی مین بہت تفاوت فاحش ہوتا ہو تو مثل اجناس
مختلفہ کے ہوے اور جواہر مین بعضون کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہین کہ جواہرات
اگرچہ متحد الجنس ہووین جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے در رجہا متفاوت اور کم و بیش ہوتی ہو تو مساوات قیمت
اوس مین ممکن نہین ہو اور جواہر القتاوی مین ہو کہ کتابین تقسیم نکی جاوینگی وارثون مین لیکن ہر وارث اوس سے
نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی اوراق کے شمار سے نہوگی اسی طرح جلد جلد سے اگر ایک کتاب کئی
مجلد مین ہووے اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاوین اس بات پر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ
کتابین لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہو ورنہ جائز نہین درمختار ص کئی گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک
ہو یا ایک گھر اور ایک دکان مشترک ہو تو ہر ایک کی قسمت جدا جدا ہوگی ف یعنی یہ نہوگا کہ ایک شریک کو گھر دیا جاوے اور
دوسرے کو زمین یا دکان یا دوسرا گھر دیا جاوے بلکہ ہر ایک مین علیحدہ علیحدہ قسمت کیجاویگی اگر سب گھر ایک شہر مین
ہووین امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر مین ہین اور جو دو شہر دو
مین ہین تو بالاتفاق قسمت ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ کیجاویگی کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنے والا شی مقسوم کا نقشہ
کھینچے ف قاضی کے دکھانے کے لیے درمختار ص اور مقسوم کو قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ کرے ف
اسطرح پر کہ اول سہام کو دیکھکر اوسکے مخرج پر مقسوم کے حصے کر لیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہو تو شی مقسوم کے تین حصے کرے
اور جو سدس ہو تو چھ حصے کرے علی ہذا القیاس ص اور گزون سے اوسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت
مقرر کرے اور ہر حصے کی آمد کی راہ اور پانی جدا کر دیوے اور حصون کا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے
تو جسکا نام پہلے نکلے اوسکو پہلا حصہ دیوے اور جسکا نام دوسری بار مین نکلے اوسکو دوسرا حصہ دیوے ف یعنی قاسم

اوس کا عذر یہ کہ گزوں کو کھینچکر معدل قلم سے ہر ذراع فی ذراع کو یہ شکل حشت حام کے ساوسے اور مکان اور سائبانوں کو تخمین
گزون سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگا لیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب شمالی سے
مثلا شروع کرے تو اول حصے کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اوسکے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسیطرح جتنے حصے ہوں انکے
بعد اوسکے شرکاء کے نام قرعہ پر یا کسی اور چیز پر لکھکر پہلے جسکا نام نکلے اوسکو ابتدا کی جانب سے جو حصے پہونچتے ہوں دیوے
پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصے برابر ہوں یا کم و بیش انتہی کذا فی الاصل ص اور نقد روپیہ گھر اور زمین کی
قسمت میں داخل نکیے جاوینگے مگر شرکاء کی رضامندی سے ف تو اگر زمین میں عمارت بھی ہو تو اوسکی قسمت قیمت سے ہوگی
امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ زمین برابر برابر تقسیم کرکے جسکے حصے میں عمارت آئے وہ دوسرے
کو موافق قیمت عمارت کے روپیہ پھیر دیوے تا حصہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے روپیہ داخل کیے جاوینگے قسمت میں اور
امام محمد سے مروی ہے کہ جسکے حصے میں عمارت ہے وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر اس سے بھی برابر نہو
تو کچھ روپیہ دیوے اسلیے کہ ضرورت اسیقدر میں ہے کذا فی الاصل ص اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہوگئی اب ایک شریک کی
موری یا راہ دوسرے شریک کے حصے میں ہے اور اسکی شرط قسمت کے وقت نہیں ہوئی تھی تو راہ اور موری اوسکی بدل دینگے اگر
ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کرکے اسطرح تقسیم کرینگے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد و رفت کی راہ جدا ہو تو اگر ایک مکان اوپر اور نیچے
کا مشترک ہے اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مشترک اور ایک اوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہے اور نیچے کا مشترک
تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کرکے بلحاظ قیمت تقسیم کیے جاوین امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ف اور
امام ابو حنیفہ کے نزدیک گزوں سے ناپ کر تقسیم کرینگے اسطرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل میں
دو گز اوپر کے مکان سے دینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی گزون سے تقسیم ہوگا لیکن اوپر اور نیچے کا مکان
برابر رہیگا کذا فی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنے حصے لینے کا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے
حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہوں سے ف اسلیے کہ وہ چاہتا ہے فسخ قسمت کا
تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہوں سے اور بعضے کہتے ہیں کہ دعوی اوسکا مقبول نہونا چاہیے بسبب تناقض کے اور مبسوط اور
فتاوی قاضی خان میں بھی اسکی تائید ہے اور روایت متن کی یہ دلیل ہے کہ اوس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے اپنے حق
پانیکا اقرار کر لیا پھر جب اوسنے خوب سوچا تو اوسکے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اوس اقرار سے مواخذہ نکیا جاویگا وقت ظاہر
ہونے حق کے کذا فی الاصل میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہاں اوسکے دعوی میں تناقض ہے لیکن تناقض محل خفا میں عفو ہے جیسا کہ
اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ میں مصرح ہے ص اگر دو شخص قاسم تھے تو انکی شہادت احد الشریکین پر جب وہ انکار کرے
حصہ لینے کا مقبول ہے ف شیخین کے نزدیک اور محمد اور شافعی کے نزدیک مقبول نہیں ہے اسلیے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر
ہے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں اپنے فعل پر شہادت نہیں ہے بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اوس بات کی کہ مینے اپنا حصہ پا لیا
ص اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ مینے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اوس میں سے کچھ لے لیا تو اوس شریک کو
حلف دلا دینگے اور جو قبل اقرار استیفاء حق کے اوسنے یہ کہا کہ مجھکو اسقدر حصہ پہونچتا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا دیا تو دونوں

قسم کھاوین اور قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک اوسکے عرض مین اختلاف کرین تو مزدکا عرض موافق مدوا دار مکان کے عرض کے کردیا جاوے اور طول اوسکا بقدر طول دروازے کے اور زمین مین بقدر چلنے بیل کے اور جو شریکون نے شرط کرلی کہ دونون راہ کی متفاوت ہے تو جائز ہی درمختار ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے مین سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہین بلکہ وہ شریک موافق اوس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین مین کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاویگی ف اور اصل کتاب مین اس مقام پر تفصیل کی ہی اگر کسی کا جی چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہی باری باری نفع لینا شی مشترک سے جسکو مہاباۃ کہتے ہین مثلاً ایک دار مشترک مین ایک طرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا ایک دو منزلے مکان مین ایک اوپر رہے اور دوسرا نیچے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یہ کام لیا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر مین ایک دن یہ رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہون ایک ایک سے کام لیا کرے دوسرا دوسرے سے ف مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہوگیا پھر میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کر ڈالینگے مگر جب سب وارث ملکر قرض کو ادا کردین یا قرضخواہ اپنا قرضہ سب وارثون کے ذمے سے معاف کردیوین یا اور ترکہ اسقدر باقی ہو جو قرضے کو کافی ہو اگر بعد قسمت ترکے کے ایک وارث نے دعوی دین کیا تو مسموع ہو مثل دعوی عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے مین درخت کی ملک کا مدعی ہوا تو باطل ہو اگر ایک شریک کے حصے کا درخت اوسکی شاخین دوسرے شریک کے حصے مین لٹکتی ہین تو اوسکو جبر اوس درخت کے کاٹنے پر نہین پہونچتا اگر زمین مشترک مین احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی تو اوسکے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین قسمت کر دینگے اگر جسنے عمارت بنائی اوسی کے حصے مین آگئی تو بہتر ہی ورنہ اوسکو منہدم کردینگے اور یہی حکم درخت کا ہی البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ گراوینگے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کرلین تو درست ہی جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اوسمین ملک قابض کی آجاویگی اور جو اوسمین تصرف کریگا وہ نافذ ہوگا مثل مقبوض بہ شراء فاسد کے اگر مکان مشترک گر گیا اور ایک شریک اوسکی تعمیر نہین کرتا تو قسمت کردیوین اور جو قسمت نہوسکے تو ایک شریک اوسکو بنا کر کرایہ پر چلاوے اور دام اپنے وصول کرلیوے اگر قاضی کے حکم سے بنا دے ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو پھر لیوے انسان کو اپنی ملک مین تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اوس سے ضرر پہنچے درست ہی اسی پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا نہین درست ہی اور اوسی پر فتوی ہی درمختار

ص کتاب المزارعۃ

شرح مین مزارعت عبارت ہی اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بقدر بعض خارج ف یعنی تہائی یا چوتھائی اناج جو پیدا ہو مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اوسمین زراعت کرے جو کچھ پیدا ہو اوسکی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہی ارکان اس مزارعت کے چار ہین ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل درمختار ص امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہین ہی اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا مخابرہ سے ف روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر سے اور مخابرہ لغت مین اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہین اور ایک روایت مین مسلم کی

صاف مزارعت کا لفظ موجود ہی ص اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہی بعوض ایسی چیز کے جو اجیر کے عمل سے
نکلتی ہی تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ ممنوع ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اسی پر فتویٰ ہی ف اسلیے کہ لوگ اسپر عمل
کرتے چلے آئے ہیں اور حاجت ہی مزارعت کے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا
اہل خیبر سے اوپر نصف خارج کے خواہ پھل ہوں یا اناج ہو روایت کیا اوسکو ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ بخاری مسلم نے ابن عمر سے
اور پہلے میں اسکا جواب دیا ہی کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحب کے نزدیک جائز
ہی باوجود دلیل امام اعظم کی ظاہر حدیث سے قوی ہی اور عمل کرنا مذہب صاحبین پر بنظر ضرورت اور احتیاج کے ہی ص لیکن
مزارعت کے صحیح ہونے کے لیے کئی شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہی کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہی کہ عاقدین اہل ہوں
ف یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہیں ہی لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہی
طحطاوی ص تیسری شرط یہ ہی کہ مدت مذکور ہو ف موافق دستور کے اور درمختار میں ہی کہ ہمارے زمانے میں ذکر مدت شرط
نہیں اور اسی پر فتویٰ ہی ص چوتھی شرط یہ ہی کہ تخم دینے والے کو معین کر دینا ف یعنی بیج بونے کے لیے کون
دیوے جسکی زمین ہی وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہی وہ دیوے اسکی تعیین ضرور ہی اور بعضوں کے نزدیک موافق عرف کے
عمل ضرور ہی درمختار ص پانچویں شرط یہ ہی کہ جو چیز بوئی جاوے اوسکی جنس مذکور ہو ف یعنی باجرا یا جوار یا گیہوں
ص چھٹی شرط یہ ہی کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے ف یعنی جس کا بیج نہیں ہی اوسکا حصہ مقرر کر دینا ضرور ہی
ص ساتویں شرط یہ ہی کہ زمین محنت کرنے والے کے بالکل سپرد کر دی جاوے ف تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی
شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہی کہ زمین کا مالک کہدے
کہ میں نے زمین تجکو تسلیم کر دی کذا فی الطحطاوی ص آٹھویں شرط یہ ہی کہ جو غلہ پیدا ہووے اوسمیں دونوں کی شرکت ہووے تو
مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے من یا دو من غلہ معین کر دیا گیا ہو ف یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے کہ
دس من غلہ فلان کو ملے گا بعد اوسکے نصفا نصف یا ثلثا ثلث تقسیم کر لینگے مزارعت اس صورت میں اسلیے باطل ہی کہ احتمال ہی
کہ سوا دس من غلے کے اور کچھ پیدا ہووے تو مشارکت منقطع ہو جاویگی پس ضرور ہی کہ جسقدر نکلے دونوں میں مشترک رہے
ص یا ایک مقام خاص میں جو غلہ نکلے وہ ایک کے لیے معین کر دیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر
خراج معین کے پہلے دیا جاوے پھر باقی تقسیم ہووے ف ان سب صورتوں میں مزارعت باطل ہی اسلیے کہ شاید اسی
مقام خاص میں غلہ نکلے اور کہیں نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جسقدر خراج معین ہی اوسیقدر نکلے زیادہ پیدا نہووے
پس مشارکت نہ رہیگی اور اگر خراج مقاسمہ ہو یعنی جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہی ہووے تو عقد مزارعت باطل نہوگی جیسے
خراج کا پہلے دینے کی شرط ہووے اسلیے کہ اسمیں شرکت منقطع نہیں ہوتی بلکہ جسقدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اوسکا
پانچواں حصہ جو خراج مقاسمہ میں ہووے ادا کر کے باقی بطور شرط کے تقسیم کر لینگے کذا فی الاصل ص یا بھوسا ایک کا ہووے اور دانہ دوسرے کا
ف اسلیے کہ شرکت اس صورت میں منقطع ہو جاتی ہی اوس میں جو مقصود زراعت ہی یعنی اناج کذا فی الاصل ص یا انکا نصفا نصف
ہووے اور بھوسا اوسکا ہو جو صاحب تخم نہیں ہی ف اسلیے کہ یہ شرط خلاف ہی مقتضا عقد کے کیونکہ بھوسے کا

مستحق وہی ہی جسکے بیج ہین ص یا بھوسا نصفا نصف ہو اور دانا ایک کا ہو ف اسلیے کہ مقصود مین شرکت منقطع ہوجاتی ہی ص اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور بھوسا تخم والے کو ملے یا بھوسے کا بالکل ذکر نہ کیا تو درست ہی ف اسلیے کہ اول صورت مین شرط موافق مقتضائے عقد کے ہی کیونکہ بھوسا اوسیکے ملک کی افزایش ہی جسکا تخم ہی اور دوسری صورت مین مقصود یعنی اناج مین شرکت حاصل ہی تو اس صورت مین کل بھوسا صاحب تخم کو ملیگا اور بعضون کے نزدیک مشترک رہیگا دانے کی متابعت سے کذا فی الاصل ص اسی طرح مزارعت درست ہی اگر تخم اور زمین ایک کی ہو اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم ایک کا اور باطل ہی اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک کی ہو یا زمین اور بیل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین اور محنت ایک کی ہووے ف کل صورتین یہان سات ہین جنمین سے تین درست ہین اور چار نادرست جیسا مذکور ہوا اور تفصیل اور دلیل سکی اصل مین مذکور ہی ص جب عقد مزارعت صحیح ہوا تو اسپیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور جو کچھ پیدا نہووے تو محنت کرنے والے کو کچھ نہ ملیگا اور جبر کیا جاویگا عقد مزارعت پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اوس پر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب تخم پر جبر نہوگا بیج ڈالنے کے پہلے ف اور بعد بیج ڈالنے کے اوسپر بھی جبر ہوگا درمختار ص اور جس صورت مین عقد مزارعت فاسد ہوجاوے تو پیداوار سب اوسکو ملیگی جسکا تخم ہی اور دوسرے کو اگر اوسکی زمین ہی تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہی تو محنت کی اجرت ملیگی لیکن جسقدر شرط ہوا تھا اوس سے زیادہ نہ ملیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک جہان تک پہنچے اجرت مثل دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے ف اور جو مزارعت فاسد مین کچھ پیدا نہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے تو زمین اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اجرت مثل عامل کی دینا ہوگی درمختار ص اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنیوالے نے زمین کو جوت لیا ہی تو قاضی حکم سے اوسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃً یعنی فیما بینہ وبین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیے ف تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب اوسکے فریب دینے کے کذا فی الدرالمختار ص اور باطل ہوجاتی ہی مزارعت احد المتعاقدین کے مرجانے سے اور فسخ کی جاتی ہی اگر دین کے سبب سے اوس زمین کی بیع ضرور ہوجاوے ف جب ہی کہ کھیتی پیدا نہوئی ہو لیکن دیانۃً واجب ہی کہ اگر عامل عمل کرچکا ہو تو اوسکو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اوگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو تو زمین کی بیع نہوگی اسلیے کہ مزارع کا حق اوس سے متعلق ہی کذا فی الاصل ص اور جو مدت مزارعت کی گذر گئی اور کھیت پختہ نہین ہوا تو مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت مثل زمین کی واجب ہی اور اخراجات اوسکے دونون پر ہون بقدر حصون کے جیسے اجرت کھیت کاٹنے اور اوٹھانے اور روندنے اور غلے کو بھوسے سے صاف کرنیکی دونون پر بقدر حصون کے ہوگی اور جو اسکی شرط محنت کرنیوالے پر ہو تو مزارعت فاسد ہوجاویگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہی اور عامل کو یہ کام کرنا پڑیگا بسبب رواج کے تو حاصل اس مقام کا یہ ہی کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہی تو وہ عامل پر ہی اور جو بعد اوسکے ہی وہ دونون پر ہی موافق حصون کے

ص کتاب المساقاۃ

مساقات کہتے ہیں اشجار دینے کو اسلیے کہ دوسرا شخص اسکو پرورش کرے بعوض ایک حصہ کے اوسکے پھلون مین سے
اور مساقات مثل مزارعت کے ہے حکم مین ف یعنی مساقات صحیح ہوا اور اسی پر فتوی ہے ص اور اختلاف مین ف
یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اور دلائل ہر ایک کے وہی ہین جو کتاب المزارعۃ مین گذر چکے
ص اور شرطوں مین ف یعنی جو شرطین مزارعت کی تھین وہی شرطین مساقات کی ہین جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور
عامل کا حصہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا شریک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہین مساقات مین
اور امام شافعی کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت ضمن مین مساقات کے درست ہے اسلیے کہ اصل ان عقود مین مضاربت ہے
اور مساقات بہت مشابہ ہے مضاربت سے اس امر مین کہ دونون مین نفع مین شرکت ہے اور مزارعت مین صرف نفع مین شرکت
جائز نہین یعنی اوس اناج مین جو تخم پر زائد ہووے بلکہ کل مین شرکت چاہیے کذا فی الاصل ص مگر مدت کا ذکر مساقات مین
ضرور نہین ہے اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی ف از روے استحسان کے اسلیے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے
کذا فی الاصل ص اور اول بار کے پھلون پر واقع ہوگی اور رطبہ مین جبتک اوسکا بیج نہ نکلے ف رطبہ کو فارسی مین
سپست تر کہتے ہین اور وہ ایک گھاس ہے کہ جانورون کو کھلایا کرتے ہین تو جب کسی نے رطبہ کو بطور مساقات کے دیا اور
مدت شرط نہین کی پس جبتک رہیگی کہ بیج اوسکا نکلے اسواسطے کہ اوسکے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہے شجر مین تین کہتا ہون
کہ اکثر اوسمین تخم غیر مقصود ہوتا ہے بلکہ ہر سال مین چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہے اور اگر تخم مقصود ہو تو ایکدفعہ کاٹ کے چھوڑ دیجاتی ہے تخم
کے پکنے تک پس جہان تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیے کہ ایکسال تک مساقات رہے کذا فی الاصل ص اگر مساقات مین اتنی مدت
بیان کی جسمین پھل نہین پکتا تو فاسد ہوگی اور جو اسقدر مدت بیان کی کہ اوسمین کبھی پک جاتا ہے اور کبھی نہین پکتا تو صحیح ہوگی
تو اگر اوس میعاد مین پک گیا تو موافق شرط کے پھل بٹ جاویگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہے مساقات انگور اور درختون اور
ترکاریون اور بینگن کی جڑون مین ف کھجور مین اگر چہ اوسمین پھل موجود ہون لیکن پکے ہوون مین اگر پکے ہوے پھل ہون تو پھر مساقات صحیح
نہوگی بسبب حاجت نہونیکے جیسے مزارعت تیار کھیتی مین صحیح نہین ہے تو اگر احد المتعاقدین مر جاوے یا مدت مساقات کی گذر جاوے اور
پھل کچے ہون تو عامل یا وارث اوسکے کام کیے جاوین اگر چہ زمین کا مالک یا اوسکے ورثہ خوش نہون اور مساقات نہین فسخ ہوگی
مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہونے سے کہ اوسکی طرف سے خوف ہو پھل اور شاخون کا اور خالی زمین کا دیدینا کسی کو ایک مدت
معین کے لیے تاکہ وہ اوسمین درخت لگاوے پھر زمین اور درخت دونون مین نصفا نصف ہو جاوے درست نہین ہے بلکہ درخت اور
اوسکے پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت ملیگی ف یعنی جو درخت کی قیمت گاڑنے کے دن
تھی حیلہ اسکے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختون کو بعوض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا
تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصے مین وہ محنت کر کے درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم

ص کتاب الذبائح

ف ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی ذبیحہ اوس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت
ہے قطع عروق سے در مختار ص نام ہے وہ ذبیحہ جسکی ذکات نہ کی جاوے ف ذکات کا بیان آگے آتا ہے اسواسطے کہ فرمایا
یعنی ذبح نہ کیا جاوے

اللہ تعالی نے اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ یعنی حرام ہین اوپر تمھارے میتہ اور دم یہانتک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی اوسکی اور منخنقہ سے مراد وہ حیوان ہی جو قابل ذبح کے ہی تو اوس سے معلوم ہو گئی حرمت اوس جانور کی جو اونچے سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کہا کر مر گیا اور جو گلا گھونٹ کر مر گیا اور جو زندہ جانور سے قطع ہوا کیا کذا فی الاصل باختصار وزیادہ ص ذکات دو قسم کی ہی ایک ذکات ضروری وہ زخم پہنچانا کسی مقام پر بدن سے ہی اور دوسری ایک ذکات اختیاری وہ ذبح کرنا ہی درمیان حلق اور لبّہ کے ف لبّہ بفتح لام اور تشدید با عبارت ہی منحر سے اور منحر موضع ہی نحر کا سینے میں کذا فی الاصل یعنی سر سینہ جہان سے سینہ شروع ہوا ہی وہان سے لیکر جبڑون تک ذکات اختیاری کا مقام ہی دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان میں لبّہ اور جبڑون کے ہی کہا زیلعی نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہی اس لفظ سے ص اور ذبح کی رگین جنکا قطع ذبح میں ضروری ہی چار ہین پہلی حلقوم یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہی دوسری مری بروزن امیر نام اوس رگ کا ہی جس سے کھانا پانی جاتا ہی تیسری اور چوتھی دو شہ رگین کہ اون مین خون بھرا ہوا اور اون کو عربی مین ودجین کہتے ہین ف یہ دونوں رگین داہنے بائین حلقوم اور مری کے واقع ہین ص تو جائز نہین ہی ذبح فوق العقدہ یعنی اوپر گرہ کے ف بعض کے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ فرمایا حضرت علیہ السلام نے ذکات درمیان مین لبہ اور جبڑون کے ہی کذا فی الاصل درمختار مین اسی قول کو صحیح رکھا ہی ص اور حلال ہو جاویگا ذبیحہ اگر ان چارون رگون مین سے تین رگین بھی کٹ جاوین ف اسواسطے کہ تین اکثر ہین اور اکثر کو حکم کل کا ہی یہی قول ہی امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہ کا اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر رگ کا اکثر قطع ہونا ضرور ہی ہدایہ ص صحیح ہی ذبح ہر ایک دھاردار تیز چیز سے جو ان چارون رگون کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ نرکل کا پوست یا پتھر تیز دھاردار ہووے ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے رافع بن خدیج سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالی کا تو کھاؤ اوسکو سوا دانت اور ناخن کے لیکن دانت تو ہڈی ہی اور لیکن ناخن سو چھریان حبشیون کی ہین اور روایت کی بخاری نے کعب بن مالک سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اوسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اوسکے کھانے کا ص مگر دانت اور ناخن سے جب بدن مین جمے ہوے ہون ف لیکن اگر دانت اور ناخن جدا ہون بدن سے تو ان سے ذبح حلال ہی ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہی اور شافعیؒ کے نزدیک حرام ہی اور ذبیحہ مردار ہی اسلیے کہ رافع بن خدیج کی حدیث مین جو اوپر گذری حضرتؐ نے استثنا کر دیا دانت اور ناخن کا اور فرمایا آپ نے کہ وہ چھریان ہین حبشیون کی در جواب ہمارا اوس حدیث سے بچند وجوہ ہی پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہی اور ذبح دانت اور ناخن سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہی دوسری یہ کہ مراد اوس حدیث مین دانت اور ناخن سے وہی دانت اور ناخن ہین جو انسان کے بدن مین جمے ہوے ہون اسلیے کہ حبشیون کی یہی عادت تھی کہ ناخن بڑھایا کرتے تھے اور انہی سے ذبح کیا کرتے تھے کذا فی الاصل اور جب ناخن اور دانت جدا ہو گیا تو اب حکم اوسکا مثل اور آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہی تیسری یہ کہ روایت ابو داؤد اور نسائی مین موجود ہی کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بہا تو خون جس چیز سے چاہے تو اور ذکر کر تو نام اللہ تعالی کا اور اس مین استثنا نہین دانت اور ناخن کا تو یہ حدیث عام ہی

اور تمام معارض ہیں خاص کی واللہ اعلم ص اور مستحب ہے کہ چھری تیز کر رکھے قبل جانور کے لٹانے کے ف
اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی نے
ضرور کیا احسان ہر چیز پر سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیے کہ تیز کرے ایک تمہارے میں
سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحہ کو ص اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی
حاکم نے مستدرک میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوئے ہے بکری کو اور تیز کر رہا ہے
چھری کو تو فرمایا آپ نے کہ تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیوں نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے ص جیسے
اوس کا پاؤں پکڑ کے کھینچنا ذبح کی طرف مکروہ ہے اسی طرح مکروہ ہے ذبح کرنا گردن کے پیچھے سے ف لیکن وہ حلال ہے
ہمارے اور شافعی کے نزدیک اگر رگیں مذکور کے کٹنے تک وہ زندہ رہا ہو اور جو قبل اوسکے مر جاوے تو حرام ہے
اسواسطے کہ وہ بن ذبح کے مر گئی اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہے ص اور اسی طرح سخت ذبح کرنا
کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اوسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے ف کیونکہ
جس میں عذاب دینا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہے یہ سب مکروہ ہے در مختار ص اور شرط ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو
یا اہل کتاب میں سے ہو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ
یعنی ذبیحہ ان لوگوں کا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاری حلال ہے واسطے تمہارے اسواسطے کہ وہ نام اللہ
تعالی کا لیتے ہیں وقت ذبح کے کذا فی الاکمل اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عزیر یا عیسی مسیح علیہ السلام
کا نام لیویں تو ذبیحہ حرام ہو جاوے گا جیسے مسلمان اگر ذبح کے وقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیکے ذبح کرے گا تو یہ
جاننا چاہیے کہ مراد طعام سے اس آیت میں ذبیحہ ہے نہ اناج وغیرہ اسلیے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی
بیکار ہوئی جاتی ہے کیونکہ اناج وغیرہ مشرکین سے بھی لینا درست ہے ص اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنے والا
اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے تو درست ہے ذبیحہ اوس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے
ہوں ف اور جو صبی یا مجنون ایسا ہو کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اوس کا ذبیحہ درست نہیں ہے ص
اور درست ہے ذبیحہ جبکہ ختنہ ہوا ہووے اور گونگے کا ف اسلیے کہ گونگا اللہ تعالی کے نام لینے سے معذور ہے
تو وہ بھول جانے والے کے ہوا ص اور نہیں حلال ہے ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا ف اسواسطے کہ مسند عبد الرزاق
میں حسن بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان میں کہ نکاح
کرنے والے ہوا ان کی عورتوں سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحہ اون کے ص اور مرتد کا اور جو عمداً اور قصداً
وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اگر مسلمان قصداً ذبح کیوقت تسمیہ ترک
کرے تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا اس لیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ یعنی نہ کھاؤ
تم اوس جانور کو جس پر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزین نے ابن عباس سے کہ جو شخص بھول جاوے بسم اللہ
کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو عمداً ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاویگا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے حدیث میں عدی بن حاتم سے کہ تو نے بسم اللہ کہی ہو اپنے کتے پر نہ دوسرے کے کتے پر علیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ
اور اجماع کیا صحابہ کرام اور تابعین نے حرمت پر اوس ذبیحہ کی جس پر قصداً نام اللہ تعالی کا ترک کیا جاوے اور خلاف ائمہ
حرمت و حلت میں اوس ذبیحہ کے ہی جس پر سہواً اللہ تعالی کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالکؒ کا یہ ہے کہ وہ بھی حرام ہے
ابن عباسؓ اور علیؓ اور اکثر صحابہ کے نزدیک حلال ہے پس قول امام شافعی کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصداً ترک کرے تسمیہ کو حلال
ہے مخالف ہے کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ اکابر مجتہدین کے اور وہ جو استدلال کرتے
شافعی اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان ذبح کرتا ہے اللہ تعالی کے نام پر تسمیہ کہیا نہ کہے تو جواب اسکا
چند وجوہ ہیں اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی ہاں روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کافی ہے اوسکو نام اللہ تعالی کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کے وقت تو چاہیے کہ بسم اللہ
پڑھکر کھا لیوے اور اسناد میں اسکی محمد بن یزید بن سنان صدوق ہے لیکن ضعیف الحفظ ہے اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے
اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہے ابن عباسؓ پر اور حدیث موقوف شافعیؒ کے نزدیک حجت نہیں ہے اسیطرح جو روایت کی ابو داود
نے مراسیل میں کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہے لیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالی کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اسکے ثقات ہیں کیونکہ حدیث مرسل شافعیؒ
کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے دوسری یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اسی واسطے اجماع کیا صحابہ رضی اللہ عنہم
نے حرمت متروک التسمیہ عامداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہ کرام میں کچھ اس باب میں مناظرہ اور خلاف ہوتا
تیسری یہ کہ یہ حدیث بالفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہے عامد اور ناسی کو مخالف ہے کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہوتا
آیت قطعی کے تو باتفاق ائمہ قابل قبول نہیں ہوتی چوتھی یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل صحابہ نے اور قرون یعنی صحابہ اور تابعین نے
اور یہ دلیل ہے اسکے ضعف اور بے اصلیت کی پانچویں یہ کہ یہ حدیث مخالف ہے اجماع صحابہ کے پس رد کی جاویگی واللہ اعلم
ص تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہے ف بسبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالی نے لا
تؤاخذنا ان نسینا یعنی نہ مواخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاویں ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اللہ کا
دل میں ہے ہر مسلمان کے محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ذبیحہ حرام ہے کذا فی
الاصل ص اگر ملاوے اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم اللہ اللہم تقبل من فلان
تو مکروہ ہے ف یا یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ دال کو رسول کے جر سے اگر دال کو زیر یا زبر دیگا تو ذبیحہ حرام ہوجاویگا در مختار اور اگر
قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ مستحب ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھا لیا مینڈھے کو پھر اوسکو ذبح کیا اور کہا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ
مُحَمَّدٍ یعنی یا اللہ قبول کر تو اسکو محمد سے اور آل سے محمد کی اور امت سے محمد کی ص اور جو بسم اللہ پر عطف کرکے کہا جیسے
باسم اللہ واسم فلان یا بسم اللہ و فلان یعنی ذبح کرتا ہوں میں اللہ تعالی کے نام اور فلان کے نام پر یا اللہ اور فلان کے نام پر تو وہ ذبیحہ مردار
حرام ہوجاویگا ف خواہ فلان نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ یعنی حرام ہے مردہ
ذبیحہ جس پر غیر خدا کا نام لیا جاوے در مختار میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام میں مجکو ذکر نہ کیا جاوے ایک تو

پھیلنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت ص اور جو قبل لٹانے جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے
ف جیسا کہ آیا صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت ذبح کے فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابوداؤد و ترمذی
نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو جب اونکو قبلہ رخ کرایا تو یہ
دعا کی إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ
صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللّٰهُمَّ مِنْكَ
وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کیا اور دوسری روایت
جابرؓ سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
أَكْبَرُ اللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي ص مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا
ذبح کرنا اور جو اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہے لیکن مکروہ ہے ف بسبب مخالفت سنت کے اسلیے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دنبے کو ذبح کیا اور اونٹ کو نحر کیا جیسا بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ
نے بھی فرمایا إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ پہلی آیت گائے میں اور دوسری دنبے میں
دونوں میں ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب میں ص اور ضرور ہے ذبح کرنا اوس
وحشی جانور کا جو آدمیوں سے ہل گیا ف اسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اوس صورت میں حاجت ہوتی ہے
جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو در مختار ص اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا اوس پلے ہوئے جانور کا جو وحشی ہوگیا ف اسلیے
کہ جب وہ جانور وحشی ہوگیا تو ذکات اختیاری سے عجز ہوا پس ذکات اضطراری جائز ہے ص یا کنوئیں میں گر پڑا اور اوسکا ذبح نا ممکن
ہوگیا ف یا سرکش ہوگیا اور آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جسپر اوسنے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال
ہے در مختار اور امام مالک رح کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہو گا اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور
کے حق میں کہ اگر تو نیزہ مارے اوسکی ران میں تو کافی ہے یعنی ذکات ضرورت میں اور صحیح بخاری میں ہے ابن عباسؓ سے کہ جو تیرے
ہاتھ سے نکل جاوے تو حکم اوسکا مثل صید کے ہے اور کہا انھوں نے کہ اونٹ اگر گر پڑے کنوئیں میں تو ذکات کر اوسکی جسطرح
قادر ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہے علیؓ اور ابن عمرؓ اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالیٰ
کتاب الصید میں آویگا ص ایک جانور کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے ایک بچہ مردہ نکلا تو وہ حلال نہیں ہے ف البتہ اگر زندہ نکلے
اور اوسکو بھی ذبح کر لیا جاوے تو حلال ہے یہ مذہب امام اعظمؒ کا ہے اور صاحبین اور شافعیؒ کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مردہ نکلے
حلال ہے جب اوسکی خلقت پوری ہوگئی ہو اسواسطے کہ مروی ہے ابو سعید خدریؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اوسکی ماں کا ہے اور عبارت حدیث کی یہ ہے ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ اخراج کیا اوسکا امام احمدؒ نے
اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور دلیل امام اعظمؒ کی آیت ہے کلام اللہ کی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ اور جواب اس
استدلال سے یہ ہے کہ لفظ اس حدیث کا دو طرح سے منقول ہے ایک ذکاۃ امہ بہ نصب ذکات دوسرے برفع ذکات اور ظاہر ہے
کہ نصب ذکات کی صورت میں کاف تشبیہ یہاں سے محذوف ہے تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین کی مثل ذکات ماں

اونکی ماں کے ہے یعنی جیسے ان کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہے ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اوسکے ذبح سے ہوگی تو یہ حدیث حجت
ہماری ہوئی نہ صاحبین اور شافعیؒ کی اور رفع ذکات کی صورت میں بھی تشبیہ علی وجہ الکمال ہے اسلیے کہ جب مبالغہ تشبیہ میں منظور
ہوتا ہے تو مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کر دیتے ہیں جیسے شاعر کا قول وعیناک عیناها وجیدک جیدها اگر کوئی کہے
کہ ابتداے حدیث میں یہ ہے کہ کہا ہمنے یا رسول اللہ ہم نحر کرتے ہیں ناقہ کو اور ذبح کرتے ہیں گائے بکری کو تو پاتے ہیں ہم
پیٹ میں اوسکے بچہ آیا ڈال دیں ہم اوسکو یا کھاویں اوسکو تب فرمایا آپنے کھاؤ اوسکو تم روایت کیا اوسکو ابو داؤد و ابن ماجہ نے تو یہ
حدیث دلالت کرتی ہے اوس امر پر کہ مراد جنین میت ہے تو ہم جواب دینگے کہ اس دلالت کو ہم منع کرتے ہیں اور کون سی دلیل ہے اس مقام
پر کہ مراد سوال و جواب میں خاص جنین میت ہے بلکہ جائز ہے کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور در صورت ارادہ مطلق استدلال کرنا نص
محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حرمت میتہ پر دال ہے کمال بعید ہے انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہے

ص فصل بیان میں اون جانوروں کے جنکا کھانا درست ہے اور جنکا درست نہیں

حلال نہیں ہے ہر درندہ جو لینے والا دانت سے شکار کرتا ہے اور نہ ہر پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے ف باتفاق ائمہ ثلثہ یعنی ابو حنیفہ و شافعی
و احمدؒ اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندے سے
اور روایت کی ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہے دانت والے درندے جیسے شیر چیتا
بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجے والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہیں جیسے
چوہا اور گھونس چھچھوندر بچھو وغیرہ یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا بھی اسلیے کہ یہ جانور سب خبیث ہیں اور فرمایا اللہ تعالی نے ویحرم
علیہم الخبائث اور حرام کرتا ہے اون پر ناپاک چیزیں اور امام مالکؒ کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض مکروہ ہیں کراہت
تحریمی ص اور بستی کے گدھے ف یعنی پالو گدھے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے بھی اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہیں
دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا
متعہ سے اور پالو گدھوں کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابرؓ میں ہے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھوں کے
گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہ درست ہے اسلیے کہ روایت کی بخاری و مسلم
نے ابو قتادہ سے حمار وحشی کے قصے میں کہ کھایا اوسمیں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جسکی ماں گدھی ہو اور جو بان اسکی
گاے ہو تو وہ حلال ہے باتفاق یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے دلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہے کہا کہ
حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھوں کا اور خچروں کا اور ہر دانت اور پنجے والے کا روایت کیا اوسکو
ترمذی نے اور کہا غریب ہے اور روایت کی ابن ماجہ نے خالد بن الولیدؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑوں کے اور خچروں کے
اور گدھوں کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیوں کے اور احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے دلیل
حدیث جابرؓ کی کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت میں گھوڑوں کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور بھی روایت
کیا بخاری و مسلم نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے کہا انھوں نے نحر کیا ہمنے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا پھر
کھایا ہمنے اوسکو دلیل امام اعظمؒ کی حدیث خالد بن الولید کی ہے جو اوپر گذری دوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہے اور اوسکے گوشت کے

مباح ہونے میں تفصیل ہے اور جہاد کی ارتیج یہ ہے کہ امام اعظم نے رجوع کیا حرمت سے اسکی اور قائل ہوئے اوسکی حرمت کے تین دن
پہلے موت سے مشیر اور اسی پر فتوی ہے درمختار ص اور بجو اور گوہ ف اسواسطے کہ بجو دانت والا ہے اور گوہ حشرات الارض
میں سے ہے اور روایت کی ابوداود نے عبد الرحمن بن شبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے
اور یہ حدیث صحیح ہے اور مالک اور شافعی کہتے ہیں کہ اونکے نزدیک گوہ مباح ہے دلیل اونکی حدیث ابن عباس ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہیں ہے لیکن نہیں ہوتا میری قوم کی زمین میں سو میں مکروہ جانتا ہوں اوسکو روایت کیا اوسکو بخاری
ومسلم نے امام صاحب کی طرف سے اس استدلال کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ابتداء اسلام کی ہے اور پہلے آپ نے گوہ کو خود نہ کھایا
تھا لیکن منع بھی نہیں کیا تھا بعد اوسکے آپ نے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباس کی معارض ہے حدیث عبد الرحمن بن شبل
کی تو نہی کو ترجیح ہوگی اسلیے کہ محرم مقدم ہے مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے میں گوہ کے احتیاط ہے بر خلاف کھانے کے ص اور بھڑ
اور کچھوا ف اسلیے کہ بھڑ موذیات میں سے ہے اور کچھوا خبائث حشرات میں سے ہے ہدایہ ص اور کوا سیاہ اور ابلق کہ اوجڑ مردار
کھاتا ہے ف اور جو کوا مردار بھی کھاتا ہے اور دانہ بھی کھاتا ہے یا صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ درست ہے امام اعظم کے نزدیک جیسے
ص اور ہاتھی ف اسلیے کہ وہ دانت والا ہے ص اور جنگلی چوہا ف یا گھونس اسلیے کہ وہ حشرات الارض اور سباع میں سے
ہے ص اور بلاؤ ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض میں سے ہے اور رمگیا کے میں دو قول ہیں ایک قول میں حلال دوسرے میں حرام
ہے عالمگیری ص اور دریائی جانوروں میں سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہیں ہے ف اور امام مالک کے نزدیک سب دریائی
جانور حلال ہیں کیکڑا اور کتا دریائی اور مینڈک اور سور دریائی لیکن سور دریائی اونکے نزدیک مکروہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اوسمیں
توقف کیا اوسمیں اور امام احمد کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہیں مگر گھڑیال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سور دریائی
یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا اور بعض اصحاب شافعی کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہیں اور یہی صحیح ہے اونکے
مذہب میں ظاہر تمسک اونکا آیت سے کلام اللہ کی ہے احل لکم صید البحر یعنی حلال ہے واسطے تمہارے شکار دریا کا اور
یہ عموم سب جانوروں کو شامل ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سے آیات واحادیث میں مچھلی ہے اسلیے کہ وہی
پاکیزہ ہے اور باقی سب خبیث ہیں اور خبائث ہمارے دین میں حرام ہیں دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے منع کیا اوس سے کہ دوا میں ڈالا جاوے تو کھانا بطریق اولی حرام ہوگا روایت کیا اوسکو ابو داود نے اور بھی حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے کما فی الہدایہ ص لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مر کر پانی پر تیر آوے
تو اوسکا کھانا حرام ہے ف اسلیے کہ وہ میتہ ہے اور جو کسی آفت سے مثلاً پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا ڈالنے سے مر جاتا یا جمی
ہو کر مر جاوے تو درست ہے اور طافی جو مچھلی میت ہے سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہے جو مچھلی خود بخود مر کر تیر آوے اوسکو طافی
کہتے ہیں ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی اور مالک کے نزدیک درست ہے کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے دریا پاک ہے پانی اوسکا اور حلال ہے مردہ اوسکا روایت کیا اوسکو ابو داود و ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے امام صاحب
کی طرف سے جواب یہ ہے کہ مراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہے جو آفت سے مر جاوے جیسے پکڑی جاوے یا سوکھ جاوے یا دریا اوسکو باہر نکال کر پھینک
دیوے اسلیے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابو داود اور ابن ماجہ اور ابن عدی نے کامل میں

ابوالزبیرؓ سے انھون نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو پھینکدے دریا یا پانی اوسکو چھپ کردے تو
کھاؤ اوسکو اور جو مرجاوے دریا میں اور تیر آوے تو نہ کھاؤ اوسکو تو جب حدیث صریح مخالفت میں ثانی کے موجود ہو پھر حلت کی کیا وجہ ہو ص
مچھلی کی سب قسمیں درست ہیں یہان تک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہو ف اور محمدؒ سے ایک روایت میں حرام
ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہو ص اور حلال ہو ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیان بغیر ذکات کے ف یہی قول ہو احمدؒ اور
شافعیؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہو دلیل ہماری بہت احادیث ہین ایک حدیث احمدؒ اور دارقطنی اور ابن ماجہ کی
ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہین واسطے ہمارے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی
ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہین دوسری حدیث ابن ابی اوفیٰ کی کہا انھون نے کہ جہاد کیے ہمنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے ٹڈی کو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے تیسری حدیث سلمانؓ
کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب میں کہ نہ کھاتا ہون مین اوسکو نہ حرام کرتا ہون مین اوسکو روایت کیا
اوسکو ابوداؤد نے ص اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہو اور خرگوش ف حلال ہو باتفاق ائمہ اربعہ کے اور بہت سے
احادیث اوسکی حلت مین وارد ہوئے ہین جو مذکور ہین صحاح مین بخاری مین انسؓ سے مروی ہو کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت
خرگوش کا ص اور عقعق وہ کوا ہو جو مردار اور دانہ دونون کھاتا ہو اوسکا حلال ہونا صحیح قول ہو اور ابوحنیفہؒ
کے نزدیک مکروہ ہو اسطرح جو مرغی نجاست کھاتی ہو حلال ہو لیکن ابویوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہو اسطرح حلال ہو طوطا اور ہدہد اور
طاؤس باتفاق ائمہ ثلثہ کے کذا فی المیزان للشعرانی مسألہ ضروری ذبح کیا ایک جانور امیر کے آنے کے لیے یا کسی
شخص کی تعظیم کے واسطے سوائے خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہو اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جاوے درمختار اس سے
معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین رواج ہو کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گاے یا شیخ سدو کا بکرا یا اوجالا شاہ کا مرغا ذبح کرتے
ہین وہ گاے بکرا مرغا مردار ہو اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہین اور صحیح مسلم مین وارد ہو حضرت علی مرتضیٰؓ سے
کہ لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی لعنت کرے اللہ اوس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانون کو چاہیے کہ ایسے
امورات سے خود احتراز رکھیں اور اورون کو جو جاہل ہین سمجھا کر ان چیزون کو ترک کرا دیوین غایۃ الاوطار سے زیادۃ البتہ یہ
صورت درست ہو کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کرین اور ثواب اوس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہنچاوین واللہ اعلم

ص کتاب الاضحیۃ

ف یہ کتاب ہو قربانی کے بیان مین جو جانور عید اضحیٰ کے دن ذبح کیا جاوے اوسکو اضحیہ کہتے ہین کیونکہ وقت ضحی یعنی چاشت
کے اوسکو ذبح کرتے ہین ص قربانی مین ایک بکری ایک آدمی کیطرف سے ضرور ہو اور گاے یا بیل یا اونٹ ایک آدمی سے سات
آدمیون تک کیطرف سے بھی ہوسکتا ہو ف اور جو سات سے کم ہون تو بطریق اولی جائز ہو لیکن بکری مین ایک آدمی سے زیادہ نہین
ہوسکتا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسمین ایک آدمی سے زیادہ اجازت نہین دی چنانچہ ابوسعیدؓ سے مروی ہو کہا کہ
تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا جسکے پاؤن اور آنکھیں اور منہ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اونٹ اور
بیل اور گاے میں بھی لیکن جائز رکھے ہمنے دو مین سات آدمی تک اسلیے کہ روایت کی مسلم اور ابوداؤد نے جابرؓ سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاے سات آدمیون کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ص
لیکن یہ شرط ہو کہ کوئی شریک ساتوین حصے سے کم کا نہووے ف تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتوین حصے سے کم
ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی درست ہوگی اور امام مالک کے نزدیک ایک گاے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والون
کی طرف سے درست ہو اگرچہ سات سے زیادہ ہون لیکن دو گھر والون کیطرف سے درست نہین اگرچہ سات سے کم
ہون کذا فی الاصل ص پھر جب قربانی مین شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کرین نہ انکل سے مگر جب کہ
گوشت کے ساتھ پاے یا کھال ملالیجاوین تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین ف یعنی ہر جانب مین کچھ گوشت
اور کچھ پاے ہون یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب مین گوشت اور پاے ہون اور دوسری جانب مین گوشت
اور کھال ہو اور اس صورت مین انکل سے تقسیم اسلیے درست ہوئی کہ جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیر دینگے کذا
فی الاصل ص ایک گاے ایک شخص نے قربانی کے لیے خریدی پھر چھ آدمی اوسمین اور شریک ہو گئے تو جائز
ہو استحساناً ف اور قیاساً نہین جائز ہو اور یہی قول ہو زفر کا اسلیے کہ اوسنے قربۃً الی اللہ خریدی ہو پس کیونکر جائز
ہوگی بیع اوسکی وجہ استحسان یہ ہو کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گاے ملجاتی ہو لیکن شریک اوسوقت نہین ملتے تو وہ خرید
لیتا ہو بعد اوسکے شریک ملجاتے ہین تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا ص لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک ہو جاوین
تو بہتر ہو ف اور مروی ہو امام صاحب سے کہ شریک ہونا بعد خرید کے مکروہ ہو ص اور قربانی واجب ہو ف اور ابو یوسف
اور شافعی کے نزدیک سنت ہو بدلیل حدیث ام سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم مین
چاند ذی الحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کٹاوے روایت کیا اوسکو مسلم
نے یہ جو کہا کہ اگر ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہو کہ قربانی واجب نہین ہو دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہو ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو وسعت ہو اور قربانی نکرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلے کے روایت کیا اوسکو احمد
اور ابن ماجہ نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سنت کے ترک پر نہین ہوتی اور حدیث
ام سلمہؓ کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کا قصد ہو قربانی کا جو ضد ہو سہو کی نہ تخییر کذا فی الہدایۃ ص اوس شخص پر جسپر صدقۂ
فطر واجب ہو ف اور وہ وہ شخص ہو جسکے پاس جایداد بقدر نصاب شرعی زیادہ حاجت اصلیہ سے ہو اگرچہ ایک سال
اوسپر گذرا ہو اور اگرچہ وہ نصاب نامی نہو لیکن طحطاوی مین ہو کہ کتابون سے آدمی غنی نہین ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے
دو نسخے ہون یا وہ کتابین طب اور نجوم اور ادب کی ہووین ص اپنی طرف سے نہ اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے ف
تو بالغ لڑکے کی طرف سے بطریق اولی واجب نہوگی ص ظاہر الروایۃ مین ف اور حسن بن زیاد کی روایت مین امام اعظمؒ
سے طفل نابالغ کی طرف سے بھی واجب ہو مثل صدقۂ فطر کے لیکن فتوی ظاہر الروایۃ پر ہو طحطاوی ص بلکہ طفل نابالغ
اگر مالدار ہووے تو اوسکے مال میں سے اوسکا باپ یا وصی قربانی کر دیوے ف یہ مذہب شیخین کا ہو اور محمد اور شافعی کے
نزدیک باپ اوسکا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اوسکے مال سے اور در مختار مین اسی کو معتمد رکھا ہو کہ باپ اوسکے مال سے
قربانی نکرے ص تو اگر طفل کے مال مین سے قربانی کی تو جسقدر اوس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے

زائد ہو
ایام عید
ہجری تبعیض
سے بچت

اوس چیز سے جسکے عین سے نفع اوٹھا سکتے ہیں جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ **ف** لیکن اوس چیز سے نہ بدلا جاوے جسکو تلف کرکے نفع اوٹھاتے ہیں مثل روٹی کے یا جیسے روپیہ اشرفی کذا فی الاصل مع الدلیل **ص** اگر قربانی ذبح کی جاوے شہر میں تو اول وقت اوسکا بعد نماز عید کے ہی **ف** اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک جب تک امام قربانی نکرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہیں سبب صحت یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اوسنے ذبح کیا اپنے نفس کے لیے اور جسنے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اوسکی اور پائی اوسنے سنت مسلمانوں کی اور ایک روایت میں ہی کہ فرمایا آپ نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اوسکے بدلے میں دوسرا جانور ذبح کرے اور جسنے نہیں ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے براء ابن عازبؓ اور جندب بن عبداللہ سے اور بھی فرمایا حضرتؐ نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہی پھر قربانی روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے کذا فی الہدایۃ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ذبح قربانی کا قبل نماز عید کے جائز نہیں **ص** اور جو شہر میں نہو وے تو اول وقت اوسکا بعد طلوع فجر کے ہی دن نحر کے یعنی دسوین تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اوسکا قبل غروب آفتاب کے ہی بارھوین تاریخ ذیحجہ تک **ف** اور معتبر اسمین مکان فعل ذبح کا ہی نہ مکان صاحب قربانی کا اور شافعیؒ کے نزدیک تیرھوین تاریخ کی شام تک جائز ہی کذا فی الاصل دلیل شافعیؒ کی قول ہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہین روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابن حبان نے صحیح میں جبیر بن مطعم سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہی جو مروی ہی حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے کہ کہا ان سبھون نے ایام قربانی کے تین دن ہین افضل اون سب میں پہلا روز ہی یعنی دسوین تاریخ اور روایت کی مالکؒ نے موطا میں نافع سے انھون نے ابن عمرؓ سے کہ کہا انھون نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر کے دو دن ہین اور کہا کہ ایسا ہی پہنچا مجکو علی ابن ابی طالب سے اور ظاہر ہی یہ بات کہ حدیث موقوف اس باب میں مثل مرفوع کے ہی اسلیے کہ یہ امر غیر قیاسی ہی بدون شارع کے بیان کیے ہوے معلوم نہیں ہوسکتا اور ابن عمرؓ بہت متبع ہین طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدلہ شافعیؒ منقطع ہی کہا بزار نے کہ یہ حدیث مروی ہی عبدالرحمن ابن ابی حسین سے انھون نے جبیر بن مطعم سے حالانکہ عبدالرحمن نے نہین ملاقات کی جبیر بن مطعم سے دوسرے یہ کہ اوس حدیث میں لفظ ذبح کا وارد ہی نہ اضحیہ کا **ص** لیکن اعتبار آخر روز کا ہی فقر اور غنا اور ولادت اور موت میں **ف** یعنی جب وہ غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہوگیا آخر روز مین تو اوسپر قربانی واجب نہوگی اور جو اسکا اولٹا ہوا تو واجب ہوگی اور اگر پیدا ہوا آخر روز مین تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور جو اوس دن مرجاویگا تو اوسپر واجب نہوگی کذا فی الاصل **ص** ذبح کرنا رات کو مکروہ ہی اگر کسیے قربانی ترک کی اور ایام اوسکے گذر گئے اور اوسنے کسی معین بکری کے ذبح کی نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید کرچکا تھا تو زندہ اوسکو صدقہ کردیوے اور جو وہ غنی تھا اور اوسنے نذر نہین کی تھی تو قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید چکا ہووے یا نہ خرید چکا ہووے اور صحیح ہی قربانی میں چھ مہینے کا دنبہ **ف** جسکو عربی میں جذع کہتے ہین اور وہ بکری دار ہوتا ہی بشرطیکہ تنومندی میں اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریون میں پہچانا نجاوے دور سے چھ مہینے کا دنبہ اسلیے درست ہوا کہ روایت کی ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہؒ نے مجاشعؓ سے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دنبہ کافی ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذی نے ابوہریرہؓ سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دنبے کی اور فرمایا آپ نے کہ نہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنی ثنی جسکا
بیان آگے آویگا مگر جب دشوار ہو تم پر تو ذبح کرو چھ مہینے کا دنبہ ص اور بکری اور بھیڑ اور گائے اور اونٹ میں سے ثنی اور ثنی اونٹ
پانچ برس میں ہوتا ہے اور گائے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں ف اسواسطے کہ فرمایا آپ نے نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور مسنہ
ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گائے کا سا ہے تو اس سے کم عمر والے جانور درست نہیں ہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل
ہیں عالمگیری ص اور صحیح ہے منڈی جسکے سینگ نہ ہوں اور دیوالی اور خصی ف اس لیے کہ سینگ سے کوئی غرض
متعلق نہیں ہے اور دیوالی سے مراد وہ ہے جو چارہ وغیرہ کھاتی ہو نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہے اور خصی کا گوشت
تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے عائشہؓ اور ابوہریرہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو دنبہ موٹے
کی نمکین رنگ کے دونوں خصی تھے ہدایہ ص اور صحیح نہیں ہے اندھی اور کانی اور اس قدر دبلی کہ اوسکی ہڈیوں میں
گودا نہ ہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جا سکے ف اسواسطے کہ روایت کی امام احمدؒ اور چاروں عالموں نے
حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم
کانی کی آخر حدیث تک اور روایت کی احمدؒ اور مالکؒ اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے براء بن
عازبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اون قربانیوں سے جنسے بچنا چاہیے سو فرمایا آپ نے چار ہیں ایک لنگڑی
جسکا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسری کانی جسکا کانا پن کھلا ہووے تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دبلی
کہ اوسمیں گودا نہ ہووے ص اور جائز نہیں جسکا ہاتھ یا پانوں کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکا کان یا دم کٹی ہو یا تہائی
سے زیادہ اوسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سرین کٹی ہووے ف اسلیے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ
کثیر ہے اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرتؐ نے ثلث مال میں فرمایا
کہ ثلث کثیر ہے روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع بس زیادہ کثیر ہے اور ایک
روایت میں نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اوس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دم منقطع ہو
تو جائز ہے اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو اوس کی بند کرے
اور اوسکے سامنے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے چارہ کہاں سے دیکھا پھر درست آنکھ کو اوسکی بند کرکے چارہ لیجاوے
اور نظر کرے کہ اوسنے کہاں سے چارہ دیکھا اب دونوں مکانوں کی تفاوت کا اندازہ کرلیوے اگر تہائی کا تفاوت ہو
تو تہائی روشنی گئی اسی طرح قلیل یا کثیر معلوم کرلے کذا فی الاصل ص اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خریدا بعد اسکے
ایک شخص اون میں سے مر گیا اور اوسکے وارثوں نے کہا کہ تم اوسکی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کرلو تو صحیح ہو جاویگا
ف استحسانا اور ابویوسف سے مروی ہے کہ صحیح ہوگا اور یہی قیاس ہے چنانچہ وجہ اوسکی اصل کتاب میں مذکور ہے ص
جیسے ایک گائے قربانی اور قران اور متعہ سب کی طرف سے درست ہے اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہو گا یا
صرف گوشت لینا اوسکو منظور ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی جائز نہ ہوگی اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے

اور دوسرون کو بھی کھلاو‌ؤ ف خواہ دوسرے غنی ہون یا فقیر اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی
مین اقارب اور دوستون کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے روایت کی ابو داؤد نے نبیشہ ہذلی سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مین نے منع کیا تھا تمکو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کا تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور
جمع کرو ص اور جسکو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ مین دیوے ف اسواسطے کہ احوال تین ہین
قربانی مین ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی
کھلاؤ قناعت کرنے والیکو اور سوال کرنے والے کو تو سارا گوشت ان تینون امر پر اثلاثا منقسم ہو گیا ہدایہ ص اور جو
شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لیے ف اسواسطے کہ ذوی القربی اگر محتاج ہون
تو وہ مقدم ہین مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے وہ آدمی اپنے نفس پر اہل پر
تو اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بغوی نے معالم مین جابر بن عبد اللہ سے اور روایت کی مسلم نے
ابی ہریرہ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہے جسکو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت مین ہے کہ جب آدمی اپنے
اہل پر کچھ خرچ کرے باسید ثواب تو وہ اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ترمذی نسائی نے ابی
مسعود بدری سے ص اور اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہو تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے ف لیکن خود بھی وقت ذبح کے
حاضر رہے اگر ہو سکے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر
گذرا اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے
کہ کھڑی ہو اور دیکھ اپنی قربانی کو اسلیے کہ جب اوسکے خون کا پہلا قطرہ نکلیگا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاوینگے ص اور
مکروہ ہے کہ قربانی کو اہل کتاب سے ذبح کراوے ف اور اگر اوسنے ذبح کر دیا تو درست ہے ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے درمختار
ص اور قربانی کی کھال کو تصدق دیوے ف اسواسطے کہ حدیث علی مین ہے کہ حکم کیا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ
تقسیم کر دون مین کھالون کو قربانی کی اور مساکین کے اور دون مین اجرت قصاب کی اوسمین سے روایت کیا اوسکو بخاری
مسلم ابو داؤد نسائی نے ص یا اوسکی کوئی چیز مثل جھولی یا موزے یا پوستین کے بنالیوے ف یا چھلنی یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے درمختار ص یا کھال کو بدلے اوس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اوسکو باقی
رکھکے نہ اوس چیز سے جس سے فائدہ نہ اوٹھ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزین پھر اگر کھال یا گوشت کو
قربانی کے بیچ ڈالے تو اوسکے ثمن کو تصدق کرے ف اسواسطے کہ ثمن قائم مقام مثمن کے ہے اور یہ جو روایت کی حاکم
نے مستدرک مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچ ڈالی سو اوسکی قربانی نہوئی تو مراد اس
سے کراہت بیع ہے لیکن بیع کی جواز مین سو شبہہ نہین ہے اسلیے کہ ملک قائم ہے اور قدرت علی التسلیم حاصل ہے ہدایہ ص اگر ہر شخص نے
غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کر ڈالی تو دونون کی قربانی صحیح ہو گئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا ف لیکن ہر ایک
دوسرے سے معاف کرا لے اگر گوشت اوسکا کھا یا ہو اور بعد اوسکے پہچانا ہدایہ ص اگر کسی نے ایک بکری غصب کر کے اوسکی
قربانی کی تو صحیح ہو جاویگی اور جو کسی کی بکری امانت تھی اوسکی قربانی کی تو جائز نہوگی اور تاوان قیمت کا دیوے دونون صورتون مین ف اسواسطے کہ غصب

مین غاصب کی ملک کا حکم ہی تا وقت غصب سے برخلاف امانت کے کذا فی الاصل مسائل ملحقہ اور اگر
قیمت میں نر کے برابر ہو تو افضل ہی نر سے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اوسکے بچے کو بھی ذبح کریگا اور بعضون کے
نزدیک مدول ذبح کے خیرات کر دیگے قربانی جائز نہین ہو ایسے جانور کی جسکے دانت نہون اور جسکے کان نہون یا ناک نہو
قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا اور اوس سے نفع اوٹھانا قبل ذبح کے کروہ ہی اگر ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر
دوسرے بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے میں اعانت کیلیے تو دونون بسم اللہ کہین ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا درمختار عقیقہ کرنا سنت ہی بچے
بچی کا ساتوین روز فرزند کیطرف سے دو بکری اور دختر کیطرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابوداود ترمذی نسائی امام ربہ

ص کتاب الکراہیۃ

ف بیان مین اون امورات کے جو کروہ ہین اور جو کروہ نہین ہین ص ہر کروہ حرام ہی نزدیک امام محمد کے ف
یعنی جیسے حرام پر عذاب نار ہی اوسی طرح مکروہ پر ص لیکن حرام اونھون نے اسواسطے کہا کہ اوسکی حرمت نص قطعی سے ثابت
نہین ہوئی ف تو مکروہ کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہی جیسی واجب کی فرض کیطرف کذا فی الاصل ہو مباح وہ ہی جسکا فعل
اور ترک برابر ہو ص اور شیخین کے نزدیک مکروہ حرام کو نہین کہتے ہین لیکن وہ حرام کیطرف بہت قریب ہی ف مراد اس مکروہ
سے مکروہ تحریمی ہی نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہی کذا فی الاصل اور بدعت اور مشتبہ حرام کیطرف قریب
ہی تو مکروہ تحریمی پر شیخین کے نزدیک عذاب نار نہین ہی بلکہ عتاب ہی جیسے ترک سنت موکدہ پر کذا فی الطحطاوی

ص فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان مین

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہی ف اگرچہ حالت مخمصہ مین کھانا مردار ہو یا مغصوب ہو اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے
کلوا واشربوا یعنی کھاؤ اور پیو تو اگر حالت مخمصہ مین مردار یا شراب موجود ہو اور نہ کھاویگا اور مرجاویگا تو گنہگار مریگا ص اور
اسقدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہوکر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے ثواب ہو ف اور بعضون کے نزدیک اسقدر بھی فرض
ہی اسلیے کہ قیام بھی نماز مین فرض ہی اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہین وہ اس سے ادا ہوسکین درمختار ص اور کھانا مباح ہی
سیری اور آسودگی تک تا اوسکی قوت زیادہ ہو اور حرام ہی اس سے زیادہ کھانا ف یعنی پیٹ بھر جانے کے بعد کھانا حرام
ہی اسلیے کہ یہ اسراف ہی اور اللہ تعالی نے منع کیا اوس سے فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا ص مگر کل کے روزہ رکھنے کی طاقت حاصل
کرنے کے لیے یا اس لیے کہ مہمان شرما جاوے ف یا کسی اور عذر سے ملاقی کرنیکے لیے اور طرح طرح کے کھانے پکانے
مہمان کے لیے کچھ مضایقہ نہین اور بلا وجہ اسراف ہی اور سنت ہی بسم اللہ کہنا اول طعام مین اور الحمد للہ آخر مین اور ہاتھ دھونا
اول کھانے کے اور بعد کھانے کے اور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھاتے مین یاد آوے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہلیوے اور آستین
یا سبوس سے ہاتھ دھونا الا باس ہی بلکہ امام اور صاحبین سے منقول ہی اور انگلیون کا چاٹنا ہاتھ دھونے کے اول اور رکابی کا صاف
کرنا اور جو دسترخوان پر گرا ہو اوسکا کھالینا اور رکابی مین ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ مین سے اور روٹی کی عظمت اور
حرمت کرنا یعنی جب روٹی آجاوے تو سالن کا خواہ مخواہ انتظار کرنا اور کھی کھانے لگنا یہ سب امور سنت مین
کذا فی الطحطاوی باختصار ص اور مکروہ ہی گدھی کا دودھ ف اور گوشت اور اوس جانور کا جو گوہ کھاتا ہو

اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت میں اور دوسری روایت میں گھوڑی کا دودھ حلال ہے ص اور پیشاب اونٹ کا
ف نزدیک امام اعظمؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے دوا کے لیے اور محمدؒ کے نزدیک مطلقاً حلال ہے
دلیل حدیث عرینین کی ہے کہ حضرت علیہ السلام نے اونکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے انس سے امام
اعظمؒ کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے سو اسلئے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اسکو
حاکم نے ابو ہریرہؓ سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور اسمین کوئی علت میں نہیں جانتا اور روایت کیا اسکو بزار نے عبادہ
ابن صامتؓ سے اور اخرج کیا اسکا دارقطنی نے انسؓ سے اور ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہؓ سے اور اس حدیث میں پیشاب
مطلق ہے شامل ہے اون جانوروں کے پیشاب کو بھی جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گائے وغیرہ اور جواب حدیث عرینین
یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام میں تھی دوسرے یہ کہ حضرتؐ نے شفا اونکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب
یہ امر ممکن نہیں ص اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا ف مرد اور عورت سب کے
لیے اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ام سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے باب میں جو پیتا ہے چاندی
سونے کے برتن میں کہ اوتارتا ہے اپنے پیٹ میں آگ جہنم کی اور روایت کی صحاح ستہ میں حذیفہؓ سے کہا کہ پلایا اونکو ایک مجوسی نے
چاندی کے برتن میں سو کہا انھوں نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے نہ کھاؤ اور پیو تم برتنوں میں چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو
حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ اونکی رکابیوں میں اسواسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمھارے واسطے ہیں آخرت
میں پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو ان برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی سونے کے
چمچے سے کھانا یا اونکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونے کا سرمہ دانی اور قلم اور دوات اور
آئینہ اور سینی اور سلیچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کے لیے بشرطیکہ اونکا استعمال ہو
اپنے اپنے کاموں میں ابتداءً اور جو ابتداءً استعمال نہ ہو جیسے کھانا سونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن میں کھاوے
یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ میں ڈال کر سر پر لگاوے تو کچھ مضایقہ نہیں اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور
زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور
افضل مٹی کا برتن ہے در مختار ص اور حلال ہے کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن میں ف
اور شافعیؒ کے نزدیک اسمین بھی مکروہ ہے اسلیے کہ یہ چیزیں بھی سونے اور چاندی کے حکم میں ہیں تفاخر کی راہ سے
ہم جواب دیتے ہیں کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ ان چیزوں سے کذا فی الہدایہ
ص اور حلال ہے کھانا پینا اوس برتن سے جسمیں کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسیطرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت
یا زین پر جب کہ چاندی اور سونے کی جگہ سے بچے ف یعنی پینے میں مونہہ سے اور لینے میں ہاتھ سے اور بیٹھنے میں
موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمدؒ ایک روایت میں امام اعظمؒ
کے شریک ہیں اور دوسری روایت میں ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں کذا فی الاصل اور جس برتن میں چاندی سونے کا
ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور اگر چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہوں یا زیور مصحف کا یا تمر یا لگام یا زین

اور جبکہ بار کاب یا تلوار یا چھری یا اوسکے قبضہ مین ہووے تو درست ہی شرح وقایہ اور سیر ہاتھ نہ لگا وے درمختار و عالمگیری
ص مقبول ہی قول کافر کا ف اگرچہ مجوسی ہو درمختار ص جب وہ کہے کہ مینے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے
خریدا ہی تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ مینے مجوسی سے خریدا ہی تو حرام ہوگا ف اسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہی معاملات میں
سبب حاجت کے نہ دیانات میں کذا فی الاصل تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہی اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اوسکو ذبح کیا ہی تو قول اوسکا
مقبول نہوگا اسلیے کہ ذبح دیانات مین سے ہی چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ مینے بت پرست سے
خریدا ہی تو گوشت حرام ہو جاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابون سے گوشت خریدنا صرف اونکے اس قول پر اعتماد کرکے
کہ ذبح اوسکو مسلمان نے کیا ہی نا جائز ہی اور وہ گوشت حرام ہی خدا ہمارے اہل زمان کو اس آفت سے نجات دیوے کہ خواص و عوام
بہت اہل علم بھی اس مین مبتلا ہین اور وقت فتوی اور اظہار حق کے دیدہ و دانستہ اوس سے غفلت و چشم پوشی
کرکے تاویلات رکیکہ کرتے ہین ص مقبول ہی قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات میں
جیسے خرید مین جو مذکور ہوئی یا توکیل مین ف یعنی ایک شخص یہ کہے کہ مین فلان کا وکیل ہون اس شی کی بیع مین تو صرف
اوسکے کہنے پر اوس سے وہ چیز خرید کرنا درست ہی کذا فی الاصل ص اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیے میں یا اذن میں
ف جیسے ایک لڑکا ایک چیز لاکر یہ کہے کہ فلان نے تجکو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہی تو قبول کرنا اوسکا صحیح ہو سکتا ہی یا غلام یہ کہے کہ مین
ماذون ہون تجارت میں تو قول اوسکا قبول کیا جاویگا ص اور شرط ہی عدالت خبر دینے والے کی دیانات میں جیسے پانی کی
نجاست کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق
یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جس پر رائے اوسکی قرار پکڑے اوسکے موافق عمل کرے ف یعنی اگر اوسکے
گمان غالب مین یہ آوے کہ خبر اوسکی سچی ہی تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہین ص اور اگر اوس پانی کو بہا دیوے
پھر تیمم کرے جبکہ اوس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبہ ظن ہو یا وضو اور تیمم دونون کرے جب اوسکے جھوٹے
ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسمین زیادہ احتیاط ہی ف لیکن احوط یہ ہی کہ پہلے وضو کر لیوے پھر تیمم کر لے درمختار
اور جو ایک عادل شخص اوسکی طہارت کی اور ایک اوسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا بخلاف
ذبیحہ کے کہ وہاں اختلاف مین حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہی ص ایسا شخص مقتدی ہی
یعنی لوگ اوسکی پیروی کرتے ہین اور مسئلے پوچھتے ہین اوسکے قول و فعل کی ص اور دعوت ولیمہ مین گیا وہان پر کچھ لہو و لعب
راگ دیکھا اور اوسکے منع پر قادر نہین تو نکل آوے اور وہان نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدی نہو تو اگر بیٹھ کر کھا لیوے تو [illegible]
ف درمختار مین ہی کہ غیر مقتدی کے لیے بیٹھ کر کھانا اوس صورت مین ہی کہ جب وہ لہو و لعب راگ باجا دسترخوان
پر نہووے اور جو عین دسترخوان پر یہ امر ہوں تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہو کر فرمایا اللہ تعالی نے فلا
تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالموں کے ص اور جو پہلے
سے علم ہووے اس بات کا کہ وہان راگ باجا لہو و لعب ہوگا تو ہرگز نہ جاوے منقول ہی امام ابوحنیفہ سے کہ میں ایکبار اس آفت مین
مبتلا ہوا تھا تو مینے صبر کیا اور یہ امر قبل تھا اس بات کے کہ امام صاحب مقتدی وقت ہووین یا دراونکے اس قول سے



کرین اس آفت مین مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو و لعب حرام ہین **ف** مگر تین مستثنی ہین حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کے ساتھ دوسرے تعلیم و تادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے مستدرک مین اور تیر اندازی کے حکم مین ہین سائر آلات حرب کے مثل بندوق و توپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان مین

حرام ہی حریر **ف** حریر وہ کپڑا ہی جو کل ریشم کا ہو **ص** کا پہننا مردوں کے لیے **ف** اگرچہ بدن سے متصل ہو وے یا اور کپڑے پہنکر اون پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہی اور موافق ہی حدیث کے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے حذیفہ سے کہا کہ سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے فرماتے تھے۔ مت پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث مین ہی بخاری و مسلم کی کہ فرمایا آپ نے حریر کو وہ پہنتا ہی دنیا مین جسکو کوئی حصہ نہین آخرت مین اور وہ جو ایک روایت ہی کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اوسپر پہنے تو درست ہی تو یہ روایت ضعیف ہی قابل اعتبار اور وثوق نہین ہی **ص** مگر بقدر چار اونگل **ف** اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے عمر بن الخطاب سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پہنتے تھے ایک جبہ جسمین سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بھی اخراج کیا ابوداؤد نے ابن عباس سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اوس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش و نگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہین ہی اور نہین فرق امام ابوحنیفہ کے نزدیک حالت جنگ اور غیر جنگ مین سب مین حریر پہننا درست ہی اور صاحبین کے نزدیک جنگ مین درست ہی بسبب ضرورت کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ ضرورت دفع ہوجاتی ہی اوس کپڑے کے پہننے سے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو وے کذا فی الاصل اور در مختار مین ہی کہ جس کپڑے پر نقش و نگار ریشم کے ہون تو وہ درست ہی اسی طرح اگر چاندی سونے کے پھول اور بیل بوٹے ہون لیکن بشرطیکہ سب ملاکر چار اونگل سے نہ بڑھے ورنہ مردون کو درست ہوگا اگر مسہری کا پردہ و ازار ریشمی ہو تو درست ہی اور ازار بند ازار ریشمی مکروہ ہی اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیہ مین اگر چاندی یا سونے کی چار اونگل تک ہو تو درست ہی **ص** اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اوسکا فرش بچھانا درست ہی **ف** امام کے نزدیک اسلیے کہ منقول ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم بیٹھے ایک تکیے پر حریر کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہی دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عباس کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اوسکا ابن سعد نے طبقات مین اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہی اور یہی قول ہی شافعی اور مالک کا در مختار مین ہی کہ یہی قول صحیح ہی لیکن یہ تصحیح مخالف ہی مشہور کے اسلیے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہو واللہ اعلم **ص** اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم ہو وے تو اوسکا پہننا مطلقاً درست ہی **ف** اسلیے کہ اعتبار حلت و حرمت مین بانے کا ہی کیونکہ کپڑا بانے سے ہو کے کپڑا بنتا ہی تانا جب تک بانا نہو اور بنا بانے سے ہوتا ہی تو اوسی کا اعتبار ہوا ہدایہ مین ہی کہ بہت لوگ اس کپڑے کو اسلیے جائز رکھا کہ بہت صحابہ کرام خز کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہی اور بانا بال ہوتے ہین ایک جانور کے **ص** اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اوسکو لڑائی مین ضرورت کے سبب سے پہننا درست ہی **ف** اور بلا ضرورت مکروہ ہی اور مکروہ ہی مردون کو

کسم کا رنگ تھا اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگوں میں کچھ قباحت نہیں ہے لیکن ترنج رنگ لعصفر کے نزدیک مکروہ
تحریمی ہے اور درمختار میں ہے کہ سرخ رنگ میں آٹھ قول ہیں منجملہ ان اقوال کے ایک قول یہ ہے کہ یہ رنگ مستحب ہے اور جو حکم
کپڑا مخلوط ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے **ص** اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہے **ف** مطلقاً حرب اور غیر حرب
میں اسلیے کہ روایت کی ابوداؤد نے علی سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں سونا لیا اور بائیں ہاتھ
میں حریر اور کہا کہ یہ دونوں چیزیں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور روایت کی ترمذی نے صحیح کر کے ابی موسی سے مرفوعاً
کہ اللہ تعالی نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردوں کے میری امت سے اور حلال کیا عورتوں پر اور ابن حبان
نے اس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اسلیے کہ اوسکی اسناد میں ابو ہند ہے اور اوسنے ابو موسی سے نہیں سنا اور روایت کی احمد اور طحاوی نے
مسلمہ بن مخلد سے اونھوں نے ابن عامر سے روایت کی کہ فرمایا حضرت ﷺ نے سونا اور حریر حرام ہے اوپر مردوں کے میری امت سے
نہ عورتوں کے تو تمام احادیث میں صرف سونے کی حرمت منصوص ہے اور چاندی کی سونے پر قیاس کیا ہے حنفیہ نے اوسکا سو
اسلیے کہ چاندی کا حکم استعمال میں پینے اور کھانے کے بعینہ مانند سونے کے ہے جیسا اوپر گذرا سو ایسا ہی پہننے میں ہوگا اور
بعض علما کا مذہب یہ ہے کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے میں مردوں کو مطلقاً ہے اور چاندی کی حرمت صرف
کھانے اور پینے کے حق میں ہے لیکن چاندی پہننا مردوں کو تو درست ہے دلیل انکی حدیث ہے سہل بن سعد کی مرفوعاً کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ اوسکا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا
پہناوے لیکن چاندی سو کھیلو تم اوس سے جسطرح چاہو تم اور اسکی اسناد میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہے اور اسکے معنی میں ہے وہ
جو اخراج کیا اوسکا احمد نے ابی قتادہ سے مرفوعاً کہ چاندی سے کھیلو تم اور سے کھیلنا کرو اور اوسکی اسناد میں مجاہیل ہیں اور ابوداؤد نے
ابن عباس سے مثل اسکے روایت کی اور رجال اوسکے ثقات ہیں واللہ اعلم جیسے چاندی سونے حریر کا مردوں کو پہننا
حرام ہے ویسے ہی لڑکوں کو پہنانا حرام ہے حنفیہ کے نزدیک اور بعضے علما کے نزدیک درست ہے جب تک لڑکا سات برس کا ہووے
چنانچہ آگے آتا ہے **ص** مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہے میخ سونے کی واسطے بند کرنے سوراخ نگینے
کے اور حلال ہے عورتوں کو سب اور نہ انگوٹھی پہنے پتھر اور لوہے اور پیتل کی **ف** یعنی حلقہ ان چیزوں کا نہو اور جو حلقہ چاندی
کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہے کذا فی الاصل ان چیزوں کی انگشتری پہننا اسواسطے منع ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہے اور پیتل کی دیکھکر فرمایا کہ میں تجھ سے بتوں کی بو
پاتا ہوں روایت کیا اوسکو ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے **ص** اور انگشتری نہ پہننا بہتر ہے مگر قاضی اور سلطان کے لیے **ف**
یا جو کوئی مثل انکے کا مدار اور عہدہ دار ہووے اسواسطے کہ ان لوگوں کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہے برخلاف اور لوگوں کے
ہدایہ **ص** اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابوحنیفہ کے نزدیک **ف** اور محمد رح کے نزدیک
سونے سے بھی روا ہے اس پر ہے سنن ابوداؤد میں ہے کہ عرفجہ بن سعد کی ناک جاتی رہی دن احد کے سو انھوں نے ایک ناک چاندی کی
لگائی سو وہ بدبودار ہوگئی تو حکم کیا اونکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگالیں ایک ناک سونے کی **ص** لڑکے کو
پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہے **ف** اسواسطے کہ پہننا اونکا حرام ہے تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اوسکے ماخوذ ہونگے

دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہی تو پلانا بھی اوسکا حرام ہی کذا فی الاصل علاوہ مواخذہ اخروی مواخذۂ دنیوی ہی کہ
اطفال خردسال کو زیور پہنانا باعث تلف جان اونکی کا ہوتا ہی کہ اکثر بدمعاش لڑکون کو قتل کرکے زیور اونکے اوتار لیتے ہین
ص مکروہ نہین ہی رومال کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کے رینٹ پونچھنے کے لیے ف اور بعضون کے
نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ اسمین ایک نوع کا تکبر ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ اگر حاجت کے لیے رکھے تو مکروہ نہین ہی اور جو
تکبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہی کذا فی الاصل جیسے چارزانو بیٹھنا تکبر و نخوت سے مکروہ ہی اور بدون اسکے مکروہ نہین ہی ہدایہ
معاذ بن جبلؓ سے مروی ہی کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب وضو کر چکتے تھے تو منہ کو پونچھتے تھے اپنے
کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور روایت کی ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہین ہی اور ابو معاذ
راوی ضعیف ہی نزدیک اہل حدیث کے ص اور رتم ف یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لیے اونگلی پر باندھا جاوے
تو یہ مکروہ نہین ہی اسواسطے کہ عبث نہین ہی بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لیے ہی اور اسکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض
لوگون کی عادت یہ ہی کہ تاگے باندھ لیتے ہین اعضا پر اسی طرح زنجیرین وغیرہ اور یہ مکروہ ہی جب عبث ہو تو مصنف نے
کہدیا کہ رتم اس قبیل سے نہین ہی کذا فی الاصل اسی طرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہین ہی اور جو غیر عربی مین ہو تو مکروہ ہی اگر تعویذ
مین آیت یا حدیث یا دعا ہو تو پایخانہ جاتے وقت اوسکو اوتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اوتار لیوے عالمگیری

ص فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنیکے بیان مین

مرد مرد کے تمام اعضا کی طرف دیکھ سکتا ہی مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنون کے نیچے تک ف کہ اسقدر عورت ہی تو ناف
امامؒ کے نزدیک ستر مین داخل نہین ہی اور گھٹنا داخل ہی اور شافعیؒ کے نزدیک اسکے برعکس ہی اور امام مالکؒ کے نزدیک ران ستر
نہین ہی اور احادیث متعلقہ اسکے کتاب الصلوۃ مین گذر چکے علاوہ اوسکے یہ ہی کہ حسنؓ بن علیؓ نے اپنی ناف کھولی تو
ابوہریرہؓ نے اوسکو چوم لیا روایت کیا اوسکو احمدؒ نے مسند مین اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہین ہی اور حضرتؐ نے
جرہد سے فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ ران عورت ہی روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور عبدالرزاق نے اخراج کیا مثل اسکے
اور اوسمین ہی کہ فرمایا آپ نے چھپا تو اپنی ران کو اسلیے کہ وہ عورت ہی پس یہ حدیثین حجت ہین شافعیؒ اور مالکؒ پر
ص اور اپنی زوجہ اور لونڈی کی جا اوسکو حلال ہی ف اس سے وہ لونڈی نکل گئی جسکی وطی اوسکو حرام ہی مثلاً مجوسیہ
اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحۂ غیر اور محرمہ برضاع یا مصاہرت درمختار ص فرج تک بھی دیکھ سکتا ہی ف اسواسطے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنے عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اس سے
زیادہ مساس اور جماع درست ہی تو نظر بطریق اولی درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہی کہ عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے
اسلیے کہ حدیث مین آیا ہی جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپا وے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہون
گدھون کے مانند روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم مین ابی امامہ سے اور ابن عدیؒ نے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ نے
جسوقت جماع کرے کوئی تم مین کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اوسکی فرج کی طرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہی

اور ہدایہ میں ہی کہ انسان پیدا کرتا ہی اور ابن عمرؓ سے منقول ہی کہ دیکھنا اوسی ہی تاکہ لذت کامل ہو ص اور نظر کرے
آدمی اپنی محرم عورتوں سے ف جنسے نکاح دوام حرام ہی خواہ نسبی بہن یا بیٹی جیسے رضاعی یا رشتہ مصاہرت اور ذکر اونکا
کتاب النکاح میں گذرا ہدایہ ص طرف سر اور موہنہ اور سینے اور پنڈلی اور بازؤں کے اگر بے خوف ہو شہوت سے والا
ف اور اصل اس باب میں قول ہی اللہ تعالی کا وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الآیۃ اور یہ مقامات زینت
کے ہیں ص نہ اونکی پشت اور پیٹ اور ران کی طرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہی ف اگرچہ قیاس
یہ تھا کہ مثل اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیاں اکثر کام میں رہتی ہیں اور اونسے کام پڑتا ہی تو دفع حرج کے لیے سر سینہ وغیرہ
اون کا ستر نہوا ص اور جن جن جگہ نظر حلال ہی تو اون اعضا کا چھونا بھی درست ہی ف بشرطیکہ شہوت سے نہ ہو یا
خوف شہوت کا نہو ورنہ نظر اور مس دونوں حرام ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں کی زنا دیکھنا ہی کانوں
کی زنا سننا ہی اور زبان کی زنا کلام ہی اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور زنا اونکی مس کرنا ہی اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور زنا اونکی
چلنا ہی آخر حدیث تک روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے ص اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضاے
مذکورہ کا چھونا بھی درست ہی اگرچہ خوف ہو شہوت کا ف بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہی بعضوں نے
درمختار ص اور جب لونڈی جوان ہو جائے تو اوسکو بیچنے کے لیے صرف تہ بند باندھ کے نہ لیجاوینگے ف بلکہ کرتا
بھی ضرور ہی اسلیے کہ اوسکے پیٹ اور پیٹھ کیطرف نظر نا درست ہی ہدایہ ص اور عورت اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہی
مگر اوسکے موہنہ اور دونوں ہتھیلیوں کیطرف فقط ف یہ ظاہر الروایۃ میں ہی اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہی کہ اوسکے قدموں
کی طرف بھی نظر حلال ہی اور تحقیق گذر چکی کتاب الصلوۃ میں کہ قدم عورت نہیں ہی جواب اوسکا یہ ہو کہ نماز میں ضرورت ہی
اور اجنبی کی نظر کرنے میں طرف قدموں کے کوئی ضرورت نہیں ہی برخلاف موہنہ اور کف کے کذا فی الاصل اور اصل اس باب میں
قول اللہ تعالی کا ہی وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہ ما ظہر منہا سے مراد سرمہ اور انگشتری
یعنی آنکھ اور ہاتھ دوسرے یہ کہ موہنہ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہی اسلیے کہ معاملہ ہوتا ہی مردوں سے دین لین کا اور پانو چھپانے
گشت کی کوئی ضرورت نہیں ہی اور درمختار میں ہی کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اوسکے قدم اور ہاتھوں کو بھی
دیکھنا درست ہی بسبب ضرورت کے ص اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہی اوس غلام سے ف اور شافعی اور مالک کے
نزدیک مالکہ بہ نسبت غلام کے مثل محرم کے ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت لونڈیوں کے
حق میں ہی نہ ذکور کے حق میں چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہی اسواسطے کہ غلام اس نوکر ہی غیر محرم ہی نہ شوہر ہی اور نکاح اوس
ہو سکتا ہی بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً ص مگر جسوقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے موہنہ کیطرف بھی نہ دیکھے ف درمختار میں
ہی کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے موہنہ کیطرف اونکے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں جوان عورت کا موہنہ دیکھنا ہر طرح
سے ممنوع ہی بسبب فساد زمانہ کے ہدایہ میں ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھیگا عورت اجنبیہ کے محاسن
کیطرف شہوت سے تو اوسکی آنکھوں میں روز قیامت کے سیسہ ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی البتہ اور حدیثیں اسکی
ممانعت اور وعید میں آئی ہیں ص الا اوس صورت میں کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جسوقت شہادت

ادا کرے جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اوسکو اوس عورت کے مونہہ کیطرف دیکھنا درست ہی بقصد ادائے سنت
نہ قضائے شہوت **ف** اسلیے کہ روایت کی ترمذی نے اور نسائی نے مغیرہ بن شعبہ سے کہ جب انھون نے پیغام دیا ایک
عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اوسکو تا تم دونون مین اصلاح اور محبت ہو **ص** اسیطرح
لونڈی کو خریدتے وقت اور طبیب کو واسطے دوا کے **ف** دیکھنا درست ہی باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا فی الکافی
ص تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے **ف** یہی حکم ہی احتقان مین کہ حقنہ کرنے والا مقام حقنہ کو دوسرے
مرد کے دیکھ سکتا ہی اور ایسا ہی حکم ہی دائی جنائی کا اور ختنہ کرنے والے کا اور حکیم کا واسطے نبض دریافت کرنے مرض اجنبیہ
کے ہدایہ مین ہی کہ اگر کسی عورت کو اوس مرض کا علاج بتا دیوے تو بہتر ہی لیکن جب نہ ملے یا بے سلیقہ ہو تو دیکھے **ص** عورت کو
عورت سے اوسی قدر دیکھنا درست ہی جتنا مرد کو مرد سے **ف** یعنی زیر ناف سے زانو تک ضرور ہی کہ عورت دوسری عورت کو
نہ دکھلاوے پس ہمارے زمانے مین اکثر عورات مین جو رواج ہی کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات مین
بالکل ننگی ہو جاتی ہیں بالکل حرام ہی اونکے شوہرون کو ان امورات سے منع کرنا ضرور ہی **ص** اسی طرح عورت کو مرد سے
دیکھنا درست ہی اگر بے خوف ہو شہوت سے **ف** اور جو خوف ہو یا شک ہو تو درست نہین درمختار **ص** اور خصی
اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے مین مثل مرد کے ہین **ف** یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ
کیطرف درست نہین ہی ویسے ہی ان لوگون کو بھی نادرست ہی خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا ذکر کاٹا گیا
اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہی
اور جماع کر سکتا ہی اور فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ خصی کرنا مثلہ ہی تو نہ مباح کریگا اوس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب سحق
کرکے انزال کرتا ہی اور مخنث تو مرد ہی فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنی ہی بنص کلام اللہ سے دابہ درمختار مین ہی
کہ وہ مجبوب جسکی منی خشک ہو گئی ہو تو عورات کو اوسکے سامنے ہونا درست ہی لیکن جسنے اسکو جائز رکھا تو قابل امتحان
اور قلت دیانت سے اور طحطاوی مین ہی کہ مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کے مانند
نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہووے تو بعض فقہا کے نزدیک ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ
رخصت ہی لیکن صحیح قول یہ ہی کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین **ص** اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اوسکی اجازت کے درست ہی
اور عورت حرہ سے باجازت اوسکے درست ہی **ف** عزل اوسکو کہتے ہین کہ وطی کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر نکال
لیوے اور فرج مین انزال نکرے مروی ہی ابو سعید خدری سے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس لونڈی ہی اور
مین عزل کرتا ہون اوس سے اور مین مکروہ جانتا ہون کہ حاملہ ہو وہ اور مین چاہتا ہون جو چاہتے ہین مرد اور یہود کہتے ہین
کہ باہر انزال کرنا چھوٹے لڑکے کا گاڑنا ہی تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہین یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اوسکو جسکے پھیرنے کی تجھے طاقت
نہین روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور طحاوی نے اور راوی اسکے ثقات ہین اور روایت کی بخاری و مسلم نے
جابر سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور قرآن اوترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ
قرآن اس سے منع کرتا اور ایک روایت مین ہی کہ عزل کی خبر پہنچی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت

کی ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اوسکے

فصل استبرا کے بیان مین

یعنی لونڈی کے رحم کی برات طلب کرنا اسطرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہو جاوے کہ حاملہ ہو یا نہین ہو ص جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا ملام سے یا اوس لونڈی کے محرم سے ف جو ذی رحم ہو ورنہ وہ لونڈی اوسی پر آزاد ہو گئی ہو گی تو خرید کیونکر ہو سکتی ہی مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی ص یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اوس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی ف یعنی بوسہ مساس وغیرہ ص حرام ہون گے یہان تک کہ اوسکے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہو جاوے ایک حیض آنے سے اون عورتون مین جو حائضہ ہین اور ایک مہینے سے ان عورتون مین جنکو حیض نہین آتا اور وضع حمل سے حاملہ مین ف یعنی ایک حیض تک انتظار کرینگے اگر حیض آگیا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہ حاملہ نہین ہے اور جو نہین آیا اور حمل متحقق ہو گیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑیگا اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہی اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیے اوسکو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت مین یعنی حاملہ عورتون سے دوسرے کی جماع نہ کرے اور نہین حلال ہی ایسے شخص کو کہ جماع کرے اون عورتون سے جو قید ہو کر لڑائی مین آئین یہان تک کہ استبرا کرے اوسکا روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور ترمذی نے رویفع بن ثابت انصاری سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حسن کہا اوسکو بزار نے اور روایت کیا احمد اور ابو داؤد دارمی نے ابو سعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق مین اون عورتون کے جو قید ہو کر آئی تھین غزوۂ اوطاس مین کہ نہ جماع کی جاوین حمل والیان یہان تک کہ جنین اور نہ وہ جنکو حمل نہین ہی یہان تک کہ ایک حیض اونکو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور اوسکا ایک شاہد ہی ابن عباس سے سنن دارقطنی مین کما فی بلوغ المرام ص اور استبرا مین وہ حیض شمار نہ کیا جاویگا جسمین اوسکا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہوگا استبرا اگرچہ مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے وقت لوٹ آنے اوس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھیر آنے اوس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور استبرا ساقط کرنے کا حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہی ف جب معلوم ہو جاوے کہ مالک اول نے اس طہر مین اوس سے وطی نہین کی ورنہ حیلہ نکرے اسی کا فتوی ہو در مختار ص اور امام محمد کے نزدیک نادرست ہی اور قول ابو یوسف پر عمل کرے اگر اوسکے بائع کی وطی نکرنا اوس طہر مین معلوم ہووے ورنہ قول محمد پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہی کہ اگر اوسکے نکاح مین عورت حرہ نہین ہی تو اوس لونڈی سے نکاح کرکے اوسکو خرید لیوے ف اسواسطے کہ نکاح مین استبرا واجب نہیں ہی اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہین کذا فی الاصل اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اوسکے پاس عورت حرہ نہو سو اسلیے کہ عورت حرہ پر لونڈی سے نکاح درست نہین جیسا کہ گذرا ص اور جو اوسکے نکاح مین عورت حرہ ہی تو حیلہ یہ ہی کہ بائع قبل خریدنے مشتری کے یا مشتری بعد شرا کے قبل قبض کے اوسکا نکاح ایسے شخص سے کر دے

جسپر اوسکو طلاق دینے کا اعتماد ہووے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اوسکو طلاق دیدیوے، **ف** قبل وطی کے پھر مشتری اوس سے وطی کرے بغیر استبراء کے اور انتظار عدت کے اسلیے کہ طلاق قبل الوطی میں عدت نہیں ہی لوریک مستحق نہیں ہوئی **ص** ایک شخص کے پاس دو لونڈیاں اسطرح کی ہین کہ وہ ازروے نکاح کے جمع نہیں ہو سکتیں **ف** جیسے دونوں بہنیں ہین یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی **ص** اور اوسنے شہوت سے دونوں لونڈیوں سے دواعی وطی کیے تو اب وسکو ہر ایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہین جب تک کہ ایک کو ان دونوں مین سے اپنے اوپر حرام نہ کرے **ف** مثلا اوسکو بیچ ڈالے یا کسی سے نکاح کر دیوے یا آزاد کر دیوے یا مکاتب کر دیوے درمختار **ص** اور کروہ ہی **ف** تحریما درمختار **ص** بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا **ف** لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطان عادل کے ہاتھ کا یا کسی شخص زاہد عابد کا واسطے تبرک کے تو بعضون کے نزدیک جائز ہی اور بعضون کے نزدیک مسنون ہی جلپی **ص** یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہی اگر کرتہ یا جبہ پہنے ہو **ف** اسواسطے کہ جب دونوں صرف ازار پہنے ہین اور باقی بدن کھلا ہوا ہی تو بدن سے بدن معانقے مین ملیگا اور اسمین خوف شہوت کا ہی برخلاف اوس صورت کے کہ کرتہ یا انگرکھا یا اور کوئی کپڑا پہنے ہون یہ مذہب ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقا بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہی اور یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ جب بوسہ اور معانقہ واسطے محبت کے ہو اور جو بطور شہوت ہو تو اوسکے حرام ہونے مین شک نہین بالاتفاق کذا فی الاصل اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفرؓ سے جب حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا اونکی دونون آنکھوں کے درمیان مین روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین ابن عمرؓ سے اور طرفین کی دلیل ہی کہ حضرتؐ نے منع کیا مکاعمہ سے اور وہ معانقہ ہی اور مکامعہ سے اور وہ بوسہ ہی کذا فی الہدایہ احادیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی ریحانہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکامعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب دونون کے بیچ مین کوئی چیز حائل نہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب دونون کے بیچ مین کچھ نہووے ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقے کی اوسی صورت مین ہی جب دونون مین کوئی کپڑا حائل نہووے اور سفر سے جو شخص آوے اوس سے معانقہ کرنا مسنون ہی اور باقی مقامات مین جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہیں ہی **ص** اسیطرح جائز ہی مصافحہ **ف** بلکہ مسنون ہی عند الملاقات بعد سلام کے روایت کی طبرانی نے حذیفہ بن الیمانؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کرکے سلام کرتا ہی اور اپنا ہاتھ اوسکے ہاتھ سے ملاتا ہی تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہین اور ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے مرفوعا روایت کی کہ جب دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اونکے جدا ہونے سے پہلے دونون کے گناہ بخشے جاتے ہین اور جامع ترمذی مین ابن مسعودؓ سے مرفوعا مروی ہی کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہی تحیہ کی یعنی سلام پورا نہین ہوتا بدون مصافحے کے اور مصافحہ مسنون ہی دونون ہاتھون سے اونکو اکٹھا کرکے وقت ملاقات کے اور سوا اسکے اور مقامون مین جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہین ہی بلکہ بعضون نے اسکو بدعت قرار دیا ہی

مسائل ملحقہ ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہین اسیطرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھ جب کوئی چیز حائل نہو اسی طرح لڑکے لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاوین تو اونکا بستر جدا چاہیے اور مراد اوس سے یہ ہی کہ ہم بستری مع التجرد ممنوع ہی اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جداگانہ ہو تو درست ہی اور لڑکا اگر وجہ شہوت دار ہو جاوے تو حکم اوسکا نظر وغیرہ کے مسائل مین مثل بالغ کے ہی اور حامی کو نظر شرمگاہ کی طرف درست ہی امام اعظمؒ کے نزدیک جیسے ختنہ کرنیوالے کو

لیکن یہ روایت محمول ہو بر حالت ضرورت کے ایسا ہی کما فی البدایہ اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہی نہیں تو اوسکے لیے ایک بیوی لی جسکو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دین یا ختانہ سے نکاح کرا دیوین اور جو یہ صورتیں نہو سکیں تو ختنہ نہ کرے عالم یا زاہد کا پاؤن چومنا اگر کوئی چاہے تو دو لیٹے پاؤں کو بڑھائے اور ایک روایت مین ہی کہ نہ بڑھاوے اور جومنے سے آرزو اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہی وقت ملاقات کے مکروہ ہی اسی طرح زمین کا چومنا علما اور سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیہ اور آداب کے ہی تو فسق اور حرام ہی اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہی تو کفر ہی اور غیر خدا کے لیے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہی اور عالم کی تعظیم کے لیے یا دستار کی یا باپ کی قیام درست ہی جب یہ لوگ آوین اور بعض کے نزدیک ممنوع ہی اور حدیثین مختلف وارد ہین بعضوں سے جواز اور بعضوں سے ممانعت نکلتی ہی مصحف کا چومنا جائز ہی اور سوئی کا چھینا درست ہی اور ریزنا اوسکا پاؤن سے یا کاٹنا اوسکا چھری سے ممنوع ہی کذا فی الدر المختار و عالمگیری

فصل مکروہات بیع کے بیان مین

ص مکروہ ہی بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہو وے تو درست ہی جیسے گوبر کی بیع **ف** اور لید اور مینگنی کی درست ہی **ص** صحیح قول مین **ف** اور وہ قول امام محمد کا ہی یہ اور امام شافعی کے نزدیک نہین جائز ہی بیع گوبر کی کذا فی الاصل **ص** اور اوس سے **ف** یعنی آدمی کے گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے **ص** نفع بھی لینا درست ہی نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہی اور کافر نے شراب بیچکر روپے اوسکے حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے اوس شراب کے روپیوں مین سے لینا درست ہی اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اوسکے روپے حاصل کیے تو صاحب دین کو اون روپیوں سے اپنے قرض کے روپے لینا مکروہ ہی **ف** اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہی اور بیع اوسکی باطل ہی تو اوسکی قیمت بھی حرام ہی کذا فی الاصل **ص** اور جائز ہی آرایش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد مین جانا **ف** یہ ہمارے نزدیک ہی اور مالک اور شافعی کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اور ہم یہ کہتے ہین کہ اس آیت سے کفار کی نہی نہین مقصود ہی کیونکہ قول اللہ تعالیٰ کا اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ نہین موجب ہی حرمت کو بعد اوس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہی مسلمانون کو اس بات کی کہ اب اس سال کے بعد کفار قادر نہونگے اس مسجد کے دخول پر کذا فی الاصل اور دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ روایت کی ابو داؤد نے سنن مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدون کو جو کافر تھے مسجد مین اوتارا اور مسند احمد و طبرانی مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہی عینی **ص** اور جائز ہی ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی **ف** اسلیے کہ آنحضرت صلعم عیادت مریض کی کیا کرتے تھے روایت کیا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور اس مین قید مسلمان کی نہین ہی اور بھی روایت کی بخاری نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہوجا سو وہ مسلمان ہوگیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہی خدا کا جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی **ص** اور جانورون کو خصی کرنا اور گدھون کو گھوڑیون پر کدوانا واسطے جننے کے **ف** اسلیے کہ حضرت نے خصی دنبون کو ذبح کیا قربانی میں جیسا کہ اوپر گذرا اور اسمین منفعت ہی جانور کی اور ہوا ہی آپ خچر پر روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے تو اگر یہ فعل ممنوع ہوتا البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر **ص** اور حقنہ **ف** شے طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اس صورت مین جب کوئی طبیب

مسلمان یہ کہدیوے کہ فلان شخص مین تندرست ہو اور کوئی دوا مباح قائم مقام اوسکی نہ ملے درمختار **ص** اور تنخواہ قاضی کی **ف** بیت المال مین سے یہ اسواسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ قضا عبادت ہو اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین مگر یہ درست ہو اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نکرینگے کذا فی الاصل و دوسرے یہ کہ وظیفہ جزیہ جس کی یعنی قاضی اپنے حوائج سے جو رکا رہتا ہو اوسکا بدلا ہو نہ قضا کا **ص** اور سفر لونڈی کا اور ام ولد کا **ف** اور مکاتبہ اور معتقہ البعض کا **ص** بغیر محرم کے **ف** اسواسطے کہ لونڈی اجانب کی نسبت ایسی ہو جیسے محرم درمختار مین ہو کہ یہ حکم زمانہ سابق مین تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہین بسبب فساد زمانے کے **ص** اور صغیر کے واسطے خرید فروخت کرنا ضروریات کا بھائی چچا ماں کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اونکی پرورش مین ہووے اور صغیر کا اجارہ دینا صرف ماں کو **ف** جائز ہے اور اورون کو نہین درست ہو **ص** اور شیرہ انگور بیچنا اوس شخص کے ہاتھ جو اوسکی شراب بناویگا **ف** اسواسطے کہ معصیت نفس شیرہ سے متعلق نہین ہو بلکہ بعد اوسکے تغیر کے برخلاف سلاح کے کہ اوسکا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ درست نہین کیونکہ معصیت اونکی عین سے متعلق ہو کذا فی الاصل اور ذمی کی شراب مزدوری لیکر اوٹھانا **ف** یہ امام صاحب کے نزدیک ہو اور صاحبین کے نزدیک نہین درست ہو اور مزدوری حلال نہین ہو کذا فی الاصل **ص** اور دیہات مین گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لیے **ف** پارسیون کی عبادت کے واسطے **ص** یا کنیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانے کیواسطے یا شراب بیچنے کیواسطے **ف** درست ہو امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہو لیکن شہر مین بالاتفاق نادرست ہو اور ہدایہ مین ہو کہ مراد دیہات سے یہان دیہات کوفہ ہو جنمین اکثر گانون والے ذمی رہتے تھے **ص** اور ہمارے ملک کے دیہات مین تو ان باتونکی قدرت اونکو نہ دیجاویگی اسلیے کہ نشانیان اسلام کی ظاہر مین یہی قول اصح ہو اور درست ہو بیچنے کے مکانونکی عمارت بیچنا **ف** یعنی بنا اور علماء نے زمین امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک زمین کا بھی بیچنا درست ہو اور اسی پر فتویٰ ہو درمختار امام کی دلیل ظاہر حدیث ہو جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین مجاہد سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام ہو حرمت دی ہو اوسکو اللہ تعالے نے نہین حلال ہو بیع اوسکی زمین کی اور کرایہ دینا اوسکے گھر کو **ص** اور غلام کے پانون مین بیڑی ڈالنا **ف** اگر اوسکے بھاگ جانے کا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے مین مکروہ ہو ہدایہ **ص** اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اگر وہ تاجر ہو اور اوسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکے جانور کو عاریت لینا **ف** استحسانا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کیا ہدیہ سلمان کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اوسکو حاکم نے بریدہ سے اور ہدیہ بریرہ کا کذا فی الاصل لیکن حدیث کی کتابون سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت صلعم نے جب ہدیہ بریرہ کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھین **ص** لیکن مکروہ ہو کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا اپنا دیوے یا روپیہ اشرفی تحفے کے طور پر دیوے **ف** اسلیے کہ ان چیزون کی تجارت مین کچھ ضرورت نہین بخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجارون کے لانے اور معاملے کے جاری کرنے کے لیے ان باتون کی ضرورت ہوا کرتی ہو **ص** اور بھی مکروہ ہو خدمت لینا خصی سے **ف** اسواسطے کہ اسمین ترغیب ہو انسان کے خصی کرنے کی اور وہ ممنوع ہو **ص** اور مکروہ ہو بقال کو ایک روپیہ قرض دینا یہ کہکر کہ اوس سے جو چاہے گا چیزین لیتا جاویگا یہانتک کہ روپیہ پورا ہو جاوے **ف** اسواسطے کہ اس قرض مین منفعت ہو اور ایسا قرض ممنوع ہو ہان اگر اوس بقال پاس امانت روپیہ رکھ دیوے پھر اوسکے بدلے مین چیزین لیتا جاوے تو درست ہو ہدایہ **ص** اور شطرنج یا چوسر کھیلنا **ف** اور اسی طرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک مباح ہو کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اس مین

نزہت تیر ہوتی ہی لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہو جاوے اور دین میں شرط نہو ورنہ جوا ہوجاویگا اور وہ حرام ہی نص کلام اللہ سے
اہتمام یہ کہتے ہین کہ اگرچہ شرط نہین ہوتی ہے جب بھی اوسمین ضائع کرنا ہی عمر کا اور خیال باطل کا غلبہ یہان تک کہ پیاس بھی
جاتی رہتی ہی تو اور اوقات کا کیا حال ہوگا کذا فی الاصل ق قلیل اوسکا کرنا ہو پہونچی ہی یہی کہ وہ لہو ہی اور بہر تقدیر درست ہی کہ تین لہو اور
شطرنج اون تین مین سے نہین ہی ہدایہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نرد شیر کو تو گویا اوسنے اپنا ہاتھ
سور کے خون مین ڈبو دیا کہا زیلعی نے اس لفظ سے یہ حدیث غریب ہی اور موجود ہی صحیح مسلم مین یہ حدیث لیکن اوسمین
شطرنج کا لفظ نہین ہی اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین قاسم بن محمد سے کہ انھون نے کہا شطرنج کے باب مین کہ یہ
لہو ہی اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی سے اور نماز سے وہی میسر ہی جسکی حرمت کلام اللہ مین منصوص ہی ص اسیطرح ہی
لہو ولعب ف جیسے کنکوا یا تکل اوڑانا آتشبازی چھوڑنا آرایش شادی مین بنانا ص اور غلام کے گلے مین طوق ڈالنا
اور مکے کی زمین کو بیچنا یا کرایہ دینا اور دعا مین یہ لفظ کہنا معقد العز من عرشك ف یا مقعد العز من عرشك اول کے
معنی یہ ہین کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہی اور ثانی کے معنی یہ ہین کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہی دونون لفظ
کہنا مکروہ ہی اس لیے کہ لفظ اول سے حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہی کیونکہ عرش وفرش سب حادث ہین اور
عزت اور جلال الٰہی قدیم ہین اور دوسرے لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ شاید اللہ تعالی کا مکان عرش پر ہی اور یہ قول مجسمہ
قذ لہم اللہ کا ہی جو اللہ تعالی کے لیے مکان اور جہت ثابت کرتے ہین نعوذ باللہ منہ در مختار مین ہی کہ ابو یوسف نے اسکے
عدم کراہت کو کہا ہی اور اسی کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ یہ لفظ دعا ماثور مین وارد ہی جسکو روایت کیا بیہقی نے
عبد اللہ بن مسعود سے تو اس صورت مین لفظ عز صفت عرش کی ہوگا نہ صاحب عرش کی ہم صاحب مختار کہتے ہین
کہ زیادہ تر احتیاط اس دعا کے نہ کہنے مین ہی اسواسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہی اور مخالف ہی اون آیات قطعیہ کے جنسے نفی
جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہی ص اور مکروہ ہی کہ دعا مین یہ کہے بحق فلان یا بحق رسلک وانبیائک واولیائک
ف اسلیے کہ رسل اور انبیا اور ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہین اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہین ہی یعنی جو
کچھ اللہ تعالی اپنے بندون کو نعمتین اور رحمتین عطا کرتا ہی اور کریگا اوسکو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیے ورنہ
حق تعالی کو کسیکا دینا نہین آتا البتہ یہ لفظ دعاے ماثور مین وارد ہی تو مراد اوس جگہ حق سے حرمت اور عظمت اور
وجاہت ہی نہ حق وجوبی ص اور مکروہ ہی قرآن شریف پر بعد دس دس آیتون کے علامت بنانا یا اوسمین اعراب بنانا
ف اسواسطے کہ ابن مسعود نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن مین اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین ص مگر اہل عجم کو درست ہی بلکہ مستحسن ہی ف اسواسطے کہ یہ لوگ اعراب زبان عرب کو پہچان نہین سکتے تو حرج
واقع ہوگی اعراب نہ لکھنے مین اور قرآن کا حفظ اور قراءت متروک ہوجائیگی ص اور مکروہ ہی بند کر رکھنا آدمی اور جانورون
کی خوراک کو اوس شہر مین جہان پر روکنا ضرر کرتا ہو ف اسواسطے کہ حدیث مین ہی الجالب مرزوق والمحتکر ملعون
یعنی غلہ لانے والا واسطے شہر والون کے رزق دیا گیا ہی یعنی خداے تعالی اوسکو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہی روایت
کیا اوسکو ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب سے اور روایت کی احمد نے مسند مین ابن عمر سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگون سے

چالیس دن تک تو وہ بری ہوا اللہ سے اور اللہ بری ہوا اوس سے اور مراد یہ ہی کہ غلہ خرید کرکے اوسکو رکھ چھوڑے اور خلق خدا کے
ہاتھ نہ بیچے اس نظر سے کہ جب گران یا قحط ہوگا تو بیچینگے تو حاصل یہ ہی کہ یہ روکنا غلے کا اگر اہل شہر کو ضرر کرے تو مکروہ ہی اور ابو یوسف سے
مروی ہی کہ احتکار کچھ غلے پر منحصر نہیں ہی بلکہ جس چیز کے روکنے سے عامہ خلائق کو ضرر پہنچے تو اوسکو احتکار کہتے ہیں اور محمد سے
مروی ہی کہ کپڑے میں احتکار نہیں ہی اور مدت حبس کی بعضون کے نزدیک چالیس دن ہین اور بعضون کے نزدیک ایک مہینا
لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہی اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روک رکھے اور واجب ہی کہ قاضی
محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل و عیال کی قوت سے فاضل ہو اوسکو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اوسکو تعزیر دیوے اور صحیح یہ ہی کہ اگر وہ
نہ بیچے تو قاضی جبراً اوسکو بیچ ڈالے کذا فی الہدایۃ والاصل **ص** نہیں مکروہ ہی اوس غلے کا روک رکھنا جو اوسکی زمین میں حاصل پیدا
ہوا ہووے یا دوسرے شہر سے اوسکو لایا ہووے **ف** اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہی اور امام محمد کے نزدیک جو چیز لائی جاوے مصر تک
اکثر حکم مصر میں ہی کذا فی الاصل **ص** اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اوس سے گھٹے اور بڑھنے نہ پاوے **ف**
بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے **ص** مگر اوس صورت میں کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھا لیویں تو لوگون کی صلاح اور مشورہ سے نرخ مناسب
مقرر کر دیوے **ف** اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے مروی ہی کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ
نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنیوالا ہی اور بند کرنیوالا ہی
اور کشایش کرنے والا ہی میں چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم میں سے کوئی شخص مجھسے مطالبہ نہ کرے کسی مظلمہ مالی یا خونی کا کہا
ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندون میں اسکو روایت کیا ہی کذا فی العینی
مسائل متفرقہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود بھیجے اور ساتھ ملاکر بالتبع کہہ سکتا ہی آواز بلند کرنا ذکر اور
دعا میں مکروہ ہی کبوتر دن کا پالنا انتیاس اور دفع وحشت کے لیے درست ہی اور اوڑانا یا مرغ لڑانا حرام ہی کبوتر باز
اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہو یا ڈھیلے مار کے لوگون کے شیشے توڑتا ہووے تو تعزیر دیا جاوے اور
نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اوسکے ذبح کر ڈالے جاوین یا خرید کر کے چھوڑ دیا
درست ہی اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ ضائع کرنا ہی مال کا گھوڑ دوڑ درست ہی اگر شرط ایک طرف ہو اور حرام ہی
اگر دونون جانب شرط ہووے مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہو جاوے اور اوسکا گھوڑا اس طرح کا ہو کہ اوسکے آگے بڑھ جانے کا احتمال ہو
پھر اگر اوس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونون شخصون سے مال مشروط لیوے اور ان دونون شخصون میں جو آگے بڑھ جاوے
دوسرے سے مال مشروط بھر لے اور جو وہ دونون تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لینگے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت
اور جہاد جائز ہی اور بقصد بازی مکروہ ہی قصص کا ذب اور احادیث دروغ کا مذاکرہ مکروہ ہی ناخون کترانا مستحب ہی دن جمعے کے
بعد نماز کے کہ جب بہت بڑھ گئے ہون اور غازی کو ناخون اور موچھین بڑھانا چاہیئیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ناخون کترانا شروع کیے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے اوسی کی چھنگلیا تک پھر بائین ہاتھ کی چھنگلیا سے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے
تک سوائے زہار مونڈنا اور نہانا ہر جمعہ میں افضل ہی اور پندرھوین دن بھی موئے زہار مونڈنا جائز ہی اور چالیس دن سے زیادہ گذارنا
مکروہ ہی داڑھی ایک مٹھی رکھنا مستحب ہی اس سے جو بڑھے اوسکو قطع کرے اگر بد نما معلوم ہو موچھون کو کترا دے یا منڈا ڈالے اگر

کترنے اتنا کہ لب بالا کے کنارے کے برابر ہو جاوے عورت کو سر کے بال کٹانا حرام ہے ایک شخص نے علم دین و تفسیر قرآن کو تعلیم کرنے کے لیے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کے لیے تو اول افضل ہے اور باہم مذاکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہے تفقہ فی الدین کے علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا جائز ہے اگر امرد نہو قاضی پر حکمہ میں آ رہا اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کے واسطے یا تسبیح اور قرات قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کو وقت اذان و اقامت کے حال میں حرج ہے اب سلام کا دینا واجب نہیں لڑکیوں کے کان چھیدنے میں قباحت نہیں ہے بعد دفن کے میت کا نقل کرنا جائز ہے البتہ قبل دفن کے بعض نے مکروہ کیا جائز ہے عاشورہ کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے وقت قرآن پڑھنے سے سنا اسکا زیادہ ثواب ہے واللہ اعلم من الدر المختار وحمایہ

ص کتاب احیاء الموات

ف یعنی ناآباد زمینوں کے آباد کرنے کے بیان میں ص موات وہ زمین ہے جس سے نفع حاصل نہیں ہوتا پانی نہونے یا پانی کی کثرت کے سبب یا مانند اسکے اور اسباب سے ف مثلا زمین بہت نمدار ہو گئی یا شور ہو گئی کذا فی الاصل ص اور قدیم سے کسی کی مملوک نہیں ہے یا مملوک ہے اہل اسلام کی لیکن اوسکا کوئی مالک معین نہیں معلوم ہوتا اور بستی سے اسقدر دور ہے کہ اگر کوئی شخص انتہائے آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اوس زمین میں آواز نہ پہنچے ف امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہوگی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہیں ہے پس اگر اوسکا مالک معلوم ہووے تو وہ عامہ مسلمین کی ہے اور جس وقت اسکا مالک ظاہر ہو جاوے تو اوسکو روکی جاویگی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ مزارع کو دینا پڑیگا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ہے امام محمدؒ نے کذا فی الاصل ص جو شخص ایسی زمین کو آباد کریگا تو وہ زمین اوسی کی مملوک ہو جاویگی اگر امام کے اذن سے ہووے گو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے ہووے تو مالک نہوگا ف یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک امام کا اذن شرط نہیں ہے کذا فی الاصل دلیل انکی قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اوسی کی ہے روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہے اور اختلاف ہے اوسکے صحابی میں بعضے جابر کہتے ہیں اور بعضے عائشہؓ اور بعض عبداللہ بن عمرؓ اور راجح قول اول ہے اور روایت کی بخاری نے عروہ سے انھوں نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی ملک نہووے سو وہ زیادہ حقدار ہے اوسکا کہا عروہ نے یہی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت میں دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ روایت کی طبرانی نے معاذ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اوسکا امام خوش ہو اور اوپر کی حدیث محمول ہے اوسی صورت پر جب اذن امام کا ہووے ص نہیں جائز ہے آباد کرنا اوس زمین کا جسکا پانی ہٹ گیا ہو لیکن وہاں آسکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہو گیا ہو کہ پھر اوسکا عود نہو سکے تو آباد کرنا اوسکا درست ہے اگر زمین موات امام کے اذن سے لی اور اوس میں پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اوسکو آباد نہیں کیا تو امام اوس سے زمین لیکر دوسرے کے حوالے کرے اور جس نے ایک کنواں زمین موات میں کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنواں عطن کے لیے ہو ف یعنی پانی اوس میں سے ہاتھ سے بھرا جاتا ہو اور اونٹ اوسکے گرد بیٹھ کے پانی پیتے ہوں ص یا ناضح ہو ف ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے اونٹوں سے کھیت سینچنے کے لیے ص تو گرد اگرد اوس کنوئیں کے چالیس گز

ہر طرف سے اور مکان حق ہوگا بر قول اصح **ف** اور بر قول غیر اصح حریم اوسکا چالیس گز ہی ہر طرف سے دس گز اور صاحبین کے
نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہوگا ہر جانب سے اور گز سے مراد گز شرعی ہی جو چوبیس انگل کا ہوتا ہی اور ہر انگل بقدر چھ
جو کے جب آپسمین ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہو کذا فی الاصل دلیل امام صاحب کی حدیث ہی عبد اللہ بن مغفل کی روایت کیا
اوسکو ابن ماجہ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کنواں کھودے تو اوسکو چالیس گز ہی واسطے پانی پینے اوسکے
جانورون کے روایت کی امام احمد نے مسند مین ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنوین کا چالیس گز ہی سب طرف سے
اوسکے واسطے پانی پینے اونٹ اور بکریون کے **ص** اور حریم چشمے کا پانسو گز ہی ہر جانب سے **ف** اسواسطے کہ ابو یوسفؒ نے
کتاب الخراج مین روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانسو گز ہی اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہی
اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ یہی حدیث دلیل ہی صاحبین کی بیر ناضح کے حریم مین زیلعی نے تخریج
ہدایہ مین اسکو غریب کہا ہی **ص** تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنواں کھود دینے کا ارادہ کریگا تو منع کیا جاویگا نہ باہر حریم
کے اگر حریم کی منتہی پر ایک اور شخص نے کنواں کھودوا تو اوسکا حریم تین جانب سے ہوگا نہ پہلے کنوین کی جانب سے **ف** اسلیے کہ
وہ ملک پہلے کنوین والے کی ہی **ص** اور کاریز **ف** یعنی مجری پانی کا زمین کے نیچے درمختار **ص** کا حریم بقدر
اوسکی اصلاح کے ہی **ف** اندر کی مٹی نکالنے کے لیے یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور بعضون نے کہا کہ جب اوس مین پانی
نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہی اوسکا حریم نہین ہی اور جب پانی نکلے تو حکم اوسکا مثل چشمے کے ہی یعنی پانسو گز اوسکا حریم ہوگا کذا فی
الاصل **ص** نہر کا حریم نہ ملیگا دوسرے کی زمین مین امام صاحب کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبین کے نزدیک ملیگا اوسکو نہر کی مینڈ کی
چلنے کے لیے اور مٹی ڈالنے کے لیے ملیگا اور ایسی ہی زمین موات مین تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے
بیچ مین واقع ہی اور کسی کی اون دونون مین سے اوس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہین ہی تو وہ مینڈ صاحب زمین کی
ہوگی امام صاحب کے نزدیک اور جو کسی کی علامت اوسپر موجود ہی تو اوسی صاحب علامت کی ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حریم نہر کا
بقدر نصف البطن نہر کے ہوگا ہر جانب سے اور محمدؒ کے نزدیک بمقدار پورے البطن نہر کا ہر جانب سے **ف** درمختار مین ہی کہ قول ابو یوسفؒ پر
فتوی ہی اور حریم درخت کا جو زمین موات مین بوئے پانچ گز ہی ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہی حدیث مین اخراج کیا اوسکا ابو داود نے

فصل شرب کے مسائل مین

ص شرب بالکسر عبارت ہی پانی کے حصے سے **ف** یعنی پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت سینچنے کے لیے یا جانورون
کے پلانے کے لیے درمختار **ص** اور شفعہ کہتے ہین آدمی یا چارپایون کے پانی پینے کو دون سے تو ہر شخص کو حق شفعہ پہونچتا ہی
ہر پانی مین جو کسی برتن کے اندر رکھا گیا ہو **ف** اسلیے کہ جب پانی کسی برتن مین رکھا گیا تو وہ رکھنے والے کا مملوک ہوگیا
اب کوئی شخص بے اجازت اوسکے اوسمین سے نہین پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہ مین ہی جیسے کنواں یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو
ہر شخص کو اوس سے پینا یا جانورون کو پلانا پہونچتا ہی **ف** اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آدمی شریک
ہین تین چیزون مین ایک پانی دوسری گھاس تیسری آگ روایت کیا اوسکو ابو داود اور ابن ماجہ نے **ص** اسیطرح ہر شخص کو
پہونچتا ہی کہ پیا یا نہر عظیم جیسے دجلہ اور جو مانند اسکے نہر ہین **ف** دجلہ نام ہی نہر بغداد کا اور مانند دجلہ کے اور ...

عظام ہیں مثل گنگا جمنا گھاگھرہ وغیرہ ص اپنی زمین کو سینچے یا اوس میں سے ایک نہر اپنی زمین کی طرف نکالے سینچنے کے
لیے یا چکی کے لیے اگر عامۂ خلق کو اوس سے مضرت نہ پہونچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کوین سے جائز نہیں کہ اپنے جانوروں کو
پانی پلاوے اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانوروں کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت میں پانی ڈالے
مگر اوسکی اجازت سے البتہ یہ ہو سکتا ہو کہ گھڑے میں پانی بھر کر اپنے گھر میں لا کر درخت یا سبزہ میں ڈالے صحیح تر قول میں ف
اور بعضون کے نزدیک یہ بھی درست نہیں مگر مالک کے اذن سے آورخانیہ اور وجیز میں اسی قول کو صحیح کہا ہو طحطاوی ص
جو نہر کسی کی مملوک نہیں ہو اوسکی کھدوائی بیت المال میں سے دیجاویگی اور اگر بیت المال میں روپیہ نہووے تو رعایا سے
لی جاویگی ف اور اگر وہ نہ دیں تو امام اون سے جبراً لیوے جیسے تیاری لشکر اسلام کیواسطے ~~یعنی~~ حموی ص اور جو وہ نہر
مملوک ہو تو نہر والون سے لی جاویگی نہر کے اوپر کی جانب سے نہ پانی پینے والون سے ف یعنی جو اوس نہر میں پانی پیتے ہیں
اونسے کھدوائی نہ لیجاویگی اسلیے کہ وہ نہر والے نہیں ہیں ص اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاوینگے تو اوس پر باقی
نہر کی کھدوائی لازم نہ آویگی ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سب شریکون پر پوری نہر کی اول سے آخر تک
کی کھدوائی مقرر کرکے حصہ رسد سب سے لی جاویگی ص صحیح ہو دعوی شرب کا بغیر دعوی زمین کے ف یہ استحسان ہو اسلیے کہ کبھی
پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہو ارث اور کبھی زمین بیچڈالی جاتی ہو اور شرب باقی رہنے کے لیے رہتا ہو کذا فی الاصل ص ایک
جماعت نے شرب میں جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کر دینگے اور اوپر کی جانب والا نہر روک نہیں سکتا اگرچہ اوسکی
زمین سیراب نہیں ہوتی ہو بغیر روکے ہوے مگر اور شرکا کی رضامندی سے اور کوئی اوس نہر میں سے دوسری نہر نکال نہیں سکتا
یا اوسپر چکی کھڑی نہیں کر سکتا یا دولاب یا پل یا نہیں بنا سکتا مگر شرکا کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک میں رکھے ف
اسطرح سے کہ بطن نہر اور دونون کنارے اوسکے مملوک ہون اور دوسرے شریک کو صرف پانی بہانے کا حق ہووے کذا
فی الاصل ص اور نہر اور پانی کو اوس سے ضرر نہ پہونچے تو ہو سکتا ہو اسی طرح نہر کے مونہہ کو چوڑا نہیں کر سکتا یا اگر نہر کا
پانی بطور سوراخوں کے منقسم تھا اور وہ دونون کے حساب سے بانٹے تو یہ نہیں ہو سکتا یا اوس زمین میں پانی لیجاوے جہان کی
باری مقرر تھی حق شرب موروث ہوتا ہو اور اوس سے نفع اوٹھانیکے لیے وصیت بھی ہو سکتی ہو اور اوسکی بیع یا اجارہ
یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہیں ہو سکتی اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا ف موافق عادت کے
ورنہ ضامن ہوگا درمختار ص اور اوس سے دوسرے کی زمین میں تری پہونچکے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان
نہ دیگا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی سینچی تو تاوان نہ دیگا ف اسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہو اور یہی قول ہو
امام خواہرزادہ کا اور جامع صغیر بزدوی میں ہو کہ ضامن ہوگا کذا فی الاصل درمختار میں ہو کہ فتوی قول اول پر ہو واللہ اعلم

کتاب الاشربة

یہ کتاب ہو شرابون کے احکام کے بیان میں حرام ہو خمر اور وہ کچا پانی ہو انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ اوٹھاوے
اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو ف یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اوسکا حرام ہو اسلیے کہ وہ نجس عین ہو مثل پیشاب کے
فرمایا اللہ تعالی نے خمر کے حق میں رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ یعنی وہ پلید ہو شیطان کا کام ہو اور لیجا دینا اوسکی

حرمت مین بکثرت وارد ہوئی ہین روایت کی حاکم اور ابو داؤد نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی نے لعنت کی خمر پر اور اوسکے پینے والے پر اور اوسکے نچوڑنے والے پر اور اوسکے پلانے والے پر اور اوسکے اوٹھانے والے پر اور اوسکی قیمت کھانے والے پر اور اوسکے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابو حنیفہ اور نسائی اور دارقطنی نے ابن عباسؓ سے کہ خمر حرام ہی قلیل اور کثیر اوسکا اور اور شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہی اور باقی ائمہ کے نزدیک جو چیز عقل کو زائل کر دیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہی دلیل اونکی حدیث ہی ائمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر خمر ہی اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے خمر ان دو درختون سے ہوتا ہی یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہ نے دلیل امام کی یہ بیان کی ہی کہ خمر باتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہین اور حدیث اول مین یحیی بن معین نے طعن کیا ہی اور حدیث ثانی سے بیان حکم منظور ہو نہ بیان معنی خمر اور رد ائمہ حدیث نے اسکو رد کیا ہی اسطرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخان اور ائمہ اربعہ نے پس یہ اعلی مراتب صحیح مین ہوئی اور طعن یحیی ابن معین کا اوس حدیث مین ثابت نہین ہی کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ مینے اس طعن کو کسی کتاب حدیث مین نہین دیکھا اور ائمہ لغت مختلف ہین خمر کی حقیقت مین بعض نے خاص کیا ہی انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام کہا ہی اور قاموس مین قول ثانی کو صحیح کہا ہی اور دلائل اوسکی صحت کے بہت ہین ایک قول حضرت عمرؓ کا بر سر منبر روبرو جماعت صحابہ کے کہ خمر پانچ چیزون سے ہوتا ہی انگور اور کھجور اور شہد اور گیہون اور جو سے اور خمر وہ ہی جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو روایت کیا اوسکو بخاری نے اور ظاہر ہی کہ عمرؓ اور صحابہ کرام عرب عرباء اور اعلم باللسان تھے دوسری روایت کی بخاری نے انسؓ سے کہ جس وقت خمر حرام ہوا سو خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسری روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہون سے خمر ہوتا ہی اور جو سے خمر ہوتا ہی اور تمر سے خمر ہوتا ہی اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہی اور شہد سے خمر ہوتا ہی اور ان لوگون مین سے جنھون نے اطلاق کیا خمر کا غیر انگور پر عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسیٰؓ اور ابو ہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ ہین صحابہ سے اور تابعین سے سعید بن المسیب اور حسن اور سعید بن جبیر ہین اور اور لوگ ہین کہا طحاویؒ نے کہ جب تعارض واقع ہوا احادیث ابو ہریرہ اور حدیث نعمان اور حدیث ابن عمر مین کہ جب خمر حرام ہوا مدینے مین تو ان خمرون مین سے کوئی خمر وہان نہ تھا روایت کیا اوسکو بخاری نے اور صحابہ اوسکی تعریف اور ماہیت مین مختلف ہو گئے چنانچہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی ساتھ انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہمنے درمیان ائمہ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہی تو اسی کو اختیار کیا ہمنے اسلیے کہ امر حرمت کا عظیم ہی جیسے امر حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہی اور منکر اوسکی حرمت کا کافر ہی برخلاف اوسکے جو اور اشربہ کی حرمت کا منکر ہو اسلیے احتیاطا ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑکر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اوسکے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا اور سوا اوسکے اور مسکرات بھی حرام ہین لیکن حرمت اونکی ظنی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب ص اور جھاگ ہونا شرط ہی امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جب شدید ہو گیا اور مسکر ہو گیا اب جھاگ اوٹھانا ضرور نہین ہی پھر حسمہ کا عین

حرام ہی اگرچہ قلیل ہو اور جس لوگون کا قول یہ ہو کہ بقدر سکر اوسمین سے حرام ہی ف لیکن یہ قول مردود ہی اس لیے کہ اللہ تعالی نے خمر کو رجس فرمایا ہی جیسا کہ گذرا اور اوسپر اجماع امت کا ہو گیا کذا فی الاصل ص پھر خمر کا حلال جاننے والا کافر ہی ف اسلیے کہ منکر ہی نص قطعی کا ہدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنی قیمت اور ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہی مالیت اوسکی ف تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کر دیا تو ضمان لازم نہ آویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی خمر کے بائع اور اوسکی قیمت کھانے والے پر اور روایت کی مسلم نے اور محمدؒ نے آثار مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسنے حرام کیا خمر کو سو اوسی نے حرام کیا اوسکی بیع اور ثمن کھانے کو ص اور حرام ہی مسلمان کو نفع اوٹھانا خمر سے ف اسلیے کہ انتفاع نجس سے حرام ہی در مختار مین ہی کہ خمر کا جانورون کو پلانا یا اوس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا مین اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کھانے مین یا اوسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہی مگر سرکہ بنانا یا پیاس کے سبب سے جان نکلتی ہو اور پانی وغیرہ نملے تو پینا بقدر ضرورت درست ہی اور جو ضرورت سے زیادہ پیئے گا تو اوسپر حد ماریجاویگی ص اور جو کوئی خمر کو پیئے گا اگرچہ اوسکو نشہ نہووے لیکن حد ماراجاویگا ف چنانچہ دلیل اسکی کتاب الحدود مین گذری اور سوا خمر کے اور شرابون کے پینے سے حد پڑیگی جب تک نشہ ہووے لیکن محمدؒ کے نزدیک پڑیگی اور اوسی پر فتوی ہی ہر زمانے مین عالمگیری ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اوسکی حرمت نجاویگی ف اسلیے کہ بعد خمر ہوجانیکے پکانا موثر نہین ہی ہدایہ ص اور جائز ہی سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہی وہ سرکہ اسی طرح اگر خود بخود سرکہ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک جائز نہین دلیل شافعی کی حدیث ہی انس کی ابی طلحہ سے کہ پوچھا انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیمون کا خمر میرے پاس ہی تو آپ نے فرمایا کہ بہا دے اوسکو تو کہا مینے کہ سرکہ بنالون اوسکا کہا آپ نے نہین ہم کہتے ہین کہ یہ حدیث قریب تر ہی اوس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اوائل مین آپنے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنون کا استعمال بھی منع کر دیا تھا بعد اوسکے بالاتفاق درست ہو گیا اسی واسطے شافعی نے بھی ایک قول مین یہ سرکہ جائز رکھا ہی دوسرے یہ کہ حضرت نے فرمایا کیا اچھا سالن سرکہ ہی روایت کیا اوسکو مسلم نے جابرؓ سے اور سرکہ اس حدیث مین مطلق ہی تیسرے یہ کہ علت حرمت خمر کی سکر ہی تو جب سکر زائل ہو گیا تو حرمت بھی جاتی رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہو گیا تو جہان تک سرکہ ہی وہان تک کا برتن پاک ہو گیا اور اوسکے اوپر کی جانب جہان سے خمر گھٹ گیا ہی تبعاً پاک ہو جاویگا یہی مفتی بہ ہی اور ایک روایت مین پاک نہوگا مگر جب وہ سرکہ وہان تک ڈالدیویگا تو علی الفور پاک ہو جاویگا ہدایہ ص اسیطرح حرام ہی طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور دو تہائی سے کم جلایا جاوے ف طلا اوسکو اسلیے کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہی اونٹ کی طلا کے اور صحیح یہی ہی کہ اسکا نام باذق ہی اور جو نصف جل جاوے تو اوسکا نام منصف ہی یہ دونون اوزاعی کے نزدیک مباح ہین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام ہین ص اور سکر یعنی کھجور کا پانی اور نقیع زبیب یعنی خشک انگور کا پانی جب انمین جوش اور شدت پیدا ہو جاوے ف یعنی طلا اور سکر اور نقیع زبیب جب ہی حرام ہین کہ ان مین جوش اور نشہ پیدا ہووے اور شریک بن عبداللہ کے نزدیک سکر درست ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا اور ہماری دلیل احادیث و اجماع صحابہ کا ہی اوسکی حرمت پر اور یہ آیت ابتداے اسلام کی ہی جب خمر حلال تھا اور بعضون نے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہی کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور رزق حسن کو

ترک کرتے ہو کذا فی الاصل والہدایہ **ص** اور نجاست اسکی غلیظہ ہی **ف** اور ایک روایت مین خفیفہ ہی ہدایہ اور حرام ہونا اسکا امام صاحب کے نزدیک جب ہی جسوقت جوش کرے اور شدید ہو اور جھاگ لاوے اور صاحبین کے نزدیک فقط اشتداد کافی ہی شل شراب کے کذا فی الاصل **ص** لیکن حرمت اسکی ظنی ہی تو منکر اسکا کافر نہو گا اور خمر کی حرمت قطعی ہی تو منکر اسکا کافر ہو گا اور درست ہی شلث انگور کا اگرچہ اوسمین شدت ہو جاوے **ف** یعنی سکر پیدا ہو جاوے تو شلث انگور کا اوسکو کہتے ہین کہ انگور کا پانی لیکر پکایا جاوے یہانتک کہ اوسکی دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی رہ جاوے پھر اوسکو رکھ چھوڑین یہانتک کہ اوسمین شدت ہو جاوے اور جھاگ اوٹھنے لگے اسیطرح اگر اوسمین ابعد جلانے کے پتلا کرنیکے لیے تھوڑا سا پانی ڈالکر پھر پکا دین اور اوسکو رکھ چھوڑین یہانتک کہ جوش کرے اور شدید ہو اور جھاگ اوٹھنے لگے اور درست ہی یہ مثلث امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک بالکل حرام ہی کذا فی الاصل اور طلا درحقیقت اسی کا نام ہی در مختار مین ہی کہ مثلث کا کبار صحابہ سے شارب ہی **ص** اسیطرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا جب تھوڑا سا پکا لیا جاوے اگرچہ اوسمین شدت ہو جاوے لیکن ان تینون کا اس مقدار تک پینا درست ہی کہ نشہ نکرے اور لہو و طرب کے قصد سے نپیے بلکہ قوت کے لیے استعمال کرے **ف** ورنہ امام صاحب کے نزدیک بھی حرام ہی دلیل امام اعظم کی حدیث ہی علی کی کہ فرمایا حضرت نے حرام کیا اللہ تعالی نے خمر کو بالکل اور اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اوسکو عقیلی نے اور کہا کہ اسناد مین اوسکی عبد الرحمن مجہول ہی اور حدیث اوسکی غیر محفوظ ہی البتہ یہ ابن عباس سے موقوفاً مروی ہی روایت کیا اوسکو ابو حنیفہ اور دار قطنی نے جیسا گذرا اور روایت کیا نسائی نے حلت کو مثلث کی حضرت عمر سے تو حرام امام صاحب کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہی جس سے نشہ ہوا اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک یہ سب حرام ہین قلیل و کثیر ان کا اسلیے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو سو اوسکا قلیل بھی حرام ہی روایت کیا اوسکو احمد اور چارون عالمون نے جابر سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے عائشہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہووے تو اوسکا ایک کف بھر بھی حرام ہی اور بہت سے علما نے فتوی دیا ہی محمد کے قول پر اس زمانے مین اسلیے کہ فاسق ان چیزون کا استعمال کرتے ہین واسطے سکر کے اور شاید امام اعظم کو یہ حدیثین نہین پہونچین واللہ اعلم **ص** اسیطرح درست ہی خلیطان یعنی کھجور اور انگور خشک کو ملا کر بھگو دین اور تھوڑا سا پکا کر اوسکو چھوڑ دین یہانتک کہ جوش مارے اور شدید ہو جاوے جب اوسکو پیے بغیر لہو و طرب کے **ف** دلیل حلت کی وہ حدیث ہی جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا عائشہ صدیقہ سے کہ ہم منقی بھر اور منقی بھر انگور خشک بھگو رکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سو جو صبح کو تر کرتے تھے تو آپ شام کو اوسکو پیتے تھے اور جو شام کو تر کرتے تھے تو آپ صبح کو اوسکو پیتے تھے اور محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین پلانا ابن عمر کا ابن زیاد کو خلیطان روایت کیا ہی اور وہ جو حدیث جابر مین جسکو روایت کیا ائمہ ستہ نے ممانعت اسکی منقول ہی تو محمول ہی اوپر ابتداے اسلام کے ہدایہ **ص** اسیطرح درست ہی نبیذ شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا اگرچہ پکایا نہ جاوے بغیر لہو و طرب کے **ف** امام صاحب کے نزدیک ہدایہ مین ہی کہ انکے پینے والے کو حد نپڑیگی اگرچہ مست ہو جاوے اور محمد کے نزدیک یہ سب حرام ہین مطلقاً اور یہی مفتی بہ ہی اور اوسکے پینے والے کو حد پڑیگی اگر مست ہو جاوے بقول مختار فی زماننا کذا فی الدر المختار **ص** اور درست ہی سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اوسمین ڈالکر بناوے اور نبیذ بنانا تونبون اور سبز گھڑون اور مرتبان اور روغن قیر مالش کیے ہوے برتنون اور لکڑی کے برتنون مین **ف** اسواسطے کہ صحیح نے

اور حضرت جابر سے روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شے کا بہت سا نشہ لاوے اوسکا تھوڑا بھی حرام ہی اور حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ حرام کی گئی خمر بعینہا تھوڑی ہو یا بہت اور ہر پینے کی چیز میں سے نشہ لانے والی روایت کیا اسکو نسائی نے ص لیکن حدیث ابن عباس صحیح ہی ف مراد کراہت حرمت ہی کہ نانی الاصل ص لیکن بھنگ اور افیون وغیرہ کا کھانا حرام ہی ف اور خمر کی حرمت بعینہا ہی قلیل ہو یا کثیر اور مسائل ملحقہ در مختار میں ہی کہ بھنگ اور افیون اور بہت سی حشیش حرام ہی لیکن حرمت خمر سے ان کی حرمت کمتر ہی سو اگر کوئی شخص ان میں سے کچھ کھاوے تو اوس پر حد نہیں اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیکا وے اور بھنگ اور افیون کی حرمت معلوم ہوتی ہی اگر قلیل ہو جس سے نشہ نہ ہووے اور بھنگ کے باب میں علما مختلف ہوئے ہیں بعض کے بیان سے حرمت بعضوں کے قول سے کراہت تنزیہی اور بعضوں کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہی لیکن کراہت تحریمی کا قول ضعیف ہی اور کراہت تنزیہی اقرب ہی اور حلت کے لیس مست کا قول اصح ہی اور یہی مستفاد ہی کتب شافعیہ سے اور موافق ہی اس قول کے کہ اشیا میں اباحت اصل ہی اور وہ جو حدیث میں وارد ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر سے روایت کیا اسکو احمد نے ام سلمہ سے تو اوس سے ممانعت بنا کو کھانے کی جو واسطے دوا کے ہو اور قلیل ہو کہ اوس سے فتور پیدا نہ ہووے نہیں نکلتی اور یہی حکم تو ہے کا واللہ اعلم بالصواب زمان یا جسیم مخلوط اور حرام ہی اور جو اور کوئی چیز مسکر مخلوط ہو تو ہمارے مشائخ نے صحت رسم سید بن حنبل امام محمد کے روایت ہی اور یہی فتوی ہی

ص کتاب الصید

ف یہ کتاب ہی شکار کے بیان میں اور صید وہ حیوان متوحش ہی جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر حیلہ سے اور حلت صید کی غیر محرم کے لیے کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا اور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيۡكُمۡ صَيۡدُ الۡبَرِّ مَا دُمۡتُمۡ حُرُمًا یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور فرمایا احرام کیا گیا تم پر شکار خشکی کا جب تک تم احرام میں ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ کر مار ڈالے تو کھا اور جو وہ اوس میں سے کھالیوے تو مت کھا روایت کیا اسکو ائمہ ستہ نے اور منعقد ہوا اوسکی حلت پر اجماع ص حلال ہی شکار ہر دانت والے اور پنجے والے جانور کا اور پرند ہی سے جیسے کتا اور باز وغیرہ ف یعنی جس کے دانت اور پنجے والے جانوروں کے کتاب الذبائح میں بحر یعنی خزیر جو کسو طرح مستثنی ہی اس سے اس لیے کہ وہ نجس العین ہی اور امام ابو یوسف نے استثنا کیا شیر کا بسبب اوسکے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور بعضوں نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا بخساست میں اور ظاہر یہ ہی کہ کچھ حاجت استثنا کی نہیں مگر اسلیے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم ممکن نہیں ہی سکتی اسلیے کہ شیر عالی ہمت ہی وہ کسی کا کام نہیں کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہی وہ بھی کسی کا کام نہیں کرتا تو حلت صید کی شرط نہیں پائی جاتی کہ ارنی الاصل طرق اسباب بیچ قول اللہ تعالی کا ہی وَمَا عَلَّمۡتُمۡ مِّنَ الۡجَوَارِحِ مُكَلِّبِيۡنَ یعنی حلال ہی تمہارے واسطے شکار جانوروں کا جو زخمی کرتے ہیں جنکو تعلیم کیا تم نے مطلق پس شامل ہی جو ہر پائے کو دوسری

حدیث عدی بن حاتم مین لفظ کلب کا وارد ہوا اور کلب کا اطلاق زبان عرب مین ہر درندے پر ہوتا ہی بیان اسکا تیسرا بھی
ہدایہ **ص** بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہون **ف** اسلیے کہ کلام اللہ مین وما علمتم کی قید ہو دوسرے یہ کہ ابی ثعلبہ خشنی نے کہا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہین اپنے کتے معلم اور غیر معلم سے تو فرمایا آپ نے کہ جو تو شکار کرے اپنے
کتے معلم سے بسم اللہ کہکر سو کھا اوسکو اور جو تو شکار کرے غیر معلم کتے سے اور اوس جانور کو ذبح کر لے تو کھا اوسکو یعنی بغیر
ذکات اوسکا شکار درست نہین ہو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے **ص** اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگا دین **ف**
اسواسطے کہ کلام اللہ مین جوارح کا لفظ وارد ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جراحت ضرور ہو اور یہی ظاہر الروایت ہی اور اسی
فتوی ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جراحت شرط نہین ہو **ص** اور اونکو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہکر چھوڑے
ف اسواسطے کہ حدیث عدی مین بسم اللہ کہنے کا امر ہو اور اوسی حدیث مین ہو کہ عدی نے کہا یا رسول اللہ مین اپنا کتا
بسم اللہ کہکر چھوڑتا ہون اور اوسکے ساتھ ایک اور کتا آجاتا ہو اب مین نہین جانتا کہ شکار کو کس کتے نے پکڑا تب فرمایا
ہے کہ نہ کھا اوسکو اسلیے کہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہو نہ دوسرے کتے پر تو اگر کتا چھوڑنے والا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن
عمداً بسم اللہ ترک کر دیوے تو درست نہین ہو **ص** اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو
پاؤن سے یا پرون سے اور وحشی ہو حلال ہو **ف** ذکات اختیاری اوسمین نہو سکے تو جو جانور لوگون سے انس
پکڑ گیا ہو ممتنع ہو لیکن متوحش نہین ہو اور جو شکار جال مین پھنس گیا یا کنوین مین گر گیا یا سست کیا ہوا اوسکو کسی
متوحش نے تو وہ متوحش ہو لیکن غیر ممتنع ہو کذا فی الاصل تو ایسے جانورون مین ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے
لیے ضرور ہو صرف ارسال جانور اور زخم سے حلال نہونگے **ص** اور اوس کلب معلم کے ساتھ دوسرا کلب جسکا شکار نہین
درست ہی **ف** جیسے وہ کلب غیر معلم ہو یا مجوسی کا ہو یا شکار کے لیے چھوڑا نہ گیا ہو یا بسم اللہ عمداً ترک کر کے چھوڑا
گیا ہو کذا فی الاصل **ص** شریک نہوے **ف** بسبب اوسی حدیث عدی بن حاتم کے جو اوپر گذری **ص** اور وہ
کلب معلم وقفہ نکرے بعد ارسال کے **ف** تاکہ اوسکا شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب رہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال کے
آرام کے لیے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہین اسلیے کہ یہ شکار ارسال سے نہوگا
بلکہ گویا کلب نے بطور خود شکار کیا برخلاف اوسکے کہ چیتے کو شکار کے لیے چھوڑا اور وہ چھپ کر بالطریق چلے اور گھات کے شکار
کی فکر مین نہ بطریق استراحت اور آرام کے پھر شکار کو پکڑا کہ یہ درست ہو اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کرے تو بھی درست
ہی در مختار و طحطاوی **ص** اور کتا تعلیم یافتہ ہو جاتا ہو اگر تین بار شکار کرے اور اوسمین سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہو
جب پکارنے سے آنے لگے **ف** یہی مضمون اثر ہی ابن عباس سے کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ اثر غریب ہو مین کہتا ہون
روایت کی امام محمد نے آثار مین بسند صحیح ابن عباس سے کہ کہا انھون نے جس جانور کو پکڑے تیرا کتا تو اگر معلم ہو تو کھا اوسکو
اور جو وہ اوسمین سے کھا لیوے تو نہ کھا اوسکو اور لیکن باز اور شاہین تو کھا اگرچہ وہ اوسمین سے کھا لیوے اسلیے کہ تعلیم
اوسکی یہ ہی کہ پکارنے سے چلا آوے اور تو اوسکو مار نہین سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمد نے کہ ہم اسی قول
سے اخذ کرتے ہین اور یہی قول ہی ابو حنیفہ کا **ص** تو اگر باز شکار مین سے کھا لیوے تو وہ شکار کھانا درست ہی

جب کتا اوسمین سے کھالیوے اسی طرح اگر کتے نے تین دفعہ یا پھر چوتھی دفعہ کے شکار مین سے کھا لیا تو وہ شکار حرام
ہو جاویگا اور اوسکے بعد جتنے جانور شکار کرے تا سب حرام ہونگے یہان تک کہ پھر تعلیم یافتہ ہو جاوے اور اسی طرح قبل اوس
ہو وہ کہ جتنے جانور شکار کیے ہیں اگر وہ صیاد کے پاس موجود ہین حرام ہونگے **ف** اور صیاد اونکو کھا گیا ہے تو اب حرمت
کے ثبوت سے کیا فائدہ ہے **ص** اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اوس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ بسم اللہ
کہکر تیر مارے **ف** اور جو بھول جاویگا تو بھی درست ہے اور جو قصداً ترک کرے گا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا **ص** اور
وہ تیر اوس شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھا کے بھاگ کر کہین غائب ہو جاوے تو اوسکی جستجو سے بیٹھ نہ رہے
ف یعنی اوسنے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھا کر آنکھ سے غائب ہو گیا بعد اوسکے شکاری نے اوسکو مردہ پایا تو
اگر اوسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہین اور جو اوسکے ڈھونڈھنے مین مصروف تھا تو حلال ہے اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شکار مین جو غائب ہو جاوے شکاری سے کہ تو نہین جانتا شکاری نے قتل کیا اوسکو یا زہریلے
کے جانوروں نے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی رزین سے اور روایت کی مسلم اور احمد اور ابوداود اور
نسائی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب ہوا تجھ سے تین دن
پھر تو نے اوسکو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہوا **ص** اگر تیر مارنے والے نے پا لیا یا اونسے شکار کرنے والے نے
شکار کو زندہ پایا تو ضرور ہے کہ اوسکو ذبح کرے **ف** یعنی جب اوسکو زندہ پاوے اسقدر کہ مذبوح سے زیادہ اوسمین حیات
ہووے تو ذکات ضرور ہے **ص** تو اگر ترک کریگا عمداً ذکات کو حرام ہو جاویگا **ف** یعنی باوجود قدرت تذکیہ کے اگر ذکات
نہ کریگا تو حرام ہوگا اور جو قدرت نہو ذکات پر تو حلال ہے یہی مروی ہے امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے اور یہی قول ہے شافعی کا
اور ظاہر الروایۃ مین یہ ہے کہ حرام ہو جاویگا اور جو اوسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اوسکا اعتبار نہوگا پس تذکیہ واجب
نہوگا لیکن جو جانور اوپر سے گر پڑے یا مثل اوسکے اور جو کہ بیمار ہو تو فتوی اس پر ہے کہ اوسمین حیات قلیل بھی معتبر ہے یہان
تک کہ اگر اوسکو ذبح کر لیگا اور اوسمین تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہو جاویگا بسبب قول اللہ تعالی کے الا ما
ذکیتم کذا فی الاصل **ص** اگر مجوسی نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اوس کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا تو وہ کتے
سو وہ تیز ہوا اور اوسنے شکار مارا تو وہ شکار حرام ہے **ف** اسواسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہے
نہ بھڑکانے اور تیز کرنے کا **ص** اسی طرح اگر معراض نے اوس شکار کو قتل کیا لیٹ عرض کی جانب سے نہ طول
کی جانب سے بدھر دھار ہے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اوس تیر کو کہتے ہیں جو بے پر کا ہووے اور نام اوسکا
معراض اسلیے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جا کر لگتا ہے نہ نوک سے اور جو اوسکی نوک مین تیزی ہووے اور وہ نوک
کی جانب سے لگے تو شکار حلال ہے کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدی بن حاتم
کی حدیث مین کہ پوچھا مین نے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپ نے جب لگے وہ نوک کی طرف جدھر تیزی ہے تو کھا اور جو عرض
کی جانب سے لگے تو نہ کھا اسلیے کہ وہ موقوذہ ہے روایت کیا اوسکو بخاری نے اور موقوذہ حرام ہے بنص کلام اللہ
موقوذہ اوس جانور کو کہتے ہین جسکو لکڑی یا ڈھیلے یا پتھر سے پھینک کر مارین **ص** یا قتل کیا اوسکو بندوق

تھلے نے اگرچہ وہ غلہ دھار دار ہووے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ وہ جانور اوس غلّے کے بوجھ سے مرگیا ہووے نہ زخم سے یہان تک کہ اگر غلہ ہلکا ہووے اور دھار دار ہووے تو حلال ہوگا اسلیے کہ موت بالیقین جراحت سے ہوگی کذا فی الاصل و اس باب مین ان مسائل کا قاعدہ کلیہ مذکور ہی کہ جب موت جراحت سے ہو یقیناً تو شکار حلال ہوگا اور جو اوسکے بوجھ اور وزن سے ہووے یقیناً تو حرام ہوگا اور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے

ص یا اوس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی مین گر پڑا **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا اس لیے کہ شک ہی کہ وہ تیر سے مرا یا پانی مین ڈوبنے سے مرا اور حدیث عدی بن حاتم مین ہی کہ اگر شکار تیرا پانی مین گر پڑا تو نہ کھا اوسکو اسواسطے کہ تو نہین جانتا کہ پانی نے قتل کیا اوسکو یا تیرے تیر نے روایت کیا اوسکو مسلم نے **ص** یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر پھر وہان سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہی اسی طرح حلال ہی اگر مسلمان نے کتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسی نے اوسکو نہین چھوڑا لیکن مسلمان نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا تو ان صورتون مین شکار حلال ہی **ف** جاننا چاہیے کہ جہان پر ارسال اور زجر دونون پائے جاتے ہون تو اعتبار ارسال کا ہی تو اگر ارسال مجوسی سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہی اور جو ارسال مسلمان سے ہووے اور زجر مجوسی سے تو شکار درست ہی اور جو ارسال وہان بالکل نہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان سے ہو تو شکار حلال ہی اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہی کذا فی الاصل **ص** اگر کتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اوسنے دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہی **ف** یہ ہمارے نزدیک ہی اسواسطے کہ اس قسم کی تعلیم نہین ہوسکتی کہ جس جانور کو معین کر دیوین اوسی کو پکڑے اور امام مالک کے نزدیک حلال نہین ہی اور اگر کتے کو بسم اللہ کہکر ایک شکار پر چھوڑا اور اوس نے جاکر اوسکو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا دونون حلال ہین جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگ کے پھر دوسرے کو لگ گیا تو دونون حلال ہونگے اسی طرح اگر کتے کو بہت سے جانورون پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہکے اور اوسنے کئی جانورون کو مارا تو سب حلال ہین لیکن اگر دو بکریون کو ایک بار بسم اللہ کہکے ذبح کریگا تو دوسری بکری درست نہوگی کذا فی الاصل

ص اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہکے تیر مارا اور اوسکا کوئی عضو جدا ہوگیا تو شکار حلال ہی لیکن وہ عضو نہ کھایا جاویگا **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونون کھائے جاوینگے دلیل ہماری قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جدا کیا جاوے جانور زندہ سے تو وہ عضو میت ہی روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی نے ابی واقد لیثی سے کذا فی الاصل **ص** اور اگر وہ جانور اسطرح کٹ گیا کہ اوسکے دو ٹکڑے ہوگئے اثلاثاً یعنی دو حصہ ایک طرف اور ایک حصہ سرین کیطرف یا اوسکا سر آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونون ٹکڑے کھائے جاوینگے **ف** اسواسطے کہ ان صورتون مین حیوۃ اوسکی ممکن نہین زیادہ حیوۃ مذبوح سے اور اوسکا اعتبار نہین تو حدیث مذکور اسکو شامل نہوگی برخلاف اوس صورت کے کہ دو حصہ اوسکے سر کی جانب مین ہووین اور ایک حصہ سرین کی جانب مین کیونکہ یہان حیوۃ ممکن ہی تو سرین والا حصہ حرام ہوگا اور سر کی جانب کے دو حصے درست ہونگے اور برخلاف اوس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہان بھی جینا اوسکا احتمال ہی زیادہ حیوۃ مذبوح سے **ص** تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا اور مار ڈالا تو اگر اول کے

اور مکان اوسکا محل مرہون نہین ہی اسواسطے کہ یہ اتصال خلقی نہین ہی کذا فی الاصل مع تفصیل ص تو اب ہر الزام
ہو گئی اور تخلیہ رہن مین قبض ہی بمنزلہ بیع کے ف تخلیہ یہ ہی کہ راہن شی مرہون کو ایسے مقام مین کھڑا کر دیوے کہ مرتہن اوسکے
لینے پر قادر ہو جاوے یہ ظاہر الروایۃ مین ہی اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ شی منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا مگر نقل سے اسواسطے کہ رہن
قبض موجب ہی اسواسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے اور امام مالک رح کے نزدیک لازم ہو جاتا ہی رہن بدون قبض کے کذا فی الاصل ص
تو جب شی مرہون مرتہن کے قبضے مین آگئی تو اب مرتہن اوسکا ضامن ہو گیا ف اور شافعی رح کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہین
ہی بلکہ شی مرہون اوسکے پاس امانت ہی اور شی مرہون کے تلف ہو جانے سے دین ساقط نہو گا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نہین روکی جاویگی رہن جسنے اوسکو رہن رکھا اوسی کے لیے ہین منافع اوسکے اور اوسی پر ہی تاوان اوسکا روایت
کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین ابو ہریرہ رض سے اور کہا ابو داؤد نے کہ نہین روکی جاویگی رہن اسی قدر
ہی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید بن المسیب کا ہی نقل کیا اسکو زہری نے اونسے اور کہا یہی صحیح ہی
اور روایت کیا اوسکو شافعی رح نے مرسلاً سعید بن المسیب رح سے کہا شافعی رح نے کہ معنی اس حدیث کے یہ ہین کہ تاوان مرہون کا راہن
پر ہی اور دین اوسکے ہلاک سے ساقط نہو گا اور دلیل ہماری قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے
جب اوسکے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہو گیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دین ساقط ہو گیا روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے مراسیل مین
عطا سے اور بھی روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین اوزاعی سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض
اوس چیز کے ہی جسمین مرہون ہی کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور نکالا طحاوی نے ابو الزناد سے بسند
صحیح کہ کہا انھون نے پایا مین نے ان فقہا کو کہ جنکے قول کا اعتبار ہی اون مین سے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر
اور قاسم ہین کہ کہا ان سبھون نے رہن بعوض اوس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی یعنی جب مرہون ہلاک ہو جاوے اور قیمت
اوسکی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ اجماع
ص صحابہ اور تابعین کا مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا انھون نے کیفیت ضمان مین تو قول شافعی کا
ف اور اسی اجماع کے اور مراد اس حدیث سے یہ ہی کہ رہن کو مرتہن روک نہین سکتا اسطرح پر کہ راہن اوسکو چھڑا نہ سکے
مضمون کیا ... سلف سے جیسے طاؤس اور ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالک رح نے موطا مین اس حدیث کو مرسلاً
کذا فی الاصل ص ... مراد اور کہا کہ تفسیر اوسکی یہ ہی کہ راہن ایک شی کو رہن کرے اور قیمت اوسکی دین سے زیادہ ہو وے
... اس میعاد پر ادا کرے گا تو وہ چیز میری ہو جاویگی یا راہن یون کہدیوے کہ اگر مین دین
... تو وہ شی تیری ہو جاوے گی تو منع کر دیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
... رہن لیکر آوے تو مرہون اوسکو ملیگی ص پس اگر تلف ہو جاویگی تو مرتہن پر
... دین سے ف یعنی اگر دین کم ہو گا اور قیمت زیادہ تو تاوان دین سے
... ص ... جو دونون برابر ہون گے تو بھی دین سے جیسا بیان اوس کا ہوتا ہی
... نون برابر ہین تو دین ساقط ہو جاوے گا اور اگر قیمت مرہون کی زیادہ

ہو اور دین کمی ہو تو جسقدر دین سے زیادہ ہو وہ مرتہن کے پاس امانت ہی **ف** پس ضمان اوسکا مرتہن کو بصورت
ہلاک کچھ دینا ہوگا **ص** اور جو دین زیادہ ہو اور قیمت کم ہو تو بقدر قیمت دین ساقط ہو جاویگا اور جسقدر دین اوسکی
قیمت پر زائد ہی وہ تمام مرتہن راہن سے اور لیگا **ف** مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا سو روپیہ پر اب وہ
گھوڑا ہلاک ہو گیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپیہ تھی تو برابر برابر دونوں چھوٹ جاوینگے نہ زید عمرو سے کچھ لیگا
نہ عمرو کچھ زید سے اور اگرچہ گھوڑے کی قیمت سوا سو روپیہ تھی تو بھی سو روپیہ تو دین کے ساقط ہونگے اور پچیس زید کے گویا
امانت تھے عمرو پاس تو اوسکا تاوان عمرو نہ دیگا اور جو قیمت اوسکی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لیگا اور پچھتر
ساقط ہو جاوینگے **ص** اور مرتہن کو جائز ہی اپنا دین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دین کے بدلے
مین اور محبوس رکھنا شی مرہون کا بعد فسخ ہو جانے عقد رہن کے یہانتک کہ اپنا دین وصول کر لے یا معاف
کر دیوے اور نہین جائز ہی مرتہن کو نفع اوٹھانا مرہون سے مثلاً غلام لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون
مین سکونت کرنا یا پارچہ مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا **ف** اسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیب مین ذکر ہی شی مرہون
کے منافع راہن کے ہین روایت کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین مگر جب راہن اجازت دیدیوے
مرتہن کو نفع اوٹھانے کی تو درست ہی اور بعضون نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت سے بھی راہن کی درست نہین اسلیے
کہ یہ ربوا ہی درمختار اور طحطاوی مین ہی کہ قول اول مفتی بہ ہی اور قول ثانی محمول ہی تقوی پر **ص** پھر اگر مرتہن نے اوس سے فائدہ
حاصل کیا تو وہ متعدی ہو گیا لیکن رہن باطل نہو گی اس تعدی سے اور جب مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو شی مرہون کے
حاضر کرنیکا حکم ہوگا **ف** اگر جب شی مرہون کے حاضر کرنے مین دقت ہو بوجہ بوجھ کے یا کسی معتمد پاس رکھنے کے سبب سے
درمختار **ص** پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پھر شی مرہون راہن کو
دیجاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا کسی اور شہر مین سوا اوس شہر کے جہان عقد رہن ہوا تھا تو اگر مرہون کے لانے مین
باربرداری کی مشقت ہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑیگا ورنہ نہ پڑیگا اور دین اوسکو دیوینگے بغیر حاضر کرنے مرہون کے **ف**
اور قہستانی نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر ہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسے حاضر کرنیکا
حکم نہوگا لیکن اگر راہن دعوی تلف ہو جانے مرہون کا کرتا ہوگا تو مرتہن سے حلف اوسکے عدم تلف پر لے سکتا ہی اور اگر ادا کے
بدل رہن باقساط ٹھہرا ہووے تو ہر قسط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا بعضون کے نزدیک ضرور ہی اور بعضون کے نزدیک اگر
راہن دعوی ہلاک مرہون کا کرتا ہی تو احضار ضرور ہی ورنہ بے فائدہ ہی درمختار و طحطاوی **ص** اور مرتہن کو حکم نہوگا احضار
رہن کا جب وہ دین طلب کرے اوس صورت مین کہ اوسنے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہووے اسی طرح حکم نہوگا احضار
ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچ ڈالا ہوگا جب تک وہ کل دین اپنا وصول نکرے اگر مرتہن نے قبض
ثمن نکیا ہوگا اور جو قبض ثمن کیا ہوگا تو اوسکو احضار ثمن کا حکم ہوگا اسیطرح مرتہن کو حکم نہوگا کہ راہن کو شی مرہونہ بیچنے دیوے
جبتک اپنا دین وصول نکرلے اسی طرح اگر راہن نے کچھ دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہوگا کہ بقدر اوسکے اسباب مرہون
پھیر دیوے جب تک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے اور مرتہن کو یہ ضرور ہی کہ حفاظت شی مرہون کی آپ کرے یا اپنے

اہل و عیال سے کراوے مثل جورو اور لڑکے اور اوس خادم کے جو اوسی کے پاس رہتے ہیں یا اور جو ان کے سوا اور ون سے حفاظت کراویگا تو ضامن ہوگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا ف یا عاریت دیگا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا درمختار ص یا اوسپر تعدی کریگا تو ضامن ہوگا ف درصورت ہلاک مرہون کل قیمت کا درمختار ص اگر انگشتری مرہون کو اپنی چھنگلیا میں پہنا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن ہوگا اور جو اور کسی اونگلی مین پہنے تو ضامن نہوگا ف اسلیے کہ چھنگلیا مین پہننا استعمال ہی اور دوسری اونگلی مین رکھنا استعمال نہین ہی بلکہ حفاظت کے واسطے ہی بحسب عادت کے کذا فی الاصل حاصل ان مسائل کا یہ ہی کہ اگر شی مرہون کو اسطرح سے اپنے پاس رکھے کہ عرف مین استعمال اوسکو نہ کہین تو تلف سے ضمان کل قیمت کا نہوگا اور جو عرف مین استعمال کہلاوے جیسے دو تلوارین مرہون باندھنا تین تلوارین تو ضمان لازم ہوگا ص اخراجات حفاظت شی مرہون کے جیسے بیت الحفظ کا کرایہ اور نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہونگے اسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ جاوے اوسکے لانے والے کی اجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر ہووے یا کم ہووے یا مرہون کا کوئی جز نکلجاوے جیسے عضو مجروح مرہون کا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر یا کم ہووے اور جو ان دونون صورتون مین قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے تو اوسکی تقسیم کرینگے مضمون اور امانت پر تو جسقدر مضمون ہی اوسقدر خرچ مرتہن پر ہی اور جسقدر امانت ہی اوسقدر خرچ راہن پر ہی ف مثلاً دین سو درم ہی اور غلام مرہون کی قیمت دوسو درم ہین اور اوسکے علاج مین یا پکڑ لانے مین دس درم صرف ہوے تو پانچ راہن پر ہونگے اور پانچ مرتہن پر ص برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جسمین حفاظت شی مرہون کی کیجاتی ہی کہ وہ کل مرتہن پر ہونگے اگرچہ قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے اور اخراجات ابقاء ذات مرہون کے اور اوسکی اصلاح منافع کے جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا چرائی کی اجرت یا دایہ کی اجرت یا سینچائی باغ کی اور مثل اسکے اور امور راہن پر ہونگے ف راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین ہی اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی کپڑا ہی جو تونے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا درمختار

ص باب بیان مین اون چیزون کے جنکا رہن رکھنا درست ہی اور جنکا درست نہین اور جن چیزون کے بدلے رہن رکھنا جائز ہی یا نہین

صحیح نہین ہی رہن مشاع کا ف مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس یا غیر شریک پاس قسمت پذیر ہو یا نہو درمختار ص اور پھلون کا اوپر درخت کے بدون درخت کے اور درختون کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون زمین کے اسی طرح زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدون پھلون کے اور حر اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا ف اور وقف کا درمختار ص اسیطرح صحیح نہین ہی رہن بدلے مین امانت کے ف جیسے ودیعت یا مال مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اسکی یون ہی کہ زید نے امانۃً یا شرکۃً یا مضاربۃً یا عاریۃً کچھ مال لیا عمرو سے اب زید اوسکے عوض مین کوئی شی اپنی عمرو پاس گرو کر دے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہین ہی ص اور رہن بالدرک ف صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہی کہ شاید یہ گھر کسی اور کا نکلے اوسوقت ثمن زید سے وصول نہو سکے تو بکر نے عمرو کی تسکین کے لیے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کر دی تو یہ رہن باطل ہوا اسیطرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اوس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی رہن جائز نہی

لیکن کفالت اسطرح درست ہے کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض اوس عین کے جو مضمون بغیرہا ہو یعنی وہ چیز جسکا تاوان
مثل یا قیمت سے نہین ہے جیسے رہن بعوض اوس مبیع کے جو بائع کے قبضے مین ہے ف یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن
اوسکو تسلیم نہین کیا مشتری کو اب بائع مشتری کی تسکین کے لیے کوئی چیز بدلے مین مبیع کے گرو کردیوے تو یہ رہن ناجائز
ہے اسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہوجاوے تو بائع اوسکا ضمان نہ دیگا مثل یا قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہوجاویگا اور وہ بائع کا
حق ہے کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے ف یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل
پاس کوئی چیز اپنی گرو کردی تو یہ رہن باطل ہے اور جو مال ضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کے لیے کوئی چیز اوسکے پاس گرو
کردے تو درست ہے کذا فی المنح ص اور قصاص کے خواہ قصاص النفس ہو یا دون النفس ف یعنی جس پر قصاص واجب
ہوا تو وہ اسی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کردیوے اسلیے کہ قصاص سے نہین ہوسکے گا ص اور شفعہ کے ف مثلا بائع
یا مشتری نے کوئی شی گرو کردی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن باطل ہے اسلیے کہ شفیع کا کوئی دین بائع اور مشتری
پر نہین ہے ص اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والے کی اجرت کے بدلے مین ف اسواسطے کہ یہ فعل
شرعا ممنوع ہین اور انکی اجرت کچھ لازم نہین ہے ص اور غلام جانی یعنی جس سے کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے
مین ف اسواسطے کہ مولی پر اوسکا ضمان نہین ہے کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہوجاوے تو مولی کو کچھ دینا نہ پڑیگا تو جب ان صورتون
مین رہن صحیح نہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہے اور اگر قبل طلب راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہوجاوے تو
مفت تلف ہوجاویگا اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کوئی حکم ضمان کا نہین ہے تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے
کذا فی الاصل ص اور نہین صحیح ہے رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا
ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہوگیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہین ہے اور جو ذمی نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مسلمان ضمان دیگا
اوسکا ف اسواسطے کہ خمر ذمیون کے حق مین مال متقوم ہے نہ مسلمان کے حق مین کذا فی الاصل ص اور صحیح ہے رہن عوض مین ایسے
عینون کے جسکا ضمان مثل یا قیمت سے لازم آتا ہے جیسے عوض مین مغصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے
ف اسلیے کہ یہ چیزیں اگر بعینہا قائم ہوتی ہین تو عین واجب ہوتا ہے اور جو تلف ہوجاتی ہین تو مثل یا قیمت دینا پڑتی ہے تو رہن انکے عوض
مین صحیح ہوگا کذا فی الاصل ص اور بدلے مین دین کے اگرچہ دین موعود ہو ف یعنی مرتہن اوسکا وعدہ کرے مثلا زید نے ایک
چیز اپنی گرو کردی عمرو پاس تا عمرو اوسکو اسقدر روپیہ قرض دیوے ص تو اگر اس صورت مین رہن ہلاک ہوگیا مرتہن پاس تو مرتہن پر
جسقدر روپے کا اوسنے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا ف جب دین موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہووے اور جو کم ہووے تو
قیمت ہی لازم آویگی اور اس قید کا ذکر متن مین اسلیے نہین کیا کہ ظاہر یہی ہے کہ دین موعود قیمت مرہون سے زیادہ نہوگا اور جو بطور
نادر زیادہ ہو تو حکم اوسکا سابق سے معلوم ہے بس اسی پر اعتماد کر کذا فی الاصل ص اور بدلے مین راس المال اور مسلم فیہ کے عقد سلم مین
اور ثمن کے عقد صرف مین صحیح ہے تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے مین رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہوگیا قبل جدا ہونے متعاقدین
کے تو عقد سلم اور صرف تمام ہوگئے اور مرتہن اپنا حق پا چکا اور جو متعاقدین جدا ہوگئے قبل اوسکے کہ راس المال یا ثمن صرف اور مرہون
کے ہلاک ہونے کے تو صرف اور سلم باطل ہوگئے ف اور جو رہن بدلے مین مسلم فیہ کے ہوا ہے تو مسئلہ صحیح ہے تو جب مین

تلف ہوجاویگا تو وہ عوض ہوجاویگا مسلم فیہ کا یعنی رب السلم اپنا حق پاچکا کذا فی الاصل **ص** اگر مسلم فیہ کے عوض مین مسلم الیہ نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اوسکے عقد سلم فسخ ہوگیا تو رب السلم شی مرہون کو روک سکتا ہے جب تک اپنا راس المال نہ پالیوے اور جو وہ شی مرہون رب السلم پاس تلف ہوگئی بعد فسخ سلم کے تو رب السلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے **ف** اسواسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہوگیا تو گویا مسلم فیہ اوسکو پہونچ گئی اور عقد فسخ ہوچکا ہے تو اوسپر مسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہے اسلیے مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے کذا فی الاصل **ص** باپ کو اپنے دین کے عوض مین صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہے **ف** اور ابو یوسف اور زفر کے نزدیک صحیح نہین اور یہی قیاس ہے واسطے اعتبار حقیقت ایفا کے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتبار حقیقت ایفا مین ازالہ ملک صغیر ہے بلا عوض فی الحال اور جواز رہن مین مقرر کرنا حافظ کا ہے اوسکے مال کے لیے باوجود بقاے ملک کے کذا فی الاصل اسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہوجاوے تو بقدر دین باپ یا وصی صغیر کے لیے ضامن ہونگے نہ زیادہ کے درمختار **ص** اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا جانور مذبوح خریدا اور اوسکے ثمن کے عوض مین بائع پاس کوئی چیز گرو کردی بعد اوسکے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مردار نکلا اور شی مرہون بائع پاس تلف ہوگئی تو بائع پر اوسکا ضمان لازم آویگا **ف** تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہے یا اوس سے زیادہ تو بقدر ثمن بائع کو ضمان دینا ہوگا اور جو اوس سے کم ہے تو بقدر قیمت **ص** ایک شخص منکر تھا دین کا لیکن اوس سے صلح کرلی مدعی نے اور بدل صلح کے بدلے مین کوئی چیز گرو کردی پھر مدعی نے تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تھا تو شی مرہون راہن کو پھیر دیجاویگی اور جو وہ شی مرتہن پاس تلف ہوگئی تو اوسکا ضمان مرتہن پر آویگا مثل مذکور کے اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی و موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزون کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہوگیا تو ہلاک ہوگا بمقابلہ مثل اوسکے دین مین از روے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے **ف** یعنی جودت اور رداءت کا اعتبار نہوگا یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین کے نزدیک جودت و رداءت کا اعتبار ہے اور اعتبار قیمت کا ہے تو قیمت مرہون کی لگاکر خلاف جنس سے اوسکو رہن کردینگے بعوض مرہون کے مثلاً ایک ابریق چاندی کی جسکا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض مین رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہوگئی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک دین کے مقابلے مین ہلاک ہوگئی یعنی دین ساقط ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک اگر قیمت ابریق کی دس درم ہے یا زیادہ ہے تو ایسا ہی حکم ہے اور جو قیمت اوسکی دس درم سے کم ہے مثلاً آٹھ درم ہے تو اون آٹھ درم کے بدلے مین سونا خرید کرکے بعوض اون دس درم کے رہن کردینگے کذا فی الاصل **ص** جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اوسکے ثمن کے بدلے مین رہن کردیوے یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوے تو عقد صحیح ہے استحساناً **ف** اور مقتضاے قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیے کہ یہ صفقہ ہے صفقہ مین وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ شرط مناسب ہے اسواسطے کہ رہن و کفالت واسطے مضبوطی کے ہے اور مضبوطی مناسب وجوب کے اور جو مرہون یا کفیل معین نہووے تو عقد فاسد ہے کذا فی الاصل **ص** لیکن مشتری پر جبر نکیا جاویگا رہن رکھنے پر **ف** اسواسطے کہ رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہین ہے اور زفر کے نزدیک جبر ہوگا **ص** البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن مبیع کا نقد نہ دیوے یا اوس شی کی قیمت جسکے رہن رکھنے کا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نکرے تو اگر کسی نے ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ اسکو تو اپنے پاس رہنے دے جب تک مین اسکا ثمن ادا کرون تو وہ شی ثمن کے عوض مین بائع پاس رہن ہوجاویگی **ف** اسواسطے کہ معنی رہن پاے گئے گو الفاظ

رہن کے ننانویں دن پھر اگر مشتری ملی و سکونہ چھوڑ اٹھا اور اوس شی کے بگڑ جانیکا خوف ہو جیسے وہ چیز گوشت ہو یا اور کوئی کھانا ہو تو بائع کو درست ہی کہ کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اگر ثمن اول سے زیادہ پیچے تو زیادتی خیرات کر دیوے درمختار **ص** اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونوں کے قرضے کی بابت میں دونوں پاس ایک چیز کو رہن کر دیا تو صحیح ہے اور ہر ایک پاس پوری شی رہن ہوگی **ف** یعنی یہ نہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہو کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصوں کو امام کے نزدیک نادرست ہو **ص** تو اگر عمرو اور بکر نے اوس شی کے رکھنے کی باری مقرر کر لی یعنی مثلاً ایک دن وہ شی عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری میں مثل عدل کے ہوگا اور جو وہ شی ہلاک ہو جاوے گی تو ہر ایک پر ضمان اوسکا بقدر حصۂ دین کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کر دیا تو وہ شی پوری کی پوری بکر پاس رہیگی جب تک اوس کا قرضہ ادا نہو لیوے اور جو عمرو و بکر زید کے مقروض تھے اور دونوں نے اپنے قرضے کے عوض میں ایک شی زید کے پاس گرو کر دی تو صحیح ہی وہ چیز کل دین کے عوض میں گرو رہیگی جب دیدیوا قرضہ اپنا دونوں سے نہ لیگا جب تک وہ شی نہ دے گا اگر دو شخصوں نے دعوی کیا زید پر اسطرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو آپ بالفعل زید کے قبضے میں ہی میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کر کے پھر لے گیا ہو اور دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے **ف** اور تاریخ رہن کسی نے بیان نہ کی اسلیے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولی ہوگا درمختار **ص** تو دونوں گواہیان لغو اور باطل ہو جاوینگی **ف** اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی بیان نہیں ہو اور نہ یہ ہو سکتا ہی کہ آدھا غلام اسکے پاس رہن ہووے اور آدھا اوسکے پاس رہن ہووے اور نہ کوئی اون دونوں میں سے اوس غلام پر قابض ہو تا قبضے سے ترجیح ہو اوسکے **ص** اور جو راہن مرگیا ہووے اور غلام مرہون دونوں کے قبضے میں ہووے اور ہر ایک اسی طرح اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا **ف** یہ قول ہی طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ باطل ہی اور وہی قیاس ہی اور دلیل طرفین کی اصل کتاب درہدایہ میں مذکور ہو **مسائل ملحقہ** میعاد مقرر کرنا رہن میں مفسد رہن ہی لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہی اگر راہن ایسا غائب ہو جاوے کہ اوس کا پتہ نہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شی مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی وسکو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کر سکتا ہی درمختار

ص باب شی مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان میں

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شی مرہون پر قبضہ کر لیا تو رہن تمام ہو جاویگی اور امام مالک کے نزدیک تمام نہوگی اور راہن اور مرتہن دونوں میں سے کسی کو اوسکے لے لینے کا اختیار نہوگا اور اگر عدل شی مرہون کو حوالے راہن یا مرتہن کے کریگا تو تاوان دیگا **ف** اسلیے کہ دونوں کا حق اوس سے متعلق ہی تو عدل راہن کا امانت دار ہی عین کے حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہی مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہی اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہی اگر وہ اجنبی کو دیدیوے کذا فی الدرر **ص** اور اگر وہ شی مرہون عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کے ضمان میں ہلاک ہوگی **ف** یعنی حکم اوسکا ایسا ہی ہی گا جیسے وہ شی مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہو جاتی **ص** اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو **ف** جیسے مرتہن یا اور کسی کو درمختار **ص** مرہون کے فروخت کرنے کیلیے وکیل کرے تو درست ہی پھر اگر یہ وکالت عقد رہن میں

مشروط ہوئی تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مرجانے سے یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاویگا تو
وکالت باقی رہیگی ف اور اوسکا وارث یا وصی قائم مقام اوسکے ہوگا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی اوسکا بیع نہیں کرسکتا ہی کذا
فی الاصل درمختار مین ہی کہ وکیل بالبیع اس مقام مین جبر کیا جاویگا اوپر بیع کے یعنی حاکم اوسکو قید کریگا تین دن اگر اسپر بھی نہ بیچے
تو حاکم اوسکو بیچ ڈالیگا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اسکا بھی حکم یہی ہی ص تو اگر راہن مرگیا تو اوس
وکیل کو شی مرہون کی بیع وارثوں کی غیبت مین بھی درست ہی ف اسلیے کہ وکیل کو راہن کی حیات مین بھی بغیر موجودگی اوسکی کے
بیع درست تھی درمختار ص راہن اور مرتہن مین سے کسیکو شی مرہون کا بیچنا بدون دوسرے کی رضامندی کے نہین ہوسکتا اگر مدت
ٹھہرنے کے وعدہ کی پوری ہوجاوے اور راہن غائب ہووے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کے مشروط
ہوا ہو صحیح تر قول مین جیسے وکیل بالخصومت پر جب موکل غائب ہووے واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شی مرہون کو
عدل نے بیچ ڈالا تو اوسکا زر ثمن رہن رہیگا اب اگر زر ثمن عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو حکم اوسکا ایسا ہوگا جیسے شی مرہون
تلف ہوجاوے سو اگر عدل نے زر ثمن مرہون کا مرتہن کو دیدیا اب وہ شی مرہون سوا راہن کے اور کسیکی نکلی اور شی مرہون مشتری
پاس تلف ہوگیا ہی تو شخص مستحق کو اختیار ہی اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ غاصب ہی تو بیع اور قبضہ
مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے اسواسطے کہ راہن شی مرہون کا مالک ہوگیا بوجہ ادائے ضمان کے اور چاہے وہ تاوان عدل سے لیوے
قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ متعدی ہی بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور
قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے یا وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن اوسی عدل کا ہوجاویگا اور مرتہن اپنا دین راہن سے
وصول کرلیوے اور جو شی مرہون مشتری پاس موجود ہی تو مستحق اپنی شی اوس سے لیلیوے اور مشتری عدل سے اپنا ثمن وصول کرلیوے
پھر عدل کو اختیار ہی خواہ وہ راہن سے ثمن پھیر لیوے تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوجاویگا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے
اپنا دین پھیر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اوس صورت مین ہی کہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہوا اور جو بعد عقد رہن کے مشروط
ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ف صورت اوسکی یہ ہو کہ عدل نے شی مرہون
کو راہن کے حکم سے بیچا اور قیمت عدل پاس جاتی رہی بے تعدی اوسکی تعدی کے بعد اوسکے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل دیگا
عدل اوسکا رجوع راہن پر کریگا کذا فی الاصل ص اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن پاس بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن
کے اور کسی کا تھا اور اوس شخص مستحق نے قیمت اوسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دین کے ف یعنی راہن
ادائے ضمان سے مالک ہوگیا اوس شی مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پاچکا ص اور جو
مستحق نے قیمت اوسکی مرتہن سے بھر لی تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھی وصول کرلیوے

باب بیان مین تصرف اور جنایت کے مرہون مین

اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن نے شی مرہون کو بیچ ڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن نے
اجازت دیدی تو قیمت مرہون کی رہن رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت نہ دی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہوگی صحیح تر قول
مین لیکن مشتری کو چاہیے کہ صبر کرے یہانتک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اوس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک تا وہ بیع کو فسخ

کر دیوے **ف** جاننا چاہیے کہ مرتہن جب فسخ کرے بیع راہن کو تو ایک روایت مین بیع فسخ ہو جاتی ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ فسخ نہوگی اسواسطے کہ حق اوسکا حبس مرہون کا ہی اور یہ باطل نہیں ہوتا انعقاد اوس عقد سے پس باقی رہینگے عقد موقوف کذا فی الاصل **ص** اور صحیح ہی راہن کو آزاد کر دینا اور مدبر کر دینا اور ام ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین میعادی ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے لیویگا اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اوسکو میعاد تک رکھ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنیکی صورت مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کرکے اور جو دین کم ہو تو دین ادا کرے اور جب مالک وہی والا ہو جاوے تو غلام اوس سے پھر لیوے اور مدبر اور ام ولد کی سعی کرے کل دین کے ادا کرنے مین اور مولی پر رجوع نہین کر سکتا اور مثل اعتاق کے ہی اگر راہن مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مال مرہون تو دین اگر بلا میعادی ہو تو اوسی وقت مرتہن لے لیگا اور جو میعادی ہو تو اوسکی قیمت لیکر رکھ چھوڑیگا میعاد تک اور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کر ڈالے تو مرتہن قیمت اوسکی اوس شخص سے وصول کرکے رکھ چھوڑیگا اور یہ قیمت رہن ہوگی دین کے وصول تک بجائے مرہون کے اگر مرتہن شی مرہون کو عاریتاً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شی تلف ہو جاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریتاً دیوے اور اوسکے نزدیک وہ شی ہلاک ہو جاوے تو ضمان شی مرہون کا ساقط ہو جاویگا **ف** یعنی اوسکی ہلاک سے دین مرتہن کا ساقط نہوگا **ص** اور مستعیر کے پاس وہ شی مفت تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہی کہ پھر بدستور سابق اوس شی کو لیکر رہن کر دیوے تو اگر راہن نے شی مرہون کو رہین کیا مرتہن پر اور مر گیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہی اوس شی مرہون کا اور قرضخواہون سے راہن کے **ف** اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہی کہ جب راہن مر جاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اوس شی کو بیچکر دینگے بعد اسکے جو بچیگا وہ اور قرضخواہون کو راہن کے ملیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہی اور غیر مضمون ہی اور اوسکا دلیل غیر مرہون ہونے کی نہین پس تحقیق وہ رہن مرہون ہوتا ہی اور مضمون نہین ہوتا کذا فی الاصل **ص** اور اگر راہن مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن راہن سے مرہون کو عاریتاً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہو جاوے تو مرتہن اوسکا ضامن ہوگا **ف** مثل رہن کے **ص** اور جو حالت استعمال مین ہلاک ہو جاوے تو ضامن ہوگا **ف** اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا بشغل امانت واسطے قائم ہونے قبضہ عاریت کے درمختار **ص** صحیح ہی عاریت لینا شی کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہونچتا ہی کہ اوسکو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہو اور اگر معیر نے مقید کر دیا ہو واسطے رہن کرنیکو ساتھ مقدار دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن معین یا شہر معین کے تو رہن اوسی قید کے ساتھ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اوسکے برخلاف کرے اور رہن ہلاک ہو جاوے تو معیر اوس سے تاوان لیویگا اور عقد رہن درمیان مین مستعیر اور مرتہن کے تمام ہو جاویگا **ف** اسلیے کہ مستعیر اوسکے ضمان سے اوس شی کا مالک ہو گیا **ص** اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن اپنا دین اور جسقدر تاوان معیر کو دیا ہی دونو راہن سے پھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شی مرتہن پاس تلف ہوگئی تو مرتہن اپنا دین پا چکا اگر قیمت اوسکی مثل دین کی ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اوس دین کے جتنا اوسنے مرتہن سے پایا ہی معیر کو دیگا نہ قیمت اوس شی کی اور جو قیمت اوس شی کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پا چکا اور باقی راہن سے اور لیگا **ف** یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شی مرہون مرتہن پاس ہلاک ہوگئی تو اگر قیمت اوسکی دین کی تمام دین کی

اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پا چکا اور مستعیر دس درم معیر کو ضمان دیگا جو مرتہن سے لئے ہین اور جو قیمت اوسکی پندرہ درم تھی اور دین دس درم تھا تب بھی مرتہن اپنا دین پا چکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لیے تھے اگرچہ قیمت اوسکی پندرہ درم ہین لیکن پندرہ کا ضمان نہ دیگا اسلیے کہ موافق اوسکے کہنے کے رہن کیا تھا اور جو قیمت اوسکی دس درم ہو اور دین پندرہ درم ہین تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت میں بھی مستعیر معیر کو دس درم دیگا اسلیے کہ معیر کی شے سے اسیقدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذا فی الاصل **ص** اور جو اس صورت مین معیر نے روپیہ دین کا دیکر مرتہن کو دیا اور شی مرہونہ کا چاہا تو مرتہن جبر کیا جاویگا واسطے قبول زر رہن کے اور شی مرہونہ معیر کو دیا پڑیگی بعد اوسکے معیر جسقدر روپیہ دین کا اوسنے دیا ہو مستعیر سے پھر لیگا اور جو مرہون ہلاک ہو گیا مستعیر کے پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ مستعار خدمت یا سواری لے چکا ہو **ف** اسواسطے کہ وہ امین ہی جسنے مخالفت کی ضمانت کی اور جو موافقت کی پس ضامن نہ ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین ضمان ہی کذا فی الاصل اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مامور بہ میں دین سے تو قول معیر کا مقبول ہی اور جو شی مرہونہ ہلاک ہو گئی بعد اسکے راہن اور مرتہن نے نزاع کی دین مین اور قیمت مین بھی شی مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہی روایات متعدد قیمت مین مختار

ص اگر راہن کسی قسم کی جنایت شی مرہون پر کرے تو اوسپر تاوان ہوگا اور جنایت مرتہن کی صورت مین بقدر جنایت کے دین اوسکا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا ان دونون کے مال پر تو وہ ہدر ہی یعنی باطل ہی اوسکا کچھ عوض نہین ہی اور کہا نیند پر نے جنایت رہن کی مرتہن پر معتبر ہی **ف** اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہی **ص** اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپیہ کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپیہ میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اوسکی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اوس غلام کو کسی نے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب مرتہن کی مدت آئی تبھی تو مرتہن اوسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اوسکا ساقط ہو گیا **ف** بخلاف امام زفر کے اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی یہی حکم ہی اگر وہ غلام مرجاوے مرتہن پاس درمختار **ص** اور جو مرتہن نے اوسکو راہن کے حکم سے سو روپیہ کو بیچ ڈالا جب اوسکا نرخ سو کا ہو گیا تھا اور قیمت پر اوسکی قبضہ کر لیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اوس غلام کو ایک ایسے غلام نے مار ڈالا جسکی قیمت سو روپیہ تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے مین مرتہن پاس آیا تو راہن اوس غلام کو کل دین ادا کرکے چھوڑا دیگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اوسکا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیریگا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اوس غلام کو دیدیگا یا اوسکی طرف سے فدیہ دیوے اور دونون صورتون مین دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اوسکا رہن کو بیچکر پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اوسکا کوئی وصی نہو وے تو قاضی اوسکی طرف سے ایک وصی مقرر کر دیوے **ف** یہ جب ہی کہ اوس میت کے ورثہ کبار نہون ورنہ فک رہن اون کے ذمے ہی اور رہن باطل ہوگا راہن اور مرتہن کے مرجانے سے درمختار

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان مین

ایک شخص نے شیرہ انگور گرو رکھا کہ قیمت اوسکی دس درم ہی دس درم پر پھر وہ خمر ہو گیا پھر سرکہ ہو گیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہو تو وہ سرکہ اوس دس درم کے بدلے مین رہن رہیگا اور جو ایک بکری رہن رکھی دس درم پر اور اوسکی قیمت بھی دس درم تھی پھر وہ مرگئی اور اوسکی کھال دباغت کی گئی بعد دباغت کے اوس کھال کی قیمت ایک درم ٹھہری تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی

اور شی مرہون کی بڑھوتی جیسے اولاد و دودھ یا پھل یہ سب راہن کے ہین اور یہ چیزین اصل شی مرہون کے ساتھ متعلق رہن ہینگی اور ہلاک ہو جاوین تو کچھ دین انکے بدلے مین ساقط نہوگا اور جو اصل شی ہلاک ہو جاوے اور یہ رہ جاوین تو دین کو ان چیزون کی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہووے اور اصل شی کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کرکے اصل شی کے حصے کو ساقط کر دینگے اور یہ چیزین بعوض اپنے حصہ دین کے فک کی جاوینگی ف مثلا دین دس درم تھا اور قیمت اصل شی کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہو تو دو ثلث دین کے حصہ اصل کا ہے وہ ساقط ہو جاویگا اور ایک ثلث دین کا حصہ بڑھوت کا ہے وہ دیکر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور زیادہ کر دیا مرہون مین صحیح ہے ف مثلا ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اوسکے ایک اور کپڑا دیا اب دونون دس درم پر رہن ہو گئے ص دین مین لیس اگر رہن تھا ایک غلام کہ جو ہزار روپیہ کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام رہن رہیگا جب تک مرتہن اوسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام مین امین ہوگا یہان تک کہ اوسکو بجائے اول کے کر دیوے اسطرح کہ غلام اول راہن کو پھیر دے پس اسوقت دوسرا غلام مضمون ہوگا اور اگر مرتہن نے راہن کو دین سے بری کر دیا یا دین ہبہ کر دیا اوسی راہن کو اب شی مرہون تلف ہو گئی مرتہن پاس تو مفت تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دین لیا یا بعض دین کسی غیر راہن سے یا اوس دین کے عوض مین کوئی چیز راہن سے خرید لی یا صلح کر لی اوس دین سے اور ایک مال کے یا راہن نے اپنے دین کا حوالہ کر دیا ایک اور شخص کو بعد اسکے وہ شی مرہون تلف ہو گئی تو تلف ہوئی بعوض دین کے تو مرتہن سے جو لیا ہے پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہو جاویگا یہی حکم ہے اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دین نہیں ہے پھر مرہون تلف ہو گیا یعنی اب بھی بمقابلے دین کے تلف ہوگا ف جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا رہن کا باطل ہے خواہ اوسکو راہن رہن رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن نے رہن کو راہن جائز رکھے گا تو باطل نہوگا طحطاوی در مختار

ص کتاب الجنایات

ف کتاب ہے جان و اعضا تلف کرنے کے مسائل کے بیان مین ص قتل کی پانچ قسمین ہین ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچوین قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جداگانہ بیان کیے قتل عمد مارنا ہے قصدا اوس چیز سے جو اجزائے بدن کو جدا کر ڈالے جیسے ہتھیار ہے ف مثل تلوار بندوق چھری تیر نیزہ بھالا بلم جنبیہ خنجر کٹار توپ وغیرہ ص یا تیز چیز سے یعنی دھار دار اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو ف اور جو چیز ہتھیار نہو اور دھار دار بھی نہو جیسے پتھر بے دھار کا یا لوہے کے بانٹ یا تمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کے سبب سے مار ڈالے مثلاً موٹی لکڑی یا گدرہ وغیرہ تو قتل اوس سے قتل عمد نہوگا بموجب مذہب امام صاحب کے اور اسی پر فتوی ہے اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے ہدایہ مین دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہے کہ عمد ایک امر باطنی ہے اوسپر اطلاع ممکن نہ تھی تو آلے کو قائم مقام کیا اسکے ص قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصدا تو جزا اوسکی جہنم ہے ہمیشہ رہیگا اوسمین اور غصہ ہوا اللہ اوسپر اور لعنت کی

اوسکو اور تیار کیا اوسکے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہے نزدیک
اللہ تعالی کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور نسائی نے عبد اللہ بن عمرو سے اور وقف اسکا صحیح ہے
اور روایت کی ترمذی نے ابو سعید اور ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان والے اور زمین کے لوگ
شریک ہوں ایک مومن کے خون میں البتہ سرنگون کرے گا اللہ ان سب کو آگ میں اور روایت کی ابو داود و نسائی نے
ابو الدرداء اور معاویہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخش دیگا اوسکو مگر جو شخص مشرک مرگیا یا کسی مومن
کو قصداً قتل کرے اور قتل مومن کے قتل ذمی کا ہو اور جسکو امن دی گئی ہو اسلام میں روایت کی بخاری نے عبد اللہ بن عمرو
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اوس کافر کو جس سے عہد ہو گیا ہے تو وہ نہ سونگھے گا بو جنت کی
اور بیشک بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہے **ص** اور اوس پر قصاص واجب ہوتا ہے فقط **ف**
یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعی کے نزدیک قصاص غیر معین ہے بلکہ ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت لیوے اور ہم
یہ کہتے ہیں کہ دیت وارد ہے صرف قتل خطا میں نہ عمد میں تو عمد میں قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہے لیکن ولی جب قصاص کو
چھوڑ دیتا ہے تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہے بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری
قول ہے اللہ تعالی کا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى یعنی فرض کیا گیا اوپر تمہارے قصاص بیچ مقتولوں کے اور روایت کی
ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے العمد هو القود الا ان يعفو ولي المقتول
یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کرے کذا فی العینی شرح الہدایۃ **ص** نہ کفارہ **ف**
اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ قتل عمد میں بھی واجب ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ کفارہ اوس گناہ کو محو کرتا ہے جو خفیف ہو
اور قتل خطا خفیف ہے برخلاف قتل عمد کے کذا فی الاصل **ص** **قتل شبہ عمد** **ف** اور اسکو خطاء عمد بھی
کہتے ہیں چونکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان میں ہے **ص** مارنا ہے قصداً ایسی چیزوں سے جو قتل عمد میں مذکور ہوئیں
ف یعنی ہتھیار اور دھاردار اور تیز چیز سے نہو **ص** جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا **ف** اور صاحبین
وغیرہما کے نزدیک یہ بھی عمد ہے اور دلیل امام اعظم کی حدیث ہے حسن کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قتیل
مقتول جو لکڑی یا کوڑے سے قتل شبہ عمد ہے اور اوس میں سو اونٹ واجب ہیں روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف
میں **ص** قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہے اور اوس پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور دیت مغلظہ اوسکی عاقلہ پر لازم ہوتی
ہے نہ قصاص **ف** یعنی قصاص نہیں آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہوں اور دیت مغلظہ اور عاقلہ کا بیان آگے
آوے گا انشاء اللہ تعالی **ص** اور جو شبہ عمد ما دون النفس میں ہووے تو وہ عمد ہے **ف** یعنی عمد اور شبہ عمد کا
فرق قتل نفس میں ہے اور ما دون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے میں شبہ عمد اور عمد یکساں ہیں
بلکہ وہاں شبہ عمد کچھ نہیں ہے سب عمد ہے **ص** **قتل خطا** اسکی دو صورتیں ہیں ایک خطا فی القصد **ف** جسکو
خطا فی المحل بھی کہتے ہیں **ص** یعنی قاتل کے گمان اور قصد میں خطا واقع ہو جیسے مسلمان کو تیر مارا شکار یا حربی یا مرتد
سمجھ کر اگرچہ وہ مسلمان کسی کا غلام ہو **ف** تو فعل میں خطا ہوئی اسلیے کہ قاتل نے اپنے گمان میں محل کو مباح سمجھ کر

تیر ادسکا پھر وہ محقون الدم نکلا **ص** دوسری خطا فی الفعل جیسے اوسنے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا **ف** یا کوئی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہی کہ قتل خطا دو قسم ہو ایک خطا فی القصد اور ایک خطا فی الفعل خطا فی الفعل یہ ہی کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اوس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطا فی القصد یہ ہو کہ خطا فعل میں نہووے مگر قصد میں ہووے مثلاً اوسنے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اوسکا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا کذا فی الاصل صاحب مختار نے صدر الشریعۃ پر خطا فی الفعل کی تعریف میں یہ اعتراض کیا ہی کہ قصد خطا فی الفعل میں ضرور نہیں مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسی کے ہاتھ سے اور اوسکے صدمے سے کوئی مرگیا تو یہ قتل خطا فی الفعل ہی حالانکہ مطلقاً اسمین قصد نہیں ہی جواب اوسکا یہ ہو کہ یہ قتل خطا فی الفعل نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا ہی اور اوسکا بیان آگے آویگا کذا قال العلامۃ الطحطاوی پس نسبت خطا کی طرف صدر الشریعۃ کے خطا فی الفعل ہی صاحب درمختار سے واللہ اعلم **ص** **قتل جاری مجرای خطا** جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر لیٹ کے گر پڑے اور اوسکے صدمے سے وہ مرجاوے **ف** مثلاً سونے والا آدمی چبوترے یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ پر ہو وہان سے وہ کروٹ لینے مین نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اوسکے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مرگیا تو یہ قتل خطا نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا یعنی قائم مقام خطا اور اوسکے مشابہ ہی ایسا ہی ہی اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اوسکے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اوسکے سبب سے کوئی مرجاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہی عالمگیری **ص** قتل خطا اور جاری مجرای خطا مین قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہی اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہی ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہی سپرد کیجاوے اوسکے گھر والوں کو **ص** اور قاتل پر گناہ نہین ہوتا قتل کا **ف** مگر ترک احتیاط سے گنہگار رہتا ہی اسی لیے کفارہ واجب ہوا ہدایہ **ص** **قتل بالسبب** یہ ہی کہ آدمی اپنی زمین غیر مملوک مین **ف** بغیر اذن حاکم کے رہنمار **ص** کنوان کھودے یا پتھر رکھے اور اوس کنوین مین گر کے یا پتھرون سے ٹھوکر کھا کے کوئی مرجاوے تو اسمین دیت واجب ہوتی ہی عاقلہ پر اور کفارہ نہین لازم ہوتا **ف** اور شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہی **ص** جمیع اقسام قتل مین سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہی میراث سے مقتول کی **ف** اور شافعی کے نزدیک قتل بالسبب مین بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل نہین وارث ہوتا ہی اوسکا نہین ہی واسطے قاتل کے میراث مین سے کچھ روایت کیا اوسکو نسائی اور دارقطنی نے اور قوت دی اسکو ابن عبدالبر نے اور معلول کیا اسکو نسائی نے اور صواب موقوف ہونا ہی اوسکا عمرو پر کذا فی بلوغ المرام

ص باب بیان مین اوس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہی اور جس سے لازم نہین آتا

واجب ہوتا ہی قصاص قتل سے اوس شخص کے جو محقون الدم ہی ہمیشہ جب قتل عمد ہووے **ف** اور محقون الدم دائمی مسلمان ہی یا ذمی اور اس سے احتراز ہوا مستامن اور حربی اور مرتد سے کہ انکے قتل سے قصاص واجب نہوگا منح الغفار **ص** تو قتل کیا جاویگا حر عوض میں حر کے اور عبد کے اور عبد عوض مین حر اور عبد کے **ف** بسبب اطلاق آیت

اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے میں حر نہ قتل کیا جاویگا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہی یہ امر کہ حر عبد کے عوض میں قتل نکیا جاویگا ہم یہ کہتے ہیں
کہ اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہی کہ حر بدلے میں حر کے اور عبد بدلے میں عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر
کا قتل بدلے میں عبد کے اور عبد کا بدلے میں حر کے سو آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے معلوم ہو گیا اور اگر آیت اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ سے
یہ معلوم ہوتا ہی کہ حر بدلے میں عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عبد بدلے میں حر کے قتل نہ کیا جاوے حالانکہ اسکے
شافعی بھی قائل نہیں ہیں دوسری دلیل ہماری حدیث ہے ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کریگا
اپنے عبد کو یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کرینگے ہم اوسکو روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور
دارمی اور نسائی نے سمرہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہی قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے
ایک زانی محصن دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاویگا تیسرے جو شخص نکلجاوے اسلام سے روایت کیا
اوسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے حضرت عائشہؓ سے اور اسمین قید حر کی نہیں ہی واللہ اعلم **ص**
مسلمان بدلے میں ذمی کے **ف** اور ذمی بدلے میں مسلمان کے اور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے میں ذمی کے قتل
نکرینگے اور دلیل شافعیؒ کی حدیث ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاویگا مسلمان بدلے میں کافر کے
روایت کیا اوسکو بخاری اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علیؓ سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا
عبدالرزاق نے عبدالرحمن بن بیلمانی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے میں ذمی کے اور فرمایا بہتر وہ ہی
جسنے پورا کیا ذمی کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہی اور عبدالرحمن یہ تابعی ثقہ ہی ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں اور
روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے موصولاً ابن عمرؓ سے اور صحیح مرسل ہی اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی
مذکور ہی اور حدیث علیؓ میں کافر سے مراد کافر حربی ہی تا دونوں روایتوں میں موافقت ہو جاوے دوسرے یہ کہ بعد اوسکے
وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ ہی جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہی کہ کافر سے مراد حربی ہی اسلیے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ضرور
ہی واللہ اعلم **ص** اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے میں مستامن کے بلکہ مستامن بدلے میں مستامن کے
قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل بدلے میں مجنون کے اور بالغ بدلے میں نابالغ کے اور صحیح تندرست بدلے
میں اندھے اور لنجے اور لولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے میں عورت کے اور عورت بدلے میں مرد کے اور فرع
ف یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی **ص** بدلے میں اصول کے **ف** یعنی باپ اور دادا اور نانا نانی ماں دادی
ص اور قتل نکیے جاوینگے اصول بدلے میں فروع کے **ف** یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو
مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہیں لیا جاویگا اسی طرح ماں نانی دادی کا حکم ہی اصل اسمین یہ قول
ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں قتل کیا جاوے والد بدلے میں ولد کے روایت کیا اوسکو احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ نے عمر بن الخطابؓ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارود اور بیہقی نے **ص** اور نہ قتل کیا جاویگا
مولیٰ بدلے میں اپنے غلام کے **ف** اسواسطے کہ غلام اوسکا مملوک ہی تو یہ ملک شبہ ہو گئی دفع قصاص میں

جیسے باپ اور بیٹے مین ص اور مولے مکاتب کے اور مدبر کا اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اوس غلام کے بدلے مین جسکے ایک حصے کا وہ مالک ہی اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا جب تک راہن اور مرتہن جمع نہو لیں ف اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق دین مین باطل ہوتا ہی لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہوجاوے کذا فی الاصل ص اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت اوس سے پورا ادا ہوسکے اور وارث بھی اوسکے ہوں اور مولی بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا ف اس لیے کہ اختلاف کیا صحابہ نے ایسے مکاتب مین کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہی تو ولی اوسکا وارث ہو ورنہ مولی ہی تو صاحب حق مشتبہ ہوگیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور مولی دونون مجتمع ہون کذا فی الاصل ص اور جو سوا مولی کے اور کوئی وارث نہو یا وارث ہو لیکن مال اسقدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولی قصاص قاتل سے لے سکتا ہی اور ساقط ہوجاویگا وہ قصاص جسکو کوئی شخص اپنے باپ پر وراثۃً پاوے ف بسبب حرمت ابوت کے جسکی مثالین اسکی بہت ہین مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اوس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہین لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اوس شخص کی قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب اوسکا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہی قائم مقام ہوا اوسکا یا ایک شخص نے اپنی ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتولہ کی بیٹی تھی قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اوسکا جو قاتل کے نطفے سے ہی وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور اوسکا کوئی وارث سواے زوجۂ قاتل کے نہین ہی بعد اوسکے زوجۂ قاتل قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اوسکا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتون مین قصاص ساقط ہوگا ص اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے ف یعنی تلوار سے یا جو اسکے مثل ہووے اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی طرح قتل کیا ہو در مختار اور شافعی رح کے نزدیک قاتل کو اوسی طرح قتل کرینگے جس طرح اوسنے مقتول کو قتل کیا پس اگر وہ اس فعل سے مرگیا فبہا ورنہ قطع کیجاوے گی گردن اوسکی واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاقود الا بالسیف یعنی نہین قصاص ہی مگر تلوار سے کذا فی الاصل روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے سنن مین حضرت صدیق اکبرؓ اور دارقطنی نے علی مرتضیؓ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاقود فی النفس وغیرہا الا بحدید یعنی قتل نفس وغیرہ مین قصاص نہین مگر لوہے سے ص معتوہ ف یعنی ص کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا معتوہ کے ہاتھ یا پانون یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اوس معتوہ کے پہونچتا ہی کہ اوسکے قاطع یا قاتل سے قصاص لیوے یا صلح کرلیوے ف مقدار دیت پر اور اوس سے زیادہ یا دیت سے کم پر در مختار ص اور معاف نہین کرسکتا اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح پہونچتی ہی اور وصی کا حکم مثل معتوہ کے ہی اور قاضی مثل باپ کے ہی یہی صحیح ہی ف تو اگر مقتول کا کوئی وارث نہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہی اور صلح کرسکتا ہی نہ عفو در مختار ص اگر مقتول کے چند وارث ہون بعض اونمین سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثۂ کبار کو پہونچتا ہی کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لے لیوین

ف اور صاحبین کے نزدیک نہین پہونچتا اور فتوی امام صاحب کے مذہب پر ہی دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ ابن ملجم
لعین قاتل حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قتل کیا گیا حالانکہ اونکے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے واقع ہوا
تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا لیکن یہ شرط ہی کہ وارث کبیر اجنبی نہو صغیر سے مثلا زید مقتول ہوا اور اوسکا ایک لڑکا ہی نابالغ زوجۂ اولی
سے اور ایک زوجۂ ثانیہ ہی تو زوجۂ ثانیہ اوس لڑکے سے اجنبیہ ہی اوسکو استیفاے قصاص نہ پہونچیگا بلکہ انتظار کیا
جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہی اور اوسکی ماں موجود ہی تو ماں کو استیفاے قصاص پہونچیگا اور بعض فقہا کے
نزدیک صورت اولی میں بھی زوجۂ ثانیہ کو صغیر کیطرف سے استحقاق استیفاے قصاص حاصل ہی اسواسطے کہ قرابت
سے مراد عام ہی جو شامل ہی زوجیت کو بھی تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہون
لیکن بعض موجود ہون اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہین پہونچتا جب تک سب وارث جمع نہو لین
کذا فی الہدایہ ص اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہان تک
کہ مر گیا ف اسواسطے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہرا بشرطیکہ مجروح بیچ مین اچھا نہو گیا ہو
ثابت ہوا یہ امر مشاہدہ سے یا حجت سے اور جو قاتل نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہو کر مرا اور ولی مقتول نے گواہ
قائم کیے اس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہونگے درمختار ص اور قصاص لیا جاویگا اگر
قاتل نے مقتول کو پھاوڑے سے مارا اوسکی دھار کیطرف سے اور جو اوسکی پشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی در مثقل سے یا گلا
گھونٹا یا غرق کیا پانی مین یا کوٹھے اونچے سے گرا کر مار ڈالا تو ان صورتون مین قصاص لیا جاویگا ف اسلیے کہ یہ صورتین قتل شبہ عمد
کی ہین جیسا کہ گذرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کرلے یعنی ایکبار سے زیادہ اوسکا مرتکب ہو تو اوسکا قتل سیاستا
حاکم کو پہونچتا ہی درمختار ص اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف مین مشرک سمجھکر تو اوسپر قصاص نہین بلکہ
کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑا پھر زید نے بھی اوسکو زخمی کیا پھر شیر نے اوسکو مجروح کیا
پھر سانپ نے اوسکو کاٹ کھایا اور ان سب امور کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مر گیا تو زید پر تیسرا حصہ دیت کا لازم آویگا اور جس
شخص نے مسلمانون پر تلوار کھینچی تو واجب ہی اوسکا قتل کرنا اور اوسکے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اوٹھایا اوپر
مسلمانون پر رات کو یا دن کو شہر مین یا باہر شہر کے یا لٹھ اوٹھایا مارنے کے لیے رات کو شہر مین یا رات یا دن کو بیرون شہر پھر اوس دوسرے
شخص نے اس ہتھیار اوٹھانیوالے کو یا لٹھ اوٹھانیوالے کو مار ڈالا تو اوسپر کچھ نہین ہی ف جاننا چاہیے کہ ہتھیار اوٹھانیوالے کا
قتل مطلقا درست ہی اور لاٹھی اوٹھانے والے مین اگر رات کو اوٹھاوے تو خواہ شہر مین ہو یا بیرون شہر مین قتل اوسکا درست ہی
اور جو دن کو اوٹھاوے باہر شہر کے تب بھی قتل کرنے والے پر کچھ نہین ہی اور جو دن کو اندر شہر کے اوٹھاوے تو اوسکا قتل درست
نہین اسلیے کہ شہر مین بہت سے لوگ فریاد رس ہین کہ وہ اوس سے بچا لیونگے کذا فی الاصل مع زیادة ص اگر چور مال لیکر
گھر سے چلا اور مالک مال نے اوسکا پیچھا لیکر اوسکو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہین ہی ف یہ جب ہی کہ مالک مال اپنا
مال نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقاتلہ کر تو اپنے مال کے لیے یہان تک کہ تو
شہداے آخرت سے ہو وے یا اپنا مال بچا رکھے روایت کیا اوسکو نسائی نے مخارق سے اسی طرح جائز ہی مالک کو قتل کرنا

چور کا جب وہ اوسکے مال لینے کا قصد کرے اور اوسکے دفع پر بدون قتل کے قادر نہو یا کوئی اوسکے مکان میں مسلح گھس آوے اور اوسکو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کے لیے آیا ہو تو اوسکا قتل حلال ہو کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کے لیے اوٹھائی شہر کے اندر دن کے وقت اور زید نے اوس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاوے گا قصاصاً **ف** اسواسطے کہ لاٹھی مارنے سے فوراً آدمی نہیں مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریادرس پہونچ سکتا ہے شہر میں اور اسمین خلاف ہو صاحبین کا کذا فی الاصل **ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مار بھی دی لیکن عمرو مرا نہیں بعد اوسکے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جاکر اوسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاویگا **ف** اسلیے کہ جب زید نے تلوار مار دی اور عمرو مقتول نہیں ہوا اور زید لوٹ گیا تو اوسکی عصمت پھر آئی پھر جو اوسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید لوٹا نہیں اور پھر مارنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اوسکا مار ڈالنا درست ہو کذا فی الاصل مع زیادہ **ص** اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اوٹھائی مارنے کے لیے اور اوس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اوسپر دیت لازم آویگی اور اوسکے مال میں اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اوسپر حملہ کیا اور اوس شخص نے اوس جانور کو مار ڈالا تو اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی **ف** اور شافعی کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی میں اور نہ قیمت جانور میں اسلیے کہ اوسنے قتل کیا دفع شر کے لیے اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہو ضمان شکل دابہ میں نہ دیت قتل صبی و مجنون میں کذا فی الاصل اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہو

مسائل ملحقہ اگر کوئی شخص کسیکو عمداً قتل کرے اور اوسپر قتل عمد ثابت ہوجاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہو کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جب تک کہ ان شروط میں غور نکر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسری یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسری یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہوں چوتھی یہ کہ سب وارث قصاص کے خواہاں ہوویں اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہاں ہوجاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہوجاویگا پانچوین یہ کہ ورثہ بالغ ہوں یا بعض نابالغ ہوں اور بعض بالغ قصاص چاہتے ہوں اور جو سب نابالغ ہونگے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کرتے ہوں گے یا کسی قدر رقم دیت سے کم کے خواہاں ہونگے تو ورثہ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹی یہ کہ قاتل مقتول کے اصول میں سے نہووے جیسے باپ یا دادا پردادا نانا پرنانا یا ماں دادی نانی پرنانی پردادی وغیرہ ساتوین یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون قتل میں شریک نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہوجاویگا آٹھوین یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اوسکے اصول میں سے شریک قتل نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہوگا نوین یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل میں ایسا شخص شریک نہووے جسکا قتل شبہ عمد یا خطا ہو دسوین یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلہ سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئین بچانے کے لیے اوسکو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہوگا گیارھوین یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جس سے اوسکا قتل مباح ہوجاوے جیسے مال قاتل کا چھینتا ہو یا لوٹتا ہووے یا اوسکی جورو سے زنا کر رہا ہووے یا اوسکے گھر میں بے اذن باوجود منع کے جبراً گھس آیا ہووے بارھوین یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول میں سے نہووے تیرھوین یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھوین یہ کہ وارث مقتول نے حکم نکیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً پندرھوین

یہ کہ قاتل وارثہ مقتول مین سے کسی کا وارث نہو جاوے قبل استیفاے قصاص کے مشتولھو ہین کہ مقتول قبل قتل قاتل کے
ایسی حالت نزع مین ہووے جس سے اوسکی زندگی کی امید نہو ستر ھو ہین یہ کہ قاتل تا سپرد کرے اوسکے طرف ولی کے واسطے
استیفاے قصاص کے مجنون نہو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنیکے مجنون ہو جاوے تو قصاص ساقط ہوگا واللہ اعلم
مسالہ اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلا دیا تو یہ قتل شبہ عمد ہے تو اسکی کئی صورتین ہین پہلی یہ کہ زہر دینے والے کو اس چیز کے
زہر ہونے کا علم نہو تو اس صورت مین زہر کھلانے والے پر کچھ لازم نہ آویگا دوسری یہ کہ اوسکو علم ہو اوس چیز کے زہر ہونیکا
تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز مین ملا کر دیا اور اوسنے خود کھا لیا تو نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ قید رکھا جاویگا اور وہ
تعزیر دیجاویگی اور مدت قید کی امام کی راے کیطرف مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اوسکے حلق مین ڈالا تو دیت واجب ہوگی قاتل کی
عاقلہ پر کذا فی الدر المختار ورد المحتار مسالہ اگر کوئی شخص کسی کو پانی مین ڈبوے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالبا نہین مرتا اور نجات
ممکن ہے وہان سے تیر کر اور وہ مرگیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اوس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر
جیسے اوسکے ہاتھ پانون کھلے ہین اور وہ تیر جانتا ہے اور اگر مرگیا تو بھی شبہ عمد ہے ورنہ عمد ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے
نزدیک شبہ عمد ہے عالمگیری مسالہ اگر کسی نے دوسرے کو حجرے مین بند کردیا اور وہ بھوک کے مارے ہلاک مرگیا یا اوسکے
ہاتھ پانون باندھکر اوسکو شیر کے سامنے یا اور کوئی درندے کے ڈالدیا اور اوسنے اوسکو مار ڈالا یا اوسکو اور سانپ یا بچھو یا کسی اور
موذی کو ملا کر ایک حجرے مین بند کردیا اور اوس آدمی کو اوسنے قتل کیا تو ان سب صورتون مین قصاص اور دیت نہین ہے
لیکن اوس شخص پر تعزیر واجب ہے اور حبس مدام الحیات درمختار مسالہ فتاوے عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہے
کہ اگر کوئی شخص قتل کرے سطح پر کہ اوس پر نہ قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم مسالہ
اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اوس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اوسکے عمرو نے اوسکو ایک زخم مارا تو قاتل بکر
کا زید سمجھا جاویگا یہ جب ہے کہ دونون جراحتین آگے پیچھے ہون اور جو ایک ساتھ دونون نے زخم پہونچائے تو دونون قاتل
ہین اگرچہ ایک شخص دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی الخلاصۃ مسالہ اگر کسی نے کسی کو زندہ دفن کر دیا
اور وہ مرگیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتوی ہے اور محمد کے نزدیک قتل کیا جاویگا کذا فی الظہیریہ مسالہ اگر کوئی کسی کے گھر مین دروازے سے جھانکتا
اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا اگر صاحب خانہ اوسکو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہین کرسکتا اور جو
دفع کرسکتا ہے تو ضامن ہوگا درمختار مسالہ کئی آدمی ایک کے بدلے مین قتل کیے جاوینگے اگر ہر شخص مقتول کو جراحت مہلک مارے
ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے مارین پھر وہ مرجاوے اور معلوم ہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نتھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا
اسواسطے کہ اسپر اطلاع ہونا متعذر ہے اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کسکا کاری ہے اور کسکا غیر کاری ورنہوگا یہ کہ قبل مرجانے مقتول
کے تو قصاص اوس شخص سے ہوگا جسکا زخم کاری ہے اور جن لوگون کا کاری نہین ہے اون پر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسیکا زخم
کاری ہو لیکن مقتول سب زخمون سے مرجاوے تو کسی سے قصاص نہوگا لیکن دیت اون سے آویگی کذا فی الشامی اور جو لوگ قتل مین شریک
ہو وین لیکن تماشا مین ہون یا قاتل کو در غالتے ہون یا قاتل کے مددگار ہون یا مقتول کو روکے ہوے ہون تو اون پر تعزیر ہوگی اور
قصاص اور دیت نہین ہے کذا فی الشامی مسالہ ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے

اور توبہ اوسکی مقبول نہیں ہے اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ مینے فلان شخص کو دعا کے یا آلتی تیرون سے یا سورۂ انفال کی قرأت سے مار ڈالا تو اوسپر کچھ لازم نہ آوے گا اسلیے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور موذی ہے طرف علم غیب کے تمامی

ص باب قصاص مادون النفس کے بیان میں

قصاص مادون النفس اوسی جگہ ہے جہان رعایت مماثلت کی ہوسکے تو اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جوڑ سے تو اوسکا بھی ہاتھ کاٹ ڈالینگے اوسی جوڑ سے **ف** اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ یعنی زخموں مین قصاص لیا جاویگا کذا فی الہدایہ اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ یہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہے کذا فی الاصل حاصل یہ ہے کہ جب عضو جوڑ سے کاٹا جاے تو قصاص لیا جاویگا اور جو ہڈی کاٹی ہو تو اوسمین قصاص نہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اوسمین کوئی خلل زیادہ پیدا ہوجاوے کذا فی الطحطاوی **ص** اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہووے مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہے پاؤن مین اور نرمہ بینی مین **ف** ناک مین بانسے کے نیچے جسقدر گوشت نرم ہے وہ نرمہ بینی کہلاتا ہے اور عربی مین اوسکو مارن کہتے ہین تو مارن مین قصاص ہے اور بانسے مین نہین ہے اسواسطے کہ وہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہے کذا فی الاصل **ص** اور کان مین اور اوس آنکھ مین جسکی روشنی صدمہ سے جاتی رہی ہووے اور آنکھ قائم ہو تو اوسکے قصاص کی یہ شکل ہے کہ ضارب کے مونہہ پر جسکی روئی ایچادار اوسکی آنکھ کے مقابل مین گرم آئینہ رکھا جاوے **ف** یہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابۂ کرام واقع ہوا روایت کی عبدالرزاق نے مصنف مین حکم بن عتیبہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی تھی یعنی **ص** اور اگر آنکھ حلقے مین سے نکالی جاوے تو اوسکا قصاص نہین **ف** بسبب متعذر ہونے مساوات کے **ص** اور قصاص ہوگا ہر اوس زخم مین جسمین مماثلت ہوسکتی ہے جیسے جراحت موضحہ **ف** موضحہ اوس جراحت کو کہتے ہین جسمین کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھل جاوے **ص** اور نہین قصاص ہے ہڈی مین سوا دانت کے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیۃ **ص** تو دانت اوکھاڑ اجاویگا اگر اوسنے اوکھیڑا ہے اور جو اوسنے توڑ ڈالا ہو تو اوسکا دانت ریتا جاوے اور نہین ہے قصاص مادون النفس درمیان مین عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو غلامون مین اور اوس تجویز جو نصف ساعد سے کاٹا جاے اور جائفے مین جو اچھا ہوجاوے **ف** جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ کے پہونچ گیا سینے کیطرف سے یا شکم یا پشت کیطرف سے اسمین قصاص نہین جب اچھا ہوجاوے اسلیے کہ تندرستی اس جراحت سے نادر ہے اور ظاہر ہے کہ اگر جارح سے قصاص لیوین جائفے کا تو وہ مرجاویگا پس جب جائفہ مجروح کا اگر اچھا نہوا اور سرایت کرگیا اور مجروح مرگیا تو قصاص لیا جاویگا جارح سے یعنی قتل کیا جاویگا اور جو نہین مرا تو انتظار کرنا چاہیے اوسکی صحت یا موت کا کذا فی الاصل **ص** اور نہین قصاص ہے زبان مین اور ذکر مین مگر جب حشفہ کاٹا جاوے **ف** یہ ہمارے نزدیک ہے اسلیے کہ انقباض انبساط ان دونون مین جاری ہے پس رعایت مماثلت نہین ہوسکتی اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جو قطع جڑ سے ہو تو قصاص لیا جاویگا کذا فی الاصل

ص اور ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہیں اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا ایک انگلی اوسکی کم ہو یا سر اوسکا بڑا ہو کر زخم
تمام سر پر نہ پونہچے اور مجروح کے ہاتھ اور انگلیاں سالم ہیں اور سر اوسکا چھوٹا ہی کہ تمام سر کو پونہچا ہی تو مجروح کو اختیار ہی خواہ
جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور ساقط ہو جاتا ہی قصاص قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کے عفو سے اور اونکی
صلح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر اوسکی میعاد کی یا نقد ہونیکی تصریح نہوئی ہو
اور مثل دیت کے موجل نہوگا اور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کر لیگا تو قاتل کے ذمے سے قصاص ساقط ہو جاویگا اور باقی
وارثون کو حصہ دیت ملیگا اگر ایک آزاد اور غلام نے ملکر ایک شخص کو مار ڈالا بعد اوسکے اوس شخص آزاد نے اور اوس غلام کے مولی
نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیوے اور اوسنے صلح کرا دی تو مولی کو اور اوس شخص آزاد کو
دونون کو پانچ پانسو روپیہ دینا ہونگے اور چند آدمی قتل کیے جاوینگے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیون کے اور
شافعی کے نزدیک اول کے بدلے قتل کیا جاویگا اور واجب ہوگا مال دیت باقی مقتولون کے لیے اور جو اول مقتول معلوم نہو تو
سب کے عوض قتل کیا جاویگا اور تقسیم کیجاوے گی دیت سبکو اور بعض نے کہا ہی کہ قرعہ ڈالا جاوے اور جسکے نام قرعہ نکلے اوسکے بدلے قتل
کیا جاوے تو اگر اون مقتولون کے وارثون میں سے ایک مقتول کے وارث نے اگر قصاص لے لیا تو باقی مقتولون کے ورثہ کو
اب کچھ نہ ملیگا اگر دو شخصون نے ملکر ایک کا ہاتھ کاٹا اگرچہ اس طرح پر کہ ایک چھری دونون نے لیکر اوسکے ہاتھ پر چلادی تو اوسکے
عوض میں اون دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے بلکہ دیت اون دونون سے دلائی جاویگی اور امام شافعی کے نزدیک دونون کے
ہاتھ کاٹے جاوینگے مثل قتل نفس کے اور جو ایک شخص نے دو شخصون کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اون دونون کو پہونچتا ہی کہ اوسکا داہنا
ہاتھ کاٹیں اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر آدھون آدھ بانٹ لیں اگر دونون ساتھی حاضر ہون اور جو پہلے ایک حاضر ہوا اور اوسکے
ہاتھ کے عوض میں قاطع کا ہاتھ کاٹا گیا اور اب دوسرا آیا تو اوسکو دیت ملیگی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اوسکو
قتل کرینگے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو قصداً تو وہ تیر اوس مرد کو لگکے پار نکل کے دوسرے کے لگ گیا اور دونون مر گئے تو اول
شخص کے بدلے میں قصاص لیا جاویگا کیونکہ وہ قتل عمد ہی اور دوسرے کے بدلے میں دیت آویگی اسلیے کہ وہ قتل خطا ہی **ف** ہر چند
یہ فعل واحد ہی لیکن بعدد اثر کے متعدد ہو گیا **ص** زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اوسکو مار ڈالا تو اسکی آٹھ صورتیں ہیں
اسواسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہی اسی طرح قتل یا عمد ہی یا خطا ہی پھر چار صورتون میں عمرو بیچ میں تندرست ہوا ہی یا نہیں تو اگر دونون
فعل عمداً کیے پس اگر بیچ میں عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونون فعلون کا زید سے لیا جاویگا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت
مابین میں حاصل نہیں ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہی کہ قطع ید کے بعد قتل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا
نہ قطع تو جزا قطع قتل کی جزا میں داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان میں صحت ہو گئی ہو تو قطع اور
قتل دونون کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہوئی ہو تو فقط قتل کی
دیت کافی ہوگی اور اگر قطع عمد ہی اور قتل خطا ہی خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی لیجا
ویگی اور جو قطع خطا ہی اور قتل عمد ہی خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا
زید نے عمرو کو سو کوڑے مارے اس طرح کہ پہلے نوے مارے اوس سے وہ چنگا ہو گیا بعد دس مارے اوس سے مر گیا تو ایک ہی دیت

یعنی نوے زخم اچھے ہو گئے

لازم ہوتا ہی ف اسواسطے کہ وہ جب چنگا ہو گیا تو گویا کوڑے نہ لگے تو اونکا اثر معتبر نہ ہوگا اگر تعزیر کے حق مین البتہ معتبر ہی اور اسیطرح ہر ایک
ہی قصاص نہیں ہر ایک وہ زخم جو چنگا ہو گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نہ رہا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکے اندر
حکومت عدل ہی اور محمد سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوائیون کا خرچ واجب ہوگا کذا فی الاصل ص اور جسے پہلے نوے کوڑے مارے
اوس سے وہ زخمی ہو گیا اور ان کا اثر اوسکا باقی رہا بعد اوسکے دس کوڑے لگائے اور وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس دونون واجب
ہونگے ف باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر المختار اور حکومت عدل کا بیان انشاء اللہ تعالی کتاب الدیات مین آویگا ص
ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اور اوسنے معاف کر دیا پھر اوس قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو قاطع کو دیت دینا ہوگی ف یہ مذہب امام ابو حنیفہ
کا ہی اور صاحبین کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ عفو قطع سے عفو اوسکے موجب کا ہی اور وہ قطع ہی اگر سرایت نہ کرے اور قتل ہی
اگر سرایت کرے اور امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع
پس دیت واجب ہوگی اسلیے کہ قصاص بسبب شبہہ عفو کے ساقط ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو اوسنے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے
اور جو اوس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قطع خطا سے ہو تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو
عمدا ہو تو کل مال سے یہی حکم ہی سر کے زخم کا جو پھیلنے تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اوسنے اوس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر
یعنی اپنے ہاتھ کی دیت کے بدلے مین پھر وہ مر گیا تو مرد پر اوس عورت کا مہر مثل واجب ہی اور اوسکے ہاتھ کی دیت عورت کے مال
مین سے دیجاویگی اگر اوسنے عمدا ہاتھ کاٹا اور اوسکے عاقلہ پر ہی اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اوس سے ہاتھ پر اور جو اوس سے
پیدا ہو یا جنایت پر پھر مر گیا تو عمد مین مہر مثل ہی اور کچھ عورت پر لازم نہ ہوگا بسبب قتل کے اور خطا مین عورت کے عاقلہ سے بقدر
مہر ساقط ہوکر باقی اونکے لیے بطور وصیت کے سمجھا جاویگا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث
ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اوسکے عوض مین زید کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو
مر گیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی ف یہ جب ہی کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبین کے نزدیک زید کو کچھ
نہ دینا ہوگا اسلیے کہ اوسنے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اوسکے اختیار مین نہیں ہی اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو
یا معلم باپ کے اذن سے لڑکے کو تعلیم کے لیے ضرب معتاد کرے اور وہ مر جاوے تو اوسپر ضمان نہیں البتہ اگر حد معروف سے
زیادہ مار یگا اور لڑکا ہلاک ہو جاویگا تو اوسکو تاوان دینا ہوگا در مختار ص اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا
ہاتھ کاٹا پھر عفو کر دیا قتل سے تو اوسکو دیت دینا ہوگی ہاتھ کی ف صاحبین کے نزدیک نہ دینا ہوگی

ص باب قتل کی گواہی اور حالت قصاص کے اعتبار مین

حق استیفاے قصاص وارثون کے لیے ثابت ہوتا ہی ف یعنی ورثہ مقتول کے لیے حق حاصل ہوتا ہی اس بات کا
کہ قاتل سے قصاص لیوین اور یہ حق ثابت ہوتا ہی وارثون کے لیے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکہ کا مستحق ہی
اوسکو یہ حق بھی حاصل ہی اور جو ترکہ سے محروم ہو وہ اس حق سے بھی محروم ہی مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہو تو بھائی بھتیجے چچا
ماموں محروم ہونگے اسیطرح باپ سے دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ اور مان سے نانی محروم ہوگی وعلی ہذا القیاس ص
ابتدا سے نہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہیں ہوسکتا پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے ایک

سے ایک حاضر اور موجود تھا اوسنے گواہوں سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہوں کی گواہی کا اعادہ ضروری ہی **ف** امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک **ص** اور جو قتل خطا ہووے یا دعوی دین کا تو دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالاجماع ضرور نہیں ہی پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کر دیے تو وارث حاضر اوسکا خصم ہو جاویگا اور قصاص ساقط ہوگا یہی حکم ہو اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثوں نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہوگی لیکن شہادت اون دونوں کیطرف سے عفو قصاص ہوگی تو اگر قاتل نے اِن دو وارثوں کی تصدیق کی تو تینوں وارثوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اگر دونوں کی تکذیب کی تو ان دو وارثوں کو کچھ نملے گا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملیگا اور جو اونکی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اوسکو تہائی حصہ دیت کا ملیگا **ف** لیکن یہ تیسرا حصہ اون دونوں وارثوں کو دیا جاویگا استحسانا درمختار اور ایک چوتھی صورت ہو اوسکو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہی کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونوں نے تصدیق کی اون دونوں وارثوں کی تو اس صورت میں تیسرے وارث کو کچھ نملیگا اور اون دونوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اصل کتاب میں اسکے دلائل تفصیل مذکور ہین **ص** اگر اختلاف کیا قتل کے گواہوں نے زمان قتل میں یا مکان قتل میں یا آلہ قتل میں یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے نے کہا کہ مجکو معلوم نہین کس ہتھیار سے مارا **ف** یا ایک نے گواہی دی معاینہ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر درمختار **ص** تو ان سب صورتوں مین شہادت لغو ہو جاویگی اور جو شاہدون نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلہ قتل ہمکو معلوم نہین تو دیت واجب ہوگی **ف** اور قیاس یہ ہی کہ کچھ واجب نہو اسلیے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہی باختلاف آلہ وجہ استحسان کی یہ ہی کہ گواہوں نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہین ہی تو ثابت ہوگا اقل موجب اوسکا اور وہ دیت ہی اور واجب ہوگی دیت مال مین قاتل کے اسلیے کہ اصل قتل مین عمد ہی اور عاقلہ نہین بار اوٹھاتے ہین عمد کا کذا فی الاکمل **ص** اگر قتل مقتول کا دو شخصوں مین سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونوں نے اوسکو مارا ہی تو دونوں قتل کیے جاوینگے اور جو ایک شہادت گذری کہ زید کو عمرو نے مارا ہی اور دوسری شہادت یہ گذری کہ زید کو خالد نے مارا ہی اور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونوں نے مارا ہی تو دونوں شہادتین لغو ہو جاوین گی **ف** اسواسطے کہ ولی کا قول تکذیب اور تفسیق ہی شہود کی یا مقر کی اور وہ مبطل شہادت ہی **ص** اور اعتبار وجوب عدم وجوب دیت وغیرہ مین حالت تیر اندازی کی ہی نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہو گیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی ہوگی جب تیر مارا غلام کو اور وہ قبل تیر لگنے کے آزاد ہو گیا اور جزا اوس محرم پر جسنے تیر مارا حالت احرام مین اور قبل تیر لگنے کے حلال ہو گیا اور نہ واجب ہوگی جزا اوس حلال پر جسنے تیر مارا اور بعد اوسکے محرم ہو گیا قبل تیر لگنے کے اور نہین ضمان دیگا وہ شخص جس نے تیر مارا اوسکو جسکے سنگسار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہونچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاوین اور حلال ہی وہ شکار کہ تیر مارا اوسکو مسلمان نے پھر مجوسی ہو گیا قبل تیر پہونچنے کے نہ وہ شکار جسکو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قبل تیر لگنے کے

ص کتاب الدیات

مقدار دیت سونے سے ایک ہزار دینار ہیں اور چاندی سے دس ہزار درم اور اونٹ سے سو اونٹ **ف** اسواسطے کہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے میں دیت سو اونٹ کی ہی اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے مراسیل میں اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان نے اور روایت کی بیہقی نے طریق شافعیؒ سے کہ کہا شافعیؒ نے کہا محمد بن الحسنؒ نے پہنچا ہمکو حضرت عمرؓ سے کہ انھوں نے مقرر کیا سونے والوں پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم کہا محمد بن الحسن نے اور خبر دی ہمکو ثوری نے مغیرۃ الضبی سے انھوں نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اونٹوں سے پھر ہر اونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس[۱۲۰] درم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہوگئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درم ہوے اور روایت کی محمد بن الحسن نے انا ابوحنیفۃ عن الہیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال علی اہل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درہم وعلی اہل الذہب الف دینار الحدیث

یعنی کہا عمر بن الخطابؓ نے کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درم ہیں اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں اور شافعیؒ کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں اسواسطے کہ حدیث ابن عباس میں ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اوسکو چاروں عالموں نے اور جواب اس حدیث سے بچند وجوہ ہی اول یہ کہ اس حدیث کا ارسال مرجح ہی ترجیح دیا اوسکے ارسال کو نسائی نے اور ابوحاتم نے اور حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج نہیں دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہیں جنکا وزن وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم چھ مثقال کے برابر تھے بدلیل اوسکے جو روایت کی محمد بن الحسن نے ابراہیم سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مقدار دیت معین نہیں ہوئی تھی تو کبھی آپنے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہی اور کبھی آٹھ ہزار درم جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص میں ہی اخراج کیا اوسکا ابوداؤد نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباس میں جو حکایت ہی ایک واقعے کی اور قرار داد عمرؓ مقدار دیت میں بغیر سمع شارع کے نہیں ہوسکتی اور تھی یہ بحضور میں صحابہ کرام سے تو اخذ ساتھ اسکے اولیٰ ہی واللہ اعلم **ص** اور یہ دیت قتل شبہ عمد کی سو اونٹ ہیں اس طرح کہ پچیس بنت مخاض ہوں اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے علقمہ اور اسود سے کہ کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے شبہ عمد کی دیت میں پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض **ص** اور قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہیں لیکن اس طرح پر کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض **ف** یعنی نر اونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہیں **ص** اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا یہ ہی کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے

ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کفارۂ خطا میں وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ الآیہ **ص** تو اگر
اس سے عاجز ہو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
ص کفارۂ قتل مین کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہین ہی **ف** اسلیے کہ اطعام یہان نص کلام اللہ مین وارد نہین ہوا
ص اور صحیح ہی آزاد کرنا اوس شیرخوار لڑکا جسکے ان یا باپ مسلمان ہون نہ اوس بچے کا جو شکم مین ہی اور عورت کی دیت
نصف ہی مرد کی دیت سے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضا کی **ف** یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعی رح کے نزدیک ادون الثلث
دیت مرد اور عورت کی برابر ہی اور جو ثلث سے زیادہ ہو تو وہ نصف ہی عورت کی دلیل شافعی رح کی حدیث ہی نسائی کی کہ دیت عورت
کی برابر ہی مرد کی دیت کے یہان تک کہ پہونچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہی
جسکو روایت کیا بیہقی نے معاذ بن جبل سے مرفوعًا دية المرأة على النصف من دية الرجل یعنی دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی
اور حدیث مطلق ہی شامل ہی ثلث کو اور مادون ثلث کو اور بھی روایت کی بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھون
نے دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور روایت کی شافعی رح نے ابراہیم سے انھون نے عمر بن الخطاب اور علی بن
ابی طالب سے کہ دونون نے کہا دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی **ص** اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہی **ف** ہمارے
نزدیک اور امام شافعی رح کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہین اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہین اور امام مالک کے
نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی نصف ہی دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی اونکے نزدیک
بارہ ہزار درم ہین دلیل امام شافعی کی حدیث ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر
کیا اوپر ایک مسلمان کے کہ قتل کیا تھا اوسنے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اور اسمین ذکر
مجوسی کا نہین ہی اور روایت کی شافعی نے پھر بیہقی نے منصور بن المعتمر سے انھون نے ثابت بن ہمدان سے انھون نے ابن المسیب سے
کہ عمر بن خطاب نے فیصلہ کیا دیت مین یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم کا اور مجوسی مین آٹھ سو درم کا دلیل امام مالک
کی حدیث ہی عمرو بن شعیب کی عن ابیہ عن جدہ کہ فرمایا حضرت نے دیت کافر کی نصف ہی دیت مسلمان کی اور ایک روایت میں
ہی کہ دیت ذمیون کی نصف ہی دیت اہل اسلام کی روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے دلیل ہماری قول ہی
اللہ تعالی کا وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر
آیت دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ دیت اوسکی مثل دیت مسلمان کے ہی اور حدیث ابو ہریرہ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہی روایت کیا اوسکو امام اعظم رح نے مسند مین زہری سے انھون
نے سعید بن المسیب سے انھون نے ابو ہریرہ رض سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہی اور روایت کی طبرانی نے معجم اوسط مین
ابن عمر سے باسناد حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی کہا صاحب تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہی
اور اسی سے اخذ کیا ابو حنیفہ اور جماعت علما نے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین سند صحیح سے ابن المسیب سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اوسکے عہد مین ہزار دینار ہین اور نقل کیے ابن عبدالبر نے تمہید مین
اپنی سند سے بہت سے آثار ایک جماعت سے اونھین سے ہین ابن المسیب کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان

سکے ہو اور روایت کی طحاوی نے بسند حسن ابن المسیب سے مثل روایت ابو داؤد کے پس روایت ابن المسیب معارض ہے
اوس روایت ابن المسیب کے جس سے تمسک کیا شافعی نے باوجود اسکے کہ روایت شافعی موقوف ہے اور یہ مرفوع
ہے اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کئی آثار اس باب میں ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن
عتبہ اور اسمٰعیل اور صالح اور عطا اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہے کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان
کے ہے اور روایت کی عبد الرزاق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور زہری نے کہا کہ دیت یہودی
نصرانی اور مجوسی اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور ابوبکر
اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہاں تک کہ ریاست ہوئی معاویہ کی سو انھوں نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال میں رکھا اور ولی
مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبد الرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمان
میں سو حضرت عثمان نے نہیں قتل کیا اوس مسلمان کو لیکن دیت دی اوسپر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاوی نے باسناد
حسن جعفر بن عبد اللہ بن الحکم سے کہ رفاعہ بن سموال یہودی قتل کیا گیا شام میں تو حضرت عمر نے دیت اوسکی ہزار دینار مقرر
کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کے ہے سوا ابن منقذ کے اور وہ ثقہ ہے روایت کی اوس سے حاکم
نے مستدرک میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور روایت کی عبد الرزاق نے بسند صحیح انس بن مالک سے کہ وہ حدیث
بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اوسمیں حضرت عمر نے بارہ ہزار درم کا دیت کے تو روایت شافعی اور بیہقی
کی ثابت حداد سے اونھوں نے ابن المسیب سے کہ حکم کیا حضرت عمر نے یہودی اور نصرانی کی دیت میں چار ہزار درم کا
قابل التفات کے نہیں ہے کئی وجہوں سے ایک تو اسوجہ سے جو ہمنے بیان کیا کہ اوس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمر سے
دوسری وہ جو ذکر کیا مالک اور ابن معین نے کہ ابن المسیب نے نہیں سنا عمر سے تیسری ثابت الحداد مجہول ہے نہیں پہچانا
جاتا اور اسی واسطے کہا ذہبی نے اپنے مختصر میں اور کون ہے ثابت الحداد اور ذکر کیا اوسکو حافظ ابن حجر نے تقریب میں
کہ وہ ثابت میّا ہے ہرمز کوفی کا کنیت اوسکی ابو المقدام الحداد ہے مشہور ہے اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہے لیکن وہم کرتا
ہے تو ضعیف کیا اوسکو بسبب علت وہم کے چوتھی ابن المسیب سے اوسکے خلاف اخراج کیا ابو داؤد نے اور طحاوی نے
اور مراسیل ابن المسیب کے شافعیہ کے نزدیک بھی مقبول ہیں کہا احمد بن جریر طبری نے تہذیب میں کہ نہیں خلاف ہے اس امر
میں کہ کفارہ قتل مسلمان اور ذمی میں یکسان ہے پس دیت بھی برابر ہونی چاہیے اور رد کیا اوس شخص پر جسنے واجب کیا
کم کو دیت سے انتہی ملخصا ما فی شرح المسند للامام ص اور قتل نفس میں اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے میں پوری دیت ہے
ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بیشک مارنے میں جان کے دیت
ہے اور ناک میں جب پوری کٹے پوری دیت ہے اور ذکر میں پوری دیت ہے الحدیث روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے مراسیل
میں اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان اور احمد نے اور اختلاف کیا ہے اوسکی صحت میں ص
اور جو ایسی مار مارے کہ مضروب کی عقل اوس سے جاتی رہے تو ضارب پہ پوری دیت ہے ف بسبب فوت ہو جانے
منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہے معاش اور معاد میں ہدایہ ص اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ

اسامعہ یا باصرہ جاتی رہے تب بھی پوری دیت لازم ہوگی ف اسلیے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہے
ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی عوف اعرابی سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانے میں
حضرت عمر بن الخطاب کے تو وہ مضروب کے سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتے رہے تو نہ قریب ہو سکتا تھا عورتوں کے
تو حکم کیا حضرت عمر نے اوسمین چار دیتوں کا ہدایہ مین اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جنس منفعت کی بالکل
فوت ہو جائے یا جمال و حسن ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی ص اگر زبان پوری کاٹ ڈالی یا بقدر
کہ گویائی اوس سے جاتی رہے یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہو گئے تو پوری دیت واجب ہوگی ف اسواسطے
کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ زبان میں پوری دیت ہے ص اگر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے
بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پوری دیت واجب ہوگی ف اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حکومت
عدل واجب ہوگی کذا فی الاصل ص جو عضو انسان کے بدن مین دو دو ہین ف جیسے ہاتھ اور آنکھ اور کان اور
پاؤن اور ہونٹ اور فوطے ہدایہ ص تو اگر دونون کو تلف کر دیوے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر ایک کو تلف
کرے تو نصف دیت واجب ہوگی ف مثلاً اگر دونون آنکھین پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف
دیت واجب ہوگی حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ دونون آنکھون مین پوری دیت ہے اور دونون ہونٹون مین پوری دیت ہے اور دونون
بیضون مین پوری دیت ہے اور ایک آنکھ مین اور ایک پیر مین نصف دیت ہے کذا فی شرح النقایہ ص اگر پلکون مین اگر چارون تلف
ہو جاوین تو پوری دیت ہے اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہے ف اسلیے کہ پلکین چار ہین ہدایہ ص اور ہر ایک انگلی مین خواہ
ہاتھ کی ہووین یا پاؤن کی دسوان حصہ دیت کا ہے ف اسلیے کہ انگلیان بھی دس ہین اور حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ ہر انگلی
مین خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤن کی دس اونٹ ہین اور روایت کی ترمذی اور ابن حبان نے ابن عباس سے مرفوعاً مثل اسکے
ص اور جس انگلی مین تین جوڑ ہین سو اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا ثلث ہے اور جسمین دو جوڑ ہین
اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا نصف ہے ف اسواسطے کہ انگلی کی دیت جوڑون پر تقسیم کر دی گئی
ہدایہ ص جیسے ہر ہر دانت مین بیسوان حصہ دیت کا ہے ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ دانت مین
پانچ اونٹ ہین اور روایت کی ابو داؤد نے ابو موسی اشعری سے مثل اسکے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ہین پھر
ہر دانت مین بیسوین حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہے بلکہ چاہیے تھا کہ بتیسوان حصہ لازم آتا جواب اوسکا یہ ہے کہ دانتون کا
عدد اگرچہ بتیس ہے لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی داڑھین تو بعض آدمیون کے نہین نکلتین اور بعض آدمیون کے چار پوری
ہوتی ہین اور بعضون مین کم تو عدد متوسط دانتون کا تیس ٹھہرا ہر دانت سے دو نفع ہین ایک زینت اور خوبصورتی
دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہو گیا تو اوسکی منفعت تو بالکل زائل ہو گئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا بھی گیا اور اوسکے
پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد متوسط دانتون کا
تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسوان حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی جاتی رہی اوسکی نصف دیت کا
ساٹھوان حصہ ہوا اور تیسوان اور ساٹھوان حصہ ملا کر بیسوان حصہ ہوا اسلیے ایک دانت کے تلف ہونے مین بیسوان حصہ

واجب ہو واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں وجہ اسکی یہ بیان کی ہی کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہین کبھی چھتیس ہوتے ہین اور ایک کی نسبت نکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی محتاج تھی طرف غور و خوض کے حساب مین تو مقرر کر دیا شارع نے بیس کو اور واجب کیا ہر دانت مین بیسواں حصہ واللہ اعلم **ص** جس عضو کا نفع مارنے سے جاتا رہے تو اوسمین دیت اوس عضو کی واجب ہوگی مثلاً ہاتھ شل ہو جائے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سر اور چہرے کے زخموں مین قصاص نہیں ہی مگر جراحت موضحہ میں جب عمداً ہووے **ف** موضحہ وہ زخم ہی جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے کذا فی الاصل **ص** اور جو جراحت موضحہ خطا سے ہووے تو اوسمین بیسواں حصہ دیت کا واجب ہی اور ہاشمہ مین **ف** یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے **ص** دسواں حصہ دیت کا ہی اور منقلہ مین **ف** یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کر دیوے **ص** دسواں حصہ اور نصف دسوین حصہ کا یعنی بیسواں حصہ دیت کا واجب ہی اور آمہ میں **ف** یعنی جو زخم بھیجے کی کھال تک پہونچ جاوے **ص** اور جائفہ مین **ف** یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کیطرف سے یا پشت کیطرف سے یا سینے کیطرف سے یا گردن کیطرف سے یا اوطرف سے **ص** ثلث دیت کا واجب ہی اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اوسمین دو ثلث دیت کے ہین **ف** اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہی کہ آمہ مین ثلث دیت ہی اور جائفہ مین ثلث دیت ہی اور منقلہ مین پندرہ اونٹ ہین اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہین اور اوسمین ذکر ہاشمہ کا نہین ہی اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف مین زید بن ثابتؓ سے کہ ہاشمہ مین دسواں حصہ دیت کا ہی شرح نقایہ **ص** اور حارصہ **ف** یعنی کھرونچا جس سے کھال فقط چھل جاوے **ص** اور دامعہ **ف** یعنی جو خون کو ظاہر کر دیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے **ص** اور دامیہ **ف** جو خون کو بہاوے **ص** اور باضعہ **ف** یعنی جو جلد کو قطع کر دیوے **ص** اور متلاحمہ **ف** یعنی جو گوشت میں پہونچ جاوے **ص** اور سمحاق **ف** یعنی جو زخم سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہی جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان ہی **ص** ان میں حکومت عدل ہی یعنی مجروح کو غلام فرض کر کے بلا جراحت اوسکی قیمت لگاوینگے بعد اوسکے بجراحت تو جسقدر تفاوت دونوں قیمتوں مین ہوگا وہی دیت ہی اسی پر فتوی ہی **ف** یہ احتراز ہی قول سے کرخی کے کہ مقدار اس زخم کی جراحت موضحہ سے دیکھکر بقدر اوسکے بیسوین حصے مین سے واجب ہوگی **ص** اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتیلی کے یا ہتیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اوس ہتیلی کو کاٹا جسمین ایک ہی انگلی تھی تو دسواں حصہ دیت کا واجب ہوگا اور جو دو انگلیاں تھین تو پانچواں حصہ اور کف کا کچھ واجب نہوگا اگر کسی نے زائد انگشت کو قطع کر ڈالا یا لڑکے کی آنکھ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضا کی صحت و سلامتی معلوم ہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اوسنے ایسا فعل ابھی نہین کیا تھا جس سے دیکھنا اوسکا سمجھا جاتا یا ذکر سے اوسکے جنبش نکی تھی اور زبان سے بات نہین کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت کامل واجب ہوگی اسلیے کہ غالب صحت ہی اور جو صحت اوس عضو کی معلوم ہو تو دیت کامل واجب ہی بالاتفاق اگر جراحت موضحہ سے اوسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اوسکی پوری دیت مین داخل ہو جاویگی

اگر ... دینا پڑیگی اور جو سماعت یا بصارت یا بول چال اوسکی جاتی رہی تو داخل نہوگی اور جو موضحہ اوسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو موضحہ اور آنکھون کی دونوں کی دیت واجب ہوگی یہ نہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھون کی دیت جیسا مذہب صاحبین کا ہے اور قصاص نہیں اوس اونگلی کے قطع مین و سکے پاس کی اونگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون کی دیت واجب ہوگی **ف** یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین اور زفر کے نزدیک پہلی اونگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور قصاص نہین اوس اونگلی مین جسکا اوپر کا جوڑ کٹ گیا سو باقی اونگلی بھی خشک ہوگئی بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہوگی اور اوس دانت مین جسکا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہوکر زرد گیا بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو اوسپر دیت واجب ہوگی اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اوکھاڑ ڈالا اوسنے اوٹھاکر جما لیا اور گوشت اوسپر جم آیا تو دیت اوکھیڑنے والے پر سے ساقط نہوگی البتہ اگر دوسرا دانت اوسکے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسی طرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا سونہ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہوگیا یا مارنے سے جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اسطرح اچھا ہوگیا کہ اثر اوسکا باقی نرہا **ف** اور امام ابو یوسف کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک اجرت طبیب کی اور دوا کی دینا پڑیگی کذا فی الاصل **ص** اور کسی زخم کا قصاص لیا جاویگا جب تک وہ تندرست ہو نہ لے **ف** اسلیے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا زخم کے صدمے سے پس اوسوقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اسلیے انتظار چاہیے صحت کا اور روایت کی امام احمد اور دارقطنی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جبتک اچھا نہو زخمی اوسکا اور شافعی کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیے جیسا قصاص نفس مین اور حجت اونکی یہ حدیث **ص** اور صبی اور مجنون کا عمد مثل خطا کے ہے تو دیت اونکی عاقلہ پر واجب ہوگی **ف** اور شافعی کے نزدیک اوسکے مال مین واجب ہوگی اور ہماری دلیل روایت ہے بیہقی کی حضرت علی سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہے **ص** اور کفارہ واجب نہوگا اور محروم نہونگے میراث سے **ف** اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہوگیا تو قتل کیا جاویگا کذا فی الدر المختار

ص فصل دیت جنین کے بیان مین

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ مین ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسوان حصہ دیت کا پانسو درہم لازم آویگی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے حدیث ابی ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا جنین مین غرہ کا غلام ہو یا لونڈی لیکن اوسمین پانسو درہم کا ذکر نہین ہے البتہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین زید بن اسلم سے کہ عمر بن الخطاب نے قیمت لگائی غرہ کی پچاس دینار اور ہر دینار دس درہم کا اور روایت کی بزار نے بریدہ سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے بچے مین پانسو کا اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین ابراہیم نخعی سے کہ غرہ پانسو درہم ہین کذا فی شرح النقایہ **ص** ایک سال کے عرصے مین **ف** اور امام مالک کے نزدیک غرہ قاتل کے مال مین سے واجب ہوگا اور شافعی کے نزدیک تین سال مین وصول کیا جاویگا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی اوپر عاقلہ کے روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور ابو داؤد نے اور مروی ہے صحیحین مین بانند اسکے اور ہدایہ مین ہے کہ محمد ... نے پونہچا ہمکو ... کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایک سال مین **ص** اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا

پھر مرگیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر ماں بھی اوسکی مرگئی تو غرہ اور دیت دونوں واجب ہونگے
ف غرہ جنین کے لیے اور دیت اوسکی ماں کی روایت کی بخاری مسلم نے ابوہریرہؓ سے کہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں تو
ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مرگئی وہ اور جو اوسکے پیٹ میں تھا مرگیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت
جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اوسکی عاقلہ پر ص اور جو ماں مرگئی پھر بچہ مردہ اوسکے
پیٹ میں سے گر پڑا تو ایک دیت واجب ہوگی ف یعنی صرف دیت ماں کی اسلیے کہ ممکن ہے کہ موت جنین کی ضرب سے
نہوئی ہو بلکہ دم گھٹنے سے بعد موت اوسکی ماں کے ہو اور شافعیؒ کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا ص اور جو ماں مرگئی پھر بچہ
اوسکا زندہ نکلے گر کر مرگیا تو دو دیتیں نفس کی پوری واجب ہونگی اور جنین کی دیت سب ورثہ اوسکے پاوینگے سوا ضارب کے
ف اسلیے کہ ضارب قاتل اوسکا ہے اور قاتل کو میراث نہیں ملتی ص اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اوسکی قیمت حالت حیات
کی لگاکر بیسواں حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسواں حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر ایک لونڈی کو ضرب
پڑی پھر مولی نے اوسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اوسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہوکر مرگیا تو قیمت اوسکی حالت حیات کی واجب
ہوگی نہ دیت ف اسلیے کہ موت اوس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اوس وقت میں وہ غلام تھا آزاد نہیں ہوا تھا ص اور
جنین کے قتل میں کفارہ قاتل پر نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اور جو جنین ایسا ہو کہ اوسکے بعض اعضا
بن گئے ہوں تو وہ مثل پورے جنین کے ہے جس عورت نے عمداً جنین کو مردہ گرایا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر
کے تو اوسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اور جو عورت کا عاقلہ نہووے تو اوسکے مال سے لازم آویگا ایک سال میں اور جو خاوند کے اذن سے یا بلا قصد گرایا
تو غرہ واجب نہوگا ف جاننا چاہیے کہ جس جنین کے اعضا ظاہر نہوئے ہوں تو اوسکے اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی [illegible] درمختار

باب راہ میں کوئی امر جدید کرنے کے بیان میں ص

جو شخص شارع عام میں سنڈاس یا پرنالہ یا برج یا کوٹھری یا چبوترہ یا دوکان بنا دیوے تو ہو سکتا ہے اگر لوگوں کو ضرر نکرے
ف یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہے اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہیں کذا فی الاصل اسواسطے کہ روایت کی
طبرانی نے معجم اوسط میں کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں ضرر دینا ہے اسلام میں ص باوصف اسکے ہر شخص کو ف اگرچہ
ذمی ہو درمختار ص اوسکا توڑ ڈالنا پہونچتا ہے ف اسلیے کہ یہ تصرف ہے حق مشترک میں پس ہر احد کو دفع اوسکا جائز ہے
جیسا کہ ملک مشترک میں اگرچہ ضرر نکرے کذا فی الاصل کیونکہ شارع عام میں ہر شخص کو حق مرور حاصل ہے تو خواہ ضرر کرے یا
نکرے ہر حال میں اوسکا توڑ ڈالنا جائز ہے ہر شخص کو ص اور کوچہ غیر نافذہ میں یہ امور کرنا درست نہیں ہیں مگر
اور شرکا کی اجازت سے درست ہیں اگرچہ ضرر کریں پس اگر ان چیزوں کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مرجاوے تو بنانے والے کی عاقلہ پر اوسکی
دیت لازم آویگی جیسے کوئی پتھر راہ میں رکھ دیوے یا کنواں راہ میں کھودے اور اوس میں کوئی گر کر مرجاوے اور جو کوئی جانور
مرجاوے تو اوسکا ضمان بنانے والے پر آویگا یہ سب صورتیں جب ہیں کہ اوسنے بغیر اذن امام کے ان چیزوں کو بنایا ہو ف
اور اپنے نفس کے لیے بنایا ہو اور جو مسلمانوں کے نفع کے لیے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ توڑا نجاویگا درمختار ص اور
جو امام کے اذن سے بنایا ہو یا راہ کے کنوین میں گرنے والا اگر گرنے سے نمرے بلکہ بھوک سے یا دم کے گھٹنے سے مرجاوے

تو ضمان نہ آویگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی جو درمختار اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غم سے مرجانے مین ضمان واجب ہی کذا فی الاصل ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اوٹھا کر دوسری جگہ پر رکھا اور اوسکے سبب سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اوٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا اسلیے کہ فعل اوسکا فسخ ہوگیا دوسرے کے فعل سے جیسے ضامن ہوگا وہ شخص جسنے بوجھ لادا اپنے سر یا پیٹھ پر راہ مین اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھریان غیر کی مسجد مین لے گیا یا مسجد مین سواے نماز اور فعل کے لیے بیٹھا اور ان صورات سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا ف مثلاً اوس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریون کے ٹھوکر لگنے سے کوئی مرگیا یا سواے نماز کے اور کام کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا اس مین ایک اندھا آیا اور اوسپر گر پڑا اور مرگیا تو ضامن ہوگا ص ضامن نہوگا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوے تھا اوسکی چادر کے سبب سے کوئی مرگیا یا قندیل بوریا پتھریان وغیرہ اپنے محلے کی مسجد مین لے گیا یا نماز کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا اوسکے سبب سے کوئی مرگیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل مین ص

اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کیطرف ف یا کسی کے مکان کیطرف لیکن اس صورت مین حق طلب اون مکان والونکا ہوگا ص اور اوسکے توڑنے کے لیے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اوس شخص سے کہدیوے جسکو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ فک رہن کرکے توڑ سکتا ہی یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا غلام تاجر سے کذا فی المتن ص اور وہ اوسکو نہ توڑے اوس زمانے تک جسمین توڑ ڈالنا اوسکا ممکن ہی تو ضامن ہوگا اوس نفس کا یا مال کا جو اوس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اوسکی اور بعض کتابون مین یہ مذکور ہی کہ گواہ کرا دینا بھی ضرور ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ اشہاد شرط نہین ہی بلکہ اسواسطے چاہیے تا کہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اوس سے انکار کرے تو یہ احتیاط ہی کذا فی الاصل ص اور ضامن نہ ہوگا اگر بعد اشہاد کے اوس نے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اوس سے کی گئی جو توڑنے پر قادر نہین ہی جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مودع اور گھر مین رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جھکی ہوئی ہی تو اوس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہونچتی ہی اور اوسکو مہلت دینے اور ضمان معاف کردینے کا اختیار ہی اور جو شارع عام کی طرف جھکی ہی پس قاضی یا ملاب کو مہلت دینا یا معاف کرنا جائز نہین اسلیے کہ اسمین حق عامہ خلق ہی پس اونکو باطل کرنا اسکا درست نہین اور جو اوس نے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدون درخواست کے جیسا کہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین ف یا پانچاے یا پرنالے مین کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیون مین مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اوسکے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اوسکی عاقلہ پر پانچوان حصہ دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آوینگے جب تین شریکون مین سے ایک نے مکان مشترک مین کنوان کھدوایا یا دیوار اوٹھائی اور اوس کے سبب سے کوئی ہلاک ہوگیا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف دیت کا ضامن ہوگا اور دلیل دونونکی اصل مین مذکور ہی

ص باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان مین

اگر سواری کی سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے تلف کرے یا مونہ سے کاٹ کھائے یا ٹکر مارے یا دھکا دیوے تو سوار پر ضمان لازم آویگا اور جو لات یا دم سے مارے تو سوار اوسکا ضمان نہ دیگا **ف** کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعی رح کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذا فی الاصل **ص** اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اور اوس سے کچھ تلف ہوگیا یا اوسکو کھڑا کیا لید یا پیشاب کے لیے تو ضمان نہوگا اور جو کسی اور کام کے لیے کھڑا کریگا تو ضامن ہوگا اگر جانور نے چلنے مین ہاتھ یا پاؤں سے کنکری یا گٹھلی اوڑائی یا غبار اوڑا یا چھوٹا پتھر اور اوس کے سبب سے کسی کی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہوگا اور جو بڑا پتھر اوڑایا تو ضامن ہوگا **ف** اسلیے کہ بڑے پتھر کے اوڑانے سے بچاؤ ممکن ہے نہ کنکری اور پتھری کے اوڑانے سے کذا فی الاصل **ص** جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہے ضمان اور عدم ضمان مین لیکن سوار پر کفارۂ قتل بھی لازم آویگا نہ اون دونون پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونوں اگر دو سوار آپسمین ایک دوسرے کے دھکے سے مرجاویں تو ہر ایک کی دیت کامل دوسرے کی عاقلہ پر ہوگی اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اوسکا زین کسی پر گرا وہ مرگیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اور اوسمین سے ایک اونٹ نے کسی کو روند ڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونون پر دیت آویگی اگر زید اونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے بے اوسکی اطلاع کے ایک اور اونٹ باندھ دیا اور اوس اونٹ نے کسیکو روند کر تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کا عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھر لیگا اگر کسی نے کتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے اوسکو ہانکا سو اوس کتے نے اوسیوقت جا کر کچھ تلف کیا تو اوس پر ضمان لازم ہوگا اور جو اوس کتے کو ہانکا نہین یا پرندہ چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اوسنے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہوگا **ف** اسواسطے کہ روایت کی بخاری ابوداؤد وابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العجماء جرحها جبار یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رائگان ہے **ص** اگر کسی شخص نے اوس جانور کو مارا جسپر زید سوار ہے یا لکڑی سے اوسکو کونچا تو اوسنے ہاتھ یا پاؤں سے کسی کو مارا یا بھڑک کر کسی کو صدمہ دیا اور مار ڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہے نہ سوار پر **ف** یہ مذہب ہمارا ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک دونوں پر ضمان نصفا نصف ہے یہ حکم جب ہے کہ بغیر اذن سوار کے کیا ہو اور جو اوسکے اذن سے ہو تو ضمان نہوگا اور جو وہ جانور اوسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اوسکا رائگان ہوگا یعنی کسی پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا در مختار **ص** اگر قصاب کی بکری کی ایک آنکھ پھوڑ دی جسقدر قیمت مین اوسکی نقصان آیا دینا ہوگا اور گاؤ اور اونٹ کی اگر آنکھ پھوڑی خواہ قصاب کے ہوویں یا اور کسیکے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہے خچر اور گھوڑے میں

ص باب لونڈی غلام کی جنایت اور اون پر جنایت کرنیکے بیان مین

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اوس غلام کو حوالہ کردیوے بعوض جنایت کے ولی جنایت کے اور وہ اوسکا مالک ہو جاویگا یا دیت اوس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کیطرف سے ادا کرے فی الشرور لیس گر مالک نے فدیہ دیا یا العبد دیکے غلام

اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیوے یا غلام حوالہ کرے البتہ اگر غلام نے دو شخصون کی دو جنایتیں کین تو مولی کو اختیار ہی
خواہ اون دونون جنایتون کے بدلے مین غلام کو دیدے تو دونون ولی جنایت کو تقسیم کرلیوین دونون اوسکو موافق اپنے اپنے حق کے
یا ہر ایک کی دیت جدا گانہ دیدیوے پس اگر مولی نے اوسکو ہبہ کردیا یا آزاد یا مدبر یا ام ولد بنایا اور اوسکو جنایت کی خبر تھی تو دیت اور قیمت
غلام مین سے کمتر کا تاوان دیدیوے اور جو خبر تھی تو دیت کامل دیوے جیسے مولی نے اوس غلام کی آزادی کو معلق کردیا زید کے قتل یا
جرح پر اور اوس غلام نے وہ کام کیا تو مولی کو قصداً دیت دینا ہوگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اوسکو دیا گیا سو اوسنے
آزاد کردیا پھر ہاتھ کے زخم سے وہ مرگیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے اور جو اوسنے آزاد نہین کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مرگیا تو
غلام پھیر دیا جاویگا مولی کو سو وہ قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کیا جاویگا اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطاء سے اور
مالک کو اسکا علم نہوا اور وہ اوسکو آزاد کردیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دین مین قرضخواہون کو اور تاوان کمتر کا قیمت اور دیت
مین ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضے مین اوسکے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت مین بچہ لونڈی کے ساتھ
نہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اوسنے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا نہ غلام سے اور اوسکے
مولی سے اگر غلام مے کہا کہ مین نے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطاء سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہین بلکہ بعد آزادی کے تو قول
غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی
تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین کہ اسمین قول مولی کا مقبول ہوگا اگر غلام مجور نے یا صبی نے ایک صبی کو
کسی کے قتل کے لیے کہا اور اوس صبی نے قتل کر ڈالا تو دیت قاتل کی عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اوس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لیوینگے
وصی آمر سے اور جو غلام مجور نے غلام مجور کو حکم کیا قتل کا تو قاتل کا مولی اوس غلام کو حوالے کردیوے یا فدیہ دیدے تو قتل خطا مین آمر پر رجوع
اب نہین ہوسکتا لیکن بعد آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ مین سے لے سکتا ہے ایسا ہی قتل عمد مین اگر غلام قاتل صغیر سن ہے اور جو بالغ ہوگا تو قصاصاً
قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصون کو قصداً مار ڈالا اور ہر مقتول کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اون مین سے عفو کردیا تو باقی
دو وارثون کو چاہیے مالک نصف غلام دیدے یا اوسکو چاہیے ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور
عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کردیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثون کو اور نصف دیت قتل عمد کے اوس وارث کو
جسنے عفو نہیں کیا یا غلام کو اون تینون کے حوالے کردیوے تو اوس غلام کے تین حصے کرکے بانٹ لینگے تینون مین امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور
صاحبین کے نزدیک چار حصے کرکے تین حصے خطا کے وارثون کو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر دو شخصون مین ایک غلام مشترک
تھا اوسنے اون دونون کے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا اور ایک نے عفو کردیا تو سب باطل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ
اپنا دوسرے کو دیدیوے یا ربع دیت فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اوسکی قیمت ہے پس اگر قیمت اوسکی آزاد شخص کی دیت تک پہونچ جاوے گی
یا قیمت لونڈی کی دیت حرہ تک پہونچے تو ہر ایک کی قیمت سے دس درم کم کرلینگے **ف** امام ابو حنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک اور ایسی ہی روایت
کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور ابو یوسف اور شافعیؒ کے نزدیک جہان تک قیمت اوسکی ہوگی دیناپڑیگی **ص** اور
غصب مین کم نکرینگے بلکہ جسقدر قیمت ہوگی دینا پڑیگی باجماع سب علماء کے اور شخص آزاد مین جو حصہ دیت کا جنایات مین مقرر ہے غلام
مین وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ لے تو نصف قیمت اوسکی لازم ہوگی **ف** امین اگر اسکی قیمت

دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچہزار درہم دینا ہونگے کذا فی الاصل **ص** اگر غلام کا ہاتھ عمداً کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اوسکے اوس زخم سے مرگیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث صرف مولی ہو ورنہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا پھر دونون غلام مجروح ہوئے بعد اوسکے مولی نے مقرر کیا کہ مراد میری فلانا غلام تھا تو دونون کی دیت مولی کو ملیگی اور جو اون دونون غلامون کو کسی نے مارڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت اون دونون کی لازم آویگی اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونون آنکھین پھوڑ ڈالین تو مولی کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی کے حوالے کرے اور اوس سے پوری قیمت اوسکی لے لیوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہین لے سکتا **ف** اور صاحبین کے نزدیک نقصان لے لیگا اور شافعی کے نزدیک پوری قیمت لیگا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑیگا کذا فی الاصل **فصل** اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی کمتر کا تاوان دیگا دیت و قیمت مین سے تو اگر مولی نے قاضی کے حکم سے تاوان پہلی جنایت کو دیدیا بعد اوسکے پھر اونھون نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا شریک ہو جاویگا اوس قیمت مین جو اوسکو قاضی کے حکم سے ملی ہے اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا کرے خواہ مولی کا **ف** لیکن اگر مولی سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کریگا اسواسطے کہ مولی پر صرف ایک قیمت واجب ہے در مختار **ص** مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اوسکو غصب کیا ایک شخص نے اور زخم کی سرایت سے وہ غلام مرگیا غاصب پاس تو غاصب تاوان دیویگا ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولی نے اوسکا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام غاصب کے پاس تھا اوس زخم کی سرایت سے غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب بری ہو گیا تاوان سے اگر غلام محجور نے غلام محجور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب پاس مرگیا تو غاصب پر تاوان آویگا **ف** اسلیے کہ محجور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال مین لیس اگر غصب ظاہر ہوگا تو وہ اوسمین بیع کیا جاویگا اور جو غصب صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اوس سے بعد آزادی کے کذا فی الاصل **ص** اگر مدبر نے اپنے غاصب پاس جنایت کی پھر مولی پاس آکر دوسری جنایت کی یا اسکا اولٹا ہوا تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیوے دونون والی جنایت کو اور نصف قیمت پھر غاصب سے اور حوالے کرے اوسکو پہلی جنایت والون کے پھر رجوع کر لیوے اوسکا غاصب پر صورت اولی مین نہ ثانی میں اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مدبر کے ہے دونون صورتون مین لیکن مولی یہان خود غلام کو حوالے کرے جیسے مدبر مین اوسکی قیمت دیتا ہے اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اوسنے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے رد کر دیا اوسکو طرف زید کے بعد اوسکے پھر غصب کیا پھر اوسنے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اوس مدبر کی دونون اولیاے جنایت کیلیے لازم آویگی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے بھر لے گا اور اوس مین سے نصف پہلی جنایت والون کو دیکر پھر وہ نصف غاصب سے بھر لے گا اگر زید نے کسی کا آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آکر ناگہان یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی **ف** آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اوس لے جانے سے کیونکہ غصب شخص آزاد مین متصور نہین ہے در مختار مین ہے کہ کبیر کا حکم بھی اس صورت مین مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اوسکو ایسے مکانات کی طرف جبراً لے گیا کہ اوسکو حفاظت اپنی ممکن نہین ہے اور اگر کسی نے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اوسکے پاس سے غائب ہو گیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہان تک کہ اوس صغیر کو لا دیوے یا اوسکی موت معلوم ہو جاوے اگر حاشیے

صغیر کا حشفہ کاٹ ڈالا تو اگر اوسکا مر گیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت اور یہ جواب
استحسان کا کہ وہ کوں سا جانی ہی کہ اگر اوسکی جنایت سے مجنی علیہ مر جائے تو نصف دیت ہی اور جو نہ مرے تو پوری دیت ہو
ص جیسے ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اوس لڑکے نے اوس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے
دیت غلام کی آویگی اور اگر لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اوس پر ضمان ہی اور جو اوسکے پاس ایداع ہوا یعنی بطور
امانت رکھا گیا اور اوسنے تلف کیا تو ضمان نہیں ہی **ف** یہ احکام جب ہین کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقاً تاوان نہیں ہی مختار

ص باب قسامت کے بیان مین

وہ مردہ جسپر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہووے یا گلا دبانے کا نشان ہی یا خون بہتا ہی اوسکے کان یا آنکھ سے کسی محلہ مین پایا گیا اور اوسکا
اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا اور اوسکا قاتل معلوم نہیں ہی اور ولی مقتول دعوی قتل کا رکھتا ہی کل اہل محلہ پر یا بعضے پر
تو ولی پچاس آدمیون کو محلہ والون مین سے چھانٹے اور اون سے یہ قسم لیجاوے کہ واللہ ہمنے اسکو قتل نہین کیا اور نہ اوسکے قاتل کو ہم جانتے
ہین **ف** یعنی ہر ہر شخص اون مین سے اسطرح قسم کھاوے کہ مین نے اسکو قتل نہین کیا اور نہ مین قاتل کو اسکے جانتا ہون اور
امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنی اونمین سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اسکا شاہد ہو
مثلاً مقتول سے اونکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات پر کہ
اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہی تو اولیاے مقتول کو پچاس حلفین دیجاویگی اس امر پر کہ واسطہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہی پھر حکم
کیا جاویگا دیت کا مدعی علیہم پر برابر ہی کہ دعوی قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالکؒ نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعوی قتل عمد کا
ہووے اور یہ بھی ایک قول ہی شافعیؒ کا اور اگر لوث نہو تو مذہب مالکؒ کا مثل ہمارے مذہب کے ہی مگر فرق اتنا ہی کہ وہ ایمان کو مکرر نہین کرتے
اہل محلہ پر مکرر کرتے ہین کہ اوسکا مقتول پر پس اگر حلف کر لیوین اہل محلہ تو وہ دیت نہین دلاتے اون سے اور دلیل ہماری قول ہی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر روایت کیا اوسکو بیہقی نے ابن عباسؓ سے اور صحاح ستہ والون
نے مانند اوسکے تو قسمین اہل محلہ پر اسلیے مقرر ہوئین تا اگر انھوں نے قتل کیا ہی تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کرین قتل کا پس واجب ہووے
قصاص اور جو حلف کر لیوین تو قصاص سے برات ہو جاویگی لیکن دیت واجب ہوگی اون پر اسواسطے کہ مقتول اونکے بیچ مین ہی اور
جمع کیا آنحضرتؐ نے درمیان دیت اور قسامت کے روایت کیا اسکو سہل نے اور زیاد بن مریم نے اور اسیطرح جمع کیا حضرت عمرؓ نے
کذا فی الاصل **ص** پس جب اہل محلہ حلف کر لیوین تو اون پر دیت کا حکم کیا جاویگا **ف** اسواسطے کہ روایت نسائی مین ہی عمرو بن
شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اونکے دروازون پر مقتول پایا گیا تھا اور
روایت کی بزار نے سعید بن المسیب سے کہ آنحضرت صلعم نے شروع کیا ہی دیت ساتھ قسامت کے اور مقرر کی اون پر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہ
نے اور شافعیؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ انھوں نے پچاس آدمیون کو حلف کا حکم کیا قسامت مین پس حلف دلایا اونکو اور مقرر کی اون پر
دیت **ص** تو اگر ولی نے دعوی کیا قتل کا اوس شخص پر جو اہل محلہ مین سے نہین ہی تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہو جاویگی پس اگر اہل محلہ
پچاس سے کم ہوں تو مکرر اون سے قسم لیجاوے یہان تک کہ پچاس قسمین پوری ہو جاوین **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے
ابی ملیح سے کہ عمر بن الخطابؓ نے مکرر کین قسمین یہان تک کہ پوری ہو گئین اور روایت کی عبدالرزاق نے کہ حضرت عمرؓ نے

ایک عورت کو پچاس قسمین دلائیں جب اسکا ولی پایا گیا تھا پھر اوسپر دیت مقرر کی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریح سے
اور عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اسکے ص اور جو شخص اہل محلہ میں سے انکار کرے قسم کو تو وہ قید رکھا جاوے
یہانتک کہ قسم کھاوے اور قسامت مین نہین ہی لڑکا اور مجنون اور عورت اور غلام شریک ہونگے اور نہیں ہی قسامت اور دیت اگر
نعش میں جسپر اثر زخم کا نہین ہی یا خون اوسکے مونہ یا دُبر یا ذکر سے نکلا ہی ف اسواسطے کہ ان اعضا سے خون نکلتا ہی
خود بخود بھی برخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اونمین سے نہین نکلتا کذا فی الاصل ص اور جو
بچہ پوری خلقت کا مرده پایا گیا تو حکم اوسکا مثل بڑے کے ہی اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اوسکے ساتھ ایک ہانکنے والا ہی
ہی یا سوار ہی تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی اور جو تینوں ہون تو اون سب کو دیت دینا ہوگی اور اگر ایک جانور
پایا گیا دو قریوں کے درمیان میں اور اوسپر ایک مقتول ہی تو جو گانون وہان سے قریب تر ہوگا اوسپر قسامت اور دیت ہی ف
اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا تھا روایت کیا اسکو
ابو داؤد طیالسی اور اسحٰق بن راہویہ اور بزار نے اپنے مسانید مین اور بیہقی نے اپنے سنن مین اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم
کیا تھا اس واقعہ مین اخراج کیا اوسکا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ع ملعی ص اور جو مقتول کسی کے گھر میں ملا تو گھر والے پر
قسامت ہی اور اوسکے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ امر کہ گھر اوسی کا مملوک ہی حجت سے اور جو مقتول اپنے ہی گھر مین ملے
تو دیت اوسکی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین اور زفرؒ کے نزدیک کچھ اس صورت مین لازم
نہ آویگا اور یہی حق ہی اسلیے کہ گھر اوسی مقتول کا حال ظہور قتل ہی گویا اوسنے اپنے تئین آپ قتل کیا کذا فی الاصل ص اور دیت
اور قسامت اہل خطہ پر ہی ف خطہ وہ ہی جسکو امام نے سند لکھدی ملکیت کی ابتداء فتح اسلام کیوقت اگرچہ اونمین سے ایک ہی شخص باقی ہو
درمختار ص نہ رہنے والون اور خریدارون پر پھر اگر سب مالکون نے اوسکو بیع کیا ہو تو دیت اور قسامت خریدارون پر ہی ف
باجماع سب علما ہمارے کے درمختار ص اگر مقتول مکان مشترک مین پایا گیا اور بعضون کا حصہ زیادہ ہی تو قسامت اور دیت سر کا
کی شمار کے موافق ہوگی ف نہ حصون کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت میں برابر ہونگے
ص اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضہ مین نہیں آیا تھا کہ اوسمین مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہی اور
بیع بالخیار میں جسکے قبضہ مین ہو اوسکی عاقلہ پر اور کشتی مین اہل کشتی پر یعنی جو اوسمین سوار ہین یا ملاح اور مسجد محلہ میں اہل محلہ پر اور دو گانون
کے بیچ مین قریب گانون والون پر اور بازار خاص مین جو کسیکی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قید خانہ
اور جامع مسجد ف اور جو مکان عامہ مسلمین سے متعلق ہووے درمختار ص مین اگر مقتول ملے تو قسامت نہیں ہی
اور دیت اوسکی بیت المال مین سے ملیگی اور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر جدا ہو گئی تو
اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمے ہی مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اون میں سے کسی
شخص معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہو گا اگر مقتول جنگل میں یا آب جاری مین بہتا ہوا ملے تو خون اوسکا
رایگان ہوگا اور دیت اوسکی کسی پر نہ ہوگی اگر جن لوگوں سے حلف طلب ہو وے قسامت میں اونمین سے ایک نے کہا کہ مقتول
کو زید نے مارا ہی تو اوس سے یوں حلف لیا جاویگا واللہ میں نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو سوا زید کے

اور کسی کو جانتا ہوں لیکن یہ اظہار اوسکا رد پر قبول نکیا جاویگا اور باطل ہی شہادت اہل محلہ کی اور لوگوں پر بابت قتل کے یا اپنے میں سے کسی پر اور جو شخص کسی محلہ مین مجروح ہوا پھر وہان سے اوٹھا یا گیا لیکن صاحب فراش رہ کر مرگیا تو دیت اور قسامت اونھیں محلہ والون پر ہوگی جہان پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان میں صرف دو ہی شخص تھے ایک اونمین سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسفؒ کے نہ محمدؒ کے اور جو مقتول کسی عورت کے گانون مین ملا تو اوس عورت پر قسمین مکرر کی جاوینگی اور دیت اوسکی عاقلہ پر ہوگی **ف** یہ مذہب طرفین کا ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اون لوگون پر ہی جن سے نصرت متصور ہو اور عورت اسکی اہل نہیں ہے واللہ اعلم کذا فی الاختیار

ص کتاب المعاقل

ف یہ کتاب ہو اون لوگون کے بیان مین جن پر دیت واجب ہوتی ہو یعنی عواقل کے بیان مین جو جمع ہو عاقلہ کی **ص** جو شخص لشکری ہو تو اوسکے عاقلہ وہ لوگ ہین جنکے نام دیوان مین مرقوم ہین **ف** دیوان عبارت ہو اون اوراق سے جن مین اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہو یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کے عاقلہ بھی لشکری لوگ ہین **ص** اور یہ ہمارے نزدیک ہو اور شافعیؒ کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اوسکے کنبے والے ہین اسلیے کہ ایسا ہی تھا زمانے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے **ف** روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر **ص** اور نسخ نہین ہو سکتا بعد زمانہ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہو کہ عمرؓ نے جب کہ دفاتر مرتب کیے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی بحضور صحابہ مین **ف** روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے اور شعبی سے کہ اول جسنے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطابؓ ہین اور مقرر کی دیت اونکی عطاؤں مین تین سال مین اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف مین عمرؓ سے کہ انھون نے دیت مقرر کی عطاؤں مین تین سال کے اندر اور ایک روایت میں ہو کہ حضرت عمرؓ نے حکم کیا دیت کا تین سال مین ہر سال مین ایک ثلث اور اہل دیوان کے اونکی عطاؤں مین **ص** اور یہ فعل حضرت عمرؓ کا نسخ نہین ہو بلکہ تقریر ہو اس معنی کو کہ دیت اوپر مددگارون کے ہو اور مددگاری کی صورتیں مختلف ہین مثل قرابت کے اور رہانداسکے تو حضرت عمرؓ کے زمانے مین نصرت دیوان سے ٹھہری اسی طرح اگر نصرت حرفہ سے ہو تو اہل حرفہ اوسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اونکی عطاؤن سے تین سال کے عرصے مین **ف** اسی طرح جو دیت قاتل کے مال مین واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصے مین لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذا فی الاصل **ص** پھر اگر عطائین تین سال سے زیادہ یا کم مین بیت المال مین سے نکلین تو اوسیطرح دیت لیجاویگی **ف** مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال مین مشتگی مل گئی تو کل دیت اوس سے لیجاویگی اور جو چار برس مین ملی تو چار سال مین دیت وصول کیجاویگی **ص** اور جو شخص لشکری نہین ہو تو اوسکے عاقلہ اوسکے کنبے والے ہیں اور دیت اون پر تقسیم کیجاویگی اسطرح پر کہ ہر ایک سے تین سال مین تین درم لے جاوینگے یا تین سال مین چار درم ہر سال مین ایک درم یا ایک درم اور تہائی درم کی اس سے زیادہ کسی سے نہ لینگے یہی صحیح ہو پس اگر کنبے والے اسقدر نہون کہ دیت پوری ملی ون سے وصول ہوسکے تو اوسکے قریب تر دوسرے کنبے والون کو پھر تیسرے کنبے والون کو اسیطرح ملاتے جاوینگے یہان تک کہ دیت پوری ہو جاوے اور قاتل

عاقلہ میں سے ایک شخص کے مانند ہی **ف** یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہوگا اور اوسی قدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی عاقلہ میں سے دیتا ہی اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اوسکا عاقلہ نہین ہی اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے جیار جولاہہ وغیرہ جسکے اہل حرفہ مددگار ہوں تو عاقلہ اوسکا اوسکے حرفہ والے ہیں تو جسکا عاقلہ نہین ہی اگر وہ مسلمان ہی تو دیت اوسکی بیت المال پر ہی اور اگر وہ ذمی ہو تو دیت اوسکے مال مین سے دیجاویگی اور بعضون کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب اوسکا عاقلہ نہو تو دیت اوسکے مال مین ہی تین برس کے اندر اوس سے وصول کیجاویگی کذا فی الدر المختار **ص** اور غلام آزاد کا عاقلہ اوسکے مالک کا قبیلہ ہی اور مولی الموالاۃ کا اوسکا مولی اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آویگی جسکو قتل موجب ہی **ف** جیسے دیت قتل خطا کی اور قتل شبہ عمد کی **ص** اور بیسوین حصے سے دیت کے کم نہین ہی بلکہ بیسوان حصہ یا زائد ہی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے نہین دیتے عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت غلام عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعی علیہ کے آور ہدایہ مین ہی کہ ابن عباس سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہی کہ عواقل دیت نہ دینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسوین حصے سے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اس حدیث کو موقوفاً تو امام محمد نے روایت کی ہی اور مرفوعاً غریب ہی **ص** اور نہ وہ دیت جو صلح یا اقرار سے مدعی علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اوسکے اقرار کی تصدیق کرین اور نہ وہ دیت جو قتل عمد مین واجب ہوئی بسبب ساقط ہو جانے قصاص کے کسی شبہ سے یا قرابت اور جنایت عبد یا عمد سے اور بیسوین حصے سے کم کی دیت بلکہ یہ تین جانی کے مال میں واجب ہونگی

ص کتاب الوصایا

ف یہ کتاب ہی وصیتوں کے بیان مین **ص** وصیت کہتے ہین ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہی وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہون یا جسقدر حصہ اونکو بعد وصیت کے ملے اوس سے غنی ہو جاوین ورنہ ترک وصیت اولی ہی **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہی جو اپنے ناتے والے پر ہو کذا روایت کیا اوسکو امام احمد نے ابی ایوب انصاری سے اور جواز وصیت کا ثابت ہی کلام اللہ اور احادیث اور اجماع امت سے **ص** حمل کے لیے وصیت کرنی مثلاً یون کہا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کے ساتھ وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلان شخص کو ملے درست ہی بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہو اسی طرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا اور اوسکے حمل کو مستثنی کرنا درست ہی **ف** مثلاً یون کہے کہ یہ لونڈی فلان کو دینا مگر حمل اوسکا لے لینا **ص** مسلمان اگر ذمی کے لیے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کے لیے تو درست ہی **ف** اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات مین مثل مسلمانون کے ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے لَا یَنْهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ یعنی نہین منع کرتا ہی تمکو اللہ تعالی اس بات سے کہ جن لوگون نے تمسے قتال نہین کیا دین مین اور تمکو تمھارے شہرون سے نہین نکالا تو تم اونکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اونسے **ص** وصیت درست ہی اجنبی کے لیے بقدر ثلث مال کے نہ ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دیدین **ف** اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ مین مال والا ہون اور وارث میرا سوا ایک بیٹی کے کوئی نہین ہی تو مین

صدقہ دون دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہیں پھر کہا میں نے صدقہ دوں میں نصف مال کا فرمایا نہیں کہا میں نے تصدق کرون میں تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہی بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثون کو غنی بہتر ہی اس سے کہ چھوڑ جاوے تو انکو مفلس ہاتھ پھیلا دین لوگون کے سامنے اور معاذ بن جبل سے مروی ہو کر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی نے صدقہ مقرر کیا تم پر تہائی مال کا تمہارے مرنے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیون کے روایت کیا اوسکو دار قطنی نے اور امام احمد اور بزار نے ابو الدرداء کی حدیث سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے لیکن یہ سب روایتیں ضعیف ہین البتہ قوی کرتی ہی ایک روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم بلوغ المرام ص اور درست نہین ہی وصیت وارث کے لیے مگر باجازت باقی ورثہ کے ف یعنی جو شخص میت کے ترکے مین سے حصے کا مستحق ہو اوسکے لیے وصیت درست نہین ہی اور جو وہ محروم ہو جاوے جیسے بھائی کے لیے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہی دلیل اس باب مین حدیث ہی ابی امامہ باہلی کی کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے دیدیا ہر حقدار کو اوسکا حق پس اب وصیت نہین ہی وارث کے لیے روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے مگر نسائی نے اور حسن کہا اوسکو احمد نے اور ترمذی نے اور قوی کہا اوسکو ابن الجارود نے اور ابن الجارود نے اور روایت کیا اوسکو دار قطنی نے ابن عباس سے اور زیادہ کیا اوسکے آخر مین مگر یہ کہ چاہیں سب وارث اور اسناد اوسکی حسن ہی بلوغ المرام اور آیت کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ منسوخ ہی اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا آؤل ہی ص اور قاتل کے لیے جو مباشر ہو قتل کا لاکن باجازت ورثہ جائز ہی ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی وصیت قاتل کے لیے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اخراج کیا اس حدیث کا دار قطنی نے مبشر بن عبید سے انھون نے حجاج بن ارطاۃ سے انھون نے حکم سے انھون نے ابن عیینہ سے انھون نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی ابن ابی طالب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین درست ہی قاتل کے لیے وصیت کہا دار قطنی نے کہ مبشر بن عبید متروک ہی بناتا ہی حدیث انتہی مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعی کے نزدیک قاتل کے لیے وصیت درست ہی اوسی خلاف پر ہی اگر ایک شخص کے لیے وصیت کی پھر اوسنے موصی کو مار ڈالا کذا فی الاصل ص وصیت نہین درست ہی اگر موصی عبد ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور مقدم ہوگا ادا دین وصیت پر ف اسواسطے کہ ادا کرنا دین کا ضرور ہی فرض ہی اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لیے مستحب ہی اور قرآن شریف میں اگرچہ وصیت ذکر مین مقدم ہی دین پر لیکن حکم مین موخر ہی باجماع مفسرین کے ص اور وصیت قبول کیجاتی ہی بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہی قبول و رد اوسکا حیات مین موصی کی اور موصی لہ مالک نہین ہوتا وصیت کا جب تک اوسکو قبول نکرے مگر ایک صورت مین وہ یہ ہی کہ موصی لہ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت موصی لہ کے وارثونکو ملیگی اور موصی کو جائز ہی پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہی غاصب سے ف مثلاً موصی موصی بہ مین ایسا تصرف کرے کہ اوس سے نام بدل جاوے اور اعظم منافع جاتے رہین ص یا ایسے فعل سے کہ موصی بہ مین ایک ایسا امر زائد ہو جاوے کہ بغیر اوسکے تسلیم موصی بہ کی ممکن نہو سکے مثلاً موصی بہ ستو کو گھی مین لت کر ڈالے یا موصی کے گھر مین عمارت بنالے یا ایسے تصرف سے جو موصی کی ملک کو زائل کر دے تو مثلاً موصی بہ کو بیع یا ہبہ کر دیوے اور کپڑے موصی بہ کا دھلانا رجوع نہوگا وصیت سے

اسی طرح انکار کرنا وصیت کا **ف** اور امام ابو یوسف کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہی اور دونون قول منقول ہین درمختار **ص** اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہی اوس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ کے اسی طرح باطل ہی اقرار اور وصیت اور ہبہ اوسکا اپنے کافر بیٹے کے لیے یا غلام کے لیے اگر لڑکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد کردیا بعد اسکے اور جائز ہی ہبہ اوس شخص کا جسکے پانوں رہ گئے یا اوسکو فالج نے مارا یا اوسکے ہاتھ رہ گئے یا اوسکو سل ہوگئی تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ امراض ممتد ہوے اور موت کا خوف نہ ہو ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر کئی قسم کی وصیتیں جمع ہوئیں اور تہائی مال اون سب کو کافی نہیں ہی تو جو وصیت فرض ہی اوسکو مقدم کرینگے نفل پر اور جو سب وصیتیں یکسان ہوویں تو جسکو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کی جاویگی تو اگر اوس نے وصیت کی حج کی تو اوس کی طرف سے ایک شخص کو سوار کرکے موصی کے شہر سے حج کرادینگے اور جو خرچ اس قدر کافی نہو تو جس شہر سے کافی ہو وہان سے کرادینگے اور جو حج کرنے والا راستے مین مرگیا اور وصیت کی اوسنے حج کی تو اوسکے شہر سے حج کرایا جاویگا **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کرادینگے اور صاحبینؒ کے نزدیک جہان پر مرا ہی وہان سے کرادینگے اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کرادینگے اور قول امام معتمد ہی اور اوسی پر متون ہین کذا فی الدر المختار

ص باب ثلث مال کی وصیت کے بیان مین

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی زیادہ تہائی سے تو تہائی مال دونون شخصون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے لیے اور سدس مال کی عمرو کے لیے تو ثلث مال کے تین حصے کرکے دو زید کو دینگے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت کی بکر کے لیے اور کل مال کی وصیت کی خالد کے لیے تو امام صاحب کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف بکر اور خالد بانٹ لینگے اور صاحبین کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کرکے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دینگے **ف** امام صاحب نے کہا کہ وصیت ثلث سے زیادہ کی جب اوسکو ورثہ نے جائز نرکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی بکر اور خالد کے لیے تو ثلث کو نصفا نصف بانٹ دینگے اور صاحبین نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہی اس معنی کر کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہی بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہی اس باب مین کہ موصی لہ ثلث مین سے بقدر اوسکے حصہ لیگا اسلیے کہ اسکے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہی تو کل کے تین ثلث ہوئے اور تین ثلث اور ایک ثلث ملکر چار ہوے تو اسی طرح ثلث مال چار حصون پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصل **ص** امام اعظمؒ کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے زیادہ نہ ٹھہرایا جاویگا **ف** یعنی ثلث سے زیادہ ضرب نہوگی مراد ضرب سے ضرب اصطلاحی محاسبین ہی یہان ہین مراد ہی پس جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کے لیے اور کل مال کی ایک کے لیے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہوے ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو ضرب دینگے ثلث مین تو نصف ثلث یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت چار ہونگے اور چار کا ایک ربع ہی تو ربع کو ثلث مال مین ضرب کرینگے حاصل ہوگا ربع ثلث کا وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہین چار مین سے یعنی تین ربع ثلث کے وہ اوسکو ملینگے یہی معنی [illegible]

مثالون مین محاباۃ اور سعایت اور دراہم مرسلہ مین **ف** محاباۃ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک تیس درم کا ایک ساٹھہ درم کا سوا ادسنے وصیت کی کہ تیس درم کا غلام زید کے ہاتھہ دس درم کو بیچا جاوے اور ساٹھہ والا عمرو کے ہاتھہ بیس درم کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلامون کے اور کوئی جایداد موصی کی تھی تو زید کے حق مین بیس درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہائی تقسیم ہوگا پس تیس والا غلام زید کو بیس پر دیا جاویگا اور دس درم اوسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھہ والا غلام عمرو کو چالیس مین ملیگا اور بیس درم اوسکی وصیت مین ٹھہرے تو عمرو نے ثلث مین سے بقدر اپنی وصیت کے لیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہان پر امام اعظم نے زید اور عمرو کو برابر حصہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصون کے تقسیم ہوا اور اگر اوسطرح پر یہان عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور صورت سعایت کی یہ ہی کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلامون کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال اوسکے پاس نہین ہی تو اول غلام کے لیے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونون غلامون کے لیے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت کے سہام تین ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح اونمین تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہی اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم مین اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درم ہی تو وہ سعی کرے چالیس درم مین تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہی ثلث پر اور صورت دراہم مرسلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے زید کے لیے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کے لیے ساٹھہ درم کی اور کل مال موصی کا صرف اسی قدر ہی پس اول کا حصہ ایک ثلث ہوگا ثلث کل مال سے اور دوسرے کے دو ثلث ثلث کل مال سے تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے نوے درم اور دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہی کہ مطلق ہین اون مین قید نصف اور ثلث کی نہین ہی کذا فی الاصل مع اختصار **ص** اور صحیح ہی وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنے بیٹے کے حصے کی **ف** اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہی برخلاف مثل حصے کے **ص** تو اگر موصی کے دو بیٹے ہین تو ثلث مال موصی لہ کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جز کی تو اوسکا بیان وارثون کی طرف ہی **ف** تو وارثون سے کہا جاویگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اوسکو دیدو اسواسطے کہ جز و مال مجہول ہی اور جہالت صحت وصیت کو مانع نہین ہی تو بیان اوسکا وارثون کی طرف ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو وصیت کی ایک سہم کی اپنے مال مین سے تو مراد اوس سے سدس مال ہوگا عرف مین عرب کے اور سہم مثل جز کے ہی ہمارے عرف مین پھر اگر موصی نے کہا کہ میرے مال کا سدس فلان شخص کے لیے ہی پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے لیے ہی اور وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ کو ثلث ملیگا **ف** یعنی سدس داخل ہوجاویگا ثلث مین **ص** اور جو سدس مال کی دو بار وصیت کی تو اوسکو سدس ہی ملیگا اور جو وصیت کی اپنے تہائی روپیون کی یا تہائی بکریون کی یا تہائی کپڑون کی جو مختلف ہین یا تہائی غلامون کی پھر دو ثلث تلف ہوگئے تو باقی کل روپے اور بکریان اوسکو مل جاوینگی اور کپڑون اور غلامون مین ثلث باقی کا ثلث ملیگا اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہو اور دین بھی ہی لوگون پر تو اگر ہزار درم عین مال کے ثلث مین سے نکل سکینگے تو دیدیے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکال کر باقی جو رہیگا دین مین سے وصول کرکے دیا جاویگا اگر وصیت کی ثلث مال کی زید اور عمرو کے لیے اور عمرو مردہ ہی تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان مین زید اور عمرو کے ہی

تو زید کو نصف ثلث ملیگا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اوسوقت محتاج ہو تو موصی لہ کو ثلث اوس مال کا ملیگا جو موصی کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہووے اور جو وصیت کی تہائی بکریوں کی اور موصی کے پاس بکریاں نہیں ہیں یا تہیں لیکن قبل موت موصی کے مر گئیں تو وصیت باطل ہو گئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال میں سے تو قیمت اوسکی اوسکے مال میں سے دلائی جاویگی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریوں میں سے اور اوسکے پاس بکریاں نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی وصیت کی اپنی امہات اولاد کے لیے اور فقیروں اور مسکینوں کے لیے تو مال اگر امہات ولد اوسکے تین ہیں تو ثلث مال کے پانچ حصے کر کے تین حصے امہات الاولاد کو اور دو حصے فقرا اور مساکین کو دینگے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کے لیے تو نصف زید کو اور نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپے کی وصیت کی زید کے لیے اور سو روپے کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے شخص کو اون دونوں کا شریک کر دیا تو تیسرے کو ہر ایک کے حصے کی تہائی ملیگی ف اسواسطے کہ ہر ایک کا حصہ برابر ہوا اور ایک تیسرا اونکے ساتھ شریک ہو گیا تو ممکن ہو گئی تینوں کی برابری تو ہر ایک کو سو کی دو تہائیاں ملیگی ص اور جو سو کی وصیت کی زید کے لیے اور پچاس کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے کو اونکا شریک کر دیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملیگا ف یعنی پچھتر روپے ص اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے کا مجھپر قرض ہے تم اوسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق کیجاویگی مقدار دین میں ثلث مال تک اور جو اسکے سوا وصیتیں بھی کین تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت کے لیے اور دو تہائیاں وارثوں کے لیے اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثوں سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر میں کہ تم چاہو پھر جسقدر کا اہل وصایا اقرار کریں اوسکا ثلث اونکے حصے میں سے لیا جاوے اور جو بچے وہ اونکو ملے اور جسقدر کا ورثہ اقرار کریں اوسکے دو ثلث ورثہ کے حصے میں سے لیے جاویں جو بچے اونکو ملے اور اصحاب وصایا اور وارث اوسمے حلف لیا جاوے اگر مدعی دعوی زیادہ کا کرتا ہو اونکے علم اور دانست پر ف یعنی اپنے علم پر قسم کھا دین کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہیں ص اگر وصیت کی کسی شی عین کی وارث اور اجنبی کے لیے تو نصف اوس شی کا اجنبی کو ملیگا اور وارث کو کچھ نہ ملیگا ف اجنبی کے واسطے نصف اس صورت میں ملا اسلیے کہ وارث قابل ہے وصیت کے برخلاف اوس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کے لیے کیونکہ میت اہل نہیں ہے وصیت کے کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانوں کپڑے کی اونمیں ایک عمدہ ہے دوسرا متوسط تیسرا ناقص تین شخصوں کے لیے اسطرح پر کہ عمدہ زید کا ہے اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہو گیا اور معلوم نہیں کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے یہ کہتے ہیں کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی لیکن اگر وارث درگذر کر کے باقی دو تھانوں کو تینوں کے حوالے کر دیں تو زید اون دونوں تھانوں میں سے جو عمدہ ہے اوسکے دو ثلث لیوے اور بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان میں سے جو اوسکے اور بکر کے درمیان میں مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کے لیے تو اوس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ کوٹھری زید کے حصے میں آوے تو عمرو وے لیگا اور جو بکر کے حصے میں آوے تو اوسقدر جگہ گزوں سے ناپ کر زید کے حصے میں سے عمرو کو مل جاویگی یہی حکم اقرار میں ہے ف یعنی اگر وصیت کی جگہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مقر کے حصے میں ہوا تو مقر لہ کو مل جاویگا اور جو مقر کے حصے میں نہ آیا تو اوسکے برابر زمین

باب دیجاوے گی ص اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک ہین وصیت کی تو وارث غیر کو جائز ہی کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کر سکتا ہی اگرچہ ترکہ تقسیم ہو گیا میت کا اور سکے دو لڑکون مین پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے مین سے ثلث ادا کریگا اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اوسکا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے تو لونڈی اور اوسکا لڑکا دونون موصی لہ کے ہونگے اگر دونون ثلث مال سے نکل آوین ورنہ موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اوسکے ولد سے ف یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین کے نزدیک دونون مین سے برابر حصہ لیگا مثلاً موصی کے پاس چھہ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اوس کا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے یہان تک کہ مال اوسکا بارہ سو کا ہو گیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوے پس امام صاحب کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لے لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث لونڈی کے اور لڑکے کے لیگا کذا فی الاصل

ص باب بیماری مین آزاد کرنیکے بیان مین

اگر تصرف منجز یعنی نفوذ اوسکا فی الحال ہووے سو اوسمین اعتبار حالت عقد کا ہی پس اگر صحت مین ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت مین ہووے ف تصرف منجزہ وہ ہی جسکا حکم فی الحال ثابت ہو جاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہی کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے کہ تو آزاد ہی بعد میری موت کے یا یہ زید کا ہی بعد میری موت کے پس منجز مین حالت تصرف کا اعتبار ہی تو اگر اوسوقت صحیح اور تندرست ہی نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہی نافذ ہوگا ثلث سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہی جسمین انشا اور احداث ہی ایک عقد کا اور اوسمین معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہین یہان تک کہ اگر اقرار کیا کسیکے دین کا مرض مین تو وہ نافذ ہوگا کل مال مین سے اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض مین مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت مین کرے یا مرض مین کذا فی الاصل ص جو بیماری ہی اوسکے بعد صحت ہو جاوے وہ مثل صحت کے ہی اور مریض کا اعتاق اور محاباۃ ف یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا ص اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہین تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہوا تو محاباۃ مقدم ہی اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونون برابر ہین ف محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہی کہ ایک غلام کو جسکی قیمت دو سو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھہ مال نہین رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کی طرف صرف کرینگے اور جس غلام کو آزاد کیا ہی وہ اپنی کل قیمت مین سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہی کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دو سو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونون مین نصفا نصف تو جس غلام کو آزاد کیا ہی نصف اوسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو مین لیگا کذا فی الاصل ص اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباتون کے بیچ مین ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلے محاباۃ کیطرف اور باقی دونون کیطرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقون کے بیچ مین ہوئی تو نصف محاباۃ مین اور نصف دو عتقون مین صرف

کیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک ان دونون صورتون مین بھی عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام خرید کے آزاد کیا جاوے پھر ایک درہم اوسمین سے تلف ہوگیا تو باقی سے وصیت نافذ ہوگی لیکن شیخ نافذ ہوجاویگا اگر غلام کی آزادی کی وصیت کی پھر اوسنے جنایت کی اور اوسمین دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل ہوگی اگر وصیت کی زید کے لیے تہائی مال کی اور موصی نے ایک غلام چھوڑا اور زید مدعی ہے کہ میت نے یہ غلام صحت میں آزاد کیا تھا تاکہ اوسکی وصیت صحیح ہو کہ ثلث مال سے نافذ ہوجاوے اور وارث یہ کہتے ہین کہ اوس غلام کو مرض مین آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم ہے وصیت پر تو قول وارثون کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملیگا مگر جب ثلث مال اوس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جسقدر زائد ہے وہ زید کو ملیگا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت مین ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعوی کیا دین کا میت پر اور اوسکے غلام نے دعوی کیا اپنے عتق کا صحت میں اور وارث نے دونون کی تصدیق کی تو غلام قرضخواہ کے حوالے کیا جاوے گا اور وہ اپنی قیمت مین سعی کرکے آزاد ہوجاویگا

ص باب وصیت اقارب وغیرہ کے بیان مین

ہمسایہ وہ شخص ہے جسکا مکان ملا ہوا ہو ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو ایک محلہ مین رہتے ہین اور ایک مسجد اونکو جامع ہو قول امام صاحب کا موافق قیاس کے ہے اسلیے کہ شفعہ مین وہی جار مستحق ہے جو ملاصق ہو ص صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہیں جو اوسکی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہیں ف جیسے باپ دادا چچا ماموں اوسکی بہین وغیرہ ہدایہ مین اسکی دلیل یہ لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہ سے تو اوسکے محرم قرابت دارون کو اونکے مالکون سے آزاد کردیا واسطے اکرام اونکے کے اور وہ اصہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہان یہ سہو ہوا ہے صاحب ہدایہ سے بجاے صفیہ کے جویریہ بنت حارث کہنا چاہیے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے سنن مین ص ختن یعنی داماد وہ لوگ ہیں جو اوسکے قرابت والی محرم عورتون کے خاوند ہیں ف یہ اوسکے عرف مین ہے اور ہمارے عرف مین خسر کو کہتے ہیں اور ختن میں کے شوہر کو در مختار ص اہل عبارت ہے اوسکی زوجہ سے ف اور صاحبین کے نزدیک شامل ہے اوسکے سب عیال کو دلیل امام صاحب کی آیت ہے کلام اللہ کی جیسے وَسَارَ بِأَهْلِهِ اور عرف اہل عرب کا کہ تاہل فلان کہتے ہین جسکی زوجہ ہو ص ال عبارت ہے اوسکے اہل بیت اور اوسکے باپ دادا بھی وسیمین داخل مین اور اقارب اور انساب ذوی قرابت اوسکے دو یا تین یا زیادہ ذی رحم محرم ہیں قریب تر پھر قریب تر سوا والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب مین اگر اوسکے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو وصیت چچاؤن پر ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونون ماموں کو ملیگا اور جو ایک ہی چچا ہے تو اوسکو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی برابر ہیں اگرچہ پھوپھی وارث نہیں ہوتی اگر وصیت کی زید کی اولاد کے لیے تو لڑکا لڑکی اوسکے برابر ہونگے حصے میں اور جو وصیت کی اوسکے ورثہ کے لیے تو فرزند کو دونا حصہ ملیگا لڑکی کا اگر وصیت کی کسی شخص کے یتیم فرزندونکے لیے یا اونکے اندھون کے یا لنگڑوں کے لیے یا اونکے بیکسون محتاجون کے لیے تو اگر وہ لوگ تھوڑے اور معدود ہون تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت اونکے سب داخل ہونگے ورنہ اونکے فقیرونکو ملیگا اور جو فلان شخص کے فرزندونکے لیے وصیت کی تو اوسمین عورتین داخل ہونگی ف جب فلان عبارت ہو قبیلہ یا فخذ سے ورنہ نہ داخل ہونگی در مختار ص وصیت کی کسی شخص کے موالی

کے لیے اور اوسکے آزاد کرنے والے بھی ہیں اور آزاد کیے ہوئے بھی ہین تو وصیت باطل ہوگی ف اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک ہی معتق بالکسر اور معتق بالفتح میں اور لفظ عام نہیں اور کوئی قرینہ ایک پر دلالت نہیں کرتا اور بعض کتب شافعیہ مین ہی کہ وصیت کل کے لیے ہوجاویگی

ص باب خدمت اور سکونت اور پھلون کی وصیت کے بیان مین

صحیح ہی وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر تہائی مال سے نکل آوے تو موصی لہ کو تسلیم کیے جاوین واسطے اجراے وصیت کے اور جو ثلث سے نہ نکل سکین تو گھر کی تقسیم کیجاوے ف یعنی موصی لہ کو گھر مین سے بقدر ثلث مال حوالے کر دیوین کہ اوس مین اجراے وصیت ہووے ص اور غلام مین مہایاۃ کر لین ف یعنی باری باری نفع مین تو موصی لہ خدمت لیوے اوس قدر غلام سے جس مین وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیوین اوس مقدار مین جس مین وصیت صحیح نہین ہوئی کذا فی الاصل ص اگر موصی لہ موصی کی زندگی مین مر جاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثون کو پھر آوے گی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ مین پھل موجود ہین تو موصی لہ کو صرف یہی پھل وقت موت موصی کے ملین گے نہ آیندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابدا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اوسکو یہ پھل بھی ملین گے اور آیندہ کبھی ملا کرینگے جیسے غلہ باغ کی وصیت مین خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نہ کہے یہ پھل بھی ملین گے اور آیندہ بھی ملا کرینگے اور بھیڑون کے بال کی وصیت مین اور اونکے بچون اور دودھ کی وصیت مین رہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نہ کہے ف ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالون مین فرق یہ ہی کہ غلہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہین خواہ بالفعل ہو یا آیندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہین گے مگر جب اوسنے ابدا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہوگیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہین موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدومہ پر عقد صحیح ہی جیسے مساقاۃ مین نہ صوف معدوم اور ولد معدوم کذا فی الاصل ص کافر نے اپنی صحت مین عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اوسکے اوسکے وارثون کو ملے گی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ کے بنانے کے لیے خواہ معین لوگون کے لیے یا غیر معین لوگون کے لیے تو صحیح ہی جیسے وصیت مستامن کا جس کا کوئی وارث نہین ہی دار الاسلام مین ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لیے صحیح ہی

ص باب وصی کے بیان مین

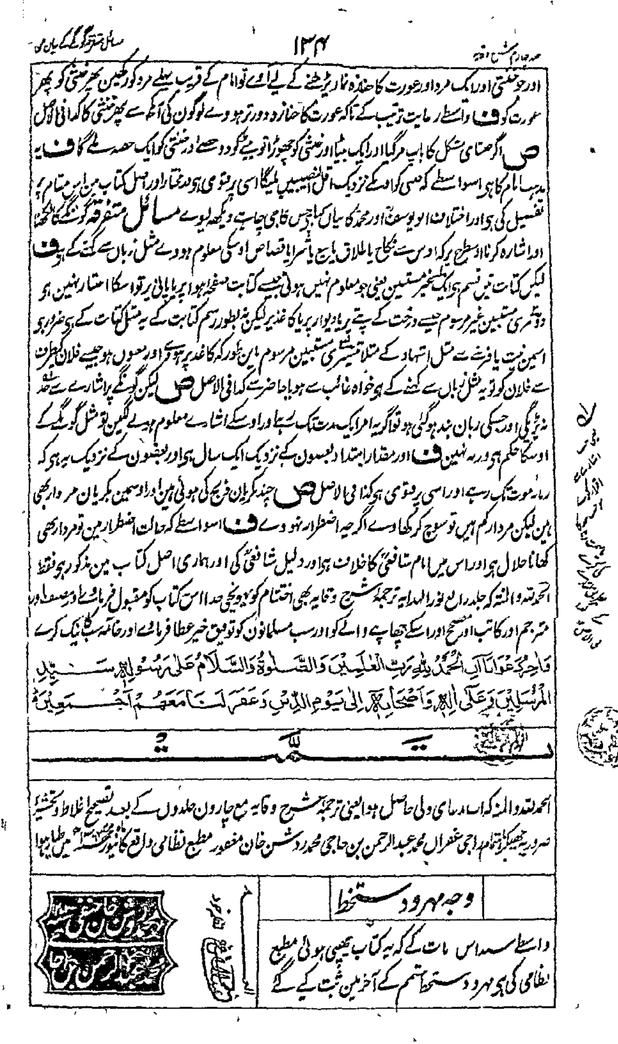
عرب کہتے ہین اوصی الی فلان جب اوسکو اپنے مال مین اختیار دے یا تصرف کا بعد اپنی موت کے اور اوسکو موصی الیہ اور وصی کہتے ہین زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہوگیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوگی ورنہ رد نہ ہوگی ف یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے وصایت سے انکار کرے تو صحیح ہوگا بلکہ وصایت باقی رہیگی اسلیے کہ موصی نے اوسپر بھروسا کیا اب وہ اگر اوسکی غیبت مین رد کرے تو فریب دہی ہووے کذا فی الاصل ص اور جو زید نے سکوت کیا یہان تک کہ موصی مرگیا تو زید کو رد اور قبول دونون جائز ہین بعد اسکے پس اگر وصی نے ترکہ مین سے کوئی چیز بیچی تو بیع لازم ہوگئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے سے ناواقف ہووے بخلاف وکیل کے جب بیچی کوئی چیز بے علم اپنی وکالت کے

پھر اگر وصی نے قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہی مگر جب قاضی
نے اوسکے رد کرنے کو نافذ کر دیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی اونکے بدلے میں اور کسی کو کرے اور جو اپنے
غلام کو وصی کیا تو صحیح ہی اگر وارث موصی کے نابالغ ہین ورنہ نہین اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو
قاضی اوسکے ساتھ دوسرے کو ملا دے پس اگر وصی امین ہو اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہی تو قاضی اوسکو معزول
نکرے بلکہ واجب ہی وصی رکھنا اوسکا ف اور جو قاضی نے با اینہمہ اوسکو معزول کر دیا تو عزل نافذ ہی لیکن قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار رہا در مختار ص اگر وصی میت کے دو شخص ہین تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہین کر سکتا مگر میت کے
واسطے کفن خرید کر سکتا ہی اور اوسکی تجہیز کر سکتا ہی اور اوسکے حقوق کی خصومت اور اوسکے قرضے کا ادا کرنا اور اوسکے قرضے کا تقاضا
اور مطالبہ اور اوسکے طفل کیواسطے خریدنا محتاج کا اور اوسکے لیے ہبہ قبول کرنا اور غلام معین کا آزاد کرنا جسکی آزادی کی
موصی نے وصیت کی ہو اور ودیعت معین کا پھیر دینا اور وصیت معینہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جسکے تلف ہونیکا
خوف ہی اوسکا بیچنا یہ سب کام ایک وصی بغیر دوسرے کے کر سکتا ہی ف امام ابو حنیفہ اور محمد کا یہ مذہب ہی اور ابو یوسف کے نزدیک
سب کام کر سکتا ہی کذا فی الاصل ص وصی کا وصی خواہ وصی نے اوسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو دو
بہر صورت دونون ترکون مین وصی ہی اور صحیح ہی تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار یا صغار کی طرف سے جب غائب ہون
پھر جب وصی نے موصی لہ کا حصہ ترکے مین سے دیکر وارثون کا حصہ لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو وارث موصی لہ سے
کچھ پھیر نہین سکتے ف اسواسطے کہ قسمت صحیح ہو گئی ص اور وصی کی قسمت موصی لہ غائب کیطرف سے ساتھ ورثہ کے درست
نہین ہی تو اگر وصی نے موصی لہ غائب کا حصہ لیا اور وہ اوسکے پاس تلف ہو گیا تو موصی لہ باقی مال مین سے ثلث لیوے اگر باقی
موصی لہ کیطرف سے تقسیم کر سکتا ہی اور حصہ اوسکا لے سکتا ہی اگر وصی نے وارثون کے ساتھ قسمت کی وصیت حج میں اور حج کی
وصیت کا مال نکال لیا اب وہ مال تلف ہو گا خواہ وصی کے پاس سے یا جسکو حج کرنے کو دیا تھا اوسکے پاس سے تو حج کرایا جاوے
باقی مال کے ثلث مین سے اور وصی کو درست ہی کہ ایک غلام کو ترکے مین سے بیع کر ڈالے اگرچہ میت کے قرضخواہ حاضر نہو وین ف
اسلیے کہ قرضخواہون کا حق مالیت سے متعلق ہی نہ عین ترکے سے در مختار ص اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچکر اسکی
قیمت تصدق کرنا پس وصی نے اوس غلام کو بیچا اور قیمت اوسکی لے لی بعد اوسکے وہ قیمت وصی کے پاس سے جاتی رہی
اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے مین سے لے لیوے اسیطرح اگر ترکہ تقسیم ہوا
اور نابالغ کو ایک غلام حصے مین پہنچا اور اوسکو وصی نے بیچکر قیمت اوسکی لے لی پھر وہ قیمت وصی کے پاس سے جاتی رہی بعد
اوسکے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لیوے اور وصی نابالغ کے مال مین سے لیوے اور نابالغ اور وارثون سے
حصہ رسد پھیر لیوے اور وصی کی بیع اور شرا غبن سے صحیح نہین ہو مگر اوسی قدر غبن سے جو لوگون کو خرید و فروخت
مین ہوا کرتی ہی نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہی اور حوالہ
قبول کر سکتا ہی اوسپر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہین دے سکتا اور وصی وارث کبیر کا مال
جو غائب ہو اوسکی بیع کر سکتا ہی مگر عقار کی کہ اوسکی حفاظت ضرور نہین ہی اور اوسکے مال مین تجارت نہین کر سکتا

اور وصی باپ سزاوار زیادہ ہو مال صغیر میں اوسکے دادا سے اور اگر نہو وصی پس دادا اور باطل ہو گواہی دو وصیوں کی وارث غیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا اور کسی طریق سے اور وارث کبیر کے حق مین مال ترکہ مین اسکے سوا اور جگہ درست ہو جیسے صحیح ہو گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کے لیے ہزار درم دین ہونیکی میت پر اور اون دونون شخصون کی بہلے دونو مردون کے لیے ہزار درم دین ہونے کی میت پر **ف** یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم میت پر آتے ہین اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہین تو دونون شہادتیں صحیح ہین **ص** اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لیے اس بات کی کہ میت نے اون کے لیے ہزار درم کی وصیت کی ہو تو یہ شہادت باطل ہو یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لیے ایک غلام کی وصیت کی ہو اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہو تب بھی باطل ہو

ص کتاب الخنثی

ف یہ کتاب ہو خنثی کے احکام مین **ص** خنثی وہ ہو جو فرج اور ذکر دونون رکھتا ہو پس اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہو اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہو **ف** اسلیے کہ روایت کی ابن عدی نے کامل مین ابن عباس سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اوسکی میراث سے تب فرمایا آپ نے کہ جہان سے پیشاب کرتا ہو اوسکا اعتبار ہوگا اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین حضرت علیؓ سے مثل اسکے کذا فی تخریج الہدایہ **ص** اور جو دونون جگہ سے پیشاب کرتا ہو تو جہان سے اول پیشاب نکلتا ہو اوسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونون جگہ سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہووے تو وہ خنثای مشکل ہو اور اعتبار کثرت پیشاب کا نہوگا **ف** اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاویگا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہو **ص** یہ سب باتین قبل بلوغ کے ہیں پھر جب بالغ ہوا اور اوسکی ڈاڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اوسنے جماع کیا تو وہ مرد ہو اور جو اوسکے پستان اوبھر آئے یا دودھ اوتر آیا یا حیض آگیا یا حمل رہ گیا یا اوس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہو اور جو کوئی علامت ان مین سے ظاہر نہین ہوئی یا دونون قسم کی علامتین پائی گئین مثلاً ڈاڑھی بھی نکلی اور پستان بھی اوبھر آئے تو وہ خنثای مشکل ہو **ف** آگے اوسی کے احکام مذکور ہوتے ہین وہ احکام یہ ہین **ص** اگر عورتون کی صف مین کھڑا ہووے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردون کی صف مین کھڑا ہووے تو اوسکے دائین بائین والا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے سر ڈھانپ کر اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اوس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم کے اور مرد یا عورت کو اوسکا ختنہ کرنا مکروہ ہو بلکہ اوسکا ایک لونڈی خرید دین کہ وہ اوسکا ختنہ کرے اگر اوسکے پاس مال ہو ورنہ بیت المال سے خرید دین پھر بیچکر روپیہ اوسکا بیت المال مین داخل کر لین اور جو قبل اوسکے حال کھلنے کے کہ مرد ہو یا عورت مر جاوے تو اوسکو غسل نہ دین بلکہ تیمم کرا دین **ف** اور یہان پر اوسکے غسل کرانے کے لیے لونڈی خرید نہین سکتے کیونکہ لونڈی اول تو میت کی مملوک نہین ہو سکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل موت درست نہین ہو اور خنثی جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہو اوسکی قبر پر پردہ کرنا



اور جو خنثی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کے لیے لاوے تو امام کے قریب پہلے مرد کو رکھیں پھر خنثی کو پھر عورت کو **ف** واسطے رعایت ترتیب کے تاکہ عورت کا جنازہ دور تر ہووے لوگوں کی آنکھ سے پھر خنثی کا کذا فی الاصل

ص اگر خنثای مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثی کو چھوڑا تو بیٹے کو دو حصے اور خنثی کو ایک حصہ ملے گا **ف** یہ مذہب امام کا ہے اسواسطے کہ خنثی کو اوسکے نزدیک اقل النصیبین ملیگا اسی پر فتوی ہے در مختار اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اور اختلاف ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا بیان کیا ہے جس کا جی چاہے دیکھ لیوے

مسائل متفرقہ گونگے کا لکھنا اور اشارہ کرنا اسطرح پر کہ اوس سے نکاح یا طلاق یا بیع یا شرا یا قصاص اوسکی معلوم ہووے مثل زبان سے کہنے کے ہے **ف** لیکن کتابت تین قسم ہے ایک غیر مستبین یعنی جو معلوم نہیں ہوتی جیسے کتابت صفحۂ ہوا پر یا پانی پر تو اسکا اعتبار نہیں ہے دوسری مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے یہ مثل کنایات کے ہے ضرور ہے اسمین نیت یا قرینے سے مثل استشہاد کے مثلاً تیسری مستبین مرسوم یعنی بطور کہ کاغذ پر ہووے اور معنون ہو جیسے فلان کیطرف سے فلان کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے ہے خواہ غائب سے ہو یا حاضر سے کذا فی الاصل **ص** لیکن گونگے پر اشارے سے حد نہ پڑیگی اور جسکی زبان بند ہوگئی ہو تو اگر یہ امر ایک مدت تک رہے اور اوسکے اشارے معلوم ہونے لگیں تو مثل گونگے کے اوسکا حکم ہے ورنہ نہیں **ف** اور مقدار امتداد بعضون کے نزدیک ایک سال ہے اور بعضون کے نزدیک یہ ہے کہ رہا موت تک رہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الاصل **ص** چند بکریاں ذبح کی ہوئی ہیں اور اوسمین بکریاں مردار بھی ہیں لیکن مردار کم ہیں تو سوچ کر کھاوے اگرچہ اضطرار نہ ہووے **ف** اسواسطے کہ حالت اضطرار میں تو مردار بھی کھانا حلال ہے اور اس میں امام شافعیؒ کا خلاف ہے اور دلیل شافعیؒ کی اور ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے فقط

الحمد للہ والمنہ کہ جلد رابع نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ بھی اختتام کو پہونچی خدا اس کتاب کو مقبول فرماوے اور مصنف اور مترجم اور کاتب اور مصحح اور اسکے چھاپنے والے کو اور سب مسلمانوں کو توفیق خیر عطا فرماوے اور خاتمہ سب کا نیک کرے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَعَمَّنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ

الحمد للہ والمنہ کہ اب مدعای دلی حاصل ہوا یعنی ترجمہ شرح وقایہ مع چاروں جلدوں کے بعد تصحیح اغلاط و تحشیۂ ضروریہ چھپکر باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور مطبع نظامی واقع کانپور محرم [illegible] میں طبع ہوا

وجہ مہر و دستخط

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی کی ہے مہر و دستخط مہتمم کے آخر میں ثبت کیے گئے

فہرست جلد چہارم نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

اشتہار

واضح ہو کہ یہ نسخہ نورالہدایہ یعنی ترجمہ شرح وقایہ

کئی بار اس مطبع نظامی مین چھپا۔ اور ہر مرتبہ طالبون کی کثرت سے ہاتھون ہاتھ بکا۔ چنانچہ یہ چوتھی مرتبہ ہی کہ پہلے نسخون سے یہ نسخہ نہایت عمدہ طیار ہوا۔ اور اسکی تکمیل و درستی مین محنت و مشقت کے ساتھہ ایک زمانہ گذرا۔ اور اصل نسخہ عربی کی عبارت سے جانچکر اسکے تمام مسائل و دلائل کو ملانے اور جابجا عبارات گھٹانے اور بڑھانے اور جدید حواشی چڑھانے مین صرف زر کثیر ہوا۔ اور بہت خرچ پڑا۔ اب کامل طور سے جیسا کہ جی چاہتا تھا صحیح اور درست ہوگیا۔ تصدیق اس کلام کی ناظرین کو وقت مطالعے کے ہوگی۔ اور خود یہ کتاب اس دعوے کی شہادت دیگی۔ پس جن صاحبونکو مطلوب ہو بارسال زر قیمت راقم سے یہ کتاب منگوالین لیکن کوئی صاحب نفع دنیا کی طمع سے اس دین کی کتاب کو بلا اجازت راقم کے چھپواکر مؤاخذہ سرکاری کا بار نقصان نہ اوٹھائین۔ اسواسطے کہ حق تالیف اسکا حسب منشاے قانون بستم ۱۸۴۷ء داخل رجسٹری ہوکر مطبع ہذا مین محفوظ رکھا گیا ہی

راقم

محمد عبدالرحمن مہتمم مطبع نظامی کانپور محلہ پٹکاپور

مفتاح المصر

تاریخ بھوپال اردو

ایضاً تاریخ بھوپال فارسی

فتوحات ہند

تاریخ سپہ سالار مسعود غازی

وزیر نامہ تاریخ اودھ

فہرست کتاب مرآۃ النساء

اعلان

واضح ہو کہ یہ نسخۂ نور الہدایہ یعنی
ترجمہ شرح وقایہ کئی بار اس مطبع نظامی مین چھپا اور
ہر مرتبہ طالبو نکی کثرت سے ہاتھون ہاتھ بکا چنانچہ یہ چوتھی مرتبہ ہی کہ پہلے سے
یہ نسخہ نہایت عمدہ طیار ہوا اور اسکی تکمیل و درستی مین محنت و مشقت کے ساتھ ایک
زمانہ گذرا اور اصل نسخۂ عربی کی عبارت سے جانچکر اسکے تمام مسائل اور دلائل کو ملانے
اور جابجا عبارات گھٹانے اور بڑھانے اور جدید حواشی چڑھانے مین صرف زر کثیر ہوا اور
بہت خرچ پڑا اب کامل طور سے جیسا کہ جی چاہتا تھا صحیح اور درست ہو گیا تصدیق اس
کلام کی ناظرین کو وقت مطالعے کے ہو گی اور خود یہ کتاب اس دعوے کی شہادت دیگی پس
جن صاحبون کو مطلوب ہو بارسال زر قیمت راقم سے یہ کتاب منگوالین لیکن کوئی صاحب
نفع دنیا کی طمع سے اس بین کی کتاب کو بلا اجازت راقم کے چھپوا کر مواخذۂ سرکاری
کا بار نقصان نہ اٹھائین اسواسطے کہ حق تالیف اسکا حسب منشائی قانون
بستم ۱۸۴۷ء داخل رجسٹری ہو کر مطبع ہذا مین
محفوظ رکھا گیا ہو فقط

الراقم
محمد عبد الرحمن مہتمم مطبع نظامی کانپور

محمد [illegible]
مطبوعہ ماہ [illegible] ۱۸۸۶ء